

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تفسیر ابن کثیر

إمام المفسرين حافظ عماد الدين
أبو الفداء إسماعيل بن عمر بن كثير الدمشقي
المتوفى ٧٤٢هـ

ترجمنا

إمام العصر مولانا محمد جو ناگر مہدی

تحقیق و نظر ثانی

حافظ زبیر عثمانی

تخریج

کامران طاہر

مکتبہ اسلامیہ



تفسیر ابن کثیر

إمام المفسرين حافظ عماد الدين
أبو الفداء اسمعيل بن عمر بن كثير الدمشقي
المتوفى ٧٤٣ هـ

ترجمت

إمام العصر مولانا محمد جونا گڑھی

تحقیق و نظر ثانی
حافظ زبیر عثمانی

تخریج
کامران طاہر
نائب مدیر مجلس التحقیق الاسلامی

تقریظ

أبو الحسن، مبشر احمد ربانی
حافظ صلاح الدین یوسف

مکتبہ اسلامیہ

مجله حقوق بحیث ناشر محفوظ ہیں

کتاب تفسیر ابن کثیر
جلد دوم
تالیف امام المفسرین حافظ عماد الدین
ترجمہ امام العصر مولانا محمد جونگر مہدی
ناشر محمد سرور رحمانی
کمپوزنگ / ڈیزائننگ مکتبہ اسلامیہ پرنٹرز
سرورق خطاطی حافظ انجم محمود
اشاعت اپریل 2009
قیمت



مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ، لاہور - پاکستان فون: 042-7244973

بیسمنٹ ٹالس بیک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوٹوالی روڈ، فیصل آباد - پاکستان فون: 041-263124

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
73	وضو اور تیمم کے احکام پر تفصیلی بحث	5	مظلوم ظالم کی برائی بیان کر سکتا ہے
86	عدل و انصاف سے کام لو اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو	7	تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے
	بنی اسرائیل کی عہد شکنی اور ان کے بارہ سرداروں	8	یہودی حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے گستاخ ہیں
88	کی وضاحت		حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل ہوئے نہ ہی سولی پر چڑھائے
91	اہل کتاب کی علمی خیانت	10	گئے
	حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو اللہ کہنے والے	16	حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت دوبارہ ہوگا
92	کافر ہیں	22	یا جوج ماجوج کا تذکرہ
93	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین بن کر آئے ہیں	26	بطور سزا حلال چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیں
96	یکے بعد دیگرے انبیاء کی بعثت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے	27	انبیاء کی تعداد ان کے درجات اور آسمانی کتابیں
101	واقعہ ہاتیل و قاتیل اور حسد و بغض کا انجام	30	موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا
107	انسانی جان کی قدر و قیمت	33	اللہ تعالیٰ اور فرشتے پیغمبر کی رسالت کے گواہ ہیں
108	زمین میں فساد کرنے والوں کی سزا	34	عیسائیوں کا غلو
113	لفظ وسیلہ کا معنی و مفہوم	36	حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام فرشتے اللہ کی بندگی کرتے ہیں
116	قطعید کا نصاب اور ہاتھ کاٹنے کی شرط	37	قرآن لا جواب دلیل اور واضح نور ہے
121	ذاتی قیاس اور نفسانی خواہشات کی مذمت	38	لفظ کلام کی بابت صحابہ رضی اللہ عنہم کا موقف
123	یہودیوں کی خباثت کا بیان		تفسیر سورہ مائدہ
	قصاص اور دیت میں برابری کا حکم اور معاف	42	جانور اور حالت احرام میں شکار کا حکم
125	کرنے کی ترغیب	43	وہ چیزیں جن کا کھانا حرام ہے
129	انجیل کی چند ایک خصوصیات	49	استحارہ کا تذکرہ
	قرآن کے نازل ہونے کے بعد تمام شریعتیں	58	مجبوری کی حالت میں مردار کھانے کی اجازت
130	منسوخ ہو چکی ہیں	61	شکار اور شکاری جانوروں کے احکام
133	دشمنان اسلام سے دوستی رکھنے کی ممانعت	63	اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے
135	دین سے مرتد ہونے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے	69	

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
147	ایمان دار بننے کی شرط	137	غیر مسلموں سے دوستی نہ کرو
148	یہود و نصاریٰ کی عہد شکنیاں	138	اذان سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے
149	مشرک پر جنت حرام ہے	140	نافرمان گروہ کا برا انجام
151	نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے	142	یہودیوں کی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی
152	بنی اسرائیل پر لعنت کے اسباب	144	اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پوری تعلیمات کی تبلیغ کا حکم دیا
155	عیسائی یہودیوں کی نسبت مسلمانوں کے قریب ہیں		

لَا يُحِبُّ اللَّهُ الْجَهْرَ بِالسُّوءِ مِنَ الْقَوْلِ إِلَّا مَنْ ظَلِمَ وَكَانَ اللَّهُ سَمِيعًا

عَلِيمًا ۝ إِنَّ تَبْدُؤًا خَيْرًا أَوْ تَخْفُؤًا أَوْ تَعْفُؤًا عَن سَوْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ كَانَ عَفْوًا

قَدِيرًا ۝

توضیح: برائی کے ساتھ آواز بلند کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا مگر مظلوم کو اجازت ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب سنتا جاتا ہے۔ [۱۳۸] اگر تم کسی نیکی کو علانیہ کر دیا پو شیدہ یا کسی برائی سے درگزر کر دو پس یقیناً اللہ تعالیٰ پوری معافی کرنے والا اور پوری قدرت والا ہے۔ [۱۳۹]

مظلوم ظالم کی برائی بیان کر سکتا ہے: [آیت: ۱۳۸-۱۳۹] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ کسی مسلمان کو دوسرے کے لئے بددعا کرنی جائز نہیں ہاں جس پر ظلم کیا گیا ہو اسے اپنے ظالم کے لئے بددعا کرنی جائز ہے اور وہ بھی اگر صبر تحمل کرے تو فضیلت اسی میں ہے۔ ① ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی کوئی چیز چور چرا کر لے گئے تو آپ رضی اللہ عنہا ان کے لئے بددعا کرنے لگیں حضور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا ”کیوں اس کا بوجھ ہلکا کر رہی ہو؟“ ② حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کے لئے بددعا نہیں کرنی چاہئے بلکہ یہ دعا کرنی چاہئے ((اللَّهُمَّ اَعِزِّي وَعَلَيْهِ وَاَسْتَخْرِجْ حَقِّي مِنِّي)) اے اللہ! اس چور پر تو میری مدد کر اور اس سے میرا حق دلا دے۔ ③ آپ سے ایک روایت میں مروی ہے کہ اگر چہ مظلوم کو ظالم کے کونے کے لئے رخصت ہے مگر یہ خیال رہے کہ حد سے بڑھ نہ جائے۔ عبدالکریم بن مالک جزری رحمۃ اللہ علیہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں، گالی دینے والے کو یعنی برا کہنے والے کو برا تو کہہ سکتے ہیں۔ لیکن بہتان باندھنے والے پر بہتان نہ باندھو۔ ایک دوسری آیت میں ہے ﴿وَلَمَّا اتَّصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأَوْلَيْكَ مَا عَلَيْهِمْ مِنْ سَبِيلٍ﴾ ④ ”جو مظلوم اپنے ظالم سے اس کے ظلم کا انتقام لے اس پر کوئی مواخذہ نہیں۔“ ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”دو گالیاں دینے والے جو کہیں اس کا دہال اس پر ہے جس نے ابتدا کی ہو ہاں اگر مظلوم حد سے بڑھ جائے تو اور بات ہے۔“ ⑤ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں جو شخص کسی کے ہاں مہمان بن کر جائے اور میزبان اس کا حق مہمانی ادا نہ کرے تو اسے جائز ہے کہ لوگوں کے سامنے اپنے میزبان کی شکایت کرے جب تک کہ وہ حق ضیافت ادا نہ کرے۔

ابوداؤد اور ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں ادھر ادھر بھیجتے ہیں بعض مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگ ہماری مہمان داری نہیں کرتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! ”اگر وہ اپنے لائق میزبانی =

① الطبری، ۳۴۴/۹۔ ابوداؤد، کتاب الوتر، باب الدعاء، ۱۴۹۷، احمد، ۴۵/۶، اسنادہ ضعیف صحیب بن ابی ثابت مدلس کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔ اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (ضعیف ابوداؤد، ۳۲۱)، اس کے علاوہ اس متن سے یہ روایت ان جگہوں میں بھی موجود ہے۔ الضعفاء، ۲۶۳۱، السنن الکبریٰ للنسائی، ۷۳۰۹، شرح السنہ، ۱۳۰۴۹۔

② الطبری، ۳۴۴/۹۔ ③ ۴۲/ الشوری: ۴۱۔

④ ابوداؤد، کتاب الادب، باب المستبان، ۴۸۹۴، ترمذی، ۱۹۸۱، مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب النهی عن السباب،

إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَيُرِيدُونَ أَنْ يُقْرِقُوا بَيْنَ اللَّهِ وَرُسُلِهِ
 وَيَقُولُونَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۚ وَيُرِيدُونَ أَنْ يَتَّخِذُوا بَيْنَ ذَلِكَ
 سَبِيلًا ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْكٰفِرُونَ حَقًّا ۖ وَأَعْتَدْنَا لِلْكَٰفِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًا ۖ
 وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَرُسُلِهِ وَلَمْ يُقْرِقُوا بَيْنَ أَحَدٍ مِنْهُمْ أُولَٰئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيهِمُ
 أَجْرَهُمْ ۖ وَكَانَ اللَّهُ غَفُورًا رَحِيمًا ۙ

ترجمہ: جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اس کے پیغمبروں کے ساتھ کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے اور رسولوں کے درمیان فرق
 رکھیں اور جو لوگ کہتے ہیں بعض نبیوں پر تو ہمارا ایمان ہے اور بعض پر نہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے اور اس کے بین بین کوئی راہ نکالیں
 [۱۵۰] یقین مانو کہ یہ سب لوگ اصلی کافر ہیں۔ اور کافروں کے لئے ہم نے ہانت آئیز سزاتیار کر رکھی ہے۔ [۱۵۱] اور جو لوگ اللہ پر اور اس
 کے تمام پیغمبروں پر ایمان لاتے ہیں اور ان میں سے کسی میں فرق نہیں کرتے یہ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ ان کے پورے ثواب دے گا۔ اللہ
 بڑی مغفرت والا بڑی رحمت والا ہے۔ [۱۵۲]

= کریں تو خیر ورنہ تم ان سے اپنے لائق لے لیا کرو۔" ① مسند احمد کی حدیث میں فرمان رسول ﷺ ہے کہ "جو مسلمان کسی اہل
 قبیلہ کے ہاں مہمان بن کر جائے ساری رات گزر جائے لیکن وہ لوگ اس کی مہمانداری نہ کریں تو ہر مسلمان پر اس مہمان کی نصرت
 ضروری ہے اس شخص کے مال سے اس کی بھتی سے بقدر اس کی مہمانی دلوادیں۔" ② مسند احمد کی حدیث میں ہے "ضیافت کی رات ہر
 مسلمان پر واجب ہے اگر کوئی مسافر صبح تک محروم رہ جائے تو یہ اس میزبان کے ذمہ قرض ہے خواہ ادا کرے خواہ باقی رکھے۔" ③ ان
 حدیثوں کی وجہ سے امام احمد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا مذہب ہے کہ ضیافت واجب ہے۔

ابوداؤد وغیرہ میں ہے ایک شخص سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرتا ہے کہ یا رسول اللہ! مجھے میرا
 پڑوسی بہت ایذا پہنچاتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جا ایک کام کر اپنا کل مال داسباب گھر سے نکال کر باہر رکھ دے۔" اس نے ایسا ہی
 کیا اور راستے پر اسباب ڈال کر وہیں بیٹھ گیا۔ اب جو گزرتا ہے وہ پوچھتا ہے کیا بات ہے؟ یہ کہتا ہے میرا پڑوسی مجھے ستاتا ہے میں تنگ
 آ گیا ہوں۔ وہ اسے برا بھلا کہتا ہے کوئی کہتا ہے اللہ کی مار اس پر کوئی کہتا ہے اللہ غارت کرے۔ جب پڑوسی کو اپنی اس طرح کی رسوائی
 کا حال معلوم ہوا تو اس کے پاس آیا متیں کر کے لے گیا کہ اپنے گھر چلو! اللہ کی قسم اب مرتے دم تک آپ کو کسی طرح نہ ستاؤں گا۔ ④

① صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب قصاص المظلوم اذا وجد مال ظالمہ، ۲۴۶۱؛ مسلم ۱۷۲۷؛ ابوداؤد، ۳۷۵۲؛

ابن ماجہ، ۳۶۷۶؛ احمد، ۴/۱۴۹؛ ابن حبان، ۵۲۸۸؛ بیہقی، ۹/۱۷۹؛ مسند الفردوس، ۱۰۴۷۔

② احمد، ۴/۱۳۴؛ ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی الضیافۃ، ۳۷۵۱؛ وهو حسن حاکم، ۴/۱۳۲۔

③ احمد، ۴/۱۳۳؛ ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب ماجاء فی الضیافۃ، ۳۷۵۰؛ مسند صحیح؛ ابن ماجہ، ۳۶۷۷؛ مشکل

الاکثار، ۴/۳۹، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (السلسلۃ الصحیحہ، ۲۲۰۴)

④ ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی حق العجوار، ۵۱۵۳، وسندہ حسن؛ حاکم، ۴/۱۶۰؛ ابن حبان، ۵۲۰؛ الادب المفرد،

۱۲۴ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو الادب المفرد کی تخریج میں حسن صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (۵۶/۱)

پھر ارشاد ہے کہ ”اے لوگو! تم کسی نیکی کو ظاہر کرو تو اور پوشیدہ کرو تو تم پر کسی نے ظلم کیا ہو اور تم اس سے درگزر کرو تو اللہ کے پاس تمہارے لئے بڑا ثواب پورا اجر اور اعلیٰ درجے ہیں۔“ وہ خود بھی معاف کرنے والا ہے اور بندوں کی بھی یہ عادت اسے بھاتی ہے۔ باوجود انعام کی قدرت کے پھر بھی معاف فرماتا رہتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ ”عرش کے اٹھانے والے فرشتے اللہ کی تسبیح کرتے رہتے ہیں۔“

بعض تو کہتے ہیں (سُبْحَانَكَ عَلَىٰ جِلْمِكَ بَعْدَ عِلْمِكَ) اے اللہ! تیری ذات پاک ہے کہ تو باوجود جاننے کے پھر بھی بردباری اور رحم پوشی کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں (سُبْحَانَكَ عَلَىٰ عَفْوِكَ بَعْدَ قُدْرَتِكَ) اے اللہ! قدرت کے باوجود درگزر کرنے والے اے اللہ! تمام پاکیاں تیری ذات کے لائق ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے ”صدقہ اور خیرات سے کسی کا مال گھٹتا نہیں، غنود درگزر کرنے اور معاف کر دینے سے اللہ تعالیٰ اور عزت بڑھاتا ہے۔ اور جو شخص اللہ کے حکم سے تواضع، فردتی اور عاجزی کرے اللہ اس کے مرتبے اور اس کی توقیر اور بڑھاتا ہے۔“ ①

تمام انبیاء پر ایمان لانا ضروری ہے: [آیت: ۱۵۰-۱۵۲] اس آیت میں بیان ہو رہا ہے کہ ایک نبی کو بھی جو نہ مانے وہ کافر ہے۔ یہودی سوائے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اور تمام نبیوں کو مانتے تھے، نصرانی افضل الرسل خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اور انبیاء علیہم السلام پر ایمان رکھتے تھے، سامری یوشع علیہ السلام کے بعد کسی کی نبوت کا قائل نہ تھا۔ حضرت یوشع علیہ السلام حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔ مجوسیوں کی نسبت مشہور ہے کہ وہ اپنا نبی زردشت کو مانتے تھے لیکن ان کی شریعت کے جب یہ منکر ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے وہ شریعت ہی ان سے اٹھائی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پس یہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولوں میں تفریق کی یعنی کسی نبی کو مانا کسی کا انکار کر دیا۔ کسی اللہ کی دلیل کی بنا پر نہیں بلکہ محض اپنی نفسانی خواہش، جوش تعصب اور تقلید آباء کی وجہ سے۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک نبی کو نہ ماننے والا اللہ کے نزدیک تمام نبیوں کا منکر ہے اس لئے کہ اگر اور انبیاء کو بوجہ ان کے نبی ہونے کے مانتا تو اس نبی کا مانتا بھی اسی وجہ سے اس پر ضروری تھا۔ جب وہ ایک کو نہیں مانتا تو معلوم ہوا کہ جنہیں وہ مانتا ہے انہیں بھی کسی دنیوی غرض اور ہوا و ہوس کی وجہ سے مانتا ہے۔ پس انکی شریعت ماننے نہ ماننے کے درمیان کی ہے یہ یقینی اور حتمی کفار ہیں۔ کسی نبی پر ان کا شرعی ایمان نہیں بلکہ تقلیدی اور تعصبی ایمان ہے جو قابل قبول نہیں۔ پس ان کفار کو اہانت اور رسوائی والے عذاب ہوں گے کیونکہ جن پر یہ ایمان نہ لاکر ان کی توہین کرتے تھے اس کا بدلہ یہی ہے کہ ان کی توہین ہو اور انہیں ذلت والے عذاب میں ڈالا جائے ان کے ایمان نہ لانے کی وجہ خواہ غور و فکر نہ کر کے نبوت کی تصدیق نہ کرنا، خواہ حق واضح ہو چکنے کے بعد دنیوی وجہ سے منہ موڑ کر نبوت سے انکار کیا جانا ہو جیسے اکثر یہودی علما کا شیوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تھا کہ محض حسد کی وجہ سے آپ کی عظیم الشان نبوت کے منکر ہو گئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت و عداوت میں آ کر مقابلے پر تل گئے۔ پس اللہ تعالیٰ نے ان پر دنیا کی ذلت بھی ڈالی اور آخرت کی ذلت کی مار بھی ان کے لیے تیار کر رکھی ہے۔ پھر امت محمدیہ علیہا الصلاۃ والسلام کی تعریف ہو رہی ہے کہ رب پر ایمان رکھ کر تمام انبیاء علیہم السلام کو بلا تفریق ماننے ہیں اللہ کی اس آخری کتاب پر ایمان لاکر اور تمام آسمانی کتابوں کو بھی اللہ کی کتاب میں تسلیم کرتے ہیں۔ جیسے ایک آیت میں ہے ﴿كُلُّ اٰمَنٍ بِاللّٰهِ﴾ پھر ان کے لئے جو اجر جمیل اور ثواب عظیم اس نے تیار کر رکھا ہے اسے بھی بیان فرمادیا کہ ان کے ایمان کامل کے باعث انہیں اجر و ثواب عطا ہوں گے۔ اگر ان سے کوئی گناہ بھی سرزد ہو گیا تو اللہ معاف فرمائے =

① صحیح مسلم، کتاب البر، باب استحباب العفو والتواضع، ۲۵۸۸، ترمذی ۲۰۲۹، احمد، ۲/۲۳۵، ابن حبان، ۳۲۴۸،

ابن خزیمہ، ۲۴۳۸، بیہقی، ۴/۱۸۷، السنن الکبریٰ، ۴/۱۸۷، شعب الإیمان، ۳۴۱۱، البغوی ۱۶۳۳، دارمی، ۱۶۷۶،

مسند ابی یعلیٰ، ۶۴۵۸۔

يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ أَنْ تَنْزِلَ عَلَيْهِمْ كِتَابًا مِنَ السَّمَاءِ فَقَدْ سَأَلُوا مُوسَى
 أَكْبَرَ مِنْ ذَلِكَ فَقَالُوا أَرِنَا اللَّهَ جَهْرَةً فَأَخَذَتْهُمُ الصَّعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ثُمَّ
 اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَتْهُمْ الْبَيِّنَاتُ فَعَفَوْنَا عَنْ ذَلِكَ وَأَتَيْنَا
 مُوسَى سُلْطَانًا مُبِينًا ۖ وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ بِبَيِّنَاتِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمْ ادْخُلُوا
 الْبَابَ سُجَّدًا وَقُلْنَا لَهُمْ لَا تَعْدُوا فِي السَّبْتِ وَأَخَذْنَا مِنْهُمْ مِيثَاقًا غَلِيظًا ۝

ترجمہ: تجھ سے یہ اہل کتاب درخواست کرتے ہیں کہ تو ان کے پاس کوئی آسمانی کتاب لاوے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تو انہوں نے اس سے بہت بڑی درخواست کی تھی کہا تھا کہ تو ہمیں کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کو دکھا دے پس ان کے اس ظلم کے باعث ان پر کڑا کے کی بجلی آ پڑی۔ پھر باوجودیکہ ان کے پاس بہت دلیلیں پہنچ چکیں تھی انہوں نے پھڑے کو اپنا معبود بنا لیا لیکن ہم نے یہ بھی معاف فرمادیا اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کھلا غلبہ اور صریح دلیل عنایت فرمائی۔ [۱۵۳:۱۵۴] اور ان کا قول لینے کے لئے ہم نے ان کے سروں پر طور پہاڑ لا کھڑا کر دیا اور انہیں حکم دیا کہ سجدہ کرتے ہوئے دروازے میں جاؤ اور یہ بھی فرمایا کہ ہفتہ کے دن میں تجاؤ زندہ کرنا اور ہم نے ان سے سخت سے سخت قول و قرار لئے۔ [۱۵۳:۱۵۴]

= گا اور ان پر اپنی رحمت کی بارش برسائے گا۔

یہودی حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہ السلام کے گستاخ ہیں: [آیت: ۱۵۳-۱۵۴] یہودیوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ کی طرف سے تورات ایک ساتھ لکھی ہوئی ہمارے پاس لائے آپ بھی کوئی آسمانی کتاب پوری لکھی لکھائی لے آئیے یہ بھی مروی ہے کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہمارے نام اللہ تعالیٰ خط بھیجے کہ ہم آپ کی نبوت کو مان لیں۔ یہ سوال بھی ان کا بدینتی سے بطور مذاق کے اور بطور کفر کے تھا۔ جیسے کہ اہل مکہ نے بھی اسی طرح کا ایک سوال کیا تھا جو سورۃ اسراء میں مذکور ہے کہ ”جب تک عرب کی سرزمین پر دریاؤں کے ریل چل اور ترو تازگی کا دور دورہ نہ ہو جائے ہم آپ پر ایمان نہیں لائیں گے۔“ پس بطور تسلی کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ان کی اس سرکشی اور بیجا سوال پر آپ رنجیدہ خاطر نہ ہوں ان کی یہ بری عادت پرانی ہے انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے اس سے بھی زیادہ بیہودہ سوال کیا تھا کہ ہمیں اللہ تعالیٰ دکھاؤ اس تکبر سرکشی اور فضول سوال کی پاداش بھی یہ بھگت چکے ہیں یعنی ان پر آسمانی بجلی گری تھی جیسے سورۃ بقرہ میں تفصیل وار بیان کر چکا ہے ملاحظہ ہو آیت ﴿وَاذْقَلْتُمْ يَا مُوسَىٰ لَنْ نُؤْمِنَ لَكَ حَتَّىٰ تَنزِي اللَّهُ جَهْرَةً﴾ ۱ یعنی ”جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ! ہم تجھ پر ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کو ہم صاف طور پر اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لیں۔ پس تمہیں بجلی کے کڑکے نے پکڑ لیا اور ایک دوسرے کے سامنے سب ہلاک ہو گئے۔ پھر بھی ہم نے تمہاری موت کے بعد پھر تمہیں زندہ کر دیا تاکہ تم شکر کرو۔“ پھر فرماتا ہے کہ ”بڑی بڑی نشانیاں دیکھ چکنے کے بعد بھی ان لوگوں نے پھڑے کو پوجنا شروع کر دیا۔“ مصر میں اپنے دشمن فرعون کا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں ہلاک ہونا اس کے تمام لشکروں کا نامرادی کی موت مرنا اور ان کا اس دریا میں سے بچ کر پار نکل آنا بھی ابھی ان کی نگاہوں کے سامنے ہوا تھا لیکن وہاں سے کچھ دور جا کر بت پرست کو بت پرستی کرتے ہوئے دیکھ کر اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے ہیں ہمارا بھی ایک ایسا ہی معبود =

فِيهَا نَقَضَهُمْ وَيُبَايِعُهُمْ وَكَفَرَهُمْ بِآيَاتِ اللَّهِ وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلَهُمْ
 قُلُوبُنَا غُلْفٌ ۗ بَلْ طَبَعَ اللَّهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُونَ إِلَّا قَلِيلًا ۖ وَكَفَرَهُمْ
 وَقَوْلَهُمْ عَلَىٰ مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيمًا ۖ وَقَوْلَهُمْ إِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيحَ عِيسَىٰ ابْنَ مَرْيَمَ
 رَسُولَ اللَّهِ ۗ وَمَا قَتَلُوهُ وَمَا صَلَبُوهُ وَلَكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ۗ وَإِنَّ الَّذِينَ اخْتَلَفُوا
 فِيهِ لَفِي شَكٍّ مِّنْهُ ۗ مَا لَهُمْ بِهِ مِنْ عِلْمٍ إِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۗ وَمَا قَتَلُوهُ يَقِينًا ۖ
 بَلْ رَفَعَهُ اللَّهُ إِلَيْهِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَزِيزًا حَكِيمًا ۖ وَإِنَّ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا
 لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ ۗ وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ يَكُونُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا ۖ

ترجمہ: (یہ سزا) جسب ان کی عہد شکنی کے اور احکام الہی کے ساتھ کفر کرنے کے اور اللہ کے نبیوں کو ناحق قتل کر ڈالنے کے اور یوں کہتے ہیں کہ ہمارے دلوں پر غلاف ہے۔
 حالانکہ دراصل ان کے کفر کی وجہ سے ان پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے پس یہ قدر تکمیل ہی ایمان لاتے ہیں۔ [۱۵۷] اور ان کے کفر کے باعث اور مریم پر بہت بڑا بہتان
 باندھنے کے باعث [۱۵۶] اور یوں کہنے کے باعث کہ ہم نے اللہ کے رسول مسیح عیسیٰ بن مریم ﷺ کو قتل کر دیا حالانکہ نہ تو انہوں نے قتل کیا نہ سولی پر چڑھایا بلکہ ان
 کے لئے وہی صورت بنا دی گئی تھی یقیناً جانو کہ عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اختلاف کرنے والے ان کے حال میں شک میں ہیں۔ انہیں اس کا کوئی یقین نہیں، جو عجمی
 باتوں پر عمل کرنے کے اتنا یقینی ہے کہ انہوں نے اسے قتل نہیں کیا [۱۵۷] بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھایا ہے اللہ تعالیٰ بڑا زبردست اور پوری حکمتوں والا
 ہے۔ [۱۵۸] اہل کتاب میں ایک بھی ایسا نہ پائے گا جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے ان پر ایمان نہ لائے اور قیامت کے دن آپ ان پر گواہ ہوں گے۔ [۱۵۹]

== بنا دو جس کا پورا ایمان سورہ اعراف میں ہے اور سورہ طہ میں بھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ سے مناجات کرتے ہیں۔ ان کی توبہ کی قبولیت کی یہ صورت ٹھہرتی ہے کہ جنہوں نے گوسالہ پرستی
 نہیں کی وہ گوسالہ پرستوں کو قتل کریں جب قتل شروع ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے اور مرے ہوؤں کو بھی دوبارہ زندہ
 کر دیتا ہے۔ پس یہاں فرماتا ہے ”ہم نے اس سے بھی درگزر کیا اور یہ جرم عظیم بھی بخش دیا اور موسیٰ علیہ السلام کو ظاہر حجت اور غلبہ عنایت
 فرمایا“ اور جب ان لوگوں نے تورات کے احکام ماننے سے انکار کر دیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کی فرمانبرداری سے بیزاری ظاہر کی تو ان
 کے سروں پر طور پہاڑ کو معلق کر دیا اور ان سے کہا کہ اب بولو پہاڑ گرا کر دبا دوں یا احکام قبول کرتے ہو؟ تو یہ سب سجدے میں گر پڑے
 اور گریہ و زاری شروع کی اور احکام الہی بجالانے کا مضبوط عہد و پیمان کیا یہاں تک دل میں دہشت تھی کہ سجدے میں بھی سنبھلیوں سے
 اوپر کود کھڑے تھے کہ کہیں پہاڑ نہ گر پڑے اور دب کر نہ مرجائیں پھر پہاڑ ہٹالیا گیا۔ ان کی دوسری سرکشی کا بیان ہو رہا ہے کہ قول و فعل
 دونوں کو بدل دیا۔ حکم مٹا تھا کہ بیت المقدس کے دروازے میں سجدے کرتے ہوئے جائیں اور ﴿حِطَّةٌ﴾ کہیں یعنی ”اے اللہ! ہماری
 خطائیں بخش“ کہ ہم نے جہاد چھوڑ دیا اور تھک کر بیٹھ رہے جس کی سزا میں چالیس سال میدان ”تہ“ میں سرگشتہ اور حیران و پریشان
 رہے لیکن ان کی کم نظری کا یہاں بھی مظاہرہ ہوا اور اپنی رانوں کے بل گھینٹتے ہوئے دروازے میں جانے لگے اور حِطَّةٌ فِی شِعْرَةٍ
 کہنے لگے یعنی گیسوں کی بالیں ہمیں دے۔ پھر ان کی اور شرارت سننے کے ہفتہ والے دن کی تعظیم و تکریم کرنے کا ان سے وعدہ لیا گیا اور

مضبوط عہد و پیمانہ ہو گیا لیکن انہوں نے اس کی بھی مخالفت کی اور نافرمانی پر کمر بستہ ہو کر حرمت کے ارتکاب کے حیلے نکال لئے جیسے کہ سورہ اعراف میں مفصل بیان ہے۔ ملاحظہ ہو آیت ﴿وَاسْتَلْهُمْ عَنِ الْقُرْبَةِ الَّتِي كَانَتْ حَاضِرَةً لِّهٖ﴾ ① الخ ایک حدیث میں بھی ہے کہ ”یہودیوں سے خاصۃً اللہ تعالیٰ نے ہفتہ والے دن کی تعظیم کا عہد لیا تھا۔“ ② یہ پوری حدیث سورہ اسراء کی آیت ﴿وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسٰی تِسْعَ آيَاتٍ بَيِّنَاتٍ﴾ ③ کی تفسیر میں آئیگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام قتل ہوئے نہ سوئی پر چڑھائے گئے: [آیت: ۱۵۵-۱۵۹] اہل کتاب کے ان گناہوں کا بیان ہو رہا ہے جن کی وجہ سے وہ اللہ کی رحمتوں سے دوڑ ڈال دیئے گئے۔ ملعون و مپردہ ہو گئے۔ اولاً تو ان کی عہد شکنی کی جو وعدے اللہ سے انہوں نے کئے تھے ان پر قائم نہ رہے دوسری اللہ کی آیتوں یعنی حجت و دلیل اور نبیوں کے معجزوں سے انکار و کفر تیسرے بوجہ ناحق انبیائے کرام کا قتل و خون۔ اللہ کے رسولوں کی ایک بڑی جماعت ان کے ہاتھوں قتل ہوئی۔ چوتھے ان کا یہ خیال اور یہ قول کہ ہمارے دل غلافوں میں ہیں، یعنی پردے میں ہیں جیسے مشرکین نے کہا تھا ﴿فَلَوْ نُنَافِئُ اٰكِيۡنَةً مِّمَّا تَدْعُوۡنَا اِلَيْهِ﴾ ④ یعنی ”اے نبی! تیری دعوت سے ہمارے دل پردے میں ہیں۔“ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ ہمارے دل علم کے ظروف ہیں وہ علم و عرفان سے پر ہیں۔ سورہ بقرہ میں بھی اس کی نظیر گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس قول کی تردید کرتا ہے کہ یوں نہیں بلکہ ان پر اللہ تعالیٰ نے مہر لگا دی ہے کیونکہ یہ کفر میں پختہ ہو چکے تھے۔ پس پہلی تفسیر کی بنا پر یہ مطلب ہوا کہ وہ عذر کرتے تھے کہ ہمارے دل بوجہ ان پر غلاف ہونے کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو یاد نہیں کر سکتے تو انہیں جواب دیا گیا کہ ایسا نہیں بلکہ تمہارے کفر کی وجہ سے تمہارے دل سخ ہو گئے ہیں اور دوسری تفسیر کی بنا پر تو جواب ہر طرح ظاہر ہے سورہ بقرہ کی تفسیر میں اس کی پوری تفصیل و تشریح گزر چکی ہے۔ پس بطور نتیجے کے فرما دیا کہ اب ان کے دل کفر و سرکشی اور کی ایمان پر ہی رہیں گے۔

پھر ان کا پانچواں جرم عظیم بیان ہو رہا ہے کہ انہوں نے سیدہ مریم علیہا السلام پر زنا کاری جیسی بدترین و شرم ناک تہمت لگائی۔ اور اسی زنا کاری کے عمل سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پیدا شدہ بتلایا۔ بعض نے اس سے بھی ایک قدم آگے رکھا اور کہا کہ یہ بدکاری حیض کی حالت میں ہوئی تھی۔ اللہ کی ان پر پھینکا ہو کہ ان کی بد زبانی سے اللہ کے مقبول بندے بھی نہ بچ سکے۔ پھر ان کا چھٹا گناہ بیان ہو رہا ہے کہ یہ بطور تنسخر اور اپنی بڑائی کے یہ ہانک بھی لگاتے ہیں کہ ہم نے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو مار ڈالا جیسے کہ بطور تنسخر مشرکین حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتے تھے کہ اے وہ شخص جس پر قرآن اتارا گیا ہے تو تو مجنون ہے۔ پورا واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نبوت سے سرفراز فرما کر بھیجا اور آپ کے ہاتھ پر بڑے بڑے معجزے دکھلائے مثلاً پیدا شدہ اندھوں کو دیکھنا کرنا، کوڑھیوں کو اچھا کرنا، مردوں کو زندہ کرنا، مٹی کے پرند بنا کر چھوٹک مارنا اور ان کا جاندار ہو کر اڑ جانا وغیرہ تو یہودیوں کو بہت طیش آیا اور یہ مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے اور ہر طرح سے ایذا رسانی شروع کر دی، آپ کی زندگی تنگ کر دی۔ کسی بستی میں چند دن آرام کرنا بھی آپ کو نصیب نہ ہوا، ساری عمر جنگوں اور بیابانوں میں اپنی والدہ کے ساتھ سیاحت میں گزاری پھر بھی انہیں چین نہ آیا اور یہ اس زمانے کے دمشق کے بادشاہ کے پاس گئے یہ ستارہ پرست مشرک تھا اس مذہب والوں کو اس وقت یونان کہا جاتا تھا۔ یہاں آ کر یہ بہت روئے پیٹے اور بادشاہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف اکسایا اور کہا کہ یہ شخص بڑا مفسد ہے، لوگوں کو بہکا رہا ہے۔ روز نئے فتنے کھڑے کرتا ہے۔ امن میں خلل ڈالتا ہے اور لوگوں کو بغاوت سکھاتا ہے وغیرہ۔ بادشاہ نے اپنے گورنر کو جو بیت المقدس میں تھا ایک فرمان لکھا کہ وہ

① ۷/ الاعراف: ۱۶۳۔ ② ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء في قبلة الابد والرجل، ۲۷۳۳ و مسندہ حسن۔

③ ۱۷/ الاسراء: ۱۰۱۔ ④ ۴۱/ حتم السجدة: ۵۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھانا چاہا تو آپ گھر میں آئے اس وقت گھر میں بارہ حواری تھے آپ کے بالوں سے پانی کے قطرے پک رہے تھے آپ نے فرمایا ”تم میں بعض ایسے ہیں جو مجھ پر ایمان لا چکے ہیں مگر بارہ بارہ بارہ مجھ سے کفر کریں گے۔“ پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا ”تم میں سے کون شخص اسے پسند کرتا ہے کہ اس پر میری شبیہ ڈالی جائے اور میری جگہ وہ قتل کر دیا جائے اور جنت میں میرا رفق بنے۔“ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت روح اللہ کی پیش گوئی کے مطابق بعضوں نے آپ سے بارہ بارہ بار کفر کیا، پھر انکے تین گروہ ہو گئے، یعقوبیہ، نسطوریہ اور مسلمان۔ یعقوبیہ تو کہنے لگے خود اللہ ہم میں تھا جب تک چاہا رہا، جب چاہا پھر آسمان پر چڑھ گیا۔ نسطوریہ کا خیال ہو گیا کہ اللہ کا لڑکا ہم میں تھا جسے ایک زمانہ تک ہم میں رکھ کر پھر اللہ نے اپنے پاس چڑھایا اور مسلمانوں کا یہ عقیدہ رہا کہ اللہ کا بندہ اور رسول ہم میں تھا، جب تک اللہ نے چاہا ہم میں رہا اور پھر اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا۔ ان پہلے دو گروہ فریقوں کا زور ہو گیا اور انہوں نے تیسرے سچے اور اچھے فرقے کو کچلنا اور دبانا شروع کیا۔ چنانچہ یہ کمزور ہوتے گئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرما کر اسلام کو غالب کیا۔ ① اس کی اسناد بالکل صحیح ہیں اور نسائی میں حضرت ابو معاویہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔ اسی طرح سلف میں سے بہت سے بزرگوں کا قول ہے۔ حضرت وہب بن منہب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت شاہی سپاہی اور یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر چڑھ کر آئے اور محاصرہ میں لے لیا اس وقت آپ کے ساتھ سترہ حواری تھے۔ ان لوگوں نے جب دروازے کھول کر دیکھا تو سب لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شکل و صورت کے ہیں وہ یہ دیکھ کر کہنے لگے کہ تم لوگوں نے ہم پر جادو کر دیا ہے اب یا تو جو حقیقی عیسیٰ علیہ السلام ہوں ہمیں سوپنہ دو یا اسے منظور کر لو کہ ہم تم سب کو قتل کر ڈالیں گے۔ یہ سن کر روح اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی ہے جو جنت میں میرا رفق بننا اور یہاں میرے بدلے سولی پر چڑھنا منظور کر لے؟ ایک صحابی اس کے لئے تیار ہو گئے اور کہنے لگے عیسیٰ علیہ السلام میں ہی ہوں۔ چنانچہ دشمنان دین نے انہیں گرفتار کیا، قتل کیا اور سولی پر چڑھایا اور پھر بغلیں بجانے لگے کہ ہم نے عیسیٰ کو قتل کر دیا حالانکہ دراصل ایسا نہیں ہوا بلکہ وہ دھوکے میں پڑ گئے اور اللہ نے اپنے رسول کو اسی وقت اپنے پاس بلا کر رفعت بخشی۔

تفسیر ابن جریر میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو القا کیا کہ وہ دنیا سے واپس ہونے والے ہیں تو آپ پر بہت گراں گزرا اور موت کی گھبراہٹ بڑھ گئی تو آپ نے اپنے حواریوں کی دعوت کی، کھانا تیار کیا اور سب سے کہہ دیا کہ آج رات کو میرے پاس تم سب ضرور آنا مجھے ایک ضروری کام ہے۔ جب حواریین آئے تو خود کھانا کھلایا سب کام کاج اپنے ہاتھوں کرتے رہے۔ جب وہ کھانے سے فارغ ہوئے تو خود ان کے ہاتھ دھلائے اور اپنے کپڑے سے ان کے ہاتھ پونچھے یہ ان پر گراں گزرا اور اچھا معلوم نہ ہوا لیکن آپ نے فرمایا سنو! ”اس رات میں جو کچھ کر رہا ہوں اگر تم میں سے کسی نے مجھے اس سے روکا تو میرا اس سے کچھ واسطہ نہیں نہ وہ میرا نہ میں اس کا۔“ چنانچہ تمام معتقدین مسیح خاموش ہو گئے اور جب آپ اس عزت افزا دعوت کے کاموں سے فارغ ہو گئے تو فرمایا دیکھو! ”تمہارے نزدیک میں تم سب میں زیادہ مرتبہ والا ہوں اس کے باوجود میں نے خود تمہاری خدمت کی ہے یہ اس لئے کہ تم میری سنت پر عامل بن جاؤ۔ خبردار! تم میں سے کوئی اپنے آپ کو اپنے بھائیوں سے بڑا نہ سمجھے بلکہ ہر بڑے چھوٹے کی خدمت کرے جس طرح میں نے خود تمہاری کی ہے۔ اب تم سے میرا خاص کام تھا اور جس کی وجہ سے میں نے آج تمہیں بلایا ہے وہ بھی سن لو کہ تم سب مل کر آج رات بھر خشوع و خضوع سے میرے لیے دعائیں کرو کہ اللہ تعالیٰ میری اجل کو مؤخر کر دے۔“ چنانچہ سب نے دعائیں کیں، لیکن خشوع و خضوع کا وقت آنے سے پہلے ہی ایسی بے طرح انہیں نیند آنے لگی کہ زبان سے ایک لفظ نکالنا مشکل

ہو گیا۔ آپ انہیں بیدار کرنے لگے اور ایک ایک کو جھنجھوڑ کر کہنے لگے ”تمہیں کیا ہو گیا؟ ایک رات بھی جاگ نہیں سکتے؟ میری کچھ مدد نہیں کرتے؟“ لیکن سب نے جواب دیا اے رسول اللہ ہم خود حیران ہیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ ایک ہی نہیں بلکہ کئی کئی راتیں جاگتے تھے۔ جاگنے کے عادی ہیں لیکن رب جانے آج کیا بات ہے کہ بے طرح کی عیند نے گھیر رکھا ہے؟ دعا کے اور ہمارے درمیان کوئی قدرتی رکاوٹ پیدا ہوگئی ہے تو آپ نے فرمایا پھر چرواہا نہ رہے گا اور بکریاں تین تیرہ ہو جائیں گی۔ غرض اشاروں، کنایوں میں صورت حال کا اظہار کرتے رہے پھر فرمایا دیکھو! ”تم میں سے ایک شخص صبح کا مرغ بولنے سے پہلے تین مرتبہ میرے ساتھ کفر کرے گا اور تم میں سے ایک چند درہم کے بدلے مجھے بیچ دے گا اور میری قیمت کھائے گا۔“ اب یہ لوگ یہاں سے باہر نکلے۔ ادھر ادھر چلے گئے۔ یہودی جو اپنی جستجو میں تھے انہوں نے شمعون حواری کو پہچان کر اسے پکڑا اور کہا یہ بھی اس کا ساتھی ہے۔ مگر شمعون نے کہا غلط ہے میں اس کا ساتھی نہیں ہوں انہوں نے یہ باور کر کے اسے چھوڑ دیا لیکن کچھ آگے جا کر یہ دوسری جماعت کے ہاتھ لگ گیا اور وہاں سے بھی اسی طرح انکار کر کے اپنے آپ کو چھپوایا۔ اتنے میں مرغ نے بانگ دی اب یہ انوس کرنے لگے اور سخت ٹھٹھکے ہوئے۔ صبح کو ایک حواری یہودیوں کے پاس پہنچتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر میں تمہیں عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتا دوں تو مجھے کیا دلو او گے؟ انہوں نے کہا تیس درہم۔ چنانچہ اس نے وہ رقم لے لی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پتہ بتلا دیا اس سے پہلے وہ شبہ میں تھے اب انہوں نے گرفتار کر لیا اور رسیوں میں جکڑ کر گھسیٹتے ہوئے لے چلے اور بطور طعنہ زنی کے کہتے جاتے تھے کہ آپ تو مردوں کو زندہ کر دیا کرتے تھے جنات کو بھگا دیا کرتے تھے مجنون کو اچھا کر دیا کرتے تھے اب کیا بات ہے کہ خود اپنی ذات کو بھی نہیں پہچا سکتے ان رسیوں کو بھی نہیں توڑ سکتے؟ ”تھو ہے تمہارے منہ پر۔“ یہ کہتے جاتے تھے اور کانٹے ان کے اوپر ڈالتے جاتے تھے۔ اسی طرح بے دردی سے گھسیٹتے ہوتے جب اس لکڑی کے پاس لائے جہاں سولی دینی تھی اور ارادہ کیا کہ سولی چڑھا دیں اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو اپنی طرف چڑھا لیا اور انہوں نے دوسرے شخص کو جو آپ کے مشابہ تھا سولی پر چڑھا دیا۔

پھر سات دن کے بعد حضرت مریم علیہا السلام اور وہ عورت جس کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جن سے نجات دلوائی تھی وہاں آئیں اور گریہ وزاری کرنے لگیں تو ان کے پاس حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے اور ان سے کہا ”کیوں روتی ہو؟ مجھے تو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف بلند کر لیا ہے اور مجھے انکی ایذا نہیں پہنچیں ان پر تو شبہ ڈال دیا گیا ہے۔ میرے حواریوں سے کہو کہ مجھ سے فلاں جگہ ملیں۔“ چنانچہ یہ بشارت جب حواریوں کو ملی تو وہ سب کے سب گمراہ آدمی اس جگہ پہنچے جس حواری نے آپ کو پہچانا تھا۔ اسے انہوں نے وہاں پایا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نے ندامت اور شرمندگی کی وجہ سے اپنا گلا گھونٹ کر آپ ہی خودکشی کر لی۔ آپ نے فرمایا ”اگر وہ تو یہ کرتا تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرمالتا۔“ پھر پوچھا کہ یہ بچہ جو تمہارے ساتھ ہے اس کا نام کئی ہے اب یہ تمہارا ساتھی ہے۔ سنو! ”صبح کو تمہاری زبانیں بدل دی جائیں گی۔ ہر شخص اپنی اپنی قوم کی زبان بولنے لگے گا تو اسے چاہئے کہ اپنی قوم میں جا کر میری دعوت پہنچائے اور اللہ سے ڈرائے۔“ یہ واقعہ نہایت ہی غریب ہے۔

ابن اسحاق کا قول ہے کہ بنی اسرائیل کا یہ بادشاہ جس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل کے لئے اپنی فوج بھیجی تھی اس کا نام داؤد تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس وقت سخت گھبراہٹ میں تھے کوئی شخص اپنی موت سے اس قدر پریشان حواس باختہ اور اس قدر ہائے وائے کرنے والا نہ ہوگا۔ جس قدر آپ نے اس وقت کی یہاں تک کہ فرمایا ”اے اللہ! اگر موت کے پیالے کو کسی سے بھی ٹالنے والا ہے تو مجھ سے ٹال دے“ اور یہاں تک گھبراہٹ اور خوف کی وجہ سے ان کے جسم سے خون پھوٹنے لگا۔ اس وقت اس مکان میں آپ

کے ساتھ بارہ حواری تھے جن کے نام یہ ہیں: فرطوس، یعقوبس، ویلاؤنخس، یہ (یعقوب کا بھائی تھا) اندرالیس، فیلیس، ابن یلمادنتا، طوماس، یعقوب بن حلقایا، انداوسیس، قنابیا، یودس، زکریا، یوطا، کریا یوطا۔ بعض کہتے ہیں کہ تیرا آدمی تھے ایک اور کا نام سر جس تھا، اسی نے اپنے آپ کو سولی پر چڑھایا جانا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت پر منظور کیا تھا۔

جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چڑھ چکے اور بقیہ لوگ یہود کے ہاتھوں میں اسیر ہو گئے۔ اب جو شمار کرتے ہیں تو ایک کم ہے۔ ایک شخص کی کمی ہو جانے سے ان کے درمیان اختلاف ہو گیا۔ یہ لوگ جب اس جماعت پر چھاپا مارتے اور انہیں گرفتار کرنا چاہتے ہیں تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو پہچانتے نہ تھے تو یودس زکریا یوطا نے تیس درہم لے کر ان سے کہا تھا کہ میں سب سے پہلے جاتا ہوں جس شخص کو جا کر میں بوسہ دوں، تم سمجھ لینا کہ عیسیٰ علیہ السلام وہی ہیں۔ جب یہ اندر پہنچتے ہیں تو اس وقت حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھائے گئے تھے اور حضرت سر جس آپ کی صورت میں بنا دیئے گئے تھے۔ اس نے جا کر حسب قرار داد انہیں کا بوسہ لیا اور سر جس گرفتار کر لئے گئے۔ اس ارتکاب اور مخبری کے بعد یہ حواری بہت نادم ہو اور اپنے گلے میں رسی ڈال کر پھانسی پر لٹک گیا اور نصرانیوں میں طعون بنا۔ بعض کہتے ہیں اس کا نام یودس زکریا یوطا تھا۔ یہ جیسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شناخت کے لئے اس گھر میں داخل ہوا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو اٹھائے گئے اور خود اس کی صورت حضرت عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہو گئی اور اسی کو لوگوں نے پکڑ لیا۔ یہ ہزار چہنچن چلاتا رہا کہ میں عیسیٰ نہیں ہوں، میں تو تمہارا ساتھی ہوں، میں نے ہی عیسیٰ کا پتہ دیا تھا لیکن کون سنے؟ آخر اسی کو تختہ دار پر لٹکا دیا گیا۔ اب اللہ ہی کو علم ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی مشابہت میں سرفروشی کرنے والا مؤمن صادق سر جس تھا یا زکریا یوطا منافق حواری؟ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ حضرت روح اللہ علیہ السلام کی مشابہت جس پر ڈالی گئی تھی اسے صلیب پر چڑھایا گیا اور حضرت روح اللہ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شبیہ آپ کے ان تمام ساتھیوں پر ڈال دی گئی تھی۔

”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات سے قبل تمام اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے۔“ اس کے بعد بیان ہوتا ہے کہ جناب روح اللہ علیہ السلام کی موت سے پہلے جملہ اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے اور قیامت کے دن آپ ان کے گواہ ہوں گے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کی تفسیر میں کئی قول ہیں۔

پہلا قول: یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے، یعنی جب آپ قتل دجال کے لئے دوبارہ زمین پر آئیں گے اس وقت تمام مذاہب اٹھ جائیں گے اور صرف ملت اسلامیہ جو دراصل ابراہیم حنیف کی ملت ہے رہ جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ﴿مَوْتِهِ﴾ سے مراد حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت ہے۔ ① ابو مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب جناب مسیح علیہ السلام اتریں گے اس وقت کل اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں گے۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما سے دوسری روایت میں ہے خاصۃً یہودی ایک بھی باقی نہیں رہے گا۔ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یعنی نجاشی اور ان کے ساتھی۔ آپ سے مروی ہے کہ اللہ کی قسم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے پاس اب زندہ موجود ہیں جب آپ زمین پر نازل ہوں گے۔ اس وقت اہل کتاب میں سے ایک بھی باقی نہ بچے گا جو آپ پر ایمان نہ لائے گا۔ آپ سے جب اس آیت کی تفسیر پوچھی جاتی ہے تو آپ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے مسیح علیہ السلام کو اپنے پاس اٹھالیا ہے اور قیامت سے پہلے آپ علیہ السلام کو دوبارہ زمین پر اس حیثیت سے بھیجے گا کہ ہر نیک دہ آپ پر ایمان لائے گا۔ قتادہ اور عبدالرحمن رضی اللہ عنہما وغیرہ بہت سے مفسرین کا یہی فیصلہ ہے اور یہی قول حق ہے اور یہی تفسیر بالکل ٹھیک ہے۔ ان شاء اللہ اللہ تعالیٰ کی مدد اور اس کی توفیق سے ہم اسے با

دلائل ثابت کریں گے۔

دوسرا قول: یہ ہے کہ ہر اہل کتاب آپ پر اپنی موت سے پہلے ایمان لاتا ہے اس لئے کہ موت کے وقت حق و باطل سب پر واضح ہو جاتا ہے تو ہر کتابی یعنی ہر اہل کتاب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حقانیت کو اس دار فانی سے روانگی کے یوشتر ہی باور کر لیتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کوئی یہودی نہیں مرتا جب تک کہ وہ حضرت روح اللہ پر ایمان نہ لائے۔ مجاہد رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے تو یہاں تک مروی ہے کہ اگر کسی اہل کتاب کی گردن تلوار سے اڑا دی جائے تو اس کی روح نہیں نکلتی جب تک کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ایمان نہ لائے اور یہ نہ کہہ دے کہ آپ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کی قراءت میں ﴿قُلْ مَنْ نَعْبُدُ﴾ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا کہ فرض کرو کوئی دیوار سے گر کر مر جائے؟ فرمایا پھر بھی اس درمیانی فاصلہ میں وہ ایمان لا چکتا ہے۔ عکرمہ محمد بن سیرین صحاح اور جوہرہ رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے۔ ایک قول امام حسن رضی اللہ عنہما سے ایسا بھی مروی ہے کہ جس کا مطلب سابقہ قول کی تائید میں بھی ہو سکتا ہے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی موت سے پہلے کا بھی ہو سکتا ہے۔

تیسرا قول: یہ ہے کہ اہل کتاب میں سے کوئی نہیں مگر کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی موت سے پہلے ایمان لائے گا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہما کا یہی قول ہے۔ ابن جریر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ان سب اقوال میں زیادہ تر صحیح قول پہلا ہی ہے کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے قرب قیامت اتریں گے اس وقت کوئی اہل کتاب آپ پر ایمان لائے بغیر نہ رہے گا۔ نبی الواثق امام صاحب کا یہ فیصلہ حق بجانب ہے اس لئے کہ یہاں کی آیتوں سے صاف ظاہر ہے کہ اصل مقصود یہودیوں کے اس دعویٰ کو غلط ثابت کرنا ہے کہ ہم نے جناب مسیح علیہ السلام کو قتل کیا اور سولی دی۔ اور اسی طرح جن جاہل عیسائیوں نے بھی یہ کہا ہے ان کے قول کو بھی باطل کرنا ہے تو اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ نبی الواثق نفس الامر میں نہ تو روح اللہ علیہ السلام مقتول ہوئے نہ مصلوب ہوئے بلکہ ان کے لئے شہداء ڈال دیا گیا اور انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک ہم شکل شخص کو قتل کیا لیکن خود انہیں اس حقیقت کا علم نہ ہو سکا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کو تو اپنے پاس چڑھا لیا وہ زندہ ہیں۔ اب تک باقی ہیں قیامت کے قریب اتریں گے جیسے صحیح متواتر احادیث میں ہے۔ ”مسیح و جاہل کو قتل کریں گے، صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ قبول نہیں کریں گے۔ اعلان کر دیں گے کہ یا تو اسلام قبول کرو یا تلوار سے مقابلہ کرو۔“ پس اس آیت میں خبر دیتا ہے کہ اس وقت تمام اہل کتاب آپ کے ہاتھ پر ایمان قبول کریں گے اور ایک بھی ایسا نہ رہے گا جو اسلام سے رک سکے یار کے پس جسے یہ گمراہ یہود اور جاہل نصرانی مراہوا جانتے ہیں اور سولی پر چڑھایا ہوا مانتے ہیں یہ ان کی حقیقی موت سے پہلے ہی ان پر ایمان لائیں گے اور جو کام انہوں نے ان کی موجودگی میں کئے ہیں اور کریں گے یہ ان پر قیامت کے دن اللہ کے سامنے گواہی دیں گے یعنی آسمان پر اٹھائے جانے سے قبل کی زندگی کے معائنہ کئے ہوئے کام اور دوبارہ کی آخری زندگی جو زمین پر گزاری اس میں اس کے سامنے جو کام انہوں نے کئے وہ سب آپ کی نگاہوں کے سامنے ہوں گے اور اللہ کے سامنے انہیں پیش کریں گے۔

ہاں اس کی تفسیر میں جو دو قول اور بیان ہوئے ہیں وہ بھی واقعہ کے اعتبار سے بالکل صحیح اور درست ہیں۔ فرسۃ موت کے آجانے کے بعد احوال آخرت اور سچ جھوٹ کا معائنہ ہو جاتا ہے۔ اسی وقت ہر شخص سچائی کو سچ کہنے اور سمجھنے لگتا ہے لیکن وہ ایمان اللہ کے نزدیک معتبر نہیں۔ اس سورت کے شروع میں ہے۔ ﴿وَلَيَسِّرَ اللَّهُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْإِنَّ﴾ ① دوسری جگہ فرمان ہے ﴿فَلَمَّا رَأَوْا بَأْسَنَا قَالُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَحَدُّهُ﴾ ② یعنی جو لوگ موت

کے آجانے تک برائیوں میں مشغول رہیں ان کی توبہ قبول نہیں۔“ اور جو لوگ عذاب الہی کو دیکھ کر ایمان لائیں انہیں بھی ان کا ایمان نفع نہ دے گا۔“ پس ان دونوں آیتوں کو سامنے رکھ کر ہم کہتے ہیں کہ پچھلے دو اقوال کی جو امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے تردید کی ہے یہ ٹھیک نہیں اس لئے کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر پچھلے دونوں قولوں کو اس آیت کی تفسیر میں صحیح مانا جائے تو لازم آتا ہے کہ کسی یہودی یا نصرانی کے اقربا اس کے وارث نہ ہوں اس لئے کہ وہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لا کر مرا اس کے وارث تو یہود و نصاریٰ ہیں اور مسلمان کا وارث کا فر نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہم کہتے ہیں یہ اس وقت ہے جب ایمان ایسے وقت لائے کہ اللہ کے نزدیک معتبر ہو نہ کہ ایسے وقت ایمان لانا جو بالکل بے سود ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر گہری نظر ڈالنے کے دیوار سے گرتے ہوئے درندے کے چبائے ہوئے تلوار کے چلتے ہوئے وہ ایمان لاتا ہے، پس صاف ظاہر ہے کہ ایسی حالت کا ایمان مطلق نفع نہیں دے سکتا۔ جیسے قرآن کی مندرجہ بالا دونوں آیتیں ظاہر کر رہی ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ میرے خیال سے تو یہ بات بہت صاف ہے کہ اس آیت کی تفسیر کے پچھلے دونوں قول بھی معتبر مان لینے سے کوئی اشکال پیش نہیں آتا اپنی جگہ وہ بھی ٹھیک ہیں لیکن ہاں آیت سے واقعی مطلب تو وہی ہے جو پہلا قول ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر زندہ موجود ہیں قیامت کے قریب زمین پر اتریں گے اور یہودیوں و نصرانیوں دونوں کو جھوٹا بتائیں گے اور جو افراط و تفریط انہوں نے کی ہے اسے باطل قرار دیں گے۔ ایک طرف ملعون جماعت یہودیوں کی ہے جنہوں نے آپ کو آپ کی عزت سے بہت گرا دیا اور ایسی ناپاک باتیں آپ کی شان میں کہیں جن سے ایک بھلا انسان گھن کرے۔ دوسری جانب نصرانی ہیں جنہوں نے آپ کے مرتبے کو اس قدر بڑھایا کہ جو آپ میں نہ تھا اس کا بھی اثبات کیا اور مقام نبوت سے مقام ربوبیت تک پہنچا دیا جس سے اللہ کی ذات بالکل پاک ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نزول قرب قیامت دوبارہ ہوگا: اب ان حدیثوں کو سنئے جن میں بیان ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آخر زمانے میں قیامت کے قریب آسمان سے زمین پر اتریں گے اور اللہ وحدہ لا شریک لہ کی عبادت کی طرف سب کو بلائیں گے۔ صحیح بخاری جسے ساری امت نے قبول کیا ہے اس میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتاب ذکر انبیاء میں یہ حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ عنقریب تم میں ابن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے عادل حاکم بن کر صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے اور جزیہ ہٹاویں گے مال اس قدر بڑھ جائے گا کہ اسے کوئی لینا پسند نہ کرے گا“ ایک سجدہ کر لینا دنیا اور دنیا کی سب چیزوں سے محبوب تر ہوگا۔“ اس حدیث کو بیان فرما کر راوی حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بطور شہادت قرآنی کے اسی آیت ﴿وَاِنْ مِّنْ سِجِّیْنٍ﴾ کی آخر تک تلاوت کی۔ ① صحیح مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔ اور سند سے یہی روایت بخاری و مسلم میں مردی ہے۔ اس میں ہے کہ سجدہ اس وقت فقط اللہ رب العالمین کے لئے ہوگا اور اس آیت کی تلاوت میں ﴿قَبْلَ مَوْقِفِهِ﴾ کے بعد یہ فرمان بھی ہے کہ ﴿قَبْلَ مَوْتِ عِیْسٰی بْنِ مَرْیَمَ﴾ پھر اسے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا تین مرتبہ دہرانا بھی ہے۔ مسند احمد کی حدیث میں ہے۔ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام حج یا عمرے پر یا دونوں پر لہیک کہیں گے میدانِ روحاء میں۔“ ② یہ حدیث مسلم میں بھی ہے۔ ③ مسند احمد کی

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم، ۳۴۴۸، صحیح مسلم، ۱۵۵، ترمذی، ۲۲۳۳،

ابن ماجہ، ۴۰۷۸، ابن حبان، ۶۸۱۸، احمد، ۲/۲۴۰، مسند حمیدی، ۱۰۹۷، شرح مشکل الآثار، ۱۰۳، الشریعة للاجری ص، ۳۸۰، الایمان لابن مندہ، ۴۰۸، ۴۱۱۔ ② احمد، ۲/۲۴۰، وسندہ صحیح، ابن حبان، ۶۸۲۰، بیہقی،

۲/۵، مسند حمیدی، ۱۰۰۵۔ اس کی سند شرط مسلم پر صحیح ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة: ۲۱۷/۱۲)

③ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب اھلال النبی صلی اللہ علیہ وسلم وھدیہ، ۱۲۵۲۔

دوسری حدیث میں ہے۔ ”عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اتریں گے خنزیر کو قتل کریں گے، صلیب کو مٹائیں گے، نماز باجماعت ہوگی اور مال راہِ الہی میں اس قدر کثرت سے دیا جائے گا کہ کوئی قبول کرنے والا نہ ملے گا۔ خراج چھوڑ دیں گے، روجاء میں جائیں گے اور وہاں حج یا عمرہ کریں گے یا دونوں ایک ساتھ کریں گے۔“ پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے یہی آیت پڑھی لیکن آپ کے شاگرد حضرت حنظلہ کا خیال ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے انتقال سے پہلے آپ پر ایمان لائیں گے۔ مجھے نہیں معلوم کہ یہ سب حدیث کے ہی الفاظ ہیں یا حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے اپنے۔ ①

صحیح بخاری میں ہے ”اس وقت کیا ہوگا جب تمہارے درمیان مسیح بن مریم اتریں گے اور تمہارا امام تمہیں میں سے ہوگا۔ ② ابوداؤد اور مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”انبیاء کرام علیہم السلام سب ایک باپ کے بیٹے بھائی کی طرح ہیں مائیں جدا جدا اور دین ایک“ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے زیادہ نزدیک تر میں ہوں، اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں یقیناً تا وہ اترنے والے ہیں۔ پس تم انہیں پہچان لو درمیانِ قد ہے سرخ سفید رنگ ہے، دمصر کپڑے اوڑھے اور باندھے ہوئے ہوں گے، ان کے سر سے قطرے پک رہے ہوں گے اگرچہ تری نہ پہنچی ہو۔ صلیب توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیرہ قبول نہ کریں گے، لوگوں کو اسلام کی طرف بلائیں گے، ان کے زمانہ میں تمام ملتیں مٹ جائیں گی، صرف اسلام ہی اسلام رہے گا۔ ان کے زمانہ میں اللہ تعالیٰ مسیح دجال کو ہلاک کرے گا، پھر زمین پر امانت واقع ہوگی یہاں تک کہ کالے ناگ اونٹوں کے ساتھ چیتے گائیوں کے ساتھ اور بھیڑیے بکریوں کے ساتھ چرتے چلتے پھریں گے، اور بچے سانپوں سے کھلیں گے، انہیں وہ کوئی نقصان نہ پہنچائیں گے۔ ”چالیس برس تک ٹھہریں گے پھر فوت ہوں گے اور مسلمان آپ کے جنازے کی نماز ادا کریں گے۔“ ③ ابن جریر کی اسی روایت میں ہے۔ ”آپ لوگوں سے اسلام پر جہاد کریں گے۔“ اس حدیث کا ایک کلمہ صحیح بخاری میں بھی ہے اور روایت میں ہے کہ ”سب سے زیادہ قریب تر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے دنیا اور آخرت میں ہیں ہوں۔“ ④

صحیح مسلم میں ہے ”قیامت قائم نہ ہوگی جب تک رومی اعماق یا دابق میں نہ اتریں اور ان کے مقابلہ کے لئے مدینہ سے مسلمانوں کا لشکر نہ جائے، جو اس وقت تمام زمین کے لوگوں سے زیادہ اللہ کے پسندیدہ بندے ہوں گے۔ جب صفیں بندھ جائیں گی تو رومی کہیں گے ہم تم سے لڑنا نہیں چاہتے ہم میں سے جو دین بدل کر تم میں جاٹے ہیں ہم ان سے لڑنا چاہتے ہیں تم درمیان سے ہٹ جاؤ لیکن مسلمان کہیں گے واللہ! یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ ہم اپنے کمزور بھائیوں کو تمہارے حوالے کر دیں۔ چنانچہ لڑائی شروع ہوگی، مسلمانوں کے اس لشکر کا تہائی حصہ تو شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوگا، ان لوگوں کی تو بہ اللہ تعالیٰ ہرگز قبول نہ فرمائے گا اور تہائی حصہ شہید ہو جائے گا جو اللہ کے نزدیک سب سے افضل شہید ہیں لیکن آخری تہائی حصہ فتح حاصل کر لے گا اور رومیوں پر غالب آ جائے گا۔ یہ پھر کسی فتنے میں نہ پڑیں گے۔ قسطنطنیہ کو فتح کریں گے۔ ابھی تو وہ اپنی تلواریں زمینوں میں لٹکائے ہوئے مال غنیمت تقسیم کر رہے ہوں

① احمد، ۲/۲۹۰، وهو صحیح بالشواہد۔

② صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب نزول عیسیٰ بن مریم علیہ السلام، ۳۴۴۹؛ صحیح مسلم، ۱۰۰؛ مصنف عبدالرزاق،

۲۰۸۴۱؛ الاسماء والصفات للبیہقی، ۸۹۵۔ ③ ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال ۴۳۲۴؛ باختلاف یسیر،

وسننہ حسن احمد، ۲/۴۰۶؛ بہذہ الالفاظ، حاکم، ۲/۵۹۵؛ ابن حبان، ۶۸۲۱؛ مصنف عبدالرزاق، ۲۰۸۴۵؛ شیخ البانی رحمہ اللہ

نے اس روایت کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلۃ الصحیحہ، ۲۱۸۲) ④ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب

قول اللہ تعالیٰ ﴿واذکرو فی الکتاب مریم اذا انتضت من اہلہا﴾، ۳۴۴۳؛ صحیح مسلم، ۲۳۶۵۔

گئے جو شیطان چیخ کر کہے گا کہ تمہارے بال بچوں میں دجال آ گیا ہے۔ اس کے اس جھوٹ کو بچ جان کر مسلمان یہاں سے نکل کھڑے ہوں گے۔ شام میں پہنچیں گے دشمنوں سے جنگ آزما ہونے کے لیے صفیں ٹھیک کر رہے ہوں گے کہ دوسری جانب نماز کی اقامت ہوگی اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے ان کی امامت کرائیں گے۔ جب دشمن رب انہیں دیکھے گا تو اس طرح گھٹنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے۔ اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اسے یونہی چھوڑ دیں تب بھی وہ گھلتے گھلتے ختم ہو جائے لیکن اللہ تعالیٰ اسے آپ کے ہاتھ سے قتل کرانے کا اور آپ اپنے حربے پر اس کا خون لوگوں کو دکھائیں گے۔“ ①

مسند احمد اور ابن ماجہ میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”معراج والی رات میں نے ابراہیم موسیٰ اور عیسیٰ علیہم السلام سے ملاقات کی آپس میں قیامت کی نسبت بات چیت ہونے لگی۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنی لاعلمی ظاہر کی۔ اسی طرح موسیٰ علیہ السلام نے بھی، لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا! اس کے آنے کا ٹھیک وقت تو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہاں مجھ سے میرے رب نے جو عہد لیا ہے وہ یہ ہے کہ دجال نکلے گا اس کے ہمراہ دو شاخیں ہوں گی۔ مجھے دیکھ کر اس طرح کھٹنے لگے گا کہ جس طرح سیسہ پگھلتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ اسے ہلاک کرے گا جب وہ مجھے دیکھ لے گا۔ یہاں تک کہ پتھر اور درخت بھی بولنے لگیں گے کہ اے مسلمان! یہاں میرے پیچھے ایک کافر ہے آ اور اسے قتل کر۔ پس اللہ تعالیٰ ان سب کو غارت کر دے گا اور لوگ امن و امان کے ساتھ اپنے اپنے وطن اور شہروں کو لوٹ جائیں گے۔ اس کے بعد یا جو ماجہ و تفسیر کے اور ہر طرف سے چڑھ دوڑیں گے تمام شہروں کو روند لیں گے۔ جس جس چیز پر گزر ہوگا اسے ہلاک کر دیں گے، جس پانی کے پاس سے گزریں گے پی جائیں گے، لوگ پھر لوٹ کر میرے پاس آئیں گے۔ میں اللہ سے دعا کروں گا تو اللہ تعالیٰ ان سب کو ایک ساتھ فنا کر دیں گے، لیکن ان کے مردہ جسموں سے ہوا بگڑ جائے گی بد بو پھیل جائے گی۔ پھر سینہ برسے گا اس قدر کہ ان کی تمام لاشوں کو بہا کر سمندر میں ڈال دے گا۔ بس اس وقت قیامت کی اس طرح آمد آمد ہوگی جس طرح پورے دن کی حاملہ عورت ہو کہ اس کے گھر والے نہیں جانتے کہ صبح کو بچہ ہو جائے گا یا شام کو ہو جائے۔ رات کو پیدا ہو یا دن کو؟“ ②

مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابو نصرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ کے پاس جمعہ کے روز آئے کہ اپنا لکھا ہوا قرآن ان کے قرآن سے ملائیں جمعہ کا جب وقت آیا تو آپ نے ہم سے فرمایا غسل کر لو پھر خوشبو لے آئے جو ہم نے ملی پھر مسجد میں آئے اور ایک شخص کے پاس بیٹھ گئے۔ جنہوں نے ہم سے دجال والی حدیث بیان کی۔ پھر حضرت عثمان بن ابوالعاص رضی اللہ عنہ آئے ہم کھڑے ہو گئے، پھر سب بیٹھ گئے۔ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ”مسلمانوں کے تین شہر ہو جائیں گے۔ ایک دونوں سمندر ملنے کی جگہ پر ایک حیرہ میں، ایک شام میں۔ پھر تین گھبراہٹیں لوگوں کو ہوں گی۔ پھر دجال نکلے گا یہ پہلے شہر کی طرف جائے گا وہاں کے لوگ تین حصوں میں ہو جائیں گے۔ ایک حصہ تو کہے گا ہم اس کے مقابلہ پر ٹھہرے رہیں گے اور دیکھیں گے کیا ہوتا ہے؟ اور دوسری جماعت گاؤں کے لوگوں سے مل جائیں گے اور تیسری جماعت دوسرے شہر میں چلی جائے گی جو ان سے قریب ہوگا۔ دجال کے ساتھ ستر ہزار لوگ ہوں گے جن کے سروں پر تاج ہوں گے۔ ان کی اکثریت یہودیوں کی اور عورتوں کی ہوگی۔ یہاں کے یہ مسلمان ایک گھاٹی میں سمٹ کر محصور ہو جائیں گے ان کے جانور جو چرنے چلنے کو گئے ہوں گے وہ بھی ہلاک ہو جائیں گے اس وجہ سے ان کے مصائب بہت بڑھ جائیں گے اور بھوک کی وجہ سے برا حال ہو جائے گا یہاں تک کہ اپنی کمانوں کی تانیں بھون بھون کر

① صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی فتح قسطنطنیۃ وخروج الدجال ونزول عیسیٰ بن مریم، ۲۸۹۷؛ ابن حبان، ۶۸۱۳۔

② احمد، ۱/۳۷۵؛ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال وخروج عیسیٰ بن مریم، ۴۰۸۱؛ وسندہ صحیح؛

کہا لیں گے۔ جب سخت ٹھگی میں ہوں گے تو انہیں سمندر میں سے آواز آئے گی کہ لوگو! تمہارے لئے امداد آگئی اس آواز کو سن کی یہ لوگ خوش ہوں گے کیونکہ آواز سے جان لیں گے کہ یہ کسی آسودہ شخص کی آواز ہے۔ عین صبح کی نماز کے وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ ان کا امیر آپ سے کہے گا کہ اے روح اللہ علیہ السلام! آگے بڑھیے اور نماز پڑھائیے لیکن آپ کہیں گے کہ اس امت کے بعض لوگ بعض کے امیر ہیں۔ چنانچہ انہی کا امیر آگے بڑھے گا اور نماز پڑھائے گا۔ فارغ ہونے کے بعد آپ اپنا حربہ ہاتھوں میں لے کر سب دجال کا رخ کریں گے۔ دجال آپ کو دیکھ کر سیسے کی طرح پھٹکنے لگے گا۔ آپ اس کے سینے پر وار کریں گے جس سے وہ ہلاک ہو جائے گا اور اس کے ساتھی شکست کھا کر بھاگ کھڑے ہوں گے لیکن انہیں کہیں امن نہیں ملے گا یہاں تک کہ اگر وہ کسی درخت تلے چھپیں گے تو وہ درخت پکار کر کہے گا اے مومن! یہ ایک کافر میرے پاس چھپا ہوا ہے اور اسی طرح پتھر بھی۔ ①

ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ایک خطبہ کا کم و بیش حصہ دجال کا واقعہ بیان کرنے اور اس سے ڈرانے میں ہی صرف کیا۔ جس میں یہ بھی فرمایا کہ ”دنیا کی ابتدا سے لے کر انتہا تک کوئی فتنہ اس سے بڑا نہیں۔ تمام انبیاء علیہم السلام اپنی اپنی امتوں کو اس سے آگاہ کرتے رہے ہیں۔ میں سب سے آخری نبی ہوں اور تم سب سے آخری امت ہو وہ یقیناً تمہیں میں آئے گا۔ اگر میری موجودگی میں آگیا تب تو میں اس سے نمٹ لوں گا اور اگر بعد میں آیا تو ہر شخص کو اپنا آپ خود اس سے بچانا پڑے گا۔ میں اللہ تعالیٰ کا ہر مسلمان کو خلیفہ بنا تا ہوں۔ وہ شام و عراق کے درمیان نکلے گا دائیں بائیں خوب گھومے گا۔ لوگو! اے اللہ تعالیٰ کے بندو! دیکھو دیکھو تم ثابت قدم رہنا۔ سنو! میں تمہیں اس کی ایسی صفت سنا تا ہوں جو کسی نبی نے اپنی امت کو نہیں سنائی۔ وہ ابتدا دعویٰ کرے گا کہ میں نبی ہوں! پس تم یاد رکھنا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں پھر وہ اس سے بھی بڑھ جائے گا اور کہے گا میں اللہ ہوں! پس تم یاد رکھنا کہ اللہ کو ان آنکھوں سے کوئی دیکھ نہیں سکتا ہاں مرنے کے بعد دیدار باری تعالیٰ ہو سکتا ہے۔ اور سنو! وہ کاٹا ہوگا اور تمہارا رب کا نام نہیں اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان ”کافر“ لکھا ہوا ہوگا جسے پڑھا لکھا اور ان پڑھ غرض ہر ایماندار پڑھ لے گا۔ اس کے ساتھ آگ ہوگی اور باغ ہوگا۔ اس کی آگ دراصل جنت ہوگی اور اس کا باغ دراصل جہنم ہوگا۔ سنو! تم میں سے جسے وہ آگ میں ڈالے وہ اللہ سے فریاد سی چاہے اور سورہ کہف کی ابتدائی آیات پڑھے اس کی وہ آگ اس پر ٹھنڈک اور سلامتی بن جائے گی جیسے کہ ظلیل اللہ علیہ السلام پر نمرود کی آگ ہو گئی تھی۔ اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک اعرابی سے کہے گا کہ اگر میں تیرے مرے ہوئے باپ کو زندہ کر دوں پھر تو مجھے رب مان لے گا۔؟ وہ اقرار کرے گا اتنے میں دو شیطان اس کی ماں اور باپ کی شکل میں ظاہر ہوں گے اور اس سے کہیں گے بیٹے! یہی تیرا رب ہے تو اسے مان لے۔ اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک شخص پر مسلط کر دیا جائے گا۔ اسے آرے سے چمدا کر دو ٹکڑے کر دے گا پھر لوگوں سے کہے گا میرے اس بندے کو دیکھنا اب میں زندہ کر دوں گا لیکن پھر بھی یہی کہے گا کہ اس کا رب میرے سوا اور ہے۔ چنانچہ یہ اسے اٹھائے گا اور یہ خبیث اس سے پوچھے گا کہ تیرا رب کون ہے وہ جواب دے گا میرا رب اللہ تعالیٰ ہے اور تو اللہ کا دشمن دجال ہے۔ اللہ کی قسم اب تو مجھے پہلے سے بھی بہت زیادہ یقین ہو گیا ہے۔“ دوسری سند سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا یہ مومن میری تمام امت سے زیادہ بلند درجہ کا جنتی ہوگا۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس حدیث کو سن کر ہمارا خیال تھا کہ یہ شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی ہوں گے۔ آپ کی شہادت تک ہمارا یہی خیال رہا۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”اس کا ایک فتنہ یہ

① احمد، ۴/۲۱۶، ۲۱۷؛ ابن ابی شیبہ، ۸/۶۵۰ وسندہ ضعیف، طبرانی، ۸۳۱۰؛ مجمع الزوائد، ۷/۳۴۲؛ حاکم،

۴/۴۷۸ اس روایت میں علی بن زید بن جعدان ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۲/۳۷)

بھی ہوگا کہ وہ آسمان کو پانی برسائے کا حکم دے گا اور آسمان سے بارش ہوگی وہ زمین کو پیداوار اگانے کا حکم دے گا اور زمین سے پیداوار ہوگی۔ اس کا ایک فتنہ یہ بھی ہوگا کہ وہ ایک قبیلے کے پاس جائے گا وہ اسے نہ مانیں گے اسی وقت ان کی تمام چیزیں برپا اور ہلاک ہو جائیں گی دوسرے قبیلے کے پاس جائے گا۔ جو اسے اللہ مان لے گا اسی وقت اس کے حکم سے ان پر آسمان سے بارش برے گی اور زمین پھل اور کھیتی اگائے گی ان کے جانور پہلے سے زیادہ موٹے تازے اور دودھ والے ہو جائیں گی سوائے مکہ اور مدینہ کے تمام زمین (ممالک) کا دورہ کرے گا۔ جب مدینہ کا رخ کرے گا تو یہاں ہر ہر راہ پر فرشتوں کو کھلی تلواریں لئے ہوئے پائے گا۔ تو سنی کی انتہائی حد پر ضرب احمر کے پاس ٹھہر جائے گا۔ پھر مدینہ میں تین بھونچال آئیں گے اس وجہ سے جتنے منافق مرد اور جس قدر منافقہ عورتیں ہوں گی سب مدینہ سے نکل کر اس کے لشکر میں مل جائیں گی اور مدینہ ان گندے لوگوں کو اس طرح اپنے سے دور پھینکے گا جس طرح بھی لوہے کے میل پکیل کو الگ کر دیتی ہے۔ اس دن کا نام یوم الخلد ہوگا۔“

ام شریک رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اس دن عرب کہاں ہوں گے؟ فرمایا ”اولاً تو ہوں گے ہی بہت کم اور اکثریت ان کی بیت المقدس میں ہوگی۔ ان کا امام ایک صالح شخص ہوگا جو آگے بڑھ کر صبح کی نماز پڑھا رہا ہوگا جو حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے۔ یہ امام پچھلے پیروں پیچھے بنے گا تاکہ آپ آگے بڑھ کر امامت کرائیں لیکن آپ اس کی کسر پر ہاتھ رکھ کر فرمائیں گے کہ آگے بڑھو اور نماز پڑھاؤ اقامت تمہارے لئے کبھی گئی ہے۔ پس ان کا امام ہی نماز پڑھائے گا۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ فرمائیں گے کہ دروازہ کھول دو۔ پس کھول دیا جائے گا۔ ادھر دجال ستر ہزار یہودیوں کا لشکر لئے ہوئے موجود ہوگا جن کے سر پر تاج اور جن کی تلواروں پر سونا ہوگا۔ دجال آپ کو دیکھ کر اس طرح گھٹنے لگے گا جس طرح نمک پانی میں گھلتا ہے اور ایک دم پیٹھ پھیر کر بھاگنا شروع کر دے گا لیکن آپ فرمائیں گے اللہ نے مقرر کر دیا ہے کہ تو میرے ہاتھ سے ایک ضرب کھائے گا تو اسے نال نہیں سکتا۔ چنانچہ آپ اسے مشرقی باب لد کے پاس پکڑ لیں گے اور وہیں اسے قتل کریں گے۔ اب یہودی بدحواسی سے منتشر ہو کر بھاگیں گے لیکن انہیں سر چھپانے کو جگہ نہ ملے گی۔ ہر پتھر ہر درخت ہر دیوار اور ہر جانور بولتا ہوگا کہ اے مسلمان! یہاں یہودی ہے آ کر اسے مار ڈال۔ ہاں بول کا درخت یہودیوں کا درخت ہے یہ نہیں بولے گا۔“ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”اس کا رہنا چالیس سال تک ہوگا۔ سال آدھے سال کے برابر اور سال مہینہ بھر کی طرح اور مہینہ جمعہ جیسا اور باقی دن مثل شرارہ کے۔ صبح ہی ایک شخص شہر کے دروازے سے چلے گا اور ابھی دوسرے دروازے تک نہیں پہنچا ہوگا جو شام ہو جائے گی۔“ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! پھر ان چھوٹے دنوں میں ہم کیسے نماز پڑھیں گے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”اندازہ کر لیا کرو جس طرح ان لمبے دنوں میں اندازہ سے پڑھا کرتے تھے۔“ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”پھر عیسیٰ بن مریم علیہ السلام میری امت میں حاکم ہوں گے عادل ہوں گے امام ہوں گے بانصاف ہوں گے صلیب کو توڑیں گے خنزیر کو قتل کریں گے جزیہ کو ہٹادیں گے صدقہ چھوڑ دیا جائے گا۔ پس بکری اور اونٹ پر کوشش نہ کی جائے گی۔ حسد اور بغض بالکل جاتا رہے گا۔ ہر زہریلے جانور کا زہر ہٹا دیا جائے گا بچے اپنی انگلی سانپ کے منہ میں ڈالیں گے لیکن وہ انہیں کوئی ضرر نہ پہنچائے گا۔ شیروں سے لڑکے کھیلیں گے کچھ نقصان نہ ہوگا۔ بھیڑیے بکریوں کے ریوڑ میں اس طرح پھریں گے جیسے رکھوالا کتا ہو۔ تمام زمین اسلام اور اصلاح سے اس طرح بھر جائے گی جیسے کوئی برتن پانی سے لبا لبا بھرا ہوا ہو۔ سب کا کلمہ ایک ہو جائے گا۔ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ ہوگی لڑائی اور جنگ

بالکل موقوف ہو جائے گی۔ قریش اپنا ملک سلب کر لیں گے۔ زمین مثل سفید چاندی کے منور ہو جائے گی اور جیسی برکتیں زمانہ آدم علیہ السلام میں تھیں اگادے گی۔ ایک جماعت کو ایک انگور کا خوشہ پیٹ بھرنے کے لئے کافی ہوگا۔ ایک انار اتنا ہوگا کہ ایک جماعت کھائے اور سیر ہو جائے، تیل اتنی اتنی قیمت پر ملے گا اور گھوڑا چند درہمیں پر ملے گا۔ ”لوگوں نے پوچھا اس کی قیمت گرجانے کی کیا وجہ ہوگی؟ فرمایا ”اس لئے کہ لڑائیوں میں اس کی سواری بالکل نئی بن جائے گی“ دریافت کیا گیا کہ تیل کی قیمت بڑھ جانے کی کیا وجہ ہے؟ فرمایا ”اس لئے کہ تمام زمین میں کھیتیاں ہونی شروع ہو جائیں گی۔ دجال کے ظہور سے تین سال جو شتر سے سخت قحط سالی ہوگی۔ پہلے سال بارش کا تیسرا حصہ بحکم الہی روک لیا جائے گا اور زمین کی پیداوار کا بھی تیسرا حصہ کم ہو جائے گا۔ پھر دوسرے سال اللہ آسمان کو حکم دے گا کہ بارش کی دو تہائیاں کم کر دے اور یہی حکم زمین کو ہوگا کہ اپنی پیداوار کی دو تہائیاں کم کر دے۔ تیسرے سال آسمان سے بارش کا ایک قطرہ نہ برے گا نہ زمین سے کوئی روئیدگی پیدا ہوگی۔ تمام جانور اس قحط سے ہلاک ہو جائیں گے مگر جسے اللہ چاہے۔“ آپ سے پوچھا گیا کہ پھر اس وقت لوگ زندہ کیسے رہ جائیں گے؟ ”آپ نے فرمایا ان کی غذا کے قائم مقام اس وقت ان کا لا الہ الا اللہ کہنا اور اللہ اکبر کہنا اور سبحان اللہ کہنا اور الحمد للہ کہنا ہوگا۔“ امام ابن ماجہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے استاد نے اپنے استاد سے سنا وہ فرماتے تھے یہ حدیث اس قابل ہے کہ بچوں کے استاد سے بچوں کو بھی سکھادیں بلکہ لکھوائیں تاکہ انہیں بھی یاد رہے۔ ① یہ حدیث اس سند سے ہے تو غریب لیکن اس کے بعض حصوں کی شواہد دوسری حدیثیں ہیں ((لنقاتلن الیہود فی یقول البحر))۔ ② ((لا تقوم الساعة فی یقاتل المسلمون))۔ ③ اسی حدیث کے مثل ایک حدیث حضرت نو اس بن سمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اسے بھی ہم یہاں ذکر کرتے ہیں۔

صحیح مسلم میں ہے ایک دن صبح کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دجال کا ذکر کیا اور اس طرح اسے بلند و پست کیا کہ ہم سمجھے کہیں مدینہ کے نخلستان میں موجود نہ ہو۔ پھر جب ہم لوٹ کر آپ کی طرف آئے تو ہمارے چہروں سے آپ نے جان لیا اور دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ ہم نے بیان کر دیا تو آپ نے فرمایا ”دجال کے علاوہ مجھے تو تم پر اور اس سے بھی بڑھ کر خوف ہے اگر وہ میری موجودگی میں نکلا تو میں خود اس سے نمٹ لوں گا اور اگر وہ میرے بعد آیا تو ہر مسلمان اس سے آپ بھگت لے گا۔ میں اپنا خلیفہ ہر مسلمان پر اللہ کو بنا تا ہوں وہ جوان ہوگا آنکھ اس کی ابھری ہوئی ہوگی۔ بس یوں سمجھ لو عبد العزی بن قطن کی طرح ہوگا۔ تم میں سے جو اسے دیکھے اس کو چاہیے کہ سورہ کہف کی ابتدائی آیتیں پڑھے۔ وہ شام و عراق کے درمیانی گوشے سے نکلے گا اور دائیں بائیں گشت کرے گا۔ اے اللہ کے بندو! خوب ثابت قدم رہنا“ ہم نے پوچھا حضور! وہ کتنی مدت رہے گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”چالیس دن“ ایک دن ایک سال کے برابر ایک دن ایک مہینہ کے برابر، ایک دن جمعہ کے برابر اور باقی دن تمہارے معمول کے دنوں کی طرح۔“ پھر ہم نے دریافت کی کہ جو دن سال بھر کے برابر ہوگا کیا اس میں ایک ہی دن کی نمازیں کافی ہوں گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”نہیں بلکہ اندازہ کر لو۔“ ہم نے پوچھا یا رسول اللہ! اس کی رفتار کی سرعت کیسی ہوگی؟ فرمایا ”ایسی جیسے بادل ہواؤں سے بھاگتے ہیں۔ ایک قوم کو اپنی طرف

① ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ بن مریم و خروج یاجوج و ماجوج، ۴۰۷۷، و سندہ ضعیف اس روایت میں اسلمعل بن رافع ضعیف الخفظ (التقریب، ۱/۶۹، ۵۰۷) اور بخاری مدلس راوی ہے جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے اور شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ابن ماجہ، ۸۸۴) ② صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب قتال

الیہود، ۲۹۲۵؛ صحیح مسلم، ۲۹۲۱؛ ترمذی، ۲۲۳۷؛ احمد، ۱۴۹/۲؛ ابویعلیٰ، ۵۵۲۳۔

③ صحیح بخاری حوالہ سابق، ۲۹۲۶ بدون ذکر (الفرقہ)، صحیح مسلم، ۲۹۲۲، بہذہ الالفاظ۔

بلائے گا وہ مان لیں گے تو آسمان سے ان پر بارش ہوگی زمین سے کھتی اور پھل آگیں گے ان کے جانور تو تازہ اور زیادہ دودھ دینے والے ہو جائیں گے۔ ایک قوم کے پاس جائے گا جو اسے جھٹلائے گی اور اس کا انکار کر دے گی۔ یہ وہاں سے واپس ہوگا تو ان کے ہاتھ میں کچھ نہ رہے گا۔ وہ بنجر زمین پر کھڑا ہو کر حکم دے گا کہ اے زمین کے خزانو! نکل آؤ تو وہ سب نکل آئیں گے اور شہد کی کھبیوں کی طرح اس کے پیچھے پیچھے پھریں گے یہ ایک نوجوان کو بلائے گا اسے قتل کرے گا اور اس کے ٹھیک دو ٹکڑے کر کے اتنی اتنی دور ڈال دے گا کہ ایک تیر کی رفتار ہو پھر اسے آواز دے گا تو وہ زندہ ہو کر ہنستا ہوا اس کے پاس آ جائے گا۔ اب اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا وہ دمشق کے سفید شرتی بینارے کے پاس دو چادریں اوڑھنے باندھے دو فرشتوں کے پروں پر بازو رکھے ہوئے اتریں گے جب سر جھکائیں گے تو قطرے ٹپکیں گے اور جب جھکائیں گے تو مثل موتیوں کے وہ قطرے لڑھکیں گے۔ جس کا فرنگ ان کا سانس پہنچ جائے گا وہ مر جائے گا اور آپ کا سانس وہاں تک پہنچے گا جہاں تک نگاہ پہنچے گی۔ آپ دجال کا پیچھا کریں گے اور باب لد کے پاس اسے قتل کریں گے۔ پھر ان لوگوں کے پاس آئیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اس فتنے سے بچایا ہوا ہوگا ان کے چہروں پر ہاتھ پھریں گے اور ان کے جنتی درجوں کی انہیں خبر دیں گے۔ اب اللہ کی طرف سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی آئے گی کہ میں اپنے بندوں کو بھیجتا ہوں جن کا مقابلہ کوئی نہیں کر سکتا تو تم میرے ان خاص بندوں کو طور کی طرف لے جاؤ۔

یا جوج ماجوج کا تذکرہ: پھر یا جوج ماجوج نکلیں گے اور وہ ہر طرف سے کودتے پھاندتے آ جائیں گے۔ بحیرہ طبریہ پر ان کا پہلا گروہ آئے گا اور اس کا سارا پانی پی جائے گا جب ان کے بعد ہی دوسرا گروہ آئے گا تو وہ ایسا سوکھا پڑا ہوگا کہ وہ کہیں گے شانہ یہاں کبھی پانی ہوگا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی مؤمن وہاں اس قدر محصور ہیں گے کہ ایک نیل کا سر انہیں اس سے بھی اچھا لگے گا جیسے تمہیں آج ایک سودینا محبوب ہیں اب آپ اور مؤمن اللہ سے دعائیں اور التجائیں کریں گے اللہ تعالیٰ یا جوج ماجوج پر گرون کی کٹنی کی بیماری بھیج دے گا جس میں سارے کے سارے ایک ساتھ ایک دم فنا ہو جائیں گے۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آپ کے ساتھی زمین پر اتریں گے مگر زمین پر بالشت بھر جگہ بھی ایسی نہ پائیں گے جو ان کی لاشوں سے اور بدبو سے خالی ہو پھر آپ اللہ تعالیٰ سے دعائیں اور التجائیں کریں گے تو جنتی اونٹوں کی گردنوں کے برابر ایک قسم کے پرندے اللہ تعالیٰ بھیجے گا جو ان کی لاشوں کو جہاں اللہ چاہے گا ڈال آئیں گے۔ پھر بارش ہوگی جس سے تمام زمین دھل دھلا کر تھیلی جیسی ہو جائیگی۔ پھر زمین کو حکم ہوگا کہ اپنے پھل نکال اور اپنی برکتیں لوٹا۔ اس دن ایک اتار ایک جماعت کو کافی ہوگا اور وہ سب اس کے چھلکے تلے آرام حاصل کر سکیں گے۔ ایک اونٹنی کا دودھ ایک پورے قبیلے سے نہیں پیا جائے گا پھر پروردگار عالم ایک لطیف اور پاکیزہ ہوا چلائے گا جو تمام ایماندار مرد و عورتوں کی بغل تلے سے نکل جائے گی۔ اور ساتھ ہی ان کی روح بھی پرواز کر جائے گی اور بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو آپس میں گدھوں کی طرح دھینکا ششتی میں مشغول ہو جائیں گے۔ ان پر قیامت قائم ہوگی۔ ① مسند احمد میں بھی ایک ایسی ہی حدیث ہے اسے ہم سورہ انبیاء کی آیت ﴿حَتَّىٰ إِذَا فُتِحَتْ يَأْجُوجُ وَمَأْجُوجُ﴾ ② کی تفسیر میں بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک شخص حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہا کہ یہ کیا بات ہے؟ جو مجھے پہنچی ہے کہ آپ فرماتے ہیں قیامت یہاں یہاں تک آ جائے گی۔ آپ نے سبحان اللہ یا اللہ الا اللہ کہہ کر فرمایا میرا تو اب جی چاہتا ہے کہ تمہیں اب کوئی حدیث ہی نہ سناؤں۔ میں

① صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب ذکر الدجال ۲۹۳۷، احمد، ۱۸۱/۴، ان کے علاوہ یہ روایت مختصر ان جگہوں میں بھی موجود ہے۔ ابوداؤد، ۴۳۲۱؛ ترمذی، ۲۲۴۰؛ السنن الکبریٰ، ۸۰۲۴؛ معجم الصحابة، ۱۶۳/۳؛ عمل الیوم واللیلة، ۹۴۷۔

② ۲۱/ الانبیاء: ۹۶۔

نے تو یہ کہا تھا کہ کچھ زمانے کے بعد تم بڑے بڑے امر دیکھو گے بیت اللہ جلا دیا جائے گا اور یہ ہوگا اور وہ ہوگا وغیرہ۔ پھر فرمایا رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”دجال نکلے گا اور میری امت میں چالیس تک ٹھہرے گا مجھے معلوم نہیں کہ چالیس دن یا چالیس مہینے یا چالیس سال پھر اللہ تعالیٰ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجے گا آپ کی صورت مثل حضرت عروہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے ہے آپ دجال کو تلاش کر کے قتل کریں گے پھر سات سال لوگ اس طرح رہیں گے کہ وہ میں کچھ عداوت نہ ہوگی پھر ایک ٹھنڈی ہوا شام کی طرف سے چلے گی اور سب ایمان والوں کو فوت کر دے گی جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی بھلائی یا ایمان ہوگا اگرچہ وہ کسی پہاڑ کے غار میں ہو وہ بھی فوت ہو جائے گا پھر بدترین لوگ باقی رہ جائیں گے جو پرندوں جیسے ہلکے اور درندوں جیسے دماغوں والے ہوں گے اچھائی برائی کی کوئی تمیز ان میں نہ ہوگی شیطان ان کے پاس انسانی صورت میں آکر انہیں بت پرستی کی طرف مائل کر دے گا لیکن ان کی اس حالت میں بھی ان کی روزیوں کے دروازے ان پر کھلے ہوئے ہوں گے اور زندگی با آرام گزر رہی ہوگی پھر صور پھونکا جائے گا جس سے لوگ گرنے پڑنے لگیں گے ایک شخص جو اپنے اونٹوں کو پانی پلانے کے لئے ان کا حوض ٹھیک کر رہا ہوگا سب سے پہلے صوری آداز اس کے کان میں پڑے گی جس سے یہ اور تمام لوگ بیہوش ہو جائیں گے غرض کہ سب کے فنا ہو چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ بینہ برسائے گا جو مثل شبنم کے یا مثل سایے کے ہوگا۔ اس سے دوبارہ جسم پیدا ہوں گے پھر دوسرا صور پھونکا جائے گا سب کے سب جی اٹھیں گے۔ پھر کہا جائے گا: لوگو! اپنے رب کی طرف چلو فرشتوں سے کہا جائے گا انہیں ٹھہراؤ ان سے سوال کیا جائے گا پھر فرمایا جائے گا جنہم کا حصہ نکالو۔ پوچھا جائے گا کتنوں سے کتنے؟ جواب ملے گا ہر ہزار میں سے نو سو نواہیے دن ہے جو بچوں کو یوزہا بنادے گا اور یہی دن ہے جس میں پنڈلی کھولی جائے گی۔“ ①

مسند احمد میں ہے ”ابن مریم علیہ السلام باب لد کے پاس یا لد کی جانب صبح دجال کو قتل کریں گے۔“ ② ترمذی میں باب لد ہے اور یہ حدیث صحیح ہے ③ اس کے بعد امام ترمذی رحمہ اللہ نے چند اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے نام لئے ہیں کہ ان سے بھی اس باب کی احادیث مروی ہیں تو اس سے مراد وہ احادیث ہیں جن میں دجال کا صبح علیہ السلام کے ہاتھ سے قتل ہونا مذکور ہے۔ صرف دجال کے ذکر کی احادیث تو بے شمار ہیں جنہیں جمع کرنا سخت دشوار ہے۔ مسند میں ہے کہ عرفے سے آتے ہوئے حضور ﷺ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایک مجمع کے پاس سے گزرے اس وقت وہاں قیامت کے ذکر اذکار ہو رہے تھے تو آپ نے فرمایا ”جب تک دس باتیں نہ ہوئیں قیامت قائم نہ ہوگی“ آفتاب کا مغرب کی جانب سے نکلنا، دھوکے کا آنا، ولایت الارض کا نکلنا، یاجوج ماجوج کا آنا، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نازل ہونا، دجال کا آنا، تین جگہ زمین کا دھنس جانا، شرق میں غروب میں اور جزیرہ عرب میں اور عدن سے ایک آگ کا نکلنا جو لوگوں کو ہانک کر ایک جا کر دے گی وہ شب باشی بھی انہی کے ساتھ کرے گی اور جب دو پہر کو وہ آرام کریں گے یہ آگ ان کے ساتھ ہی رہے گی۔“ ④ یہ حدیث مسلم اور سنن میں بھی ہے ⑤ اور حضرت حذیفہ بن اسید غفاری رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی مروی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پس آنحضرت ﷺ کی یہ متواتر احادیث جو حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن مسعود، حضرت عثمان بن ابوالعاص، حضرت ابوامامہ، حضرت نواس بن سمان

① صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب خروج الدجال ومکثہ فی الارض..... الخ، ۲۹۰۔

② احمد، ۴۲۰/۳، عبدالرزاق، ۲۰۸۳۵۔

③ ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی قتل عیسیٰ بن مریم الدجال، ۲۲۴۴، وهو حسن۔

④ احمد، ۶/۴، وهو صحیح؛ ابن حبان، ۶۸۴۳؛ مسند حمیدی، ۸۲۷؛ طبرانی، ۳۰۳۳؛ شرح السنۃ، ۴۲۵۰؛ الأحاد والمثنائی، ۱۰۱۳؛ مسند الطیالسی، ۱۰۶۷، اس روایت کی سند صحیح ہے۔ دیکھئے (الموسوعۃ الحدیثیۃ، ۶۳/۲۶)

⑤ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی الآیات التي تكون قبل الساعة، ۲۹۰۱؛ ابوداؤد، ۴۳۱۱؛ ترمذی، ۲۱۸۳؛ السنن

الکبریٰ للنسائی، ۱۱۳۸۰؛ ابن ماجہ، ۴۰۴۱، مختصراً۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضرت مجب بن جاریہؓ حضرت ابو شریحہ اور حضرت حذیفہ بن اسیدؓ سے مروی ہیں یہ صاف دلالت کرتی ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے۔ ساتھ ہی ان میں یہ بھی بیان ہے کہ کس طرح اتریں گے اور کہاں اتریں گے؟ اور کس وقت اتریں گے یعنی صبح کی نماز کی اقامت کے وقت شام کے شہر دمشق کے شرقی مینارہ پر اتریں گے۔ اس زمانے میں یعنی ۴۱ھ میں جامع اموی کا مینار سفید پتھر سے بہت مضبوط بنایا گیا ہے اس لئے کہ آگ کے صدمہ سے یہ جل گیا تھا اور یہ آگ لگانے والے غالباً ملعون عیسائی تھے کیا عجب کہ یہی وہ مینارہ ہو جس پر مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نازل ہوں گے اور خنزیروں کو قتل کریں گے۔ صلیبوں کو توڑ دیں گے جزیے کو ہٹا دیں گی اور سوائے دین اسلام کے اور دین قبول نہ فرمائیں گے جیسے کہ بخاری و مسلم کی حدیثیں گزر چکی ہیں جن میں پیغمبر صادق و صدوق صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبر دی ہے اور اسے ثابت بتلایا ہے یہ وہ وقت ہوگا جب تمام شک شبہ ہٹ جائیں گے اور لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی کے ماتحت اسلام قبول کر لیں گے جیسے اس آیت میں ہے اور جیسے فرمان ہے ﴿وَأَنَّهُ لَعَلَّمَهُ لِسَاعَةِ﴾ ① ایک قراءت میں لَعَلَّمَهُ ہے یعنی ”جناب مسیح علیہ السلام کا نزول قیامت کا ایک زبردست نشان ہے“ یعنی قرب قیامت کا اس لئے کہ آپ دجال کے آچکنے کے بعد تشریف لائیں گے اسے قتل کریں گے جیسے کہ صحیح حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری ایسی نہیں پیدا کی جس کا علاج نہ مہیا کیا ہو۔“ ② آپ ہی کے وقت میں یاجوج ماجوج نکلیں گے جنہیں اللہ تعالیٰ آپ علیہ السلام کی دعا کی برکت سے ہلاک کرے گا۔ قرآن کریم ان کے نکلنے کی بھی خبر دیتا ہے فرمان ہے۔ ﴿حَتَّىٰ إِذَا فُجِّعَتْ يَأْجُوجُ وَمَاجُوجُ وَهُمْ مِنْ كُلِّ حَدَبٍ يَنْسِلُونَ ۝ وَالْقُرْبُ الْوَعْدُ الْحَقُّ﴾ ③ یعنی یاجوج ماجوج کا نکلنا بھی قرب قیامت کی دلیل ہے اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صفتیں ملاحظہ ہوں پہلے کی دو حدیثوں میں آپ کی صفت گزر چکی ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ ”میں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی وہ درمیانہ قد صاف بالوں والے ہیں جیسے شہنشاہ قبیلے کے لوگ ہوتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بھی ملاقات کی وہ سرخ رنگ میانہ قد ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے گویا ابھی حمام سے نکلے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بھی میں نے دیکھا بس وہ بالکل مجھ جیسے تھے۔“ ④ بخاری کی اور روایت میں ہے۔ ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام سرخ رنگ گھونگر یا لے بالوں والے اور چوڑے چکلے سینے والے تھے“ (حضرت) موسیٰ علیہ السلام گندی رنگ کے جسم اور سیدھے بالوں والے تھے جیسے زلط کے لوگ ہوتے ہیں۔“ ⑤ اسی طرح آپ نے دجال کی شکل و صورت بھی بیان فرمادی ہے کہ اس کی داہنی آنکھ کانی ہوگی جیسے پھولا ہوا انگور۔ ⑥ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”مجھے کعبہ کے پاس خواب میں دکھلایا گیا کہ ایک بہت گندی رنگ والے جن کے سر کے پٹے دونوں مونڈھوں تک تھے صاف بالوں والے جن کے سر سے پانی کے قطرے ٹپک رہے تھے دو شخصوں کے مونڈھوں پر ہاتھ رکھے طواف کر رہے ہیں۔ میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ تو مجھے بتلایا گیا کہ یہ مسیح بن مریم ہیں۔ میں نے ان کے پیچھے ہی ایک شخص کو دیکھا جس کی داہنی آنکھ کانی تھی ابن قطن سے بہت ملتا جلتا تھا سخت اٹھے ہوئے بال تھے وہ بھی دو شخصوں کے مونڈھوں پر ہاتھ رکھے بیت اللہ کا طواف کر رہا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے؟ کہا گیا یہ مسیح الدجال ہے۔“ ⑦ بخاری کی اور روایت =

① ۴۳/ الزخرف: ۶۱۔ ② صحیح بخاری، کتاب الطب، باب ما انزل اللہ داہ الا نزل له شفاء ۵۶۷۸۔

③ ۲۱/ الانبیاء: ۹۶، ۹۷۔ ④ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَاذْكَرُ فِي الْكِتَابِ مَرِيَمَ اِذْ

اتَّيَبَتْ مِنْ اَهْلِهَا﴾ ۳: ۴۳۷؛ صحیح مسلم، ۱۶۸۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ

﴿وَاذْكَرُ فِي الْكِتَابِ مَرِيَمَ﴾ ۳: ۴۳۸۔ ⑥ صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۳: ۴۳۹؛ صحیح مسلم، ۱۶۹۔

⑦ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ﴿وَاذْكَرُ فِي الْكِتَابِ مَرِيَمَ﴾ ۳: ۴۴۰؛ صحیح مسلم، ۱۶۹۔

فِي ظُلْمٍ مِّنَ الَّذِينَ هَادُوا حَزَمْنَا عَلَيْهِمُ ظُبَيْتٍ أُحِلَّتْ لَهُمْ وَبِصَدِّهِمْ عَن
 سَبِيلِ اللَّهِ كَثِيرًا ۗ وَأَخَذِهِمُ الرِّبَا وَقَدْ نُهُوا عَنْهُ وَأَكْلِهِمْ أَمْوَالَ النَّاسِ
 بِالْبَاطِلِ ۗ وَاعْتَدْنَا لِلْكَافِرِينَ مِنْهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝ لَكِنِ الرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ
 مِنْهُمْ وَالْمُؤْمِنُونَ يُؤْمِنُونَ بِمَا أُنزِلَ إِلَيْكَ وَمَا أُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ وَالْمُقِيمِينَ
 الصَّلَاةَ وَالْمُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَالْمُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۗ أُولَٰئِكَ سَنُؤْتِيهِمْ
 أَجْرًا عَظِيمًا ۝

ترجمہ: جو نہیں چیزیں ان کے لئے حلال کی گئی تھیں وہ ہم نے ان پر حرام کر دیں ان کے ظلم کے باعث اور اللہ کی راہ سے اکثر لوگوں کو روکنے کے باعث [۱۶۰] اور سو جس سے وہ منع کئے گئے تھے اسے لینے کے باعث اور لوگوں کا مال ناحق مار کھانے کے باعث۔ ان میں سے جو کفار ہیں ہم نے ان کے لئے الناک عذاب مہیا کر رکھے ہیں۔ [۱۶۱] لیکن ان میں سے جو کامل اور مضبوط علم والے ہیں اور ایمان والے ہیں جو اس پر ایمان لاتے ہیں جو تیری طرف اتارا گیا اور جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اور نمازوں کو قائم رکھنے والے ہیں اور زکوٰۃ کے ادا کرنے والے ہیں اور اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھنے والے ہیں۔ یہ ہیں جنہیں ہم بہت بڑے بڑے اجر عطا فرمائیں گے۔ [۱۶۲]

= میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہا اللہ کی قسم حضور ﷺ نے عیسیٰ علیہ السلام کو سرخ رنگ کا نہیں بتلایا بلکہ آپ نے گندی رنگ کا بتلایا ہے پھر اور والی پوری حدیث ہے حضرت زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ابن قطن قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص تھا جو جاہلیت میں مر چکا تھا۔ ① وہ حدیث بھی گزر چکی جس میں یہ بیان ہے کہ ”جناب مسیح علیہ السلام اپنے نزول کے بعد چالیس سال رہیں گے پھر فوت ہوں گے اور مسلمان آپ علیہ السلام کے جنازے کی نماز ادا کریں گے۔“ ② ہاں مسلم کی ایک حدیث میں ہے کہ ”آپ علیہ السلام یہاں سات سال رہیں گے“ ③ تو ممکن ہے کہ چالیس سال کا فرمان اس مدت سمیت ہو جو آپ نے دنیا میں اپنے آسمانوں پر اٹھائے جانے سے پہلے گزاری ہے جس وقت آپ اٹھائے گئے اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر تینس سال کی تھی اور سات سال اب آخر زمانے کے تو پورے چالیس سال ہو گئے وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔ (ابن عساکر) بعض کا قول ہے جب آپ علیہ السلام آسمانوں پر چڑھائے گئے اس وقت آپ علیہ السلام کی عمر ڈیڑھ سال کی تھی یہ بالکل وہی اور دور کا قول ہے ہاں حافظ ابوالقاسم رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں بعض سلف سے یہ بھی وارد کیا ہے کہ آپ علیہ السلام حضور ﷺ کے حجرے میں آپ کے ساتھ دفن کئے جائیں گے ④ فاللہ اعلم۔ پھر ارشاد ہے کہ ”یہ قیامت کے دن ان پر گواہ ہوں گے“ یعنی اس بات کے کہ اللہ کی رسالت آپ نے انہیں پہنچادی تھی۔ اور خود آپ نے اللہ کی عبودیت کا اقرار کیا تھا جیسے سورہ مائدہ کے آخر میں ﴿وَاذَقَالَ اللَّهُ﴾ سے ﴿الْحَكِيمُ﴾ تک ہے یعنی آپ کی گواہی کا وہاں ذکر ہے اور اللہ کے سوال کا۔

- ① صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۳۴۴۱؛ صحیح مسلم، ۱۷۱ بدون قول الزہری۔ ② اس روایت کی تخریج آیت ۵۹ کے تحت گزر چکی ہے۔ ③ شیخ البانی تصدیح آخ الدجال، ص ۱۳۵، میں لکھتے ہیں کہ اس روایت کی صحیح مسلم، (۲۹۴۰) میں کوئی اصل نہیں بلکہ سات سال کے متعلق یہ ہے کہ ان کے بعد لوگ سات سال اس حالت میں ہوں گے کہ ان کے درمیان کوئی عداوت نہیں ہوگی۔ ④ مجمع الزوائد، ۲۰۶/۸؛ ترمذی، کتاب المناقب، باب سلو اللہ لی الوسیلة، ۳۶۱۷، وسندہ حسن۔

بطور سزا حلال چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیں: [آیت: ۱۶۰-۱۶۲] اس آیت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک تو یہ کہ حرمت قدری ہو یعنی مقدرات الہی میں یہ تھا کہ یہ لوگ اپنی کتاب کو بدل دیں اس میں تحریف کر لیں اور حلال چیزوں کو اپنے اوپر حرام ٹھہرائیں صرف اپنے تشدد اور اپنی سخت گیری کی وجہ سے۔ دوسرا یہ کہ حرمت شرعی ہے یعنی نزول تو رات سے پہلے جو بعض چیزیں ان پر حلال تھیں تو رات کے اترنے کے وقت ان کی بعض بدکاریوں کی وجہ سے وہ حرام قرار دے دی گئیں جیسے فرمان ہے ﴿كُلُّ الطَّعَامِ حَلَالٌ جَلَاءَ لَبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ ① الخ یعنی اونٹ کا گوشت اور دودھ جو حضرت اسرائیل علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اس کے ماسوا تمام طعام بنی اسرائیل کے لئے حلال تھے پھر تو رات میں ان پر بعض چیزیں حرام کی گئیں۔ جیسے سورۃ الانعام میں فرمایا ﴿وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا﴾ الخ ”اور یہودیوں پر ہم نے ہر ناخن دار جانور حرام کر دیا اور گائے بکری کی چربی بھی جو الگ تھلگ ہو ہم نے ان پر حرام قرار دے دی“ یہ اس لئے کہ یہ باغی طافی اور مخالف رسول اور اختلاف کرنے والے لوگ تھے۔ پس یہاں بھی یہی بیان ہو رہا ہے کہ ان کی ظلم و زیادتی کے باعث خود اللہ کی راہ سے ہٹ کر دوسروں کو اس سے بھگانے کے باعث جو ان کی پرانی عادت تھی رسولوں کے دشمن بن جاتے تھے انہیں قتل کر ڈالتے تھے انہیں جھلاتے تھے مقابلہ کرتے تھے اور طرح طرح کے حیلے کر کے سود خوریاں کرتے تھے جو محض حرام تھیں اور بھی جس طرح بن پڑتا لوگوں کے مال مار کھانے کی تاک میں لگے رہتے اور اس بات کو جانتے ہوئے کہ اللہ نے یہ کام حرام کئے ہیں جرأت سے انہیں کر گزرتے تھے اس باعث ان پر حلال چیزیں بھی بعض بعض ہم نے حرام کر دیں۔ ان کفار کے لئے دردناک عذاب تیار ہیں ”لیکن ان میں جو سچے دین والے اور پختہ علم والے ہیں۔ اس جملہ کی تفسیر سورۃ آل عمران میں گزر چکی ہے اور جو با ایمان ہیں یہ تو قرآن کو اور تمام پہلی کتابوں کو مانتے ہیں۔“ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد حضرت عبداللہ بن سلام، حضرت ثعلبہ بن سعید، حضرت زید ابن سعید، حضرت اسید بن عبید بن جراح رضی اللہ عنہم ہیں جو اسلام میں آگئے تھے اور حضور ﷺ کی نبوت کو مان چکے تھے۔ آگے کا جملہ ﴿وَالْمُؤْمِنِينَ الصَّلَاةَ﴾ تمام ائمہ رضی اللہ عنہم کے قرآن میں اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کے مصحف میں اسی طرح ہے لیکن بقول علامہ ابن جریر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے صحیفہ میں ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ الصَّلَاةَ﴾ ہے صحیح قراءت اگلی ہی ہے جن بعض لوگوں نے اسے کتابت کی غلطی بتایا ہے ان کا قول غلط ہے بعض تو کہتے ہیں اس کی نصی حالت مدح کی وجہ سے ہے جیسے ﴿وَالْمُؤْمِنُونَ بَعَثْنَاهُمْ إِذَا عَاهَدُوا وَالصَّابِرِينَ﴾ ② میں ہے اور کلام عرب میں اور شعروں میں برابر یہ قاعدہ موجود پایا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ عطف ہے اگلے جملہ پر یعنی ﴿بِمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ وَمَا أَنْزَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ﴾ پر یعنی ”وہ اس پر بھی ایمان لاتے ہیں اور نماز کے قائم کرنے پر بھی ان کا ایمان ہے“ یعنی اسے واجب و برحق ماننے میں یہ مطلب ہے کہ اس سے مراد فرشتے ہیں یعنی ان کا قرآن پر اور اللہ کی کتابوں پر اور فرشتوں پر ایمان ہے امام ابن جریر رضی اللہ عنہ اسی کو پسند فرماتے ہیں لیکن اس میں تاہل کی ضرورت ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

”اور زکوٰۃ ادا کرنے والے ہیں“ یعنی مال کی یا جان کی اور دونوں بھی مراد ہو سکتے ہیں وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ اور صرف اللہ ہی کو لائق عبادت جانتے ہیں اور موت کے بعد کی زندگی پر بھی یقین کامل رکھتے ہیں کہ ہر بھلے برے عمل کی جزا سزا اس دن میں ملے گی یہی لوگ ہیں جنہیں ہم اجر عظیم یعنی جنت دیں گے۔

إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالطَّيِّبِينَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَوْحَيْنَا إِلَى

إِبْرَاهِيمَ وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ وَالْأَسْبَاطِ وَعِيسَى وَأَيُّوبَ وَيُونُسَ

وَهَارُونَ وَسُلَيْمَانَ وَآتَيْنَا دَاوُدَ زَبُورًا ۗ وَرَسُولًا قَدْ قَصَصْنَا عَنْكَ مِنْ

قَبْلُ وَرَسُولًا لَمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ۗ وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَى تَكْلِيمًا ۗ رُسُلًا مُبَشِّرِينَ

وَمُنذِرِينَ لِيَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ

عَزِيزًا حَكِيمًا ۝

ترجمہ: یقیناً ہم نے تیری طرف اسی طرح وحی کی ہے جیسے کہ نوح علیہ السلام اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف کی اور ہم نے وحی کی ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب علیہم السلام اور ان کی اولادوں پر اور عیسیٰ اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان علیہم السلام کی طرف اور ہم نے داؤد علیہ السلام کو زبور عطا فرمائی۔ [۱۶۳] اور تجھ سے پہلے کے بہت سے رسولوں کے واقعات ہم نے تجھ سے بیان کیے ہیں اور بہت سے رسولوں کے نہیں بھی کئے اور موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کلام کیا۔ [۱۶۴] ہم نے انہیں رسول بنایا ہے خوشخبریاں سنانے والے اور آگاہ کرنے والے تاکہ لوگوں کی کوئی حجت اور الزام رسولوں کے بھیجنے کے بعد اللہ تعالیٰ پر نہ رہ جائے اللہ تعالیٰ بڑا غالب اور بڑا پاکست ہے۔ [۱۶۵]

انبیاء کی تعداد ان کے درجات اور آسانی کتابیں: [آیت: ۱۶۳-۱۶۵] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ سکن اور عدی بن زید نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہم نہیں مانتے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کچھ اتارا ہو اس پر یہ آیات اتریں ① محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جب آیت ﴿يَسْأَلُكَ أَهْلُ الْكِتَابِ﴾ سے ﴿عَظِيمًا﴾ تک اتری اور یہودیوں کے برے اعمال کا آئینہ ان کے سامنے رکھ دیا گیا تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ کسی انسان پر اللہ نے کوئی اپنا کلام نازل نہیں فرمایا نہ موسیٰ علیہ السلام پر نہ عیسیٰ علیہ السلام پر نہ کسی اور نبی پر۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت گوشہ لگائے بیٹھے تھے اسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھول دیا اور فرمایا کسی پر بھی نہیں؟ پس اللہ تعالیٰ نے آیت ﴿وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ﴾ نازل فرمائی لیکن یہ قول تامل طلب ہے اس لئے کہ یہ آیت سورہ انعام میں ہے جو مکہ ہے اور سورہ نساء کی مندرجہ بالا آیت مدنیہ ہے جو انہوں نے کہا تھا کہ آسمان سے کوئی کتاب آپ اتار لائیں جس کے جواب میں فرمایا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے انہوں نے اس سے بھی بڑا سوال کیا تھا پھر ان کے عیوب بیان فرمائے اور ان کی پہلی اور اب کی سیاہ کاریاں کھولیں پھر فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے اور رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اسی طرح وحی نازل فرمائی ہے جس طرح اور انبیاء کی طرف“ زبور اس کتاب کا نام ہے جو حضرت داؤد علیہ السلام پر اتری تھی۔ ان انبیاء علیہم السلام کے قصے سورہ قصص کی تفسیر میں بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ پھر فرماتا ہے اس آیت یعنی کمی سورت کی آیت سے پہلے بہت سے انبیاء علیہم السلام کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور بہت سوں کا نہیں بھی ہوا۔ جن انبیاء علیہم السلام کے نام قرآن کے لفظوں میں آ گئے ہیں یہ ہیں آدم اور لیس نوح ہوؤ

① الطبری، ۹/۴۰، اس کی سند میں محمد بن ابی محمد مجہول راوی ہے۔ (الضعفاء والمتروکین لابن جوزی، ۳/۹۶، رقم، ۳۱۷۹)

صاح' ابراہیم، لوط، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، شعیب، موسیٰ، ہارون، یونس، داؤد، سلیمان، الیسع، زکریا، عیسیٰ، یحییٰ اور بقول اکثر مفسرین ذوالکفل، ایوب اور الیاس علیہم السلام اور ان سب کے سردار حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور بہت سے ایسے رسول بھی ہیں جن کا ذکر قرآن میں نہیں کیا گیا۔ اسی وجہ سے انبیاء اور مرسلین کی تعداد میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں مشہور حدیث حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کی ہے جو تفسیر ابن مردودہ میں یوں ہے کہ آپ نے پوچھا: یا رسول اللہ! انبیاء کتنے ہیں؟ فرمایا ایک لاکھ چوبیس ہزار۔ میں نے پوچھا کہ ان میں رسول کتنے ہیں؟ فرمایا "تین سو تیرہ بہت بڑی جماعت" میں نے پھر دریافت کیا سب سے پہلے کون سے ہیں؟ فرمایا "آدم علیہ السلام" میں نے کہا کیا وہ بھی رسول تھے؟ فرمایا: ہاں اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ہاتھ سے پیدا کیا پھر ان میں اپنی روح پھونکی پھر درست اور ٹھیک ٹھاک کیا" پھر فرمایا: "اے ابوذر! چار سریانی ہیں: آدم، شیث، نوح اور خنوخ علیہم السلام، جن کا مشہور نام ادریس ہے۔ انہی نے پہلے قلم سے خط لکھا۔ چار عربی ہیں۔ ہوذ صالح، شعیب علیہم السلام اور تمہارے نبی ﷺ۔ اے ابوذر! بنو اسرائیل میں پہلے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام ہیں اور آخری حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہیں تمام نبیوں میں سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری نبی تمہارے نبی ہیں۔" ① اس پوری حدیث کو جو بہت طویل ہے، حافظ ابو حاتم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب الانواع والتقاسیم میں روایت کیا ہے جس پر صحت کا نشان دیا ہے لیکن ان کے برخلاف امام ابو الفرج ابن جوزی رحمہ اللہ اسے بالکل موضوع بتلاتے ہیں اور ابراہیم بن ہشام اس کے ایک راوی پر وضاع ہونے کا وہم کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ائمہ جرح و تعدیل میں سے بہت سے لوگوں نے ان پر اس حدیث کی وجہ سے کلام کیا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ لیکن یہ حدیث دوسری سند سے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے ② لیکن اس میں معان بن رفاعہ سلامی ضعیف ہیں اور علی بن یزید بھی ضعیف ہیں اور قاسم بن عبد الرحمن بھی ضعیف ہیں اور ایک حدیث ابو یعلیٰ میں ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے آٹھ ہزار نبی بھیجے ہیں چار ہزار بنو اسرائیل کی طرف اور چار ہزار باقی اور لوگوں کی طرف۔" ③ یہ حدیث بھی ضعیف ہے اس میں ربذی اور اس کے استاد قاشی دونوں ضعیف ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ابو یعلیٰ کی ایک اور حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا "آٹھ ہزار انبیاء میرے بھائی گزر چکے ہیں ان کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام آئے ان کے بعد میں آیا ہوں۔" ④ اور حدیث میں ہے "میں آٹھ ہزار نبیوں کے بعد آیا ہوں جن میں سے چار ہزار تو نبی اسرائیل میں سے تھے۔" ⑤ یہ حدیث اس سند سے غریب تو ضرور ہے لیکن اس کے تمام راوی معروف ہیں اور سند میں کوئی خوف نہیں بجز احمد بن طارق کے ان کے بارے میں مجھے کوئی علالت یا جرح نہیں ملی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

- ① ابن حبان، ۳۶۱ و سندہ ضعیف جداً؛ حلیۃ الاولیاء، ۱/۱۶۶، اس کی سند میں ابراہیم بن ہشام بن یحییٰ بن الغسانی الدمشقی مجروح راوی ہے۔ ابوحاتم نے اسے کذاب (الجرح والتعدیل، ۳/۱۴۲، رقم ۴۶۹) امام ذہبی نے متروک کہا ہے (المیزان، ۱۷۹/۷، رقم، ۹۵۲۲) جس کی وجہ سے یہ روایت سخت ضعیف ہے۔ ② احمد، ۵/۲۶۵، ۲۶۶ و سندہ ضعیف؛ طبرانی، ۷۸۷؛ مجمع الزوائد، ۱/۱۵۹، اس روایت میں معان بن رفاعہ (الضعفاء والمتروکین، ۳/۱۲۶، رقم، ۳۳۵۳) علی بن یزید (مجمع الزوائد، ۱/۱۵۹) اور قاسم ابو عبد الرحمن ضعیف راوی ہیں جیسا کہ ان کثیر نے ذکر کیا جس کی وجہ سے یہ روایت سخت ضعیف ہے۔
- ③ مسند ابی یعلیٰ، ۴۱۳۲؛ مجمع الزوائد، ۸/۲۱۰، اس کی سند میں موسیٰ بن عبیدۃ الربذی اور یزید الرقاشی ضعیف راوی ہیں (مجمع الزوائد، ۸/۲۱۰) جس کی وجہ سے یہ روایت بھی سخت ضعیف ہے۔ ④ مسند ابی یعلیٰ، ۴۰۹۲؛ مجمع الزوائد، ۸/۲۱۱، اس روایت میں محمد بن ثابت العبیدی لیکن الحدیث راوی ہے۔ (التقریب، ۲/۱۴۹) جبکہ یزید الرقاشی ضعیف (التقریب، ۲/۳۶۱) ہے۔
- ⑤ حلیۃ الاولیاء، ۳/۱۶۲؛ اس کی سند مسلم بن خالد کی وجہ سے ضعیف ہے۔

ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ والی طویل حدیث جو انبیاء کی گنتی کے بارے میں ہے اسے بھی سن لیجئے آپ فرماتے ہیں میں مسجد میں آیا اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم تھا تشریف فرما تھے میں بھی آپ کے پاس بیٹھ گیا اور کہا آپ نے نماز کا حکم دیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہاں وہ بہتر چیز ہے چاہے کوئی زیادتی کرے چاہے کسی۔“ میں نے کہا حضور! کون سے اعمال افضل ہیں؟ فرمایا ”اللہ پر ایمان لانا“ اس کی راہ میں جہاد کرنا۔“ میں نے کہا: حضور! کونسا مؤمن افضل ہے؟ فرمایا ”سب سے اچھے اخلاق والا۔“ میں نے کہا حضور! کونسا مسلمان اعلیٰ ہے؟ فرمایا ”جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان سلامت رہیں۔“ میں نے پوچھا کہ کونسی ہجرت افضل ہے؟ فرمایا ”برائیوں کو چھوڑ دینا۔“ میں نے پوچھا کہ کونسی نماز افضل ہے؟ فرمایا ”لبے قنوت والی۔“ میں نے پوچھا کہ کونسا روزہ افضل ہے؟ فرمایا ”فرض کفایت کرنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس بہت بڑھا چڑھا اجر و ثواب ہے۔“ میں نے پوچھا کہ کونسا جہاد افضل ہے؟ فرمایا ”جس کا گھوڑا بھی کاٹ دیا جائے اور خود اس کا بھی خون بہا دیا جائے۔“ میں نے کہا کہ کونسا غلام آزاد کرنا افضل ہے؟ فرمایا ”جس قدر گراں قیمت ہو اور مالک کو زیادہ پسند ہو۔“ میں نے پوچھا کہ کونسا صدقہ افضل ہے؟ فرمایا ”کم مال والے کا کوشش کرنا اور چپکے سے محتاج کو دے دینا۔“ میں نے کہا قرآن میں سب سے بڑی آیت کونسی ہے؟ فرمایا ”آیت الکرسی“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے ابو ذر! ساتوں آسمان کرسی کے مقابلہ میں ایسے ہیں جیسے کوئی حلقہ کسی چٹیل میدان کے مقابلہ میں اور عرش کی فضیلت کرسی پر بھی ایسی ہے جیسے وسیع میدان کی حلقہ پر۔“ میں نے کہا حضور! انبیاء کتنے ہیں؟ فرمایا ”ایک لاکھ چوبیس ہزار۔“ میں نے کہا ان میں سے رسول کتنے ہیں؟ فرمایا ”تین سو تیرہ بہت بڑی پاک جماعت۔“ میں نے پوچھا سب سے پہلے کون ہیں؟ فرمایا ”آدم علیہ السلام۔“ میں نے کہا وہ بھی نبی رسول تھے؟ فرمایا ”ہاں انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور اپنی روح ان میں پھونکی اور انہیں صحیح تر بنایا۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سنو! ”چار تو سریانی ہیں۔ آدم، شیث، خنوخ اور یہی اور یس علیہ السلام ہیں جنہوں سب سے پہلے قلم سے لکھا اور نوح علیہ السلام اور چار عربی ہیں۔ ہود، شعیب، صالح علیہ السلام اور تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم۔ سب سے پہلے رسول حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور سب سے آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔“ میں نے پوچھا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے کتا میں کس قدر نازل فرمائی ہیں؟ فرمایا ”ایک سو چار“ حضرت شیث علیہ السلام پر پچاس صحیفے اور حضرت خنوخ علیہ السلام پر تیس صحیفے، حضرت ابراہیم علیہ السلام پر دس صحیفے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات سے پہلے دس صحیفے اور تورات، انجیل، زبور اور فرقان۔“ میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! حضرت ابراہیم علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا؟ فرمایا ”اس کا کل یہ تھا اے مسلط کیے ہوئے بادشاہ متیلی مغرور میں نے تجھے دنیا جمع کرنے اور ملامت کرکھنے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اس لئے کہ تو مظلوم کی پکار کو میرے سامنے سے ہٹا دے اگر میرے پاس پہنچے تو میں اسے رد نہ کروں گا گو وہ مظلوم کا فرہی ہو اور ان میں مثالیں بھی تھیں یہ کہ عاقل کو لازم ہے کہ وہ اپنے اوقات کے کئی حصے کرے ایک وقت اپنے نفس کا حساب لے ایک وقت اللہ کی صفت میں غور کرے ایک وقت اپنے کھانے پینے کی فکر کرے عاقل کو تین چیزوں کے سوا کسی میں اپنے آپ کو منہمک نہ کرنا چاہیے یا تو توشہ آخرت یا حصول معاش یا غیر حرام چیزوں سے سرور و لذت۔ عاقل کو چاہئے کہ اپنا وقت دیکھتا رہے اپنے کام میں لگا رہے۔ اپنی زبان کی نگہداشت کرنے جو شخص اپنے قول کو اپنے فعل سے ملاتا رہے گا وہ بہت کم گو ہوگا۔ کلام وہی کرو جو تمہیں نفع دے۔“ میں نے پوچھا موسیٰ علیہ السلام کے صحیفوں میں کیا تھا؟ فرمایا ”سراسر عبرتیں مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو موت کا یقین رکھتا ہے پھر مست ہے، تقدیر کا یقین رکھتا ہے پھر ہائے ہائے میں پڑا ہوا ہے دنیا کی بے ثباتی دیکھتا ہے پھر اس پر اطمینان کئے ہوئے ہے قیامت کے دن کے حساب کو جانتا ہے پھر بے عمل ہے۔“ میں نے کہا حضور! اگلے انبیاء کی کتابوں میں جو تھا اس میں سے کچھ ہماری کتاب میں ہمارے ہاتھوں میں ہے؟

آپ نے فرمایا ”ہاں بڑھو (قَدْ أَفْلَحَ مَنْ تَوَكَّلَىٰ) ﴿۱﴾ آخروسورت تک۔“ میں نے کہا: حضور! مجھے وصیت کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”میں تجھے اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کی وصیت کرتا ہوں یہی تیرے کام کا سر ہے۔“ میں نے کہا: یا رسول اللہ! کچھ اور بھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”تلاوت قرآن اور ذکر اللہ میں مشغول رہو وہ تیرے لئے آسمانوں میں ذکر کا اور زمین میں نور کا باعث ہو گا۔“ میں نے پھر کہا: حضور! اور زیادہ فرمائیے فرمایا ”خبردار زیادہ ہنسی سے بچو وہ دل کو مرہ کر دیتی ہے اور چہرہ کا نور دور کر دیتی ہے“ میں نے کہا اور زیادہ فرمائیے فرمایا ”جہاد میں مشغول رہ میری امت کی رہبانیت اور درویشی یہی ہے۔“ میں نے کہا اور وصیت کیجئے۔ فرمایا ”سوائے بھلی بات کہنے کے زبان بند رکھا کر اس سے شیطان بھاگ جائے گا اور دینی کاموں میں بڑی تائید ہوگی۔“ میں نے کہا کچھ اور بھی فرمادیتجئے۔ فرمایا ”اپنے سے نیچے درجے کے لوگوں کو دیکھا کر اور اپنے سے اعلیٰ درجے کے لوگوں پر نظریں نہ ڈال اس سے تیرے دل میں اللہ کی نعمتوں کی عظمت ہوگی۔“ میں نے کہا مجھے اور زیادہ نصیحت کیجئے فرمایا ”مسکینوں سے محبت رکھ اور ان کے ساتھ بیٹھ اس سے اللہ کی رحمتیں تجھے بہت بڑی معلوم ہوں گی۔“ میں نے کہا اور فرمائیے۔ فرمایا ”قربت داروں سے ملنا وہ گوہ تجھ سے نہ ملیں۔“ میں نے کہا اور۔ فرمایا ”حق گوئی کر گوہ کسی کو کڑوی لگے۔“ میں نے اور بھی نصیحت طلب کی۔ فرمایا ”اللہ تعالیٰ کے بارے ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کر۔“ میں نے کہا اور فرمائیے۔ فرمایا ”اپنے عیبوں پر نظر ڈال کر دوسروں کی عیب گیری سے باز آ جا۔“ پھر میرے سینے پر آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک رکھ کر فرمایا ”اے ابو ذر! تدبیر کے برابر کوئی عقلمندی نہیں اور حرام سے رک جانے کے برابر کوئی پرہیزگاری نہیں اور اچھے اخلاق جیسا کوئی نسب نہیں۔“ ﴿۲﴾ مسند احمد میں بھی یہ حدیث کچھ کی کے ساتھ ہے۔ ﴿۳﴾

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کہ کیا خارجی بھی وجال کے قائل ہیں؟ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے ”میں ایک ہزار بلکہ زیادہ نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں ہر ہر نبی نے اپنی امت کو دجال سے ڈرایا ہے لیکن میرے سامنے اللہ نے اس کی وہ علامات بیان فرمائی ہیں جو کسی اور سے نہیں فرمائیں۔ سنو وہ بھینگا ہے اور رب ایسا ہو نہیں سکتا، اس کی داہنی آنکھ بھینگی کانی ہے دیدہ اوپر کواٹھا ہوا ایسا جیسے چونے کی صاف دیوار پر کسی کا کھنکار پڑا ہو اور اس کی بائیں آنکھ ایک چمکیلے ستارے جیسی ہے۔ وہ تمام زبانیں بولے گا اس کے ساتھ جنت کی صورت ہوگی سرسبز اور پانی والی اور دوزخ کی صورت ہوگی سیاہ دھونیں دار۔“ ﴿۱﴾ ایک حدیث میں ہے ”ایک لاکھ نبیوں کو ختم کرنے والا ہوں بلکہ زیادہ گا۔“ ﴿۲﴾

موسیٰ علیہ السلام کا اللہ تعالیٰ سے ہم کلام ہونا: پھر فرمایا ”موسیٰ علیہ السلام سے خود اللہ نے صاف طور پر کلام کیا یہ ان کی خاص صفت ہے کہ وہ کلم اللہ تھے“ ایک شخص ابو بکر بن عیاش رضی اللہ عنہ کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ ایک شخص اس جملہ کو یوں پڑھتا ہے ”وَكَلَّمَ اللَّهُ مُوسَىٰ تَخْلِيْفًا“ یعنی موسیٰ علیہ السلام نے اللہ سے بات کی ہے۔ اس پر آپ بہت بگڑے اور فرمایا یہ کسی کا فہم پڑھا ہوگا۔ میں نے غمش

- ﴿۱﴾ ۸۷ / الاعلیٰ: ۱۴۰۔ ۲۔ یہ روایت ابراہیم بن ہشام الغسانی کے ضعف (الجرح والتعديل، ۱۴۲/۲، رقم ۴۶۹) کی وجہ سے سخت ضعیف ہے۔ جیسا کہ پچھے گزر چکا ہے اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس پر ضعیف جدا کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (ضعیف الجامع، ۴۹۳) ﴿۳﴾ احمد، ۱۷۸/۵، ۱۷۹۔ ۱۔ احمد، ۷۹/۳، وسندہ ضعیف؛ حاکم، ۵۹۷/۲، مختصر؛ مجمع الزوائد، ۳۴۶/۷، اس روایت میں بحالد بن سعید (الضعفاء والمتروكين ابن الجوزی، ۳/۳۵) اور عبد المتعال بن عبد الوہاب (التعجيل المنفعة لابن حجر، ص، ۱۷۹) ضعیف راوی ہیں جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ ﴿۵﴾ یہ روایت بھی بحالد بن سعید کی وجہ سے ضعیف ہے۔ جیسا کہ پہلے گزر چکا ہے۔

سے، اعمش نے یحییٰ سے، یحییٰ نے عبدالرحمن سے عبدالرحمن نے علی سے، علی رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہے ﴿وَسَمِعَ اللَّهُ مَوْسَىٰ تَكْلِيمًا﴾ ① غرض اس شخص کی معنوی اور لفظی تحریف پر آپ اس قدر ناراض ہوئے۔ عجب یہ کوئی معتزلی ہو اس لئے کہ معتزلہ کا یہ عقیدہ ہے کہ نہ اللہ نے موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا نہ کسی اور سے۔ کسی معتزلی نے ایک بزرگ کے سامنے اس آیت کو اسی طرح پڑھا تو انہوں نے اسے برا کہہ کر فرمایا، پھر اس آیت میں یہ بے ایمانی کیسے کرو گے؟ جہاں فرمایا ہے: ﴿وَلَمَّا جَاءَ مَوْسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ﴾ ② یعنی ”موسیٰ علیہ السلام ہمارے وعدے پر آئے اور ان سے ان کے رب نے کلام کیا“، مطلب یہ ہے کہ یہاں تو یہ تاویل و تحریف نہ چلے گی۔

ابن مردویہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جب اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تو وہ سیاہ چوٹی کا اندھیری رات میں کسی صاف پتھر پر چلنا بھی دیکھ لیتے تھے۔“ ③ یہ حدیث غریب ہے اور اس کی اسناد صحیح نہیں اور جب موقوفاً بقول ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ثابت ہو جائے تو بہت اچھی ہے۔ مستدرک حاکم وغیرہ میں ہے کہ ”کَلِمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ“ سے جب اللہ نے کلام کیا تو وہ صوف کی چادر اور صوف کی شلوار اور غیر مذہب و بوح گدھے کی کھال کی جوتیاں پہنے ہوئے تھے۔ ④

ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ایک لاکھ چالیس ہزار باتیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کیں جو سب وصیتیں تھیں پھر تو لوگوں کا کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام سے سنا نہیں جاتا تھا کیونکہ کانوں میں اسی پاک کلام کی گونج تھی۔ ⑤ اس کی سند بھی ضعیف ہے پھر اس میں انقطاع بھی ہے۔ ایک اثر ابن مردویہ وغیرہ میں ہے حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں طور والے دن حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جو کلام اللہ نے کیا اس کی صفت جس دن پکارا تھا اس کلام کی صفت سے الگ تھی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس کا مجید معلوم کرنا چاہا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا موسیٰ! ابھی تو میں نے دس ہزار زبانوں کے برابر کی قوت سے کلام کیا ہے حالانکہ مجھے تمام زبانوں کی قوت ہے بلکہ ان سب سے بھی زیادہ۔ بنو اسرائیل آپ سے صفت کلام ربانی جب پوچھنے لگے تو آپ نے فرمایا میں تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔ انہوں نے کہا اچھا کوئی تشبیہ تو بیان کرو۔ آپ نے فرمایا تم نے کزاکے کی آواز سنی ہوگی وہ اس کے مشابہ تھی لیکن وہی نہ تھی۔ ⑥ اس کے ایک راوی فضل رقاشی ضعیف ہیں اور بہت ہی ضعیف ہیں۔ حضرت کعب بن علقمہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا تمام زبانوں سے سوا اپنے کلام کے تو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے پوچھا باری تعالیٰ یہ تیرا کلام ہے؟ فرمایا نہیں اور نہ تو میرے کلام کی استقامت کر سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اے رب! تیری مخلوق میں سے کسی کا کلام تیرے کلام کے مشابہ ہے؟ =

① مجمع الزوائد، ۱۲/۷، ۱۳، المعجم الأوسط للطبرانی، ۸۶۰۳۔ عیسیٰ کہتے ہیں اس روایت میں احمد بن عبد الجبار بن یسویں ضعیف راوی ہے۔ (مجمع الزوائد حوالہ سابق) ② ۷/ الاعراف: ۱۴۲۔

③ مجمع الزوائد، ۸/۲۰۳؛ عیسیٰ کہتے ہیں اس روایت میں حسن بن ابی جعفر الجعفی متروک راوی ہے۔ (مجمع الزوائد حوالہ سابق)

④ حاکم، ۲/۳۷۹، مسندہ ضعیف جداً، ترمذی، کتاب اللباس، باب ماجاء فی لبس الصوف، ۱۷۳۴، مسندہ ضعیف جداً،

الشریعة للآجری، ص ۳۲۶، الضعفاء للمقبلی، ۹۷؛ الکامل، ۲/۱۷۹؛ الآمالی لابن شامین، ۲/۶۶؛ ذیل تاریخ بغداد، ۱۰/۱۲۵/۲؛

تاریخ دمشق، ۱۷/۱۶۱/۱، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت پر ضعیف جداً کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (السلسلۃ الضعیفہ ۱۲۴۰)

⑤ المعجم الأوسط، ۳۹۴۹؛ اس کی سند میں جوہیر بن سعید نامی راوی متروک ہے (التقریب، ۱/۱۳۶، رقم، ۱۳۱، الضعفاء

والمتروکین، ۱/۱۷۷، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت پر ضعیف جداً کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (السلسلۃ الضعیفہ، ۵۲۵۸)

⑥ مجمع الزوائد، ۸/۲۰۴، البزار، ۲۳۵۳؛ روایات الشریعة للآجری، ص ۳۲۶، الموضوعات، ۱/۱۱۲ مرفوعاً مرقوم ہے

جب کہ منقوف اور موضوع روایات میں فضل بن عیسیٰ الرقاشی سخت ضعیف راوی ہے (المیزان، ۵/۴۳۱، رقم ۶۸۴۶)

لَكِنَّ اللَّهَ يَشْهَدُ بِمَا أَنْزَلَ إِلَيْكَ بِعِلْمِهِ وَالْمَلِكَةُ يُشْهَدُونَ ۖ وَكَفَى
 بِاللَّهِ شَهِيدًا ۗ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا ضَلَالًا
 بَعِيدًا ۗ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا وَظَلَمُوا لَمْ يَكُنِ اللَّهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ
 طَرِيقًا ۗ إِلَّا طَرِيقَ جَهَنَّمَ خُلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۗ وَكَانَ ذَلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۗ
 يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الرَّسُولُ بِالْحَقِّ مِنْ رَبِّكُمْ فَآمِنُوا خَيْرًا لَكُمْ ۗ وَإِنْ
 تَكْفُرُوا فَإِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ وَكَانَ اللَّهُ عَلِيمًا حَكِيمًا ۗ

ترجمہ: جو کچھ تیری طرف اتارا ہے اس کی بابت خود اللہ گواہی دیتا ہے کہ اسے اپنے علم سے اتارا ہے اور فرشتے بھی گواہی دیتے ہیں اور کافی ہے اللہ گواہ۔ [۱۶۶] جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ کی راہ سے اوروں کو روکا وہ یقیناً گمراہی میں دوڑ گئے۔ [۱۶۷] جن لوگوں نے کفر کیا اور ظلم کیا انہیں اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز نہ بخشنے کا اور نہ انہیں کوئی راہ دکھائے گا۔ [۱۶۸] جو جنہم کی راہ کے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ پڑے رہیں گے اور یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے۔ [۱۶۹] اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق لے کر رسول آ گیا ہے پس تم ایمان لاؤ تاکہ تمہارے لئے بہتری ہو اور اگر تم کافر ہو گئے تو اللہ ہی کی ہے ہر وہ چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اور اللہ دانا ہے حکمت والا ہے۔ [۱۷۰]

= فرمایا نہیں سوائے سخت تر کر کے۔

یہ روایت بھی موقوف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت کعب بن علیؓ اگلی کتابوں سے روایت کیا کرتے تھے جن میں بنو اسرائیل کی حکایتیں ہر طرح کی صحیح اور غیر صحیح ہوتی ہیں۔ رسول ہی ہیں جو اللہ کی اطاعت کرنے والوں اور اس کی رضا مندی کے متلاشیوں کو جنتوں کی خوشخبریاں دیتے ہیں اور اس کے فرمان کا خلاف کرنے والوں اور اس کے رسولوں کو جھٹلانے والوں کو عذاب و سزا سے ڈراتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتابیں جو نازل فرمائی ہیں اور اپنے رسول جو بھیجے ہیں اور ان سے اپنی مرضی نامرضی جو معلوم کرائی ہے یہ اس لئے کہ کسی کو کوئی حجت یا کسی کا کوئی عذر باقی نہ رہ جائے جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ أَنَا أَهْلُكُمْ بِعَذَابٍ مِّنْ قَبْلِهِ﴾ ① یعنی ”اگر ہم انہیں اس سے پہلے ہی اپنے عذاب سے ہلاک کر دیتے تو وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ اے ہمارے رب! تو نے ہماری طرف رسول کیوں نہیں بھیجے جو ہم ان کی باتیں ماننے اور اس ذلت و رسوائی سے بچ جاتے۔“

اسی جیسی یہ آیت بھی ہے ﴿وَلَوْ لَا أَن تَصِيبُهُمْ﴾ ② صحیح بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ سے زیادہ باغیرت کوئی نہیں ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے تمام برائیوں کو حرام کیا ہے خواہ ظاہر ہوں خواہ پوشیدہ اور ایسا بھی کوئی نہیں جسے بہ نسبت اللہ کے مدح زیادہ پسند ہو یہی وجہ ہے کہ اس نے خود اپنی مدح آپ کی ہے اور کوئی ایسا نہیں ہے جسے اللہ سے زیادہ عذر پسند ہو اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کو خوشخبریاں سنانے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجا۔“ ③ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں =

① ۲۰ / طہ: ۱۳۴۔ ② ۲۸ / القصص: ۴۷۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، باب قوله تعالیٰ ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَظْهَرًا مِنْهَا وَمَبْطُنًا﴾ ۴۶۳۴؛ صحیح مسلم، ۲۷۶۰؛ ترمذی ۳۵۳؛ السنن الكبرى للنسائی، ۱۱۱۷۳؛ ابن حبان، ۲۹۴؛ احمد، ۱/۳۸۱؛ ابن ابی شیبہ، ۱/۲۴۷؛ عبدالرزاق، ۱۹۲۵؛ شرح السنة، ۲۳۷۳؛ مسند ابی یعلیٰ، ۵۱۶۹؛ حلیۃ الاولیاء، ۵/۴۳؛ طبرانی، ۱۰۴۴۱۔

يَٰ أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ وَلَا تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ ۗ إِنَّمَا الْمَسِيحُ
عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُولُ اللَّهِ وَكَلَّمَتْهُ ۗ أَلْقَاهَا إِلَى مَرْيَمَ وَرَوْحٌ مِّنْهُ ۗ فَامِنُوا
بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ ۗ وَلَا تَقُولُوا ثَلَاثَةٌ ۗ إِنْتَهُمَا خَيْرٌ لَّكُمْ ۗ إِنَّمَا اللَّهُ إِلَهٌ وَاحِدٌ ۗ
سُبْحٰنَهُ أَنْ يَكُونَ لَهُ وَلَدٌ ۗ لَّهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۗ وَكَفَى بِاللَّهِ

وَكَيْلًا ۝

ترجمہ: اے اہل کتاب اپنے دین کے بارے میں حد سے نہ گزرا جاؤ اور اللہ پر بجز حق کے اور کچھ نہ کہو۔ مسیح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام تو صرف اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور اس کے حکم ہیں جسے مریم علیہا السلام کی طرف ڈال دیا تھا اور اس کے پاس کی روح ہے پس تم اللہ کو اور اس کے سب رسولوں کو مانو۔ اور نہ کہو کہ رب تین ہیں اس سے باز آ جاؤ کہ تمہارے لئے بہتری ہے۔ اللہ عبادت کے لائق تو صرف ایک ہی ہے اور وہ اس سے پاک ہے کہ اس کی اولاد ہو اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اور اللہ بس ہے کام بنانے والا۔ [۱۷۱]

= کہ ”اسی وجہ سے اس نے رسول بھیجے اور کتابیں اتاریں۔“ ①

اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے پیغمبر کی رسالت کے گواہ ہیں: [آیت: ۱۶۶-۱۷۰] چونکہ پچھلی آیتوں میں حضور ﷺ کی نبوت کا ثبوت تھا اور آپ ﷺ کی نبوت کے منکروں کا رد تھا اس لیے یہاں فرماتا ہے کہ کچھ لوگ تجھے جھٹلائیں، تیری مخالفت کریں گے لیکن اللہ خود ہی تیری رسالت کا شاہد ہے وہ فرماتا ہے کہ اس نے اپنی پاک کتاب قرآن مجید کو فرقان حمید کو تجھ پر نازل فرمایا ہے جس کے پاس باطل پھٹک ہی نہیں سکتا۔ اس میں ان چیزوں کا علم ہے جس پر اس نے اپنے بندوں کو مطلع فرمانا چاہا یعنی دلیلین ہدایت اور فرقان اور اللہ کی رضامندی اور ناراضی کے احکام اور گزشتہ کی اور آئندہ کی خبریں اور اللہ جبارک و تعالیٰ کی وہ مقدس صفیتیں جنہیں نہ تو کوئی نبی مرسل جانتا ہے اور نہ کوئی مقرب فرشتہ بجز اس کے کہ وہ خود معلوم کرائے۔ جیسے ارشاد ہے۔ ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهِ إِلَّا بِمَا شَاءَ﴾ ② اور فرمان ہے۔ ﴿وَلَا يُحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾ ③

عطاء بن سائب رضی اللہ عنہ جب ابو عبد الرحمن سلمی رضی اللہ عنہ سے قرآن شریف پڑھ چکے ہیں تو آپ فرماتے ہیں تو نے اللہ تعالیٰ کا علم لیا ہے پس آج تجھ سے افضل کوئی نہیں بجز اس کے جو عمل میں تجھ سے بڑھ جائے پھر آپ نے آیت ﴿انزَلْنَا بِعِلْمِهِ﴾ سے آخر تک پڑھی۔ پھر فرماتا ہے کہ اللہ کی شہادت کے ساتھ ہی ساتھ فرشتوں کی شہادت بھی ہے کہ جو تیرے پاس آیا ہے جو وحی تجھ پر اتاری ہے وہ بالکل سچ اور سراسر حق ہے۔ یہودیوں کی ایک جماعت حضور ﷺ کے پاس آتی ہے تو آپ فرماتے ہیں اللہ کی قسم مجھے پختہ طور پر معلوم ہے کہ تم میری رسالت کا علم رکھتے ہو۔ ان لوگوں نے اس کا انکار کر دیا پس اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری۔ ①

پھر فرماتا ہے جن لوگوں نے کفر کیا حق کی اتباع نہ کی بلکہ اور لوگوں کو بھی راہ حق سے روکتے رہے یہ صحیح راہ سے ہٹ گئے ہیں اور

① صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب غیرة الله تعالى وتحريم الفواحش، ۲۷۶۰۔

② البقرة: ۲۵۵۔ ③ طہ: ۱۱۰۔

④ الطبری، ۴۰۹/۹، اس روایت میں محمد بن ابی محمد مجہول راوی ہے (الضعفاء والمترکین ۳/۹۶ رقم ۳۱۷۹)

حقیقت سے الگ ہو گئے ہیں اور ہدایت سے کھو دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ جو ہماری آنتوں کے منکر ہیں ہماری کتاب کو نہیں مانتے اپنی جان پر ظلم کرتے ہیں ہماری راہ سے روکتے اور رکتے ہیں ہمارے منہج کردہ کاموں کو کر رہے ہیں ہمارے احکام سے روگرداں ہیں انہیں ہم نہ بخشیں گے نہ خیر بھلائی کی طرف ان کی رہنمائی کریں گے۔ ہاں انہیں جہنم کا راستہ دکھا دیں گے جس میں وہ ہمیشہ پڑے رہیں گے۔ لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے حق کو لے کر اللہ کے رسول ﷺ آگئے تم اس پر ایمان لاؤ اور اس کی فرماں برداری کرو یہی تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تم سے بے نیاز ہے تمہارا ایمان نہ اسے نفع پہنچائے نہ تمہارا کفر اسے ضرر پہنچائے۔ زمین و آسمان کی تمام چیزیں اس کی ملکیت میں ہیں۔ یہی قول حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے تھا کہ تم اور روئے زمین کے تمام لوگ بھی اگر کفر پر اجماع کر لیں تو اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے وہ تمام جہان سے بے پرواہ ہے وہ علیم ہے جانتا ہے کہ مستحق ہدایت کون ہے اور مستحق ضلالت کون ہے؟ وہ حکیم ہے اس کے اقوال اس کے افعال اس کی شرع اس کی تقدیر سب حکمت سے پر ہیں۔

عیسائیوں کا غلو: [آیت: ۱۷۱] اہل کتاب کو زیادتی اور حد سے آگے بڑھ جانے سے اللہ تعالیٰ روک رہا ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں حد سے گزر گئے تھے اور نبوت سے بڑھا کر الہی مقام تک پہنچا رہے تھے۔ بجائے اطاعت کے عبادت کرنے لگے تھے بلکہ اور بزرگان دین کی نسبت بھی ان کا عقیدہ خراب ہو چکا تھا وہ انہیں بھی جو عیسوی دین کے عالم اور عامل تھے معصوم محض جاننے لگے تھے اور یہ خیال کر لیا تھا کہ جو کچھ یہ ائمہ دین کہہ دیں اس کا ماننا ہمارے ذمہ ضروری ہے سچ جھوٹ حق و باطل اور ہدایت و ضلالت کے پرکھنے کا کوئی حق ہمیں حاصل نہیں جس کا ذکر قرآن کی اس آیت میں ہے ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُءَسَاءَهُمْ أَرْبَابًا مِّنْ دُونِ اللَّهِ﴾ ① مسند احمد میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا ”مجھے تم ایسا نہ بڑھانا جیسے نصاریٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بڑھایا۔ میں تو صرف ایک بندہ ہوں پس تم مجھے عبد اللہ اور رسول اللہ کہنا۔“ ② یہ حدیث بخاری وغیرہ میں بھی ہے۔ ③ مسند کی اور حدیث میں ہے کہ کسی شخص نے آپ سے کہا: اے محمد! اے ہمارے سردار! اور سردار کے لڑکے! اے ہمارے سب سے بہتر اور بہتر کے لڑکے! آپ ﷺ نے فرمایا ”لوگو! اپنی بات کا خود خیال کر لیا کرو تمہیں شیطان ادھر ادھر نہ کر دے۔ میں محمد بن عبد اللہ ہوں میں رب کا غلام اور اس کا رسول ہوں قسم اللہ کی میں نہیں چاہتا کہ تم مجھے میرے مرتبے سے بڑھا دو۔“ ④

پھر فرماتا ہے اللہ پر افتراء نہ باندھو اس کی بیوی اور اولاد نہ مقرر کرو اللہ اس سے پاک ہے اس سے دور ہے اس سے بلند و بالا ہے اس کی بڑائی اور عزت میں کوئی اس کا شریک نہیں اس کے سوا نہ تو کوئی معبود ہے نہ رب۔ مسیح عیسیٰ بن مریم رسول اللہ ہیں وہ اللہ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہیں اور اس کی مخلوق ہیں وہ صرف کلمہ کن کے کہنے سے پیدا ہوئے ہیں جس کلمہ کو لے کر حضرت جبریل علیہ السلام حضرت مریم صدیقہ علیہا السلام کے پاس گئے اور رب کی اجازت سے اسے ان میں پھونک دیا۔ پس حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے چونکہ محض اسی کلمہ سے بغیر باپ کے آپ پیدا ہوئے اور اسی خصوصیت سے کلمہ اللہ کہا گیا۔ قرآن کی اور آیت میں ہے ﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ﴾ ⑤ یعنی ”مسیح بن مریم علیہ السلام صرف رسول اللہ ہیں ان سے پہلے بھی بہت سے رسول گزر چکے ہیں ان کی والدہ سچی ہیں

① ۹/ التوبة: ۳۱۔ ② احمد، ۱/ ۲۳، وهو صحيح بالشواهد يه روايت صحيح درجہ کی ہے۔ (الموسوعة الحديثية، ۱/ ۲۹۵)

③ صحيح بخاری، كتاب احاديث الانبياء، باب قول الله تعالى ﴿واذكرفي الكعب مریم اذا نزلت من اهلها﴾ ۱۳۴۴۵ مسند حمیدی ۲۷؛ احمد، ۱/ ۲۳؛ ابونعلی، ۱۵۳؛ ابن حبان، ۶۲۳۹۔ ④ احمد، ۳/ ۱۵۳، وسنده صحيح؛ السنن الكبرى للنسائي، ۱۰۰۷۸؛ ابن حبان، ۶۲۴۰؛ دلائل النبوة، ۵/ ۴۹۸؛ التاريخ الاوسط، ۱/ ۱۱؛ المختار للضياء ۱۲۲۷ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة، ۱۰۹۷) ⑤ ۵/ المائدة: ۷۵۔

یہ دونوں کھانا کھایا کرتے تھے۔ اور آیت میں ہے۔ ﴿إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ﴾ ① الخ ”عیسیٰ علیہ السلام کی مثال اللہ کے نزدیک آدم علیہ السلام کی طرح ہے جسے مٹی سے بنا کر فرمایا ہو جاپس وہ ہو گیا۔“ قرآن کریم اور جگہ فرماتا ہے ﴿وَاللَّيْلِ أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا﴾ ② ”جس نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی اور ہم نے اپنی رُوح پھونکی اور خود اسے اپنے کولوگوں کے لئے نشان بنایا۔“ اور جگہ فرمایا ﴿وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ﴾ ③ سے آخر سورت تک۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بابت اور آیت میں ہے ﴿إِنَّ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ﴾ ④ ”وہ ہمارا ایک بندہ تھا جس پر ہم نے انعام کیا تھا۔ پس یہ مطلب نہیں کہ خود کلمہ رب عیسیٰ علیہ السلام بن گیا بلکہ یہ کہ کلمہ رب سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ نے ﴿إِذْ قَالَتِ الْمَلَائِكَةُ﴾ کی تفسیر میں جو کہا ہے اس سے یہ مراد ٹھیک ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ جو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی معرفت پھونکا گیا اس سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ صحیح بخاری میں ہے ”جس نے اللہ کے ایک اور لاشریک ہونے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے عبد و رسول ہونے کی اور عیسیٰ علیہ السلام کے عبد و رسول ہونے کی گواہی دی اور یہ مانا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے کلمہ سے تھے جو حضرت مریم علیہا السلام کی طرف ڈالا گیا تھا اور اللہ کی پھونکی ہوئی رُوح تھے اور جس نے جنت دوزخ کو برحق مانا وہ خواہ کیسے ہی اعمال پر ہو اللہ تعالیٰ برحق ہے کہ اسے جنت میں لے جائے۔“ ⑤ اور روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ ”جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس سے چاہے داخل ہو جائے۔“ ⑥ جیسا کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام کو آیت وحدیث میں ﴿رُوحٌ مِّنْهُ﴾ کہا ہے ایسے ہی قرآن کی ایک آیت میں ہے ﴿وَسَخَّرْنَا لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مِّنْهُ﴾ ⑦ ”اس نے سخر کیا تمہارے لئے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے تمام کا تمام اپنی طرف سے“ یعنی اپنی مخلوق سے اور اپنے پاس سے یہی مطلب ﴿رُوحٌ مِّنْهُ﴾ کا ہے یعنی اپنی مخلوق اور اپنے پاس کی رُوح سے پس لفظ ”من“ جمعیت کے لئے نہیں جیسے ملعون نصرانیوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کا ایک جزو تھے بلکہ من ابتدا کے لئے ہے جیسے کہ دوسری آیت میں ہے۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ﴿رُوحٌ مِّنْهُ﴾ سے مراد ”رُسُولٌ مِّنْهُ“ ہے اور لوگ کہتے ہیں ”مُحِبَّةٌ مِّنْهُ“ لیکن زیادہ ظاہر پہلا قول ہے یعنی آپ علیہ السلام پیدا کئے گئے ہیں رُوح سے جو خود اللہ کی مخلوق ہے پس آپ کو رُوح اللہ کہا گیا ہے جیسے ناطقہ اللہ اور بیت اللہ کہا گیا ہے یعنی صرف شرافت کے اظہار کے لئے اپنی طرف نسبت کی۔ اور حدیث میں بھی ہے کہ ”میں اپنے رب کے پاس اس کے گھر میں جاؤں گا۔“ پھر فرماتا ہے کہ تم اسکا یقین کر لو کہ اللہ واحد ہے بیوی بچوں سے پاک ہے اور یقین مان لو کہ جناب عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے غلام اللہ کی مخلوق اور اس کے برگزیدہ رسول ہیں۔ تم تین نہ کہو یعنی حضرت عیسیٰ اور مریم علیہما السلام کو شریک الہی نہ بناؤ اللہ تعالیٰ شریک سے میرا ہے۔ سورہ مائدہ میں فرمایا ﴿لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ﴾ ⑧ الخ یعنی ”جو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تین میں کا تیسرا ہے وہ کافر ہو گئے“ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے اس کے سوا کوئی اور لائق عبادت نہیں۔“ سورہ مائدہ کے آخر میں ہے کہ قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے سوال ہوگا کہ اپنی اور اپنی والدہ کی عبادت کا حکم لوگوں کو تم نے دیا تھا؟ آپ صاف طور پر انکار کر دیں گے۔ نصرانیوں کا اس بارے میں کوئی ضابطہ ہی نہیں ہے وہ بے طرح بھٹک رہے ہیں اور اپنے آپ کو بر باد کر رہے ہیں ان میں سے =

① ۳/ال عمران: ۵۹۔ ② ۲۱/ال انبیاء: ۹۱۔ ③ ۶۶/التحریم: ۱۲۔ ④ ۴۳/ال زخرف: ۵۹۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول الله تعالى ﴿يا باهل الكعب لا تغلوا فی دینکم.....﴾ ۳۴۳۵، صحیح مسلم، ۲۸، احمد، ۵/۱۳۱۳، ابو عوانہ: ۹۹، الايمان لابن مندہ: ۴۴، شرح السنة: ۵۵، مسند البزار، ۲۶۸۲، السنن الكبرى للنسائی، ۱۱۱۳۲، عمل اليوم والليلة، ۱۱۳۱۔ ⑥ صحیح بخاری حوالہ سابق، ابن حبان، ۲۰۷، عمل اليوم والليلة، ۱۱۳۰۔ ⑦ ۴۵/الجاثية: ۱۳۔ ⑧ ۵/المائدة: ۷۳۔

لَنْ يَسْتَنْكِفَ الْمَسِيحُ أَنْ يَكُونَ عَبْدًا لِلَّهِ وَلَا الْمَلَائِكَةُ الْمُقَرَّبُونَ وَمَنْ
 يَسْتَنْكِفَ عَنْ عِبَادَتِهِ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ إِلَيْهِ جَمِيعًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا
 وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَيَزِيدُهُمْ مِنْ فَضْلِهِ ۗ وَأَمَّا الَّذِينَ
 اسْتَنكفوا واستكبروا فَيَعَذِّبُهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۗ وَلَا يَجِدُونَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ
 وَلِيًّا وَلَا نَصِيرًا ۝

ترجمہ: مسیح علیہ السلام کو اللہ کا بندہ ہونے میں کوئی تک و عار اور تکبر و انکار ہرگز ہو ہی نہیں سکتا اور نہ مقرب فرشتوں کو اس کی بندگی سے جو بھی دل
 چائے اور تکبر و انکار کرے پس اللہ تعالیٰ ان سب کو اکٹھا اپنی طرف جمع کرے گا۔ [۱۷۳] پس جو لوگ ایمان لائے ہیں اور شانہ اعمال
 کئے ہیں ان کو ان کا پورا پورا ثواب عنایت فرمائے گا اور اپنے فضل سے انہیں اور زیادتی دے گا۔ اور جن لوگوں نے تک و عار اور سرکشی
 و انکار کیا انہیں المناک عذاب کرے گا۔ اور وہ اپنے لئے سوائے رب کے کوئی حمایتی دوست اور امداد کرنے والا نہ پائیں گے۔ [۱۷۳]

= بعض تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خود اللہ مانتے ہیں اور بعض شریک الہی مانتے ہیں اور بعض اللہ کا بیٹا کہتے ہیں، سچ تو یہ ہے کہ اگر دس
 نصرانی جمع ہوں تو ان کے خیالات گیارہ ہوں گے۔ سعید بن بطریق اسکندری جو ۴۰۰ھ کے قریب گزر رہا ہے اس نے اور بعض انکے
 اور بڑے علمائے ذکر کیا ہے کہ قسطنطین ”بانی قسطنطنیہ“ کے زمانے میں اس زمانے کے نصرانیوں کا اس بادشاہ کے حکم سے اجتماع ہوا
 جہاں دو ہزار سے زیادہ ان کے لاٹ پادری تھے پھر اس قدر اختلاف آپس میں کیا کہ کسی بات پر ستراسی آدمیوں سے زیادہ اتفاق
 ہی نہیں کر سکتے دس کا ایک عقیدہ ہے بیس کا ایک خیال ہے چالیس اور ہی کہتے ہیں ساٹھ اور طرف جارہے ہیں غرض ہزار ہا کی تعداد
 میں سے بمشکل تین سو اٹھارہ آدمی ایک قول پر جمع ہو گئے بادشاہ نے اسی عقیدہ کو لے لیا یا تہی کو چھوڑ دیا اور اسی کی تائید و نصرت کی اور
 ان کے لئے کلیسے اور گرجے بنا دیئے اور کتابیں لکھوادیں اور قوانین ضبط کر دیئے۔ یہیں انہوں نے امانت کبریٰ کا مسئلہ گھڑا جو
 دراصل بدترین خیانت ہے۔ ان لوگوں کو ملکانیہ کہتے ہیں۔ پھر دوبارہ ان کا اجتماع ہوا اس وقت جو فرقہ بنا اس کا نام یعقوبیہ ہے۔ پھر
 تیسری مرتبہ کے اجتماع میں جو فرقہ بنا اس کا نام نسطوریہ ہے۔ یہ تینوں فرقے اقا نیم ثلاثہ کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے ثابت کرتے
 ہیں ان میں بھی باہمی اختلاف ہے اور ہر ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں اور ہمارے نزدیک تو تینوں کافر ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے
 اس سے باز آؤ یہ بازار ہنا ہی تمہارے لئے اچھا ہے اللہ تو ایک ہی ہے وہ تو حید والا ہے اس کی ذات اس سے پاک ہے کہ اس کے
 ہاں اولاد ہو تمام چیزیں اس کی مخلوق ہیں اور اس کی ملکیت میں ہیں۔ سب اس کی غلامی میں ہیں اور سب اس کے قبضے میں ہیں وہ
 ہر چیز پر دیکھتا ہے پھر مخلوق میں سے کوئی اس کی بیوی اور کوئی اس کا بچہ کیسے ہو سکتا ہے؟ دوسری آیت میں ہے ﴿بَدِيعُ السَّمَوَاتِ
 وَالْأَرْضِ اَللّٰهُ يَكُوْنُ لَهُ وَلَدٌ﴾ ① یعنی ”وہ تو آسمان و زمین کی ابتدائی آفرینش کرنے والا ہے اس کا لڑکا کیسے ہو سکتا ہے؟“
 سورہ مریم میں ﴿وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ مِنْ سِوٰنَا وَلَدًا﴾ سے ﴿قُلُوْا﴾ تک میں بھی اس کا مفصل انکار فرمایا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور تمام فرشتے اللہ کی بندگی کرتے ہیں: [آیت: ۱۷۴-۱۷۳] مطلب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام اور بہترین فرشتے =

يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُّبِينًا ۚ فَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَعَتَصُوا بِهِ فَسَيَدْخُلُهُمْ فِي رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۚ وَيَهْدِيهِمْ

إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمًا ۚ

ترجمہ: اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے سناوردلیل آچھی اور ہم نے تمہاری جانب واضح اور صاف نور اتارا دیا۔ [۱۴۳] پس جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اسے مضبوط پکڑ لیا انہیں تو وہ عنقریب اپنی رحمت اور فضل میں لے لگا اور انہیں اپنی طرف کی راہ راست دکھا دے گا۔ [۱۴۵]

= بھی اللہ کی بندگی سے تکبر اور کشیدگی نہیں کر سکتے۔ نہ یہ ان کی شان کے لائق ہے۔ بلکہ جو جس قدر مرتبے میں قریب ہوتا ہے وہ اسی قدر رب کی عبادت میں زیادہ ہوتا ہے۔ بعض لوگوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ فرشتے انسانوں سے افضل ہیں لیکن دراصل اس کا کوئی ثبوت اس آیت میں نہیں ہے۔ اس لئے یہاں ملائکہ کا عطف صبح پر ہے اور ”استکاف“ کے معنی رکنے کے ہیں اور فرشتوں میں یہ قدرت بہ نسبت صبح علیہ السلام کے زیادہ ہے اس لئے یہ فرمایا گیا اور رک جانے پر زیادہ قادر ہونے سے افضلیت لازم نہیں آتی۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ جس طرح حضرت صبح علیہ السلام کو لوگ پوجتے تھے اسی طرح فرشتوں کی بھی عبادت کرتے تھے تو اس آیت میں صبح علیہ السلام کو اللہ کی عبادت سے نہ رکنے والے بتا کر پھر فرشتوں کی بھی یہی حالت بیان کر دی ہے جس سے ثابت ہو گیا کہ جنہیں تم پوجتے ہو وہ اللہ کو پوجتے ہیں پھر ان کی پوجا کیسی؟ جیسے اور آیت میں ہے ﴿بَلْ عِبَادٌ مُّشْكُرُونَ﴾ ① اور اسی لئے یہاں بھی فرمایا کہ جو اس کی عبادت سے رکے منہ موڑے اور سرکشی کرے وہ ایک وقت اسی کے پاس لوٹنے والا ہے۔ اور اپنے بارے میں اس کا فیصلہ سننے والا ہے جو ایمان لائیں اور نیک اعمال کریں ان کا پورا ثواب بھی دیا جائے گا۔ رحمت ایزدی اپنی طرف سے بھی انعام عطا فرمائے گی۔ ابن مرویہ کی حدیث میں ہے کہ ”اجر تو یہ ہے کہ جنت میں پہنچا دیا اور زیادتی و فضل یہ ہے کہ جو لوگ قابل دوزخ ہوں انہیں بھی ان کی شفاعت ہوگی جن سے انہوں نے بھلائی اور اچھائی کی تھی“ ② لیکن اس کی سند ثابت شدہ نہیں۔ ہاں اگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے قول پر ہی اسے روایت کیا جائے تو ٹھیک ہے۔ پھر فرمایا ”جو لوگ اللہ کی عبادت و اطاعت سے رک جائیں اور اس سے تکبر کریں انہیں پروردگار دردناک عذاب کرے گا اور یہ اللہ کے سوا کسی کو ولی اور مددگار نہ پائیں گے“ جیسے اور آیت میں ہے۔ ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ لِرَبِّهِمْ لَكَنُفٌ ۚ إِنَّ الْإِنْسَانَ كَفُورٌ ۚ﴾ ③ ”جو لوگ میری عبادت سے تکبر کریں وہ ذلیل و حقیر ہو کر جہنم میں جائیں گے یعنی ان کے انکار اور ان کے تکبر کا یہ بدلہ انہیں ملے گا کہ ذلیل و حقیر اور خوار دناچار کر کے جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔“

قرآن لا جواب دلیل اور واضح نور ہے: [آیت: ۱۴۳-۱۴۵] اللہ تبارک و تعالیٰ تمام انسانوں کو فرماتا ہے کہ میری طرف سے کامل دلیل اور عذر و معذرت کو توڑ دینے والی چیز اور شک و شبہ کو الگ کرنے والی برہان تمہاری طرف نازل ہو چکی ہے اور ہم نے =

① ۲۱/ الانبیاء: ۲۶۔ ② المعجم الأوسط: (۵۷۶۶) والمعجم الكبير، (۱۰۴۶۲)، السنة لابن ابی عاصم، ۸۴۶، اس روایت میں اسطیعی بن عبداللہ الکندی نے ذہبی کہتے ہیں امش سے اس کی روایت اور بقیہ کی اس سے روایت مگر ہوتی ہے (المیزان، ۱/ ۲۳۹، رقم: ۹۰۱) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ظلال الجنة، ۸۴۶) ③ ۴۰/ المؤمن: ۶۰۔

يَسْتَفْتُونَكَ ۗ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلِمَةِ ۗ إِنِ امْرُؤٌ هَلَكَ لَيْسَ لَهُ وَكْدٌ ۖ لَكُمْ
أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۗ وَهُوَ يَرِيهَا ۗ إِن لَّمْ يَكُنْ لَهَا وَكْدٌ ۖ فَإِنْ كَانَتَا
اِثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثُ مِمَّا تَرَكَ ۗ وَإِنْ كَانُوا إِخْوَةً رِّجَالًا وَنِسَاءً فَلِلَّذَكَرِ
مِثْلُ حَظِّ الْأُنثَيَيْنِ ۗ لَكُمْ أَن تَصَلُّوا ۗ وَاللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

ترجمہ: تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تو کہہ کہ اللہ تعالیٰ خود تمہیں کلام کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔ اگر کوئی شخص مر جائے جس کی اولاد نہ ہو اور ایک بہن ہو تو اس کے لئے اس کے چھوڑے ہوئے کا آدھا حصہ ہے اور وہ بھائی اس بہن کا وارث ہوگا اگر اس کے اولاد نہ ہو۔ پس اگر بہنیں دو ہوں تو انہیں کل چھوڑے ہوئے کا دو تہائی ملے گا اور اگر کوئی شخص اس ناطے کے ہیں۔ مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کے لئے حصہ مثل دو عورتوں کے اللہ تعالیٰ تمہارے لئے بیان فرما رہا ہے ایسا نہ ہو کہ تم بہک جاؤ۔ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ [۱۷۶]

== تمہاری طرف کھلا نور صاف روشنی اور پورا اجالا اتا دیا ہے جس سے حق کی راہ صحیح طور پر واضح ہو جاتی ہے۔

ابن جریج رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں اس سے مراد قرآن کریم ہے۔ ① اب جو لوگ اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیں۔ تو کل اور بھر سہ ای پر کریں اس سے چٹ جائیں اس کی سرکار میں ملازمت کر لیں۔ مقام عبودیت اور مقام توکل میں قائم ہو جائیں تمام امور اسی کو سونپ دیں اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اللہ پر ایمان لائیں۔ اور مضبوطی کے ساتھ اللہ کی کتاب کو تقام لیں ان پر اللہ اپنا رحم کرے گا اور اپنا فضل ان پر نازل فرمائے گا۔ نعمتوں اور سرور والی جنت میں انہیں لے جائے گا ان کے ثواب بڑھادے گا ان کے درجے بلند کر دے گا اور انہیں اپنی طرف کی سیدھی اور صاف راہ دکھائے گا جو کہیں سے ٹیڑھی نہیں کہیں سے تنگ نہیں۔ پس مؤمن دنیا میں صراط مستقیم اور راہ اسلام پر ہوتا ہے اور آخرت میں راہ جنت اور راہ سلامتی پر ہوتا ہے۔

شروع تفسیر میں ایک پوری حدیث گزر چکی ہے جس میں فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ ”اللہ کی سیدھی اور اللہ کی مضبوطی قرآن ہے۔“ ②

لفظ کلامہ کی بابت صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ کا موقف: [آیت ۱۷۶] حضرت براء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سورتوں میں سب سے آخری سورت سورہ براءت اتری اور آتوں میں سب سے آخری آیت ﴿يَسْتَفْتُونَكَ﴾ اتری ہے۔ ③ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اپنی بیماری میں بے ہوش پڑا تھا جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم میری عیادت کے لئے تشریف لائے آپ نے وضو کیا اور وہ پانی مجھ پر ڈالا جس سے مجھے آفاقہ ہوا اور میں نے کہا حضور! وارثوں کے لحاظ سے میں کلامہ ہوں میری میراث کیسے بٹے گی؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے آیت فرائض نازل فرمائی۔ ④ (بخاری و مسلم) اور روایت میں اسی آیت کا ترجمہ بھی آیا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ ”لوگ تجھ سے

① الطبری، ۹/۲۸۔ ② ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن، ۲۹۰۶، وسندہ ضعیف

جداً اس روایت میں حارث الاعور ضعیف راوی ہے (التقریب، ۱/۱۶۱، رقم، ۳۹) ③ صحیح بخاری، کتاب

التفسیر، باب ﴿يَسْتَفْتُونَكَ قُلِ اللَّهُ يُفْتِيكُمْ فِي الْكَلِمَةِ﴾ ۴۶۰۵؛ صحیح مسلم، ۱۱۶۱۸؛ ابوداؤد، ۲۸۲۸؛

ترمذی، ۳۰۴۴؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۷۴۳۔ ④ صحیح بخاری، کتاب المرضی باب وضوء العائد للمریض، ۵۶۷۶؛

صحیح مسلم، ۱۱۶۱۶؛ ابوداؤد، ۲۸۸۶؛ ترمذی، ۲۰۹۷؛ ابن ماجہ، ۲۷۲۸؛ احمد، ۲۹۸/۳۔

پوچھتے ہیں۔ یعنی کلالہ کے بارے میں۔ پہلے یہ بیان گزر چکا ہے کہ لفظ کلالہ ماخوذ ہے اکلیل سے جو کہ سر کو چاروں طرف سے گھیرے ہوتا ہے۔ اکثر علمائے کمالہ نے کہا ہے کہ کلالہ وہ ہے جس میت کے لڑکے پوتے نہ ہوں اور بعض کا قول یہ بھی ہے کہ جس کے لڑکے نہ ہوں جیسے کہ آیت میں ہے۔ ﴿وَلَيْسَ لَهُ وَوَلَدٌ﴾ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ پر جو مشکل مسائل پڑے تھے ان میں ایک یہ مسئلہ بھی تھا۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ نے فرمایا تین چیزوں کی نسبت میری تمنا رہ گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان میں ہماری طرف کوئی ایسا عہد کرتے کہ ہم اس کی طرف رجوع کرتے 'دادا' کلالہ اور سود کے ابواب۔ ① اور روایت میں ہے آپ فرماتے ہیں کہ کلالہ کے بارے میں میں نے جس قدر سوالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے اتنے کسی اور مسئلہ میں نہیں کئے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی انگلی سے میرے سینے میں کچھ کاگا کر فرمایا کہ "خجے گرمیوں کی وہ آیت کافی ہے جو سورہ نساء کے آخر میں ہے۔" ② اور حدیث میں ہے اگر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مزید اطمینان کر لیتا تو وہ میرے لئے سرخ اونٹوں کے ٹٹے سے زیادہ بہتر تھا۔ ③ حدیث میں ہے کہ ایک شخص آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کلالہ کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں آیت الصیغ کافی ہے۔ ④ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے کہ یہ آیت موسم گرما میں نازل ہوئی ہوگی وَأَلْسِنَةٌ أَعْلَمُ۔ اور چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے سمجھنے کی طرف رہنمائی کی تھی اور اس میں کفایت بتلائی تھی اب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اس کے معنی پوچھنے بھول گئے جس پر اظہارِ افسوس کر رہے ہیں۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے حضور سے کلالہ کے بارے میں سوال کیا 'پس فرمایا' کیا اللہ تعالیٰ نے اسے بیان نہیں فرمایا' پس یہ آیت اتری۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اپنے خطبے میں فرماتے ہیں جو آیت سورہ نساء کے شروع میں فرائض کے بارے میں ہے وہ ولد و والد کے لئے ہے اور دوسری آیت میاں بیوی اور ماں زاد بہنوں کے لئے اور جس آیت سے سورہ نساء کو ختم کیا ہے وہ سکے بہن بھائیوں کے بارے میں ہے جو حری رشتہ محصبہ میں چلتا ہے۔ (ابن جریر)۔

اس آیت کے معنی: ﴿هَلِكٌ﴾ کے معنی ہیں مر گیا جیسے فرمان ہے ﴿كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ﴾ ⑤ یعنی "ہر چیز فنا ہونے والی ہے سوائے ذات ربانی کے" جو ہمیشہ باقی رہنے والا ہے۔ جیسے اور آیت میں فرمایا ﴿كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ﴾ ⑥ یعنی "ہر ایک جو اس پر ہے فانی ہے اور تیرے رب کا چہرہ ہی باقی رہے گا جو جلال و اکرام والا ہے۔" پھر فرمایا "اس کا ولد نہ ہو" اس سے بعض لوگوں نے دلیل پکڑی ہے کہ کلالہ کی شرط میں باپ کا نہ ہونا نہیں بلکہ جس کی اولاد نہ ہو وہ کلالہ ہے۔ بروایت ابن جریر رضی اللہ عنہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے بھی یہ مروی ہے لیکن صحیح قول جمہور کا ہے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بھی یہی ہے کہ کلالہ وہ ہے جس کا نہ ولد ہو نہ والد اور اسی کی دلالت آیت کے اس کے بعد کے الفاظ سے بھی ہوتی ہے۔ جو فرمایا ﴿وَلَهُ أُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ﴾ یعنی "اس کی بہن ہو تو اس کے لئے کل چھوڑے ہوئے مال کا آدھوں آدھ ہے۔" اور اگر بہن باپ کے ساتھ ہو تو باپ اسے ورثہ پانے سے روک دیتا ہے اور اسے کچھ بھی اجماعاً ملتا نہیں۔ پس ثابت ہوا کہ کلالہ وہ ہے جس کا ولد نہ ہو اور یہ تو نص سے ثابت ہے اور باپ بھی نہ ہو یہ بھی نص سے ثابت ہوتا ہے لیکن قدرے غور کے بعد اس لئے کہ بہن کا نصف حصہ

① صحیح بخاری، کتاب الاشربة، باب ماجاء فی ان الخمر ما خمر العقل من الشراب، ۵۵۸۸؛ صحیح مسلم، ۳۰۳۳؛ ابن حبان، ۵۳۵۳۔ ② صحیح مسلم، کتاب الفرائض، باب میراث الکلالۃ، ۱۶۱۷؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۱۳۵؛ احمد، ۱/۱۵۰؛ ابویعلیٰ، ۱۸۴؛ ابن حبان، ۲۰۹۱۔ ③ احمد، ۱/۳۸، وسندہ ضعیف منقطع۔

④ ابو داؤد، ۲۸۸۹؛ ترمذی، ۳۰۴۵؛ احمد، ۲۹۳/۴۔

⑤ ۲۸/ القصص: ۸۸۔ ⑥ ۵۵/ الرحمن: ۲۶، ۲۷۔

باپ کی موجودگی میں ہونا ہی نہیں بلکہ وہ ورثے سے محروم ہوتی ہے۔ حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مسئلہ پوچھا جاتا ہے کہ ایک عورت مرگئی اسی کا خاوند اور ایک سگی بہن ہے تو آپ نے فرمایا آدھا بہن کو دے دو اور آدھا خاوند کو۔ جب آپ سے اس کی دلیل پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا میری موجودگی میں رسول اللہ نے ایسی صورت میں یہی فیصلہ صادر فرمایا تھا۔ ① (احمد) حضرت ابن عباس اور حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہما سے ابن جریر میں منقول ہے کہ دونوں کا فتویٰ اس میت کے بارے میں جو ایک لڑکی اور ایک بہن چھوڑ جائے یہ تھا کہ اس صورت میں بہن محروم رہے گی اسے کچھ بھی نہ ملے گا اس لئے کہ قرآن کی اس آیت میں بہن کو آدھا ملنے کی صورت یہ بیان کی گئی ہے کہ میت کی اولاد نہ ہو اور یہاں اولاد ہے لیکن جمہوران کے خلاف ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس صورت میں بھی آدھا لڑکی کو ملے گا بہ سبب فرض کے اور آدھا بہن کو ملے گا بہ سبب عصبہ ہونے کے اسود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ہم میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں فیصلہ کیا کہ آدھا لڑکی کا اور آدھا بہن کا۔ ② صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے لڑکی اور پوتی اور بہن کے بارے میں فتویٰ دیا کہ آدھا لڑکی کو اور آدھا بہن کو پھر فرمایا ذرا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بھی ہوا وہ بھی میری موافقت ہی کریں گے۔ لیکن جب حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال ہوا اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ بھی انہیں سنایا گیا تو آپ نے فرمایا پھر تو میں گمراہ ہو جاؤں اور راہ یافتہ لوگوں میں میرا شمار نہ رہے سنو میں اس میں وہ فیصلہ کرتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا ہے آدھا تو بیٹی کو اور چھٹا حصہ پوتی کو تو دو ٹکٹ پورے ہو گئے اور جو باقی بچا وہ بہن کو۔ ہم پھر واپس آئے اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کو یہ خبر دی تو آپ نے فرمایا جب تک یہ علامہ تم میں موجود ہیں مجھ سے یہ مسائل نہ پوچھا کرو۔ ③

پھر فرمان ہے ”کہ یہ اس کا وارث ہوگا اگر اس کی اولاد نہ ہو“ یعنی بھائی اپنی بہن کے کل مال کا وارث ہے جب کہ وہ کلاہ مرے یعنی اس کی اولاد اور باپ نہ ہو اس لئے کہ باپ کی موجودگی میں تو بھائی کو ورثے میں سے کچھ بھی نہ ملے گا۔ ہاں اگر بھائی کے ساتھ ہی اور کوئی مقررہ حصے والا وارث ہو جیسے خاوند یا ماں جایا بھائی تو اسے اس کا حصہ دے دیا جائے گا اور باقی کا وارث بھائی ہوگا۔ صحیح بخاری میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”فرائض کو ان کے اہل سے ملا دو پھر جو باقی بچے وہ اس مرد کا ہے جو سب سے زیادہ قریب ہو۔“ ④ پھر فرماتا ہے ”اگر ہمیں دو ہوں تو انہیں مال متروکہ کے دو ٹکٹ ملیں گے“ یہی حکم دو سے زیادہ بہنوں کا بھی ہے۔ یہیں سے ایک جماعت نے دو بیٹیوں کا حکم لیا ہے۔ جیسے کہ دو سے زیادہ بہنوں کا حکم لڑکیوں کے حکم سے لیا ہے جس آیت کے الفاظ یہ ہیں۔ ﴿فَإِنْ كُنَّ نِسَاءً فَلَوَاقٍ اٰتَيْنَ فَلَهُنَّ نِصَابًا مِّمَّا تَرَكَ﴾ ⑤ پھر فرماتا ہے ”اگر بہن بھائی دونوں ہوں تو ہر مرد کا حصہ دو دعوتوں کے برابر ہے۔“ یہی حکم عصبیت کا ہے۔ خواہ وہ لڑکے ہوں یا پوتے ہوں یا بھائی ہوں جب کہ ان میں مرد دعوت دونوں موجود ہوں تو جتنا دو دعوتوں کو ملے گا اتنا ایک مرد کو۔ اللہ تعالیٰ اپنے فرائض بیان فرما رہا ہے۔ اپنی حدیں مقرر کر رہا ہے اپنی شریعت واضح کر رہا ہے تاکہ تم بہک نہ جاؤ اللہ تعالیٰ تمام کاموں کے انجام سے واقف اور ہر مصلحت سے دانائے بندوں کی بھلائی برائی کا جاننے والا اور مستحق کے استحقاق کو پہچاننے والا ہے۔

① احمد، ۱۸۸/۵ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۲۲۸/۴۔

② صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الاخوان مع البنات عصبیة، ۶۷۴۱۔

③ صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث ابنتہ ابن مَع ابنتہ، ۶۷۳۶؛ ابوداؤد، ۲۸۹۰؛ ترمذی ۲۰۹۳؛ ابن ماجہ،

۲۷۲۱؛ احمد، ۳۸۹/۱؛ ابن حبان، ۶۰۳۴۔

④ صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب میراث الولد من ابیہ وامہ، ۶۷۳۲؛ صحیح مسلم، ۱۶۱۵؛ ترمذی، ۲۰۹۸؛

احمد، ۲۹۲/۱؛ ابن حبان، ۶۰۲۸؛ بیہقی، ۲۳۹/۶۔ ⑤ ۴/النساء: ۱۱۔

ابن جریر کی روایت میں ہے کہ حضور ﷺ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کہیں سفر پر جا رہے تھے حدیفہ رضی اللہ عنہ کی اونٹنی کا سر رسول اللہ ﷺ کے پیچھے بیٹھے ہوئے صحابی کے کچادے کے پاس تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی سواری کا سر حدیفہ رضی اللہ عنہ کی سواری کے دوسرے سوار کے پاس تھا جب یہ آیت اتری پس حضور ﷺ نے حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ کو سنائی اور حضرت حدیفہ رضی اللہ عنہ نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو اس کے بعد پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب اس کے بارے میں سوال کیا تو کہا واللہ تم بے سمجھ ہو اس لئے کہ جیسے مجھے حضور ﷺ نے سنائی دیے ہی میں نے آپ کو سنا دی۔ واللہ میں تو اس پر کچھ زیادتی نہیں کر سکتا۔ پس حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے اللہ! گو تو نے ظاہر کر دیا ہو مگر مجھ پر تو کھلا نہیں۔ ❶ لیکن یہ روایت منقطع ہے۔ اسی روایت کی اور سند میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دوبارہ یہ سوال اپنی خلافت کے زمانہ میں کیا تھا۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے پوچھا تھا کہ کلالہ کا ورثہ کس طرح تقسیم ہوگا؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ لیکن چونکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی پوری تشریح نہ ہوئی تھی۔ اس لئے اپنی صاحبزادی زہرا رسول اللہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ جب رسول اللہ ﷺ خوشی میں ہوں تو تم پوچھ لینا۔ چنانچہ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے ایک روز ایسا ہی موقع پا کر دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ”شاید تیرے باپ نے تجھے اس کے پوچھنے کی ہدایت کی ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اسے معلوم نہ کر سکیں گے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ سنا تو فرمانے لگے ”جب حضور ﷺ نے یہ فرمایا ہے تو بس میں اب اسے جان ہی نہیں سکتا۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حکم پر جب حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے سوال کیا تو آپ ﷺ نے ایک شانے پر یہ آیت لکھوادی پھر فرمایا کہ ”عمر رضی اللہ عنہ نے تم سے اس کے پوچھنے کو کہا تھا؟ میرا خیال ہے کہ وہ اسے ٹھیک ٹھاک نہ کر سکیں گے۔ کیا انہیں گری کی وہ آیت جو سورہ نساء میں ہے کافی نہیں؟ ﴿وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُؤَدُّكَ آلَاةً﴾ ❷ پھر جب لوگوں نے حضور ﷺ سے سوال کیا تو وہ آیت اتری جو سورہ نساء کے خاتمہ پر ہے اور عمر رضی اللہ عنہ نے شانہ ڈال دیا یہ حدیث مرسل ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صحابہ کو جمع کر کے شانے کے ایک ککڑے کو لے کر فرمایا میں کلالہ کے بارے میں آج ایسا فیصلہ کر دوں گا کہ پردہ نشین عورتوں تک کو معلوم رہے اسی وقت گھر میں سے ایک سانپ نکل آیا اور سب لوگ اوہرا دھر ہو گئے۔ پس آپ نے فرمایا اگر اللہ عزوجل کا ارادہ اس کام کو پورا کرنے کا ہوتا تو اسے پورا کر لینے دیتا۔ ❸ اس کی سند صحیح ہے۔ مستدرک حاکم میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کاش! میں تین منسکے رسول مقبول ﷺ سے دریافت کر لیتا تو مجھے سرخ اونٹوں کے ملنے سے بھی زیادہ محبوب ہوتا ایک تو یہ کہ آپ ﷺ کے بعد خلیفہ کون ہوگا؟ دوسرے یہ کہ جو لوگ زکوٰۃ کے تو قائل ہوں لیکن کہیں کہ ہم تیری طرف ادا نہیں کریں گے ان سے لڑنا حلال ہے یا نہیں؟ تیسرے کلالہ کے بارے میں۔ ❹ اور حدیث میں بجائے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کے سووی مسائل کا بیان ہے۔ ❺ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے آخری وقت میں نے آپ سے سنا فرماتے تھے قول وہی ہے جو میں نے کہا تو میں نے پوچھا وہ کیا؟ فرمایا یہ کہ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد نہ ہو۔ ❻ اور روایت میں ہے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے اور حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے درمیان کلالہ کے بارے میں اختلاف ہوا اور بات وہی تھی جو میں کہتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے سگے بھائیوں اور ماں زاد بھائیوں کو جب کہ وہ جمع ہوں ٹٹک میں شریک کیا تھا اور حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اس کے خلاف تھے۔ ابن جریر میں ہے کہ خلیفہ المؤمنین جناب فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک رقعہ پر دادا کے ورثہ اور کلالہ کے بارے میں کچھ لکھا پھر استخارہ کیا اور ٹھہرے رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ پروردگار! اگر تیرے علم میں اس میں بہتری ہے تو اسے جاری کر دے! پھر جب آپ کو

❶ الطبری۔ ❷ ۴/النساء: ۱۲۔ ❸ الطبری، ۹/۴۳۹۔ ❹ حاکم، ۲/۳۰۳، وسندہ ضعیف منقطع۔

❺ حاکم، ۲/۳۰۴۔ ❻ حاکم، ۲/۳۰۳، ۳۰۴، ح ۳۱۸۷، وسندہ صحیح۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ إِلَّا مَا يُتْلَى

عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحْلَى الصَّيْدِ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ إِنَّ اللَّهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيدُ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ

آمَنُوا لَا تَحْلُوا شَعَائِرَ اللَّهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا أُمِينَ

الْبَيْتِ الْحَرَامِ يَتَخَوَّنُونَ فِضْلًا مِّن رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ۖ وَإِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوا ۖ

وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَا نُ قَوْمٍ أَنْ صَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ أَنْ تَعْتَدُوا ۗ

وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَى ۖ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۖ

إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝

ترجمہ: رحمت و رحم کرنے والے معبود برحق کے نام سے شروع

اے ایمان والو! عہد و پیمانہ پورے کیا کرو تمہارے لئے موسیٰ چوپائے حلال کئے جاتے ہیں، بجز ان کے جن کے نام پڑھ کر سنا دیئے جائیں گے مگر حالت احرام میں شکار کو حلال جاننے والے نہ بننا یقیناً اللہ تعالیٰ جو چاہے حکم کرتا ہے۔ [۱] ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے نشانوں کی بے حرمتی نہ کرو نہ ادب والے مہینوں کی نہ حرم میں قربان ہونے والے جانوروں کی اور نہ ان پٹے والے جانوروں کی جو کعبہ کو جا رہے ہوں اور نہ ان لوگوں کی جو بیت اللہ کے قصد سے اپنے رب تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضا جوئی کی نیت سے جا رہے ہوں ہاں جب تم احرام اتار ڈالو تو شکار کھیل سکتے ہو۔ جن لوگوں نے تمہیں مسجد حرام سے روکا ان کی دشمنی تمہیں اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم حد سے گزر جاؤ! سبکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی امداد کرتے رہو گناہ اور ظلم و زیادتی میں مدد نہ کرو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہا کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے۔ [۲]

== زخم لگایا گیا تو آپ نے اس رقعہ کو منگوا کر منادیا اور کسی کو علم نہ ہوا کہ اس میں کیا تحریر تھا پھر خود فرمایا کہ میں نے اس میں دادا کا اور کلالہ کا لکھا تھا اور میں نے استخارہ کیا تھا پھر میرا خیال ہوا کہ تمہیں اسی پر چھوڑ دوں جس پر تم ہو۔ تفسیر ابن جریر میں ہے میں اس بارے میں ابوبکر رضی اللہ عنہ کے خلاف کرتے ہوئے شرماتا ہوں۔ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کا فرمان تھا کہ کلالہ وہ ہے جس کا ولد والد نہ ہو اور اسی پر جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین اور ائمہ دین رضی اللہ عنہم ہیں اور یہی حال چاروں اماموں رضی اللہ عنہم اور ساتوں فقہوں کے مذہب کا ہے اور اسی پر دلالت ہے قرآن کریم کی جیسے کہ باری تعالیٰ نے اسے واضح کر کے فرمایا ”اللہ تمہارے لئے کھول کھول کر بیان فرما رہا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو جاؤ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے“ وَاللَّهُ أَعْلَمُ لِلَّهِ سُورَةُ نَسَاءِ کی تفسیر ختم ہوئی اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

تفسیر سورہ مائدہ

حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی عضباء کی تکمیل تھاے ہوئی تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر سورہ مائدہ

پوری نازل ہوئی قریب تھا کہ اس بوجھ سے اونٹنی کے بازو ٹوٹ جائیں ① (مسند احمد)۔ اور روایت میں ہے کہ اس وقت آپ ﷺ سفر میں تھے وحی کے بوجھ سے یہ معلوم ہوتا تھا کہ گویا اونٹنی کی گردن ٹوٹ گئی۔ ② (ابن مردویہ) اور روایت میں ہے کہ جب اونٹنی کی طاقت سے زیادہ بوجھ ہو گیا تو حضور اکرم ﷺ اس پر سے اتر گئے۔ ③ (مسند احمد)۔ ترمذی شریف کی روایت میں ہے کہ سب سے آخری سورۃ جو حضور اکرم ﷺ پر اتری وہ سورۃ ﴿اِذَا جَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ﴾ ہے۔ ④ مستدرک حاکم میں ہے کہ جبیر بن نفیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں حج کے لئے گیا وہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ رضی اللہ عنہا نے مجھ سے فرمایا تم سورۃ مائدہ پڑھا کرتے ہو؟ میں نے کہا ہاں۔ فرمایا سنو سب سے آخری سورۃ نازل ہوئی ہے اس میں جس چیز کو حلال یا حلال ہی سمجھو اور اس میں جس چیز کو حرام یا حرام ہی جانو۔ ⑤ مسند احمد میں بھی یہ روایت ہے اس میں یہ بھی ہے کہ پھر میں نے ان سے آنحضرت ﷺ کے اخلاق کی نسبت سوال کیا تو آپ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ کے اخلاق قرآن کا عملی نمونہ تھے یہ روایت نسائی شریف میں بھی ہے۔ ⑥

جانور اور حالت احرام میں شکار کا حکم: [آیت: ۱-۲] ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک شخص نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ آپ مجھے کوئی خاص نصیحت کیجیے۔ آپ نے فرمایا جب تو قرآن میں لفظ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ سنے تو فوراً کان لگا کر دل سے متوجہ ہو جا کیونکہ اس کے بعد کسی نہ کسی بھلائی کا حکم ہو گا یا کسی نہ کسی برائی سے ممانعت ہو گی۔ ⑦ امام زہری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے ایمان والوں کو کوئی حکم دیا ہے اس حکم میں نبی ﷺ بھی شامل ہیں۔ خیمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تورات میں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ کی بجائے ﴿يَا أَيُّهَا الْمَسَاكِينُ﴾ ہے ایک روایت میں جو ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نام سے بیان کی جاتی ہے یہ ہے کہ جہاں کہیں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ ہے ان تمام مواقع پر ان سب ایمان والوں کے سردار و شریف اور امیر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں اصحاب رسول میں سے ہر ایک کو ڈانٹا گیا ہے۔ بجز حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہ انہیں کسی امر میں نہیں ڈانٹا گیا۔ ⑧ یاد رہے کہ یہ اثر بالکل وہاں ہے اس کے الفاظ منکر ہیں اور اس کی سند بھی صحیح نہیں۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس کا راوی عیسیٰ بن راشد مجہول ہے اس کی روایت منکر ہے میں کہتا ہوں اسی طرح اس کا دوسرا راوی علی بن بذیرہ گوئفہ ہے مگر اعلیٰ درجہ کا شیعہ ہے پھر بھلا اس کی ایسی روایت جو اس کے اپنے خاص خیالات کی تائید میں ہو کیسے قبول کی جا سکے گی؟ یقیناً وہ اس میں ناقابل قبول ٹھہرے گا۔ اس روایت میں یہ جو ہے کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو بجز حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ڈانٹا گیا اس سے مراد ان کی وہ آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے سرگوشی کرنے سے پہلے صدقہ نکالنے کا حکم دیا تھا پھر اس ایک سے زیادہ مفسرین نے کہا ہے کہ اس پر عمل صرف حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی نے کیا ہے اور پھر یہ فرمان کہ ﴿ءَاَشْفَقْتُمْ أَنْ تُنْقَلِبُوهُمْ﴾ ⑨ الخ نازل ہوا لیکن یہ غلط ہے کہ آیت میں صحابہ کو ڈانٹا گیا

① احمد، ۶/۴۵۵؛ طبرانی، ۱۹۹۲۰؛ مجمع الزوائد، ۷/۱۳۔

② الدر المنثور، ۲/۴۶۶؛ دلائل النبوة، ۷/۴۵، اس روایت میں ام عمرو بن عیسٰں مجہول راوی ہے۔ لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

③ احمد، ۲/۱۷۶ وسندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۷/۱۳۔

④ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المائدۃ، ۳۰۶۳ وسندہ حسن؛ حاکم، ۲/۳۱۱۔

⑤ حاکم، ۲/۳۱۱ وسندہ صحیح؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۱۳۸، امام حاکم نے اسے صحیح کہا ہے۔

⑥ احمد، ۶/۱۸۸ وسندہ صحیح؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۱۳۸؛ دلائل النبوة، ۱۱۸؛ فضائل القرآن، ص، ۱۲۸،

اس روایت کی سند صحیح درجہ کی ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة، ۴۲/۳۵۳) نیز دیکھئے صحیح مسلم، ۷۶۶۔

⑦ معن اور عرف اور ابن مسعود رضی اللہ عنہم کے درمیان انقطاع کی وجہ سے یہ روایت منقطع ہے۔

⑧ اس کی سند میں عیسیٰ بن راشد مجہول راوی ہے۔ ⑨ المجادلۃ: ۱۳۔

بلکہ دراصل یہ حکم بطور وجوب کے تھا ہی نہیں بلکہ اختیاری امر تھا۔ پھر اس پر عمل ہونے سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے اسے منسوخ کر دیا پس حقیقتاً کسی سے اس کا خلاف سرزد ہی نہیں ہوا۔ پھر یہ بات بھی غلط ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کسی بات میں ڈانٹا نہیں گیا۔ سورۃ انفال کی آیت ملاحظہ ہو جس میں ان تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کو ڈانٹا گیا جنہوں نے بدری قیدیوں کو فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دینے کا مشورہ دیا تھا۔ دراصل سوائے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے باقی تمام صحابہ کا مشورہ یہی تھا پس یہ بجز حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے باقی سب کو ہے جن میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں پس یہ تمام باتیں کھلی دلیل ہیں اس امر کی کہ یہ اثر بالکل ضعیف اور بودا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ابن جریر میں ہے کہ حضرت محمد بن مسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو کتاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھا کر دی تھی جب کہ انہیں نجران بھیجا تھا اس کتاب کو میں نے ابو بکر بن حزم رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا تھا اور اسے پڑھا تھا اس میں اللہ تعالیٰ اور رسول کے بہت احکام تھے اس میں ﴿رَبَّائِهَا الْكَلْبَيْنِ اٰمَنُوْا اَوْ لَوْا بِالْعُقُوْبِ﴾ ﴿اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ﴾ بھی لکھا ہوا تھا۔ ① ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے پوتے حضرت ابو بکر بن محمد رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ کتاب ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو لکھ کر دی تھی جب انہیں یمن والوں کو دینی سمجھ اور حدیث سکھانے اور ان سے زواۃ وصول کرنے کے لئے یمن بھیجا تھا اس وقت یہ کتاب لکھ کر دی تھی اس میں عہد و پیمان اور حکم و احکام کا بیان ہے اور اس میں ﴿بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ﴾ کے بعد لکھا ہے کہ یہ کتاب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے ایمان والو! وعدہ کو عہد و پیمان کو پورا کر دینا عہد ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کے لئے جب کہ انہیں یمن بھیجا انہیں اپنے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہنے کا حکم ہے یقیناً اللہ تعالیٰ انکے ساتھ ہے جو اس سے ڈرتے رہیں اور جو احسان، خلوص اور نیکی کریں۔ ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ فرماتے ہیں عقود سے مراد عہد ہیں ③ ابن جریر رضی اللہ عنہ اس پر اجماع بتلاتے ہیں خواہ قسمیہ عہد و پیمان ہوں یا وعدے ہوں سب کو پورا کرنا فرض ہے ④ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ بھی مروی ہے کہ عہد کو پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ کے حلال کو حلال جاننا اس کے بعد حرام کو حرام جاننا اس کے فرائض کی پابندی کرنا اس کی حد بندی کی نگہداشت کرنا بھی ہے کسی بات کا خلاف نہ کرنا کسی حد کو نہ توڑنا کسی حرام کام کو نہ کرنا اس پر سختی بہت ہے۔ پڑھو آیت ﴿وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ﴾ کو ﴿سُوْءُ الدّٰرِ﴾ ⑤ تک۔ حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حلال کو اس کے حرام کو اور اس کے وعدوں کو جو ایمان کے بعد ہر مومن کے ذمہ آجاتے ہیں پورا کرنا اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے۔ فرائض کی پابندی، حلال و حرام کی عقیدت مندی وغیرہ وغیرہ۔ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ سچ عہد ہیں اللہ تعالیٰ کا عہد آپس کی یگانگت کا قسمیہ عہد اور شرکت کا عہد۔ تجارت کا عہد نکاح کا عہد اور قسمیہ عہد۔ محمد بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پانچ ہیں جن میں جاہلیت کے زمانے کی قسمیں اور شرکت تجارت کے عہد و پیمان ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ خرید و فروخت پوری ہو چکنے کے بعد گواہ تک خریدار اور بیچنے والے ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں واپس لوٹانے کا اختیار نہیں وہ اپنی دلیل اس آیت کو بتلاتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ کا یہی مذہب ہے لیکن امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ اس کے خلاف ہیں اور جمہور علمائے کرام بھی اس کے مخالف ہیں اور دلیل میں وہ صحیح حدیث پیش کرتے ہیں جو صحیح بخاری و مسلم میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”خرید و فروخت

① الطبری، ۹/۴۵۴۔ ② دلائل النبوة، ۵/۴۱۳ وهو حسن۔

③ الطبری، ۹/۴۵۰۔ ④ ایضاً، ۹/۴۴۹۔ ⑤ ۱۳/الرعد: ۲۵۔

کرنے والے کو سودے کے واپس لینے دینے کا اختیار ہے جب تک کہ جدا جدا نہ ہو جائیں۔“ ① صحیح بخاری شریف کی ایک روایت میں یوں بھی ہے۔ کہ ”جب دو مخصوص نے خرید و فروخت کر لی تو ان میں سے ایک کو دوسرے سے علیحدہ ہونے تک اختیار باقی ہے۔“ ② یہ حدیث صاف اور صریح ہے کہ یہ اختیار خرید و فروخت پورے ہو چکنے کے بعد کا ہے ہاں اسے بیچ کے لازم ہو جانے کے خلاف نہ سمجھا جائے بلکہ یہ شرعی طور پر اسی کا منتفی ہے پس اسے نہ مانا بھی اسی آیت کے ماتحت ضروری ہے۔ پھر فرماتا ہے ”موسیٰؑ چوپائے تمہارے لئے حلال کئے گئے ہیں“ یعنی اونٹ گائے بکری۔ ابوالسنن قتادہ رحمہ اللہ وغیرہ کا یہی قول ہے ③ ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں عرب میں ان کے لغت کے مطابق بھی یہی ہے حضرت ابن عمرؓ حضرت ابن عباسؓ وغیرہ بہت سے بزرگوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے کہ جس حلال مادہ کو ذبح کیا جائے اور اس کے پیٹ میں سے بچہ نکلے گو مردہ ہو پھر بھی حلال ہے۔ ④ ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اونٹنی گائے بکری ذبح کی جاتی ہے ان کے پیٹ میں سے بچہ نکلتا ہے تو ہم اسے کھالیں یا پھینک دیں؟ آپ نے فرمایا ”اگر چاہو کھالو اس کا ذبیحہ اس کی ماں کا ذبیحہ ہے“ ⑤ امام ترمذی اسے حسن کہتے ہیں ابوداؤد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”پیٹ کے اندر والے بچہ کا ذبیحہ اس کی ماں کا ذبیحہ ہے۔“ ⑥ پھر فرماتا ہے ”مگر وہ جن کا بیان تمہارے سامنے کیا جائے گا۔“ ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب مردار خون اور خنزیر کا گوشت ہے۔ ⑦ حضرت قتادہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے از خود مراد ہوا جانور اور وہ جانور ہے جس کے ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو۔ ⑧ پورا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ الخ ہے یعنی ”تم پر مردار خون اور خنزیر کا گوشت اور ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کے نام پر مشہور کی جائے اور جو گلا گھونٹنے سے مر جائے اور جو کسی ضرب لگنے سے مر جائے اور اونٹنی جگہ سے گر کر مر جائے اور جو کسی ٹکر لگنے سے مر جائے اور جسے درندہ کھانے لگے“ پس یہ بھی گو موسیٰؑ چوپایوں میں سے ہیں لیکن ان وجوہ سے وہ حرام ہو جاتے ہیں۔ اسی لئے اس کے بعد فرمایا ”لیکن جس کو تم ذبح کر ڈالو اور جو جانور پرستش گاہوں پر ذبح کیا جائے وہ بھی حرام ہے“ اور ایسا حرام کہ اس میں سے کوئی چیز حلال نہیں اس لئے اس سے استدراک نہیں کیا گیا اور حلال کے ساتھ اس کا کوئی فرد ملایا نہیں گیا پس یہاں یہی فرمایا جا رہا ہے کہ چوپائے موسیٰؑ تم پر حلال ہیں سوائے ان کے جن کا ذکر ابھی آئے گا جو بعض احوال میں حرام ہیں اس کے بعد کا جملہ حالات کی بنا پر منسوب ہے مراد انعام سے عام ہے بعض تو وہ جو انسانوں میں رہتے پلتے ہیں جیسے اونٹ گائے بکری اور بعض وہ جو جنگلی ہیں جیسے ہرن نسل گائے اور جنگلی گدھے پس پالتو جانوروں میں سے تو ان کو مخصوص کر لیا جو بیان ہوئے اور وحشی جانوروں میں سے احرام کی حالت میں کسی کو بھی شکار کرنا ممنوع قرار دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ ہم نے تمہارے لئے چوپائے جانور ہر حال میں حلال کئے ہیں پس تم احرام کی حالت میں شکار کھینے سے رک جاؤ اور اسے حرام جانو کیونکہ اللہ تعالیٰ کا

- ① صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب اذالم یوقت الخیار هل یجوز البیع، ۲۱۰۹؛ صحیح مسلم، ۱۵۳۱؛ ابوداؤد، ۳۴۵۷؛ احمد، ۷۳/۲؛ ابن حبان، ۴۹۱۲؛ بیہقی، ۲۶۹/۵۔
- ② صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب اذا خیر احدہما صاحبه بعد البیع فقد وجب البیع، ۲۱۱۲؛ صحیح مسلم، ۱۵۳۱؛ ابوداؤد، ۳۴۵۷۔
- ③ الطبری، ۴۵۵/۹۔
- ④ الطبری، ۴۵۶/۹۔
- ⑤ ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب ما جاء فی ذکاة الجنین، ۲۸۲۷؛ وهو صحیح؛ ترمذی، ۱۴۷۶؛ ابن ماجہ ۳۱۹۹؛ احمد، ۳۱/۳؛ عبدالرزاق، ۸۶۵۰؛ مسند ابی یعلیٰ، ۹۹۲؛ دارقطنی، ۲۷۳/۴؛ بیہقی، ۳۳۵/۹۔
- ⑥ ابوداؤد حوالہ سابق، ۲۸۲۸، وهو صحیح شیخ البانی نے اس روایت پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (صحیح ابوداؤد، ۲۴۵۲)
- ⑦ الطبری، ۴۵۸/۹۔ ایضاً۔

یہی حکم ہے اور اس کے تمام احکام سراسر حکمت سے پر ہیں۔ اسی طرح اس کی ہر ممانعت میں بھی حکمت ہے اللہ تعالیٰ وہ حکم فرماتا ہے جو ارادہ کرتا ہے۔ ”ایمان دارو! رب تعالیٰ کے نشانوں کی توہین نہ کرو“ یعنی مناسک حج صفا مروہ قربانی کے جانور اونٹ اور اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ ہر چیز ”حرمت والے مہینوں کی توہین نہ کرو“ ان کا ادب کرو ان کا لحاظ رکھو ان کی تعظیم کو مانو اور ان میں خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تافرمانیوں سے بچو اور ان مبارک اور محترم مہینوں میں اپنے دشمنوں سے از خود لڑائی نہ چھیڑو جیسے ارشاد ہے۔ ﴿لَا یَسْتَفْلُو نَفَکَ عَنِ الشَّہْرِ الْحَرَامِ﴾ ① اے نبی ﷺ! لوگ تم سے حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کا حکم پوچھتے ہیں۔ تم ان سے کہو کہ ان میں لڑائی کرنا بڑا گناہ ہے“ اور آیت میں ہے ”مہینوں کی کتنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ کی ہے۔“ صحیح بخاری شریف میں ہے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جیتہ الوداع میں فرمایا ”زمانہ گھوم گھام کر ٹھیک اسی طرز پر آ گیا ہے جس پر وہ اس وقت تھا جس دن اللہ تعالیٰ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا تھا۔ سال بارہ ماہ کا ہے جن میں سے چار مہینے حرمت والے ہیں۔ تین تو پے در پے ذوالقعدہ ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب جسے قبیلہ مضر کا رجب کہا جاتا ہے جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان ہے۔“ ② اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان مہینوں کی حرمت تا قیامت ہے جیسے کہ سلف کی ایک جماعت کا مذہب ہے۔ آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے یہ مروی ہے کہ ان مہینوں میں لڑائی کرنا حلال نہ کر لیا کرو لیکن جمہور کا مذہب یہ ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے اور حرمت والے مہینوں میں بھی دشمنان اسلام سے جہاد کی ابتدا کرنا جائز ہے۔ ان کی دلیل اللہ کا یہ فرمان ﴿لَا إِذَا نَسَخَ الْأَشْهُرَ الْحَرَامَ لَقَاتَلُوا الْمُشْرِکِیْنَ حَیْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾ ③ یعنی ”جب حرمت والے مہینے گزر جائیں تو مشرکین کو قتل کرو جہاں پاؤ“ اور مراد یہاں ان چار مہینوں کا گزر جانا ہے جب وہ چار مہینے گزر چکے جو اس وقت تھے تو اب ان کے بعد برابر جہاد جاری ہے اور قرآن نے پھر کوئی مہینہ خاص نہیں کیا بلکہ امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ تو اس پر اجماع نقل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مشرکین سے جہاد کرنا ہر وقت اور ہر مہینے میں جاری ہی رکھا ہے آپ فرماتے ہیں کہ اسی طرح اس پر بھی اجماع ہے کہ اگر کوئی کافر حرم کے تمام درختوں کی چھال اپنے اوپر لپیٹ لے تو اس کے لئے امن و امان نہ سمجھی جائے گی۔ اگر مسلمانوں نے از خود اس سے پہلے اسے امن نہ دیا ہو۔ اس مسئلہ کی پوری بحث یہاں نہیں ہو سکتی۔ پھر فرمایا کہ ”ہدٰی“ اور ”فلا ید“ کی بے حرمتی بھی مت کرو یعنی بیت اللہ شریف کی طرف قربانیاں بھیجنے سے باز نہ رہو کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے نشانوں کی تعظیم ہے اور قربانی کے لئے جو اونٹ بیت الحرام کی طرف بھیجوان کے گلے میں بطور نشان پاڈا لٹانے سے بھی نہ رکوتا کہ اس نشان سے ہر کوئی پہچان لے۔ یہ نبی سبیل اللہ ہو چکا ہے۔ اب اسے کوئی برائی سے ہاتھ نہ لگائے بلکہ اسے دیکھ کر دوسروں کو بھی شوق پیدا ہوگا کہ ہم بھی اس طرح اللہ تعالیٰ کے نام جانور بھیجیں اور اس صورت میں تمہیں بھی اس کی نیکی پر اجر ملے گا کیونکہ جو شخص ہدایت کی طرف دوسروں کو بلائے اسے بھی وہ اجر ملے گا جو اس کی بات مان کر اس پر عمل کرنے والوں کو ملتا ہے ہاں اللہ تعالیٰ ان کے اجر کو کم کر کے اسے نہیں دے گا بلکہ اسے اپنے پاس سے عطا فرمائے گا۔ آنحضرت ﷺ جب حج کے لئے نکلے تو آپ ﷺ نے وادی عقیق یعنی ذوالحلیفہ میں رات گزاری، صبح اپنی نوبیوں کے پاس گئے پھر غسل کر کے خوشبو لی، اور دو رکعت نماز ادا کی اور اپنی قربانی کے جانور کے کوہان پر نشان کیا اور گلے میں پاڈا الا اور حج اور عمرے کا احرام باندھا، قربانی کے لئے آپ ﷺ نے بہت خوش رنگ مضبوط اور نوجوان اونٹ ساٹھ سے اوپر اپنے ساتھ لئے تھے جیسے کہ قرآن کافرمان ہے ”جو شخص اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعظیم کرے اس کا دل تقویٰ والا ہے۔“ بعض سلف کافرمان ہے کہ تعظیم یہ بھی ہے کہ

① ۲/ البقرة: ۲۱۷۔ ② صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء فی سبع ارضین، ۳۱۹۷؛ صحیح مسلم،

۱۶۷۹۔ ③ ۹/ التوبة: ۵۔

قربانی کے جانوروں کو اچھی طرح رکھا جائے اور انہیں خوب کھلایا پلایا جائے اور مضبوط اور موٹا کیا جائے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہم قربانی کے جانوروں کی آنکھیں اور کان دیکھ بھال کر خریدیں۔ (رواہ ابن السنن) مقاتل بن حیان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں جب یہ لوگ اپنے وطن سے نکلے تھے اور حرمت والے مہینے نہیں ہوتے تھے تو یہ اپنے اوپر بالوں اور اون کو لپیٹ لیتے تھے اور حرم میں رہنے والے شرک لوگ حرم کے درختوں کی چھالیں اپنے جسم پر باندھ لیتے تھے۔ اس سے عام لوگ انہیں امن دیتے تھے اور ان کو مارتے پینتے نہ تھے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بروایت حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ اس سورہ کی دو آیتیں منسوخ ہیں آیت ﴿الْقَلَامِدُ﴾ اور یہ آیت ﴿لَئِنْ جَاءَ وَكَ لَأَحْكُمُ بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرَضْ عَنْهُمْ﴾ (۲) لیکن حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے جب سوال ہوتا ہے کہ کیا اس سورہ میں سے کوئی آیت منسوخ ہوئی ہے؟ تو آپ فرماتے ہیں نہیں۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ وہ لوگ حرم کے درختوں کی چھالیں لٹکا لیا کرتے تھے اور اس سے انہیں امن ملتا تھا پس اللہ تعالیٰ نے حرم کے درختوں کو کاٹنا منع فرمادیا۔ پھر فرماتا ہے کہ ”جو لوگ بیت اللہ کے ارادے سے نکلے ہوں ان سے لڑائی مت لڑو“ یہاں جو آئے وہ امن میں پہنچ گیا، پس جو اس کے قصد سے چلا ہے اس کی نیت اللہ تعالیٰ کے فضل کی تلاش اور اس کی رضا مندی کی جستجو ہے تو اب اسے ڈر خوف میں نہ رکھو اس کی عزت اور ادب کرو اور اسے بیت اللہ سے نہ روکو۔ بعض کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کا فضل تلاش کرنے سے مراد ہے بیوپار اور تجارت، جیسے اس آیت میں ہے۔ ﴿كَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِّن رَّبِّكُمْ﴾ (۳) یعنی زمانہ ج میں تجارت کرنے میں تم پر کوئی گناہ نہیں ”رضوان“ سے مراد حج کرنے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی تلاش کرنا ہے ابن جریر رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت ظلم بن ہند بکری کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس شخص نے مدینہ کی چراگاہ پر دھاوا بولا تھا۔ پھر اگلے سال یہ عمرے کے ارادے سے آ رہا تھا تو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کا ارادہ ہوا کہ اسے راستے میں روکیں اس پر یہ فرمان نازل ہوا۔ (۴) امام ابن جریر رضی اللہ عنہ نے اس مسئلہ پر اجماع نقل کیا ہے کہ جو شرک مسلمانوں کی امان لے ہوئے نہ ہو تو گودہ بیت اللہ شریف کے ارادے سے جا رہا ہو یا بیت المقدس کے ارادے سے اسے قتل کرنا جائز ہے۔ یہ حکم ان کے حق میں منسوخ ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ ہاں جو شخص وہاں الحاد پھیلانے کے لئے جا رہا ہو اور شرک و کفر کے ارادے سے قصد کرتا ہو وہ تو روکا جائے گا۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پہلے مؤمن و مشرک سب حج کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی ممانعت تھی کہ کسی مؤمن یا کافر کو نہ روکو لیکن اس کے بعد یہ آیت اتری کہ مشرک مسجد حرام میں داخل نہ ہوں ﴿إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَمَائِهِمْ هَلْذًا﴾ (۵) یعنی ”مشرکین سراسر نجس ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ آئیں“ اور فرمان ہے۔ ﴿مَسَاجِدَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ﴾ (۶) یعنی ”مشرکین اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو آباد رکھنے کے ہرگز اہل نہیں“ اور فرمان ہے۔ ﴿إِنَّمَا يَعْمرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ (۷) یعنی اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کو تو صرف وہی آباد رکھ سکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں۔ پس مشرکین مسجدوں سے روک دیے گئے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں آیت ﴿وَلَا الْقَلَائِدَ وَلَا آئِينَ الْبَيْتِ الْحَرَامِ﴾ منسوخ ہے۔ جاہلیت کے زمانے میں جب کوئی شخص اپنے گھر سے حج کے ارادہ سے نکلتا

۱ ابو داؤد، کتاب الضحایا، باب ما یکرہ من الضحایا، ۲۸۰۴، وسندہ ضعیف ابواسحاق دلس راوی ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ ترمذی ۱۴۹۸؛ نسائی، ۴۳۷۷؛ ابن ماجہ ۳۱۴۲؛ احمد، ۱/۱۲۵؛ حاکم، ۴/۲۲۴؛ ابن حبان، ۵۹۲۰؛ بیہقی، ۲۷۵/۹۔ ۲ ۵/المآئدہ: ۴۲۔ ۳ ۲/البقرہ: ۱۹۸۔ ۴ الطبری، ۹/۴۷۲۔ ۵ ۹/التوبة: ۲۸۔ ۶ ۹/التوبة: ۱۷۔ ۷ ۹/التوبة: ۱۸۔

تو وہ درخت کی چھال وغیرہ باندھ لیتا تو راستے میں اسے کوئی نہ سنا تا پھر لوٹتے وقت بالوں کا ہار ڈال لیتا اور محفوظ رہتا اس وقت تک مشرکین بیت اللہ سے روکے نہ جاتے تھے، تو مسلمانوں کو حکم دیا گیا کہ وہ حرمت والے مہینوں میں نہ لڑیں اور نہ بیت اللہ کے پاس لڑیں پھر اس حکم کو اس آیت نے منسوخ کر دیا کہ ”مشرکین سے لڑو جہاں کہیں انہیں پاؤ“ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ قلمند سے مراد یہی ہے جو ہار وہ حرم سے گلے میں ڈال لیتے تھے اور اس کی وجہ سے امن میں رہتے تھے عرب میں اس کی تعظیم برابر چلی آ رہی تھی اور جو اس کا خلاف کرتا تھا اسے بہت برا کہا جاتا تھا اور شاعر اس کی ججو کرتے تھے۔ پھر فرماتا ہے ”جب تم احرام کھول ڈالو تو شکار کر سکتے ہو“ احرام میں شکار کی ممانعت تھی اب احرام کے بعد پھر اس کی اباحت ہو گئی۔ جو حکم ممانعت کے بعد ہو اس حکم سے وہی ثابت ہوتا ہے جو ممانعت سے پہلے اصل میں تھا یعنی اگر وجوب اصلی تھا تو ممانعت کے بعد کما امر بھی وجوب کے لئے ہوگا اور اسی طرح مستحب و مباح، گو بعض نے کہا ہے کہ ایسا امر وجوب کے لئے ہی ہوتا ہے۔ لیکن دونوں جماعتوں کے خلاف قرآن کی آیتیں موجود ہیں پس صحیح مذہب جس سے تمام دلیل مل جائیں وہی ہے جو ہم نے ذکر کیا علمائے اصول نے بھی اسے ہی اختیار کیا ہے **وَاللَّهُ أَعْلَمُ**۔

پھر فرماتا ہے ”جس قوم نے تمہیں حدیبیہ والے سال مسجد حرام سے روکا تھا تو تم ان سے دشمنی باندھ کر قصاص پر آمادہ ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے آگے بڑھ کر ظلم و زیادتی پر نہ اتر آنا“ بلکہ تمہیں کسی وقت بھی عدل کو ہاتھ سے نہ چھوڑنا چاہئے۔ اس طرح کی وہ آیت بھی ہے جس میں فرمایا ہے ”تمہیں کسی قوم کی عداوت خلاف عدل کرنے پر آمادہ نہ کر دئے عدل کیا کرو عدل ہی تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔“ بعض سلف کا قول ہے کہ گو کوئی تجھ سے تیرے بارے میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے لیکن تجھے چاہئے کہ تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری ہی کرے۔ عدل ہی کی وجہ سے آسمان و زمین قائم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم کو جب کہ مشرکین نے بیت اللہ کی زیارت سے روکا اور حدیبیہ سے آگے بڑھنے ہی نہ دیا اسی رنج و غم میں صحابہ و انہیں آ رہے تھے جو مشرقی مشرک مکہ جاتے ہوئے انہیں طے تو ان کا ارادہ ہوا کہ جیسے ان کے گروہ نے ہمیں روکا ہے ہم بھی انہیں ان تک نہ جانے دیں اس پر یہ آیت اتری ① ”مَنْ سَنَّ فِي الْبَيْتِ الْكَبِيرِ حَبْلًا أَوْ حَبْلًا مِثْلَهُ لِيُكْفِرَ بِهِ أَوْ يَسْتَعْجِلَ فِيهِ بِإِسْمِ اللَّهِ فَلَاحِقَ اللَّهُ مِنَ الْبَيْتِ“ بعض عرب اسے ”شان“ بھی کہتے ہیں لیکن کسی قاری کی یہ قراءت مروی نہیں ہاں عربی شعروں میں شان بھی آیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے ایمان والے بندوں کو نیکی کے کاموں پر ایک دوسرے کی تائید کرنے کو فرماتا ہے۔ ”بُرِّ“ کہتے ہیں نیکیوں کے کرنے اور تقویٰ کہتے ہیں برائیوں کے چھوڑنے کو اور انہیں منع فرماتا ہے گناہوں اور حرام کاموں پر کسی کی مدد کرنے کو۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس کام کے کرنے کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہو اور انسان اسے نہ کرے یہ اثم ہے اور دین میں جو حدیں اللہ تعالیٰ نے مقرر کر دی ہیں اور جو فرائض اپنی جان یا دوسروں کے بارے میں جناب باری تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں ان سے آگے نکل جانا (عُدْوَان) ہے۔ ②

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ ”اپنے بھائی کی مدد کر خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم“ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مظلوم ہونے کی صورت میں مدد کریں تو ٹھیک ہے لیکن ظالم ہونے کی صورت میں کیسے مدد کریں؟ فرمایا ”اسے ظلم نہ کرنے دو ظلم سے روک لو یہی اس کی مدد ہے“ ③ یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ④ مسند احمد میں ہے ”جو مسلمان لوگوں سے طے جملے اور ان کی ایذاؤں پر صبر کرے وہ اس مسلمان سے زیادہ اجر والا ہے جو نہ لوگوں سے طے جملے نہ ان کی ایذاؤں پر صبر =

① الطبری ۹/ ۴۷۸ یہ روایت مرسل ہے۔ ② ایضاً، ۹/ ۴۹۰۔ ③ احمد ۳/ ۹۹۔

④ صحیح بخاری، کتاب الإكراه، باب یمن الرجل لصاحبه أنه أخوه إذا خاف عليه القتل أو نحوه ۶۹۵۲؛ صحیح مسلم

۲۵۸۴، عن جابر رضی اللہ عنہ؛ ترمذی ۱۲۲۵۵؛ احمد ۳/ ۲۰۱؛ مسند ابی یعلیٰ ۳۸۳۸؛ ابن حبان ۵۱۶۷۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ وَحُمُّ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ وَالْمُنْخَنِقَةُ
وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ
عَلَى النَّصْبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ۗ ذَلِكُمْ فِسْقٌ ۗ الْيَوْمَ يَمْسُ السَّيِّئِينَ كَفْرًا
مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ ۗ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ
نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ۗ فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرِ مُتَجَانِفٍ
لِإِسْمِ اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٦٧﴾

ترجمہ: تم پر مردار حرام کیا گیا اور خون اور خنزیر کا گوشت اور جو اللہ کے سوا دوسرے کے نام پر مشہور کیا گیا ہو اور جو گلا گھنے سے مرہا ہو اور جو کسی
ضرب سے مر گیا ہو اور جو اونچے سے گر کر مر ہو کسی کھر سے مرہا ہو اور جسے درندوں نے چھاڑا کھایا ہو لیکن اسے تم ذبح کر ڈالو تو حرام نہیں اور جو
پرستش گاہوں پر چڑھایا گیا ہو تم پر حرام کیا جاتا ہے قرعہ کے تیروں کے ذریعہ تقسیم کرنا۔ یہ سب بدترین گناہ ہیں آج کفار تمہارے دین
سے ناامید ہو گئے خبردار تم ان سے نہ ڈرنا اور مجھ سے ڈرتے رہا کرنا آج میں نے تمہارے لئے دین کو کامل کر دیا اور تم پر اپنا انعام بھر پور
کر دیا اور تمہارے لئے اسلام کے دین ہونے پر رضامند ہو گیا۔ پس جو شخص شدت کی بھوک میں بے قرار ہو جائے بشرطیکہ کسی گناہ کی
طرف اس کا میلان نہ ہو تو یقیناً اللہ تعالیٰ معاف کرنے والا اور بہت بڑا مہربان ہے۔ [۱۶۷]

== کرے۔“ ① مسند بزار میں ہے۔ ((الذَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَّاعِلِهِ)) ② یعنی ”جو شخص کسی بھلی بات کی دوسرے کو ہدایت
کرے وہ اس بھلائی کے کرنے والے ہی کی طرح ہے“ امام ابو بکر بزار رضی اللہ عنہ اسے بیان فرما کر فرماتے ہیں کہ یہ حدیث صرف اسی
ایک سند سے مروی ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ اس کی شاہد صحیح حدیث ہے کہ ”جو شخص ہدایت کی طرف لوگوں کو بلائے اسے ان تمام کے
برابر ثواب ملے گا جو قیامت تک آئیں اور اس کی تابعداری کریں لیکن ان کے ثواب میں گھٹا کر نہیں اور جو شخص کسی برائی کی طرف
بلائے تو قیامت تک جتنے لوگ اس برائی کو کریں گے ان سب کو جو گناہ ہوگا وہ سارا اس اکیلے کو ہوگا لیکن ان کے گناہوں کو گھٹا کر
نہیں۔“ ③ طبرانی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”جو شخص کسی ظالم کے ساتھ جائے تاکہ اس کی اعانت و امداد کرے اور وہ
جاننا ہو کہ یہ ظالم ہے وہ یقیناً اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔“ ④

وہ چیزیں جن کا کھانا حرام ہے: [آیت: ۱۶۷] ان آیتوں میں اللہ تعالیٰ ان کا بیان فرما رہا ہے جن کا کھانا اس نے حرام کیا ہے۔ یہ

- ① احمد ۳۶۵/۵؛ ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب في فضل المخالطة مع الصبر على اذى الناس ۲۵۰۷، وهو صحيح؛
ابن ماجه ۴۰۳۲؛ الادب المفرد ۳۸۸؛ بيهقي، ۸۹/۱۰؛ مسند الطيالسي ۱۸۷۶؛ شعب الایمان ۸۱۰۲؛ شرح السنة ۳۵۸۵؛
شيخ الباني رضی اللہ عنہ نے ابن ماجہ کی روایت کو سن فرمایا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة ۹۳۹) ② مسند البزار ۱۵۴؛ ترمذی، کتاب
العلم، باب ما جاء ان على الخير كفاعله ۲۶۷۰ وهو صحيح؛ ابو داود، ۵۱۲۹ بتصرف بسیر؛ مشکل الآثار، ۱/ ۴۸۴، شیخ
الباني رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو شواہد صحیح فرمایا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة، ۱۶۶۰) ③ صحيح مسلم، کتاب العلم، باب
من سن سنة حسنة أو سيئة ومن دعا إلى هدى أو ضلالة ۲۶۷۴؛ ابو داود ۴۶۰۹؛ ابن ماجه ۲۰۶۔
④ الطبري ۱/ ۲۲۷ شیخ الباني رضی اللہ عنہ نے اس کی سند کو ضعیف جدا کہا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعيفة: ۷۵۸) اور یہی راجح ہے۔

خبر ان چیزوں کے نہ کھانے کے حکم کو شامل ہے۔ ”میتۃ“ وہ ہے جو از خود اپنے آپ مر جائے نہ تو اسے ذبح کیا جائے نہ شکار کیا جائے۔ اس کا کھانا اس لئے حرام کیا گیا کہ اس کا وہ خون جو مضر ہے اس میں رہ جاتا ہے جبکہ ذبح کرنے سے بہہ جاتا ہے اور یہ خون دین اور بدن کو مضر ہے ہاں یہ یاد رہے کہ ہر مردار حرام ہے مگر چھلی نہیں کیونکہ موطا امام مالک، مسند شافعی، مسند احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، صحیح ابن خزمیرہ اور صحیح ابن حبان میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے مسند کے پانی کا مسئلہ پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اس کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔“ ① اسی طرح نڈی بھی گو خود ہی مر گئی ہو حلال ہے اس کی دلیل کی حدیث آرہی ہے۔ ”دم“ سے مراد دم مسفوح یعنی وہ خون ہے جو بوقت ذبح بہتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوتا ہے کہ آیا تلی کھا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ لوگوں نے کہا وہ تو خون ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں صرف وہ خون حرام ہے جو بوقت ذبح بہا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی یہی فرماتی ہیں کہ صرف بہا ہوا خون حرام ہے امام شافعی رضی اللہ عنہ حدیث لائے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”ہمارے لئے دو قسم کے مردے اور دو خون حلال کئے گئے ہیں مچھلی اور نڈی، کبھی اور تلی“ ② یہ حدیث مسند احمد، ابن ماجہ، دارقطنی اور بیہقی میں بروایت عبدالرحمن بن زید بن اسلم مروی ہے اور یہ ضعیف ہیں حافظ تہمتی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عبدالرحمن کے ساتھ ہی اسے اسماعیل بن ادریس اور عبداللہ بھی روایت کرتے ہیں میں کہتا ہوں یہ دونوں بھی ضعیف ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ ان کے ضعف میں کمی بیشی ہے۔ سلیمان بن بلال رضی اللہ عنہ نے بھی اس حدیث کو روایت کیا ہے اور وہ ہیں بھی ثقہ، لیکن اس روایت کو بعض راویوں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما پر موقوف رکھا ہے۔ حافظ ابوزرعہ رازی فرماتے ہیں زیادہ صحیح اس کا موقوف ہونا ہی ہے ابن ابی حاتم میں حضرت صدیق بن علی بن ابی النعمان سے مروی ہے کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اپنی قوم کی طرف بھیجا کہ میں انہیں اللہ اور رسول ﷺ کی طرف بلاؤں اور احکام اسلام ان کے سامنے پیش کروں میں وہاں پہنچ کر اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔ اتفاقاً ایک روز وہ ایک پیالہ خون کا بھر کر میرے سامنے آئیٹھے اور حلقہ باندھ کر کھانے کے ارادے سے بیٹھے اور مجھ سے کہنے لگے آؤ صدیق تم بھی کھا لو۔ میں نے کہا تم غضب کر رہے ہو میں تو ان کے پاس سے آ رہا ہوں جو اس کا کھانا ہم سب پر حرام کرتے ہیں۔ تب تو وہ سب کے سب میری طرف متوجہ ہو گئے اور کہا پوری بات کہو تو میں نے یہی آیت ﴿حَسْرَتٌ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالْدَّمُ﴾ اُچھل کر سنائی ③ یہ روایت ابن مردویہ میں بھی ہے اس میں اس کے بعد یہ بھی ہے کہ میں وہاں بہت دنوں تک رہا اور انہیں پیغام اسلام پہنچاتا رہا لیکن وہ ایمان نہ لائے ایک دن جب کہ میں سخت پیاسا ہوا اور پانی بالکل نہ ملا تو میں نے ان سے پانی مانگا اور کہا کہ پیاس کے مارے میرا حال ہے تھوڑا سا پانی بلا دو لیکن کسی نے مجھے پانی نہ دیا بلکہ کہا ہم تو تجھے یونہی پیاسا ہی تڑپا تڑپا کر مار ڈالیں گے میں غمناک ہو کر دھوپ میں پتے ہوئے انگاروں جیسے سنگریزوں پر اپنا کھر در اکھل منہ پر ڈال کر اسی سخت گرمی میں میدان میں پڑا رہا تو اتفاقاً میری آنکھ لگ گئی تو خواب میں دیکھتا ہوں کہ ایک شخص بہترین جام لئے ہوئے اور اس میں بہترین اور خوش ذائقہ مزے دار پینے کی چیز لئے ہوئے میرے پاس آیا اور جام میرے ہاتھ میں دے دیا میں نے خوب پیٹ بھر کر اس میں سے پیا وہیں آنکھ کھل گئی تو اللہ کی قسم مجھے مطلق پیاس نہ تھی بلکہ

① ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء بماء البحر، ۸۳، وسندہ صحیح، ترمذی، ۶۹؛ نسائی، ۳۳۳؛ ابن ماجہ، ۳۸۶؛ موطا امام مالک، ۱/۴۴؛ شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (صحیح ابو داؤد، ۷۶) ② احمد، ۹۷/۲؛ ابن ماجہ، کتاب الأطعمۃ، باب الکبد والطحال، ۳۳۱۴؛ وسندہ ضعیف عبدالرحمن بن زید بن اسلم ضعیف راوی ہے۔ بیہقی، ۱/۲۵۴؛ شرح السنۃ، ۳/۱۸۵ یہ روایت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوفہ جو مرفوع کے حکم میں ہے صحیح ہے۔ دیکھئے (السلسلۃ الصحیحۃ، ۱۱۱۸) ③ طبرانی، (۸۰۷۴) مجمع الزوائد، ۹/۳۸۹۔ سند میں بشیر بن شریح راوی ضعیف ہے۔

اس کے بعد سے لے کر آج تک مجھے کبھی پیاس کی تکلیف نہیں ہوئی بلکہ یہ یوں کہتا چائے پیاس نہیں لگی یہ لوگ میرے جاگنے کے بعد آپس میں کہنے لگے کہ آخر تو یہ تمہاری قوم کا سردار ہے تمہارا مہمان بن کر آیا ہے اتنی بے رخی بھی ٹھیک نہیں کہ ایک گھونٹ پانی بھی ہم اسے نہ دیں چنانچہ اب یہ لوگ میرے پاس کچھ لے کر آئے میں نے کہا اب تو مجھے کوئی حاجت نہیں میرے رب تعالیٰ نے کھلا پلا دیا ہے۔ یہ کہہ کر میں نے انہیں اپنا بھرا ہوا پیٹ دکھا دیا۔ اس کرامت کو دیکھ کر وہ سب کے سب مسلمان ہو گئے۔ ①

اعشیٰ نے اپنے قصیدے میں کیا خوب ہی کہا ہے کہ مردار کے قریب نہ ہو اور کسی جانور کی رگ کاٹ کر خون نکال کر نہ پی اور پرستش گاہوں پر چڑھا ہوا نہ کھا اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کی عبادت نہ کر صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کر (لَعَلَّكُمْ الْخَيْرُ) حرام ہے خواہ وہ جنگلی ہو یا پالتو ہو۔ لفظ (لَحْم) شامل ہے اس کے تمام اجزاء کو جس میں چربی بھی داخل ہے پس ظاہر یہ کی طرح تکلفات کرنے کی کوئی حاجت نہیں کہ وہ دوسری آیت میں سے (فَإِنَّهُ رَجَسٌ) لے کر ضمیر کا مرجع خنزیر کو بتلاتے ہیں تاکہ اس کے تمام اجزاء حرمت میں آجائیں درحقیقت یہ لغت سے بعید ہے مضاف الیہ کی طرف ایسے موقعوں پر ضمیر پھرتی ہی نہیں صرف مضاف ہی ضمیر کا مرجع ہوتا ہے صاف ظاہر بات یہی ہے کہ لفظ لحم شامل ہے تمام اجزاء کو لغت عرب کا مفہوم اور عام عرف یہی ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث میں ہے ”شطرنج کھیلنے والا اپنے ہاتھوں کو سور کے گوشت و خون میں رنگنے والا ہے۔“ ② خیال کیجئے کہ صرف چھوٹا بھی شرعاً کس قدر نفرت کے قابل ہے پھر کھانے کے بے حد برا ہونے میں کوئی شک رہا؟ اور اس میں ولالت ہے کہ لفظ لحم شامل ہے تمام اجزاء کو خواہ وہ چربی ہو خواہ اور بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے شراب اور مردار اور خنزیر اور بتوں کی تجارت کی ممانعت کر دی ہے“ تو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! مردار کی چربی کے بارے میں کیا ارشاد ہوتا ہے؟ وہ کشتیوں پر چڑھائی جاتی ہے کھالوں پر لگائی جاتی ہے اور چراغ جلانے کے کام بھی آتی ہے۔ آپ نے فرمایا ”نہیں نہیں وہ حرام ہے۔“ ③ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ ابوسفیان نے ہرقل سے کہا وہ نبی (ﷺ) ہمیں مردار سے اور خون سے روکتا ہے۔ ④ وہ جانور بھی حرام ہے جس کو ذبح کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کا نام لیا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر اسے فرض کر دیا ہے کہ وہ اس کا نام لے کر جانور کو ذبح کریں پس اگر کوئی اس سے ہٹ جائے اور اس کے نام پاک کے بدلے کسی بت وغیرہ کا نام لے خواہ وہ مخلوق میں سے کوئی بھی ہو تو یقیناً وہ جانور بالا جماع حرام ہو جائے گا۔ ہاں جس جانور کے ذبیحہ کے وقت بسم اللہ کہنا رہ جائے خواہ وہ جان بوجھ کر خواہ بھولے جو کہ سے وہ حرام ہے یا حلال؟ اس میں علما کا اختلاف ہے جس کا بیان سورۃ انعام میں آئے گا۔ حضرت ابو الطفیل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے لے کر آج تک یہ چاروں چیزیں حرام رہیں کسی وقت ان میں سے کوئی حلال نہیں ہوئی مردار خون سور کا گوشت اور اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کے نام کی چیز۔ البتہ بنو اسرائیل کے پاپوں کے پاپ کی وجہ سے بعض غیر حرام چیزیں بھی ان پر حرام کر دی گئی تھیں۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ وہ دوبارہ حلال کر دی گئیں لیکن بنو اسرائیل نے آپ ﷺ کو سچا جانا اور آپ کی مخالفت کی (ابن ابی حاتم) یہ اثر غریب ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ جب کوفہ کے حاکم تھے اس وقت ابن نائل نامی قبیلہ بنو رباح

① حاکم ۳/ ۶۴۱، ۶۴۲ وسندہ ضعیف؛ طبرانی ۸۰۹۹۔

② صحیح مسلم، کتاب الشعر، باب تحريم اللعاب بالنرد شیر ۲۲۶۰؛ الأدب المفرد ۱۲۷۱؛ ابو داود، ۴۹۳۹؛ ابن ماجہ ۳۷۶۳؛ احمد ۵/ ۳۵۲؛ ابن حبان ۵۸۷۳۔ ③ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب بیع العیتة والأصنام ۲۳۳۶؛ صحیح

مسلم، ۱۵۸۱؛ ابو داود، ۳۴۸۶؛ ترمذی، ۱۲۹۷؛ ابن ماجہ، ۲۱۶۷؛ بیہقی، ۱۲/ ۶؛ احمد، ۳/ ۳۲۴؛ مسند ابی یعلیٰ،

۱۸۷۳؛ ابن حبان، ۴۹۳۷۔ ④ صحیح ابی عوانہ، ۴/ (۱۹۲)۔

کا ایک شخص جو شاعر تھا فرزدق کے دادا غالب سے مقابل ہوا اور یہ طے پایا کہ دونوں آمنے سامنے ایک ایک سوادنوں کی کوچیں کاٹیں گے چنانچہ کوفہ کی پشت پر پانی کی جگہ یہ آئے اور جب وہاں ان کے اونٹ آئے تو یہ اپنی تلواریں لے کر کھڑے ہو گئے اور اونٹوں کی کوچیں کاٹنی شروع کیں اور دکھلاوے سناوے اور فخر و ریا کاری کے لئے دونوں اس میں مشغول ہو گئے۔ کوفیوں کو جب یہ معلوم ہوا تو وہ اپنے گدھوں اور خچروں پر سوار ہو کر گوشت لینے کے لئے آئے لگاتار میں جناب علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفید خچر پر سوار ہو کر یہ منادی کرتے ہوئے وہاں پہنچے کہ ”لوگو! یہ گوشت نہ کھانا یہ جانور ﴿مَأْهُلٌ بِهِ لغيرِ اللَّهِ﴾ میں داخل ہیں۔ (ابن ابی حاتم) یہ اثر بھی غریب ہے ہاں اس کی صحت کی شاہدہ حدیث ہے جو ابوداؤد میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اعرابوں کی طرح مقابلہ میں کوچیں کاٹنے سے ممانعت فرمادی۔ ① پھر ابوداؤد رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ محمد بن جعفر نے اسے ابن عباس رضی اللہ عنہما پر موقوف کیا ہے۔ ابوداؤد ہی کی اور حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان دونوں شخصوں کا کھانا کھانا منع فرمادیا جو آپس میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا ایک دوسرے کا مقابلہ کرنا اور ریا کاری کرنا چاہتے ہوں۔ ② ﴿مَنْ خِنَقَةَ﴾ جس کا گلا گھٹ جائے خواہ کسی نے عمدًا گلا گھونٹ کر گھامر ڈکرا مار ڈالا ہو خواہ از خود اس کا گلا گھٹ گیا ہو مثلاً اپنے کھونٹے میں بندھا ہوا ہے اور بھاگنے لگا پسندا گلے میں آپڑا اور کھینچ کھچاؤ کرتا ہوا مر گیا۔ پس یہ حرام ہے۔ ﴿مَوْفُوذَةً﴾ جس جانور کو کسی نے ضرب لگائی لکڑی وغیرہ ایسی چیز سے جو دھار دار نہیں اور اسی سے وہ مر گیا تو وہ بھی حرام ہے۔ جاہلیت میں یہ بھی دستور تھا کہ جانور لٹھے سے مار ڈالتے پھر کھاتے قرآن نے ایسے جانور کو حرام بتلایا۔ صحیح سند سے مروی ہے کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں معراض سے شکار کھیلتا ہوں تو کیا حکم ہے؟ فرمایا ”جب تو اسے پھینکے اور وہ جانور کو زخم لگائے تو کھا سکتا ہے اور اگر وہ چوڑائی کی طرف سے لگے تو وہ جانور لٹھے مارے ہوئے کے حکم میں ہے اسے نہ کھا۔“ ③ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں جسے دھار دار نوک سے شکار کیا ہو اور اس میں جسے چوڑائی کی جانب سے لگا ہو فرق کیا، اول کو حلال اور دوسرے کو حرام کہا۔ فقہاء کے نزدیک یہ بھی مسئلہ اتفاقی ہے ہاں اختلاف اس میں ہے کہ جب کسی زخم کرنے والی چیز نے شکار کو صدمہ پہنچایا لیکن وہ ہر اے اس کے بوجھ اور چوڑائی کی طرف سے تو آیا یہ جانور حلال ہے یا حرام؟ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس میں دونوں قول ہیں ایک تو حرام ہونا اور دوسرے کو سامنے رکھ کر دوسرے حلال ہونا کتے کے شکاری حلت کو مد نظر رکھ کر۔ اس مسئلہ کی پوری تفصیل ملاحظہ ہو:-

نوٹ (فصل) علمائے کرام رحمہم اللہ کا اس میں اختلاف ہے کہ جب کسی شخص نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا اور کتے نے اسے اپنی مار سے اور بوجھ سے مار ڈالا اور زخمی نہیں کیا یا اسے اس قدر صدمہ پہنچایا کہ وہ مر گیا اور زخمی نہیں ہوا تو کیا وہ حلال ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ حلال ہے کیونکہ قرآن کے الفاظ عام ہیں ﴿فَكُلُوا مِمَّا آمَنَسْكُنَ عَلَيْكُمْ﴾ ④ یعنی ”وہ جن جانوروں کو روک لیں تم انہیں کھا سکتے ہو“ اسی طرح حضرت عدی رضی اللہ عنہما وغیرہ کے صحیح حدیثیں بھی عام ہی ہیں۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے ساتھیوں نے امام صاحب کا یہ قول نقل کیا ہے اور متاخرین نے اس کی صحت کی ہے جیسے نووی اور رافعی رحمہم اللہ میں کہتا ہوں کہ گویوں کہا جاتا ہے لیکن امام

- ① ابو داؤد، کتاب الضحایا، باب ماجاء فی اکل معاقرۃ الأعراب ۲۸۲۰، وسندہ ضعیف ابو یحیٰنا کا آخری عمر میں حافظ خراب ہو گیا تھا۔ بیہقی ۳۱۳/۹ یہ روایت موقوف ہے لیکن مرفوع کے حکم میں ہے اور اس کا شاہد مرفوع روایت ابو داؤد ۳۲۲۲ وسندہ صحیح اور بیہقی ۳۱۳/۹ میں ہے۔
- ② ابو داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی طعام المتبارین ۳۷۵۴ وهو صحیح۔
- ③ صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب صید المعراض ۵۴۷۶، صحیح مسلم ۱۹۲۹، ابو داؤد ۲۸۵۴، ترمذی ۱۴۶۷، نسائی، ۴۱۹۱، ابن ماجہ ۳۲۰۸، احمد ۴/۲۵۶، ابن حبان ۵۸۸۱، بیہقی ۲۳۶/۹۔ ④ ۵/المأئدة: ۴۔

صاحب رضی اللہ عنہ کے کلام سے صاف طور پر یہ معلوم نہیں ہوتا، ملاحظہ ہو ’ام‘ اور ’مختصر‘۔ ان دونوں میں جو کلام ہے وہ دونوں معنی کا احتمال رکھتا ہے۔ پس دونوں فریق نے اس کی توجیہ کر کے دونوں جانب علی الاطلاق ایک قول کہہ دیا، ہم تو بصد مشکل صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس بحث میں حلال ہونے کے قول کی حکایت کچھ قدرے قلیل زخم کا ہونا بھی ہے گوان دونوں میں سے کسی کی تصریح نہیں اور نہ کسی کی مضبوطی۔ ابن الصباغ نے امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے حلال ہونے کا نقل کیا ہے اور دوسرا کوئی قول ان سے نقل نہیں کیا اور امام ابن جریر رضی اللہ عنہ نے اپنی تفسیر میں اس قول کو حضرت سلمان فارسی، حضرت ابو ہریرہ، حضرت سعد بن ابی وقاص، اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے، لیکن یہ بہت غریب ہے اور دراصل ان بزرگوں سے صراحت کے ساتھ یہ اقوال پائے نہیں جاتے یہ صرف اپنا تصرف ہے وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔ دوسرا قول یہ ہے کہ وہ حلال نہیں۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ کے دو قولوں میں سے ایک قول یہ ہے مزی رضی اللہ عنہ نے اسی کو پسند کیا ہے اور ابن صباغ کے قول سے بھی اس کی ترجیح ظاہر ہوتی ہے وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔ اور اسی کو روایت کیا ہے ابو یوسف اور محمد نے ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ سے اور یہی مشہور ہے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ سے اور یہی قول ٹھیک ہونے سے زیادہ مشابہت رکھتا ہے وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔ اس لئے کہ اصولی قواعد اور احکام شرعی کے مطابق یہی ہے۔ ابن الصباغ نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی حدیث سے دلیل پکڑی ہے کہ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کل دشمنوں سے بھڑنے والے ہیں اور ہمارے ساتھ چھریاں نہیں تو کیا ہم تیز بانس سے ذبح کر لیا کریں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو چیز خون بہائے اور اس کے اوپر اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا جائے اسے کھا لیا کرو“ ① (بخاری و مسلم) یہ حدیث گو ایک خاص موقعہ کے لئے ہے لیکن حکم عام الفاظ کا ہوگا، جیسے کہ جمہور علمائے اصول و فروع کا فرمان ہے۔ اس کی دلیل وہ حدیث ہے جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ جمع جو شہد کی نیذ ہے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا ”ہر وہ پینے کی چیز جو شہد لائے حرام ہے“ ② پس یہاں سوال ہے شہد کی نیذ کا، لیکن جواب کے الفاظ عام ہیں اور مسئلہ بھی ان سے عام سمجھا گیا۔ اسی طرح اوپر والی حدیث ہے کہ گو سوال ایک خاص صورت سے ذبح کرنے کا تعین ہے لیکن جواب کے الفاظ اسے اور اس کے سوا کی تمام صورتوں کو شامل ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ایک خاص معجزہ ہے کہ الفاظ تھوڑے اور معانی بہت۔ اسے ذہن میں رکھنے کے بعد اب غور کیجئے کہ کتے کے صدمے سے جو شکار مر جائے یا اس کے بوجھ اور تھپڑ کی وجہ سے جس شکار کا دم نکل جائے ظاہر ہے کہ اس کا خون کسی چیز سے نہیں بہا، پس اس حدیث کے مفہوم کے بنا پر وہ حلال نہیں ہو سکتا ہاں اس پر یہ اعتراض ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کا کتے کے شکار کے مسئلہ سے دور کا تعلق بھی نہیں۔ اس لئے کہ اس کے ذبح کرنے کے ایک آلے کی نسبت سوال کیا تھا ان کا سوال اس چیز کی نسبت نہ تھا جس سے ذبح کیا جائے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے دانت اور ناخن کو مستثنیٰ کر لیا اور فرمایا ”سوائے دانت اور ناخن کے اور میں تمہیں بتاؤں کہ ان کے سوا کیوں؟ دانت تو بڑی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے“ ③ اور یہ قاعدہ ہے کہ مستثنیٰ مستثنیٰ منہ کی جنس پر دلالت کرتا ہے ورنہ متصل نہیں مانا جا سکتا۔ پس ثابت ہوا کہ سوال آلہ ذبح ہی کا تھا، تو اب کوئی دلالت تمہارے قول پر باقی نہیں رہی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کے جملے کو دیکھو آپ نے یہ فرمایا ہے کہ جو چیز خون بہادے اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام بھی لیا گیا

① صحیح بخاری، کتاب الشركة، باب من عدل عشرة من الغنم بجزور فی القسم ۲۵۰۷؛ صحیح مسلم ۱۹۶۸؛ ترمذی ۱۴۹۱؛ نسائی ۴۳۲۸؛ بتصرف یسیر ابن ماجہ ۳۱۳۷؛ بیہقی ۲۸۱/۹؛ احمد ۴۶۳/۳؛ ابن حبان ۵۸۸۶۔

② صحیح بخاری، کتاب الاشریة، باب الخمر من العسل وهو البتع ۵۵۸۵؛ صحیح مسلم ۲۰۰۱؛ ابو داؤد ۳۶۸۲؛ ترمذی ۱۸۶۴؛ نسائی ۵۴۹/۸؛ احمد ۱۹۰/۶؛ بیہقی ۲۹۱/۸۔

③ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصيد، باب التسمية على الذبيحة ومن ترك متعمداً ۵۴۹۸؛ صحیح مسلم ۱۹۶۸۔

ہوا سے کھا لو یہ نہیں فرمایا کہ اس کے ساتھ ذبح کر لو۔ پس اس جملہ سے دو حکم ایک ساتھ معلوم ہوتے ہیں ذبح کرنے کے آلہ کا حکم بھی اور خود ذبح کا حکم بھی اور یہ کہ اس جانور کا خون کسی آلہ سے بہانا ضروری ہے جو دانت اور ناخن کے سوا ہوا ایک مسلک تو یہ ہے۔ دوسرا مسلک جو مزنی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے وہ یہ کہ تیر کے بارے میں صاف لفظ آچکے کہ اگر وہ اپنی چوڑائی کی طرف سے لگا ہے اور جانور مر گیا ہے تو نہ کھاؤ اور اگر اس نے اپنی دھار اور آئی سے زخم کیا ہے پھر مرے تو کھا لو۔ اور کتے کے بارے میں علی الاطلاق احکام ہیں پس چونکہ موجب یعنی شکار دونوں جگہ ایک ہی ہے تو مطلق کا حکم بھی مقید پر محمول ہوگا جو سبب جدا گانہ ہوں جیسے کہ ظہار کے وقت کی آزادی گردن جو مطلق ہے محمول کی جاتی ہے قتل کی آزادی گردن پر جو مقید ہے ایمان کے ساتھ بلکہ اس سے بھی زیادہ ضرورت شکار کے اس مسئلہ میں ہے۔ یہ دلیل ان لوگوں پر یقیناً بڑی حجت ہے جو اس قاعدہ کی اصل کو مانتے ہیں اور چونکہ ان لوگوں میں اس قاعدہ کے مسلم ہونے میں کوئی اختلاف نہیں تو ضروری ہے کہ یا تو وہ اسے تسلیم کریں ورنہ کوئی پختہ جواب دیں۔ علاوہ ازیں یہ فریق یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ چونکہ اس شکار کو کتے نے بوجہ اپنے نقل کے مار ڈالا ہے اور یہ ثابت ہے کہ جب تیر اپنی چوڑائی سے لگ کر مار ڈالے تو وہ حرام ہو جاتا ہے۔ پس اس پر قیاس کر کے کتے کا یہ شکار بھی حرام ہو گیا۔ دونوں میں یہ بات مشترک ہے کہ دونوں شکار کے آلات ہیں اور دونوں نے اپنے بوجہ اور زور سے شکار کی جان لی ہے اور آیت کا عموم اس کے معارض نہیں ہو سکتا کیونکہ عموم پر قیاس مقدم ہے جیسا کہ چاروں اماموں اور جمہور کا مذہب ہے یہ مسلک بھی بہت اچھا ہے۔ دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ﴾ یعنی شکاری کتے جس جانور کو روک لیں اس کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔ یہ عام ہے اسے بھی شامل ہے جسے ذبح کیا ہو اور اس کے سوا کو بھی لیکن جس صورت میں اس وقت بحث ہے وہ یا تو ٹکر لگا ہوا ہے یا اس کے حکم میں یا گلا گھونٹا ہوا ہے یا اس کے حکم میں۔ بہر صورت اس آیت کی تقدیم ان وجوہ پر ضرور ہوگی۔ اولاً تو یہ شارح علیہ السلام نے اس آیت کا حکم شکار کی حالت میں معتبر مانا ہے کیونکہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا اگر وہ چوڑائی کی طرف سے لگا ہے تو وہ لٹھ مارا ہوا ہے اسے نہ کھاؤ۔ جہاں تک ہمارا علم ہے ہم جانتے ہیں کہ کسی عالم نے یہ نہیں کہا کہ لٹھ سے اور مار سے مراد ہوا تو شکار کی حالت میں معتبر ہو اور سینگ اور ٹکر لگا ہوا معتبر نہ ہو پس جس صورت میں اس وقت بحث ہو رہی ہے اس جانور کو حلال کہنا اجماع کو توڑنا ہوگا جسے کوئی بھی جائز نہیں کہہ سکتا بلکہ اکثر علماء اسے ممنوع بتلاتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ آیت ﴿فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكْنَ﴾ اپنے عموم پر باقی نہیں اور اس پر اجماع ہے بلکہ آیت سے مراد صرف حلال حیوان ہیں تو اس کے عام الفاظ سے وہ حیوان جن کا کھانا حرام ہے بالاتفاق نکل گئے اور یہ قاعدہ ہے کہ عموم محفوظ مقدم ہوتا ہے عموم غیر محفوظ پر۔ ایک تقریر اسی مسئلہ میں اور بھی گوش گزار کر لیجئے کہ اس طرح کا شکار میتہ کے حکم میں ہے اس لئے کہ اس کا خون اور اس کے ردی رطوبات اسی میں رہے پس جس وجہ سے مردار حرام ہے وہی وجہ یہاں بھی ہے تو یہ بھی اسی قیاس سے حلال نہیں۔ ایک اور وجہ بھی سننے کہ حرمت کی آیت ﴿حُرْمَتِ﴾ بالکل محکم ہے اس میں کسی طرح سے نسخ کا دخل نہیں نہ کوئی تخصیص ہوتی ہے۔ ٹھیک اسی طرح آیت تحلیل بھی محکم ہی ہونی چاہئے یعنی فرمان باری تعالیٰ ﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أَحَلَّ لَهُمْ قُلْ أَحَلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتِ﴾ کا لوگ تجھ سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کے لئے کیا حلال کیا گیا ہے؟ تو کہہ دے کہ تمام طیب چیزیں تمہارے لئے حلال ہیں۔ جب دونوں آیتیں محکم اور غیر منسوخ ہیں تو یقیناً ان میں تعارض نہ ہونا چاہئے۔ پس حدیث کو اس کے بیان کے لئے سمجھنا چاہئے اور اسی کی شہادت تیر کا واقعہ ہے جس میں یہ بیان ہے کہ اس میں یہ صورت داخل ہے یعنی جب کہ وہ انی دھار اور تیزی کی طرف سے زخم کر لے تو جانور

حلال ہوگا کیونکہ وہ طیبات میں آگیا۔ ساتھ ہی حدیث میں یہ بھی بیان آگیا کہ آیت تحریم میں کوئی صورت داخل ہے؟ یعنی وہ صورت جس میں جانور کی موت تیر کی چوڑائی سے ہوئی ہے وہ حرام ہو گیا ہے جسے کھایا نہ جائے گا اس لئے کہ وہ وقید ہے اور وقید آیت تحریم کا ایک فرد ہے ٹھیک اسی طرح اگر شکاری کتے نے جانور کو اپنے دباؤ زور بوجھ اور سخت پکڑ کی وجہ سے مار ڈالا ہے تو وہ (نطیح) یعنی نگر اور سینگ لگے ہوئے کے حکم میں ہے اور حلال نہیں ہاں اگر اسے مجروح کیا ہے تو وہ آیت تحلیل کے حکم میں ہے اور یقیناً حلال ہے۔ اس پر اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ اگر یہی مقصود ہوتا تو کتے کے شکار میں بھی تفصیل کردی جاتی اور فرمایا جاتا کہ اگر وہ جانور کو چیرے پھاڑے زخمی کرے تو حلال اور اگر زخم نہ لگائے تو حرام۔ اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ کتے کا بغیر زخمی کئے قتل کرنا بہت ہی کم ہوتا ہے اس کی عادت یہ نہیں بلکہ یہ ہے کہ اپنے پنجوں یا کچلیوں سے ہی شکار کو مارے یا دونوں سے بہت کم کبھی کبھی شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ وہ اپنے دباؤ اور بوجھ سے شکار کو مار ڈالے اس لئے اس کی ضرورت ہی نہ تھی کہ اس کے حکم کو بیان کیا جائے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ جب آیت تحریم میں "میتہ" منخنقہ" موقوذہ" متردیہ اور نطیحہ" کی حرمت موجود ہے تو اس کے جاننے والے کے سامنے اس قسم کے شکار کا حکم بالکل ظاہر ہے۔ تیر اور معراض میں اس حکم کو اس لئے الگ بیان کر دیا کہ عموماً خطا کر جاتا ہے اس شخص کے ہاتھ سے جو قادر انداز نہ ہو یا نشانے میں خطا کر جاتا ہے اس لئے اس کے دونوں حکم تفصیل وار بیان فرمادیئے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ دیکھئے چونکہ کتے کے شکار میں یہ احتمال تھا کہ ممکن ہے وہ اپنے کئے ہوئے شکار میں سے کچھ کھالے اس لئے یہ حکم صراحت کے ساتھ الگ بیان فرمایا ہے اور ارشاد ہوا "اگر وہ خود کھالے تو تم اسے نہ کھاؤ ممکن ہے کہ اس نے خود اپنے لئے ہی شکار کو روکا ہو۔" ① یہ حدیث صحیح بخاری و مسلم میں موجود ہے اور یہ صورت اکثر حضرات کے نزدیک آیت تحلیل کے عموم سے مخصوص ہے اور ان کا قول ہے کہ جس شکار کو کتا کھالے اس کا کھانا حلال نہیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہی حکایت کیا جاتا ہے حضرت حسن، فضی اور نخعی رضی اللہ عنہم کا قول بھی یہی ہے اور اسی کی طرف ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں صاحب اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما اور مشہور روایت میں شافعی رضی اللہ عنہ بھی گئے ہیں۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے اپنی تفسیر میں علی سعید سلمان، ابو ہریرہ ابن عمر اور ابن عباس رضی اللہ عنہم سے نقل کیا ہے کہ گو کتے نے شکار میں سے کچھ کھالیا ہوتا ہم اسے کھالینا جائز سمجھتے تھے۔ بلکہ حضرت سعید، حضرت سلمان، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ وغیرہ تو فرماتے ہیں گو کتا آدھواں آدھ کھا گیا ہوتا ہم اس شکار کو کھالینا جائز ہے۔ امام مالک اور شافعی رضی اللہ عنہ بھی اپنے قدیم قول میں اسی طرف گئے ہیں اور قول جدید میں دونوں قولوں کی طرف اشارہ کیا ہے جیسے کہ امام ابو نصر بن صباغ وغیرہ نے کہا ہے۔ ابو داؤد میں قوی سند سے مروی ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب تو اپنے کتے کو چھوڑے اور اللہ تعالیٰ کا نام تو نے لے لیا ہو تو کھالے گا اس نے بھی اس میں سے کھالیا ہو اور کھالے اس چیز کو جسے تیرا ہاتھ تیری طرف لوٹا لائے۔" ② نسائی میں بھی یہ روایت ہے۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کسی شخص نے اپنا کتا شکار پر چھوڑا اس نے شکار کو پکڑا اور اس کا کچھ گوشت کھالیا تو اسے اختیار ہے کہ باقی جانور یہ اپنے کھانے کے کام میں لے۔" ③ اس میں اتنی علت ہے کہ موقوفاً حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے قول سے مروی ہے جمہور نے عدی والی حدیث کو اس پر مقدم کیا ہے اور ابو ثعلبہ وغیرہ کی حدیث کو ضعیف بتلایا ہے۔ بعض علمائے کرام نے اس حدیث کو اس بات پر

① صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصيد، باب إذا أكل الكلب ۵۴۸۳، صحیح مسلم ۱۹۲۹۔

② ابو داؤد، کتاب الضحایا، باب فی الصيد ۲۸۵۲ وهو حسن۔ ③ الطبری۔

محمول کیا ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب کتے نے شکار پکڑا اور دیر تک اپنے مالک کا انتظار کیا، جب وہ نہ آیا تو بھوک وغیرہ کے باعث اس نے کچھ کھالیا، اس صورت میں یہ حکم ہے کہ باقی کا گوشت مالک کھالے کیونکہ ایسی حالت میں یہ ڈر باقی نہیں رہتا کہ شاید شکاری کتا ابھی سدھا ہوا نہ ہو ممکن ہے کہ اس نے اپنے لئے ہی شکار کیا ہو بخلاف اس کے کتے نے پکڑتے ہی کھانا شروع کر دیا تو اس سے معلوم ہو جاتا ہے اس نے اپنے لئے شکار دبوچا ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

اب رہے شکاری پرندے تو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے صاف کہا ہے کہ یہ کتے کے حکم میں ہیں۔ اگر یہ شکار میں سے کچھ کھالیں تو شکار کا کھانا جمہور کے نزدیک تو حرام ہے اور دیگر کے نزدیک حلال ہے ہاں مزرعی رحمۃ اللہ علیہ کا مختار قول یہ ہے کہ گو شکاری پرندوں نے شکار کا گوشت کھالیا ہوتا ہم وہ حرام نہیں، یہی مذہب ابو حنیفہ اور احمد رحمۃ اللہ علیہ کا ہے۔ اس لئے کہ پرندوں کو کتوں کی طرح مار پیٹ کر سدھا بھی نہیں سکتے اور وہ تعلیم حاصل کر ہی نہیں سکتا جب تک اسے کھائے نہیں تو یہاں یہ بات معاف ہے اور اس لئے بھی کہ نص کتے کے بارے میں وارد ہوئی ہے پرندوں کے بارے میں نہیں۔ شیخ ابو علی "افصح" میں فرماتے ہیں کہ جب ہم نے یہ طے کر لیا کہ اس شکار کا کھانا حرام ہے جس میں شکاری کتے نے کھالیا ہو تو جس شکار میں شکاری پرند کھالے اس میں دوو جمیں ہیں، لیکن قاضی ابوالطیب نے اس فرع کا اور اس ترتیب کا انکار کیا ہے کیونکہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے ان دونوں کو صاف لفظوں میں برابر رکھا ہے وَاللَّهُ سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى أَعْلَمُ۔

"مَتْرَدِيَّة" ہے جو پہاڑی سے یا کسی بلند جگہ سے گر کر مر گیا ہو وہ جانور بھی حرام ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما یہی فرماتے ہیں: ① قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یہ وہ ہے جو کنوئیں میں گر پڑے ② ﴿نَطِيحَةً﴾ وہ ہے جسے دوسرا جانور سینگ وغیرہ سے ٹکر لگائے اور وہ اس صدمہ سے مرجائے گو اس سے زخم بھی ہو، ہوا اور گواں سے خون بھی نکلا ہو بلکہ گو ٹھیک ذبح کرنے کی جگہ ہی لگا ہو اور خون بھی نکلا ہو یہ لفظ معنی میں مفعول یعنی منطوقہ کے ہے یہ وزن عموماً کلام عرب میں بغیر "ت" کے آتا ہے جیسے "عَيْنٌ كَجَحِيلٍ أَوْ كَفَّ حَضِيْبَتٍ" ان مواقع میں "كَجَحِيلَةٍ" اور "حَضِيْبَةٍ" نہیں کہتے اس جگہ "ت" اس لئے لایا گیا ہے کہ یہاں اس لفظ کا استعمال قائم مقام اسم کے ہے جیسے عرب کا یہ کلام ہے "طَرِيْفَةٌ طَوِيْلَةٌ" بعض نحوی کہتے ہیں کہ تاہ تانیث یہاں اس لئے لایا گیا ہے کہ پہلی مرتبہ ہی تانیث پر دلالت ہو جائے بخلاف کھیل اور نصیب کے کہ وہاں تانیث کلام کے ابتدائی لفظ سے معلوم ہوتی ہے ﴿مَسَاكِلُ السَّبْعِ﴾ سے مراد وہ جانور ہے جس پر شیر یا بیٹھریا چیتا یا کتا وغیرہ درندہ حملہ کرے اور اس کا کوئی حصہ کھاجائے اور اس سبب سے وہ مرجائے تو اس جانور کو کھانا بھی حرام ہے اگرچہ اس سے خون بہا ہو بلکہ اگر ذبح کرنے کی جگہ سے ہی خون نکلا ہوتا ہم وہ جانور بالا جماع حرام ہے۔ اہل جاہلیت ایسے جانور کا بقیہ کھالیا کرتے تھے، اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس سے منع فرمایا پھر فرماتا ہے "مگر وہ جسے تم ذبح کر لو، یعنی گلا گھونٹا ہوا لٹھا مارا ہوا اور پر سے گرا پڑا ہوا سینگ اور ٹکر لگا ہوا اور درندوں کا کھالیا ہوا اگر اس حالت میں تمہیں مل جائے کہ اس میں جان باقی ہو اور تم اس پر باقاعدہ اللہ کا نام لے کر چھری پھیر لو تو پھر یہ جانور تمہارے لئے حلال ہو جائیں گے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سعید بن جبیر، حسن اور سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ③ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اگر تم ان کو اس حالت میں پالو کہ چھری پھیرتے ہوئے وہ دم رگڑیں یا پیر ہلائیں یا آنکھیں پھرائیں تو بے شک ذبح کر کے کھا لو۔ ابن جریر میں آپ سے مروی ہے کہ جس جانور کو ضرب لگی ہو یا اوپر سے گڑ پڑا ہو یا ٹکر لگی ہو اور اس میں روح باقی ہو اور تمہیں وہ ہاتھ پیر رگڑتا مل جائے تو تم اسے ذبح کر کے کھا

سکتے ہو۔ ① حضرت طاؤس، حسن، قتادہ، عبید بن عمیر، ضحاک رضی اللہ عنہم اور بہت سے حضرات سے مروی ہے کہ بوقت ذبح اگر کوئی حرکت بھی اس جانور کی ایسی ظاہر ہو جائے جس سے یہ معلوم ہو کہ اس میں حیات ہے تو وہ حلال ہے۔ ② جمہور فقہاء کا یہی مذہب ہے تینوں اماموں کا بھی یہی قول ہے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ اس بکری کے بارے میں جسے بھیڑیا پھاڑ ڈالے اور اس کی آنتیں نکل آئیں فرماتے ہیں میرا خیال ہے کہ اسے ذبح نہ کیا جائے اس میں سے کس چیز کا ذبیحہ ہوگا؟ ایک مرتبہ آپ سے سوال ہوا کہ درندہ اگر حملہ کر کے بکری کی پیٹھ توڑ دے تو کیا اس بکری کو جان نکلنے سے پہلے ذبح کر سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا اگر بالکل آخر تک پہنچ گیا ہے تو میری رائے میں نہ کھانی چاہئے اور اگر اطراف میں ہی ہے تو کوئی حرج نہیں۔ سائل نے کہا درندے نے اس پر حملہ کیا اور کوڈ کر اسے پکڑا جس سے اس کی کمر ٹوٹ گئی ہے تو آپ نے فرمایا مجھے اس کا کھانا پسند نہیں کیونکہ اتنی زبردست چوٹ کے بعد زندہ نہیں رہ سکتی۔ آپ سے پھر پوچھا گیا کہ اچھا اگر پیٹ پھاڑ ڈالا اور آنتیں نہیں نکلیں تو کیا حکم ہے؟ فرمایا میں تو یہی رائے رکھتا ہوں کہ نہ کھائی جائے یہ ہے امام مالک رضی اللہ عنہ کا مذہب لیکن چونکہ آیت عام ہے اس لئے امام صاحب رضی اللہ عنہ نے جن صورتوں کو مخصوص کیا ہے ان پر کوئی خاص دلیل چاہئے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

بخاری و مسلم میں حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کل دشمن سے لڑائی میں گتہ جانے والے ہیں اور ہمارے ساتھ چھریاں نہیں کیا ہم بانس سے ذبح کر لیں؟ آپ نے فرمایا ”جو چیز خون بہائے اور اس پر اللہ کا نام لیا جائے اسے کھا لو سوائے دانت اور ناخن کے یہ اس لئے کہ دانت ہڈی ہے اور ناخن جھبیوں کی چھریاں ہیں۔“ ③ مسند احمد اور سنن میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کیا ذبیحہ صرف حلق اور زخروے ہی میں ہوتا ہے؟ آپ نے فرمایا ”اگر تو نے اس کی ران میں بھی زخم لگا دیا تو کافی ہے۔“ ④ یہ حدیث ہے تو سہی لیکن یہ حکم اس وقت ہے جب کہ صحیح طور پر ذبح کرنے پر قادر نہ ہو۔ ”نصب پر جو جانور ذبح کئے جائیں وہ بھی حرام ہیں۔“ مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ پرستش گا ہیں کعبہ کے ارد گرد تھیں۔ ⑤ ابن جریج رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ تین سو ساٹھ بت تھے زمانہ جاہلیت کے عرب ان کے سامنے اپنے جانور قربان کرتے تھے اور ان میں سے جو بیت اللہ کے بالکل متصل تھا اس پر ان جانوروں کا خون چھڑکتے تھے اور گوشت کو ان بتوں پر بطور چڑھاوے کے چڑھاتے تھے ⑥ پس اللہ تعالیٰ نے یہ کام مؤمنوں پر حرام کیا اور ان جانوروں کا کھانا بھی حرام کر دیا اگر چنانچہ ان جانوروں کے ذبح کے وقت بسم اللہ بھی کہی گئی ہو کیونکہ یہ شرک ہے جسے اللہ تعالیٰ وحدہ لا شریک لہ نے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام کیا ہے اور یہی لائق ہے اور اس جملہ سے بھی مطلب یہی ہے کیونکہ اس سے پہلے ان کی حرمت بیان ہو چکی ہے جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کے نام پر چڑھائے جائیں۔

”ازلام“ سے تقسیم کرنا جو حرام ہے وہ ہے جو جاہلیت کے عرب میں دستور تھا انہوں نے تین تیر رکھ چھوڑے تھے ایک پر لکھا تھا ”افعل“ یعنی کر دوسرے پر لکھا ہوا تھا ”لا تفعل“ یعنی نہ کر تیسرا خالی تھا۔ بعض کہتے ہیں ایک پر لکھا تھا مجھے میرے رب تعالیٰ کا حکم ہے دوسرے پر لکھا تھا مجھے میرے رب تعالیٰ کی ممانعت ہے تیسرا خالی تھا اس پر کچھ بھی نہ لکھا ہوا تھا۔ وہ لوگ بطور قرعہ اندازی کے کسی کام

① الطبری، ۵۰۳/۹۔ ② ایضاً۔ ③ بخاری مسلم کا حوالہ پیچھے گزر چکا ہے۔

④ احمد ۴/۳۳۴؛ ابو داؤد، کتاب الضحایا، باب فی ذبیحة المتردیه ۲۸۲۵، وسندہ ضعیف؛ ترمذی ۱۴۸۱؛ نسائی ۴۴۱۳؛ ابن ماجہ ۳۱۸۴؛ تاریخ الکبیر ۲/۱/۲۲؛ دارمی ۲/۱۹؛ مسند ابی یعلیٰ ۱۵۰۳؛ بیہقی ۹/۲۴۶؛ حلیۃ الأولیاء ۶/۲۵۷، امام بخاری کہتے ہیں: ابوالعشرہ کی حدیث، اس کے نام اور اس کے اپنے والد سے سماع میں نظر ہے۔ شیخ البانی نے اس روایت پر ابوالعشرہ کی جہالت کی وجہ سے ضعیف کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (الإرواء ۲۵۳۵) ⑤ الطبری ۵۰۸/۹۔ ⑥ ایضاً۔

کے کرنے یا نہ کرنے میں جب انہیں تردد ہوتا تو ان تیروں کو نکالتے اگر حکم کا تیر نکلا تو اس کام کو کرتے اگر ممانعت کا تیر نکلا تو باز آ جاتے اگر خالی تیر نکلا تو پھر نئے سرے سے قرعہ اندازی کرتے۔ ازلام جمع ہے زلم کی اور بعض زلم بھی کہتے ہیں۔ استقسام کے معنی ان تیروں سے تقسیم کی طلب ہے۔ قریشیوں کا سب سے بڑا بت ہبل خانہ کعبہ کے اندر کے کنویں پر نصب تھا جس کنویں میں کعبہ کے ہدیے اور مال جمع رہا کرتے تھے اس بت کے پاس سات تیر تھے جن پر کچھ لکھا ہوا تھا جس کام میں اختلاف پڑتا یہ قریشی یہاں آ کر ان تیروں میں سے کسی تیر کو نکالتے اور اوپر جو لکھا پاتے اسی کے مطابق عمل کرتے۔ ① بخاری و مسلم میں ہے کہ آنحضرت محمد ﷺ جب کعبہ میں داخل ہوئے تو وہاں حضرت ابراہیم اور حضرت اسماعیل علیہما السلام کے مجسمے گڑھے ہوئے پائے جن کے ہاتھوں میں تیر تھے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ انہیں غارت کرے انہیں خوب معلوم ہے کہ ان بزرگوں نے کبھی تیروں سے فال نہیں لی۔“ ②

صحیح حدیث میں ہے کہ سراقہ بن مالک بن بھشم جب نبی ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو ڈھونڈنے کے لئے نکلا کہ انہیں پکڑ کر کفار مکہ کے سپرد کرے اور آپ اس وقت ہجرت کر کے مکہ سے مدینہ کو جا رہے تھے تو اس نے اسی طرح قرعہ اندازی کی۔ اس کا بیان ہے کہ پہلی مرتبہ وہ تیر نکلا کہ جو میری مرضی کے خلاف تھا۔ میں نے پھر تیروں کو ملا جلا کر تیر نکالا تو اب کی مرتبہ بھی یہی تیر نکلا کہ تو انہیں کوئی ضرر نہ پہنچا سکے گا۔ میں نے پھر نہ مانا تیسری مرتبہ فال لینے کے لئے تیر نکالا تو اب کی مرتبہ بھی یہی نکلا لیکن میں ہمت کر کے ان کا کوئی لحاظ نہ کر کے انعام حاصل کرنے اور سرخرو ہونے کے لئے آپ کی طلب میں نکل کھڑا ہوا۔ اس وقت تک سراقہ مسلمان نہیں ہوا تھا۔ یہ حضور ﷺ کا کچھ نہ بگاڑ سکا اور پھر بعد میں اسے اللہ تعالیٰ نے اسلام سے مشرف فرمایا۔ ③ ابن مردویہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”وہ شخص جنت کے بلند درجوں کو نہیں پاسکتا جو کہانت کرے یا تیروں سے فال نکالے یا کسی بدفالی کی وجہ سے سفر سے لوٹ آئے۔“ ④ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا ہے کہ عرب ان تیروں کے ذریعے اور فارسی اور رومی پانسوں کے ذریعے جو اٹھایا کرتے تھے جو مسلمانوں پر حرام کیا جاتا ہے۔ ⑤ ممکن ہے کہ اس قول کے مطابق ہم یوں کہیں کہ تھے تو یہ تیر استخارے کے لئے گمران سے جو ابھی گاہے گاہے کھیل لیا کرتے تھے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اسی سورت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے جوئے کو بھی حرام کیا ہے اور فرمایا ہے ”ایمان والو! شراب، جوأت اور تیر نخس اور شیطانی کام ہیں تم ان سے الگ رہو تا کہ تمہیں نجات ملے شیطان تو یہ چاہتا ہی ہے کہ ان کے ذریعے سے تمہارے درمیان عداوت و بغض ڈال دے۔“ اسی طرح یہاں بھی فرمان ہوتا ہے کہ تیروں سے تقسیم طلب کرنا حرام ہے اس کام کا کرنا فسق، گمراہی، جہالت اور شرک ہے۔ اس کے بجائے مؤمنوں کو حکم ہوا کہ جب تمہیں اپنے کسی کام میں تردد ہو تو تم اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرو اس کی عبادت کر کے اس سے بھلائی طلب کرو (مسند احمد)۔

استخارہ کا تذکرہ: بخاری اور سنن میں مروی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہمیں رسول ﷺ جس طرح قرآن کی سورتیں سکھاتے تھے اس طرح ہمارے کاموں میں استخارہ کرنا بھی تعلیم فرماتے تھے۔ آپ ارشاد فرمایا کرتے تھے ”جب تم میں سے کسی کو کوئی اہم کام آ پڑے تو اسے چاہئے کہ دو رکعت نماز نفل پڑھ کر پھر یہ دعا پڑھے:- ((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْتَخِیْرُکَ بِعِلْمِکَ وَاَسْتَقْدِرُکَ بِقُدْرَتِکَ وَاَسْأَلُکَ مِنْ فَضْلِکَ الْعَظِیْمِ فَاِنَّکَ تَقْدِرُ وَاَ لَا اَقْدِرُ وَتَعْلَمُ وَاَ لَا اَعْلَمُ وَاَنْتَ عَلَامُ الْغُیُوْبِ۔

① الطبری ۱۳/۹-۵۱۳ ② صحیح بخاری، کتاب الحج، باب من کبر فی نواحی الکعبة ۱۶۰۱؛ ابو داؤد ۲۷۰۲۷

احمد ۱/۳۳۴؛ ابن حبان ۵۸۶۱- ③ صحیح بخاری، کتاب مناقب الأنصار، باب ہجرة النبی ﷺ واصحابہ الی العبدیة

۳۹۰۶؛ احمد ۴/۱۷۵؛ ابن حبان ۶۲۸۰- ④ مجمع الزوائد ۵/۱۱۸ تمام الرازی فی الفوائد، ۲/۱۶۸، ح ۱۴۴۴

وسند معلول ضعیف مسند الشامیین: ۲۱۰۴ عبد الملک بن عمیر عنعن وسقط ذکرہ من روایة تمام- ⑤ الطبری ۱۳/۹-۵۱۲

اَللّٰهُمَّ اِنْ كُنْتَ تَعَلَّمُ اَنَّ هٰذَا الْاَمْرَ خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَمَعَايِشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ فَافْضِرْهُ لِيْ وَيَسِّرْهُ لِيْ ثُمَّ بَارِكْ لِيْ فِيْهِ وَاِنْ كُنْتَ تَعَلَّمُ اَنَّهُ شَرٌّ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ وَدُنْيَايَ وَمَعَايِشِيْ وَعَاقِبَةِ اَمْرِيْ فَاصْرِفْنِيْ عَنْهُ وَاَصْرِفْهُ عَنِّيْ وَافْضِرْ لِيْ الْخَيْرَ حَيْثُ كَانَ ثُمَّ رَضِيْنِيْ بِهِ)) ① یعنی ”اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے تیرے علم کے ذریعہ بھلائی طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے وسیلے سے تجھ سے قدرت طلب کرتا ہوں اور تجھ سے تیرے بہت بڑے فضل کا طالب ہوں یقیناً تو ہر چیز پر قادر ہے اور میں محض مجبور ہوں تو تمام تر علم والا ہے اور میں مطلق بے علم ہوں تو یہی ہے جو تمام غیب کو بخوبی جاننے والا ہے اے میرے اللہ تعالیٰ! اگر تیرے علم میں یہ کام بہتر ہے تو تو اسے میرے لئے مقدر کر دے اور اسے میرے لئے آسان بھی کر دے اور اس میں مجھے ہر طرح کی برکتیں عطا فرما اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے لئے دین و دنیا کی زندگی اور انجام کار کے لحاظ سے برا ہے تو اسے مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے دور کر دے اور میرے لئے خیر و برکت جہاں کہیں ہو مقرر کر دے پھر مجھے اسی سے رضامند کر دے۔“ دعا کے یہ الفاظ مسند احمد میں ہیں۔ ② ”هٰذَا الْاَمْرُ“ جہاں ہے وہاں اپنے کام کا نام لے مثلاً نکاح ہو تو کہے ”هٰذَا النِّكَاحُ“ سفر ہو تو ”هٰذَا السَّفَرُ“ بیوپار ہو تو ”هٰذِهِ التِّجَارَةُ“ وغیرہ۔ بعض روایتوں میں ((خَيْرٌ لِّيْ فِيْ دِيْنِيْ)) سے ”اَمْرِيْ“ تک کے بجائے یہ الفاظ ہیں۔ ((خَيْرٌ لِّيْ فِيْ عَاجِلِ اَمْرِيْ وَاَجَلِهِ))۔ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو حسن غریب بتلاتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے آج کافر تمہارے دین سے مایوس ہو گئے یعنی ان کی یہ امیدیں خاک میں مل گئیں کہ وہ تمہارے دین میں کچھ خلط ملط کر سکیں اپنے دین کو تمہارے دین میں گڈمڈ کر لیں۔ چنانچہ صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”شیطان اس سے تو مایوس ہو چکا ہے کہ نمازی مسلمان جزیرہ عرب میں اس کی پرستش کریں ہاں وہ اس کی کوشش میں رہے گا کہ مسلمانوں کو آپس میں ایک دوسرے کے خلاف بھڑکاتا رہے“ ③ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ مشرکین مکہ اس سے مایوس ہو گئے کہ مسلمانوں سے ملے جلے رہیں کیونکہ احکام اسلام نے ان دونوں جماعتوں میں بہت کچھ تفاوت ڈال دیا۔ اسی لئے حکم ربانی ہو رہا ہے کہ مؤمن صبر کریں ثابت قدم رہیں اور سو اللہ تعالیٰ کے کسی سے نہ ڈریں کفار کی مخالفت کی کچھ پرواہ نہ کریں اللہ تعالیٰ ان کی مدد کرے گا اور انہیں اپنے مخالفین پر غلبہ دے گا اور ان کے ضرر سے ان کی محافظت کرے گا۔ اور دنیا و آخرت میں انہیں بلند و بالا رکھے گا۔ پھر اپنی زبردست بہترین اعلیٰ اور افضل تر نعمت کا ذکر فرماتا ہے کہ میں نے تمہارا دین ہر طرح اور ہر حیثیت سے کامل و مکمل کر دیا تمہیں اس دین کے سوا کسی دین کی احتیاج نہیں نہ اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور نبی کی تمہیں کوئی حاجت ہے اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین کیا ہے انہیں تمام جنوں اور انسانوں کی طرف بھیجا ہے حلال وہی ہے جسے وہ حلال کہیں حرام وہی ہے جسے وہ حرام کہیں دین وہی ہے جسے وہ مقرر کریں ان کی تمام باتیں حق اور صداقت والی جن میں کسی طرح کا جھوٹ اور خلاف نہیں۔ جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا﴾ ④ یعنی ”تیرے رب کا کلمہ پورا ہوا جو خبریں دینے میں سچا ہے اور حکم وضع میں عدل والا ہے“ دین کو کامل کرنا تم پر اپنی نعمت کو بھر پور کرنا ہے چونکہ میں خود تمہارے اس دین اسلام پر خوش ہوں اس لئے تم بھی اسی پر راضی ہو سکی دین اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ

① صحیح بخاری، کتاب التہجد، باب ما جاء فی التطوع منی منی ۱۱۶۲؛ ابو داؤد، ۱۵۳۸؛ ترمذی، ۴۸۰؛ نسائی، ۸۰/۶؛

ابن ماجہ، ۱۳۸۳؛ ابن حبان ۸۸۷؛ بیہقی، ۵۲/۳؛ مسند ابن یعلیٰ، ۲۰۸۶؛ شرح السنۃ، ۱۰۱۶؛ الأدب المفرد، ۷۰۳۔

② احمد ۳/۳۴۴ و مسند صحیح (الموسوعۃ الحدیثیہ ۵۶/۲۳) دیکھئے صحیح بخاری، ۱۱۶۲۔

③ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب تحریش الشیطان وبعثہ سراہاہ لفتنۃ الناس..... ۲۸۱۲؛ ترمذی ۱۹۳۷؛

احمد، ۳/۳۱۳؛ مسند ابن یعلیٰ، ۲۰۹۵؛ البغوی، ۳۵۲۵؛ اتحاف المہرۃ، ۱۶۹/۳۔ ④ الانعام: ۱۱۶۔

ہے اسی کو دے کر اس نے اپنے افضل رسول ﷺ کو بھیجا ہے اور اپنی اشرف کتاب نازل فرمائی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس دین اسلام کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے کامل و مکمل کر دیا ہے اور اپنے نبی ﷺ اور مومنوں کو اس کا کامل ہونا خود اپنے کلام میں فرما چکا ہے اب یہ رہتی دنیا تک کسی زیادتی کا محتاج نہیں اسے اللہ تعالیٰ نے پورا کیا ہے جو قیامت تک ناقص نہیں ہونے کا اس سے اللہ تعالیٰ خوش ہے اور کبھی بھی ناخوش نہیں ہونے والا۔ حضرت سدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت عرفہ کے دن نازل ہوئی اس کے بعد حلال و حرام کا کوئی حکم نہیں اترتا۔ اس حج سے لوٹ کر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ حضرت اسماء بنت عمیس رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں اس آخری حج میں حضور ﷺ کے ساتھ میں بھی تھی ہم جا رہے تھے اتنے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام کی تجلی ہوئی، حضور ﷺ اپنی اونٹنی پر جھک پڑے وحی اترتی شروع ہوئی، اونٹنی وحی کے بوجھ کی طاقت نہ رکھتی تھی۔ میں نے اسی وقت اپنی چادر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر اوڑھادی۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں اس کے بعد کیا سی دن تک رسول اللہ ﷺ حیات رہے۔ حج اکبر والے دن جب کہ یہ آیت اترتی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ رونے لگے حضور ﷺ نے سبب دریافت فرمایا تو جواب دیا کہ ہم ابھی دین کی اور زیادتی کی امید میں تھے اب وہ کامل ہو گیا دستور یہ ہے کہ کمال کے بعد نقصان شروع ہو جاتا ہے۔

آپ نے فرمایا سچ ہے۔ ① اس معنی کی شہادت اس ثابت شدہ حدیث سے ہوتی ہے جس میں حضور ﷺ کا یہ فرمان ہے ”اسلام غربت اور پردہ کی پن سے شروع ہوا اور عنقریب پھر غریب و انجان ہو جائے گا پس غربا کے لئے خوشخبری ہے“ ② مسند احمد میں ہے کہ ایک یہودی نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کہا تم جو اس آیت ﴿الْيَوْمَ اكْمَلْتُ﴾ کو پڑھتے ہو اگر وہ ہم یہودیوں پر نازل ہوتی تو ہم اس دن کو عید منالیتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ کے فضل سے مجھے علم ہے کہ یہ آیت آپ پر کس وقت اور کس دن نازل ہوئی؟ یہ عرفہ کے دن جمعہ کی شام کو نازل ہوئی ہے ہم سب اس وقت میدان عرفہ میں تھے۔ ③ تمام سیرت والے اس بات پر متفق ہیں کہ حجۃ الوداع والے عرفہ کا دن جمعہ کو تھا۔ اور روایت میں ہے کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر سے یہ کہا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ آیت ہمارے ہاں دوہری عید کے دن نازل ہوئی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی زبانی اس آیت کی تلاوت سن کر بھی یہودیوں نے یہی کہا تھا، جس پر آپ نے فرمایا ہمارے ہاں تو یہ آیت دوہری عید کے دن اترتی ہے، عید کا دن بھی تھا اور جمعہ کا دن بھی۔ ④ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ آیت عرفہ کے دن شام کو اترتی ہے۔ حضرت معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ نے منبر پر اس پوری آیت کی تلاوت کی اور فرمایا جمعہ کے دن عرفہ کو یہ اترتی ہے۔ حضرت سرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس وقت حضور ﷺ موقف میں کھڑے ہوئے تھے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ تمہارے نبی ﷺ پیر والے دن پیدا ہوئے، پیر والے دن ہی مکہ سے نکلے اور پیر والے دن ہی مدینہ میں تشریف لائے یہ اثر غریب ہے۔ اور اس کی سند ضعیف ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ پیر کے دن

① الطبری ۵۱۹/۹ اس کی سند میں سفیان بن کعب بن الجراح حافظ کے تشریح (التاریخ الصغیر ۲/۳۸۵) اور ہارون بن عمرہ پر ابن حبان کے منکر الحدیث کی جرح (الضعفاء والمتروکین ۳/۱۷۱) کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔

② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان أن الإسلام بدأ غريباً وسيعود غريباً..... ۱۴۵؛ ابن ماجہ ۳۹۸۶؛ احمد ۳۸۹/۲؛ مسند ابی یعلیٰ ۶۱۹۰؛ ابو عوانہ ۱/۱۰۱؛ تاریخ بغداد ۱۱/۳۰۷۔ ③ احمد ۲۸/۱؛ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب زیادة الایمان ونقصانه ۴۵؛ صحیح مسلم ۷۰۱۷؛ نسائی ۴۹۲۶؛ بیہقی ۱۱۸/۵؛ مسند حمیدی ۳۱؛ ترمذی ۳۰۴۳؛ ابن حبان ۱۸۵؛ الشریعة ۱۰۵۔ ④ الطبری، ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة ۳۰۴۴ وسنده صحیح اس میں (فی یوم الجمعة ویوم العرفة) کے الفاظ ہیں اور شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے بھی اس روایت کو صحیح کہا ہے (صحیح ترمذی ۲۴۳۸)

پیدا ہوئے پیر کے دن نبی ﷺ بنائے گئے۔ پیر کے دن ہجرت کے ارادہ سے مکہ سے نکلے پیر کے دن ہی مدینہ پہنچے اور پیر کے دن ہی فوت ہوئے۔ حجر اسود بھی پیر کے دن رکھا گیا۔ ① اس میں سورہ مائدہ کا پیر کے دن اترنا مذکور نہیں میرا خیال یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہوگا دو عیدوں کے دن یہ آیت اتری تو دو کے لئے بھی لفظ اثنین ہے اور پیر کے دن کو بھی اثنین کہتے ہیں اس لئے راوی کو شبہ سا ہو گیا۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ دو قول اس میں اور بھی مروی ہیں ایک تو یہ کہ یہ دن لوگوں کو نامعلوم ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ آیت غدیر خم کے دن نازل ہوئی ہے جس دن کہ حضور ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی نسبت فرمایا تھا کہ جس کا مولیٰ میں ہوں اس کا مولیٰ علی ہے۔ ② تو گویا ذی الحجہ کی اٹھارویں تاریخ ہوئی جب کہ آپ حجۃ الوداع سے واپس لوٹ رہے تھے۔ لیکن یہ یاد رہے کہ یہ دونوں صحیح نہیں بالکل صحیح اور بے شک و شبہ قول یہی ہے کہ یہ آیت عرفہ کے دن جمعہ کو اتری ہے۔ امیر المؤمنین عمر بن خطاب اور امیر المؤمنین علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما اور اسلام کے پہلے بادشاہ حضرت معاویہ بن ابی سفیان اور ترجمان القرآن حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت سرہ بن جندب رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے اور اسی کو حضرت شعبی، حضرت قتادہ، حضرت شہر بن حوشبہ رضی اللہ عنہم وغیرہ ائمہ اور علمائے کبار نے کہا ہے یہی مختار قول ابن جریر طبری رضی اللہ عنہ کا ہے۔

مجبوری کی حالت میں مردار کھانے کی اجازت: پھر فرماتا ہے ”جو شخص ان حرام کردہ چیزوں میں سے کسی چیز کے استعمال کے لئے مجبور ہو جائے تو وہ ایسے اضطرار کی حالت میں انہیں کام میں لاسکتا ہے۔ اللہ غفور و رحیم ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے بندے نے اس کی حد نہیں توڑی لیکن بے بسی اور اضطرار کے موقع پر اس نے یہ کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے معاف فرمادے گا۔“ صحیح ابن حبان میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ”اللہ تعالیٰ کو اپنی دی ہوئی رخصتوں پر بندوں کا عمل کرنا ایسا بھاتا ہے جیسے اپنی نافرمانی سے رک جانا۔“ ③ مسند احمد میں ہے ”جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رخصت قبول نہ کرے اس پر عرفات کے پہاڑوں کے برابر گناہ ہے“ ④ اسی لئے فقہاء کہتے ہیں کہ بعض صورتوں میں مردار کھانا واجب ہو جاتا ہے جیسے کہ ایک شخص کی بھوک کی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ اب مر جاتا ہے اور کبھی جائز ہو جاتا ہے اور کبھی مباح۔ ہاں اس میں اختلاف ہے کہ بھوک کے وقت جب کہ حلال چیز میسر نہ ہو تو حرام صرف اتنا ہی کھا سکتا ہے کہ جان بچ جائے یا پیٹ بھر سکتا ہے بلکہ ساتھ بھی رکھ سکتا ہے۔ اس کے تفصیلی بیان کی جگہ احکام کی کتاب میں ہیں۔ اس مسئلہ میں کہ جب بھوکا شخص جس کے اوپر اضطرار کی حالت ہے مردار دوسرے کا کھانا اور حالت احرام میں شکار تینوں چیزیں موجود پائے تو کیا وہ مردار کھالے؟ یا حالت احرام میں ہونے کے باوجود شکار کر لے اور اپنی آسانی کی حالت میں اس کی جزا یعنی فدیہ ادا کر دے یا دوسرے کی چیز بلا اجازت کھالے اور اپنی آسانی کے وقت اسے وہ واپس کر دے۔ اس میں دو قول ہیں امام شافعی رضی اللہ عنہ سے دونوں مروی ہیں۔ یہ بھی یاد رہے کہ مردار کھانے کی یہ شرط جو عوام میں مشہور ہے کہ جب تین دن کا فاقہ ہو جائے تو حلال ہوتا ہے یہ بالکل غلط ہے بلکہ جب اضطرار بے قراری اور مجبوری کی حالت میں ہو اس کے لئے مردار کا کھانا حلال ہو جاتا ہے۔

مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ لوگوں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا کہ حضور! ہم ایسی جگہ رہتے ہیں کہ وہاں ہمیں

① احمد ۱/۲۷۷؛ مجمع الزوائد ۱/۲۰۱ اس کی سند میں ابن لہیعہ مخطوط راوی ہے۔ (التقریب، ۱/۴۴؛ رقم: ۵۷۴)

② اس کی سند میں ابوبارون العبدي عمارة بن جون ضعيف راوی ہے (المرجح والتعديل ۶/۳۶۳؛ رقم ۲۰۰۵)

③ احمد ۱۰۸/۲؛ وسندہ حسن؛ ابن حبان ۲۷۴۲؛ طبرانی ۱۱۸۸۰؛ شعب الایمان ۳۸۹۰؛ تاریخ بغداد ۱۰/۳۴۷؛ مسند الزوار،

۹۸۸؛ بیہقی ۳/۱۴۰ یہ روایت صحیح درج کی ہے۔ (الموسوعة الحدیثیة ۱۰/۱۱۲) اور شیخ البانی نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الإرواء

④ احمد ۲/۷۱؛ وسندہ ضعيف شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعیفة ۱۹۴۹)

نقد و فاقہ کی نوبت آ جاتی ہے۔ تو ہمارے لئے مردار کا کھالینا کب جائز ہو جاتا ہے؟ فرمایا ”جب صبح و شام نہ ملے اور نہ کوئی سبزی ملے تو تمہیں اختیار ہے۔“ ① اس حدیث کی ایک سند میں ارسال بھی ہے لیکن سند والی مرفوع حدیث کی اسناد شرط شخیں پر صحیح ہے۔ ابن عمون فرماتے ہیں کہ حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے پاس حضرت سمرہ رضی اللہ عنہا کی کتاب تھی جسے میں ان کے سامنے پڑھتا تھا اس میں یہ بھی تھا کہ صبح و شام نہ ملنا اضطرار ہے۔ ایک شخص نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ حرام کھانا کب حلال ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا ”جب تک کہ تو اپنے بچوں کو دودھ سے شکم سیر نہ کر سکے اور جب تک کہ ان کا سامان نہ آجائے۔“ ② ایک اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حلال حرام کا سوال کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا ”کل پاکیزہ چیزیں حلال اور کل غیبی چیزیں حرام ہاں جب کہ ان کا محتاج ہو جائے تو انہیں کھا سکتا ہے۔ جب تک کہ تو ان سے غمی نہ ہو جائے۔“ اس نے پھر دریافت کیا کہ وہ محتاجی کونسی ہے جس میں میرے لئے وہ حرام چیز حلال ہو جائے وہ غمی ہونا کونسا ہے جس سے مجھے اس سے رک جانا چاہئے؟ فرمایا ”جب کہ تو صرف رات کو اپنے بال بچوں کو دودھ سے اسودہ کر سکتا ہو تو حرام چیز سے پرہیز کر۔“ ③ ابوداؤد میں ہے کہ حضرت نجیح رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ہمارے لئے مردار کا کھانا کب حلال ہو جاتا ہے؟ آپ نے فرمایا ”تمہیں کھانے کو کیا ملتا ہے؟“ اس نے کہا صبح کو صرف ایک پیالہ دودھ اور شام کو کبھی صرف ایک پیالہ دودھ۔ آپ نے کہا ”یہی ہے اور کونسی بھوک ہوگی؟“ پس اس حالت میں آپ نے انہیں مردار کھانے کی اجازت عطا فرمائی۔ ④ مطلب حدیث کا یہ ہے کہ صبح شام ایک ایک پیالہ دودھ کا انہیں ناکافی تھا بھوک باقی رہتی تھی اس لئے ان پر مردار حلال کر دیا گیا تاکہ وہ پیٹ بھر لیا کریں۔ اسی کو دلیل بنا کر بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ اضطرار کے وقت مردار کو پیٹ بھر کر کھا سکتا ہے صرف جان بچ جائے اتنا ہی کھانا جائز ہو یہ قید ٹھیک نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ابوداؤد کی اور حدیث میں ہے کہ ایک شخص صبح اہل و عیال کے آیا اور حراہ میں ٹھہرا۔ کسی صاحب کی اونٹنی گم ہو گئی تھی تو اس نے ان سے کہا اگر میری اونٹنی مل جائے تو اسے پڑ لیتا۔ اتفاق سے یہ اونٹنی انہیں مل گئی۔ اب یہ اس کے مالک کو تلاش کرنے لگے لیکن وہ نہ ملا اور اونٹنی بیمار ہو گئی۔ تو اس شخص کی بیوی صاحبہ نے کہا ہم بھوکے رہا کرتے ہیں تو اسے ذبح کر ڈالو۔ لیکن اس نے انکار کر دیا۔ آخر اونٹنی مر گئی تو پھر بیوی نے کہا اب اس کی کھال کھینچ لو اور اس کے گوشت اور چربی کو کھلو۔ کر کے خشک کر لو ہم بھوکوں کے کام آجائے گا۔ اس بزرگ نے جواب دیا کہ میں تو یہ بھی نہیں کرنے کا ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اجازت دے دیں تو اور بات ہے چنانچہ حاضر ہو کر اس نے تمام قصہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا ”کیا تمہارے پاس اور کچھ کھانے کو ہے؟ جو تمہیں کافی ہو۔“ جواب دیا کہ نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”پھر تم کھا سکتے ہو۔“ اس کے بعد اونٹنی والے سے ملاقات ہوئی اور جب اسے یہ علم ہوا تو اس نے کہا پھر تم نے اسے ذبح کر کے کھا کیوں نہ لیا؟ اس بزرگ صحابی نے کہا شرم معلوم ہوئی۔ ⑤ یہ حدیث دلیل ہے ان لوگوں کی جو کہتے ہیں بوقت اضطرار مردار کا پیٹ بھر کر کھانا بلکہ اپنی حاجت کے مطابق پاس رکھ لینا بھی جائز ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر ارشاد ہوا کہ یہ حرام بوقت اضطرار اس کے لئے مباح ہے جو کسی گناہ کی طرف میلان نہ رکھتا ہو۔ اس کے لئے اسے مباح کر کے دوسرے سے خاموشی ہے جیسے سورہ بقرہ میں ہے۔ (لَقَمِنَ اضْطُرِّ غَيْرِ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ =

① احمد ۲۱۸/۵ وسندہ ضعیف۔ ② یردایت مرسل ہے۔ ③ الطبری ۹/۵۱۴ اس روایت میں اعرابی مجبول ہے۔

④ ابو داؤد، کتاب الأطعمۃ، باب فیمن اضطر الی العیتۃ ۳۸۱۷ وسندہ ضعیف وہب بن عقبہ کے صحیح صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع میں نظر ہے۔ بیہقی ۳۵۷/۹، شرح السنۃ ۲۹۰۰ اس روایت میں وہب بن عقبہ الحارمی مستور راوی ہے۔ (التقریب ۲/۳۳۹ رقم ۱۲۲) اور شیخ البانی نے

اس روایت کی سند کو ضعیف کہا ہے دیکھئے (ضعیف ابو داؤد ۸۲۲) ⑤ ابو داؤد، کتاب الأطعمۃ، باب فیمن اضطر الی العیتۃ ۳۸۱۶ وسندہ صحیح؛ بیہقی ۳۵۷/۹، شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اسے حسن لا شاؤقر دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح ابو داؤد ۲۲۳۴)

يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أُحِلَّ لَهُمْ قُلْ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبَاتُ وَمَا عَلَّمْتُم مِّنَ الْجَوَارِحِ

مُكَلِّبِينَ تَعْلَمُونَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللَّهُ فَكُلُوا مِمَّا أَمْسَكَنَّ عَلَيْكُمْ وَادْكُرُوا اسْمَ

اللَّهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَرِيعُ الْحِسَابِ ۝

ترجمہ: تم سے دریافت کرتے ہیں کہ ان کیلئے کیا کچھ حلال ہے تو کہہ دے کہ تمام پاک چیزیں تمہارے لئے حلال کی گئی ہیں۔ اور جن حاصل کرنیوالے شکار کھیلنے والے جانوروں کو تم نے سدھا رکھا ہے کہ تم انہیں تمہوڑا بہت وہ سکھاؤ جس کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھی ہے۔ پس وہ شکار کو تمہارے لئے پکڑ کر روک رکھیں تم اسے کھا لو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کر لیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ جلد حساب لینے والا ہے۔ [۴۱]

= اِنَّ اللّٰهَ عَفُوٌّ رَّحِيْمٌ ﴿۱﴾ یعنی ”جو شخص بے قرار ہو جائے سوائے باغی اور حد سے گزرنے والے کے پس اس پر کوئی گناہ نہیں اللہ تعالیٰ بخشے والا مہربانی کرنے والا ہے“ اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی کسی نافرمانی کے لئے سفر کر رہا ہو اسے شریعت کی رخصتوں میں سے کوئی رخصت حاصل نہیں اس لئے کہ رخصتیں گناہوں سے حاصل نہیں ہوتیں۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

شکار اور شکاری جانوروں کے احکام: [آیت: ۴۱] چونکہ اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے نقصان پہنچانے والی خبیث چیزوں کی حرمت کا بیان فرمایا خواہ وہ نقصان جسمانی ہو یا دینی یادوں پھر ضرورت کی حالت کو خاص کر لیا، جیسے فرمان ہے ﴿وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مِمَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُررْتُمْ اِلَيْهِ﴾ (۲) یعنی ”تمام حرام جانوروں کا بیان تفصیل وار تمہارے سامنے آچکا ہے ہاں یہ اور بات ہے کہ تم ان کی طرف بے بس اور بے قرار ہو جاؤ۔“ تو اس کے بعد ارشاد ہو رہا ہے۔ کہ حلال چیزوں کے دریافت کرنے والوں سے کہہ دیجیے کہ تمام پاک چیزیں تم پر حلال ہیں۔ سورۃ اعراف میں آنحضرت ﷺ کی یہ صفت بیان فرمائی ہے کہ آپ طیب چیزوں کو حلال کرتے ہیں اور خبیث چیزوں کو حرام کرتے ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ قبیلہ طائی کے دو شخصوں حضرت عدی بن ابی حاتم اور زید بن مہملہ رضی اللہ عنہما نے حضور ﷺ سے پوچھا کہ مردہ جانور تو حرام ہو چکا اب حلال کیا ہے۔ اس پر یہ آیت اتری سعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یعنی ذبح کئے ہوئے جانور حلال طیب ہیں۔ (۳) مقاتل فرماتے ہیں کہ ہر حلال رزق طیبات میں داخل ہے امام زہری رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا کہ دوا کے طور پر پیشاب کا پینا کیسا ہے؟ جواب دیا کہ وہ طیبات میں داخل نہیں۔ امام مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اس مٹی کا پینا کیسا ہے جسے لوگ کھاتے ہیں؟ فرمایا وہ طیبات میں داخل نہیں۔ اور تمہارے شکاری جانوروں کے ذریعے کھلیا ہوا شکار بھی حلال کیا جاتا ہے۔ مثلاً سدھائے ہوئے کتے اور شکرے وغیرہ کے ذریعے۔ یہی مذہب ہے جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم تابعین اور ائمہ رضی اللہ عنہم وغیرہ کا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شکاری سدھائے ہوئے کتے، باز چیتے، شکرے وغیرہ ہر وہ پرند جو شکار کرنے کی تعلیم دیا جاسکتا ہو (۴) اور بھی بہت سے بزرگوں سے یہی مروی ہے۔ کہ پھاڑنے والے جانوروں اور ایسے ہی پرندوں میں سے جو بھی تعلیم حاصل کر لے ان کے ذریعے شکار کھیلنا حلال ہے۔ لیکن حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے تمام شکاری پرندوں کا کیا ہوا

① ۲/ البقرة: ۱۷۳۔ ② ۶/ الانعام: ۱۱۹۔ ③ اس کی سند میں ابن لویہ مخطوط راوی ہے۔ (التقریب ۱/ ۴۴ رقم ۵۷۴)

④ الطبری ۹/ ۵۴۸؛ بیہقی ۹/ ۲۳۵ وسندہ ضعیف شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے بھی اس روایت کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الإرواء ۲۵۰۰)

شکار کردہ کہا ہے اور دلیل میں ﴿وَمَا عَلَّمْتُمْ مَنِ الْعَوَارِحَ مُكَلَّبِينَ﴾ پڑھا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح روایت کی گئی ہے۔ سخاک اور سدی رضی اللہ عنہما کا بھی یہ قول ابن جریر میں مروی ہے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں باز وغیرہ پرند جو شکار پکڑیں اگر وہ تمہیں زندہ مل جائے تو ذبح کر کے کھا لو ورنہ نہ کھاؤ۔ ① لیکن جمہور علمائے اسلام کا فتویٰ یہ ہے کہ شکاری پرندوں کے ذریعہ جو شکار ہو اس کا اور شکاری کتوں کے کئے ہوئے شکار کا ایک ہی حکم ہے اس لئے کہ وہ بھی اپنے بچوں کے ذریعے کتے کی طرح شکار کھیتے ہیں پھر ان میں تفریق کرنے کی کوئی چیز باقی نہیں رہتی چاروں اماموں وغیرہ کا مذہب بھی یہی ہے۔ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ بھی اسی کو پسند کرتے ہیں اور اس کی دلیل میں اس حدیث کو لاتے ہیں کہ حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم سے باز کے کئے ہوئے شکار کا مسئلہ پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جس جانور کو وہ تیرے لئے روک رکھے تو اسے کھالے۔“ ② امام احمد رضی اللہ عنہ نے سیاہ کتے کا کیا ہوا شکار بھی مستثنیٰ کر لیا ہے اس لئے کہ ان کے نزدیک اس کا قتل کرنا واجب ہے اور پالنا حرام ہے کیونکہ صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”نماز کو تین چیزیں توڑ دیتی ہیں گدھا عورت اور سیاہ کتا۔“ اس پر حضرت ابی بنی رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیاہ کتے کی خصوصیت کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا ”وہ شیطان ہے۔“ ③

دوسری حدیث میں ہے کہ آپ نے کتوں کے مار ڈالنے کا حکم دیا پھر فرمایا ”انہیں کتوں سے کیا واسطہ؟ ان کتوں میں سے سخت سیاہ کتوں کو مار ڈالنا اگر وہ۔“ ④ شکاری حیوانات کو ”جوارح“ اس لئے کہا گیا ہے کہ جرح کہتے ہیں کسب اور کمائی کو جیسے عرب کہتے ہیں۔ ”فَلَا تَجْرَحْ أَهْلَهُ خَيْرًا“ یعنی فلاں شخص نے اپنے اہل کے لئے بھلائی حاصل کر لی اور عرب کہتے ہیں ”فَلَا تَنْزِلَ لَآ جَارِحَ لَه“ فلاں شخص کے لئے کوئی کمائی کرنے والا نہیں۔ قرآن میں بھی لفظ ”جرح“ کسب اور کمائی اور حاصل کرنے کے معنی میں آیا ہے۔ فرمان ہے۔ ﴿وَيَعْلَمُ مَا جَوَّحْتُمْ بِالنَّهَارِ﴾ یعنی ”دن کو جو بھلائی برائی تم حاصل کرتے ہو اسے بھی اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔“ اس آیت کریمہ کے اترنے کی وجہ ابن ابی حاتم میں یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کے قتل کرنے کا حکم دیا اور وہ قتل کئے جانے لگے تو لوگوں نے آ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جس امت کے قتل کا آپ نے حکم دیا ہے ان سے ہمارے لئے کیا فائدہ حلال ہے؟ آپ خاموش ہو رہے اس پر یہ آیت اتری۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جب کوئی شخص اپنے کتے کو شکار کے پیچھے چھوڑے اور ”بِسْمِ اللّٰهِ“ بھی کہے پھر وہ شکار پکڑے اور روک رکھے تو جب تک وہ نہ کھائے یہ کھالے۔“ ⑤ ابن جریر میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اندر آنے کی اجازت مانگی آپ نے اجازت دے دی لیکن وہ پھر بھی اندر نہ آئے تو آپ نے فرمایا ”اے اللہ تعالیٰ کے قاصد! ہم تو تمہیں اجازت دے چکے پھر کیوں نہیں آتے؟“ اس پر فرشتے نے کہا ہم اس گھر میں نہیں جاتے جس میں کتا ہو۔ اس پر حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ مدینہ کے تمام کتے مار ڈالے جائیں ابو رافع فرماتے ہیں میں گیا اور سب

① الطبری ۹/۵۴۹۔ ② الطبری ۹/۵۵۰؛ ترمذی، کتاب الصيد، باب ماجاء فی صید البزاة ۱۴۶۷ وسندہ ضعیف؛ بیہقی ۹/۲۳۸ اس میں خالد بن سعید ضعیف راوی ہے۔ (الضعفاء والمتروکین ۳/۳۵) اور شیخ البانی نے اس روایت کو ”منکر“ کہا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ترمذی، ۲۴۸) ③ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب قدر ما یستر المصلیٰ ۵۱۰۔ ④ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب حکم ولوغ الکلب ۲۸۰؛ ابو داؤد ۱۷۴؛ ابن ماجہ ۳۲۰۰؛ احمد ۴/۸۶؛ ابن ماجہ ۳۲۰۵؛ احمد ۴/۸۵؛ ابن حبان جبکہ (انہیں کتوں سے کیا واسطہ) کے الفاظ ان جگہوں پر وارد ہیں۔ ابو داؤد ۲۸۴۵؛ ترمذی ۱۴۸۶؛ ابن ماجہ ۳۲۰۵؛ احمد ۴/۸۵؛ ابن حبان ۵۶۵۷؛ شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح الجامع ۵۳۲۱) ⑤ حاکم ۲/۳۱۱ وسندہ ضعیف بدون قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم اس روایت میں موسیٰ بن عبیدہ الربذی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۴/۲۱۳، رقم: ۸۸۹۵)

کتوں کو قتل کرنے لگا۔ ایک بڑھیا کے پاس ایک کتا تھا جو اس کے دامن میں لپٹنے لگا اور بطور فریاد اس کے سامنے بھونکنے لگا مجھے رحم آ گیا اور میں نے اسے چھوڑ دیا اور آ کر رسول اللہ ﷺ کو خبر دی۔ آپ ﷺ نے حکم دیا ”اسے بھی باقی نہ چھوڑو۔“ میں پھر واپس گیا اور اسے بھی قتل کر دیا اب لوگوں نے آ کر حضور ﷺ سے پوچھا کہ جس امت کے قتل کا آپ ﷺ نے حکم دیا ہے ان سے کوئی فائدہ ہمارے لئے حلال بھی ہے یا نہیں؟ اس پر آیت ﴿يَسْأَلُونَكَ﴾ نازل ہوئی۔ ① ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ دینے کے کتوں کو قتل کر کے پھر ابورافع آس پاس کی بستیوں میں پہنچے اور مسئلہ پوچھنے والوں کے نام بھی اس میں ہیں یعنی حضرت عاصم بن عدی، حضرت سعید بن خنیسہ، حضرت عویم بن ساعدہ رضی اللہ عنہم، محمد بن کعب قرظی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آیت کا شان نزول کتوں کا قتل ہے۔ ② ﴿مُكَلِّبِينَ﴾ کا لفظ ممکن ہے کہ ﴿عَلَّمْتُمْ﴾ کا ضمیر یعنی فاعل کا حال ہو اور ممکن ہے کہ جوارح یعنی مقتول کا حال ہو یعنی جن شکار حاصل کرنے والے جانوروں کو تم نے سدھایا ہو وہ شکار کو اپنے پنجوں اور ناخنوں سے شکار کرتے ہوں۔ اس سے بھی یہ استدلال ہو سکتا ہے کہ شکاری جانور جب شکار کو اپنے صدمے سے ہی دبوچ کر مار ڈالے تو وہ حلال نہ ہوگا جیسے امام شافعی رضی اللہ عنہ کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور علما کی ایک جماعت کا خیال ہے۔ اسی لئے فرمایا ”تم نے انہیں اس میں سے کچھ سکھایا ہو جو اللہ تعالیٰ نے تمہیں سکھا رکھا ہے“ یعنی جب تم چھوڑ دو تو جائے اور جب تم روکو تو رک جائے۔ شکار پکڑ کر تمہارے لئے روک رکھے تاکہ تم جا کر اسے لے لو اس نے خود اپنے لئے اسے شکار نہ کیا ہو۔ اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا کہ جب شکاری جانور سدھا ہوا ہو اور اس نے اپنے چھوڑنے والے کے لئے شکار کیا اور اس نے بھی اس کو چھوڑتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو تو وہ شکار مسلمانوں کے لئے حلال ہے گو وہ شکار مہر گیا ہو اس پر اجماع ہے اس آیت کے مسئلہ کے مطابق ہی بخاری و مسلم کی یہ حدیث ہے کہ حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! میں اللہ کا نام لے کر اپنے سدھائے ہوئے کتے کو شکار پر چھوڑتا ہوں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”جس جانور کو وہ پکڑ رکھے تو اسے کھالے اگر چہ کتے نے اسے مار بھی ڈالا ہو ہاں یہ ضرور ہے کہ اس کے ساتھ شکار کرنے میں اور کتنا نہ ملا ہو اس لئے کہ تو نے اپنے کتے کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چھوڑا ہے دوسرے کو ”بِسْمِ اللّٰهِ“ پڑھ کر نہیں چھوڑا۔“ میں نے کہا میں نوکدار لکڑی سے شکار کرتا ہوں۔ فرمایا ”اگر وہ اپنی تیزی کی طرف سے زخمی کرے تو کھالے اور اگر اپنی چوڑائی کی طرف سے لگا ہو تو نہ کھائے کیونکہ وہ لٹھ مارا ہوا ہے۔“ ③ دوسری روایت میں یہ الفاظ ہیں ”جب تو اپنے کتے کو چھوڑے تو اللہ تعالیٰ کا نام ذکر کر لیا کر پھر اگر وہ شکار کو تیرے لئے پکڑے رکھے اور تیرے پہنچ جانے پر شکار زندہ مل جائے تو تو اسے ذبح کر ڈال اور اگر کتے نے ہی اسے مار ڈالا ہو اور اس میں سے کھایا نہ ہو تو اسے بھی کھا سکتا ہے۔ اس لئے کہ کتے کا اسے شکار کر لینا ہی اس کا ذبیحہ ہے۔“ ④ اور روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ”اگر اس نے کھالیا ہو تو پھر تو اسے نہ کھا“ مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں اس نے اپنے کھانے کے لئے شکار نہ پکڑا ہو۔“ ⑤ یہی دلیل جمہور کی ہے اور حقیقتاً امام شافعی رضی اللہ عنہ کا صحیح مذہب بھی یہی ہے کہ جب کتا شکار کو کھالے تو وہ مطلق حرام ہو جاتا ہے اس میں کوئی تفصیل نہیں جیسے کہ حدیث میں ہے۔ ہاں سلف کی ایک جماعت کا قول بھی ہے کہ مطلقاً حلال ہے ان کے دلائل یہ ہیں۔

- ① حاکم ۳۱۱/۲ وسندہ ضعیف؛ طبرانی ۹۷۱؛ مجمع الزوائد ۴/۴۳ اس روایت میں موسیٰ بن عبیدہ الربذی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۲۱۳/۴، رقم: ۸۸۹۵) ② یہ روایت مرسل ہے۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الذبايح، باب إذا وجد مع الصيد کلبا آخر ۵۴۸۶؛ صحیح مسلم ۱۹۲۹؛ ابو داود ۲۸۴۷؛ ترمذی ۱۴۶۷؛ ابن ماجہ ۳۲۰۸؛ احمد ۴/۳۵۶؛ ابن حبان ۵۸۸۵؛ بیہقی ۹/۲۳۶۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الذبايح والصيد، باب الصيد إذا غاب عنه یومین أو ثلاثة ۵۴۸۴؛ صحیح مسلم ۱۹۲۹۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الذبايح، باب إذا اکل الکلب وقوله تعالیٰ ﴿يَسْأَلُونَكَ مَاذَا أَحَلَّ لَكُمْ﴾ ۵۴۸۳؛ صحیح مسلم ۱۹۲۹۔

سلمان فارسی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں تو کھا سکتا ہے اگرچہ کتے نے تہائی حصہ کھا لیا ہو۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ گویا کلزا ہی باقی رہ گیا ہوتا ہم کھا سکتے ہیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت میں ہے گود و تہائیاں کتا کھا گیا ہو پھر بھی تو کھا سکتا ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی فرمان ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب "بِسْمِ اللّٰهِ" کہہ کر تونے اپنے سدھائے ہوئے کتے کو شکار پر چھوڑا تو جس جانور کو اس نے تیرے لئے پکڑ رکھا ہو تو اسے کھالے چاہے کتے نے اس میں سے کھایا ہو یا نہ کھایا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے حضرت عطاء اور حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہما سے اس میں مختلف اقوال مروی ہیں۔ زہری رضی اللہ عنہ اور مالک رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت کی گئی ہے اسی کی طرف امام شافعی رضی اللہ عنہ اپنے پہلے قول میں گئے ہیں اور نئے قول میں بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے ابن جریر کی ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب کوئی شخص اپنے کتے کو شکار پر چھوڑے پھر شکار کو اس حالت میں پائے کہ کتے نے اسے کھا لیا ہو تو جو باقی ہو اسے وہ کھا سکتا ہے۔" اس حدیث کی سند میں بقول ابن جریر رضی اللہ عنہ نظر ہے اور سعید راوی کا حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے سنا معلوم نہیں ہوا اور دوسرے ثقہ راوی اسے مرفوع نہیں کرتے بلکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کا قول نقل کرتے ہیں۔ یہ قول ہے تو صحیح لیکن اسی معنی کی اور مرفوع حدیثیں بھی مروی ہیں۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضرت عمر بن شعیب رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ حضور! میرے پاس شکاری کتے سدھائے ہوئے ہیں ان کے شکار کی نسبت کیا فتویٰ ہے؟ آپ نے فرمایا "جو جانور وہ تیرے لئے پکڑیں وہ تجھ پر حلال ہے۔" اس نے کہا ذبح کر سکوں جب بھی اور ذبح نہ کر سکوں تو بھی؟ اگرچہ کتے نے کھا لیا ہو تو بھی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں تو کھا بھی لیا ہو۔" انہوں نے دوسرا سوال کیا کہ میں اپنے تیر کمان سے جو شکار کروں اس کا کیا فتویٰ ہے؟ فرمایا "اسے بھی تو کھا سکتا ہے۔" پوچھا اگر زندہ ملے اور میں اسے ذبح کر سکوں تو بھی اور تیر لگتے ہی مر جائے تو بھی؟ فرمایا "گودہ تجھے نظر نہ پڑے اور ڈھونڈنے سے مل جائے تو بھی بشرطیکہ اس میں کسی دوسرے شخص کے تیر کا نشان نہ ہو۔" انہوں نے تیسرا سوال کیا کہ بوقت ضرورت مجوسیوں کے برتنوں کا استعمال کرنا ہمارے لئے کیسا ہے؟ فرمایا "تم انہیں دھو ڈالو پھر ان میں کھاپی سکتے ہو۔" ① یہ حدیث نسائی میں بھی ہے۔

ابوداؤد کی دوسری حدیث میں ہے "جب تونے اپنے کتے کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر چھوڑا ہو تو اس کے شکار کو کھا سکتا ہے گواہی اس میں سے کھا بھی لیا ہو اور تیرا ہاتھ جس شکار کو تیرے لئے لایا ہو اسے بھی تو کھا سکتا ہے۔" ② ان دونوں احادیث کی سندیں بہت ہی اعلیٰ اور عمدہ ہیں۔ اور حدیث میں ہے "تیرا سدھایا ہوا کتا جو شکار تیرے لئے کھیلے تو اسے بھی کھالے۔" حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے پوچھا اگرچہ اس نے اس میں سے کھا لیا ہو؟ فرمایا ہاں پھر بھی۔" ان آثار اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شکاری کتے نے شکار کو کھا لیا ہوتا ہم بقیہ شکار شکاری کھا سکتا ہے۔ کتے وغیرہ کے کھائے ہوئے شکار کو حرام نہ کہنے والوں کے یہ دلائل ہیں۔ ایک اور جماعت ان دونوں جماعتوں کے درمیان ہے وہ کہتی ہیں کہ اگر شکار پکڑتے ہی کھانے بیٹھ گیا تو بقیہ حرام اور اگر شکار پکڑ کر اپنے مالک کا انتظار کیا اور باوجود خاصی دیر گزر جانے کے اپنے مالک کو نہ پایا اور بھوک کی وجہ سے اسے کھا لیا تو بقیہ حلال۔ پہلی بات پر محمول ہے حضرت عدی رضی اللہ عنہ والی حدیث اور دوسری پر محمول ہے ابولعبلہ رضی اللہ عنہ والی حدیث۔ یہ فرق بھی بہت اچھا ہے اور اس سے دو صحیح حدیثیں

① ابو داؤد، کتاب الصيد، باب فی الصيد ۲۸۵۷ و مسندہ حسن؛ دار قطنی، ۴/۲۹۳؛ بیہقی، ۹/۲۳۷۔

② اس کی تخریج آیت نمبر ۳ تحت گزریں گی ہے۔

الْيَوْمَ أُحِلَّ لَكُمْ الطَّيِّبُ ط وَطَعَامُ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حِلٌّ لَكُمْ م
 وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ لَهُمْ م وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ الَّذِينَ
 أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ إِذَا آتَيْتُمُوهُنَّ أُجُورَهُنَّ مُحْصِنِينَ غَيْرَ مُسْفِحِينَ وَلَا
 مُنْجِذِي أَخْدَانٍ ط وَمَنْ يَكْفُرْ بِالْإِيمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهُ وَهُوَ فِي الْآخِرَةِ مِنَ

الْخَيْرِينَ ٥

ترجمہ: کل پاکیزہ چیزیں آج تمہارے لئے حلال کی گئیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ ان کے لئے حلال ہے اور پاک دامن مسلمان عورتیں اور جو تم سے پہلے کتاب دیئے گئے ہیں ان کی پاک دامن عورتیں بھی حلال ہیں جب کہ تم ان کے مہر ادا کرو اس طرح کہ تم ان سے باقاعدہ نکاح کرو نہ بطور علائقہ زنا کاری کے اور نہ بطور پوشیدہ بدکاری کے، منکرین ایمان کے اعمال ضائع اور اکارت ہیں۔ اور آخرت میں وہ ہارنے والوں میں سے ہیں۔ [۵]

دوسری سند سے یہ حدیث ابوداؤد و ترمذی نسائی اور مسند احمد میں ہے اور امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ اسے ① حسن صحیح بتلاتے ہیں۔ جابر بن صحیح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شی بن عبد الرحمن خزاعی کے ساتھ میں نے واسط کا سفر کیا۔ ان کی عادت یہ تھی کہ کھانا شروع کرتے وقت تو ”بِسْمِ اللّٰهِ“ کہہ لیتے اور آخری لقمہ کے وقت ”بِسْمِ اللّٰهِ اُوَّلَکَہُ وَاٰخِرَہُ“ کہتے۔ میں نے اس کا سبب پوچھا تو انہوں نے امیہ بن محضی رضی اللہ عنہ کی روایت بیان کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو کھاتے ہوئے دیکھا کہ اس نے بسم اللہ نہیں پڑھی یہاں تک کہ جب وہ آخری پہنچا تو بولا ”بِسْمِ اللّٰهِ اُوَّلَکَہُ وَاٰخِرَہُ“۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”واللہ! شیطان اس کے ساتھ کھاتا رہا جب تک کہ اس نے بسم اللہ نہ کہی، پھر تو شیطان نے تمہارے سارے کھانا اپنے پیٹ سے نکال دیا۔“ ② (مسند احمد۔ ابوداؤد)

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کھانا کھا رہے تھے جو ایک لڑکی گرتی پڑتی آئی جیسے اسے کوئی دھکے دے رہا ہو اور آتے ہی اس نے لقمہ اٹھانا چاہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور ایک اعرابی بھی اسی طرح آیا اور پیالے میں ہاتھ ڈالا آپ نے اس کا ہاتھ بھی اپنے ہاتھ میں پکڑ لیا اور فرمایا ”جب کسی کھانے پر بسم اللہ نہ کہی جائے تو شیطان اسے اپنے لئے حلال کر لیتا ہے وہ پہلے تو اس لڑکی کے ساتھ آیا تاکہ ہمارا کھانا کھائے تو میں نے اس کا ہاتھ تھام لیا، پھر وہ اس اعرابی کے ساتھ آیا تو میں نے اس کا بھی ہاتھ تھام لیا، اس کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ شیطان کا ہاتھ ان دونوں کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔“ ③ (مسلم، ابوداؤد نسائی) مسلم، ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں ہے ”جب انسان اپنے گھر میں جاتے ہوئے اور کھانا کھاتے ہوئے اللہ کا نام یاد کر لیا کرتا ہے تو شیطان کہتا ہے کہ اے شیطانو! نہ تو تمہارے لئے رات گزارنے کی جگہ ہے نہ رات کا کھانا اور

① ابو داؤد، کتاب الأطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام ۳۷۶۷ وسندہ صحیح؛ ترمذی ۱۸۵۸۔ ② احمد ۳۳۶/۴؛ ابو داؤد،

کتاب الأطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام ۳۷۶۸ وسندہ حسن؛ عمل الیوم واللیلۃ ۲۸۲، حاکم ۱۰۸/۴۔

③ احمد ۳۸۳/۵ صحیح مسلم، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشراب وأحكامها، ۲۰۱۷؛ ابو داؤد ۳۷۶۶؛ السنن

جب وہ گھر میں جاتے ہوئے کھانا کھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتا تو وہ پکا دیتا ہے کہ تم نے شبِ باشی کی اور کھانا کھانے کی جگہ پائی۔^① ابو داؤد اور ابن ماجہ میں ہے کہ ایک شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں شکایت کی کہ ہم کھاتے ہیں ہمارا پیٹ نہیں بھرتا تو آپ نے فرمایا: ”شاید تم الگ الگ کھاتے ہو گے کھانا سب مل کر کھاؤ اور بسم اللہ کہہ لیا کرو اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے برکت دی جائے گی۔“^②

اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہے: [آیت: ۵] حلال و حرام کے بیان کے بعد بطور خلاصہ فرمایا کہ کل سھری چیزیں حلال ہیں پھر یہود و نصاریٰ کے ذبح کئے ہوئے جانوروں کی حلت بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ابو امامہ مجاہد سعید بن جبیر عکرمہ عطاء حسن کھول ابراہیم نخعی سدی مقاتل بن حیان رضی اللہ عنہم یہ سب یہی کہتے ہیں کہ طعام سے مراد ان کا اپنے ہاتھ سے ذبح کیا ہوا جانور ہے جس کا کھانا مسلمانوں کو حلال ہے علمائے اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ ان کا ذبیحہ ہمارے لئے حلال ہے کیونکہ وہ بھی غیر اللہ کے لئے ذبح کرنا رواد سمجھتے ہیں اور ذبح کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کے سوا دوسرے کا نام نہیں لیتے گوان کے عقیدے ذات باری کی نسبت یکسر اور سراسر باطل ہیں جن سے اللہ تعالیٰ بلند و بالا اور پاک و منزہ ہے۔ صحیح حدیث میں حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جنگِ خیبر میں مجھے چربی کی بھری ہوئی ایک مشک مل گئی میں نے اسے قبضہ میں کیا اور کہا اس میں سے تو آج میں کسی کو بھی حصہ نہ دوں گا اب جو ادھر ادھر نگاہ پھرائی تو دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس ہی کھڑے ہوئے تبسم فرما رہے ہیں۔^③ اس حدیث سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ مالِ غنیمت میں سے کھانے پینے کی ضروری چیزیں تقسیم سے پہلے لے لینی جائز ہیں۔ اور یہ استدلال اس حدیث سے صاف ظاہر ہے۔ تینوں مذہب کے فقہانے مان لیکوں پر اپنی یہ سند پیش کی ہے اور کہا ہے کہ تم جو کہتے ہو کہ اہل کتاب کا وہی کھانا ہم پر حلال ہے جو خود ان کے ہاں بھی حلال ہو یہ غلط ہے دیکھو چربی کو یہودی حرام جانتے تھے لیکن مسلمان اسے لے رہا ہے لیکن یہ ہے ایک شخصی واقعہ ساتھ ہی یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ چربی وہ ہو جسے خود یہودی بھی حلال جانتے تھے یعنی پشت کی چربی انتر یوں سے لگی ہوئی چربی اور ہڈی سے ملی ہوئی چربی۔

اس سے بھی زیادہ دلالت والی تو وہ روایت ہے جس میں ہے کہ خیبر والوں نے سالم بھنی ہوئی ایک بکری حضور ﷺ کو تحفہ میں دی جس کے شانے کے گوشت کو انہوں نے زہر آلودہ کر رکھا تھا کیونکہ انہیں معلوم تھا کہ حضور ﷺ شانے کا گوشت پسند فرماتے ہیں چنانچہ آپ نے اس کا یہی گوشت لے کر منہ میں رکھ کر دانتوں سے توڑا تو فرمان باری تعالیٰ سے اس شانے نے کہا کہ مجھ میں زہر ملا ہوا ہے آپ نے اسی وقت اسے تھوک دیا اور اس کا اثر آپ کے سامنے کے دانتوں وغیرہ میں رہ بھی گیا۔ آپ کے ساتھ حضرت بشر بن براء بن معرور رضی اللہ عنہ بھی تھے جو اسی کے اثر سے راہی بقاء ہوئے جن کے قصاص میں زہر ملانے والی عورت کو قتل کیا گیا۔ جس کا نام زنب تھا۔^④

① صحیح مسلم، حوالہ سابق ۲۰۱۸؛ ابو داؤد، ۳۷۶۵؛ ابن ماجہ، ۳۸۸۷؛ احمد ۳/۳۸۳؛ عمل الیوم واللیلة، ۱۷۸؛ ابن حبان، ۱۹۔ ② احمد، ۳/۵۰۱؛ ابو داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی الاجتماع علی الطعام، ۳۷۶۴ وسندہ ضعیف حرب بن وحش مجہول ہے اور ولید بن مسلم مدرس کے سماع مسلسل کی تصریح نہیں ہے۔ ابن ماجہ ۳۲۸۶؛ ابن حبان، ۵۲۲۴؛ حاکم، ۲/۱۰۳؛ الاخبار لابی نعیم، ۲/۳۵۰۔ ③ صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما یصیب من الطعام فی أرض الحرب، ۳۱۵۳؛ بدون (تبسم)؛ صحیح مسلم، ۱۷۷۲؛ ابو داؤد، ۲۷۰۲؛ احمد، ۸۶/۴؛ مسند الطیالسی، ۱۹۱۷؛ ابو عروانہ، ۴/۱۰۹؛ بیہقی، ۵۹/۹؛ الدلائل النبویة، ۴/۲۴۱۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الہبة، باب قبول الہدیة من المشرکین، ۲۶۱۷، ۳۱۶۹؛ صحیح مسلم، ۲۱۹۰، مختصر؛ ابو داؤد، ۴۵۰۸، ۴۵۱۴۔

وجہ دلالت یہ ہے کہ خود حضور ﷺ نے مع اپنے ساتھیوں کے اس گوشت کے کھانے کا پختہ ارادہ کر لیا اور یہ نہ پوچھا کہ اس کی جس چربی کو تم حرام جانتے ہو اسے نکال بھی ڈالا ہے یا نہیں اور حدیث میں ہے کہ ایک یہودی نے آپ کی دعوت میں جو کی روٹی اور پرانی سوکھی چربی پیش کی تھی۔ ① حضرت مکحول رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس چیز پر نام رب تعالیٰ نہ لیا جائے اس کا کھانا حرام کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر رحم فرما کر اسے منسوخ کر کے اہل کتاب کے ذبح کئے ہوئے جانور حلال کر دیئے یہ یاد رہے کہ اہل کتاب کا ذبیحہ حلال ہونے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ جس جانور پر بھی نام اللہ نہ لیا جائے وہ حلال ہے وہ اس لئے کہ وہ اپنے ذبیحوں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیتے تھے لیکن مشرک جس گوشت کو کھاتے تھے اسے ذبیحہ پر موقوف نہ رکھتے تھے بلکہ مردہ جانور بھی کھا لیتے تھے۔ بخلاف اہل کتاب کے۔ اسی طرح سامرہ صائبہ اور ابراہیم دیشیت وغیرہ پیغمبروں کے دین کے مدعی ہیں جیسے کہ علما کے دو قولوں میں سے ایک قول ہے اور عرب کے نصرانی جیسے بنو تغلب، تنوخ، بہرا، جذام، نخم، عاملہ اور ان جیسے اور کہ جمہور کے نزدیک ان کے ہاتھ کا کیا ہوا ذبیحہ نہیں کھایا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قبیلہ بنو تغلب کے ہاتھ کا ذبح کیا ہوا جانور نہ کھاؤ اس لئے کہ انہوں نے انصاریت میں سے بجز شراب نوشی کے اور کوئی چیز نہیں لی۔ ہاں سعید بن مسیب اور حسن رضی اللہ عنہما بنو تغلب کے نصاریٰ کے ہاتھوں ذبح کئے ہوئے جانور کو کھا لینے میں کوئی حرج نہیں جانتے تھے۔ باقی رہے مجوسی تو ان سے گوجزیہ لیا گیا ہے کیونکہ انہیں اس مسئلہ میں یہود و نصاریٰ سے ملادیا گیا ہے اور ان کا تابع کر دیا ہے لیکن ان کی عورتوں سے نکاح کرنا اور ان کے ذبح کئے ہوئے جانور کھانا ممنوع ہے۔ ہاں ابو ثور ابراہیم بن خالد کلبی جو شافعی اور احمد رضی اللہ عنہما کے ساتھیوں میں سے تھے اس کے خلاف ہیں جب انہوں نے یہ قول کہا اور لوگوں میں اسکی شہرت ہوئی تو فقہانے اس قول کی زبردست تردید کی یہاں تک کہ حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے تو فرمایا کہ ابو ثور اس مسئلہ میں اپنے نام کی طرح ہی ہے یعنی بیل کا باپ۔ ابو ثور نے ایک حدیث کے عموم کو سامنے رکھ کر یہ مسئلہ کہا ہوگا جس میں ہے ”مجوسیوں کے ساتھ اہل کتاب کا طریقہ برتو“ ② لیکن اولاً تو یہ روایت ان الفاظ سے ثابت ہی نہیں۔ دوسرے یہ روایت مرسل ہے ہاں البتہ صحیح بخاری شریف میں صرف اتنا تو ہے کہ ہجر کے مجوسیوں سے رسول اللہ ﷺ نے جزیہ لیا۔ ③ علاوہ ان سب کے ہم کہتے ہیں کہ ابو ثور کی پیش کردہ حدیث کو اگر ہم صحیح مان لیں تو بھی ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس کے عموم سے بھی بدلیل اس آیت کے مفہوم مخالف کے اہل کتاب کے سوا اور دین والوں کا ذبیحہ ہمارے لئے حرام ثابت ہوتا ہے۔

پھر فرماتا ہے ”تمہارا ذبیحہ ان کے لئے حلال ہے“ یعنی تم انہیں اپنے ذبیحہ کھلا سکتے ہو۔ یہ اس امر کی خبر نہیں کہ ان کے دین میں ان کے لئے تمہارا ذبیحہ حلال ہے ہاں زیادہ سے زیادہ اتنا کہا جا سکتا ہے کہ یہ اس بات کی خبر ہو کہ انہیں بھی ان کی کتاب میں یہ حکم دیا گیا ہے کہ جس جانور کا ذبیحہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ہوا ہو اسے وہ کھا سکتے ہیں قطع نظر اس سے کہ ذبح کرنے والا انہیں میں سے ہو یا ان کے سوا کوئی اور اور لیکن زیادہ ظاہر بات یہی ہے یعنی یہ کہ تمہیں اجازت ہے کہ انہیں اپنے ذبیحہ کھلاؤ جیسے کہ ان کے ذبح کئے ہوئے جانور تم کھا لیتے ہو یہ گویا دل بدل کے طور پر ہے جس طرح کہ حضور ﷺ نے عبد اللہ بن ابی ابن سلول منافق کو اپنے خاص گرتے میں کفن دیا

① احمد، ۳/۲۱۰، ۲۱۱؛ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب شراء النبی ﷺ بالنسیئة، ۲۰۶۹ بدون ذکر البیودی۔

② مؤطا امام مالک، ۱/۲۷۸ وسندہ ضعیف وللحدیث شواہد بیہقی، ۹/۱۸۹، شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء، ۱۲۴۸) ③ صحیح بخاری، کتاب الجزیة والموادعة، باب الجزیة والموادعة مع اهل الذمة

والحرب، ۳۱۵۷؛ ابو داؤد، ۳۰۴۳؛ ترمذی، ۱۵۸۷؛ احمد، ۱/۱۹۰؛ مسند ابی یعلیٰ، ۸۶۰؛ ابن الجارود، ۱۱۰۵؛ بیہقی، ۹/۱۸۹۔

جس کی وجہ بعض حضرات نے یہ بیان کی ہے اس نے آپ ﷺ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہما کو اپنا کرتا دیا تھا جب کہ مدینے میں آئے تھے ① تو آپ نے اس کا بدلہ کر دیا۔ ہاں ایک حدیث میں ہے ”مومن کے سوا کسی اور کی ہم نشینی نہ کرو اور اپنا کھانا بجز پرہیزگاروں کے اور کو نہ کھلا“ ② اسے اس بدلے کے خلاف نہ سمجھنا چاہئے ہو سکتا ہے کہ حدیث کا یہ حکم بطور استحباب اور افضلیت کے ہو اللہ اعلم۔

پھر ارشاد ہوتا ہے ”پاک دامن مومن عورتوں سے نکاح کرنا تمہارے لئے حلال کر دیا گیا ہے“ یہ بطور تمہید کے ہے اسی لئے اس کے بعد ہی فرمایا ”تم سے پہلے جنہیں کتاب دی گئی ہے ان میں سے عقیقہ عورتوں سے بھی نکاح تمہیں حلال ہے“ یہ قول بھی ہے کہ مراد محصنات سے آزاد عورتیں ہیں یعنی لونڈیاں نہ ہوں۔ یہ قول حضرت مجاہد رضی اللہ عنہما کی طرف منسوب ہے اور حضرت مجاہد رضی اللہ عنہما کے الفاظ یہ ہیں کہ محصنات سے حراز مراد ہیں اور جب یہ ہے تو جہاں اس قول کا وہ مطلب لیا جاسکتا ہے کہ لونڈیاں اس سے خارج ہیں وہاں یہ معنی بھی لئے جاسکتے ہیں کہ پاک دامن عفت شعار۔ جیسے کہ انہیں سے دوسری روایت ان ہی لفظوں میں موجود ہے جمہور بھی یہی کہتے ہیں اور یہی زیادہ ٹھیک ہے تاکہ ذمیہ ہونے کے ساتھ ہی غیر عقیقہ ہونا شامل ہو کر بالکل ہی باعث فساد نہ بن جائے اور اس کا خاوند صرف فضول بھرتی کے طور پر اور برے پیمانے کے طور پر نہ ہو جائے۔ پس بظاہر یہی ٹھیک معلوم ہوتا ہے کہ محصنات سے مراد یہاں عفت مآب اور بدکاری سے بچاؤ والیاں ہی لی جاسکتی ہیں جیسے کہ دوسری آیت میں۔ ﴿مُحْصَنَاتٍ﴾ کے ساتھ ﴿غَيْرِ مُسَافِحَاتٍ وَلَا مْتَحِدَاتٍ أَخْدَانٍ﴾ ③ آیا ہے علما اور مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ کیا یہ آیت ہر کتابیہ عقیقہ عورت کو شامل ہے؟ یا وہ آزاد ہو یا لونڈی ہو؟ ابن جریر رضی اللہ عنہما نے سلف کی ایک جماعت سے اس کو نقل کیا ہے جو کہتے ہیں کہ ﴿مُحْصَنَاتٍ﴾ سے مراد پاک دامن عورتیں ہیں، ایک قول یہ بھی ہے کہا گیا ہے کہ اہل کتاب سے مراد سراسر انہی عورتیں ہیں۔ شافعی رضی اللہ عنہما کا یہی مذہب ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد ذمیہ عورتیں ہیں سوائے آزاد عورتوں کے اور دلیل یہ آیت ہے ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ﴾ ④ الخ یعنی ”ان سے لڑو جو اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے“ چنانچہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نصرانیہ عورتوں سے نکاح کرنا جائز نہیں جانتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے بڑا شرک کیا ہوگا کہ وہ کہتی ہو کہ اس کا رب عیسیٰ علیہ السلام ہے ⑤ اور جب یہ مشرک ٹھہریں تو نص قرآنی میں موجود ہے۔ ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَةَ حَتَّىٰ تُؤْمِنَ﴾ ⑥ یعنی ”مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔“ ابن ابی حاتم میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرنے کا حکم نازل ہوا تو صحابہ ان سے رک گئے یہاں تک کہ اس کے بعد کی آیت اہل کتاب کی پاک دامن عورتوں سے نکاح کرنے کی رخصت میں نازل ہوئی تو صحابہ رضی اللہ عنہما نے اہل کتاب عورتوں سے نکاح کئے ⑦ اور صحابہ کی ایک جماعت سے ایسے نکاح اسی آیت کو دلیل بنا کر ثابت ہیں۔ تو گویا پہلے سورہ بقرہ کی آیت کی ممانعت میں یہ داخل تھیں لیکن دوسری آیت نے انہیں مخصوص کر دیا، یہ اس وقت جب مان لیا جائے کہ ممانعت والی آیت کے حکم میں یہ بھی داخل تھیں ورنہ ان دونوں آیتوں میں کوئی معارضہ نہیں اس لئے کہ اور =

① صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب هل یخرج المیت من القبر واللحد، ۱۳۵۰؛ صحیح مسلم، ۲۷۷۲۔

② ابوداؤد، کتاب الأدب، باب من یؤمر ان یجالس، ۴۸۳۲ وسندہ صحیح؛ ترمذی، ۲۳۹۵؛ احمد، ۸۳/۳؛ حاکم،

۱۲۸/۴؛ ابن حبان، ۵۵۵۔ ③ ۴/النساء۔ ۲۵۔ ④ ۹/التوبة۔ ۲۹۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الطلاق، باب قول اللہ ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَةَ حَتَّىٰ تُؤْمِنَ وَلَا مُمْتَنَةً﴾، ۵۲۸۵۔

⑥ ۲/البقرة۔ ۲۲۔ ⑦ المعجم الکبیر للطبرانی، (۱۲۶۰۷) وابن ابی حاتم وسندہ حسن، مجمع الزوائد، ۴/۲۷۴۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ ۖ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا ۚ وَإِنْ كُنْتُمْ مَرْضَىٰ أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ أَوْ جَاءَ أَحَدٌ مِّنْكُمْ مِنَ الْغَائِطِ أَوْ لَمَسْتُمُ النِّسَاءَ فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا صَعِيدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوا بِوُجُوهِكُمْ وَأَيْدِيكُمْ مِنْهُ ۗ مَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِنْ حَرَجٍ وَلَٰكِنْ يُرِيدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٥﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! جب تم نماز کے لئے اٹھو تو اپنے منہ دھویا کرو اور ہاتھوں کو کہنوں سمیت اور اپنے سروں کا مسح کر لیا کرو اور اپنے پاؤں کو ٹخنوں سمیت دھویا کرو۔ اور اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو غسل کر لیا کرو یا اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ملے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو اسے اپنے چہروں پر اور ہاتھوں پر لیا کرو اللہ تعالیٰ تم پر کسی قسم کی تنگی ڈالنا نہیں چاہتا۔ بلکہ اس کا ارادہ تمہیں پاک کرنے کا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دینے کا ہے تاکہ تم شکر ادا کرتے رہو۔ [۶]

== بھی بہت سی آیتوں میں عام مشرکین سے انہیں الگ بیان کیا گیا ہے جیسے کہ آیت ﴿لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ اور ﴿قُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَآلِهِمْ﴾ پھر فرماتا ہے ”جب تم انہیں ان کے مقررہ مہر دے دو وہ اپنے نفس کو بچانے والیاں ہوں اور تم ان کے مہر ادا کرنے والے ہو۔“

حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما، عامر شعی، ابراہیم نخعی، اور حسن بصری رضی اللہ عنہم کا فتویٰ ہے کہ جب کسی شخص نے کسی عورت سے نکاح کیا اور دخول سے پہلے اس نے بدکاری کی تو میاں بیوی میں تفریق کرادی جائے گی اور جو مہر خاوند نے عورت کو دیا ہے اسے واپس دلوا دیا جائے گا (ابن جریر)۔

پھر فرماتا ہے ”تم بھی پاک دامن عفت مآب رہو اور علانیہ یا پوشیدہ بدکار نہ ہو۔“ پس عورتوں میں جس طرح پاک دامن اور عقیفہ ہونے کی شرط لگائی تھی، مردوں میں بھی یہی لگائی اور ساتھ ہی فرمایا کہ وہ کھلے بدکار نہ ہوں کہ ادھر ادھر منہ مارتے پھرتے ہوں اور نہ ایسے ہوں کہ خاص تعلق سے حرام کاری کرتے ہوں۔ سورہ نساء میں بھی اسی طرح گزر چکا ہے۔ حضرت امام احمد رضی اللہ عنہما اسی طرف گئے ہیں کہ زانیہ عورتوں سے توبہ سے پہلے ہرگز کسی بھلے آدمی کو نکاح کرنا جائز نہیں اور یہی حکم ان کے نزدیک مردوں کا بھی ہے کہ بدکار مردوں کا نکاح نیک کار عفت شعار عورتوں سے بھی ناجائز ہے جب تک کہ وہ سچی توبہ نہ کریں اور اس رذیل فعل سے باز نہ آجائیں۔ ان کی دلیل ایک حدیث بھی ہے جس میں ہے ”کوڑے لگایا ہوا زانی اپنے جیسی سے ہی نکاح کر سکتا ہے۔“ ③ خلیفہ

① ۹۸/ البیتہ: ۱۔ ② ۳/ آل عمران: ۲۰۔ ③ ابوداؤد، کتاب النکاح، باب فی قوله تعالیٰ ﴿الزانی لا ینکح الا زانیة﴾ ۲۰۵۲ وسندہ صحیح؛ احمد، ۲/ ۳۲۴، مشکل الآثار، ۴۵۴۸، حاکم، ۲/ ۱۶۶، شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلۃ الصحیحہ، ۲۴۴۴)

امومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا کہ میں ارادہ کر رہا ہوں کہ جو مسلمان کوئی بدکاری کرے میں اسے ہرگز کسی مسلمان پاک دامن عورت سے نکاح نہ کرنے دوں۔ اس پر حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ اے امیر المؤمنین! شرک اس سے بہت بڑا ہے اس کے باوجود بھی مشرک کی توبہ قبول ہے اس مسئلہ کو ہم آیت ﴿الزَّانِي لَا يَنْكِحُ إِلَّا زَانِيَةً أَوْ مُشْرِكَةً﴾ ❶ الخ کی تفسیر میں پوری طرح بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ آیت کے خاتمہ پر ارشاد ہوتا ہے کفار کے اعمال اکارت ہیں اور وہ آخرت میں نقصان یافتہ ہیں۔

وضو اور تیمم کے احکام پر تفصیلی بحث: [آیت: ۶] اکثر مفسرین نے کہا ہے کہ حکم وضو اس وقت ہے جب کہ آدمی بے وضو ہو۔ ایک جماعت کہتی ہے جب تم کھڑے ہو یعنی نیند سے جاگو یہ دونوں قول تقریباً ایک ہی مطلب کے ہیں۔ اور حضرات فرماتے ہیں آیت تو عام ہے اور اپنے عموم پر ہی رہے گی لیکن جو بے وضو ہو اس پر وضو کرنے کا حکم دو جو بے وضو اور جو با وضو ہو اس پر استحباباً۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ ابتدائے اسلام میں ہر نماز کے وقت وضو کرنے کا حکم تھا پھر یہ منسوخ ہو گیا۔ مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ ہر نماز کے لئے تازہ وضو کیا کرتے تھے فتح مکہ والے دن آپ نے وضو کیا اور جرابوں پر مسح کیا اور اسی ایک وضو سے کئی نمازیں ادا کیں۔ یہ دیکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آج آپ نے وہ کام کیا جو آج سے پہلے نہیں کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں میں نے بھول کر ایسا نہیں کیا بلکہ جان بوجھ کر قصداً یہ کیا ہے۔“ ❷ ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ایک وضو سے کئی نمازیں پڑھا کرتے تھے ہاں پیشاب کریں یا وضو ٹوٹ جائے تو تازہ کر لیا کرتے اور وضو ہی کے بچے ہوئے پانی سے جرابوں پر مسح کر لیا کرتے تھے یہ دیکھ کر حضرت فضل بن مبشر رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ کیا آپ اسے اپنی رائے سے کرتے ہیں؟ فرمایا نہیں بلکہ میں نے نبی ﷺ کو ایسے کرتے دیکھا ہے۔ ❸ مسند احمد وغیرہ میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کو ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرتے دیکھ کر خواہ وضو ٹوٹا ہو یا نہ ٹوٹا ہو۔ ان کے صاحبزادے حضرت عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے سوال ہوتا ہے کہ اس کی کیا سند ہے؟ فرمایا ان سے حضرت اسماء بنت زید بن خطاب نے کہا ہے ان سے حضرت عبد اللہ بن حنظلہ رضی اللہ عنہ نے جو غسیل ملائکہ کے صاحبزادے تھے بیان کیا ہے کہ حضور ﷺ کو ہر نماز کے لئے تازہ وضو کرنے کا حکم دیا گیا تھا اس حالت میں کہ وضو باقی ہو تو بھی، لیکن اس میں قدرے مشقت معلوم ہوئی تو وضو کے حکم کے بدلے سواک کا حکم رکھا گیا ہاں جب وضو ٹوٹے تو نماز کے لئے تازہ وضو ضروری ہے اسے سامنے رکھ کر حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ چونکہ انہیں قوت ہے اس لئے وہ ہر نماز کے وقت وضو کرتے ہیں۔ آخر دم تک آپ کا یہی حال رہا ❹ رضی اللہ عنہ وعن والده۔ اس کے ایک راوی حضرت محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ مدلس ہیں لیکن چونکہ انہوں نے صراحت کے ساتھ ”حَدَّثَنَا“ کہا ہے اس لئے تدلیس کا خوف بھی جاتا رہا ہے۔ ہاں ابن عساکر کی روایت میں یہ لفظ نہیں وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کے اس فعل اور اس پر بیعتی سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ مستحب ضرور ہے اور یہی مذہب جمہور کا ہے۔

ابن جریر میں ہے کہ خلفاء رضی اللہ عنہم ہر نماز کے وقت وضو کر لیا کرتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر نماز کے لئے وضو کرتے اور دلیل

❶ ۲۴/التور: ۳۔ ❷ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب جواز الصلوات کلبا بوضوء واحد، ۲۷۷، ابوداؤد، ۱۷۲، ترمذی، ۶۱، ابن ماجہ، ۵۱۰، احمد، ۳۵۰/۵، ابن حبان، ۱۷۰۶، بیہقی، ۱/۱۶۲۔

❸ ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء لكل صلاة والصلوات کلبا بوضوء واحد، ۵۱۱، وسندہ ضعیف فضل بن مبشر ضعیف راوی ہے۔ ❹ ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب السواک، ۴۸، وسندہ حسن؛ احمد، ۲۲۵/۵، حاکم، ۱۵۶/۱، شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے

اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح ابوداؤد، ۳۸)

میں یہ آیت تلاوت فرمادیتے۔ ایک مرتبہ انہوں نے ظہر کی نماز ادا کی پھر لوگوں کے مجمع میں تشریف فرما رہے پھر پانی لایا گیا اور آپ نے منہ دھویا ہاتھ دھوئے پھر سر کا مسح کیا اور پیر کا بھی اور فرمایا یہ وضو ہے اس کا جو بے وضو نہ ہو۔ ایک مرتبہ آپ نے خفیف وضو کر کے بھی بیکہ فرمایا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے ابو داؤد طیالسی میں حضرت سعید بن مسیب کا قول ہے کہ وضو ٹوٹے بغیر وضو کرنا زیادتی ہے اولاً تو یہ قول سنداً بہت غریب ہے دوسرے یہ کہ مراد اس سے وہ شخص ہے جو اسے واجب جانتا ہو اور صرف مستحب سمجھ کر جو ایسا کرے وہ تو عامل بالحدیث ہے۔ بخاری و سنن وغیرہ میں مروی ہے کہ حضور ﷺ ہر نماز کے لئے نیا وضو کرتے تھے۔ ایک انصاری نے حضرت انس سے یہ سن کر کہا اور آپ لوگ کیا کرتے تھے؟ فرمایا کہ ایک وضو سے کئی نمازیں بڑھتے تھے جب تک وضو نہ ٹوٹتا ① ابن جریر میں حضور ﷺ کا فرمان مروی ہے ”جو شخص وضو پر وضو کرے اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔“ ② ترمذی وغیرہ میں بھی یہ روایت ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے ضعیف کہا ہے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ آیت سے صرف اتنا ہی مقصود ہے کہ کسی اور کام کے وقت وضو کرنا واجب نہیں صرف نماز کے لئے ہی اس کا وجوب ہے یہ فرمان اس لئے ہے کہ حضور ﷺ کی سنت یہ تھی کہ وضو ٹوٹنے پر کوئی کام نہ کرتے تھے جب تک کہ پھر وضو نہ کر لیں۔ ابن ابی حاتم وغیرہ کی ایک ضعیف و غریب روایت میں ہے کہ حضور ﷺ جب پیشاب کا ارادہ کرتے ہم آپ سے بولتے لیکن آپ ﷺ جواب نہ دیتے ”بم سلام کہتے پھر بھی آپ جواب نہ دیتے یہاں تک کہ یہ آیت رخصت کی اتری۔“ ③ ابو داؤد میں ہے کہ ایک مرتبہ حضور ﷺ پاخانے سے نکلے اور کھانا آپ کے سامنے لایا گیا تو ہم نے کہا اگر فرمائیں تو وضو کا پانی حاضر کریں؟ فرمایا ”وضو کا حکم تو مجھے صرف نماز کے لئے کھڑا ہونے کے وقت ہی کیا گیا ہے۔“ ④ امام ترمذی رحمہ اللہ اسے حسن بتلاتے ہیں۔ ایک اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”مجھے کوئی نماز تھوڑی ہی پڑھنی ہے جو میں وضو کروں؟“ ⑤ آیت کے ان الفاظ سے ”جب تم نماز کے لئے کھڑے ہو تو وضو کر لیا کرو“ علمائے کرام رحمہم اللہ کی ایک جماعت نے استدلال کیا ہے کہ وضو میں نیت واجب ہے مطلب کلام شریف کا یہ ہے کہ نماز کے لئے وضو کر لیا کرو جیسے عرب میں کہا جاتا ہے کہ جب تو امیر کو دیکھے تو کھڑا ہو جا۔ تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ امیر کے لئے کھڑا ہو جا۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے ”اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور ہر شخص کے لئے صرف وہی ہے جو وہ نیت کرے“ ⑥ اور منہ کے دھونے سے پہلے وضو میں بسم اللہ کہنا مستحب ہے کیونکہ ایک پختہ اور بالکل صحیح حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”اس شخص کا وضو ہی نہیں ہے جو اپنے وضو پر بسم اللہ نہ کہے۔“ ⑦ (حدیث کے ظاہری الفاظ تو نیت کی طرح بسم اللہ کہنے پر بھی وجوب کی دلالت کرتے ہیں

- ① صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء من غیر حدث، ۲۱۴؛ ابو داؤد، ۱۷۱؛ ترمذی، ۶۰؛ احمد، ۱۳۲/۳؛ ابن ماجہ، ۵۰۹؛ مسند ابویعلیٰ، ۳۶۹۱؛ بیہقی، ۱/۱۶۲۔
- ② ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الرجل یجدد الوضوء من غیر حدث، ۶۲ و سندہ ضعیف؛ ترمذی، ۵۹، اس روایت میں عبدالرحمن بن زیاد الاقرنی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۱/۴۸۰، رقم، ۹۳۸) اور شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے (ضعیف الجامع، ۵۵۳۶) ③ الطبری اس روایت میں جاہل بھی ہے جس کی جمہور محدثین نے تصحیف کی ہے۔ (المیزان، ۱/۳۷۹، رقم: ۱۴۲۵) ④ ابو داؤد، کتاب الاطعمۃ، باب فی غسل الیلین عند الطعام، ۳۷۶۰ و سندہ صحیح؛ ترمذی، ۱۸۴۷؛ نسائی، ۱۳۳، شیخ البانی رحمہم اللہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ (مختصر شمائل محمدیہ، ۱۵۸)
- ⑤ صحیح مسلم، کتاب الحيض، باب جواز اكل المحدث الطعام، ۳۷۷۴؛ احمد، ۱/۲۲۲؛ بیہقی، ۱/۴۲۔
- ⑥ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف كان بدء الوحی الی رسول اللہ: صحیح مسلم، ۱۹۰۷۔
- ⑦ ابو داؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی التسمیۃ علی الوضوء، ۱۰۱؛ وهو حسن، ابن ماجہ، ۳۹۹؛ حاکم، ۱/۱۴۶؛ بیہقی، ۱/۴۳؛ ابویعلیٰ، ۶۴۰۹؛ احمد، ۲/۴۱۸، شیخ البانی رحمہم اللہ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الإرواء: ۸۱)

وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ مترجم) یہ بھی یاد رہے کہ وضو کے پانی کے برتن میں ہاتھ ڈالنے سے پہلے ان کا دھو لینا مستحب ہے اور جب نیند سے اٹھا ہوتا تو سخت تاکید آئی ہے۔ بخاری و مسلم میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان مروی ہے۔ ”تم میں سے کوئی نیند سے جاگ کر برتن میں ہاتھ نہ ڈالے جب تک کہ تین مرتبہ دھو نہ لے اسے نہیں معلوم کہ اس کے ہاتھ رات کے وقت کہاں رہے ہیں۔“ ①

منہ کی حد فقہاء کے نزدیک لمبائی میں سر کے بالوں کے اگنے کی جو جگہ عموماً ہے وہاں سے داڑھی کی ہڈی اور ٹھوڑی تک ہے۔ اور چوڑائی میں ایک سے دوسرے کان تک۔ اس میں اختلاف ہے کہ دونوں جانب کے پیشانی کے اڑے ہوئے بالوں کی جگہ سر کے حکم میں ہے۔ یا منہ کے؟ اور داڑھی کے ٹکٹے ہوئے بالوں کا دھونا منہ کے دھونے کی فرضیت میں داخل ہے یا نہیں؟ اس میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ ان پر پانی کا بہانا واجب ہے اس لئے کہ منہ سامنے کرنے کے وقت اس کا بھی سامنا ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ نے ایک شخص کو داڑھی ڈھانپنے ہوئے دیکھ کر فرمایا ”اسے کھول دے یہ بھی منہ میں شامل ہے۔“ ② حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرب کا محاورہ بھی یہی ہے۔ کہ جب بچہ کی داڑھی نکلتی ہے تو وہ کہتے ہیں ”طلع وجہہ“ پس معلوم ہوتا ہے کہ کلام عرب میں داڑھی منہ کے حکم میں ہے اور لفظ ”وجہہ“ میں داخل ہے۔ داڑھی ٹھنی اور بھری ہوئی ہو تو اس میں خلال کرنا مستحب ہے۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے وضو کا ذکر کرتے ہوئے راوی کہتا ہے۔ کہ آپ نے منہ دھوتے وقت تین دفعہ داڑھی کا خلال کیا پھر فرمایا جس طرح تم نے مجھے کرتے ہوئے دیکھا اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو کرتے دیکھا ہے۔ ③ ترمذی وغیرہ اس روایت کو امام بخاری اور امام ترمذی رضی اللہ عنہما حسن بتلاتے ہیں۔ ابوداؤد میں ہے کہ حضور ﷺ وضو کرتے وقت ایک چلو پانی لے کر اپنی ٹھوڑی تلے ڈال کر اپنی داڑھی مبارک کا خلال کرتے تھے اور فرماتے تھے ”مجھے میرے رب عزوجل نے اسی طرح حکم فرمایا ہے۔“ ④

امام بیہقی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ داڑھی کا خلال کرنا حضرت عمار، حضرت عائشہ، حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہما اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور اس کے ترک کی رخصت ابن عمر، حسن بن علی رضی اللہ عنہما نفعی اور تابیین رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے مروی ہے۔ صحاح وغیرہ میں مروی ہے کہ حضور ﷺ جب وضو کرنے بیٹھتے کھلی کرتے اور ناک میں پانی ڈالتے۔ ائمہ کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ دونوں وضو اور غسل میں واجب ہیں یا مستحب؟ امام احمد اور امام مالک رضی اللہ عنہما مستحب کہتے ہیں ان کی دلیل سنن کی وہ حدیث ہے جس میں جلدی جلدی نماز پڑھنے والے سے حضور ﷺ کا یہ فرمانا مروی ہے ”وضو کر جس طرح اللہ تعالیٰ نے تجھے حکم دیا ہے۔“ ⑤ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا مسلک یہ ہے کہ غسل میں واجب ہے اور وضو میں نہیں۔ ایک روایت امام احمد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ناک میں پانی ڈالنا تو واجب اور کھلی کرنا مستحب ہے کیونکہ بخاری و مسلم میں حضور ﷺ کا فرمان ہے ”جو وضو کرے وہ ناک میں پانی ڈالے“ ⑥

① صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الاستجمار و ترا، ۱۶۲؛ صحیح مسلم، ۲۷۸؛ ابوداؤد، ۱۰۳؛ ترمذی، ۲۴؛ ابن ماجہ ۱۳۹۳، احمد، ۲/۲۴۱؛ ابن حبان، ۱۰۶۱؛ بیہقی، ۱/۴۵۔
② شیخ عبدالرزاق مہدی نے اس کی سند کے راوی جمہول ہونے کی وجہ سے اسے ضعیف جداً قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ابن کثیر، ۲/۴۸۶)۔
③ ترمذی، کتاب الطہارۃ، باب ما جاء فی تخلیل اللحیۃ، ۳۱، وسندہ حسن؛ ابن ماجہ، ۴۳۰؛ حاکم، ۱/۱۴۹؛ ابن حبان، ۱۰۸۱؛ بیہقی، ۱/۴۵، شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ (صحیح ترمذی، ۲۸)۔
④ ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب تخلیل اللحیۃ، ۱۴۵، وسندہ ضعیف ولید بن زوران، لیکن ائمہ روای ہے۔ بیہقی، ۱/۵۴؛ حاکم، ۱/۱۴۹، وسندہ صحیح۔

⑤ ابوداؤد، کتاب الصلاة، باب صلاة من لا یقیم صلبہ فی الرکوع والسجود، ۸۶۱، وسندہ صحیح؛ ترمذی، ۳۰۲؛ ابن ماجہ ۱۲۶۷۰، احمد، ۴/۱۳۴۰؛ بیہقی، ۲/۱۳۴، شیخ البانی نے اس روایت پر صحیح کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (صحیح ترمذی، ۲۴۷)۔
⑥ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الإستنثار فی الوضوء، ۱۶۱؛ صحیح مسلم، ۲۲۷؛ ابن ماجہ، ۴۰۹؛ احمد، ۲/۴۰۱؛ ابن حبان، ۱۴۳۸؛ بیہقی، ۱/۱۰۳۔

اور روایت میں ہے ”تم میں سے جو وضو کرے وہ اپنے دونوں نتھنوں میں پانی ڈالے اور اچھی طرح ڈالے۔“ ① مسند احمد اور بخاری میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وضو کرنے بیٹھے تو منہ دھویا ایک چلو پانی لے کر کھلی کی اور ناک صاف کیا پھر ایک چلو لے کر واہنا ہاتھ دھویا پھر ایک چلو لے کر اس سے بایاں ہاتھ دھویا پھر اپنے سر کا مسح کیا پھر پانی کا ایک چلو لے کر اپنے داہنے پاؤں پر ڈال کر اسے دھویا پھر ایک چلو سے بایاں پاؤں دھویا پھر فرمایا میں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ﷺ کو اسی طرح وضو کرتے دیکھا ہے۔ ② (ابو الی المروافی) سے ”مَعَ الْمَوَافِقِ“ ہے جیسے فرمان ہے ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَهُمْ الَّتِي آمَوَّالِكُمْ إِنَّهُ كَانَ حَوْثًا كَبِيرًا﴾ یعنی ”تیسوں کے مالوں کو اپنے مالوں سمیت نہ کھا جایا کر یہ بڑا ہی گناہ ہے۔“ اسی طرح یہاں بھی ہے کہ ہاتھوں کو کہنیوں تک نہیں بلکہ کہنیوں سمیت دھونا چاہئے۔ دارقطنی وغیرہ میں ہے کہ حضور ﷺ وضو کرتے ہوئے اپنی کہنیوں پر پانی بہاتے تھے ③ لیکن اس کے دورانوں میں کلام ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ وضو کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ کہنیوں سے آگے اپنے بازو کو بھی وضو میں دھولے کیونکہ بخاری و مسلم میں حدیث ہے حضور ﷺ فرماتے ہیں ”میری امت وضو کے نشانوں کی وجہ سے قیامت کے دن چمکتے اعضا سے آئے گی پس تم میں سے جس سے ہو سکے وہ اپنی چمک کو دور تک لے جائے۔“ ④ صحیح مسلم میں ہے ”مَوْسُونٌ كَوْهَاں تَكَ زَبُورَ پَهِنَائے جَانِئِے گے جہاں تک اس کے وضو کا پانی پہنچتا تھا۔“ ⑤ ﴿سَبْرٌ وَبِسْطٌ﴾ میں ”جو ب“ ہے اس کا الصاق یعنی ملا دینے کے لئے ہونا تو زیادہ ظاہر ہے اور تعبیض یعنی کچھ حصے کے لئے ہونا تا مل طلب ہے۔ بعض اصولی حضرات فرماتے ہیں چونکہ آیت میں اجمال ہے اس لیے سنت نے جو اس کی تفصیل کی ہے وہی معتبر ہے اور اسی کی طرف لوٹنا پڑے گا۔ حضرت عبداللہ بن زید بن عاصم صحابی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے کہا آپ وضو کر کے ہمیں بتلائیے آپ نے پانی منگوا یا اور اپنے دونوں ہاتھ دو دو دفعہ دھوئے پھر تین بار کھلی کی اور ناک میں پانی ڈالا تین ہی دفعہ اپنا منہ دھویا پھر کہنیوں سمیت اپنے دونوں ہاتھ دو مرتبہ دھوئے پھر دونوں ہاتھوں سے سر کا مسح کیا سر کے ابتدائی حصے سے گردی تک لے گئے پھر وہاں سے یہیں تک واپس لائے پھر اپنے دونوں پیر دھوئے ⑥ (بخاری و مسلم) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی آنحضرت ﷺ کے وضو کا طریقہ اسی طرح منقول ہے۔ ⑦ ابوداؤد میں حضرت معاویہ، اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مردی ہے۔ یہ حدیثیں دلیل ہیں اس پر کہ پورے سر کا مسح فرض ہے۔ یہی مذہب حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ اور حضرت امام احمد رضی اللہ عنہما کا ہے اور یہی مذہب ان تمام حضرات کا ہے۔ جو آیت کو مجمل مانتے ہیں اور حدیث کو اس کا بیان جانتے ہیں۔ خفیوں کا خیال ہے کہ چوتھائی سر کا مسح فرض ہے جو سر کا ابتدائی حصہ ہے اور ہمارے ساتھی یعنی شافعی کہتے ہیں کہ فرض صرف اتنا ہے جتنے پر مسح کا اطلاق ہو

- ① صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الاستجمار وترا، ۱۶۲؛ صحیح مسلم، ۲۳۷؛ ابوداؤد، ۱۴۰؛ احمد، ۲۷۸/۲؛ ابن حبان، ۱۴۳۹۔ ② صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب غسل الوجه بالیدین من غرفة واحدة، ۱۴۰؛ احمد، ۲۶۸/۱؛ بیہقی، ۵۳/۱۔ ③ دارقطنی، ۸۳/۱، ۲۶۸، وسندہ ضعیف؛ بیہقی، ۵۶/۱۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب فضل الوضوء والغرالمججلون من آثار الوضوء، ۱۳۶؛ صحیح مسلم، ۲۴۶؛ احمد، ۴۰/۲؛ ابن حبان، ۱۰۴۶؛ بیہقی، ۵۷/۱۔ ⑤ صحیح مسلم، کتاب الطہارة، باب تبلغ الحلیة حیث یبلغ الوضوء، ۲۵۰؛ احمد، ۳۷۱/۲؛ ابن حبان، ۱۰۴۵؛ بیہقی، ۵۶/۱۔ ⑥ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب مسح الرأس کله، ۱۸۵؛ صحیح مسلم، ۲۳۵؛ ابوداؤد، ۱۱۸؛ ترمذی، ۳۲؛ ابن ماجہ، ۴۳۴؛ احمد، ۳۸/۴؛ ابن حبان، ۱۰۸۴؛ بیہقی، ۵۹/۱۔ ⑦ ابوداؤد، کتاب الطہارة، باب صفة وضوء النبی ﷺ، ۱۱۱، وسندہ صحیح؛ احمد، ۱۲۲/۱؛ ابن حبان، ۱۰۵۶؛ بیہقی، ۵۰/۱؛ ترمذی، ۴۹، شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (صحیح ترمذی، ۴۹)

جائے اس کی کوئی حد نہیں سر کے چند بالوں پر بھی مسح ہو گیا تو فرضیت پوری ہو گئی۔ ان دونوں جماعتوں کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ والی حدیث ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیچھے رہ گئے اور میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیچھے رہ گیا۔ جب آپ قضائے حاجت کر چکے تو مجھ سے پانی طلب کیا میں لوٹا لے آیا آپ نے اپنے دونوں پہونچے دھوئے پھر منہ دھویا پھر کھائیوں پر سے کپڑا ہٹایا اور پیشانی سے طے ہوئے بالوں اور پگڑی پر مسح کیا اور دونوں جرابوں پر بھی ① الخ (مسلم وغیرہ) اس کا جواب امام احمد رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی یہ دیتے ہیں کہ سر کے ابتدائی حصہ پر مسح کر کے باقی پگڑی پر پورا کر لیا اور اس کی بہت مثالیں احادیث میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پگڑی پر اور جرابوں پر مسح کیا کرتے تھے پس یہی اولیٰ ہے اور اس میں ہرگز اس بات پر کوئی دلالت نہیں کہ سر کے بعض حصے پر یا صرف پیشانی کے بالوں پر ہی مسح کرے اور اس کی تکمیل پگڑی پر نہ ہو۔ وَاللَّهِ اعْلَمُ۔

پھر اس میں بھی اختلاف ہے کہ سر کا مسح بھی تین بار ہو یا ایک ہی بار؟ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا مذہب اول ہے اور امام احمد رضی اللہ عنہ اور ان کے تبعین کا دوم۔ ولال یہ ہیں حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ وضو کرنے بیٹھے ہیں اپنے دونوں ہاتھوں پر تین بار پانی ڈالتے ہیں انہیں دھو کر پھر کلی کرتے ہیں اور ناک میں پانی ڈالتے ہیں پھر تین مرتبہ منہ دھوتے ہیں پھر تین تین بار دونوں ہاتھ کہنوں سمیت دھوتے ہیں پہلے دایاں پھر بائیں پھر اپنے سر کا مسح کرتے ہیں پھر دونوں پیر تین تین بار دھوتے ہیں پہلے دایاں پھر بائیں۔ پھر آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ کو اسی طرح وضو کرتے ہوئے دیکھا اور وضو کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص میرے اس وضو کی طرح وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں دل سے باتیں نہ کرے تو اس کے تمام اگلے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔“ ② (بخاری و مسلم) سنن ابی داؤد میں اسی روایت میں سر کے مسح کرنے کے ساتھ ہی یہ لفظ بھی ہیں کہ سر کا مسح ایک مرتبہ کیا۔ ③ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے ④ اور جن لوگوں نے سر کے مسح کو بھی تین بار کہا ہے انہوں نے اس حدیث سے دلیل لی ہے جس میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین تین بار اعضاء وضو کو دھویا۔ ⑤ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا پھر اسی طرح روایت ہے اور اس میں کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کا ذکر نہیں اور اس میں ہے کہ پھر آپ نے تین مرتبہ سر کا مسح کیا اور تین مرتبہ اپنے دونوں پیر دھوئے پھر فرمایا میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی طرح کرتے دیکھا اور آپ نے فرمایا ”جو ایسا وضو کرے اسے کافی ہے“ ⑥ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے جو احادیث صحاح میں مروی ہیں ان سے تو سر کا مسح ایک بار ہی ثابت ہوتا ہے۔

﴿أَرْجَلِكُمْ﴾ لام کے زبر سے عطف ہے۔ ﴿وَجُوهَكُمْ وَأَيْدِيكُمْ﴾ پر ماتحت ہے دھونے کے حکم کے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما یونہی پڑھتے تھے اور یہی فرماتے تھے۔ ⑦ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ حضرت عروہ، حضرت عطاء، حضرت مکرّمہ، حضرت حسن،

① صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الناصیۃ والعمامۃ، ۲۷۴؛ ابوداؤد، ۱۵۰؛ ابن ماجہ ۱۳۲۶؛ احمد،

۲۴۸/۴؛ ابن حبان، ۱۳۴۷؛ بیہقی، ۵۸/۱۔ ② صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ۱۵۹؛

صحیح مسلم، ۲۲۶؛ ابوداؤد ۱۰۶؛ عبدالرزاق، ۱۳۹؛ احمد ۵۹/۱؛ بیہقی، ۵۷/۱۔

③ ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب صفۃ الوضوء، ۱۰۸، وسندہ ضعیف سعید بن زیاد المؤمنون مجہول الحال راوی ہے۔

④ ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب صفۃ الوضوء، ۱۱۱؛ ترمذی، ۴۸؛ وسندہ صحیح نسائی، ۹۲، شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔

دیکھئے (صحیح ابوداؤد، ۱۰۲) ⑤ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء الصلاۃ عقبہ، ۲۳۰۔

⑥ ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب صفۃ الوضوء، ۱۰۷، وسندہ حسن شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (صحیح

ابوداؤد، ۹۸) ⑦ الطبری، ۵۵/۱۰۔

حضرت مجاہد، حضرت ابراہیم، حضرت ضحاک، حضرت سدی، حضرت مقاتل بن حیان، حضرت زہری، حضرت ابراہیم تمیمی رضی اللہ عنہم وغیرہ کا یہی قول ہے اور یہی قراءت ہے ① اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ پاؤں دھونے چاہئیں یہی فرمان سلف کا ہے اور ہمیں سے جمہور نے وضو کی ترتیب کے وجوب پر استدلال کیا ہے صرف امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ اس کے خلاف ہیں وہ وضو میں ترتیب کو شرط نہیں جانتے۔ ان کے نزدیک اگر کوئی شخص پہلے پیروں کو دھوئے پھر سر کا مسح کرے پھر ہاتھ دھوئے پھر منہ دھوئے جب بھی جائز ہے اس لئے کہ آیت نے ان اعضاء کے دھونے کا حکم دیا ہے۔ واؤ کی دلالت ترتیب پر نہیں ہوتی۔ اس کے جواب جمہور نے کئی ایک دہے ہیں ایک تو یہ کہ ”ف“ ترتیب پر دلالت کرتی ہے آیت کے الفاظ میں نماز پڑھنے والے کو منہ دھونے کا حکم ﴿فَاغْسِلُوا﴾ سے ہوتا ہے۔ تو کم از کم منہ کا اول دھونا تو لفظوں سے ثابت ہو گیا۔ اب اس کے بعد کے اعضاء میں ترتیب اجماع سے ثابت ہے جس میں خلاف نظر نہیں آتا۔ پھر جب کہ ”ف“ جو تعقیب کے لیے ہے اور جو ترتیب کی مقتضی ہے ایک پر داخل ہو چکی تو اس ایک کی ترتیب مانتے ہوئے دوسرے کی ترتیب کا انکار کوئی نہیں کرتا بلکہ یا تو سب کی ترتیب کے قائل ہیں یا کسی ایک کی بھی ترتیب کے قائل نہیں پس یہ آیت ان پر یقیناً حجت ہے جو سرے سے ترتیب کے منکر ہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ واؤ ترتیب پر دلالت نہیں کرتا اسے بھی ہم تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ ترتیب پر دلالت کرتا ہے جیسے کہ نحو یوں کی ایک جماعت کا اور بعض فقہا کا مذہب ہے پھر یہ چیز بھی قابل غور ہے کہ بالفرض لغت اس کی دلالت ترتیب پر نہ بھی ہوتا ہم شرعاً تو جن چیزوں میں ترتیب ہو سکتی ہے ان میں اس کی دلالت ترتیب پر ہوتی ہے۔

صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب بیت اللہ شریف کا طواف کر کے باب صفا سے نکلے تو آپ آیت ﴿اِنَّ الصَّفَاَ وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ﴾ ② کی تلاوت کر رہے تھے اور فرمایا ”میں اسی سے شروع کروں گا جسے اللہ تعالیٰ نے پہلے بیان فرما دیا۔“ چنانچہ صفا سے سعی شروع کی ③ نسائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم دینا بھی مروی ہے ④ ”اس سے شروع کرو جس سے اللہ تعالیٰ نے شروع کیا ہے“ اس کی اسناد بھی صحیح ہیں اور اس میں امر ہے پس معلوم ہوا کہ جس کا ذکر پہلے ہوا سے پہلے کرنا اور اس کے بعد اسے جس کا ذکر بعد میں ہو کرنا واجب ہے پس صاف ثابت ہو گیا کہ ایسے مواقع پر شرعاً ترتیب مراد ہوتی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ تیسری جماعت جو ابابکتی ہے کہ ہاتھوں کو کہنوں سمیت دھونے کے حکم اور پیروں کو دھونے کے حکم کے درمیان سر کے مسح کے حکم کو بیان کرنا صاف دلیل ہے اس امر کی کہ مراد ترتیب کو باقی رکھنا ہے ورنہ نظم کلام کو یوں الٹ پلٹ نہ کیا جاتا۔ ایک جواب اس کا یہ بھی ہے کہ ابو داؤد وغیرہ میں صحیح سند سے مروی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اعضاء وضو کو ایک ایک بار دھو کر وضو کیا پھر فرمایا ”یہ وضو ہے کہ جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز کو قبول نہیں فرماتا۔“ ⑤ اب دوسور تیں ہیں یا تو اس وضو میں ترتیب تھی یا نہ تھی۔ اگر کہا جائے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ وضو مرتب تھا یعنی باقاعدہ ایک کے پیچھے ایک عضو دھویا تھا تو معلوم ہوا کہ جس وضو میں تقدیم و تاخیر ہو اور صحیح طور پر ترتیب نہ ہو وہ نماز نامقبول ہے لہذا ترتیب واجب و فرض ہے۔ اور اگر یہ مان لیا جائے کہ اس وضو میں ترتیب نہ تھی بلکہ اڑنگ بڑنگ تھا پھر دھولے پھر کلی

① الطبری، ۱۰/۵۵۔ ② البقرة: ۱۵۸۔ ③ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبي صلی اللہ علیہ وسلم، ۱۲۱۸، ابو داؤد، ۱۹۰۵، ابن ماجہ، ۳۰۷۴۔ ④ السنن الكبرى للنسائی، ۳۹۶۸، وسندہ صحیح، شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء، ۱۰۱۷) ⑤ ابن ماجہ، کتاب الطهارة، باب ماجاء فی الوضوء مرة مرتین وثلاثا، ۴۱۹، وسندہ ضعیف جداً زیداعلمی ضعیف اور اس کا بیٹا عبد الرحیم متروک راوی ہے۔ دارقطنی، ۱/۸۰، بیہقی، ۱/۸۰ عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما، شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف جداً کہا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعیفة، ۴۷۳۵)

کر لیا پھر منہ دھولیا وغیرہ تو عدم ترتیب واجب ہو جائے گی حالانکہ اسکا قائل امت میں سے ایک بھی نہیں پس ثابت ہو گیا کہ وضو میں ترتیب فرض ہے آیت کے اس جملے کی ایک قرأت اور بھی ہے۔ ﴿وَأَرْجُلِكُمْ﴾ لام کے زیر سے اور اسی سے شیعہ نے اپنے اس قول کی دلیل لی ہے کہ پیروں پر مسح کرنا واجب ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کا عطف سر کے مسح کرنے پر ہے بعض سلف سے بھی کچھ ایسے اقوال مروی ہیں۔ جن سے مسح کے قول کا وہم پڑتا ہے چنانچہ ابن جریر میں ہے کہ موسیٰ بن انس نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے لوگوں کی موجودگی میں کہا کہ حجاج نے ابواز میں خطبہ دیتے ہوئے طہارت اور وضو کے احکام میں کہا ہے کہ منہ ہاتھ دھوؤ اور سر کا مسح کرو اور پیروں کو دھو یا کرو عموماً پیروں پر ہی گندگی لگتی ہے پس تلووں کو اور پیروں کی پشت کو اور ایڑی کو خوب اچھی طرح دھو یا کرو۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا کہ اللہ تعالیٰ سچا ہے اور حجاج جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ﴿وَأَمْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلِكُمْ﴾ اور حضرت انس رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ پیروں کا جب مسح کرتے انہیں بالکل بھگولیا کرتے۔ آپ ہی سے مروی ہے کہ قرآن کریم میں پیروں پر مسح کرنے کا حکم ہے۔ ہاں حضور ﷺ کی سنت پیروں کا دھونا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ وضو میں دو چیزوں کا دھونا ہے اور دو پر مسح کرنا ہے۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔ ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آیت میں پیروں پر مسح کرنے کا بیان ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما علقمہ ابو جعفر محمد بن علی اور ایک روایت میں حضرت حسن اور جابر بن زید رضی اللہ عنہما اور ایک روایت میں مجاہد رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ اپنے پیروں پر مسح کر لیا کرتے تھے۔ شععی فرماتے ہیں کہ حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ کی معرفت مسح کا حکم نازل ہوا ہے۔ آپ سے یہ بھی مروی ہے کہ کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ جن چیزوں کے دھونے کا حکم تھا ان پر تو تیمم کے وقت مسح کا حکم رہا اور جن چیزوں کے مسح کا حکم تھا تیمم کے وقت انہیں چھوڑ دیا گیا۔ عامر شععی رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں حضرت جبرئیل رضی اللہ عنہ پیروں کے دھونے کا حکم لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا جبرئیل مسح کے حکم کے ساتھ نازل ہوئے تھے۔ پس یہ سب آثار بالکل غریب ہیں اور محمول ہیں اس امر پر کہ مراد مسح سے ان بزرگوں کی ہلکا دھونا ہے کیونکہ سنت سے صاف ثابت ہے کہ پیروں کا دھونا واجب ہے یا درہے کہ زیر کی قرأت یا تو مجاہد اور تناسب کلام کی وجہ سے ہے۔ جیسے عرب کا کلام ”جُحُورٌ حُصْبٌ خَوْبٌ“ میں اور اللہ تعالیٰ کے کلام ﴿عَلَيْهِمْ نِيَابٌ مُنْدُسٌ حُخْرٌ وَامْتَبِرُيٌّ﴾ ① میں لغت عرب میں پاس ہونے کی وجہ سے دونوں لفظوں کو ایک ہی اعراب دے دینا یہ اکثر پایا گیا ہے۔ حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ نے اس کی ایک توجیہ یہ بھی بیان کی ہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جب پیروں پر جرائیں ہوں۔ بعض کہتے ہیں کہ مراد مسح سے ہلکا دھولینا ہے جیسے کہ بعض روایتوں میں سنت سے ثابت ہے الغرض پیروں کا دھونا فرض ہے جس کے بغیر وضو نہ ہوگا آیت میں بھی یہی ہے اور احادیث میں بھی یہی ہے جیسے کہ اب ہم انہیں وارد کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ بیہقی میں ہے حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ظہر کی نماز کے بعد بیٹھک میں بیٹھے رہے اور عصر تک لوگوں کے کام کاج میں مشغول رہے پانی منگوا یا اور ایک چلو سے منہ کا اور دونوں ہاتھوں کا سر کا اور دونوں پیروں کا مسح کیا اور کھڑے ہو کر بچا ہوا پانی پی لیا پھر فرمانے لگے کہ لوگ کھڑے کھڑے پانی پینے کو مکرہ کہتے ہیں اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو اسی طرح دیکھا ہے اور آپ نے فرمایا ”یہ وضو ہے اس کا جو بے وضو نہ ہوا ہو“ ② (بخاری) شیعوں میں سے جن لوگوں نے پیروں کا مسح اسی طرح قرار دیا جس طرح جرابوں پر مسح کرتے ہیں ان لوگوں نے یقیناً غلطی کی اور لوگوں کو گمراہی میں

① ۷۶ / الدر: ۲۱۔ ② صحیح بخاری، کتاب الأشربة، باب الشرب قائما، ۵۶۱۵، ۵۶۱۶، ابو داود، ۳۷۱۸، الشماثل، ۲۱۰، احمد، ۷۸ / ۱، ابن حبان ۱۰۵۷، بیہقی، ۷۵ / ۱۔

ڈالا۔ اسی طرح وہ لوگ بھی خطا کار ہیں جو سح اور دھونے دونوں کو جائز قرار دیتے ہیں اور جن لوگوں نے امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کی نسبت یہ خیال کیا ہے کہ انہوں نے احادیث کی بنا پر پیروں کے دھونے کو اور آیت قرآنی کی بنا پر پیروں کے مسح کو فرض قرار دیا ہے ان کی تحقیق بھی صحیح نہیں۔ تفسیر ابن جریر ہمارے ہاتھوں میں موجود ہے ان کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ پیروں کو رگڑنا واجب ہے اور اعضاء میں یہ واجب نہیں کیونکہ پیر زمین اور مٹی وغیرہ سے ملتے رہتے ہیں تو ان کا دھونا ضروری ہے تاکہ جو کچھ لگا ہو ہٹ جائے لیکن اس رگڑنے کے لئے مسح کا لفظ وہ لائے ہیں اور اسی سے بعض لوگوں کو یہ شبہ سا ہو گیا۔ اور وہ یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ مسح اور غسل کے درمیان اس طرح جمع کر دی ہے حالانکہ دراصل اس کے کچھ معنی ہی نہیں ہوتے مسح تو غسل میں داخل ہے چاہے مقدم ہو چاہے موخر ہو پس حقیقتاً امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ارادہ وہی ہے جو میں نے ذکر کیا اور اس کو نہ سمجھ کر اکثر فقہانے اسے مشکل جان لیا۔ میں نے بار بار غور و فکر کیا تو مجھ پر صاف طور سے یہ عیاں ہو گیا ہے۔ کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں قراءتوں میں جمع کرنا تلاش کر رہے ہیں پس زیری قراءت یعنی مسح کو تو وہ محمول کرتے ہیں ”دلک“ پر یعنی اچھی طرح مل رگڑ کر صاف کرنے پر اور زیری قراءت تو غسل پر یعنی دھونے پر ہے ہی پس وہ دھونے کو اور ملنے کو دونوں کو واجب کہتے ہیں تاکہ زیر اور زبرد دونوں کی قراءتوں پر ایک ساتھ عمل ہو جائے۔ اب ان احادیث کو سننے جن میں پیروں کے دھونے کے ضروری ہونے کا ذکر ہے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان، امیر المؤمنین حضرت علی بن ابوطالب، حضرت ابن عباس، حضرت معاویہ، حضرت عبداللہ بن زید بن عامر، حضرت مقداد بن معدیکرب رضی اللہ عنہم کی روایات پہلے بیان ہو چکی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کرتے ہوئے اپنے پیروں کو دھویا ایک بار یا دو بار یا تین بار عمرو بن شعیب رحمۃ اللہ علیہ کی حدیث میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا اور اپنے دونوں پیروں کو دھوئے پھر فرمایا ”یہ وضو ہے جس کے بغیر اللہ تعالیٰ نماز قبول نہیں فرماتا۔“ ① بخاری و مسلم میں ہے کہ ایک مرتبہ ایک سفر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پیچھے رہ گئے تھے جب آپ آئے تو ہم جلدی جلدی وضو کر رہے تھے کیونکہ عصر کی نماز کا وقت موخر ہو چکا تھا۔ ہم نے جلدی جلدی اپنے پیروں پر چھوا چھوئی شروع کر دی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت بلند آواز سے فرمایا ”وضو کو کامل اور پورا کرو ایڑیوں کو خرابی ہے آگ لگنے سے۔“ ② ایک اور حدیث میں ہے ”ویل ہے ایڑیوں کے لئے اور تلویوں کے لئے آگ سے“ ③ (بیہقی و حاکم) اور روایت میں ہے ”نخنوں کو ویل ہے آگ سے“ ④ (مسند احمد) ایک شخص کے پیر میں ایک درہم کے برابر جگہ بے دھلی دیکھ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”خرابی ہے ایڑیوں کے لئے آگ سے“ ⑤ (مسند احمد) ابن ماجہ وغیرہ میں ہے کہ کچھ لوگوں کو وضو کرتے ہوئے دیکھ کر جن کی ایڑیوں پر اچھی طرح پانی نہیں پہنچا تھا اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ان ایڑیوں کو آگ سے خرابی ہوگی۔“ ⑥ مسند احمد میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ وارد ہیں ابن جریر میں دومرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان الفاظ کو کہنا وارد ہے۔ راوی حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پھر تو مسجد میں ایک بھی شریف و وضع ایسا نہ رہا جو اپنی ایڑیوں

① اس کی خرچ پیچھے گزری تھی ہے۔ ② صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب من رفع صوته بالعلم، ۶۰؛ صحیح مسلم،

۲۴۱؛ ابوداؤد، ۹۷؛ ابن ماجہ، ۴۵۰؛ احمد، ۱۹۳/۲؛ ابن حبان، ۱۰۵۵؛ بیہقی، ۶۸/۱۔

③ حاکم، ۱۶۲/۱؛ احمد، ۱۹۱/۴؛ وسندہ ضعیف؛ بیہقی، ۷۰/۱۔

④ احمد ۳/۳۶۹۔ وسندہ صحیح۔

⑤ احمد ۳/۳۹۰، وهو صحیح بالشواہد، مسند الطیالسی، ۱۷۹۷، ابن ابی شیبہ، ۲۶/۱، مسند ابی یعلیٰ، ۲۰۶۵، یہ

روایت صحیح ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة، ۲۲۰/۲۳)

⑥ ابن ماجہ، کتاب الطہارۃ، باب غسل العراقیب، ۴۵۰؛ احمد، ۳۱۶/۳، وسندہ ضعیف واصل الحدیث صحیح بالشواہد۔

کو موڑ موڑ کر نہ دیکھتا ہو ① اور روایت میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک شخص کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا جس کی ایڑی یا ٹخنے میں بقدر ایک درہم کے جلد خشک رہ گئی تھی تو یہی فرمایا پھر تو یہ حالت تھی کہ اگر ذرا سی جگہ بھی کسی کے پیر کی خشک رہ جاتی تو وہ پورا وضو پھر سے کرتا ② پس ان احادیث سے کھلم کھلا ظاہر ہے کہ پیروں کا دھونا فرض ہے اگر ان کا مسح فرض ہوتا تو ذرا سی جگہ کے خشک رہ جانے پر اللہ تعالیٰ کے نبی ﷺ وعید اور وہ بھی آگ جہنم کی وعید سے نہ ڈراتے اس لئے مسح میں ذرا ذرا سی جگہ پر ہاتھ کا پہنچانا داخل ہی نہیں لہذا پھر تو پیر کے مسح کی وہی صورت ہوگی جو براہوں پر مسح کرنے کی ہے یہی چیز امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے شیعوں کے مقابلہ میں پیش کی ہے۔ صحیح مسلم شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ ایک شخص نے وضو کیا اور اس کا پیر کسی جگہ سے ناخن کے برابر دھلا نہیں خشک رہ گیا تو آپ نے فرمایا ”لوٹ جاؤ اور اچھی طرح وضو کرو“ ③ بیہقی وغیرہ میں بھی یہ حدیث ہے۔ مسند احمد میں ہے کہ ایک نمازی کو آپ نے نماز میں دیکھا کہ اس کے پیر میں بقدر درہم کے جگہ خشک رہ گئی ہے تو اسے وضو لوانے کا حکم کیا۔ ④ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے حضور ﷺ کے وضو کا طریقہ جو مروی ہے اس میں یہ بھی ہے کہ آپ نے انگلیوں کے درمیان خلال بھی کیا۔ سنن میں ہے حضرت صبرہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے وضو کی نسبت دریافت کیا تو آپ نے فرمایا ”وضو کا مل اور اچھا کر د انگلیوں کے درمیان خلال کرو اور ناک میں پانی اچھی طرح دوہاں روزے کی حالت میں ہو تو اور بات ہے۔“ ⑤ مسند احمد و مسلم وغیرہ میں ہے کہ حضرت عمرو بن عسہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یا رسول اللہ! مجھے وضو کی بابت خبر دیجئے آپ ﷺ نے فرمایا ”جو شخص وضو کا پانی لے کر کھلی کرتا ہے اور ناک میں پانی ڈالتا ہے تو اس کے منہ سے اور نشتوں سے پانی کے ساتھ ہی خطائیں چھڑ جاتی ہیں جب کہ وہ ناک جھاڑتا ہے پھر جب وہ منہ دھوتا ہے جیسا کہ اللہ کا حکم ہے تو اس کے منہ کی خطائیں داڑھی اور داڑھی کے بالوں سے پانی کے گرنے کے ساتھ ہی چھڑ جاتی ہیں پھر وہ اپنے دونوں ہاتھوں کو کہنوں سمیت دھوتا ہے تو اس کے ہاتھوں کے گناہ اس کی پوریوں کی طرف سے چھڑ جاتے ہیں پھر وہ مسح کرتا ہے تو اس کے سر کی خطائیں اس کے بالوں کے کناروں سے پانی کے ساتھ ہی چھڑ جاتی ہیں پھر جب وہ اپنے پاؤں ٹنٹوں سمیت مطابق حکم ربانی دھوتا ہے تو انگلیوں سے پانی ٹپکنے کے ساتھ ہی اس کے پیروں کے گناہ بھی دور ہو جاتے ہیں پھر وہ کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کے لائق جو حمد و ثنا ہے اسے بیان کر کے دو رکعت نماز جب ادا کرتا ہے تو وہ اپنے گناہوں سے ایسا پاک صاف ہو جاتا ہے جیسے وہ آج پیدا ہوا ہو۔“ یہ سن کر حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمرو بن عسہ رضی اللہ عنہ سے کہا خوب غور کر لیجئے کہ آپ کیا فرما رہے ہیں رسول ﷺ سے آپ نے اسی طرح سنا ہے؟ کیا یہ سب کچھ ایک ہی مقام میں انسان حاصل کر لیتا ہے؟ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ ابوامامہ! میں بوڑھا ہو گیا ہوں میری ہڈیاں ضعیف ہو چکی ہیں میری موت قریب آچکی ہے مجھے کیا فائدہ؟ جو میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ پر جھوٹ بولوں ایک دفعہ نہیں دو دفعہ نہیں تین دفعہ نہیں میں نے اسے حضور ﷺ کی زبانی سات بار بلکہ اس بھی زیادہ

- ① الطبری، ۱۰/۷۳ اس روایت میں مطروح بن یزید، عبید اللہ بن زحر (الجرح والتعديل، ۸/۴۰۹، ۵/۳۱۵) علی بن یزید (مجمع الزوائد ۱/۱۵۹) ضعیف رواۃ ہیں۔ ② طبرانی، ۸۱۰۹، ۸۱۱۶؛ مجمع الزوائد ۱/۲۴، الطبری، ۱۰/۷۴ اس روایت میں ایف بن ابی سلیم غلط راوی ہے۔ (التقریب، ۲/۱۳۸) ③ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب وجوب استیعاب جمیع اجزاء محل الطہارۃ، ۲۴۳۔ ④ احمد ۳/۱۴۶، ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب تفریق الوضوء ۱۷۳، وهو صحیح ابن ماجہ، ۶۶۵، مسند ابویعلیٰ، ۲۹۴۴، بیہقی ۱/۸۳، شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء تحت رقم، ۸۶) ⑤ ابوداؤد، کتاب الصیام، باب الصائم یصب علیہ الماء من العطش ویبالغ فی الإستنشاق، ۲۳۶۶، وسندہ صحیح ترمذی، ۷۸۸، ابن ماجہ، ۴۰۷، ابن حبان، ۱۰۵۴، بیہقی ۱/۵۰، حاکم ۱/۱۴۷، شیخ البانی نے اس کی سند کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (صحیح الجامع، ۹۲۷)

پارنا ہے۔ اس حدیث کی سند بالکل صحیح ہے۔ صحیح مسلم کی دوسری سند والی حدیث میں ہے ”پھر وہ اپنے دونوں پاؤں کو دھوتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے حکم دیا ہے۔“ ① پس صاف ثابت ہوا کہ قرآن کا حکم پیروں کے دھونے کا ہے۔ ابو اسحق سمیع رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بواسطہ حارث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا دونوں پیرنٹوں سمیت دھوؤ ② جیسے کہ تم حکم کئے گئے ہو اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جس روایت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے دونوں قدم جوتی ہیں ہی بھگولئے اس سے مراد جوتیوں میں ہی ہلکا دھونا ہے اور چہل جوتی پیر میں ہوتے ہوئے پیر دھل سکتا ہے۔ غرض یہ حدیث بھی دھونے کی دلیل ہے البتہ اس سے دوسری اور دوسری لوگوں کا رد ہوتا ہے جو حد سے گزر جاتے ہیں اسی طرح وہ دوسری حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ایک قوم کے کوڑا ڈالنے کی جگہ پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا پھر پانی منگوا کر وضو کیا اور اپنے نعلین پر مسح کر لیا۔ ③ لیکن یہی حدیث دوسری سندوں سے مروی ہے اور ان میں ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی جرابوں پر مسح کیا ④ اور ان میں اس طرح جمع بھی ہو سکتی ہے کہ جرابیں پیروں میں تھیں اور ان پر نعلین تھے اور ان دونوں پر آپ ﷺ نے مسح کر لیا یہی مطلب اس حدیث کا بھی ہے۔ مسند احمد میں اس میں ابو اس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے میرے دیکھتے ہوئے وضو کیا اور اپنے نعلین پر مسح کیا اور نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔ ⑤ یہی روایت دوسری سند سے مروی ہے اس میں آپ ﷺ کا کوڑے پر پیشاب کرنا پھر وضو کرنا اور اس میں نعلین اور دونوں قدموں پر مسح کرنا مذکور ہے ⑥ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ سے لائے ہیں پھر فرمایا ہے کہ یہ محمول ہے اس پر کہ اس وقت آپ ﷺ کا پہلا وضو تھا یا محمول ہے اس پر کہ نعلین جرابوں کے اوپر تھے۔ مترجم) بھلا کوئی مسلمان اسے کیسے قبول کر سکتا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کے فریضے میں اور پیغمبر کی سنت میں تعارض ہو اللہ تعالیٰ کچھ فرمائے اور پیغمبر کچھ اور ہی کریں۔ پس حضور ﷺ کے دوائی فعل سے وضو میں پیروں کے دھونے کی فریضیت ثابت ہے اور آیت کا صحیح مطلب بھی یہی ہے جس کے کانوں تک یہ دلائل پہنچ جائیں اس پر اللہ تعالیٰ کی حجت پوری ہوگئی چونکہ زبر کی قراءت سے پیروں کا دھونا اور زبر کی قراءت کا بھی اسی پر محمول ہونا فریضیت کا قطعی ثبوت ہے اس لئے بعض سلف تو یہ بھی کہہ گئے ہیں کہ اس آیت سے جرابوں کے مسح کا حکم منسوخ ہے۔ گو ایک روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایسی مروی ہے لیکن اس کی اسناد صحیح نہیں بلکہ خود آپ سے صحت کے ساتھ اس کا خلاف ثابت ہے۔ اور جن کا بھی یہ قول ہے ان کا یہ خیال صحیح نہیں۔ بلکہ حضور ﷺ سے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد بھی جرابوں پر مسح کرنا ثابت ہے۔ مسند احمد میں ہے حضرت جریر بن عبداللہ بجلي رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ سورۃ مائدہ کے نازل ہونے کے بعد ہی میں مسلمان ہوا اور اپنے اسلام کے بعد میں نے پیغمبر خدا ﷺ کو جرابوں پر مسح کرتے دیکھا۔ ⑦ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ نے پیشاب کیا پھر وضو کرتے ہوئے اپنی جرابوں پر مسح

① احمد، ۴/۱۱۲؛ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب اسلام عمرو بن عبسہ، ۸۳۲۔

② اس کی سندیں الحارث الاوعریف راوی ہے (التقریب، ۱/۱۴۱، رقم، ۳۹) لیکن اس کے شواہد موجود ہیں۔

③ الطبری، ۱۰/۷۵؛ اس روایت میں غمش راوی ہے۔ ④ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب المسح علی الخفین، ۲۷۳؛

ابوداؤد، ۲۳؛ ترمذی، ۱۳؛ ابن ماجہ، ۳۰۶؛ احمد، ۵/۴۰۲؛ بیہقی، ۱/۱۰۰؛ ابن حبان، ۱۴۲۷۔

⑤ احمد، ۴/۸، معرفۃ الصحابہ، ۹۷۸؛ طبرانی، ۶۰۷؛ اس کی سندیں بجلي کا باب عطاء العامری مجہول راوی ہے۔ (المیزان، ۵/۹۹،

رقم، ۵۶۶۸) ⑥ ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب ۶۲، رقم، ۱۶۰ وهو حسن طبرانی، ۱۰/۷۵؛ بیہقی، ۱/۲۸۷، شیخ

البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح ابوداؤد، ۱۴۵)

⑦ احمد، ۴/۳۶۳ وهو صحیح بالشواہد شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء، ۱/۱۳۶)

کیا۔ ان سے پوچھا گیا کہ آپ ایسا کرتے ہیں؟ تو فرمایا ہاں یہی کرتے ہوئے میں نے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو دیکھا ہے۔ ①
 راوی حدیث ابراہیم نخعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگوں کو یہ حدیث بہت اچھی لگتی تھی۔ اس لئے کہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ کا اسلام ہی سورہ مائدہ
 کے نازل ہو چکنے کے بعد کا تھا احکام کی بڑی بڑی کتابوں میں تو اتر کے ساتھ حضور ﷺ کے قول فعل سے جرابوں پر مسح کرنا ثابت
 ہے اب مسح کی مدت ہے یا نہیں؟ اس کے ذکر کی یہ جگہ نہیں، احکام کی کتابوں میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ رافضیوں نے اس میں بھی
 خلاف کیا ہے اور اس کی کوئی دلیل ان کے پاس نہیں صرف جہالت اور ضلالت ہے۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے صحیح مسلم میں
 یہ حدیث ثابت ہے ② لیکن روافض اسے نہیں مانتے، جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی روایت سے بخاری و مسلم میں نکاح متحد کی ممانعت
 ثابت ہے ③ لیکن شیعہ اسے مباح قرار دیتے ہیں ٹھیک اسی طرح یہ آئیہ کریمہ دونوں پیروں کے دھونے پر صاف دلالت کرتی ہے
 اور یہی امر حضور ﷺ کا متواتر احادیث سے ثابت ہے لیکن شیعہ جماعت اس کی بھی مخالف ہے فی الواقع ان مسائل میں ان کے
 ہاتھ دلیل سے بالکل خالی ہیں؛ واللہ الحمد۔ اسی طرح ان لوگوں نے آیت کا اور سلف صالحین کا کعبین کے بارے میں بھی خلاف کیا ہے وہ
 کہتے ہیں کہ ہر قدم کی پشت پر ایک ٹخنہ ہے پس ان کے نزدیک ہر قدم میں ایک ہی کعب یعنی ٹخنہ ہے اور جمہور کے نزدیک ٹخنے کی وہ
 ہڈیاں جو پٹنڈلی اور قدم کے درمیان ابھری ہوئی ہیں وہ کعبین ہیں۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ جن کعبین کا یہاں ذکر ہے یہ
 ٹخنے کی دو ہڈیاں ہیں جو اوپر اور قدرے ظاہر دونوں طرف ہیں ایک ہی قدم میں کعبین ہیں لوگوں کے عرف میں بھی یہی ہے اور
 حدیث کی دلالت بھی اسی پر ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کرتے ہوئے اپنے داہنے پاؤں کو کعبین سمیت
 دھویا پھر بائیں کو بھی اسی طرح ④ بخاری میں تعلیقاً بصیغہ جزم اور صحیح ابن خزیمہ میں اور سنن ابی داؤد میں ہے کہ ہماری طرف متوجہ ہو کر
 اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے فرمایا ”اپنی صفیں ٹھیک ٹھیک درست کر لو تین بار یہ فرما کر فرمایا قسم اللہ تعالیٰ کی یا تو تم اپنی صفوں کو پوری
 طرح درست کرو گے یا اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں مخالفت ڈال دے گا۔“ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ راوی حدیث فرماتے ہیں پھر
 تو یہ ہو گیا کہ ہر شخص اپنے ساتھی کے ٹخنے ٹخنا، گھٹنے سے گھٹنا اور کندھے سے کندھا ملا لیا کرتا تھا۔ ⑤ اس روایت سے صاف معلوم
 ہو گیا کہ کعبین اس ہڈی کا نام نہیں جو قدم کی پشت کی طرف ہے کیونکہ اس کا ملانا دو پاس پاس کے شخصوں میں ممکن نہیں بلکہ یہ وہی دو
 ابھری ہوئی ہڈیاں ہیں جو پٹنڈلی کے خاتمہ پر ہیں اور یہی مذہب اہل سنت کا ہے۔ ابن ابی حاتم میں یحییٰ بن حارث تمیمی سے منقول ہے
 کہ زید کے جو ساتھی شیعہ قتل کئے گئے تھے انہیں میں نے دیکھا تو ان کا ٹخنہ قدم کی پشت پر پایا یہ انہیں قدرتی سزا تھی جو ان کی موت کے
 بعد ظاہر کی گئی اور مخالفت حق کا اور کتمان حق کا بدلہ دیا گیا۔

اس کے بعد تیمم کی صورتیں اور تیمم کا طریقہ بیان ہوا ہے اس کی پوری تفسیر سورہ نساء میں گزر چکی ہے لہذا یہاں بیان نہیں کی

- ① صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب صلاة فی الخفاف، ۳۸۷، صحیح مسلم، ۲۷۲، ابوداؤد، ۱۵۴، ترمذی ۹۳، ابن ماجہ، ۵۴۳، احمد، ۳۶۴/۵، ابن حبان، ۱۳۳۶، بیہقی، ۱/۲۷۰۔
- ② صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب التوقیت فی المسح علی الخفین، ۲۷۶۔
- ③ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب نہی النبی ﷺ، عن نکاح المتعة اخیراً، ۵۱۱۵، صحیح مسلم، ۱۴۰۷، ترمذی، ۱۷۹۴، ابن ماجہ، ۱۹۴۱، ابن حبان، ۴۱۴۰، بیہقی، ۷/۲۰۱۔
- ④ صحیح بخاری، کتاب الوضوء، باب الوضوء ثلاثا ثلاثا، ۱۵۹، صحیح مسلم، ۲۲۶۔
- ⑤ صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب الزاق المنکب بالمنکب والقدم بالقدم فی الصف تعلیقاً قبل حدیث، ۷۲۵؛ ابوداؤد، ۶۶۲، دارقطنی، ۱/۲۸۲؛ ابن حبان، ۲۱۷۶۔

جانی۔ آیت تیمم کا شان نزول بھی وہیں بیان کر دیا گیا ہے لیکن امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کے متعلق خاص ایک حدیث وارد کی ہے اسے سن لیجئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ام المؤمنین کا بیان ہے کہ میرے گلے کا ہار بیدار جگہ میں گر پڑا، ہم مدینہ میں داخل ہونے والے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری روکی اور میری گود میں سر رکھ کر سونگے اتنے میں میرے والد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور مجھ پر بگڑنے لگے کہ تو نے ہار کھو کر لوگوں کو روک دیا اور مجھے کچھ کے مارنے لگے جس سے مجھے تکلیف ہوئی لیکن اس خیال سے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند میں خلل اندازی نہ ہو میں ہلی جلی نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب جاگے اور صبح کی نماز کا وقت ہو گیا اور پانی کی تلاش کی گئی تو پانی نہ ملا اس پر یہ پوری آیت نازل ہوئی۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کہنے لگے اے آل ابوبکر! اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے لئے تمہیں بابرکت بنا دیا ہے تم ان کے لئے سر تا پا برکت ہو۔ ① پھر فرماتا ہے ”اللہ تعالیٰ تم پر حرج و التنا نہیں چاہتا“ اسی لئے اپنے دین کو سہل آسان اور ہلکا کر رہا ہے۔ جو جھل سخت اور مشکل نہیں بنانا حکم تو اس کا یہ تھا کہ پانی سے وضو کرو لیکن جب میسر نہ ہو یا بیماری ہو تو تمہیں تیمم کرنے کی رخصت عطا فرماتا ہے۔ باقی احکام احکام کی کتابوں میں ملاحظہ ہوں۔“ بلکہ اللہ تعالیٰ کی چاہت یہ ہے کہ تمہیں پاک صاف کر دے اور تمہیں پوری پوری نعمتیں عطا فرمائے تاکہ تم اس کی رحمتوں پر اس کی شکرگزاری کرو“ اس کی توسیع احکام اور رافت و رحمت آسانی اور رخصت پر اس کا احسان مانو۔ وضو کے بعد اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعا تعلیم فرمائی جو گویا اس آیت کے ماتحت ہے۔ مسند احمد اور صحیح مسلم میں حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم باری باری اونٹوں کو چرایا کرتے تھے میں اپنی باری والی رات عشاء کے وقت چلا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے لوگوں سے کچھ فرما رہے ہیں میں جب پہنچ گیا اس وقت میں نے آپ سے یہ سنا ”جو مسلمان اچھی طرح وضو کرے دلی توجہ کے ساتھ دو رکعت نماز ادا کرے اس کیلئے جنت واجب ہے۔“ میں نے کہا واہ واہ یہ تو بہت ہی اچھی بات ہے۔ میری بات سن کر ایک صاحب نے جو میرے آگے ہی بیٹھے تھے فرمایا اس سے پہلے جو بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے وہ اس سے بھی زیادہ بہتر ہے۔ میں نے جو غور سے دیکھا تو وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ مجھ سے فرمانے لگے تم ابھی آئے ہو تمہارے آنے سے پہلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”جو شخص عمدگی اور اچھائی سے وضو کرے پھر کہے ”أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ“ اس کے لئے جنت کے آٹھوں دروازے کھل جاتے ہیں جس میں سے چاہے داخل ہو۔“ ② اور روایت میں ہے ”جب ایمان و اسلام والا وضو کرنے بیٹھتا ہے۔ اس کے منہ دھوتے ہوئے اس کی آنکھوں کی تمام خطائیں پانی کے ساتھ یا پانی کے آخری قطرے کے ساتھ جھڑ جاتی ہیں۔ اسی طرح ہاتھوں کے دھونے کے وقت ہاتھوں کی تمام خطائیں اور اسی طرح پیروں کے دھونے کے وقت پیروں کی تمام خطائیں محل کر وہ گناہوں سے بالکل پاک صاف ہو جاتا ہے۔“ ③ تفسیر ابن جریر میں ہے ”جو شخص وضو کرے وہ اپنے ہاتھوں یا بازوؤں کو جب دھوتا ہے ان سے ان کے گناہ دور ہو جاتے ہیں منہ کو دھوتے وقت منہ کے گناہ الگ ہو جاتے ہیں سر کا مسح سر کے گناہ جھاڑ دیتا ہے پیر کا دھونا ان کے گناہ دھو دیتا ہے۔“ دوسری سند میں سر کے مسح کا ذکر نہیں۔“ ④ تفسیر ابن جریر میں ہے ”جو شخص اچھی طرح وضو کر کے

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب قوله ﴿فلم تجدوا ماء فتيمموا صعيدا طيبا﴾ ۴۶۰۸۔

② صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب الذکر المستحب عقب الوضوء، ۲۳۴، ابوداؤد، ۱۶۹، ترمذی، ۵۵، ابن ماجہ،

۴۷۰، احمد، ۱۵۳/۴، ابن حبان، ۱۰۵۰، بیہقی، ۷۸/۱۔ ③ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب خروج الخطایا

مع ماء الوضوء، ۲۴۴، ترمذی، ۲، مؤطا امام مالک، ۱/۳۲؛ احمد، ۳۰۳/۲، ابن حبان، ۱۰۴۰، بیہقی، ۱/۸۱۔

④ احمد، ۴/۲۳۴، ۲۳۵۔ اس کی سند صحیح لغیرہ کے درج کی ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة: ۲۹/۶۰۰)

وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ وَمِيثَاقَهُ الَّذِي وَاثَقَكُمْ بِهِ إِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا
 وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ
 لِلَّهِ شُهَدَاءَ بِالْقِسْطِ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَا نُ قَوْمٍ عَلَىٰ آلَا تَعْدِلُونَ ائْتُوا هُوَ
 أَقْرَبُ لِلتَّقْوَىٰ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ۝ وَعَدَّ اللَّهُ الَّذِينَ
 آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا وَكَذَّبُوا
 بِآيَاتِنَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ
 هُمْ قَوْمٌ لَّا يَبْسُطُونَ إِلَيْكُمْ أَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَاتَّقُوا اللَّهَ ۝ وَعَلَىٰ
 اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝

ترجمہ: تم پر رب کی جو نعمتیں نازل ہوئی ہیں انہیں یاد رکھو اور اس کے عہد کو بھی جس کا تم سے معاہدہ ہوا ہے جبکہ تم نے کہا ہم نے سنا اور مانا اور
 اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ دلوں کی باتوں کا جاننے والا ہے۔ [۷۶] اے ایمان والو! تم اللہیت کے ساتھ حق پر قائم ہو جاؤ
 راستی اور انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن جاؤ کسی قوم کی عداوت تمہیں خلاف عدل پر آمادہ نہ کر دے عدل کیا کرو جو پرہیزگاری
 سے متصل ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو یقیناً مانو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے بہت باخبر ہے۔ [۷۸] اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو ایمان
 لائیں اور نیک کام کریں ان کے لئے وسیع مغفرت اور بہت بڑا اجر و ثواب ہے۔ [۷۹] اور جن لوگوں نے کفر کیا اور ہمارے احکام کو جھٹلایا وہ
 دوزخی ہیں۔ [۸۰] اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو احسان تم پر کیا ہے اسے یاد کرو جب کہ ایک قوم نے تم پر دست درازی کرنی چاہی تو اللہ
 تعالیٰ نے ان کے ہاتھوں کو تم تک پہنچنے سے روک دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ مومنوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کر لینا چاہیے۔ [۸۱]

نماز کے لئے کھڑا ہوتا ہے اسکے کانوں سے آنکھوں سے ہاتھوں سے پاؤں سے سب گناہ الگ ہو جاتے ہیں۔ ① صحیح مسلم
 شریف میں ہے ”وضوء دھا ایمان ہے۔ الحمد للہ کہنے سے نیکی کا پلڑا پر ہو جاتا ہے قرآن یا تو تیری موافقت میں دلیل ہے یا تیرے
 خلاف دلیل ہے۔ ہر شخص صبح ہی اپنے نفس کی خرید و فروخت کرتا ہے پس یا تو اپنے تئیں آزاد کر لیتا ہے یا ہلاک کر گزرتا ہے“ ②
 اور حدیث میں ہے ”مال حرام کا صدقہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا اور بے وضو کی نماز بھی غیر مقبول ہے۔“ ③ (صحیح مسلم) یہ روایت

ابوداؤد طیالسی، مسند احمد، ابوداؤد نسائی اور ابن ماجہ میں بھی ہے۔ ④

① الطبری، ۱۰/۸۶؛ احمد، ۵/۲۵۲، وسندہ ضعیف وهو صحیح بالشواہد، مجمع الزوائد، ۱/۲۲۳۔

② صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب فضل الوضوء ۲۲۳؛ ترمذی، ۳۵۱۷؛ عمل الیوم واللیلۃ، ۱۶۹؛ ابن ماجہ، ۲۸۰؛
 احمد، ۳۴۲/۱؛ ابن حبان، ۸۴۴۔

③ صحیح مسلم، کتاب الطہارۃ، باب وجوب الطہارۃ للصلوۃ، ۲۲۴؛ ترمذی، ۱/۴۱؛ احمد، ۲/۲۰؛ بیہقی، ۱/۴۲۔

④ احمد، ۵/۷۴؛ ابوداؤد کتاب الطہارۃ، باب فرض الوضوء، ۵۹، وسندہ صحیح؛ نسائی، ۱۳۹؛ ابن ماجہ ۲۷۱؛ ابن حبان،
 ۱۷۰۵؛ بیہقی، ۱/۲۳۰، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح الجامع، ۱۸۵۵)۔

عدل و انصاف سے کام لو اور اللہ کی نعمت یاد رکھو: [آیت: ۷۔ ۱۱] اس دین عظیم اور اس رسول کریم ﷺ کو صحیح کر جو احسان اللہ تعالیٰ نے اس امت پر کیا ہے اسے یاد دل رہا ہے۔ اور اس عہد پر مضبوط رہنے کی انہیں ہدایت کر رہا ہے جو مسلمانوں نے اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی تابعداری اور امداد کرنے دین پر قائم رہنے سے قبول کر لینے اور اسے دوسروں تک پہنچانے کا کیا ہے۔ اسلام لانے کے وقت انہیں چیزوں کا ہر مؤمن اپنی بیعت میں اقرار کرتا تھا چنانچہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے الفاظ ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے بیعت کی کہ ہم سنتے رہیں گے اور مانتے رہیں گے خواہ جی چاہے خواہ نہ چاہے خواہ دوسروں کو ہم پر ترجیح دی جائے اور کسی لائق شخص سے ہم کسی کام کو چھینیں گے نہیں۔ ① باری تعالیٰ عزوجل کا ارشاد ہے ”کیوں ایمان نہیں لاتے؟ حالانکہ رسول ﷺ تمہیں رب تعالیٰ پر ایمان لانے کی دعوت دے رہے ہیں اور انہوں نے تم سے عہد بھی لے لیا ہے اگر تمہیں یقین ہو۔“ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس آیت میں یہودیوں کو یاد دلایا جا رہا ہے کہ تم سے حضور ﷺ کی تابعداری کے قول و قرار ہو چکے ہیں پھر آپ ﷺ کو نہ ماننے کے کیا معنی؟ یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پینچ سے نکال کر جو عہد اللہ رب العزت نے بنو آدم سے لیا تھا اسے یاد دلایا جا رہا ہے جو فرمایا تھا ”کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے اقرار کیا ہاں ہم اس پر گواہ ہیں۔“ لیکن پہلا قول زیادہ ظاہر ہے۔ سدی رضی اللہ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے وہی مروی ہے اور امام ابن جریر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی کو مختار بتلایا ہے۔ ہر حال میں انسان کو خوف رب تعالیٰ رکھنا چاہئے دلوں اور سینوں کے بھیدوں سے وہ واقف ہے۔

ایمان والو! لوگوں کے دکھانے کو نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی وجہ سے حق پر قائم ہو جاؤ اور عدل کے ساتھ صحیح گواہ بن جاؤ۔ بخاری و مسلم میں حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ میرے باپ نے مجھے ایک عطیہ دے رکھا تھا میری ماں عمرہ بنت رواحہ رضی اللہ عنہا نے کہا میں تو اس وقت تک مطمئن نہیں ہونے کی جب تک کہ تم اس پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ بنا لو۔ میرے باپ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے واقعہ بیان کیا تو آپ نے دریافت فرمایا ”کیا اپنی بقیہ اولاد کو بھی ایسا ہی عطیہ دیا ہے؟“ جواب دیا کہ نہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اپنی اولاد میں عدل کیا کرو جاؤ میں کسی ظلم پر گواہ نہیں بنتا۔“ چنانچہ میرے باپ نے وہ صدقہ لوٹا لیا۔ ② پھر فرمایا دیکھو کسی کی عداوت اور ضد میں آ کر عدل سے نہ ہٹ جانا دوست ہو یا دشمن ہو تمہیں عدل و انصاف کا ساتھ دینا چاہئے۔ تقویٰ سے زیادہ قریب یہی ہے۔ (ہسو) کی ضمیر کے مرجع پر دلالت فعل نے کر دی ہے جیسے کہ اس کی نظیریں قرآن میں اور بھی ہیں اور کلام عرب میں بھی جیسے اور جگہ ہے۔ ﴿وَأَنْ قِيلَ لَكُمْ اِرْجِعُوا فارجعوا اهو ازل سمي لكم﴾ ③ یعنی ”اگر تم کسی مکان میں جانے کی اجازت مانگو اور نہ ملے بلکہ کہا جائے کہ واپس لوٹ جاؤ تو تم واپس چلے جاؤ یہی تمہارے لئے زیادہ پاکیزگی کا باعث ہے۔“ پس یہاں بھی (ہسو) کی ضمیر کا مرجع مذکور نہیں لیکن فعل کی دلالت موجود ہے یعنی لوٹ جانا۔ اسی طرح مندرجہ بالا آیت میں یعنی عدل کرنا۔ یہ بھی یاد رہے کہ یہاں پر (افسرت) افضل التفضیل کا صیغہ ایسے موقع پر ہے کہ دوسری جانب اور کوئی چیز نہیں جیسے اس آیت میں ہے۔ ﴿اصْطَبْ الْحَيٰةَ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُّسْتَقْرًا وَاَحْسَنُ مَقِيْلًا﴾ ④ اور جیسے کسی صحابیہ رضی اللہ عنہا کا حضرت عمر سے کہنا =

① صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب قول النبی ﷺ سترون بعدی أموراً تنکرونها، ۷۰۵۶، صحیح مسلم، ۱۸۴۰، احمد، ۳۲۱/۵، بیہقی، ۱۴۵/۸۔ ② صحیح بخاری، کتاب الہیة، باب الإشهاد فی الہیة، ۲۵۸۷، صحیح مسلم، ۱۶۲۳، مؤطا امام مالک، ۷۵۱/۲، ۷۵۲، ابن حبان، ۵۱۰۰، بیہقی، ۱۷۶/۶۔ ③ الفرقان: ۲۳۔ ④ النور: ۲۸۔

وَلَقَدْ أَخَذَ اللَّهُ مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا
 وَقَالَ اللَّهُ إِنِّي مَعَكُمْ لَئِنْ أَقَبْتُمُ الصَّلَاةَ وَآتَيْتُمُ الزَّكَاةَ وَآمَنْتُمْ بِرُسُلِي
 وَعَزَّرْتُمُوهُمْ وَأَقْرَضْتُمُ اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ وَلَأُدْخِلَنَّكُمْ
 الْجَنَّةَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذَلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَاءَ
 السَّبِيلِ ۝ فِيمَا نَقَضُوا مِيثَاقَهُمْ لَعَانًا وَقَعَلْنَا قُلُوبَهُمْ قَسِيَةً يُحَرِّفُونَ
 الْكَلِمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ ۝ وَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ ۝ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلَى خَآئِنَةٍ
 مِنْهُمْ إِلَّا قَلِيلًا مِنْهُمْ فَأَعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ۝ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْبُحْسِينَ ۝
 وَمِنَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي أَخَذْنَا مِيثَاقَهُمْ فَنَسُوا حَظًّا مِمَّا ذُكِّرُوا بِهِ
 فَأَعْرَبْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ ۝ وَسَوْفَ يُنَبِّئُهُمُ اللَّهُ
 بِمَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے عہد و پیمانہ لیا۔ اور انہیں میں سے بارہ سردار ہم نے مقرر فرمائے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یقیناً میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر تم نماز کو قائم رکھو گے اور زکوٰۃ دیتے رہو گے اور میرے رسولوں کو مانتے رہو گے اور ان کی مدد کرتے رہو گے۔ اور اللہ تعالیٰ کو بہتر قرض دیتے رہو گے تو یقیناً میں تمہاری برائیاں تم سے دور رکھوں گا اور تمہیں ان جنتوں میں لے جاؤں گا جن کے نیچے چشمے بہ رہے ہیں۔ اب جو اس عہد و پیمانہ کے بعد تم میں سے جو انکاری ہو جائے وہ یقیناً راہ راست سے بھٹک گیا ہے۔ [۱۳۶] پھر اکی عہد شکنی کی وجہ سے ہم نے ان پر اپنی لعنت نازل فرمادی اور انکے دل سخت کر دیئے کہ کلام کو اس جگہ سے بدل ڈالتے ہیں جو کچھ صحیح نہیں کی گئی تھی اس کا بہت بڑا حصہ بھلا بیٹھے ان کی ایک ایک خیانت پر تجھے اطلاع ملتی ہی رہے گی۔ ہاں تھوڑے سے ایسے نہیں بھی ہیں پس تو انہیں معاف کرنا چاہ اور درگزر کرتا رہے شک اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ [۱۳۷] جو اپنے آپ کو نصرانی کہتے ہیں ہم نے ان سے بھی عہد و پیمانہ لیا انہوں نے بھی اس کا بڑا حصہ فراموش کر دیا جو انہیں صحیح کی گئی تھی تو ہم نے بھی ان کے آپس میں بغض و عداوت ڈال دی جو تاقیامت رہے گی اور جو کچھ یہ کرتے تھے اللہ تعالیٰ انہیں سب جتاوے گا۔ [۱۳۸]

= کہ "أَنْتَ أَقْظُ وَأَغْلَظُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ" ① اللہ تعالیٰ سے ڈرو وہ تمہارے اعمال سے باخبر ہے خیر و شر کا پورا پورا اہلہ وے گا۔ وہ ایمان والوں اور نیک کاروں سے ان کے گناہوں کی بخشش کا اور انہیں اجر عظیم یعنی جنت دینے کا وعدہ کر چکا ہے۔ گو دراصل وہ اس رحمت کو صرف فضل ربانی سے حاصل کریں گے لیکن رحمت کی توجہ کا سبب ان کے نیک اعمال بنے۔ پس حقیقتاً ہر طرح قابل تعریف دستا کش اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ اور یہ سب کچھ اس کا فضل و رحم ہے۔ حکمت و عدل کا تقاضا یہی تھا کہ ایمانداروں اور نیک

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس وجنوده، ۳۲۹۴، صحیح مسلم، ۲۳۹۶۔

کاروں کو جنت دی جائے اور کار فرور جھٹلانے والوں کو جہنم داخل کیا جائے۔ چنانچہ یونہی ہوگا۔

پھر اپنی ایک اور نعمت یاد دلاتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ ایک منزل میں اترے لوگ ادھر ادھر سایہ دار درختوں کی تلاش میں لگ گئے۔ آپ نے اپنے ہتھیار اتار کر ایک درخت پر لگا دیئے۔ ایک اعرابی نے آ کر آپ کی تلوار اپنے ہاتھ میں لے لی اور اسے سونت کر آنحضرت ﷺ کے پاس کھڑا ہو گیا اور کہنے لگا اب بتا کہ مجھ سے تجھے کون بچا سکتا ہے؟ آپ نے فوراً جواب دیا ”اللہ تعالیٰ“ اس نے پھر یہی سوال کیا اور آپ نے پھر یہی جواب دیا تیسری مرتبہ کے جواب کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔ اب آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو آواز دی اور جب وہ آگئے تو ان سے سارا واقعہ کہہ سنایا۔ اعرابی اس وقت بھی موجود تھا۔ لیکن آپ نے اس سے کوئی بدلہ نہ لیا۔ قنادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگوں نے دھوکے سے حضور ﷺ کو قتل کرنا چاہا تھا اور انہوں نے اس اعرابی کو آپ کی گھات میں بھیجا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے ناکام اور نامراد رکھا؟ ①

فَالْحَمْدُ لِلَّهِ اس اعرابی کا نام صحیح احادیث میں غورث بن غورث بن حارث آیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہودیوں نے آپ کو اور آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم کو قتل کرنے کے ارادے سے زہر ملا کھانا پکا کر دعوت کر دی لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو مطلع فرمایا اور آپ بچ رہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ کعب بن اشرف اور اس کے یہودی ساتھیوں نے اپنے گھر میں بلا کر آپ کو صدمہ پہنچانا چاہا تھا۔ ابن اسحاق رضی اللہ عنہ وغیرہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد بنو نضیر کے وہ لوگ ہیں جنہوں نے چکی کا پاٹ قلعہ کے اوپر سے آپ کے سر پر گرانچا تھا جب آپ عامری لوگوں کی دیت کے لینے کے لئے ان کے پاس گئے تھے تو ان شریروں نے عمرو بن جاش بن کعب کو اس بات پر آمادہ کیا تھا کہ ہم تو حضور اکرم ﷺ کو نیچے کھڑا کر کے باتوں میں مشغول کر لیں گے تو اوپر سے یہ پھینک کر آپ کا کام تمام کر دینا، لیکن راستے ہی میں اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو ان کی شرارت و خباثت سے آگاہ کر دیا۔ آپ ﷺ مع اپنے صحابہ کے وہیں سے پلٹ گئے۔ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے۔ مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرنا چاہئے۔ کفایت کرنے والا اور حفاظت کرنے والا وہی ہے۔

اس کے بعد حضور ﷺ بحکم باری تعالیٰ بنو نضیر کی طرف مع لشکر کے گئے محاصرہ کیا کچھ مارے گئے اور باقی کو جلا وطن کر دیا۔

بنی اسرائیل کی عہد شکنی اور ان کے بارہ سرداروں کی وضاحت: [آیت: ۱۳-۱۴] اوپر کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے اپنے مؤمن بندوں کو عہد و پیمان کی وفاداری کا حق پر مستقیم رہنے کا اور عدل کی شہادت دینے کا حکم دیا تھا ساتھ ہی اپنی ظاہر و باطنی نعمتوں کو یاد دلایا تھا تو اب ان آیتوں میں ان سے پہلے کے اہل کتاب سے عہد و پیمان توڑ ڈالے تو ان کا کیا حشر ہوا؟ اسے بیان فرما کر گویا مسلمانوں کو عہد شکنی سے روکتا ہے۔ ان کے بارہ سردار تھے۔ یعنی بارہ قبیلوں کے بارہ چودھری تھے جو ان سے ان کی بیعت کو پورا کرتے تھے کہ یہ اللہ اور رسول کے تابع فرمان رہیں اور کتاب اللہ کی اتباع کرتے رہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب سرکشوں سے لڑنے کے لئے گئے تب ہر قبیلہ میں سے ایک ایک سردار منتخب کر گئے تھے۔ روئیل قبیلے کا سردار شامون بن ركون تھا اور شمعونیوں کا چودھری شافاط بن حری۔ اور یہوذا کا کالب بن یوفنا اور اتین کا میخائیل بن یوسف۔ اور افراہیم کا یوشع بن نون اور بنیامین کے قبیلے کا چودھری لظم بن دنون اور زبولوں کا جدی بن شوری اور منشا کا جدی بن موسیٰ اور دان کا خملائیل بن حمل اور اشار کا ساطور۔ نفتالی کا بجز اور یساخر کا لایل۔ تورات کے چوتھے جزء میں بنو اسرائیل کے قبیلوں کے سرداروں کے نام مذکور ہیں جو ان ناموں سے قدرے مختلف ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ موجودہ تورات کے

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الرقاع، ۴۱۳۵، صحیح مسلم، ۸۴۳، بتصرف یسیر، عبدالرزاق، ۱/۱۸۵، احمد، ۳/۳۶۴، ابو یعلیٰ، ۱۷۷۸، ابن حبان، ۳۸۸۳۔

نام یہ ہیں۔ بنو رزائل پر بصور بن سادون۔ بنی شمعون پر شموال بن صور شکلی۔ بنو یہودا پر حشون ابن عمیاذاب۔ بنو یسار پر رشال بن صاعون۔ بنو زبولون پر الیاب بن حالوب۔ بنو فرایم پر نشابن عمهور۔ بنو شاپر حملیاکل۔ بنو نیا مین پر امیدن۔ بنو دان پر یحیدر۔ بنو اشار پر نحایل۔ بنو کان پر سیف بن دعوسیل۔ بنو نفتالی پر انجبرج۔ یہ یاد رہے کہ ”لَيْسَ الْعَقَبَةُ“ میں جب آنحضرت ﷺ نے انصار سے بیت لی اس وقت ان کے سردار بھی بارہ ہی تھے۔ تین قبیلہ اوس کے حضرت اسید بن خضیر، حضرت سعد بن خیشمہ اور حضرت رفاعہ بن عبدالمند ربنی رضی اللہ عنہم۔ بعض روایتوں میں ان کی بجائے حضرت ابواہشیم بن تیمان رضی اللہ عنہ کا نام ہے اور نوسردار قبیلہ خزرج کے تھے ابوامامہ اسعد بن زرارہ سعد بن ربیع، عبد اللہ بن رواحہ، رافع بن مالک بن عکمان، براء بن معرور، عبادہ بن صامت، سعد بن عبادہ، عبد اللہ بن عمرو بن حرام، منذر بن عمر بن حیث بنی انیس سر داروں نے اپنی اپنی قوم کی طرف سے پیغمبر آفران زمان ﷺ سے سننے اور ماننے کی بیعت کی۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بیٹھے تھے آپ ہمیں اس وقت قرآن پڑھا رہے تھے جو ایک شخص نے سوال کیا کہ آپ لوگوں نے حضور ﷺ سے یہ بھی پوچھا ہے کہ اس امت کے کتنے خلفا ہوں گے؟ حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں جب سے عراق آیا ہوں اس سوال کو جو تیرے کسی نے نہیں پوچھا ہم نے حضور ﷺ سے اس بارے میں دریافت کیا تھا تو آپ نے فرمایا ”بارہ ہوں“ جتنی گنتی بنو اسرائیل کے نقیبوں کی تھی۔^① یہ روایت سنداً غریب ہے لیکن مضمون حدیث بخاری و مسلم کی روایت سے بھی ثابت ہے۔ جابر بن سرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے نبی ﷺ سے سنا ہے ”لوگوں کا کام چلتا رہے گا جب تک کہ ان کے دالی بارہ شخص نہ ہوں“ پھر ایک لفظ حضور ﷺ نے فرمایا لیکن میں نہ سن سکا تو میں نے دوسروں سے پوچھا کہ حضور ﷺ نے اب کون سا لفظ فرمایا انہوں نے جواب دیا ”وہ سب قریشی ہوں گے۔“^② صحیح مسلم میں یہی لفظ ہیں۔ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ بارہ خلیفہ صالح نیک بخت ہوں گے جو حق کو قائم کریں گے اور لوگوں میں عدل کریں گے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ یہ سب پے در پے یکے بعد دیگرے ہی ہوں پس چار خلفا تو پے در پے ہوئے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی رضی اللہ عنہم، جن کی خلافت بطریق نبوت رہی انہیں بارہ میں سے پانچویں حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ ہیں۔ بنو عباس میں سے بھی بعض اسی طرح کے خلیفہ ہوئے ہیں اور قیامت سے پہلے پہلے ان بارہ کی تعداد پوری ہونی ضروری ہے اور انہی میں سے حضرت امام مہدی رضی اللہ عنہ ہیں جن کی بشارت احادیث میں آچکی ہے ان کا نام حضور ﷺ کے نام پر ہوگا اور ان کے والد کا نام حضور ﷺ کے والد کا ہوگا۔ زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے حالانکہ اس سے پہلے وہ ظلم و جبر سے پر ہوگی۔ لیکن اس سے شیعوں کا امام منتظر مراد نہیں۔ اس کی تو دراصل کوئی حقیقت ہی نہیں۔ نہ سرے سے اس کا کوئی وجود ہے بلکہ یہ تو صرف شیعہ کی وہم پرستی اور ان کا تخیل ہے۔ نہ اس حدیث سے شیعوں کے فرقے اثنا عشریہ کے ائمہ مراد ہیں۔ اس حدیث کو ان ائمہ پر محمول کرنا بھی شیعوں کے اس فرقہ کی بناوٹ ہے جو ان کی کم عقلی اور جہالت کا کرشمہ ہے۔ تورات میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کی بشارت کے ساتھ ہی مرقوم ہے کہ ان کی نسل میں بارہ بڑے شخص ہوں گے۔ اس سے مراد بھی یہی مسلمانوں کے بارہ قریشی بادشاہ ہیں لیکن جو یہودی مسلمان ہوئے تھے اور تھے وہ اپنے اسلام میں کچھ ساتھ ہی جا بل بھی تھے انہوں نے شیعوں کے کان میں کہیں یہ صورت پھونک دیا اور وہ سمجھ بیٹھے کہ اس سے مراد ان کے بارہ امام ہیں ورنہ احادیث اس کے صاف خلاف موجود ہیں۔

① احمد، ۱/۳۹۸؛ مسند ابی یعلیٰ، ۵۰۳۱؛ مسند البزار، ۱۵۸۶؛ طبرانی، ۱۰۳۱؛ مجمع الزوائد، ۵/۱۹۳، اس روایت میں بحالد بن سعید ضعیف راوی ہے۔ (الضعفاء والمتروکین، ۳/۳۵) لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔ لیکن بخاری میں (بارہ امیر) کے الفاظ ہیں جیسا کہ آگے آ رہا ہے۔ ② صحیح بخاری، کتاب الأحکام، باب ۷۲۲۲؛ صحیح مسلم، ۱۸۲۱؛ ابوداؤد، ۴۲۷۹؛ ترمذی،

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيرًا مِمَّا كُنْتُمْ تُخْفُونَ مِنَ

الْكِتَابِ وَيَعْقُوا عَنْ كَثِيرٍ قَدْ جَاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَكِتَابٌ مُبِينٌ ۝ يَهْدِي بِهِ

اللَّهُ مِنَ ابْنِ مَرْيَمَ رِضْوَانَهُ سُبُلَ السَّلَامِ وَيُخْرِجُهُم مِّنَ الظُّلُمَاتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ

وَيَهْدِيهِمْ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

ترجمہ: اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول آچکا جو تمہارے سامنے کتاب اللہ کی اکثر وہ باتیں ظاہر کر رہا ہے جنہیں تم چھپا رہے تھے۔ اور اکثر درگزر کرتا رہتا ہے۔ تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آچکی ہے۔ [۱۵۱] جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ انہیں جو مضامین رب کے درپے ہوں سلامتی کی راہیں بتلاتا ہے اور اپنی توفیق سے اندھیروں سے نکال کر نور کی طرف لاتا ہے اور راہ راست کی طرف ان کی رہبری کرتا ہے۔ [۱۶]

اب اس عہد و پیمان کا ذکر ہو رہا ہے جو اللہ تعالیٰ نے یہودیوں سے لیا تھا کہ وہ نمازیں پڑھتے رہیں زکوٰۃ دیتے رہیں اللہ تعالیٰ کے رسولوں کی تصدیق کریں ان کی نصرت و اعانت کریں اور اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ان کے ساتھ رہے گی ان کے گناہ معاف ہوں گے۔ اور یہ جنتیوں میں داخل کئے جائیں گے۔ مقصود حاصل ہوگا اور خوف زائل ہوگا۔ لیکن اگر وہ اس عہد و پیمان کے بعد بھی پھر گئے اور اسے ان سنا کر دیا تو یقیناً وہ حق سے دور ہو جائیں گے۔ بھٹک اور بہک جائیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا کہ انہوں نے بیثاق توڑ دیا وعدہ خلافی کی تو ان پر لعنت رب تعالیٰ نازل ہوئی۔ ہدایت سے دور ہو گئے دل کے سخت ہو گئے وعظ و پند سے مستفید نہ ہو سکے سمجھ بگڑ گئی۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں میں ہیر پھیر کرنے لگے باطل تاویلیں گھڑنے لگے جو مراد حقیقی تھی اس سے کلام اللہ کو پھیر کر اور ہی مطلب سمجھنے سمجھانے لگے اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر وہ مسائل بیان کرنے لگے جو اللہ تعالیٰ کے بتلائے ہوئے نہ تھے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی اور اس سے بے عمل ہی نہیں بلکہ بے رغبت ہو گئے۔ دین کی اصل جب ان کے ہاتھوں سے چھوٹ گئی پھر فردی عمل کیسے قبول ہوتے؟ عمل چھوٹ جانے کی وجہ سے نہ دل ٹھیک رہے نہ فطرت اچھی رہی نہ خلوص و اخلاص رہا غداری اور نکاری اپنا شبیہ بنا لیا انت نئے جال نبی ﷺ اور اصحاب نبی کے خلاف بننے رہے۔ پھر نبی ﷺ کو حکم ہوتا ہے کہ آپ ان سے چشم پوشی کیجئے یہی معاملہ ان کے ساتھ اچھا ہے جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو تجھ سے اللہ کے فرمان کے خلاف کرے تو اس سے حکم اللہ کی بجا آوری کے ماتحت کر اس میں ایک بڑی مصلحت یہ بھی ہے کہ ممکن ہے ان کے دل کھینچ آئیں ہدایت نصیب ہو جائے۔ اور حق کی طرف آجائیں۔ اللہ تعالیٰ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ یعنی دوسروں کی بدسلوکی سے چشم پوشی کر کے خود نیک سلوک رکھنے والے اللہ تعالیٰ کے محبوب ہیں۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ درگزر کرنے کا حکم جہاد کی آیت سے منسوخ ہے۔ ①

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان نصرائیوں سے بھی ہم نے وعدہ لیا تھا کہ جو رسول آئے گا یہ اس پر ایمان لائیں گے۔ اس کی مدد کریں گے اور اس کی باتیں مانیں گے لیکن انہوں نے بھی یہودیوں کی طرح بد عہدی کی جس کی سزا میں ہم نے ان میں آپس میں عداوت ڈال دی جو قیامت تک جاری رہے گی۔ ان میں فرقے فرقے بن گئے جو ایک دوسرے کو کافر ملعون کہتے ہیں۔ اور اپنے عبادت خانوں =

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ قُلْ فَمَنْ يَمْلِكُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا إِنْ أَرَادَ أَنْ يُهْلِكَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَأُمَّهُ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝ وَقَالَتِ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى نَحْنُ أَبْنَاؤُ اللَّهِ وَأَحِبَّاؤُهُ قُلْ فَلِمَ يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوبِكُمْ بَلْ أَنْتُمْ بَشَرٌ مِمَّنْ خَلَقَ يَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَشَاءُ وَلِلَّهِ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَإِلَيْهِ الْمَصِيرُ ۝

ترجمہ: یقیناً وہ لوگ کافر ہو گئے جنہوں نے کہا کہ بے شک مسیح بن مریم اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ تو ان سے کہہ دے کہ اگر اللہ تعالیٰ مسیح بن مریم اور انکی ماں اور زونے زمین کے سب لوگوں کو ہلاک کر دینا چاہے تو کون ہے جو اللہ تعالیٰ پر کچھ بھی اختیار رکھتا ہو؟ آسمان و زمین اور دونوں کے درمیان کا کل ملک اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۱۷۱] یہود و نصاریٰ کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے دوست ہیں۔ تو کہہ دے کہ پھر تمہارے گناہوں کے باعث اللہ تعالیٰ کیوں سزا دیتا ہے؟ نہیں بلکہ تم بھی اس کی مخلوق میں سے ایک انسان ہووہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب کرتا ہے۔ زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے اور اسی کی طرف لوٹا ہے۔ [۱۸]

میں بھی نہیں آنے دیتے۔ ملکیہ فرقہ یعنی وہ فرقہ کو یعنی وہ فرقہ کو ملکیہ کو کھلے بندوں کافر کہتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے تمام فرقے۔ انہیں ان کے اعمال کی پوری تنبیہ عنقریب ہوگی۔ انہوں نے بھی اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو بھلا دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے ذمے تہمتیں لگائی ہیں۔ اس کی بیوی اور اولاد قائم کی ہے یہ قیامت کے دن بری طرح پکڑے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اکیلا تھا اور ﴿الْكَافِرُونَ لَمْ يَلِدُوا وَلَمْ يُولَدُوا﴾۔

اہل کتاب کی علمی خیانت: [آیت: ۱۵-۱۶] فرماتا ہے کہ رب العلی نے اپنے عالی قدر رسول حضرت محمد ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ تمام مخلوق کی طرف بھیج دیا ہے، معجزے اور روشن دلیلیں انہیں عطا فرمائی ہیں۔ جو باتیں یہود و نصاریٰ نے بدل ڈالی تھیں۔ تاویل میں کر کے دوسرے مطلب بنائے تھے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر بہتان باندھے تھے کتاب اللہ کے جو حصے اپنے نفس کے خلاف پاتے تھے انہیں چھپا لیتے تھے ان سب کو یہ رسول ظاہر کرتے ہیں ہاں جس کے بیان کی ضرورت ہی نہ ہو یہ بیان نہیں فرماتے۔ مستدرک حاکم میں ہے ”جس نے رجم کے مسئلہ کا انکار کیا اس نے بے علمی سے قرآن سے انکار کیا۔“ چنانچہ اس آیت میں اسی رجم کے چھپانے کا ذکر ہے ① پھر قرآن عظیم کی بابت فرماتا ہے کہ اسی نے اس نبی کریم ﷺ پر اپنی یہ کتاب اتاری ہے جو متلاشی حق کو سلامتی کی راہ بتلاتی ہے لوگوں کو ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتی ہے اور راہ مستقیم کی رہبر ہے۔ اس کتاب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے انعاموں کو

① حاکم، ۴/۳۵۹، ۴، حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے صحیح ابن حبان الاحسان، ۴۴۱۳، والسنن

الکبریٰ للنسائی، ۷۱۶۲، وسندہ حسن۔

حاصل کر لینا اور اس کی سزاؤں سے بچ جانا بالکل آسان ہو گیا ہے۔ یہ ضلالت کو مسناد دینے والی اور ہدایت کو واضح کر دینے والی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی والدہ کو الہ کہنے والے کافر ہیں: [آیت: ۱۷-۱۸] اللہ تبارک و تعالیٰ عیسائیوں کے کفر کو بیان فرماتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ کا درجہ دے رکھا ہے اللہ تعالیٰ شرک سے پاک ہے تمام چیزیں اس کی مخلوق اور مقہور ہیں ہر چیز پر اسکی حکومت اور ملکیت ہے کوئی نہیں جو اسے کسی ارادے سے باز رکھ سکے کوئی نہیں جو اس کی مرضی کے خلاف لب کشائی کی جرأت کر سکے۔ وہ اگر مسیح علیہ السلام کو اور ان کی والدہ کو اور روئے زمین کی تمام مخلوق کو نیست و نابود کر دینا چاہے تو بھی کسی کی مجال نہیں کہ اس کے آگے آئے اسے روک سکے۔ تمام موجودات اور مخلوقات کا موجد و خالق وہی ہے سب کا مالک اور سب کا حکمران وہی ہے جو چاہے کر گزرے کوئی چیز اس کے اختیار سے باہر نہیں اس سے کوئی باز پرس نہیں کر سکتا اس کی سلطنت و مملکت بہت وسیع ہے اس کی عظمت و عزت بہت بلند ہے وہ عادل و غالب ہے جسے جس طرح چاہتا ہے بنا تا بگاڑتا ہے اس کی قدرتوں کی کوئی انتہا نہیں۔

نصرانیوں کی تردید کے بعد اب یہودیوں اور نصرا نیوں دونوں کی تردید ہو رہی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ذمے ایک جھوٹ یہ باندھا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے بیٹے اور اس کے محبوب ہیں ہم انبیاء کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لاڈلے فرزند ہیں اپنی کتاب سے نقل کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسرائیل کو کہا ہے۔ "أَنْتَ ابْنِي بَنِي" پھر تاویل میں کر کے مطلب الٹ پلٹ کر کے کہتے کہ جب وہ اللہ کے بیٹے ہوئے تو ہم بھی اللہ کے بیٹے اور عزیز ہوئے۔ حالانکہ خود ان ہی میں سے جو عقلمند اور صاحب دین تھے وہ انہیں سمجھاتے تھے کہ ان لفظوں سے صرف بزرگی ثابت ہوتی ہے نہ کہ قرابت داری۔ اسی معنی کی آیت نصرانی اپنی کتاب سے نقل کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا "إِنِّي ذَاهِبٌ إِلَىٰ أَبِي وَأَيْتُكُمْ" اس سے مراد بھی سگا باپ نہ تھا بلکہ ان کے اپنے محاورے میں اللہ تعالیٰ کے لئے یہ لفظ بھی آتا تھا پس مطلب اس کا یہ ہے کہ اپنے اور تمہارے رب کی طرف جا رہا ہوں۔ اور یہ اس سے اور ظاہر ہو رہا ہے کہ یہاں اس آیت میں جو نسبت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف ہے وہی نسبت ان کی تمام امت کی طرف ہے لیکن وہ لوگ اپنے باطل عقیدے میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ سے جو نسبت دیتے ہیں اس نسبت پر اپنے آپ کو نہیں سمجھتے پس یہ لفظ عزت و وقعت کے لئے تھا نہ کہ کچھ اور۔ اللہ تعالیٰ انہیں جواب دیتا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو پھر تمہارے کفر و کذب بہتان و افترا پر اللہ تعالیٰ تمہیں سزا کیوں کرتا ہے؟ کسی صوفی نے کسی فقیہ سے دریافت فرمایا کہ کیا قرآن میں یہ بھی کہیں ہے کہ حبیب اپنے حبیب کو عذاب نہیں کرتا اس سے کوئی جواب بن نہ پڑا تو صوفی نے یہی آیت تلاوت فرمادی۔ یہ قول نہایت عمدہ ہے اسی کی دلیل مسند احمد کی یہ حدیث ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ اپنے اصحاب کی ایک جماعت کے ساتھ راہ سے گزر رہے تھے ایک چھوٹا سا بچہ راہ میں کھیل رہا تھا۔ اس کی ماں نے جب دیکھا کہ ایک جماعت کی جماعت اسی راہ پر آ رہی ہے تو اسے ڈر لگا کہ بچہ روندن میں نہ آ جائے۔ میرا بچہ میرا اچھا! کہتی ہوئی دوڑی ہوئی آئی اور جھٹ سے بچے کو گود میں اٹھالیا۔ اس پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا حضور ﷺ! یہ عورت تو اپنے پیارے بچے کو کسی بھی آگ میں نہیں ڈال سکتی آپ نے فرمایا "ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ بھی اپنے پیارے بندوں کو ہرگز جہنم میں نہیں لے جائے گا۔" ①

یہودیوں کے جواب میں فرماتا ہے کہ تم بھی مجملہ اور مخلوق کے ایک انسان ہو تمہیں دوسروں پر کوئی فوقیت و فضیلت نہیں۔ اللہ سبحانہ و تعالیٰ اپنے بندوں پر حاکم ہے اور وہی ان میں سچے فیصلے کرنے والا ہے۔ وہ جسے چاہے بخشے جسے چاہے پکڑے وہ جو چاہے کر گزرتا ہے۔ اس کے کسی بھی حکم کو کوئی رو نہیں کر سکتا، وہ بہت جلد بندوں سے حساب لینے والا ہے زمین و آسمان اور ان کے درمیان کی مخلوق =

① احمد، ۱۰۴/۳، ح ۹/۱۲۰، مسند ابی یعلیٰ، ۳۷۳۷، مجمع الزوائد، ۱۰/۲۱۲، حاکم، ۴/۱۷۷، بروایت حمید الطویل کی تالیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔

يَا هَلْ الْكِتَابِ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا بَيِّنٌ لَكُمْ عَلَى فِتْرَةٍ مِّنَ الرَّسُلِ أَنْ تَقُولُوا
مَا جَاءَنَا مِن بَشِيرٍ وَلَا نَذِيرٍ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَشِيرٌ وَنَذِيرٌ وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ

قَدِيرٌ ۝

ترجمہ: اے اہل کتاب! یقیناً ہمارا رسول تمہارے پاس رسولوں کی آمد کی تاخیر کے زمانہ میں آ پہنچا جو تمہارے پاس صاف صاف بیان کر رہا ہے تاکہ تمہاری یہ بات نہ رہ جائے کہ ہمارے پاس تو کوئی بھلائی برائی سنانے والا آیا ہی نہیں جس اب تو یقیناً خوشخبری سنانے والا اور آگاہ کرنے والا آ پہنچا اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۱۹]

== سب اس کی ملک ہے اس کے دباؤ میں ہے اس کی بادشاہت تلے ہے سب کا لوٹا اس کی طرف ہے وہی بندوں کے فیصلے کرے گا وہ ظالم نہیں عادل ہے۔ نیکوں کو نیکی اور بدوں کو بدی دے گا۔ نعمان بن آص، جری بن عمرو اور شاس بن عدی جو یہودیوں کے بڑے بھاری علمائے حضور ﷺ کے پاس آئے آپ نے انہیں سمجھایا بھجایا آخر میں عذاب سے ڈرایا تو کہنے لگے، حضرت ﷺ! آپ ہمیں کیا ڈرار ہے ہیں؟ ہم تو اللہ تعالیٰ کے بچے ہیں اور اس کے پیارے ہیں۔ یہی نصرانی بھی کہتے تھے پس یہ آیت اتری۔ ① ان لوگوں نے یہ ایک بات بھی گھڑ کر اپنے آپس میں مشہور کر دی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسرائیل علیہ السلام کی طرف وحی نازل فرمائی ہے کہ تیرا پہلو ٹھہا بیٹا میری اولاد میں سے ہے اس کی اولاد چالیس دن تک جہنم میں رہے گی اس مدت میں آگ انہیں پاک کر دے گی اور ان کی خطاؤں کو کھا جائے گی۔ پھر ایک فرشتہ منادی کریگا کہ اسرائیل کی اولاد میں سے جو بھی ختنہ شدہ ہوں وہ نکل آئیں یہی معنی ہیں ان کے اس قول کے جو قرآن میں مروی ہے کہ وہ کہتے تھے ہمیں گنتی کے چند ہی دن جہنم میں رہنا پڑے گا۔

حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین بن کر آئے ہیں: [آیت: ۱۹] اس آیت میں اللہ تعالیٰ یہودیوں کو خطاب کر کے فرماتا ہے کہ میں نے تم سب کی طرف اپنا رسول بھیج دیا ہے جو خاتم الانبیاء ہے جس کے بعد کوئی نبی یا رسول آنے والا نہیں یہ سب کے بعد کے ہیں۔ دیکھو کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد سے لے کر اب تک کوئی رسول نہیں آیا۔ فترہ کی اس لمبی مدت کے بعد رسول آئے بعض کہتے ہیں یہ مدت چھ سو سال کی تھی ② بعض کہتے ہیں ساڑھے پانچ سو برس کی، بعض کہتے ہیں پانچ سو چالیس برس کی کوئی کہتا ہے چار سو سے کچھ اوپر تیس برس کی۔ ابن عساکر میں ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان کی طرف اٹھائے جانے اور ہمارے نبی ﷺ کے ہجرت کرنے کے درمیان نو سو تینتیس سال کا فاصلہ تھا لیکن مشہور قول پہلا ہی ہے چھ سو سال کا۔ بعض کہتے ہیں کہ چھ سو بیس سال کا فاصلہ تھا۔ ان دونوں قولوں میں اس طرح تطبیق بھی ہو سکتی ہے کہ پہلا قول ششی حساب سے ہو اور دوسرا قمری حساب سے ہو اس گنتی میں ہر تین سو سال میں تقریباً آٹھ سال کا فرق پڑ جاتا ہے۔ اس لئے اہل کھف کے قصے میں ہے۔ ﴿وَلَبِثُوا فِي كَهْفِهِمْ ثَلَاثَ مِائَةٍ سِنِينَ وَازْدَادُوا تِسْعًا﴾ ③ ”وہ لوگ اپنے غار میں تین سو سال تک رہے اور نو برس اور زیادہ کئے۔“ پس ششی حساب سے اہل کتاب کو جو مدت ان کی غار کی معلوم تھی وہ تین سو سال کی تھی نو بڑھا کر قمری حساب پورا ہو گیا۔ آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے جو نبی اسرائیل کے آخری نبی تھے حضرت محمد ﷺ تک جو علی الاطلاق خاتم النبیین تھے فترہ کا زمانہ تھا یعنی درمیان میں کوئی نبی نہیں ہوا۔

① اس روایت میں محمد بن ابی محمد مجہول راوی ہے۔ (الضعفاء والمتروکین لابن جوزی، ۳/ ۹۶)

② صحیح بخاری، کتاب مناقب الانصار، باب اسلام سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ، ۳۹۴۸۔ ③ ۱۸/ الکہف: ۲۵۔

چنانچہ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے بہ نسبت اور سب لوگوں کے زیادہ اولی ہوں اس لئے کہ میرے اور ان کے درمیان کوئی نبی نہیں“ ① اس میں ان لوگوں کا بھی رد ہے جو خیال کرتے ہیں کہ ان دنوں جلیل القدر پیغمبروں کے درمیان بھی ایک نبی گزرے ہیں جن کا نام خالد بن شان تھا ② جیسے کہ قضای وغیرہ نے حکایت کی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ خاتم الانبیاء اللہ کے حبیب دنیا میں اس وقت تشریف لائے ہیں جب کہ رسولوں کی تعلیم مٹ چکی ہے ان کی راہیں بے نشان ہو چکی ہیں دنیا تو حید کو بھلا چکی ہے۔ جگہ جگہ مخلوق پرستی ہو رہی ہے۔ سورج چاندیت آگ پوجی جا رہی ہے اللہ تعالیٰ کا دین بدل چکا ہے۔ کفر کی تاریکی نور دین پر چھا چکی ہے دنیا کا چہرہ چہرہ کوشی اور طغیانی سے بھر گیا ہے۔ عدل و انصاف بلکہ انسانیت بھی فنا ہو چکی ہے جہالت و غباوت کا دور دورہ ہے بجز چند نفوس کے اللہ تعالیٰ کا نام لیوا زمین پر نہیں رہا۔ پس معلوم ہوا کہ آپ ﷺ کی جلالت و عزت اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت بڑی تھی اور آپ نے جو اللہ کی رسالت ادا کی وہ کوئی معمولی رسالت نہ تھی ﷺ۔

مسند احمد میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے ایک خطبہ میں فرمایا ”مجھے میرے رب کا حکم ہے کہ میں تمہیں وہ باتیں سکھاؤں جن سے تم ناواقف ہو اور اللہ تعالیٰ نے مجھے آج ہی بتائی ہیں فرمایا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو جو کچھ عنایت فرمایا ہے وہ ان کے لئے حلال کیا ہے میں اپنے سب بندوں کو موحد پیدا کیا ہے لیکن پھر شیطان ان کے پاس آتا ہے اور انہیں بہکا تا ہے اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کرتا ہے اور ان سے کہتا ہے کہ وہ میرے ساتھ باوجود دلیل نہ ہونے کے شرک کریں۔ سنو! اللہ تعالیٰ نے زمین والوں کو دیکھا اور تمام عرب و عجم کو ناپسند فرمایا۔ بجز ان چند بقایا بنی اسرائیل کے (جو توحید پر قائم ہیں) پھر (مجھ سے) فرمایا میں نے تجھے اسی لئے اپنا نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں تیری آزمائش کروں اور تیری وجہ سے اوروں کی بھی آزمائش کروں میں نے تجھ پر وہ کتاب نازل فرمائی ہے جسے پانی دھو نہیں سکتا اور جسے تو سوتے جاگتے پڑھتا ہے۔ پھر مجھے میرے رب نے حکم دیا ہے کہ میں قریشوں میں پیغام رب تعالیٰ پہنچاؤں۔ میں نے کہا اے اللہ یہ تو میرا سرکل کر روٹی جیسا بنا دین گے۔ پروردگار نے فرمایا تو انہیں نکال جیسے انہوں نے تجھے نکالا تو ان سے جہاد کر تیری امداد کی جائیگی تو ان پر خرچ کر تجھ پر خرچ کیا جائے گا تو ان کے مقابلہ پر لشکر بھیج ہم اس سے پانچ گنا لشکر اور بھیجیں گے اپنے فرمانبرداروں کو لے کر اپنے نافرمانوں سے جنگ کر۔ جنتی لوگ تین قسم کے ہیں۔ بادشاہ عادل توفیق خیر والا اور صدقہ خیرات کرنے والا اور رحم کرنے والا قربت دار مسلمان کے ساتھ اور نرم دلی کرنے والا اور باوجود مفلس ہونے کے حرام سے بچنے والا حالانکہ صاحب عیال بھی ہے۔ اور جہمی لوگ پانچ قسم کے ہیں وہ سفلہ لوگ جو بے دین خوشامد خورے اور ماتحت ہیں جن کے آل اولاد اور دھن دولت نہیں اور وہ خائن لوگ جن کے دانت چھوٹی سے چھوٹی چیز پر بھی تیز ہوتے ہیں اور حقیر چیزوں میں بھی خیانت سے نہیں چوکتے اور وہ لوگ جو صبح و شام لوگوں کو ان کے اہل و مال میں دھوکہ دیتے پھرتے ہیں اور بخیل یا فرمایا کذاب اور مظہر یعنی بدگو“ ③ یہ حدیث مسلم اور نسائی میں بھی ہے۔ مقصود یہ ہے کہ حضور ﷺ کی بعثت کے وقت سچا دین دنیا میں نہ تھا اللہ تعالیٰ نے آپ کی وجہ سے لوگوں کو اندھیروں سے اور گمراہیوں سے نکال کر اچھے راستے میں اور راہ راست پر لاکھڑا کیا اور انہیں روشن و ظاہر شریعت عطا فرمائی =

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿واذکر فی الکتاب مریم.....﴾ ۳۴۴۲؛ صحیح مسلم، ۲۳۶۵، احمد، ۳۱۹/۲، ابن حبان، ۶۱۹۵۔ ② حاکم، (۲/۵۹۹، ۶۰۰) وسندہ ضعیف لارسالہ شیخ البانی نے خالد بن شان کے نام کی نسبت نبی ﷺ کی طرف کرنے کی روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلۃ الضعیفہ، ۲۸۱) ③ احمد، ۱۶۲/۴، صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التي يعرف بها أهل الدنيا أهل الجنة وأهل النار، ۲۸۶۵، السنن الكبرى للنسائی، ۸۰۷۱، ابن حبان، ۶۵۳، عبدالرزاق، ۲۰۸۸، بیہقی، ۲۰/۹۔

وَإِذْ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ يُقَوْمِ اذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ جَعَلَ فِيكُمْ أَنْبِيَاءَ
 وَجَعَلَ لَكُم مِّلُّوگًا ۖ وَآتَكُم مَّا لَمْ يُؤْتِ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝ يَقَوْمِ ادْخُلُوا
 الْأَرْضَ الْمُقَدَّسَةَ الَّتِي كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَرْتَدُّوا عَلَىٰ أَدْبَارِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا
 خُسْرِينَ ۝ قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّ فِيهَا قَوْمًا جَبَّارِينَ ۖ وَإِنَّا لَنُتَّخِذُهَا حَتَّىٰ
 يَخْرُجُوا مِنْهَا ۚ فَإِن يَخْرُجُوا مِنْهَا فَإِنَّا دَاخِلُونَ ۝ قَالَ رَجُلٌ مِّنَ الَّذِينَ
 يَخَافُونَ أُنْعِمِ اللَّهُ عَلَيْنَا إِذْخُلُوا عَلَيْهِمُ الْبَابُ ۖ فَإِذَا دَخَلْتُمُوهُ فَآتَكُم
 غَلَبُونَ ۗ وَعَلَىٰ اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝ قَالُوا يَمُوسَىٰ إِنَّا لَنُتَّخِذُهَا
 أَبَدًا مَّا دَامُوا فِيهَا فَادْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هُنَا قَاعِدُونَ ۝ قَالَ رَبِّ
 إِنِّي لَا أَمْلِكُ إِلَّا نَفْسِي وَأَخِي فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝ قَالَ فَإِنهَا
 حَرَمَةٌ عَلَيْهِمْ أَرْبَعِينَ سَنَةً يَتِيهُونَ فِي الْأَرْضِ ۗ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ

الْفَاسِقِينَ ۝

ترجمہ: یاد کرو جب موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم کے لوگو! اللہ تعالیٰ کے اس احسان کا ذکر کرو کہ اس نے تم میں سے پیغمبر بناے اور تمہیں بادشاہ بنا دیا اور تمہیں وہ دیا جو تمام عالم میں کسی کو نہیں دیا۔ [۱۲۰] اے میری قوم والو! اس مقدس زمین میں جاؤ جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے نام لکھ دی ہے اور اپنی پشت کے بل روگردانی نہ کرو کہ پھر نقصان میں جا پڑو۔ [۱۲۱] انہوں نے جواب دیا کہ موسیٰ وہاں تو زور آور سرکش لوگ ہیں اور جب تک وہ وہاں سے نکل نہ جائیں ہم تو برگز وہاں نہ جائیں گے ہاں اگر وہ وہاں سے نکل جائیں پھر تو ہم بخوشی چلے جائیں گے۔ [۱۲۲] دو شخصوں نے جو اللہ ترس لوگوں میں سے تھے جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل تھا کہا کہ تم ان کے پاس دروازے میں تو پہنچ جاؤ دروازے میں قدم رکھتے ہی یقیناً تم غالب آ جاؤ گے تم اگر مومن ہو تو تمہیں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھنا چاہئے۔ [۱۲۳] قوم نے جواب دیا کہ اے موسیٰ! جب تک وہ وہاں ہیں تب تک تو ہم برگز وہاں جائیں گے ہی نہیں تو آپ اور تمہارے پروردگار جا کر دونوں ہی لڑ پھڑ لو ہم یہیں بیٹھے ہوئے ہیں۔ [۱۲۴] موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے اے اللہ! مجھے تو بجز اپنے اور میرے بھائی کے کسی اور پر کوئی اختیار نہیں ہے تو ہم میں اور ان نافرمانوں میں فیصلہ اور فرق کر دے۔ [۱۲۵] ارشاد ہوا کہ اب زمین ان پر چالیس سال تک حرام کر دی گئی ہے۔ یہ خانہ بدوش ادھر ادھر سرگرداں پھرتے رہیں گے۔ سو تو ان فاسقوں کے بارے میں غمگین نہ ہونا۔ [۱۲۶]

= اس لئے کہ لوگوں کا عذر رکٹ جائے انہیں یہ کہنے کی گنجائش نہ رہے کہ ہمارے پاس کوئی نبی نہیں آیا ہمیں نہ تو کسی نے کوئی خوشخبری سنائی نہ دھمکا یا نہ ڈرایا۔ پس کامل قدرتوں والے اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ پیغمبر علیہ السلام کو ساری دنیا کی ہدایت کے لئے بھیج دیا وہ اپنے فرمانبرداروں کو ثواب دینے پر اور نافرمانوں کو عذاب دینے پر قادر ہے۔

یکے بعد دیگرے انبیاء علیہم السلام کی بعثت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے: [آیت: ۲۰-۲۶] حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلا کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی طرف مائل کیا تھا اس کا بیان ہو رہا ہے فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ اس نے ایک کے بعد ایک نبی تم میں تمہیں میں سے بھیجا۔ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بعد انہی کی نسل میں نبوت رہی یہ سب انبیاء علیہم السلام تمہیں دعوت تو حید و اتباع دیتے رہے یہ سلسلہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام پر ختم ہوا پھر خاتم الانبیاء والرسول حضرت محمد بن عبد اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت کاملہ عطا ہوئی۔ آپ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے واسطے سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے جو اپنے سے پہلے تمام رسولوں اور نبیوں میں سے افضل تھے اللہ تعالیٰ آپ پر درود و سلام نازل فرمائے اور تمہیں اس نے بادشاہ بنا دیا یعنی خادم دیئے بیویاں دیں گھر بار دیا اور اس وقت جتنے لوگ تھے ان سب سے زیادہ نعمتیں تمہیں عطا فرمائیں۔ یہ لوگ اتنا پانے کے بعد بادشاہ کہلانے لگتے تھے۔ حضرت عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا کہ کیا میں فقرا مہاجرین میں سے نہیں ہوں؟ آپ نے فرمایا تیری بیوی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ کہا گھر بھی؟ کہا ہاں۔ کہا۔ پھر تو غنی ہے۔ اس نے کہا یوں تو میرا خادم بھی ہے۔ آپ نے فرمایا پھر تو بادشاہوں میں سے ہے۔ ①

حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سواری اور خادم ملک ہے بنو اسرائیل ایسے لوگوں کو ملوک کہا کرتے تھے۔ بقول قتادہ رضی اللہ عنہ خادموں کا اول اول رواج ان بنی اسرائیلیوں نے ہی دیا ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے ”ان لوگوں میں جس کے پاس خادم سواری اور بیوی ہوتی وہ بادشاہ کہا جاتا تھا۔“ ② ایک اور مرفوع حدیث میں ہے ”جس کا گھر اور خادم ہے وہ بادشاہ ہے“ ③ یہ حدیث مرسل اور غریب ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے ”جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ اس کا جسم صحیح سالم ہو اس کا نفس امن و امان میں ہو اور دن بھر کفایت کرنے اتنا مال بھی ہو اس کے لئے گویا کل دنیا سمٹ کر آگئی۔“ ④ اس وقت جو یونانی قبلی وغیرہ تھے ان سے یہ اشرف و افضل بنا دیئے گئے تھے۔ اور آیت میں ہے ”ہم نے بنو اسرائیل کو کتاب، حکم، نبوت، پاکیزہ روزیاں اور سب پر فضیلت دی تھی۔“ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے جب انہوں نے مشرکوں کی دیکھا دیکھی رب بنانے کو کہا اس کے جواب میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے فضل بیان کرتے ہوئے یہی فرمایا تھا کہ اس نے تمہیں تمام جہان پر فضیلت دے رکھی ہے۔ مطلب سب جگہ یہی ہے کہ اس وقت کے تمام لوگوں پر کیونکہ ثابت شدہ امر ہے کہ یہ امت ان سے افضل ہے کیا شرعی حیثیت سے، کیا احکامی حیثیت سے، کیا نبوت کی حیثیت سے، کیا بادشاہت، عزت، مملکت، دولت و شہرت اور مال و اولاد وغیرہ کی حیثیت سے؟ خود قرآن مجید فرماتا ہے۔ ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ ⑤ اور فرمایا ﴿جَعَلْنَاكُمْ أُمَّةً وَسَطًا﴾ ⑥ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بنو اسرائیل کے ساتھ اس فضیلت میں امت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی شامل کر کے خطاب کیا گیا ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ بعض امور میں انہیں فی الواقع علی الاطلاق فضیلت دی گئی تھی جیسے من و سلوی کا اترنا بادلوں سے سایہ دیا جاتا وغیرہ جو خلاف عادت چیزیں تھیں۔ یہ قول تو اکثر مفسرین کا ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مراد اس سے ان کے اپنے زمانے والوں پر انہیں فضیلت دیا جاتا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پھر بیان ہوتا ہے کہ بیت المقدس دراصل ان کے واد حضرت یعقوب علیہ السلام کے زمانے میں انہیں کے قبضے میں تھا۔ اور جب وہ مع اپنے اہل و عیال کے حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس مصر میں چلے گئے تو یہاں عمال قہر قوم اس پر قبضہ جمائے تھے وہ بڑے مضبوط ہاتھ

① مسلم، کتاب الزہد، باب الدنيا سجن للمومن وجنة للكافرين، ۲۹۷۹۔

② اس روایت میں ابن حجر عسقلانی نے (التقریب، ۱/ ۴۴۴، رقم: ۵۷۴) لہذا یہ سہل و ضعیف ہے۔ ③ الطبری، ۱۰/ ۱۶۳۔

④ ترمذی، کتاب الزہد، باب فی الوصف من حیزت الدنيا، ۲۳۴۶، وسندہ حسن، ابن ماجہ، ۴۱۴۱۔

⑤ ۳/ ال عمران: ۱۱۰۔ ⑥ ۲/ البقرة: ۱۴۳۔

بیروں والے تھے۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ تم ان سے جہاد کرو اللہ تعالیٰ تمہیں ان پر غالب کرے گا۔ اور یہاں کا قبضہ پھر تمہیں مل جائے گا، لیکن یہ نامردی دکھاتے ہیں اور بزدلی سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اس کی سزا میں انہیں چالیس سال تک واوی تیبہ میں حیران و سرگرداں خانہ بدوشی میں رہنا پڑتا ہے۔ مقدسہ سے مراد پاک ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ یہ طور اور اس کے پاس کی زمین کا ذکر ہے ایک اور روایت میں اریحا کا ذکر ہے لیکن یہ درست نہیں اس لئے کہ نہ تو اریحا کا فتح کرنا مقصود تھا نہ وہ ان کے راستے میں تھا کیونکہ وہ فرعون کی ہلاکت کے بعد مصر کے شہروں سے آ رہے تھے۔ اور بیت المقدس جا رہے تھے۔ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ مشہور شہر ہو جو طور کی طرف بیت المقدس کے مشرقی رخ تھا۔ ”اللہ تعالیٰ نے اسے تمہارے لئے لکھ دیا ہے“ مطلب یہ ہے کہ تمہارے باپ اسرائیل سے اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ تیری اولاد کے باایمان لوگوں کے درش میں آئے گی۔ تم اپنی بیٹیوں پر مرتد نہ ہو جاؤ یعنی جہاد سے منہ پھیر کر تھک کر نہ بیٹھ جاؤ ورنہ زبردست نقصان میں پڑ جاؤ گے۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ جس شہر میں جانے کو اور جن شہریوں سے جہاد کرنے کو آپ فرما رہے ہیں ہمیں معلوم ہے کہ وہ بڑے قوی طاقتور اور جنگجو ہیں۔ ہم ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے اور جب تک وہ وہاں موجود ہیں ہم اس شہر میں نہیں جا سکتے ہاں اگر وہ لوگ وہاں سے نکل جائیں تو ہم چلے جائیں گے ورنہ آپ کی حکم برداری ہماری طاقت سے باہر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب اریحا کے قریب پہنچ گئے تو آپ نے بارہ جاسوس مقرر کئے جو اسرائیل کے ہر قبیلہ میں سے ایک جاسوس لیا اور انہیں اریحا بھیجا کہ صحیح خبریں لے آئیں یہ لوگ جب گئے تو ان کی جسامت اور قوت سے خوفزدہ ہو گئے۔ ایک باغ میں یہ سب کے سب تھے اتفاقاً باغ والا پھل توڑنے کے لئے آ گیا۔ وہ پھل توڑتا ہوا ان کے نشان قدم ڈھونڈتا ہوا ان کے پاس پہنچ گیا اور انہیں بھی پھلوں کے ساتھ ہی اپنی گٹھری میں باندھ لیا اور جا کر بادشاہ کے سامنے باغ میں پھلوں کی گٹھری کھول کر ڈال دی جس میں یہ سب کے سب تھے بادشاہ نے ان سے کہا اب تو تمہیں ہماری قوت کا اندازہ ہو گیا میں تمہیں قتل نہیں کرتا، جاؤ واپس چلے جاؤ اور اپنے لوگوں کو بتادو چنانچہ انہوں نے جا کر سب حال بیان کیا جس سے جو اسرائیل رعب میں آ گئے۔ لیکن اس کی اسناد درست نہیں۔ دوسری روایت میں ہے کہ ان بارہ لوگوں کو ان میں سے ایک شخص نے پکڑ لیا اور اپنی چادر میں ان کو گٹھری میں باندھ کر شہر میں لے گیا اور لوگوں کے سامنے انہیں ڈال دیا۔ انہوں نے پوچھا کہ تم کون لوگ ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم موسیٰ علیہ السلام کی قوم کے لوگ ہیں۔ ہم تمہاری خبریں لینے کے لئے بھیجے گئے تھے۔ انہوں نے ایک انگوران کو دیا جو ایک شخص کو کافنی تھا اور کہا جاؤ ان سے کہہ دو کہ یہ ہمارے میوے ہیں۔ انہوں نے واپس جا کر قوم سے سب حال کہہ دیا۔ اب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے انہیں جہاد کا اور شہر میں جانے کا حکم دیا تو انہوں نے صاف کہہ دیا آپ اور آپ کا رب جائیں اور لڑیں ہم تو یہاں سے ہلنے کے بھی نہیں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک بانس لے کر ناپا جو پچاس یا بیچین ہاتھ کا تھا پھر اسے گاڑ کر فرمایا کہ ان عمالیت کے قد اس قدر لمبے تھے۔ مفسرین نے یہاں پر اسرائیلی روایات بہت بیان کی ہیں۔ کہ یہ لوگ اس قدر قوی تھے ایسے موٹے اور اتنے لمبے تھے انہیں میں عوج بن عقیق ابن بنت آدم تھا جس کا قد لمبائی میں تین ہزار تین سو تینتیس گز کا تھا۔ اور چوڑائی اس کے جسم کی تین گز کی تھی لیکن یہ سب باتیں وہی ہیں ان کے تو ذکر سے بھی حیا مانع ہے پھر یہ صحیح حدیث کے خلاف بھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ساٹھ ہاتھ کا پیدا کیا تھا۔ پھر آج تک مخلوق کے قد گھٹتے ہی رہے۔“ ① ان اسرائیلی روایتوں میں یہ بھی ہے کہ عوج بن

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم و فرثہ، ۳۳۲۶، صحیح مسلم، ۲۸۴۸، احمد، ۲/۳۱۵، عبدالرزاق،

عشق کا فر تھا۔ اور ولد لڑتا تھا یہ طوفان نوح میں تھا اور حضرت نوح عليه السلام کے ساتھ ان کی کشتی میں نہ بیٹھا تھا لیکن تاہم پانی اس کے گھٹنوں تک بھی نہ پہنچا تھا یہ بھی محض لغو اور بالکل جھوٹ ہے بلکہ قرآن کے خلاف ہے۔ قرآن کریم میں حضرت نوح عليه السلام کی دعا مذکور ہے کہ زمین پر ایک کافر بھی نہ پہنچا جائے یہ دعا قبول ہوئی اور یہ ہوا بھی۔ قرآن فرماتا ہے کہ ہم نے نوح عليه السلام کو اور ان کی کشتی والوں کو نجات دی پھر باقی سب کافروں کو غرق کر دیا۔ خود قرآن میں ہے کہ آج کے دن بجز ان لوگوں کے جن پر رحمت رب ہے کوئی بھی نہ بچے گا نہیں۔ تعجب پر تعجب ہے کہ نوح عليه السلام کا لڑکا بھی جو ایماندار نہ تھا نہ بچ گیا لیکن عوج بن عتق کافر ولد الزنا بچ رہا یہ بالکل عقل و نقل کے خلاف ہے بلکہ ہم تو سرے سے اس کے بھی قائل نہیں ہیں کہ عوج بن عتق نامی کوئی شخص تھا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ بنی اسرائیل جب اپنے نبی کو نہیں مانتے بلکہ ان کے سامنے سخت کلامی اور بے ادبی کرتے ہیں تو دھنض جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام و اکرام تھا وہ انہیں سمجھاتے ہیں ان کے دلوں میں اللہ کا خوف تھا وہ ڈرتے تھے کہ بنی اسرائیل کی اس سرکشی سے کہیں عذاب رب تعالیٰ نہ آجائے۔ ایک قرأت میں ﴿يَخَافُونَ﴾ کے بدلے ﴿يَخَافُونَ﴾ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ ان دونوں بزرگوں کی قوم میں عزت و عظمت تھی ایک کا نام حضرت یوشع بن نون تھا اور دوسرے کا نام کالب بن یوفنا تھا۔ انہوں نے کہا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو گے اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں ان دشمنوں پر غالب کر دے گا اور وہ خود تمہاری مدد اور تائید کرے گا۔ اور تم اس شہر میں غلبے کے ساتھ پہنچ جاؤ گے۔ تم دروازے تک تو چلے چلو یقین مانو کہ غلبہ تمہارا ہی ہے ان نامردوں نے اپنا پہلا جواب اور مضبوط کر دیا اور کہا کہ اس جبار قوم کی موجودگی میں ہمارا ایک قدم بڑھانا بھی ناممکن ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون عليه السلام نے یہ دیکھ کر بہت سمجھا یہاں تک کہ ان کے سامنے بڑی عاجزی کی لیکن وہ نہ مانے۔ یہ حال دیکھ کر حضرت یوشع عليه السلام اور حضرت کالب نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور انہیں بہت کچھ ملامت کی لیکن یہ بد نصیب اور اڑ گئے بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان دونوں بزرگوں کو انہوں نے پتھروں سے شہید کر دیا ایک طوفان بد تیزی شروع ہو گیا اور بے طرح مخالفت رسول پر تل گئے۔ ان کے اس حال کو سامنے رکھ کر پھر اصحاب رسول کے حال کو دیکھئے کہ جب نوسو یا ایک ہزار کافر اپنے قافلے کو بچانے کے لئے چلے قافلہ تو دوسرے راستے نکل گیا لیکن انہوں نے اپنی طاقت و قوت کے گھمنڈ پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچائے بغیر واپس جانا اپنی امیدوں پر پانی پھیرنا سمجھ کر اسلام اور مسلمانوں کو کچل ڈالنے کے ارادے سے مدینہ کا رخ کیا۔ ادھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ حالات معلوم ہوئے تو آپ نے اپنے اصحاب سے کہا بتلاؤ اب کیا کرنا چاہئے؟ اللہ تعالیٰ ان سب سے خوش رہے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اپنے مال اپنی جائیں اور اپنے زن و فرزند سب رکھ دیے اور کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مالک ہیں ہم نہ تعداد کو دیکھتے ہیں نہ غلبے کو دیکھتے ہیں نہ اسباب پر نظر میں بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان پر قربان ہیں۔ سب سے پہلے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اس قسم کی گفتگو کی پھر مہاجرین صحابہ رضی اللہ عنہم میں سے کئی ایک نے اس قسم کی تقریریں کیں لیکن پھر بھی آپ نے فرمایا ”اور اصحاب اپنا ارادہ ظاہر کریں“ آپ کا مقصد اس سے یہ تھا کہ انصار کا دلی ارادہ معلوم کریں اس لئے کہ یہ جگہ انہیں کی تھی اور تعداد میں بھی یہ مہاجرین سے زیادہ تھے۔ اس پر حضرت سعد بن معاذ انصاری کھڑے ہو گئے اور عرض کرنے لگے کہ شاید! آپ کا ارادہ ہمارا منشا معلوم کرنے کا ہے۔ سنئے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قسم ہے اس اللہ تعالیٰ کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا ہے کہ اگر آپ ہمیں سمندر کے کنارے کھڑا کر کے فرمائیں کہ اس میں کود جاؤ تو ہم بے پس و پیش اس میں کود جائیں گے آپ دیکھ لیں گے کہ ہم میں سے ایک بھی نہ ہوگا جو کنارے پر کھڑا رہ جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں ہمیں شوق سے لے چلے آپ دیکھ لیں گے کہ ہم لڑائی میں صبر اور ثابت قدمی دکھانے والے لوگ ہیں آپ جان لیں

گے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی ملاقات کو سچ جاننے والے لوگ ہیں آپ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اٹھ کھڑے ہوئے ہمیں دیکھ کر ہماری بہادری اور استقلال کو دیکھ کر ان شاء اللہ آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی۔ یہ سن کر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ خوش ہو گئے اور آپ ﷺ کو انصار کی یہ باتیں بہت ہی بھلی معلوم ہوئیں۔ ایک روایت میں ہے کہ بدر کی لڑائی کے موقع پر آپ ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ لیا حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کچھ کہا پھر انصار رضی اللہ عنہم نے کہا کہ اگر آپ ہماری سنا چاہتے ہیں تو سنئے! ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کہ کہہ دیں آپ اور آپ کا اللہ تعالیٰ جا کر لڑیں ہم یہاں بیٹھے ہیں بلکہ ہمارا جواب یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی مدد لے کر جہاد کے لئے چلے ہم جان و مال سے آپ کے ساتھ ہیں۔ حضرت مقداد انصاری رضی اللہ عنہ نے بھی کھڑے ہو کر یہی فرمایا تھا۔ ① حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کے اس قول سے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ خوش ہو گئے۔ انہوں نے کہا تھا کہ حضور ﷺ! لڑائی کے وقت دیکھ لیں گے کہ آپ کے پیچھے دائیں بائیں ہم ہی ہم ہوں گے کاش کہ کوئی ایسا موقع مجھے میسر آتا کہ میں اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو اس قدر خوش کر سکتا۔ ② ایک اور روایت میں حضرت مقداد رضی اللہ عنہ کا یہ قول حدیبیہ کے دن مروی ہے جب کہ مشرکین نے آپ ﷺ کو عمرہ کے لئے بیت اللہ شریف جاتے ہوئے راستے میں روکا اور قربانی کے جانور بھی ذبح کی جگہ نہ پہنچ سکے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”میں تو اپنی قربانی کے جانور کو لے کر بیت اللہ پہنچ کر قربان کرنا چاہتا ہوں۔“ تو حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ہم اصحاب موسیٰ کی طرح نہیں یہ انہیں سے ہوسکا کہ اپنے نبی ﷺ سے کہہ دیا کہ آپ اور آپ کا اللہ جا کر لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں ہم کہتے ہیں حضور ﷺ! آپ چلے اللہ تعالیٰ کی مدد آپ کے ساتھ ہو اور ہم سب کے سب آپ کے ساتھی ہیں۔ یہ سن کر اور اصحاب رضی اللہ عنہم نے بھی اسی طرح جان نثاریوں کے وعدے کرنے شروع کر دیئے ہیں۔ پس اگر اس روایت میں حدیبیہ کا ذکر کرنا محفوظ ہو تو ہو سکتا ہے کہ بدر والے دن بھی آپ ﷺ نے یہ فرمایا ہو۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یہ سن کر اپنی امت پر بہت غصہ آیا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ان سے بیزاری کا اظہار کیا کہ رب العالمین! مجھے تو اپنی جان پر اور اپنے بھائی پر اختیار ہے تو اب میرے اور میری قوم کے ان فاسقوں کے درمیان فیصلہ فرما۔ جناب باری تعالیٰ نے اس دعا کو قبول فرمایا اور فرمایا کہ اب یہ چالیس سال تک یہاں سے جائیں سکتے وادی تیبہ میں حیران دسر گرداں گھومتے پھرتے رہیں گے۔ کسی طرح اس کی حدود سے باہر نہیں جاسکتے۔ یہاں انہوں نے عجب و غریب خلاف عادت امور دیکھے مثلاً ابر کا سایہ ان پر ہوتا، من و سلویٰ کا اترنا ایک ٹھوس پتھر سے جو ان کے ساتھ تھا پانی کا ٹکٹا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پتھر پر ایک لکڑی ماری تو فوراً ہی اس سے بارہ چشمے پانی کے جاری ہو گئے اور ہر قبیلے کی طرف ایک چشمہ بہہ نکلا۔ اس کے سوا اور بھی بہت سے معجزے ہوئے اسرائیل نے وہاں پر دیکھے یہیں تورات اتری یہیں احکام اللہ تعالیٰ نازل ہوئے وغیرہ وغیرہ۔ اسی میدان میں چالیس سال تک یہ گھومتے پھرتے رہے لیکن کوئی راہ وہاں سے نکل جانے کی انہیں نہ ملی ہاں ابر کا سایہ ان پر کر دیا گیا اور من و سلویٰ اتار دیا گیا۔ فتون کی مطول حدیث میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے پھر حضرت ہارون علیہ السلام کی وفات ہو گئی۔ اس کے تین سال بعد کلیم اللہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی انتقال فرما گئے۔ پھر آپ ﷺ کے خلیفہ حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نبی بنائے گئے۔ اس اثنا میں بہت سے بنی اسرائیل مر مر اچکے تھے بلکہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ صرف حضرت یوشع اور کاب ہی باقی رہے تھے۔ بعض مفسرین (سنن) پر وقف تام کرتے ہیں۔ اور

① احمد، ۴/۳۱۴؛ صحیح البخاری: ۶۰۹۔ ② احمد، ۱/۳۸۹، صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب قوله (فأذهب أنت وربك فقاتلا إنا ههنا قاعدون)، ۶۰۹۔

﴿أَرْبَعِينَ سَنَةً﴾ کو نصب کی حالت میں مانتے ہیں اور اس کا عامل ﴿يَتَّبِعُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ کو بتلاتے ہیں۔ اس چالیس سالہ مدت کے گزر جانے کے بعد جو بھی باقی تھے انہیں لے کر حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نکلے اور دوسرے پہاڑ سے بھی باقی بنو اسرائیل ان کے ساتھ ہوئے اور آپ علیہ السلام نے بیت المقدس کا محاصرہ کر لیا، جمعہ کے دن عصر کے بعد جب کہ فتح کا وقت آپ پہنچا دشمنوں کے قدم اکھڑ گئے اتنے میں سورج ڈوبنے لگا اور ڈوبنے کے بعد ہفتے کی تعظیم کی وجہ سے لڑائی ہونہیں سکتی تھی اس لئے اللہ کے نبی نے فرمایا ”اے سورج! تو بھی اللہ کا غلام ہے۔ اور میں بھی اللہ کا محکوم ہوں اے اللہ! اسے ذرا سی دیر روک دے۔“ چنانچہ اللہ کے حکم سے سورج روک گیا اور آپ نے دلجمعی کے ساتھ بیت المقدس کو فتح کر لیا۔ رب تعالیٰ کا حکم ہوا کہ بنی اسرائیل سے کہہ دو اس شہر کے دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے جائیں اور کہیں ”حِطَّةٌ“ یعنی اے اللہ ہمارے گناہ معاف فرما۔ لیکن انہوں نے رب کے حکم کو بدل دیا رانوں پر گھسیٹتے ہوئے اور زبان سے ”حَبَّةٌ فِى شَعْرَةٍ“ کہتے ہوئے شہر میں گئے۔ مزید تفصیل سورہ بقرہ کی تفسیر میں گزر چکی ہے۔ دوسری روایت میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ اس قدر مال غنیمت انہیں حاصل ہوا کہ اتنا مال کبھی انہوں نے دیکھا نہ تھا۔ فرمان رب کے مطابق اسے آگ میں جلانے کے لئے آگ کے پاس لے گئے لیکن آگ نے اسے نہ جلا یا اس پر ان کے نبی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے کسی نے اس میں سے کچھ چر لیا ہے پس میرے پاس ہر قبیلے کا سردار آئے اور میرے ہاتھ پر بیعت کرے چنانچہ یونہی کیا گیا، ایک قبیلے کے سردار کا ہاتھ اللہ کے نبی ﷺ کے ہاتھ سے چپک گیا۔ آپ نے فرمایا تیرے پاس وہ خیانت کی چیز ہے جا سے لے آ۔ اس نے ایک گائے کا سر سونے کا بنا ہوا پیش کیا۔ جس کی آنکھیں یا قوت کی تھیں اور دانت موتیوں کے تھے جب وہ بھی دوسرے مال کے ساتھ ڈال دیا گیا اب آگ نے اس سب مال کو جلا دیا۔ امام جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی قول کو پسند کیا ہے ﴿أَرْبَعِينَ سَنَةً﴾ میں ﴿فِيهَا مُحْرَّمَةٌ﴾ عامل ہے۔ اور بنی اسرائیل کی یہ جماعت چالیس برس تک اسی میدان تیبہ میں سرگرداں رہی۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ یہ لوگ نکلے اور بیت المقدس کو فتح کیا۔ اس کی دلیل اگلے علمائے یہود کا اجماع ہے کہ عوج بن عنق کو حضرت کلیم اللہ علیہ السلام نے ہی قتل کیا ہے تو اگر اس کا قتل عمالیت کی اس جنگ سے پہلے کا ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ بنی اسرائیل جنگ عمالیت کا انکار کر بیٹھتے؟ تو معلوم ہوا کہ یہ واقعہ تیبہ سے چھوٹنے کے بعد کا ہے۔ علمائے یہود کا اس پر بھی اجماع ہے کہ بلعام بن باعوراء نے قوم عمالیت کے جباروں کی اعانت کی اور اس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بددعا کی یہ واقعہ بھی اس میدان کی قید سے چھوٹنے کے بعد کا ہے اس لئے کہ اس سے پہلے تو جباروں کو موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم سے کوئی ڈر نہ تھا۔ ابن جریر رحمہ اللہ کی یہی دلیل ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا دس ہاتھ کا تھا اور آپ علیہ السلام کا قد بھی دس ہاتھ کا تھا اور دس ہاتھ زمین سے اچھل کر آپ علیہ السلام نے عوج بن عنق کو وہ عصا مارا تھا جو اس کے ٹخنے پر لگا اور وہ مر گیا۔ اس کے جتنے سے دریائے نیل کا پل بنا یا گیا تھا۔ جس پر سے سال بھر تک اہل نیل آتے جاتے رہے۔ نوف بکالی کہتے ہیں کہ اس کا تحت تین سو گز کا تھا۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو تسلی دیتے ہوئے فرماتا ہے کہ تو اپنی قوم بنی اسرائیل پر غم و رنج نہ کر وہ اسی جیل خانے کے مستحق ہیں۔ اس واقعہ میں یہودیوں کو ڈانٹ ڈپٹ ہے اور ان کی مخالفتوں کا اور برائیوں کا بیان ہے کہ یہ اللہ کے دشمن سختی کے وقت اللہ کے دین پر قائم نہیں رہتے رسولوں کی پیروی سے انکار کرتے ہیں جہاد سے جی چھاتے ہیں اللہ کے اس کلیم و بزرگ رسول ﷺ کی موجودگی کا ان کے وعدے کا اور ان کے حکم کا کوئی پاس انہوں نے نہیں کیا، دن رات معجزے دیکھتے تھے فرعون کی بربادی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی تھی اور اسے کچھ زمانہ بھی نہ گزرا تھا۔ اللہ کے بزرگ کلیم پیغمبر ساتھ ہیں۔ وہ نصرت و فتح کے وعدے کر رہے ہیں مگر یہ ہیں کہ اپنی بزدلی میں مرے جا رہے ہیں اور نہ صرف انکار بلکہ ہولناکی کے ساتھ انکار کرتے ہیں۔ اللہ کے نبی =

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ ابْنِي آدَمَ بِالْحَقِّ - إِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتَقَبَّلَ مِنْ أَحَدِهِمَا وَلَمْ
يَتَقَبَّلْ مِنَ الْآخَرَ ط قَالَ لَا تَنْتَبِهَنَّ ط قَالَ إِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ ۝ لَئِن
بَسَطْتَ إِلَىٰ يَدِكَ لِتَقْتُلَنِي مَا أَنَا بِبَاسٍ بِيَدَيْكَ لِأَنَّكَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ
رَبَّ الْعَالَمِينَ ۝ إِنِّي أُرِيدُ أَنْ تَبُوًّا بِأَلْمِي وَإِنَّكَ فَتَكُونُ مِنْ أَصْحَابِ النَّارِ
وَذَلِكَ جَزَاءُ الظَّالِمِينَ ۝ فَطَوَّعَتْ لَهُ نَفْسُهُ قَتْلَ أَخِيهِ فَقَتَلَهُ فَأَصْبَحَ مِنَ
الْخَاسِرِينَ ۝ فَبَعَثَ اللَّهُ غُرَابًا يَبْحَثُ فِي الْأَرْضِ لِيُرِيَهُ كَيْفَ يُوَارِي سَوْعَةً
أَخِيهِ ط قَالَ يُوِيلَتِي أَعْجَزْتُ أَنْ أَكُونَ مِثْلَ هَذَا الْغُرَابِ فَأُوَارِيَ سَوْعَةً أَخِي
فَأَصْبَحَ مِنَ التَّائِبِينَ ۝

ترجمہ: آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا کھرا کھرا حال بھی انہیں سنا دو۔ ان دونوں نے ایک نذرانہ پیش کیا ان میں سے ایک کی نذر تو قبول کی
گئی۔ اور دوسرے کی مقبول نہ ہوئی۔ تو وہ کہنے لگا کہ میں تجھے ماری ڈالوں گا۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کا ہی عمل قبول کرتا ہے۔ [۲۷] کو
تو میرے قتل کے لئے دست درازی کرے لیکن میں تیرے قتل کی طرف ہرگز اپنے ہاتھ نہ بڑھاؤں گا۔ میں تو اللہ تعالیٰ پروردگار عالم سے خوف
کھاتا ہوں۔ [۲۸] میں تو چاہتا ہوں کہ تو میرا گناہ اور اپنا گناہ اپنے سر پر رکھ لے اور دو شیعوں میں شامل ہو جائے ظالموں کا یہی بدلہ
ہے۔ [۲۹] پس اسے اس کے نفس نے اپنے بھائی کے قتل پر آمادہ کر دیا اور اس نے اسے قتل کر ڈالا جس سے نقصان پانے والوں میں سے
ہو گیا۔ [۳۰] پھر اللہ تعالیٰ نے ایک کوئے کو بھیجا جو زمین کو دور ہاتھاتا کہ اسے دکھادے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی نعش کو چھپا دے وہ کہنے لگا
ہائے افسوس کیا میں ایسا ہونے سے بھی گیا گزرا کہ اس کوئے کی طرح اپنے بھائی کی لاش کو دفن دیتا؟ پھر تو بڑا ہی پشیمان اور شرمندہ ہو گیا۔ [۳۱]

= کی بے ادبی کرتے ہیں اور صاف جواب دے دیتے ہیں اپنی آنکھوں دیکھ چکے ہیں کہ فرعون جیسے باسامان بادشاہ کو اس کے
سازو سامان اور لشکر رعیت سمیت اس رب نے ڈبو دیا۔ لیکن پھر بھی اس ہستی والوں کی طرف اللہ کے بھروسے پر اس کے حکم کی ماتحتی میں نہیں
بڑھتے حالانکہ یہ تو فرعون کے دسویں حصہ میں بھی نہ تھے۔ پس اللہ کا غضب ان پر نازل ہوتا ہے۔ ان کی بزدلی دنیا پر ظاہر ہو جاتی ہے۔ اور
آئے دن ان کی رسوائی اور ذلت بڑھتی جاتی ہے۔ یہ گواہ اپنے آپ کو رب کے محبوب جانتے تھے لیکن حقیقت اس کے بالکل برعکس تھی۔ رب
کی نظروں سے یہ گر گئے تھے دنیا میں ان پر طرح طرح کے عذاب آئے، سوئے نذر بھی بنائے گئے اور لعنت ابدی میں یہاں گرفتار ہو کر عذاب
اخروی کے دائمی شکار بنائے گئے۔ پس تمام تعریف اس رب کے لئے ہے جس کی فرمانبرداری تمام بھلائیوں کی کنجی ہے۔

واقعہ ہاتیل و قاتیل اور حسد و بغض کا انجام: [آیت: ۲۷-۳۱] اس قصہ میں حسد و بغض سرکشی اور تکبر کا انجام بد بیان ہو رہا ہے۔
کہ کس طرح حضرت آدم علیہ السلام کے دو صلیبی بیٹوں میں کشمکش ہو گئی۔ اور ایک اللہ کا ہو کر مظلوم بن کر مار ڈالا گیا اور اپنا ٹھکانا جنت میں
بنالیا۔ اور دوسرے نے اسے ظلم و زیادتی کے ساتھ بے وجہ قتل کیا اور دونوں جہانوں میں بر باد ہوا۔ فرماتا ہے ”اے نبی! انہیں
حضرت آدم علیہ السلام کے دونوں بیٹوں کا صحیح صحیح بے کم و کاست قصہ سنا دو“ ان دونوں کا نام ہاتیل و قاتیل تھا۔ مروی ہے کہ چونکہ اس

وقت دنیا کی ابتدائی حالت تھی اس لئے یوں ہوتا تھا کہ حضرت آدم علیہ السلام کے ہاں ایک حمل سے لڑکا لڑکی دو ہوتے تھے پھر دوسرے حمل میں بھی اسی طرح تو اس حمل کا لڑکا اور دوسری حمل کی لڑکی ان دونوں کا نکاح کرادیا جاتا تھا۔ ہاتیل کی بہن تو خوبصورت نہ تھی اور قاتیل کی بہن خوبصورت تھی تو قاتیل نے چاہا کہ اپنی ہی بہن سے اپنا نکاح کر لے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے منع کیا۔ آخر یہ فیصلہ ہوا کہ تم دونوں اللہ کے نام پر کچھ نکالو جس کی خیرات قبول ہو جائے اس کا نکاح اس کے ساتھ کر دیا جائے گا۔ ہاتیل کی خیرات قبول ہو گئی۔ پھر وہ ہوا جس کا بیان قرآن کی ان آیتوں میں ہے۔ مفسرین کے اقوال سنئے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی صلیبی اولاد کے نکاح کا قاعدہ جو اوپر مذکور ہوا بیان فرمانے کے بعد مروی ہے کہ بڑا بھائی قاتیل کھیتی کرتا تھا اور ہاتیل جانوروں والا تھا۔ قاتیل کی بہن بہ نسبت ہاتیل کی بہن کے خوب رو تھی۔ جب ہاتیل کا پیغام اس سے ہوا تو قاتیل نے انکار کر دیا اور اپنا نکاح اس سے کرنا چاہا۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے روکا۔ اب دونوں نے خیرات نکالی کہ جس کی قبول ہو جائے وہ نکاح کا زیادہ حقدار ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام اس وقت مکہ چلے گئے کہ دیکھیں کیا ہوتا ہے؟ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے فرمایا زمین پر جو میرا گھر ہے اسے جانتے ہو؟ آپ علیہ السلام نے کہا نہیں۔ حکم ہوا مکہ میں ہے تم وہیں جاؤ حضرت آدم علیہ السلام نے آسمان سے کہا کہ میرے بچوں کی تو حفاظت کرے گا۔ اس نے انکار کیا۔ زمین سے کہا وہ بھی انکاری ہو گئی۔ پہاڑوں سے کہا انہوں نے بھی انکار کیا۔ قاتیل سے کہا اس نے کہا ہاں میں محافظ ہوں آپ جائیے آ کر ملاحظہ فرمائیں گے اور خوش ہوں گے۔ اب ہاتیل نے ایک خوبصورت موٹی تازی بھیڑ نام ربانی پر ذبح کی اور بڑے بھائی نے اپنی کھیتی کا حصہ اللہ کی راہ میں نکالا۔ آگ آئی اور ہاتیل کی نذر تو جلا گئی جو اس زمانہ میں قبولیت کی علامت تھی اور قاتیل کی نذر قبول نہ ہوئی۔ اس کی کھیتی بونی رہ گئی۔ اس نے راہ اللہ کرنے کے بعد اس میں اچھی اچھی بایں توڑ کر کھالی تھیں۔ چونکہ قاتیل اب مایوس ہو چکا تھا کہ اس کے نکاح میں اس کی بہن نہیں آنے کی۔ اس لئے اپنے بھائی کو قتل کی دھمکی دی تھی۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ تقویٰ والوں کی قربانی قبول فرمایا کرتا ہے۔ اس میں میرا کیا قصور ہے؟ ایک روایت میں یہ بھی ہے یہی بھیڑ جنت میں پٹی رہی اور یہی وہ بھیڑ ہے جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بچے کے بدلے ذبح کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ ہاتیل نے اپنے جانوروں میں سے بہترین اور مرغوب و محبوب جانور اللہ کے نام قربان کیا اور خوشی کے ساتھ۔ برخلاف اس کے قاتیل نے اپنی کھیتی میں سے نہایت ردی اور واہی چیز اور وہ بھی مرے جی سے اللہ کے نام نکالی تھی۔ ہاتیل تو مندی اور طاقتوری میں قاتیل سے زیادہ تھا تاہم اللہ کے خوف کی وجہ سے اس نے اپنے بھائی کی ظلم و زیادتی سہہ لی اور ہاتھ نہ اٹھایا۔ بڑے بھائی کی قربانی جب قبول نہ ہوئی اور حضرت آدم علیہ السلام نے اس سے کہا تو اس نے کہا کہ آپ چونکہ ہاتیل کو چاہتے ہیں اس کے لئے دعا کی تو اس کی قربانی قبول ہو گئی۔ اب اس نے ٹھان لی کہ میں اس کا نئے ہی کو اکھاڑ ڈالوں گا۔ موقع کا منتظر تھا ایک روز اتفاقاً حضرت ہاتیل کے آنے میں دیر لگ گئی۔ تو انہیں بلانے کے لئے حضرت آدم علیہ السلام نے قاتیل کو بھیجا یہ ایک چھری اپنے ساتھ چھپا کر چلا راستے میں ہی دونوں بھائیوں کی ملاقات ہو گئی۔ تو اس نے کہا میں تو تجھے مار ڈالوں گا۔ تیری قربانی قبول ہوئی اور میری نہ ہوئی اس پر ہاتیل نے کہا میں نے بہترین اور عمدہ محبوب اور مرغوب چیز اللہ تعالیٰ کے نام نکالی اور تو نے رومی کھدی داہی چیز نکالی اللہ تعالیٰ متقیوں ہی کی نیکی قبول کرتا ہے۔ اس پر وہ اور بگڑا اور چھری گھونپ دی۔ ہاتیل کہتے رہ گئے کہ اللہ کو کیا جواب دے گا؟ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس ظلم کا بدلہ تجھ سے بری طرح لیا جائے گا اللہ تعالیٰ کا خوف کر مجھے قتل نہ کر لیکن اس بے رحم نے اپنے بھائی کو مار ہی ڈالا۔ قاتیل نے اپنی ہی بہن سے اپنا نکاح کرنے کی ایک وجہ یہ بھی بیان کی تھی کہ ہم دونوں جنت میں پیدا ہوئے ہیں اور یہ دونوں زمین میں پیدا ہوئے ہیں اس لئے میں ہی اس کا حقدار ہوں۔ یہ بھی مروی ہے کہ قاتیل نے

گیہوں نکالے تھے۔ اور ہائیل نے گائے کی قربانی کی تھی چونکہ اس وقت کوئی مسکین تو تھا ہی نہیں جسے صدقہ دیا جائے اس لئے یہی دستور تھا صدقہ نکال دیتے آگ آسمان سے آتی اور اسے جلا جاتی۔ یہ نشان تھا قبولیت کا۔ اس برتری سے جو چھوٹے بھائی کو حاصل ہوئی بڑا بھائی غصہ کھا گیا اور اس کے قتل کے درپے ہو گیا، یونہی بیٹھے بیٹھے دونوں بھائیوں نے قربانی کی تھی نکاح کے اختلاف مٹانے کی وجہ تھی قرآن کے ظاہری الفاظ کا اقتضا بھی یہی ہے کہ باعث ناراضی عدم قبولیت قربانی تھی نہ کچھ اور ایک روایت مندرجہ رواہ جوں کے بھی خلاف بھی ہے کہ قاتیل نے بھیکتی اللہ کے نام نذر دی تھی جو قبول ہوئی لیکن معلوم ہوتا ہے کہ اس میں راوی کا حافظہ ٹھیک نہیں اور یہ مشہور امر کے خلاف ہے۔ وَاللَّهِ أَغْلَمُ۔ ”اللہ تعالیٰ اس کا عمل قبول کرتا ہے جو اپنے فعل میں اس سے ڈرتا ہے۔“ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لوگ میدان قیامت میں ہوں گے جو ایک منادی ندا کرے گا کہ پرہیزگار کہاں ہیں۔ پس پروردگار سے ڈرنے والے کھڑے ہو جائیں گے۔ اور رب کے بازو کے نیچے جاٹھریں گے اللہ تعالیٰ ان سے رخ پوشی کرے گا نہ پردہ۔ راوی حدیث ابو عقیف سے دریافت کیا گیا کہ متقی کون ہیں؟ فرمایا وہ جو شرک اور بت پرستی سے بچے اور خالص رب تعالیٰ کی عبادت کرے پھر یہ سب لوگ جنت میں جائیں گے۔ جس نیک بخت کی قربانی قبول کی گئی تھی وہ اپنے بھائی کے اس ارادہ کو سن کر اس سے کہتا ہے کہ خیر تو جو چاہے کر میں تو تیری طرح کروں گا نہیں بلکہ میں صبر سہار کر لوں گا۔ تھے تو درحقیقت میں یہ اس سے زیادہ مگر اپنی بھلائی نیک بختی اور تواضع فروتنی اور پرہیزگاری کی وجہ سے یہ فرمایا کہ تو گناہ پر آمادہ ہو جائے لیکن مجھ سے اس جرم کا ارتکاب نہیں ہونے کا میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں وہ تمام جہان کا رب ہے۔

صحیحین میں ہے کہ جب دو مسلمان کھواریں لے کر بیڑ گئے تو قاتل و مقتول دونوں جہنمی ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا قاتل تو خیر لیکن مقتول کیوں ہوا؟ آپ نے فرمایا اس لئے کہ وہ بھی اپنے ساتھی کے قتل پر حریص تھا۔ ① حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ نے اس وقت جبکہ باغیوں نے حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ کو گھیر رکھا تھا کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ”عقرب فتنہ پر پابوگا بیٹھا رہنے والا اس وقت کھڑے رہنے والے سے اچھا ہوگا اور کھڑا رہنے والا چلنے والے سے بہتر ہوگا۔ اور چلنے والا دوڑنے والے سے بہتر ہوگا۔“ کسی نے پوچھا حضور! اگر کوئی میرے گھر میں بھی گھس آئے اور مجھے قتل کرنا چاہے؟ فرمایا ”پھر تو حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے کی طرح ہو جا۔“ ② ایک روایت میں آپ کا اس کے بعد اس آیت کی تلاوت کرنا بھی مروی ہے۔ ③ حضرت ایوب سختیانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس امت میں سب سے پہلے جس نے اس آیت پر عمل کیا وہ امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ ہیں۔ ایک مرتبہ ایک جانور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سوار تھے اور آپ کے ساتھ ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ابوذر! بتاؤ تو جب لوگوں پر ایسے فاقے آئیں گے کہ گھر سے مسجد تک نہ آسکیں گے تو تو کیا کرے گا؟ میں نے کہا جو حکم ربانی اور حکم رسول اللہ ہو۔ فرمایا ”صبر کرو۔“ پھر فرمایا ”جب کہ آپس میں خوریزی ہوگی یہاں تک کہ ریت کے پتھر بھی خون میں ڈوب جائیں تو تو کیا کرے گا؟“ میں نے وہی جواب دیا ”تو فرمایا ”اپنے گھر میں بیٹھ جا اور دروازے بند کر لے۔“ کہا پھر

① صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب اذا التقى مسلمان بسيفهما، ۷۰۸۳؛ صحیح مسلم، ۲۸۸۸؛ ابوداؤد، ۴۳۶۸؛ احمد، ۴۶/۷؛ ابن حبان، ۵۹۴۵؛ بیہقی، ۱۹۰/۸۔ ② ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء انه تكون فتنه القاعد فيها خير من القائم، ۲۱۹۴، وهو صحیح؛ احمد، ۱/۱۸۵؛ مسند ابی یعلیٰ، ۷۵۰، شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (صحیح ترمذی، ۱۷۸۵) ③ ابوداؤد، کتاب الفتن، باب النهی عن السعی فی الفتنۃ، ۴۲۵۷، وهو حسن شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح ابوداؤد، ۳۵۸۱)

اگرچہ میں نہ اتروں؟ فرمایا ”تو ان میں چلا جا جن کا تو ہے۔ اور وہیں رہ“ عرض کیا کہ پھر میں اپنے ہتھیار ہی کیوں نہ لے لوں؟ فرمایا ”پھر تو تو بھی ان کے ساتھ ہی شامل ہو جائے گا۔ بلکہ اگر تجھے کسی کی تلوار کی شعاعیں پریشان کرتی نظر آئیں تو بھی اپنے منہ پر پکڑا ڈال لے تاکہ تیرے اور خود اپنے گناہوں کو وہی لے جائے۔“ ① حضرت ربیع بن جریجؓ فرماتے ہیں ہم حضرت حذیفہ بن یمانؓ کے جنازے میں تھے۔ جو ایک صاحب نے فرمایا میں نے مرحوم سے سنا ہے آپ رسول اللہ ﷺ کی سنی ہوئی حدیثیں بیان فرماتے ہوئے کہتے تھے۔ ”ناگرم آپس میں لڑو گے تو میں اپنے سب سے دور دراز کے گھر میں چلا جاؤں گا اور اسے بند کر کے بیٹھ جاؤں گا اگر وہاں بھی کوئی گھس آئے تو میں کہہ دوں گا کہ لے اپنا اور میرا گناہ اپنے سر پر رکھ لے۔ پس میں حضرت آدم علیہ السلام کے ان دونوں بیٹوں میں سے جو بہتر تھا اس کی طرح ہو جاؤں گا۔ میں تو چاہتا ہوں کہ تو میرا اور اپنا گناہ اپنے سر پر رکھ لے جائے یعنی تیرے وہ گناہ جو اس سے پہلے کے ہیں اور میرے قتل کا گناہ بھی۔“ یہ مطلب بھی حضرت مجاہدؓ سے مروی ہے کہ میری خطائیں بھی تجھ پر آ پڑیں اور میرے قتل کا گناہ بھی، لیکن انہیں سے ایک قول پہلے جیسا بھی مروی ہے، ممکن ہے یہ دوسرا ثابت نہ ہو۔ اسی بنا پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ قاتل مقتول کے سب گناہ اپنے اوپر بار کر لیتا ہے اور اس معنی کی ایک حدیث بھی بیان کی جاتی ہے۔ لیکن اس کی کوئی اصل نہیں۔ بزار میں ایک حدیث ہے ”بے سبب کا قتل تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔“ ② گویہ حدیث اوپر والے معنی میں نہیں، تاہم یہ بھی صحیح نہیں۔ اور اس روایت کا مطلب یہ بھی ہے کہ قتل کی ایذا کے باعث اللہ تعالیٰ مقتول کے سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اب وہ قاتل پر آجاتے ہیں۔ یہ بات ثابت نہیں۔ ممکن ہے بعض قاتل دیسے بھی ہوں، قاتل کو میدان قیامت میں مقتول ڈھونڈتا پھرے گا اور اس کے ظلم کے مطابق اس کی نیکیاں لیتا جائے گا اور سب نیکیاں لے لینے کے بعد بھی اس ظلم کی تلافی نہ ہوئی تو مقتول کے گناہ قاتل پر رکھ دیئے جائیں گے۔ یہاں تک کہ بدلہ ہو جائے، تو ممکن ہے کہ سارے ہی گناہ بعض قاتلوں کے سر پڑ جائیں۔ کیونکہ ظلم کے اس طرح بدلے لئے جانے احادیث سے ثابت ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ قتل سب سے بڑا ظلم ہے اور سب سے بدتر، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ امام ابن جریرؓ فرماتے ہیں مطلب اس جملے کا صحیح تر یہی ہے کہ میں چاہتا ہوں کہ تو اپنے گناہ اور میرے قتل کے گناہ سب ہی اپنے اوپر لے جائے۔ تیرے اور گناہوں کے ساتھ ایک گناہ یہ بھی بڑھ جائے۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میرے گناہ بھی تجھ پر آجائیں، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ہر عامل کو اس کے عمل کی جزا ملتی ہے، پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مقتول کے عمر بھر کے گناہ قاتل پر ڈال دیئے جائیں اور اس کے گناہوں پر اس کی پکڑ ہو؟ باقی رہی یہ بات کہ پھر ہاتیل نے یہ بات اپنے بھائی سے کیوں کہی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس نے آخری مرتبہ نصیحت کی اور ڈر دیا اور خوف زدہ کیا کہ اس کام سے باز آ جا۔ ورنہ گنہگار ہو کر جہنم داخل ہو جائے گا کیونکہ میں تو تیرا مقابلہ کرنے ہی کا نہیں تو سارا بوجھ تجھ ہی پر ہوگا۔ اور تو ہی ظالم ٹھہرے گا اور ظالموں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ باوجود اس نصیحت کے بھی اس کے نفس نے اسے دھوکا دیا اور غصے اور حسد اور تکبر میں آ کر اپنے بھائی کو قتل کر دیا، اسے شیطان نے قتل پر ابھار دیا اور اس نے اپنے نفس امارہ کی پیروی کر لی اور لوہے سے اسے مار ڈالا۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ اپنے جانوروں کو لے کر پہاڑیوں پر چلے گئے تھے یہ ڈھونڈتا ہوا وہاں پہنچا اور ایک بڑا بھاری پتھر اٹھا کر ان کے سر پر دے مارا یہ اس وقت سوئے ہوئے تھے۔ بعض کہتے ہیں مثل

① احمد، ۱۶۹/۵، ابوداؤد، کتاب الفتن، باب النهی عن السعی فی الفتنة، ۴۲۶، وهو حسن، ابن ماجہ، ۳۹۵۸،

حاکم، ۴۲۳/۴، بیہقی، ۱۹۱/۸، شیخ البانیؒ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء، ۱۰۱/۸)

② مسند البزار، ۱۵۴۵، وسندہ حسن، مجمع الزوائد، ۲۲۶/۶، الطبقات، ۶۶/۲، اخبار اصہبان، ۳۶/۲، شیخ البانیؒ نے

اس روایت کو حسن کہا ہے۔ دیکھئے (السلسلۃ الصحیحۃ، ۲۰۱۶)

درد نے کے کاٹ کاٹ کر اور گلا دبا کر ان کی جان لی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ شیطان نے جب دیکھا کہ اسے قتل کرنے کا ڈھنگ نہیں آتا یہ اس کی گردن مروڑ رہا ہے۔ تو اس لعین نے ایک جانور پکڑا اس کا سر ایک پتھر پر رکھ کر اوپر سے دوسرا پتھر زور سے دے مارا جس سے وہ جانور اسی وقت مر گیا۔ یہ دیکھ کر اس نے بھی اپنے بھائی کے ساتھ یہی کیا۔ یہ بھی مروی ہے کہ چونکہ اب تک زمین پر کوئی قتل نہیں ہوا تھا تو قاتیل اپنے بھائی کو گرا کر کبھی اس کی آنکھیں بند کرتا کبھی اسے تھپڑ اور گھونے مارتا یہ دیکھ کر ابلیس لعین اس کے پاس آیا اور اسے بتلایا کہ پتھر لے کر اس کا سر پکچل ڈال۔ جب اس نے پکچل ڈالا تو لعین دوڑتا ہوا حضرت حوا علیہا السلام کے پاس آیا اور کہا قاتیل نے ہاتیل کو قتل کر دیا۔ انہوں نے پوچھا قاتل کیسا ہوتا ہے؟ کہا اب نہ وہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے نہ بولتا چالتا ہے نہ ہلتا جلتا ہے۔ کہا شاید موت آگئی۔ اس نے کہا ہاں وہی موت۔ اب تو مائی صاحبہ چیخنے چلانے لگیں اتنے میں حضرت آدم علیہ السلام آئے پوچھا کہ کیا بات ہے؟ لیکن یہ جواب نہ دے سکیں۔ آپ علیہ السلام نے دوبارہ دریافت فرمایا لیکن فرط غم ورنج کی وجہ سے ان کی زبان نہ اٹھی تو کہا اچھا تو اور تیری بیٹیاں ہائے وائے میں ہی رہیں گی اور میں اور میرے بیٹے اس سے بری ہیں۔ قاتیل خسارے ٹوٹے اور نقصان والا ہو گیا۔ دنیا اور آخرت دونوں ہی بگڑی۔

حضور ﷺ فرماتے ہیں ”جو انسان ظلم سے قتل کیا جاتا ہے اس کے خون کا بوجھ آدم علیہ السلام کے اس پہلے لڑکے پر بھی پڑتا ہے اس لئے کہ اسی نے سب سے پہلے زمین پر خون ناحق گرایا ہے۔“ ① مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ قاتل کے ایک پیر کی پنڈلی کوران سے اس دن لٹکا دیا گیا اور اس کا منہ سورج کی طرف کر دیا گیا اس کے گھومنے کے ساتھ گھومتا رہتا ہے۔ جائزوں اور گرمیوں میں آگ اور برف کے گڑھے میں وہ معذب ہے۔“ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جنم کا ادھوں آدھ عذاب صرف اس ایک کو ہوا ہے سب سے بڑا معذب یہی ہے زمین کے ہر قتل کا حصہ گناہ اس کے ذمہ ہے۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس پر اور شیطان پر ہر خون ناحق کا بوجھ پڑتا ہے۔ جب مار ڈالا تو اب یہ معلوم نہ تھا کہ کیا کرنے کس طرح اسے چھپائے؟ تو اللہ تعالیٰ نے دو کوئے بھیجے وہ دونوں بھی آہیں میں بھائی بھائی تھے۔ یہ اس کے سامنے لڑنے لگے یہاں تک کہ ایک نے دوسرے کو مار ڈالا پھر ایک گڑھا کھود کر اس میں اس کی لاش کو رکھ کر اوپر سے مٹی ڈال دی یہ دیکھ کر قاتیل کی سمجھ میں بھی یہ ترکیب آگئی۔ اور اس نے بھی ایسا ہی کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ از خود مرے ہوئے ایک کوئے کو دوسرے کوئے نے اس طرح گڑھا کھود کر دفن کیا تھا۔ یہ بھی مروی ہے کہ سال بھر تک تو قاتیل اپنے بھائی کی لاش اپنے کھوے پر لادے پھرتا رہا پھر کوئے کو دیکھ کر اپنے نفس پر ملامت کرنے لگا کہ میں اتنا بھی نہ کر سکا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ مار کر وہ بھر بہت پچھتا یا اور لاش کو گود میں رکھ کر بیٹھ گیا اور اس لئے بھی کہ سب سے پہلی میت اور سب سے پہلا قتل روئے زمین پر یہی تھا۔ اہل تورات کہتے ہیں کہ جب قاتیل نے اپنے بھائی ہاتیل کو قتل کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تیرے بھائی ہاتیل کو کیا ہوا؟ اس نے کہا مجھے کیا خبر؟ میں اس کا نگہبان تو تھا ہی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا سن! تیرے بھائی کا خون زمین میں جو کچھ کام کرے گا وہ اپنی کھیتی تجھے نہیں دینے کی جب تک کہ تو اس میں سرگردانی نہ کرے۔ اس نے اس کام کو کر لیا لیکن پھر تو بڑا ہی نادم ہوا نقصان کے ساتھ ہی پچھتاؤا گویا عذاب پر عذاب تھا۔

① صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب خلق آدم وذریته، ۳۳۳۵؛ صحیح مسلم، ۱۶۷۵؛ ترمذی، ۲۶۷۳؛ ابن ماجہ، ۲۶۱۶؛ احمد، ۳۸۲/۱؛ ابن حبان، ۵۹۸۳؛ بیہقی، ۱۵/۸؛ ابن ابی شیبہ، ۳۶۴/۹؛ عبدالرزاق، ۱۹۷۱۸؛ مسند حمیدی، ۱۱۸؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۱۴۲؛ مسند ابی یعلیٰ، ۵۱۷۹۔

مِنْ أَجْلِ ذَلِكَ كَتَبْنَا عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ
 فَسَادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيعًا وَمَنْ أَحْيَاهَا فَكَأَنَّمَا أَحْيَا
 النَّاسَ جَمِيعًا وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنَاتِ ثُمَّ انَّ كَثِيرًا مِنْهُمْ بَعَدَ ذَلِكَ
 فِي الْأَرْضِ لَمُسْرِفُونَ ۝ إِنَّمَا جَزَاءُ الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي
 الْأَرْضِ فَسَادًا أَنْ يُقَتَّلُوا أَوْ يُصَلَّبُوا أَوْ تُقَطَّعَ أَيْدِيهِمْ وَأَرْجُلُهُمْ مِنْ خِلَافٍ
 أَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ۚ ذَلِكَ لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ
 عَظِيمٌ ۝ إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا مِنْ قَبْلِ أَنْ تَقْدَرُوا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ

ع ۵۰
 رَحِيمٌ ۝

ترجمہ: اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ لکھ دیا کہ جو شخص کسی کو بغیر اس کے کہ وہ کسی کا قاتل ہو یا زمین میں فساد مچانے والا ہو قتل کر ڈالے تو
 گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ اور جو شخص کسی ایک کی جان بچالے اس نے گویا تمام لوگوں کو بچالیا ان کے پاس ہمارے بہت سے
 رسول ظاہر دلیلیں لے کر آئے لیکن پھر اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر لوگ زمین میں ظلم و زیادتی اور زبردستی کرنے والے ہی
 رہے۔ [۲۳۱] ان کی سزا جو اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے لڑیں اور زمین میں فساد کرتے پھریں یہی ہے کہ وہ قتل کر دیئے جائیں یا
 سولی چڑھادیئے جائیں یا لٹلے طور سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں یا انہیں جلا وطن کر دیا جائے یہ تو ہوئی ان کی دنیوی ذلت اور
 خواری اور آخرت میں انکے لئے بڑا بھاری عذاب ہے۔ [۲۳۲] ہاں جو لوگ اس سے پہلے توبہ کر لیں کہ تم ان پر اختیار پا لو تو یقین مانو کہ
 اللہ تعالیٰ بہت بڑی بخشش اور رحم و کرم والا ہے۔ [۲۳۳]

اس قصہ میں مفسرین کے اقوال اس بات پر متفق ہیں کہ یہ دونوں حضرت آدم علیہ السلام کے صلی بیٹے تھے اور یہی قرآن کے الفاظ
 سے بظاہر معلوم ہوتا ہے اور یہی حدیث میں بھی ہے کہ روئے زمین پر جو قتل ناحق ہوتا ہے اس کا ایک حصہ بوجھ اور گناہ کا حضرت
 آدم علیہ السلام کے اس پہلے بیٹے پر ہوتا ہے اس لئے کہ اسی نے سب سے پہلے قتل کا طریقہ ایجاد کیا ہے۔ ① لیکن حسن بصری رضی اللہ عنہ کا
 قول ہے کہ یہ دونوں بنی اسرائیل میں سے تھے۔ قربانی سب سے پہلے انہیں میں آئی اور زمین پر سب سے پہلے حضرت آدم علیہ السلام کا
 انتقال ہوا ہے لیکن یہ قول تامل طلب ہے اور اس کی اسناد بھی ٹھیک نہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں ہے ”یہ واقعہ بطور ایک مثال کے ہے تم
 اس میں سے اچھائی لے لو اور برے کو چھوڑ دو۔“ ② یہ حدیث مرسل ہے۔ کہتے ہیں کہ اس صدمہ سے حضرت آدم علیہ السلام بہت غمگین
 ہوئے اور سال بھر تک انہیں ہنسی نہ آئی آخر فرشتوں نے ان کے غم کو دور ہونے اور انہیں ہنسی آنے کی دعا کی۔ حضرت آدم علیہ السلام نے
 اس وقت اپنے رنج و غم میں یہ بھی کہا تھا کہ شہر اور شہر کی سب چیزیں متغیر ہو گئیں۔ زمین کا رنگ بدل گیا اور وہ نہایت بد صورت ہو گئی۔

① اس کی تخریج پہلے گزر چکی ہے۔ صفحہ سابقہ۔ ② الطبری، ۶/۱۲۹، و سندہ ضعیف شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ارسال

کی وجہ سے ضعیف کہا ہے۔ دیکھیے (السلسلۃ الضعیفہ، ۳۰۹۷)

ہر چیز کا رنگ و مزہ جاتا رہا اور کوشش والے چہروں کی ملاحظت بھی سلب ہو گئی۔ اس پر انہیں جواب دیا گیا کہ اس مردے کے ساتھ اس زندہ نے بھی گویا اپنے آپ کو ہلاک کر دیا اور جو برائی قاتل نے کی تھی اس کا بوجھ اس پر آ گیا۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کو اسی وقت کوئی سزا دی گئی۔ چنانچہ وارد ہوا ہے کہ اس کی پنڈلی اس کی ران سے لٹکا دی گئی اور اس کا منہ سورج کی طرف کر دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ ہی ساتھ گھومتا رہتا تھا۔ یعنی جدھر سورج ہوتا ادھر ہی اس کا منہ اٹھا رہتا۔ حدیث شریف میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جتنے گناہ اس لائق ہیں کہ بہت جلد اُنکی سزا دنیا میں بھی دی جائے اور پھر آخرت کے زبردست عذاب باقی رہیں ان میں سب سے بڑھ کر گناہ سرکشی اور قطع رحمی ہے ① تو قاتل میں یہ دونوں باتیں جمع ہو گئیں۔“ ﴿إِنَّا لِلَّهِ وَأَنَا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ﴾ (یہ یاد رہے کہ اس قصہ کی تفصیلات جس قدر بیان ہوئی ہیں ان میں سے اکثر و بیشتر حصہ اہل کتاب سے اخذ کیا ہوا ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ مترجم)

انسانی جان کی قدر و قیمت: [آیت: ۳۲-۳۳] فرمان ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے اس لڑکے کے قتل بے جا کی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل سے صاف فرما دیا ان کی کتاب میں لکھ دیا اور ان کے لئے اس حکم کو حکم شرعی کر دیا کہ جو شخص کسی ایک کو بلا وجہ مار ڈالے نہ اس نے کسی کو قتل کیا تھا نہ اس نے زمین میں فساد پھیلایا تھا تو گویا اس نے تمام لوگوں کو قتل کیا اس لئے کہ رب کے نزدیک ساری مخلوق یکساں ہے۔ اور جو کسی بے قصور شخص کے قتل سے باز رہے اسے حرام جانے تو گویا اس نے تمام لوگوں کو بچالیا اس لئے کہ سب لوگ اس طرح سلامتی کے ساتھ رہیں گے۔ امیر المؤمنین حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو جب باغی گھیر لیتے ہیں تو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ان کے پاس جاتے ہیں اور کہتے ہیں میں آپ کی طرف داری میں آپ کے مخالفین سے لڑنے کے لئے آیا ہوں۔ آپ ملاحظہ فرمائیے کہ اب پانی سر سے اونچا ہو گیا ہے۔ یہ سن کر حضرت خلیفہ معصوم رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا تم اس بات پر آمادہ ہو کہ سب لوگوں کو قتل کر دو جن میں ایک میں بھی ہوں؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں نہیں۔ فرمایا سنو ایک کو قتل کرنا ایسا برا ہے جیسے سب کا قتل کرنا۔ جاؤ واپس لوٹ جاؤ میری یہی خواہش ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اجر دے اور گناہ نہ دے۔ یہ سن کر آپ واپس لوٹ گئے اور نہ لڑے۔ مطلب یہ ہے کہ قتل کا اجرا دنیا کی بربادی کا باعث ہے اور اس کی روک لوگوں کی زندگی کا سبب ہے۔ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان کا خون حلال کرنے والا تمام لوگوں کا قاتل ہے اور ایک مسلم کے خون کو بچانے والا گویا تمام مسلمانوں کو بچا رہا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کو اور عادل مسلم بادشاہ کو قتل کرنے والے پر ساری دنیا کے انسانوں کو قتل کا گناہ ہے اور نبی اور امام عادل کے بازو مضبوط کرنا دنیا کو بچا لیتا ہے۔ (ابن جریر) اور روایت میں ہے کہ ایک کو بے وجہ مار ڈالتے ہی جہنمی ہو جاتا ہے گویا سب کو مار ڈالا ہے۔ مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مؤمن کو بے وجہ شرعی مار ڈالنے والا جہنمی دشمن رب ملعون اور مستحق سزا ہو جاتا ہے۔ پھر اگر وہ سب لوگوں کو بھی مار ڈالتا ہے تو اس سے زیادہ عذاب اسے اور کیا ہوتا؟ جو قتل سے رک جائے گویا کہ اس کی طرف سے سب کی زندگی محفوظ ہے۔ ② عبد الرحمن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک قتل کے بدلے ہی اس کا خون حلال ہو گیا۔ یہ نہیں کہ کئی ایک کو قتل کرے جب ہی وہ قصاص کے قاتل ہو اور جو اسے بچالے یعنی ولی قاتل سے درگزر کرے اس نے گویا لوگوں کو بچالیا۔ اور یہ مطلب بھی بیان کیا گیا ہے کہ جس نے انسان کی جان بچائی، مثلاً ڈوبتے کو نکال لیا، جلنے کو بچالیا، کسی کو ہلاکت سے ہٹالیا۔ مقصد لوگوں کو خون ناحق سے روکنا اور لوگوں کی خیر خواہی اور امن و امان پر آمادہ کرنا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا بنی اسرائیل جس طرح اس حکم کے مکلف تھے ہم بھی

① ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی النهی عن البغی، ۴۹۰۲، وسندہ صحیح، ترمذی، ۲۵۱۱، ابن ماجہ، ۴۲۱۱، الادب المفرد، ۶۷، احمد، ۳۶/۵، ابن حبان، ۴۵۵، حاکم، ۳۵۶/۲، الزهد، ۷۲۴، شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو صحیح الاستاد قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة، ۹۱۸) ② الطبری، ۲۳۵/۱۰۔

ہیں؟ فرمایا ہاں یقیناً اللہ کی قسم کچھ بنو اسرائیل کے خون اللہ کے نزدیک ہمارے خون سے زیادہ باوقفت نہ تھے۔ پس ایک شخص کا بے سبب قتل سب کے قتل کا بوجھ ہے اور ایک کی جان کے بچاؤ کا ثواب سب کو بچا لینے کے برابر ہے۔ ایک مرتبہ حضرت حمزہ بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسی بات بتلائیے کہ میری زندگی بآرام گزرے۔ آپ نے فرمایا ”کیا کسی کو مار ڈالنا تمہیں پسند ہے۔ یا کسی کو بچا لینا تمہیں محبوب ہے؟“ جواب دیا بچا لینا۔ ”فرمایا بس اپنی اصلاح میں لگے رہو۔“ ①

پھر فرماتا ہے ان کے پاس ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم واضح دلیلیں اور روشن احکام اور کھلے معجزات لے کر آئے، لیکن اس کے بعد بھی اکثر لوگ اپنی سرکشی اور درازدستی سے باز نہ رہے۔ بنو قریظہ کے یہود بنو قریظہ اور بنو نضیر وغیرہ کو دیکھ لیجئے کہ اوس اور خزرج کے ساتھ مل کر آپس میں ایک دوسرے سے لڑتے تھے اور لڑائی کے بعد پھر قیدیوں کے فدیے دے کر چھڑاتے تھے اور مقتول کی دیت ادا کرتے تھے جس پر انہیں قرآن میں سمجھایا گیا کہ تم سے یہ عہد لیا گیا تھا کہ نہ تو اپنے والوں کے خون بہاؤ نہ انہیں دیس نکالادو۔ لیکن تم نے باوجود پختہ قرار اور مضبوط عہد و پیمان کے اس کا خلاف کیا گو فدیے ادا کئے لیکن نکالنا بھی تو حرام تھا۔ اس کے کیا معنی کہ کسی حکم کو مانو اور کسی سے انکار کرو۔ ایسوں کی سزا یہی ہے کہ دنیا میں رسوا اور ذلیل ہوں اور آخرت میں سخت تر عذابوں کا شکار ہوں! اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے غافل نہیں۔

زمین میں فساد کرنے والوں کی سزا: محاربتہ کے معنی خلاف کرنا حکم کے برعکس کرنا مخالفت پر تسل جانا ہیں مراد اس سے کفرؤا کہ زنی، زمین میں شورش و فساد اور طرح طرح کی بد امنی پیدا کرنا ہے۔ یہاں تک کہ سلف نے یہ بھی فرمایا ہے کہ سکے کو توڑ دینا بھی زمین میں فساد مچاتا ہے قرآن کی اور آیت میں ہے ”جب وہ کسی کام کے والی ہو جاتے ہیں۔ تو فساد پھیلا دیتے ہیں۔ اور کھیت اور نسل کو ہلاک کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔“ یہ آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے اس لئے کہ اس میں یہ بھی ہے کہ جب ایسا شخص ان کاموں کے بعد مسلمانوں کے ہاتھوں میں گرفتار ہونے سے پہلے ہی توبہ کر لے تو پھر اس پر کوئی مواخذہ نہیں، برخلاف اس کے کہ اگر مسلمان ان کاموں کو کرے اور بھاگ کر کفار میں جا ملے تو حد شرعی سے آزاد نہ ہوگا۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتنی ہی ہے پھر ان میں سے جو کوئی مسلمان کے ہاتھ آ جانے سے پہلے توبہ کر لے تو جو حکم اس پر اس کے فعل کے باعث ثابت ہو چکا وہ مل نہیں سکتا۔ حضرت ابی بن کثیرؓ سے مروی ہے کہ اہل کتاب کے ایک گروہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معاہدہ ہو گیا تھا لیکن انہوں نے اسے توڑ دیا اور فساد مچا دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار دیا کہ اگر آپ چاہیں انہیں قتل کر دیں۔ اور اگر چاہیں انہیں سیدھے ہاتھ پاؤں کٹوا دیں۔ ③ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ یہ حرور یہ خوارج کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ جو بھی یہ کام کرے اس کے لئے یہ حکم ہے۔ چنانچہ بخاری و مسلم میں ہے کہ قبیلہ عکل کے آٹھ آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے ان سے فرمایا ”اگر تم چاہو تو ہمارے چہرہ ہاتھوں کے ساتھ چلے جاؤ اونٹوں کا دودھ اور پیشاب تمہیں ملے گا۔“ چنانچہ یہ گئے اور جب ان کی بیماری جاتی رہی تو انہوں نے ان چہرہ ہاتھوں کو مار ڈالا اور اونٹ لے کر چلتے بنے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ خبر پہنچی تو آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کے پیچھے دوڑایا کہ انہیں پکڑ لاؤ۔ چنانچہ یہ گرفتار کئے گئے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کئے گئے، پھر ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ اور آنکھوں میں گرم سلایاں پھیری گئیں اور دھوپ میں پڑے ہوئے ترپے

① احمد، ۱۷۵/۲، وسندہ ضعیف اس روایت میں ابن لعیہ ضعیف راوی ہے جبکہ ابن عمر و حمزہ رضی اللہ عنہم سے لقاء ثابت نہیں اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف الترغیب، ۱۳۱۳) ② الطبری، ۱۰/۲۴۴۔ ③ الطبری، ۱۰/۲۴۳۔

تڑپ کر مر گئے۔ مسلم میں ہے یا تو یہ لوگ عکل کے تھے یا عرینہ کے۔ یہ پانی مانگتے تھے مگر انہیں پانی نہ دیا گیا۔ نہ ان کے زخم دامنے گئے۔ انہوں نے چوری بھی کی تھی قتل بھی کیا تھا۔ ایمان کے بعد کفر بھی کیا تھا اور اللہ رسول سے لڑے بھی تھے۔ انہوں نے چرواہوں کی آنکھوں میں گرم سلایاں بھی پھیری تھیں۔ مدینہ کی آب و ہوا اس وقت بہتر نہ تھی۔ برسام کی بیماری تھی۔ حضور ﷺ نے ان کے پیچھے بیس انصاری گھوڑوں سے بھیجے تھے اور ایک بگی تھا جو نشان قدم دیکھ کر رہی کرنا جاتا تھا۔ ① موت کے وقت ان کی پیاس کے مارے یہ حالت تھی کہ زمین چاٹ رہے تھے ان ہی کے بازے میں یہ آیت اتری ہے۔ ② ایک مرتبہ حجاج نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے سوال کیا کہ سب سے بڑی اور سب سے سخت سزا جو رسول اللہ ﷺ نے کسی کو دی ہو اس کو بیان کرو تو آپ نے یہ واقعہ بیان فرمایا۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ لوگ بحرین سے آئے تھے بیماری کی وجہ سے ان کے رنگ زرد پڑ گئے تھے اور پیٹ بڑھ گئے تھے تو آپ نے انہیں فرمایا ”جاؤ اونٹوں میں روانہ کا دودھ اور پینٹا پیو۔“ ③ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ پھر میں نے دیکھا حجاج نے تو اس روایت کو اپنے مظالم کی دلیل بنا لیا تب تو مجھے سخت ندامت ہوئی کہ میں نے اس سے یہ حدیث کیوں بیان کی؟ اور روایت میں ہے کہ ان میں سے چار شخص تو عرینہ قبیلے کے تھے۔ اور تین عکل کے تھے یہ سب تندرست ہو گئے تو مرتد بن گئے۔ اور روایت میں ہے کہ راستے بھی انہوں نے بند کر دیئے تھے اور زنا کار بھی تھے۔ ④ یہ جب آئے تو ان کے پاس بوجہ فقیری کے پھینے کے کپڑے تک نہ تھے یہ قتل و غارت کر کے بھاگ کر اپنے شہر کو جا رہے تھے۔ حضرت جریر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ اپنی قوم کے پاس پہنچنے والے ہی تھے جو ہم نے انہیں جالیا۔ وہ پانی مانگتے تھے اور حضور ﷺ فرماتے تھے اب تو پانی کے بدلے جنہم کی آگ ملے گی۔ اس روایت میں یہ بھی ہے کہ آنکھوں میں سلایاں پھیرنا اللہ کو ناپسند آیا۔ یہ حدیث ضعیف اور غریب ہے لیکن اس سے یہ معلوم ہوا کہ جو لشکر ان مرتدوں کے گرفتار کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا ان کے سردار حضرت جریر رضی اللہ عنہ تھے۔ ہاں اس روایت میں یہ فقرہ بالکل منکر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں میں سلایاں پھیرنا مکروہ رکھا اس لئے کہ صحیح مسلم میں یہ موجود ہے کہ انہوں نے چرواہوں کے ساتھ بھی یہی کیا تھا۔ پس یہ اس کا بدلہ اور ان کا قصاص تھا جو انہوں نے ان کے ساتھ کیا تھا۔ ⑤ وہی ان کے ساتھ کیا گیا۔ واللہ اعلم۔ اور روایت میں ہے کہ یہ لوگ بنو فزارہ کے تھے۔ اس واقعہ کے بعد حضور ﷺ نے یہ سزا کسی کو نہیں دی۔ ⑥ اور روایت میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ایک غلام تھا جس کا نام یسار رضی اللہ عنہ تھا چونکہ یہ بڑے اچھے نمازی تھے اس لئے حضور ﷺ نے انہیں آزاد کر دیا تھا اور اپنے اونٹوں میں انہیں بھیج دیا تھا کہ یہ ان کی نگرانی رکھیں۔ ان ہی کو ان مرتدوں نے قتل کیا اور ان کی آنکھوں میں کانٹے گاڑ کر اونٹ لے کر بھاگ گئے۔ جو لشکر انہیں گرفتار کر کے لایا تھا ان میں ایک شہزادہ حضرت کرز بن جابر فری رضی اللہ عنہ تھے۔ ⑦ حافظ ابو بکر ابن مردودہ رضی اللہ عنہ نے

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قصة عکل وعرینة، ۴۱۹۲، ۳۰۱۸، صحیح مسلم، ۱۶۷۱، ابوداؤد، ۴۳۶۶، ترمذی، ۲۰۴۲، نسائی، ۴۰۳۰، احمد، ۱۹۸/۳، ابن حبان، ۶۷۴۴، عبدالرزاق، ۱۷۱۳۲۔

② ترمذی، کتاب الطہارة، باب ماجاء فی بول ما یؤکل لحمہ ۷۲ وسندہ صحیح، نسائی، ۴۰۳۹، شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح کہا ہے۔ دیکھئے (صحیح ترمذی، ۶۲) ③ اس روایت میں سلام بن ابی الصمہاء، مجرد ہے۔ جبکہ اس کا شاہد صحیح بخاری،

۵۶۸۵ میں موجود ہے جس کی وجہ سے یہ روایت حسن ہے۔ ④ الطبری، ۲۵۰/۱۰، ۲۷۶/۱۰، ح ۱۱۸۵۴ وسندہ ضعیف شیخ البانی نے اس روایت کو مستقر قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلۃ الضعیفہ، ۵۱۰۸) ⑤ صحیح مسلم، کتاب القسامۃ، باب حکم

المحاربین والمرتدین، ۱۶۷۱۔ ⑥ عبدالرزاق، ۱۸۵۴۱، اس روایت میں ابراہیم بن محمد اسلمی تحت ضعیف راوی ہے۔

⑦ طبرانی، (۶۲۲۳، ۶۲۷۸، مجمع الزوائد، ۶/۲۹۴) اس روایت میں موسیٰ بن محمد التیمی ضعیف راوی ہے۔

اس روایت کے تمام طریقوں کو جمع کر دیا ہے اللہ انہیں جزائے خیر دے۔ ابو حمزہ بن عبد الکریم رضی اللہ عنہ سے اونٹوں کے پیشاب کے بارے میں سوال ہوتا ہے۔ تو آپ ان محاربین کا قصہ بیان فرماتے ہیں۔ اس میں یہ بھی ہے کہ یہ لوگ منافقانہ طور پر ایمان لائے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مدینہ کی آب و ہوا کی ناموافقت کی شکایت کی تھی۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کی دعا بازی اور قتل و غارت اور ارتداد کا علم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منادی کرائی ”اللہ تعالیٰ کے لشکر یو! اٹھ کھڑے ہوؤ!“ یہ آواز سنتے ہی مجاہدین کھڑے ہو گئے بغیر اس کے کہ کوئی کسی کا انتظار کرے ان مرتد ڈاکوؤں اور باغیوں کے پیچھے دوڑے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو روانہ کر کے ان کے پیچھے چلے۔ وہ لوگ اپنی جائے امن میں پہنچنے کو تھے۔ جو صحابہ رضی اللہ عنہم نے انہیں گھیر لیا اور ان میں سے جتنے گرفتار ہو گئے انہیں لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کر دیا اور یہ آیت اتری۔ ان کی جلا وطنی یہی تھی کہ انہیں حکومت اسلام کی حدود سے خارج کر دیا گیا۔ پھر ان کو عبرتناک سزائیں دی گئیں اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کے بھی اعضاء بدن سے جدا نہیں کرائے بلکہ آپ نے اس سے منع فرمایا ہے جانوروں کو بھی اس طرح کرنا منع ہے۔ بعض روایتوں میں ہے کہ قتل کے بعد انہیں جلا دیا گیا۔ ① بعض کہتے ہیں کہ یہ بنو سلیم کے لوگ تھے۔ بعض بزرگوں کا قول ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سزا انہیں دی وہ اللہ تعالیٰ کو پسند نہ آئی اور اس آیت سے اسے منسوخ کر دیا۔ ان کے نزدیک گویا اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سزا سے روکا گیا ہے جیسے آیت ﴿عَفَا اللَّهُ عَنْكَ﴾ ② میں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مشلہ کرنے سے یعنی ہاتھ پاؤں کان ناک کاٹنے سے جو ممانعت فرمائی ہے اس حدیث سے یہ سزا منسوخ ہو گئی لیکن ہے ذرا یہ تامل طلب پھر یہ بھی سوال طلب امر ہے کہ ناخ کی تاخیر کی دلیل کیا ہے؟ بعض کہتے ہیں حدود اسلام کے مقرر ہونے سے پہلے کا یہ واقعہ ہے لیکن یہ بھی کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ حدود کے تقرر کے بعد کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث کے ایک راوی حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کا اسلام سورہ مائدہ کے نازل ہو چکنے کے بعد کا ہے۔ بعض کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں گرم سلایاں پھیرنی چاہی تھیں لیکن یہ آیت اتری اور آپ اپنے ارادے سے باز رہے۔ لیکن یہ بھی درست نہیں ہے اس لئے کہ بخاری و مسلم میں یہ لفظ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی آنکھوں میں سلایاں پھر دوائیں۔ محمد بن عثمان رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جو سخت سزا انہیں دی اس کے انکار میں یہ آیتیں اتری ہیں اور ان میں صحیح سزا بیان کی گئی ہے جو قتل کرنے اور ہاتھ پاؤں اٹنی طرف سے کاٹنے اور وطن سے نکال دینے کے حکم پر شامل ہے چنانچہ دیکھ لیجئے کہ اس کے بعد پھر کسی کی آنکھوں میں سلایاں پھیرنی ثابت نہیں۔ ③ لیکن اوزاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ ٹھیک نہیں ہے کہ اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فعل پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈانٹا گیا ہو۔ بات یہ ہے کہ جو انہوں نے کیا تھا اس کا وہی بدلہ مل گیا۔ اب آیت نازل ہوئی جس نے ایک خاص حکم ایسے لوگوں کا بیان فرمایا اور اس میں آنکھوں میں گرم سلایاں پھیرنے کا حکم نہیں دیا۔ اس آیت سے جمہور علماء نے دلیل پکڑی ہے کہ راستوں کی بندش کر کے لڑنا اور شہر میں لڑنا دونوں برابر ہیں کیونکہ لفظ ﴿وَيَسْعُونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا﴾ کے ہیں۔ امام مالک اوزاعی، لیث، شافعی اور احمد رضی اللہ عنہم کا یہی مذہب ہے۔ کہ باغی لوگ خواہ شہر میں ایسا فتنہ مچائیں یا بیرون شہر میں ان کی سزا یہی ہے۔ بلکہ امام مالک رضی اللہ عنہ تو یہاں تک فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص دوسرے کو اس کے گھر میں اس طرح دھوکہ دہی سے مار ڈالے تو اسے پکڑ لیا جائے گا اور اس کا تمام مال و اسباب جو اسکے پاس ہے لے لیا جائے گا اور اسے قتل کر دیا جائے گا۔ اور خود امام وقت ان کاموں کو از خود کرے گا نہ کہ مقتول کے اولیا کے ہاتھ میں یہ کام ہوں بلکہ اگر وہ درگزر کرنا چاہیں تو بھی ان کے اختیار میں نہیں بلکہ یہ

جرم بے واسطہ حکومت اسلامیہ کا ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب یہ نہیں وہ کہتے ہیں کہ محاربہ اسی وقت مانا جائے گا جب کہ شہر کے باہر ایسے فساد کوئی کرے کیونکہ شہروں میں تو امداد کا پہنچنا ممکن ہے راستوں میں یہ بات ناممکن سی ہے جو سزا ان محاربین کی بیان ہوئی ہے اسکے بارے میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں۔ جو شخص مسلمانوں پر تلوار اٹھائے راستوں کو پر خطر بنا دے امام المسلمین کو ان تینوں سزاؤں میں سے جو سزا دینا چاہے اس کا اختیار ہے۔ ① یہی قول اور بھی بہت سوں کا ہے اور اس طرح کا اختیار ایسی ہی اور آیتوں کے احکام میں بھی موجود ہے جیسے محرم جو شکار کھیلے اس کا بدلہ شکار کے برابر کی قربانی یا مساکین کا کھانا اسکے برابر کے روزے بیماری یا سر کی تکلیف کی وجہ سے حالت احرام میں سر منڈوانے اور خلاف احرام کام کرنے والے کے فدیہ میں بھی روزے یا صدقہ یا قربانی کا بیان ہے، قسم کے کفارہ میں درمیانے درجہ کا کھانا مسکینوں کا یا ان کا کپڑا یا ایک غلام کی آزادی ہے، تو جس طرح یہاں ان صورتوں میں سے کسی ایک کے پسند کر لینے کا اختیار ہے۔ اسی طرح ایسے محارب مرتد لوگوں کی سزا بھی یا تو قتل ہے یا ہاتھ پاؤں الٹی طرف سے کاٹنا ہے یا جلا وطن کرنا اور جہور کا قول ہے کہ یہ آیت کئی احوال میں ہے جب ڈاکو قتل و غارت دونوں کے مرتکب ہوئے ہوں تو قابل دار اور گردن زدنی ہیں اور جب صرف قتل سرزد ہوا تو قتل کا بدلہ صرف قتل ہے اور اگر فقط مال لیا ہو تو ہاتھ پاؤں الٹے سیدھے کاٹ دیئے جائیں گے۔ اور جب کہ راستے پر خطر کر دیئے ہوں، لوگوں کو خوف زدہ کر دیا ہو اور کسی گناہ کے مرتکب نہ ہوئے ہوں اور گرفتار کر لئے جائیں تو صرف جلا وطنی ہے ② اکثر سلف اور ائمہ کا یہی مذہب ہے۔ پھر بزرگوں نے اس میں بھی اختلاف کیا ہے کہ آیا سولی پر لٹکا کر یونہی چھوڑ دیا جائے کہ بھوکا پیاسا مر جائے؟ یا نیزے وغیرہ سے قتل کر دیا جائے؟ یا پہلے قتل کر دیا جائے پھر سولی پر لٹکا دیا جائے؟ تاکہ اور لوگوں کو عبرت حاصل ہو؟ اور کیا تین دن تک سولی پر رہنے دیا جائے پھر اتار لیا جائے؟ یا یونہی چھوڑ دیا جائے لیکن تفسیر کا یہ موضوع نہیں کہ ہم ایسے جزئی اختلافات میں پڑیں اور ہر ایک کی دلیلیں وغیرہ وارد کریں ہاں ایک حدیث میں کچھ تفصیلی سزا ہے اگر اس کی سند صحیح ہو تو وہ یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان محاربین کے بارے میں حضرت جبرائیل علیہ السلام سے دریافت کیا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا جنہوں نے مال چرایا اور راستوں کو خطرناک بنا دیا ان کے ہاتھ تو چوری کے بدلے کاٹ دیجئے اور پاؤں بدامنی کے بدلے اور جس نے قتل کیا ہے اسے قتل کر دیجئے اور جس نے قتل اور خطرہ راہ اور بدکاری کا ارتکاب کیا ہے اسے سولی پر چڑھا دو۔ ③

فرمان ہے کہ زمین سے الگ کر دیئے جائیں یعنی انہیں تلاش کر کے ان پر حد قائم کی جائے یا وہ دارالاسلام سے بھاگ کر کہیں چلے جائیں یا یہ کہ ایک شہر سے دوسرے شہر اور دوسرے شہر سے تیسرے شہر اسے بھیج دیا جاتا ہے۔ یا یہ کہ اسلامی سلطنت سے بالکل ہی خارج کر دیا جائے۔ شععی رحمۃ اللہ علیہ تو نکال ہی دیتے تھے اور عطاء خراسانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک لشکر میں سے دوسرے لشکر میں پہنچا دیا جائے یونہی کئی سال تک مارا مارا پھرایا جائے لیکن دارالاسلام سے باہر نہ کیا جائے۔ ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے اصحاب کہتے ہیں اسے جیل خانہ میں ڈال دیا جائے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا مختار قول یہ ہے کہ اسے اس کے شہر سے نکال کر کسی دوسرے شہر کے جیل خانہ میں ڈال دیا جائے۔ ایسے لوگ دنیا میں ذلیل ورذیل اور آخرت میں بڑے بھاری عذابوں میں معذب ہوں گے۔ آیت کا یہ ٹکڑا ان لوگوں کی تو تائید کرتا ہے جو کہتے ہیں کہ یہ آیت مشرکوں کے بارے میں اتری ہے۔ اور مسلمانوں کے بارے میں وہ صحیح حدیث ہے جس میں

① الطبری، ۱۰/۲۶۳۔ ② البغوی فی (التفسیر) ۷۸۸، وسندہ ضعیف جداً اس روایت میں ابراہیم بن محمد بن ابی بکر

متروک راوی ہے۔ (المیزان، ۱/۵۷، رقم: ۱۸۹) شیخ البانی نے اس کی سند کو واہ جداً کہا ہے۔ دیکھئے (الإرواء، ۲۴۴۰)

③ الطبری، ۱۰/۲۷۶، وسندہ ضعیف شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی سند کو ولید بن مسلم کی تدلیس اور ابن لھیعہ کے ضعف کی وجہ سے منکر قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلۃ الضعیفہ، ۵۱۰۸)

ہے کہ حضور ﷺ نے ہم سے ویسے ہی عہد لئے جیسے عورتوں سے لیتے تھے "ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں چوری نہ کریں زنا نہ کریں اپنی اولادوں کو قتل نہ کریں ایک دوسرے کی نافرمانی نہ کریں جو اس وعدے کو نبھائے اس کا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ اور جوان میں سے کسی گناہ کے ساتھ آلودہ ہو جائے۔ پھر اگر اسے سزا ہوگی تو وہ سزا کفارہ بن جائے گی اور اگر اللہ تعالیٰ نے پردہ پوشی کر لی تو اس کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اگر چاہے عذاب کرے چاہے چھوڑ دے۔" ① اور حدیث میں ہے "جس کسی نے کوئی گناہ کیا پھر اللہ تعالیٰ نے اسے ڈھانپ لیا اور اس سے چشم پوشی کر لی تو اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کا رحم و کرم اس سے بہت بلند و بالا ہے کہ معاف کئے ہوئے جرم پر پھر سے پکڑے۔" ② اسی دنیاوی سزا میں اگر بے توبہ مر گئے تو آخرت کی وہ سزائیں باقی ہیں جن کا اس وقت صحیح تصور بھی محال ہے ہاں توبہ نصیب ہو جائے تو اور بات ہے پھر توبہ کرنے والوں کی نسبت جو فرمایا ہے اس کا اظہار اس صورت میں تو صاف ہے کہ اس آیت کو مشرکوں کے بارے میں نازل شدہ مانا جائے، لیکن جو مسلمان محارب ہوں اور وہ قبضے میں آنے سے پہلے توبہ کر لیں تو ان سے قتل اور سزا اور پاؤں کا کٹنا تو ہٹ جاتا ہے لیکن ہاتھ کا کٹنا بھی ہٹ جاتا ہے یا نہیں اس میں علما کے دو قول ہیں۔ آیت کے ظاہری الفاظ سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ سب کچھ ہٹ جائے گا صحابہ رضی اللہ عنہم کا عمل بھی اسی پر ہے۔ چنانچہ جاریہ بن بدر تمیمی بصری نے زمین میں فساد کیا، مسلمانوں سے لڑا اس بارے میں چند تفریثیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سفارش کی جن میں حضرت حسن بن علی، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہم بھی تھے لیکن آپ نے اسے امن دینے سے انکار کر دیا۔ وہ سعید بن قیس ہمدانی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا آپ نے اسے اپنے گھر میں ٹھہرایا وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہا بتلائیے تو جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑے اور زمین میں فساد کی سہمی کرے۔ پھر ان آیتوں کی ﴿قَبْلَ أَنْ تَقْدِرُوا عَلَيْنَا﴾ تک کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا میں تو ایسے شخص کو امن لکھ دوں گا۔ حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ جاریہ بن بدر ہے ③ چنانچہ جاریہ نے اس کے بعد ان کی مدح میں اشعار بھی کہے ہیں۔

قبیلہ مراد کا ایک شخص حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس کوفہ کی مسجد میں جہاں گورنر تھے ایک فرض نماز کے بعد آیا اور کہنے لگا اے امیر کوفہ! میں فلاں بن فلاں مرادی قبیلہ کا ہوں میں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے لڑائی لڑی زمین میں فساد کی کوشش کی، لیکن آپ لوگ مجھ پر قدرت پائیں اس سے پہلے میں تائب ہو گیا اب میں آپ سے پناہ حاصل کرنے والے کی جگہ پر کھڑا ہوں۔ اس پر حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا اے لوگو! تم میں سے کوئی اب اس توبہ کے بعد اس سے کسی طرح کی برائی نہ کرے اگر یہ سچا ہے تو الحمد للہ اور اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کے گناہ ہی اس کو ہلاک کر دیں گے۔ یہ شخص ایک مدت تک تو ٹھیک ٹھیک رہا لیکن پھر نکل کھڑا ہوا اللہ نے بھی اسکے گناہوں کے بدلے اسے عارت کر دیا اور یہ مار ڈالا گیا۔ علی نامی ایک اسدی شخص نے بھی لڑائی کی راستے پر خطر کر دئے لوگوں کو قتل کیا مال لوٹا سالار لشکر اور رعایا نے ہر چند اسے گرفتار کرنا چاہا لیکن یہ ہاتھ نہ لگا۔ ایک مرتبہ یہ جنگل میں تھا جو ایک شخص کو قرآن پڑھتے سنا اور وہ اس وقت یہ آیت تلاوت کر رہا تھا۔ ﴿قُلْ يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا﴾ ④ یہ اسے سن کر رک گیا اور اس سے کہا اے اللہ کے بندے! یہ آیت مجھے دو بارہ سنا اس نے پھر پڑھی اللہ کی اس آواز کو سن کر وہ فرماتا ہے =

① صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب الحدود وکفارات لاهلها، ۱۷۰۹۔ ② احمد، ۱/۹۹، ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء لا یزنی الزانی وهو مؤمن، ۲۶۲۶ وسندہ ضعیف ابواسحاق مدلس راوی ہے اور تصریح باسماح ثابت نہیں ہے۔ ابن ماجہ، ۲۶۰۴، البزار، ۴۸۲، دارقطنی، ۲/۱۵۰، حاکم، ۲/۴۴۵، مسند الشہاب، ۵۰۳، بیہقی، ۸/۳۲۸، شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف الجامع، ۵۴۲۳) ③ الطبری، ۱۰/۲۸۰۔ ④ الزمر: ۵۳۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِهِ

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوَ أَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُ

مَعَهُ لَيَفْتَدُوا بِهِ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَا تُقْبَلُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٣٦﴾

يُرِيدُونَ أَنْ يُخْرِجُوا مِنَ التَّارُوتِ مَا هُمْ بِمُخْرِجِينَ مِنْهَا وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ﴿٣٧﴾

ترجمہ: مسلمانوں! اللہ سے ڈرتے رہا کرو اور اس کی طرف نزدیک کی جو کر کے رہو اور اس کی راہ میں جہاد کیا کرو تا کہ تمہارا بھلا ہو۔ [۳۵] یقین مانو! کہ کافروں کے لئے اگر وہ سب کچھ ہو جو ساری زمین میں ہے بلکہ اسی کے مثل جیسا اور بھی ہو اور وہ اس سب کو قیامت کے دن عذابوں کے بدلے فدیے میں دینا چاہیں تو بھی ناممکن ہے کہ ان کا یہ فدیہ قبول کر لیا جائے ان کے لئے تو دردناک عذاب ہی ہیں۔ [۳۶] یہ چاہیں گے کہ دوزخ میں سے نکل جائیں لیکن یہ ہرگز اس سے نہ نکل سکیں گے ان کے لئے تو دائمی عذاب ہیں۔ [۳۷]

”اے میرے گنہگار بندو! تم میری رحمت سے ناامید نہ ہو جاؤ میں سب گناہوں کے بخشے پر قادر ہوں میں غفور رحیم ہوں“ اس شخص نے جھٹ سے اپنی تلوار کو میان میں کر لیا اسی وقت سچے دل سے توبہ کی اور صبح کی نماز سے پہلے مدینہ میں پہنچ گیا۔ غسل کیا اور مسجد نبوی ﷺ میں نماز صبح جماعت کے ساتھ ادا کی اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کے پاس جو لوگ بیٹھے تھے ان ہی میں ایک طرف یہ بھی بیٹھ گیا۔ جب روشنی ہو گئی تو لوگوں نے اسے دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ تو سلطنت کا باغی بہت بڑا مجرم اور مفرور شخص علی اسدی ہے۔ اٹھ کھڑے ہوئے کہ اسے گرفتار کر لیں۔ اس نے کہا سنو بھائیو! تم مجھے گرفتار نہیں کر سکتے اس لئے کہ تم مجھ پر قابو پاؤ اس سے پہلے ہی میں توبہ کر چکا ہوں بلکہ توبہ کے بعد تمہارے پاس آ گیا ہوں۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما نے فرمایا یہ سچ کہتا ہے اور اس کا ہاتھ پکڑ کر مروان بن حکم رضی اللہ عنہما کے پاس لے چلے پھر اس وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہما کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے۔ وہاں پہنچ کر فرمایا علی اسدی ہیں یہ توبہ کر چکے ہیں اس لئے اب تم انہیں کچھ کر نہیں سکتے چنانچہ کسی نے اس کے ساتھ کچھ نہ کیا۔ جب مجاہدوں کی ایک جماعت رومیوں سے لڑنے کے لئے چلی تو ان مجاہدوں کے ساتھ یہ بھی ہوئے۔ سمندر میں ان کی کشتی جا رہی تھی کہ سامنے سے چند کشتیاں رومیوں کی آ گئیں۔ یہ اپنی کشتی میں سے رومیوں کی گردنیں مارنے کے لئے ان کی کشتی میں کود گئے۔ ان کی آبدار اور خارا اشکاف تلوار کی چمک کی تاب روئی نہ لاسکے اور نامردی سے ایک طرف کو بھاگے یہ بھی ان کے پیچھے اسی طرف چلے چونکہ سارا ابو بھ ایک طرف ہو گیا اس لئے کشتی پلٹ گئی جس سے وہ سارے روی کفار ہلاک ہو گئے اور حضرت علی رضی اللہ عنہما بھی ڈوب کر شہید ہو گئے ① (اللہ ان پر رحمتیں نازل فرمائے) آمین۔

لفظ وسیلہ کا معنی و مفہوم: [آیت: ۳۵-۳۷] تقویٰ کا حکم ہو رہا ہے وہ بھی اطاعت سے ملا ہوا۔ مطلب یہ ہے کہ رب کے منع کردہ کاموں سے رکے رہو اس کی طرف قربت یعنی نزدیکی تلاش کرو یہی معنی دینے کے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہیں۔ ② مجاہد ابو وائل حسن ابن زید اور بہت سے مفسرین رضی اللہ عنہم سے بھی یہ مروی ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ کی اطاعت اور اس کی مرضی کے اعمال سے اس سے قریب ہوتے جاؤ۔ ③ ابن زید رضی اللہ عنہما نے یہ آیت بھی پڑھی۔ ﴿أُولَئِكَ الَّذِينَ يَدْعُونَ يَبْتَغُونَ إِلَى رَبِّهِمْ

الْوَسِيلَةَ ﴿١﴾ ”جنہیں یہ پکارتے ہیں وہ تو خود ہی اپنے رب کی نزدیکی کی جستجو میں لگے ہوئے ہیں۔“ ان ائمہ رضی اللہ عنہم نے وسیلہ کے جو معنی اس آیت میں کئے ہیں اس پر سب مفسرین کا گویا اجماع ہے اس میں کسی ایک کا بھی بالکل خلاف نہیں۔ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ نے اس پر ایک عربی شعر بھی وارد کیا ہے جس میں وسیلہ قربت اور نزدیکی کے معنی میں مستعمل ہوا ہے۔ وسیلے کے معنی اس چیز کے ہیں جس سے مقصود کے حاصل کرنے کی طرف پہنچا جائے اور وسیلہ جنت کی اس اعلیٰ اور بہترین منزل کا نام ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ ہے۔ عرش سے بہت زیادہ قریب۔ یہی درجہ ہے۔ صحیح بخاری شریف کی حدیث میں ہے ”جو شخص اذان سن کر ”اللَّهُمَّ رَبِّ هَذِهِ الدَّعْوَةِ النَّامَةِ“ پڑھے اس کے لئے میری شفاعت حلال ہو جاتی ہے۔“ ﴿٢﴾ مسلم کی حدیث میں ہے ”جب تم اذان سنو تو جو مؤذن کہہ رہا ہو وہی تم بھی کہو پھر مجھ پر درود بھیجو“ ایک درود کے بدلے تم پر اللہ تعالیٰ دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔“ پھر میرے لئے تم اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو وہ جنت کا ایک درجہ ہے جسے صرف ایک ہی بندہ پائے گا“ مجھے امید ہے وہ بندہ میں ہی ہوں پس جس نے میرے لئے وسیلہ طلب کیا اس کے لئے میری شفاعت واجب ہوگی۔“ ﴿٣﴾ مسند احمد میں ہے ”جب تم مجھ پر درود پڑھو تو میرے لئے وسیلہ مانگو!“ پوچھا گیا وسیلہ کیا ہے؟ فرمایا ”جنت کا سب سے بلند درجہ جسے صرف ایک شخص ہی پائے گا اور مجھے امید ہے کہ وہ شخص میں ہو جاؤں۔“ ﴿٤﴾ طبرانی میں ہے ”تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ اللہ مجھے وسیلہ عطا فرمائے“ جو شخص دنیا میں میرے لئے یہ دعا کرے گا میں اس پر گواہ یا اس کا سفارشی قیامت کے دن بن جاؤں گا۔“ ﴿٥﴾ اور حدیث میں ہے ”وسیلے سے بڑا اور درجہ جنت میں کوئی نہیں“ پس تم اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلے کے ملنے کی دعا کرو۔“ ﴿٦﴾ ایک غریب اور منکر حدیث میں اتنی زیادتی بھی ہے کہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ اس وسیلے میں آپ کے ساتھ اور کون ہوں گے؟ تو آپ نے حضرت فاطمہ اور حسن اور حسین رضی اللہ عنہم کا نام لیا۔ ﴿٧﴾ ایک اور بہت ہی غریب روایت میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے منبر کوفہ پر فرمایا کہ جنت میں دو موتی ہیں ایک سفید ایک زرد زرد تو عرش تلے ہے اور مقام محمود و سفید موتی کا ہے جس میں ستر ہزار بالا خانے ہیں جن میں سے ہر ہر گھر تین میل کا ہے اس کے درتچے دروازے تخت وغیرہ سب کے سب گویا ایک ہی جڑ سے ہیں۔ اسی کا نام وسیلہ ہے یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اہل بیت کے لئے ہے۔ ﴿٨﴾

تقویٰ کا یعنی ممنوعات سے رکنے اور احکام کے بجالانے کا حکم دے کر پھر فرمایا کہ اس کی راہ میں جہاد کرو دشمنین و کفار کو جو اس کے دشمن ہیں اس کے دین سے الگ ہیں اس کی سیدھی راہ سے بھٹک گئے ہیں انہیں قتل کرو ایسے مجاہدین بامراد ہیں فلاح و صلاح“

- ﴿١﴾ ۱۷/الاسراء: ۵۷۔ ﴿٢﴾ صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب الدعاء عند النداء، ۶۱۴، ابوداؤد، ۵۲۹، ترمذی، ۲۱۱، نسائی، ۶۸۰، ابن ماجہ، ۷۲۲، احمد، ۳/۳۵۴، ابن حبان، ۱۶۸۹۔ ﴿٣﴾ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه..... ۳۸۴، ابوداؤد، ۵۲۳، ترمذی، ۳۶۱۴، احمد، ۱۶۸/۲، ابن حبان، ۱۶۹۰، بیہقی، ۱/۴۱۰۔ ﴿٤﴾ احمد، ۲/۳۶۵، ترمذی، کتاب المناقب، باب سلوا اللہ لی الوسيلة، ۳۶۱۲، وهو صحیح، عبدالرزاق، ۳۱۲۰، ابویعلیٰ، ۶۴۱۴، شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح ترمذی، ۲۸۵۷) ﴿٥﴾ المعجم الأوسط، ۶۳۷، وسندہ حسن، مجمع الزوائد، ۱/۳۳۳، شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح الترغیب، ۲۵۷) ﴿٦﴾ احمد، ۳/۸۳، ح ۱۸۱۸۳، وسندہ ضعیف، المعجم الأوسط، (۲۶۵) ﴿٧﴾ اس کی سند میں الحارث الأعور اور عبد الحمید ضعیف راوی ہیں۔ (التقریب، ۱/۱۴۱، المیزان، ۲/۵۳۸، رقم: ۴۷۶۵) ﴿٨﴾ یردایت موقوف ہے اس میں سعد بن طریف متروک راوی ہے۔ (الجرح والتعديل، ۴/۸۷)

سعادت و شرافت انہیں کے لئے ہے۔ جنت کے بلند بالا خانے اور اللہ کی بے شمار نعمتیں انہیں کے لئے ہیں۔ یہ اس جنت میں پہنچائے جائیں گے جہاں موت و فوت نہیں، جہاں کی اور نقصان نہیں۔ جہاں پھینکی کی جوانی اور ابدی صحت اور دوامی عیش و عشرت ہے۔ اپنے دوستوں کا نیک انجام بیان فرما کر اب اپنے دشمنوں کا برا نتیجہ ظاہر فرماتا ہے کہ ایسے سخت اور برے عذاب انہیں ہو رہے ہوں گے کہ اگر اس وقت روئے زمین کے مالک ہوں بلکہ اتنا ہی اور بھی ہو تو ان عذابوں سے بچنے کیلئے بطور بدلے کے سب دے ڈالیں۔ لیکن اگر ایسا ہو بھی جائے تو بھی ان سے اب فدیہ قبول نہیں بلکہ جو عذاب ان پر ہیں وہ دائمی اور دوامی ہیں، جیسے اور جگہ ہے کہ جہنمی جب جہنم میں سے نکلتا چاہیں گے تو پھر دوبارہ اسی میں لوٹا دیے جائیں گے، بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلے کے ساتھ اور آجائیں گے کہ داروغے انہیں لوہے کے ہتھوڑے مار مار کر پھر قعر جہنم میں گرا دیں گے۔ غرض ان دائمی عذابوں سے چھٹکارا محال ہے۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”ایک جہنمی کو لایا جائے گا پھر اسے پوچھا جائے گا کہ اے ابن آدم! کہو تمہاری جگہ کیسی ہے؟ وہ کہے گا بدترین اور سخت ترین۔ اسے پوچھا جائے گا کہ اس سے چھوٹنے کیلئے تو کیا خرچ کر دینے پر راضی ہے؟ وہ کہے گا ساری زمین بھر کر سونادے کر بھی میں یہاں سے چھوٹوں تو بھی سستا چھوٹا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جھوٹا ہے میں نے تو تجھ سے اس سے بھی بہت کم مانگا تھا۔ لیکن تو نے کچھ بھی نہ کیا۔ پھر حکم دیا جائے گا اور اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔“ ① (مسلم) ایک مرتبہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ کا یہ فرمان بیان کیا ”ایک قوم جہنم میں سے نکال کر جنت میں پہنچائی جائے گی“ اس پر ان کے شاگرد حضرت یزید فقیر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ پھر اس آیت قرآنی کا کیا مطلب ہے؟ کہ ﴿يُرِيدُونَ أَن يُخَرِّجُوا مِنَ النَّارِ﴾ یعنی ”وہ جہنم سے آزاد ہونا چاہیں گے لیکن وہ آزاد ہونے والے نہیں“ تو آپ نے فرمایا اس سے پہلے کی آیت ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا﴾ پڑھو جس سے صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ کافر لوگ ہیں یہ کبھی نہ نکلیں گے ② (مسند وغیرہ) دوسری روایت میں ہے کہ یزید رضی اللہ عنہ کا خیال یہی تھا کہ جہنم میں سے کوئی بھی نہ نکلے گا اسلئے یہ سن کر انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے کہا مجھے اور لوگوں پر تو افسوس نہیں ہاں آپ صحابیوں پر افسوس ہے کہ آپ بھی قرآن کے خلاف کہتے ہیں اس وقت مجھے بھی غصہ آ گیا تھا۔ اس پر انکے ساتھیوں نے مجھے ڈانٹا لیکن حضرت جابر رضی اللہ عنہ بہت حلیم الطبع تھے انہوں نے سب کو روک دیا اور مجھے سمجھایا کہ قرآن میں جن کے جہنم سے نہ نکلنے کا ذکر ہے وہ کفار ہیں تم نے قرآن نہیں پڑھا؟ میں نے کہا ہاں مجھے سارا قرآن یاد ہے۔ کہا پھر کیا یہ آیت قرآن میں نہیں ہے؟ ﴿وَمِنَ اللَّيْلِ فَتَهَجَّدُ بِهِ﴾ ③ اس میں مقام محمود کا ذکر ہے یہی مقام شفاعت ہے اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کو جہنم میں انکی خطاؤں کی وجہ سے ڈالے گا اور جب تک چاہے انہیں جہنم میں ہی رکھے گا پھر جب چاہے گا انہیں اس سے آزاد کر دے گا حضرت یزید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسکے بعد میرا خیال ٹھیک ہو گیا۔ حضرت طلق بن حبیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں بھی منکر شفاعت تھا یہاں تک کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے ملا اور اپنے دعویٰ کے ثبوت میں جن جن آیتوں میں جہنم کی پھینکی کا بیان ہے سب پڑھ ڈالیں تو آپ نے سن کر فرمایا اے طلق! کیا تم اپنے آپ کو کتاب اللہ اور سنت رسول ﷺ کے علم میں مجھ سے افضل جانتے ہو؟ سنو جتنی آیتیں تم نے پڑھی ہیں وہ سب اہل جہنم کے بارے میں ہیں یعنی مشرکوں کیلئے، لیکن جو لوگ نکلیں گے یہ وہ لوگ ہیں جو مشرک نہ تھے لیکن گنہگار تھے گناہوں کے بدلے سزا بھگت لی پھر جہنم سے نکال دیئے گئے۔ جابر رضی اللہ عنہ نے یہ سب فرما کر اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا یہ دونوں بہرے ہو جائیں اگر میں نے =

① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب من نوقش الحساب عذب، ۶۵۳۸، صحیح مسلم، ۲۸۰۵، احمد، ۲/۲۱۸، ابن حبان، ۷۳۵۱۔
 ② احمد، ۳/۳۵۵، صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب ادنى أهل الجنة منزلة فيها، ۱۹۱، ابن حبان ۷۴۸۳۔
 ③ ۱۷/الاسراء: ۷۹۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا جِزَاءً بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللَّهِ وَاللَّهُ

عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝ فَمَنْ تَابَ مِن بَعْدِ ظُلْمِهِ وَأَصْلَحَ فَإِنَّ اللَّهَ يَتُوبُ عَلَيْهِ إِنَّ

اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ ۝ أَلَمْ تَعْلَمْ أَنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۝ يُعَذِّبُ

مَنْ يَشَاءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَشَاءُ ۝ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

توجہ کی چوری کرنے والے مرد و عورت کے ہاتھ کاٹ دیا کرو بدلاس کا جو انہوں نے کیا تنبیہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ قوت و حکمت والا ہے۔ [۳۸] جو شخص اپنے گناہوں کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح کر لے تو اللہ تعالیٰ رحمت کے ساتھ اس کی طرف لوٹتا ہے۔ یقیناً اللہ تعالیٰ معاف فرمائے اللہ تعالیٰ کی طرف سے۔ [۳۹] کیا تجھے معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے آسمان و زمین کی بادشاہت ہے؟ جسے چاہے سزا دے اور جسے چاہے معاف کر دے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۴۰]

رسول اللہ ﷺ سے یہ سنا نہ ہو کہ جہنم میں داخل ہونے کے بعد بھی لوگ اس میں سے نکالے جائیں گے۔ اور وہ جہنم سے آزاد کر

دئے جائیں گے۔ قرآن کی یہ آیتیں جس طرح تم پڑھتے ہو، ہم بھی پڑھتے ہی ہیں۔ ①

قطع ید کا نصاب اور ہاتھ کاٹنے کی شرط: [آیت: ۳۸-۴۰] حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی قراءت میں ﴿فَاقْطَعُوا أَيْمَانَهُمَا﴾

ہے لیکن یہ قراءت شاذ ہے گوئل اسی پر ہے لیکن وہ عمل اس قراءت کی وجہ سے نہیں بلکہ دوسرے دلائل کی بنا پر ہے چور کے ہاتھ کاٹنے کا طریقہ اسلام سے پہلے بھی تھا۔ اسلام نے اسے تفصیل وار منظم کر دیا۔ اسی طرح قسامت دیت اور فرائض کے مسائل بھی پہلے تھے لیکن غیر منظم اور ادھورے اسلام نے انہیں ٹھیک ٹھاک کر دیا۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ سب سے پہلے دو ایک نامی ایک خزاعی شخص کے ہاتھ چوری کے الزام میں قریش نے کاٹے تھے اس نے کعبہ کا غلاف چرایا تھا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ چوروں نے اس کے پاس رکھ دیا تھا۔

بعض فقہاء کا خیال ہے کہ چوری کی چیز کی کوئی حد نہیں تھوڑی ہو یا بہت، محفوظ جگہ سے لی یا غیر محفوظ جگہ سے بہر صورت ہاتھ کاٹا جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت عام ہے تو ممکن ہے اس کے قول کا یہی مطلب ہو اور دوسرے مطالب بھی ممکن ہیں۔

ایک دلیل ان حضرات کی یہ حدیث بھی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ چور پر لعنت کرے کہ انڈا چراتا ہے اور ہاتھ کٹواتا ہے“

رسی چرائی اور ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔“ ② جمہور علماء کا مذہب یہ ہے کہ چوری کے مال کی حد مقرر ہے گو اس حد کے تقرر میں اختلاف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں تین درہم سکے والے خالص یا ان کی قیمت کی یا زیادہ کی کوئی چیز چننا صحیح بخاری و مسلم میں حضور ﷺ کا ایک ڈھال کی چوری پر ہاتھ کاٹا مروی ہے اور اس کی قیمت اتنی ہی تھی۔ ③ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اترج کے چور کے ہاتھ کاٹے

① احمد، ۳/۳۳۰، وسندہ ضعیف؛ شرح مشکل الآثار ۵۶۶۸، الأدب المفرد، ۸۱۸، یہ روایت سعید بن مہلب کی جہالت کی وجہ سے ضعیف ہے دیکھئے (الموسوعة الحديثية، ۲۲/۴۰۵) ② صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب لعن السارق اذا لم

یسم، ۶۷۸۳؛ صحیح مسلم، ۱۶۸۷؛ ابن ماجہ، ۲۵۸۳؛ احمد، ۲/۲۵۲؛ ابن حبان، ۵۷۴۸؛ بیہقی، ۲۵۳/۸؛ ابن ابی شیبہ، ۹/۴۷۳؛ نسائی، ۴۸۷۷؛ البغوی، ۲۵۹۸۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب قول اللہ تعالیٰ

﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوا أَيْدِيَهُمَا﴾ وفی کم یقطع، ۶۷۹۵؛ صحیح مسلم، ۱۶۸۶؛ ابوداؤد، ۴۳۸۵؛ ترمذی، ۱۴۴۶؛ نسائی، ۸/۱۷۶؛ ابن ماجہ، ۲۵۸۴؛ احمد، ۲/۵۴؛ ابن حبان، ۴۴۶۱؛ بیہقی، ۸/۲۵۶۔

تھے جب کہ وہ تین درہم کی قیمت کا تھا۔ ① حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا یہ فعل گویا صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع سکوتی ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ پھل کے چور کے ہاتھ کاٹنے جا میں گئے۔ حنفیہ اسے نہیں مانتے اور ان کے نزدیک چوری کے مال کا دس درہم کی قیمت کا ہونا ضروری ہے۔ اس میں شافعیہ کا خلاف ہے پاؤ دینار کے ثمر میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ہے کہ پاؤ دینار کی قیمت کی چیز ہو یا اس سے زیادہ ان کی دلیل بخاری و مسلم کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”چور کا ہاتھ پاؤ دینار میں پھر جو اس سے اوپر ہو اس میں کاٹنا چاہئے۔“ ② مسلم کی ایک حدیث میں ہے ”چور کا ہاتھ نہ کاٹا جائے مگر پاؤ دینار میں پھر اس سے اوپر میں۔“ ③ پس یہ حدیث اس مسئلہ کا صاف فیصلہ کر دیتی ہے اور جس حدیث میں تین درہم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہاتھ کاٹنے کو فرمانا مروی ہے وہ اس کے خلاف نہیں۔ اس لئے کہ اس وقت دینار بارہ درہم کا تھا پس اصل چوتھائی دینار ہے نہ کہ تین درہم۔ حضرت عمر بن الخطاب، حضرت عثمان بن عفان، حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہم بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز، یوسف بن سعد، اوزاعی، شافعی، اسحاق بن راہویہ، ابوثور اور ابو داؤد و ابن علی رضی اللہ عنہم کا بھی یہی قول ہے۔ ایک روایت میں امام اسحاق بن راہویہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ خواہ ربع دینار ہو خواہ تین درہم دونوں ہی ہاتھ کاٹنے کا نصاب ہے۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے ”چوتھائی دینار کی چوری پر ہاتھ کاٹ دو اس سے کم میں نہیں“ اس وقت دینار بارہ درہم کا تھا تو چوتھائی دینار تین درہم کا ہوا۔ ④ نسائی میں ہے ”چور کا ہاتھ ڈھال کی قیمت سے کم میں نہ کاٹا جائے۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا گیا ڈھال کی قیمت کیا ہے؟ فرمایا پاؤ دینار۔ ⑤ پس ان تمام احادیث سے صاف صاف ثابت ہو رہا ہے کہ دس درہم کی شرط لگانا کھلی غلطی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے ساتھیوں نے کہا ہے جس ڈھال کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں چور کا ہاتھ کاٹا گیا، اس کی قیمت دس درہم تھی ⑥ چنانچہ ابوبکر بن ابی شیبہ میں یہ موجود ہے اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مخالفت کر رہے ہیں اور حدود کے بارے میں احتیاط پر عمل کرنا چاہئے اور احتیاط زیادتی میں ہے اس لئے دس درہم نصاب، ہم نے مقرر کیا ہے بعض سلف کہتے ہیں کہ دس درہم یا ایک دینار حد ہے۔ علی بن مسعود، ابراہیم نخعی اور ابو جعفر باقر رضی اللہ عنہم سے یہی مروی ہے۔

سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں پانچوں انگلیاں نہ کاٹی جائیں مگر پانچ دینار یا پچاس درہم کی قیمت کے برابر کے مال کی چوری میں۔ ظاہر یہ کہ مذہب ہے کہ ہر تھوڑی بہت چیز کی چوری پر ہاتھ کاٹنے گا۔ انہیں جمہور نے یہ جواب دیا کہ اولاً تو یہ اطلاق منسوخ ہے لیکن جواب ٹھیک نہیں اس لئے کہ تاریخ نسخ کا کوئی یقین نہیں۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ انڈے سے مراد لوہے کا انڈہ ہے اور رسی سے مراد کشتیوں کے قیمتی رے ہیں۔ ⑦ تیسرا جواب یہ ہے کہ یہ فرمان باعتبار نتیجے کے ہے یعنی ان چھوٹی چھوٹی معمولی سی چیزوں سے

① مؤطا امام مالک، کتاب الحدود، باب ما یجب فیہ القطع، ۲/ ۸۳۲، ح ۱۴۱۸ و سندہ ضعیف لانتقاعہ۔

② صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿السارق والسارقة فاقطوا یدیهما﴾ و فی کم یقطع، ۶۷۸۹؛

صحیح مسلم، ۱۶۸۴؛ نسائی، ۷۸/۸؛ ابن ماجہ، ۲۵۸۵؛ احمد، ۶/ ۱۶۳؛ ابن حبان، ۴۴۵۹؛ بیہقی، ۸/ ۲۵۴۔

③ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد السرقة و نصابها، ۱۶۸۴۔ ④ احمد، ۶/ ۸۰، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو

صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء تحت رقم، ۲۴۰۲) اس کی سند صحیح ہے۔ ⑤ نسائی، کتاب قطع السارق، باب ذکر اختلاف ابی بکر

بن محمد و عبداللہ بن ابی بکر ۴۹۳۹، و هو صحیح شیخ البانی نے اس روایت پر صحیح لکھ کر ماکم لکھا ہے۔ دیکھئے (صحیح نسائی، ۴۵۸۳)

⑥ حاکم، ۴/ ۳۷۸، ۳۷۹، ح ۸۱۴۲ و سندہ ضعیف، ابن ابی شیبہ، ۶/ ۶۷۰ (۹/ ۴۷۴) ح ۲۸۰۹۵ و سندہ حسن موقوف۔

⑦ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب لعن السارق اذالم یسم، ۶۷۸۳۔

چوری شروع کرتا ہے آخر کار قیمتی چیزیں چرانے لگتا ہے اور ہاتھ کاٹا جاتا ہے۔ اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ فرمان حضور ﷺ بطور بیان واقعہ کے ہو یا م جاہلیت میں ہر چھوٹی سی چیز کی چوری پر بھی ہاتھ کاٹ دیا جاتا تھا۔ تو گویا حضور ﷺ بطور افسوس کے اور چور کو نادم کرنے کے فرما رہے ہیں کہ کیسا ذلیل اور بے وقوف انسان ہے کہ معمولی چیز کے لئے ہاتھ جیسی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے۔ مذکور ہے کہ ابوالعلاء معری جب بغداد میں آیا تو اس نے اس بارے میں بڑے اعتراض شروع کئے اور اس کے جی میں یہ خیال بیٹھ گیا کہ میرے اس اعتراض کا جواب کسی سے نہیں ہو سکتا۔ تو اس نے ایک شعر کہا کہ اگر ہاتھ کاٹ ڈالا جائے تو دیت پانچ سو دلوانیں اور پھر اسی ہاتھ کو پاؤ دینار کی چوری پر کنو ادیں یہ ایسا تاقض ہے کہ ہماری سمجھ میں تو آتا ہی نہیں خاموش ہیں اور کہتے ہیں ہمارا مولانا ہمیں جہنم سے بچائے۔ لیکن جب اس کی یہ کہو اس مشہور ہوئی تو علمائے کرام نے اسے جواب دینا چاہا تو یہ بھاگ گیا۔ پھر جواب مشہور کر دیے گئے۔ قاضی عبدالوہاب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ جب تک ہاتھ امین تھا تب تک شین یعنی قیمتی تھا اور جب یہ خائن ہو گیا، اس نے چوری کر لی تو اس کی قیمت گھٹ گئی۔ بعض بزرگوں نے اسے قدر سے تفصیل سے جواب دیا تھا کہ اس سے شریعت کی کامل حکمت ظاہر ہوتی ہے اور دنیا کا امن و امان قائم ہوتا ہے۔ جو کسی کا ہاتھ بے وجہ کاٹ ڈالے اس پر بڑا جرمانہ رکھتا کہ لوگ اس برے فعل سے بچیں وہاں یہی حکم مناسب تھا۔ چوری میں تھوڑی سی چیز پر اسے کاٹ دینے کا حکم دیا تاکہ چوری کا دروازہ اس خوف سے بند ہو جائے پس یہ تو عین حکمت ہے۔ اگر چوری میں بھی اتنی رقم کی قید لگائی جاتی تو چوریوں کا انسداد نہ ہوتا۔ ”یہ بدلہ ہے ان کے کرتوت کا“ مناسب مقام یہی ہے کہ جس عضو سے اس نے دوسرے کو نقصان پہنچایا ہے اسی عضو پر سزا ہوتا کہ انہیں کافی عبرت حاصل ہو اور دوسروں کو بھی تنبیہ ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ اپنے انتقام میں غالب ہے اور اپنے حکموں میں حکیم ہے۔ جو شخص اپنے گناہ کے بعد توبہ کر لے اور اللہ کی طرف جھک جائے اللہ تعالیٰ اسے اس کا گناہ معاف فرما دیا کرتا ہے ہاں جو مال چوری میں کسی کا لیا ہے چونکہ وہ اس شخص کا حق ہے لہذا صرف توبہ کرنے سے وہ معاف نہیں ہوتا تا وقتیکہ وہ مال جس کا ہے اسے نہ پہنچائے یا اس کے بدلے پوری پوری قیمت ادا کرے۔ جمہورائمہ کا یہی قول ہے صرف امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب چوری پر ہاتھ کٹ گیا اور مال تلف ہو چکا ہے تو اس کا بدلہ دینا اس پر ضروری نہیں۔ دارقطنی وغیرہ کی ایک مرسل حدیث میں ہے کہ ایک چور حضور ﷺ کے سامنے لایا گیا۔ جس نے چادر چرائی تھی آپ نے اس سے فرمایا ”میرا خیال ہے کہ تم نے چوری نہیں کی ہوگی۔“ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ میں نے چوری کی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اسے لے جاؤ اور اس کا ہاتھ کاٹ دو۔“ جب ہاتھ کٹ چکا اور آپ ﷺ کے پاس آئے تو آپ نے فرمایا ”توبہ کرو۔“ انہوں نے توبہ کی۔ آپ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول فرمائی۔“ ① ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت عمر بن مسعود رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس آ کر کہتے ہیں کہ حضرت! مجھ سے چوری ہو گئی ہے تو آپ مجھے پاک کیجئے فلاں قبیلے والوں کا اونٹ میں نے چرا لیا ہے۔ آپ ﷺ نے اس قبیلے والوں کے پاس آدی بھیج کر دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ ہمارا ایک اونٹ تو ضرور گم ہو گیا ہے۔ آپ ﷺ نے حکم دیا اور ان کا ہاتھ کاٹ ڈالا گیا۔ وہ ہاتھ کٹنے پر کہنے لگے اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے میرے جسم سے الگ کر دیا۔ تو نے میرے سارے جسم کو جہنم میں لے جانا تھا۔ ② ابن جریر میں ہے کہ ایک عورت نے کچھ زیور چرائے۔ ان لوگوں نے =

① شرح معانی الآثار، ۹۶/۲، دارقطنی، ۱۰۲/۳، حاکم، ۳۸۱/۴، بیہقی، ۲۷۶/۸ و سندہ صحیح۔

② ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب السارق یعترف، ۲۵۸۸، و سندہ ضعیف اس روایت میں ابن ماجہ نے غلط راوی ہے۔ (التقریب، ۱/۱۴۴ رقم: ۵۷۴) اور عبدالرحمن بن قنبلہ جمہول ہے۔ شیخ الہالبی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت پر ضعیف کا حکم لگایا ہے۔ (ضعیف ابن ماجہ ۵۶۲)

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ لَا يَحْزُنكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِينَ قَالُوا
 آمَنَّا بِأَقْوَامِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوبُهُمْ ۗ وَمِنَ الَّذِينَ هَادُوا ۗ سَمِعُونَ لِلْكَذِبِ
 سَمْعُونَ لِقَوْمٍ آخَرِينَ لَا لَمْ يَأْتُوكَ ۖ يَحْرِفُونَ الْكَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِهِ
 يَقُولُونَ إِنْ أُوتِيتُمْ هَذَا فَخُذُوهُ وَإِنْ لَمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوا ۗ وَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ فِتْنَتَهُ
 فَلَنْ تَبْلُغَ لَهُ مِنَ اللَّهِ شَيْئًا ۗ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَمْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يُطَهِّرَ قُلُوبَهُمْ ۗ
 لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ ۗ وَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ سَمِعُونَ لِلْكَذِبِ
 أَكْثُونَ لِلصَّحْتِ ۖ فَإِنْ جَاءُوكَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ أَوْ أَعْرِضْ عَنْهُمْ ۗ وَإِنْ تُعْرِضْ
 عَنْهُمْ فَلَنْ يَضُرُّوكَ شَيْئًا ۗ وَإِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُم بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۗ إِنَّ اللَّهَ
 يُحِبُّ الْمُقْسِطِينَ ۝ وَكَيْفَ يُحْكُمُونَكَ وَعِنْدَهُمُ التَّوْرَةُ فِيهَا حُكْمُ اللَّهِ ثُمَّ
 يَتَوَلَّوْنَ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ ۗ وَمَا أُولَئِكَ بِالْمُؤْمِنِينَ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَا التَّوْرَةَ فِيهَا
 هُدًى وَنُورٌ ۗ يُحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّونَ الَّذِينَ أَسْلَمُوا لِلَّذِينَ هَادُوا وَالرَّسُولُونَ
 وَالْأَحْبَارُ بِهَا اسْتَحْفِظُوا مِنْ كِتَابِ اللَّهِ وَكَانُوا عَلَيْهِ شُهَدَاءَ ۗ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ
 وَآخِشُونِ وَلَا تَشْتَرُوا بِآيَتِي ثَمَنًا قَلِيلًا ۗ وَمَنْ لَمْ يَحْكَمْ بِهَا أَنْزَلَ اللَّهُ
 فَأُولَئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ ۝

ترجمہ: اے نبی ﷺ! تو ان لوگوں کے پیچھے اپنا دل رنجیدہ خاطر نہ کر جو کفر میں سبقت کر رہے ہیں خواہ وہ ان منافقوں میں سے ہوں جو کہ
 زبانی تو ایمان کا دعویٰ کرتے ہیں لیکن حقیقتاً ان کے دل با ایمان نہیں اور خواہ وہ یہودیوں میں سے ہوں جو غلط باتوں کے سننے کے عادی
 ہیں اور ان لوگوں کے جاسوس ہیں جو اب تک آپ ﷺ کے پاس نہیں آئے۔ باتوں کے اصلی موقعوں کو چھوڑ کر انہیں بے اسلوب
 اور متغیر کر دیا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اگر تم یہی حکم دینے جاؤ تو قبول کر لینا اور اگر یہ حکم نہ دینے جاؤ تو الگ تھلگ رہنا۔ جس کا خراب کرنا
 اللہ کو منظور ہو تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی ہدایت میں سے کسی چیز کا مختار نہیں۔ اللہ کا ارادہ ان کے دلوں کو پاک کرنے کا نہیں۔ ان کے
 لئے دنیا میں بھی بڑی ذلت اور رسوائی ہے اور آخرت میں بھی ان کے لئے بہت سخت سزا ہے۔ [۴] یہ کان لگا کر جھوٹ کے سننے والے
 اور جی بھر بھر کراہ کھانے والے ہیں۔ اگر یہ تیرے پاس آئیں تو تجھے اختیار ہے خواہ ان کے آپس کا فیصلہ کر خواہ ان کو نال دے۔ اگر تو
 ان سے منہ پھیرے گا تو بھی یہ تجھے ہرگز کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے۔ اور اگر تو فیصلہ کرے تو ان میں عدل و انصاف کے ساتھ فیصلہ کر۔ عدل

والوں کے ساتھ اللہ محبت کرتا ہے۔ [۳۳] تجب کی بات ہے کہ وہ اپنے پاس تورات ہوتے ہوئے جس میں احکام الہی ہیں تجھے حکم بناتے ہیں۔ پھر اس کے بعد بھی پھر جاتے ہیں۔ دراصل یہ ایمان و یقین والے ہیں ہی نہیں۔ [۳۳] ہم نے تورات نازل فرمائی ہے جس میں ہدایت و نور ہے۔ یہودیوں میں اسی تورات کے ساتھ اللہ کے ماننے والے انبیاء اور اہل اللہ اور علماء فیصلے کرتے تھے۔ کیونکہ انہیں اللہ کی اس کتاب کی حفاظت کا حکم دیا گیا تھا۔ اور وہ اس پر اقراری گواہ تھے اب تمہیں چاہیے کہ لوگوں سے نہ ڈرو اور صرف میرا ڈر رکھو میری آیتوں کو تھوڑے تھوڑے مول پر نہ بچو جو لوگ اللہ کی اتاری ہوئی وحی کے ساتھ فیصلے نہ کریں وہ پورے اور پختہ کافر ہیں۔ [۳۳]

= حضور ﷺ کے پاس اسے پیش کیا۔ آپ نے اس کا دایاں ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ جب کٹ چکا تو اس عورت نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میری توبہ بھی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا تو ایسی پاک صاف ہوگئی کہ گویا آج ہی پیدا ہوئی ہو اس پر آیت ﴿فَمَنْ تَابَ﴾ الخ نازل ہوئی۔ ① مسند احمد میں اتنا اور بھی ہے کہ اس وقت اس عورت والوں نے کہا ہم اس کا فدیہ دینے کو تیار ہیں۔ لیکن آپ ﷺ نے اسے قبول نہ فرمایا اور ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ ② یہ عورت مخدوم قبیلے کی تھی اس کا یہ واقعہ بخاری و مسلم ③ میں بھی موجود ہے کہ چونکہ یہ بڑے گھرانے کی عورت تھی۔ لوگوں میں بڑی تشویش پھیلی اور ارادہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس کے بارے میں کچھ کہیں سنیں۔ یہ واقعہ غزوہ فتح میں ہوا تھا۔ بالآخر طے یہ ہوا کہ حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما جو رسول اللہ ﷺ کے بہت پیارے ہیں وہ ان کے بارے میں حضور ﷺ سے سفارش کریں۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے جب ان کی سفارش کی تو حضور ﷺ کو سخت ناگوار لگا اور غصے سے فرمایا "اسامہ! تو اللہ تعالیٰ کی حدود میں سے ایک حد کے بارے میں سفارش کر رہا ہے؟" اب تو حضرت اسامہ رضی اللہ عنہما بہت گھبرائے اور کہنے لگے مجھ سے بڑی خطا ہوئی میرے لئے آپ استغفار کیجئے۔ شام کے وقت اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس میں اللہ تعالیٰ کی پوری حمد و ثنا کے بعد فرمایا "تم سے پہلے کے لوگ اسی خصلت پر تباہ و برباد ہو گئے۔ کہ ان میں سے جب کوئی شریف شخص یعنی بڑا آدمی چوری کرتا تھا تو اسے چھوڑ دیتے تھے۔ اور جب کوئی معمولی آدمی چوری کرتا تو اس پر حد جاری کرتے اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا بنت محمد بھی چوری کریں تو میں ان کے بھی ہاتھ کاٹ دوں" پھر حکم دیا اور اس عورت کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں پھر اس بیوی صاحبہ رضی اللہ عنہما نے توبہ کی اور پوری اور پختہ توبہ کی اور نکاح کر لیا پھر وہ میرے پاس اپنے کسی کام کاج کے لئے آئی تھیں اور میں ان کی حاجت آنحضرت ﷺ سے بیان کر دیا کرتی تھی۔ ④ مسلم میں ہے کہ ایک عورت لوگوں سے اسباب ادھار لیتی تھی پھر انکار کر جایا کرتی تھی۔ حضور ﷺ نے اس کے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ ⑤ اور روایت میں ہے یہ زیور اس طرح لیتی تھی اور اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو ہوا تھا۔ ⑥ کتاب الاحکام میں ایسی بہت سی حدیثیں وارد ہیں جو چوری کے ساتھ تعلق رکھتی ہیں فَانْفِصَلْ مِنْهُ لِيْلَهُ۔ جمع ملوک کا مالک، ساری کائنات کا حقیقی بادشاہ سچا حاکم اللہ تعالیٰ ہی ہے جس کے کسی حکم کو کوئی روک نہیں سکتا۔ جس کے کسی ارادے کو کوئی بدل نہیں سکتا جسے چاہے بخشے جسے چاہے عذاب کرنے ہر ہر

① الطبری، ۱۰/۲۹۹ - ② احمد، ۲/۱۷۷ و سندہ ضعیف مجمع الزوائد، ۶/۲۷۸، امام حاشی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب کراهية الشفاعة في الحد إذا رفعت الى السلطان، ۶۷۸۸، صحیح مسلم، ۱۶۸۸۔

④ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ۵۴، ۴۳۰۴، صحیح مسلم، ۱۶۸۸، ابوداؤد، ۴۳۷۳، ترمذی، ۱۴۳۰، نسائی،

۴۹۰۷، ابن ماجہ ۲۵۴۷، ابن حبان، ۴۴۰۲، بیہقی، ۸/۲۵۳۔ ⑤ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب قطع

السارق الشريف وغيره والنهي عن الشفاعة في الحد ۱۶۸۸۔ ⑥ نسائی، کتاب قطع السارق، باب ما يكون

حرزا وما لا يكون، ۴۸۹۳، وهو صحیح شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح الاسناد کہا ہے۔ دیکھئے (الارواء تحت رقم، ۲۴۰۵)

چیز پر قادر ہے اس کی قدرت کامل اور اس کا قبضہ سچا ہے۔

ذاتی قیاس اور نفسانی خواہشات کی مذمت: [آیت: ۳۱-۳۲] ان آیتوں میں ان لوگوں کی مذمت بیان ہو رہی ہے جو رائے قیاس اور خواہش نفسانی کو اللہ کی شریعت پر مقدم رکھتے ہیں اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کی اطاعت سے نکل کر کفر کی طرف دوڑتے بھاگتے رہتے ہیں۔ گویہ لوگ زبانی ایمان کے دعوے کریں لیکن ان کا دل ایمان سے خالی ہے۔ منافقوں کی یہی حالت ہے کہ زبان کے کھرے دل کے کھوٹے اور یہی خصلت یہودیوں کی ہے جو اسلام اور اہل اسلام کے دشمن ہیں۔ یہ جھوٹ کو مزے سے سنتے ہیں اور دل کھول کر قبول کرتے ہیں۔ لیکن سچ سے بھاگتے ہیں بلکہ نفرت کرتے ہیں۔ اور جو لوگ آپ ﷺ کی مجلس میں نہیں آتے یہ یہاں کی وہاں لگاتے ہیں ان کی طرف سے جاسوسی کرنے کو آتے ہیں پھر نالائقی یہ کرتے ہیں کہ بات کو بدل ڈالا کرتے ہیں مطلب کچھ ہوئے کچھ اڑاتے ہیں۔ ارادے یہی ہیں کہ اگر تمہاری خواہش کے مطابق کہے تو مان لو طبیعت کے خلاف ہو تو دور رہو۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت ان یہودیوں کے بارے میں اتری تھی۔ جن میں ایک کو دوسرے نے قتل کر دیا تھا اب کہنے لگے چلو حضور ﷺ کے پاس چلیں اگر دیت جرمانے کا حکم دیں تو منظور کر لیں گے اور اگر قصاص بدلے کو فرمائیں تو نہیں مانیں گے۔ لیکن زیادہ صحیح بات یہ کہ وہ ایک زنا کار کو لے کر آئے تھے ان کی کتاب تورات میں دراصل حکم تو یہ تھا کہ شادی شدہ زانی کو سنگسار کیا جائے، لیکن انہوں نے اسے بدل ڈالا تھا۔ اور سو کوڑے مار کر منہ کالا کر کے اور انا گدھے پر سوار کر کے رسوائی کر کے چھوڑ دیتے تھے جب ہجرت کے بعد ان میں سے کوئی زنا کاری کے جرم میں پکڑا گیا تو یہ کہنے لگے آؤ حضور ﷺ کے پاس چلیں اور آپ سے اس کے بارے میں سوال کریں اگر آپ بھی وہی فرمائیں جو ہم کرتے ہیں تو اسے قبول کر لیں اور اللہ کے ہاں بھی یہ ہماری سند ہو جائے گی رجم کو فرمائیں تو نہیں مانیں گے۔ چنانچہ یہ آئے اور حضور ﷺ سے ذکر کیا کہ ہمارے ایک مرد عورت نے یہ بدکاری کی ہے۔ ان کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”تمہارے ہاں تورات میں کیا حکم ہے؟“ انہوں نے کہا ”ہم تو اسے رسوا کرتے ہیں اور کوڑے مار کر چھوڑتے ہیں“ یہ سن کر حضرت عبداللہ بن سلام نے فرمایا جھوٹ کہتے ہو۔ تورات میں سنگسار کرنے کا حکم ہے لاؤ تورات پیش کرو۔ انہوں نے تورات کھولی، لیکن آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر آگے پیچھے کی سب عبارت پڑھ کر سنائی۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سمجھ گئے۔ اور آپ نے فرمایا اپنے ہاتھ کو تو ہٹا ہاتھ ہٹایا تو سنگسار کرنے کی آیت موجود تھی اب تو انہیں بھی اقرار کرنا پڑا۔ پھر حضور ﷺ کے حکم سے زانیوں کو سنگسار کر دیا گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے دیکھا کہ وہ اس زانی عورت کو پتھروں سے بچانے کے لئے اس کے آڑے آجاتا تھا ❶ (بخاری و مسلم) اور سند سے مروی ہے کہ یہودیوں نے کہا ہم تو اسے کالا منہ کر کے کچھ مار پیٹ کر چھوڑ دیتے ہیں۔ اور آیت کے ظاہر ہونے کے بعد انہوں نے کہا ہے تو یہی حکم لیکن ہم نے تو اسے چھپالیا تھا۔ جو پڑھ رہا تھا اسی نے رجم کی آیت پر اپنا ہاتھ رکھ دیا تھا۔ جب اس کا ہاتھ اٹھوایا تو آیت لپکتی ہوئی نظر آئی۔ ان دونوں کے رجم کرنے والوں میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بھی موجود تھے۔

اور روایت میں ہے کہ ان لوگوں نے اپنے آدمی بھیج کر آپ ﷺ کو بلوایا تھا۔ اپنے مدرسے میں گدی پر آپ ﷺ کو بٹھایا

❶ صحیح بخاری، کتاب الحدود، باب احکام اهل الذمة واحسانهم اذ انزلوا..... ۶۸۴۱، ۷۵۴۳، صحیح مسلم، ۱۶۹۹، ابو داؤد، ۴۴۴۶، ابن حبان، ۴۴۳۴، بیہقی، ۲۱۴/۸، مؤطا امام مالک، ۸۱۹۔

تھا اور جو تورات آپ کے سامنے پڑھ رہا تھا، ① وہ ان کا بہت بڑا عالم تھا۔ اور روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے قسم دے کر پوچھا تھا تم تورات میں شادی شدہ زانی کی کیا سزا پاتے ہو؟ تو انہوں نے یہی جواب دیا تھا، لیکن ایک نوجوان کچھ نہ بولا خاموش ہی کھڑا رہا۔ آپ ﷺ نے اس کی طرف دیکھ کر خاص اسے دوبارہ قسم دی اور جواب مانگا۔ اس نے کہا جب آپ ایسی قسمیں دے رہے ہیں تو میں جھوٹ نہ بولوں گا۔ واقعی تورات میں ان لوگوں کے ذمے سنگساری ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اچھا پھر یہ بھی کچ بچ بتاؤ کہ پہلے پہل اس رجم کو تم نے کیوں اور کس پر سے اڑایا؟“ اس نے کہا حضرت! ہمارے کسی بادشاہ کے رشتے دار بڑے آدمی نے زنا کاری کی اس کی عظمت اور بادشاہ کی ہیبت کے مارے اسے رجم نہ کیا، پھر ایک عامی آدمی نے بدکاری کی تو اسے رجم کرنا چاہا لیکن اس کی ساری قوم چڑھ دوڑی کہ یا تو اس اگلے شخص کو بھی رجم کرو ورنہ اسے بھی چھوڑ دو۔ آخر ہم نے نل کر یہ طے کیا کہ بجائے رجم کے اس قسم کی کوئی سزا مقرر کر دی جانی۔ چنانچہ حضور ﷺ نے تورات کے حکم کو جاری کیا اور اسی بارے میں آیت ﴿اِنَّا اَنْزَلْنَا﴾ اتر لی۔ پس آنحضرت ﷺ بھی ان احکام کے جاری کرنے والوں میں سے ہیں۔ ② (احمد ابوداؤد) مسند احمد میں ہے ایک شخص کو یہودی کالا منہ کئے لے جا رہے تھے۔ اور اسے کوڑے بھی مار رہے تھے۔ تو آپ ﷺ نے بلا کر ان سے ماہر پوچھا۔ انہوں نے کہا کہ اس نے زنا کیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا زانی کی یہی سزا تمہارے ہاں ہے؟“ کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے ان کے ایک عالم کو بلا کر اسے سخت قسم دے کر پوچھا تو اس نے کہا کہ اگر آپ ایسی قسم نہ دیتے تو میں ہرگز نہ بتاتا بات یہ ہے کہ ہمارے ہاں دراصل زنا کاری کی سزا سنگساری ہے، لیکن چونکہ امیر الامرا اور شرفا لوگوں میں یہ بدکاری بڑھ گئی تھی اور انہیں اس قسم کی سزا دینی ہم نے مناسب نہ جانی۔ اس لئے انہیں تو چھوڑ دیتے تھے۔ اور حکم ربانی مارا نہ جائے اس لئے غریب غریب خیاں کو رجم کر دیتے تھے، پھر ہم نے رائے زنی کی کہ آؤ کوئی ایسی تجویز کرو کہ شریف اور غیر شریف امیر اور غریب سب پر یکساں جاری ہو سکے چنانچہ ہمارا سب کا اس بات پر اجماع ہوا کہ منہ کالے کرادیں اور کوڑے لگائیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے حکم دیا کہ ان دونوں کو سنگسار کرو چنانچہ انہیں رجم کرویا گیا۔ اور آپ ﷺ نے فرمایا ”اے اللہ! میں پہلا وہ شخص ہوں جس نے تیرے ایک مردہ حکم کو زندہ کیا۔“ اس پر آیت ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ لَا يَحْزَنْكَ﴾ سے ﴿هُمُ الْكٰفِرُونَ﴾ ③ تک نازل ہوئی۔

ان ہی یہودیوں کے بارے میں اور آیت میں ہے ”اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرنے والے ظالم ہیں۔“ اور آیت میں ہے ”فاسق ہیں“ ④ (مسلم وغیرہ) اور روایت میں ہے کہ واقعہ زنا فدک میں ہوا تھا۔ اور وہاں یہودیوں نے مدینہ شریف کے یہودیوں کو لکھ کر حضور ﷺ سے معلوم کرایا تھا۔ جو عالم ان کا آیا اس کا نام ابن صورتا تھا یہ آکھ کا بھیجا تھا اور اس کے ساتھ ایک دوسرا عالم بھی تھا۔ حضور ﷺ نے جب انہیں قسم دی تو دونوں نے قبول کیا تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے کہا تھا ”تمہیں اس اللہ کی قسم جس نے بنو اسرائیل کے لئے پانی میں راہ کر دی تھی اور ابر کا سایہ ان پر کیا تھا اور فرعونینوں سے بچالیا تھا۔ اور سن و سلوی اتارا تھا۔“ اس قسم سے وہ چونک گئے۔ اور آپس میں کہنے لگے بڑی زبردست قسم ہے۔ اس موقع پر جھوٹ بولنا ٹھیک نہیں۔ تو کہا

① ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی رجم الیہودیین، ۴۴۴۹، وهو حسن شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو حسن کہا ہے۔ دیکھئے (الإرواء تحت رقم، ۱۲۵۳) ② ابوداؤد حوالہ سابق رقم، ۴۴۵۰؛ وسندہ ضعیف سند میں ایک راوی مجہول ہے۔ احمد، ۲/۲۸۰، مختصراً، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ابوداؤد، ۹۵۹) ③ ۵/ المائدة: ۶۷، ۶۸۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب رجم الیہود اهل الذمة فی الزنی، ۱۷۰۰، ابوداؤد، ۴۴۴۷، السنن الکبریٰ للنسائی، ۷۲۱۸، ابن ماجہ ۲۵۵۸، احمد، ۴/۲۸۴، بیہقی، ۸/۲۴۶۔

حضور ﷺ تورات میں یہ ہے کہ بری نظر سے دیکھنا بھی مثل زنا کے ہے۔ اور گلے لگانا بھی اور بوسہ لینا بھی اگر چار گواہ اس بات کے ہوں کہ انہوں نے دخول و خروج دیکھا ہے جیسا کہ سلائی سرمد دانی میں جاتی آتی ہے تو رجم واجب ہو جاتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”یہی مسئلہ ہے“ پھر حکم دیا اور انہیں رجم کر دیا گیا۔ اس پر یہ آیت ﴿فَإِنْ جَاءَ وَكَ﴾ الخ اتری ۱ (ابوداؤد وغیرہ)۔ ایک روایت میں ہے جو دو عالم آپ ﷺ کے سامنے لائے گئے تھے یہ دونوں صورتوں کے لڑکے تھے۔ ترک حد کا سبب اس روایت میں یہودیوں کی طرف سے یہ بیان ہوا ہے کہ جب ہم میں سلطنت نہ رہی تو ہم نے اپنے آدمیوں کی جان لینی مناسب نہ سمجھی۔ پھر آپ ﷺ نے گواہوں کو بلوا کر گواہی لی جنہوں نے بیان دیا کہ ہم نے اپنی آنکھوں انہیں اس برائی میں صاف صاف دیکھا جس طرح سرمد دانی میں سلائی ہوتی ہے۔ ۲ دراصل تورات وغیرہ کا منگوانا ان کے عالموں کو بلوانا یہ سب انہیں الزام دینے کے لئے تھا نہ اس لئے تھا کہ وہ اسی کے ماننے کے مکلف ہیں، نہیں بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کا فرمان واجب العمل ہے اس سے مقصد ایک تو حضور ﷺ کی سچائی کا اظہار تھا کہ اللہ کی وحی سے آپ نے یہ معلوم کر لیا کہ ان کی تورات میں بھی حکم رجم موجود ہے اور یہی نکلا دوسرے ان کی رسوائی کہ انہیں پہلے کے انکار کے بعد اقرار کرنا پڑا اور دنیا پر ظاہر ہو گیا کہ یہ لوگ فرمان اللہ کے چھپانے والے اور اپنی رائے قیاس پر عمل کرنے والے ہیں اور اس لئے بھی کہ یہ لوگ سچے دل سے حضور ﷺ کے پاس کچھ اس لئے نہیں آئے تھے کہ آپ ﷺ کی حکم برداری کریں گے بلکہ محض اس لئے آئے تھے کہ آپ ﷺ سے بھی اپنے اجماع کے موافق پائیں تو لے لیں گے ورنہ ہرگز نہ قبول کریں گے اس لئے فرمان ہے کہ ”جنہیں اللہ گمراہ کر دے تو ان کی کسی قسم کی راستی کا مختار نہیں ہے“ ان کے گندے دلوں کو پاک کرنے کا ارادہ اللہ کا نہیں ہے۔ یہ دنیا میں ذلیل و خوار ہوں گے آخرت میں داخل نارہوں گے۔ یہ باطل کو کان لگا کر مزے لے کر سننے والے ہیں رشوت جیسی حرام چیز کو دن دہاڑے کھانے والے ہیں بھلا ان کے جس دل کیسے پاک ہوں گے؟ اور ان کی دعائیں اللہ کیسے سنے گا؟ اگر یہ تیرے پاس آئیں تو تجھے اختیار ہے کہ ان کے فیصلے کر یا نہ کر، اگر تو ان سے منہ پھیر لے جب بھی یہ تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے کیونکہ ان کی اتباع حق نہیں بلکہ اپنی خواہشوں کی پیروی ہے۔ بعض بزرگ کہتے ہیں یہ آیت منسوخ ہے اس آیت سے ﴿وَإِنْ أَحْكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ﴾ ۳، ۴ پھر فرمایا ”اگر تو ان میں فیصلے کرے تو عدل و انصاف کے ساتھ کر“ گو یہ خود ظالم ہیں اور عدل سے ہٹے ہوئے ہیں“ اور جان رکھ کہ اللہ تعالیٰ عادل لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔“

یہودیوں کی خباثت کا بیان: پھر ان کی خباثت بد باطنی اور سرکشی بیان ہو رہی ہے کہ ایک طرف تو اس کتاب اللہ کو چھوڑ رکھا ہے جس کی تابعداری اور حقانیت کے خود قائل ہیں دوسری طرف اس جانب جھک رہے ہیں جسے نہیں مانتے اور جسے جھوٹ مشہور کر رکھا ہے اور پھر اس میں بھی نیت بد ہے کہ اگر وہاں سے ہماری خواہش کے مطابق حکم ملے تو لے لیں گے ورنہ چھوڑ چھاڑ دیں گے نہ تو فرمایا کہ یہ کیسے تیری حکم برداری کریں گے؟ انہوں نے تو تورات کو بھی چھوڑ رکھا ہے جس میں حکم اللہ ہونے کا اقرار انہیں بھی ہے لیکن پھر بھی بے ایمانی کر کے اس سے پھر جاتے ہیں۔ پھر اس تورات کی مدحت و تعریف بیان فرمائی جو اس نے اپنے برگزیدہ رسول حضرت موسیٰ بن عمران علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی کہ اس میں ہدایت و نورانیت تھی انبیاء علیہم السلام جو اللہ کے زیر فرمان تھے اسی پر فیصلہ کرتے رہے یہودیوں میں اسی کے احکام جاری کرتے رہے تبدیل تحریف سے بچے رہے اور ربانی یعنی عابد علماء اور احبار یعنی ذی علم لوگ بھی اسی روش پر رہے

۱ ابوداؤد، کتاب الحدود، باب فی رجم الیہودیین، ۴۴۵۲، وسندہ ضعیف، ابن ماجہ، ۲۳۲۸، مختصراً اس روایت میں محمد بن سعید ضعیف راوی ہے۔ (الضعفاء والمتروکین، ۳/۳۵) ۲ اس کا حکم بھی پہلی روایت کا ہے۔

۳ ۵/المائدہ: ۴۹۔ ۴ الطبری، ۱۰/۳۳۰۔

کیونکہ انہیں یہ پاک کتاب سوچنی گئی تھی۔ اور اس کے اظہار کا اور اس پر عمل کرنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا اور وہ اس پر گواہ و شاہد تھے اب تمہیں چاہئے کہ بجز اللہ کے کسی اور ایسے نہ ڈرڈھاں قدم قدم اور لمحہ لمحہ پر خوف الہی رکھو اور میری آیتوں کو تھوڑے تھوڑے مول پر فرودخت نہ کیا کرو۔ جان لو کہ اللہ کی وحی کا حکم جو نہ کرے وہ کافر ہے۔ اس میں دو قول ہیں جو ابھی بیان ہوں گے ان شاء اللہ۔ ان آیتوں کا ایک اور شان نزول بھی سن لیجئے! ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایسے لوگوں کو اس آیت میں تو کافر کہا دوسری میں ظالم تیسری میں فاسق۔ بات یہ ہے کہ یہودیوں کے دو گروہ تھے ایک غالب تھا دوسرا مغلوب تھا ان کی آپس میں اس بات پر صلح ہوئی تھی کہ غالب ذی عزت فرتے گا کوئی شخص اگر مغلوب ذلیل فرقہ کے کسی شخص کو قتل کر ڈالے تو پچاس (۵۰) دسق دیت دے اور ذلیل لوگوں میں سے کوئی عزیز شخص کو قتل کر دے تو ایک سو (۱۰۰) دسق دیت دے یہی رواج ان میں چلا آ رہا تھا۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئے اس کے بعد ایک واقعہ ایسا ہوا کہ ان نیچے والے یہودیوں میں سے کسی نے کسی اونچے یہودی کو مار ڈالا یہاں سے آدمی گیا کہ لاؤ سو (۱۰۰) دسق دلاؤ۔ وہاں سے جواب ملا کہ یہ صریح نا انصافی ہے کہ ہم دونوں ایک ہی قبیلے کے ایک ہی دین کے ایک ہی نسب کے ایک ہی شہر کے پھر ہماری دیت کم اور تمہاری زیادہ۔ ہم چونکہ اب تک تم سے بے ہوئے تھے اس نا انصافی کو بادل ناخواست برداشت کرتے رہے۔ لیکن اب جب کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے عادل بادشاہ یہاں آ گئے ہیں ہم تمہیں اتنی ہی دیت دیں گے جتنی تم ہمیں دو۔ اس بات پر ادھر ادھر سے آستینیں چڑھ گئیں پھر آپس میں یہ بات طے ہوئی کہ اچھا اس جھگڑے کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سونپ دیا جائے، لیکن اونچی قوم کے لوگوں نے اپنے آپس میں جب مشورہ کیا تو ان کے سمجھ داروں نے کہا دیکھو اس سے ہاتھ دھو رکھو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی نا انصافی کا حکم کریں یہ صریح زیادتی ہے کہ ہم آدمی دیں اور پوری لیس اور فی الواقع ان لوگوں نے دب کر اسے منظور کیا تھا۔ اب جو تم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم اور ثالث مقرر کیا ہے تو یقیناً تمہارا یہ حق مارا جائے گا۔ کسی نے رائے دی کہ اچھا یوں کرو کسی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چپکے سے بھیج دو وہ معلوم کر آئے کہ آپ فیصلہ کیا کریں گے؟ اور اگر ہماری موافقت میں ہو تو بہت اچھا چلو اور ان سے حق حاصل کر آؤ اور اگر خلاف ہو تو بس الگ تھلگ ہی اچھے ہیں۔ چنانچہ مدینہ کے چند منافقوں کو انہوں نے جا سوس بنا کر حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا۔ یہاں وہ پہنچے اس سے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ آیتیں اتار کر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں فرقوں کے بد ارادوں سے مطلع فرمادیا۔ ① (ابوداؤد)۔ اور روایت میں ہے کہ یہ دونوں قبیلے بنو نضیر اور بنو قریظہ تھے بنو نضیر کی پوری دیت تھی اور بنو قریظہ کی آدمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی دیت برابر یکساں دینے کا فیصلہ صادر فرمادیا۔ اور روایت میں ہے کہ قرظی اگر کسی نصری کو قتل کر ڈالے تو اس سے قصاص لیتے تھے لیکن اس کے خلاف میں قصاص تھا ہی نہیں سو (۱۰۰) دسق دیت تھی۔ ② یہ بہت ممکن ہے کہ ادھر یہ واقعہ ہوا ادھر زنا کا قصہ واقع ہوا جس کا تفصیلی بیان پہلے گزر چکا ہے اور ان دونوں پر یہ آیتیں نازل ہوئیں وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

ہاں ایک بات اور ہے جس سے دوسری شان نزول کی تقویت ہوتی ہے وہ یہ کہ اس کے بعد ہی فرمایا ہے ﴿وَكُنْتُمْ عَلَيْهِمْ فِيهَا﴾ یعنی ”ہم نے یہودیوں پر تورات میں یہ حکم فرض کر دیا تھا کہ جان کے عوض میں جان آ نکھ کے عوض میں آنکھ“ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ پھر

- ① احمد، ۲۴۶/۱، ابوداؤد کتاب القضاء باب فی القاضی یخطی، ۳۵۷۶، وسندہ حسن، الطبری، ۶/۲۵۴، طبرانی، ۱۰۷۳۲، مجمع الزوائد، ۱۶/۷، شیخ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة، ۲۵۵۲)
- ② ابوداؤد، کتاب القضاء باب الحکم بین اهل الذمة، ۳۵۹۱، وسندہ ضعیف داؤد بن حصین کی تکرر سے روایت منکر ہوتی ہے۔ نسائی، ۴۷۳۷، احمد، ۳/۱۔

وَكُتِبْنَا عَلَيْهِمْ فِيهَا أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ لَا وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْأَنْفَ بِالْأَنْفِ
وَالْأُذُنَ بِالْأُذُنِ وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ وَالْجُرُوحَ قِصَاصٌ ط فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهِ فَهُوَ
كُفَّارَةٌ لَهُ ط وَمَنْ لَّمْ يَحْكَمْ بِهَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ﴿٣٥﴾

ترجمہ: ہم نے یہودیوں کے ذمہ توہرات میں یہ بات مقرر کر دی تھی کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور خاص زخموں کا بھی بدلہ ہے، پھر جو شخص اس کو معاف کر دے تو اس کے لئے کفارہ ہے۔ اور جو شخص اللہ کے نازل کئے ہوئے کے مطابق حکم نہ کرے وہی لوگ ظالم ہیں۔ [۳۵]

== انہیں کا فر کہا گیا جو اللہ تعالیٰ کی شریعت اور اس کی اتاری ہوئی وحی کے مطابق فیصلے اور حکم نہ کریں۔ گو یہ شان نزول کے اعتبار سے بقول مفسرین اہل کتاب کے بارے میں ہے لیکن حکم کے اعتبار سے ہر شخص کو شامل ہے۔ بنو اسرائیل کے بارے میں اتاری اور اس امت کا بھی یہی حکم ہے۔ ① ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رشوت حرام ہے اور رشوت ستانی کے بعد کسی شرعی مسئلہ کے خلاف فتویٰ دینا کفر ہے۔ سدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے وحی ربانی کے خلاف عہد فتویٰ دیا۔ جاننے کے باوجود اسکے خلاف کیا وہ کافر ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جس نے اللہ کے فرمان کا انکار کیا اس کا یہ حکم ہے تو جس نے انکار تو نہ کیا لیکن اس کے مطابق نہ کہا وہ ظالم اور فاسق ہے ② خواہ اہل کتاب ہو خواہ کوئی بھی ہو۔ شعیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مسلمانوں میں جس نے کتاب اللہ کے خلاف فتویٰ دیا وہ کافر ہے اور یہودیوں میں دیا ہو تو ظالم ہے اور نصرانیوں میں دیا تو فاسق ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس کا کفر اس آیت کے ساتھ ہے۔ طاؤس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا کفر اس کے کفر جیسا نہیں جو سرے سے اللہ و رسول، قرآن اور فرشتوں کا منکر ہو۔ عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کفر کفر سے کم ہے اسی طرح ظلم و فسق کے بھی ادنیٰ اعلیٰ درجے ہیں۔ ③ اس کفر سے وہ ملت اسلام سے پھر جانے والا نہیں ہو جاتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس سے مراد وہ کفر نہیں جس کی طرف تم جا رہے ہو۔ ④

قصاص اور دیت میں برابری کا حکم اور معاف کرنے کی ترغیب: [آیت: ۳۵] یہودیوں کو سرزنش کی جا رہی ہے کہ ان کی کتاب میں صاف لفظوں میں جو حکم تھا یہ کھلم کھلا اس کا بھی خلاف کر رہے ہیں اور سرکشی اور بے پرواہی سے اسے بھی چھوڑ رہے ہیں۔ نصری یہودیوں کو تو قرظی یہودیوں کے بدلے قتل کرتے ہیں لیکن قرظہ کے یہود کو بنو نضیر کے یہود کے عوض قتل نہیں کرتے، بلکہ دیت لے کر چھوڑ دیتے ہیں اسی طرح انہوں نے شادی شدہ زانی کی سنگساری کے حکم کو بدل دیا ہے اور صرف منہ کالا کر کے رسوا کر کے مار پیٹ کر چھوڑ دیتے ہیں اس لئے تو وہاں انہیں کا فر کہا یہاں انصاف نہ کرنے کی وجہ سے انہیں ظالم کہا۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ﴿وَالْعَيْنُ﴾ پڑھنا بھی مروی ہے۔ ⑤ (ابوداؤد وغیرہ)۔ علمائے کرام کا قول ہے کہ اگلی شریعت جو ہمارے سامنے بطور تقریر کے بیان کی جائے اور منسوخ نہ ہو جائے تو وہ ہمارے لئے بھی شریعت ہے جیسے کہ یہ احکام سب کے سب ہماری شریعت میں بھی اسی طرح

① الطبری، ۱۰/۳۵۶۔ ② ایضاً، ۴/۵۹۷۔ ③ ایضاً، ۴/۵۹۵، (۱۱۶/۶) وسندہ صحیح) شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة تحت رقم، ۲۵۵۲) ④ حاکم، ۲/۳۱۲۔

⑤ ابوداؤد، کتاب الحروف والقراءات، ۳۹۷۶، وسندہ ضعیف ابن شہاب زہری کے سماع کی تصریح نہیں۔ ترمذی، ۲۹۲۹، احمد، ۲/۲۱۵، مسند ابی یعلیٰ، ۳۵۶۶، حاکم، ۲/۲۳۶۔

ہیں۔ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس مسئلہ میں تین مسلک ہیں ایک تو وہی جو بیان ہوا ایک اس کے بالکل برخلاف ایک یہ کہ ابراہیمی شریعت صرف جاری اور باقی ہے اور کوئی نہیں۔ اس آیت کے عموم سے یہ بھی استدلال کیا گیا ہے کہ مرد کو عورت کے بدلے بھی قتل کیا جائے گا کیونکہ یہاں لفظ نفس ہے جو مرد و عورت دونوں کو شامل ہے چنانچہ حدیث شریف میں بھی ہے کہ مرد کو عورت کے خون کے بدلے قتل کیا جائے گا۔ ① اور حدیث میں ہے ”مسلمانوں کے خون آپس میں مساوی ہیں۔“ ② بعض بزرگوں سے مروی ہے کہ مرد جب کسی عورت کو قتل کر دے تو اس کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔ بلکہ صرف دیت لی جائے گی، لیکن یہ قول جمہور علماء کے خلاف ہے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں کہ ذی کفر کے قتل کے بدلے بھی مسلمان قتل کر دیا جائے گا اور غلام کے قتل کے بدلے آزاد بھی قتل کر دیا جائے گا، لیکن یہ مذہب جمہور کے خلاف ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”مسلمان کافر کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔“ ③ اور سلف کے بہت سے آثار اس بارے میں موجود ہیں کہ وہ غلام کا قصاص آزاد سے نہیں لیتے تھے اور آزاد غلام کے بدلے قتل نہ کیا جائے گا۔ حدیثیں بھی اس بارے میں مروی ہیں لیکن صحت کو نہیں پہنچیں۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں اس مسئلہ میں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلاف اجماع ہے، لیکن ان باتوں سے اس قول کا بطلان لازم نہیں آتا تاہم فقہانہ آیت کے عموم کو خاص کرنے والی کوئی زبردست صاف اور ثابت دلیل نہ ہو۔

بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت انس بن نصر رضی اللہ عنہ کی پھوپھی ریح نے ایک لوٹری کے دانت توڑ دیے اب لوگوں نے اس سے معافی چاہی لیکن وہ نہ مانی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس معاملہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلہ کا حکم دے دیا۔ اس پر حضرت انس بن نصر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کیا اس کے سامنے کے دانت توڑے جائیں گے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہاں اے انس! رب کی کتاب میں قصاص کا حکم موجود ہے۔“ یہ سن کر فرمایا نہیں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! قسم اس اللہ کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اس کے دانت ہرگز نہ توڑے جائیں گے۔ چنانچہ یہی ہوا بھی کہ وہ لوگ رضامند ہو گئے اور قصاص چھوڑ دیا بلکہ معاف کر دیا۔ اس وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بعض بندگان اللہ ایسے بھی ہیں کہ اگر وہ اللہ پر کوئی قسم کھالیں تو اللہ تعالیٰ اسے پوری ہی کر دے۔“ دوسری روایت میں ہے کہ پہلے انہوں نے نہ معافی دی نہ دیت لینی منظور کی۔ ④ نسائی وغیرہ میں ہے کہ ایک غریب جماعت کے غلام نے کسی مالدار جماعت کے غلام کے کان کاٹ دیئے ان لوگوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آ کر عرض کی کہ ہم لوگ فقیر مسکین ہیں مال ہمارے پاس نہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر کوئی جرمانہ نہیں کیا۔ ⑤ ہو سکتا ہے کہ یہ غلام بالغ نہ ہو اور ہو سکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیت اپنے پاس سے

- ① نسائی، کتاب القسامۃ، باب ذکر حدیث عمرو بن حزم فی العقول واختلاف الناقلین لہ، ۴۸۵۷، وسندہ ضعیف سلیمان بن ارم ضعیف راوی ہے۔ حاکم، ۱/۳۹۵؛ ابن حبان، ۶۵۵۹؛ بیہقی، ۱/۷۷۔ ② ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی السریۃ ترد علی اہل العسکر، ۲۷۵۱، وهو حسن؛ ابن ماجہ، ۲۶۸۵؛ احمد، ۲/۱۹۱؛ بیہقی، ۸/۲۹؛ ابن الجارود، ۱۰۷۳، شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الإرواء، ۲۲۰۸) ③ صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب لا یقتل المسلم بکافر، ۶۹۱۵؛ ابوداؤد، ۴۵۰۶؛ ابن ابی شیبہ، ۹/۲۹۴؛ ترمذی، ۱۴۱۳؛ ابن ماجہ، ۲۶۵۹؛ احمد، ۲/۱۷۸۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الصلح باب الصلح، فی الدیۃ، ۲۷۰۳؛ صحیح مسلم ۱۶۷۵؛ ابوداؤد، ۴۵۹۵؛ ابن ماجہ، ۲۶۴۹؛ احمد، ۳/۱۲۸؛ ابن حبان، ۶۴۹۱؛ بیہقی، ۸/۶۴۔ ⑤ ابوداؤد، کتاب الدیات، باب جنایۃ العبدیکون للفقراء، ۴۵۹۰، وسندہ ضعیف قتادہ مدلس ہے اور سماع کی مراحت نہیں ہے۔ نسائی ۴۷۵۵۔

دے دی ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے ان سے سفارش کر کے معاف کر لیا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جان جان کے بدلے ماری جائے گی، آنکھ پھوڑ دینے والے کی آنکھ پھوڑ دی جائے گی، ناک کاٹنے والے کی ناک کاٹ دی جائے گی، دانت توڑنے والے کا دانت توڑ دیا جائے گا اور زخم کا بھی بدلہ لیا جائے گا۔ ① اس میں آزاد مسلمان سب کے برابر ہیں مرد عورت ایک ہی حکم میں ہیں جب کہ یہ کام قصداً کئے گئے ہوں۔ اس میں غلام بھی آپس میں برابر ہیں۔ ان کے مرد بھی اور عورتیں بھی۔ قاعدہ: اعضاء کا کتنا کبھی تو جوڑ سے ہوتا ہے اس میں تو قصاص واجب ہے جیسے ہاتھ پیر قدم، عقل وغیرہ لیکن جو زخم جوڑ پر نہ ہو بلکہ ہڈی پر آئے ہوں ان کی بابت حضرت امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان میں بھی قصاص ہے مگر ان میں اور اس جیسے اعضاء میں اس لئے کہ وہ خوف و خطرے کی جگہ ہے۔ ان کے برخلاف حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ اور ان کے دونوں ساتھیوں کا مذہب ہے کہ کسی ہڈی میں قصاص نہیں بجز دانت کے اور امام شافعی رضی اللہ عنہ کے نزدیک مطلق کسی ہڈی کا قصاص نہیں۔ یہی حضرت عمر بن خطاب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہے اور عطاء شععی، حسن بصری، زہری، ابراہیم نخعی اور عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہم بھی یہی کہتے ہیں اور اسی طرف گئے ہیں سفیان ثوری اور لیث بن سعد بھی اور امام احمد رضی اللہ عنہ سے بھی یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی دلیل وہی حضرت انس رضی اللہ عنہ والی روایت ہے جس میں ربیع سے دانت کا قصاص دلوانے کا حکم حضور ہے لیکن دراصل اس روایت سے یہ مذہب ثابت نہیں ہوتا کیونکہ اس میں یہ الفاظ ہیں کہ اس کے سامنے کے دانت اس نے توڑ دیئے تھے اور ہو سکتا ہے کہ بغیر ٹوٹنے کے جھڑ گئے ہوں۔ اس حالت میں قصاص اجماع سے واجب ہے۔ ان کی دلیل کا پورا حصہ وہ ہے جو ابن ماجہ میں ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے بازو کو کہنی سے نیچے ایک تلوار مار دی جس سے اس کی کلائی کٹ گئی، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس مقدمہ آیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا "دیت ادا کر دو" اس نے کہا میں قصاص چاہتا ہوں آپ نے فرمایا "اسی کو لے لے اللہ تعالیٰ تجھے اسی میں برکت دے گا" اور آپ نے قصاص کو نہیں فرمایا۔ ② لیکن یہ حدیث بالکل ضعیف اور گری ہوئی ہے اس کے ایک راوی دہشم بن قران عسکلی اعرابی ضعیف ہیں ان کی حدیث سے حجت نہیں پکڑی جاتی دوسرے راوی عمران بن جاریہ اعرابی بھی ضعیف ہیں پھر وہ کہتے ہیں کہ زخموں کا قصاص ان کے درست ہو جانے اور بھر جانے سے پہلے لینا جائز نہیں اور اگر پہلے لے لیا گیا پھر زخم بڑھ گیا تو کوئی بدلہ نہ دلوا لیا جائے گا۔ اس کی دلیل مسند احمد کی یہ حدیث ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کے گھٹنے میں چوٹ ماری وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا مجھے بدلہ دلوائیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دلوا دیا۔ اس کے بعد پھر وہ آیا کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں تو لنگڑا ہو گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں نے تو منع کیا تھا لیکن تو نہ مانا اب تیرے اس لنگڑا پے کا کچھ بدلہ نہیں" پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے زخموں کے بھر جانے سے پہلے بدلہ لینے کو منع فرما دیا۔ ③

مسئلہ: اگر کسی نے دوسرے کو زخمی کیا اور بدلہ اس سے لیا گیا اس میں مر گیا تو اس پر کچھ نہیں۔ امام مالک، شافعی، احمد رضی اللہ عنہم اور جمہور صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رضی اللہ عنہم کا یہی قول ہے۔ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس پر دیت واجب ہے اسی کے مال میں سے۔ بعض اور بزرگ فرماتے ہیں اس کے ماں باپ کی طرف کی رشتہ داروں کے مال پر وہ واجب ہے بعض اور حضرات کہتے ہیں بقدر اس کے بدلے تو ساقط ہے باقی اسی کے مال میں سے واجب ہے۔

① الطبری، ۱۰/۳۶۰۔ ② ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب مالا قود فیہ، ۲۶۳۶، و مسندہ ضعیف جلداً، بیہقی، ۶۵/۸، اس روایت میں دہشم بن قران متروک اور عمران بن جاریہ مجہول راوی ہیں (التقریب، ۱/۲۳۶، رقم، ۶۱، ۲/۲۰۷، رقم، ۱۶۷) اور شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الإرواء، ۲۲۳۵) ③ احمد، ۲/۲۱۷، مجمع الزوائد، ۶/۲۹۵، اس روایت میں محمد بن اسحاق مدلس راوی ہے جس کے سماع کی صراحت نہیں۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

وَقَفَيْنَا عَلَىٰ آثَارِهِمْ بَعِيسَىٰ ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ

وَأَتَيْنَهُ الْإِنجِيلَ فِيهِ هُدًى وَنُورٌ ۗ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرَةِ

وَهُدًى وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِينَ ۗ وَلِيَحْكُمَ أَهْلُ الْإِنجِيلِ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فِيهِ ۗ وَمَنْ

لَّمْ يَحْكَمْ بِمَا أَنزَلَ اللَّهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے ان کے پیچھے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجا جو اپنے سے آگے کی کتاب یعنی تورات کی تصدیق کرنے والے تھے۔ اور ہم نے انہیں انجیل عطا فرمائی جس میں ہدایت تھی اور نور اور وہ اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی تصدیق کرتی تھی اور وہ سراسر ہدایت و نصیحت تھی پارسا لوگوں کے لئے۔ [۳۶] انجیل والوں کو بھی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ انجیل میں نازل فرمایا ہے اسی کے مطابق حکم کریں۔ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ سے ہی حکم نہ کریں وہ بدکار فاسق ہیں۔ [۳۷]

پھر فرماتا ہے جو شخص قصاص سے درگزر کر لے اور بطور صدقہ کے اپنے بدلے کو معاف کر دے تو زخمی کرنے والے کا کفارہ ہو گیا اور جو زخمی ہوا ہے اسے ثواب ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ کے ذمہ ہے۔ بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ کفارہ ہے زخمی کے لئے یعنی اس کے گناہ اسی زخم کی مقدار سے اللہ تعالیٰ بخش دیتا ہے۔ ایک مرفوع حدیث میں یہ آیا ہے ”اگر چوتھائی دیت کے برابر کی چیز ہے اور اس نے درگزر کر لیا تو اس کے چوتھائی گناہ معاف ہو جاتے ہیں، ثلث ہے تو تہائی گناہ آدمی ہے تو آدھے گناہ اور پوری ہے تو پورے گناہ۔“ ایک قریشی نے ایک انصاری کو زور سے دھکا دے دیا جس سے اس کے آگے کے دانت ٹوٹ گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ گیا اور جب وہ بہت سر ہو گیا تو آپ نے فرمایا اچھا جانتے اختیار ہے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ وہیں تھے فرمانے لگے میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے ”جس مسلمان کے جسم کو کوئی ایذا پہنچائی جائے اور وہ صبر کر لے بدلہ نہ لے تو اللہ تعالیٰ اس کے درجے بڑھاتا ہے اور اس کی خطائیں معاف فرماتا ہے“ اس انصاری نے یہ سن کر کہا ”کیا سچ ہے آپ نے خود ہی اسے حضور اکرم ﷺ کی زبانی سنا ہے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے ان کانوں نے سنا ہے اور میرے دل نے یاد کیا ہے اس نے کہا پھر گواہ رہو کہ میں نے اپنے مجرم کو معاف کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ یہ سن کر بہت خوش ہوئے اور اسے انعام دیا ① (ابن جریر) ترمذی میں بھی یہ روایت ہے لیکن بقول امام ترمذی یہ غریب ہے۔ ابوسفر رادی کا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں اور روایت میں ہے کہ تین گنی دیت وہ دینا چاہتا تھا لیکن یہ راضی نہیں ہوتا تھا اس میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں ”جو شخص خون یا اس سے کم معاف کر دے وہ اس کی پیدائش سے لے کر موت تک کفارہ ہے۔“ ② مسند احمد میں ہے ”جس شخص کے جسم پر کوئی زخم لگے اور وہ معاف کر دے تو اللہ تعالیٰ اس کے اتنے ہی گناہ معاف فرماتا ہے۔“ ③ اللہ کے حکم کے مطابق حکم نہ کرنے والے ظالم ہیں۔ پہلے گزر چکا کہ کفر کفر سے کم ہے ظلم میں بھی تفاوت ہے اور فسق میں بھی درجے ہیں۔

① ترمذی، کتاب الدیات، باب ما جاء فی العفو، ۱۳۹۳؛ ابن ماجہ، ۲۶۹۳، وسندہ ضعیف ابوالسفر کا حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (السلسلۃ الضعیفہ، ۴۴۸۲)

② اس روایت میں عمران بن ظلمیان مجروح رادی ہے۔ (التاریخ الکبیر، ۶/۴۲۴، رقم، ۲۸۶۲) لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

③ احمد، ۳۱۶/۵، ۴۱۲ وسندہ ضعیف۔

وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتَابِ وَمُهَيِّمًا عَلَيْهِ
فَاحْكُم بَيْنَهُم بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ عَمَّا جَاءَكَ مِنَ الْحَقِّ لِكُلِّ
جَعَلْنَا مِنْكُمْ شُرَعًا وَمِنْهَا جَاءَ وَكَوَشَاءَ اللَّهُ لِيَجْعَلَ لَكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَكِنْ
لِيَسْئَلُكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ فَاسْتَقُوا الْخَيْرَاتِ إِلَى اللَّهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا
كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۗ وَإِنْ أَحْكَمْتُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ
وَاحْذَرُهُمْ أَنْ يَقْتُنُوكَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ إِلَيْكَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّمَا
يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُصِيبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوبِهِمْ ۗ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ لَفَاسِقُونَ ۝
أَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ يَبْغُونَ ۗ وَمَنْ أَحْسَنُ مِنَ اللَّهِ حُكْمًا لِقَوْمٍ يُوقِنُونَ ۝

ترجمہ: ہم نے تیری طرف حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی ہے جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے سو تو ان کے آپس کے معاملات میں اسی اللہ کی اتاری ہوئی کتاب کے ساتھ حکم کر۔ اس حق سے ہٹ کر ان کی خواہشوں کے پیچھے ننگ۔ تم میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے ایک دستور اور راہ مقرر کر دی ہے۔ اگر منظور الہی ہوتا تو تم سب کو ایک ہی امت بنا دیتا لیکن اس کی چاہت ہے کہ جو تمہیں دیا ہے اس میں تمہیں آزمانے تم نیکیوں کی طرف جلدی کر دو تم سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے پھر وہ تمہیں ہر وہ چیز جنادے گا جس میں تم اختلاف کرتے رہتے تھے۔ [۴۸] آپ ان کے باہمی معاملات میں اللہ کی نازل کردہ وحی کے مطابق ہی حکم کیا کیجئے۔ ان کی خواہشوں کی تابعداری نہ کیجئے ان سے ہوشیار رہو کہ کہیں یہ تجھے اللہ کے اتارے ہوئے کسی حکم سے ادھر ادھر نہ کریں۔ اگر یہ لوگ منہ پھر لیں تو یقین کر لے کہ اللہ کا ارادہ یہی ہے کہ انہیں ان کے بعض گناہوں کی سزا دے ہی لے۔ اکثر لوگ بے حکم ہی ہوتے ہیں۔ [۴۹] کیا یہ لوگ پھر سے جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں؟ یقین رکھنے والے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر فیصلے اور حکم کرنے والا کون ہو سکتا ہے۔ [۵۰]

= انجیل کی چند ایک خصوصیات: [آیت: ۳۶-۴۷] انبیاء بنی اسرائیل کے پیچھے ہم عیسیٰ نبی کو لائے جو تورات پر ایمان رکھتے تھے اس کے احکام کے مطابق لوگوں میں فیصلے کرتے تھے ہم نے انہیں بھی اپنی کتاب انجیل دی جس میں حق کی ہدایت تھی اور شبہات اور مشکلات کی توضیح تھی اور اگلی اللہ کی کتابوں کی موافقت تھی ہاں چند مسائل جن میں یہودی مختلف تھے ان کے صاف فیصلے اس میں موجود تھے۔ جیسے قرآن میں اور جگہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ”میں تمہارے لئے بعض وہ چیزیں حلال کروں گا جو تم پر حرام کر دی گئی ہیں۔“ اسی لئے علما کا مشہور مقولہ ہے کہ انجیل نے تورات کے بعض احکام منسوخ کر دیئے ہیں انجیل سے پارسا لوگوں کی رہنمائی اور وعظ و ہند ہوتی تھی کہ وہ نیکی کی طرف رغبت کریں اور برائی سے بچیں۔ ﴿أَهْلَ الْإِنْسَانِ﴾ بھی پڑھا گیا ہے اس صورت میں ﴿وَلَيْسَ حُكْمٌ﴾ میں لام ”کسی“ کے معنی میں ہوگا۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انجیل اس لئے دی تھی کہ وہ اپنے زمانے کے اپنے ماننے والوں کو اسی کے مطابق چلائیں اور اگر اس لام کو امر کلام سمجھا جائے۔ اور مشہور قراءت ﴿وَلَيْسَ حُكْمٌ﴾ پڑھی =

جائے تو معنی یہ ہوں گے کہ انہیں چاہئے کہ انجیل کے کل احکام پر ایمان لائیں اور اسی کی مطابق حکم کریں۔ جیسے اور آیت میں ہے۔

﴿قُلْ يَا هَلْ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ﴾ یعنی ”اے اہل کتاب! جب تک تم تورات وانجیل پر اور جو کچھ اللہ کی طرف سے اترا ہے اس پر قائم نہ ہو تو تم کسی چیز پر نہیں ہو“ اور آیت میں ہے ﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ﴾ ① ”جو لوگ اس رسول نبی امی ﷺ کی تابعداری کرتے ہیں جس کی صفت اپنے ہاں تورات میں لکھی ہوئی پاتے ہیں۔“ وہ لوگ جو کتاب اللہ اور اپنے نبی کے فرمان کے مطابق حکم نہ کریں وہ اطاعت اللہ تعالیٰ سے خارج‘ حق کے تارک اور باطل کے عامل ہیں۔ یہ آیت نصرانیوں کے حق میں ہے۔ روش آیت سے بھی یہ ظاہر ہے اور پہلے بیان بھی گزر چکا ہے۔

قرآن کے نازل ہونے کے بعد تمام شرعیاتیں منسوخ ہو چکی ہیں: [آیت: ۳۸-۵۰] تورات وانجیل کی شاد صفت اور تعریف و مدحت کے بعد اب قرآن عظیم کی بزرگی بیان ہو رہی ہے کہ ہم نے اسے حق و صداقت کے ساتھ نازل فرمایا ہے یہ بالیقین رب واحد کی طرف سے ہے اور اسی کا کلام ہے یہ تمام اگلی اللہ کی کتابوں کو چھانتا ہے اور ان کتابوں میں بھی اس کی صفت و شام موجود ہے اور یہ بھی بیان ان میں ہے کہ یہ پاک اور آخری کتاب آخری اور افضل رسول ﷺ پر اترا ہے گی پس ہر دانا شخص اس پر یقین رکھتا ہے اور اسے مانتا ہے جیسے فرمان ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهِ﴾ ② الخ ”جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا تھا جب ان کے سامنے اس کی تلاوت کی جاتی ہے تو وہ ٹھوڑیوں کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور زبانی اقرار کرتے ہیں کہ ہمارے رب کا وعدہ سچا ہے“ اور وہ سچا ثابت ہو چکا ہے اس نے اگلے رسولوں کی زبانی جو خبر دی تھی وہ پوری ہوئی اور آخری رسولوں کے سر تاج رسول آئی گئے۔ اور یہ کتاب ان کی اگلی کتابوں کی امین ہے یعنی اس میں جو ہے وہی اگلی کتابوں میں تھا۔ اب اس کے خلاف کوئی کہے کہ فلاں اگلی کتاب میں یوں ہے تو یہ غلط ہے۔ یہ ان کی سچی گواہ اور انہیں گھیر لینے والی اور سمیٹ لینے والی ہے جو جو اچھائیاں پہلے کی تمام کتابوں میں مل کر تھیں وہ سب اس آخری کتاب میں یکجا موجود ہیں اسی لئے یہ سب پر حاکم اور سب پر مقدم ہے اور اس کی حفاظت کا کفیل خود اللہ تعالیٰ ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿إِنَّا نَحْنُ مُرْسِلُوهُ الذِّكْرُ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ﴾ ③ بعض نے کہا مراد اس سے یہ ہے کہ حضور ﷺ امین ہیں اس کتاب پر۔ واقع میں تو یہ قول بہت صحیح ہے لیکن اس آیت کی تفسیر یہ کرنی ٹھیک نہیں بلکہ عربیت کے اعتبار سے بھی یہ غور طلب امر ہے۔ صحیح تفسیر پہلی ہی ہے۔ امام ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے بھی حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے اس قول کو نقل کر کے فرمایا ہے یہ بہت دور کی بات ہے بلکہ ٹھیک نہیں ہے اس لئے ﴿مُهَيِّمِنَا﴾ کا عطف مصدق پر ہے پس یہ بھی اسی چیز کی صفت ہے جس کی صفت مصدق کا لفظ تھا۔ اگر حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کے معنی صحیح مان لئے جائیں تو عبارت بغیر عطف کے ہونی چاہئے تھی۔

پس اے نبی ﷺ! آپ ان سب میں اللہ کی اس کتاب کے احکام پھیلانے خواہ عرب ہوں خواہ عجم ہوں خواہ لکھے پڑھے ہیں خواہ بے پڑھے ہوں۔ اللہ کے نازل کردہ سے مراد اللہ کی وحی ہے خواہ وہ اس کتاب کی صورت میں ہو خواہ جو اگلے احکام اللہ نے آپ ﷺ کے لئے مقرر کر رکھے ہوں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اس آیت سے پہلے تو آپ کو آزادی دی گئی تھی اگر چاہیں ان میں فیصلے کریں چاہیں نہ کریں لیکن اس آیت نے حکم دیا کہ وحی الہی کے ساتھ ان میں فیصلے کرنے ضروری ہیں۔ ④ ان بد نصیب جالوں نے اپنی طرف سے احکام گھڑ لئے ہیں اور ان کی وجہ سے کتاب اللہ کو پس پشت ڈال دیا ہے ”خبردار اے نبی ﷺ! تم ان کی

① ۵/ المائدة: ۶۸۔ ② ۱۷/ الاسراء: ۱۰۷۔

③ الطبری، ۱۰/ ۳۳۲، وسندہ ضعيف المحکم بن عتيه عنعن یہ روایت موقوف ہے۔ ④ ۱۵/ الحجج: ۹۔

چاہتوں کے پیچھے لگ کر حق کو نہ چھوڑ بیٹھنا۔ ان میں سے ہر ایک کے لئے ہم نے راستہ اور طریقہ بنا دیا ہے۔“ کسی چیز کی طرف ابتدا کرنے کو شرع کہتے ہیں، منہاج لغت میں کہتے ہیں واضح اور آسان راستے کو پس ان دونوں لفظوں کی یہی تفسیر زیادہ مناسب ہے اگلی تمام شریعتیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھیں وہ سب توحید پر توشیح تھیں البتہ چھوٹے موٹے احکام میں قدرے ہیر پھیر تھا جیسے حدیث شریف ہے ”ہم سب انبیاء علیاتی بھائی ہیں ہم سب کا دین ایک ہے۔“ ① ہر نبی توحید کے ساتھ بھیجا جاتا رہا اور ہر آسمانی کتاب میں توحید کا بیان ہے اس کا ثبوت اور اس کی طرف دعوت ہوتی رہی۔ جیسے قرآن فرماتا ہے ”تجھ سے پہلے جننے بھی رسول ہم نے بھیجے ہیں ان سب کی طرف یہی وحی کی کہ میرے سوا کوئی معبود حقیقی نہیں تم سب صرف میری ہی عبادت کرتے رہو۔“ اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا﴾ ② ”ہم نے ہر امت کو بزبان رسول کہلوادیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے بچو“ ہاں احکام کا اختلاف ضرور رہا۔ کوئی چیز کسی زمانے میں حرام تھی پھر حلال ہوگئی یا اس کے برعکس یا کسی حکم میں تخفیف تھی اب تاکید ہوگئی یا اس کے خلاف اور یہ بھی حکمت اور مصلحت اور حجت ربانی کے ساتھ پس تورات مثلاً ایک شریعت ہے انجیل ایک شریعت ہے قرآن ایک مستقل شریعت ہے تاکہ ہر زمانے کے فرماں برداروں اور نافرمانوں کا امتحان ہو جایا کرے البتہ توحید سب زمانوں میں یکساں رہی۔ اور معنی اس جملہ کے یہ ہیں کہ اے امت محمد ﷺ تم میں سے ہر شخص کے لئے ہم نے اپنی اس کتاب قرآن کریم کو شریعت اور طریقہ بنا دیا ہے تم سب کو اس کی اقتدار اور تابعداری کرنی چاہئے۔ اس صورت میں ﴿جَعَلْنَا﴾ کے بعد ضمیرہ کی محذوف ماضی پڑے گی۔ پس بہترین مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ اور طریقہ صرف قرآن کریم ہی ہے اور بس۔ لیکن صحیح قول پہلا ہی ہے اور اس کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس کے بعد ہی فرمان ہوا ہے ”اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی امت کر دیتا۔“ پس معلوم ہوا کہ اگلا خطاب صرف اس امت سے ہی نہیں بلکہ سب امتوں سے ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی اور کامل قدرت کا بیان ہے کہ اگر وہ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی شریعت اور دین پر کر دیتا کوئی تبدیلی کسی وقت نہ ہوتی، لیکن رب کی حکمت کاملہ کا تقاضا یہ ہوا کہ علیحدہ علیحدہ شریعتیں مقرر کرے ایک کے بعد دوسرا نبی بھیجے اور بعض احکام اگلے نبی کے پچھلے نبی سے بدلوا دے یہاں تک کہ تمام اگلے دین حضرت محمد ﷺ کی نبوت سے منسوخ ہو گئے اور آپ ﷺ تمام مروئے زمین کی طرف بھیجے گئے اور خاتم الانبیاء بنا کر بھیجے گئے۔ یہ مختلف شریعتیں صرف تمہاری آزمائش کے لئے ہوئیں تاکہ تابعداروں کو جزا اور نافرمانوں کو سزا ملے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ وہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں اس نے دی ہے یعنی کتاب۔ پس تمہیں خیرات اور نیکیوں کی طرف سبقت اور دوڑ کرنی چاہئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت اس کی شریعت کی فرماں برداری کی طرف آگے بڑھنا چاہئے اور اس آخری شریعت اور آخری کتاب اور آخری پیغمبر ﷺ کی بدولت جان حکم برداری کرنی چاہئے۔ لوگو! تم سب کا مرجع و ماویٰ اور لوٹنا پھرنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے وہاں وہ تمہیں تمہارے اختلاف کی اصلیت بتا دے گا، سچوں کو ان کی سچائی کا اچھا پھل دے گا اور بردوں کو ان کی تکذیب سرکشی اور خواہش نفس کی پیروی کی سزا دے گا۔

حق کو ماننا تو ایک طرف وہ تو حق سے چڑتے ہیں اور مقابلہ کرتے ہیں۔ ضحاک کہتے ہیں مراد امت محمد ﷺ ہے مگر اول ہی اولیٰ ہے۔ پھر پہلی بات کی اور تاکید ہو رہی ہے اور اس کے خلاف سے روکا جاتا ہے اور فرمایا جاتا ہے کہ دیکھو کہیں ان خائن مکار

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿واذکرفی الکتاب مریم ۳۴۴۳﴾ صحیح مسلم، ۳۲۶۵،

احمد، ۳۱۹/۲، ابن حبان، ۶۱۹۴۔ ② ۱۶/ النحل: ۳۶۔

کذاب اور کفار یہودیوں کی باتوں میں آ کر کسی اللہ کے حکم سے ادھر ادھر نہ ہو جانا۔ اگر وہ تیرے احکام سے روگردانی کریں اور شریعت کے خلاف کریں تو تو سمجھ لے کہ ان کی سیاہ کاریوں کی وجہ سے اللہ کا کوئی عذاب ان پر آنے والا ہے اسی لئے توفیق خیران سے چھین لی گئی ہے۔ اکثر لوگ فاسق ہیں یعنی اطاعت حق سے خارج، دین اللہ کے مخالف اور ہدایت سے دور ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ﴾^① یعنی ”گو تو حرص کر کے چاہے لیکن اکثر لوگ مؤمن ہونے کے نہیں ہیں۔“ اور فرمایا ﴿وَأَنْ تَطْعَمَ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾^② ”اگر تو زمین والوں کی اکثریت کی مانے گا تو وہ تجھے بھی راہ اللہ سے بہکا دیں گے۔“ یہودیوں کے چند بڑے بڑے ریسوں اور عالموں نے آپس میں ایک میٹنگ کر کے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ جانتے ہیں اگر ہم آپ کو مان لیں تو تمام یہود آپ کی نبوت کا اقرار کر لیں گے اور ہم آپ کو ماننے کے لئے تیار ہیں آپ صرف اتنا کیجئے کہ ہم میں اور ہماری قوم میں ایک جھگڑا ہے اس کا فیصلہ ہمارے مطابق کر دیجئے۔ آپ ﷺ نے انکار کر دیا اور اسی پر یہ آیتیں اتریں۔^③ اس کے بعد جناب باری تعالیٰ ان لوگوں پر انکار کر رہا ہے جو اللہ کے حکم سے ہٹ جائیں جس میں تمام بھلائیوں موجود ہیں اور تمام برائیاں دور ہیں ایسے پاک حکم سے ہٹ کر رائے قیاس کی طرف خواہش نفسانی کی طرف اور ان احکام کی طرف بھٹکے جو لوگوں نے از خود اپنی طرف سے بغیر دلیل شرعی کے گھڑ لئے ہیں جیسے کہ اہل جاہلیت و ضلالت اپنی رائے سے اور اپنی مرضی کے مطابق حکم احکام جاری کر لیا کرتے تھے اور جیسے کہ تاریکی میں چنگیز خانی احکام کی پیروی کرتے تھے جنہیں الیاسق نے گھڑ دیا تھا۔ وہ بہت سے مجموعی احکام کے دفاتر تھے جو مختلف شریعتوں اور مذہبوں سے چھانٹے گئے تھے۔ یہودیت نصرانیت اور اسلامیت وغیرہ سب کے احکام کا وہ مجموعہ تھا اور پھر اس میں بہت سے احکام وہ بھی تھے جو صرف اپنی عقل اور رائے اور وقت نظر سے ایجاد کئے گئے تھے جن میں اپنی خواہش کی ملوثی بھی تھی بس وہی مجموعے ان کی اولاد میں قابل عمل ٹھہر گئے۔ اور اسی کو کتاب و سنت پر فوقیت اور تقدیم دے لی۔ درحقیقت ایسا کرنے والے کافر ہیں اور ان سے جہاد واجب ہے یہاں تک کہ وہ لوٹ کر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے حکم کی طرف آجائیں اور کسی چھوٹے یا بڑے اہم یا معمولی معاملہ میں سوائے کتاب و سنت کے کوئی حکم کسی کا نہ لیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کیا یہ جاہلیت کے احکام کا ارادہ کرتے ہیں اور اللہ کے حکم سے سرک رہے ہیں؟ یقین والوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے بہتر حکمران اور کارفرماں کون ہوگا اللہ سے زیادہ عدل و انصاف والے احکام کس کے ہوں گے؟ ایمان دار اور یقین کامل والے بخوبی جانتے اور مانتے ہیں کہ اس احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین سے زیادہ اچھے صاف بہل اور عمدہ احکام و قواعد اور مسائل و ضوابط کسی کے بھی نہیں ہو سکتے۔ وہ اپنی مخلوق پر اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جتنا ماں اپنی اولاد پر ہوتی ہے وہ پورے اور پختہ علم والا اور کامل اور عظیم الشان قدرت والا اور عدل و انصاف والا ہے۔ حضرت حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے فیصلے کے بغیر جو فتویٰ دے اس کا فتویٰ جاہلیت کا حکم ہے۔ ایک شخص نے حضرت طاووس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا میں اپنی اولاد میں سے ایک کو زیادہ اور ایک کو کم دے سکتا ہوں؟ تو آپ نے یہی آیت پڑھی۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”سب سے بڑا اللہ کا دشمن وہ ہے جو اسلام میں جاہلیت کا طریقہ اور چال تلاش کرے اور بے وجہ کسی کی گردن مارنے کے درپے ہو جائے۔“ یہ حدیث بخاری میں بھی قدرے زیادت کے ساتھ ہے۔^④

① ۱۲/یوسف: ۱۰۳۔ ② ۶/الانعام: ۱۱۷۔ ③ الطبری، ۱۰/۳۹۳، دلائل النبوة، ۲/۵۳۶، اس روایت میں

محمد بن ابی محمد مجہول راوی ہے۔ (الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی، ۳/۹۶) لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

④ صحیح بخاری، کتاب الدیات، باب من طلب دم امری بغير حق، ۶۸۸۲، طبرانی، ۱۰۷۴۹۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ ۚ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ
بَعْضٍ ۗ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنكُمْ فَإِنَّهُ مِنَّهُمْ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿٥٠﴾
فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يُسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشَىٰ أَنْ تُصِيبَنَا
دَآئِرَةٌ ۗ فَعَسَىٰ اللَّهُ أَنْ يَأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلَىٰ مَا أَسْرَوْا
فِي أَنفُسِهِمْ نَدِيمِينَ ﴿٥١﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ آمَنُوا أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ آقَسُوا بِاللَّهِ
جَهْدَ أَيْمَانِهِمْ ۗ لَا يَسْعَوْنَ لِيُغْلِبُوا فَكُفَّرُوا بِكُلِّ أَغْلَابٍ ﴿٥٢﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ یہ تو آپس میں ہی ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ تم میں سے جو بھی ان میں سے کسی سے دوستی کرے وہ انہی میں سے ہے۔ ظالموں کو اللہ تعالیٰ ہرگز راہ راست نہیں دکھاتا۔ [۵۱] تو دیکھو گاہن کے دل میں بیماری ہے وہ دہر دہر کر ان میں گھس رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے ایسا نہ ہو کہ کوئی حادثہ ہم پر پڑ جائے۔ بہت ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ فتح دے دے یا اپنے پاس سے کوئی اور چیز لائے پھر تو یہ اپنے دلوں میں چھپائی ہوئی باتوں پر بے طرح نام ہونے لگیں گے۔ [۵۲] اور ایمان دار کہنے لگیں گے کیا یہی وہ لوگ ہیں جو بڑے مبالغہ سے اللہ کی قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں ان کے اعمال غارت ہوئے اور یہ ناکام ہو گئے۔ [۵۳]

دشمنان اسلام سے دوستی رکھنے کی ممانعت: [آیت: ۵۱-۵۳] دشمنان اسلام یہود و نصاریٰ سے دوستیاں کرنے کی اللہ تبارک و تعالیٰ ممانعت فرما رہا ہے اور فرماتا ہے کہ وہ تمہارے دوست ہرگز نہیں ہو سکتے کیونکہ تمہارے دین سے انہیں بغض و عداوت ہے ہاں اپنے دین والوں سے ان کی دوستیاں اور محبتیں ہیں۔ میرے نزدیک جو بھی ان سے دلی محبت رکھے وہ ان ہی میں سے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو اس بات پر پوری تنبیہ کی اور یہ آیت پڑھ کر سنائی۔ ① حضرت عبد اللہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا لوگو تمہیں اس سے بچنا چاہئے کہ تمہیں خود تو معلوم نہ ہو اور تم اللہ کے نزدیک یہود و نصاریٰ بن جاؤ ہم سمجھ گئے کہ آپ کی مراد اسی آیت کے مضمون سے ہے۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما سے عرب نصراہینوں کے ذبیحے کا مسئلہ پوچھا جاتا ہے تو آپ یہی آیت تلاوت کر دیتے ہیں۔ جن کے دلوں میں کھوٹ ہے وہ تو لپک لپک کر پوشیدہ طور پر ان سے ساز باز اور محبت و مودت کرتے ہیں اور بہانہ یہ بناتے ہیں کہ ہمیں خطرہ ہے اگر مسلمانوں پر یہ لوگ غالب آ گئے تو پھر ہمارے نکلے بوٹیاں کر دیں گے اس لئے ہم ان سے بھی میل ملاپ رکھتے ہیں۔ ہم کیوں کسی سے بگاڑیں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو صاف طور پر غالب کر دے مگر بھی ان کے ہاتھوں فتح ہو جائے۔ فیصلے اور حکم ان ہی کے چلنے لگیں؛ حکومت ان کے قدموں میں ڈال دے یا اللہ تعالیٰ اور کوئی چیز اپنے پاس سے لائے یعنی یہود و نصاریٰ کو مغلوب کر کے انہیں ذلیل کر کے ان سے جزیہ لینے کا حکم مسلمانوں کو دے دے پھر تو یہ منافقین جو آج لپک لپک کر گھس پیٹھ کرتے پھرتے ہیں بڑے بھنانے لگیں گے اور اپنی اس چالاکی پر خون کے آنسو بہانے لگیں گے ان کے پردے کھل

① الدر المنثور، ۳/۱۰۰، ابن ابی حاتم یہ روایت محمد بن سعید بن سابق کی وجہ سے ضعیف ہے لیکن السنن الکبریٰ للبیہقی،

(۱۰/۱۲۷) میں اس کا سن شاہد ہے۔ ② ابن ابی حاتم، ۴/۱۱۵۶۔

جائیں گے اور یہ جیسے اندر تھے ویسے ہی باہر سے نظر آئیں گے۔ اس وقت مسلمان ان کی مکاریوں پر تعجب کریں گے اور کہیں گے ”اے لویبکی وہ لوگ ہیں جو بڑی بڑی قسمیں کھا کھا کر ہمیں یقین دلاتے تھے کہ یہ ہمارے ساتھی ہیں، کھو دیا جو کیا تھا۔ اور برباد ہو گئے۔“ ﴿وَيَقُولُونَ﴾ تو جمہور کی قراءت ہے۔ ایک قراءت بغیر واؤ کے بھی ہے اہل مدینہ کی یہی قراءت ہے ﴿يَقُولُونَ﴾ ہے تو مبتدا ہے اور دوسری قراءت اس کی ﴿يَقُولُونَ﴾ ہے تو یہ ﴿فَعَسَىٰ﴾ الخ پر عطف ہوگا گویا ﴿وَإِنْ يَقُولُونَ﴾ ہے۔

اہل مدینہ کے نزدیک ان آیتوں کا شان نزول یہ ہے کہ جنگ احد کے بعد ایک شخص نے کہا کہ میں اس یہودی سے دوستی کرتا ہوں تاکہ موقع پر مجھے نفع پہنچے۔ دوسرے نے کہا میں فلاں نصرانی کے پاس جاتا ہوں اس سے دوستی کر کے اس کی مدد کروں گا اس پر یہ آیتیں اتریں۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں لباہ بن عبدالمذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ آیتیں اتریں جب کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بنو قریظہ کی طرف بھیجا تھا تو انہوں نے آپ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے ساتھ کیا سلوک کریں گے؟ تو آپ نے اپنے گلے کی طرف اشارہ کیا یعنی تم سب کو قتل کرادیں گے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ آیتیں عبد اللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں اتریں ہیں۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ بہت سے یہودیوں سے میری دوستی ہے مگر میں ان سب کی دوستیاں توڑتا ہوں مجھے اللہ تعالیٰ اور رسول کی دوستی کافی ہے۔ اس پر اس منافق نے کہا میں آگاہی چھاسو چنے کا عادی ہوں مجھ سے یہ نہ ہو سکے گا نہ جانے کس وقت کیا موقعہ پڑ جائے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے عبد اللہ! تو عبادہ سے بہت ہی گھائے میں رہا“ اس پر یہ آیتیں اتریں۔ ایک روایت میں ہے کہ جب بدر میں مشرکین کو شکست ہوئی تو بعض مسلمانوں نے اپنے ملنے والے یہودیوں سے کہا کہ یہی تمہاری درگت ہو اس سے پہلے ہی تم اس دین برحق کو قبول کر لو۔ انہوں نے جواب دیا کہ چند قریشیوں پر جوڑائی کے فنون سے بے بہرہ ہیں۔ فتح مندی حاصل کر کے کہیں تم مغرور نہ ہو جانا، ہم سے اگر پالا پڑا تو ہم تمہیں معلوم کرادیں گے کہ لڑائی اسے کہتے ہیں۔ اس پر حضرت عبادہ رضی اللہ عنہ اور عبد اللہ بن ابی کا وہ مکالمہ ہوا جو اد پر بیان ہو چکا ہے۔ جب یہودیوں کے اس قبیلے سے مسلمانوں کی جنگ ہوئی اور بفضل رب تعالیٰ یہ غالب آگئے۔ تو اب عبد اللہ آپ سے کہنے لگا حضور میرے دوستوں کے معاملہ میں مجھ پر احسان کیجئے یہ لوگ خزر ج کے ساتھی تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے پھر کہا آپ نے منہ موڑ لیا یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے لٹک گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غصہ سے فرمایا ”چھوڑ دے۔“ اس نے کہا نہیں یا رسول اللہ! میں نہیں چھوڑوں گا یہاں تک کہ آپ ان کے بارے میں احسان کریں ان کی بڑی پوری جماعت ہے اور آج تک یہ لوگ میرے طرفدار رہے اور ایک ہی دن یہ سب فنا کے گھاٹ اتر جائیں گے مجھے تو آنے والی مصیبتوں کا بڑا کھٹکا ہے۔ آخر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جاوہ سب تیرے لئے ہیں۔“ اور روایت میں ہے کہ جب بنو قریظہ کے یہودیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کی اور اللہ نے انہیں نچا دکھایا تو عبد اللہ بن ابی تو ان کی حمایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کرنے لگا اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ باوجودیکہ یہ بھی ان کے حلیف تھے لیکن انہوں نے اس سے صاف براہت ظاہر کی اس پر یہ آیتیں ﴿هُمُ الْغُلَبِيُّونَ﴾ تک اتریں۔ ① مسند احمد میں ہے کہ اس منافق عبد اللہ بن ابی کی عیادت کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے تجھے بارہا ان یہودیوں کی محبت سے روکا تو اس نے کہا سعد بن زرارہ تو ان سے دشمنی رکھتا تھا وہ بھی مر گیا۔ ②

① ابن ہشام، ۵۲/۳۔ ② احمد، ۲۰۱/۵، ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب فی العیادۃ، ۳۰۹۴، وسندہ ضعیف اس روایت میں محمد بن اسحاق مدلس راوی ہے اور سماع کی صراحت نہیں اور شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف الاستاد قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ابوداؤد، ۶۸۱)

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْ يَدَيْكَ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ
 وَيُحِبُّونَهُ لَا إِذْلَاجَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعْرَاجًا عَلَى الْكُفْرِينَ يُجَاهِدُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
 وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ ذَلِكَ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ وَاسِعٌ
 عَلِيمٌ ۝ إِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ
 وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَهُمْ رَاكِعُونَ ۝ وَمَنْ يَتَوَلَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا فَإِنَّ
 حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْغَالِبُونَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! تم میں سے جو شخص اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد اسی قوم کو لائے گا جو اللہ تعالیٰ کی محبوب ہوگی۔ اور وہ بھی اللہ سے محبت رکھتی ہوگی انہیں ذمہ دل ہوں گے مسلمانوں پر اور سخت اور تیز ہوں گے کفار پر اللہ کی راہ میں جہاد کرتے رہیں گے۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا بھی نہ کریں گے یہ ہے اللہ تعالیٰ کا فضل جسے چاہے دے اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والا اور زبردست علم والا ہے۔ [۵۴] مسلمانو! تمہارا دوست خود اللہ ہے اور اس کا رسول ہے اور ایمان والے ہیں جو نمازوں کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور وہ خشوع و خضوع کرنے والے ہیں۔ [۵۵] جو شخص اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور مسلمانوں سے دوستی کرے وہ یقین مانے کہ اللہ تعالیٰ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔ [۵۶]

دین سے مرتد ہونے والا اپنا ہی نقصان کرتا ہے: [آیت: ۵۴-۵۶] اللہ رب العزت جو قادر و غالب ہے خبر دیتا ہے کہ اگر کوئی اس پاک دین سے مرتد ہو جائے تو وہ اسلام کی قوت گھٹا نہیں دے گا اللہ تعالیٰ ایسوں کے بدلے ان لوگوں کو اس سچے دین کی خدمت پر مامور کرے گا۔ جو ان سے ہر حیثیت میں اچھے ہوں گے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَإِنْ تَقَوُّوْا﴾ ① اور آیت میں ﴿إِنْ يَشَاءُ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِآخَرِينَ﴾ ② اور جگہ فرمایا ﴿وَيَأْتِ بِخَلْقٍ جَدِيدٍ﴾ ③ مطلب ان سب آیتوں کا وہی ہے جو بیان ہوا۔ ارتداد کہتے ہیں حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف پھر جانے کو۔ محمد بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ آیت سرداران قریش کے بارے میں اتری ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خلافت صدیقی میں جو لوگ اسلام سے پھر گئے تھے ان کا حکم اس آیت میں ہے جس قوم کو ان کے بدلے لانے کا وعدہ ہو رہا ہے اہل قادیسیہ ہیں یا قوم سبا ہے یا اہل یمن ہیں جو کندہ اور سکون قبیلوں کے ہیں۔ ایک بہت ہی غریب مرفوع حدیث میں بھی یہ پچھلی بات بیان ہوئی ہے۔ اور روایت میں ہے کہ آپ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ”وہ اس کی قوم ہے۔“ ④ ان کامل ایمان والوں کی صفت بیان ہو رہی ہے کہ یہ اپنے دوستوں یعنی مسلمانوں کے سامنے تو بچھ جانے والے ہوتے ہیں اور کفار کے مقابلہ میں تن جانے والے ان پر بھاری پڑنے والے اور ان پر تیز ہونے والے ہوتے ہیں۔ جیسے فرمایا ﴿إِن شَاءَ عَلَى الْكُفَّارِ رَحْمَاءٌ بَيْنَهُمْ﴾ ⑤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفوں میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ”ضحوک“ تھے اور ”قال“ تھے یعنی دوستوں کے

① ۴۷/ محمد: ۳۸۔ ② ۴/ النساء: ۱۳۳۔ ③ ۳۵/ فاطر: ۱۶۔

④ حاکم، ۲/ ۳۱۳، وسندہ صحیح، مجمع الزوائد، ۷/ ۱۶، ابن ابی شیبہ، ۱۲/ ۱۲۵، الطبقات، ۴/ ۱۰۷، المعجم الكبير، ۱۰۱۶، شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة، ۳۳۶۸) ⑤ ۴۸/ الفتح: ۲۹۔

ساٹنے ہنس کھٹندہ رو اور دشمنان دین کے مقابلہ میں سخت اور جنگجو۔

سچے مسلمان راہ رب کے جہاد سے منہ نہیں موڑتے نہ پیچھے دکھاتے ہیں نہ ٹھکتے ہیں نہ بزدلی نہ آرام طلبی کرتے ہیں نہ کسی کی مردت میں آتے ہیں نہ کسی کی ملامت کا خوف کرتے ہیں وہ برابر اطاعت الہی میں اس کے دشمنوں سے جنگ کرنے میں بھلائی کا حکم کرنے میں اور برائیوں سے روکنے میں مشغول رہتے ہیں۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے سات باتوں کا حکم دیا ہے ”مسکینوں سے محبت رکھنے اور ان کے ساتھ بیٹھنے اٹھنے کا اور دنیوی امور میں اپنے سے کم درجے کے لوگوں کو دیکھنے کا اور اپنے سے بڑھے ہوؤں کو نہ دیکھنے کا اور صلہ رحمی کرتے رہنے کا اور دوسرے نہ کرتے ہوں اور کسی سے کچھ بھی نہ مانگنے کا اور حق بات بیان کرنے کا گو وہ سب کو کڑوی لگے اور دین کے معاملات میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرنے کا اور بکثرت لاحول ولاقوة الا باللہ پڑھنے کا“ کیونکہ یہ کلمہ عرش کے نیچے کا خزانہ ہے۔“ ① (مسند احمد)۔ اور روایت میں ہے میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پانچ مرتبہ بیعت کی ہے اور سات باتوں پر آپ نے میری پختگی کی ہے اور سات مرتبہ میں اپنے اوپر اللہ کو گواہ کرتا ہوں کہ میں اللہ کے دین کے بارے میں کسی بدگویی کی مطلق پر دائیں نہیں کرتا۔ مجھے بلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کیا مجھ سے جنت کے بدلے میں بیعت کرے گا؟“ میں نے منظور کر کے ہاتھ بڑھایا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شرط کی کہ کسی سے کچھ بھی نہ مانگتا میں نے کہا بہت اچھا فرمایا ”اگر چہ کوڑا بھی ہو“ یعنی اگر وہ بھی گھر پڑے تو خود سواری سے اتر کر لے لینا۔ ② (مسند احمد)۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”لوگوں کی بیعت میں آ کر حق گوئی سے نہ رکنا ایسا رکھو نہ تو کوئی موت کو قریب کر سکتا ہے نہ رزق کو دور کر سکتا ہے“ ③ ملاحظہ ہو امام احمد کی مسند۔ فرماتے ہیں ”خلاف شرع امر دیکھ سن کر اپنے آپ کو کمزور جان کر خاموش نہ ہو جانا نہ اللہ کے ہاں اس کی باز پرس ہوگی اس وقت انسان جواب دے گا میں لوگوں کے ڈر سے چپکا ہو گیا تو جناب باری تعالیٰ فرمائے گا میں اس کا زیادہ ہتھار تھا کہ تو مجھ سے ڈرتا“ ④ (مسند احمد)۔ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے قیامت کے دن ایک سوال یہ بھی کرے گا کہ تو نے خلاف شرع امر دیکھ کر اس سے روکا کیوں نہیں؟ پھر اللہ تعالیٰ خود ہی اسے جواب سمجھائے گا اور یہ کہے گا پروردگار! میں نے تجھ پر بھروسہ کیا اور لوگوں سے ڈرا“ ⑤ (ابن ماجہ)۔ ایک اور صحیح حدیث میں ہے ”مؤمن کو نہ چاہئے کہ اپنے آپ کو ذلت میں ڈالے“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کس طرح؟ فرمایا ”ان بلاؤں کو اپنے اوپر لے لے جن کی برداشت کی طاقت نہ ہو۔“ ⑥ پھر فرمایا ”اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہے دے“ یعنی کمال ایمان کی یہ صفتیں خاص اللہ کا عطیہ ہیں اسی کی طرف سے ان کی توفیق ہوتی ہے اس کا فضل بہت وسیع ہے اور وہ کامل علم والا ہے خوب جانتا ہے کہ اس بہت بڑی نعمت کا مستحق کون ہے؟

- ① احمد، ۵/۱۵۹؛ المعجم الأوسط، ۵۶۳۵، وسندہ حسن؛ مجمع الزوائد، ۱۰/۲۶۳، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ (السلسلة الصحيحة، ۲۱۶۶)
- ② احمد، ۵/۱۷۲، وسندہ ضعیف (منقطع) اس کی سند میں ابوالعشیٰ جمہول راوی ہے۔
- ③ احمد، ۳/۵۰، وسندہ ضعیف؛ المعجم الأوسط، ۲۸۲۵، مجمع الزوائد، ۷/۲۶۵۔
- ④ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنہی عن المنکر، ۴۰۰۸؛ احمد، ۳/۷۳، وسندہ ضعیف سند منقطع ہے ابوالعشیٰ نے ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا ابویعلیٰ، ۱۰۸۹، شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔ دیکھئے (ضعیف الترغیب، ۱۳۸۷)
- ⑤ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب قوله تعالیٰ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾، ۴۰۱۷، وسندہ حسن؛ احمد، ۳/۷۷، مسند ابی یعلیٰ، ۱۰۸۹، شیخ البانی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة ۹۲۶) ⑥ ترمذی، کتاب الفتن، باب لا يعترض من البلاء لعلما يطيق، ۲۲۵۴، وسندہ ضعیف علی بن زید بن جعدان ضعیف راوی ہے۔ ابن ماجہ، ۴۰۱۶۔

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَكُمْ هُزُؤًا وَكِبَابًا مِّنَ الَّذِينَ

أُوتُوا الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكَافِرَ أَوْلِيَاءَ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ وَإِذَا

نَادَيْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ اتَّخَذُوا هُزُؤًا وَكِبَابًا ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْقِلُونَ ۝

ترجمہ: مسلمانو! ان لوگوں کو دوست نہ بناؤ جو تمہارے دین کو ہنسی کھیل بنائے ہوئے ہیں خواہ وہ ان میں سے ہوں جو تم سے پہلے کتاب دے گئے خواہ کفار ہوں! اگر تم سچے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو۔ [۵۷-۵۸] جب تم نماز کے لئے پکارتے ہو تو وہ اسے ہنسی کھیل ٹھہرا لیتے ہیں یہ اس واسطے کہ بے عقل ہیں۔ [۵۸]

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ تمہارے دوست کفار نہیں بلکہ حقیقتاً تمہیں اللہ تعالیٰ سے اس کے رسول اور مومنوں سے دوستیاں رکھنی چاہئیں، مومن بھی وہ جن میں یہ صفیتیں ہوں کہ وہ نماز کے پورے پابند ہوں جو اسلام کا اعلیٰ اور بہترین رکن ہے اور صرف اللہ تعالیٰ کا حصہ ہے اور زکوٰۃ ادا کرتے ہوں جو اللہ تعالیٰ کے ضعیف مسکین بندوں کا حق ہے، آخری جملہ جو ہے اس کی نسبت بعض لوگوں کو وہ ہم سا ہو گیا کہ یہ ﴿يُؤْتُونَ الزُّكُوفَةَ﴾ سے حال واقع ہے یعنی رکوع کی حالت میں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں یہ بالکل غلط ہے اگر اسے مان لیا جائے تو یہ نمایاں طور پر ثابت ہو جائے گا کہ رکوع کی حالت میں زکوٰۃ دینا افضل ہے حالانکہ کوئی عالم اس کا قائل نہیں ان وہمیوں نے یہاں ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز کے رکوع میں تھے کہ ایک سائل آ گیا تو آپ نے اپنی انگوٹھی اتار کر اسے دے دی۔ ① ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ سے مراد بقول سب سے پہلے جملہ مسلمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں۔ اس پر یہ آیت اتری ہے ایک مرفوع حدیث میں بھی انگوٹھی کا قصہ ہے اور بعض دیگر مفسرین نے بھی یہ تفسیر کی ہے، لیکن سنا ایک کی بھی صحیح نہیں رجال ایک کے بھی ثقہ اور ثابت نہیں پس یہ واقعہ بالکل غیر ثابت ہے اور صحیح نہیں ٹھیک وہی ہے جو ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ یہ سب آیتیں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہیں جب کہ انہوں نے کھلے لفظوں میں یہودی کوڑی اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور ایمان دار لوگوں کی دوستی پر راضی ہو گئے۔ اسی لئے ان تمام آیتوں کے آخر میں فرمان ہوا ”جو شخص اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں سے دوستی رکھے وہ اللہ کے لشکر میں داخل ہے اور یہی اللہ کا لشکر غالب ہے“ جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے۔ ﴿تَحْسَبَ اللَّهُ لَا غَلِبَنَّ أُمَّنَا وَرُسُلِي﴾ ② الخ یعنی اللہ تعالیٰ لکھ چکا ہے کہ میں اور میرے رسول ﷺ ہی غالب رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ پر اور آخرت پر ایمان رکھنے والوں کو تو اللہ تعالیٰ اور رسول کے دشمنوں سے دوستی رکھنے والا کبھی نہ پائے گا گو وہ باپ، بیٹے، بھائی، اور کنبے قبیلے کے لوگ ہوں۔ یہی ہیں جن کے دلوں میں اللہ تعالیٰ نے ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی روح سے ان کی تائید کی ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ ان جنتوں میں لے جائے گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ رہیں گے رب تعالیٰ ان سے راضی ہے یہ اللہ سے خوش ہیں یہی اللہ تعالیٰ کے لشکر ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی کا لشکر فلاح پانے والا ہے۔ پس جو بھی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اور مومنوں کی دوستیوں پر رضامند ہو جائے وہ دنیا میں منصور ہے اور آخرت میں فلاح پانے والا ہے اسی لئے اس آیت کو بھی اس جملے پر ختم کیا۔

غیر مسلموں سے دوستی نہ رکھو: [آیت: ۵۷-۵۸] اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو غیر مسلموں کی محبت سے نفرت دلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ

① اس روایت میں شحاک اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان انقطاع اور ابوشان متکلم فی راوی ہے۔ (الضعفاء والمعروکین، ۱/ ۳۲۰، رقم،

کیا تم ان سے دوستیاں کر دو گے جو تمہارے طاہر و مطہر دین کو نبی میں اڑاتے ہیں اور اسے ایک باز سچے اطفال بنائے ہوئے ہیں۔ ﴿مَنْ﴾ بیان جنس کے لئے ہے جیسے ﴿الْأَوْثَان﴾ میں۔ بعضوں نے ﴿وَالْكُفَّار﴾ پڑھا ہے اور عطف ڈالا ہے۔ بعضوں نے ﴿وَالْكُفَّار﴾ پڑھا ہے اور ﴿لَا تَتَّخِذُوا﴾ کا معمول بنایا ہے تو تقدیر عبارت ﴿وَلَا الْكُفَّارَ أَوْلِيَاءَ﴾ ہوگی۔ کفار سے مراد مشرکین ہیں۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا﴾ ہے۔ ”اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ان سے دوستیاں نہ کرو اگر تم سچے مومن ہو۔“ یہ تو تمہارے دین کی اور شریعت کی دشمنی کرنے والے ہیں جیسے فرمایا ﴿لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ﴾ ❶ الخ ”مومن مومنوں کو چھوڑ کر کفار سے دوستیاں نہ کریں اور جو ایسا کرے وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی بھلائی میں نہیں ہاں ان سے بچاؤ مقصود ہو تو اور بات ہے اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ذات سے ڈرا رہا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لوٹنا ہے۔“

اذان سن کر شیطان بھاگ جاتا ہے: اسی طرح یہ کفار اہل کتاب بھی اور مشرک بھی اس وقت بھی مذاق اڑاتے ہیں جب تم نمازوں کے لئے پکارتے ہو حالانکہ وہ اللہ تعالیٰ کی سب سے پیاری عبادت ہے۔ لیکن یہ بے وقوف اتنا بھی نہیں جانتے اس لئے کہ یہ قبیح شیطان ہیں اور ”اس کی یہ حالت ہے کہ اذان سنتے ہی گوز مارتا ہو ادم دبائے بھاگتا ہے اور وہاں جا کر ٹھہرتا ہے جہاں اذان کی آواز نہ آئے اس کے بعد آ جاتا ہے پھر تکبیر سن کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے اس کے ختم ہوتے ہی آ کر اپنے بہکاوے میں لگ جاتا ہے۔ انسان کو ادھر ادھر کی بھولی بھری باتیں یاد دلاتا ہے یہاں تک کہ اسے یہ بھی خبر نہیں رہتی کہ نماز کی کتنی رکعتیں پڑھیں ہیں؟ جب ایسا ہو تو دو سجدے سو کے کرے“ ❷ (متفق علیہ)۔ امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اذان کا ذکر قرآن کریم میں بھی ہے پھر یہی آیت تلاوت کی۔ ❸ ایک لہرائی مدینے میں اذان میں جب ”أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ“ سنتا تو کہتا کذاب جل جائے۔ ایک مرتبہ رات کو اس کی خادمہ گھر میں آگ لائی کوئی پتنگا اڑا جس سے گھر میں آگ لگ گئی وہ شخص اور اس کا گھر یا سب جل کر خاک ہو گیا۔ فتح مکہ کے سال حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو کعبے میں اذان کہنے کا حکم دیا، قریب ہی ابوسفیان بن حرب، عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام بیٹھے ہوئے تھے۔ عتاب نے تو اذان سن کر کہا کہ میرے باپ پر تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہوا کہ وہ اس غصہ دلانے والی آواز کے سننے سے پہلے ہی دنیا سے چل بسا۔ حارث کہنے لگا اگر میں اسے سچا جانتا تو ان ہی لیتا۔ ابوسفیان نے کہا کہ بھئی میں تو کچھ بھی زبان سے نہیں نکالتا ڈر ہے کہ کہیں یہ نکلریاں اسے خبر نہ کر دیں۔ انہوں نے باتیں ختم کی ہی تھیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم آ گئے۔ اور فرمانے لگے ”اس وقت تم نے یہ یہ باتیں کہی ہیں۔“ یہ سنتے ہی عتاب اور حارث تو بول پڑے کہ ہماری گواہی ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ یہاں تو کوئی چوتھا تھا ہی نہیں ورنہ ہم یہ گمان کر سکتے تھے کہ اس نے جا کر آپ سے کہہ دیا ہوگا (سیرت محمد بن اسحاق)

حضرت عبداللہ بن محیریز رضی اللہ عنہ جب شام کے سفر کو جانے لگے تو حضرت ابو محمد ذرہ رضی اللہ عنہ سے جن کی گود میں انہوں نے ایام یتیمی بسر کئے تھے کہ آپ کی اذان کے بارے میں مجھ سے وہاں کے لوگ ضرور سوال کریں گے، تو آپ اپنے واقعات تو مجھے بتا دیجئے۔ فرمایا ہاں سنو جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حنین سے واپس آ رہے تھے راستے میں ہم لوگ ایک جگہ تھے اور نماز کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مؤذن نے اذان کہی۔ ہم نے اس کی نقل اور مذاق اڑانا شروع کیا۔ کہیں آپ کے کان میں بھی آواز میں پڑ گئیں۔ سپاہی آیا اور ہمیں آپ کے پاس لے گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا ”تم سب میں زیادہ اونچی آواز کس کی تھی؟“ سب نے میری طرف اشارہ کیا، تو آپ نے اور سب کو تو چھوڑ دیا اور مجھے روک لیا اور فرمایا ”اٹھو اور اذان کہو۔“ واللہ اس وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم

❶ ۳/۱۸۸ - صحیح بخاری، کتاب السہو، باب اذالم یدرکم صلی ثلاثا او اربعاً سجدتین ۱۲۳۱،

❷ صحیح مسلم، ۳۸۹ - ابن ابی حاتم، ۴/۱۱۶۴ -

قُلْ يَا هَلْ الْكِتَابِ هَلْ تَنْقُمُونَ مِنَّا إِلَّا أَنْ أَمَّنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْنَا وَمَا
 أُنزِلَ مِن قَبْلُ لَا وَإِنَّ أَكْثَرَكُمْ فَسِقُونَ ﴿٥٩﴾ قُلْ هَلْ أَنْبَأُكُمْ بِشَرِّ مِمَّنْ ذَلِكَ مَثُوبَةٌ
 عِنْدَ اللَّهِ ط مَنْ لَعَنَهُ اللَّهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمْ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيرَ وَعَبَدَ
 الطَّاغُوتَ ط أُولَئِكَ شَرٌّ مَكَانًا وَأَضَلُّ عَن سَوَاءِ السَّبِيلِ ﴿٦٠﴾ وَإِذَا جَاءَ وَكُمُ قَالُوا
 أَمَّنَّا وَقَدْ دَخَلُوا بِالْكَفْرِ وَهُمْ قَدْ خَرَجُوا بِهِ ط وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا كَانُوا يَكْتُمُونَ ﴿٦١﴾
 وَتَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يُسَارِعُونَ فِي الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَأَكْلِهِمُ السُّحْتَ ط لَيْسَ مَا
 كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا يَنْهَاهُمُ الرَّسُولُ وَالْأَحْبَابُ عَنِ قَوْلِهِمُ الْإِثْمَ وَأَكْلِهِمُ
 السُّحْتَ ط لَيْسَ مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ ﴿٦٣﴾

ترجمہ: کہہ دے کہ اے یہود یو اور نصاریٰ تم ہم سے صرف اس وجہ سے دشمنیاں کر رہے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو کچھ ہماری جانب نازل کیا گیا ہے اور جو کچھ اس سے پہلے اتارا گیا ہے اس پر ایمان لائے ہیں اور اس لئے بھی کہ تم میں سے اکثر فاسق ہیں۔ [۵۹] کہہ کہہ کہ کیا میں تمہیں بتاؤں؟ کہ اس سے بھی زیادہ برے اجر پانے والا اللہ تعالیٰ کے نزدیک کون ہے؟ وہ جس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی اور اس پر وہ غصے ہوا اور ان میں سے بعض کو بندر اور سور بنا دیا اور وہ جنہوں نے عبودان باطل کی پرستش کی یہی لوگ بدتر درجے والے ہیں اور یہی راہ راست سے بہت زیادہ ہٹکنے والے ہیں۔ [۶۰] جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے حالانکہ وہ کفر لئے ہوئے ہی آئے تھے اور اسی کفر کے ساتھ ہی گئے بھی۔ جو کچھ چھپا رہے ہیں اس سے اللہ تعالیٰ خوب وانا ہے۔ [۶۱] تو دیکھے گا کہ ان میں سے اکثر گناہ کے کاموں کی طرف اور ظلم و زیادتی کی طرف اور مال حرام کے کھانے کی طرف لپک رہے ہیں جو کچھ یہ کر رہے ہیں وہ نہایت برے کام ہیں۔ [۶۲] انہیں ان کے عابد و عالم جھوٹ باتوں کے کہنے اور حرام چیزوں کے کھانے سے کیوں نہیں روکتے؟ بے شک برا کام ہے جو یہ کر رہے ہیں۔ [۶۳]

= کی ذات سے آپ کی حکم برداری سے زیادہ بری چیز میرے نزدیک کوئی نہ تھی لیکن بے بس تھا کھڑا ہو گیا۔ اب خود آپ نے مجھے اذان سکھائی اور جو آپ ﷺ سکھاتے رہے میں کہتا رہا (پھر اذان پوری بیان کی) جب اذان سے فارغ ہوا تو آپ ﷺ نے مجھے ایک تھیلی دی جس میں چاندی تھی پھر اپنا دست مبارک میرے سر پر رکھا اور پیٹھ تک لائے۔

پھر فرمایا "اللہ تعالیٰ تجھ میں اور تجھ پر برکت دے۔" اب تو اللہ تعالیٰ کی قسم میرے دل سے عداوت رسول ﷺ بالکل جاتی رہی۔ اور بجائے اس کے ایسی ہی محبت حضور ﷺ کی دل میں پیدا ہو گئی۔ میں نے آرزو کی کہ مکہ کا مؤذن حضور ﷺ مجھ کو بنادیں۔ آپ ﷺ نے میری یہ درخواست منظور فرمائی اور میں مکہ میں چلا گیا اور وہاں کے گورنر حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ سے مل کر مؤذنی پر مامور ہو گیا ۱ حضرت ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کا نام سمرہ بن معیر بن لوذان تھا۔ حضور ﷺ کے چار مؤذنون میں سے ایک آپ تھے اور

۱ احمد، ۴۰۹/۳، صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب صفة الاذان، ۳۷۹، ابوداؤد، ۵۰۳، مختصرًا، بیہقی، ۱/۳۹۳، نسائی، ۶۳۳، ابن ماجہ، ۷۰۸، مطولاً۔

بسی مدت تک آپ اہل مکہ کے مؤذن رہے (رضی اللہ عنہ وارضاه)

نافرمان گروہ کا برا انجام: [آیت: ۵۹-۶۳] حکم ہوتا ہے کہ جو اہل کتاب تمہارے دین کا مذاق اڑاتے ہیں ان سے کہو کہ تم نے جو بیزہم سے باندھ رکھا ہے اس کی وجہ اس کے سوائے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور اس کی تمام کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس دراصل نہ تو یہ کوئی وجہ بغض ہے نہ سبب مذمت۔ یہ استثنا منقطع ہے اور آیت میں ہے ﴿وَمَا نَقْمُوا مِنْهُمْ﴾ ① یعنی ”فقط اس وجہ سے انہوں نے ان سے دشمنی کی تھی کہ اللہ عزیز و حمید کو مانتے تھے۔“ اور جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَمَا نَقْمُوا إِلَّا أَنْ اعْتَنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ﴾ ② یعنی ”انہوں نے صرف اس کا انتقام لیا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور رسول اللہ ﷺ نے مال دے کر غنی کر دیا ہے۔“ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے ”ابن جبیل اسی کا بدلہ لیتا ہے کہ فقیر تھا تو اللہ تعالیٰ نے اسے غنی کر دیا۔“ ③ اور یہ کہ تم میں سے اکثر صراط مستقیم سے الگ اور خارج ہو چکے ہیں۔ تم جو ہماری نسبت گمان رکھتے ہو آؤ میں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بدلہ پانے میں کون بدتر ہے؟ اور وہ تم ہو کیونکہ یہ خصالتیں تم میں ہی پائی جاتی ہیں۔ یعنی جسے اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہو اپنی رحمت سے دور ڈال دیا ہو اس پر غضب ناک ہوا ہو ایسا جس کے بعد رضا مند نہیں ہونے کا اور جن میں سے بعضوں کی صورتیں بگاڑ دی ہوں بندر اور سور بنا دیئے ہوں۔ اس کا پورا بیان سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ حضور ﷺ سے سوال ہوا کہ کیا یہ بندر اور سور وہی ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”جس قوم پر اللہ تعالیٰ کا ایسا عذاب نازل ہوتا ہے ان کی نسل ہی نہیں ہوتی ان سے پہلے بھی سورا اور بندر تھے۔“ یہ روایت مختلف الفاظ میں صحیح مسلم ④ اور نسائی میں بھی ہے مسند احمد میں ہے ”جنوں کی ایک قوم سانپ بنا دی گئی تھی جیسے بندر اور سور بنا دیئے گئے۔“ ⑤ یہ حدیث بہت ہی غریب ہے انہیں میں سے بعضوں کو غیر اللہ کا پرستار بنا دیا۔ ایک قرأت اضافت کے ساتھ طاغوت کی زیر سے بھی ہے یعنی انہیں بتوں کا غلام بنا دیا۔ حضرت بریدہ سلمیؓ سے ﴿عَابِدُ الطَّاغُوتِ﴾ پڑھتے تھے۔ ابو جعفر قاریؒ سے ﴿وَعِبَادُ الطَّاغُوتِ﴾ بھی مقول ہے پھر اس کے معنی میں دوری پڑ جاتی ہے لیکن فی الواقع دوری بھی نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ تم ہی وہ ہوجن میں طاغوت کی عبادت کی گئی۔ الغرض اہل کتاب کو الزام دیا جاتا ہے کہ ہم پر تو عیب گیری کرتے ہو حالانکہ ہم موحد ہیں صرف ایک اللہ برحق کے ماننے والے ہیں اور تم تو وہ ہو کہ یہ سب باتیں تم میں پائی گئیں۔ اس لئے خاتے پرفرما یا کہ یہی لوگ باعتبار قدر و منزلت کے بہت برے ہیں اور باعتبار راستی پر ہونے کے بہت دور کی غلط راہ پر پڑے ہوئے ہیں۔ اس افضل التفضیل میں دوسری جانب کچھ نہیں۔

مشارکت یہاں سرے سے ہے ہی نہیں جیسے اس آیت میں ﴿أَصْحَابُ الْجَنَّةِ يَوْمَئِذٍ خَيْرٌ مُسْتَقَرًّا وَأَحْسَنُ مَقِيلًا﴾ ⑥ پھر منافقوں کی ایک بدخصلت بیان ہو رہی ہے کہ ظاہر میں تو وہ مؤمنوں کے سامنے اظہار ایمان کرتے ہیں۔ اور ان کے باطن کفر سے بھرے پڑے ہیں۔ یہ تیرے پاس آتے ہیں تو کفر کی حالت میں اور تیرے پاس سے جاتے ہیں تو اسی حالت میں۔ تیری باتیں تیری نصیحتیں ان پر کچھ بھی تو اثر نہیں کرتیں۔ بھلا یہ پردہ داری ان کے کیا کام آئے گی جس سے کام پڑتا ہے وہ تو عالم الغیب ہے دلوں کے عہد اس پر روشن ہیں وہاں جا کر پورا پورا بدلہ بھگتنا پڑے گا۔ تو دیکھ رہا ہے کہ یہ گناہوں پر حرام پورا اور باطل کے ساتھ لوگوں =

① ۸۵ / البروج: ۸۔ ② ۹ / التوبة: ۷۴۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَلِي الرقاب والغارمین ولی سبیل اللہ﴾ ۱۶۶۸، صحیح مسلم، ۹۸۳۔ ④ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب بیان ان الأجال والأرزاق وغیرھا..... ۲۶۶۳، احمد، ۱ / ۴۱۳۔ ⑤ احمد، ۱ / ۳۴۸، وسندہ صحیح، طبرانی، ۱۱۹۶۶، مسند البزار، ۱۲۳۲، ابن حبان، ۱۰۸۰، یہ روایت موقوف صحیح ہے (الموسوعة الحدیثیة، ۱۰ / ۳۰۵) اور شیخ البانیؒ نے بھی اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحیحة، ۱۸۲۴) ⑥ ۲۵ / الفرقان: ۲۴۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ يَدُ اللَّهِ مَغْلُولَةٌ غُلَّتْ أَيْدِيهِمْ وَلَعْنُوا بِمَا قَالُوا بَلْ يَدُ اللَّهِ مَبْسُوطَةٌ لَا يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَاءُ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا وَكُفْرًا وَالْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ كُلَّمَا أَوْقَدُوا نَارًا لِلْحَرْبِ أَطْفَأَهَا اللَّهُ وَيَسْعُونَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِينَ ۝ وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَأَدْخَلْنَاهُمْ جَنَّاتِ النَّعِيمِ ۝ وَلَوْ أَنَّهُمْ أَقَامُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ إِلَيْهِمْ مِّن رَّبِّهِمْ لَأَكْكُوا مِنْ فَوْقِهِمْ وَمِنْ تَحْتِ أَرْجُلِهِمْ مِّنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ۝ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَاءَ مَا يَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ: یہودیوں نے کہا اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں۔ انہی کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں اور ان کے اس قول کی وجہ سے ان پر لعنت کی گئی بلکہ اللہ تعالیٰ کے دونوں ہاتھ کھلے ہوئے ہیں۔ جس طرح چاہتا ہے خرچ کرتا رہتا ہے جو کچھ تیری طرف تیرے رب تعالیٰ کی جانب سے اتارا جاتا ہے وہ ان میں سے اکثر کو تو سرکشی اور کفر میں اور بڑھا دیتا ہے ہم نے ان میں آپس میں ہی قیامت تک کے لئے عداوت اور بغض ڈال دیا ہے۔ وہ جب کبھی لڑائی کی آگ کو بھڑکانا چاہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اسے بجھا دیتا ہے یہ ملک بھر میں شرفساد مچاتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فسادیوں سے محبت نہیں کرتا۔ [۶۳] اگر یہ اہل کتاب ایمان لاتے اور تقویٰ اختیار کرتے تو ہم ان کی تمام برائیاں معاف فرمادیتے اور ضرور انہیں راحت و آرام کی جنتوں میں لے جاتے۔ [۶۵] اور اگر یہ لوگ توراہ و انجیل اور ان کی جانب جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل فرمایا گیا ہے ان پر پورے پابند رہتے تو یہ لوگ اپنے اوپر نیچے سے روزیاں پاتے اور دکھاتے ایک جماعت تو ان میں سے درمیانہ روٹ کی ہے باقی ان میں سے اکثر لوگوں کے بڑے برے اعمال ہیں۔ [۶۶]

== کے مال پر کس طرح چڑھ دوڑتے ہیں؟ ان کے اعمال نہایت ہی خراب ہو چکے ہیں۔ ان کے اولیا یعنی عابد و عالم اور ان کے علما انہیں ان باتوں سے کیوں نہیں روکتے؟ دراصل ان علما اور بیروں کے اعمال بھی بدترین ہو گئے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ علما اور فقرا کی ڈانٹ کے لئے اس سے زیادہ سخت آیت قرآن میں کوئی نہیں۔

حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح منقول ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک خطبے میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا: لوگو! تم سے اگلے لوگ اسی بنا پر ہلاک کر دیئے گئے کہ وہ برائیاں کرتے تھے اور ان کے عالم اور اللہ والے خاموش رہتے تھے۔ جب یہ عادت ان میں پڑ گئی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں قسم قسم کی سزائیں دیں پس تمہیں چاہئے کہ بھلائی کا حکم کر ڈبرائی سے روکو اس سے پہلے کہ تم پر بھی وہی عذاب آجائیں جو تم سے پہلے والوں پر آئے یقین رکھو کہ اچھائی کا حکم اور برائی سے ممانعت نہ تو تمہاری روزی گھٹائے گا نہ تمہاری موت قریب کر دے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے ”جس قوم میں کوئی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے اور وہ لوگ باوجود

روکنے کی قدرت اور غلبے کے اسے نہ مٹائیں تو اللہ تعالیٰ سب پر اپنا عذاب نازل فرمائے گا“ ① (مسند احمد) ابوداؤد میں ہے ”یہ عذاب ان کی موت سے پہلے ہی آپڑے گا۔“ ② ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے۔ ③

یہودیوں کی اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی: [آیت: ۶۳-۶۶] ملعون یہودیوں کا ایک خمیٹھ قول بیان فرما رہا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کو بخیل کہتے تھے۔ یہی لوگ اللہ تعالیٰ کو فقیر بھی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ذات اس ناپاک مقولہ سے بہت بلند و بالا ہے پس اللہ تعالیٰ کے ہاتھ بندھے ہوئے ہیں سے مطلب ان کا یہ نہ تھا کہ ہاتھ جکڑ دیئے گئے ہیں۔ بلکہ مراد اس سے بخل تھا۔ یہی محاورہ قرآن میں اور جگہ بھی ہے فرماتا ہے ﴿لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلَىٰ عُنُقِكَ﴾ ④ یعنی ”اپنے ہاتھ اپنی گردن سے باندھ بھی نہ لے اور نہ حد سے بھی زیادہ پھیلا دے کہ پھر نکان اور ندامت کے ساتھ بیٹھ رہنا پڑے۔“ پس بخل سے اور اسراف سے اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں روکا پس ملعون یہودیوں کا بھی ہاتھ بندھا ہوا ہونے سے یہی مراد تھی۔ نفاص نامی یہودی نے یہ کہا تھا ⑤ اور اسی ملعون کا وہ دوسرا قول بھی تھا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں جس پر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسے پٹا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ شناس بن قیس نے یہی کہا تھا۔ جس پر یہ آیت اتری اور ارشاد ہوا کہ بخیل اور کجوس ذلیل اور بزدل یہ لوگ خود ہیں۔ چنانچہ اور آیت میں ہے ”اگر یہ بادشاہ بن جائیں تو کسی کو کچھ بھی نہ دیں بلکہ یہ تو اوروں کی نعمتیں دیکھ کر جلتے ہیں۔“ یہ ذلیل تر لوگ ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ کھلے ہیں وہ بہت کچھ خرچ کرتا رہتا ہے اس کا فضل وسیع ہے اس کی بخشش عام ہے ہر چیز کے خزانے اس کے ہاتھوں میں ہیں ہر نعمت اس کی طرف سے ہے۔ ساری مخلوق دن رات ہر وقت ہر جگہ اسی کی محتاج ہے۔ فرماتا ہے: ﴿وَأَن تَكُم مِّنْ كُلِّ مَآسَأَلْتُمُوهُ وَإِن تَعُدُّوا نِعْمَةَ اللَّهِ لَا تُحْصُوهَا إِنَّ الْإِنْسَانَ لَظَلُومٌ كَفَّارٌ﴾ ⑥ ”تم نے جو مانگا اللہ تعالیٰ نے وہ دیا۔ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو بھی شمار نہیں کر سکتے۔ یقیناً انسان بڑا ہی ظالم بے حد ناشکرا ہے۔“ مسند میں حدیث ہے ”اللہ تعالیٰ کا داہنا ہاتھ بڑے ہے۔ دن رات کا خرچ اس کے خزانے کو گھٹاتا نہیں۔ شروع سے لے کر آج تک جو کچھ بھی اس نے اپنی مخلوق کو عطا فرمایا ہے اس نے اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں کی۔ اس کا عرش پہلے پانی پر تھا اسی کے ہاتھ میں فیض ہے یا قبضہ ہے وہی بلندی اور پستی کرتا ہے اس کا فرمان ہے کہ لوگو! تم میری راہ میں خرچ کرو تم دیئے جاؤ گے۔“ بخاری و مسلم میں بھی یہ حدیث ہے۔ ⑦ پھر فرمایا جس قدر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اے نبی! تیرے پاس بڑھیں گی اتنا ہی ان شیاطین کا کفر حسد اور جلا پا بڑھے گا۔ ٹھیک اسی طرح جس طرح مومنوں کا ایمان اور ان کی تسلیم و اطاعت بڑھتی ہے۔ جیسے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشَفَاءً﴾ ⑧ الخ ”ایمان والوں کے لئے تو یہ ہدایت و شفا ہے اور بے ایمان اس سے اندھے بہرے ہیں یہی ہیں جو ویرانوں سے پکارے جاتے ہیں۔“ اور آیت میں ہے ﴿وَنُنزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ﴾ ⑨ الخ ”ہم نے وہ قرآن اتارا ہے جو مومنوں کے لئے شفا اور رحمت ہے اور ظالموں کو تو نقصان میں ہی بڑھا تا رہتا ہے۔“

- ① احمد، ۴/۳۶۳، وسندہ ضعیف؛ المعجم الكبير، ۲۳۷۹۔ ② ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی، ۴۳۳۹ وسندہ ضعیف عبید اللہ بن جریر راوی مجهول الحال ہے۔ ③ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، ۴۰۰۹ وهو حسن۔ ④ ۱۷/الاسراء: ۲۹۔ ⑤ الطبری، ۱۰/۴۵۳۔ ⑥ ۱۴/ابراہیم: ۳۴۔ ⑦ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب (وکان عرشہ علی الماء) ۷۴۱۹؛ صحیح مسلم ۹۹۳؛ احمد، ۲/۱۳۱۳؛ ابن حبان ۷۲۵۔ ⑧ ۴۱/ختم السجدة: ۴۴۔ ⑨ ۱۷/الاسراء: ۸۲۔

پھر ارشاد ہوا کہ ان کے دلوں میں سے خود آپس کا بغض دیر بھی قیامت تک نہیں ہٹے گا۔ ایک دوسرے کے آپس میں ہی خون پینے والے یہ لوگ ہیں۔ ناممکن ہے کہ یہ حق پر جم جائیں یہ اپنے ہی دین میں فرتے فرتے ہو رہے ہیں۔ جھگڑے اور عداوتیں ان میں آپس میں چلی جا رہی ہیں اور جاری ہی رہیں گی۔ یہ بسا اوقات لڑائی کے سامان کرتے ہیں چو طرف ایک آگ تیرے خلاف بھڑکانا چاہتے ہیں، لیکن ہر مرتبہ منہ کی کھاتے ہیں۔ ان کا کرمان ہی پر لوٹ جاتا ہے یہ مفسد لوگ ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دشمن ہیں۔ کسی مفسد کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست نہیں بناتا۔ اگر یہ با ایمان اور پرہیزگار بن جائیں تو ہم ان سے تمام ڈر دور کر دیں اور مقصود سے انہیں ملا دیں۔ اگر یہ تورات و انجیل اور اس قرآن کو مان لیں کیونکہ تورات و انجیل کا ماننا اس قرآن کے ماننے کو لازم کر دے گا ان کی صحیح تعلیم یہی ہے کہ یہ قرآن سچا ہے اس کی اور نبی آخر الزمان ﷺ کی تصدیق پہلے کی کتابوں میں موجود ہے تو اگر یہ اپنی ان کتابوں کو بغیر تحریف و تبدیلی اور تاویل و تفسیر کے مانیں تو وہ انہیں اسی اسلام کی ہدایت کریں گی جو آنحضرت ﷺ بتلاتے ہیں۔ اس صورت میں اللہ تعالیٰ انہیں دنیا کے فائدے بھی دے گا اور آسمان سے پانی برسائے گا۔ زمین سے پیداوار اگاے گا، نیچے اوپر کی یعنی زمین آسمان کی برکتیں انہیں مل جائیں گی جیسے اور آیت میں ہے ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا﴾ ① الخ یعنی ”اگر بستیوں والے ایمان لاتے اور پرہیزگاری کرتے تو ہم ان پر آسمان و زمین سے برکتیں نازل فرماتے۔“ اور آیت میں ہے ﴿ظَهَرَ الْفَسَادُ فِى السَّيْرِ وَالْبُحُورِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِى النَّاسِ﴾ ② لوگوں کی برائیوں کی وجہ سے خشکی اور تری میں فساد ظاہر ہو پڑا“ اور یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ بغیر مشقت و مشکل کے ہم انہیں بکثرت بابرکت روزیاں دیتے۔ بعضوں نے اس جملہ کا مطلب یہ بھی بیان کیا ہے کہ یہ لوگ ایسا کرنے سے خیر میں ہو جاتے۔ لیکن یہ قول اقوال سلف کے خلاف ہے۔ ابن ابی حاتم میں اس جگہ ایک اثر وارد ہوا ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”قریب ہے کہ علم اٹھایا جائے“ یہ سن کر حضرت زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ علم اٹھ جائے؟ ہم نے قرآن سیکھا اپنی اولادوں کو سکھایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”افسوس! میں تو تمام مدینہ والوں سے زیادہ تم کو سکھدار جانتا تھا“ تو نہیں دیکھتا کہ یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں میں بھی تورات و انجیل ہے لیکن کس کام کی؟ جب کہ انہوں نے احکام اللہ تعالیٰ چھوڑ دیئے۔“ پھر آپ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ یہ حدیث مسند احمد میں بھی ہے کہ حضور ﷺ نے کسی چیز کا بیان فرمایا کہ یہ بات علم کے جاتے رہنے کے وقت ہوگی۔ اس پر حضرت ابن لبید رضی اللہ عنہ نے کہا علم کیسے جاتا رہے گا؟ ہم قرآن پڑھے ہوئے ہیں اپنے بچوں کو پڑھا رہے ہیں وہ اپنی اولادوں کو پڑھائیں گے یہی سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اس پر آپ ﷺ نے جواب میں وہ فرمایا جو اوپر بیان ہوا۔ ③

پھر فرمایا ان میں ایک جماعت میانہ رو بھی ہے مگر اکثر بد اعمال ہیں۔ جیسے فرمان ہے ﴿وَمِنْ قَوْمٍ مُّؤْمِنِينَ آمَنُوا بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْتَدُونَ﴾ ④ ”سوئی علیہ السلام کی قوم میں سے ایک گروہ جن کی ہدایت کرنے والا اور اسی کے ساتھ عدل و انصاف کرنے والا بھی تھا۔“ اور قوم عیسائی کے بارے میں فرمان ہے ﴿فَاتَيْنَا الَّذِينَ آمَنُوا مِنْهُمْ أَجْرَهُمْ﴾ ⑤ ”ان میں سے با ایمان لوگوں کو ہم نے ان کے ثواب عنایت فرمائے“ یہ نکتہ خیال میں رہے کہ ان کا بہترین وجہ نجات کا بیان فرمایا اور اس امت میں یہ درجہ دوسرا درجہ =

① ۷/ الاعراف: ۹۶۔ ② ۳۰/ الروم: ۴۱۔ ③ احمد، ۴/ ۱۶۰، ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب ذهاب القرآن والعلم، ۴۰۴۸؛ وسندہ ضعیف سند منقطع ہے۔ سالم نے زیاد بن لبید رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا۔ طبرانی، ۵۲۹۰۔ ④ ۷/ الاعراف: ۱۵۹۔ ⑤ ۵۷/ الحديد: ۲۷۔

يَأْتِيهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ٥

ترجمہ: اے رسول! پہنچا دے جو کچھ بھی تیری طرف تیرے رب تعالیٰ کی جانب سے نازل کیا گیا ہے۔ اگر تو نے ایسا نہ کیا تو تو نے اللہ کی رسالت ادا نہیں کی، تجھے اللہ تعالیٰ لوگوں سے بچالے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ کافر لوگوں کی رہبری نہیں کرتا۔ [۶۷]

ہے جس پر ایک تیسرا اور چارواں بھی ہے۔ فرمایا۔ ﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا﴾ ① ”پھر ہم نے کتاب کا وارث اپنے چیدہ بندوں کو بنایا، ان میں سے بعض تو اپنے نفسوں پر ظلم کرنے والے، بعض میانہ رو اور بعض اللہ تعالیٰ کے حکم سے نیکیوں میں آگے بڑھنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑا فضل ہے۔“ پس یہ تینوں قسمیں اس امت کی داخل جنت ہونے والی ہیں۔ ابن مردودہ میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے حضور ﷺ نے فرمایا ”موسیٰ علیہ السلام کی امت کے اکہتر گروہ ہو گئے جن میں سے ایک تو جنتی ہے باقی ستر دوزخی۔ عیسیٰ علیہ السلام کی امت کے بہتر گروہ ہو گئے جن میں سے ایک جنتی باقی اکہتر دوزخی۔ میری یہ امت ان دونوں سے بڑھ جائے گی ان کا بھی ایک گروہ تو جنت میں جائے گا باقی بہتر گروہ جہنم میں جائیں گے۔“ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہیں؟ فرمایا جماعتیں جماعتیں۔“ یعقوب بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ یہ حدیث بیان کرتے تو قرآن کی آیت ﴿وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْكِتَابِ آمَنُوا وَاتَّقَوْا﴾ الح اور ﴿وَمَنْ خَلَقْنَا أُمَّةً يَهْتَدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ﴾ ② بھی پڑھتے اور فرماتے اس سے مراد امت محمد ہے۔ ③ لیکن یہ حدیث ان لفظوں میں اور اس سند سے بے حد غریب ہے اور ستر سے اوپر فرقوں کی حدیث بہت سی سندوں سے مروی ہے جسے ہم نے اور جگہ بیان کر دیا ہے فالحمد لله۔

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پوری تعلیمات کی تبلیغ کا حکم دیا: [آیت: ۶۷] اپنے نبی ﷺ کو رسول کے پیارے خطاب سے آواز دے کر اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کل احکام لوگوں کو پہنچا دو۔ حضور ﷺ نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ صحیح بخاری میں ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں جو تجھ سے کہے کہ حضور ﷺ نے کسی اللہ کے نازل کردہ حکم کو چھپا لیا تو جان لو کہ وہ جھوٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو یہ حکم دیا ہے۔ پھر اسی آیت کی تلاوت آپ نے کی۔ یہ حدیث یہاں مختصر ہے اور جگہ پر مطول بھی ہے۔ ④ صحیح بخاری و مسلم میں ہے کہ اگر حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے کسی فرمان کو چھپانے والے ہوتے تو اس آیت کو چھپاتے ﴿وَتُخْفِي هِيَ نَفْسِكَ مَا اللَّهُ مُبْدِيهِ﴾ ⑤، ⑥ یعنی ”تو اپنے دل میں وہ چھپاتا تھا جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے ڈر رہا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ تو اس سے ڈرے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کسی نے کہا لوگوں میں چرچا ہو رہا ہے کہ تمہیں کچھ باتیں حضور ﷺ نے ایسی بتائی ہیں جو اور لوگوں سے چھپائیں تھیں، تو آپ نے یہی آیت پڑھی اور فرمایا قسم اللہ تعالیٰ کی ہمیں

① ۳۵/فاطر: ۳۲۔ ② ۷/الاعراف: ۱۸۱۔ ③ مسند ابی یعلیٰ، ۳۶۸: مجمع الزوائد، ۷/۲۶۱، اس روایت میں ابو مشرک السندی الباشی ہے جسے ابن مدینی نے شیخ ضعیف ودارقطنی نے ضعیف اور بخاری نے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔ دیکھئے (المیزان، ۴/۲۶۶، رقم، ۹۰۱۷) ④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدہ باب ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ﴾ ۴۶۱۲، ۴۸۵۵، مطولاً؛ صحیح مسلم، ۱۷۷: ترمذی، ۳۰۶۸: احمد، ۴۹/۶: ابو یعلیٰ، ۴۹۰۰: ابن حبان، ۶۰۔ ⑤ ۳۳/الاحزاب: ۲۷۔ ⑥ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ عزوجل ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرَى﴾ ۱۷۷۔

حضور ﷺ نے کسی ایسی مخصوص چیز کا وارث نہیں بنایا (ابن ابی حاتم)۔ صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا "کیا تمہارے پاس قرآن کے علاوہ کچھ اور وحی بھی ہے؟" آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس اللہ کی قسم جس نے دانے کو اگایا ہے اور جانوں کو پیدا کیا ہے کہ کچھ نہیں بجز اس فہم ودرایت کے جو اللہ تعالیٰ کسی شخص کو دے اور جو کچھ اس صحیفے میں ہے۔ اس نے پوچھا صحیفے میں کیا ہے؟ فرمایا دیت کے مسائل ہیں قیدیوں کو چھوڑ دینے کے احکام ہیں اور یہ ہے کہ مسلمان کافر کے بدلے قصاصاً قتل نہ کیا جائے۔ ① صحیح بخاری میں امام زہری رحمہ اللہ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسالت ہے اور پیغمبر ﷺ کے ذمے تبلیغ ہے اور ہمارے ذمے قبول کرنا اور تبلیغ فرمان ہونا ہے۔ ② حضور ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی سب باتیں پہنچادیں اس کی گواہ آپ ﷺ کی تمام امت ہے کہ فی الواقع آپ ﷺ نے امانت کی پوری ادائیگی کی اور سب سے بڑی مجلس جو تھی اس میں سب نے اس امر کا اقرار کیا، یعنی حجۃ الوداع کے خطبہ میں جس وقت آپ کے سامنے چالیس ہزار صحابہ رضی اللہ عنہم کا گروہ عظیم تھا۔ صحیح مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ نے اس خطبے میں لوگوں سے فرمایا "تم میرے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ہاں پوچھے جاؤ گے تو بتاؤ کیا جواب دو گے؟" سب نے کہا ہماری گواہی ہے کہ آپ نے تبلیغ کر دی اور حق رسالت ادا کر دیا۔ اور ہماری پوری خیر خواہی کی آپ ﷺ نے ہاتھ اور سر آسمان کی طرف اٹھا کر لوگوں کی طرف جھک کر فرمایا "اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟" ③ اے اللہ تعالیٰ کیا میں نے پہنچا دیا؟" مسند احمد میں یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ نے اس خطبے میں پوچھا "لوگو! یہ کونسا دن ہے؟" لوگوں نے کہا حرمت والا۔ پوچھا "لوگو! یہ کونسا شہر ہے؟" جواب ملا حرمت والا۔ فرمایا "یہ کونسا مہینہ ہے؟" جواب ملا حرمت والا۔ فرمایا "پس تمہارے مال اور خون و آبرو میں آپس میں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرمت والی ہیں جیسے اس دن کی اس شہر میں اور اس مہینے میں حرمت ہے" پھر بار بار اسی کو دہرایا پھر اپنی انگلی کو آسمان کی طرف اٹھا کر فرمایا "اے اللہ تعالیٰ! کیا میں نے پہنچا دیا۔" ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ آپ ﷺ کے رب تعالیٰ کی طرف آپ کو وصیت تھی پھر حضور ﷺ نے فرمایا "دیکھو ہر حاضر شخص غیر حاضر کو یہ پہنچا دے۔ دیکھو میرے پیچھے کہیں کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارتے پھرو۔" امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی اسے روایت کیا ہے۔ ④

پھر فرماتا ہے اگر تو نے میرے فرمان بندوں تک نہ پہنچائے تو تو نے حق رسالت ادا نہیں کیا۔ پھر اس کی جو سزا ہے وہ ظاہر ہے اگر ایک آیت بھی چھپائی تو رسالت توڑ دی۔ حضرت مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب یہ حکم نازل ہوا کہ جو کچھ اترا ہے سب پہنچا دو تو حضور ﷺ نے فرمایا "میں اکیلا ہوں اور یہ سب ل کر مجھ پر چڑھ دوڑتے ہیں میں کس طرح کروں۔" تو دوسرا جملہ اترا کہ اگر تو نے نہ کیا تو تو نے رسالت کا کام بھی نہیں کیا۔ پھر فرمایا تجھے لوگوں سے بچالینا میرے ذمے ہے۔ تیرا حافظ و ناصر میں ہوں۔ بے کھلے رہ کوئی تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اس آیت سے پہلے حضور ﷺ اپنا پیہر رکھتے تھے لوگ گنہگاری پر مقرر رہتے تھے۔ چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک رات کو حضور ﷺ بیدار تھے نیند نہیں آرہی تھی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آج کیا بات ہے؟ فرمایا "کاش کہ کوئی میرا ایک بخت صحابی آج پہرا دیتا۔" یہ بات ہو رہی تھی کہ میرے کانوں میں ہتھیار کی آواز آئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا "کون ہے؟" جواب ملا کہ میں سعد بن مالک ہوں۔ فرمایا "کیسے آئے؟" جواب دیا اس لئے کہ رات بھر حضور ﷺ کی

- ① صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب فکاک الأسیر، ۳۰۴۷۔ ② صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغْ مَا نَزَّلَ الْبَيْتَ مِنْ رَبِّكَ وَإِنْ لَمْ تَفْعَلْ.....﴾ قبل حدیث ۷۵۳۰، تعلیقاً۔
- ③ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجۃ النبی ﷺ، ۱۲۱۸۔
- ④ احمد، ۱/۳۳۰، صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الخطبۃ ایام منی، ۱۷۳۹۔

چوکیداری کروں۔ اس کے بعد حضور ﷺ با آرام سو گئے یہاں تک کہ خزانوں کی آواز آنے لگی ① (بخاری و مسلم) ایک روایت میں ہے کہ یہ واقعہ ۲ھ کا ہے۔ اس آیت کے نازل ہوتے ہی آپ ﷺ نے خیمے سے سر نکال کر چوکیداروں سے فرمایا ”چاؤ اب میں اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آ گیا ہوں تمہاری چوکیداری کی ضرورت نہیں رہی۔“ ② ایک روایت میں ہے کہ ابوطالب آپ ﷺ کے ساتھ ساتھ کسی نہ کسی آدمی کو رکھتے تھے جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”بس چچا اب میرے ساتھ کسی کے بھیجنے کی ضرورت نہیں، میں اللہ تعالیٰ کے پچاؤ میں آ گیا ہوں“ ③ لیکن یہ روایت غریب ہے اور منکر ہے۔ یہ واقعہ ہوتو مکہ کا ہوا اور یہ آیت تو مدنی ہے بلکہ مدینہ کی بھی آخری مدت کی آیت ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مکہ میں بھی اللہ تعالیٰ کی حفاظت اپنے رسول ﷺ کے ساتھ رہی باوجود دشمن جان ہونے کے ہر ہر اسباب اور سامان سے لیس ہونے کے سرداران مکہ اور اہل مکہ آپ ﷺ کا بال تک بیکانہ کر سکے۔ ابتدائے رسالت کے زمانہ میں اپنے چچا ابوطالب کی وجہ سے جو کہ قریشیوں کے سردار اور بار اثرا شخص تھے آپ ﷺ کی حفاظت ہوتی رہی۔ ان کے دل میں اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبت و عزت ڈال دی یہ محبت طبعی تھی شرعی نہ تھی اگر شرعی ہوتی تو قریش حضور ﷺ کے ساتھ ہی ان کی بھی جان کے خواہاں ہو جاتے۔ ان کے انتقال کے بعد اللہ تعالیٰ انصار کے دلوں میں حضور اکرم ﷺ کی شرعی محبت پیدا کر دی آپ ﷺ انہیں کے ہاں چلے گئے۔ اب تو مشرکین بھی اور یہودی بھی بھڑ بھڑا کر نکل کھڑے ہوئے بڑے بڑے باسامان لشکر لے کر چل دوڑے۔ لیکن بار بار کی ناکامیوں نے ان کی امیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اسی طرح خفیہ سازشیں بھی جتنی کہیں قدرت نے بھی انہیں پر الٹ دیں ادھر وہ جادو کرتے ہیں ادھر سورہ معوذتین نازل ہوتی ہیں اور ان کا جادو اتر جاتا ہے۔ ادھر وہ ہزاروں جتن کر کے بکری کے شانے میں زہر ملا کر حضور ﷺ کی دعوت کر کے آپ ﷺ کے سامنے رکھتے ہیں ادھر اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو اس دھوکہ دہی سے آگاہ فرماتے ہیں اور یہ ہاتھ کاٹتے رہ جاتے ہیں۔ اور بھی ایسے واقعات آپ ﷺ کی زندگی میں بہت سارے نظر آتے ہیں۔ تفسیر ابن جریر میں ہے کہ ایک سفر میں آپ ﷺ ایک سایہ دار درخت تلے جو صحابہ رضی اللہ عنہم اپنی عادت کے مطابق ہر منزل میں تلاش کر کے آپ ﷺ کے لئے چھوڑ دیتے تھے دوپہر کے وقت قبولہ کر رہے تھے کہ ایک اعرابی اچانک آ پہنچا آپ ﷺ کی تلوار جو اسی درخت پر لٹک رہی تھی اتاری اور میان سے باہر نکال لی اور ڈانٹ کر آپ ﷺ سے کہنے لگا ”اب بتاؤ کون ہے جو تجھے پچالے؟“ آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ مجھے پچائے گا۔“ اسی وقت اعرابی کا ہاتھ کاٹنے لگتا ہے اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر جاتی ہے اور وہ درخت سے ٹکراتا ہے جس سے اس کا داغ پاش پاش ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ یہ آیت اتارتا ہے۔ ④ ابن ابی حاتم میں ہے کہ جب حضور ﷺ نے بنو انمار سے غزوہ کیا ذات الرقاع کھجور کے باغ میں آپ ﷺ ایک کونٹوں میں پیر لٹکائے بیٹھے تھے جو بنو نجار کے ایک شخص حارث نامی نے کہا ”دیکھو اب میں محمد ﷺ کو قتل کرتا ہوں لوگوں نے کہا کیسے؟ کہا میں کسی خیلے سے آپ کی تلوار لے لوں گا اور پھر ایک ہی وار میں پرلے پار کر دوں گا۔ یہ آپ ﷺ کے پاس آیا اور ادھر ادھر کی باتیں بنا کر =

① صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب الحرامۃ فی الغزو فی سبیل اللہ، ۲۸۸۵، صحیح مسلم، ۲۴۱۰، السنن الکبریٰ

للنسائی، ۸۸۶۷، احمد، ۱۶۱/۶، ابن حبان، ۶۹۸۶۔ ② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المائدۃ،

۳۰۴۶، وسندہ حسن، حاکم، ۲/۳۱۳ شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلۃ الصحیحۃ، ۲۴۸۹)

③ طبرانی (۱۱۶۶۳) بنحوہ اس روایت میں محمد بن مفضل بن ابراہیم الأشعری اور اس کا باپ مجول راوی ہیں جس کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے

اور اس کا متن منکر ہے۔ دیکھئے (ابن کثیر بتخریج عبدالرزاق المہدی، ۲/۵۷۹)

④ اس روایت میں ابو مشرک السنذی ضعیف راوی ہے۔ (اس کا حوالہ گزر چکا ہے)

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَسْتُمْ عَلَىٰ شَيْءٍ حَتَّىٰ تُقِيمُوا التَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ وَمَا أُنزِلَ
إِلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ ۗ وَلَيَزِيدَنَّ كَثِيرًا مِّنْهُمْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ طُغْيَانًا
وَكُفْرًا ۗ فَلَا تَأْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿۶۸﴾ إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا
وَالصَّابِقُونَ وَالتَّائِبِينَ مِنَ الْإِسْلَامِ وَالَّذِينَ آمَنُوا بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَعَمِلُوا صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ
عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ﴿۶۹﴾

ترجمہ: کہہ دے کہ اے اہل کتاب تم دراصل کسی چیز پر نہیں جب تک کہ تورات و انجیل پر اور جو کچھ تمہاری طرف تمہارے رب تعالیٰ کی طرف سے اتارا گیا ہے قائم نہ ہو جاؤ جو کچھ تیری جانب تیرے رب تعالیٰ کی طرف سے اترا ہے وہ ان میں سے اکثروں کو شرارت اور انکار میں اور بھی بڑھائے گا۔ تو تو ان کافروں پر غمگین نہ ہو۔ [۶۸] مسلمان، یہودی، ستارہ پرست نصرانی کوئی ہو جو بھی اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان لائے اور نیک عمل کرے وہ محض بے خوف رہے گا اور بالکل بے غم ہو جائے گا۔ [۶۹]

= آپ ﷺ سے تلوار دیکھنے کو مانگی آپ ﷺ نے اسے دے دی، لیکن تلوار اس کے ہاتھ میں آتے ہی اس پر اس بلا کا لرزہ چڑھا کہ آخر تلوار سنبل نہ سکی اور ہاتھ سے گر پڑی تو آپ نے فرمایا ”تیرے اور تیرے بدارادے کے درمیان اللہ تعالیٰ حائل ہو گیا“ اور یہ آیت اتری۔ ① غوث بن حارث کا بھی ایسا ہی قصہ مشہور ہے۔ ابن مردویہ میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی عادت تھی کہ سفر میں جس جگہ ٹھہرتے آنحضرت ﷺ کے لئے گھنے سائے والا بڑا درخت چھوڑ دیتے کہ آپ ﷺ اس کے زیر سایہ آرام فرمائیں۔ ایک دن آپ ﷺ اسی طرح ایسے درخت کے نیچے سو گئے اور آپ ﷺ کی تلوار اسی درخت میں لٹک رہی تھی۔ ایک شخص آ گیا اور تلوار ہاتھ میں لے کر کہنے لگا اب بتا کہ میرے ہاتھ سے تجھے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ بچائے گا“ تلوار رکھ دے۔ وہ اس قدر ہیبت میں آ گیا کہ حکم برداری کرنی ہی پڑی اور تلوار آپ ﷺ کے سامنے ڈال دی۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ ﴿وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ ② مسند احمد میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک موٹے آدمی کے پیٹ کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ”اگر یہ اس کے سوا میں ہوتا تو تیرے لئے بہتر تھا“ ایک شخص کو صحابہ رضی اللہ عنہم پکڑ کر آپ ﷺ کے پاس لائے اور کہا کہ یہ آپ کے قتل کا ارادہ کر رہا تھا۔ وہ کاہنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”گھبرا نہیں گوتو ارادہ کرے لیکن اللہ اسے پورا نہیں کرے گا۔“ ③ پھر فرماتا ہے تیرے ذمہ صرف تبلیغ ہے ہدایت رب کے ہاتھ ہے وہ کافروں کو ہدایت نہیں دے گا تو پہنچا دے حساب کا لینے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ایمان دار بننے کی شرط: [آیت: ۶۸-۶۹] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہود و نصاریٰ کسی دین پر نہیں جب تک کہ اپنی کتابوں پر اور اللہ تعالیٰ کی اس کتاب پر ایمان نہ لائیں۔ لیکن ان کی حالت تو یہ ہے کہ جو جو قرآن اترا ہے تو ان میں سے کفر اور کفر میں بڑھتے جاتے =

① اس روایت میں موسیٰ بن عبیدہ الربذی ضعیف راوی ہے (المحیزان، ۴/۲۱۳، رقم: ۸۸۹۵) لیکن بخاری (۲۹۱۳) وغیرہ میں آیت کے نزول کے بغیر اس معنی کی روایت موجود ہے۔ ② ابن حبان: الموارد، ۱۷۳۹، وسندہ حسن یہ روایت حسن درج کی ہے (ابن کثیر تحقیق

عبدالرزاق، ۵۸۱/۲) ③ احمد، ۴۷۱/۳، وسندہ ضعیف، طبرانی، ۲۱۸۵، شعب الایمان، ۵۶۶۶، السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۰۹۰۳، مجمع الزوائد، ۸/۲۲۷، یہ روایت ابواسرائیل کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة، ۲۵/۲۰۳)

لَقَدْ أَخَذْنَا مِيثَاقَ بَنِي إِسْرَائِيلَ وَارْسَلْنَا إِلَيْهِمْ رَسُولًا قُلْنَا جَاءَهُمْ رَسُولٌ

بِمَا لَا تَهْوَى أَنْفُسُهُمْ فَرِيقًا كَذَّبُوا وَفَرِيقًا يَقْتُلُونَ ﴿٤٠﴾ وَحَسِبُوا إِلَّا تَكُونُ فِتْنَةً

فَعَمُوا وَصَبَّوْا ثُمَّ تَابَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ ثُمَّ عَمُوا وَصَبَّوْا كَثِيرٌ مِنْهُمْ وَاللَّهُ بِصِيرٍ بِمَا

يَعْمَلُونَ ﴿٤١﴾

ترجمہ: ہم نے بنی اسرائیل سے عہد و پیمانہ لیا اور ان کی طرف رسولوں کو بھیجا جب کبھی رسول ان کے پاس وہ احکام لے کر آئے جو ان کی اپنی منشاء کے خلاف تھے تو انہوں نے ان کی ایک جماعت کی تو تکذیب کی اور ایک جماعت کو قتل کر دیا۔ [۴۰] اور سمجھ بیٹھے کہ کوئی سزا نہ ہوگی پس اندھے بہرے بن بیٹھے پھر اللہ تعالیٰ ان پر متوجہ ہوا اس کے بعد بھی ان میں سے اکثر اندھے بہرے ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو بخوبی دیکھنے والا ہے۔ [۴۱]

== ہیں۔ پس اے نبی ﷺ! تو ان کافروں کی طرف سے حسرت و افسوس کر کے کیوں اپنی جان میں گھن لگاتا ہے؟ صابی نصرانیوں اور مجوسیوں کی بے دین جماعت کو کہتے ہیں اور صرف مجوسیوں کو بھی اور یہ ایک گروہ تھا یہود نصرانیوں دونوں میں سے مثل مجوسیوں کے قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ زبور پڑھتے تھے غیر قبلہ کی طرف نمازیں پڑھتے تھے اور فرشتوں کو پوجتے تھے۔ وہ بے رحمتہ فرماتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کو ایک جانتے تھے کسی شریعت پر عامل نہ تھے۔ ان میں کفر کی ایجاد نہیں ہوئی تھی۔ یہ عراق کے متصل آباد تھے۔ کوئی کہے جاتے تھے نبیوں کو مانتے تھے ہر سال تیس روز رکتے تھے اور یمن کی طرف منہ کرتے دن بھر میں پانچ نمازیں بھی پڑھتے تھے اس کے سوا اور قول بھی ہیں چونکہ پہلے دو جملوں کے بعد ان کا ذکر آیا تھا اس لئے رفع کے ساتھ عطف ڈالا۔ ان تمام لوگوں سے جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ امن و امان والے بے ڈر اور بے خوف وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت پر سچا ایمان رکھیں اور نیک عمل کریں۔ اور یہ ناممکن ہے جب تک اس آخری رسول ﷺ پر ایمان نہ ہو جو کہ تمام جن و انس کی طرف اللہ تعالیٰ کے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ پس آپ ﷺ پر ایمان لانے والے آنے والی زندگی کے خطرات سے بے خوف ہیں اور یہاں چھوڑ کر جانے والی چیزوں کی انہیں کوئی تمنا اور حسرت نہیں۔ سورہ بقرہ کی تفسیر میں اس جملے کے مفصل معنی بیان کر دیئے گئے ہیں۔

یہود و نصاریٰ کی عہد شکنگیاں: [آیت: ۵۰-۵۱] اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ سے وعدے لئے تھے کہ وہ اللہ کے احکام پر عامل اور وحی کے پابند رہیں گے۔ لیکن انہوں نے وہ ميثاق توڑ دیا اور اپنی رائے و خواہش کے پیچھے لگ گئے کتاب اللہ کی جو بات انہوں نے اپنی منشا اور رائے کے مطابق پائی مان لی جس میں خلاف نظر آتا ترک کر دی اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ رسولوں کے مخالف ہو کر بہت رسولوں کو جھوٹا بتایا اور بہتوں کو قتل بھی کر دیا کیونکہ انکے لئے ہوئے احکام ان کی رائے و قیاس کے خلاف تھے اتنے بڑے پاپ کے بعد بھی بے فکر ہو کر بیٹھے اور سمجھ لیا کہ ہمیں کوئی سزا نہ ہوگی لیکن انہیں زبردست روحانی سزا ہوئی یعنی وہ حق سے دور ڈال دیئے گئے اور اس سے اندھے بہرے بنا دیئے گئے نہ حق کو سنیں نہ ہدایت کو دیکھ سکیں لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر مہربانی کی لیکن اس کے بعد ان میں سے اکثر ایسے ہی ہو گئے کہ حق سے ناپسینا اور حق کے سننے سے محروم۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال سے باخبر ہے وہ جانتا ہے کہ کون کس چیز کا مستحق ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيحُ بَنِي إِسْرَائِيلَ اعْبُدُوا اللَّهَ رَبِّي وَرَبَّكُمْ إِنَّهُ مَنْ يُشْرِكْ بِاللَّهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللَّهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَأْوَاهُ النَّارُ وَمَا لِلظَّالِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ ثَالِثُ ثَلَاثَةٍ وَمَا مِنْ إِلَهٍ إِلَّا إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنْ لَمْ يَنْتَهُوا عَمَّا يَقُولُونَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ أَفَلَا يَتُوبُونَ إِلَى اللَّهِ وَيَسْتَغْفِرُونَ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۗ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ ۗ كَانَا يَأْكُلِنَ الطَّعَامَ ۗ أَنْظُرْ كَيْفَ نَبِّئِينَ لَهُمُ الْآيَاتِ ثُمَّ أَنْظِرْ أَتَى يُؤْفَكُونَ ۝

ترجمہ: بے شک وہ لوگ کافر ہو گئے جن کا قول ہے کہ مسیح بن مریم علیہ السلام ہی اللہ ہے حالانکہ خود صریح علیہ السلام نے ان سے کہا تھا کہ اے بنی اسرائیل! اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے یقین مانو کہ جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیتا ہے اس کا ٹھکانا جہنم ہی ہے۔ گنہگاروں کی مدد کرنے والا کوئی نہیں۔ [۴۳] وہ لوگ بھی قطعاً کافر ہو گئے جنہوں نے کہا اللہ تعالیٰ تین میں کا تیسرا ہے دراصل سوا اللہ کے اور کوئی معبود نہیں۔ اگر یہ لوگ اپنے اس قول سے باز نہ ہوتے تو ان میں سے جو کفر پر ہیں انہیں المناک عذاب ضرور پہنچیں گے۔ [۴۳] یہ لوگ کیوں اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں جھکتے اور کیوں استغفار نہیں کرتے؟ اللہ تو بہت ہی بخشنے والا اور بڑا ہی مہربان ہے۔ [۴۳] مسیح بن مریم علیہ السلام سوائے پیغمبر ہونے کے اور کچھ بھی نہیں اس سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو چکے ہیں۔ اس کی ماں ایک ولیہ عورت تھیں دونوں ماں بیٹے کھانا کھایا کرتے تھے دیکھو تو کہ کس طرح ہم ان کے سامنے دلیلیں رکھتے جاتے ہیں پھر غور کر لے کہ کس طرح چلانا جاتے ہیں۔ [۴۵]

مشرک پر جنت حرام ہے: [آیت: ۴۲-۴۵] نصرانیوں کے فرقوں کی یعنی ملکیہ، یعقوبیہ، نسطوریہ کے کفر کی حالت بیان کی جا رہی ہے کہ یہ مسیح علیہ السلام ہی اللہ کہتے ہیں اور مانتے ہیں اللہ ان کے قول سے پاک، منزه اور مبرا ہے۔ مسیح تو اللہ تعالیٰ کے غلام تھے سب سے پہلا لکہ ان کا دنیا میں قدم رکھتے ہی گہوارے میں ہی یہ تھا کہ ﴿اِنْسَى عَبْدُ اللَّهِ﴾ ① "میں اللہ تعالیٰ کا غلام ہوں۔" انہوں نے یہ نہیں کہا تھا کہ میں اللہ ہوں یا اللہ کا بیٹا ہوں بلکہ اپنی غلامی کا اقرار کیا تھا اور ساتھ ہی فرمایا تھا "میرا اور تم سب کا رب اللہ ہی ہے۔ اسی کی عبادت کرتے رہو، سیدھی اور صحیح راہ یہی ہے" اور یہی قول اپنی جوانی کے بعد کی عمر میں بھی کہا "اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو اس کے ساتھ دوسرے کی عبادت کرنے والے پر جنت حرام ہے اس کے لئے جہنم واجب ہے۔" جیسے قرآن کی اور آیت میں ہے "اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں فرماتا" جہنمی جب جنتیوں سے کھانا پانی مانگیں گے تو اہل جنت کا یہی جواب ہوگا دونوں چیزیں کفار پر حرام ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعہ منادی مسلمانوں میں آواز لگوائی تھی کہ جنت میں فقط ایمان و اسلام والے ہی

جائیں گے۔ ① سورۃ نساء کی آیت ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ﴾ ② الخ کی تفسیر میں وہ حدیث بھی بیان کر دی گئی ہے جس میں ہے کہ گناہ کے تین دیوان ہیں جس میں سے ایک وہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کبھی نہیں بخشتا اور وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک ہے۔ ③ حضرت مسیح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم میں یہی وعظ بیان کیا اور فرمایا کہ ایسے ناانصاف مشرکین کا کوئی مددگار بھی کھڑا نہ ہوگا۔

اب ان کا کفر بیان ہو رہا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کو تین میں سے ایک مانتے تھے۔ یہودی عزیر علیہ السلام کو اور نصرانی عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ کو تین میں سے ایک مانتے تھے۔ لیکن یہ آیت صرف نصرانیوں کے بارے میں ہے وہ باپ بیٹا اور اس کلمے کو جو باپ کی طرف سے بیٹے کی جانب تھا اللہ تعالیٰ مانتے تھے پھر ان تین کے مقرر کرنے میں بہت بڑا اختلاف تھا اور ہر فرقہ دوسرے کو کافر کہتا تھا اور حق یہ ہے کہ سب کے سب کافر تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو اور ان کی ماں کو اور اللہ تعالیٰ کو ملا کر اللہ تعالیٰ مانتے تھے اسی کا بیان اس سورت کے آخر میں ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ حضرت مسیح علیہ السلام سے فرمائے گا ”کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری والدہ کو بھی اللہ مانو؟“ وہ اس سے صاف انکار کریں گے اور اپنی لاعلمی اور بے گناہی ظاہر کریں گے۔ زیادہ ظاہر قول بھی یہی ہے ﴿وَاللَّهُ أَعْلَمُ﴾۔ دراصل لائق عبادت سوائے اس ذات پاک کے اور کوئی نہیں تمام کائنات اور کل موجودات کا معبود برحق وہی ہے اگر یہ اپنے اس کفریہ قول سے باز نہ آئے تو یقیناً یہ المناک عذابوں کا شکار ہوں گے۔

پھر اللہ تعالیٰ اپنے کرم و جوہر بخشش و انعام اور لطف و رحمت کو بیان فرما رہا ہے اور باوجود ان کے اس قدر سخت جرم کے اور اتنی اشد بے حیائی کے اور کذب و افتراء کے انہیں اپنی رحمت کی دعوت دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ اب بھی میری طرف جھک جاؤ ابھی سب کو معاف فرما دوں گا اور دامن رحمت تلے لے لوں گا۔ حضرت مسیح علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بندے اور رسول ہی تھے ان جیسے رسول ان سے پہلے بھی ہوئے ہیں جیسے فرمایا ﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ﴾ ① ”وہ ہمارے غلام ہی تھے ہاں ہم نے ان پر رحمت نازل فرمائی تھی۔ اور بنی اسرائیل کے لئے قدرت کی ایک نشانی بنائی“ والدہ عیسیٰ علیہ السلام مؤمنہ اور سچائی والی تھیں اس سے معلوم ہوا کہ نبی نہ تھیں، کیونکہ یہ مقام وصف ہے تو بہترین وصف جو آپ کا تھا وہ بیان کر دیا اگر نبوت والی ہوتیں تو اس موقع پر اس کا بیان نہایت ضروری تھا۔ ابن حزم رحمہ اللہ وغیرہ کا خیال ہے کہ ام اسحاق اور ام موسیٰ اور ام عیسیٰ نبیہ تھیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ فرشتوں نے حضرت سارہ اور حضرت مریم علیہم السلام سے خطاب اور کلام کیا اور والدہ موسیٰ علیہ السلام کی نسبت فرماں ہے ﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ أُمِّ مُوسَىٰ﴾ ⑤ ”ہم نے موسیٰ کی والدہ کی طرف وحی کی کہ تو انہیں دودھ پلا۔“ لیکن جمہور کا مذہب اس کے خلاف ہے وہ کہتے ہیں کہ نبوت مردوں میں رہی جیسے قرآن کافرمان ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ إِلَّا رِجَالًا﴾ ⑥ الخ ”تجھ سے پہلے ہم نے نبی والوں میں سے مردوں ہی کی طرف رسالت انعام فرمائی ہے۔“ شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ ماں بیٹا تو دونوں کھانے پینے کے محتاج تھے اور ظاہر ہے کہ جو اندر جائے گا وہ باہر بھی آئے گا پس ثابت ہوا کہ وہ بھی اوروں کی مثل بندے ہی تھے الوہیت ان میں نہ تھی۔ دیکھو تو ہم کس طرح کھول کھول کر ان کے سامنے اپنی تجتیش پیش کر رہے ہیں۔ پھر یہ بھی دیکھ باوجود اس کے یہ کس طرح ادھر ادھر بھٹکتے اور بھاگتے پھرتے ہیں؟ کیسے گمراہ مذاہب لے رہے ہیں اور کیسے ردی اور بے دلیل اقوال کو گرہ میں باندھے ہوئے ہیں۔

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب غلظت تحريم الغلول وانه لا يدخل الجنة الا المؤمنون ۱۱۴۔ ② ۴/النساء: ۵۸۔

③ احمد، ۶/۲۴۰، اس روایت میں صدقہ بن موسیٰ کو ابو داؤد اور نسائی نے ضعیف اور ابوحاتم نے لین الحدیث کہا ہے (تہذیب التہذیب، ۴/۲۱۸) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف الجامع، ۳۰۲۲)۔

④ ۴۳/الزخرف: ۵۹۔ ⑤ ۲۸/القصص: ۷۔ ⑥ ۲۱/الانبیاء: ۷۔

قُلْ أَتَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَبْلُغُ لَكُمْ ضَرًّا وَلَا نَفْعًا وَاللَّهُ هُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ ۝ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لَا تَغْلُوا فِي دِينِكُمْ غَيْرِ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوا أَهْوَاءَ

قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوا مِنْ قَبْلُ وَأَضَلُّوا كَثِيرًا وَضَلُّوا عَنْ سَوَاءِ السَّبِيلِ ۝

ترجمہ: کہہ دے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے سوا ان کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہارے کسی نقصان کے مالک نہ کسی نفع کے؟ اللہ تعالیٰ ہی ہے خوب
سننے اور پوری طرح جاننے والا ہے۔ [۷۶: ۱۱] اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق غلو اور زیادتی نہ کرو اور ان لوگوں کی نفسانی خواہشوں کی
پیروی نہ کرو جو پہلے سے بہک چکے ہیں اور بہتوں کو بہکا بھی چکے ہیں اور سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں۔ [۷۷]

نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ تعالیٰ ہے: [آیت: ۷۶: ۷۷] معبودان باطلہ کی جو اللہ تعالیٰ کے سوا ہیں عبادت کرنے سے
مانعت کی جاتی ہے کہ ان تمام لوگوں سے کہہ دو کہ جو تم سے ضرر کو دفع کرنے کی اور نفع کو پہنچانے کی کچھ بھی طاقت نہیں رکھتے آخر تم
کیوں انہیں پوجے چلے جا رہے ہو؟ تمام باتوں کے سننے والے اور تمام چیزوں سے باخبر اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر بے صبح و بصر بے ضرر
بے نفع و بے قدر اور بے قدرت چیزوں کے پیچھے پڑ جانا یہ کونسی عقلمندی ہے؟ اے اہل کتاب! اتباع حق کی حدوں سے آگے نہ بڑھو
جس کی تو قیور کرنے کا جتنا حکم ہوا اتنی ہی اس کی تو قیور کرو۔ انسانوں کو جنہیں اللہ نے نبوت دی ہے نبوت کے درجے سے الوہیت کے
درجے تک نہ پہنچاؤ جیسے کہ تم جناب صبح کے بارے میں غلطی کر رہے ہو اور اس کی کوئی وجہ نہیں۔ بجز اس کے کہ تم اپنے پیروں، مرشدوں،
استادوں اور اماموں کے پیچھے لگ گئے ہو وہ خود وہی گمراہ ہیں بلکہ گمراہ کن ہیں استقامت اور عدل کے راستے کو چھوڑے ہوئے انہیں
زمانہ گزر گیا، ضلالت اور بدعتوں میں مبتلا ہوئے عرصہ ہو گیا۔ ابن ابی حاتم میں ہے کہ ایک شخص ان میں تھا بڑا پابند دین اللہ ایک زمانہ
کے بعد شیطان نے اسے بہکا دیا کہ جو اگلے کر گئے وہی تم بھی کر رہے ہو اس میں کیا رکھا ہے؟ اس کی وجہ سے نہ تو عام لوگوں میں تمہاری
قدر ہوگی نہ شہرت، تمہیں چاہئے کہ کوئی نئی بات ایجاد کرو اسے لوگوں میں پھیلاؤ پھر دیکھو کہ کیسی شہرت ہوتی ہے اور کس طرح جگہ بہ
جگہ تمہارا ذکر ہونے لگتا ہے۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ اس کی وہ بدعتیں لوگوں میں پھیل گئیں اور ایک زمانہ اس کی تقلید کرنے لگا اب
تو اسے بڑی ندامت ہوئی، سلطنت و ملک چھوڑ دیا اور تنہائی میں اللہ تعالیٰ کی عبادتوں میں مشغول ہو گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی طرف سے
اسے جواب یہ ملا کہ میری ہی خطا صرف ہوتی تو میں معاف کرویتا لیکن تو نے تو عام لوگوں کو بگاڑ دیا اور انہیں گمراہ کر کے غلط راہ پر لگا دیا
جس راہ پر چلتے چلتے وہ مر بھی گئے ان کا بوجھ تمہ پر سے کیسے ہٹے گا؟ میں تو تیری توبہ قبول نہیں فرماؤں گا بس ایسوں ہی کے بارے میں
یہ آیت اتری ہے۔

لَعْنِ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَى لِسَانِ دَاوُدَ وَعِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ
ذَلِكَ بِمَا عَصَوْا وَكَانُوا يَعْتَدُونَ ﴿٤٨﴾ كَانُوا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُنْكَرٍ فَعَلُوهُ لَبِئْسَ مَا
كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٤٩﴾ تَرَى كَثِيرًا مِنْهُمْ يَتَوَكَّنُونَ الَّذِينَ كَفَرُوا لَبِئْسَ مَا قَدَّمَتْ لَهُمْ
أَنْفُسُهُمْ أَنْ سَخِطَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خَالِدُونَ ﴿٥٠﴾ وَلَوْ كَانُوا يُؤْمِنُونَ
بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَمَا أَنْزَلْنَا إِلَيْهِمُ الْكِتَابَ وَاللَّهُ يَخْتَارُ ﴿٥١﴾

ترجمہ: بنی اسرائیل کے کافروں پر حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی۔ اس وجہ سے کہ وہ نافرمانیاں کرتے تھے اور حد سے آگے بڑھ جاتے تھے۔ [۴۸] آپس میں ایک دوسرے کو برے کاموں سے جوہہ کرتے تھے روکتے نہ تھے جو کچھ بھی یہ کرتے تھے یقیناً وہ بہت برا تھا۔ [۴۹] ان میں کے اکثر لوگوں کو تو دیکھے گا کہ وہ کافروں سے دوستیاں کرتے ہیں۔ جو کچھ انہوں نے اپنے لیے آگے بھیج رکھا ہے وہ بہت برا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سے ناراض ہو اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہیں گے۔ [۵۰] اگر انہیں اللہ تعالیٰ پر اور نبی ﷺ پر اور جو نازل کیا گیا ہے اس پر ایمان ہوتا تو یہ کفار سے دوستیاں نہ کرتے، لیکن ان میں کے اکثر لوگ فاسق ہیں۔ [۵۱]

بنی اسرائیل پر لعنت کے اسباب: [آیت: ۴۸-۸۱] ارشاد ہے کہ بنو اسرائیل کے کافر پرانے ملعون ہیں، حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی انہی کے زمانہ میں ملعون قرار پائے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نافرمان تھے اور مخلوق باری تعالیٰ پر ظالم تھے۔ تورات، انجیل، زبور اور قرآن سب کتابیں ان پر لعنت برسائی آئیں یہ اپنے زمانہ میں بھی ایک دوسرے کو برے کاموں پر دیکھتے تھے لیکن گھنی سادھے بیٹھے رہتے تھے۔ حرام کاریاں اور گناہ کھلے عام ہوتے تھے اور کوئی کسی کو روکتا نہ تھا یہ تھا ان کا بدترین فعل۔ مسند احمد میں فرمان رسول ﷺ ہے ”بنو اسرائیل میں پہلے پہل جب گنہگاریاں شروع ہوئیں تو ان کے علمائے انہیں روکا لیکن جب دیکھا کہ باز نہیں آتے تو انہوں نے انہیں الگ نہ کیا بلکہ انہی کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے کھاتے پیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک دوسرے کے دل بھڑا دیے اور حضرت داؤد اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کی زبانی ان پر لعنت نازل فرمائی کیونکہ وہ نافرمان اور ظالم تھے“ اس کے بیان کے وقت حضور ﷺ تکیہ لگائے ہوئے تھے لیکن اب ٹھیک ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا ”نہیں نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم تم پر ضروری ہے کہ لوگوں کو خلاف شرع باتوں سے روکو اور شریعت کی پابندی پر لاؤ۔“ ① ابوداؤد کی حدیث میں ہے ”سب سے پہلی برائی بنی اسرائیل میں یہی داخل ہوئی تھی کہ ایک شخص دوسرے کو خلاف شرع کوئی کام کرتے دیکھتا تو اسے روکتا“ اس سے کہتا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اس برے کام کو چھوڑ دے یہ حرام ہے، لیکن دوسرے روز جب وہ نہ چھوڑتا تو یہ اس سے کہتا کہ کسی نہ کرتا بلکہ اس کا ہم نوا لہ ہم بیالہ رہتا اور میل جول باقی رکھتا اس وجہ سے سب میں ہی سنگ دلی آگئی۔“ پھر آپ ﷺ نے اس پوری آیت کی تلاوت کر کے فرمایا ”واللہ! تم پر فرض ہے کہ بھلی باتوں کا ہر ایک کو حکم کر ڈرے اور ایسوں سے روکو ظالم کو اس کے ظلم سے باز رکھو اور اسے تنگ کرو کہ حق پر آجائے۔“ ② ترمذی اور

① احمد، ۱/۳۹۱، اس روایت میں ابو عبیدہ اور ان کے والد کے درمیان اتفاق ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

② ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی، ۴۳۳۶، وسندہ ضعیف ابو عبیدہ نے اپنے والد عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے کچھ نہیں سنا۔ شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح ابوداؤد، ۹۳۲)

ابن ماجہ میں بھی یہ حدیث موجود ہے۔ ① ابوداؤد وغیرہ میں اسی حدیث کے آخر میں یہ بھی ہے "اگر تم ایمان نہ کرو گے تو اللہ تمہارے دل بھی آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ مار دے گا اور تم پر بھی اپنی پھینکا نازل فرمائے گا جیسی ان پر نازل فرمائی تھی" ② اس بارے کی اور بہت سی احادیث ہیں کچھ سن بھی لیجیے۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ والی حدیث تو آیت ﴿لَوْ لَا يَنْهَاهُمْ الرَّبِّيَّاتُونَ﴾ ③ کی تفسیر میں گزر چکی۔ ﴿يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ ④ الخ کی تفسیر میں حضرت ابوبکر اور حضرت ابوشلبہ رضی اللہ عنہما کی احادیث آئیں گی "ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مسند احمد اور ترمذی میں ہے "یا تو تم بھلائی کا حکم اور برائی سے منع کرتے رہو گے یا اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے کوئی عذاب بھیج دیا پھر تم اس سے دعائیں بھی کرو گے لیکن وہ قبول نہیں فرمائے گا۔" ⑤ ابن ماجہ میں ہے "اچھائی کا حکم اور برائی سے ممانعت کرو اس سے پہلے کہ تمہاری دعائیں قبول ہونے سے روک دی جائیں۔" ⑥ صحیح حدیث میں ہے "تم میں سے جو شخص خلاف شرع کام دیکھے اس پر فرض ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے مٹائے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے اگر اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے اور یہ بہت ہی ضعیف ایمان والا ہے" ⑦ (مسلم)۔ مسند احمد میں ہے "اللہ تعالیٰ خاص لوگوں کے گناہوں کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب نہیں کرتا لیکن اس وقت کہ برائیاں ان میں پھیل جائیں اور وہ باوجود قدرت کے انکار نہ کریں اس وقت عام خاص سب کو اللہ تعالیٰ عذاب میں گھیر لیتا ہے۔" ⑧ ابوداؤد میں ہے "جس جگہ اللہ تعالیٰ کی خطائیں ہونی شروع ہو جائیں جو وہاں ہو اور ان خلاف شرع امور سے ناراض ہو" ایک روایت میں ہے "جو انکار کرتا ہو وہ مثل اس کے ہے جو وہاں حاضر ہی نہ ہو اور جو ان خطاؤں سے راضی ہو گو وہاں موجود نہ ہو وہ ایسا ہے گویا ان میں حاضر ہے۔" ⑨ ابوداؤد میں ہے "لوگوں کے عذر جب تک منقطع نہ ہو جائیں وہ ہلاک نہ ہوں گے۔" ⑩ ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے خطبے میں فرمایا "خبردار کسی شخص کو لوگوں کی بیعت حق بات کہنے سے روک نہ دے۔" اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمانے لگے افسوس ہم نے ایسے موقعوں پر لوگوں کی بیعت مان لی۔ ⑪ ابوداؤد ترمذی اور ابن ماجہ میں ہے "افضل جہاد حق کلمہ ظالم بادشاہ کے سامنے کہہ دینا ہے۔" ⑫ ابن

- ① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة: ٣٠٤٨، وسنده ضعيف سند منقطع ہے ابو عبیدہ نے اپنے والد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا ابن ماجہ، ٤٠٠٦، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ترمذی، ٥٨٢)
- ② ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی، ٤٣٣٧، وهو ضعيف ابو عبیدہ عن ابیہ عبد اللہ منقطع، مسند ابی یعلیٰ، ٥٠٣٥، شیخ البانی نے اس روایت پر ضعیف کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ابوداؤد، ٩٣٣) ③ ٥ / المائدة: ٦٣۔ ④ ٥ / المائدة: ١٠٥۔
- ⑤ احمد، ٣٨٨ / ٥، ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الأمر بالمعروف والنهی عن المنکر، ٢١٦٩، وهو حسن، شعب الایمان، ٧٥٥٨، شیخ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح الجامع، ٧٠٧٠) ⑥ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الامر بالمعروف والنهی عن المنکر، ٤٠٠٤، وهو حسن، احمد، ١٥٩ / ٦، شیخ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح ابن ماجہ، ٣٢٣٥) ⑦ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان کون النہی عن المنکر من الایمان.....
- ⑧ ابوداؤد، ١١٤٠، ترمذی، ٢١٧٢، ابن ماجہ ١٢٧٥، احمد، ١٠ / ٣، ابن حبان، ٣٠٦، بیہقی، ٩٠ / ١٠۔
- ⑨ احمد، ١٩٢ / ٤، وسنده ضعيف، الزهد، ١٣٥٢، المعجم الكبير، ٣٤٤، شیخ البانی نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعیفہ، ٣١١٠) ⑩ ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنهی عن المنکر، ٤٣٤٥، وسنده حسن، شیخ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح الجامع، ٦٨٩) ⑪ ابوداؤد، حوالہ سابق، ٤٣٤٧، وسنده حسن، شیخ البانی نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح الجامع، ٥٢٣١) ⑫ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما أخبر النبی ﷺ، ٢١٩١، مطولاً وسنده ضعيف بهذا السياق علی بن زید بن جده ان ضعیف راوی ہے۔ ابن ماجہ، ٤٠٠٧، حاکم، ٥٠٦ / ٤، مسند الطیالسی، ٢١٥٦۔ ⑬ ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب الامر والنهی، ٤٣٤٤، وهو حسن، ابن ماجہ، ٤٠١١، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اسے بشواہ حسن قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحیحة، ٤٩١)

مجاہ میں ہے کہ جمرہ اولی کے پاس حضور ﷺ کے سامنے ایک شخص آیا اور آپ ﷺ سے سوال کیا کہ سب سے افضل جہاد کونسا ہے آپ خاموش رہے پھر آپ ﷺ جمرہ ثانیہ پر آئے تو اس نے پھر وہی سوال کیا مگر آپ ﷺ خاموش رہے جب جمرہ عقبہ پر نکل کر مار چکے اور سواری پر سوار ہونے کے ارادے سے رکاب میں پاؤں رکھے تو دریافت فرمایا ”وہ پوچھنے والا کہاں ہے؟“ اس نے کہا حضور! میں حاضر ہوں فرمایا ”حق کلمہ ظالم بادشاہ کے سامنے کہہ دینا۔“ ① ابن ماجہ میں ہے ”تم میں سے کسی شخص کو اپنی بے عزتی نہ کرنی چاہئے۔“ لوگوں نے پوچھا حضور! یہ کیسے؟ فرمایا ”خلاف شرع کوئی امر دیکھے اور کچھ نہ کہے قیامت کے دن اس سے باز پرس ہوگی کہ فلاں موقع پر تو کیوں خاموش رہا؟ یہ جواب دے گا کہ لوگوں کے ڈر کی وجہ سے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں سب سے زیادہ حق دار تھا کہ تو مجھ سے خوف کھائے۔“ ② ایک روایت میں ہے ”جب اپنے اللہ تعالیٰ تقین حجت کرے گا تو یہ کہے گا کہ تجھ سے تو میں نے امید رکھی اور لوگوں سے خوف کھا گیا۔“ ③ مسند احمد میں ہے ”مسلمانوں کو اپنے آپ کو ذلیل نہ کرنا چاہئے۔“ لوگوں نے پوچھا کیسے؟ فرمایا ”ان بلاؤں کو سر پر لینا جن کی برداشت کی طاقت نہ ہو۔“ ④ ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ سے سوال کیا گیا کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کب چھوڑی جائے؟ فرمایا ”اس وقت جب تم میں بھی وہی ظاہر ہو جائے جو تم سے اگلوں میں ظاہر ہوا تھا۔“ ہم نے پوچھا وہ کیا چیز ہے؟ فرمایا ”کینے آدمیوں میں سلطنت کا چلا جانا بڑے آدمیوں میں بدکاری آ جانا رذیلوں میں علم کا آ جانا۔“ حضرت زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رذیلوں میں علم آ جانے سے مراد فاسقوں میں علم آ جانا ہے۔ ⑤ اس حدیث کی مشاہد ابوالثعلبہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے جو یہ آیت ﴿لَا يَضُرُّكُمْ﴾ کی تفسیر میں آئے گی۔ ان شاء اللہ۔

پھر فرماتا ہے کہ اکثر منافقوں کو تو دیکھے گا کہ وہ کافروں سے دوستیاں گانختے ہیں ان کے اس فعل کی وجہ سے یعنی مسلمانوں سے دوستیاں چھوڑ کر کافروں سے دوستیاں کرنے کی وجہ سے انہوں نے اپنے لیے برا ذخیرہ جمع کر رکھا ہے اسی کی پاداش میں ان کے دلوں میں نفاق پیدا ہو گیا ہے اور اسی بنا پر اللہ تعالیٰ کا غضب ان پر نازل ہوا ہے اور قیامت کے دن دائمی عذاب بھی ان کے لیے آگے آ رہے ہیں۔ ابن ابی حاتم میں ہے ”اے مسلمانوں! زنا کاری سے بچو اس سے چھ برائیاں آتی ہیں تین دنیا میں تین آخرت میں اس سے عزت و وقار اور رونق و تازگی جاتی رہتی ہے۔ اس سے فقر و فاقہ آ جاتا ہے۔ اس سے عمر گھٹتی ہے۔ اور قیامت کے دن کی تین برائیاں یہ ہیں اللہ کا تعالیٰ کا غضب، حساب کی سختی اور برائی اور جہنم کا خلود۔“ پھر حضور ﷺ نے اسی آخری جملے کی تلاوت فرمائی۔ ⑥ یہ حدیث ضعیف ہے وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔ پھر فرماتا ہے اگر یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر اس کے رسول اللہ ﷺ پر اور قرآن پر پورا ایمان رکھتے تو ہرگز کافروں سے دوستیاں نہ کرتے اور چھپ لک کر ان سے میل ملاپ جاری نہ رکھتے نہ سچے مسلمانوں سے دشمنیاں رکھتے دراصل بات =

- ① ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، ٤٠١٢، وسندہ حسن شیخ البانی نے اس روایت کو حسن صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة، تحت رقم، ٤٩١) ② ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، ٤٠٠٨، وسندہ ضعیف سند منقطع ہے۔ ابوالخیری کا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہما سے سنا نہیں ہے۔ شیخ البانی نے اس روایت پر ضعیف کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ابن ماجہ، ٨٦٨) ③ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب قوله تعالى ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ ٤٠١٧، شیخ البانی نے اس روایت کی سند کو جدید قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة ٩٢٩) وسندہ حسن۔ ④ احمد، ٥/٤٠٥، ترمذی، کتاب الفتن، وسندہ حسن باب لا يعترض من البلاء لا يطيق، ٢٢٥٤، ابن ماجہ، ٤٠١٦، وسندہ ضعیف علی بن زید بن جدهعان راوی ضعیف ہے۔ ⑤ ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب قوله تعالى ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ ٤٠١٥، وسندہ حسن۔ ⑥ شعب الایمان، ٥٤٧٥، حلیۃ الاولیاء، ١١١/٤، الموضوعات، ١٠٧/٣، شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت پر موضوع کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعیفہ، ١٤١) اس میں مسلم بن علی متروک اور ابو عبد الرحمن الکوفی مجہول ہے۔

لَتَجِدَنَّ أَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الْيَهُودَ وَالَّذِينَ أَشْرَكُوا وَلَتَجِدَنَّ
أَقْرَبَهُمْ مَوَدَّةً لِلَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ قَالُوا إِنَّا نَصْرِي ۗ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ
قَسِيصِينَ وَرَهْبَانًا ۗ وَآلَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُونَ ۝

ترجمہ: یقیناً تو ایمان والوں کا سب سے زیادہ دشمن یہودیوں اور شرکوں کو پائے گا اور ایمان والوں سے سب سے زیادہ دوستی کے قریب تو
یقیناً انہیں پائے گا جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں یہ اس لیے کہ ان میں دانشمند اور گوشہ نشین ہیں اور اس وجہ سے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔ [۸۲]

== یہ ہے کہ ان میں اکثر لوگ فاسق ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے خارج ہو چکے ہیں اس کی وجہ اور اس
کے پاک کلام کی آیتوں کے مخالف بن بیٹھے ہیں۔

عیسائی یہودیوں کی نسبت مسلمانوں کے قریب ہیں: [آیت: ۸۲] یہ آیت اور اس کے بعد کی چار آیتیں نجاشی اور ان کے
ساتھیوں کے بارے میں اتری ہیں۔ جب ان کے سامنے حبشہ کے ملک میں حضرت جعفر بن ابیطالب نے قرآن شریف پڑھا
تو ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے اور اس قدر روئے کہ ان کی داڑھیاں تر ہو گئیں لیکن یہ خیال رہے کہ یہ آیتیں مدینہ طیبہ میں
اتری ہیں اور حضرت جعفر بن ابیطالب کا یہ واقعہ ہجرت سے پہلے کا ہے۔ یہ بھی مروی ہے کہ یہ آیتیں اس وفد کے بارے میں نازل ہوئی ہیں
جسے نجاشی نے حضور ﷺ کی خدمت میں بھیجا تھا کہ وہ آپ سے ملیں حاضر خدمت ہو کر آپ ﷺ کے حالات و صفات دیکھیں
اور آپ ﷺ کا کلام سُنیں۔ جب یہ آئے آپ سے ملے اور آپ ﷺ کی زبان مبارک سے قرآن سنا تو ان کے دل نرم ہو گئے
بہت روئے دھوئے اور اسلام قبول کیا اور واپس جا کر نجاشی سے سب حال کہا۔ ① نجاشی اپنی سلطنت چھوڑ کر حضور ﷺ کی طرف
ہجرت کر کے آنے لگے لیکن راستے ہی میں انتقال ہو گیا۔ مگر صحیح روایات سے ثابت ہے کہ وہ حبشہ ہی میں سلطنت کرتے ہوئے فوت
ہوئے۔ ان کے انتقال کے دن ہی حضور ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو ان کے انتقال کی خبر دی اور ان کی نماز جنازہ عابسانہ ادا کی۔ ② بعض تو
کہتے ہیں کہ اس وفد میں سات تو علما تھے اور پانچ زاہد تھے یا پانچ علما اور سات زاہد تھے۔ بعض کہتے ہیں یہ کل پچاس آدمی تھے اور کہا گیا
ہے کہ ساٹھ سے کچھ اور پر تھے۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ یہ ستر تھے فَاَللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت عطاء بن ابی رباح فرماتے ہیں جن کے اوصاف آیت
میں بیان ہیں یہ اہل حبشہ ہیں۔ مسلمان مہاجرین حبشہ جب ان کے پاس پہنچے تو یہ سب مسلمان ہو گئے تھے۔ ③ حضرت قتادہ بن ربیع
فرماتے ہیں کہ پہلے یہ دین عیسوی پر قائم تھے لیکن جب انہوں نے مسلمانوں کو دیکھا اور قرآن کریم سنا تو فوراً سب مسلمان ہو گئے۔
ابن جریر رضی اللہ عنہ کا فیصلہ ان سب اقوال کو ٹھیک کر دیتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہ آیتیں ان لوگوں کے بارے میں ہیں جن میں یہ اوصاف
ہوں خواہ وہ حبشہ کے ہوں یا اور کہیں کے۔ یہودیوں کو مسلمانوں سے جو سخت دشمنی ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ ان میں سرکشی اور انکار کا
مادہ زیادہ ہے اور جان بوجھ کر کفر کرتے ہیں اور ضد سے ناحق کے اوپر اڑتے ہیں حق کے مقابلہ میں بگڑ بیٹھے ہیں حق والوں پر حقارت
کی نظریں ڈالتے ہیں ان سے بغض و بیز باندھتے ہیں اور علم سے کورے ہیں۔ علما کی تعداد ان میں بہت ہی کم ہے اور علم اور ذی
علم لوگوں کی کوئی وقعت ان کے دل میں نہیں یہی تھے جنہوں نے بہت سے انبیاء علیہم السلام کو قتل کیا۔ خود جغیر آخر الزمان احمد مجتبیٰ

① الطبری، ۱۰/۵۰۰۔ ② صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب الصفوف علی الجنائز، ۱۳۱۸، صحیح مسلم،

③ الطبری، ۱۰/۵۰۱۔ ۹۵۲، ۹۵۱

حضرت محمد ﷺ کے قتل کا بھی ارادہ کیا اور ایک دفعہ نہیں بلکہ بار بار آپ ﷺ کو زہر دیا۔ آپ ﷺ پر جادو کیا اور اپنے جیسے بد باطن لوگوں کو اپنے ساتھ ملا کر حضور ﷺ پر حملے کے لیکن اللہ تعالیٰ نے ہر مرتبہ انہیں نامراد اور ناکام کیا۔ ابن مردویہ میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جب کبھی کوئی یہودی کسی مسلمان کو تنہائی میں پاتا ہے اس کے دل میں اس کے قتل کا قصد پیدا ہوتا ہے۔“ ایک دوسری سند سے بھی یہ حدیث مروی ہے ① لیکن ہے بہت ہی غریب۔ ہاں مسلمانوں سے دوستی میں زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو نصاریٰ کہتے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے سچے تابعدار ہیں انجیل کے اصلی اور صحیح طریقے پر قائم ہیں ان میں ایک حد تک فی الجملہ مسلمانوں اور اسلام کی محبت ہے یہ اس لیے کہ ان میں نرم دلی ہے جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے ﴿وَجَعَلْنَا فِي الْقُلُوبِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ رَأْفَةً وَرَحْمَةً﴾ یعنی ”حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابعداروں کے دلوں میں ہم نے نرمی اور رحم ڈال دیا ہے۔“ ان کی کتاب میں حکم ہے کہ جو تیرے دامن کھلے پر تھمڑ مارے تو اس کے سامنے بایاں کلمہ بھی پیش کر دے ان کی شریعت میں لڑائی ہے ہی نہیں۔ یہاں ان کی دوستی کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ ان میں خطیب اور واعظ ہیں۔ ”قَسْبَسَ“ اور ”قَسَّ“ کی جمع ﴿قَسْبَسِينَ﴾ ہے ”قَسُونِ“ بھی اس کی جمع آتی ہے ﴿رَهْبَان﴾ جمع راہب کی راہب کہتے ہیں عابد کو۔ یہ لفظ شتق ہے رہب سے اور رہب سے معنی ہیں خوف اور ڈر کے جیسے ”راکب“ کی جمع ہے راکبان ہے اور ”فَارَسَ“ کی جمع ”فُرْسَانُ“ ہے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کبھی ”رُهْبَانُ“ واحد کے لیے بھی آتا ہے اور اس کی جمع ”رُهَابِيْنُ“ آتی ہے جیسے ”قُرْبَانُ“ اور ”قُرَابِيْنُ“ اور ”جَوْرَانُ“ اور ”جَوْرَانِيْنُ“ اور کبھی اس کی جمع ”رُهَابِيْنُ“ بھی آتی ہے عرب کے شعروں میں بھی لفظ رھبان واحد کے لیے آیا ہے۔ حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے ایک شخص ﴿قَسْبَسِينَ وَرُهْبَانًا﴾ پڑھ کر اس کے معنی دریافت کرتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ ﴿قَسْبَسِينَ﴾ کو خانقاہوں اور غیر آباد جگہوں میں چھوڑ مجھے تو رسول اللہ ﷺ نے ﴿صِدِّيقِيْنِ وَرُهْبَانًا﴾ پڑھایا ہے۔ ② (بزار اور ابن مردویہ) الغرض ان کے تین اوصاف یہاں بیان ہوئے ہیں ان میں عالموں کا ہونا ان میں عابدوں کا ہونا اور ان میں تواضع فردی اور عاجزی کا ہونا۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ تفسیر ابن کثیر کا چھٹا پارہ ختم ہوا۔



① المجرور حین لابن حبان، (۱۲۲/۳) شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت پر سخت ضعیف یا موضوع کا حکم لگایا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعيفة، ۴۴۳۹) اس میں عیسیٰ بن عبد اللہ متروک راوی ہے۔ دیکھئے تقرب التهذیب، ۷۵۹۹۔ ② مجمع الزوائد، ۱۷/۷، طبرانی، ۶۱۷۵، حاشیہ کہتے ہیں، اس روایت میں عیسیٰ بن عبد اللہ احمائی اور نصیر بن زیاد ضعیف راوی ہیں۔ دیکھئے (مجمع الزوائد حوالہ سابق)

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
206	روز محشر کا میاب ہونے والے		قرآن سن کر اہل ایمان کے دل نرم اور آنکھیں بہہ پڑتی ہیں
206	تفسیر سورۃ الانعام	159	
206	فضائل سورۃ انعام	160	اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کی ممانعت
207	اللہ کی قدرت کاملہ اور انسان	163	لعنوں پر کفارہ نہیں ہے
209	معاندین کا انجام	166	شراب اور جوئے کی حرمت
210	مشرکوں کی ذہنیت اور صاف دلائل کا بیان	167	انصاب اور ازلام
211	آسمان وزمین کے مالک ہی کی بندگی کریں	167	حرمت شراب، احادیث کی روشنی میں
213	نفع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے	174	بحالت احرام شکار کرنے کا حکم
215	روز قیامت مشرکین اور ان کے شرک کا انجام	178	اس مسئلہ کے متعلق سلف کے اقوال
216	روز قیامت کفار کیا کہیں گے؟	180	احرام کی حالت میں سمندری شکار کا حکم
217	مشرکین قیامت کا انجام	182	احرام کی حالت میں بری شکار کا حکم
218	نبی ﷺ کی کوشش کہ کوئی جہنم میں نہ جائے	184	رزق حلال پر قناعت
219	کفار مکہ کی قلبی شہادت	184	فضول سوالوں کی ممانعت
221	معجزات کا صدور رب تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے	187	بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کی حقیقت
221	جانور، الگ امتیں اور روز محشر	189	علیکم انفسکم کی تفسیر اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر
223	عقیدہ توحید اور مشرکین مکہ	192	سفر میں مرنے والے کی وصیت اور محتبر گواہی
223	بد حالی و خوشحالی ایک آزمائش ایک ذلیل	195	روز قیامت پیغمبروں سے استفسار
225	معاندین سے وعظ حق	196	عیسیٰ علیہ السلام پر انعامات الہی کا تذکرہ
226	غیب کے خزانوں کا مالک کون؟	198	آسمان سے ماندہ کا نزول
227	صحابہ رضی اللہ عنہم کا دفاع عرش والا خود کرتا ہے	199	نزول ماندہ سے متعلق سلف کی روایات
229	شان رحمت	203	قریش کا سوال اور پیغام جبرئیل علیہ السلام
230	عذاب بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اترتا ہے	203	روز قیامت عیسیٰ علیہ السلام سے جواب طلبی
232	موت صغریٰ و کبریٰ کا بیان	204	امت کی بخشش کے لئے نبی اکرم ﷺ کی آہ و زاری

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
256	اللہ تعالیٰ کے ابراہیم علیہ السلام پر اعمالیات -	233	نیک اور بدروح کا انجام
258	شرک ایک انتہائی گھناؤنا گناہ	مشرکین بھی مشکل کے وقت صرف اللہ تعالیٰ ہی کو	
259	آیت کا شان نزول	234	پکارتے تھے
260	قرآن اور صاحب قرآن کی شان	235	نبی ﷺ کی امت کے لئے رحمت کی دعائیں
261	سب سے بڑا ظالم کون؟ اور ظالموں کا انجام	238	تکذیب نہیں اطاعت
263	کائنات کے خالق و مالک کا ایک تعارف	238	بذاق کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھے کا حکم
265	اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا مزید بیان	239	دین کو کھیل تماشا سمجھنے والوں کا انجام
266	غیر اللہ کی پرستش اور اس کا بطلان	240	مشرکوں کو فیصلہ کن جواب
267	اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان	242	صور اسرافیل کی حقیقت اور ہولنا کی
268	دیدار الہی کا بیان	248	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاندان اور آزر
270	مؤمن، کافر اور روشن دلائل	249	آزر کو درس توحید اور اس کا انجام
271	نبی ﷺ اور امت کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم	250	آسمان وزمین کے ملکوت پر نظر
272	معبودان باطلہ کو گالیاں دینے کی ممانعت	251	میدان مناظرہ یا مقام غرور و فکر
273	کفار کا معجزات طلب کرنا اور اللہ تعالیٰ کا جواب	253	مشرکوں کے سامنے کھری کھری توحیدی باتیں
		254	جب صحابہ نبی ﷺ کو مفہوم ظلم کا پتہ نہ چل سکا

مِنَ الْحَقِّ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ

وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَلَا نَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ ۝ فَأَنبَأَهُمُ

اللَّهُ بِمَا قَالُوا جَدَّتْ تَجْرِبِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خُلِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَلِكَ جَزَاءُ

الْمُحْسِنِينَ ۝ وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَكْذِبُوا بآيَاتِنَا ۚ وَلِيكَ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝

ترجمہ: اور جب وہ اس قرآن کو سنتے ہیں جو اس رسول کی طرف اتارا گیا ہے تو آپ ان کی آنکھیں آنسو سے بہتی ہوئی دیکھتے ہیں اس سبب سے کہ انہوں نے حق کو پہچان لیا اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے رب ہم مسلمان ہو گئے تو ہم کو بھی ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے جو تصدیق کرتے ہیں۔ [۸۳] اور ہمارے پاس کو سنا عذر ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ پر اور جو حق ہم کو پہنچا ہے اس پر ایمان نہ لائیں اور اس بات کی امید رکھیں کہ ہمارا رب ہم کو نیک لوگوں کی معیت میں داخل کر دے گا۔ [۸۴] اسوان کو اللہ تعالیٰ ان کے قول کی پاداش میں ایسے باغ دیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی یہاں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور نیک لوگوں کا بھی بدلہ ہے۔ [۸۵] اور جو لوگ کافر رہے اور ہماری آیات کو جھوٹا کہتے رہے وہ لوگ دوزخ والے ہیں۔ [۸۶]

قرآن سن کر اہل ایمان کے دل نرم اور آنکھیں بہہ پڑتی ہیں: [آیت: ۸۳-۸۶] اور جب وہ رسول اللہ ﷺ پر اتری ہوئی وحی کو سنتے ہیں تو تم ان کی آنکھوں کو دیکھو گے کہ آنسوؤں سے بھری ہوئی ہوں گی کیونکہ وہ اس بشارت کو پہچان گئے ہیں جو بعثت محمد ﷺ سے متعلق انہوں نے اپنی کتابوں توراہ اور انجیل میں دیکھی تھیں چنانچہ وہ کہنے لگتے ہیں کہ اے رب ہم محمد ﷺ پر ایمان لے آئے اب تو ہم کو اس گروہ میں شامل رکھ جنہوں نے شہادت دی ہے اور ایمان لے آئے ہیں۔ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ آیت نجاشی اور اس کے ساتھیوں سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ﴿مَعَ الشَّاهِدِينَ﴾ سے محمد ﷺ اور ان کی امت مراد ہے جنہوں نے اپنے نبی کے لئے گواہی دی ہے کہ نبی نے حق تبلیغ ادا کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کی بھی گواہی دی ہے کہ وہ تبلیغ کافر فیضہ ادا کر چکے۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ﴿تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ﴾ سے وہ کاشت کار لوگ مراد ہیں جو جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے ساتھ حبشہ سے آئے تھے اور جب رسول اللہ ﷺ نے قرآن سنایا تو وہ ایمان لے آئے ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ ”جب تم اپنے وطن جاؤ گے تو اپنے سابقہ مذہب میں لوٹ نہ لو نہیں جاؤ گے؟ وہ کہنے لگے کہ ہم اپنے اس دین سے تو ہرگز نہ پلٹیں گے۔“ ② چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے قول کو اس طرح نقل فرمایا ہے ﴿وَمَا لَنَا لَا نُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَمَا جَاءَنَا مِنَ الْحَقِّ وَنَطْمَعُ أَنْ يُدْخِلَنَا رَبَّنَا مَعَ الْقَوْمِ الصَّالِحِينَ﴾ یعنی ”آخر ہم کیوں ایمان نہ لائیں اللہ تعالیٰ پر اور اللہ تعالیٰ کی وحی پر۔ ہماری تو عین خواہش ہے کہ ہمارا رب ہمیں قوم صالحین میں داخل فرمائے۔“ یہ نصاریٰ لوگ تھے جن کا ذکر اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے کہ اہل کتاب میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں خشوع و خضوع اختیار کرتے ہیں اور تمہارے قرآن اور اپنی انجیل پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اس سے پہلے بھی انجیل پر ایمان لائے تھے۔ اور جب قرآن =

① حاکم، ۲/۳۱۳ و صحیحہ الحاکم و وافقہ الذہبی و لکن سندہ ضعیف۔

② المعجم الکبیر، ۱۲۴۵۵، ھیثمی کہتے ہیں اس کی سند میں عباس بن فضل نصاریٰ ضعیف راوی ہے۔ دیکھئے (مجمع الزوائد، ۷/۱۸) بلکہ

متروک مہم بالوضع ہے۔ دیکھئے (تقریب التہذیب، ۳/۳۱۸) لہذا یہ روایت موضوع ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَحْمُوا طَيِّبَاتِ مَا آحَلَ اللَّهُ لَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوا إِنَّ اللَّهَ لَا

يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ﴿٥٠﴾ وَكُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ حَلَالًا طَيِّبًا ۖ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي أَنْتُمْ بِهِ

مُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تمہارے واسطے حلال کی ہیں ان میں لذیذ چیزوں کو حرام مت کرو اور حدود سے آگے مت نکلو۔
بے شک اللہ تعالیٰ حد سے نکلنے والوں کو پسند نہیں کرتے۔ [۸۷-۸۸] اور اللہ تعالیٰ نے جو چیزیں تم کو دی ہیں ان میں سے حلال مرغوب چیزیں
کھاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس پر تم ایمان رکھتے ہو۔ [۸۸]

ان پر تلاوت کیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے ہم تو پہلے ہی مسلمان ہیں۔ ① اسی لئے یہاں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے اس اعتراف کے سبب انہیں جنتیں دی جائیں گی جن میں پانی کے چشمے بہ رہے ہوں گے۔ یہ ان کے ایمان اور تصدیق کا صلہ ہے۔ ان جنتوں میں وہ ہمیشہ رہیں گے وہاں سے دم بھر کے لئے نہیں گئے نہیں۔ اتباع حق کرنے والوں کی جزا یہی ہے جس طرح بھی وہ ہوں یا جہاں بھی ہوں یا جس کے ساتھ ہوں وہ اسی صلے کے مستحق ہیں۔ اس کے بعد حال اشقیاء کی خبر دی جاتی ہے کہ جنہوں نے کفر کیا اور ہماری آیات کو جھٹلایا وہ سب دوزخی ہیں۔

اپنی طرف سے کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کی ممانعت: [آیت: ۸۷-۸۸] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ یہ آیت اصحاب النبی کے ایک گروہ کے بارے میں نازل ہوئی۔ انہوں نے یہ کہا تھا کہ ہم اپنے آلات کو قطع اور ترک شہوت کرنا چاہتے ہیں اور یہ کہ راہبوں کی طرح ادھر ادھر گھومتے رہیں اور دنیا سے بالکل بے نیاز ہو جائیں۔ نبی ﷺ کو جب یہ اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے انہیں بلا بھیجا اور پوچھا تو کہا کہ ہاں ہمارا ایسا قصد ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا ”لیکن دیکھو! میں تو روزہ بھی رکھتا ہوں اور چھوڑ بھی دیتا ہوں رات کو نماز بھی پڑھتا ہوں اور سو بھی رہتا ہوں عورتوں سے بھی نکاح کرتا ہوں راہب نہیں بنا پھرتا جو میرے طریقے پر چلا وہی میرا اور جو میرا طریقہ اختیار نہ کرے وہ میرا نہیں۔“ ②

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ بعض اصحاب رسول اللہ نے نبی کریم ﷺ کے گھر یلو یعنی عمل کے بارے میں بعض ازواج نبی ﷺ سے کچھ سوالات کئے (تو نبی کریم ﷺ کی شب و روز عبادت گزار کی کا حال معلوم ہوا) تو ان میں سے ایک کہنے لگا کہ میں اب سے کبھی گوشت نہیں کھاؤں گا۔ کسی نے کہا میں کبھی کسی عورت کے قریب نہ جاؤں گا۔ کسی نے کہا میں فرش خاک پر سوؤں گا کبھی بستر پر نہ سوؤں گا۔ یہ خبر نبی کریم ﷺ کو ملی تو آپ نے فرمایا ”ان لوگوں کو کیا ہوا؟ کوئی یہ کہتا ہے کوئی وہ کہتا ہے۔ میں تو روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا، سوتا بھی ہوں اور نماز بھی پڑھتا ہوں۔ گوشت بھی کھاتا ہوں اور نکاح بھی کرتا ہوں۔ جو میرے طور طریق سے ہٹ گیا وہ مجھ میں سے نہیں۔“ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میں گوشت کھاتا ہوں تو بہت شہوت پیدا ہو جاتی ہے اس لئے میں نے اپنے اوپر گوشت حرام کر لیا ہے۔ تو یہ آیت اتری کہ اے ایمان

① ۲۸ / الفصص: ۵۲، ۵۳۔ ② الطبری، ۱۰ / ۵۱۸، بدون الآیة۔

③ صحیح بخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح، ۵۰۶۳، صحیح مسلم، ۱۴۰۱، احمد، ۳ / ۲۴۱، ابن حبان، ۱۴۔

والو! اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کر ڈالو۔ ① عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم ایک لڑائی میں طویل عرصہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے ہمارے ساتھ عورتیں نہ تھیں جب ہم کو رہنا دو بھر معلوم ہونے لگا تو ہم نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا ہم خصی ہو جائیں کہ خواہش ہی پیدا نہ ہو تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا اور ہمیں ایک کپڑے یا ایک جوڑے مہر کے معاوضہ میں ایک موقتی نکاح کی اجازت دی پھر عبداللہ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت پڑھی کہ اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کی حلال کردہ چیزوں کو اپنے اوپر حرام نہ کر لو ② لیکن یہ واقعہ نکاح متعہ کو حرام قرار دینے سے پہلے کا ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس بچی ہوئی کھیری کا تھنہ آیا۔ لوگ مل کر کھانے لگے تو ایک آدمی مجلس سے ہٹ گیا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا آؤ شریک ہو جاؤ تو کہنے لگا کہ میں نے تو اس کے نہ کھانے کی قسم کھالی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ آؤ کھاؤ قسم توڑ ڈالو اور کفارہ دے دو۔ پھر اس آیت کی تلاوت فرمائی۔ ③ کہتے ہیں عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے ایک مہمان کو دعوت دی لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہونے کی وجہ سے دیر ہو گئی۔ گھر آ کر معلوم ہوا کہ مہمان کو منتظر رکھا گیا اور کھانا نہیں کھلایا گیا تو بیوی پر غضبناک ہو کر کہا کہ میرے واسطے تم نے مہمان کو بھوکا رکھا، مجھ پر آج کھانا ہی حرام ہے۔ عورت نے کہا ہاں مجھ پر بھی حرام ہے میں بھی نہیں کھاؤں گی۔ مہمان نے یہ دیکھ کر کہا مجھ پر بھی حرام ہے۔ عبداللہ رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر بہت پریشان ہوئے۔ پھر ہاتھ بڑھا کر کھانے لگے اور کہا بسم اللہ پڑھ کر سب شروع کرو۔ غرض یہ خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی تو آیت بالانازل ہوئی۔ ④ یہ اثر منقطع سمجھا جاتا ہے۔

صحیح بخاری کی وہ حدیث جس میں واقعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ اور ان کے مہمانوں کا ہے وہ بھی اسی کے مشابہ ہے ⑤ اور وہ اور یہ دونوں قصے اس بات کی دلیل ہیں کہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ علما کا مسلک ہے کہ جس نے اپنے اوپر کوئی طعام یا لباس یا عورتوں کو چھوڑ کر اور کوئی چیز حرام کر لی تو وہ حرام نہیں ہو جاتی اور اس کا کفارہ نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حلال کی ہوئی چیز اپنے اوپر حرام نہ بنا لو۔ یہی توجہ ہے کہ جس نے گوشت کھانا اپنے اوپر حرام کر لیا تھا اس کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارہ دینے کا حکم نہیں دیا تھا۔ لیکن امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ یہ کہتے ہیں کہ جس نے کوئی کھانا پینا لباس یا اور کوئی چیز حرام کر لی تو قسم کا کفارہ ادا کرنا پڑے گا اس لئے کہ جب کوئی شخص قسم کے ذریعہ ترک اپنے اوپر لازم کر لے تو جیسے قسم کا کفارہ لازم آتا ہے اسی طرح بغیر قسم کے مجر و تحریم سے بھی غیر لازم کو لازم قرار دینے کی پاداش میں اس سے مواخذہ کیا جانا چاہئے جو کفارہ کی صورت میں ہو سکتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بھی ایسا ہی فتویٰ دیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قول سے بھی یہی لکھتا ہے۔ ارشاد ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ﴾ ⑥ اور فرمایا ﴿لَقَدْ فَرَضَ اللَّهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ أَيْمَانِكُمْ﴾ ⑦ یعنی ”اے نبی! اپنی بیویوں کی خوشنودی کی خاطر اللہ تعالیٰ نے جو تم پر حلال کر دیا ہے اس کو کیوں حرام کر لیتے ہیں اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔“ پھر فرمایا ”کہ اللہ تعالیٰ تم پر فرض کرتا ہے کہ اپنی قسموں کو توڑ دو۔“ یہاں آیت مذکورہ بالا کے ذکر کے بعد یحییٰ بن کفارہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اس سے یہ بات ثابت ہوئی کہ یحییٰ بن کفارہ نے بھی ہوا اور اپنے اوپر حرام کر لیا ہو تو بھی مستحق کفارہ ہونے میں بمنزلہ یحییٰ بن کفارہ ہی کے ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ بعض بزرگ صحابہ جیسے عثمان بن مظعون، اور

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة، ۳۰۵۴، وسنده ضعيف عثمان بن سدر الكاتب راوی ضعيف ہے۔

② صحيح بخاری، کتاب التفسیر، باب ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَاتُحْرِمُوا طَيِّبَاتِ مَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ﴾ ۶۶۱۵، صحيح مسلم، ۱۴۰۴،

بيهقي، ۷۹/۷، ابن حبان، ۴۱۴۱۔ ③ حاكم، ۳۱۳/۲، ۳۱۴۔ ④ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

⑤ صحيح بخاری، کتاب الأدب، باب ما يكره من الغضب والجزع عند الضيف، ۶۱۴۰، صحيح مسلم، ۲۰۵۷۔

⑥ ۶۶/التحریم: ۱۔ ⑦ ۶۶/التحریم: ۲۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ارادہ کیا کہ ترک دنیا کر لیں گے خُصی ہو جائیں گے، ٹاٹ کے سوا کچھ نہ پہنیں گے تو آیت متذکرہ اتری جس کے آخر میں فرمایا گیا کہ جس اللہ تعالیٰ پر تم ایمان لا چکے اس سے ڈرو۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عثمان بن مظعون، علی بن ابی طالب، ابن مسعود، مقداد بن اسود، سالم مولیٰ ابوہدیفہ رضی اللہ عنہم ان اصحاب نے ترک دنیا کا قصد کر لیا، گھروں میں بیٹھ گئے، عورتوں کو چھوڑ دیا، ٹاٹ پہن لیا، طعام ولباس کی اچھی اچھی چیزیں سب اپنے اوپر حرام کر لیں، نبی اسرائیل کے رہبانوں کا سا کھانا پینا اختیار کر لیا، خُصی ہونے کا قصد کیا، اتفاق کر لیا کہ رات بھر نماز پڑھا کریں گے اور دن بھر روزہ رکھیں گے۔ تو یہ آیت اتری کہ طیبات خداوندی کو اپنے اوپر حرام نہ بناؤ، حد سے آگے نہ بڑھ جاؤ، ہم ایسے لوگوں کو ہرگز پسند نہیں کرتے۔ یہ مسلمانوں کا طریقہ نہیں ہے، عورتوں سے الگ رہنا، اچھا کھانا پینا اور اچھا لباس چھوڑ دینا، رات بھر جاگنا، دن بھر روزہ رکھنا، خُصی ہو جانا یہ سب غلط طریقے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم پر تمہارے نفس کا بھی حق ہے۔ کبھی نفل روزہ رکھو، کبھی نہ رکھو، کبھی نماز پڑھو، کبھی سو جاؤ۔ ہمارے اس طریقے کو چھوڑ دو گے تو تم ہم میں سے نہیں۔“ یہ سن کر سب نے کہا اے اللہ تعالیٰ! ہم کو ہمارے ان عزائم سے بچا اور اتنا عوجی کی توفیق عنایت فرما۔ ①

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت تذکیر و تنبیہ کر کے اٹھے اور صرف عذاب الہی سے خوف دلاتے رہے تو اصحاب نبی میں سے دس آدمیوں نے کہا جن میں علی رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ کہنے لگے کہ اگر نصاریٰ اور یہبان اپنے اوپر عیش و راحت حرام کر سکتے ہیں تو ہم کو ان سے بھی زیادہ اس کا حق ہے۔ چنانچہ بعض نے گوشت چربی اپنے اوپر حرام کر لی۔ بعض نے نیند اور بعض نے عورتوں کو حرام کر لیا۔ چنانچہ ابن مظعون رضی اللہ عنہ نے عورت کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ نہ یہ اہل کے پاس جاتے نہ اہلیہ ان کے پاس آ سکتی۔ اب ان کی عورت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوسری ازواج النبی بھی بیٹھی ہوئی تھیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا اے حواء! یہ تجھے کیا ہو گیا چہرے کا رنگ فق ہے۔ نہ کبھی جوئی ہے نہ تیل و عطر ہے؟ تو اس نے کہا کنگھی کر کے تیل و عطر لگا کے کیا کروں میرا شوہر نہ مجھ پر آگرتا ہے نہ ذرا سا کپڑا تک میرا ہاتا ہے۔ سب کی سب اس کی بات سن کر ہنس پڑیں۔ ایسے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب کی سب کیوں ہنس رہی ہو؟ تو کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حواء! ایسا کہا رہی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کو بلا کر کہا ”یہ تو نے کیا کیا۔“ وہ کہنے لگے کہ میں نے یہ عیش اللہ تعالیٰ کے لئے چھوڑ دیا ہے تاکہ عبادت کے لئے بالکل خاص رہوں بلکہ میرا ارادہ ہے کہ میں اپنے آپ کو خُصی ہی کروں۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تجھ کو اللہ تعالیٰ کی قسم ہے ہر گز ایسا نہ کرنا فوراً گھر جا اور بیوی سے مل۔“ انہوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرا روزہ ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”روزہ توڑ دے۔“ چنانچہ حسب حکم انہوں نے پوری تعمیل کی۔ اب حواء عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی کنگھی کی ہوئی سرمہ اور عطر لگائے ہوئے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ہنس کر پوچھا حواء! کیا ہوا۔ کہنے لگی کل وہ آیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عثمان رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ ”عثمان ایسا قطع نہ کرنا یہ دین پر بہت بڑی زیادتی ہے اور قسم کا کفارہ ادا کرنے کا حکم دے دیا اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری لعنتوں پر مواخذہ نہیں کرتا ہے۔ ہاں قسم کا بیان باندھا گیا ہو تو گرفت کرے گا۔“ ② ③ ﴿لَا تَعْتَدُوا﴾ کے معنی میں یہ بھی احتمال ہو سکتا ہے کہ منہاجات کو اپنے اوپر حرام کر کے اپنے نفسوں پر تنگی نہ کرنا اور یہ بھی محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ حلال کو حرام نہ بناؤ اور حلال سے فائدہ اٹھانے میں حد سے آگے نہ بڑھ جاؤ۔ حلال کو کبھی بقدر کفایت ہی حاصل کرو زائد از ضرورت نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿كُلُوا وَاشْرَبُوا وَلَا تُسْرِفُوا﴾ ④ =

① یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ② یہ روایت معطل یعنی ضعیف ہے۔ ③ ④ العاتدة: ۸۹۔ ⑤ ۷ / الاعراف: ۳۱۔

لَا يُوَاخِذُكُمُ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَدْتُمُ الْآيَانَ ۗ
فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تَطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ أَوْ كِسْوَتُهُمْ أَوْ
تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ ۗ فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ ۗ ذَلِكَ كَفَّارَةُ أَيْمَانِكُمْ إِذَا
حَلَفْتُمْ ۗ وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ ۗ كَذَلِكَ يَبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٨٩﴾

ترجمہ: اللہ تم سے مواخذہ نہیں فرماتے تمہاری قسموں میں لغو قسم پر لیکن مواخذہ اس پر فرماتے ہیں کہ تم قسموں کو مستحکم کرو۔ سو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو کھانا دینا اوسط درجے کا جو اپنے گھر والوں کو کھانے دیا کرتے ہو یا ان کو کپڑا دینا یا ایک غلام یا لونڈی آزاد کرنا اور جس کو مقدر نہ ہو تو تین دن کے روزے ہیں یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب کہ تم قسم کھاؤ۔ اور اپنی قسموں کا خیال رکھا کرو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے واسطے اپنے احکام بیان فرماتے ہیں تاکہ تم شکر کرو۔ [۸۹]

= کھاؤ پو لیکن کھانے پینے میں زائد از ضرورت نہ خرچ کرو۔ فرمایا کہ مومن وہ لوگ ہیں جو خرچ کرتے ہیں تو اسراف نہیں کرتے نہ بخل کرتے ہیں بلکہ اعتدال کی روش میں رہتے ہیں۔ ① اللہ تعالیٰ نے افراط کی اجازت دی ہے نہ تفریط کی۔ اسی لئے فرمایا کہ ﴿لَا تَعْتَدُوا﴾ پھر فرمایا کہ ہر حالت میں حلال اور طیب کھاؤ اور اپنے تمام امور میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس کی اطاعت اور مرضی کی اتباع کرو مخالفت و عصیان سے باز رہو۔

لغو قسموں پر کفارہ نہیں ہے: [آیت: ۸۹] (یعنی لغو) جن کو جھوٹ موٹ کی قسمیں یا تکلیف کلام قسمیں کہنا چاہئے ان کا ذکر سورہ بقرہ میں گزر چکا اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ ایسی قسمیں آدمی بلا قصد اپنی باتوں میں بولتا رہتا ہے "اللہ تعالیٰ کی قسم" اللہ تعالیٰ کی قسم" یہ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔ دوسروں کا قول ہے کہ ایسی لغو ہزل میں ہوا کرتی ہیں یا مصحبت کے موقع پر بھی ہو سکتی ہیں۔ حضرت امام ابوحنیفہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہما کا قول ہے کہ غلبہ ظن کے موقع پر بھی کہا جاتا ہو تو یمن لغو کی تعریف میں آ جائے گا یا غصہ کے وقت یا بھول کر قسم کھائی گئی ہو۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ترک اکل و شرب و لباس سے متعلق بھی قسم ہو تو اسی استدلال سے قابل غیر مواخذہ ہے کہ ﴿لَا تَحْزَبُوا طَبِئًا﴾ لیکن صحیح تر بات یہی ہے کہ بلا قصد جو قسم زبان سے نکلتی ہے وہی یمن لغو ہے۔

قسم اور اس کا کفارہ: ﴿وَلَكِنْ يُؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَدْتُمُ الْآيَانَ﴾ یعنی قسم کھانے کی نیت اور ارادے سے قسم کھائی گئی ہو تو اللہ تعالیٰ مواخذہ فرمائے گا ﴿فَكَفَّارَتُهُ إِطْعَامُ عَشْرَةِ مَسْكِينٍ مِنْ أَوْسَطِ مَا تَطْعَمُونَ أَهْلِيكُمْ﴾ یعنی عزم مصمم والی قسم کو توڑنے کا کفارہ دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے جن کے پاس ضروریات کے حصول کی کوئی سبیل نہیں اور وہ اوسط قسم کی غذا دی جانی چاہئے جو تم کھاتے ہو اور اپنے اہل و عیال کو کھلاتے ہو۔ یہ اوسط غذا روٹی اور دودھ یا روٹی اور روغن ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بیان کیا ہے کہ بعض لوگ اپنے اہل کو حیثیت سے بھی خراب غذا کھلاتے ہیں اور بعض حیثیت سے بھی اچھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اوسط قسم کی ہونہ اس میں تنگی برتی گئی ہو نہ دل کھول کے خرچ کیا گیا ہو۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ روٹی گوشت ہے یا روٹی دودھ روغن یا سرکہ وغیرہ

ہے یا روٹی بھجور وغیرہ۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اوسط سے مراد غذا کی قلت و کثرت ہے۔ چنانچہ علمائے مقدار غذا میں اختلاف کیا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ صبح و شام دو وقت دس مسکینوں کو کھلایا جائے۔ محمد بن سیرین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک ہی وقت کافی ہے یعنی روٹی اور گوشت۔ اگر گوشت نہ ہو تو روٹی اور روغن کبھی یا سرکہ اور پیٹ بھر کھلائی جائے۔ بعض کہتے ہیں کہ ہر ایک کو نصف صاع گیہوں یا بھجوریں دی جائیں یعنی تقریباً سوا سیر۔ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ گیہوں ہوں تو نصف صاع اور دوسرا غلہ ہو تو ایک صاع۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاع بھجور کا کفارہ دیا تھا اور یہی حکم لوگوں کو دیا تھا اور بھجوریں نہ ہوں تو نصف صاع گیہوں۔ ① پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ ایک مد گیہوں یعنی ۵۶ تولہ سالن کے ساتھ۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما مجاہد عمر مد اور محمد بن سیرین رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔

امام شافعی رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کفارہ یمین میں مقدار واجب مد النبی ہے یعنی وہی ۵۶ تولہ گیہوں لیکن سالن کی کوئی قید نہیں۔ یہاں امام شافعی رضی اللہ عنہ نے دلیل لی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس حکم سے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو حکم دیا تھا جس سے بحالت صوم رمضان جماع کا فعل سرز ہو گیا تھا ”ساتھ مسکینوں کو ایک ایسے پیمانہ سے ناپ کر گیہوں ② دو جس میں پندرہ صاع ساسکین کہ ہر ایک کو ایک ایک مد مل سکے۔“ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم یمین کا کفارہ ایک مد گیہوں قرار دیتے تھے۔ احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ واجب مد بھر گیہوں یا دو مد غیر گندم واللہ اعلم۔

قوله تعالیٰ ﴿اَوْ كِسْفَتُهُمْ﴾ امام شافعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر ان دس میں سے ہر ایک کو اس قدر کپڑا دیں جس پر لباس کا اطلاق ہو سکتا ہو تو کافی ہے۔ جیسے ایک قمیص ایک پاجامہ یا عمامہ یا چادر۔ ٹوپی کے بارے میں اختلاف ہے کہ صرف ٹوپی کافی ہو سکتی ہے یا نہیں۔ بعض کہتے ہیں جائز ہے دلیل اس حدیث سے لی ہے کہ عمران بن الحصین رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا تو کہا کہ اگر چند لوگ تمہارے امیر کے پاس آئیں اور وہ ہر ایک کو ایک ٹوپی اڑھا دے تو تم کہتے ہو لباس دیا گیا۔ پس ﴿كِسْفَتُهُمْ﴾ میں ٹوپی بھی آگئی، لیکن اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ مالک اور احمد بن حنبل رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہر ایک کو اتنا لباس دینا ضروری ہے جتنا کہ نماز پڑھنے میں لباس پہننا ہوتا ضروری ہے۔ مرد اور عورت کو اس کے حسب ضرورت شرعی واللہ اعلم۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر مسکین کو ایک عبا دی جائے یا ایک شملہ۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اوپر کا لباس یا لباس زیریں جو چاہے کوئی ایک دے سکتے ہو۔ ابراہیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایسا لباس جو ملکہ اور ردا دونوں پر مشتمل ہو دینا چاہئے یعنی لحاف اور چادر وغیرہ نہ کہ صرف جاگتیا اور قمیص اور اوڑھنی وغیرہ اس کو لباس جامع نہیں کہیں گے۔ سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمامہ جسے سر پر لپٹتے ہیں اور عبا جسے بدن پر پہنتے ہیں لباس جامع کی تعریف میں ہے۔ ابن سیرین رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دو دو کپڑے دیئے جائیں۔ ابو موسیٰ نے قسم کھائی تھی تو دو کپڑے کفارے میں دیئے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے مروی ہے کہ ﴿كِسْفَتُهُمْ﴾ سے ہر مسکین کے لئے ایک عبا مروا ہے اور یہ حدیث غریب ہے۔

﴿اَوْ تَحْرِيرُ رَقَبَةٍ﴾ یا ایک غلام آزاد کر دیا جائے۔ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ مطلق غلام مراد لیتے ہیں خواہ کافر غلام آزاد کیا جائے یا =

① ابن ماجہ، کتاب الکفارات، باب کم یطعم فی الکفارة الیمین، ۲۱۱۲، و مسند ضعیف اس کی سندش عمر بن عبداللہ بن علی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۵۹/۲، رقم، ۶۶۸)

② صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب اذا جامع فی رمضان ولم یکن له شیء فصدق علیہ فلیکفر..... ۱۹۳۶؛ صحیح مسلم، ۱۱۱۱۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ
الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ إِنَّمَا يُرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمْ
الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللَّهِ وَعَنِ الصَّلَاةِ
فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ ۝ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاحْذَرُوا فَإِن تَوَلَّيْتُمْ
فَاعْلَمُوا أَنَّمَا عَلَى رَسُولِنَا الْبَلَاءُ الْمُبِينُ ۝ لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا
الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ فِيمَا طَعِمُوا إِذَا مَا اتَّقَوْا وَآمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقَوْا
وَأَمَنُوا ثُمَّ اتَّقَوْا وَأَحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! بات یہی ہے کہ شراب اور جو اور بت وغیرہ اور قمار کے تیرے سب گندی باتیں شیطانی کام ہیں سو ان سے بالکل الگ رہو تاکہ تم کو فلاح ہو۔ ۹۰ شیطان تو یوں چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے تمہارے آپس میں عداوت اور بغض واقع کر دے اور اللہ تعالیٰ کی یاد سے اور نماز سے تم کو باز رکھے سو اب بھی باز آؤ۔ [۹۱] اور تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے رہو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرتے رہو اور احتیاط رکھو اگر امراض کرو گے تو یہ جان رکھو کہ ہمارے رسول کے ذمہ صرف صاف صاف پہنچا دینا تھا۔ [۹۲] ایسے لوگوں پر جو کہ ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں اس چیز میں کوئی گناہ نہیں جس کو وہ کھاتے پیتے ہوں جبکہ وہ لوگ پرہیز رکھتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں اور نیک کام کرتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور ایمان رکھتے ہوں پھر پرہیز کرنے لگتے ہوں اور خوب نیک عمل کرتے ہوں اللہ تعالیٰ ایسے نیکو کاروں سے محبت رکھتے ہیں۔ [۹۳]

= مؤمن۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے فقہاء کہتے ہیں کہ مؤمن غلام ہونا ضروری ہے جیسا کہ قتل کے کفارہ میں مؤمن غلام کی قید ہے۔ اس صورت میں اتحاد موجب تو موجود رہے گا اگرچہ اتحاد سبب نہ ہو۔ حدیث معاویہ بن حکم رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوتا ہے اور صحیح مسلم میں بھی ہے کہ ابن حکم سلمی کے ذمہ ایک غلام کو آزاد کرنا تھا۔ چنانچہ وہ ایک حبشی جا رہے کو لے کر آئے تو رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ ”اللہ تعالیٰ کہاں ہے؟“ تو اس حبش نے کہا آسمان میں۔ پھر پوچھا ”میں کون ہوں؟“ تو کہا آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہاں یہ مؤمن ہے اس کو آزاد کر سکتے ہو۔“ ① اب ان تین قسم کے کفاروں میں سے جس قسم کا کفارہ بھی ادا کیا جائے گا ادا ہو جائے گا۔ قرآن میں پہلے سب سے اہل کا ذکر ہے اس کے بعد درجہ بدرجہ یعنی کھانا زیادہ اہل ہے لباس دینے سے پھر لباس غلام آزاد کرنے سے زیادہ اہل ہے۔ غرض یہ کہ ادنیٰ سے اعلیٰ کی طرف قدم بڑھایا گیا ہے۔

سب کے آخر میں یہ ہے کہ اگر مکلف ان تینوں میں سے کسی پر بھی قادر نہ ہو تو ﴿فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ﴾ یعنی تین دن کے روزے رکھے۔ ابن جبیر اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے کہا ہے کہ جس کے پاس تین درہم بھی ہوں تو وہ کھانا کھلائے ورنہ روزے رکھے۔ بعض متاخرین فقہاء سے منقول ہے کہ اس کے لئے جائز ہے کہ جس کے پاس اپنی ضروریات کے سوا اور کوئی چیز فاضل

① صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب تحريم الکلام فی الصلاة نسخ ماکان من اباحتہ، ۵۲۷، ابو داؤد، ۹۳۰، احمد، ۴۴۷/۵، بیہقی، ۵۷/۱۰، ابن حبان، ۱۶۵۔

نہ ہو جس کو وہ یمن کے کفارہ میں دے سکتا ہو۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی کہا ہے کہ نیز وہ اس قدر غریب ہو کہ وہ اپنی یا اپنے عیال کی اس دن کی قوت سے زیادہ کچھ نہ رکھتا ہو۔ اب علما کا اختلاف اس میں بھی ہے کہ پے در پے تین روزے رکھنا کیا واجب ہے یا مستحب ہے اور کیا الگ الگ بھی رکھ سکتے ہیں۔ شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ پے در پے رکھنا واجب نہیں مالک رحمۃ اللہ علیہ بھی یہی کہتے ہیں اس لئے کہ حکم مطلق ہے کوئی قید نہیں۔ جیسے رمضان کے مسلسل روزے قضا ہوں تو اس کو بھی مسلسل قضا رکھنے کی ضرورت نہیں کیونکہ ﴿فَاعِدَّةُ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ ایک مطلق آیت ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک جگہ پے در پے کے وجوب کی صراحت ہے۔ احناف اور حنابلہ کا بھی یہی قول ہے۔ وہ اس روایت کی بنا پر کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی ایک قرأت ہے ﴿فَصِيَامٌ فَلَيْسَ أَيَّامٌ مُّتَتَابِعَاتٍ﴾ اصحاب ابن مسعود بھی اسی طرح پڑھتے تھے اگرچہ یہ قرأت متواتر طور پر ثابت نہیں، لیکن کم از کم خبر واحد ضرور ہے یا صحابہ کی تفسیر سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب کفارہ کی آیت اتری تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم ان تینوں میں سے کسی ایک کو اختیار کرنے میں آزاد ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہاں چاہو تو غلام آزاد کر دو یا کسی کو لباس پہنا دو یا کھانا کھلا دو اور کچھ بھی نہیں تو تین دن کے پے در پے روزے رکھو“ اذریہ حدیث غریب ہے۔ ﴿ذَلِكَ كَفَّارَةٌ لِّمَا نَكَّمْتُمْ إِذَا حَلَقْتُمْ﴾ یہ یمن کا شرعی کفارہ ہے ﴿وَاحْفَظُوا أَيْمَانَكُمْ﴾ یعنی کفارہ ادا کئے بغیر نہ رہنا۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح وضاحت کے ساتھ اپنی آیتیں بیان فرماتا ہے کہ شاید تم شکر ادا کرو۔

شراب اور جوئے کی حرمت: [آیت: ۹۰-۹۳] اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو شراب نوشی اور جوئے بازی وغیرہ سے منع فرماتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شطرنج بھی ایک قسم کا جو ہے۔ مجاہد اور طاؤس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر چیز جس میں قمار کا لگاؤ ہو جو ہے حتیٰ کہ بچوں کا شطرنج لگا کر منگے یا کوڑیاں کھیلنا یہ سب جو ہے۔ ① اسلام آنے تک یہ جواز مانہ جاہلیت میں خصوصیت کے ساتھ کھیلا جاتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو اخلاق قبیحہ سے منع فرمایا۔ اہل جاہلیت میں بالعموم یہ جوایوں ہوتا تھا کہ ایک بکری یا دو بکری کا گوشت شرط کے طور پر بیچ دیا جاتا تھا۔

زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جوایوں ہوتا تھا کہ اموال و اثاث پر پانے پھینکے جاتے تھے اور اسی طرح جوئے کے ذریعہ ان پر قبضہ کیا جاتا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ پانسوں کے ذریعے جو کھیل کھیلا جاتا ہے وہی جو ہے۔ اسی طرح جس چیز کو کھیلتے وقت مار کر جیتا جاتا ہے وہ بھی قمار ہے۔ اور شاید اس سے یہ مراد ہے کہ شطرنج کا کھیل حرام ہے اور اسی طرح چوسر کا کیوں کہ اس میں مہرے کو مار کر جیتا جاتا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شطرنج یا چوسر کھیلے گیا کہ اس نے اپنا ہاتھ سور کے گوشت میں ڈال دیا اور اس کے خون میں ڈبو دیا۔ ② ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو زور کھیلتے وہ اللہ تعالیٰ کا باغی ہے۔ ③ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو چوسر کھیل کر نماز پڑھنے کو کھڑا ہو اس کی مثال ایسی ہے کہ کوئی

① الطبری، ۴/۳۲۲، ۳۲۳۔ ② صحیح مسلم، کتاب الشعر، باب تحريم اللعاب بالنردشير، ۲۲۶۰، الأدب المفرد،

۱۲۷۱، ابوداؤد، ۴۹۳۹، ابن ماجہ، ۳۷۱۳، احمد، ۳۵۲/۵، ابن حبان، ۵۸۷۳۔

③ ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی النهی عن اللعاب النرد، ۴۹۳۸، وسندہ ضعیف سعید بن ابی ہند کی سیدنا ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت مرسل ہوئی ہے۔ ابن ماجہ، ۳۷۶۲، احمد، ۳۹۷/۴، مسند ابی یعلیٰ، ۷۲۹۰، مؤطا امام مالک، ۲/۹۵۸، الأدب المفرد، ۱۲۶۹، حاکم، ۱/۵۰، بیہقی، ۱۰/۵۱۴۔

پہلے اور خنزیر کے خون سے وضو کر کے نماز پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا ہو۔ ① شرطیج کے بارے میں تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ جو سر سے بھی بری ہے اور وہ اسے قمار و میسر میں شمار کرتے ہیں۔ امام مالک، امام ابوحنیفہ، اور امام احمد رضی اللہ عنہم اس کے حرام ہونے کے قائل ہیں لیکن امام شافعی رضی اللہ عنہ اسے کو مکروہ بتاتے ہیں۔

انصاف اور ازلام: ابن عباس رضی اللہ عنہما اور دوسرے بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ”انصاف“ ان پتھروں کو کہتے ہیں کہ جن پر مشرکین قربانیاں کر کے جنوں پر چڑھاتے تھے۔ اور ”ازلام“ بھی ان پانسوں کو کہتے تھے جنہیں تقسیم کر کے فال لی جاتی تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہے کہ ”یہ شیطانی اعمال کی گندگی ہے اور سب سے بڑے شیطانی اعمال ہیں اس لئے اے میرے بندو! اس گندگی سے بچو تم فلاح پاسکو گے“ اس عبارت کو پہلے کے ساتھ ملائیں تاکہ اسلام قائم رہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے ”شیطان کا مقصد ہمیشہ یہ رہتا ہے کہ خراور میسر میں مبتلا کر کے تم میں بغض و عداوت پیدا کرتا رہے اور اللہ تعالیٰ کے ذکر اور نماز سے تمہیں غافل کرتا رہے۔ اب بھی ان باتوں سے باز آؤ گے کہ نہیں۔“ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے زبردست تنبیہ و تحریف ہے۔

حرمت شراب احادیث کی روشنی میں: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شراب کی حرمت تین دفعہ آئی۔ جب کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے اس وقت لوگ شراب پیتے تھے جوئے کا مال کھاتے تھے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال کیا گیا تو یہ وحی نازل ہوئی کہ ”تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں تو کہہ دو کہ اس میں فائدہ تو ہے لیکن بہت کم اور اس کے مقابلے میں نقصان بہت زیادہ ہے۔“ ② تو لوگوں نے کہا کہ فائدہ کم اور زیادہ نقصان بتایا گیا ہے حرام نہیں کہا گیا ہے۔ چنانچہ شراب پیتے رہے۔ لیکن ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مہاجر صحابی رضی اللہ عنہ نے نماز مغرب میں قرآن پڑھتے وقت نشے کے عالم میں قرآن کو غلط سلط اور خلط ملط کر دیا۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ ”اے مومنو! نشے کی حالت میں نماز نہ پڑھا کرو جب تک کہ تمہیں ہوش نہ ہو کہ کیا پڑھتے ہو اور کیا نہیں۔“ ③ یہ آیت پہلے سے زیادہ سخت تھی۔ چنانچہ لوگوں نے نماز کے وقت شراب پینا چھوڑ دیا لیکن پھر بھی برابر پیتے رہے کیونکہ صراحتہ ممانعت نہیں تھی لیکن ایک دن شراب میں مست ہو کر کوئی نماز پڑھ رہا تھا۔ چنانچہ ممانعت کی صاف آیت نازل ہو گئی کہ ”اے لوگو! شراب اور جو اور پانے اور تیرے سب شیطان کے گندے عمل ہیں تم فوراً رک جاؤ شاید فلاح پاسکو“ تو لوگوں نے کہا اے رب! ہم رک گئے باز آ گئے۔ پھر لوگوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان لوگوں کے بارے میں پوچھا جو یہ ممانعت کئے جانے سے قبل فی سبیل اللہ نقل ہو گئے تھے یا طبعی موت مر گئے تھے لیکن شراب پیتے تھے اور جو اکیلے تھے ان کا کیا ہوگا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو شیطانی عمل فرما دیا اور ممانعت کر دی۔ تو یہ آیت نازل ہوئی کہ ”جو لوگ ایمان لائے تھے اور نیک عمل کئے تھے تو ممانعت سے پہلے جو کچھ انہوں نے حرام کھایا تھا اس پر الزام نہیں دیا جائے گا۔“ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اگر ان کی زندگی میں ان پر یہ حرام ہو جاتا تو وہ بھی اس کو ایسے ہی چھوڑ دیتے جیسا کہ تم نے چھوڑ دیا۔“ ④

ابو میسرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تحریم خمر کی آیت اترنے سے پہلے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ دعا مانگی تھی اے اللہ رب العزت!

① احمد، ۵/۳۷۰، وسندہ ضعیف، مسند ابی یعلیٰ، ۱۱۰۴، مجمع الزوائد، ۸/۱۱۳، اس کی سند میں موسیٰ بن عبدالرحمن الخثعمی ہے۔ جس کا ثقہ و صدوق ہونا معلوم نہیں ہے لہذا وہ مجہول الحال ہے۔

② ۲/ البقرة: ۲۱۹۔ ③ ۴/ النساء: ۴۳۔

④ احمد، ۲/۳۵۱، وسندہ ضعیف۔

حرمت شراب کے بارے میں ہمارے پاس اپنی وحی بھیج تو یہ آیت اتری تھی کہ اس میں نقصان زیادہ اور فائدہ کم ہے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہما کو جب یہ آیت سنائی گئی تو انہوں نے پھر یہ دعا مانگی کہ اے اللہ تعالیٰ! بیان شانی و کانی نازل فرما تو سوہ نساء میں یہ آیت اتری کہ ”اے ایمان والو! نشے کی حالت میں ہرگز نماز نہ پڑھو تو نبی اکرم ﷺ کے مؤذن نے (حَتَّىٰ عَلَى الصَّلَاةِ) کے بعد پکار کر کہہ دیا کہ نشے کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت آگئی ہے۔ عمر رضی اللہ عنہما کو پھر یہ وحی سنادی گئی پھر بھی آپ یہ کہنے لگے کہ ”اے اللہ تعالیٰ! بیان شانی و کانی اتار۔“ تو سورہ مائدہ میں یہ آیت نازل ہوئی کہ ”شراب بالکل حرام ہے بالکل رک جاؤ۔“ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہما کہنے لگے کہ رک گئے اے اللہ تعالیٰ ہم رک گئے۔ ①

بخاری و مسلم سے ثابت ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما نے منبر رسول اللہ ﷺ پر خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! شراب حرام ہوگئی ہے اور ان پانچ چیزوں میں سے جس سے بھی بنائی جائے وہ شراب ہے، انگور، گھوڑا، شہد، گےہوں، جو اور خرما لفظ عام ہے ہر ایسی نشے کی چیز پر جو عقل کو ڈھانک دے ② ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ تحریم خمر کے وقت انگور کی شراب چالو نہیں تھی۔ ③ ایک دوسری حدیث یہ بھی ہے کہ شراب سے متعلق جب پہلی وحی آئی تو عام چرچا ہوا کہ شراب حرام ہوگئی تو لوگوں نے کہا! یا رسول اللہ ﷺ! جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس میں نفع ہے تو ہم کو نفع اٹھاتے رہنا چاہئے نبی کریم ﷺ خاموش رہے جب دوسری آیت اتری تو پھر شہرت ہوئی کہ شراب حرام ہوگئی تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم نماز کے وقت نہیں بیٹیں گے تو آپ ﷺ پھر خاموش ہو گئے۔ لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی کہ یہ شیطان کا عمل ہے اس سے رک جاؤ تو نبی کریم ﷺ نے صاف فرمادیا کہ ”شراب حرام ہوگئی۔“ ④

ایک دوسری حدیث ہے جو کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قبیلہ ثقیف یا قبیلہ دوس کا ایک شخص حضرت ﷺ کا دوست تھا۔ وہ فتح مکہ کے روز آپ ﷺ سے ملا اور شراب کا ایک مٹکا حضرت کو تحفہ پیش کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا تم کو نہیں معلوم کہ اللہ تعالیٰ نے شراب حرام کر دی ہے“ تو وہ آدمی اپنے غلام کی طرف متوجہ ہوا اور کہا اسے بازار میں لے جا کر بیچ دو۔ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”جس نے شراب حرام کی ہے اس نے اس کی خرید و فروخت بھی حرام کی ہے“ تو اس نے اپنے غلام کو حکم دیا کہ شہر سے باہر لے جاؤ اور یہ مٹکا لٹھا دو۔ ⑤

ایک دوسری حدیث تمیم داری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ ہر سال نبی اکرم ﷺ کو کچھ نہ کچھ تحفہ بھیجا کرتے تھے پس اس مرتبہ وہ شراب کا ایک مٹکا تحفہ لے کر آئے تو محمد ﷺ نے مسکرا کر فرمایا کہ ”تمہارے پیچھے شراب حرام کر دی گئی ہے“ تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میں اسے بیچ دیتا ہوں اور قیمت ہاتھ کر لیتا ہوں تو محمد ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ یہودیوں پر لعنت کرے جن پر گائے اور بکرے کی چربی حرام کر دی گئی تھی وہ اس کو پگھلا کر روغن بنا کر بیچ دیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت سب حرام کر دی

① ابوداؤد، کتاب الأشربة، باب تحريم الخمر، ۳۶۷۰، ترمذی، ۳۰۴۹، وسنده ضعيف ابواسحاق ملس کے سماع کی صراحت نہیں۔ عمرو بن شرمیل نے عمر رضی اللہ عنہما سے کچھ نہیں سنا۔ احمد، ۵۳/۱، ② صحیح بخاری، کتاب الأشربة، باب ماجاء فی ان الخمر ما خامر العقل من الشراب، ۵۵۸۸، صحیح مسلم، ۳۰۳۲، ابوداؤد، ۳۶۶۹، ترمذی ۱۸۷۴، ابن حبان ۵۳۵۳۔ ③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب قوله إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ..... ۴۶۱۶۔ ④ مسند الطیالسی، ۱۹۵۷، وسنده ضعيف اس کی سند میں محمد بن ابی حمید ضعیف راوی ہے۔ ⑤ صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب تحريم بيع الخمر، ۱۵۷۹، احمد، ۲۳۰/۱، مسند ابی یعلیٰ، ۳۵۳۵، بیہقی، ۱۲/۶، دارمی، ۲۱۰۳،

ہے۔“ ① بالکل ایسی ہی ایک حدیث عبدالرحمن بن غنم رضی اللہ عنہ سے مروی ہے جس میں معنا کوئی فرق نہیں۔ اسی طرح کی اور ایک حدیث ہے کہ ابن کيسان کا باپ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں شراب کی تجارت کرتا تھا۔ چنانچہ وہ تجارت کے لئے شام سے شراب کے منگنے لے آیا اور حضور اکرم کے پاس بھی ایک منگلا کر کہنے لگا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے لئے بڑی نفیس شراب لے آیا ہوں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اے کيسان! یہ تو تیرے پیچھے حرام ہو گئی ہے۔“ تو اس نے پوچھا کہ حضور! کیا میں اسے فروخت کر دوں؟ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”اس کی قیمت بھی حرام ہے“ تو کيسان رضی اللہ عنہ نے منگلوں کو لے جا کر پاؤں سے ٹھوکر مار کر تمام تجارت کی شراب بہادی۔ ②

انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کو اور ان کے دوسرے ساتھیوں کو شراب پلا رہا تھا حتیٰ کہ قریب تھا کہ شراب انہیں مخمور کر دے کہ اتنے میں کسی نے کہا: کیا تمہیں خبر نہیں کہ شراب حرام ہو گئی ہے تو لوگوں نے کہا ابھی ہم انتظار کریں گے اور تحقیق کریں گے تو دوسرے صحابہ نے کہا: نہیں اے انس! جو کچھ تیرے منگنے میں بیخ رہی ہے وہ سب انذہادے اللہ تعالیٰ کی قسم اب ہم پھر نہیں بیٹیں گے۔ یہ کھجور اور جو کی شراب تھی۔ ③ اس وقت انس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے گھر میں تھے۔ منادی ندا کرنے لگا تو کہا گیا کہ نکل کر دیکھو اور سنو! تو معلوم ہوا کہ شراب حرام ہو گئی ہے۔ مدینہ کی گلیوں میں شراب بہ رہی تھی۔ بعض نے کہا کہ ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو شراب پیتے تھے اور جہاد میں قتل ہو گئے تو یہ آیت اتری کہ جو مؤمن نیک عمل کرتے تھے اور مر گئے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں۔ ④

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں شراب پلا رہا تھا۔ لوگوں کے سر نشے سے ڈھلک رہے تھے کہ منادی نے شراب کی حرمت سنادی تو ہر آنے جانے والے نے اپنی شراب بہادی اور منگنے توڑ دیئے۔ بعض نے وضو کیا اور بعض نے غسل کیا بعض نے ام سلیم کے پاس سے لے کر خوشبو لگائی پھر مسجد آئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حرمت شراب کی آیت سنائی۔ ایک آدمی نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے کہا کہ کیا تم نے یہ انس رضی اللہ عنہ سے سنا ہے اور کسی نے انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ تو انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں! نہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جھوٹ بولتے ہیں نہ ہم جھوٹ کہتے ہیں بلکہ ہم تو جانتے بھی نہیں کہ جھوٹ کیا چیز ہے؟ ⑤

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عام شراب اور جوادر گے ہوں کی شراب اور شرطخ اور چوسر گانے بجانے کے آلات سب حرام کر دیے ہیں اور صرف مجھ پر صلوة و تراویح واجب فرمائی ہے۔ ⑥ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میری طرف سے جو شخص جھوٹی حدیث بنا کر پیش کرے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمیرہ درخت سے کھینچی ہوئی شراب بھی حرام قرار دی

① احمد، ۲۲۷/۴، والطبرانی فی الکبیر، ۱۲۷۵، وسندہ حسن ولہ شاهد فی صحیح مسلم، ۱۵۷۹، مجمع الزوائد، ۸۸/۴۔

② احمد، ۳۳۵/۴، وسندہ ضعیف، المعجم الکبیر، ۴۳۸، مجمع الزوائد، ۸۸/۴، اس کی سند میں ابن لمیہ غلط راوی ہے۔

(التقریب، ۱/۱۴۴، رقم: ۵۷۴) ③ احمد، ۱۸۱/۳، صحیح بخاری، کتاب الأشربة، باب (لَمَنْ رَأَىٰ أَنْ لَا يَخْلَطُ

الْبَسْرُ وَالْتَمْرُ.....) ۵۶۰۰، صحیح مسلم، ۱۹۸۰، مسند ابی یعلیٰ، ۳۰۰۸۔

④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب (لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جُنَاحٌ لِّمَا طَعَمُوا) ۴۶۲۰،

صحیح مسلم، ۱۹۸۰، ابوداؤد، ۳۶۷۳، احمد، ۲۲۷/۳، بیہقی، ۲۸۶/۸۔

⑤ الطبرانی، ۲۴/۷، وسندہ ضعیف، قتادہ عنہم؛ مجمع الزوائد، ۵۲/۵۔

⑥ احمد، ۱۶۵/۲، وسندہ ضعیف۔

اور ہر نشہ آور شے کو حرام فرمایا۔ ①

ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”شراب کے دس متعلقات پر لعنت خود شراب پر لعنت پینے والے اور پلانے والے پر لعنت بیچنے والے اور خریدنے والے پر لعنت شراب کشید کرنے والے شراب بنانے والے شراب اٹھا کر لے جانے والے اور جس کی طرف لے جا رہا ہو اس پر اور شراب کی قیمت کھانے والے ان سب پر لعنت۔“ ②

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک باڑے کی طرف نکلے میں آپ کی سیدھی طرف تھا کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ سامنے کی طرف سے آئے میں پیچھے ہو گیا ابو بکر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی سیدھی طرف ہو گئے میں بائیں طرف ہو گیا کہ اتنے میں عمر رضی اللہ عنہ آتے دکھائی دیئے۔ میں بازو میں ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کے بائیں طرف ہو گئے۔ اب نبی اکرم ﷺ اس باڑے پر آئے جو گھروں کے پیچھے اونٹوں کے بیٹھنے کی جگہ تھی وہاں شراب کا ایک مشکیزہ دکھائی دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے بلایا اور ایک چھرا دیا اور کہا ”اس مشکیزے کو چیر دو“ اور فرمایا کہ ”شراب پر اور شراب کے پینے اور پلانے والے پر لانے اور لے جانے والے پر کشید کرنے والے اور بنانے والے اور اس کی قیمت کھانے والے سب پر لعنت ہے۔“ ③ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہی سے مروی ہے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ اپنے اصحاب کو لے کر مدینہ کے بازاروں میں گئے۔ وہاں شراب کے مشکیزے رکھے ہوئے تھے جو شام سے لائے گئے تھے۔ میرے ہاتھ میں چھرا تھا۔ مجھ سے آپ ﷺ نے چھرا لیا پھر جتنے مشکیزے آپ ﷺ کے سامنے تھے سب کو چیر دیا۔ پھر چھرا اٹھے دیا اور اپنے اصحاب سے کہا کہ اس کے ساتھ جاؤ اس کی مدد کرو اور مجھے حکم دیا کہ بازار میں کوئی ایسا مشکیزہ نہ چھوڑنا جس کو چیر کر شراب بہا نہ دی گئی ہو۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ ④

یزید خولانی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ان کا چچا شراب فردشی کرتا تھا اور بہت باخیر اور مخیر آدمی تھا۔ میں نے اس کو شراب فردشی سے منع کیا اس نے نہ سنی جب میں مدینہ آیا تو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے شراب اور اس کی قیمت کے بارے میں دریافت کیا تو کہنے لگے کہ شراب اور شراب کی قیمت حرام ہے۔ پھر کہا کہ اے امت محمد اگر تمہاری کتاب کے بعد کوئی اور کتاب آئی ہوتی یا تمہارے نبی کے بعد دوسرا نبی آیا ہوتا تو تمہارے گناہوں اور سرکشیوں کا اس میں اسی طرح ذکر ہوتا جیسے کہ پہلے کی گناہ گار امتوں کا ذکر تمہارے قرآن میں ہے اور وہ رسوا ہو گئے ہیں لیکن اب دوسری کتاب الہی آنے والی نہیں ہے اس لئے تمہاری رسوائی قیامت تک کے لئے تاخیر میں پڑ گئی ہے۔ اللہ کی قسم! یہ ان لوگوں کی رسوائی سے بھی اہم ہے۔

ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے شراب کی قیمت کے بارے میں پوچھا تو کہا سنو میں مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا آپ ﷺ گوٹ لگائے بیٹھے تھے فرمانے لگے ”جس کے پاس شراب ہے لے آئے“ لوگ لانے لگے۔ کوئی منگ لایا کسی نے مشکیزہ کسی نے کچھ اور حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”ساری شراب میدان بقیع میں جمع کر کے مجھے اطلاع دو۔“ ایسا ہی کیا گیا۔ اب آپ ﷺ اٹھ کھڑے ہوئے میں بھی آپ کے ساتھ چلا اور آپ کی سیدھی طرف تھا۔ آپ ﷺ

① احمد، ۱۷۱/۲، ابوداؤد، ۳۶۸۵، وهو حدیث حسن۔

② ابوداؤد، کتاب الأشربة، باب العصیر للخمیر، ۳۶۷۴، وسندہ حسن، ابن ماجہ، ۳۳۸۰، احمد، ۲۵/۲، مسند ابی

یعلیٰ، ۵۵۹۱۔ ③ احمد، ۷۱/۲، والبیہقی، ۲۸۷/۸، وهو حدیث حسن۔

④ احمد، ۱۳۲/۲، وسندہ ضعیف و حدیث احمد، ۱۷۱/۲، یعنی عنہ۔

مجھ پر سہارا لئے ہوئے تھے اتنے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ مل گئے۔ حضرت نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو میری جگہ لے لیا اور مجھے بائیں طرف کر دیا۔ پھر چلتے ہوئے عمر رضی اللہ عنہ ملے۔ عمر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بائیں طرف کر دیا اور مجھے پیچھے کر دیا۔ اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم شراب کے ذخیرے پر پہنچے اور لوگوں سے کہا "جانتے ہو یہ کیا ہے؟" جواب دیا کہ ہاں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ شراب ہے۔ فرمایا "تم سچ کہتے ہو۔" پھر شراب کے دس متعلقات پر لعنت بھیجی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چھری منگوائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری تیز کروائی پھر سارے مشکیزے چیر دیئے۔ لوگوں نے کہا کہ اس میں منفعت بھی تھی۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں میں اللہ تعالیٰ کے غضب سے ڈر کر ایسا کر رہا ہوں شراب میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہے۔" عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الایسے میں سب مشکیزے چیر دوں تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں خود اس کو ضائع کروں گا۔" ①

سعد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شراب کے بارے میں چار آیتیں اتریں۔ پھر وہ حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایک انصاری نے ہماری دعوت کی ہم نے وہاں خوب شراب پی۔ یہ شراب کے حرام ہونے سے پہلے کا ذکر ہے۔ جب ہم خوب نشہ میں ہو گئے تو آپس میں فخر کرنے لگے۔ انصار کہتے تھے کہ ہم افضل ہیں اور قریش کہتے تھے کہ ہم افضل ہیں۔ چنانچہ ایک انصاری نے اونٹ کی ایک بڑی ہڈی لے کر سعد رضی اللہ عنہ کی ناک پر دے ماری جس سے سعد رضی اللہ عنہ کی ناک کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ اسی بنا پر شراب کی حرمت نازل ہوئی جس کو مسلم نے بیان کیا ہے۔ ②

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ شراب کی حرمت کی یہ وجہ ہوئی کہ انصار کے دو قبیلوں نے خوب شراب پی۔ جب مست ہو گئے تو ایک دوسرے پر دست درازیاں کرنے لگے اور جب نشہ اتر گیا تو کسی کے چہرے پر زخم آیا ہوا تھا تو کسی کے سر پر چوٹ آئی ہوئی تھی کسی کی داڑھی چٹی ہوئی تھی۔ کوئی کہتا تھا کہ میرے فلاں ساتھی نے مجھے یہ زخم پہنچایا ہے چنانچہ ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے۔ حالانکہ پہلے آپس میں بڑی محبت تھی کیونکہ نہیں تھا۔ کہتے تھے کہ اگر یہ میرا ہمدرد ہوتا تو کبھی مجھے زخمی نہ کرتا۔ چنانچہ دشمنی بڑھ گئی اب اللہ تعالیٰ نے شراب کی حرمت نازل فرمادی۔ لوگ کہنے لگے کہ مرے ہوؤں کا کیا ہوگا تو وحی اتری کہ جو مؤمن نیک عمل کر کے مر گئے ہیں ان پر کوئی گناہ نہیں۔ ③

ابن بربیدہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک نیلے پر بیٹھے شراب پی رہے تھے۔ ہم تین یا چار افراد تھے شراب کا مٹکا رکھا تھا دور چل رہا تھا کہ میں اٹھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اسی وقت تحریم شرک کی آیت اتری۔ میں فوراً اپنے ساتھیوں کے پاس آیا اور انہیں وحی سنائی۔ بعض نے شراب پی لی تھی، بعض نے کچھ پی تھی اور کچھ ہاتھ میں دھری رکھی تھی۔ کسی کے منہ سے شراب لگی ہوئی تھی۔ یہ سنتے ہی سب نے اپنی اپنی شراب زمین پر بہادی۔ اور آخری آیت ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ کو سن کر کہنے لگے ﴿انْتَهَيْنَا رَبَّنَا﴾ اے رب! ہم رک گئے۔ ④ صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جنگ احد کی صبح میں لوگوں نے شراب پی تھی اور

① حاکم، ۱۴۴/۴، وصححه ووافقه الذہبی وسندہ حسن وانظر اتحاف المہرۃ، ۲۸۱/۸، مشکل الآثار، ۳۳۴۲،

بیہقی، ۲۸۷/۸۔ ② احمد، ۱/۱۸۱، ۱۸۲، وهو صحیح، ابن حبان، ۶۹۹۲، مسند البزار، ۱۱۴۹، مسند الطیالسی،

۲۰۸، ابوعوانہ، ۱۰۴/۴، بیہقی، ۲۶۹/۶، یہ روایت مختصراً، صحیح مسلم، ۱۷۴۸، ترمذی، ۳۱۸۹، میں بھی موجود ہے۔

③ المعجم الکبیر، ۱۲۴۵۹، حاکم، ۱۴۲/۴، بیہقی، ۲۸۵/۸، السنن الکبریٰ، ۱۱۱۵۱، مجمع الزوائد، ۱۸/۷،

وسندہ حسن۔ ④ الطبری، ۱۰/۵۷۲ وسندہ ضعیف۔

لڑائی میں اس روزا کثر شہید ہو گئے یہ تحریم خمر سے پہلے کی بات ہے ① تو اکثر یہودی کہنے لگے کہ جو لوگ قتل ہو گئے اور ان کے پیٹوں میں شراب تھی تو یہ آیت نازل ہوئی کہ نیک عمل کرنے والے مومنین پر کچھ آج نہیں جب کہ تحریم خمر سے پہلے شراب پنی ہو۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک شخص خیبر سے مدینے کی طرف شراب لارہا تھا تاکہ یہاں لاکر بیچے اور جب مدینے پہنچا تو ایک مسلمان نے اس سے کہا کہ شراب تو حرام ہو گئی ہے تو اس نے لے جا کر ایک ٹیلہ پر رکھ دی اور اسے کپڑوں سے ڈھانک دیا۔ پھر نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کیا شراب حرام ہو گئی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ہاں۔ کہنے لگا کیا میں مال لے جا کر واپس کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”شراب میں واپس کیے جانے کی بھی صلاحیت نہیں“ تو اس نے کہا کہ کیا میں اس شخص کو دے دوں جو اس کا کچھ معاوضہ ادا کرے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ بھی نہیں۔“ اس نے کہا کہ اس تجارت میں تیبیوں کا بھی پیسہ لگا ہوا تھا جو میرے زیر پرورش ہیں۔ تو حضرت ﷺ نے فرمایا ”جب بحرین کا مال آئے گا تم میرے پاس آنا تو میں اس میں سے تمہارے تیبیوں کا معاوضہ دے دوں گا۔“ پھر حرمت شراب کی مدینہ میں منادی ہو گئی۔ ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ ﷺ شراب کے برتنوں سے ہمیں نفع اٹھانے کی اجازت دیجئے۔ آپ ﷺ نے کہا کہ ”برتنوں کے منہ کھول ڈالو شراب بہا دو“ چنانچہ شراب اتنی بہائی گئی کہ پست زمینوں میں شراب کھڑی ہو گئی تھی۔ ② ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا کہ میرے زیر پرورش یتیم ہیں کہ درشہ میں جن کو شراب ملی ہے۔ حضرت ﷺ نے فرمایا ”بہا دو! سب بہا دو!“ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہم اس کا سرکہ بتالیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں۔“ ③ مسلم ابو داؤد اور ترمذی سب نے اس کی تائید کی ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ الْاَلِي قَوْلُهُ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ﴾ یہی آیت تورات میں بھی ہے اللہ تعالیٰ نے حق کو اس لئے نازل کیا ہے کہ باطل کو نابود کر دے اور گانے بجانے کے آلات بریلو ستار سا رنگی دف، طنبورے ان سب کو باطل کر دے۔ اللہ تعالیٰ اپنی عزت کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ بعد از حرمت جو اس کو پیے گا میں اس کو قیامت کے روز بیاسار کھوں گا اور جو اس کو چھوڑ دے گا میں اس کو جنت کے پاکیزہ چشمہ سے شراب پلاؤں گا۔ ④

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”جس نے نشے کی وجہ سے ایک وقت کی نماز کھودی تو گویا کہ ساری دنیا کی دولت اس کو حاصل تھی اور چھین گئی اور جس نے نشے کی وجہ سے چار وقت کی نماز کھودی تو اب اللہ کو حق ہے کہ اس کو (طینة الخبال) پلائے۔“ لوگوں نے کہا (طینة الخبال) کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”جہنمیوں کے جسم سے نچڑی ہوئی گندگی۔“ ⑤ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ”عقل پر پردہ ڈال دینے والی ہر پینے کی چیز خمر ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے جو شخص کوئی نشہ آور چیز پئے گا اس کی چالیس دن کی نماز قبول نہ ہوگی لیکن اگر وہ توبہ کر لے تو توبہ قبول کر لی جائے گی۔ اور چوتھی بار اگر شراب پئے تو اللہ تعالیٰ کو حق ہے کہ اس کو (طینة الخبال) پلائے۔“ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”(طینة الخبال) ال مل نار

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب قوله ﴿انما الخمر والميسر والأنصاب والازلام﴾ ۶۱۸۔

② مسند ابی یعلیٰ، ۱۸۸۴، وسندہ حسن، عیسیٰ بن جارہ حسن الحدیث وثقہ الجمهور مجمع الزوائد، ۴/ ۹۲۔

③ صحیح مسلم، کتاب الاشریة، باب تحریم تخلیل الخمر، ۱۹۸۳، احمد، ۱۱۹/۳، ابو داؤد، ۳۶۷۵، ترمذی،

۱۲۹۲، مسند ابی یعلیٰ، ۴۰۴۵۔ ④ ابن ابی حاتم، ۱۱۹۶/۴۔

⑤ احمد، ۱۷۸/۲، وسندہ حسن، بیہقی، ۳۸۹/۱، حاکم، ۱۴۶/۴۔

کی پیپ ہے اور جس نے کسی بچے کو شراب پلائی جو حرام حلال کو نہیں پہچانتا تو اس آدمی کو بھی (طینة الخبال) پلایا جائے گا۔^①

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جس نے دنیا میں شراب پی اور توبہ نہیں کی تو آخرت کی شراب اس پر حرام ہے۔^② آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہر نشلی چیز خمر ہے اور حرام ہے۔ جو عمر بھر شراب پیتا رہا اور مر گیا اور توبہ نہیں کی تو وہ جنت کی شراب سے بالکل محروم رہے گا۔“^③ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تین آدمی ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا۔ ایک وہ جو اپنے والدین کی نافرمانی اور اولاد ہے اور دوسرے ہمیشہ شراب پینے والا اور تیسرے احسان کر کے جتانے والا۔“^④ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”احسان جتانے والا اور والدین کا نافرمان اور ہمیشہ شراب پینے والا یہ تینوں کبھی جنت میں نہیں جائیں گے۔“^⑤

عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ شراب سے بہت بچنے رہو کیونکہ وہ ساری برائیوں کی جڑ ہے۔ ایک واقعہ سنو کہ تم سے پہلے کے زمانے میں ایک شخص بڑا ہی عابد تھا۔ لوگوں کو چھوڑ چھاڑ کر سستی سے الگ تھلگ عبادت خانے میں عبادت کرتا رہتا تھا۔ ایک بدکار عورت کی اس پر نظر تھی اس نے اپنی خادمہ کو بھیجا کہ ایک گواہی کے بہانے اس کو بلالائے۔ وہ بے چارہ آ گیا۔ جب وہ کسی دروازہ کے اندر داخل ہوتا تو باہر سے اس کا دروازہ بند کر دیا جاتا یہاں تک کہ اس بدکار عورت تک پہنچے۔ اس کے پاس ایک سچو اور شراب کا مٹکا رکھا ہوا تھا۔ وہ اس شخص سے کہنے لگی کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے تجھ کو کسی گواہی کے لئے نہیں بلایا ہے بلکہ اس لئے کہ یا تو میرے ساتھ رات گزارے یا یہ کہ اس بچے کو قتل کروے یا یہ کہ شراب پئے۔ اس شخص نے یہ مناسب جانا کہ دونوں گناہوں کی بہ نسبت شراب آسان گناہ ہے۔ چنانچہ اس نے شراب پی لی۔ اب وہ ایک جام کے بعد پے در پے اور جام مانگنے لگا۔ یہاں تک کہ شراب کے نشے میں اس لڑکے کو بھی قتل کر دیا اور اس عورت کے ساتھ بھی رات گزار لی اس لئے شراب سے بچو وہ ساری برائیوں کی جڑ ہے شراب اور ایمان کبھی ایک جگہ نہیں جمع ہو سکتے اگر شراب ہے تو ایمان نہیں، اگر ایمان ہے تو شراب نہیں۔^⑥ بخاری و مسلم میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”زانی جب زنا کرتا ہے تو وہ مؤمن نہیں رہتا اور چور جب چراتا ہوتا ہے تو مؤمن نہیں ہوتا اور شرابی جب شراب پیتا ہے تو مؤمن نہیں ہوتا۔“^⑦ جب قبلہ کے بدلنے کی آیت اتری تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ لوگ جو مر گئے اور بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے ان کا کیا ہوگا؟ تو وحی اتری کہ ان کی عبادت ضائع نہیں ہوگی۔^⑧

اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس نے شراب پی اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس سے ناخوش =

① ابوداؤد، کتاب الاشریة، باب ما جاء فی السكر، ۳۶۸۰، وسندہ حسن، بیہقی، ۲۸۸/۸۔

② صحیح بخاری، کتاب الاشریة، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿انما الخمر والمیسر والانصاب.....﴾، ۵۵۷۵، صحیح مسلم، ۲۰۰۳، احمد، ۱۹/۲، مؤطا امام مالک، ۷۴۶/۲، بیہقی، ۲۸۷/۸۔
③ صحیح مسلم، کتاب الاشریة، باب بیان ان کل مسکر خمر، ۲۰۰۳، ابوداؤد، ۳۶۷۹، ترمذی، ۱۸۶۱، ابن حبان، ۵۳۶۶۔

④ نسائی، کتاب الزکاة، باب المنان بما اعطی، ۲۵۶۳، وسندہ حسن، احمد، ۱۳۴/۲، بیہقی، ۳۸۸/۸، حاکم، ۱۴۶/۱، ابن حبان، ۵۶۔
⑤ احمد، ۴۴/۳، وسندہ ضعیف وهو حسن بالشواہد، انظر مسند احمد، ۱۳۴/۲، وسندہ حسن

السنن الکبریٰ، ۴۹۲۰، ابویعلیٰ، ۱۱۶۸۔
⑥ بیہقی، ۲۸۷/۸، وسندہ حسن، النسائی، ۵۶۶۹، ۵۶۷۰۔

⑦ صحیح بخاری، کتاب الاشریة، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿انما الخمر والمیسر والانصاب.....﴾، ۵۵۷۸، صحیح مسلم،

۵۷، ابوداؤد، ۴۶۸۹، ترمذی، ۲۶۲۵، احمد، ۲۷۶/۲، ابن حبان، ۱۸۶، بیہقی، ۱۸۶/۱۔

⑧ احمد، ۲۹۵/۱، وسندہ ضعیف وحديث البخاری، ۴۴۸۶، یعنی عنہ۔

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِيَبْلُوكُمْ اللَّهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالَهُ آيِدْيُكُمْ وَمَا حَكُمُ
لِيَعْلَمَ اللَّهُ مَن يَخَافُهُ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدَىٰ بَعْدَ ذَلِكَ فَلَهُ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَأَنْتُمْ حُرْمٌ ۖ وَمَن قَتَلَهُ مِنكُم مُّتَعَدِّيًا

فَجَزَاءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنكُمْ هَدْيًا بَالِغًا لِّلْغَنَةِ أَوْ

كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكُ صِيَامًا لِّيَذُوقَ وَبَالَ أَمْرِهُ ۗ عَفَا اللَّهُ

عَبَّاسَلَفٌ ۗ وَمَن عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللَّهُ مِنْهُ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ قدرے شکار سے تمہارا امتحان کرے گا جن تک تمہارے ہاتھ اور تمہارے نیزے پہنچ سکیں گے تاکہ اللہ تعالیٰ معلوم کر لے کہ کون شخص اس سے بن دیکھے ڈرتا ہے۔ سو جو شخص اس کے بعد حد سے لگے گا اس کے واسطے دردناک سزا ہے۔ [۹۴] اے ایمان والو! وحشی شکار کو قتل مت کرو جبکہ تم حالت احرام میں ہو اور جو شخص تم میں اس کو جان بوجھ کر قتل کرے گا تو اس پر بدلہ واجب ہوگا جو کہ مساوی ہوگا اس جانور کے جس کو اس نے قتل کیا ہے جس کا فیصلہ تم میں سے دو معتبر شخص کر دیں خواہ وہ بدلہ خاص جو پایوں میں سے ہو بشرطیکہ نیاز کے طور پر کہہ تک پہنچائی جائے اور خواہ کفارہ مساکین کو دیا جائے اور خواہ اس کے برابر روزے رکھ لئے جائیں تاکہ اپنے کیے کی شامت کا مزہ چکھے اللہ تعالیٰ نے گزشتہ کو معاف کر دیا اور جو شخص پھر ایسی ہی حرکت کرے گا تو اللہ تعالیٰ انتقام لیں گے اور اللہ تعالیٰ زبردست ہیں انتقام لے سکتے ہیں۔ [۹۵]

رہتا ہے اگر وہ مر جائے تو کافر مرے گا اور اگر توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر لے گا۔ ① حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”جب یہ آیت اتری کہ قبل از حرمت پینے پر الزام نہیں لگایا جائے گا تو مجھ سے کہا گیا کہ تم پر بھی کوئی الزام نہیں ہے۔“ ② حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”جوئے سے بچو اور جو سر اور شطرنج سے بچو یہ دونوں عجم کا جو ہیں۔“ ③

بحالت احرام شکار کرنے کا حکم: [آیت: ۹۴-۹۵] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تمہیں آزار ہا ہے شکاری ممانعت کے خواہ کمزور شکار ہو یا چھوٹا ہو کہ دیکھیں حالت احرام میں تم ان کا شکار کرنے سے بچتے ہو یا نہیں حتیٰ کہ لوگ اگر چاہتے تو اپنے ہاتھوں سے اس شکار کو پکڑ سکتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قریب ہونے سے بھی ممانعت فرمادی۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ چھوٹے شکاروں کو اور بچوں کو ہاتھوں سے بھی پکڑ سکتے تھے اور بڑوں کو تیرے شکار کر کے۔ مقاتل بن حیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عمرہ حدیبیہ میں یہ آیت اتری کہ جہاں جنگلی چوپائے پرندے اور شکار ان کے ٹھکانوں میں ٹوٹ پڑنے لگے تھے کہ اس سے پہلے بھی نہیں دیکھے گئے تھے۔ چنانچہ بحالت احرام ان کا شکار کرنے سے ممانعت کی گئی تاکہ ثابت ہو جائے کہ سر اوعلانیہ کس سے اطاعت سرزد ہوتی ہے اور کس سے نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُم بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَرِيمٌ﴾ ④ ”جو اللہ تعالیٰ سے

① احمد، ۶/۴۶۰، وسندہ حسن، مجمع الزوائد، ۵/۶۹۔

② صحيح مسلم، كتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبدالله بن مسعود وامه، ۲۴۵۹، ترمذی، ۳۰۵۳، مسند ابی یعلیٰ،

۵۰۶۴، جاکم، ۴/۱۴۳۔ ③ احمد، ۱/۴۴۶، وسندہ ضعيف ابراهيم الهجرى ضعيف مشهور۔

④ ۶۷/الملک: ۱۲۔

ڈرتے ہیں غیب پر ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے مغفرت اور اجر کریم ہے۔“ یہاں اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ اب اس کے بعد جو نافرمانی کرے اس کے لئے عذاب الیم ہے کیونکہ اس نے حکم الہی کی مخالفت کی ہے۔ پھر فرمایا کہ حالت احرام میں شکار نہ کر۔ یہ نبی معنویت کے لحاظ سے تو حلال جانور اور ان کے بچوں پر بھی مشتمل ہے اور غیر ماکول پر بھی۔ لیکن امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک غیر ماکول کا شکار کرنا احرام والے کے لئے جائز ہے۔ لیکن جمہور علما تو ایسے شکار کو بھی جائز نہیں رکھتے اور کسی کو مستثنیٰ نہیں کرتے۔ اس کے سوا جو بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”پانچ چیزیں فاسق ہیں احرام میں بھی ان کو قتل کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ تکلیف پہنچانے والے جانور ہیں، کو، چیل، چھو، چوہا اور کائٹے والا کتا۔“ ① ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ان پانچ کو قتل کرنا محرم کے لئے گناہ نہیں۔“ ② ایوب رضی اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے نافع رضی اللہ علیہ سے پوچھا کہ سانپ کا کیا حکم ہے؟ تو نافع رضی اللہ علیہ نے کہا کہ سانپ کو مارنے میں بھی کیا شک ہے۔ علما کا اس میں اختلاف نہیں۔

امام مالک اور احمد اور دیگر علما رضی اللہ عنہم نے بھونکنے والے کتے کے ساتھ بھیڑیے اور دندے شیر اور چیتے کو بھی شامل رکھا ہے کیونکہ ان کا ضرر تو کتے سے بھی زیادہ ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ زید بن اسلم اور سفیان رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہر حملہ کرنے والے دندے کا حکم کتے کے حکم میں شامل ہے جس کی تائید اس حدیث سے ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عقبہ بن ابی لہب پر بددعا کی تھی تو کہا تھا کہ ”اے اللہ تعالیٰ اس پر شام میں اپنا ایک کتا مسلط فرما دے۔“ چنانچہ مقام زرقاء میں اس کو ایک بھیڑیے نے پھاڑ کھایا تھا۔ ہاں ان کے سوا اگر وہ کسی اور جانور کو قتل کرے گا تو فدیہ دینا پڑے گا۔ جیسے سوسار یا لومڑی یا کفتار وغیرہ۔ مالک رضی اللہ علیہ کہتے ہیں کہ یہی حکم ہے ان پانچ جانوروں کے بچوں کا بھی یا پھانسنے والے جانوروں کے چھوٹے بچوں کا بھی کہ اگر محرم قتل کرے گا تو فدیہ دینا پڑے گا خواہ حیوان غیر ماکول یا ان کے بچوں ہی کو قتل کیا ہو کیوں کہ اس میں چھوٹے بڑے کی کوئی قید نہیں ہے اور غیر ماکول جانور پر بھی سبب شامل ہے۔ ابو حنیفہ رضی اللہ علیہ کہتے ہیں کہ احرام والا کائٹے والے کتے کو اور بھیڑیے کو بھی قتل کر سکتا ہے کیونکہ بھیڑیا بھی بری کتا ہے لیکن ان دونوں کے سوا کسی اور کو قتل کرے گا تو فدیہ دینا پڑے گا ہاں کوئی دوسرا دندہ حملہ کر بیٹھے تو قتل کر سکتا ہے فدیہ ادا کرنا ضروری نہیں۔ یہ اوزاعی اور حسن رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ امام زفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ فدیہ دینا پڑے گا اگرچہ حملہ کرنے کی وجہ سے ہی مار ڈالا گیا ہو۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ کوئے سے مراد وہ کوا ہے کہ جس کے پیٹ اور پیٹھ پر سفیدی ہو سیاہی نہ ہو۔ جمہور کا مذہب یہ ہے کہ کوئے سے ہر عام کوا مراد ہے کیونکہ لفظ میں کوئی قید نہیں۔ مالک رضی اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ کوا جب حملہ کرے یا تکلیف پہنچانے تو محرم صرف اس وقت اس کو قتل کر سکتا ہے بلا وجہ نہیں اور مجاہد اور دوسرے لوگ کہتے ہیں کہ قتل نہ کرے بلکہ اس کو ہانکے یا اس کو اڑادے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی ایک روایت ایسی ہی ہے۔ ابو سعید رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”سانپ چھو اور چوہا ان کو قتل کر دیا جائے لیکن محرم کوئے کو صرف اڑادے قتل نہ کرے اور کائٹے والے کتے اور گدھ اور حملہ کرنے والے دندے ان کو محرم قتل کر سکتا ہے۔“ ③

اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ جو جان بوجھ کر بہ حالت احرام شکار کرے گا اس کو اس شکار کے جیسا ہی دوسرا مویشی فدیہ میں دینا پڑے گا۔ طاؤس رضی اللہ علیہ سے مروی ہے کہ یہ حکم اس شخص سے متعلق نہیں جس نے خطا سے کسی جانور کو قتل کیا ہو بلکہ عمدہ قتل کرنے کی قید ہے۔

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا وقع الذباب فی شراب احدکم، فلیغمسه..... ۳۳۱۴؛ صحیح مسلم، ۱۱۹۸۔

② صحیح بخاری حوالہ سابق، ۳۳۱۴؛ صحیح مسلم، ۱۱۹۹؛ مؤطا امام مالک، ۱/۳۵۶۔

③ ابوداؤد، کتاب المناسک، باب ما یقتل المحرم من الدواب، ۱۸۴۸، وسندہ ضعیف یزید بن ابی زید راوی ضعیف ہے۔

ترمذی، ۸۳۸؛ ابن ماجہ، ۳۸۹؛ احمد، ۳/۳؛ بیہقی، ۵/۲۱۰۔

اور ظاہری الفاظ سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہاں ﴿مُتَعَمِّدًا﴾ سے مراد یہ ہے کہ کسی نے اپنی حالت احرام کو بھول کر قتل صید کا قصد کیا ہو ورنہ احرام کی حالت یاد رہنے کے باوجود ارادۂ قتل صید کرے تو اس کا گناہ تو کفارہ کی سزا سے بھی بہت بڑھا چڑھا ہے اس کا تو احرام ہی باطل ہو جاتا ہے۔ جمہور اس بات کے قائل ہیں کہ قصد اور بھول کر قتل کرنے والا دونوں کفارہ ادا کرنے میں برابر ہیں۔ زہری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ قرآن سے تو دلالت ہوتی ہے عمد اقل کرنے والے پر لیکن حدیث سے بھول کر قتل کرنے والا بھی اسی حکم میں شامل ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ قرآن سے ثابت ہوا ہے اس کو کفارہ بھی دینا ہو گا اور وہ گنہگار بھی ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو اس کو اپنے گناہ کی سزا چکھنی پڑے گی، لیکن جو گزر گیا سو معاف ہے اور اگر کسی نے پھر ایسا کیا تو اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا۔ احکام نبی اور احکام اصحاب سے بھی ثبوت ملتا ہے کہ خطا سے قتل کرنے کی صورت میں بھی کفارہ دینا پڑے گا جیسا کہ عمد اقل کرنے کی صورت میں از روئے قرآن دینا پڑتا ہے کیونکہ اگر شکار کو قتل کیا گیا تو یہ شکار کو تلف کرنا ہو گا اور جب عمد ا تلف کرے تو تاوان ادا کرنا پڑتا ہے اور خطا سے تلف کرنے کا بھی یہی حکم ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ عمد ا شکار کرنے والا کفارہ کے ساتھ گنہگار بھی ہوا لیکن خطا والا گنہگار نہیں ہوا۔

قوله تعالى ﴿فَجَزَاءٌ مِّمَّا قُتِلَ مِنْ النَّمْلِ﴾ بعض نے جزاء کو مضاف بنا کر پڑھا ہے بعض نے عطف قرار دے کر اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿فَجَزَاءٌ مِّمَّا قُتِلَ﴾ کا اضافت پڑھتے ہیں۔ لیکن ہر طرح پڑھنے میں بھی مالک شافعی احمد اور جمہور علماء رضی اللہ عنہم کی دلیل قائم رہتی ہے کہ صید شدہ جانور کے مثل کی جزا اپنی جگہ واجب رہتی ہے بشرطیکہ اس جیسا یا اس کے قریب کوئی پالتو جانور ہوتا کہ وہی دے دے ورنہ اس کی قیمت دے دے۔ لیکن امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا اس میں اختلاف ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ صید مقتول پالتو جانور کے مشابہ ہو یا غیر پالتو کے ہر صورت میں اس کا مثل دینے کے بجائے قیمت ہی دینا چاہئے اور اس شکاری کو اختیار ہے کہ چاہے اس کی قیمت صدقہ کر دے یا قربانی کا کوئی جانور خرید لے۔ لیکن حق تو یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے مثل دینے کا جو حکم لگایا ہے وہ ہمارے لئے زیادہ قابل اتباع ہے۔ انہوں نے حکم لگایا ہے کہ شتر مرغ کا شکار کیا تھا تو اونٹ کفارے میں دو اور جنگلی گائے کے شکار میں گھر یلو گائے اور ہرن کے شکار میں بکری۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے یہ فیصلے کتاب الاحکام میں سب کے سب مذکور ہیں۔ لیکن جہاں کوئی صید مٹھی نہ ہو یعنی ایسا نہ ہو کہ کسی پالتو جانور کے مشابہ ہو وہاں ابن عباس رضی اللہ عنہما حکم لگاتے ہیں کہ اس کی قیمت کے روانہ کر دی جائے۔ یہی حق اس کے راوی ہیں۔

قوله تعالى ﴿يُحْكُمُ بِهِ دَوَائِدُنَا مِنْكُمْ﴾ یعنی اس کفارہ کا فیصلہ کرنے کے لئے دو عادل مسلمان نامزد کئے جائیں جو یہ فیصلہ کریں کہ مٹھی شکار میں مٹھی جانور دیا جائے یا غیر مٹھی میں قیمت دی جائے۔ اگر علما کا اختلاف ہے تو صرف اس بارے میں ہے کہ ان دو حکموں میں ایک حکم خود شکاری بھی بنایا جاسکتا ہے یا نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ نہیں بنایا جاسکتا۔ اس لئے کہ اس صورت میں اپنا حکم اپنے ہی پر نافذ کرنا لازم آئے گا جس سے متہم ہونے کا اندیشہ ہے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے۔ دوسرا قول ہے کہ بنایا جاسکتا ہے اس لئے کہ آیت بالکل عام ہے اس میں کوئی اس قسم کی قید نہیں۔ یہ امام شافعی اور احمد رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔ پہلے قول کی دلیل یہ ہے کہ ایک ہی قضیہ کے اندر حاکم خود محکوم نہیں بنایا جاسکتا۔ ابن ابی حاتم کی حدیث ہے کہ ایک اعرابی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ میں نے بحالت احرام ایک شکار کر لیا ہے اب مجھ پر کیا جزا ہے۔ آپ نے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے جو پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے پوچھا کہ تم کیا فیصلہ کرتے ہو؟ تو اعرابی نے کہا میں تو تمہارے پاس آیا کہ تم خلیفہ رسول اللہ ہو لیکن تم خود دوسرے سے پوچھتے ہو۔ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا تم کیوں اعتراض کرتے ہو اللہ تعالیٰ نے خود کہا ہے کہ دو عادل مسلمان مل کر کوئی حکم لگائیں۔ چنانچہ میں نے اپنے ساتھی سے

مشورہ کیا۔ ہم دونوں جس بات پر متفق ہو جائیں گے تجھ کو اپنا فیصلہ سنا دیں گے۔ یہاں اسی بات کا احتمال تھا چنانچہ صدیق رضی اللہ عنہ نے جب دیکھا کہ اعرابی جاہل ہے اور عادلین کے مسئلہ سے واقف نہیں تو نرمی اور ملامت سے اسے سمجھا دیا کیونکہ جاہل کی دوا تعلیم ہے۔ لیکن معترض اگر صاحب علم ہو تو جیسا کہ ابن جریر بیان کرتے ہیں کہ ابن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم ایک دفعہ حج کے ارادے سے نکل کھڑے ہوئے اور ہم جب صبح کی نماز پڑھ لیتے تو اپنی سوار یوں کے پیچھے پیچھے پیدل چلتے اور باتیں کرتے رہتے۔ ایک دن صبح ایسا اتفاق ہوا کہ ایک ہرن دکھائی دیا۔ ہمارے ایک ساتھی نے اس کے ایک پتھر مارا وہ نشانہ پر پہنچا اور ہرن مر گیا۔ یہ شخص ہرن کو مردہ چھوڑ کر سوار ہو کر چل دیا۔ ہم نے اس شخص پر سخت اعتراض کیا اور جب مکے پہنچے تو میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور ان سے سارا واقعہ بیان کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ کے ساتھ ہی ایک اور صاحب بیٹھے ہوئے تھے گورے چنے چاندی کی طرح سفید۔ یہ عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہوئے کچھ باتیں کیں پھر اس آدمی سے پوچھا کیا تو نے عدا اس کو مارا یا خطا؟ اس نے کہا پتھر تو میں نے ارادہ مارا تھا لیکن اس کو قتل کرنے کا ارادہ نہیں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ارادہ اور نطا دونوں کے درمیان تجھ سے عمل سرزد ہوا تھا۔ چنانچہ ایک بکری لے اس کو ذبح کر اس کا گوشت صدقہ کر دے اور اس کی کھال گھر کے کام میں لا۔ اب ہم وہاں سے اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں نے اپنے ساتھی سے کہا اللہ تعالیٰ کے حدود شریعت کی عزت بڑی اہمیت رکھتی ہے۔ جو کچھ تو نے پوچھا تھا امیر المؤمنین خود اس سے واقف نہ تھے۔ حتیٰ کہ اپنے ساتھی سے پوچھا۔ اب تو معافی کے طور پر اپنی ناکہ کو ذبح کر دے۔ ممکن ہے کہ اس تیرے جرم کی مکافات ہو جائے۔ قبیضہ کہتے ہیں کہ مجھے سورہ مائدہ کی عادلین والی آیت یاد ہی نہیں آئی تھی۔ میرے اس مشورہ کی خبر عمر رضی اللہ عنہ کو پہنچی۔ وہ درہ لئے آئے میرے ساتھی پر ایک کوڑا برسایا اور کہنے لگے کیا تو حرم میں قتل کرتا ہے اور حکم میں بیوقوف کو حکم بناتا ہے۔ پھر میری طرف متوجہ ہوئے۔ میں نے کہا اے امیر المؤمنین اگر آپ نے مجھے مارا تو اس ناروا مار کو میں معاف نہیں کروں گا۔ تو کہنے لگے اے قبیضہ بن جابر! تو نوجوان ہے کھلے دل والا خوب بولنے والا ہے لیکن اگر کسی نوجوان میں نو عادتیں بھی اچھی ہوں اور صرف ایک بری ہو تو وہی ایک ساری اچھائیوں پر پانی پھیر دیتی ہے۔ نوجوانی کی لغزشوں سے محتاط رہ۔

عبداللہ بن جریر البجلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بحالت احرام ایک ہرن کا میں نے شکار کر لیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے میں نے اس کا ذکر کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ اپنے دوستوں کو لاؤ تاکہ وہ دونوں تم پر اپنا فیصلہ صادر کریں۔ میں عبدالرحمن اور سعد رضی اللہ عنہما کو لے آیا۔ انہوں نے یہ فیصلہ صادر کیا کہ میں ایک موٹا تازہ بکرا فدیہ دوں۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اگر بد نے ایک ہرن کو بحالت احرام روئند کر قتل کر دیا پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس فیصلہ لینے کے لئے آیا تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ساتھ فیصلے کے لئے ایک اور حکم تو خود بن جا۔ چنانچہ دونوں نے ایک پالتو بکری کفارے میں قرار دی جو گھر کا پانی اور چارہ کھا کر خوب تازہ ہو گئی تھی۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے عادلین والی آیت پڑھی۔ یہ واقعہ اس بات کے جواز پر دلالت کرتا ہے کہ قاتل خود حکمین عادلین میں سے ایک ہو سکتا ہے جیسا کہ شافعی اور احمد رحمہما اللہ کا مذہب ہے۔ پھر اس میں بھی علما کا اختلاف ہے کہ آئندہ زمانے میں بھی جب کبھی کسی مجرم سے یہ جرم سرزد ہو تو اسی وقت کے دو حکم چائیں یا صحابہ رضی اللہ عنہم کے فیصلے ایسے مسائل کے وقت جو صادر ہو چکے ہیں ان کی روشنی میں فتویٰ دیا جاسکتا ہے۔ اس میں دو قول ہیں۔ احمد اور شافعی رحمہما اللہ کہتے ہیں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بارے میں جو فیصلے دے دیئے ہیں ان کی پیروی کی جائے اور ان دونوں نے اسی کو شرعی فیصلہ قرار دیا ہے اس سے انحراف نہ کیا جائے اور جس میں صحابہ کا کوئی حکم موجود نہ ہو تو پھر اپنے زمانے کے عادلین کی طرف رجوع کریں۔ مالک اور ابو حنیفہ رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ حکم اپنے اپنے زمانے کے ہر ہر فرد پر الگ الگ لگے گا اور اپنے

زمانے ہی کے عادل قرار پائیں گے خواہ صحابہ کا کوئی حکم اور فتویٰ موجود ہو کہ نہ ہو کیونکہ اللہ پاک نے "منکم" کا لفظ فرمایا ہے اور پہلے زمانے کے صحابہ اس وقت تمہاری جماعت کے افراد تو نہیں ہیں۔

وقولہ تعالیٰ ﴿هَذَا مِمَّا بَلَغَ الْكُفْبَةُ﴾ یعنی یہ قربانی کیسے تک پہنچائی جائے وہیں ذبح کی جائے اور حرم ہی کے مساکین پر اس کا گوشت تقسیم کیا جائے۔ اس بات میں کسی کا اختلاف نہیں سب بالاتفاق یہ رائے رکھتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ ﴿أَوْ كَفَّارَةً طَعَامَ مَسْكِينٍ أَوْ عَدْلٌ ذَلِكَ صِيَامًا﴾ یعنی محرم اگر شکار مقتول کا مثل نہ پائے یا شکار مقتول اس قسم کا جانور ہی نہ ہو کہ گھریلو جانور سے مشابہت رکھے تو پھر جزا اور اطعام اور صیام کے بارے میں اختیار ہے اور قرآن پاک میں ﴿أَوْ﴾ اختیار ہی کے معنی میں آیا ہے اور یہی قول ہے مالک اور ابو حنیفہ، ابو یوسف اور محمد بن اسماعیل کا نیز شافعی رحمہ اللہ کا بھی ایک قول ایسا ہی ہے۔ احمد رحمہ اللہ کا بھی قول مشہور یہی ہے کہ ﴿أَوْ﴾ اختیار دینے کے مقصد سے لایا گیا ہے اور ایک دوسرا قول یہ ہے کہ اختیار کے مقصد سے نہیں بلکہ ترتیب اور سلسلہ تانے کے لئے ہے اور اس کی صورت یہ ہوگی کہ قیمت کے برابر آ کر ٹھہر جائے اور صید مقتول کی تلافی ہو جائے۔ یہ مالک اور ابو حنیفہ اور حماد اور ابراہیم رحمہ اللہ کے نزدیک ہے لیکن شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ وہ قیمت بدل ہو اور اس جانور کا کہ اگر موجود ہوتا تو کیا قیمت ہوتی۔ پھر اس رقم سے اناج خرید لے اور صدقہ کر دے اور ہر مسکین کو ایک مد یعنی ۵۶ تولہ غلہ دے۔ یہ مسئلہ شافعی اور مالک اور علمائے حجاز کے نزدیک ہے اور ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد بن اسماعیل وغیرہ کہتے ہیں کہ ہر مسکین کو دو مد دینے جائیں۔ احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں گیارہوں ہوں تو ایک مد اور دوسرا غلہ ہو تو دو مد پس اگر یہ نہ دے سکے تو روزے رکھے یعنی ایک مسکین کو جتنے دن کھانا کھلایا جاتا ہے اتنے دن روزے رکھے۔ دوسروں کا قول ہے کہ ہر صاع کے بدلے جو نہ دیا جاسکا ایک روزہ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہما کو حکم دیا تھا کہ ایک فرق اناج چھ آدھیوں میں تقسیم کرے یا تین دن کے روزے رکھے۔ ① ایک فرق تین صاع کا ہوتا ہے اور صاع ۲۲۵ تولے کا ہوتا ہے۔ اب اس میں بھی اختلاف ہے کہ کہاں کھلائیں۔ شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ حرم میں کھلائیں۔ عطاء رحمہ اللہ کا بھی یہی قول ہے۔ مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس جگہ کھلائیں جہاں شکار قتل کیا تھا یا وہیں کہیں قریب میں۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں اس کی کوئی تخصیص نہیں کہیں بھی کھلائیں خواہ حرم ہو یا غیر حرم یا کوئی اور مقام ہو۔

اس مسئلہ کے متعلق سلف کے اقوال: اس آیت سے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ محرم جب صید کرے تو ویسا ہی جانور اس پر لازم آتا ہے اگر کفارے کے لئے ویسا ہی چوپایہ نہ ملے تو اس کی قیمت دیکھی جائے گی قیمت سے پھر طعام کا اندازہ لگایا جائے گا۔ پھر ہر نصف صاع اناج کے بدلے ایک روزہ رکھا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کفارہ طعام اور صیام کے ذریعے قرار دیا ہے جب طعام پایا جائے تو اسی سے کفارہ ادا کیا جاسکے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ کفارہ کا جانور کعبہ کو بھیجا جائے یا مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے یا اسی کے برابر روزے رکھے جائیں۔ جب محرم نے شکار قتل کیا تو اسی کے مثل چوپایہ اس پر لازم آیا۔ اگر کسی نے ہرن یا اس کے مثل جانور قتل کیا تو اس پر بکری لازم آئے گی جو کئے بھیج کر ذبح کی جائے گی۔ اگر نہ ہو سکے تو چھ مسکینوں کو کھانا کھلایا جائے گا اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو تین روزے رکھے جائیں گے۔ اگر کسی نے اونٹ یا اونٹ کے مثل جانور قتل کیا تو اس پر گائے واجب ہے۔ اگر نہ ہو سکے تو تیس مسکینوں کو کھلایا جائے اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو تیس روزے رکھے اور اگر شتر مرغ یا گورخر وغیرہ کو مارے تو ایک اونٹنی اس پر واجب ہوگی نہ ہو سکا تو تیس مسکینوں کو کھلایا جائے در تیس دن کے روزے رکھے۔ ابن جریر نے بھی یہی کہا ہے لیکن یہ اور زیادہ کیا ہے کہ طعام ہر ایک =

أَجَلٌ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۗ وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ
 الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرْمًا ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ۝ جَعَلَ اللَّهُ الْكَعْبَةَ
 الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيَمًا لِلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ وَالْقَلَائِدَ ۚ ذَلِكَ لِتَعْلَمُوا
 أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَوَاتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ وَأَنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝
 إِعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ وَأَنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ مَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا
 الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُونَ وَمَا تَكْتُمُونَ ۝

ترجمہ: تمہارے لئے دریا کا شکار پکڑنا اور اس کا کھانا حلال کیا گیا ہے تمہارے اتفاق کے واسطے اور مسافروں کے واسطے اور خشکی کا شکار
 پکڑنا تمہارے لئے حرام کیا گیا ہے جب تک تم حالت احرام میں رہو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس کے پاس جمع کئے جاؤ گے۔ [۹۶] اللہ تعالیٰ
 نے کعبہ کو جو کہ ادب کا مکان ہے لوگوں کے قائم رہنے کا سبب قرار دے دیا اور عزت والے مہینہ کو بھی اور حرم میں قربانی ہونے والے جانور
 کو بھی اور ان جانوروں کو بھی جن کے گلے میں پٹے ہوں یہ اس لئے تاکہ تم اس بات کا یقین کرو کہ بے شک اللہ تعالیٰ تمام آسمانوں اور
 زمین کے اندر کی چیزوں کا علم رکھتے ہیں اور بے شک اللہ تعالیٰ سب چیزوں کو خوب جانتے ہیں۔ [۹۷] تم یقین جانو کہ اللہ تعالیٰ سزا بھی
 سخت دینے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت اور رحمت والے بھی ہیں۔ [۹۸] رسول اللہ ﷺ کے ذمہ تو صرف پہنچانا ہے اور اللہ تعالیٰ
 سب جانتے ہیں جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ پوشیدہ رکھتے ہو۔ [۹۹]

= کو ایک ایک مہیا دیا جائے تاکہ پیٹ بھر کر لے۔ عطاء اور مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ نے کہا ہے کہ طعام ایک ایک مہیا اس شخص کے لئے ہے جو
 قربانی کا جانور کچے تک نہ پہنچا سکتا ہو۔ سہمی کا کہنا ہے کہ اس اختیار میں ترتیب کا لحاظ رکھا جائے اور ابراہیم النخعی رحمہ اللہ وغیرہ کہتے
 ہیں کہ ہر طرح اس کو اختیار ہے چاہے جو کفارہ پسند کرے۔

قوله تعالى ﴿لِيَذُوقَ وَيَتْلَىٰ أَمْرُهُ﴾ تاکہ وہ کروتوت کی سزا پالے یعنی ہم نے کفارہ اس پر اس لئے واجب کیا ہے کہ ہمارے حکم
 کی جو اس نے مخالفت کی ہے اس کی سزا پالے لیکن زمانہ جاہلیت میں جو کچھ ہوا وہ اس شخص کے لئے معاف ہے جس نے اسلام میں
 اچھے کام کئے۔ پھر فرمایا کہ ﴿وَمَنْ عَادَا فَيَنْتَقِمِ اللَّهُ مِنْهُ﴾ یعنی اسلام میں آنے کے بعد اور اس کی ممانعت کے باوجود جس نے
 نافرمانی کی اللہ تعالیٰ اس سے انتقام لے گا اور وہ سرکشوں سے انتقام لینے والا ہے لیکن جاہلیت میں جو کچھ ہو گیا وہ معاف ہے اور اس
 سوال کا جواب بھی نفی میں ہے کہ کیا امام وقت اس کی کوئی سزا قرار دے سکتا ہے؟ یعنی امام کو سزا دینے کا حق نہیں ہے۔ یہ گناہ اللہ تعالیٰ
 اور بندے کے درمیان ہے۔ ہاں اس کو امام کے سزا نہ دینے کے باوجود فدیہ تو ضرور ہی دینا پڑے گا۔ اس کو ابن جریر نے روایت کیا
 ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ کفارے ہی کے ذریعہ انتقام لے گا اور انتقام کی یہی صورت ہوگی۔

جہور سلف اور خلف اس پر متفق ہیں کہ محرم نے جب شکار کو قتل کر دیا تو اس پر فدیہ دینا واجب ہو گیا اور پہلی یا دوسری یا تیسری خطا
 میں کوئی فرق نہیں ہے خواہ کتنی ہی دفعہ ہو۔ فعل خطا اور فعل عمد سب حکم میں برابر ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ محرم سے خطا اگر

قتل صید سرزد ہوا تو اس پر ہر قتل کے وقت یہ حکم صادر ہوگا۔ لیکن اگر وہ عمداً قتل کرے تو پہلی دفعہ میں تو یہ سزا اس پر عائد ہوگی لیکن دوسری دفعہ میں اس سے کہا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ تجھ سے انتقام لے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے بھی فرما دیا ہے کہ دوبارہ کرے تو اللہ تعالیٰ انتقام لے گا۔ امام حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک صاحب احرام نے شکار کیا اس پر فدیہ کی سزا عائد کی گئی۔ اس نے دوبارہ یہ جرم کیا تو آسان سے آگ اتری بجلی گری اور اسے جلادیا یہی معنی ﴿فَيَسْقِمْ اللَّهُ مِنْهُ﴾ کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی سلطنت میں غالب ہے کوئی اس کو مغلوب نہیں کر سکتا۔ وہ انتقام لینا چاہے تو کون ہے کہ روکے۔ ساری کائنات اس کی مخلوق ہے حکم بس اسی کا چلتا ہے سرکشوں کو وہ سزا ضرور دے گا۔ اس کی صفت انتقام کا یہی اقتضا ہے۔

احرام کی حالت میں سمندری شکار کا حکم: [آیت: ۹۶-۹۹] تمہارے لئے سمندر کا تازہ شکار حلال ہے اور جو مچھلی سکھا کر زادراہ بنائی جاتی ہے وہ بھی تمہارے لئے اور اہل قافلہ کیلئے جائز ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ شکار جو سمندر سے زندہ حاصل کیا گیا ہے مراد ہے اور لفظ (طعام) سے مراد ہے کہ جسے سمندر نے مار کر ساحل پر پھینک دیا ہو۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ طعام سے ہر وہ چیز مراد ہے جو سمندر میں ہے۔ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے خطبہ دیا تو کہا کہ صید بحر تمہارے لئے حلال ہے اور نہ شکار کیا ہوا لیکن سمندر کا پھینکا ہوا وہ بھی تمہارے استفادہ اور زادراہ کی چیز ہے۔ ابن المسیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سمندر نے تو زندہ پھینکا ہو لیکن خشکی پر آ کر مر گیا ہو وہ طعام ہے۔ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے سوال کیا کہ سمندر بہت سی مردہ مچھلیاں ساحل پر لا ڈالتا ہے کیا ہم کھا سکتے ہیں تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ نہ کھانا۔ جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما گھر واپس ہوئے قرآن کھولا اور یہ آیت دکھی ﴿طَعَامُهُمْ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِلنَّاسِ﴾ تو کہا جاؤ اور کہہ دو کہ کھالیا کرو کیونکہ سمندر کی چیز کو اللہ تعالیٰ طعام کہتا ہے۔ ابن جریر بھی یہی کہتے ہیں کہ ”طعام“ سے سمندر کی مردہ مچھلیاں ہی مراد ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ ”سمندر کی موجوں سے مردہ آئی ہوئی مچھلی طعام ہے۔“ متاع سے مراد منفعت اور قوت ہے۔ سیارہ جمع ہے سیار کی عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو سمندری مقامات پر رہتے ہیں وہ تو تازہ تازہ شکار کر لیتے ہیں اور جو مر جائیں ان کو سکھا کر ذخیرہ کر رکھتے ہیں یا شکار کر کے رکھ چھوڑتے ہیں اور یہ مسافرین اور ساحلی مقامات سے دور رہنے والوں کے لئے زادراہ کا کام دیتا ہے۔ جمہور نے ماہی مردہ کے حلال ہونے پر اسی آیت سے استدلال کیا ہے۔

امام مالک رضی اللہ عنہ نے جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساحل کی طرف ایک لشکر بھیجا۔ ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ کو اس کا امیر بنایا۔ یہ تین سو آدمی تھے میں بھی شامل تھا۔ ہم راستے ہی میں تھے کہ زادراہ ختم ہو گیا تو ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حکم دیا کہ سارے لشکر میں سے سب کا زادراہ لا کر جمع کر دیں۔ میرے پاس کھجور زادراہ تھی۔ ہم اس میں سے ہر روز تھوڑا تھوڑا کھاتے تھے۔ آخر کار وہ ذخیرہ ختم ہوا اور رسد کے طور پر ہم کو صرف ایک ایک کھجور ملتی تھی۔ ہم لوگ خود اب مرنے کے قریب ہو گئے لیکن سمندر تک آپہنچے تھے۔ ساحل پر دیکھا کہ ایک مچھلی نیلے کے مانند چوڑی چنگلی پڑی ہوئی ہے۔ ہمارے سارے لشکر نے اس کو تیرہ دن تک کھلایا۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس مچھلی کی دو پسلیوں کو بصورت کمان قائم کرنے کا حکم دیا۔ اس کمان کے نیچے سے ایک اونٹنی سوار گزر گیا اور اس کے بالائی حصے کو چھو نہ سکا۔ جابر رضی اللہ عنہ بھی اسی طرح بیان کرتے ہیں کہ ساحل بحر پر ایک بلند ٹیلہ سا معلوم ہوا دیکھا تو وہ دریائی جانور مرا پڑا تھا جس کو غنبر کہتے تھے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو میت ہے پھر کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہیں بھوک سے مجبور ہو گئے ہیں تازہ تازہ گوشت ہے خوب کھاؤ۔ ہم وہاں ایک مہینہ ٹھہرے رہے ہم تین سو آدمی تھے۔ کھا کھا کر خوب موٹے ہو گئے۔ اس کی آنکھوں کے ڈھیلوں کے اندر سے ہم مٹکے بھر بھر کر روغن نکالتے تھے۔ اتنے بڑے بڑے ٹکڑے کاٹ لئے تھے جیسے گائے۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اس

کی آنکھ کے گڑھے میں تیرہ آدمیوں کو بٹھایا تھا۔ اس کی ایک پسلی لے کر بصورت کمان زمین پر قائم کی گئی تو بڑے سے بڑا اونٹ اس کے نیچے سے نکل گیا۔ ① غرض یہ کہ وہ مچھلی اس قدر بڑی تھی۔ پھر ہم نے اس کا گوشت سکھا کر زادراہ بنا لیا۔ جب مدینے پہنچے اور نبی ﷺ نے اس کا ذکر کیا تو فرمایا کہ ”یہ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کا رزق تھا اگر تمہارے ساتھ کچھ ہے تو لاؤ ہمیں بھی کھلاؤ“ ہم نے آنحضرت ﷺ کے پاس کچھ بھیجا آپ ﷺ نے تناول فرمایا۔ ② اور ایک روایت میں ہے کہ یہ لشکر نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھا جب کہ یہ مچھلی پانی گئی تھی۔ بعض کہتے ہیں نہیں نبی اکرم ﷺ ساتھ نہیں تھے اور وہ دوسرا واقعہ ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ نہیں واقعہ ایک ہی ہے۔ پہلے واقعہ میں نبی اکرم ﷺ ساتھ تھے پھر نبی اکرم ﷺ نے جب دوسرا لشکر بھیجا تھا تو اس کے امیر ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ تھے اور یہ واقعہ اسی ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ والے لشکر کا تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی نے حضرت سے سوال کیا یا رسول اللہ! ہم سمندر میں سفر کرتے ہیں اور تھوڑا سا پانی ساتھ رکھ سکتے ہیں اگر اس سے وضو کر لیا کریں تو پیا سے رہ جائیں گے تو کیا ہم اب سمندر سے وضو کر سکتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کی مردہ مچھلی حلال ہے۔“ ③ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے بھی یہی مروی ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حج یا عمرہ میں ساتھ تھے تو ایک ٹڈیوں کے لشکر سے ہمارا سامنا ہوا۔ ہم اپنی لکڑی سے انہیں مارتے تھے وہ مر کر ہمارے پاس گر پڑتی تھیں۔ ہم نے آپس میں کہا کہ اب ہم کیا کریں؟ ہم تو حالت احرام میں ہیں۔ چنانچہ حضور اکرم ﷺ سے ہم نے پوچھا تو فرمایا کہ ”صید بحر کی ممانعت نہیں ہے۔“ ④ نبی ﷺ نے جب ٹڈیوں پر بددعا کی تھی تو کہا تھا کہ ”اے اللہ! چھوٹی بڑی سب ٹڈیوں کو ہلاک کرنے ان کے انڈوں کو ضائع کر کے افزائش نسل سے روک دے تاکہ یہ ہمارا غلہ اور ہماری فصلیں اور ہمارے باغات و درخت تباہ نہ کر دیں۔ تو مجیب الدعوات ہے۔“ حضرت خالد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ بھی گویا ایک الہی فوج ہے آپ اس کے قطع نسل کی بددعا کیوں فرماتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ ٹڈیاں بھی سمندر کی مچھلیوں کی نسل سے ہوتی ہیں۔“ زیاد بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے خود اس شخص نے بیان کیا جس نے مچھلی سے ٹڈی پیدا ہوتے دیکھی ہے۔ ⑤ یہ حدیث صرف ابن ماجہ نے بیان کی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حرم میں ٹڈی کا شکار کرنے کی ممانعت کی ہے اور بعض فقہانے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے کہ تمام آبِ جانور کھائے جاسکتے ہیں اور اس میں کسی چیز کا استثناء نہیں ہے۔ بعض نے مینڈکوں کو مستثنیٰ کیا ہے اور اس کے سوا باقی کو جائز رکھا ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے مینڈک کو مارنے کی ممانعت کی ہے اور

① صحیح بخاری، کتاب الشركة، باب الشركة فی الطعام..... ۲۴۸۳؛ صحیح مسلم، ۱۹۳۵؛ مؤطا امام مالک، ۲/۹۳۰؛ ابن

حبان، ۵۲۶۲؛ بیہقی، ۲۵۲/۹۔ ② صحیح مسلم، کتاب الصيد، باب اباحة ميتات البحر، ۱۹۳۵؛ صحیح بخاری،

۴۳۶۲؛ مختصرًا، ابوداؤد، ۳۸۴۰؛ احمد، ۳/۳۰۳؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۹۲۰؛ ابن حبان، ۵۲۶۰۔

③ ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب الوضوء بماء البحر، ۸۳، وسندہ صحیح، ترمذی، ۶۹، نسائی، ۳۳۳؛ ابن ماجہ، ۳۸۶؛

احمد، ۲/۳۶۱۔ ④ ابوداؤد، کتاب المناسک، باب الجراد للمحرم، ۱۸۵۴، وسندہ ضعیف جداً، ترمذی، ۸۵۰؛

ابن ماجہ، ۳۲۲۲؛ احمد، ۲/۴۰۷، اس کی سند میں ابوالمحرز یزید بن سفیان ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۴/۴۲۶، رقم: ۹۷۰۱)

⑤ ابن ماجہ، کتاب الصيد، باب صید الحیتان والجراد، ۳۲۲۱، وسندہ ضعیف جداً، ترمذی، ۱۸۲۳، اس کی سند میں موسیٰ بن

محمد بن ابراہیم مترک راوی ہے۔ (المیزان، ۴/۲۱۸، رقم: ۸۹۱۴)

فرمایا ① کہ ”اس کی آواز اللہ تعالیٰ کی تسبیح ہے۔“ ② دوسروں نے کہا ہے کہ پھلی کھالی جائے لیکن مینڈک نہ کھائیں۔ ان دونوں کے ماسوا میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ بری ماکول جانوروں کے مشابہ جو بحری جانور ہیں وہ کھائے جائیں اور جو برکے جانور نہیں کھائے جاتے ہیں بحر کے بھی ایسے جانور نہ کھائے جائیں۔ یہ سب اختلاف بر بنائے مذہب شافعی ہے۔

اور ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سمندر میں جو مچھلی مرگئی وہ نہ کھائی جائے جیسا کہ خشکی کا مرا ہوا جانور بھی نہیں کھایا جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ فرمایا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ ”تم نے سمندر سے جو شکار کیا تھا اور وہ زندہ تھا پھر مر گیا تو کھاؤ اور جس مردہ مچھلی کو موجود نے بہا کر کنارے لاؤ والا ہو تو نہ کھانا۔“ ③ جمہور نے اصحاب مالک و شافعی و احمد رضی اللہ عنہم سے حدیث عمر کے ذریعہ اور اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ سمندر کا پانی طاہر ہے اور اس کا مردہ حلال ہے اس لئے وہ ایسی مچھلی کو بھی جائز رکھتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہمارے لئے دومردہ جانور اور دو خون جائز ہیں۔ دومردہ جانور تو مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون کبھی اور تلی ہیں۔“ ④

احرام کی حالت میں بری شکار کا حکم: قولہ ﴿وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا﴾ یعنی حالت احرام میں تم کو برکے شکار کرنا حرام ہے۔ اگر عمد ایسا کرو گے تو گنہگار بھی ہو گے اور تاوان بھی دینا پڑے گا اور خطا سے کیا ہے تو تاوان دینے کے بعد سزا اٹھ جائے گی لیکن اس شکار کا کھانا حرام ہوگا اس لئے کہ وہ اس کے حق میں مثل میہ کے ہے اور امام شافعی و مالک رضی اللہ عنہما کا ایک قول یہ بھی ہے کہ احرام والوں اور غیر احرام والوں سب کے لئے اس کا کھانا حرام ہے۔ پس وہ شکاری اگر اس میں سے کچھ کھالے تو کیا اس پر دگنا فدیہ لازم آجائے گا۔ اس میں علما کے دو قول ہیں ایک تو یہ کہ ہاں دگنا فدیہ لازم آئے گا۔ عطاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اگر محرم شکاری اس کو ذبح کرے اور کھالے تو دو کفارے لازم آئیں گے۔ ایک جماعت علما کا مذہب یہی ہے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے کھانے پر دوسرا فدیہ لازم نہ آئے گا۔ مالک بن انس رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے۔ ابو عمر کہتے ہیں کہ زانی نے حد ماری جانے سے پہلے بار بار و طی کی تو اس پر ایک ہی حد واجب ہوگی۔ ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اپنے شکار کا گوشت کھالنے پر اپنی غذا کی قیمت دینی لازم آئے گی اس سے زیادہ نہیں۔ ابو ثور رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایسی صورت میں محرم پر صرف کفارہ لازم آئے گا اور اس صید میں سے کھانا اس کے لئے حلال ہے لیکن میں مکروہ سمجھتا ہوں کہ وہ اس میں سے کھائے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”بہ حالت احرام صید بر تم پر حلال ہے بشرطیکہ خود تم نے اس کا شکار نہ کیا ہو اور نہ تمہارے لئے شکار کیا گیا ہو۔“ ⑤ اس حدیث کا بیان آگے آئے گا لیکن شکاری کے لئے اس کا کھانا جائز قرار دینا یہ عجیب بات ہے لیکن غیر شکاری کے لئے محرم کے شکار کے بارے میں اختلاف ہے اور ہم نے سابق میں بیان کر دیا ہے کہ جائز نہیں لیکن بعض لوگ غیر شکاری کو اس کا کھانا جائز کہتے ہیں اور محرم اور غیر محرم سب کو یکساں قرار دیتے ہیں۔

① ابوداؤد، کتاب الطب، باب فی الادویۃ المکروہۃ، ۳۸۷۱، وهو صحیح، نسائی، ۴۳۶۰، احمد، ۴۵۴/۳۔

② المعجم الاوسط، ۳۷۲۸، وسندہ ضعیف، العظمتہ لابی الشیخ، ۱۲۲۶/۵، ابن عساکر، ۲۷۰/۱۔

③ ابوداؤد، کتاب الاطعمۃ، باب فی اکل الطافی من السمک، ۳۸۱۵، وسندہ ضعیف ابوالریزہ مدلس کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔

④ سورۃ البقرہ میں اسکی تخریج گزر چکی ہے۔ ⑤ ابوداؤد، کتاب المناسک، باب لحم الصيد للمحرم، ۱۸۵۱، وسندہ ضعیف،

ترمذی ۸۴۶، نسائی، ۲۸۳۰، دارقطنی، ۲۹۰/۲، حاکم، ۴۵۲/۱، بیہقی، ۱۹۰/۵، ابن حبان، ۳۹۷۱، اسکی سند میں مطلب

بن عبد اللہ بن حطب کا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

قُلْ لَا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ أَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيثِ فَاتَّقُوا اللَّهَ يَا أُولِي
 الْأَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَفْلِحُونَ ۚ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبَدَّ
 لَكُمْ سؤُوكُمْ ۚ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنزَّلُ الْقُرْآنُ تُبَدَّ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا ۗ
 وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ قَدْ سَأَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ أَصْبَحُوا بِهَا كَافِرِينَ ۝

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ ناپاک اور پاک برابر نہیں گو تھہ کو ناپاک کی کثرت تعجب میں ڈالتی ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو! تا کہ تم کامیاب ہو۔ [۱۰۰] اے ایمان والو! ایسی باتیں مت پوچھو کہ اگر تم سے ظاہر کردی جائیں تو تمہاری ناگواری کا سبب ہو اور اگر تم زمانہ نزول قرآن میں ان باتوں کو پوچھو تو تم سے ظاہر کردی جائیں۔ سوالات گزشتہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیے اور اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے ہیں بڑے علم والے ہیں۔ [۱۰۱] ایسی باتیں تم سے پہلے لوگوں نے بھی پوچھی تھیں پھر ان باتوں کا حق نہ بجلائے۔ [۱۰۲]

جب غیر محرم شکار کرے اور محرم کو ہدیہ بھیجے تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ محرم کے لئے مطلقاً جائز ہے اور اس میں کوئی فرق نہیں کہ خود اس کے لئے شکار کیا ہو یا نہ کیا ہو۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے غیر محرم کے شکار کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا اس کا کھانا محرم کو حلال ہے تو فتویٰ دیا کہ ہاں کھا سکتا ہے۔ پھر عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی انہیں علم ہوا تو کہا کہ اس کے خلاف اگر تم فتویٰ دیتے تو میں تمہیں سزا دیتا لیکن دوسرے لوگ بالکل یہ ناجائز سمجھتے ہیں۔ ابن عباس اور ابن عمر رضی اللہ عنہم مکروہ سمجھتے ہیں کیونکہ ﴿حُرْمًا عَلَيْكُمْ﴾ کی آیت عام ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ محرم کے لئے "اکل لحم صید" مکروہ کہتے ہیں اور مالک وشافعی اور احمد رضی اللہ عنہم وغیرہ کہتے ہیں کہ غیر محرم نے اگر محرم کی خاطر شکار کیا ہو تو محرم کو اس کا کھانا ناجائز نہیں۔ صعب بن جشمہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک گورخر ہدیہ بھیجا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے واپس کر دیا تھا اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجے والے کے چہرے پر کچھ آٹا رنج محسوس کے تو فرمایا کہ "میں تو صرف محرم ہونے کی وجہ سے نہیں کھاتا ہوں۔" یہ حدیث بخاری و مسلم ① میں الفاظ کثیرہ کے ساتھ ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے گمان کیا تھا کہ یہ صرف آپ کی خاطر شکار کیا گیا تھا اس لئے واپس کیا اور اگر کوئی شکار محرم کے واسطے نہ کیا گیا ہو تو محرم کے لئے اس کا کھانا جائز ہے کیونکہ ابو قتادہ رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے ایک گورخر شکار کیا تھا اور وہ محرم نہیں تھے اور ان کے اصحاب محرم تھے تو وہ اس کے کھانے سے باز رہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "کیا تم میں سے کسی نے شکاری کو شکار کرنے کے لئے شکار بتایا تھا یا اس کے قتل میں مدد دی تھی؟" تو اصحاب نے کہا "نہیں۔" تو فرمایا کہ "پھر تو کھاؤ اور خود آپ نے بھی کھایا۔" ②

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "صید بر تمہارے لئے حلال ہے بشرطیکہ خود تم نے بحالت احرام شکار نہ کیا ہو یا تمہارے ایمان سے یا تمہارے مقصد سے شکار نہ کیا گیا ہو۔" ③ عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو جب وہ عرج میں تھے اور محرم تھے سردی کا زمانہ تھا دیکھا کہ آپ نے اپنا چہرہ ارغوانی چادر سے چھپا لیا تھا۔ پھر

① صحیح بخاری، کتاب جزاء الصيد، باب اذا اهدى للمحرم حمرا او حشيا حيا لم يقبل، ۱۸۲۵؛ صحیح مسلم، ۱۱۹۳۔

② صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۱۸۲۴؛ صحیح مسلم، ۱۱۹۶۔ ③ ابوداؤد، کتاب المناسک، باب لحم الصيد

للمحرم، ۱۸۵۱، وسندہ ضعیف؛ ترمذی، ۸۴۶؛ نسائی، ۲۸۳۰، اس کا حکم پہلے زور چکا ہے۔

شکار کا گوشت لایا گیا تو آپ ﷺ نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ ”تم لوگ کھاؤ میں نہیں کھاؤں گا کیونکہ شکار میری خاطر کیا گیا ہے اور تمہاری خاطر نہیں کیا گیا ہے۔“ ①

رزق حلال پر قناعت: [آیت: ۱۰۰-۱۰۲] اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے کہ خبیث اور طیب دونوں برابر نہیں ہو سکتے اگرچہ خبیث کتنا ہی اچھا کیوں نہ معلوم ہو۔ اے انسان تھوڑی سی حلال چیز جو نافع ہو وہ اس کثیر حرام سے بہتر ہے جو حضرت بخش ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ کم چیز اور کفایت کرنے والی چیز اچھی ہے کثیر چیز سے جو اللہ تعالیٰ سے غافل بنانے والی ہے۔ ② ثعلبہ بن حاطب الانصاری رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے بہت سا مال عطا فرمائے تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”تھوڑا مال جس کا تم شکر ادا کرو وہ اس کثیر سے اچھا ہے جس کا شکر ادا نہ کرو۔“ ③ پس اے صحیح عقل والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! حرام سے بچو! حلال پر قناعت کرو! شاید تم دین اور دنیا میں فلاح پا سکو۔

فضول سوالوں کی ممانعت: پھر فرمایا کہ اے ایمان والو! ایسے سوالات مت کرو کہ اگر ان کے جوابات ظاہر ہو جائیں تو تمہیں سخت رنج پہنچے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے عباد مؤمنین کو تادیب ہے اور غیر مفید و مضر سوالات کے پوچھنے سے ممانعت ہے کیونکہ اگر یہ امور ظاہر ہو جائیں گے تو انہیں سن کر سخت ناگوار ہوگا اور رنج پہنچے گا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”کوئی مجھے کسی کی کوئی خبر لا کر نہ پہنچایا کرے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم سے سامنا ہو تو میرا دل تمہاری طرف سے بالکل صاف رہے اور کسی کی طرف سے دل میں کوئی خلش پیدا ہونے نہ پائے۔“ ④ انس بن مالک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے خطبہ دیا تھا کہ ایسا خطبہ میں نے کبھی نہیں سنا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر تم وہ سب کچھ جانتے ہوتے جو میں جانتا ہوں تو بہت تھوڑا ہشتے اور بہت زیادہ روتے۔“ تو صحابہ رضی اللہ عنہم اپنا اپنا منہ چھپا کر رونے لگے۔ ایک آدمی اٹھ کر پوچھنے لگا کہ حضرت میرا باپ کون تھا؟ کہا فلاں تھا۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ ﴿لَا تَسْأَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ﴾ ⑤ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آن حضرت ﷺ سے کچھ سوالات کئے اور یہ اصرار کئے تو آپ ﷺ منبر پر آئے اور فرمانے لگے کہ ”آج جو بات مجھ سے پوچھنا چاہتے ہو پوچھو میں سب کچھ تمہارے حالات بیان کر دوں گا۔“ اصحاب النبی یہ سن کر کانپ اٹھے کہ کوئی نئی بات ظاہر ہونے والی ہے اور میں دائیں بائیں جھر بھی دیکھتا تھا صحابہ رضی اللہ عنہم اپنا منہ کپڑے سے ڈھانکے ہوئے رو رہے تھے۔ ایک آدمی اٹھا جس کو لوگ اس کے باپ میں بدنام کرتے تھے۔ کہنے لگایا نبی اللہ! میرا باپ کون تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”حذافہ تھا۔“ پھر عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہنے لگے ہمیں کچھ پوچھنے کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے اسلام ہمارا دین ہے محمد ﷺ ہمارے رسول ہیں۔ ہم کسی فتنے کے ظاہر ہونے سے پناہ مانگتے ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”آج کی طرح میں نے کبھی خیر و شر کو عیاں نہیں دیکھا۔ جنت اور دوزخ اس طرح میرے سامنے مجسم

① مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب ما لا یحل للمحرم کله من الصيد، ۸۴، وسندہ صحیح موقوف للطبری (۱/۲۶۶)، ح (۴۴۳) وسندہ حسن۔

② مسند ابی یعلیٰ، ۱/۲۹۵، ح ۱۰۵۳ وسندہ حسن؛ صحیح ابن حبان: الاحسان، ۳۳۱۹، تہذیب الآثار، مجمع الزوائد، ۱۰/۲۵۶۔

③ المعجم الکبیر، ۷۸۷۳، وسندہ ضعیف جداً، مجمع الزوائد، ۷/۳۱،

اکلی سندس علی بن یزید اللہانی متروک راوی ہے (المیزان، ۳/۱۶۱، رقم، ۵۹۶۶) ④ ابو داؤد، کتاب الأدب، باب رفع الحدیث

من المجلس، ۴۸۶۰، وسندہ ضعیف ولید بن ابی ہشام مستور اور زید بن زائد مجہول الحال راوی ہے۔ ترمذی، ۳۸۹۶، احمد،

۱/۳۹۵، مسند ابی یعلیٰ، ۵۳۸۸۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب قوله ﴿لَا تَسْأَلُوْا عَنْ اَشْيَاءَ﴾

تبد لکم تسؤکم (۶/۶۲۱)، صحیح مسلم، ۲۳۵۹، ترمذی، ۳۰۵۸، احمد، ۳/۲۱۰، مسند الطیالسی، ۲/۶۰۔

ہے گویا اس دیوار کے پیچھے ہی واقع ہے۔“ ①

ابن حذافہ کے پوچھنے پر ام عبداللہ بن حذافہ کہنے لگی کہ تجھ سے زیادہ تالائق لڑکا میں نے نہیں دیکھا تھے کیا معلوم کہ ایام جاہلیت میں کیا کیا ہوا کرتا تھا اگر فرض کرو میں بھی اس زمانے میں کسی معصیت میں مبتلا ہو جاتی تو آج نبی اکرم ﷺ کی زبان پر لوگوں کے سامنے تیری بدولت رسوا ہونا پڑتا۔ عبداللہ کہنے لگے کہ اگر کوئی حبشی غلام بھی میرا باپ قرار پاتا تو میں اپنے کو اس کی طرف منسوب کرتا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے تو غضبناک تھے چہرہ سرخ تھا۔ منبر پر بیٹھ گئے۔ ایک آدمی اٹھ کر پوچھنے لگا کہ میرا متوفی باپ کہاں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”دوزخ میں ہے۔“ دوسرے نے پوچھا میرا باپ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”تیرا باپ حذافہ ہے۔“ عمر رضی اللہ عنہ کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے بس کافی ہے ہمارے لئے کہ اللہ تعالیٰ ہمارا رب ہے، اسلام ہمارا دین ہے اور محمد ہمارے رسول ہیں، قرآن ہمارا امام ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ! ہم عہد جاہلیت اور عہد شرک سے بہت قریب ہیں اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے کہ ہمارے آباء و اجداد کون تھے۔ یہ سن کر آپ ﷺ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا اور یہ آیت اتری کہ ایسے سوالات نہ کرو کہ بات ظاہر ہو جائے تو تمہیں رنج پہنچے۔ ②

ایک مرسل حدیث میں ہے کہ ایک روز جب کہ نبی اکرم ﷺ غضب میں تھے اٹھ کر فرمانے لگے کہ ”پوچھو مجھ سے کیا پوچھتے ہو۔ جو کچھ تم پوچھو گے بتا دوں گا۔“ یہ سن کر نبی اہم کا ایک قریشی اٹھا جس کے باپ کے بارے میں طعن کیا جاتا تھا۔ پوچھنے لگا حضرت میرا باپ کون تھا۔ تو آپ ﷺ نے اس کو اس کے باپ کی طرف ہی منسوب کیا۔ عمر رضی اللہ عنہ اٹھے اور کہا حضرت! ہماری خطا معاف کر دیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو بھی معاف فرمائے۔ آپ نے مسلسل درخواست کی حتیٰ کہ نبی اکرم ﷺ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ فرمانے لگے زانیہ کا لڑکا باپ کے بجائے ماں کی طرف منسوب کیا جائے گا اور زانیہ پر پتھر پڑے گا ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ نبی اکرم ﷺ سے طرفت و خوش طبعی کے طور پر بھی پوچھتے تھے کہ میرا باپ کون ہے۔ کوئی کہتا کہ میری گم شدہ نائق کہاں ہے۔ چنانچہ سوالات سے ممانعت کی آیت اتری۔ ④

علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری کہ ﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا﴾ یعنی جس کو قدرت ہو اس پر حج کرنا فرض ہے تو لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہر سال؟ تو آپ ﷺ خاموش ہو گئے۔ دوبارہ پوچھا کیا ہر سال؟ آپ ﷺ پھر خاموش ہو گئے۔ تیسری بار پھر پوچھا تو فرمایا کہ ”اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال تم پر حج فرض ہو جائے گا جس کی تم قدرت نہ رکھو گے اور اگر ادا نہ کرو گے تو کافر ہو جاؤ گے۔“ چنانچہ ممانعت سوال کی آیت اتری۔ ⑤ ایک آدمی نے بھی اسی طرح پوچھا تھا کہ کیا ہر سال حج کریں تو آپ ﷺ حج اٹھے کہ چپ کر دیا اس پر غضب ناک ہو گئے کچھ عرصہ تک ٹھہرے رہے پھر فرمایا ”کس نے سوال کیا تھا“ اعرابی نے کہا میں نے آپ ﷺ نے فرمایا ”کم بخت اگر میں ہاں کہہ دیتا تو ہر سال فریضہ حج سے تجھے کون بچا سکتا تھا۔ یقیناً تم لوگ ادا نہ کرتے۔ تم سے پہلے کی امتیں اسی طرح تو ہلاک ہوئیں اگر میں تمہارے لئے ساری دنیا و مافیہا بھی حلال کر دوں اور قدم برابر جگہ حرام کر دوں تو اسی کی حرص تمہیں دامن گیر ہو جائے گی۔“ ⑥ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ اگر تمہارے سوال کا جواب دے

① صحیح بخاری، کتاب الفتن، باب التعود من الفتن، ۷۰۸۹، صحیح مسلم، ۲۳۵۹۔ ② الطبری، ۱۱/۱۰۳۔

③ ایضاً۔ ④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب قوله ﴿لَا تَسْتَلُوا عَن اَشْيَاءِ اَن تَبْدَلَكُمْ تَسْوٰكُم﴾ ۴۶۲۲۔

⑤ ترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء کم فرض الحج، ۸۱۴، وسندہ ضعیف سند منقطع ہے۔ ابو البصری کا سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے سماع

نہیں ہے۔ ابن ماجہ، ۲۸۸۴، احمد، ۱۱۳/۱، حاکم، ۲/۲۹۴، دارقطنی، ۲/۲۸۰۔ ⑥ الطبری، ۱۱/۱۰۸۔

دیا جائے تو تم پر نہایت شاق ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَإِنْ تَسْتَفْهَمُوا عَنْهَا حِينَ يُنزَلُ الْقُرْآنُ تَبَدَّلْ لَكُمْ مَرَّ آخِرَ آيَاتِهِ﴾ اور تم نے وقت اگر تم کچھ پوچھو گے جس کی تمہیں ممانعت کر دی گئی ہے تو یقین رکھو اللہ تعالیٰ تمہارے سوال پر روشنی ڈال دے گا پھر کیا کرو گے اور یہ بات تو اللہ تعالیٰ پر آسان ہے۔ لیکن جو گزر چکا ہے وہ اللہ تعالیٰ نے معاف کر دیا ہے اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا ہے اس لئے ہرگز کوئی نیا سوال بلاوجہ نہ کر بیٹھو ورنہ جواب میں تم پر سختی اور تنگی وارد ہو جائے گی اور یہ اپنے ہاتھوں مصیبت مول لینا ہے۔

حدیث میں ہے کہ ”مسلمانوں کا سب سے بڑا مجرم وہ ہے جس کے سوال کی وجہ سے ایک غیر حرام چیز محض بر بنائے وضاحت حرام ہوگئی اور لوگوں پر تنگی پیدا ہوگئی۔“ ① ہاں قرآن کی کوئی بات بوجہ اجمال سمجھ میں نہ آتی ہو اور تم سمجھنا چاہو تو پوچھ لو میں بیان کر دوں گا۔ کیونکہ تم تعمیل حکم کے لئے اس کی ضرورت رکھتے ہو۔ اگر کتاب میں کچھ مذکور نہ ہو اور تم نے کیا تو تمہارے عمل کی تم سے باز پرس نہیں تو تم بھی کسی سوال سے متعلق چپ سادھ لیا کرو جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”میں نے جو بیان نہیں کیا اس کو غیر بیان شدہ ہی رہنے دو۔ کثرت سوال نے اور انبیاء علیہم السلام کے حکم سے اختلاف کرنے ہی نے اگلی قوموں کو تباہ کیا ہے۔“ ② حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے فرائض قرار دے دیے ہیں۔ ان کو ضائع نہ ہونے دو اور عمل کے حدود مقرر کر دیے ہیں ان سے تجاوز نہ کرو اور جو باتیں حرام کی گئی ہیں ان کے مرتکب نہ بنو۔ میں بعض باتوں سے عہد آسکتا ہوں یہ تم پر اقتضاء رحمت کی بنا پر ہے۔ میں بھول جانے کے سبب ساکت نہیں ہوا ہوں اسلئے ہرگز سوالات نہ کرو۔“ ③ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان مسائل ممنوعہ کا سوال تم سے پہلے کی قوموں نے کیا تھا۔ جواب دیا گیا۔ سختی عائد ہو جانے کی وجہ سے انہوں نے عمل نہیں کیا اور کافر ہو گئے۔ کیونکہ انہوں نے بر بنائے طلب ہدایت سوال نہیں کیا تھا بلکہ بر بنائے استہزاء و عناد۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں نے جو چھوڑ دیا تم بھی چھوڑ دو اور میں جو حکم دوں اختیار کرو۔ نصاریٰ نے جیسا سوال کیا تھا تم ایسا کرنے سے باز ہو۔ انہوں نے ماندہ مانگا تھا لیکن اس کے باوجود کفر کیا اور ماندہ کی قدر نہ کی۔ پوچھنے کے بجائے خود میرے کہنے کا انتظار کرو تمہارے پوچھنے کے بغیر ہی قرآن خود تمہارے سوال کی وضاحت میں نازل ہو جائے گا۔“

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بحیرہ اور وصیلہ اور سائبہ اور حام سے متعلق سوالات کرنے کی ممانعت ہے دیکھو ﴿لَا تَسْتَفْهَمُوا عَنْ أَشْيَاءَ﴾ کے بعد ہی ﴿فَمَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ﴾ ④ وغیرہ ہے۔

عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ لوگ معجزات کے بارے میں سوالات کرتے تھے جس کی ممانعت کی گئی ہے۔ قریش نبی اکرم ﷺ سے باغات اور نہریں مانگتے تھے اور کہتے تھے کہ کوہ صفا کو ہمارے لئے سونا بنا دو وغیرہ وغیرہ جیسا کہ یہود کے مطالبات تھے کہ موسیٰ! آسمان سے ہمارے لئے کتاب اتار دو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ﴿وَمَا مَنَعْنَا أَنْ نُؤْتِيَهُمْ بِالْبَاطِلِ﴾ ⑤ جب کبھی ہم نے ان کے مطالبہ پر اپنے معجزے بھیجے تو سابقہ لوگوں نے تکذیب کر دی۔ ہم نے شہود کو اپنی روشن دلیل ناقد دی۔ انہوں نے اس کے ساتھ ظلم کیا۔ ہمارے معجزے صرف تحویف کے لئے آتے ہیں۔ وہ قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر ان کے پاس معجزہ آئے تو وہ ضرور ایمان لائیں گے۔ اے نبی! کہہ دو کہ معجزات اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں، تم سمجھتے نہیں، اگر معجزے آئیں گے تو بھی وہ ایمان نہ لائیں گے ہم نے ان کے دلوں کو الٹ دیا ہے آنکھوں پر پردہ ڈال دیا ہے۔ حسب سابق وہ ایمان لائیں گے ہی نہیں۔ ہم ان کی =

① صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب ما يكره من كثرة السؤال ومن تكلف ما لا يعنيه، ۷۲۸۹، صحیح مسلم، ۳۵۸؛ ابوداؤد، ۴۶۱۰؛ احمد، ۱۷۶/۱؛ مسند ابی یعلیٰ، ۷۶۱، ابن حبان، ۱۱۰۔ ② صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ ﷺ، ۷۲۸۸، صحیح مسلم، ۱۳۳۷۔ ③ حاکم، ۱۱۶/۴، دار قطنی، (۱۸۴/۴) بیہقی (۱۳/۱۰) وسندہ ضعیف بتصرف سیر۔ ④ المائدة: ۱۰۳۔ ⑤ الاسراء: ۵۹۔

مَا جَعَلَ اللَّهُ مِنْ بَحِيرَةٍ وَلَا سَائِبَةٍ وَلَا وَصِيلَةٍ وَلَا حَامٍ ۚ وَلَكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا
يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ ۖ وَكَثْرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ ۝ وَإِذَا قِيلَ لَهُمُ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا
أَنْزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا ۖ أَوَلَوْ كَانَ
أَبَاؤُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ شَيْئًا وَلَا يَهْتَدُونَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے نہ بحیرہ کو مشروع کیا ہے اور نہ سائبہ کو اور نہ وصیلہ کو اور نہ حام کو اور لیکن جو لوگ کافر ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ لگاتے ہیں اور اکثر کافر عقل نہیں رکھتے۔ [۱۰۳-۱۰۴] اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکام نازل فرمائے ہیں ان کی طرف اور رسول کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ ہم کو وہی کافی ہے جس پر ہم نے اپنے بڑوں کو دیکھا کیا اگرچہ ان کے بڑے نہ کچھ سمجھ رکھتے ہوں اور نہ ہدایت رکھتے ہوں۔ [۱۰۴]

== سرکشیوں میں ان کو اور بھٹکارے ہیں اگر ہم ان پر ملائکہ بھی نازل کر دیں مردے جی کر ان سے باتیں کرنے لگیں اور ہر سابقہ چیز زندہ ہو کر ان کے سامنے آسجود ہو تو بھی یہ ایمان نہ لائیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ جس کو چاہے وہ ایمان اختیار کرے لیکن اکثر لوگ سمجھتے نہیں۔ ①

بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کی حقیقت: [آیت: ۱۰۳-۱۰۴] بحیرہ وہ مویشی ہے جس کا دودھ نہیں دوہتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ بتوں کے نام ہے۔ کوئی یہ دودھ نہیں پیتا تھا۔ سائبہ وہ جانور جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیا جاتا تھا اس پر نہ سامان لا دیا جاتا نہ سواری کی جاتی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”عمر بن عامر خزاعی کو دوزخ میں پیٹ کے ٹل گھسیٹے ہوئے دیکھا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑنے کا طریقہ رائج کیا۔“ اور وصیلہ وہ ناقہ ہے جس سے پہلی دفعہ ایک نر پیدا ہو پھر متواتر دو مادہ پیدا ہوں۔ ایسی اونٹنی کو بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں اور حام وہ فراوٹ ہے جس کی نسل سے کئی بچے ہو چکے ہوں اور جب نسل بہت بڑھ چکی ہو تو اس سے نہ بار برداری کا کام لیا جاتا نہ سواری کا بتوں کے حوالے کر دیتے۔ ② یہ سب عمر کے ایجابات تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میں نے جہنم کو دیکھا کہ ایک آگ دوسری آگ کو کھائے جا رہی ہے عمر اس میں گھسٹا ہوا چل رہا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے ”سائبہ“ کی رسم ڈالی۔“ ③ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اشم بن الجون رضی اللہ عنہ سے فرماتے تھے کہ ”اے اشم! میں نے عمرو بن لُحی بن قمرہ کو دوزخ میں دیکھا۔ تم سے بڑھ کر اس کا ہم شکل دوسرا نہیں نہ اس سے بڑھ کر تمہارا ہم شکل کوئی ہے بالکل تمہارے ہی جیسا معلوم ہوتا ہے۔“ اشم نے کہا یا رسول اللہ! کیا آپ کا گمان ہے کہ اس کی یہ مشابہت میرے لئے مصغر ہوگی؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”نہیں تم مومن ہو اور وہ کافر۔ اسی نے سب سے پہلے دین ابراہیم علیہ السلام میں رختہ اندازی کی۔ بحیرہ سائبہ اور

① / الانعام: ۱۰۹، ۱۱۱۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب ﴿ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة ولا وصيلة ولا حام...﴾ (۴۶۲۳)۔

صحیح مسلم، ۲۸۵۶، مختصر احمد، ۲/۲۷۵، ابن حبان، ۶۲۶۰، بیہقی، ۱۰/۱۰۹۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب ﴿ما جعل الله من بحيرة ولا سائبة...﴾ (۴۶۲۴)۔

حرام کی بدعتیں رائج کیں۔ ① صنم پرستی کرنا سائبہ بنانا یہ ابو خرازعہ عمر دین عامری نے کیا ہے۔ میں نے اسے دوزخ میں دیکھا ہے۔ ② حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”دین ابراہیم علیہ السلام میں تغیر ڈالنا یہ عمر دین لہجی کا کام ہے جو بنی کعب کے قبیلہ کا تھا۔ وہ دوزخ میں ہے اس کی بدبود دوسرے اہل النار کو سخت تکلیف پہنچاتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ بحیرہ کی بدعت کا یہی موجد ہے۔“ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! وہ کون ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”قبیلہ بنی مدیج کا ایک آدمی تھا اس کی دو اونٹنیاں تھیں اس نے ان دونوں کے کان کاٹ دیے پہلے تو ان کا دودھ پینا حرام کر لیا پھر چند روز کے بعد پینا شروع کر دیا۔ وہ دوزخ میں ہے یہ اونٹنیاں اس کو اپنے منہ سے کاٹ رہی ہیں اور پاؤں سے روند رہی ہیں۔ ③ یہی عمر دجی بن قثم کا بیٹا ہے رؤساء خرازعہ میں سے تھا۔ قبیلہ جزم کے بعد کعب کی تولیت خرازعہ ہی کو ملی تھی۔ دین ابراہیمی کو سب سے پہلے متغیر کرنے والا اور حجاز میں اصنام پرستی داخل کرنے والا اور لوگوں کو بتوں کی پرستش اور ان کے تقرب کی طرف بلانے والا۔ جانوروں اور موشیوں وغیرہ کے بارے میں ایام جاہلیت میں سب سے پہلے بدعات اس میں رائج کرنے والا۔“ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ انعام میں فرمایا ہے۔ ﴿وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا﴾ کھیت سے جو کچھ پیدا اور ہو یا جانوروں سے ان کا صرف ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے نام کا سمجھتے تھے اور باقی بتوں کے نام کا۔ بحیرہ اس ناقہ کو کہتے ہیں کہ جب پانچ بچے جن چکے اور پانچواں نہ ہو تو اس کو ذبح کر کے صرف مرد اس کا گوشت کھالیں، عورتوں پر اس کا گوشت حرام سمجھتے اور اگر وہ مادہ ہو تو اس کے کان کاٹ دیتے اور کہتے کہ اس کا نام بحیرہ ہے۔ ④ سدی رضی اللہ عنہما وغیرہ نے بھی اسی کے قریب قریب بیان کیا ہے۔ مجاہد رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ سائبہ اس بکرے کو کہتے ہیں جس پر بحیرہ کی تعریف صادق آئے۔ لیکن چھ مادہ ہو جانے کے بعد ساتویں حمل ایک یا دو نہ ہوں تو اس کو ذبح کر دیتے تھے اور صرف مرد ہی اس کو کھا سکتے، عورتوں پر اس کا گوشت حرام ہوتا تھا۔ اور محمد بن اسحاق کا قول ہے کہ سائبہ وہ ناقہ ہے کہ جب مسلسل دس مادہ جن چکے تو وہ بت کے نام پر چھوڑ دی جاتی اس سے سواری نہیں لی جاتی۔ اس کے بال نہیں کاٹے جاتے، نہ اس کا دودھ دوہا جاتا مگر مہمان آجائے تو اس کو اس ناقہ کا دودھ پلایا جاسکتا تھا۔ ابو روق کہتے ہیں کہ سائبہ اس ناقہ و غنم وغیرہ کو کہتے تھے کہ جب آدمی کسی کام سے نکلے اور وہ کام پورا ہو گیا تو اب اس جانور کو سائبہ بنا دیا جاتا اور بت کے نام پر چڑھا دیا جاتا اس کی اولاد بھی بتوں کے نام پر رکھی جاتی۔ سدی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ کوئی شخص جب کسی غرض سے نکلتا یا مرض سے تندرستی پاتا یا اس کے مال و متاع میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا تو اپنا کچھ مال بتوں کے نام پر چڑھاتا اور اگر ایسے مال یا موشی سے کوئی تعرض کرتا تو اسے سخت عقوبت دی جاتی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وصیلہ وہ بکری ہے کہ جب سات جھول دے دے اور ساتواں اگر نہ ہو اور مردہ پیدا ہوا ہو تو اس کو صرف مرد کھاتے تھے عورتیں نہیں کھا سکتی تھیں اور ساتویں بطن میں مادہ ہو تو اس کو زندہ رہنے دیا جاتا اور اگر اس بطن میں نر اور مادہ دونوں پیدا ہوئے ہوں تو دونوں کو زندہ چھوڑ دیتے اور کہتے کہ ساتھ والی مادہ نے نر کو بھی وصیلہ بنا دیا۔ اور اب وہ بھی ہم پر حرام ہے۔ ⑤ سعید بن المسیب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وصیلہ وہ ناقہ ہے کہ پہلی دفعہ اور دوسری دفعہ مادہ ہی بنے تو کہتے کہ متصل دو مادہ پیدا ہوئے چنانچہ دوسری کے کان کاٹ دیتے اور وہ بتوں کے نام پر رکھی جاتی۔ ⑥ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ وصیلہ وہ بکری ہے کہ پانچ جھول میں دس =

① الطبری، ۱۱۸/۱۱، وسندہ ضعیف، حاکم، ۶۰۵/۴، وسندہ ضعیف۔ ② احمد، ۴۶۶/۱، مجمع الزوائد، ۱۱۶/۱ اس کی سند صحیح لغیرہ کے درج کی ہے۔ دیکھئے الموسوعة الحدیثیة، ۲۹۲/۷۔ ③ تفسیر عبدالرزاق، ۱۹۱/۱، وسندہ ضعیف۔ ④ الطبری، ۱۱۸/۱۱، ابن ابی حاتم، ۱۲۲۲/۴۔ ⑤ ابن ابی حاتم، ۱۲۲۲/۴۔ ⑥ تفسیر عبدالرزاق، ۱۹۱/۱۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَن ضَلَّ إِذَا اهْتَدَيْتُمْ إِلَى

اللَّهُ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا فَبِئْسَ لَكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۱۰۵﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنی فکر کر ڈیجئے تم راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ رہے تو اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں اللہ تعالیٰ ہی کے پاس تم سب کو جانا ہے پھر وہ تم سب کو جلا دیں گے جو جو کچھ تم سب کیا کرتے تھے۔ [۱۰۵]

= مادہ بچے جنے پڑھن میں دودو۔ اس کو چھوڑ دیا جاتا اس کے بعد اس کے جو بھی اولاد ہوتی، خواہ زیادہ تو صرف مرد کھاتے عورتیں نہ کھاتیں اور اگر مردہ پیدا ہوتی تو پھر دونوں کھاتے اور کسی زکے دس بچے ہو چکے ہوں تو اس کو بھی بت کے نام پر قرار دیتے اور چھوڑ دیتے اس کو 'حام' کہتے۔ اس پر بار برداری نہ کرتے نہ اس کے بال کا نٹے کسی کے بھی کھیت اور کسی کے بھی جیشے سے اس جانور کو پانی پینے کی اجازت ہوتی، کوئی نہ روکتا۔

مالک بن انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں پرانے بوسیدہ کپڑے پہنے ہوئے تھا۔ تو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تمہارے پاس کیا کچھ مال ہے؟“ میں نے کہا اونٹ، بکرے اور گھوڑوں کے منڈلے (یعنی بڑی تعداد میں ہیں) لوٹھی غلام بھی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے تجھے دولت دی ہے تو تجھ پر دولت کے آثار ظاہر ہونے چاہئیں۔ اور کیا تمہارے اونٹوں کے بچے سالم کانوں والے پیدا ہوتے ہیں۔“ تو میں نے کہا ہاں، لیکن کیا اونٹ کے بچے سالم کانوں کے بغیر بھی پیدا ہوتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کیا ان بعض بچوں کے استرے سے تم کان کاٹ دیا کرتے ہو اور کہتے ہو کہ اب یہ بھیرہ ہو گیا اب یہ ہم پر حرام ہے“ تو میں نے کہا ہم ایسا بھی کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہرگز نہ کرنا اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو کچھ دیا ہے سب حلال ہے کوئی حرام نہیں۔ ① اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ بھیرہ سائبہ وصیلہ حام کی اللہ تعالیٰ کے پاس کوئی سند نہیں۔ بھیرہ کے کان کاٹ دیتے ہو عورتوں میں سے تم کسی کو بھی اس بھیرہ سے کسی حیثیت سے بھی مستفید نہیں ہونے دیتے۔ سائبہ کو بتوں کے نام پر چڑھاتے ہو۔ بکری جب ساتواں جھول دے تو اس کے کان اور سینگ کاٹ کر چھوڑ دیتے ہو۔ وہ چاہے جس کھیت میں چرے اور جس حوض سے پانی پئے اس کو روکا نہیں جاتا۔ اس کو وصیلہ کہتے ہو۔“ حدیث میں ان الفاظ کی یوں تفسیر بیان کی گئی ہے۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَلَيْكِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يَفْتَرُونَ عَلَيَّ اللَّهُ الْكُذِبُ ط وَآكُثْرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ یعنی یہ کافر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو مشروع نہیں قرار دیا یہ اللہ تعالیٰ کے پاس وجہ قربت ہیں یہ مشرکین کی افترا پر دازی ہے۔ انہوں نے اس کو شرع بنا لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس وجہ قربت سمجھتے ہیں یہ تو حاصل نہ ہوگا بلکہ اور ان پر وبال پڑے گا۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وحی کی طرف اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آؤ تو کہتے ہیں کہ ہم اپنے باپ دادا کے طریقہ پر ہی ٹھیک ہیں۔ کیا یہ نہیں سمجھتے کہ ان کے باپ دادا بھی باطل ہو سکتے ہیں۔ وہ بھی حق سے بے بہرہ اور ہدایت سے محروم ہو سکتے ہیں۔ پھر تم ان کی پیروی کیسے کر سکتے ہو۔ سچ تو یہ ہے کہ جاہل اور گمراہ ہی ایسا کہہ سکتا ہے۔

عليكم انفسكم کی تفسیر اور امر بالمعروف ونہی عن المنکر: [آیت: ۱۰۵] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ تم اپنی ذات سے ٹھیک رہو نیکیوں کی مگد نہ کوشش کرتے رہو۔ جس نے آپ اپنی اصلاح کرنی چاہے قریب و بعید کی ساری دنیا فساد پذیر ہو تم پر

کوئی آج نہیں۔ جب بندہ حلال و حرام میں میری اطاعت کرے تو کوئی کتنا ہی گمراہ کیوں نہ ہو جائے اس کو کوئی نصرت نہیں۔ تم سب اللہ تعالیٰ کی طرف آنے والے ہو اللہ تعالیٰ تمہیں بتا دے گا کہ تم اچھا کرتے تھے یا برا کرتے تھے جس کا عمل نیک ہوگا اس کو اچھی جزا ملے گی اور جس کا بد عمل ہوگا اس کو بری سزا ملے گی۔ اس آیت کے مفہوم سے یہ دلیل نہیں لی جاسکتی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا ضروری نہیں رہا۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر کہا اے لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو لیکن اس کے مفہوم پر اس کو نہیں رہنے دیتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ”اگر کوئی گناہ کی بات دیکھے اور پھر اسے غیرت نہ آئے اور غصہ نہ آئے تو کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ دونوں کو عذاب میں گھسیٹ لے۔“ ① اے لوگو! جھوٹ بولنے سے بچو۔ جھوٹ انسان کو ایمان سے ہٹا دیتا ہے۔“

ابو امیہ شعبانی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں پوچھا کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ الخ تو انہوں نے کہا کہ تم نے واللہ بہت ہی باخبر آدمی سے پوچھا۔ سنو! میں نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے بارے میں پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم اپنی اپنی گڑبادی سنبھالنے کے بعد بے فکر ہو کر نہ بیٹھ رہنا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر برابر کئے جاؤ اس وقت تک کہ لوگ تنگ دل اور تنگ حوصلہ ہو جائیں زکوٰۃ نہ دیں خواہشات کی پیروی کرنے لگیں دنیا کو آخرت پر ترجیح دینے لگیں ہر شخص اپنی ہی رائے پر اڑنے لگے کسی صاحب کی کچھ نہ سنے اس وقت الگ تھلگ ہو جاؤ تا بکباروں کو اپنی حالت پر چھوڑ دو۔ تمہارے بعد ہی ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ اس میں دم سادھ کر بیٹھ رہنے والا ایسی مشکلات میں ہوگا گویا آگ کو ہاتھ میں تھامے ہوئے ہے۔ اپنے آپ نیک عمل کر لینے والا گویا پچاس آدمیوں کے نیک اعمال کے برابر اجر پائے گا۔“ کہا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہمارے پچاس آدمی یا اس گروہ کے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”نہیں بلکہ تمہارے پچاس نیک آدمی۔“ ②

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے اسی آیت کے بارے میں پوچھا تو کہا کہ آج تو خیر تمہاری بات مان بھی لی جاتی ہے، لیکن قریب تر ایسا زمانہ آنے ہی والا ہے کہ تم خیر خواہی کی بات کہو گے اور وہ تمہارے ساتھ ایسا ایسا برابر تاؤ کرنے لگیں گے اس وقت چپ چاپ دیکھے جاؤ اور کچھ نہ بولو وہ گمراہ ہو گئے تو تم پر کچھ آج نہیں۔ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ کوئی دو آدمیوں میں کچھ جھگڑا ہو گیا تو ایک دوسرے کی طرف لڑنے کے لئے اٹھ کھڑا ہوا تو حاضرین میں سے ایک نے کہا کہ میں اٹھ کر دونوں کو سمجھا دیتا ہوں، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتا ہوں تو برابر والے نے کہا تجھ کو کیا پڑی ہے اپنی جگہ بیٹھا رہا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسَكُمْ﴾ تو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا اس کو نہ روکو اس آیت کا موقع عمل یہ نہیں ہے قرآن جیسا اترتا ہے اترتا ہے۔ بعض آیتوں کے اترنے سے پہلے ہی ان کی تاویل کا زمانہ گزر چکا اور بعض ایسی آیتیں ہیں کہ ان کی تاویل میں عبد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو چکیں اور بعض کی تاویل میں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کچھ دن بعد واقع ہوئیں۔ بعض کی تاویل میں اس زمانے کے بعد اور بعض کی قیامت کے دن۔ جب کہ قیامت برپا ہونے لگے گی اور بعض کی قیامت کے دن جب کہ حساب کتاب ہو رہا ہوگا۔ جب تک تمہارے دل اکٹھے ہیں اور تمہارے جذبات ایک ہیں تم میں پھوٹ نہیں پڑی ہے اور ایک دوسرے کی برائی کے درپے نہیں ہے اس وقت تک امر و نہی برابر کرتے رہو۔ اور جب دل بگڑ جائیں فرقہ بندی ہو جائے ایک دوسرے کے ساتھ اللہ تعالیٰ واسطے کا غصہ رکھنے لگے۔ اس وقت بالکل سب سے الگ تھلگ رہو۔ اس آیت کی یہی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے اس کو روایت کیا ہے۔

① ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی، ۴۳۳۸، وهو صحیح، ترمذی، ۲۱۶۸، ابن ماجہ، ۴۰۰۵، ابن حبان، ۳۰۴۔

② ابوداؤد، کتاب الملاحم، باب الأمر والنہی، ۴۳۴۱، وسندہ حسن ترمذی، ۳۰۵۸، ابن ماجہ، ۴۰۱۴، ابن حبان،

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ
 ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ أَوْ آخَرِينَ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ
 مُصِيبَةُ الْمَوْتِ ط تَحْسِبُونَهَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمِينَ بِاللَّهِ إِنْ رَتَبْتُمْ لَا
 نَشْتَرِي بِهِ ثَمَنًا وَلَوْ كَانَ ذَا قُرْبَىٰ ۖ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ اللَّهِ إِنَّا إِذًا لَّوَلَيْنَ الْأَثِيمِينَ ۝
 فَإِنْ عَثَرَ عَلَىٰ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرِينَ يَقُومِينَ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِينَ اسْتَحَقَّ
 عَلَيْهِمُ الْأَوْلِيَانُ فَيُقْسِمِينَ بِاللَّهِ لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتَيْهَا وَمَا اعتَدَيْنَا إِلَّا
 إِذًا لَّوَلَيْنَ الظَّالِمِينَ ۝ ذَلِكَ آدُنِي أَنْ يَأْتُوا بِاللَّهِ شَهَادَةً عَلَىٰ وَجْهٍ أَوْ يَخَافُونَ أَنْ تُرَدَّ
 أَيْمَانُ بَعْدَ آيْمَانِهِمْ ط وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاسْمَعُوا وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفَاسِقِينَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہارے آپس میں دو شخص وہی ہونا مناسب ہے جبکہ تم میں سے کسی کو موت آنے لگے۔ جب وصیت کرنے کا وقت ہو وہ دو شخص ایسے ہوں کہ دیندار ہوں اور تم میں سے ہوں یا غیر قوم کے دو شخص ہوں اگر تم کہیں سفر میں گئے ہو پھر تم پر واقعہ موت کا پڑ جائے اگر تم کو شہید ہوتو ان دونوں کو بعد نماز روک لو۔ پھر دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں کہ ہم اس قسم کے عوض کوئی نفع نہیں لینا چاہتے اگرچہ کوئی قرابت دار بھی ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی بات کو ہم پوشیدہ نہ کریں گے ہم اس حالت میں سخت گتہ نگار ہوں گے۔ [۱۰۶] پھر اگر اس کی اطلاع ہو کہ وہ دونوں وہی کسی گناہ کے مرتکب ہوئے ہیں تو ان لوگوں میں سے جن کے مقابلہ میں گناہ کا ارتکاب ہوا تھا اور دو شخص جو سب میں قریب تر ہیں جہاں وہ دونوں کھڑے ہوئے تھے یہ دونوں کھڑے ہوں پھر دونوں اللہ تعالیٰ کی قسم کھائیں کہ بالیقین ہماری یہ قسم ان دونوں کی اس قسم سے زیادہ راست ہے اور ہم نے ذرا تجاؤ نہیں کیا۔ ہم اس حالت میں سخت ظالم ہوں گے۔ [۱۰۷] یہ قریب ذریعہ ہے اس امر کا کہ وہ لوگ واقعہ کو ٹھیک طور پر ظاہر کریں یا اس بات سے ڈر جائیں کہ ان سے قسمیں لینے کے بعد قسمیں متوجہ کی جائیں گی اور اللہ تعالیٰ سے ڈر اور سنو! اور اللہ تعالیٰ فاسق لوگوں کو رہ نہائی نہ کریں گے۔ [۱۰۸]

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا گیا کہ اب تو آپ بیٹھ رہیں تو اچھا ہے نامر بالمعروف کرو نہ نبی عن المنکر۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی حکم دے دیا ہے۔ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ مجھے اس کا حق نہیں پہنچتا میرے ساتھیوں کو کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دیا ہے کہ ”حاضر شخص سن کر غائب کو پہنچائے۔“ ہم حاضر کے حکم میں ہیں اور تم غائب کے حکم میں۔ یہ آیت ان لوگوں کے حق میں ہے جو ہمارے بعد آنے والے ہیں کہ اگر انہیں کچھ کہا جائے گا تو قبول نہ کریں گے ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا تیز مزاج اور تیز زبان اور کہنے لگا یا ابا عبد الرحمن چھ آدمی ہیں سب کے سب قرآن کے جید عالم کوئی خیر کے سوا شریرا نفس نہیں، لیکن ایک دوسرے پر شرک کا الزام لگاتا ہے۔ تو ایک آدمی اٹھ کر کہنے لگا کہ اس سے بڑھ کر شرارت نفس اور کیا ہوگی کہ ایک دوسرے کو مشرک کہے تو اس آدمی نے کہا۔ میں تم

سے نہیں پوچھ رہا ہوں میں تو شیخ سے یعنی ابن عمر رضی اللہ عنہما سے پوچھ رہا ہوں۔ پھر عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مسئلہ پوچھا کہ ایسے لوگوں کو کیا سمجھیں؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا اللہ تعالیٰ تمہارا بھلا کرے، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہیں حکم دوں کہ جاؤ انہیں قتل کر دو۔ تم کو تو چاہئے کہ انہیں نصیحت کر دو۔ اس بدگوئی سے روکو اگر وہ نہ مانیں تو تم پر کچھ نہیں۔ ابو مازن کہتے ہیں کہ میں زمانہ عثمان میں مدینہ گیا۔ وہاں چند مسلمان بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک نے یہ آیت پڑھی ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ لَا يَصْرُكُمْ مَنْ ضَلَّ﴾ تو ابن مازن نے کہا کہ لوگ اس آیت کا مفہوم اچھی طرح سمجھتے نہیں۔ جیسر بن نفیر کہتے ہیں کہ اصحاب رسول اللہ بیٹھے ہوئے تھے۔ میں بھی موجود تھا اور میں سب سے کم سن تھا۔ موضوع بحث تھا امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ میں بول اٹھا کہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے ﴿عَلَيْكُمْ أَنْفُسُكُمْ﴾ وغیرہ تو سب کے سب میری طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے تم نہیں جانتے آیت کا مطلب اچھی طرح نہیں سمجھتے۔ میں نے دل میں کہا۔ کاش میں نہ بولتا۔ پھر وہ تبادلہ خیالات کرنے لگے۔ جب مجلس برخاست ہونے لگی تو کہا ”تم ابھی بچے ہو آیت کا صحیح مصداق نہیں جانتے، لیکن کیا عجب تم ایسا زمانہ بھی پاؤ جب لوگ تنگ دل ہو جائیں خواہشات نفسانی کی پیروی کرنے لگیں، ہر شخص اپنی ہی رائے پر ناز کرتا ہو کسی کی نہ سنتا ہو تو یہ وہی زمانہ ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ گزشتہ مومنوں میں بھی اور موجودہ مومنوں میں بھی ایسے لوگ ہیں کہ ان کے ساتھ ہی منافق ہیں لیکن وہ ان کے عمل کو برا سمجھتے ہیں۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ زمانہ اس وقت آئے گا جب کہ دمشق کے کئی لوگ اگر اکرم سجد بنا دیا جائے گا۔ یعنی تعصب بڑھ جائے گا۔ اس آیت کا یہ مطلب ہے۔

سفر میں مرنے والے کی وصیت اور معتبر گواہی: [آیت: ۱۰۶-۱۰۸] یہ آیت کریمہ ایک حکم عزیز پر مشتمل ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ منسوخ ہے۔ بحیثیت ترکیب نحوی ﴿اِنَّ اِنَّا﴾ خبر ہے اور ﴿شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ﴾ جملہ میں مبتدا کی حیثیت رکھتا ہے یعنی ﴿شَهَادَةُ بَيْنَكُمْ شَهَادَةُ اِنَّ اِنَّا﴾ دوسرا لفظ ﴿شَهَادَةُ﴾ بحیثیت مضاف تھا جو حذف کر دیا گیا اور مضاف الیہ یعنی اِنَّ اِنَّا ہی کو اس کا قائم مقام قرار دے دیا گیا۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ﴿بَشْهَدُ اِنَّ اِنَّا﴾ سمجھا جائے ﴿ذَوَا عَدْلٍ اِنَّ اِنَّا﴾ کی صفت ہے بہ معنی ﴿عَدْلَانِ مِنْكُمْ﴾ سے ﴿مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ مراد ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ کُفُّ سے وصیت کرنے والے مراد ہیں۔ ﴿مِنْ غَيْرِكُمْ﴾ سے ﴿مِنَ غَيْرِ الْمُسْلِمِينَ﴾ یا اہل کتاب مراد ہیں۔ یعنی موسیٰ کے قبیلے کے دو گواہ ہوں اور دو غیر قبیلہ موسیٰ ہوں۔ ﴿حَضَرْتُمْ فِي الْاَرْضِ﴾ سے مراد یہ کہ جب تم سفر میں ہو اور تمہیں موت آجائے تو تم مسلمانوں میں سے دو گواہ ہوں اور مسلمان نہ ہوں تو غیر مسلم ہی سہی۔ یہاں اس بات کا جواز نکلتا ہے کہ سفر میں وصیت کے وقت جب مسلمان موجود نہ ہوں تو ذمیوں کو گواہ بنایا جاسکتا ہے۔ شرع رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سفر اور وصیت کے وقت کے سوائے ہود و نصاریٰ کی شہادت کسی اور وقت جائز نہیں۔ ❶ تینوں ائمہ نے مسلمان پر اہل ذمہ کی شہادت جائز نہیں سمجھی اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ ذمی کی گواہی ذمی پر جائز قرار دیتے ہیں۔ زہری کہتے ہیں کہ طریق سنت یہی ہے کہ کافر کی شہادت نہ سفر میں جائز ہے نہ حضر میں شہادت کا حق صرف مسلمان ہی کو ہے۔ ابن زید کہتے ہیں کہ یہ آیت اس وقت اتری جب کہ ایک آدمی مر گیا اور اس وقت وہاں کوئی مسلمان نہ تھا۔ شروع اسلام کا زمانہ تھا سب شہر دار الحرب تھے۔ لوگ کافر تھے وراثت کا کوئی قانون نہ تھا۔ بطور وصیت تقسیم ہوتی تھی۔ پھر وصیت منسوخ ہو گئی اور وراثت فرض ہو گئی اور لوگ قانون وراثت پر عمل کرنے لگے۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے اس کو روایت کیا ہے۔ یہ چیز ذرا قابل غور ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پھر اس میں اختلاف ہے کہ یہ ﴿اٰخِرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ﴾ سے کیا مراد ہے کہ دونوں وحی ہوں یا گواہ ہوں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے سفر کیا ہوا اس کے ساتھ مال ہو تو اگر مسلمانوں میں سے دو آدمی پائے تو اپنا ترکہ ان کے سپرد کر دے اور دو مسلمان گواہوں کو بھی اس پر گواہ بنا لے۔ یہ تو وحی بنانے کی صورت تھی اور اگر ﴿مِنْ غَيْرِكُمْ﴾ سے مراد یہ ہے کہ یہ دونوں گواہ ہوں اور ظاہر سیاق آیت کریمہ یہی ہے۔ پس اگر ان دونوں کے ساتھ تیسرا وحی موجود نہ ہو تو ان دونوں گواہوں میں وصایت اور شہادت کے دونوں اوصاف بھی پائے جاتے ہوں۔ جیسا کہ قصہ تمیم داری اور عدی بن بداء میں مذکور ہے جس کا ذکر ان شاء اللہ آئے گا۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے ایک اشکال پیش کیا ہے کہ جب یہ دونوں گواہ ہوں تو گواہ پر تو قسم نہیں ہوا کرتی۔ لیکن یہ ایک مستقل حکم سمجھا جائے گا دیگر تمام احکام کا قیاس اس پر نہ ہوگا۔ یہ ایک خاص شہادت ہے اور خاص موقع کے لئے۔ اس میں اور بہت ساری باتیں ایسی ہیں جو دوسرے احکام میں نہیں۔ ہاں جب شک کا قرینہ ہو تو اس آیت کے احکام کے مطابق ان گواہوں پر قسم ہے۔ ان دونوں گواہوں کو نماز کے بعد روک لو یعنی نماز عصر کے بعد۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ان دونوں گواہوں کی مذہبی نماز کے بعد۔ مقصد یہ ہے کہ یہ دونوں گواہ نماز کے بعد جمع ہوں تاکہ اجتماع کثیر کے موقع پر یہ گواہی عمل میں آئے ﴿اِنْ اَرْتَبْتُمْ﴾ یعنی اگر تمہیں شک ہو کہ وہ غلط بیان کریں گے یا خیانت کریں گے تو ایسی صورت میں انہیں قسم بھی کھلا دیں کہ دنیائے فانی کی تھوڑی سی کمائی ہم جھوٹی قسم کے ذریعہ نہیں کمائیں گے۔ اگرچہ ہماری قسم سے کسی ہمارے رشتہ دار کو نقصان ہی کیوں نہ پہنچے ہم اللہ تعالیٰ کی شہادت کو نہیں چھپائیں گے۔ امر شہادت کی اہمیت کے سبب شہادت کی اضافت اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے۔ اگر ہم نے شہادت میں تحریف و تبدیل کر دی یا اس کو بالکل چھپا ڈالا تو ہم گنہگاروں میں سے ہوں گے۔ پھر اگر ان دونوں گواہوں یا وصیوں کے بارے میں متحقق اور ثابت ہو جائے کہ انہوں نے خیانت کی اور متوفی کا مال وارثوں کو پہنچانے میں کچھ غبن کیا تو جن کا حق مارا گیا ہے ان میں سے دو گواہ ان کی بجائے اٹھ کھڑے ہوں۔ ﴿اَوْلِيَانِ﴾ یہ جمہور کی قرأت ہے اور حسن بصری وغیرہ اس کو (اَوْلَانِ) پڑھتے ہیں۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿اَوْلِيَانِ﴾ پڑھا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اولین پڑھتے ہیں۔ جمہور کی قرأت ﴿اَوْلِيَانِ﴾ کی بنا پر یہ معنی ہیں کہ جب خبر صحیح سے ان دونوں کی خیانت متحقق ہو جائے تو مستحقین ترکہ میں سے دو وارث کھڑے ہوں اور چاہیے کہ یہ دونوں درثا میں سے سب قریب تر ہوں اور اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر بیان کریں کہ ہماری شہادت ان کی شہادت سے زیادہ صحیح ہے۔ ان دونوں نے درحقیقت خیانت کی ہے اور اس الزام میں ہم نے کوئی زیادتی نہیں کی ہے۔ اگر ہم نے جھوٹ الزام لگایا ہو تو ہم گنہگار ہیں۔ اللہ ہمیں پکڑ لے۔ یہ وارثوں کی طرف سے گویا قسم ہے جیسا کہ متقول کے اولیا قسم کھاتے ہیں جب کہ قاتل کی جانب سے بے ایمانی ثابت ہو رہی ہو جیسا کہ احکام کے باب قسامت میں مقرر ہے اور حدیث نبوی بھی اسی طرح وارد ہوئی ہے جس پر کہ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے۔

تمیم داری رضی اللہ عنہ مسلمان ہونے کے بعد اس آیت ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهِدٰةٌ بَيْنَكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمْ الْمَوْتُ﴾ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس گناہ سے دوسرے سب لوگ بری ہیں لیکن میں اور عدی بن بداء اس جرم کے مجرم ہیں۔ یہ دونوں نصرانی تھے۔ اسلام سے پہلے شام کی طرف آتے جاتے تھے۔ چنانچہ تجارت کی غرض سے شام آئے ہوئے تھے ان کے پاس بنی سہم کا غلام بھی تجارت کے لئے آیا ہوا تھا۔ اس کا نام بدیل بن ابی مریم تھا۔ اس کے ساتھ تجارت کی غرض سے چاندی کا ایک پیالہ تھا جو ملک شام کے لئے لایا تھا اور یہ اس کے مال تجارت میں سب سے اہم چیز تھی۔ بیمار ہو گیا تو ان دونوں کو وحی بنایا اور کہا کہ اس کا ترکہ اس کے اہل

وعیال کو پہنچا دیا جائے۔ تمیم داری کہتے ہیں کہ جب وہ مر گیا تو یہ جام ہم نے لے کر ایک ہزار روپے ہم میں بیچ دیا اور آپس میں ہم دونوں نے رقم تقسیم کر لی اور باقی مال اس کے اہل کو لا کر دے دیا۔ ان لوگوں نے جام کے بارے میں پوچھا۔ ہم نے کہا جو کچھ تھا ہم نے لا کر دے دیا جام کی ہم کو خبر نہیں۔ لیکن رسول اللہ ﷺ کے مدینے تشریف لانے کے بعد جب میں مسلمان ہو گیا تو میں ان لوگوں کے پاس آیا اور صحیح واقعہ کہہ سنایا اور انہیں پانچ سو درہم اپنے حصے کے دے دیے اور کہا۔ اتنی ہی رقم میرے ساتھی کے پاس بھی ہے۔ چنانچہ وہ لوگ اس کے پاس آدھے کو تنبی اکرم ﷺ نے انہیں حکم دیا کہ ”اس سے اس کے مذہب کی بنا پر قسم لیں۔“ اس نے قسم کھائی چنانچہ یہ آیت اتری۔ ① اب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اور ایک دوسرا شخص اٹھے اور قسم کھائی کہ ﴿لَشَهَادَتُنَا أَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا﴾ چنانچہ عدی سے پانچ سو درہم لے لئے گئے۔ اور یہ جام مکہ میں پایا گیا۔ خریداروں نے کہا کہ ہم نے اس کو تمیم اور عدی سے خریدا تھا۔ تو ساتھی کے اولیا میں سے دو آدمی اٹھے اور قسم کھائی کہ ہماری قسم اس کی قسم سے سچی ہے اور یہ جام ہمارے ساتھی کا ہے۔ انہیں کے بارے میں یہ آیت اتری تھی۔ ② اور بیان کیا گیا کہ یہ تحلیف بعد صلوة عصر ہوئی تھی۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ سلف میں اس واقعہ کی صحت مشہور اور عوام میں متعارف ہے۔ اس کی صحت کی یہ بھی دلیل ہے کہ ابو جعفر بن جریر نے روایت کی ہے کہ ایک مسلمان کی وفات پر وہیں میں ہو گئی اور وصی بنانے کے لئے وہاں کوئی مسلمان نہیں تھا تو مرنے والے نے اہل کتاب میں سے دو افراد کو گواہ بنا لیا۔ اب یہ دونوں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے پاس کوفے آئے اور مرنے والے کا ترکہ اور وصیت پیش کی تو اشعری نے کہا کہ ایسا ہی ایک واقعہ تو نبی اکرم ﷺ کے پاس پیش ہوا تھا اور اب یہ دوسرا ہے چنانچہ نماز عصر کے بعد ان دونوں کو قسم دی گئی کہ ہم نے نہ خیانت کی ہے نہ جھوٹ کہا اور نہ کچھ چھپایا اور یہ متونی کے ترکہ اور وصیت کے مطابق ہے۔ چنانچہ ان کی شہادت صحیح مان لی گئی۔ اور اسی شہادت پر اشعری نے فیصلہ کر دیا۔ ③ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں ایسے ہی واقعہ سے مراد تمیم و عدی کا قصہ تھا۔ اور کہا گیا ہے کہ تمیم داری کا واقعہ قبول اسلام ۹ ہجری کا ہے اور ظاہر ہے کہ اشعری والا واقعہ دوسرا واقعہ تھا۔

اس آیت میں حکم ہے کہ مرنے والا موت کے وقت وصی بنا دے اور دو مسلمان گواہ قرار دے کہ اس کو کیا لیتا اور کیا دیتا ہے۔ یہ تو بحالت حضر کا مسئلہ تھا جو اس آیت کی بنا پر تھا کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ حِينَ الْوَصِيَّةِ اثْنَانِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ﴾ اور سز کے بارے میں ہے کہ ﴿أَوْ آخَرَانِ مِنْ غَيْرِكُمْ إِنْ أَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْأَرْضِ فَأَصَابَتْكُمْ مُصِيبَةُ الْمَوْتِ﴾ جب کہ کوئی مسلمان بوقت مرگ موجود نہ ہو تو یہ دو بیوہ و نزاری یا مجوسی سے دو آدمی لے لیں اور انہیں وصیت کر کے میراث ان کے سپرد کر دیں۔ اب اگر اہل میت نے وصیت کو صحیح مان لیا تو ٹھیک ورنہ مقتدر اہل کے پاس مقدمہ پیش ہوگا۔ اب اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ ﴿تَحْسِبُوهُمَا مِنْ بَعْدِ الصَّلَاةِ فَيُقْسِمْنَ بِاللَّهِ إِنْ أَرْتَبْتُمْ﴾ یعنی اگر تمہیں ان کی صداقت پر شک ہو تو نماز کے بعد انہیں اللہ کی قسم دلاؤ۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اہل میت نے انکار کیا تھا اور ان دونوں گواہوں کو ڈرایا دھمکایا تو ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے ان دونوں کو نماز عصر کے بعد قسم دلائی۔ میں نے کہا کہ ہماری نماز کی انہیں کیا وقعت ہو سکتی ہے انہیں تو ان کی نماز کے بعد قسم دلائی =

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة، ۳۰۵۹، وسنده موضوع اس کی سند میں ابو جعفر محمد بن السائب التميمي تحت ضعيف راوي ہے (التقريب، ۱۶۳/۲، رقم، ۲۴۰) ② صحيح بخاری، کتاب الوصايا، باب قول الله تعالى ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا شَهَادَةٌ بَيْنَكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدُكُمْ الْمَوْتُ﴾ ۲۷۸۰، ابوداؤد، ۳۶۰۶، ترمذی، ۳۰۶۰، دارقطنی، ۱۶۹/۴۔ ③ ابوداؤد، کتاب القضاء، باب شهادة اهل الذمة وفي الوصية في السفر، ۳۶۰۵، وسنده ضعيف ذكره يابن ابى زائدة بسند راوي ہے اور تفرغ بالسمع ثابت نہیں۔

يَوْمَ يَجْمَعُ اللَّهُ الرُّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا بِإِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ

الْغُيُوبِ ﴿١٠٩﴾

ترجمہ: جس روز اللہ تعالیٰ تمام پیغمبروں کو جمع کریں گے پھر ارشاد فرمادیں گے کہ تم کو کیا جواب ملا تھا۔ وہ عرض کریں گے کہ ہم کو کچھ خبر نہیں آپ بے شک پوشیدہ باتوں کے پورے جاننے والے ہیں۔ [۱۰۹]

= جائے چنانچہ اپنے مذہب کی رو سے نماز پڑھنے کے بعد انہوں نے قسمیں کھائیں کہ ہم تھوڑے سے مال کے لئے اپنی قسموں کو نہیں بچیں گے اگرچہ کسی رشتہ دار کی خاطر ہی کیوں نہ ہو۔ ہم اللہ تعالیٰ کی شہادت کو نہیں چھپائیں گے ورنہ ہم گنہگار ہیں۔ تمہارے ساتھی نے بس یہی وصیت کی تھی اور یہی اس کا ترک تھا۔ قسم کھانے سے پہلے امام نے ان سے کہہ دیا تھا کہ اگر تم نے چھپایا یا خیانت کی تو اپنی قوم میں تم رسوا ہو جاؤ گے اور پھر کبھی تمہاری شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور تمہیں سزا بھی دی جائے گی۔ تو ﴿ذَلِكَ أَذُنِي أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَيَّ وَجْهِي﴾ یعنی یہی ایک صورت ایسی ہے کہ گواہ اپنی گواہی کو مطابق واقعہ رکھ سکتے ہیں اور انہیں خوف رہے گا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان مسلمانوں کی دوبارہ قسموں کے بعد ہماری پہلی قسمیں رد کر دی جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿فَإِنْ عَيَّرَ عَلَيَّ أَنَّهُمَا اسْتَحَقَّا إِثْمًا فَآخَرُونَ يَقُولُونَ مَقَامَهُمَا﴾ یعنی اگر معلوم ہو جائے کہ انہوں نے ناجائز طور پر حق دبا لیا ہے تو ان کے قائم مقام اور دو شخص کھڑے ہوں جن کا حق مارا گیا ہے کہ کافروں کی شہادت باطل ہے اور ہم زیادتی نہیں کر رہے ہیں۔ اب کافروں کی شہادت رد کر دی جائے گی اور اولیا کی شہادت قبول کر لی جائے گی۔

اس آیت کا متفقہی یہی حکم ہے اکثر ائمہ تابعین اور سلف اور امام احمد رضی اللہ عنہ وغیرہ کا بھی یہی مذہب ہے اور قولہ ﴿ذَلِكَ أَذُنِي أَنْ يَأْتُوا بِالشَّهَادَةِ عَلَيَّ وَجْهِي﴾ یعنی اس حکم کی شریعت اسی وجہ پسندیدہ کی بنا پر ہے کہ ذمی شاہدین کو قسم دلائی جائے ﴿أَوْ يَخَافُوا أَنْ تُرَدَّ أَيْمَانٌ بَعْدَ آيْمَانِهِمْ﴾ کیا عجب ہے کہ وہ لوگ حلف باللہ کی تعظیم کے لئے اور رسوائی کے خوف سے کہہ دیتا اگر اپنی قسموں سے ہماری قسموں کو رد کر دیں تو پھر ہمیں سزا بھی ملے گی سچ بولیں۔ پھر فرمایا کہ سچ بولو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اس کی بات سنو اس کی اطاعت کرو ورنہ نافرمانوں اور فاسقوں کو تو اللہ تعالیٰ توفیق دیتا ہی نہیں اور ہدایت کرتا ہی نہیں۔

روز قیامت پیغمبروں سے استفسار: [آیت: ۱۰۹] اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ قیامت کے روز پیغمبروں سے اللہ تعالیٰ کس طرح خطاب فرمائے گا کہ جن قوموں کی طرف تم کو بھیجا گیا انہوں نے دعوت تبلیغ کو قبول بھی کیا کہ نہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے کہ ﴿فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ﴾ ① کہ ہم ان قوموں سے بھی پوچھیں گے اور ان کے پیغمبروں سے بھی پوچھیں گے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے۔ ﴿قَوْلِكَ لَنَسْأَلَنَّهُمْ أَجْمَعِينَ ۝ عَمَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ ② تمہارے اللہ تعالیٰ کی قسم کہ ہم ان سب سے پوچھیں گے کہ دنیا میں تمہارا عمل کیا تھا۔ رسولوں کا قول ہوگا کہ ﴿لَا عِلْمَ لَنَا﴾ ہمیں تو کچھ خبر نہیں یہ اس دن کی دہشت کی بنا پر ہوگا کہ خوف کے مارے انہیں کچھ جواب بن نہ پڑے گا اور کہہ دیں گے کہ ہمیں کچھ علم نہیں۔ اس روز عقلیں ٹھکانے نہیں رہیں گی اور پھر جب کچھ اطمینان کی سانس لیں گے تو پھر اپنی قوم کے بارے میں حسب واقعہ شہادت دیں گے۔ لیکن پہلی دفعہ تو یہی ان کا قول ہوگا کہ اے اللہ تعالیٰ ہمیں کیا خبر تو عالم الغیب ہے تیرے مقابلہ میں ہم کیا جان سکتے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ بلحاظ حسن ادب =

إِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعْسَى ابْنِ مَرْيَمَ اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدْتِكَ

بِرُوحِ الْقُدُسِ ۖ تَكَلَّمَ النَّاسُ فِي الْبَهْدِ وَكَهَلًا ۖ وَإِذْ عَلَّمْتُكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ

والتَّوْرَةَ وَالْإِنْجِيلَ ۖ وَإِذْ تَخْلُقُ مِنَ الطِّينِ كَهَيْئَةِ الطَّيْرِ يَأْذُنِي فَتَنْفَخُ فِيهَا

فَتَكُونُ طَيْرًا يَأْذُنِي وَتُبْرِئُ الْأَكْبَهَ وَالْأَبْرَصَ يَأْذُنِي ۖ وَإِذْ نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ يَأْذُنِي ۖ

وَإِذْ كَفَفْتُ بَنِي إِسْرَائِيلَ عَنْكَ إِذْ جِئْتَهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ

إِنَّ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ۖ وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي ۖ

قَالُوا آمَنَّا وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ﴿۱۱۰﴾

ترجمہ: جب کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمادیں گے اے عیسیٰ بن مریم میرا انعام یاد کرو جو تم پر اور تمہاری والدہ پر ہوا ہے جب میں نے تم کو روح القدس سے تائید دی۔ تم آدمیوں سے کلام کرتے تھے گود میں بھی اور بڑی عمر میں بھی اور جب کہ میں نے تم کو کتابیں اور سمجھ کی باتیں اور تورات اور انجیل تعلیم کیں۔ اور جب کہ تم گارے سے ایک شکل بناتے تھے جیسے پرندہ کی شکل ہوتی ہے میرے حکم سے پھر تم اس کے اندر پھونکنے مار دیتے تھے جس سے وہ پرندہ بن جاتا تھا میرے حکم سے اور تم اچھا کر دیتے تھے ماورزا داندھے کو اور برص کے بیمار کو میرے حکم سے۔ اور جب کہ تم مردوں کو نکال کر کھڑا کر لیتے تھے میرے حکم سے اور جب کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم سے باز رکھا جب تم ان کے پاس ولیلیں لے کر آئے تھے پھر ان میں جو کافر تھے انہوں نے کہا تھا کہ بجز کھلے جادو کے اور کچھ بھی نہیں۔ [۱۱۰] اور جب کہ میں نے حواریوں کو حکم دیا کہ تم مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور آپ شاہد رہنے کہ ہم پورے فرماں بردار ہیں۔ [۱۱۱]

== یہ بہت اچھا جواب ہے کہ تیرے علم محیط کی بہ نسبت ہمارے علم کی کیا حقیقت ہمارے علم کی بنیاد محض ظاہر پر ہے اور تیرا علم تو باطن کی بھی خبر لاتا ہے کیونکہ تو علام الغیوب ہے تو جانتا ہے کہ جو کچھ انہوں نے جواب دیا۔ اب اگر بر بناء منافقت کسی کا عمل یا اعتقاد رہا ہو تو ہمیں تو اس کا علم نہیں تو ہی جانتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام پر انعامات الہی کا تذکرہ: [آیت: ۱۱۰-۱۱۱] یہاں اللہ تعالیٰ ان احسانات کا ذکر فرماتا ہے جو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام پر وارد فرمائے کہ عیسیٰ ہمارے ان احسانات کو یاد کرو جو معجزات باہرات اور خوارق عادات ہم نے تمہیں دیئے اور تمہیں باپ کے بغیر صرف ماں سے پیدا کیا اور تمہاری ذات کو خود اپنے کمال قدرت کی ایک نشانی قرار دیا اور تمہاری ماں پر بھی یہ احسان کیا کہ تمہیں اس کی پاک دامنی کی دلیل بنایا اور جو فحش الزام یہ ظالم اور جاہل منسوب کرتے تھے اس سے تمہاری ماں کو بچایا۔ تمہیں جبرائیل علیہ السلام کے ذریعہ مدد دی تمہیں طفلی اور شباب میں بھی نبی اور داعی الی اللہ بنایا کہ تم گہوارے میں بھی بولنے لگے اور ماں کی پاک دامنی کی گواہی دینے لگے اور اپنے عہد ہونے کا اعتراف کیا۔ طفلی اور شباب میں بھی لوگوں کو تبلیغ کی۔ بڑی عمر میں بولنا تو کوئی عجیب نہیں لیکن گہوارے میں تمہارا بولنا کیسا عجیب تھا۔ تمہیں کتاب کی تعلیم کی اور تورات کو پڑھنا اور لکھنا سکھایا جو موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام پر اتاری گئی تھی۔ حدیث میں بھی توراہ =

إِذْ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ لِيَعْسَى ابْنِ مَرْيَمَ هَلْ يَسْتَطِيعُ رَبُّكَ أَنْ يُنَزِّلَ عَلَيْنَا مَائِدَةً

مِّنَ السَّمَاءِ ۗ قَالَ اتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿١١٣﴾ قَالُوا نُرِيدُ أَنْ نَأْكُلَ مِنْهَا

وَنَكْتُمِبَنَّ قُلُوبَنَا وَنَعْلَمَ أَنْ قَدْ صَدَقْتُنَا وَنَكُونُ عَلَيْهَا مِنَ الشَّاهِدِينَ ﴿١١٤﴾ قَالَ

عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللَّهُمَّ رَبَّنَا أَنْزِلْ عَلَيْنَا مَائِدَةً مِّنَ السَّمَاءِ تَكُونُ لَنَا عِيدًا

لِّأَوْلَانَا وَآخِرِنَا وَآيَةً مِّنكَ ۗ وَارزُقْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الرَّازِقِينَ ﴿١١٥﴾ قَالَ اللَّهُ إِنِّي مُنزِّلُهَا

عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَإِنِّي أُعَذِّبُهُ عَذَابًا لَّا أُعَذِّبُهُ أَحَدًا مِّنَ الْعَالَمِينَ ﴿١١٦﴾

تَرْجُمُهُ: وہ وقت قابل یاد ہے کہ جب حواریوں نے عرض کیا کہ اے عیسیٰ بن مریم! کیا آپ کے رب ایسا کر سکتے ہیں کہ ہم پر آسمان سے کچھ کھانا نازل فرمائیں؟ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو۔ [۱۱۳] وہ بولے کہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ اس میں سے کھائیں اور ہمارے دلوں کو پورا الطمینان ہو جائے اور ہمارا یہ یقین اور بڑھ جائے کہ آپ نے ہم سے سچ بولا ہے اور ہم گواہی دینے والوں میں سے ہو جائیں۔ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام نے دعا کی کہ اے اللہ! اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے کھانا نازل فرمائیے کہ وہ ہمارے لئے یعنی ہم میں جواول ہیں اور جو بعد ہیں سب کے لئے ایک خوشی کی بات ہو جائے اور آپ کی طرف سے ایک نشان ہو جائے اور آپ ہم کو عطا فرمادیجئے اور آپ سب عطا کرنے والوں سے اچھے ہیں۔ [۱۱۴] حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں وہ کھانا تم لوگوں پر نازل کرنے والا ہوں۔ [۱۱۵] پھر جو شخص تم میں سے اس کے بعد تاق شامی کرے گا تو میں اس کو ایسی سزا دوں گا کہ وہ سزا دنیا جہاں والوں میں سے کسی کو نہ دوں گا۔ [۱۱۶]

= کا لفظ ہے۔ اور اس سے مراد ہے تورات بھی اور ہر دوسری کتاب بھی۔ تم مٹی سے پرندے جیسی ایک شکل بناتے تھے اور ہمارے حکم سے اس میں بھونک مارتے تھے تو وہ ایک زندہ پرندہ بن جاتی تھی اور اللہ تعالیٰ کے حکم سے اڑنے لگتی تھی۔ ﴿وَتُورَى الْأَكْمَامُ وَالْأَبْرَصَ بِأَذْنِي﴾ سورة آل عمران میں اس پر بحث گزر چکی ہے اس لئے اعادہ کی ضرورت نہیں ﴿وَإِذْ تُخَوِّجُ الْمَوْتَىٰ بِأَذْنِي﴾ یعنی تم مردوں کو بلا تے تھے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور اس کی قدرت سے جیتے جاگتے قبروں سے نکل آتے۔ عیسیٰ علیہ السلام جب ارادہ کرتے کہ کسی میت کو زندہ کریں تو دو رکعت نماز پڑھتے۔ پہلی رکعت میں ﴿تَبَارَكَ الَّذِي بِيَدِهِ الْمُلْكُ﴾ ① اور دوسری رکعت میں ﴿الْمُتَنَزِّلِ﴾ ② پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے۔ پھر یہ سات اسماء باری پڑھتے ﴿يَا قَدِيمَ، يَا خَفِيَّ، يَا دَائِمَ، يَا قَرُودَ، يَا وَتَرَ، يَا أَحَدَ، يَا صَمَدَ﴾ اور اگر کوئی سخت پریشانی لاحق ہو جاتی تو یہ سات نام لے کر دعا کرتے۔ ﴿يَا حَيُّ يَا قَيُّوْمُ يَا اللَّهُ يَا رَحْمَنُ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ يَا نُورَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ يَا رَبِّ﴾ یہ زبردست اثر والے نام ہیں۔ اور میری ان نعمتوں کو یاد کرو کہ جب تم بنی اسرائیل کے پاس دلائل نبوت لے کر پہنچے اور انہوں نے تمہیں جھٹلایا تم پر الزام لگایا کہ تم ساحر ہو اور تمہیں قتل کرنے اور سولی دینے کی کوششیں کیں۔ تو ہم نے تمہیں ان سے بچالیا۔ اپنی طرف تمہیں اٹھالیا۔ ان کے

شر سے تمہیں بچالیا۔ یہ چیز دلالت کرتی ہے کہ یہ احسان عیسیٰ علیہ السلام پر ان کے اٹھائے جانے کے بعد کا ہے یا یہ کہ قیامت کے روز واقع ہونے والا ہے۔ لیکن مستقبل کو ماضی کے صیغہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے پاس مستقبل بھی ماضی ہی کی طرح یقینی واقع ہونے والی چیز ہے۔ یہ یثیب کے اسرار ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو واقف کرایا ہے۔

اور جب ہم نے حواریین کو وحی بھیجی کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ یعنی عیسیٰ علیہ السلام کے اصحاب و انصار بن جاؤ۔ یہاں وحی سے مراد دل میں ایک بات ڈال دینا ہے جیسا کہ فرمایا ہے کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کی ماں کی طرف بھی وحی بھیجی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کو دودھ پلاؤ۔ ایسے الہام کو بلا اختلاف وحی کہا گیا ہے۔ اور فرمایا ہے کہ ہم نے شہد کی کھسی کی طرف وحی بھیجی تھی کہ پہاڑوں اور درختوں میں اپنا گھر بناؤ اور لوگوں کے مخلوق میں۔ اسی طرح حواریین کو بھی الہام کیا گیا تو وہ حکم بجلائے۔ اور محفل ہے کہ یہ بھی مراد ہو کہ ہم نے تمہارے واسطے سے ان پر وحی بھیجی اور انہیں ایمان باللہ کی طرف بلا یا تو انہوں نے قبول کر لیا اور کہنے لگے کہ ﴿اٰمَنَّا وَاَشْهَدُ بِاَنَّنا مُسْلِمُوْنَ﴾ یعنی اے پیغمبر! گواہ رہو کہ ہم اسلام لائے۔

آسمان سے مانکہ کا نزول: [آیت: ۱۱۲-۱۱۵] یہاں مانکہ کا قصہ بیان کیا جا رہا ہے اس لئے اس سورہ کا نام سورہ مانکہ رکھا گیا۔ اس میں بھی اللہ پاک نے اپنے بندے اور رسول حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر احسان کا اظہار فرمایا ہے۔ یعنی نزول مانکہ کی دعا قبول کی گئی ہے۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ایک زبردست معجزہ اور حجت قاطعہ ہے۔ بعض ائمہ نے بیان کیا ہے کہ یہ قصہ انجیل میں مذکور نہیں اور مسلمانوں کے سوانحاری اس سے واقف نہیں تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن کے ذریعہ انہیں مطلع کر دیا۔ قول باری ہے کہ ”جب عیسیٰ کے قہقہے نے کہا کہ اے عیسیٰ! کیا تمہارے رب سے یہ ہو سکتا ہے کہ آسمان سے ایک بنا بنا یا خواں نعمت نازل فرمائے؟“ یہاں اکثر قاریوں نے ﴿يَسْتَطِيعُ﴾ پڑھا ہے (یعنی کیا تمہارے رب سے یہ ممکن ہے؟) دوسرے قاری ﴿تَسْتَطِيعُ﴾ پڑھتے ہیں یعنی کیا تم سے یہ ممکن ہے کہ اپنے رب سے سوال کرو؟ مانکہ پر از طعام خواں کو کہتے ہیں۔ بعض کا بیان ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کے تسمیوں نے اپنی حاجت اور فقر کی وجہ سے یہ سوال کیا تھا کہ ہر روز ایک خواں اتر کرے جس کو ہم کھائیں اور عبادت کے لئے قوت حاصل کر سکیں تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اگر تم ایمان ہی رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ایسا سوال نہ کرو طلب رزق میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہی چیز تمہارے لئے فتنہ بن جائے۔ تو حواریوں نے کہا کہ ہم غذا کے محتاج ہو گئے ہیں ہمیں کھانے کے لئے چاہئے اور جب ہم آسمان سے اترتا ہوا مانکہ دیکھیں گے تو ہم کو پورا اطمینان ہو جائے گا اور تم پر ایمان بڑھ جائے گا اور تمہارے رسول ہونے کا کامل یقین ہو جائے گا اور ہم خود اس کے گواہ بن جائیں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف کی ایک نشانی ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت اور سچائی کی دلیل واضح ہے۔

تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دعا مانگی کہ ”اے رب! آسمان سے ہم پر ایک مانکہ اتار! اس روز کی یادگار میں ہمارے اگلے اور پچھلے لوگ عید منا لیں گے۔“ سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ﴿تَكُونُ لَنَا عَيْدًا﴾ سے مراد یہ ہے کہ ہم اس روز نمازیں پڑھنے لگیں گے۔ قتادہ رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ ہم سے بعد آنے والوں کے لئے یہ دن یوم یادگار بن جائے۔ سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تاکہ ہم سب کے لئے ایک عبرت بن جائے اور تصدیق رسالت کے لئے دلیل کافی ہو سکے۔ اور اے اللہ تعالیٰ ہر بات پر تیری قدرت کی اور میری دعا کی قبولیت کی دلیل بن سکے تاکہ لوگ میری رسالت کی تصدیق کر سکیں۔ اپنی طرف سے بلا کلفت و تعب خوشگوار رزق بھیج۔ تو خیر الرازقین ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کہا۔ ”اچھا میں خواں اتاروں گا۔ لیکن اگر اس پر بھی تمہاری قوم نے کفر کیا اور مخالفت برتی تو میں اس کو ایسا عذاب دوں گا کہ کسی نے ایسا عذاب نہ چکھا ہوگا“ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ﴿وَيَوْمَ تَقُومُ السَّاعَةُ أَدْخِلُوا

الْفِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ ﴿١﴾ اور ﴿إِنَّ الْمُنَافِقِينَ فِي الذِّكْرِ الْأَسْفَلِ مِنَ النَّاسِ﴾ ۲ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ قیامت کے روز شدید ترین عذاب جن پر ہو گا وہ یہ تین ہیں۔ منافق لوگ، ماندہ اترنے کے بعد بھی جنہوں نے کفر کیا اور فرعون کی امت۔

نزول ماندہ سے متعلق سلف کی روایات: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ کیا تم تیس دن تک کے روزے رکھو گے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے نزول ماندہ کا سوال کر دو گے تاکہ وہ تمہاری درخواست قبول کرے۔ کیونکہ اجراسی کو ملتا ہے جس نے خود بھی عمل کیا ہو۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا تیس دن روزے رکھے اور پھر کہا کہ اے خیر کی تعلیم دینے والے عیسیٰ! تم نے کہا تھا کہ عمل کرنے والوں کو اس کا اجر ضرور ملتا ہے۔ تم نے ہمیں تیس دن روزے رکھنے کے لئے کہا اور ہم نے ایسا ہی کیا۔ تیس دن ہم کسی کی نوکری کرتے ہیں تو وہ ہم کو روزی یا تنخواہ دیتا ہے تو اب کیا تمہارا اللہ ہم پر ماندہ اتارے گا؟ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اگر تم مؤمن ہو تو اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ حواریوں نے جواب دیا ہم تو اپنے دل کا اطمینان چاہتے ہیں اور خود بھی یقین کر کے دوسروں کے سامنے بھی گواہ بننا چاہتے ہیں۔ غرض یہ کہ آسمان سے ماندہ اترا جس میں سات مچھلیاں اور سات روئیاں تھیں اور ان کے سامنے آ کر رک گیا جسے شروع سے لے کر آخر تک تمام لوگوں نے کھایا۔

عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ماندہ میں روٹی اور گوشت تھا اور حکم تھا کہ اس میں خیانت نہ کریں اور کل کے لئے اٹھانہ رکھیں۔ لیکن لوگوں نے خیانت کی اور اپنے لئے جمع کر رکھا۔ ایسے لوگوں کی صورتیں مسخ ہو گئیں۔ بندر اور سور بنا دیئے گئے۔“ ۳ اور یہ بھی کہا گیا کہ اس میں جنت کے میوے تھے۔ کہتے ہیں کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما نے نماز پڑھنے کے بعد بازو والے بنی عجل کے ایک آدمی سے کہا جانتے ہو کہ بنی اسرائیل کا ماندہ کیسا تھا؟ لوگ اس میں سے کھاتے جاتے تھے اور وہ ختم نہیں ہوتا تھا اور کہہ دیا گیا تھا کہ اگر تم اس میں خیانت نہ کرو گے اور کل کے لئے ذخیرہ کرنا نہ چاہو گے تو یہ تمہارے لئے پائیدار رہے گا۔ اگر تم نے ذخیرہ کیا تو ایسا عذاب دیا جائے گا کہ کسی کو نہ دیا گیا ہوگا۔ لیکن پہلے ہی دن انہوں نے اس میں سے چھپا رکھا اور خیانت کی۔ اور اے اہل عرب! تم بھی اونٹوں اور بکروں کی دہیں مروڑتے تھے۔ یعنی نہایت ذلیل حالت میں تھے اللہ تعالیٰ نے تم ہی میں سے ایک رسول پیدا کیا۔ تم اس کا حسب نسب جانتے ہو۔ اس نے تمہیں اطلاع دے دی کہ تم عجم پر بھی غالب آنے والے ہو اور بڑے مالدار بننے والے ہو، عیسیٰ علیہ السلام کی طرح تمہارے رسول نے بھی تمہیں منج کر دیا ہے کہ سونے چاندی کا ذخیرہ نہ کرو۔ اللہ کی قسم کوئی دن نہیں جاتا کہ تم اپنا یہ خزانہ بزحمت نہ رہتے ہو۔ دیکھو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کی طرح اللہ تعالیٰ کہیں تمہیں بھی عذاب الیم میں مبتلا نہ کر دے۔ اسحق بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ماندہ میں سات مچھلیاں اور سات روئیاں تھیں۔ لوگوں نے کھایا اور کل کے لئے بھی اٹھا رکھا۔ چنانچہ ماندہ کا آنا بند ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ اس میں ہر قسم کا ذائقہ تھا اور جنت کے میوے ہوتے تھے۔ ہر دن اترتا رہا۔ اسے چار ہزار آدمی بیٹھ کر کھاتے تھے اور جب کھا چکے تو اور اتنا ہی موجود ہوتا۔ جو کی روئیاں ہوتیں سب لوگوں کے کھالینے کے بعد بھی بچ رہتا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بکرے کے گوشت کے سوا ہر چیز ہوتی۔ عکرمہ کہتے ہیں کہ چادل کی روئیاں ہوتی تھیں۔

① ۴۰/غافر: ۴۶۔ ② ۴/النساء: ۱۴۵۔

③ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، ومن سورة المائدة، ۳۰۶۱، وسندہ ضعیف اکمل سند میں سعید بن ابی مرثد (التقریب، ۱/۳۰۲، رقم، ۲۲۶) اور قتادہ (المیزان، ۳/۳۸۵، رقم ۶۸۶۴) مدرس راوی ہیں اور روایت صحیح ہے۔

حضرت وہب اور سلمان الخیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ماندے کا سوال کیا گیا تو انہیں برا معلوم ہوا اور کہا کہ زمین سے تمہیں جو رزق دیا گیا ہے اسی پر قناعت کرو اور آسمان سے رزق نازل ہونے کا سوال نہ کرو۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک معجزہ ہوگا اور شہود نے جس طرح اپنے نبی سے سوال کیا تھا لیکن سوال پورا ہونے کے باوجود کفر کرنے کی وجہ سے ہلاک ہو گئے تھے۔ کہیں تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی نہ ہو لیکن وہ اصرار کرتے رہے اور جب عیسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ اللہ سے دعا کئے بغیر چارہ نہیں تو اپنا جبہ اتار دیا اور کالے بالوں کا کرتا اور جبہ پہن لیا کیسلیں اور ڈھلایا وضو اور غسل کر کے صومعہ گئے۔ دیر تک نماز پڑھتے رہے۔ پھر قبلہ رخ کھڑے ہو گئے۔ اپنے قدم جوڑ لئے ٹخنہ سے ٹخنہ ملا لیا۔ انگلیاں سیدھی رکھ لیں۔ سیدھا ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھ کر سینے پر باندھ لیا، سر جھکا لیا اور نظریں نیچی کر لیں۔ رخساروں پر سے آنسو بہتے ہوئے داڑھی پر سے ہوتے ہوئے زمین پر گر رہے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا رہے تھے۔ اب ایک سرخ خون و دباولوں کے درمیان آسمان سے اترنا شروع ہوا۔ لوگ اسے اوپر سے گرتا ہوا دیکھ رہے تھے اور خوش ہو رہے تھے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ کے خوف سے رو رہے تھے۔ کیونکہ باری تعالیٰ نے شرط لگا کر نزول ماندہ کیا تھا کہ اگر اس کے بعد بھی وہ ایمان نہ لائیں گے تو سخت ترین عذاب اٹھائیں گے۔ وہ اللہ سے دعا مانگا رہے تھے اور کہہ رہے تھے اے اللہ! تو اس کو رحمت بنا اور عذاب نہ بنا، کتنی عجیب باتیں جو جو میں نے تجھ سے مانگی تھیں وہ تو نے مجھے عطا کیں۔ اے اللہ ہمیں شاکر بنا۔ اے اللہ! اس ماندے کے سبب غضب بننے سے میں پناہ مانگتا ہوں اس کو سلامت و عافیت بنا اور رفتہ نہ بنا۔

وہ دعا مانگا ہی رہے تھے کہ خوان ان کے حواریوں کے سامنے آ کر ٹنگ گیا اور اس میں سے ایسی خوشبو پھوٹ پڑی کہ کبھی ایسی خوشبو سونگھنے میں نہ آئی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریین سجدہ شکر میں گر پڑے کیونکہ ایسی عظیم نشانی اور عبرت ناک چیز انہوں نے دیکھی جس کی انہیں امید نہیں تھی یہود اس امر عجیب کو دیکھ رہے تھے اور ان کے دل رنج و غم سے بھرے ہوئے تھے۔ پھر وہ آپ ہی آپ بل کھاتے ہوئے چل دیئے۔ اب عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھی خوان کے پاس آئے، خوان پر رد مال ڈھکا ہوا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا اس پر سے رد مال کون ہٹائے گا؟ ہم میں سے جو اپنے نفس پر سب سے زیادہ مطمئن ہے اور امتحان الہی میں سب سے زیادہ نڈر ہے وہ رد مال ہٹائے تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے رزق کو دیکھیں اور اس کا نام لے کر کھانے لگیں۔ حواریوں نے کہا یا روح اللہ! آپ سے بڑھ کر اس کا حق دار کون ہے یہ سن کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اٹھے تازہ وضو کیا، مسجد آئے نماز پڑھی۔ کچھ دیر تک روتے رہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ماندے کو کھولنے کی اجازت دے اور اس میں قوم کے لئے برکت و رزق عطا فرما۔ اب خوان کے پاس جا کر رد مال ہٹایا۔ دیکھا کہ اس میں ایک بڑی تلی ہوئی مچھلی رکھی ہوئی ہے جس کے پوست پر نہ فلوس ہیں اور نہ گوشت میں کوئی کاٹنا ہے۔ روغن اس میں سے بہ رہا ہے اس میں ہر قسم کی سبزیاں بھی ہیں سوائے مولیٰ کے اس کے سر کی طرف سرکہ ہے اور دم کی طرف نمک ہے۔ سبزیوں کے اطراف پانچ ردیاں ہیں جن میں سے ایک پر روغن زیتون ہے اور دوسری پر سمجھوریں ہیں اور پانچ اتار ہیں حواریوں کے سردار شمعون نے کہا کہ یا روح اللہ! یہ ہماری دنیا کا طعام ہے یا جنت کا طعام ہے؟ تو عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ کیا اب بھی وقت نہیں آیا کہ جو کچھ عجائبات دیکھ رہے ہو اس سے عبرت لو اور ان سوالات سے باز آؤ مجھے تو ڈر ہے کہ یہی نشانی کہیں تمہارے لئے عذاب کا سبب نہ بن جائے۔ شمعون نے کہا نہیں رب اسرائیل کی قسم! اے سچی ماں کے بیٹے! میرا مقصد اس سے کوئی سوال کرنا نہیں تھا۔ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے جواب دیا کہ نہ یہ طعام دنیا ہے اور نہ طعام جنت۔ یہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے آسمان ہی میں پیدا کر لیا ہے۔ وہ صرف کن فرمادیتا ہے اور طرفۃ العین میں وہ چیز مخلوق ہو جاتی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھاؤ اور کھا کر

شکر کر ڈالے اللہ تعالیٰ اور زیادہ عطا فرمائے گا۔ کیونکہ وہ بدلیج ہے اور قادر اور شاکر ہے۔

حواریوں نے کہا 'اے روح اللہ! ہم چاہتے ہیں کہ اس معجزے کے اندر اور ایک معجزہ ہمیں دکھائی دے۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ سبحان اللہ! کیا یہ نشانی جو تم نے دیکھی کافی نہیں کہ اسی میں پھر دوسری نشانی کا سوال کرتے ہو۔ پھر عیسیٰ علیہ السلام نے مچھلی سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ اے مچھلی! اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو جا۔ چنانچہ وہ بھونی ہوئی مچھلی اللہ تعالیٰ کے حکم سے زندہ ہو گئی اور تازہ ہو کر تڑپنے لگی۔ شیر کی طرح منہ پھاڑنے لگی اس کی آنکھیں گھومنے اور چپکنے لگیں۔ اس کے جسم پر کھیل بھی نمودار ہو گئے یہ دیکھ کر لوگ ڈر گئے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دیکھ کر فرمایا کہ تم تو اور ایک نشانی مانگ رہے تھے اور تمہیں دکھائی گئی تو ڈرنے لگے۔ مجھے تو اندیشہ ہے کہ تم جو کچھ کر رہے ہو یہ تمہارے لئے عقاب اور فتنے کا سبب ہو گا۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے مچھلی اللہ تعالیٰ کے حکم سے جیسی تھی ویسی ہو جا۔ چنانچہ وہ پہلے ہی کی طرح بھونی ہوئی بن گئی۔ لوگوں نے کہا اے عیسیٰ علیہ السلام تم پہلے کھاؤ پھر ہم کھائیں گے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے کہا معاذ اللہ! جس نے مطالبہ کیا ہے اسی کو پہلے کھانا چاہئے۔ جب حواریوں نے دیکھا کہ عیسیٰ علیہ السلام نہیں کھا رہے ہیں تو ڈر گئے کہ زردلہ مادہ ناخوشی کا سبب ہے اور اس کے کھانے میں اندیشہ ہے اور رک گئے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فقیروں، غریبوں اور مریضوں کو بلایا اور کہا کھاؤ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف کا رزق ہے اور تمہارے نبی کی طرف سے دعوت ہے اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرو جس نے یہ تمہیں دیا یہ تمہارے لئے مبارک ہے اور دوسروں کے لئے عقوبت ہے۔ چنانچہ وہ سب اللہ تعالیٰ کا نام لے کر کھانے لگے چنانچہ تیرہ سو مرد اور عورتوں نے کھایا اور سب پیٹ بھر کر اٹھے۔ پھر یہ مادہ آسمان کی طرف چلا گیا اور لوگ دیکھتے ہی رہ گئے۔ ہر فقیر کھا کر غنی بن گیا اور مریض تندرست ہو گیا پھر یہ ہمیشہ غنی اور تندرست رہے اور جن حواریوں نے کھانے سے انکار کیا تھا وہ سخت نادم رہے اور مرتے دم تک کھانے کی حسرت ان کے دلوں میں باقی رہی۔

اور جب یہ مادہ اتر آیا ہے تو ہر طرف سے سارے بنی اسرائیل ٹوٹ پڑے۔ غنی فقیر، چھوٹے بڑے، مریض و تندرست کھانے کے لئے ایک پر ایک گر رہے تھے۔ اب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سب کی باری مقرر فرمادی۔ ایک دن آ کر جو کھاتے وہ دوسرے دن نہ آتے درمیان میں ایک دن چھوڑ کر آیا کرتے۔ اس طرح چالیس دن گزر گئے۔ دن بھر کھانے کا سلسلہ جاری رہتا پھر مادہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے آسمان کی طرف چڑھ جاتا حتیٰ کہ لوگ اس کا سایہ زمین پر گرتا ہوا دیکھتے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی عیسیٰ علیہ السلام کو وحی بھیجی کہ مادہ میں میرا رزق فقرا اور یتامی اور مریضوں کے لئے ہے تو نگردوں کے لئے نہیں۔ مالداروں کو یہ بات بری لگی۔ باتیں بنانے لگے۔ خود بھی شک میں پڑ گئے اور لوگوں کو بھی شک میں ڈالنے لگے اور غلط باتیں پھیلانے لگے۔ شیطان نے ان پر قبضہ کر لیا اور اچھے لوگوں کے دلوں میں بھی دوسے ڈالے چنانچہ وہ کہنے لگے کہ اے عیسیٰ علیہ السلام حج بتانا کہ کیا یہ نزول مادہ آسمان سے حق بات ہے۔ کیونکہ ہم میں سے اکثر لوگ شک میں ہیں۔ تو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ میرے اللہ تعالیٰ کی قسم تم ہلاک ہو گئے۔ تم نے نبی علیہ السلام سے سوال کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ سے مادہ کی دعا کرے اور جب اس نے دعا کی اور اللہ تعالیٰ نے تم پر اپنی رحمت اور اپنا رزق اتارا اور تمہیں اپنی نشانی اور عبرتیں بتائیں تو تم نے انکار اور شک کرنے۔ اب عذاب کی خوش خبری سن لو وہ تمہیں آدو پھینے والا ہی ہے یہ دوسری بات ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی خود رحم فرمادے۔ تو اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ میں تکذیب کرنے والوں کو نہیں چھوڑوں گا جو نزول مادہ کے بعد کفر کرے اس سے متعلق شرط ہی یہ تھی کہ اسے ایسا عذاب دیا جائے گا کہ اب تک نہ دیا گیا ہو۔ یہ شک کرنے والے جب اپنے بستروں پر سو گئے اور سوتے وقت اپنی اچھی خاصی شکل و صورت میں تھے۔ لیکن آخر شب میں اللہ تعالیٰ نے انہیں خنازیر بنا دیا۔

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ لِيَعْقُوبَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ آيَةً وَأَنْتَ الْكَافِرُ ۗ قُلْ إِنِّي مُسْلِمٌ مِّثْلَ آبَائِيَ وَإِنِّي خَشِيتُ اللَّهََ ۗ وَاللَّهَُ الْعَلِيمُ ۗ

وَإِذْ قَالَ اللَّهُ ط قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُونُ لِي أَن أَقُولَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ حَقٌّ ؕ إِن كُنْتُ قُلْتُهُ فَقَدْ عَلِمْتَهُ ط تَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِي وَلَا أَعْلَمُ مَا فِي نَفْسِكَ ط إِنَّكَ أَنْتَ عَلٰمُ الْغُيُوبِ ۝

مَا قُلْتُ لَهُمْ إِلَّا مَا أَمَرْتَنِي بِهِ أَنِ اعْبُدُوا اللَّهََ رَبِّيَ وَرَبَّكُمْ ؕ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ ؕ فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي كُنْتُ أَنْتَ الرَّقِيبَ عَلَيْهِمْ ؕ وَأَنْتَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

إِن تُعَذِّبُهُمْ فَإِنَّهُمْ عَبَادُكَ ؕ وَإِن تَغْفِرَ لَهُمْ فإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝

ترجمہ: اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب کہ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ اے یحییٰ بن مریم کیا تم نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی علاوہ اللہ تعالیٰ کے معبود قرار دے لو یحییٰ عرض کریں گے کہ میں تو آپ کو منزه سمجھتا ہوں مجھ کو کسی طرح زیانہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھ کو کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے کہا ہوگا تو آپ کو اس کا علم ہوگا۔ آپ تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتے ہیں اور میں آپ کے علم میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔ تمام غیبوں کے جاننے والے آپ ہیں۔ [۱۱۶] میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو آپ نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ میں ان پر مطلع رہا جب تک ان میں رہا۔ پھر جب آپ نے مجھ کو اٹھالیا تو آپ ان پر مطلع رہے۔ اور آپ ہر چیز کی پوری خبر رکھتے ہیں۔ [۱۱۷] اگر آپ ان کو سزا دیں تو یہ آپ کے بندے ہیں۔ اور اگر آپ ان کو معاف فرمادیں تو آپ زبردست ہیں حکمت والے ہیں۔ [۱۱۸]

اور یہ گھوڑوں پر پکڑے اور گندگیوں میں پھرنے لگے۔ یہ ساری روایات بہت عجیب و غریب ہے۔ ابو حاتم نے اس کو جگہ جگہ سے الگ الگ نکلنے کر کے بیان کیا ہے۔ میں نے ان کو سیاق و ترتیب قائم رہنے کے لئے بطور واقعہ مسلسل جوڑ لیا ہے۔ یہ روایت تو دلالت کرتی ہے کہ مادہ اتر ا تھا اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی دعا پر بنی اسرائیل کو ملتا تھا۔ ظاہر عبارت قرآن سے بھی یہ اخذ ہوتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿مَنْزِلَهَا عَلَيْكُمْ﴾ فرمایا ہے۔ لیکن کہنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ مادہ اتر ا ہی نہیں اور اللہ تعالیٰ نے اس بات کو صرف مثال کے طور پر فرمایا ہے اور یہ کہ جب انہیں عذاب کا ڈر بتایا گیا تو مطالبہ مادہ سے دست بردار ہو گئے اور کہا نہیں ہمیں مادہ نہیں چاہئے۔ مجاہد اور حسن بن علیؓ تک اس کی اسناد بہت صحیح ہیں اور سب سے قوی دلیل یہ ہے کہ نصاریٰ اس مادہ سے واقف ہی نہیں اور ان کی کتاب انجیل میں مادہ کا کہیں ذکر ہی نہیں ہے اگر مادہ اتر ا ہی ہوتا تو انجیل میں جگہ جگہ اس کا ذکر آتا اور ایک بار نہیں متواتر انجیل میں مذکور ہوتا لیکن جمہور کا یہی خیال ہے کہ مادہ اتر ا تھا۔ ابن جریر نے اسی خیال کو اختیار کیا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ﴿إِنِّي مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ﴾ فرمایا ہے اس کا وعدہ اور وعید حق ہے اور یہی بات صواب بھی معلوم ہوتی ہے۔ اہل تاریخ نے لکھا ہے کہ موسیٰ بن نصیر نائب بنی امیہ نے فتوح بلاد مغرب کے وقت وہاں مادہ پایا جس میں موتی جڑے ہوئے تھے اور قسم قسم کے جواہر کندہ تھے۔ تو امیر المؤمنین ولید بن عبد الملک کے پاس وہ بھیج دیا گیا۔ یہ مادہ راستے ہی میں تھا کہ وہ مر گیا۔ اب وہ اس کے بھائی سلیمان

بن عبد الملک کے پاس بھیجا گیا جو اس کے بعد خلیفہ ہوا۔ لوگوں نے اس کے یاقوت اور جواہر وغیرہ دیکھ کر بہت تعجب کیا اور کہا جاتا ہے کہ یہ مائدہ سلیمان بن داؤد علیہ السلام کا تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قریش کا سوال اور پیغام جبریل: ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قریش نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا کہ صفا کی پہاڑی کو ہمارے لئے سونا بنا دو تو ہم تم پر ایمان لائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ”کیا ایمان لاؤ گے؟“ کہا ہاں۔ اتنے میں جبریل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں سلام کہتا ہے۔ اور فرماتا ہے کہ اگر تم چاہو تو صبح تک کوہ صفا سونا ہو جائے لیکن اس کے بعد بھی اگر ایمان نہ لائیں گے تو بدترین عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا اور اگر تم یہ چاہو کہ میں ان کی توبہ قبول کر لوں اور ان پر رحمت کر دوں تو ویسا ہی۔ آپ نے فرمایا ”اے پروردگار تیری توبہ اور رحمت چاہئے۔“ ①

روزِ قیامت عیسیٰ علیہ السلام سے جواب طلحی: [آیت ۱۱۶-۱۱۸] اللہ پاک عیسیٰ علیہ السلام سے قیامت کے روز ان لوگوں کی موجودگی میں خطاب فرما رہا ہے جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ کی ماں کو اللہ بنا رکھا تھا۔ یہ نصاریٰ کوڑکنے کی چوٹ تہدید و توبیح ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے اس پر اللہ تعالیٰ کے اس قول سے استدلال کیا ہے کہ ﴿هَذَا يَوْمٌ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ ② یعنی یہ وہ دن ہے کہ بچوں کو ان کی سچائی کا صلہ ملے گا۔ سدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ خطاب اور جواب دنیا میں ہے۔ ابن جریر اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ یہ اس واقعہ سے متعلق ہے جب کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ اور ابن جریر نے اس پر دو طرح سے استدلال کیا ہے ایک تو یہ کہ کلام لفظ ماضی یعنی ﴿قَالَ﴾ کے ساتھ ہے۔ دوسرے یہ کہ قولہ تعالیٰ ﴿اِنْ تَعَذَّبْتُمْ﴾، ﴿وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ﴾ یعنی کلام شرطیہ ہے اور بات دنیا ہی میں ہوئی ہوگی جب تو عذاب یا مغفرت کی شرط آخرت کے لئے اٹھا رکھی گئی۔ لیکن یہ دونوں دلیلیں غور طلب ہیں۔ اس لئے کہ لفظ ماضی ہو تو کیا قیامت کے اکثر امور لفظ ماضی ہی سے بیان کئے گئے ہیں تاکہ وقوع اور ثبوت پر دلیل کافی بن سکے رہا ﴿اِنْ تَعَذَّبْتُمْ﴾ کا شرطیہ کلام سو اس سے تو عیسیٰ علیہ السلام کا ان گنہگاروں سے بیزاری ظاہر کرنا اور اللہ تعالیٰ کی مرضی کا ان میں نافذ ہونا ظاہر کیا گیا ہے اور شرط پر کسی چیز کا متعلق ہونا وقوع چیز کے لئے مقتضی نہیں ہو سکتا۔ آیات قرآنی میں اس کی بہت سی نظیریں موجود ہیں۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کا جو بیان ہے وہ زیادہ صاف ہے کہ قیامت کے دن کا مکالمہ ہے تاکہ قیامت کے دن سب کے سامنے نصاریٰ کا پول کھل جائے اور تہدید و توبیح ہو سکے۔ ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”قیامت کے دن انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتیں بلائی جائیں گی پھر عیسیٰ علیہ السلام طلب کئے جائیں گے ان پر اٹھارہ احسان فرمایا جائے گا وہ اقرار فرمائیں گے پھر اللہ پاک ان سے یہ سوال بالا فرمائے گا تو وہ انکار کریں گے کہ میں نے اپنی امت سے اپنی پرستش کے لئے نہیں کہا تھا۔ اب نصاریٰ بلائے جائیں گے ان سے باز پرس ہوگی وہ کہیں گے کہ ہاں، عیسیٰ علیہ السلام نے ہمیں ایسا حکم دیا تھا۔ یہ سن کر خوف کے مارے عیسیٰ علیہ السلام کے سر اور جسم کے بال کھڑے ہو جائیں گے۔ فرشتے ان بالوں کو تھام لیں گے اور یہ نصاریٰ اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک ہزار سال تک پاؤں جوڑے بٹھائے رکھے جائیں گے حتیٰ کہ ان پر رحمت قائم ہو جائے گی اور اصلیت ان کے سامنے آجائے گی۔

کذب بیانی کی سزا میں صلیب کو ان کا پیشوا بنا دیا جائے گا۔ پھر یہ لوگ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔“ ③ ﴿سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْ اَنْ اَقُوْلَ مَا تَيْسَّرُ لِيْ بِحَقِّكَ﴾ اس جواب میں حسن ادب کی کس قدر توفیق عنایت ہوئی ہے عیسیٰ علیہ السلام کے دل میں کسی اچھی دلیل القاک کی گئی ہے کہ اے اللہ تعالیٰ جس بات کا مجھے کوئی حق نہیں آخر میں ایسی بات کیسے کہتا و کُوْ فَوْضْنَا اَكْر

① احمد، ۱/۲۴۲، وهو حسن، حاکم، ۲/۲۱۴، المعجم الکبیر، ۱۲۷۳۶، البیہقی، ۸/۹۔

② ۵/المائدہ: ۱۱۹۔ ③ الدرالمثور، ۲/۶۱۵۔

میں نے ایسا کہا بھی ہوگا تو ضرور تو جانتا ہی ہوگا کیونکہ تجھ پر تو کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔ تو میرے دل کی بات جانتا ہے لیکن میں تیرے ارادے کو نہیں جان سکتا جو کچھ تو نے مجھے حکم دیا تھا میں نے اس سے ایک حرف بھی زیادہ نہیں کہا۔ میں نے تو یہی کہا تھا کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے۔ میں جب تک ان میں رہا ان کے اعمال کا نگران رہا اور جب تو نے مجھے اٹھایا تو اب تو ان کا نگران کار ہو گیا اور تو ہر بات کا نگران ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے فرمایا کہ ”اے لوگو! قیامت کے روز تم ننگے اور غیر منتون اٹھائے جاؤ گے جیسے کہ پیدائش کے وقت تھے۔ سب سے پہلے ابراہیم علیہ السلام کو لباس پہنایا جائے گا۔ اب میری امت کے چند لوگ لائے جائیں گے جنہیں دوزخ کی نشانی کے طور پر بائیں طرف رکھا جائے گا۔ تو میں کہوں گا کہ یہ تو میری امت ہے تو کہا جائے گا کہ تم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد تمہاری سنت کو چھوڑ کر کیا کیا بدعتیں ان لوگوں نے جاری کیں۔ تو میں ایک بندہ صالح کی طرح یہی کہوں گا کہ جو عیسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا۔ کہا جائے گا کہ تمہارے بعد لوگ مرد اور بدعتی ہو گئے تھے۔“ ①

امت کی بخشش کے لئے نبی اکرم ﷺ کی آہ وزاری: قوله ﴿إِنْ تَعْلَبْهُمْ﴾ الی آخرہ۔ یہ کلام اللہ تعالیٰ کی مشیت پر متضمن ہے کہ وہ جو چاہے کرے وہ سب سے پوچھ سکتا ہے لیکن اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔ نیز یہ کلام نصاریٰ سے بیزاری پر بھی مشتمل ہے جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا شریک اور ولد اور مریم علیہا السلام کو بیوی قرار دے دیا تھا نفوذ باللہ تعالیٰ۔ اس آیت کی بڑی شان ہے حدیث میں ہے کہ ایک رات نبی اکرم ﷺ صبح تک اسی آیت کو نماز میں پڑھتے رہے۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ ایک رات اسی آیت کو پڑھتے رہے حتیٰ کہ رکوع اور سجدے میں بھی یہی آیت پڑھی۔ صبح کو جب اس کی وجہ میں نے پوچھی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں رب عزوجل سے شفاعت کے لئے سوال کرتا رہا۔ چنانچہ شرک کے سوا سب کو بخشنے کا اس نے وعدہ فرمایا۔“ ② جسرہ بنت دجاجة سے مروی ہے کہ ابو ذر رضی اللہ عنہ کہہ رہے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے عشاء کی نماز پڑھائی تو اس کے بعد لوگ اپنی الگ الگ نمازیں پڑھنے لگے اب حضرت ﷺ اپنے مسکن پر جا بیٹھے اور جب دیکھا کہ لوگ اپنے گھر چلے گئے ہیں تو پھر مصلیٰ پر آ کر نماز میں مشغول ہو گئے اب میں بھی آ گیا اور آپ کے پیچھے نماز پڑھنے لگا۔ آپ نے سیدھی طرف ہو جانے کا اشارہ کیا۔ میں سیدھی طرف ہو گیا۔ پھر ابن مسعود آئے تو ہمارے پیچھے کھڑے ہو گئے تو انہوں نے بائیں طرف ہو جانے کا اشارہ کیا۔ اب ہم تینوں اپنی الگ الگ نمازیں پڑھنے لگے لیکن آپ نے نماز میں ایک ہی آیت جو شروع کی تو اسی کو پڑھتے پڑھتے صبح کر دی۔ میں نے اب عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے کہا کہ رات بھر ایک ہی آیت پڑھنے کا سبب نبی اکرم ﷺ سے پوچھیں۔ انہوں نے کہا نہیں جب تک آپ از خود بیان نہ فرمائیں میں تو نہیں پوچھوں گا اب میں نے جرأت کر کے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ پر قربان سارا قرآن آپ کے سینے میں ہے لیکن آپ قرآن کی صرف ایک ہی آیت پڑھ رہے تھے۔ اگر ہم میں سے کوئی ایسا کرتا تو ہم اس پر اعتراض کر بیٹھتے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں اللہ تعالیٰ سے امت کے لئے دعا کر رہا تھا۔“ میں نے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ سے کیا جواب ملا تو فرمایا کہ ”جس بات کا مجھ سے وعدہ کیا گیا ہے اگر اس کو تم =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب ﴿وَكُنْتُمْ عَلَيْهِمْ شَهِيدًا مَا دَمْتُمْ فِيهِمْ﴾ فلما توفيتي..... ۴۶۲۵،

صحیح مسلم، ۲۸۶۰، ترمذی، ۱۴۲۳، احمد، ۲۲۹/۱، ابن حبان، ۷۳۴۷۔

② احمد، ۱۴۹/۵، نسائی، کتاب الافتتاح، باب تردید الایة، ۱۰۱۱، ابن ماجہ، ۱۳۵۰، وسندہ حسن، ابن ابی شیبہ،

قَالَ اللَّهُ هَذَا يَوْمٌ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ صِدْقُهُمْ لَهُمْ جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا

الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ ذَلِكَ الْقَوْزُ

الْعَظِيمُ ۝ اللَّهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا فِيهِنَّ ۖ وَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ یہ وہ دن ہے کہ جو لوگ سچے تھے ان کا سچا ہونا ان کے کام آئے گا ان کو باغ ملیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے راضی اور خوش اور یہ اللہ تعالیٰ سے راضی اور خوش ہیں یہ بڑی بھاری کامیابی ہے۔ [۱۱۹] اللہ تعالیٰ ہی کی سلطنت آسمانوں کی اور زمین کی اور ان چیزوں کی جو ان میں موجود ہیں اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتے ہیں۔ [۱۲۰]

لوگ سن پاؤ تو اکثر تو نماز پڑھنا ہی چھوڑ دو گے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کا بہانہ لے لو گے۔ میں نے کہا کہ لوگوں کو کیا اس کی خوشخبری نہ پہنچا دوں؟ فرمایا: ”ہاں! پہنچا دو۔“ میں کچھ دہری پڑھا تو عمر رضی اللہ عنہما کہنے لگے یا رسول اللہ! اگر لوگوں کو یہ بات پہنچا دی جائے گی تو عبادت ہی چھوڑ بیٹھیں گے۔ تو آپ ﷺ نے مجھے واپس بلا لیا۔ اور وہ آیت یہ تھی ﴿إِنْ نَعَبُدْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ①

یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے جو نبی اکرم ﷺ تلاوت فرما رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا ”((اللَّهُمَّ اُمَّنِي)) اے میرے رب! میری امت! اور زرارہ رو رہے تھے۔“ اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیجا۔ جبریل علیہ السلام آ کر رونے کی وجہ پوچھنے لگے تو آپ ﷺ نے جو جواب دینا تھا جبریل علیہ السلام کو دیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ”اے جبریل! محمد سے جا کر کہو کہ ہم تمہاری امت کے بارے میں تمہیں راضی کریں گے اور دل نہ دکھائیں گے۔“ ② حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک دن دیر سے تشریف لائے اور سجدے میں گر پڑے اور اتنی دیر کی کہ گویا روح ہی پرواز ہو گئی ہو۔ پھر آپ ﷺ نے جب سر اٹھایا تو فرمایا کہ ”میرے رب نے امت کے بارے میں مجھ سے مشورہ کیا تھا کہ ان کے ساتھ کیا کیا جائے؟ تو میں نے کہا اے رب! یہ تو تیرے ہی بندے اور تیری مخلوق ہیں دوسری بار پوچھا۔ پھر بھی میں نے یہی کہا تو اللہ نے فرمایا کہ اے محمد! میں امت کے بارے میں تم کو رسوا نہ کروں گا اور مجھ سے کہا کہ میرے ساتھ ستر ہزار امتی جائیں گے اور ہر ایک ایسے امتی کے ساتھ اور ستر ہزار امتی ہوں گے کہ یہ سب بغیر حساب داخل جنت کئے جائیں گے۔ پھر فرمایا ”ما تگوتم کو دیا جائے گا تو میں نے جبریل علیہ السلام سے کہا کہ کیا اللہ پاک میرے سوال کو پورا کرنا چاہتا ہے تو جبریل علیہ السلام نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ نے مجھے آپ کے پاس اسی غرض سے بھیجا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سب کچھ عطا کر دیا۔ میں اس پر غور نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے میرے اگلے پچھلے گناہ بخش دیئے ہیں اور میں زمین پر زندہ و تندرست چل رہا ہوں اور مجھے یہ بھی خصوصیت بخشی کہ میری امت قحط سے نہ مرے گی اور مغلوب نہ ہوگی اللہ تعالیٰ نے مجھے کوثر عنایت فرمایا ہے یہ جنت کی ایک نہر کا نام ہے جو میرے حوض میں بہتی آئے گی۔ اور مجھے عزت و نصرت اور

① احمد، ۱۷۰/۵، وسندہ حسن، ابن ماجہ، ۱۳۵۰؛ النسائی، ۱۰۱۱؛ مسند البزار، ۴۰۶۲۔

② صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب دعاء النبی ﷺ لامة و بکاته شفقة عليهم، ۲۰۲۔

رعب و شوکت کی خصوصیت عطا فرمائی ہے۔ جو میری امت کے سامنے لوگوں پر ایک مہینہ بھر کی راہ سے اثر ڈالتی ہے۔ میں جنت میں سب انبیاء سے پہلے داخل ہوں گا اور میری امت کے لئے مالِ نعمت بالکل حلال فرما دیا ہے اور اکثر ایسی چیزیں حلال کر دی ہیں جو مجھ سے پہلے کی امتوں پر حلال نہیں تھیں اور مذہبی حیثیت سے میرے دین میں کوئی سختی روا نہیں رکھی۔“ ①

روزِ محشر کامیاب ہونے والے: [آیت: ۱۱۹-۱۲۰] اللہ تعالیٰ اپنے بندے عیسیٰ علیہ السلام کی بات کا جواب دیتے ہوئے جب کہ انہوں نے نصارائے محمدین کا ذمہ سے اپنی بیزاری ظاہر کی تھی فرماتا ہے کہ ﴿هَذَا يَوْمٌ يَنْفَعُ الصَّادِقِينَ﴾ یعنی آج کا دن موحدین کی توحید کی نفع بخشی کا دن ہے کہ بہتی نہروں والی جنت میں ہوں گے۔ نہ وہاں سے نکالے جائیں گے نہ دم بھر کے لئے جنت کو چھوڑیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اس روز رب کریم جلوہ افروز ہوگا اور فرمائے گا مانگو میں دینے پر آمادہ ہوں۔ لوگ اس کی رضامندی مانگیں گے تو فرمائے گا کہ میری رضامندی ہی نے تمہیں میرے گھراتا رہا۔ مانگو کیا مانگتے ہو۔ لوگ پھر اس کی رضامندی مانگیں گے۔ فرمائے گا: گواہ رہو کہ سبحانہ تعالیٰ تم سے راضی ہے۔ ② فرماتا ہے ﴿ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ﴾ یہ بڑی زبردست کامیابی ہے ﴿لِيَسْمَلَ هَذَا فَالْيَمَلِ الْعَامِلُونَ﴾ ③ عمل کرنے والوں کو ایسا ہی عمل کرنا چاہئے۔ ﴿وَفِي ذَلِكَ فَلْيَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُونَ﴾ ④ اور اسی کی کوشش لوگوں کو کرنی چاہئے وہ ساری اشیاء کا خالق ہے ہر چیز پر متصرف اور قادر ہے۔ سب اس کے غلبہ اور قدرت کے تحت ہیں اس کا نہ کوئی نظیر ہے نہ ہم پایہ نہ مددگار ہے۔ اس کے نہ باپ ہے نہ لڑکا نہ بیوی۔ اس کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں سب سے آخری سورت یہی سورہ مانندہ اتری ہے۔ ⑤

تفسیر سورۃ الانعام

فضائل سورۃ انعام: سورۃ انعام کہ میں ایک ہی رات کے اندر ایک ہی دفعہ میں نازل ہوگئی۔ اس کو ستر ہزار فرشتے لے کر حاضر ہوئے تھے اور تسبیح پڑھتے جا رہے تھے۔ ⑥ اسماء بنت بزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے اور سورۃ انعام اتر رہی تھی۔ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کی باگ تھا سے ہوئے تھی۔ وحی کے بوجھ سے اونٹنی ایسی دب گئی تھی کہ گویا اس کی ہڈیاں ہی ٹوٹ جائیں گی۔ ⑦ ملائکہ زمین و آسمان کو گھیرے ہوئے تھے۔ سورۃ انعام اترنے کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تسبیح پڑھنے لگے اور فرمایا ”اس سورت کی مشایعت میں فرشتے افق تک گھیرے ہوئے تھے۔ ⑧ فرشتوں کی (سُبْحَانَ اللَّهِ وَبِحَمْدِهِ سُبْحَانَ اللَّهِ الْعَظِيمِ) کی گونج سے زمین و آسمان میں ہنگامہ تھا“ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی تسبیح پڑھ رہے تھے۔ ⑨ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”پوری سورۃ انعام ایک ہی“

① احمد، ۳۹۳/۵، سندہ ضعیف اس کی سند میں عبداللہ بن لہیع مخطوط راوی ہے (التقریب، ۴۴/۱، رقم، ۵۷۴)

② ابن ابی شیبہ، ۱۵۰/۲، سندہ ضعیف اس کی سند میں لیث بن ابی سلیم مخطوط راوی ہیں (التقریب، ۱۳۸/۲، ۱۳/۲)

③ ۳۷/الصافات: ۶۱۔ ④ ۸۳/المطففين: ۲۶۔ ⑤ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة المائدة،

۳۰، ۳۰، ۳۰، سندہ حسن لذاتہ، وصححه الحاكم، ۳۱۱/۲، ووافقه الذہبی۔ ⑥ طبرانی، ۱۲۹۳۰، سندہ ضعیف، علی بن

زید بن جعدان ضعیف۔ ⑦ مجمع الزوائد، ۲۰/۷، اسکی سند میں لیث بن ابی سلیم مخطوط اور ضعیف راوی ہے۔ لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

⑧ حاکم، ۳۱۴، ۳۱۵، سندہ معلل ضعیف، انظر اتحاف المهرة، ۵۶۱/۳، وشعب الایمان، ۲۴۳۲۔

⑨ المعجم الأوسط، ۶۴۴۳، مجمع الزوائد، ۲۰/۷، یعنی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں محمد بن عبداللہ بن عرس اور احمد بن محمد السالمی

غیر معروف ہیں۔ لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ثُمَّ

الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ۝۱ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰی اَجَلًا

وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَنْتَرُوْنَ ۝۲ وَ هُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ فِی الْاَرْضِ ط

یَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَ جَہْرَكُمْ وَ یَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ۝۳

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو کہ نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔ تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے لائق ہیں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور تاریکیوں اور نور کو بنایا۔ پھر بھی کافر لوگ اپنے رب کے برابر قرار دیتے ہیں۔ [۱] وہ ایسا ہے جس نے تم کو مٹی سے بنایا پھر ایک وقت معین کیا اور دوسرا معین وقت خاص اللہ تعالیٰ ہی کے نزدیک ہے پھر بھی تم شک رکھتے ہو۔ [۲] اور وہی ہے عبود برحق آسمانوں میں بھی اور زمین میں بھی وہ تمہارے پوشیدہ احوال کو بھی اور تمہارے ظاہر احوال کو بھی جانتے ہیں اور تم جو کچھ عمل کرتے ہو اس کو جانتے ہیں۔ [۳]

= دفعہ میں نازل ہوئی ہے اور ستر ہزار فرشتوں کی تسبیح و تہمید کی گونج کے ساتھ اترتی ہے۔ " ۱

اللہ کی قدرت کاملہ اور انسان: [آیت: ۱-۳] اللہ تعالیٰ اپنے نفس کریمہ کی مدح فرماتا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا۔ گویا کہ بندوں کو حمد کرنا سکھلا رہا ہے۔ دن میں نور کو اور رات میں تاریکی کو اپنے بندوں کے لئے ایک منفعت قرار دیتا ہے۔

یہاں لفظ نور کو واحد لایا گیا ہے اور ظلمات کو جمع لایا گیا ہے کیونکہ اشرف چیز کو واحد ہی لاتے ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿عَنِ الْیَمِیْنِ وَالشَّمَائِلِ﴾ ۲ اور ﴿اِنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاَتَّبِعُوْهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِہٖ﴾ ۳

یہاں بھی یمنین واحد ہے اور شمال جمع ہے اور اپنے راستے کو لفظ سبیل کہہ کر واحد لایا ہے اور غلط راستوں کو سبیل کہہ کر جمع لایا ہے۔ غرض یہ کہ باوجود اس کے بعض بندے کفر کرتے ہیں اور اس کے لئے شریک و عدیل قرار دیتے ہیں۔ اس کے بیوی اور بچے بناتے ہیں۔ اللہ

تعالیٰ ان باتوں سے منزہ ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ اس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ یعنی تمہارے باپ آدم مٹی سے بنائے گئے تھے اور مٹی ہی نے ان کے گوشت پوست کی شکل اختیار کی۔ پھر ان ہی سے لوگ پیدا ہو کر مشرق و مغرب میں پھیل گئے۔ پھر آدم علیہ السلام نے اپنی مدت پوری کی اور اپنے مقررہ وقت موت تک آن پہنچے۔ پہلے لفظ اجل سے حسن علیہ السلام کے نزدیک مرنے تک کی زندگی کا وقت مراد ہے اور

دوسرے لفظ اجل سے مرنے کے بعد دوبارہ زندگی تک کا وقت مراد ہے۔ اجل خاص انسان کی عمر رواں ہے اور اجل عام سے مراد ساری دنیا کی عمر ہے۔ یعنی دنیا کے ختم ہونے اور زوال پذیر ہونے تک اور دار آخرت کا وقت آنے تک۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پہلی اجل سے مراد مدت دنیا ہے اور اجل سہمی سے مراد عمر انسان تا بوقت مرگ ہے۔ ۴ گویا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ماخوذ ہے۔ ﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَتَوَفَّاكُمْ﴾ ۵ اور یعنی وہ رات میں تم کو مار دیتا ہے اور دن =

① المعجم الصغیر، ۸۱/۱، وسندہ ضعیف جداً مجمع الزوائد، ۲۰/۷، اسکی سند میں یوسف بن عطیہ الصغار ہے جسے نسائی نے متروک اور امام بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے۔ (المیزان، ۴/۶۶۸، رقم، ۹۸۷۷) ② ۱۶/النحل: ۴۸۔

③ ۱۶/الانعام: ۱۵۳۔ ④ الطبری، ۱۱/۲۵۶۔ ⑤ ۶/الانعام: ۶۰۔

وَمَا تَأْتِيهِمْ مِنْ آيَةٍ مِنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ ۝ فَقَدْ كَذَّبُوا
بِالْحَقِّ لَمَّا جَاءَهُمْ ۖ فَسَوْفَ يَأْتِيهِمْ أَنْبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ۝ أَلَمْ يَدْرَأُوا
أَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِنْ قَرْنٍ مَكَّيْنَهُمْ فِي الْأَرْضِ مَا لَمْ يُمَكِّنْ لَكُمْ وَأَرْسَلْنَا
السَّمَاءَ عَلَيْهِمْ مِدْرَارًا ۖ وَجَعَلْنَا الْأَنْهَارَ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمْ فَأَهْلَكْنَاهُمْ
بِذُنُوبِهِمْ وَأَنْشَأْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ قَرْنًا آخَرِينَ ۝

ترجمہ اور ان کے پاس کوئی نشانی بھی ان کے رب کی نشانیوں میں سے نہیں آتی مگر وہ اس سے اعراض ہی کیا کرتے ہیں۔ [۱۲] سوانہوں
نے اس سچی کتاب کو بھی جھوٹا بتلایا جب کہ وہ ان کے پاس پہنچی سو جلدی ہی ان کو خربل جائے گی اس چیز کی جس کے ساتھ یہ لوگ استہزاء کیا
کرتے تھے۔ [۱۵] کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ ہم ان سے پہلے کتنی جماعتوں کو ہلاک کر چکے ہیں جن کو ہم نے دنیا میں ایسی قوت دی تھی کہ
تم کو وہ قوت نہیں دی اور ہم نے ان پر خوب بارشیں برسائیں۔ اور ہم نے ان کے بیچے سے نہریں جاری کیں پھر ہم نے ان کو ان کے
گناہوں کے سبب ہلاک کر ڈالا اور ان کے بعد دوسری جماعتوں کو پیدا کر دیا۔ [۱۶]

میں تم جو کچھ کرتے ہو اسے جانتا ہے اور رات میں تو تم کچھ کر ہی نہیں سکتے۔ یعنی نیند میں ہوتے ہو جو قبض روح کی شکل میں ہے۔
اور پھر جاگتے ہو تو اپنے ساتھیوں کے پاس گویا واپس آ جاتے ہو۔ اور اس کے قول ﴿عِنْدَهُ﴾ کے معنی یہ ہیں اس وقت کو سوائے اس
کے اور کوئی نہیں جانتا۔ جیسے کہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ اس کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جان سکتا۔
اور اسی طرح یہ قول باری ہے کہ اے نبی ﷺ! تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کب آئے گی؟ تمہیں اس کی کیا
خبر۔ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ ① پھر آیت زیر ذکر میں ارشاد ہوتا ہے کہ تم قیامت کے بارے میں شک کرتے ہو وہی آسمانوں
اور زمینوں کا مالک اللہ تمہاری چھپی باتوں کو بھی جانتا ہے اور کھلی باتوں کو بھی۔ اور تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اچھی طرح واقف ہے۔
اس آیت کے مفسرین نے پہلے فرقہ جہمیہ کے قول سے انکار پر اتفاق کیا ہے اور پھر اس آیت کی تفسیر سے متعلق ان کا اختلاف بھی
ہے۔ جہمیہ کا یہ قول ہے کہ یہ آیت اس بات کی حامل ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ بذات خود موجود ہے۔ یعنی اس عقیدے سے یہ بات اخذ
ہوتی ہے کہ ہر چیز کے اندر بذات خود اللہ تعالیٰ موجود ہے۔ صحیح قول یہ ہے کہ آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ ہی کو مانا جاتا ہے اور اس
کی عبادت کی جاتی ہے۔ اور آسمانوں میں جو فرشتے اور زمین پر جو انسان ہیں سب اسی کا اقرار الوہیت کرتے ہیں۔ اس کو اللہ تعالیٰ
کہہ کر پکارتے ہیں۔ لیکن جن و انس کے کافر اس سے نہیں ڈرتے۔ اور یہی آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول پر بھی منطبق ہوتی ہے کہ وہی
آسمانوں کا اللہ تعالیٰ اور زمین کا اللہ تعالیٰ ہے۔ مطلب یہ ہے کہ جو آسمانوں میں ہے ان کا اللہ تعالیٰ اور جو زمین پر ہیں ان کا اللہ تعالیٰ۔ نہ
یہ کہ جو آسمانوں اور زمینوں میں ہے وہی اللہ تعالیٰ ہے۔ اسی بنا پر حکم ہے کہ وہ تمہارے چھپے کو بھی جانتا ہے اور تمہارے کھلے کو بھی۔ دوسرا
قول یہ ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جو زمین و آسمان میں ہر ذہنی کھلی بات کو جانتا ہے اور اس کا قول ﴿يَعْلَمُ﴾ =

وَكُنزْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا فِي قِرطَائِسٍ فَلَمَسُوهُ بِأَيْدِيهِمْ لَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّ هَذَا
إِلَّا سِحْرٌ مُّبِينٌ ④ وَقَالُوا لَوْلَا أَنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ⑤ وَكُنزْنَا مَلَكًا لَقُضِيَ الْأَمْرُ لَكُمْ

لَا يَنْظُرُونَ ⑥ وَكُنزْنَا عَلَيْهِ مَلَكًا لَجَعَلْنَاهُ رَجُلًا وَلَكَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَا يَلِيْسُونَ ⑦ وَقَدِ

اسْتَهْزَى بِرُسُلٍ مِّن قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِينَ سَخِرُوا مِنْهُمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ⑧

قُلْ سِيرُوا فِي الْأَرْضِ ثُمَّ انظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكذِبِينَ ⑩

ترجمہ: اور اگر ہم کاغذ پر لکھا ہو کوئی نوشتہ آپ پر نازل فرماتے پھر اس کو یہ لوگ اپنے ہاتھوں سے چھو بھی لیتے تب بھی یہ کافر لوگ یہی کہتے کہ یہ کچھ بھی نہیں مگر صریح جادو ہے۔ [۷۷] اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان کے پاس کوئی فرشتہ کیوں نہیں بھیجا گیا اور اگر ہم کوئی فرشتہ بھیج دیتے تو سارا قصہ ہی ختم ہو جاتا پھر ان کو ذرا مہلت نہ دی جاتی۔ [۸۱] اور اگر ہم اس کو فرشتہ تجویز کرتے تو ہم اس کو آدی ہی بناتے اور ہمارے اس فعل سے پھر ان پر وہی اشکال ہوتا جواب اشکال کر رہے ہیں۔ [۹۱] اور واقعی آپ سے پہلے جو پیغمبر ہوئے ہیں ان کے ساتھ بھی استہزاء کیا گیا ہے۔ پھر جن لوگوں نے ان سے تمسخر کیا تھا ان کو اس عذاب نے آگھیرا جس کا تمسخر اڑاتے تھے۔ [۱۰۱] آپ فرمادیجئے کہ ذرا زمین میں چلو پھرو پھر دیکھ لو کہ تکذیب کرنے والوں کا کیا انجام ہوا۔ [۱۱]

﴿فِي السَّمَوَاتِ وَفِي الْأَرْضِ﴾ سے متعلق ہے۔ چنانچہ اس کی تفسیر یوں ہوئی کہ وہی اللہ تعالیٰ ہے جو زمین و آسمان میں تمہاری ہر بات کو جانتا ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اس کا علم رکھتا ہے۔ اور تیسرا قول یہ ہے کہ ﴿هُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ﴾ یہ وقف تام ہے اس کے بعد پھر خبر کا آغاز ہوتا ہے یعنی ﴿هُوَ اللَّهُ فِي السَّمَوَاتِ﴾ مبتدا ہے اور ﴿فِي الْأَرْضِ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ﴾ خبر ہے۔ ابن جریر کا یہی مسلک ہے۔ پھر آخر میں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ تمہارے تمام اعمال کو جانتا ہے۔

معاندین کا انجام: [آیت: ۳-۶] مشرکین معاندین کے بارے میں اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ جب کبھی اللہ تعالیٰ کی کوئی آیت ان کے پاس آتی ہے یعنی کوئی معجزہ یا اللہ تعالیٰ کی وحدانیت پر کوئی دلیل واضح یا رسول اللہ ﷺ کی صداقت کی کوئی نشانی تو یہ لوگ اس سے اعراض کرتے ہیں اور اس کی پرواہ تک نہیں کرتے۔ اور جب حق بات ان کے پاس آئی تو اس کا انکار کرنے لگے۔ اس کا بارے میں انہیں عنقریب معلوم ہو جائے گا۔ یہ بات ان کے لئے تہدید اور وعید شدید ہے۔ کیونکہ انہوں نے حق کو جھٹلا دیا۔ اب تکذیب کا نتیجہ انہیں دیکھنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں سمجھا رہا ہے اور ڈر رہا رہے کہ پہلے کے لوگوں نے بھی جو ان سے زیادہ قوی اور کثیر التعداد تھے اور اموال و اولاد بھی زیادہ رکھتے تھے، دولت و حکومت بھی حاصل تھی۔ پھر بھی انہیں کیسا عذاب و نکال پھینچا تھا۔ اسی قسم کے عذاب سے تمہیں بھی سابقہ پر سکتا ہے۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا ہے۔ جو دنیا میں بڑی قدرت رکھتے تھے کہ ایسے اموال و اولاد و اعمار اور ایسی شان و شوکت تمہیں نصیب ہی نہیں۔ آسمان سے ہم ان کے لئے پانی برساتے تھے۔ کبھی انہیں قحط سے سابقہ نہیں پڑا۔ ہم نے باغات چشمے اور نہریں دے رکھی تھیں اور اس سے مقصد فقط انہیں ڈھیل دینا تھا پھر ان کے گناہوں اور نافرمانیوں کے سبب انہیں ہلاک کر دیا اور ان کی جگہ پر دوسری قومیں آباد کیں۔ پہلے لوگ تو جانے والے دن کی

طرح چلے گئے اور دوستان بن کر رہ گئے۔ لیکن ان بعد کے لوگوں نے بھی پہلے کے لوگوں کی طرح عمل کیا اور سابقہ لوگوں کی طرح یہ بھی ہلاک ہو کر رہ گئے۔ چنانچہ اے لوگو! اس بات سے ڈرو کہ تمہیں بھی کہیں ایسے ہی حالات سے سابقہ نہ پڑے۔ تم سے نمٹنا اللہ تعالیٰ کے لئے ان سے زیادہ اہم کام تو نہیں۔ تمہارا رسول جس کی تم تکذیب کر رہے ہو یہ تو ان کے رسول سے بھی زیادہ اکرم ہے اس لئے اگر اللہ تعالیٰ خاص طور پر مہربانی و احسان نہ کرے تو تم زیادہ عقوبت کے مستحق ہو۔

مشرکوں کی ذہنیت اور صاف دلائل کا بیان: [آیت: ۷۱-۱۱۱] مشرکین کے عناد اور مکارہ و منازعہ کی خبر دیتے ہوئے اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اگر ہم تم پر کوئی ایسی بھی کتاب نازل کرتے جو کاغذوں میں لکھی ہوئی ہوتی جس کو وہ ہاتھ سے بھی چھو سکتے، اس کو آسمان سے اترتی دیکھ سکتے تو پھر بھی یہ کافر بھی کہتے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ جیسے کہ محسوسات کے اندر بھی ان کی فساد پسند طبیعت کا اقتضایہ ہے کہ اگر ہم ان پر آسمان کا ایک دروازہ کھول دیں جس میں اوپر چڑھنے بھی لگیں تو یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھیں مند گئی ہیں اور ان پر نظر بند ہی ہوگئی۔ ① ہے یا جیسا کہ فرمایا اگر آسمان کے ٹکڑے بھی گرتے ہوئے دیکھیں تو کہیں کہ بادل کے ٹکڑے ہیں۔ ② اور پھر ان کا کہنا یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کوئی فرشتہ لگا پلٹا کیوں نہیں رہتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر ایسا ہو تو پھر تو بات ختم ہے وہ فرشتے کو دیکھنے کے بعد بھی وہی جادو کی رٹ لگائیں گے تو انہیں اس وقت کی طرح راہ راست پر آنے کے لئے مہلت دی ہی نہیں جائے گی۔ نوراً عذاب الہی آ پینچے گا۔ اور فرمایا کہ جس روز وہ ملائکہ کو دیکھ ہی لیں گے تو پھر مجرمین کے لئے کوئی اچھی خبر ہے ہی نہیں۔ پھر آیت متذکرہ بالا میں ارشاد ہے کہ اگر ہم انسان رسول کے ساتھ کسی فرشتے کو بھی نازل کرتے تو وہ بھی انسان ہی کی شکل و صورت میں ان کے سامنے آتا تا کہ وہ لوگ اس سے خطاب کر سکیں یا اس سے کوئی اشعار پاسکیں۔ اور جب یوں ہوتا تو بات ان پر مشتبہ ہو جاتی کہ جیسے رسول بشری کے بارے میں شک کر رہے ہیں، ملک بشری کے بارے میں بھی شک انہیں دامسکیر ہوتا کیونکہ وہ بھی آخر بشر ہی کی شکل و صورت رکھتا۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا ہے کہ آسمان سے تو ہم فرشتہ اس وقت اتارتے جب کہ زمین پر فرشتے چلتے پھرتے ہوتے۔ ③ اور جب ایسا نہیں تو آسمان سے بھی کیوں اتارا جائے گا۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ جب مخلوق کی طرف وہ کوئی رسول بھیجتا ہے تو انہیں میں سے بھیجتا ہے تا کہ ایک دوسرے سے بات کر سکیں اور اس رسول سے اشعار ان لوگوں کے لئے ممکن ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مؤمنین پر اللہ تعالیٰ کا یہ احسان ہے کہ ان کا رسول انہیں میں سے ایک آدمی ہے جو ان پر اللہ تعالیٰ کی آیتیں پیش کرتا ہے اور ان کو پاک بناتا ہے۔ ④ ورنہ وہ فرشتہ کی طرف تو اس کے نور کی وجہ سے نظر بھی نہیں ڈال سکتے۔ اور بات پھر بھی ان پر مشتبہ ہو جاتی۔ اور اے نبی ﷺ! تم سے پہلے کے نبیوں کے ساتھ بھی تو اسی قسم کا مذاق کیا گیا تھا۔ چنانچہ اس مذاق و استہزا کے سبب یہ تو میں ہلاک ہو گئیں۔ اس آیت کے ذریعہ نبی اکرم ﷺ کو ڈھارس دی گئی ہے کہ اگر کسی نے تمہاری تکذیب کی تو پروا نہ کرو۔ پھر مؤمنین کو اپنی نصرت اور عاقبت حسنہ کا وعدہ دیا گیا اور آخر میں یہ بھی فرمایا کہ دنیا میں چل پھر کر تو دیکھو کہ قرون ماضیہ میں جن لوگوں نے پیغمبروں کو جھٹلایا، ان کی بستیوں کے کیسے کھنڈر پڑے ہیں اور دنیاوی عقوبت کا انہیں کیسا عذاب دیا گیا اور پھر آخرت میں الگ عذاب دیا جائے گا۔ اور پھر رسولوں اور مؤمنوں کو ہم نے کیسا بچا لیا تھا۔

① ۱۵/الحجر: ۱۰۱، ۱۰۲

② ۵۲/الطور: ۴۴

③ ۱۷/الاسراء: ۹۵

④ ۳/آل عمران: ۱۶۴

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط قُلْ لِلَّهِ ط كَتَبَ عَلَى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ط
 لِيَجْزِيَكُمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ لَارِيبَ فِيهِ ط الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٠﴾
 وَلَهُ مَا سَكَنَ فِي النَّيْلِ وَالنَّهَارِ ط وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ﴿١١﴾ قُلْ أَغَيَّرَ اللَّهُ أَمْتَهُ وَلِيَّا
 فَاطِرِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَهُوَ يُطْعَمُ وَلَا يُطْعَمُ ط قُلْ إِنِّي أُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ أَوَّلَ
 مَنْ أَسْلَمَ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٢﴾ قُلْ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ
 يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٣﴾ مَنْ يُصْرَفْ عَنْهُ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْنَا ط وَذَلِكَ الْفَوْزُ الْمُبِينُ ﴿١٤﴾

ترجمہ: آپ کہیے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں موجود ہے یہ سب کس کی ملک ہے آپ کہہ دیجئے کہ سب اللہ ہی کی ملک ہے اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمانا اپنے اوپر لازم فرمایا ہے تم کو اللہ تعالیٰ قیامت کے روز جمع کریں گے اس میں کوئی شک نہیں جن لوگوں نے اپنے کو ضائع کر لیا ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے [۱۲] اور اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہے سب جو کچھ رات میں اور دن میں رہتی ہیں اور وہی ہے بڑا سننے والا بڑا جاننے والا۔ [۱۳] آپ کہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا جو کہ آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے ہیں اور جو کہ کھانے کو دیتے ہیں اور ان کو کوئی کھانے کو نہیں دیتا اور کسی کو معبود قرار دوں آپ فرما دیجئے کہ مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام قبول کروں اور تم مشرکین میں سے ہرگز نہ ہونا [۱۴] آپ کہہ دیجئے کہ میں اگر اپنے رب کا کہنا نہ مانوں تو میں ایک بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ [۱۵] جس شخص سے اس روز وہ عذاب ہٹا دیا جائے گا۔ تو اس پر اللہ تعالیٰ نے بڑا رحم کیا اور یہ صرت کا میابی ہے۔ [۱۶]

آسمان و زمین کے مالک کی ہی بندگی کریں: [آیت: ۱۲-۱۶] خبر دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ پاک مَالِكِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ہے اور اس نے اپنے نفس پر رحمت واجب قرار دے لی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو لوح محفوظ میں لکھ دیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔“ ① ارشاد ہے کہ یقیناً وہ قیامت کے روز تم سب کو جمع کرے گا۔ یہاں لام بطور تم کے ہے گویا اس نے قسم کھا رکھی ہے کہ یوم مقررہ کے وقت وہ اپنے سارے بندوں کو جمع کرے گا۔ مؤمنین کو تو اس میں شک نہیں لیکن کافر شک میں پڑے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ سے سوال کیا گیا کہ کیا وہاں چشمے بھی ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کی قسم وہاں چشمے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نیک بندے انبیا ﷺ اپنے اپنے حوضوں پر وارد ہوں گے۔ اللہ پاک ستر ہزار فرشتے بھیجے گا جن کے ہاتھوں میں آگ کے ڈنڈے ہوں گے اور انبیا کے حوضوں پر وارد ہونے والے کفار کو وہاں سے ہانک دیں گے۔“ ② یہ حدیث غریب ہے۔ اور ترمذی میں ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ہر نبی کا ایک حوض ہوگا اور مجھے امید ہے کہ میرے حوض =

① صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَيَحْذَرُ كَمَا اللَّهُ نَفْسَهُ﴾ ۷۴۰۴، صحیح مسلم، ۲۷۵۱، ترمذی،

۳۵۴۳، ابن ماجہ، ۴۲۹۵، ابن حبان، ۶۱۴۳، احمد، ۳۱۳/۲۔

② ابن مردودہ و سندہ ضعیف، زیر بن شیبہ اور حسن بن عقبہ دونوں نامعلوم ہیں۔

وَأَنْ يَسْسَكَ اللَّهُ بَصْرًا فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإَنْ يُنْسِكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝۲۰ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ ۖ وَهُوَ الْحَكِيمُ الْخَبِيرُ ۝۲۱ قُلْ أَيُّ شَيْءٍ أَكْبَرُ شَهَادَةً ۖ قُلِ اللَّهُ ۖ شَهِيدٌ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۖ وَأُوحِيَ إِلَيَّ هَذَا الْقُرْآنُ لِأُنذِرَكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ ۖ أَتَيْتُمْ لِتَشْهَدُوا أَنْ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ ۖ قُلْ لَا أَشْهَدُ ۖ قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهُهُ وَآئِنِّي بِرَبِّيَ ؕ وَمِمَّا تُشْرِكُونَ ۝۲۲ الَّذِينَ اتَّيْنَهُمُ الْكِتَابُ يَعْرِفُونَهُ كَمَا يَعْرِفُونَ آبَاءَهُمْ ۖ وَالَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝۲۳ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۖ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۝۲۴

ترجمہ: اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچا دین تو اس کا دور کرنے والا سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں اور اگر تجھ کو اللہ تعالیٰ کوئی نفع پہنچا دین تو وہ ہر چیز پر پوری قدرت رکھنے والے ہیں۔ [۱۸۷] اور وہی اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے اوپر غالب ہیں برتر ہیں اور وہی بڑی حکمت والے اور پوری خبر رکھنے والے ہیں۔ [۱۸۸] آپ کہتے کہ سب سے بڑھ کر گواہی دینے کے لئے کون ہے آپ کہتے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ گواہ ہے اور میرے پاس یہ قرآن بطور وحی کے بھیجا گیا ہے تاکہ میں اس قرآن کے ذریعے تم کو اور جس جس کو یہ قرآن پہنچے ان سب کو ڈراؤں۔ کیا تم سچ سچی گواہی دو گے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کچھ اور معبود بھی ہیں۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تو گواہی نہیں دیتا۔ آپ فرمادیتے کہ بس وہ تو ایک ہی معبود ہے اور بے شک میں تمہارے شرک سے بے زار ہوں۔ [۱۸۹] جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ لوگ رسول کو پہچانتے ہیں جس طرح اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے کوضائع کر لیا ہے سو وہ ایمان نہ لائیں گے۔ [۱۹۰] اور اس سے زیادہ کون بے انصاف ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان باندھے یا اللہ تعالیٰ کی آیات کو جھوٹا بتلائے ایسے بے انصافوں کو کامیابی نہ ہوگی۔ [۱۹۱]

== پر سب سے زیادہ مجمع ہوگا۔“ ① اللہ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو آخرت کے لحاظ سے گھائے میں ہیں وہی ہیں جو ایمان نہیں لارہے ہیں اور اس یوم آخرت سے ڈرتے نہیں۔ پھر فرمایا کہ جو مخلوق بھی دن میں ہستی ہے یارات میں وہ سب اس کے تحت تصرف ہے اور زیر انتظام ہے وہ بندوں کی باتوں کو سنتا ہے اور ان کی حرکات کو اور دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے۔ پھر اپنے رسول سے جس کو تو حید عظیم اور شرع توہیم عنایت فرمائی۔ فرماتا ہے کہ لوگوں کو صراط مستقیم کی طرف بلاؤ اور کہہ دو کہ آسمانوں اور زمین میں کیا اللہ تعالیٰ کے سوا میں کسی دوسرے کو دوست بناؤں۔ جیسا کہ فرمایا کہہ دو اے جاہلو! کیا تم مجھے حکم دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پوجوں ② مطلب یہ ہے کہ وہ فاطر السموات والارض ہے۔ بغیر نمونے کے اس نے زمینوں و آسمان کو وجود بخشا۔ اس کو چھوڑ کر کسی اور کو کیسے پوجوں وہ سب کو کھلاتا ہے اس کو نہیں کھلایا جاتا۔ حالانکہ وہ بندوں کا جہنم نہیں کہ غرض متعلق ہو جیسا کہ فرمایا کہ جن والنس کو میں نے صرف اپنی عبادت و عبودیت کے لئے پیدا کیا ③ بعض نے (لَا يَطْعَم) پڑھا ہے یعنی وہ خود کچھ نہیں کھاتا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

① ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب ماجاء فى صفة الحوض، ۲۴۴۳، وسنده ضعيف، المعجم الكبير، ۶۸۸۱، ائلى سند
 ② ۳۹/ الزمر: ۶۴۔ ③ ۵۱/ الذاریات: ۵۶۔

سے مروی ہے کہ اہل قبائے ایک انصاری نے نبی اکرم ﷺ کی دعوت کی۔ ہم سب بھی گئے۔ آپ ﷺ جب کھانے سے فارغ ہو چکے تو فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کا شکر جو کھلاتا ہے اور خود کچھ نہیں کھاتا۔ ہم پر احسان فرماتا ہے۔ ہمیں کھانا کھلایا پانی پلایا ہمارے برہنہ جسم پر لباس پہنایا۔“ ہم اللہ تعالیٰ کو نہیں چھوڑ سکتے۔ کفرانِ نعمت نہیں کر سکتے نہ اس سے بے نیاز بن سکتے ہیں۔ اس نے گمراہی سے بچایا۔ دل کے اندھے پن سے دور رکھا۔ ساری مخلوقات پر ہمیں فضیلت عنایت فرمائی۔ ① کہہ دو اے نبی! مجھے حکم دیا گیا ہے کہ سب سے پہلا مسلمان بنوں اور شرک نہ کروں۔ اگر میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کروں تو مجھے عذابِ یومِ عظیم کا ڈر ہے۔ قیامت کے روز جس پر سے عذاب ہٹ گیا اس پر بڑی مرحمت ہوئی اور یہ بہت بڑی کامیابی رہی جیسا کہ فرمایا کہ جو دوزخ سے دور رکھا گیا اور جنت میں بھیجا گیا وہ بڑا ہی کامیاب شخص ہے۔ ②

تَفْعُ وَنَقْصَانِ كَمَا لَمْ يَكُنْ لَكَ شَيْءٌ مِّنْهُ لَوْلَا أَنَّكَ كُنْتَ تَتَّقَى اللَّهَ لَأَكْرَهْتُمْ إِلَيْهِمْ فَمَا لَمْ يُغْنِي عَنْكَ كَثْرَتُهُمْ وَلَوْلَا أَنَّكَ كُنْتَ تَتَّقَى اللَّهَ لَأَكْرَهْتُمْ إِلَيْهِمْ فَمَا لَمْ يُغْنِي عَنْكَ كَثْرَتُهُمْ وَلَوْلَا أَنَّكَ كُنْتَ تَتَّقَى اللَّهَ لَأَكْرَهْتُمْ إِلَيْهِمْ فَمَا لَمْ يُغْنِي عَنْكَ كَثْرَتُهُمْ

تفیع و نقصان کا مالک صرف اللہ ہے: [آیت: ۱۷-۲۱] اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ وہ مالکِ مضرت و نفع ہے وہ اپنی مخلوقات میں جیسا چاہے تصرف کرے۔ اس کی حکمت کو نہ کوئی پیچھے ڈالنے والا ہے نہ اس کی تقاضا کو کوئی روکنے والا ہے۔ اگر وہ مضرت کو روک دے تو کوئی جاری کرنے والا نہیں اور خیر کو جاری کر دے تو کوئی روکنے والا نہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿مَا يَفْتَحُ اللَّهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَحْمَةٍ﴾ ③ الخ یعنی اللہ تعالیٰ جسے جو رحمت دینا چاہے اسے کوئی روک نہیں سکتا اور جس سے وہ روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا۔ نبی ﷺ فرمایا کرتے تھے ﴿اللَّهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ وَلَا مُغْنِيَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا يَنْفَعُ ذَا الْجَبَدِ مِنْكَ الْجَدُّ﴾ ④ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ یعنی وہ اللہ تعالیٰ وہ ہے جس کے لئے لوگوں کے سر جھک گئے ہیں۔ ہر شے پر وہ غالب ہے اس کی عظمت و کبریائی اور علو قدر کے سامنے سب پست ہیں اس کا ہر فعل حکمت پر مشتمل ہے وہ مواضعِ اشیاء سے باخبر ہے اگر وہ کچھ دیتا ہے تو مستحق ہی کو دیتا ہے اور روک دیتا ہے تو غیر مستحق سے روک دیتا ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ سب سے بڑی شہادت کس کی شہادت ہے پھر فرماتا ہے کہ دو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور ان کے درمیان گواہ کی حیثیت میں ہے اور یہ قرآن میری طرف نازل کیا گیا ہے تاکہ میں تمہیں ڈراؤں اور اسے بھی جس تک یہ قرآن پہنچے جیسا کہ فرمایا ﴿وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْأَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهُ﴾ ⑤ یعنی ان لوگوں میں سے جو کفر اختیار کرے گا تو دوزخ اس کا وعدہ گاہ ہے اور جس تک قرآن پہنچ جائے تو گویا اس نے نبی اکرم ﷺ سے ملاقات کر لی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جس تک میرا قرآن پہنچا گیا میں نے خود اسے تبلیغ کر دی۔“ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کی آیتیں دوسروں تک پہنچاؤ جس کو کتاب اللہ کی کوئی آیت پہنچ گئی تو اللہ تعالیٰ کا اس کو حکم پہنچ گیا۔“ ⑥ ربیع بن انس رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ تابع رسول پر لازم ہے کہ اس طرح اسلام کی دعوت دے جس طرح آنحضرت ﷺ دیتے تھے اور اس طرح ڈرائے جیسے آنحضرت ﷺ ڈراتے تھے۔ قولہ تعالیٰ ﴿إِنَّكُمْ لَتَشْهَدُونَ أَنَّ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ قُلْ لَا أَشْهَدُ﴾ یعنی اے مشرکوں! کیا واقعی تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور دوسرے اللہ بھی ہیں۔ کہہ دو کہ ایسی گواہی تو میں نہیں دے سکتا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدُ مَعَهُمْ﴾ اگر وہ گواہی دیں بھی تو اے نبی ﷺ تم ایسی گواہی نہ دینا ﴿قُلْ إِنَّمَا هُوَ إِلَهٌ وَاحِدٌ وَإِنِّي

① حاکم، ۵۴۶/۱، النسائی فی الکبریٰ، ۱۰۳۳، الانوار للبخاری، ۱۰۳۸، وهو حدیث حسن، ابن حبان، ۵۲۱۹، وهو حسن۔
 ② ۳/ آل عمران: ۱۸۵۔ ③ ۳۵/ فاطر: ۲۔
 ④ صحیح بخاری، کتاب الاذان باب الذکر بعد الصلاة، ۸۴۴، صحیح مسلم، ۵۹۳، ابوداؤد، ۱۵۰۵، احمد، ۲۵۰/۴، ابن حبان، ۲۰۰۵، بیہقی، ۲/ ۱۸۵۔ ⑤ ۱۱/ ہود: ۱۷۔ ⑥ تفسیر عبدالرزاق، ۱/ ۱۹۸، یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا إِنَّا سُرْنَاكُمْ وَالَّذِينَ كُنْتُمْ
تَزْعُمُونَ ۝ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ إِلَّا أَنْ قَالُوا وَاللَّهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِينَ ۝ أَنْظِرْ

كَيْفَ كَذَّبُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ وَمِنْهُمْ مَن لَّيْسَ يَسْمَعُ

إِلَيْكَ ۖ وَجَعَلْنَا عَلَىٰ قُلُوبِهِمُ آيَاتًا أَنْ يَفْقَهُوهُ وَفِي آذَانِهِمْ وَقْرًا وَإِنْ يَرَوْا كَلِمًا

أَيُّهَا لَا يُؤْمِنُونَ بِهَا ط حَتَّىٰ إِذَا جَاءُوكَ يُجَادِلُونَكَ يَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا

إِلَّا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَهُمْ يَبْهَتُونَ عَنْهُ وَيَنْتَوْنَ عَنْهُ وَإِنْ يُهْلِكُونَ إِلَّا

أَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۝

ترجمہ: اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جس روز ہم ان تمام خلائق کو جمع کریں گے پھر ہم مشرکین سے کہیں گے تمہارے وہ شرکاء جن کے معبود ہونے کا تم دعویٰ کرتے تھے کہاں گئے۔ [۲۲] پھر ان کے شرک کا انجام اس کے سوا اور کچھ بھی نہ ہوگا کہ وہ یوں کہیں گے کہ قسم اللہ تعالیٰ کی اپنے پروردگار کی ہم مشرک نہ تھے۔ [۲۳] ذرا دیکھو تو کس طرح جھوٹ بولا اپنی جانوں پر اور جن چیزوں کو وہ جھوٹ سموت تراشا کرتے تھے وہ سب غائب ہو گئے۔ [۲۴] اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں اور ہم نے ان کے دلوں پر حجاب ڈال رکھے ہیں اس سے کہ وہ اس کو سمجھیں اور ان کے کانوں میں ڈانٹ دے رکھی ہے اور اگر وہ لوگ تمام دلائل کو دیکھ لیں ان پر کبھی ایمان نہ لائیں یہاں تک کہ جب یہ لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو آپ سے خواہ مخواہ جھگڑتے ہیں یہ لوگ جو کافر ہیں یوں کہتے ہیں کہ یہ تو کچھ بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے چلی آ رہی ہیں۔ [۲۵] اور یہ لوگ اس سے اوروں کو بھی روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور در رہتے ہیں اور یہ لوگ اپنے ہی کوتاہ کر رہے ہیں اور کچھ خبر نہیں رکھتے۔ [۲۶]

== بَرِيءٌ مِّمَّا تَشْرِكُونَ ﴿﴾ پھر اہل کتاب کے بارے میں فرماتا ہے کہ یہ قرآن اور نبی اکرم ﷺ کو ایسے بہتر طور پر جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنی اولاد کو جانتے ہیں کیونکہ ان کی کتابوں میں مرسلین متقدمین کے بارے میں لکھا ہوا ہے کہ یہ سارے پیغمبر وجود محمد ﷺ کی وجہ سے وجود میں آئے ہیں۔ وہ محمد ﷺ کی ہر صفت سے ان کے وطن ان کی ہجرت ان کی امت کے اوصاف غرض یہ کہ اپنی کتابوں میں ان ساری باتوں کا داخلہ پاتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ ﴿الَّذِينَ حَسِبُوا أَنفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ یعنی جن لوگوں نے اپنی ذاتوں کو نقصان پہنچا لیا وہی ہیں کہ ایمان نہیں لاتے حالانکہ بات بالکل واضح ہے۔ انبیاء ﷺ نے آپ ﷺ کی بشارتیں دی ہیں اور قدیم زمانے سے آپ ﷺ کی پیغمبری اور آپ ﷺ کے وجود کی پیشین گوئی کرتے چلے آئے ہیں ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ الْفَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ﴾ یعنی اس شخص سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ تہمت باندھے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے پیغمبر بنا کر بھیجا ہے اور پھر اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور دلائل و براہین کو جھٹلا دے۔ ﴿إِنَّهُ لَا يَفْلِحُ الظَّالِمُونَ﴾ یہ مفتری اور کذاب کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔

روز قیامت مشرکین اور انکے شرکاء کا انجام: [آیت: ۲۲-۲۶] ہم جب قیامت کے روز ان سب کو جمع کریں گے تو ان اصنام وادنان کے بارے میں ان سے پوچھیں گے جنہیں یہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر پوجتے رہتے تھے کہ تمہارے وہ بت کہاں گئے جنہیں تم شریک الٰہی قرار دیتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ ﴿لَمْ تَكُنْ فَسْتَحْمُكُمْ اِلَّا اَنْ قَالُوا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ یعنی ان کی معذرت اور احتجاج یہی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم تو مشرک نہیں تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا اے ابن عباس رضی اللہ عنہما! آپ نے سنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ﴾ لیکن یہ کیسے ہوگا؟ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ جب یہ مشرکین دیکھیں گے کہ اہل صلوٰۃ کے سوا کوئی جنت میں داخل نہیں ہو رہا ہے تو آپس میں کہیں گے کہ آؤ ہم شرک کا انکار کر دیں۔ چنانچہ وہ اپنے مشرک ہونے کا انکار کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی زبانوں پر مہر لگا دے گا تو پھر ان کے ہاتھ پاؤں از خود گواہی دے لگیں گے اور کوئی بات چھپانیں سکیں گے۔ اے شخص اب تو کوئی شک تمہارے دل میں باقی نہیں رہا۔ قرآن میں کوئی ایسی بات باقی نہیں رہ گئی ہے جو وضاحت طلب ہو۔ لیکن تم نہیں سمجھ سکتے اور تاویل و توجیہ نہیں کر سکتے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ آیت منافقین کے بارے میں اتری۔ لیکن یہاں پر یہ شبہ وارد ہوتا ہے کہ یہ آیت تو مکہ میں اتری ہے اور مکہ میں منافقین کہاں تھے۔ یہ تو اسلام کے مقبول عام ہونے کے بعد مدینے میں ان کا گروہ پیدا ہوا۔ منافقین کے بارے میں جو آیت اتری ہے وہ آیت مجادلہ ہے یعنی ﴿يَوْمَ يَعْتَنَهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهُ﴾ ① یعنی جس روز اللہ تعالیٰ ان کو قیامت میں جمع کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کھا کر بیان کریں گے اور اسی طرح ان لوگوں کے بارے میں فرمایا ہے کہ ﴿اَنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ یعنی دیکھو تو انہوں نے جان بوجھ کر کیسی جھوٹ بات کہی اور جن بتوں کو وہ پوجتے تھے وہ کیسے ان سے منحرف ہو گئے۔ اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض تمہاری طرف کان لگا کر سنتے ہیں حالانکہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال دیئے ہیں تاکہ وہ سمجھ نہ سکیں اور ان کے کانوں میں بہرا پن پیدا کر دیا ہے اور خواہ وہ اللہ تعالیٰ کی کسی ہی نشانی پائیں ایمان نہیں لاتے ہیں وہ وحی سننے کے لئے آتے ہیں لیکن یہ سننا ان کو کوئی فائدہ نہیں دیتا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام پر فرمایا کہ ”ان کی مثال ان چوپایوں کی ہے جو اپنے چرواہے کی آواز کو سنتے ہیں لیکن مطلب خاک نہیں سمجھتے۔“ ② پھر آیت زیر ذکر میں فرماتا ہے کہ آیات و دلائل و بیانات وہ دیکھتے ہیں لیکن انہیں نہ عقل ہے نہ انصاف سے کام لیتے ہیں پھر کیا ایمان لائیں گے۔ اگر ان میں کچھ بھی بھلائی کی صلاحیت ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں سننے کی توفیق دیتا اور جب وہ تمہارے پاس آتے ہیں تو جنتیں کرنے لگتے ہیں اور باطل باتیں پیش کر کے حق کے اندر بحث و مباحثہ شروع کر دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ جو کچھ تم وحی کے نام سے پیش کر رہے ہو یہ تو پہلے لوگوں کی کتابوں سے منقول ہے۔ وہ نبی اکرم ﷺ سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی ان سے دور رہتے ہیں۔ ﴿يَنْهَوْنَ﴾ کی تفسیر میں دو قول ہیں ایک تو یہ کہ اتباع حق اور تصدیق رسول اور انقیاد قرآن سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی ان سے دور رہتے ہیں۔ گویا دو فعل قبیح کرتے ہیں نہ خود فائدہ اٹھاتے ہیں نہ دوسروں کو فائدہ اٹھانے دیتے ہیں۔ اور دوسرا قول یہ ہے کہ ﴿يَنْهَوْنَ عَنْهُ﴾ سے مراد یہ ہے کہ لوگ نبی اکرم ﷺ کو تکلیف پہنچانے کی کوشش کرتے تھے تو ابوطالب انہیں روکتے تھے۔ انہیں سے متعلق یہ آیت اتری۔

سعید بن ابی بلال کہتے ہیں کہ حضرت ﷺ کے دس بچے تھے۔ بہ ظاہر آپ کے بڑے ہمدرد لیکن باطن میں آپ ﷺ =

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى النَّارِ فَقَالُوا يَا لَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُونَ مِنَ

الْمُؤْمِنِينَ ﴿۲۸﴾ بَلْ بَدَأَهُم مَّا كَانُوا يَجْحَفُونَ مِنْ قَبْلُ ۖ وَكُورُودُ الْعَادُوا لِمَا نَهَوْا

عَنْهُ وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ﴿۲۹﴾ وَقَالُوا إِنْ هِيَ إِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوثِينَ ﴿۳۰﴾

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ وَقَفُوا عَلَى رَبِّهِمْ ۖ قَالَ الْيَسُّ هَذَا بِالْحَقِّ ۖ قَالُوا بَلَىٰ وَرَبِّنَا ۖ قَالَ

فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ روزِ کھڑے کے جائیں گے تو کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کو جھوٹا نہ بتلاں اور ہم ایمان والوں سے ہو جائیں۔ [۲۸] بلکہ جس چیز کو اس کے قیل دہرایا کرتے تھے وہ ان کے سامنے آگئی ہے اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھیج دیے جائیں تب بھی یہ وہی کام کریں جس سے ان کو منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں۔ [۲۹] اور یہ کہتے ہیں کہ جینا اور کہیں نہیں صرف یہی فی الحال کا جینا ہے اور ہم زندہ نہ کئے جائیں گے۔ [۳۰] اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا یہ امر واقعی نہیں ہے۔ وہ کہیں گے بے شک تم اپنے رب کی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو اب اپنے کفر کے عوض عذاب چکھو۔ [۳۱]

== کے برخلاف۔ یہ سب قتل نبی اکرم ﷺ سے لوگوں کو روکتے تھے لیکن افسوس کہ ایمان کی برکت حاصل کرنے سے خود محروم رہ جاتے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ غیر شعوری طور پر اپنے ہی نفوس کو ہلاک کر رہے ہیں۔ وہ اس بات کو سمجھتے ہی نہیں کہ اپنی ہی ذات کو نقصان و مضرت پہنچا رہے ہیں۔

روزِ قیامت کفار کیا کہیں گے؟ [آیت: ۲۷-۳۰] اللہ تعالیٰ کفار کا حال بیان فرماتا ہے کہ جب وہ قیامت کے روز آگ کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے اور اس کے طوق اور سلاسل کو دیکھیں گے تو کہیں لگیں گے کہ کاش ہم پھر دنیا میں واپس کئے جائیں اب کی بار ہم صالح عمل کریں گے اور رب کی آیات کو نہ جھٹلائیں گے ایمان لائیں گے۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ نہیں بلکہ یہ بات ہے کہ کفر و تکذیب و معاندت کی جو باتیں انہوں نے اپنے نفوس میں چھپا رکھی تھیں وہ اب ظاہر ہو گئی ہیں اگر چہ دنیا یا آخرت میں اس کا انہوں نے انکار کیا ہو جیسا کہ ابھی اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ان کی حجت فقط یہ ہے کہ ہم مشرک نہیں تھے۔ دیکھو کہ انہوں نے کیسی جھوٹی باتیں بنائیں اور یہ بھی محتمل ہے کہ ان پر اب یہ ظاہر ہو گیا ہے کہ دنیا میں رسول کی صداقت جاننے کے باوجود وہ جو ایمان نہیں لاتے تھے اس وقت یہی معرضِ بحث میں ہے یعنی جان کر بھی ایمان نہ لانا۔ یہ چیز یہاں آ کر ظاہر ہو گئی ہے۔ دنیا میں یہ راز فاش نہ ہو سکا تھا۔ جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا کہ ”اے فرعون تو اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کو اللہ تعالیٰ ہی نے نازل فرمایا ہے۔“ اور اللہ پاک نے بھی فرعون اور قوم فرعون سے متعلق فرمایا کہ انہوں نے انکار کرنے کو کر دیا لیکن ان کے دل یقین رکھتے ہیں کہ یہ ہماری طرف سے ظلم و زیادتی ہے۔ اور یہ بھی محتمل ہے کہ اس سے مراد وہ منافقین ہوں جو لوگوں کے سامنے تو ایمان لائے ہوتے لیکن باطن میں کافر ہوتے۔ یہ کفار کے اس کلام کی خبر دی جا رہی ہے جو وہ قیامت کے روز کریں گے۔ اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ سورت مکی ہے اور نفاق =

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوا يَسْرَتَنَا
عَلَىٰ مَا قَرَرْنَا فِيهَا وَهُمْ يَحْمِلُونَ أوزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ ۗ أَلَا سَاءَ مَا يَزُرُونَ ۝ وَمَا
الْحَيَاةُ الدُّنْيَا إِلَّا لَعِبٌ وَهَوًى ۗ وَلِكُلِّ دَارٍ آخِرَةٌ خَيْرٌ لِّلَّذِينَ يَتَّقُونَ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

تجسس کرنے والے شک خوارہ میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے ملنے کی تکذیب کی یہاں تک کہ جب وہ عین وقت ان پر دفعۃً آچنچے گا کہنے لگیں گے کہ ہائے افسوس ہماری کوتاہی پر جو اس کے بارے میں ہوئی اور حالت ان کی یہ ہوگی کہ وہ اپنے بار پائی کر پر لادے ہوں گے خوب سن لو کہ بری ہوگی وہ چیز جس کو لادیں گے۔ [۳۱] اور دنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں بجز لہو و لعب کے اور پھلا گھر متقیوں کے لئے بہتر ہے۔ کیا تم سوچتے سمجھتے نہیں ہو۔ [۳۲]

تو مدینے والوں میں تھا یا اس کے اطراف کے اعراب میں پھر کی سورت میں منافقین کیسے مذکور ہو سکتے ہیں۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سورۃ مکیہ میں بھی وقوع نفاق کا ذکر فرمایا ہے اور وہ سورۃ عنکبوت ہے فرماتا ہے: ﴿وَلَيَعْلَمَنَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِينَ﴾ ۱ یعنی اللہ تعالیٰ ایمان والوں کو بھی جانتا ہے اور منافقین کو بھی۔ اسی بنا پر کہا گیا کہ منافقین جب دار الآخرت میں معائنہ عذاب کر لیں گے تو کفر و نفاق کو چھپانے کے بعد ان پر یہ بات ظاہر ہو جائے گی کہ ہمارا ایمان ظاہری ایمان تھا۔ چنانچہ یہ جو فرمایا کہ وہ چھپاتے تھے۔ اب ظاہر ہو گیا سواں کا مطلب یہ ہے کہ وہ دنیا کی طرف واپسی جو چاہتے ہیں وہ ایمان کے ساتھ رغبت و محبت کی بنا پر نہیں بلکہ جو عذاب بروز قیامت انہوں نے دیکھ لیا ہے اس سے ڈر گئے ہیں کہ اب اپنے فکری سزا ملے گی۔ اس لئے دوزخ سے وقتی طور پر بچنے کے لئے دنیا کی طرف رجعت چاہتے ہیں۔ اور اگر وہ دنیا میں پھر بھیجے بھی جائیں تو ضرور پھر کفر ہی کرنے لگیں گے اور ان کا یہ کہنا کہ اب کے ہم تکذیب نہیں کریں گے اور ایمان دار بنے رہیں گے سب غلط ہے۔ وہ تو کہتے ہیں کہ جو کچھ ہے وہ صرف یہی زندگی ہے۔ کون دوبارہ اٹھایا جاتا ہے۔ کاش تم دیکھ سکتے کہ وہ اپنے رب کے سامنے کیسے واپس ہو کر کھڑے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیوں یہ روز قیامت حق ہے کہ نہیں؟ وہ کہیں گے ہاں اے اللہ تعالیٰ تیری قسم سچ ہے۔ حکم ہوگا کہ پھر تو اپنے کفر کا مزہ چکھو۔ کیا یہ جاوے یا یہ کہ تمہیں کو دیدہ بصیرت نہیں تھا۔

منکرین قیامت کا انجام: [آیت: ۳۱-۳۲] مکذبین لقاے باری تعالیٰ اور ان کی نامرادی و مایوسی کا ذکر ہو رہا ہے کہ جب اچانک قیامت آچنچے گی تو اپنے اعمال قبیحہ پر انہیں کیسی ندامت ہوگی اور کہیں گے کہ ہائے افسوس ہم نے خلاف حق جو زیادتیاں کی تھیں ﴿فِيهَا﴾ کی تعمیر محتمل ہے کہ حیات دنیوی اور اپنے اعمال کی طرف رجوع ہو۔ اور اپنی پیشگوئیوں پر اپنے گناہوں کے بوجھ اٹھائے ہوں گے۔ حیف کہ وہ کیسا برا وزن اٹھائے ہوئے ہیں۔ قنادہ ﴿يُزُرُونَ﴾ کو ﴿يَعْمَلُونَ﴾ پڑھتے تھے۔ ابو مرزوق سے روایت ہے کہ جب کافر یا فاجر قبر سے اٹھیں گے تو ایک نہایت بد شکل مجسمہ ان کا استقبال کرے گا۔ اس کے پاس سے سخت بد بو آتی ہوگی۔ وہ کافر شخص پوچھے گا تو کون ہے؟ وہ شکل کہے گی کہ تو مجھے نہیں پہچانتا میں تیرے اعمال خبیثہ کا مجسمہ ہوں جو تو دنیا میں کرتا رہتا تھا۔ دنیا میں بہت دنوں تو مجھ پر سوار تھا اب میں تجھ پر سوار ہوں گا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿هُم يَحْمِلُونَ أوزَارَهُمْ عَلَىٰ ظُهُورِهِمْ﴾ سدی رحمہ اللہ سے

قَدْ نَعْلَمُ إِنَّهُ لَيَحْزَنُكَ الَّذِي يَقُولُونَ فَإِنَّهُمْ لَا يَكَذِبُونَ وَلَكِنَّ الظَّالِمِينَ

بِآيَاتِ اللَّهِ يَجْحَدُونَ ﴿٣٣﴾ وَلَقَدْ كَذَّبْتَ رَسُولٌ مِّن قَبْلِكَ فَصَبْرُوا عَلَى مَا كُذِّبُوا

وَأُذُوا حَتَّىٰ أَتَهُم نَصْرُنَا وَلَا مَبْدَلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ وَلَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَّبِيِّ

الرُّسُلِينَ ﴿٣٤﴾ وَإِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ فَإِنِ اسْتَطَعْتَ أَنْ تَبْتَغِيَ نَفَقًا فِي

الْأَرْضِ أَوْ سُلَّمًا فِي السَّمَاءِ فَتَأْتِيَهُمْ بِآيَةٍ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدَىٰ

فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْجَاهِلِينَ ﴿٣٥﴾ إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ

اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِمْ يُرْجَعُونَ ﴿٣٦﴾

ترجمہ: ہم خوب جانتے ہیں کہ آپ کو ان کے اقوال مغموم کرتے ہیں سو یہ لوگ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن یہ ظالم تو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔ [۳۳] اور بہت سے پیغمبر جو آپ سے پہلے ہوئے ہیں ان کی بھی تکذیب کی جا چکی ہے سو انہوں نے اس پر صبر ہی کیا کہ ان کی تکذیب کی گئی اور ان کو ایذا نہیں پہنچائی گئیں یہاں تک کہ ہماری امداد ان کو پہنچی اور اللہ تعالیٰ کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور آپ کے پاس بعض پیغمبروں کے بعض قصص پہنچ چکے ہیں۔ [۳۴] اور اگر آپ کو ان کا اعراض گراں گزرتا ہے تو اگر آپ کو یہ قدرت ہے کہ زمین میں کوئی سربگ یا آسمان میں کوئی سیرگی ڈھونڈ لو پھر کوئی مجزہ لے آؤ تو کرو اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو ان سب کو راہ پر جمع کر دیتا سو آپ نادانوں میں سے نہ ہو جائیے [۳۵] وہی لوگ قبول کرتے ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو اللہ تعالیٰ زندہ کر کے اٹھائیں گے پھر سب اللہ تعالیٰ ہی کی طرف لائے جائیں گے۔ [۳۶]

روایت ہے کہ جب کوئی گناہ کا قبر میں داخل ہوتا ہے تو اس کے پاس ایک نہایت بد شکل صورت سامنے آتی ہے۔ کالا رنگ بد بودار میلے کپڑے۔ اس کے ساتھ قبر میں سکونت پذیر ہو جاتا ہے۔ وہ اس کو دیکھ کر کہتا ہے کہ کیا ہی برا ہے تیرا چہرہ تو وہ کہے گا کہ تیرے اعمال قبیحہ کا میں عکس ہوں ایسے ہی تھے تیرے اعمال اور ایسے ہی بد بودار تھے تیرے تمام کام۔ وہ کہے گا تو ہے کون؟ تو کہے گا میں تیرا عمل ہوں۔ پھر وہ قیامت تک اس کے ساتھ قبر میں رہے گا۔ قیامت میں وہ اس سے کہے گا کہ لذات و شہوات کی شکل میں تجھ کو میں دنیا میں اٹھائے ہوئے تھا آج کے روز تو مجھے اٹھائے گا۔ چنانچہ اس کے اعمال کا مجسمہ اس کی پیٹھ پر سوار ہو کر اس کو دوزخ کی طرف لے جائے گا۔ ❶ یہی اس آیت کی وضاحت ہے۔ ارشاد ہے کہ اکثر حیات دنیوی ہو و لعب ہے اور متقیوں کے لئے تو صرف دارالآخرت ہی ہے۔

نبی ﷺ کی کوشش کہ کوئی جہنم میں نہ جائے: [آیت: ۳۳-۳۶] قوم کی تکذیب و مخالفت پر اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ کو تسکین دیتا ہے کہ ہم کو ان کی تکذیب اور تمہارے حزن و تاسف کا علم ہے جیسا کہ ایک جگہ فرمایا کہ ”ہمیں ان کی حرکت خوب معلوم ہے تم طلال نہ کرو“ اور فرمایا کہ کیا اگر یہ ایمان نہ لائے تو آپ ان کے پیچھے اپنی جان گھلا ڈالیں گے کہاں تک ان پر

صرت و افسوس کریں گے؟

کفار مکہ کی قلبی شہادت: پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت تم کو کذب سے متہم نہیں کر رہے ہیں بلکہ حق سے عناد کے سبب آیات اللہ کا انکار کرتے ہیں۔ اسی سے متعلق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ابو جہل نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ ہم تمہیں تو نہیں جھٹلاتے

بلکہ تم جو دین پیش کرتے ہو اس کو جھٹلاتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کو اتارا۔ ①

ابو یزید مدنی سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ اور ابو جہل کی ملاقات ہوئی۔ ابو جہل نے مصافحہ کیا تو اس کے ایک ساتھی نے کہا کہ کیا تم اس شخص سے مصافحہ کرتے ہو؟ تو ابو جہل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم میں جانتا ہوں کہ یقیناً یہ نبی ہے لیکن کیا کبھی اب تک ہم

عبد مناف سے دب کر رہے؟ ②

قصہ ابو جہل کے بارے میں کہا گیا ہے کہ وہ شب میں چھپ کر حضور اکرم ﷺ کی قرأت سننے کے لئے آیا۔ اسی طرح ابوسفیان بن صخر اور اخنس بن شریق بھی۔ ایک کو دوسرے کی خبر نہ تھی صبح تک تینوں چھپ کر حضور اکرم ﷺ سے قرآن سنتے رہے۔

دن کا اجالا ہونے لگا تو واپسی میں ایک سنگم پر تینوں کی ملاقات ہوگئی۔ ہر ایک نے دوسرے سے کہا کہ تم کیسے آئے تھے۔ اب سب نے آپس میں یہ معاہدہ کیا کہ ہم کو قرآن سننے کے لئے نہیں آنا چاہئے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں دیکھ کر قریش کے نوجوان بھی آنے لگیں اور آزمائش میں پڑ جائیں۔ جب دوسری رات آئی تو ہر ایک نے یہی گمان کیا کہ وہ دونوں تو نہیں آئے ہوں گے چلو قرآن سن لیں۔

غرض یہ صبح کے قریب پھر تینوں کا سنگم ہوا اور خلاف معاہدہ کرنے پر ہر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا اور دوبارہ معاہدہ کر لیا کہ اب کے نہ جائیں گے اور جب تیسری رات آئی تو پھر تینوں نبی اکرم ﷺ کی مجلس میں گئے۔ پھر صبح کے وقت معاہدہ کر لیا کہ آئندہ سے تو ہرگز نہ آئیں گے۔ اب اخنس بن شریق ابوسفیان بن حرب کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابو جہل! تمہاری کیا رائے ہے تم نے

محمد ﷺ سے جو قرآن سنا اس کے بارے میں کیا کہتے ہو؟ ابوسفیان کہنے لگا اے ابو جہل! اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے جو باتیں سنیں ان کو خوب پہچانتا ہوں اور اس کا جو مطلب ہے اس کو بھی جانتا ہوں لیکن بعض باتیں ایسی سنی ہیں جن کا مقصد اور معنی نہ سمجھ سکا۔ تو اخنس نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم یہی میری بھی حالت ہے۔ پھر اخنس وہاں سے چل کر ابو جہل کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابو جہل! محمد ﷺ سے جو

کچھ سنا تمہاری اس بارے میں کیا رائے ہے اور تم نے کیا سنا؟ تو ابو جہل نے کہا کہ ہم اور بنو عبد مناف مقام شرف کے حاصل کرنے میں ہمیشہ دست و گریباں رہے ہیں انہوں نے دعوتیں کیں تو ہم نے بھی کیں انہوں نے خیر و سخاوت کی تو ہم نے بھی کی۔ حتیٰ کہ ہم تو پاؤں جوڑے بیٹھے رہے اور وہ کہنے لگے کہ ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کا ایک پیغمبر ہے اس پر آسمان سے وحی اترتی ہے۔ تو اب ہم یہ بات

کہاں سے لائیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم ہم اس پر ایمان نہ لائیں گے اور اس کی پیغمبری کی تصدیق نہ کریں گے اور اپنے پر اس کی مسابقت کو نہ مانیں گے۔ اخنس یہ بات سن کر چلا گیا۔ ③

اور اس آیت کے بارے میں کہ وہ تمہیں نہیں جھٹلاتے آیات خداوندی کو جھٹلاتے ہیں سدی کہتے ہیں کہ بدر کے روز اخنس بن شریق نے نبی زہرہ سے کہا کہ محمد ﷺ تمہارا بھانجا ہے۔ تم اس بات کے زیادہ مستحق ہو کہ اپنے بھانجے کی طرف سے مدافعت کرو اگر درحقیقت وہ نبی ہے تو آج یوم بدر میں تم کو اس سے لڑنا ہی نہیں چاہئے۔ اور اگر وہ کاذب ہے تو اپنے بھانجے سے رک جانے کے بھی

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الانعام، ۳۰۶، وسندہ ضعیف ابواسحاق راوی مدلس ہے اور تصریح بالسماع ثابت نہیں۔ حاکم، ۳۱۵/۲۔ ② بیروایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

③ ابن ہشام، ۳۳۷/۱، دلائل النبوة، ۲/۲۰۶، وسندہ ضعیف۔

تمہیں زیادہ مستحق ہو کہ اس پر حملہ نہ کرو اور لڑائی سے الگ رہو اور اس کی مدد نہ کرو۔ اچھا ٹھہرو! میں ابوالحکم سے مل لوں۔ اگر وہ محمد ﷺ پر غالب آجائے تو تم بلا مضرت اپنے وطن واپس ہو گے اور اگر اس جنگ میں محمد ﷺ غالب آگئے تو تم نے اپنی قوم کے خلاف جنگ کی ہی نہیں تھی اس لئے شرکت جنگ سے رک ہی کیوں نہیں جاتے۔ اسی دن سے اس کا نام انصاف ہو گیا حالانکہ اس کا نام ابی تھا۔ اب انصاف اور ابو جہل کی باہم خلوت ہوئی۔ انصاف نے پوچھا کہ ابوالحکم! بھلا مجھے بتاؤ کہ محمد ﷺ سچے ہیں یا جھوٹے؟ یہاں میرے اور تمہارے سوا کوئی اور اہل قریش نہیں جو ہماری بات سن سکے۔ تو ابو جہل نے کہا کم بخت! اللہ تعالیٰ کی قسم محمد ﷺ ہے تو سچا کبھی محمد ﷺ نے جھوٹ نہیں کہا لیکن بات یہ ہے کہ جب بنو قیس ہی علم بردار بھی ہوں! ایام حج میں سقایت اور کلید برداری کعبہ کا بھی حق نہیں کو حاصل ہو پھر نبوت بھی ان کی سب مان لیں تو پھر بقیہ قریش کے لئے رہ گیا۔ اسی بنا پر اللہ پاک نے فرمایا کہ وہ تم کو نہیں جھٹلاتے ہیں بلکہ آیات خداوندی کو جھٹلاتے ہیں۔ اور محمد ﷺ بھی تو آیت اللہ ہیں۔

اور یہ قول کہ تم سے پہلے کے رسولوں کی بھی تکذیب ہو چکی ہے۔ انہوں نے صبر کیا انہیں تکلیفیں پہنچائی گئیں۔ حتیٰ کہ انہیں ہماری مدد آنی پڑی۔ اس آیت میں نبی اکرم ﷺ کو تسلی دی گئی ہے اور ان سے نصرت کا وعدہ کیا گیا ہے جیسا کہ دوسرے نبیوں کی مدد کی گئی تھی۔ حتیٰ کہ قوم کی تکذیب اور ان سے اذیت بلیغ پہنچنے کے بعد وعدہ کیا گیا کہ عاقبت تمہاری ہے چنانچہ دنیا میں بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت آگئی جیسے کہ آخرت کی نصرت حاصل ہو ہی چکی ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی بات نہیں بدلتی اور نصرت کا جو وعدہ کیا گیا ہے وہ ضرور پورا کیا جائے گا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِينَ﴾ ① اُن پھر فرمایا ﴿كَتَبَ اللَّهُ لَأَغْلِبَنَّ أَنَا وَرُسُلِي إِنَّ اللَّهَ قَوِيٌّ عَزِيزٌ﴾ ② اور قول پاک ﴿لَقَدْ جَاءَكَ مِنْ نَبِيِّ الْمُرْسَلِينَ﴾ یعنی پیغمبروں کے واقعات تو تمہیں بتائے ہی جا چکے ہیں اور ان کی تاریخ کے اندر تمہارے لئے اسوہ حسنہ ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿وَإِنْ كَانَ كِبَرَ عَلَيْكَ إِعْرَاضُهُمْ﴾ یعنی اگر تم پر ان کا اعراض کر جانا شاق گزرتا ہو تو تم اس کا علاج کر ہی کیا سکتے ہو۔ زمین میں سرنگ لگاؤ اور وہاں سے اللہ تعالیٰ کی نشانی نکال لاؤ یا آسمان پر سیڑھی لگا کر چڑھو اور اوپر سے کوئی نشانی ڈھونڈ نکالو اور لا کر پیش کرو۔ اگر ہو سکتا ہو تو ایسا بھی کر دیکھو۔ یہ کبھی ایمان لائیں گے ہی نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو ان کا ایمان لانا منظور ہی ہوتا تو انہیں ہدایت پر لایا جاتا۔ اس لئے بات کو سمجھنا حق کارنج نہ کرو بے سمجھ نہ ہو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَأَمَنَّ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا﴾ ③ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو زمین کے سب ہی باشندے ایمان لائے ہوتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ﴿وَلَوْ شَاءَ﴾ والی آیت کے بارے میں مذکور ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی یہ کوشش رہتی تھی کہ سب ہی لوگ ایمان لائیں اور ہدایت کی پیروی کرنے لگیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی کہ ایمان تو وہی لاتا ہے جس کے لئے سعادت ازل ہی میں مقرر ہو چکی ہے۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿إِنَّمَا يَسْتَجِيبُ الَّذِينَ يَسْمَعُونَ﴾ یعنی اے محمد ﷺ! تمہاری دعوت پر لیک تو وہ لوگ کہیں گے جو تمہاری بات کو سنتے ہیں اور سمجھتے ہیں اور قول پاک ﴿وَالْمَوْتَىٰ يَبْعَثُهُمُ اللَّهُ ثُمَّ إِلَيْهِ يُرْجَعُونَ﴾ یعنی ان مردوں کو اللہ تعالیٰ دوبارہ اٹھائے گا۔ پھر وہ اس کی طرف رجوع کریں گے۔ ”موتی“ سے نکال مراد ہیں کیونکہ ان کے دل مردہ ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ان کو بحالت زندگی بھی اموات کے نام سے یاد کیا اور اموات اچھا سے تشبیہ دی۔ یہ ان کی رسوائی اور تذلیل کی خاطر تھا۔

وَقَالُوا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ط قُلْ إِنَّ اللَّهَ قَادِرٌ عَلَى أَنْ يُنَزِّلَ آيَةً وَلَكِنْ

أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾ وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَيْرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحِهِ إِلَّا

أُمَّ أُمَّثَالِكُمْ ط مَا قَرَّطْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ ﴿٣٨﴾

وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمُّ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ ط مَنْ يَشَأِ اللَّهُ يُضِلَّهُ ط وَمَنْ يَشَأِ

يَجْعَلُهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿٣٩﴾

ترجمہ: اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل کیا گیا ان کے رب کی طرف سے آپ فرمادیتے کہ اللہ تعالیٰ کو بے شک پوری قدرت ہے۔ اس پر کہ وہ معجزہ نازل فرمادیں لیکن ان میں اکثر بے خبر ہیں [۳۷] اور جتنے قسم کے جاندار زمین پر چلنے والے ہیں اور جتنے قسم کے پرند جانور ہیں کہ اپنے دونوں بازوؤں سے اڑتے ہیں ان میں کوئی قسم ایسی نہیں جو کہ تمہاری طرح کے گروہ نہ ہوں ہم نے دفتر میں کوئی چیز نہیں چھوڑی پھر سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کئے جائیں گے۔ [۳۸] اور جو لوگ ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں وہ تو بہرے اور گونگے ہو رہے ہیں طرح طرح کی ظلمتوں میں اللہ تعالیٰ جس کو چاہے بے راہ کر دیں اور وہ جس کو چاہے سیدھی راہ پر لگا دیں۔ [۳۹]

معجزات کا صدور رب تعالیٰ کی مرضی سے ہوتا ہے: [آیت: ۳۷-۳۹] مشرکین کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ وہ کہتے تھے کہ ہم جس طرح چاہتے ہیں ایسی کوئی نشانی یا خارق عادت بات اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم پر کیوں نہیں اترتی۔ مثلاً زمین میں چشموں کا جاری ہو جانا وغیرہ۔ تو ارشاد ہوتا ہے کہ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ تو اس بات پر قادر ہے لیکن اس کی حکمت تاخیر کی مقتضی ہے اس لئے کہ اگر ان کے حسب نشانی اللہ تعالیٰ نازل فرمادے اور پھر وہ ایمان نہ لائیں تو خود ہی عذاب ان پر نازل ہو جائے گا۔ موت تک بھی فرصت نہ ملے گی جیسا کہ امم سابقہ کے ساتھ ہوا۔ اہل شہود کی مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔ ہم تو جو چاہیں نشان بھی دکھا سکتے ہیں اور جو چاہیں عذاب بھی کر سکتے ہیں۔

جانور، الگ امتیں اور روز حشر: اور پھر فرمایا ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ﴾ الخ چرنے چکنے والے جانور اڑنے والے پرند بھی تمہاری طرح قسم قسم کے ہیں۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان دو اب کی کئی قسمیں ہیں جن کے نام مشہور ہیں۔ قنادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”طیر“ ایک امت ہے۔ انس و جن بھی ایک ایک امت ہیں اور یہ امتیں تمہاری ہی جیسی مخلوق رب تعالیٰ ہیں۔ ﴿مَا قَرَّطْنَا﴾ الخ یعنی سب کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے کسی کو رزق دینا وہ بھولتا نہیں، خواہ وہ بری ہوں کہ بحری ہوں۔ جیسے کہ ارشاد ہے ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَّمَى اللَّهُ رِزْقَهَا﴾ ① الخ یعنی وہ ان کے اسماء اور اعداد و مقامات کو جانتا ہے حتیٰ کہ ان کی حرکات و سکنات تک کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور فرمایا ﴿وَسَاءَ لِمَنْ لَا تَحْمِلُ رِزْقَهَا﴾ الخ بہت سے جاندار ہیں جن کی روزی تیرے ذمہ نہیں انہیں اور تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی رزق دیتا ہے۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانہ خلافت میں ایک سال نڈی دل نہیں آیا۔ آپ نے دریافت =

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَتَاكُمْ عَذَابُ اللَّهِ أَوْ أَتَتْكُمُ السَّاعَةُ أَغَيْرَ اللَّهِ تَدْعُونَ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ﴿١٠٠﴾ بَلْ إِيَّاهُ تَدْعُونَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُونَ إِلَيْهِ إِنْ شَاءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُونَ ﴿١٠١﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا إِلَى أُمَمٍ مِّن قَبْلِكَ فَأَخَذْنَاهُم بِالْبَأْسَاءِ وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُونَ ﴿١٠٢﴾ فَلَوْلَا إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا تَضَرَّعُوا وَلَكِن قَسَتْ قُلُوبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٠٣﴾ فَلَمَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ أَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ حَتَّى إِذَا فَرِحُوا بِهَا أُوتُوا أَخَذْنَاهُم بَغْتَةً فَإِذَا هُمْ مُبْلِسُونَ ﴿١٠٤﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِينَ ظَلَمُوا وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٠٥﴾

ترجمہ: آپ کہیں کہ اپنا حال تو بخلاؤ کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا کوئی عذاب آ پڑے یا تم پر قیامت ہی آ پہنچے تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو پکارو گے اگر تم سچ ہو۔ [۱۰۰] بلکہ خاص اسی کو پکارنے لگو پھر جس کے لئے تم پکارو اگر وہ چاہے تو اس کو بٹھا بھی دے اور جن جن کو تم شریک ٹھہراتے ہو ان سب کو بھول بھال جاؤ۔ [۱۰۱] اور ہم نے اور امتوں کی طرف بھی جو کہ آپ سے پہلے ہو چکی ہیں پیغمبر بھیجے تھے۔ سو ہم نے ان کو تنگ دتی اور بیماری سے پکڑا تا کہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں [۱۰۲] سو جب ان کو ہماری سزا پہنچی تھی وہ ڈھیلے کیوں نہ پڑے لیکن ان کے قلوب تو سخت رہے اور شیطان ان کے اعمال کو ان کے خیال میں آراستہ کر کے دکھاتا رہا۔ [۱۰۳] پھر جب وہ لوگ ان چیزوں کو بھولے رہے جن کی ان کو نصیحت کی جاتی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کشادہ کر دیئے یہاں تک کہ جب ان چیزوں پر جو کہ ان کو ملی تھیں وہ خوب اتر آگئے ہم نے ان کو نعت پکڑایا پھر تو وہ بالکل حیرت زدہ رہ گئے [۱۰۴] پھر ظالم لوگوں کی جڑ کٹ گئی اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے جو تمام عالم کا پروردگار ہے۔ [۱۰۵]

= کیا تو کچھ معلوم نہ ہوا۔ آپ کو چونکہ تعلق خاطر تھا اس لئے عراق اور شام وغیرہ کی طرف لوگوں کو بھیج کر دریافت کر لیا کہ آیا وہاں کوئی نڈی دل آیا۔ تو یمن کی طرف سے آدمی نے چند نڈیاں نکال کر سامنے ڈال دیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں دیکھ کر تین بار اللہ اکبر کہا اور فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے کہ ”اللہ تعالیٰ نے ہزار مخلوقات پیدا کی ہیں جس میں سے چھ سو سمندری ہیں اور چار سو خشکی کی ہیں۔ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ اس نڈی والی مخلوق کو ہلاک کرے گا۔ پھر پے در پے مخلوقات کی ہلاکت کا سلسلہ ایسا قائم ہو جائے گا جیسے منکے کے دانے ٹوٹ جاتے ہیں“ ① ﴿ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّهِمْ يُحْشَرُونَ﴾ یعنی ان ساری امتوں کو پھر موت آ جائے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ بہائم کی موت ہی ان کا حشر ہوتا ہے۔ اس بارے میں ایک دوسرا قول یہ ہے کہ یہ بہائم بھی قیامت کے روز دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا ﴿وَإِذَا الْوُحُوشُ حُشِرَتْ﴾ یعنی بہائم بھی محشر میں آئیں گے۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے دو بکروں کو دیکھا کہ ایک دوسرے کو سینگ مار رہے ہیں کہا ”اے ابو ذر! کیا جانتے ہو کہ یہ کیسے لڑ رہے ہیں“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ ان میں سے ظالم کو جانتا ہے اور قیامت میں ان کا بھی فیصلہ

① ابو یعلیٰ فی المسند الكبير، مجمع الزوائد، ۷/ ۳۲۲، الموضوعات، ۳/ ۱۳، یہ روایت موضوع ہے۔

کرے گا۔" ① ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اڑتے ہوئے پرندے تک کے بارے میں علم دیا ہے۔ ② حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ "بے سینگ کی بکری قیامت کے روز سینگ والی بکری سے انتقام لے گی۔" ③ ﴿الْأُمَّمُ أُمَّتُكُمْ﴾ کے بارے میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ بہائم اور دواب اور طیر تک کو پیدا کرے گا۔ ہر ایک دوسرے سے اپنا بدلہ لیں گے پھر فرمائے گا کہ تم سب مٹی بن جاؤ۔ چنانچہ کافر بھی اس وقت یہ کہنے لگیں گے ﴿يَا لَيْتَنِي كُنْتُ تُرَابًا﴾ کاش ہم بھی مٹی ہو جاتے۔ ④ ﴿وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا صُمْ وَبُكْمٌ فِي الظُّلُمَاتِ﴾ یعنی جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے وہ اپنے جہل اور قلت علم اور عدم فہم کے سبب بہرے اور گوگوں کی طرح ہیں۔ اور پھر تاریکیوں میں ہیں کچھ دیکھ بھی نہیں سکتے۔ اب ایسے لوگ ٹھیک راستہ پر چل سکیں تو کیوں کر۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں فرماتا ہے "ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جو آگ روشن کرے تو اس پاس کی چیزیں اس کو نظر آ جائیں اس وقت آگ بجھ جائے وہ تاریکی میں رہ جائیں اور وہ کچھ نہ دیکھ سکیں۔" اور اسی لئے فرمایا ﴿مَنْ يَشَأِ اللَّهُ يُضِلَّهُ وَمَنْ يَشَأِ يُعَمِّدْهُ عَلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ وہ جن کو چاہے گمراہ ہونے دے اور جن کو چاہے صراط مستقیم پر رکھے۔ وہ اپنی تخلیق پر اپنی حسب منشاء متصرف ہے۔

عقیدہ توحید اور مشرکین مکہ: [آیت: ۴۰-۴۵] اللہ تعالیٰ اپنی خلق میں ہر طرح متصرف ہونے کی قدرت رکھتا ہے۔ نہ کوئی اس کا حکم بدل سکتا ہے نہ اس کی حکمت کو پیچھے ڈال سکتا ہے۔ اس سے مانگا جائے تو اگر وہ چاہے تو قبول کر لیتا ہے۔ فرماتا ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ناگہاں قیامت آجائے یا یکا یک اللہ تعالیٰ کا عذاب آپڑے تو تم اس کے سوا کسی کو نہیں پکارتے۔ کیونکہ جانتے ہو کہ اس عذاب کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں پھیر سکتا۔ اگر تم غیر اللہ کو رب تعالیٰ بنانے میں سچے ہو تو تجربہ کر دیکھو بلکہ تم تو اسی کو پکارو گے۔ پھر اگر وہ چاہے گا تو یہ عذاب بٹائے گا۔ ایسے وقت تم اپنے شریکوں اور بتوں سب کو بھول جاتے ہو۔ سمندر میں ہونے کی حالت میں جب کسی مشکل سے دوچار ہوتے ہو تو اللہ تعالیٰ کے سوا تمام شریکوں کو بھول جاتے ہو۔ تم سے پہلی امتوں کی طرف بھی ہم نے پیغمبروں کو بھیجا۔ اور جب انہوں نے تکذیب کی تو ہم نے فقر اور تنگی کے عذاب میں جکڑ لیا اور امراض و آلام میں مبتلا کر دیا۔ تاکہ وہ اللہ تعالیٰ ہی کو پکاریں اور اسی کی طرف خشوع و خضوع کریں۔ پھر جب ہم انہیں بتلائے عذاب کرتے ہیں تو وہ اثر گیر کیوں نہیں ہوتے۔ بات یہ ہے کہ ان کے دل پتھر ہو گئے ہیں کچھ اثر ہی نہیں ہوتا شیطان نے ان کے شرک اور معاندت کے اعمال کو ان کی نگاہوں کے سامنے اچھائنا کر پیش کیا ہوا ہے۔ پس جب وہ ہماری تمہیہ کو بھی بھول جاتے ہیں اور ایمان کو پس و پیش ڈال دیتے ہیں تو ہم پورے رزق کے دروازے ان پر کھول دیتے ہیں تاکہ وہ اور ڈھیل میں پڑ جائیں۔ سیاست اللہ تعالیٰ سے اللہ تعالیٰ ہی کی پناہ اور جب وہ دنیوی تسخعات پر چھوئے نہیں ساتے اور اپنے اموال و اولاد و رزاق میں ہم سے غافل ہو جاتے ہیں تو کیا یک ان پر عذاب آجاتا ہے یا موت آ جاتی ہے۔ اس نوبت پر وہ ہر خیر سے مایوس ہو جاتے ہیں۔

بد حالی و خوشحالی ایک آزمائش ایک ڈھیل: حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس پر رزق وسیع ہوتا ہے وہ اس بات پر غور ہی نہیں =

① احمد، ۱۶۲/۵، وسندہ ضعیف، مسند الطیالسی، ۴۸۰۔

② اس کی سند منذر الثوری اور ابو ذر رضی اللہ عنہ کے درمیان منقطع ہے البتہ اس معنی کی روایت احمد، ۱۷۳/۵ میں موجود ہے۔ جس کی سند ضعیف ہے۔

③ زوائد مسند احمد، ۱/۷۲، مسند البزار، ۳۴۴۹، وسندہ ضعیف و حدیث مسلم (۲۵۸۲) یعنی عنہ۔

④ حاکم، ۳۱۶/۲، وهو حسن۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَخَذَ اللَّهُ سَمْعَكُمْ وَأَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلَى قُلُوبِكُمْ مَنِ إِلَهٌ غَيْرُ
 اللَّهِ يَأْتِيكُمْ بِهِ ۗ أَنْظَرِكُمْ نَصْرُ الْآيَةِ ثُمَّ هُمْ يَصْذَقُونَ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ
 إِنْ أَنْتُمْ عَذَابُ اللَّهِ بَغْتَةً أَوْ جَهْرَةً هَلْ يُهْلِكُ إِلَّا الْقَوْمَ الظَّالِمُونَ ۝ وَمَا
 نُرْسِلُ الْمُرْسَلِينَ إِلَّا مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ ۗ فَمَنْ أَمَنَ وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ
 عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا يَسْهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوا
 يَفْسُقُونَ ۝

ترجمہ: آپ کہیے کہ یہ بتلاؤ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری شنوائی اور بینائی بالکل لے لے اور تمہارے دلوں پر مہر کر دے تو اللہ کے سوا اور کوئی معبود ہے کہ یہ تم کو پھر دے دے۔ آپ دیکھتے تو ہم کس طرح دلائل کو مختلف پہلوؤں سے پیش کر رہے ہیں پھر بھی یہ اعتراض کرتے ہیں۔ [۳۶]
 آپ کہیے کہ یہ بتلاؤ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آپڑے خواہ بے خبری میں یا خبرداری میں تو کیا بجز ظالم لوگوں کے اور بھی کوئی ہلاک کیا جائے گا۔ [۳۷] اور ہم پیغمبروں کو صرف اس واسطے بھیجا کرتے ہیں کہ وہ بشارت دیں اور ڈرائیں پھر جو شخص ایمان لے آئے اور درست کر لے سو ان لوگوں پر کوئی اندیشہ نہیں اور نہ وہ مغموم ہوں گے۔ [۳۸] اور جو لوگ ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلائیں ان کو عذاب لگتا ہے۔ بوجہ اس کے کہ وہ دائرہ سے نکلے ہیں۔ [۳۹]

== کرتا کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کی ایک سیاست ہے اور جس کو تنگ حالی ہو وہ بھی غور نہیں کرتا کہ اس کی آزمائش کی گئی ہے اور مہلت دی گئی ہے۔ رب کعب کی قسم جب گنہگاروں کو پکڑنا مقصود ہوتا ہے تو دنیا میں انہیں سرسبز رکھا جاتا ہے۔ قنادہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی قوم کو اس وقت تک نہیں پکڑا جب تک کہ وہ اپنی نعمت میں بدست نہیں ہو گئے۔ دھوکا نہ کھاؤ۔ فاسق اور گنہگار لوگ ہی دھوکا کھاتے ہیں۔
 ﴿أَبْوَابُ كُلِّ نَسِيءٍ﴾ سے دنیاوی راحت و فران حالی ہر اد ہے۔ ابن عاصم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب تم کسی کو دیکھو کہ اس کے معاصی کے باوجود دنیاوی عیش و تمعم اللہ تعالیٰ نے اسے دے رکھا ہے تو یقین کر لو کہ یہ اللہ تعالیٰ کی ڈھیل کا وقت گزار رہا ہے۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت پڑھی کہ جب وہ ہمیں بھول جاتے ہیں تو ہم انہیں ہر طرح کا عیش و تمعم بخشتے ہیں اور جب وہ اس پر مغرور ہو جاتے ہیں اور پھر ہماری گرفت میں آ جاتے ہیں تو ہر طرح سے مایوس بن جاتے ہیں۔ ① نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ”جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو باقی رکھنا اور ترقی دینا چاہتا ہے تو اس کو پاک دامن اور میانہ روی بخشتا ہے اور جس قوم سے اپنا رشتہ توڑ لینا چاہتا ہے تو اسے کشائش عطا فرماتا ہے اور باب خیانت اس پر کھول دیتا ہے اور جب وہ مغرور ہو جاتے ہیں تو ناگہاں اسے پکڑ لیتا ہے۔ اب وہ مایوس ہو کر بیٹھ رہتے ہیں۔ اور اس قوم کا نسیا مٹا ہوا جاتا ہے۔ حمد کی سزا اور اللہ تعالیٰ ہی کی ذات ہے۔“ ②

① احمد، ۱۴۵/۴، وسندہ ضعیف وللحدیث شواہد ضعیفہ؛ شعب الایمان، ۴۵۴۰؛ المعجم الکبیر، ۹۱۳؛ الطبری،

۱۹۵/۷؛ الاسماء والصفات، ص، ۴۸۸، الزهد، ص ۱۲۔

② مسند الفردوس، ۱/۹۷ ابن ابی حاتم وسندہ ضعیف جداً۔

قُلْ لَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ ؕ

إِنْ أَتَيْتُمُ إِلَّا مَا يُؤْتَىٰ إِلَىٰ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ ؕ أَفَلَا تَتَفَكَّرُونَ ؕ

وَأَنْذِرْ بِهِ الَّذِينَ يَخَافُونَ أَنْ يُجْشِرُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِنْ دُونِهِ وَلِيٌّ وَلَا

شَفِيعٌ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ؕ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ

يُرِيدُونَ وَجْهَهُ ؕ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ

مِنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُونَ مِنَ الظَّالِمِينَ ؕ وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ

لِيَقُولُوا أَهَؤُلَاءِ مَنَّ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنْ بَيْنِنَا ؕ أَلَيْسَ اللَّهُ بِأَعْلَمَ بِالشَّاكِرِينَ ؕ وَإِذَا

جَاءَكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِآيَاتِنَا فَقُلْ سَلَمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ

إِنَّهُ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوءًا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْ بَعْدِهِ وَأَصْلَحَ فَأَنَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ؕ

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے ہیں اور نہ میں تمام شیعوں کو جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کا اتباع کر لیتا ہوں۔ آپ کہیے کہ اندھا اور بینا کہیں برابر ہو سکتا ہے۔ سو کیا تم غور نہیں کرتے۔ [۱۵۰] اور ایسے لوگوں کو ڈرائیے جو اس بات سے اندیشہ رکھتے ہیں کہ اپنے رب کے پاس ایسی حالت سے جمع کئے جائیں گے کہ جتنے غیر اللہ ہیں نہ کوئی ان کا مددگار ہوگا اور نہ کوئی شفیع ہوگا اس امید پر کہ وہ ڈر جائیں۔ [۱۵۱] اور ان لوگوں کو نہ نکالنے جو صبح و شام اپنے پروردگار کی عبادت کرتے ہیں جس سے حاصل اس کی رضای کا قصد رکھتے ہیں ان کا حساب ذرا بھی آپ کے متعلق نہیں اور آپ کا حساب ذرا بھی ان کے متعلق نہیں کہ آپ ان کو نکال دیں۔ ورنہ آپ نامناسب کام کرنے والوں میں سے ہو جائیں گے۔ [۱۵۲] اور اسی طرح ہم نے ایک کو دوسروں کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈال رکھا ہے تاکہ یہ لوگ کہیں کیا یہ لوگ ہیں کہ ہم سب میں سے ان پر اللہ تعالیٰ نے فضل کیا ہے۔ کیا یہ بات نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ حق شناسوں کو خوب جانتا ہے۔ [۱۵۳] اور یہ لوگ جب آپ کے پاس آئیں جو کہ ہماری آجوں پر ایمان رکھتے ہیں تو یوں کہہ دیجئے کہ تم پر سلامتی ہو تمہارے رب نے مہربانی فرمانا اپنے ذمہ مقرر کر لیا ہے کہ جو شخص تم میں سے برا کام کر بیٹھے جہالت سے پھر وہ اس کے بعد توبہ کر لے اور اصلاح رکھے تو اللہ تعالیٰ کی یہ شان ہے کہ وہ بڑے مغفرت کرنے والے ہیں بڑی رحمت والے ہیں۔ [۱۵۴]

معاندین سے وعظ حق: [آیت: ۳۶-۳۹] رسول پاک ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے کہ ان مکذبین معاندین سے کہو کہ کچھ خبر ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری سماعت و بصارت کو اگر سلب کر لے جو تمہیں دے رکھا تھا جیسا کہ فرمایا ﴿هُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ﴾ اور یہ بھی محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ سماعت و بصارت کے ہوتے ہوئے انتفاع شرعی سے انہیں محروم کر دے اور حق

بات کے استفادہ سے وہ اندھے اور بہرے ہو جائیں اور یہی مطلب تھا ﴿وَحَتَمَ عَلٰی قُلُوْبِكُمْ﴾ جیسا کہ فرمایا ﴿اَمَنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ﴾ ① اور فرمایا ﴿وَاَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَحْوِلُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهٖ﴾ ② یعنی اگر وہ تمہارے دلوں پر بھی مہر لگا دے تو اللہ تعالیٰ کے سوا کون ہے جو اس مہر کو توڑ سکے۔ اسی لئے فرمایا کہ ذرا غور کرو کہ ہم اپنی باتیں کس قدر وضاحت سے بیان کر دیتے ہیں جو اس بات کی سیر حاصل دلیل ہوتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا رب تعالیٰ نہیں اور جتنے معبود اللہ کے سوا ہیں سب باطل ہیں۔ اس واضح چیز کے بعد بھی وہ اتباع حق سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی رکتے ہیں۔ کچھ جانتے ہو کہ اگر اللہ تعالیٰ کا عذاب تمہیں آپہنچے کہ اس کا تمہیں سان و گمان بھی نہ ہو یا دیکھتے دکھاتے سامنے آ جائے تو کیا اس گمراہ قوم کے سوا کوئی اور ہلاک ہوگا۔ کیونکہ یہ لوگ شرک باللہ کے سبب اللہ تعالیٰ کے جیڑے اقتدار میں ہیں، لیکن وہ لوگ نجات پا جائیں گے جو صرف ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہیں۔ ان پر نہ خوف ہے نہ حزن۔ جیسا کہ فرمایا ﴿الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَمْ يَلْبَسُوْا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ ③ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے اپنے ایمان کو شرک سے خراب نہ کیا ان کے لئے امن و امان ہے اور وہ راہ یافتہ ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہم پیغمبروں کو تو جنت کی خوش خبری اور دوزخ کی تہدید و تحویف کے لئے بھیجتے ہیں وہ نیک مؤمن بندوں کو بشارت دیتے ہیں تو کفر و گناہ کرنے والوں کو تنبیہ بھی کر دیتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ جو دل سے ایمان لائے اور نبی کی اتباع میں عمل صالح کرے تو اس پر آئندہ کی نسبت کرتے کوئی خوف نہیں اور ماضی کی نسبت کرتے انہیں کوئی حسرت اور رنج نہیں کیونکہ ان کے پچھلوں کا اللہ والی ہے۔ پھر فرمایا کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے انہیں اپنے کفر و فسق کے سبب عذاب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کیونکہ وہ ادا امر الہی سے آزاد بن گئے ہیں اور اس کے منافی اور محارم کار تکاب کرنے لگے ہیں اور اس کے حدود کو توڑنے لگے ہیں۔

غیب کے خزانوں کا مالک کون؟ [آیت: ۵۰-۵۴] اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے رسول ﷺ تم ان سے کہہ دو! کہ میں اس کا دعویٰ ہی کب کرتا ہوں کہ میرے پاس اللہ تعالیٰ کے خزانے گڑے ہیں اور نہ مجھے اس کا دعویٰ ہے کہ میں غیب کی بات جانتا ہوں۔ غیب کا علم تو صرف اللہ تعالیٰ کو ہے مجھے اس میں سے صرف اسی قدر معلوم ہے جتنا کہ اللہ تعالیٰ نے معلوم کرایا اور نہ میں کوئی فرشتہ ہوں میں تو ایک بشر ہی ہوں صرف یہ ہے کہ میری طرف اللہ تعالیٰ کی وحی آتی ہے مجھے اس نے اس کا شرف بخشا ہے اور احسان فرمایا ہے اسی لئے میں وحی کے سوا اور کسی چیز کی اتباع نہیں کرتا اور حدود وحی سے باشت بھر بھی باہر نہیں ہوتا۔ اور کہہ دو کہ کیا بیٹا اور نایبنا دونوں برابر ہو سکتے ہیں یعنی حق کی پیروی کرنے والے اور اس سے گمراہ لوگ دونوں مساوی ہو سکتے ہیں؟ کیا تم اس پر غور نہیں کرتے۔ جیسا کہ فرمایا ”کیا وہ شخص جو جانتا ہے کہ جو کچھ تیری طرف تیرے رب کی جانب سے نازل ہوا ہے حق ہے، مثل نایبنا شخص کے ہو سکتا ہے؟“

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمد ﷺ! اس قرآن کے ذریعہ تم ان لوگوں کو خوف دلاؤ جنہیں اس بات کا اندیشہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اس بات کا خوف کہ اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی ولی ہے نہ کوئی شفیع کام دے گا۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتے ہیں اور روز حساب کا اندیشہ رکھتے ہیں۔ جنہیں خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا ہونا پڑے گا۔ اس روز ان کے لئے نہ کوئی ولی ہے نہ کوئی شفیع کہ شفاعت کر کے انہیں عذاب سے چھٹکارا دلائے۔ انہیں اس دن سے ڈراؤ جس روز اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی حکومت نہیں شاید کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور اس دنیا میں ایسے عمل کریں جو انہیں قیامت کے روز عذاب سے نجات دیں اور اگر وہ اب ملے تو دگنا ملے۔

صحابہ رضی اللہ عنہم کا دفاع عرش والا خود کرتا ہے: ارشاد ہوتا ہے کہ جو لوگ صبح و شام اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں مخلصانہ طور پر تو ایسے لوگ کو اپنے پاس سے نہ ہٹانا بلکہ اپنے مخصوص ہمنشین قرار دینا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَأَصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ﴾ ① وہ لوگ رب کی صبح و شام عبادت کرتے ہیں اور دن رات کی نمازیں پڑھتے ہیں جیسا کہ فرمایا ﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ﴾ ② اور ارشاد ہوتا ہے کہ وہ لوگ یہ عمل مخلصانہ لوجہ اللہ تعالیٰ کرتے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ نہ ان کا حساب تم سے لیا جائے گا اور نہ تمہارا حساب ان سے لیا جائے گا۔ جیسا کہ نوح علیہ السلام کا قول ان لوگوں کے جواب میں جنہوں نے کہا تھا کیا ہم تم پر ایمان لائیں حالانکہ تمہاری پیروی تو گھٹیا درجہ کے لوگ کرتے ہیں تو نوح علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ مجھے تو علم نہیں کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اگر تم کچھ سمجھ رکھتے ہو تو جانے رہو کہ ان کی بات کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے وہی ان کا محاسب ہے۔ اور اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! اگر تم ان کو اپنے پاس سے ہٹا دو گے تو ظالمین میں سے سمجھے جاؤ گے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قریش کی جماعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئی وہاں حضرت خباب اور صہیب اور بلال اور عمار رضی اللہ عنہم بیٹھے ہوئے تھے۔ تو ان عزت دار لوگوں نے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! کیا تم کو قوم کے یہ لوگ پسند ہیں، کیا یہی وہ لوگ ہیں کہ ہمیں چھوڑ کر اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کیا ہے؟ اب ہم ان کے گردہ میں مل کر تمہارے تابع کیسے بن سکتے ہیں۔ تم انہیں اپنے پاس سے ہٹا دو تو پھر ہم تمہاری پیروی کریں تو یہ آیت اتری تھی۔ ③ اس موقع پر اللہ پاک نے فرمایا کہ اس طرح ہم نے بعض کو بعض کے ذریعہ رفتہ اور آزمائش میں ڈالا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اطراف ان مؤمنین ضعیفہ کو دیکھ کر ان لوگوں نے ان کی حقارت کی تھی۔ چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خلوت میں کہا کہ ہم آپ کے ساتھ شریک مجلس رہنا چاہتے ہیں یہ دیہاتی عرب اپنے پر ہماری فضیلت سے واقف ہیں۔ وہ عرب آپ کے پاس آتے رہتے ہیں ہمیں شرم آتی ہے کہ وہ لوگ ہمیں ان گھٹیا درجے کے لوگوں کے ساتھ دیکھیں ہم جب آپ کے پاس آئیں تو آپ انہیں اپنے پاس سے اٹھا دیا کیجئے اور ہم جب آپ کے پاس سے اٹھ جائیں تو چاہے پھر اپنے پاس بٹھا لیجئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا اچھا تو ان لوگوں نے کہا کہ اس معاہدہ پر ایک دستاویزی تحریر پا جائے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ منگوا دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلوایا تاکہ لکھیں۔ یہ ضعیفہ مؤمنین ایک گوشے میں بیٹھے ہوئے تھے اور یہ آیت اتری کہ انہیں اپنے پاس سے نہ ہٹانا یہ اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے ہیں۔ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کاغذ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے لے کر پھینک دیا اور ان لوگوں کو اپنے نزدیک بلا لیا۔ ④ یہ حدیث غریب ہے کیونکہ یہ آیت ملی ہے اور اقرع بن حابس اور عیینہ رضی اللہ عنہما بعد ہجرت ایمان لائے۔

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت چھ اصحاب نبی کے بارے میں اتری ہے جن میں سے ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانا چاہتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو قریب بٹھالیتے تھے تو قریش کہتے کہ ہمیں چھوڑ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں اپنے سے قریب تر کرتے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے آزمایا کہ کون ان میں کیسا ہے۔ اس امتحان کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار قریش کہتے تھے کہ کیا یہی لوگ ہیں کہ ہم پر احسان کرنے کے بجائے اللہ تعالیٰ نے ان پر احسان کیا ہے۔ ⑤ بات یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ابتداء تبلیغ کے زمانے میں غالب تر حصہ ان مردوں عورتوں اور غلاموں کا تھا جو کمزور اور نچلے درجے کے

① ۱۸/ الکہف: ۲۸۔ ② ۴۰/ غافر: ۶۰۔

③ احمد، ۱/ ۴۲۰، وسندہ ضعیف المعجم الكبير، ۱۰۵۲۰، مجمع الزوائد، ۷/ ۲۰۔

④ الطبری، ۱۱/ ۳۷۶، وسندہ ضعیف۔ ⑤ حاکم، ۳/ ۳۱۹، وابن حبان، ۶۵۳۹، وهو حدیث حسن، اس کی اصل

صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ، ۱۳/ ۲۴ میں موجود ہے۔

لوگ تھے۔ امیروں اور سرداروں میں بہت کم ایمان لائے تھے جیسے کہ قوم نوح نے حضرت نوح علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ تمہاری پیروی تو سطحی اور گھنٹیا درجے کے لوگ ہی کرتے ہیں، کوئی ممتاز اور رودار آدمی نہیں کرتا۔ اور اسی طرح ہر قتل ملک روم نے ابوسفیان سے پوچھا تھا کہ کیا قوم کے بڑے لوگ ان کی پیروی کرتے ہیں یا غریب لوگ؟ تو ابوسفیان نے کہا تھا کہ ضعفا اور غریب زیادہ تر پیرو ہیں۔ تو ہر قتل نے کہا تھا رسولوں کی پیروی پہلے ایسے ہی لوگوں نے کی ہے۔ ① مطلب یہ ہے کہ مشرکین قریش ان مؤمن ضعفا کا مذاق اڑاتے تھے اور اگر بس میں ہوتا تو انہیں اذیت پہنچاتے۔ آخر اللہ تعالیٰ نے خیر کی طرف ان لوگوں کی کیوں راہ نمائی کی۔ جس بات کی طرف ان لوگوں نے پہل کی ہے اگر وہ خیر ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں کیوں چھوڑ دیا۔ اور کہتے تھے کہ اگر اس کے تسلیم کرنے میں خیر ہوتی تو یہ ہم سے آگے بڑھتے ہی نہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب ان پر ہماری واضح آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو یہ کافر مؤمنین سے کہتے ہیں کہ بتاؤ دونوں میں اچھا کون رہا اور شریف اور عزت دار اور دولت مند کون ہے؟ اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان سے پہلے ایسی کتنی ہی قوموں کو ہلاک کر دیا جو بڑے رتھے اور اعزاز والے اور جاہ و شوکت والے تھے۔ اور جن لوگوں نے یہ کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر ان کو کیوں ترجیح دی؟ اس کے جواب میں ارشاد ہوتا ہے کہ کیا اللہ تعالیٰ سچے شکر گزاروں اور نیک دل اور اچھے کردار لوگوں کو نہیں جانتا؟ اللہ تعالیٰ ان ہی لوگوں کو توفیق دیتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نیکو کاروں کے ساتھ ہوتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ 'اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور رنگوں کو نہیں دیکھتا بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے اعمال کو دیکھتا ہے۔' ②

عکرمہ رضی اللہ عنہ سے اس آیت کے بارے میں کہ عبرت دلاؤ ان لوگوں کو جنہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے آنے کا اندیشہ تھا یہ روایت ہے کہ بنی عبد مناف کے چند کافر شرفا ابوطالب کے پاس آ کر کہنے لگے کہ اے ابوطالب! کاش تمہارا بھتیجا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے غلاموں اور حلیفوں کو اپنے پاس سے ہٹا دیتا کیونکہ وہ ہمارے غلام اور خادم ہیں اور یہ بات ہمیں بہت شاق گزرتی ہے۔ ایسی صورت میں ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کریں گے اور ان کی پیروی اور تصدیق کریں گے۔ تو ابوطالب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اس کا ذکر کیا۔ تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہنے لگے۔ اچھا ایسا بھی کر دیکھیے معلوم ہو جائے گا کہ ان کا کیا ارادہ ہے اور اس کے بعد وہ کیا کریں گے۔ تو یہ آیت اتری۔ یہاں تک کہ فرمایا 'کیا اللہ تعالیٰ شکر گزار بندوں کو نہیں جانتا۔ شکر گزار بندوں سے یہ لوگ مراد ہیں بلال، عمار بن یاسر، سالم مولیٰ ابی حذیفہ، صبیح اسید کے آزاد کردہ غلام، ابن مسعود، مقداد بن عمرو، مسعود بن القاری، واقعہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ، عمرو بن عبد عمرو، ذوالشمالین، مرہد بن ابی مرہد اور ابو مرہد الغنوی جو حمزہ بن عبد المطلب کے حلیف تھے جنی رضی اللہ عنہ اور یہ آیت قریش کے ائمہ الکفر اور ان کے حلیفوں کے بارے میں اتری تھی جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اٹھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور اپنے غلط مشورے کی معذرت کرنے لگے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ جب ہماری آیتوں پر ایمان لانے والے تمہارے پاس آتے ہیں تو ان سے کہو کہ تم پر سلامتی ہو۔ یعنی انہیں سلام کہہ کر ان کی عزت بڑھاؤ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت و سعادت کی خوش خبری دو۔ اور اسی لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نفس کریمہ پر رحمت کو واجب قرار دے لیا ہے۔ اور جو تم میں سے نادانستگی کے سبب کوئی گناہ کر بیٹھے اور پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور پھر ہمیشہ کے لئے معاصی سے باز رہے اور ارادہ کر لے کہ پھر ایسا نہ کرے گا تو اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔

① صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ۷، صحیح مسلم، ۱۷۷۳۔

② صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب تحريم ظلم المسلم وخذله واحتقاره ودمه وعرضه وماله، ۲۵۶۴، احمد،

وَكَذَلِكَ نَقِصُّ الْآيَاتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلَ الْمُجْرِمِينَ ۗ قُلْ إِنِّي نُهِيتُ أَنْ أَعْبُدَ
 الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ ۗ قُلْ لَا آتِيَهُمْ أَهْوَاءُكُمْ لَا قَدْ ضَلَلْتُمْ إِذَا وَمَا أَنَا مِنَ
 الْمُهْتَدِينَ ۗ قُلْ إِنِّي عَلَىٰ بَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّي وَكَذَّبْتُمْ بِهِ ۗ مَا عِندِي مَا تَسْتَعِجِلُونَ بِهِ ۗ
 إِن الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ ۗ يَقْضِ الْحَقُّ وَهُوَ خَيْرُ الْفَصِيلِينَ ۗ قُلْ لَوْ أَنَّ عِندِي مَا
 تَسْتَعِجِلُونَ بِهِ لَقُضِيَ الْأَمْرُ بَيْنِي وَبَيْنَكُمْ ۗ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِالظَّالِمِينَ ۗ وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ
 الْغَيْبِ لَا يُعَلِّمُهَا إِلَّا هُوَ ۗ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبُرِّ وَالْبَحْرِ ۗ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرَقَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا
 وَلَا حَبَّةٌ فِي ظُلْمِ الْأَرْضِ وَلَا رَطْبٌ وَلَا يَأْسُ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُّبِينٍ ۗ

ترجمہ: اور اسی طرح ہم آیات کی تفصیل کرتے رہتے ہیں اور تاکہ مجرمین کا طریقہ ظاہر ہو جائے۔ [۵۵] آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو اس سے
 ممانعت کی گئی ہے کہ ان کی عبادت کروں جن کی تم لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے خیال کا اتباع نہ
 کروں گا کیونکہ اس حالت میں تو میں بے راہ ہو جاؤں گا اور راہ پر چلنے والوں میں نہ رہوں گا۔ [۵۶] آپ کہہ دیجئے کہ میرے پاس تو ایک دلیل ہے
 میرے رب کی طرف سے اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو جس چیز کا تم تقاضا کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں۔ حکم کسی کا نہیں بجز اللہ تعالیٰ کے۔
 اللہ تعالیٰ واقعی بات کو بتا دیتا ہے اور سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا وہی ہے۔ [۵۷] آپ کہہ دیجئے کہ اگر میرے پاس وہ چیز ہوتی جس کا تم
 تقاضا کر رہے ہو تو میرا اور تمہارا باہمی قصہ فیصل ہو چکا ہوتا اور ظالموں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہیں خزانے تمام مخفی
 اشیاء کے ان کو کوئی نہیں جانتا بجز اللہ کے اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ خشکی میں ہیں اور جو کچھ دریاؤں میں ہیں اور کوئی پتا نہیں کرتا مگر وہ
 اس کو بھی جانتا ہے اور کوئی دانہ زمین کے تاریک حصوں میں نہیں پڑتا اور نہ کوئی تراور نہ کوئی خشک چیز گرتی ہے مگر یہ سب کتاب مبین میں ہیں۔ [۵۹]

شان رحیمیت: ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق پر اپنی تقدیر قائم کی تو عرش
 پر جو اس کی کتاب لوح محفوظ ہے اس میں تحریر فرمادیا کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔“ ① چنانچہ حضرت نے فرمایا کہ
 ”جب مخلوق کے بارے میں نفاذ حکم سے اللہ تعالیٰ فارغ ہوگا تو تخت عرش سے کتاب نکالے گا جس میں لکھا ہوگا میں ارحم الراحمین
 ہوں۔ پھر اپنی ایک یاد مٹھی بھر مخلوق کو دوزخ سے نکالے گا جنہوں نے کچھ خیر کے کام نہ کئے ہوں گے اور ان کی آنکھوں کے درمیان
 ماتھے پر لکھا ہوگا عتقاء اللہ یعنی یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ ہیں۔“ مسلمان رضی اللہ عنہ نے قول باری تعالیٰ ﴿كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلَىٰ نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ﴾
 کے بارے میں کہا ہے کہ ہم تو رات میں یہ کتب پاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کو پیدا کیا اور اپنی سورتیں پیدا کیں اور یہ مخلوق
 کے پیدا کرنے سے پہلے ہی پیدا کیں پھر مخلوق کو پیدا کر کے ان میں سے ایک رحمت مخلوق کے درمیان تقسیم کی اور اپنے پاس ننانوے
 حصے رحمت رکھی۔ اسی ایک رحمت کی برکت سے لوگ آپس میں رحمت و محبت برتتے ہیں بذل و کرم کرتے ہیں اور میل ملاپ رکھتے

① صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَيَحْلُرُ كَمَا اللَّهُ نَفْسَهُ﴾ ۷۴۰۴، صحیح مسلم، ۲۷۵۱، احمد، ۳۱۳/۲، ترمذی، ۳۵۴۳، ابن ماجہ، ۴۲۹۵، ابن حبان، ۶۱۴۳۔

ہیں۔ ناقد اور گائے اور بکری اسی رحمت میں سے حصہ لے کر اپنے بچوں کے ساتھ عذوفت برتتے ہیں اور سمندر میں دو سانپ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔ اور قیامت کے روز اللہ پاک ان سب رحمتوں کو اور اپنے پاس کی رحمت سب کو گنہگار بندوں پر صرف فرمائے گا۔ اس مضمون میں بہت سی حدیثیں وارد ہیں۔ چنانچہ معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کا کیا حق ہے؟ حق یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ بنائیں۔ پھر پوچھا کہ بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر کیا ہے؟ پھر کہا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں معاف کر دے اور جتنا عذاب نہ کرے۔ ①

عذاب بھی اللہ تعالیٰ کی مرضی سے اترتا ہے: [آیت: ۵۵-۵۹] ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح ہم نے سابقہ بیانات میں دلائل و براہین کے ذریعہ طریق رشد و ہدایت وغیرہ کو واضح کر دیا اسی طرح وہ آیتیں جن کے مخاطب محتاج ہیں وضاحت سے بیان کرتے ہیں اور اس لئے بھی کہ مجرمین کا راستہ کھل کر سامنے آ جائے۔ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دو کہ جو وحی اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے میں اسی پر بصیرت رکھتے ہوئے قائم ہوں اور تم نے تو حق کو جھٹلایا دیا ہے۔ تم جس عذاب کی جلدی کر رہے ہو وہ میرے ہاتھ کی بات نہیں۔ حکم تو صرف اللہ تعالیٰ کا چلتا ہے اگر وہ جلد تم پر عذاب لانا چاہے تو فوراً ہی آ جائے اور وہ درنگ کرنا چاہے اور اپنی حکمت عظیمہ سے تمہیں مہلت دے تو اس کا اختیار ہے۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ حق طریق اختیار فرماتا ہے وہ احکام و قضایا کے فیصلہ کرنے میں اور بندوں کے درمیان کوئی حکم نافذ کرنے میں حق پر ہوتا ہے۔ تم کہہ دو کہ اگر تم پر عذاب جلدی لانا میری اختیاری بات ہوتی تو تم جس عذاب کے مستحق ہو میں تو اس کو تم پر فوراً ہی نازل کر دیتا اور اللہ تعالیٰ تو ظلم کرنے والوں سے خوب واقف ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ اس آیت میں اور اس حدیث میں جو بخاری و مسلم سے ثابت ہے آپس میں جمع و توافق کیا ہے۔ یعنی وہ حدیث جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یوم احد سے بھی کوئی شدید دن آپ پر گزرا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "عائشہ تمہاری اس قوم سے سخت ترین تکلیف جو مجھے پہنچی وہ یوم عقبہ میں پہنچی جب کہ میں نے ابن عبد یلیل پر اپنے کو پیش کیا تو میری دعوت اس نے منظور نہیں کی۔ میں نہایت غمگین ہو کر چل کھڑا ہوا۔ مقام قرن ثعالب میں آ کر میرے حواس ٹھیک ہوئے اور میں نے سر اٹھایا تو دیکھا کہ ایک ابر میرے اوپر چھایا ہوا ہے اس میں جبرئیل دکھائی دے رہے ہیں اور مجھ سے کہہ رہے ہیں کہ یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم! تمہاری قوم نے جو تم سے کہا اللہ تعالیٰ نے سن لیا۔ ملک البجبال اللہ تعالیٰ نے تمہاری طرف بھیجا ہے کہ تا کہ تم جو چاہو اس کو حکم دو۔ ملک البجبال نے بھی آوازی اور سلام عرض کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے تمہاری طرف اسی لئے بھیجا ہے کہ تم حکم دو تو یہ دونوں پہاڑ تمہاری قوم پر گرا دوں۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں امید رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں کافروں کی نسل سے ایسے لوگ بھی پیدا کر دے جو مؤمن نکلیں اور کسی کو اللہ تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرائیں۔" ② یہ مسلم کے لفظ ہیں کہ ان پر فرشتے نے اپنا عذاب پیش کیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مہلت دینے کو کہا اور عذاب میں تاخیر کی خواہش کی تا کہ ان کی نسل سے مؤمن پیدا ہو سکیں تو اب شبہ یہ وارد ہوتا ہے کہ اس حدیث اور اللہ تعالیٰ کے قول بالا میں تطابق کس طرح ہوگا۔ سابقہ قول یہ ہے کہ جو عذاب تم مانگتے ہو اگر مجھے اس پر دسترس ہوتی تو ہمارا تمہارا فیصلہ اسی وقت ہو جاتا اور میں اسی وقت تم پر عذاب نازل کر دیتا۔ اور یہاں دسترس ہونے کے باوجود حضرت عذاب نازل نہیں فرما رہے ہیں۔

یہ شبہ یوں دور ہو سکتا ہے کہ آیت پاک تو دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ جس عذاب کو وہ طلب کرتے ہیں تو طلب کرنے پر =

① صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب ماجاء فی دعاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم أمته الی توحید اللہ تبارک وتعالیٰ، ۷۳۷۳، صحیح مسلم، ۳۰، ترمذی ۲۶۴۳، ابن ماجہ، ۴۲۹۶، احمد، ۲۲۸/۵۔ ② صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب اذا قال احدکم آمین والملائکة فی السماء فوافقت..... ۳۲۳۱، صحیح مسلم، ۱۷۹۵، السنن الکبریٰ، ۷۷۰۶، ابن حبان، ۶۵۶۱۔

وَهُوَ الَّذِي يَتَوَفَّاكُم بِاللَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُم بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثْكُمْ فِيهِ لِيُقْضَىٰ

أَجَلٌ مُّسَمًّى ۖ ثُمَّ إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ۗ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ

عِبَادِهِ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۗ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَحَدَكُمْ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا

يُفْقَرُ طُونَ ۖ ثُمَّ رُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ ۗ أَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۗ وَهُوَ أَسْرَعُ الْحَاسِبِينَ ﴿٦٣﴾

توجھ کر: اور وہ ایسا ہے کہ رات میں تمہاری روح کو ایک گونہ قبض کر دیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس کو جانتا ہے پھر تم کو جگا اٹھاتا ہے تاکہ میعاد معین تمام کر دی جائے پھر اس کی طرف تم کو جانا ہے پھر تم کو تھلائے گا جو کچھ تم کیا کرتے تھے۔ [۶۳] اور وہی اپنے بندوں کے اوپر غالب ہے برتر ہے اور تم پر نگہداشت رکھنے والے بھیجتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کو موت آ پہنچتی ہے اس کی روح ہمارے پیچھے ہوئے قبض کر لیتے ہیں اور وہ ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ [۶۳] پھر سب اپنے مالک حقیقی کے پاس لائے جائیں گے۔ خوب سن لو فیصلہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہوگا اور وہ بہت جلد حساب لے لے گا۔ [۶۳]

= وقوع عذاب ہو جاتا ہے اور حدیث میں یہ مذکور نہیں کہ انہوں نے عذاب طلب کیا تھا۔ بلکہ فرشتے نے اپنی طرف سے عذاب کی پیش کش کی تھی کہ اگر آپ چاہیں تو یہ آئینہ جو مکہ میں دو پہاڑ ہیں اور جنوباً و شمالاً اس کو گھیرے ہوئے ہیں ان پر گرا دوں لیکن نبی اکرم ﷺ نے نرمی کرنے اور تاخیر سے کام لینے کی خواہش کی۔

پھر ارشاد باری ہے کہ غیب کی باتیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”غیب کی باتیں پانچ ہیں وہ یہ کہ قیامت کا وقت اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ دوسرے پانی کا برسا۔ تیسرے یہ کہ حمل میں لڑکا ہے یا لڑکی۔ چوتھے یہ کہ کل کوئی شخص کیا کرنے والا ہے۔ پانچویں یہ کہ کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کس مقام میں مرے گا۔ اللہ تعالیٰ ہی ان باتوں سے خبردار ہے۔“ ①

حدیث عمر رضی اللہ عنہ میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام ایک وقت ایک اعرابی کی شکل و صورت میں آپ ﷺ کے پاس آئے اور ایمان و اسلام و احسان کے بارے میں آپ ﷺ سے سوالات کئے تو نبی اکرم ﷺ نے جواب کے ضمن میں فرمایا تھا کہ ”پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ پھر آیت تلاوت کی ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ الخ اور تو کہ ﴿وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبُرِّ وَالْبَحْرِ﴾ یعنی اس کا علم کریم جمع موجودات بری و بحری پر محیط ہے زمین اور آسمان کا کوئی ذرہ اس سے مخفی نہیں۔“ ② صرصری نے کیا خوب کہا ہے۔

فَلَا يَخْفَىٰ عَلَيْهِ السِّرُّ أَمَا تَرَ أَيُّ لِنَاظِرٍ أَوْ تَوَارَىٰ

یعنی ”اللہ تعالیٰ سے کوئی ذرہ بھی مخفی نہیں رہ سکتا۔ خواہ دیکھنے والوں سے کوئی چیز کھلی رہے یا ڈھکی رہے۔“

اللہ تعالیٰ کا فرمان ﴿وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَرْدَةٍ إِلَّا يَعْلَمُهَا﴾ جب وہ جمادات تک کی حرکات کو جانتا ہے تو پھر حیوانات اور خصوصاً جن و انس کی حرکات و افعال کو کیسے نہ جانے گا جب کہ وہ مکلف بھی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانعام باب ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ ۶۲۲۷، السنن الکبریٰ، ۷۷۲۸۔

② صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الإیمان والإسلام..... ۵۰، صحیح مسلم، ۹،

ترمذی، ۲۶۱۰، ابن ماجہ، ۶۳، ابن حبان، ۱۶۸۔

الصُّدُورِ» بروبحر کے ہر شہرتک پر ایک فرشتہ موکل ہے جو چٹوں کے گرنے تک کی یادداشت رکھتا ہے۔ کتاب لوح محفوظ میں ہر رب دیا بس ہر سیدی نیز صی بات اور زمین کی تاریکیوں کے اندر کا ایک ایک ذرہ تک لکھا ہوا ہے۔ ہر درخت بلکہ سوئی کے ناکے پر بھی فرشتہ مقرر ہے یعنی لکھتا ہے کہ کب یہ تروتازہ ہوا اور کب سوکھ گیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے دوات کو پیدا کیا اور الواح پیدا کئے اور دنیا میں تمام ہونے والے امور درج کئے کہ کیسی مخلوق پیدا ہوگی رزق اس کو حلال ملے گا یا حرام عمل اس کا نیک ہوگا یا بد۔ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تیسری زمین سے نیچے اور چوٹی کے اوپر کے جنوں نے تمہارے لیے ظاہر ہونا چاہا لیکن ان کا نور اور روشنی کسی زاویہ سے بھی تمہیں دکھائی نہ دے سکی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خواتیم ہیں کہ ہر خاتم پر ایک فرشتہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر روز ایک فرشتہ کو بھیج کر کہتا ہے کہ جو خاتم تیرے حوالے ہے اس کی حفاظت کر۔

موت صغریٰ و کبریٰ کا بیان: [آیت: ۶۰-۶۲] اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو رات کے وقت بوقت خواب وفات دیتا ہے۔ اور یہ وفات اصغر ہے جیسا کہ فرمایا جب اللہ تعالیٰ نے کہا اے عیسیٰ میں تمہیں وفات دینے والا ہوں اور اپنی طرف تمہیں اٹھالینے والا ہوں ① اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ موت کے وقت نفوس کو وفات دے دیتا ہے اور جو بحالت خواب مر نہیں جاتے ہیں وہ ایسے نفوس ہوتے ہیں ان پر طاری ہونے والی موت روک دی جاتی ہے اور ان پر دوسری موت بھیجی جاتی ہے یعنی نیند اور یہ مقررہ موت تک ہوتا رہتا ہے۔ اس آیت میں دو وفاتوں کا ذکر کیا گیا ہے ایک موت کبریٰ دوسری موت صغریٰ۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ وہ رات کے وقت تم کو وفات دے دیتا ہے تم کا رو بار سے رک جاتے ہو لیکن دن میں تم اپنے کام میں لگے رہتے ہو اور وہ تمہارے دن بھر کے اعمال کو جانتا ہے۔ یہ ایک جملہ معترضہ ہے جو اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم اپنی مخلوق پر کیسا محیط ہے۔ رات کے وقت حالت سکون میں اور دن میں بحالت حرکات۔ جیسا کہ فرمایا ﴿سَوَاءٌ مِّنْكُمْ مَنْ أَسْرَأَ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهِ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍ بِاللَّيْلِ وَسَارِبٌ بِالنَّهَارِ﴾ یعنی چھپا دکھلا رات کا یادن کے سب امور کا اسے علم ہے۔ اور فرمایا ﴿وَمَنْ زَحَمْتِهِ جَعَلَ لَكُمْ الْبَيْلَ وَالنَّهَارَ﴾ ② یعنی یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ تمہارے لئے دن اور رات بنائے تاکہ رات میں سکون حاصل کرو اور دن میں کماد کھاؤ۔ ③ اور فرمایا کہ ہم نے رات کو تمہارے لئے لباس بنایا اور دن کو طلب معاش کا وقت۔ ④ اسی لئے آیت زیر ذکر میں فرماتا ہے کہ رات کو وہ مار دیتا ہے اور دن میں جو اعمال تم نے کر رکھے ہیں انہیں جانتا ہے۔ پھر اس ظاہری موت کے بعد دن کے وقت پھر تمہیں جیتا جاگتا اٹھاتا ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”ہر انسان کے ساتھ ایک فرشتہ ہوتا ہے جب وہ سو جائے تو اس کے نفس کو لے لیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے پاس لے جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ فرمائے کہ روک رکھ تو روک لیتا ہے ورنہ پھر اس کے جسم میں واپس کر دیتا ہے“ ⑤ ﴿هُوَ الَّذِي يَتَوَفَّكُم بِاللَّيْلِ﴾ کا بھی مطلب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿لِيُقْضَىٰ أَجَلٌ مُّسَمًّى﴾ یعنی ہر شخص کا مقررہ وقت پورا ہو جانے پر اس کی جان اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچادی جاتی ہے۔ اللہ پاک اس کو بتلا دیتا ہے کہ تو کیا عمل کرتا تھا اور پھر اس کا بدلہ دیتا ہے۔ خیر ہو تو خیر کا بدلہ بد ہے تو بد۔ قولہ ﴿وَهُوَ الْغَايُورُ فَوْقَ عِبَادِهِ﴾ یعنی وہ ہر چیز پر غالب ہے اور ہر شے اس کے سامنے جھکی ہوئی ہے اس نے انسان پر ملائکہ مقرر کر رکھے ہیں جو اس کی ہر آن حفاظت کرتے ہیں۔ جیسے کہ فرمایا کہ انسان کے آگے پیچھے فرشتے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿إِنَّ عَلَيْكُمْ لَحَافِظِينَ﴾ ⑥ اور فرمایا ﴿إِذْ يَتَلَفَّى الْمُتَلَقِينَ﴾ ⑦ اور =

① ۳/ آل عمران: ۵۵۔ ② ۲۸/ القصص: ۷۳۔ ③ ۷۸/ النبا: ۱۰۔ ④ ۷۸/ النبا: ۱۰۔

⑤ یہ روایت سرل یعنی ضعیف ہے اشحاک کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے لقاء وماع ثابت نہیں۔ ⑥ ۸۲/ الانفاطار: ۱۰۔ ⑦ ۵۰/ ق: ۱۷، ۱۸۔

قُلْ مَنْ يُنَجِّكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالْبَحْرِ تَدْعُونَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَئِنْ أَنْجَيْنَا

مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ۝ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ

ثُمَّ أَنْتُمْ تُشْرِكُونَ ۝ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ أَوْ

مِنْ تَحْتِ أَرْضِكُمْ أَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيْعًا وَيُذِيقَ بَعْضَكُمْ بَأْسَ بَعْضٍ ۗ أَنْظُرْ

كَيْفَ نَصَرَفِ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُونَ ۝

ترجمہ: آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو خشکی اور دریا کی ظلمات سے اس حالت میں نجات دے دیتا ہے کہ تم اس کو پکارتے ہو تذل ظاہر کر کے اور چپکے چپکے کہ اگر آپ ہم کو ان سے نجات دے دیں تو ہم ضرور حق شناسی والوں سے ہو جائیں۔ [۶۳] آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی تم کو ان سے نجات دیتا ہے اور برغم سے۔ تم پھر بھی شرک کرنے لگتے ہو۔ [۶۳] آپ کہیے کہ اس پر بھی وہی قادر ہے کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے یا تمہارے پاؤں تلے سے یا کہ تم کو گروہ گروہ کر کے سب کو بھڑا دے اور تمہارے ایک کو دوسرے کی لڑائی چکھا دے آپ دیکھئے تو سہی ہم کس طرح دلائل مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں شاید وہ سمجھ جائیں۔ [۶۵]

= فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کو موت آجاتی ہے تو ہمارے ملائکہ اس کی روح قبض کر لیتے ہیں۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ملک الموت کے کئی فرشتے مددگار ہیں۔ جو جسم سے روح کھینچتے ہیں اور جب حلق تک وہ روح آ پہنچتی ہے تو ملک الموت قبض کر لیتے ہیں اور اس کا ذکر بوقت تفسیر آیت ﴿يَسِئَتِ اللَّيْلُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ﴾ ② میں آگے آگے گا۔ پھر فرمایا ﴿وَهُمْ لَا يُفْقَرُونَ﴾ یعنی وہ روح متونی کی حفاظت میں کوئی کمی نہیں کرتے۔ پھر اس کو وہاں پہنچا دیتے ہیں جہاں اللہ تعالیٰ کی مرضی ہوتی ہے۔ اگر وہ نیک ہو تو علیین میں جگہ دی جاتی ہے اور اگر فاجر ہو تو جہنم میں جو دوزخ کا طبقہ ہے اللہ تعالیٰ کی پناہ۔ پھر یہ ملائکہ ان روحوں کو اپنے مولائے حق کی طرف پھیر دیتے ہیں۔

نیک اور بدروح کا انجام: یہاں ہم ایک حدیث ذکر کرتے ہیں جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مرنے والے کے پاس ملائکہ آتے ہیں اگر وہ مرد صالح ہو تو کہتے ہیں کہ آ جا اے نفس طیبہ! تو جسد طیب میں تھا دینا سے محمود واپس آ۔ تجھ کو جنت کے روح و ایمان کی خوش خبری ہے اللہ تعالیٰ تجھ سے ناراض نہیں۔ جب یہ مسلسل کہتے رہتے ہیں تو روح جسم سے نکل آتی ہے وہ اسے لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں آسمان کا دروازہ اس کے لئے کھل جاتا ہے۔ پوچھا جاتا ہے کون ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں کی روح ہے تو آسمان کے فرشتے کہتے ہیں کہ ”مر جا اے نفس طیبہ تو جسم طیب میں تھا۔ تجھے خوش خبری ہے۔“ یہاں تک کہ وہ اسے لے کر آسمان تک پہنچتے ہیں جہاں اللہ پاک ہے۔ اور اگر وہ جان بدکار کی جان ہے تو کہتے ہیں کہ ”اے خبیث جسم میں رہنے والی خبیث جان! نکل ذلیل بن کر تجھے جہنم و عساق کی خوش خبری ہے اور تیرے لئے اسی پیپ اور آب گرم کی طرح اور دوسرے عذاب بھی ہیں۔“ بار بار کہنے کے بعد جب وہ نکلتی ہے تو اسے لے کر آسمان پر چڑھ جاتے ہیں۔ دروازہ کھل جاتا ہے پوچھا جاتا ہے کون ہے؟

کہا جاتا ہے فلاں۔ تو فرشتے کہتے ہیں لعنت ہے تجھ پر اے نفس خبیثہ! تیرے لئے آسمان کا دروازہ نہیں کھلے گا پھر وہ جان اپنی قبر کی طرف واپس کر دی جاتی ہے۔“ ① یہ حدیث غریب ہے۔ اور محتمل ہے کہ یہ مراد ہو کہ ﴿فَمُذْذَبُوا﴾ یعنی ساری مخلوق کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی طرف رد کیا جائے گا اور اللہ پاک حسب انصاف ان پر حکم صادر فرمائے گا جیسا کہ فرمایا ﴿إِنَّ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ لَمَجْمُوعُونَ إِلَىٰ مِيقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ﴾ ② اور پھر وارد ہے ﴿وَحَسْرَتُهُمْ فَلَمَّ مَغَادِرُ مِنْهُمْ أَحَدًا﴾ ③ یعنی اولین و آخرین سب کو بروز قیامت جمع کیا جائے گا۔ ہم سب کو اٹھائیں گے۔ کسی کو نہیں چھوڑیں گے اور اللہ تعالیٰ کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔ وہ مولائے حق ہے حکم صرف اسی کا چلتا ہے۔ وہ بہت جلد سب کا حساب لے گا۔

مشرکین بھی مشکل کے وقت صرف اللہ تعالیٰ کو ہی پکارتے تھے: [آیت: ۶۳-۶۵] اللہ اپنے بندوں پر احسان کا ذکر فرما رہا ہے کہ ہم نے بروجر کی تاریکیوں سے ان پریشان حالوں کو کیسے نجات دی جب کہ بری مشکلات اور بحری گرداب میں پھنس گئے تھے جہاں مخالف ہوائیں چل رہی تھیں اور اس وقت وہ دعا کے لئے اللہ تعالیٰ واحد کو مخصوص کر رہے تھے۔ جیسا کہ ایک جگہ فرمایا کہ جب تمہیں سمندر میں کسی مضرت سے سابقہ پڑتا ہے تو اس وقت یہ سارے شرکاء کو بھول جاتے ہیں کوئی بت یاد نہیں آتا اور یاد آتا ہے تو صرف اللہ رب العزت۔ قول پاک ہے کہ تمہارا رب وہی اللہ تعالیٰ تو ہے جو بحر در میں تمہیں لے چلتا ہے اور جب جہاز خوشگوار اور موافق ہوا کے ساتھ چلتے ہیں تو بڑے خوش رہتے ہو اور جب با مخالف چلتی ہے اور ہر طرف سے موجیں مگر دیتی رہتی ہیں اور یقین ہو جاتا ہے کہ اب تو موت میں گھر گئے تو بڑے خلوص سے اللہ تعالیٰ کو پکارتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ اگر اس مصیبت سے تو ہمیں نجات بخشے گا تو ہم بہت شکر گزار بندے بنیں گے۔ ④ اور ارشاد ہوتا ہے کہ غور تو کرو کہ بحر و بر کی تاریکیوں میں تمہیں سیدھی راہ کون چلاتا ہے۔ اور خوش آئند ہواؤں کو اپنی رحمت سے کون بھیجتا ہے کیا اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی اور اللہ تعالیٰ بھی ہے جسے تم نے شریک بنا لیا ہو۔ اور یہ آیت کریمہ کہ ظلمات، بحر و بر سے کون نجات دیتا ہے جس کو تم سر اوعلادیہ پکارتے ہو کہ اگر تو ہمیں نجات دے تو ہم شکر گزار بنیں گے۔ کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں اس سے اور ہر درد و کرب سے نجات بخشی ہے۔ لیکن تم پھر بھی خوش حالی میں بتوں کو اس کا شریک بناتے ہو۔ اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ تم پر عذاب نازل فرمائے جیسا کہ سورہ بنی اسرائیل میں ہے کہ تمہارا رب ہی جہازوں کو سمندر میں چلاتا ہے تاکہ تم دولت کماد۔ وہ تم پر رحیم و کریم ہے۔ اور جب تمہیں کوئی مضرت آ پہنچتی ہے تو اپنے سب بتوں کو بھول جاتے ہو اور اللہ تعالیٰ ہی یاد رہتا ہے اور جب سمندر کے خطرات سے بچا کر خشکی پر لاکھڑا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے اعراض کر جاتے ہو۔ انسان بڑا ہی ناشکر گزار ہے زمین پر آنے کے بعد کیا تم بچ گئے وہ چاہے تو پانی میں ڈبوئے کی طرح کیا زمین کے اندر بھی تمہیں نہیں دھنسا سکتا۔ یا تم پر آسمان سے پتھر اؤ ہو جائے اور پھر کوئی تمہارا مددگار نہ ہو۔ وہ تمہیں پھر سمندر کا سفر کرا کے اور با مخالف کو بھیج کر تمہیں غرق کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ قادر ہے کہ چاہے تو تمہارے سر کے اوپر سے یا تمہارے پیروں تلے ہی سے تم پر عذاب بھیج دے۔ یہ مشرکین سے خطاب تھا۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ تشبیہ امت محمد کے لئے ہے۔ یہاں ہم چند احادیث ذکر کریں گے جو اسی سے متعلق ہیں۔ بھروسہ اللہ تعالیٰ ہی پر ہے۔

① ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ذکر الموت والاستعداد له، ۴۲۶۲، وسندہ صحیح، احمد، ۲/۳۶۴، ۳۶۵، السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۴۴۲، الشریعة للآجری، ص ۳۹۲، الایمان لابن مندہ، ۱۰۶۸۔
 ② ۵۶/الواقعة: ۵۰۔ ③ ۱۸/الکہف: ۴۷۔ ④ ۱۰/یونس: ۲۲۔

بخاری رضی اللہ عنہ نے اس آیت مندرجہ بالا کے بارے میں فرمایا کہ ﴿يَلْبِسْكُمْ﴾ یعنی تم فرتے بن بن کر آپس میں تفرقہ بندیاں کرنے لگو اور ایک دوسرے سے لڑ بیٹھو۔ یعنی اللہ تعالیٰ چاہے تو ایسے عذاب میں تمہیں مبتلا فرما سکتا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے لئے رحمت کی دعائیں: جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب یہ آیت اتری یعنی ﴿عَذَابًا مِّنْ لَّوْفِكُمْ﴾ والی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((أَعُوذُ بِوَجْهِكَ)) اور ﴿تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ﴾ کے وقت بھی فرمایا ((أَعُوذُ بِوَجْهِكَ)) یعنی اے اللہ تعالیٰ تیری پناہ۔ اور جب ﴿أَوْ يَلْبِسْكُمْ شَيْعًا﴾ سنا تو فرمایا ”یہ نسبتا اہل ہے۔“ ① جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ آیت اتری کہ ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ﴾ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ((أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ ذَلِكَ)) پھر ﴿مَنْ تَحْتِ أَرْجُلِكُمْ﴾ سن کر بھی فرمایا ((أَعُوذُ بِاللَّهِ)) پھر ﴿يَلْبِسْكُمْ شَيْعًا﴾ سن کر فرمایا ”یہ آسان تر ہے۔“ اگر اس پر بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم پناہ مانگتے تو مانگ سکتے تھے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے کہ اس آیت کو سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”یہ بات ہو کر رہے گی اور ابھی تک ہوئی نہیں ہے۔“ ②

ایک حدیث سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے اور مسجد بنی معاویہ میں آئے وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو رکعتیں پڑھیں۔ ہم نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم دیر تک رب عزوجل سے مناجات میں مصروف رہے پھر فرمانے لگے کہ ”میں نے تین باتوں کی اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ میری امت فرعونوں کی طرح غرق ہو کر تباہ نہ ہو اور قحط سے ہلاک نہ ہو اور ان کے گروہوں کے اندر جنگ برپا نہ ہو جائے تو پہلی دو باتیں تو منظور کر لی گئیں اور تیسری بات منظور نہ کی گئی۔“ ③

جابر بن عثیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہمارے پاس عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما مقام بنی معاویہ میں آئے جو انصار کا ایک گاؤں ہے اور کہا کیا تم جانتے ہو کہ تمہاری اس مسجد میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہاں نماز پڑھی تھی؟ میں نے کہا ہاں۔ اور ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ پھر پوچھا وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کن تین باتوں کی دعا کی تھی۔ میں نے کہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کی تھی کہ ”کوئی دشمن میری امت پر غالب نہ ہو اور قحط انہیں ہلاک نہ کرے۔ تو یہ دونوں باتیں منظور کر لی گئیں اور یہ بھی دعا کی تھی کہ ان کی آپس میں جنگ نہ ہو تو یہ دعا قبول نہ ہوئی۔“ تو عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ تم نے ٹھیک کہا۔ چنانچہ قیامت تک مسلمانوں کی آپس میں جنگیں ہوتی رہیں گی۔ ④ یہ حدیث صحاح ستہ میں درج نہیں ہے لیکن اس کی اسناد جید اور قوی ہے۔

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو کہا گیا کہ ابھی چلے گئے ہیں۔ جہاں جاتا کہا جاتا کہ ابھی یہاں سے چلے گئے۔ حتیٰ کہ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک جگہ نماز پڑھتے دیکھا۔ میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھنے کھڑا ہو گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت لمبی نماز پڑھی۔ نماز کے بعد میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے بڑی لمبی نماز پڑھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانعام باب ﴿قل هو القادر علی ان یبعث علیکم عذابا من فوقکم.....﴾ ۶۶۲۸، ترمذی، ۳۰۶۵، مسند ابی یعلیٰ، ۱۹۸۲، ابن حبان، ۷۲۲۰۔ ② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة

الانعام، ۳۰۶۶، وسندہ ضعیف، احمد، ۱۷۱/۱، اس کی سند میں ابوبکر بن ابی مریم ضعیف راوی ہے۔

③ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب هلاک هذه الامة بعضهم ببعض، ۲۸۹۰، احمد، ۱۷۵/۱، مسند ابی یعلیٰ، ۷۳۴،

ابن حبان، ۷۲۳۶۔ ④ احمد، ۴۴۵/۵، المؤطا امام مالک ۱/۲۱۶، ح ۵۰۴ وهو حدیث صحیح۔ المعجم الکبیر،

۱۷۸۱، مجمع الزوائد، ۷/۲۲۱۔

نے فرمایا ”میں صلوٰۃ خوف و رغبت پڑھ رہا تھا۔“ پھر آپ ﷺ نے انہیں اپنی تین دعاؤں کا ذکر فرمایا۔ ①

خباب بن ارت رضی اللہ عنہ مولیٰ بنی زہرہ سے روایت ہے جو بدر میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ حاضر تھے کہتے ہیں کہ ایک دن میں تمام رات نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا رہا۔ حتیٰ کہ جب آپ ﷺ نے نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آج آپ نے ایسی نماز پڑھی کہ میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں یہ نماز امید ورجا کی تھی جس کے بعد میں نے اللہ تعالیٰ سے تین باتوں کی درخواست کی تھی۔“ اس کے بعد پوری حدیث مذکور ہے۔ ② اس کو صحاح ستہ میں نسائی نے روایت کیا ہے۔ ابو مالک کہتے ہیں کہ میں نے اس سے کہا کہ اے نافع بن خالد خزاعی! کیا یہ حدیث تم نے رسول اللہ ﷺ کی زبان سے سنی ہے؟ تو کہا ہاں میں نے ان لوگوں سے سنا جنہوں نے خود نبی اکرم ﷺ کی زبان سے سنا تھا۔

شہاد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”میرے لئے زمین کے مشرق و مغرب قریب کر دیے گئے اور یہ کہ میری امت ان سب پر مالک ہو جائے گی۔ اور مجھے دونوں خزانے دیے گئے ہیں۔ خزانہ امیض بھی اور خزانہ اعر بھی۔ اور میں نے سوال کیا تھا کہ اس کے ساتھ اے اللہ تعالیٰ یہ بھی ہو کہ میری امت قحط سے نمرے اور نہ کوئی دشمن ان پر ایسا مسلط ہو کہ عمومی ہلاکت لا ڈالے اور ان میں گروہ بندی نہ ہو جائے کہ ایک دوسرے سے جنگ کرنے لگیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے محمد ﷺ! میں نے جو تقدیر قائم کر دی وہ ہو کر رہے گی۔ میں نے تمہاری دونوں باتیں تو منظور کیں لیکن تمہاری امت بعض کو بعض ہلاک کرے گی یا قید کیا کرے گی۔“ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”مجھے اگر اپنی امت پر خوف ہے تو گمراہ اماموں اور سرداروں کا ہے۔ جب ایک بار میری امت میں تلوار چل پڑے گی تو پھر نہ رکے گی اور قیامت تک آپس میں جنگ و جدال کا سلسلہ قائم رہے گا۔“ ③

نافع بن خالد خزاعی رضی اللہ عنہ نے اپنے باپ سے روایت کی ہے جو کہ اصحاب رسول سے تھے اور بیعت رضوان تحت العجر میں سے تھے کہ ایک دن نبی اکرم ﷺ نے نماز پڑھی لوگ آپ ﷺ کو گھیرے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ نے ہلکی نماز پڑھی لیکن رکوع و سجود کامل کیا۔ لیکن جب جلوس کیا تو جلوس بہت طویل تھا۔ حتیٰ کہ ہم میں سے بعض بعض کو اشارہ کرنے لگے کہ شاید نبی اکرم ﷺ پر وحی اتر رہی ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”نہیں میں صلوٰۃ رغبت و رہبت پڑھ رہا تھا۔“ پھر ان تینوں باتوں کی پوری حدیث ورج ہے۔ وہ یہ حدیث سنا چکے تو میں نے کہا کیا تمہارے باپ نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے؟ تو کہا ہاں نبی اکرم ﷺ کی زبان سے سنا ہے اور اپنی ان دس انگلیوں کے برابر دس دفعہ۔ ④

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”میں نے اللہ عز و جل سے دعا کی تھی کہ میری امت کو چار چیزوں سے دور رکھ۔ چنانچہ دو باتوں سے اللہ تعالیٰ نے میری امت کو محفوظ رکھا اور دو سے نہیں رکھا۔ میں نے دعا کی تھی کہ میری امت پر آسمان سے پتھر اوند نہ ہو اور اہل فرعون کی طرح وہ غرق ہو کر نہ مریں اور ان میں تفرقہ گیری نہ ہو اور یہ کہ وہ ایک دوسرے سے جنگ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ نے پتھر اوند ہونے اور غرق سے محفوظ رہنے کی دعائیں تو قبول کر لیں لیکن آپس میں تفرقہ پسندی اور گروہ بندی اور

① ابن ماجہ، کتاب الفتن، ما یکون من الفتن، ۳۹۵۱، وهو صحیح، احمد، ۲۴۰/۵، ابن خزیمہ، ۱۲۱۸۔

② ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی سؤال النبی ﷺ ثلاثا فی امته، ۲۱۷۵، وسندہ صحیح، نسائی، ۱۶۳۹،

احمد، ۱۰۸/۵، ۱۰۹، ابن حبان، ۷۲۳۶، المعجم الکبیر، ۳۶۲۱۔

③ احمد، ۱۲۳/۴، وهو حدیث صحیح، مسند البزار، ۳۲۹۱۔

④ المعجم الکبیر، ۴۱۱۴، وهو حدیث حسن، مسند البزار، ۳۲۸۹، مجمع الزوائد، ۷/۲۲۳۔

جنگ و قتال باقی رہا۔^①

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری ﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ﴾ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھے وضو کیا اور دعا مانگنے لگے کہ ”اے اللہ امیری امت پر اوپر اور نیچے سے عذاب نازل نہ فرما اور ان میں گروہ بندی اور جنگ نہ ہو تو جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے تمہاری امت کو آسمان سے عذاب نازل ہونے اور پاؤں تلے سے عذاب ایلنے سے محفوظ کر دیا ہے۔“^②

اس کے بعد اور کئی حدیثیں اسی نوعیت اور اسی مضمون کی درج ہیں۔ جن کا بار بار ذکر ترجمہ و تفسیر پڑھنے والے کے لئے غیر ضروری ہے۔

آسمانی عذاب سے پتھر اور مادہ ہے اور پاؤں تلے کے عذاب سے زمین میں وحش جانا مراد ہے۔ یہ چار چیزیں تھیں جن میں سے دو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پچیس برس بعد ہی ظاہر ہونے لگیں یعنی آپس میں اختلاف رائے اور گروہ بندی اور مسلمانوں کی دو پارٹیوں میں جنگ و جدال۔ رجم اور حسف سے امت محمد محفوظ و مامون رکھی گئی۔

اس آیت کے بارے میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ مسجد میں یا منبر پر بیچ بیچ کر فرماتے تھے کہ اے لوگو! تم پر اللہ تعالیٰ کی آیت اتری چکی ہے اگر عذاب آسمان سے آئے گا تو کوئی نہیں بچے گا اور اگر پاؤں تلے سے آئے گا تو تم زمین میں وحش کر ہلاک ہو جاؤ گے اگر جماعتوں میں بٹ جاؤ گے اور آپس میں جنگ چھڑ جائے گی تو یہ سب سے بدتر بات ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ اس آیت میں ﴿عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾ سے برے پیشوا مراد ہیں اور ﴿تَحْتِ اَرْضِكُمْ﴾ سے برے خادم اور برے حیر مراد ہیں یا یہ کہ امر اور غیر مراد ہیں۔

ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگرچہ یہ قول ایک توجیہ رکھتا ہے لیکن قول اول اظہر اور قوی ہے۔ ابن جریر فرماتے ہیں کہ اس کی صحت کی گواہی اللہ پاک کا یہ قول دیتا ہے ﴿ءَاٰمَنْتُمْ مِّنْ فِی السَّمٰوٰتِ﴾ یعنی کیا تم اس سے محفوظ ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں زمین میں دھنسا دے اور وہ بھڑکنے اور ایلنے لگے یا اس بات سے محفوظ ہو کہ آسمان سے پہلے کی قوموں کی طرح پتھر برسائے۔ عن قریب تم جان لو گے کہ میری اندیشہ دہانی کتنی صحیح تھی۔^③ اور حدیث میں ہے کہ یہ آسمان سے پتھر برسنے زمین میں دھنسا اور صورتوں کا مسخ ہو جانا یہ سب اس امت میں ہوگا اور یہ قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔^④ قیامت سے پہلے ان آیات کا ظہور ہوگا اور ان شاء اللہ تعالیٰ اس کا ذکر اپنے موقع پر آئے گا۔

﴿يَلْبِسْكُمْ شِيْعًا﴾ سے مراد فرقہ ہائے مختلفہ ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی ایک فرقہ کوچھوڑ کے باقی سب ناری اور دوزخی ہوں گے۔“^⑤ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ بعض کو بعض پر عذاب و قتل کے ساتھ مسلط کیا جائے گا۔ قولہ تعالیٰ ﴿اَنْظُرْ كَيْفَ نَصَرَفَ الْاٰيٰتِ﴾ دیکھو کہ ہم کس طرح وضاحت و تفسیر کے ساتھ بار بار بیان کرتے جاتے =

① اس کی سند میں عبد اللہ بن کیسان ضعیف راوی ہے۔

② اس کی سند میں عمرو بن قیس کا شیخ مجہول ہے جس کی وجہ سے اس کی سند ضعیف ہے۔

③ ۶۷/الملک: ۱۶، ۱۷۔

④ ابن مردویہ وسندہ ضعیف، ابو المنہال لم اعرفہ، وحلیبہ الترمذی، ۲۱۵۲ یعنی عنہ۔

⑤ ترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی افتراق هذه الامة، ۲۶۴۱، وسندہ ضعیف عبدالرحمن بن زیاد بن اعم افریقی راوی ضعیف

ہے۔ ابوداؤد، ۴۵۹۷، وسندہ حسن، حاکم، ۱۲۹/۱۔

وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمَكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۗ قُلْ لَسْتُ عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ۗ لِكُلِّ نَبِيٍّ مُّسْتَقَرٌّ

وَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ وَاِذَا رَاٰتِ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا فَاَعْرَضَ عَنْهُمْ حَتّٰى

يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهَا ۗ وَاَمَّا يُنۡسِيۡكَ الشَّيۡطٰنُ فَلَا تَقْعُدۡ بَعۡدَ الذِّكۡرِ

مَعَ الْقَوْمِ الظَّٰلِمِيۡنَ ۝ وَمَا عَلٰى الَّذِيۡنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنۡ

ذِكۡرِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝

ترجمہ: اور آپ کی قوم اس کی تکذیب کرتی ہے حالانکہ وہ یقینی ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ میں تم پر تعینات نہیں کیا گیا ہوں۔ [۶۶] ہر خبر کے وقوع کا ایک وقت ہے اور جلد ہی تم کو معلوم ہو جائے گا۔ [۶۷] اور جب تو ان لوگوں کو دیکھے جو ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان لوگوں سے کنارہ کش ہو جا یہاں تک کہ وہ کوئی اور بات میں لگ جائیں۔ اور اگر تجھ کو شیطان بھلا دے تو یاد آنے کے بعد پھر ایسے ظالم لوگوں کے پاس مت بیٹھ۔ [۶۸] اور جو لوگ احتیاط رکھتے ہیں ان پر ان کی باز پرس کا کوئی اثر نہ پہنچے گا اور لیکن ان کے ذمہ صیحت کر دینا ہے شاید وہ بھی احتیاط کرنے لگیں۔ [۶۹]

ہیں تاکہ تم اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور اس کے دلائل پر غور کرو اور سمجھو۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ جب ﴿هُوَ الْقَادِرُ﴾ والی آیت اتری تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ آپس میں تموار لے کر ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے لگو۔“ تو لوگوں نے کہا ہم تو گواہی دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا۔ ”ہاں۔“ تو کسی نے کہا کہ ایسا کبھی نہ ہوگا کہ ہم میں سے ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے جب کہ ہم صحیح معنی میں مسلمان ہوں۔ چنانچہ یہ آیت اتری۔ ① ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمَكَ وَهُوَ الْحَقُّ﴾ یعنی تمہاری قوم وحی کو جھٹلائے گی حالانکہ وہ حق ہے۔ تم کہہ دو کہ میں تمہارا کوئی سردھرا تو ہوں نہیں نہ ذمہ دار ہر بات کا ایک وقت مقرر ہے قریب میں تم کو حقیقت کا پتہ چل جائے گا۔

تکذیب نہیں اطاعت: [آیت: ۶۶-۶۹] تمہاری قوم قریش نے قرآن کو جھٹلایا حالانکہ اس کے سوا کوئی دوسری چیز حق نہیں۔ تم کہہ دو کہ میں تمہارا کوئی حفیظ اور ذمہ دار نہیں ہوں۔ جیسا کہ فرمایا کہہ دو (اے محمد ﷺ) کہ یہ تمہارے رب کی طرف سے حق ہے جو چاہے ایمان لائے اور جو چاہے نہ مانے، یعنی میرا فریضہ تو صرف تبلیغ کر دینا ہے اور تمہارا کام سننا اور اطاعت کرنا ہے جو میری اطاعت کرے گا وہ دین و دنیا میں سرخ رو رہے گا اور جو مخالفت کرے گا وہ دونوں جگہ بد بخت رہے گا۔ اسی لئے ارشاد فرمایا کہ ہر بات کے لئے ایک معین وقت ہے اور ہر خبر کے لئے ایک وقوع ہے اگرچہ کچھ عرصہ بعد سہی۔ جیسا کہ فرمایا کہ کچھ عرصہ بعد تم کو اس کا پتہ چل جائے گا۔ اور فرمایا ﴿لِكُلِّ اٰجَلٍ كِتَابٌ﴾ یہ تہدید اور وعید اکبر ہے اسی لئے فرمایا کہ عن قریب تم اس کو جان لو گے۔

مذاق کرنے والوں کے ساتھ نہ بیٹھنے کا حکم: قول باری ﴿وَاِذَا رَاٰتِ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا فَاَعْرَضَ عَنْهُمْ﴾ یعنی جب تم ان کفار کو دیکھو کہ تکذیب و استہزاء کے ساتھ ہماری آیتوں میں بحث کر رہے ہیں تو ان سے روگرداں ہو جاؤ حتیٰ کہ وہ کوئی دوسری

وَذَرِ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لُغِبًا وَّلَهُمْ وَاغْرَثْتَهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَذَكَّرَ بِهٖ اَنْ
تُبْسَلَ نَفْسٌ بِمَا كَسَبَتْ ۗ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَاوِيٌّ ۗ وَلَا شٰفِيعٌ ۗ وَاِنْ تَعْدِلْ
كُلَّ عَدْلٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا ۗ اُولٰٓئِكَ الَّذِينَ اُبْسَلُوْا بِمَا كَسَبُوْا ۗ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ
حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌ ۗ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۷

ترجمہ: اور ایسے لوگوں سے بالکل کنارہ کش رہ جنہوں نے اپنے دین کو بولوبل بنا رکھا ہے اور دنیاوی زندگی نے ان کو دھوکہ میں ڈال رکھا ہے اور اس قرآن کے ذریعہ سے نصیحت بھی کرتا رہتا کہ کوئی شخص اپنے کردار کے سبب اس طرح نہ پھنس جائے کہ کوئی غیر اللہ اس کا نہ مددگار ہو اور نہ سفارشی اور یہ کیفیت ہو کہ اگر دنیا بھر کا معاوضہ بھی دے ڈالے تب بھی اس سے نہ لیا جائے۔ یہ ایسے ہی ہیں کہ اپنے کردار کے سبب پھنس گئے ان کے لئے نہایت تیز گرم پانی پینے کے لئے ہوگا دردناک سزا ہوگی۔ اپنے کفر کے سبب۔ [۷۰]

باتیں کرنے لگیں۔ اور اگر تم کو شیطان بھلا دے تو یاد آ جانے کے بعد ان ظالم لوگوں کے ساتھ مل نہ بیٹھنا۔ مراد یہ کہ امت کا ہر ہر فرد ان مکذبین کے ساتھ نہ بیٹھے جو اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو تحریف کر دیتے ہیں اور اس کے صحیح اور ظاہر مفہوم پر اس کو قائم نہیں رکھتے۔ اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ میری امت کے لئے قابل معافی قرار دیا گیا ہے خطا اور نسیان سے کوئی کام کرنا یا مجبور ہو کر کرنا ❶ اور اسی چیز کی طرف اس قول پاک میں اشارہ ہے کہ کتاب میں تم کو بتلادیا گیا ہے کہ جب تم معلوم کرو کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کے ساتھ کفر اور استہزا کیا جا رہا ہے تو ان کے پاس سے اٹھ جاؤ حتیٰ کہ ان کا موضوع سخن بدل جائے ورنہ تم بھی استہزا کرنے والوں میں سمجھے جاؤ گے اور انہیں کے برابر ہو جاؤ گے۔ ❷ اور قولہ ﴿وَمَا عَلٰی الْاٰلِیْنَ یَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِنْ شَیْءٍ﴾ یعنی جب تم ان کے پاس سے ہٹ گئے اور ان کے ہمنشین نہ رہے تو تم نے اپنی ذمہ داری پوری کر لی اور ان کے ساتھ شمولیت گناہ سے محفوظ ہو گئے۔ اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے اس کا یہ مطلب پیش کیا ہے کہ اگر وہ کفار تفتیس آیات کی کوشش میں لگے ہیں تو اب تم پر کوئی ذمہ داری نہیں جب کہ تم نے ان سے اجتناب اور اعراض کر لیا ہو۔ اور دوسرے علماء اس کا یہ مطلب بتاتے ہیں کہ اگر تم لوگ ان نالائقوں کے ساتھ بیٹھو بھی تو ان کے اس استہزا کی ذمہ داری تم پر عائد نہیں اور گمان کیا ہے کہ یہ آیت سورہ نساء مدنیہ کی آیت سے منسوخ ہے اور وہ آیت یہ ہے ﴿اِنَّكُمْ اِذَا قٰتَلْتُمْ﴾ ❸ یعنی ایسی صورت میں تم بھی ان جیسے ہو گئے۔ یہ توضیح آیت ﴿وَمَا عَلٰی الْاٰلِیْنَ یَتَّقُوْنَ﴾ سے متعلق تھی۔ یہ مجاہد و سدی و ابن جریر رضی اللہ عنہم وغیرہ کا قول تھا ان کے اس قول کی بنا پر قول پاک ﴿وَلٰكِنْ ذٰكُرٰی لَعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ﴾ کا مطلب یہ ہوا کہ لیکن ہم نے تم کو ان سے ایسی صورت میں اعراض کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ انہیں تنبیہ اور نصیحت ہو جائے۔ شاید کہ آئندہ کو وہ اس سے محتاط رہیں اور پھر اعادہ نہ کریں۔

دین کو کھیل تماشا سمجھنے والوں کا انجام: [آیت: ۷۰] اللہ پاک فرماتا ہے کہ ان لوگوں کو چھوڑو جنہوں نے دین کو ایک کھلونا بنا رکھا ہے کیونکہ وہ عذاب عظیم کی طرف جا رہے ہیں اسی لئے فرمایا کہ انہیں اس قرآن کے ذریعہ نصیحت و عبرت دلاؤ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے انہیں ڈراؤ تاکہ وہ اپنے اعمال کی وجہ سے ہلاک نہ کر دیئے جائیں۔ ضحاک رضی اللہ عنہ تَبَسَّلَ كُوْنُتَسَلَّمَ کے معنی میں لیتے =

❶ اس کی تخریج سورہ البقرہ آیت ۲۸۶ کے تحت گزر چکی ہے۔ ❷ ۴ / النساء: ۱۴۰۔ ❸ ۴ / النساء: ۱۴۰۔

قُلْ اَنْدَعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَتُرَّدُ عَلٰى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ
 هَدٰىنَا اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيْطٰنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۗ لَوْ اَصْحَبَ
 يَدْعُوْنَهُ اِلَى الْهُدٰى اِتَيْنَا ۗ قُلْ اِنَّ هُدٰى اللّٰهُ هُوَ الْهُدٰى ۗ وَاْمُرْنَا لِنُسَلِّمَ
 لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۗ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاَتَقُوْهُ ۗ وَهُوَ الَّذِي اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۗ وَهُوَ
 الَّذِي خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۗ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۗ قَوْلُهُ الْحَقُّ ۗ
 وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يَقْفَرُ فِي الصُّوْرِ ۗ عَلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۗ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۗ

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ کیا ہم اللہ تعالیٰ کے سوا ایسی چیز کی عبادت کریں کہ نہ وہ ہم کو نفع پہنچائے اور نہ وہ ہم کو نقصان پہنچائے اور کیا ہم
 اٹلے پھر جائیں بعد اس کے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کر دی ہے جیسے کوئی شخص ہو کہ اس کو شیطانوں نے کہیں جنگل میں بے راہ کر دیا ہو
 اور وہ بھٹکتا پھرتا ہو اس کے کچھ ساتھی بھی تھے کہ وہ اس کو ٹھیک رستہ کی طرف بلا رہے ہیں کہ ہمارے پاس آ۔ آپ کہہ دیجئے کہ یقینی بات
 ہے کہ راہ راست وہ خاص اللہ ہی کی راہ ہے اور ہم کو یہ حکم ہوا ہے کہ ہم پورے مطیع ہو جائیں پروردگار عالم کے۔ [۴۱] اور یہ کہ نماز کی
 پابندی کرو اور اس سے ڈرو اور وہی ہے جس کے پاس تم سب جمع کئے جاؤ گے [۴۲] اور وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو باقائیدہ پیدا
 کیا اور جس وقت اللہ تعالیٰ اتنا کہہ دے گا کہ تو ہو جا پس وہ ہو پڑے گا۔ اس کا کہنا بااثر ہے اور جب کہ صور میں پھونک ماری جائے گی۔
 ساری حکومت خاص اسی کی ہوگی وہ جاننے والا ہے پوشیدہ چیزوں کا اور ظاہر چیزوں کا اور وہی ہے بڑی حکمت والا پوری خبر رکھنے والا۔ [۴۳]

ہیں یعنی سو نہ دیے جائیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں تاکہ رسوا نہ ہو جائے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں تاکہ روک نہ رکھے جائیں۔
 اور مرہ واہن زید مواخذہ کے معنی میں لیتے ہیں۔ یہ تمام اقوال عبارات تقریباً ہم معنی ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ ہلاکت کے لئے چھوڑ دینا
 اور خیر سے روک لینا اور حصول مطلوب سے باز رہنا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِينَةٌ﴾ ① ہر شخص اپنے اعمال میں رکا
 ہوا ہے سوائے دانے ہاتھ والے کے۔ اور قولہ ﴿لَيْسَ لَهَا مِنْ دُونِ اللّٰهِ وَكِيٌّ وَلَا شَفِيعٌ﴾ یعنی نہ ان کا کوئی ولی ہوگا نہ شفیع۔ جیسے
 فرمایا کہ ﴿مَنْ قَبْلَ اَنْ يَّاتِيْ يَوْمَ لَا يَبْعُ فِيْهِ وَلَا خَلَّةٌ وَلَا شَفَاعَةٌ﴾ اس سے پہلے کہ وہ دن آجائے جس میں نوسودے بازی ہے نہ
 دوستی و محبت نہ سفارش اور شفاعت۔ کافر ہی پورے ظالم ہیں۔ اور قول پاک ﴿وَاَنْ تَعْدِلَ كُلُّ اَعْدَلٍ لَا يُؤْخَذُ مِنْهَا﴾ یعنی اپنے گناہ
 کے بدلے میں وہ اپنی ساری دنیا جہان بھی فدیہ یا بدلہ میں دے ڈالیں تو نہ قبول ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ
 كٰفِرًا﴾ ② جو لوگ کفر پر رہے اور کفر ہی پر مرے وہ اگر زمین بھر سونا بھی دے ڈالیں تو ناممکن ہے کہ قبول کر کے ان کی گلو خلاصی کر دی
 جائے۔ پس فرمایا ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَسْبَلُوْا بِمَا كَسَبُوْا﴾۔

مشرکوں کو فیصلہ کن جواب: [آیت: ۷۱-۷۳] مشرکین نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دو تو اللہ تعالیٰ نے یہ
 آیت اتاری کہ کہہ دو کیا میں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر ان بتوں کی پرستش کروں جو نہ نفع بخشنے ہیں نہ ضرر اور کیا کفر اختیار کر کے ہم اٹلے پاؤں
 پھر جائیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں روشنی دیدی ہے۔ ہماری تو ایسی مثال ہو جائے گی جیسے کسی کو شیطان نے بھٹکا دیا ہو۔ یعنی ایمان

لانے کے بعد کفر اختیار کرنا ایسا ہے جیسے کوئی شخص سفر کر رہا ہو اور راستہ بھول گیا ہو اور شیطانوں نے اسے بھٹکا دیا ہو اور اس کے ساتھی سیدھی راہ پر ہوں اور اس کو بلا رہے ہوں کہ ہمارے پاس آ جاؤ ہم سیدھی راہ پر ہیں اور وہ انکار کر گیا ہو۔ یہ وہ شخص ہے کہ جو نبی اکرم ﷺ کو اچھی طرح جاننے کے باوجود گمراہوں کی پیروی کر کے کافر ہو جائے اور نبی اکرم ﷺ اس کو سیدھی راہ پر بلا رہے ہوں۔ یہ راہ اسلام کی راہ ہے۔ ﴿قُلْ أَتَدْعُونَا﴾ اس میں بتوں اور بت پرستوں کی مثال بیان کی گئی ہے اور ان لوگوں کی جو ہدایت الہی کی طرف بلا تے ہیں۔ جیسے کوئی راستہ سے بھٹک گیا ہو اور کوئی پکارنے والا اسے پکارتا ہو کہ اے فلاں تو راستہ کی طرف آ۔ اور اس کے دوسرے ہم سفر بلا رہے ہوں کہ بھٹک نہیں ہماری طرف سیدھی راہ پر آؤ پس اگر وہ پہلے داعی کی سن لے تو وہ اس کو لے جا کر ہلاکت کے گڑھے میں ڈال دے گا۔ اور اگر دوسرے لوگوں کی بات سنے گا تو وہ اس کو سیدھی راہ ہدایت پر پہنچائیں گے۔ پہلا بلانے والا جنگل کے شیاطین میں سے ہے۔ یہ مثال ہے اس شخص کی جو اللہ تعالیٰ سے ہٹ کر بتوں کی پرستش شروع کر دے اور وہ اسی میں مصلحت سمجھے۔ اور جب اس کو موت آ جائے گی تو ندامت اٹھانی پڑے گی۔ یہ راہ سے بھٹکانے والے شیاطین ہوتے ہیں جو اس کو اس کی باپ دادا کے نام لے کر اور اس کا نام لے کر بلا تے ہیں تو وہ ان کی پیروی کرنے لگتا ہے اور وہ اسی میں مصلحت سمجھتا ہے۔ اب شیاطین اس کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں اسے کھاتے ہیں یا بھوکا پیاسا جنگل میں بھٹکاتے رہتے ہیں تاکہ ہلاک ہو جائے۔ ﴿حَيْرَانَ﴾ سے حیران ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص بھٹکا ہوا حیران پھر رہا ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی ہدایت کو قبول نہیں کرتا وہ شیطان کی اطاعت کرنے والا اور گناہ کے کام کرنے والا شخص مراد ہے۔ اس کے ساتھی حالانکہ اس کو ہدایت کی طرف دعوت دیتے رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ یہ شیطان کا بھٹکایا ہوا وہ ہے جس کے اولیاء انسان ہیں۔ ہدایت اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اور گمراہی وہ ہے کہ جس کی طرف شیطان بلاتا ہے۔ اس کو ابن جریر رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔ پھر کہا کہ یہ اس کو متقصدی ہے کہ اس کے ساتھی اس کو گمراہی کی طرف بلا رہے ہیں اور گمان کرتے ہیں کہ یہی صحیح راہ ہے۔

عربی کہتے ہیں کہ یہ رائے ظاہر آیت کے خلاف ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اس کے ہم سفر ساتھی اس کو ہدایت کی طرف بلا تے ہیں۔ پس یہ جائز نہیں کہ اس کو گمراہی قرار دیا جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تو خبر دی ہے کہ وہ ہدایت ہے اور یہ بات تو وہی ہے جو ابن جریر رحمہ اللہ نے کہا کہ سیاق عبارت اس بات کی متقصدی ہے کہ ﴿كَمَا لَذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيَاطِينُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ﴾ یہ حال ہونے کی وجہ سے نصب کے محل میں ہے۔ یعنی حیرت و ضلال و جہل کی حالت میں اور اس کے اصحاب اسی راہ پر چل رہے ہیں تو انہوں نے اس کو اپنی ہی راہ پر چلایا اور اپنے اسی راستہ پر آنے کے لئے کہا جس کو اللہ تعالیٰ نے مثال کے طور پر فرمایا۔ اب تقدیر کلام یوں ہوئی کہ وہ ان کے بلانے پر انکار کرتا ہے اور ان کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ اور اگر اللہ چاہتا تو اس کو ہدایت فرماتا اور اس کو سیدھی راہ پر پھیر دیتا۔ اسی لئے فرمایا کہ ﴿هُدًى اللّٰهُ هُوَ الْهُدًى﴾ جیسا کہ فرمایا کہ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرے اس کو کوئی گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور فرمایا کہ ان کے راہ پر آنے کے کتنے ہی حریص کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ جس کو گمراہ کر دے اس کو کون راہ پر لائے اور نہ ان لوگوں کا کوئی مددگار ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿وَاْمُرْنَا لِنُسَلِّمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ یعنی ہمیں حکم ہے کہ خلوص سے اس کی عبادت کریں اور نمازیں پابندی سے پڑھیں اور اللہ تعالیٰ سے ڈریں اور ہر حال میں پرہیزگار بنے رہیں۔ اور اسی کی طرف سب قیامت میں اٹھائے جائیں گے۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو اعتدال کے ساتھ پیدا کیا وہ ان کا مالک اور مدبر ہے۔ وہ قیامت کے روز صرف ”کن“ کہے گا اور طرفہ العین میں سب چیزیں از خود دوبارہ وجود میں آ جائیں گی۔ یہاں ﴿يَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ﴾ میں یوم کے لفظ کو نصب ہے یا تو

﴿وَأَنْقُوهُ﴾ پر عطف قرار دے کر جس کی تقدیر یوں ہوگی (وَأَنْقُوهُ يَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ) یعنی ڈردان دنوں سے پایہ کہ نصیب ہو گا اس بنا پر کہ ﴿خَلَقَ السَّمَوَاتِ﴾ پر عطف ہے۔ یعنی ڈردا دن سے جس روز وہ کہے گا ”کن“ چنانچہ ابتداءً خلق اور اعادہ خلق کا ذکر ہوا اور یہی زیادہ مناسب بھی ہے۔ پایہ کہ نصب ہو گا اس بنا پر کہ فعل یہاں مقدر رکھا گیا ہے تو تقدیر یوں ہوتی کہ یاد کرو اس دن کہ جب کہے گا ”کن“ یعنی (وَأَذْكُرُ يَوْمَ يَقُولُ كُنْ) اور اس سے پہلے (خَلَقَ يَوْمَ يَقُولُ كُنْ) تھا۔ پھر ارشاد باری کہ ﴿قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ﴾ یہ دو جملے ہیں ان دونوں جملوں کا محل جر ہے اس بنا پر کہ یہ دونوں لفظ رب العلمین کی صفت واقع ہوئے ہیں اور قول باری تعالیٰ ﴿يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ﴾ محتمل ہے کہ یہ بدل ہو (وَيَوْمَ يَقُولُ كُنْ فَيَكُونُ) ﴿يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ﴾ کا ادوریہ بھی احتمال ہے کہ ظرف ہو ﴿وَلَهُ الْمُلْكُ﴾ ﴿يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ﴾ کا جیسا کہ فرمایا ہے ﴿لَمَنَ الْمُلْكُ الْيَوْمَ لِلَّهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ ① یعنی آج سلطنت کس کی ہے واحد قہار کی سلطنت ہے جیسا کہ فرمایا ﴿الْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكَافِرِينَ عَسِيرًا﴾ ② اس روز رحمن کی سلطنت برحق ہے اور وہ دن کافروں پر بڑا ہی سخت ہوگا۔

صور اسرافیل کی حقیقت اور ہولناکی: مفسرین نے ﴿يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّورِ﴾ میں اختلاف رائے کیا ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ صور جمع ہے صورۃ کی۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس طرح ”سوز“ شہر کی شہر پناہ کو کہتے ہیں اور یہ سورۃ کی جمع ہے۔ اور صحیح تریہ ہے کہ ”صور“ سے مراد وہ قرن ہے جس کے اندر اسرافیل علیہ السلام پھونکیں گے۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحیح وہی ہے جس پر حدیث نبی سے روشنی پڑتی ہے۔ یعنی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اسرافیل علیہ السلام صور کو منہ میں لگائے ہوئے ہیں۔ سر جھکائے ہوئے ہیں اور منتظر ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم صادر ہوتا ہے۔“ ③ ایک اعرابی نے بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا تھا کہ صور کیا چیز ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ”قرن جس میں پھونک کر بجاتے ہیں۔“ ④

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایک وقت اصحاب کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اللہ پاک جب آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے سے فارغ ہوا تو صور کو پیدا کیا اور اسرافیل کو دیا جس کو وہ اپنے منہ میں لگائے ہوئے ہیں آنکھیں عرش کی طرف لگی ہیں منتظر ہیں کہ کب صور پھونکنے کا حکم ہوتا ہے۔“ تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ! صور کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ”وہ قرن ہے۔“ پوچھا وہ کیسا ہے؟ کہا ”بہت بڑا اللہ تعالیٰ کی قسم جس نے مجھے بھیجا اس کا عرض اتنا ہے جتنی آسمانوں اور زمین کی پہنائی۔ اس میں تین وقت پھونکا جائے گا۔ پہلی پھونک گھبراہٹ اور پریشانی پیدا کرنے والی ہوگی اور دوسری سب کو بیہوش کر دینے والی اور تیسری پھر اللہ تعالیٰ کے سامنے آکھڑے ہونے کی۔ اللہ پاک پہلی پھونک کا حکم دے گا اس سے ساری دنیا جہان کے لوگ گھبرا اٹھیں گے مگر جس کو اللہ تعالیٰ مستقیم رکھے۔ جب تک دوسرا حکم نہ ہوگا صور پھونکا جاتا رہے گا کہے گائیں۔“ جیسا کہ فرمایا ﴿وَمَا يَنْظُرُوهُمْ إِلَّا صَيْحَةً وَاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ﴾ ⑤ یعنی وہ ایک زبردست چیخ اور بہت ہی بلند آواز ہوگی پہاڑ اور

① ۴۰ / غافر: ۱۶۔ ② ۲۵ / الفرقان: ۲۶۔ ③ اسرافیل کے نام کے بغیر یہ روایت ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الزمر، ۳۲۴۳ وسندہ ضعیف عطیہ عونی راوی ضعیف ہے۔ ابن ماجہ، ۴۲۷۳؛ احمد، ۷ / ۳، حلیۃ الاولیاء، ۵ / ۱۰۵، مسند ابی یعلیٰ، ۷۱ / ۱، ابن حبان، ۲۵۶۹، میں موجود ہے۔

④ ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب ذکر البعث والصور، ۴۷۴۲، وسندہ صحیح؛ ترمذی، ۳۲۴۴؛ دارمی، ۲ / ۳۲۵، ابن حبان، ۲۵۷۰؛ حاکم، ۲ / ۴۳۶؛ احمد، ۲ / ۱۶۲۔

طرح اڑ رہے ہوں گے اور زمین بٹنے اور جھولنے لگے گی، جیسے سمندر میں شکتہ سفینہ جس کو موجیں ہر طرف دھکیلتی رہتی ہیں جیسے کسی قندیل کو جو چھت میں لٹکی ہوئی ہو، ہوا جھولا دیتی رہتی ہے۔ فرماتا ہے ﴿يَوْمَ تَوَجَّفُ الرَّاجِفَةُ﴾ ① اس روز لرزادینے والا صور پھونکا جائے گا اور اس کے بعد پھر دوسری بار پھونکا جائے گا۔ اس روز سب کے سب بے انتہا خوف زدہ ہوں گے، لوگ گر پڑیں گے، ماکیں دودھ پینے والے بچوں کو بھول جائیں گی، حاملہ عورتوں کے حمل ساقط ہو جائیں گے، نوجوانوں پر خوف کے مارے بڑھاپا طاری ہو جائے گا، شیاطین جان بچانے کے خیال سے زمین کے کناروں تک بھاگ جائیں گے لیکن فرشتے انہیں مار مار کر واپس لائیں گے۔ ایک دوسرے کو پکارتا رہے گا لیکن کوئی کسی کو پناہ نہ دے سکے گا سوا اللہ تعالیٰ کے۔ لوگ اسی گھبراہٹ کے عالم میں ہوں گے کہ زمین ہر طرف کے گوشے سے پھٹنے لگے گی۔ ایسا امر عظیم ظاہر ہوگا کہ کبھی نہ دیکھا گیا اور ایسا کرب و ہول لاحق ہوگا کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے پھر لوگ آسمان کی طرف دیکھیں گے تو اس کے پرے اڑ رہے ہوں گے ستارے ٹوٹ رہے ہوں گے۔ سورج اور چاند سیاہ پڑ جائیں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”لیکن مردوں کو اس کی خبر نہ ہوگی۔“

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ جب فرمائے گا۔ ﴿فَفُورَعٌ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَاءَ اللّٰهُ﴾ ② تو اللہ تعالیٰ کس کو مستثنیٰ فرمائے گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”وہ شہدا ہیں۔ فرعون اور گھبراہٹ تو زندوں کو ہوا کرتی ہے اور وہ زندہ تو ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اللہ تعالیٰ انہیں رزق دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس دن کے فرعون سے انہیں محفوظ رکھا ہے کیونکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور عذاب تو اشرار خلق پر اترتا ہے۔ اسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے ﴿تَذَهَّلْ كُلُّ مَوْضِعَةٍ﴾ ③ والی آیت میں پیش فرمایا ہے کہ ہر دودھ پلانے والی اپنے شیر خوار بچے سے غافل ہو جائے گی۔ ہر حاملہ کا حمل گر جائے گا۔ جب تک اللہ تعالیٰ چاہے وہ اس عذاب میں جھلا رہیں گے۔ طویل عرصہ تک یہ کیفیت رہے گی۔ پھر اللہ پاک بیہوشی لانے والے صور کا حکم اسرافیل علیہ السلام کو دے دے گا۔ اس لئے سب اہل سموات والارض بے ہوش ہو جائیں گے لیکن جس کو اللہ تعالیٰ چاہے وہ ہوش میں رہے گا۔ ملک الموت اللہ تعالیٰ کے پاس آئیں گے اور کہیں گے اے اللہ تعالیٰ سب مر گئے۔ اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے مگر پوچھے گا باقی کون ہے؟ وہ عرض کریں گے تو باقی ہے کہ تجھے تو کبھی موت آنے والی نہیں اور عرش اٹھانے والے ملائکہ بھی ہیں، جبرئیل و میکائیل بھی باقی ہیں اور میں بھی۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا جبرئیل و میکائیل کو بھی مر جانا چاہئے تو عرش بول اٹھے گا یارب! جبرئیل و میکائیل بھی مر جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا زبان نہ کھولنا تحت العرش جتنے ہیں سب کو مر جانا ہے۔ ملک الموت پھر اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے یا رب! جبرئیل اور میکائیل بھی مر گئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا اب کون باقی ہے؟ وہ کہیں گے کہ تو باقی ہے تجھے تو موت آئے گی نہیں۔ اب میں اور عرش اٹھانے والے باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا عرش اٹھانے والوں کو بھی مر جانا چاہئے۔ وہ بھی مر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ دریافت فرمائے گا اب کون باقی ہے؟ عزرائیل کہیں گے تو نہ مرنے والا اور میں۔ اللہ تعالیٰ عرش کو حکم دے گا اسرافیل سے صور لے لو اور اسرافیل سے کہے گا کہ تم بھی میری مخلوق ہو تم بھی مر جاؤ۔ وہ اسی وقت مر جائیں گے اور رب واحد و صمد لم یلد ولم یولد کے سوا کوئی باقی نہ رہے گا تو آسمان وزمین لپیٹ دیے جائیں گے جیسے کہ طومار لپیٹ دیا جاتا ہے۔ تین دفعہ اس کو کھولا اور لپیٹا جائے گا پھر فرمائے گا میں جبار ہوں میں جبار ہوں میں جبار ہوں۔ پھر تین دفعہ آواز دے گا کیا آج کے روز ہے کسی کی بادشاہت؟ کون جواب دیتا۔ پھر خود ہی فرمائے گا بادشاہت اللہ تعالیٰ واحد القہار کسی ہے۔

پھر دوسرے زمین و آسمان پیدا کرے گا انہیں پھیلا دے گا اور دراز کر دے گا جس میں کوئی کچی اور نقص باقی نہ رہے گا۔ پھر مخلوق کو اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست آواز ہوگی تو اسے نوپیدا شدہ زمین میں سب پہلے کی طرح ہو جائیں گے جو زمین کے اندر ہے وہ اندر اور جو زمین کے باہر ہے وہ باہر۔ پھر تخت عرش سے اللہ تعالیٰ بانی نازل فرمائے گا۔ آسمان کو حکم دے گا کہ بر سے۔ چالیس دن تک پانی برستا رہے گا حتیٰ کہ پانی ان پر بارہ گز بلند ہو جائے گا۔ پھر اجسام کو حکم دے گا تو وہ زمین میں سے ایسے نمودار ہونے لگیں گے جیسے نباتات اور سبزیاں آتی ہیں۔ جب اجسام پہلے کی طرح مکمل ہو جائیں گے تو پہلے ملائک عرش زندہ کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسرافیل علیہ السلام کو حکم دے گا کہ صور لے لو۔ وہ لے لیں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنے حکم سے جبرائیل علیہ السلام اور میکائیل علیہ السلام کو زندہ فرمائے گا۔ پھر ارواح بلائی جائیں گی۔ مسلمانوں کی روحیں نور کی طرح چمکتی ہوں گی اور کافروں کی روحیں تاریک رہیں گی۔ ان سب کو لے کر صور میں ڈال دیا جائے گا۔ اسرافیل علیہ السلام کو حکم ہوگا کہ نوحی بھٹ پھونکا جائے چنانچہ زندگی کی پھونک پھونکی جائے گی تو روحیں ایسی اچھل پڑیں گی جیسے کہ شہد کی کھیاں کہ زمین و آسمان ان سے مہر جائے گا۔ اب حکم باری تعالیٰ ہوگا کہ روحیں اپنے اجسام میں داخل ہو جائیں تو دنیا کی ساری روحیں داخل ہونے لگیں گی اور نتھنوں کی راہ جسموں میں آئیں گی جیسے زہر کسی مار گزیدہ کے جسم میں سرایت کر جاتا ہے۔ پھر زمین پھینچنے لگے گی اور لوگ اٹھ اٹھ کر اپنے رب کی طرف رخ کرنے لگیں گے اور سب سے پہلے میری قبر کھلے گی۔ اللہ تعالیٰ طلب کنندہ کی طرف سب جائیں گے۔ کافر کہیں گے کہ یہ دن تو بڑا سنگین معلوم ہوتا ہے۔ لوگ برہنہ اور غیر محنتون ہوں گے ایک ہی جگہ کھڑے ہوں گے۔ ستر برس یہی عالم رہے گا کہ اللہ تعالیٰ نہ انہیں دیکھے گا نہ کوئی فیصلہ کرے گا۔ لوگ آہ و گریہ کرنے لگیں گے۔ آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون آنکھوں سے بہنے لگے گا۔ لوگ اپنے پسینہ میں شرا ہو جائیں گے۔ ٹھوڑیوں تک پسینہ پہنچا ہوا ہوگا۔

لوگ کہیں گے اللہ تعالیٰ کے پاس کسی کو شفاعت کے لئے جانا چاہئے تاکہ وہ کوئی تعفیہ کر دے۔ اب آپس میں کہنے لگیں گے کہ باپ آدم علیہ السلام کے سوا ایسا کون ہو سکتا ہے جو زبان کھول سکے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے ہاتھ سے بنایا اپنی روح ان کے اندر پھونکی اور سب سے پہلے ان سے بات کی۔ چنانچہ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان کے آگے اپنا مقصد پیش کریں گے وہ سفارش کرنے سے انکار کر دیں گے اور کہیں گے میں اس کے شایان نہیں۔ پھر فردا فردا ایک ایک نبی علیہ السلام کے پاس آئیں گے۔ جس کے پاس بھی آئیں گے وہ نبی انکار کر دے گا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ پھر میرے پاس آئیں گے میں جاؤں گا اور سجدے میں فحس پر گر پڑوں گا۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فحس کیا چیز ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”عرش کے سامنے کا حصہ۔ اب اللہ تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیجے گا وہ میرا بازو پکڑ کر اٹھائے گا۔ اللہ عزوجل فرمائے گا تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ میں عرض کروں گا یا رب! تو نے مجھ سے شفاعت کا حق دینے کا وعدہ فرمایا ہے چنانچہ یہ حق مجھے عطا فرما اور لوگوں کے درمیان فیصلہ فرما دے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اچھا تم شفاعت کر سکتے ہو اور میں انسانوں کے درمیان اپنے فیصلے نافذ کر دوں گا۔“

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”پھر میں واپس آ کر لوگوں کے ساتھ کھڑا ہو جاؤں گا۔ ہم سب لوگ کھڑے ہی ہونگے کہ آسمان سے ایک زور کی آواز ہوگی کہ ہم گھبرا اٹھیں گے۔ زمینی جن و انس سے گئی تعداد میں آسمان سے فرشتے نازل ہوں گے۔ وہ زمین سے قریب تر آ جائیں گے زمین ان کے نور سے چمک اٹھے گی۔ وہ صف بندی کر لیں گے ہم ان سے پوچھیں گے کیا اللہ پاک تمہارے اندر ہے۔ وہ کہیں گے نہیں وہ آنے ہی والا ہے۔ فرشتے آسمان سے دوبارہ اس تعداد میں اتریں گے کہ اترے ہوئے فرشتوں سے گئی تعداد ہوگی حتیٰ کہ جن و انس سے بھی گئی تعداد میں۔ زمین ان کے نور سے چمک اٹھے گی۔ وہ قرینے سے کھڑے ہو جائیں گے۔ ہم

پوچھیں گے کیا رب پاک تمہارے اندر ہے؟ وہ کہیں گے نہیں وہ آنے ہی والا ہے۔ پھر تیسری دفعہ اس سے بھی دگنی تعداد میں نزول ملا نہ ہوگا۔ اب رب جبار عزوجل ابر کے چتر لگائے آٹھ فرشتوں سے اپنا تخت اٹھوائے تشریف فرما ہوگا۔ حالانکہ اس وقت تو اس کا تخت چار فرشتے اٹھائے رہتے ہیں۔ ان کے قدم آخری نیچے والی زمین کی تہ میں ہیں زمین و آسمان ان کے نصف حصہ جسم کے مقابلہ میں ہے۔ ان کے کندھوں پر عرش الہی ہے ان کی زبانوں پر تسبیح و تحمید رہے گی وہ کہہ رہے ہوں گے ((سُبْحَانَ ذِي الْعَرْشِ وَالْجَبْرُوتِ سُبْحَانَ ذِي الْمَلِكِ وَالْمَلَكُوتِ سُبْحَانَ الْحَيِّ الَّذِي لَا يَمُوتُ سُبْحَانَ الَّذِي يُمِيتُ الْخَلَائِقَ وَلَا يَمُوتُ سُبْحَانَ الَّذِي يُمِيتُ الْخَلَائِقَ وَلَا يَمُوتُ)) پھر اللہ تعالیٰ اپنی کرسی پر جلال افروز ہوگا۔ ایک آواز ہوگی یا مضر جن وانس! میں نے جب سے تم کو پیدا کیا ہے آج تک خاموش تھا تمہاری باتیں سنتا رہا تمہارے اعمال دیکھتا رہا۔ اب تم خاموش رہو تمہارے اعمال کے صحیفے تم کو پڑھ کر سنائے جائیں گے۔ اگر وہ اچھے ثابت ہوئے تو اللہ تعالیٰ کا شکر کرو اور اگر خراب نکلے تو اپنے آپ کو ملامت کرو۔ پھر اللہ تعالیٰ جہنم کو حکم دے گا تو اس میں سے ایک تاریک ترین چمک دار صورت رونما ہوگی۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے نبی آدم! کیا میں نے حکم نہیں دے رکھا تھا کہ شیطان کو نہ پوجنا کہ وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تم میری ہی عبادت کرنا کہ یہی صراط مستقیم ہے۔ اس شیطان نے تو بہتوں کو گمراہ کیا ہے۔ کیا تم عقل نہیں رکھتے تھے۔ یہ وہ جہنم ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا اور جس کو تم جھٹلاتے تھے۔ اب اے مجرموں! نیکوں سے الگ ہو جاؤ۔ ① اللہ تعالیٰ اب امتوں کو الگ الگ کر دے گا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اے نبی ﷺ! تم ہر امت کو گھٹنوں کے بل گری ہوئی دیکھو گے۔ ہر امت کے پاس اس کا نامہ اعمال ہوگا اور آج اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے۔ ② اب اللہ پاک اپنی تمام مخلوق کے درمیان فیصلہ شروع کر دے گا لیکن جن وانس کا ابھی نہیں۔

اب وحوش و بہائم کے درمیان فیصلہ فرمائے گا حتیٰ کہ ایک ظالم اور سینگ والی بکری کے ظلم کا بدلہ بھی دوسری بکری سے دلوائے گا۔ حتیٰ کہ جب انصاف دلوانے سے کوئی جانور بھی باقی نہ رہے گا تو ان جانوروں سے کہے گا کہ مٹی ہو جاؤ تو کافر کہنے لگیں گے کہ کاش ہم بھی اس عذاب سے بچنے کے لئے مٹی ہو جاتے۔ غرض یہ کہ اب بندوں کے درمیان فصل مقدمات ہوگا۔ سب سے پہلے قتل و خون کے مقدمات پیش ہوں گے۔ اب ہر وہ مقتول آئے گا جس کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قتل کرنے والے نے قتل کیا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ قاتل کو حکم دے گا وہ مقتول کا سراٹھائے گا۔ وہ سر عرض کرے گا اے اللہ تعالیٰ! اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا۔ اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا (حالانکہ وہ خود جانتا ہے) کہ کیوں قتل کیا تھا؟ وہ غازی کہے گا اے اللہ تعالیٰ! تیری عزت اور تیرے نام کی خاطر۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو سچ کہتا ہے اور اس کا چہرہ نور شمس کی طرح چمکنے لگے گا۔ ملائکہ اس کو جنت کی طرف لے کر چلے جائیں گے۔ اسی طرح دوسرے مقتول بھی اپنی آنتیں سر پر لئے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان کے قاتلوں سے بھی پوچھے گا کہ کیوں قتل کیا تھا ان کو کہنا پڑے گا کہ اپنی شہرت و نام کی خاطر تو فرمائے گا ہلاک ہو جائے تو۔ غرض ہر مقتول کا مقدمہ پیش ہوگا اور انصاف ہوگا اور ہر ظلم کا بدلہ ظالم سے لیا جائے گا اور جس ظالم کو اللہ تعالیٰ چاہے عذاب دے گا اور جس پر چاہے وہ اپنی رحمت نازل فرمائے گا۔ پھر ساری مخلوق کا انصاف ہوگا کہ کوئی مظلوم ایسا نہ بچے گا کہ ظالم سے بدلہ نہ دلایا گیا ہو۔ حتیٰ کہ جو دودھ میں پانی ملا کر بیچتا ہے اور کہتا ہے خالص ہے اس کو بھی سزا دی جائے گی۔ اور خریدنے والے کو اس کی نیکیاں دی جائیں گی۔ اس سے بھی جب فراغت ہو جائے گی تو ایک ندا دینے والا ندا دے گا اور

ساری مخلوق سنے گی کہ ہر گروہ کو چاہئے کہ اپنے اپنے خداؤں کی طرف ہو جاؤ اور اپنے محبوبوں کا دامن پکڑ لو۔ اب کوئی بت پرست ایسا نہ ہوگا جس کے بت اس کے سامنے ذلیل پڑے ہوئے نہ ہوں۔ ایک فرشتہ اس دن عزیر علیہ السلام کی شکل میں آجائے گا اور ایک فرشتہ کو عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کی صورت دی جائے گی۔ چنانچہ یہود تو عزیر علیہ السلام کے پیچھے ہو جائیں گے اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیچھے نصاریٰ ہو جائیں گے۔ پھر ان کے یہ فرضی محبوبان کو دوزخ کی طرف لے جائیں گے۔ اور وہ کہے گا کہ اگر یہ ان کے رب ہوتے تو اپنے ماننے والوں کو دوزخ کی طرف کبھی نہ لے جاتے۔ اب یہ سب دوزخ میں دوام پذیر ہوں گے۔ اب جب کہ صرف مؤمنین باقی رہ جائیں گے جن میں منافقین بھی شامل رہیں گے اللہ تعالیٰ ان کے پاس آئے گا اپنی جس بیت متبادلہ میں کہ چاہے گا اور فرمائے گا اے لوگو! سب اپنے اپنے خداؤں سے جا ملو تو یہ سب لوگ مؤمنین بشمول منافقین یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہمارا اللہ تعالیٰ تو تھا تیرے سوا ہم کسی اور کو نہیں مانتے اب اللہ تعالیٰ ان کے پاس سے ہٹ جائے گا۔ پھر اپنی حقیقی شان میں آئے گا ان کے پاس رک رہے گا جب تک کہ چاہے۔ پھر سامنے آئے گا اور ارشاد فرمائے گا۔ اے لوگو! سب اپنے اپنے خداؤں سے جا ملے ہیں تم بھی اپنے محبوبوں سے جا ملو۔ وہ کہیں گے اللہ تعالیٰ کی قسم تیرے سوا ہمارا تو کوئی اللہ تعالیٰ نہیں۔ ہم تیرے سوا کسی کو نہیں پوجتے تھے۔ اب اللہ پاک اپنی ساق کھول دے گا۔ اس کی عظمت سے ان پر یہ بات روشن ہو جائے گی کہ ان کا اللہ تعالیٰ یہی ہے کہ پھر سب کے سب سجدے میں سر کے بل گر پڑیں گے لیکن جو منافق ہوں گے وہ پیٹھ کے بل گریں گے۔ سجدے کے لئے جھک نہ سکیں ان کی پٹھیں گائے کی پیٹھ کی طرح سیدھی رہیں گی۔

اب اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ انہیں اٹھالے جاؤ۔ اب ان کے سامنے جہنم کا بل صراط آئے گا جو کسی خنجر یا تلوار کی دھار سے بھی تیز تر ہوگا اور جگہ جگہ آنکڑے اور کانٹے اور بڑی پھسلتی ہوئی اور خطرناک ہوگی۔ اس کے نیچے اور ایک پست تر پھسلاؤں بل بھی ہوگا۔ نیک لوگ ایسے گزر جائیں گے جیسے آنکھ بھپک جاتی ہے یا بجلی چمک جاتی ہے یا تیز چلنے والی ہوا کی طرح یا تیز رو گھوڑے یا تیز تر سواری یا تیز دوڑنے والے آدمی کی طرح کہ بعض تو پوری طرح محفوظ رہیں گے اور نجات پا جائیں گے بعض زخمی ہو کر اور بعض کٹ کٹ کر جہنم میں گر جائیں گے اور پھر جب اہل جنت جنت کی طرف بھیجے جانے لگیں گے تو کہیں گے اب ہماری شفاعت اللہ تعالیٰ کے پاس کون کرے گا۔ چنانچہ وہ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور درخواست شفاعت کریں گے تو وہ اپنے گناہ کا ذکر کریں گے اور کہیں گے کہ میں تو اس کا اہل نہیں، تم نوح علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کا سب سے پہلا رسول کہا جاتا ہے۔ لوگ حضرت نوح علیہ السلام کے پاس آئیں گے وہ بھی اپنی خطا کا ذکر کریں گے اور کہیں گے میں تو اہل نہیں، اور کہیں گے کہ ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا خلیل کہا ہے۔ وہ بھی اپنی خطاؤں کا ذکر کریں گے اور کہیں گے موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے آپ باتیں کی ہیں اور ان پر تورات جیسی کتاب سب سے پہلے اتاری ہے۔ وہ موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر درخواست کریں گے تو وہ بھی اپنے فعل کے گناہ کا ذکر کر کے کہیں گے کہ میں بھی اس کا اہل نہیں، تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ وہ اللہ تعالیٰ کی روح اور اس کا کلمہ ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام بھی یہی کہیں گے کہ نہیں میں اس قابل نہیں، تم محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے پاس پہنچو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اب لوگ میرے پاس آئیں گے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے تین شفاعتوں کا حق دیا اور وعدہ فرمایا ہے۔ اب میں جنت کی طرف چلوں گا حلقہ باب کو کھٹ کھٹاؤنگا دروازہ جنت کھلے گا مجھے خوش آمدید کہا جائے گا۔ میں جنت میں داخل ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف نظر اٹھاؤں گا سجدہ میں گر پڑوں گا اللہ تعالیٰ مجھے تمہید و تجمید کی اجازت دے گا کہ کسی کو ایسی تمہید نہیں سکھائی تھی پھر فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سر اٹھاؤ کیا شفاعت کرتے ہو، اور کہو تمہاری

شفاعت سنی جائے گی، تمہارا سوال پورا کیا جائے گا۔ میں اپنا سزا ٹھاڑوں گا تو اللہ تعالیٰ پوچھے گا کیا کہنا چاہتے ہو۔ میں کہوں گا یارب! تو نے مجھے شفاعت کا حق دیا ہے۔ اہل جنت کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما کہ وہ داخل جنت ہو سکیں۔ تو فرمائے گا، اچھا میں نے اجازت دی یہ لوگ جنت میں داخل ہو سکتے ہیں۔“

نبی اکرم ﷺ فرماتے تھے کہ ”اللہ تعالیٰ کی قسم تم جنت کے اندر اپنے مساکن اور اپنے ازواج کو اس سے جلد پہچان لو گے جتنا کہ دنیا میں پہچانتے ہو۔ ہر آدمی کو بہتر بیویاں ملیں گی دو اولاد آدم میں سے اور ستر حوروں میں سے۔ ان دونوں کو ان ستر حوروں پر فضیلت حاصل رہے گی، کیونکہ دنیا میں ان نیکو کار عورتوں نے اللہ تعالیٰ کی بڑی بڑی عبادت کی تھی۔ وہ ایک کے پاس آئے گا تو وہ ایک یا قوت کے مکان میں موتیوں سے آراستہ سونے کے تخت پر بیٹھی ہوگی جو سندس اور استبرق کے ستر جنتی حلقے پہنے ہوگی۔ وہ اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے گا تو اپنے ہاتھ کا عکس اس کے سینہ کے درے اس کے کپڑوں، جسم اور گوشت کے درے ہوتا ہوا دوسری طرف دکھائی دے گا۔ جسم اس قدر مصفا ہوگا کہ پنڈلی کا گودا نظر آتا ہوگا، گویا تم یا قوت کی چھڑی کو دیکھ رہے ہو۔ اس کا دل اس کے لئے آئینہ بنا ہوگا اور اس کا دل اس کے لئے آئینہ ہے۔ وہ جب کبھی اس عورت کے پاس آئے گا اس کو باکرہ پائے گا نہ یہ اس سے خشکی کی شکایت کرے گا نہ وہ اس سے خشکی کی شکایت کرے گی۔ ایسے میں آواز آئے گی کہ ہمیں علم ہے کہ تم میں سے کسی کا جی بھرے گا نہیں، لیکن تیری دوسری ازواج بھی تو ہیں چنانچہ وہ باری باری سے ان کے پاس آئے گا اور جس کسی کے پاس وہ آئے گا کہے گی اللہ تعالیٰ کی قسم جنت میں مجھ سے زیادہ خوب تر کوئی نہیں اور نہ میرے پاس تجھ سے زیادہ کوئی محبوب تر ہے۔

لیکن جب اہل نار دوزخ میں ڈالے جائیں گے تو آگ کسی کے تو قدموں تک ہوگی اور کسی کے نصف ساق تک اور کسی کے گھٹنوں اور کمر تک اور چہرے کو چھوڑ کر کسی کے پورے جسم تک کیونکہ چہرے پر آگ حرام کر دی گئی ہے۔“ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں اللہ تعالیٰ سے کہوں گا یارب! میری امت کے اہل دوزخ کے بارے میں میری شفاعت قبول فرما۔ تو فرمائے گا کہ نکال لو دوزخ سے جن اپنے امتیوں کو تم جانتے ہو۔ چنانچہ کوئی امتی، بچا نہ رہے گا پھر شفاعت عام کی اجازت ملے گی۔ چنانچہ ہر نبی اور شہید اپنی اپنی شفاعتیں پیش کریں گے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جس کے دل میں دینار کے وزن کے برابر بھی ایمان ہو اس کو دوزخ سے نکال لو۔ پھر فرمائے گا اگر دو ٹکٹ دینار برابر بھی ہو۔ فرمائے گا اگر ٹکٹ دینار برابر بھی ہو۔ اگر چوتھائی دینار برابر بھی ہو۔ پھر قیراط برابر بھی۔ پھر رانی کے برابر بھی اگر ہو۔ چنانچہ سب دوزخ سے نکال لئے جائیں گے۔ پھر وہ بھی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے لئے کوئی بھی کار خیر کیا ہو۔ اب کوئی باقی نہ رہے گا جو قابل شفاعت ہو۔ حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کی اس رحمت عامہ کو دیکھ کر ابلیس کو بھی طمع ہوگی کہ کوئی اس کی بھی شفاعت کرے۔ اب اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب ایک میں باقی رہ گیا ہوں میں تو سب رحم کرنے والوں میں بڑا رحم کرنے والا ہوں، چنانچہ جہنم میں وہ اپنے ہاتھ ڈالے گا اور ایسے لاکھ لاکھ دوزخیوں کو نکال لے گا جو جل کر کونلوں کی طرح ہو گئے ہوں گے انہیں جنت کی ایک نہر میں جس کو نہر حیا کہتے ہیں ڈالا جائے گا وہ از سر نو ایسے سرسبز ہو جائیں گے جیسے جمیل کے کنارے کے نباتات، دھوپ انہیں پہنچے تو سبز دکھائی دیں اور سائے میں ہوں تو زرد معلوم ہوں۔ وہ شاداب سبزیوں کی طرح آگ آئیں گے اور ذرات کی طرح پھیلے ہوں گے ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا ”اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ جہنمی“ اس تحریر سے اہل جنت ان سے متعارف ہو جائیں گے کہ انہوں نے کچھ نیک کام کئے تھے۔ ایک عرصہ تک جنت میں وہ اسی طرح رہیں گے پھر اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ یارب! یہ تحریر مٹا دے۔ چنانچہ مٹا دی جائے گی۔“ یہ مشہور حدیث ہے اور طویل تر ہے۔ بہت غریب ہے اور متفرق احادیث میں متفرق کلمے =

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ أَرَأَيْتَ إِذْ أَسْرَيْنَا مَا آتَانَا اللَّهُ مِنِّيَّ أَرَأَيْتَ إِذْ أَسْرَيْنَا مَا آتَانَا اللَّهُ مِنِّيَّ أَرَأَيْتَ إِذْ أَسْرَيْنَا مَا آتَانَا اللَّهُ مِنِّيَّ أَرَأَيْتَ إِذْ أَسْرَيْنَا مَا آتَانَا اللَّهُ مِنِّيَّ

مُؤْمِنِينَ ۝ وَكَذَلِكَ نُرِي إِبْرَاهِيمَ مَلَكُوتَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلِيَكُونَ مِنَ

الْمُؤْمِنِينَ ۝ فَلَمَّا جَنَّ عَلَيْهِ اللَّيْلُ رَأَى الْكُوفَةَ ۝ قَالَ هَذَا رَبِّي ۝ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَا

أُحِبُّ الْأُفْلِينَ ۝ فَلَمَّا رَأَى الْقَمَرَ بَازِعًا قَالَ هَذَا رَبِّي ۝ فَلَمَّا أَفَلَ قَالَ لَئِن لَّمْ

يَهْدِنِي رَبِّي لَأَكُونَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّالِّينَ ۝ فَلَمَّا رَأَى الشَّمْسَ بَازِعَةً قَالَ هَذَا

رَبِّي هَذَا أَكْبَرُ ۝ فَلَمَّا أَفَلَتْ قَالَ يُقَوْمِي رَبِّيَ ۝ وَمِمَّا تُشْرِكُونَ ۝ إِنِّي وَجَّهْتُ

وَجْهِيَ لِلَّذِي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ حَنِيفًا وَمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝

ترجمہ: اور وہ وقت بھی یاد کرنے کے قابل ہے جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ آزر سے فرمایا کہ کیا تو بتوں کو معبود قرار دیتا ہے؟ بے شک میں تجھ کو اور تیری ساری قوم کو صریح غلطی میں دیکھتا ہوں۔ [۷۴] اور ہم نے ایسے ہی طور پر ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمین کی مخلوقات دکھائیں تاکہ وہ عارف ہو جائیں اور تاکہ کامل یقین کرنے والوں سے ہو جائیں۔ [۷۵] پھر جب رات کی تاریکی ان پر چھا گئی تو انہوں نے ایک ستارہ دیکھا آپ نے فرمایا کہ یہ میرا رب ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ میں غروب ہو جانے والوں سے محبت نہیں رکھتا۔ [۷۶] پھر جب چاند کو دیکھا چمکتا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے سو جب وہ غروب ہو گیا تو آپ نے فرمایا کہ اگر مجھ کو میرا رب ہدایت نہ کرتا رہے تو میں گمراہ لوگوں میں شامل ہو جاؤں۔ [۷۷] پھر جب آفتاب کو دیکھا چمکتا ہوا تو فرمایا کہ یہ میرا رب ہے یہ تو سب سے بڑا ہے۔ سو جب وہ غروب ہو گیا آپ نے فرمایا بے شک میں تمہارے شرک سے بے زار ہوں۔ [۷۸] میں اپنا رخ اس کی طرف کرتا ہوں جس نے آسمانوں کو اور زمین کو پیدا کیا اور میں شرک کرنے والوں سے نہیں ہوں۔ [۷۹]

ہیں، بعض باتیں قابل نکارت ہیں۔ اسماعیل بن رافع قاضی مدینہ اس کی روایت کے منفرد ہیں اس کی صحت میں اختلاف ہیں۔ بعض نے اس کی توثیق کی ہے اور بعض نے ضعیف قرار دیا ہے بعض نے انکار کیا ہے جیسے احمد بن حنبل، ابو حاتم رازی، عمر بن علی فلاس۔ بعض نے متروک کہا ہے۔ ابن عدی کہتے ہیں کہ یہ ساری حدیث قابل غور ہے اور اس کے سب راوی ضعیف ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس کے اسناد میں کئی وجوہ سے اختلاف ہے۔ میں نے اس کو علیحدہ ایک جزء میں بیان کر دیا ہے۔ اس کا سیاق عبارت بھی عجیب ہے۔ احادیث کثیرہ ملا کر اسے ایک حدیث بنا لیا گیا ہے اور اس کو ایک ہی سیاق قرار دے لیا گیا اسی لئے وہ قابل انکار ہو گئی۔ میں نے اپنے استاذ حافظ ابوالحجاج المزنی سے سنا ہے کہ یہ ولید بن مسلم کی ایک تصنیف ہے جس کو اس نے جمع کر رکھا ہے۔ گویا کہ یہ شواہد ہیں بعض الگ الگ احادیث کے وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا خاندان اور آزر: [آیت: ۷۴-۷۹] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام آزر نہیں تھا بلکہ تاریخ تھا۔ قولہ ﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آزر سے صم مراد ہے۔

ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تو تاریخ اور ماں کا نام شانی اور بیوی کا نام سارہ تھا اور حضرت اسٹیل علیہ السلام کی ماں کا نام جو ابراہیم علیہ السلام کی کنیز تھیں ہاجرہ تھا۔ علمائے نسب میں سے اکثر کا یہی قول ہے۔ آزر نام تھا ایک بت کا۔ چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد اس بت کے خادم اور پجاری تھے اس لئے یہی نام ان پر غالب آ گیا تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ابن جریر وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ طریق کلام ان لوگوں کی گفتگو میں ایک عیب کی بات اور ناروا کلام سمجھا جاتا تھا۔ اس لفظ آزر کے معنی ہیں ٹیڑھا۔ لیکن کسی سے اس کی روایت پیش نہیں کی اور نہ کسی سے اس کو منسوب کیا ہے۔ ابن ابی حاتم کہتے ہیں کہ محترم بن سلیمان نے بیان کیا کہ میں نے اپنے باپ سے سنا کہ وہ آزر کے معنی اعوج یعنی ٹیڑھا بتاتے تھے اور یہ ایک سخت کلمہ ہے جس کو ابراہیم علیہ السلام نے کہا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ درست تو یہ ہے کہ ان کے باپ کا نام آزر تھا۔ پھر نسب جاننے والوں کا اعتراض پیش کر کے کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام تاریخ تھا۔ پھر کہتے ہیں کہ ممکن ہے دو نام ہوں جیسا کہ اکثر لوگوں کے ہوتے ہیں یا ایک نام لقب اور عرف کے طور پر ہو۔ یہ ایک جید وجہ ہو سکتی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

آزر کو درس توحید اور اس کا انجام: قول باری تعالیٰ میں قاریوں کا اختلاف ہے۔ حسن بصری اور ابو یزید مدنی کہتے ہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اے آزر! کیا تم بتوں کو رب قرار دے رہے ہو؟ گویا آزر کو منادی بنایا ہے اور جمہور اس کو فتنے سے پڑھتے ہیں۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ کے نزدیک پیش سے نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ یہ لفظ ایک معرفہ اور علم ہے اس بنا پر غیر منصرف سمجھا جائے گا۔ اور گویا قول ﴿لَا يَبْه﴾ سے بدل ہے اور اس بنا پر منسوب ہے۔ یا عطف بیان سمجھا جائے اور یہی زیادہ ٹھیک ہو سکتا ہے اور جو لوگ اس کو نعت قرار دیتے ہیں جیسے احمر اور اسود غیر منصرف ہیں لیکن جن کا یہ گمان ہے کہ وہ محمول ہونے کی بنا پر منسوب ہے کیونکہ ﴿اتَّقِعْهُ اَصْنَامًا﴾ کی تقدیر یوں ہوئی ﴿يَا اَبَتِ اتَّقِعْهُ اُذْرًا اَصْنَامًا اِلٰهَةً﴾ یعنی اے باپ! کیا آزر بتوں کو تم رب بناتے ہو۔ لیکن لغت کے لحاظ سے یہ قول بعید ہے اس لئے کہ جو حرف استفہام کے بعد ہو وہ اپنے ماقبل پر عمل نہیں کیا کرتا ہے۔ کیونکہ اس حرف استفہام کے لئے تو صدر کلام چاہئے۔ ابن جریر وغیرہ نے اس کی تقریر و تصدیق کی ہے اور قواعد عربیہ میں یہی مشہور ہے۔ مقصود یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو نصیحت کی عبادت اصنام پر ان کی مخالفت کی۔ انہیں اس سے روکا۔ لیکن ان کے باپ باز نہ آئے۔ انہوں نے کہا کیا تم نے صنم کو رب بنالیا؟ میں تو تم کو اور تمہارے مسلک پر چلنے والوں کو بڑی گمراہی میں پاتا ہوں۔ اس سے بھٹکتے رہو گے بلکہ حیرت و جہل میں رہو گے۔ ان کو جہالت و گمراہی میں قرار دینا ہر صاحب عقل سلیم کے لئے ایک دلیل واضح ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ قرآن حکیم میں ابراہیم علیہ السلام کا ذکر دیکھو۔ وہ صدیق اور نبی تھے۔ اپنے باپ سے انہوں نے کہا تھا کہ ”اے باپ! اس کی عبادت نہ کرو جو نہ سنتا ہے نہ دیکھا ہے اور نہ تمہارا کوئی کام نکالتا ہے۔ اے باپ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھے وہ علم حاصل ہوا ہے جو تم کو نہیں ہوا اس لئے میری بات سنو! میں تم کو بالکل سیدھا راستہ بتاؤں گا۔ اے باپ! شیطان کی عبادت نہ کرو۔ شیطان اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے۔ اے باپ سخت اندیشہ ہے کہ تم پر عذاب نازل ہو جائے گا اور تم شیطان کے دوست قرار پاؤ گے۔“ تو آزر نے جواب دیا کہ ”اے ابراہیم! کیا تم میرے اہوں سے روگرداں ہو۔ اگر تم اس روش سے باز نہ آؤ گے تو میں تم کو سنگسار کر دوں گا اور تم کو بالکل چھوڑ دوں گا۔“ تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا سلام عرض ہے میں اللہ تعالیٰ سے تمہارے لئے استغفار کروں گا۔ میرا اللہ تعالیٰ بڑا مہربان ہے لیکن میں تم کو بھی چھوڑتا ہوں اور تمہارے معبودان باطل کو بھی۔ میں تو اللہ تعالیٰ ہی سے اپنا رابطہ جوڑوں گا۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ میری دعا میں مجھے ناکام نہ رکھے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تا حیات اپنے باپ کے لئے استغفار کرتے رہے اور جب

باپ شرک پر ہی مر گیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ شرک کے لئے استغفار کام نہیں دیتا تو استغفار کرنا چھوڑ دیا۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ ابراہیم کا استغفار اپنے باپ کے لئے تو صرف اس وجہ سے تھا کہ اس نے باپ سے وعدہ کر لیا تھا لیکن جب ابراہیم علیہ السلام کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا دشمن ہے تو اس سے بیزاری ظاہر کی۔ بے شک ابراہیم علیہ السلام بڑے الہ پرست اور حلیم تھے۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ سے ملیں گے تو آزران سے کہے گا کہ ”اے بیٹے! آج میں تمہاری نافرمانی نہ کروں گا“ تو ابراہیم علیہ السلام اپنے رب سے عرض کریں گے کہ ”اے رب! کیا تو نے مجھ سے وعدہ نہ فرمایا تھا کہ مجھے قیامت کے دن ذلیل نہ کرے گا۔ اور آج میرے لئے اس سے بڑی اور کون سی رسوائی ہو سکتی ہے کہ میرا باپ اس حال میں ہے“ تو ارشاد فرمایا جائے گا کہ اے ابراہیم علیہ السلام تم اپنے پیچھے دیکھو تو وہ اپنے باپ کو دیکھنے کے بجائے ایک بچو کو دیکھیں گے۔ جو کچھڑ میں لتھڑا ہوا ہے اور اس کی ٹانگیں پکڑ کر اس کو دوزخ کی طرف کھینچ کر لے جایا جا رہا ہے۔ ①

آسمان وزمین کے ملکوت پر نظر: چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہم اس طرح ابراہیم علیہ السلام کو آسمان وزمین کے ملکوت پیش نظر کر دیتے ہیں اور اس کی نظر میں یہ دلیل قائم کر دیتے ہیں کہ کس طرح وحدانیت اللہ عزوجل پر زمین و آسمان کے خلق کی بنیاد ہے جس سے یہ دلیل لی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رب نہیں۔ ایسی ہی دلالت فی النظر کو ملکوت کہتے ہیں۔ کیونکہ دلالت فی النظر سب سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی کو حاصل رہی۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اَوَلَمْ يَنْظُرُوا فِي مَلَكُوتِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ﴾ ② اور دوسری جگہ ہے ﴿اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مٰبِئِن اٰيٰتِهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمٰوٰءِ وَ الْاَرْضِ﴾ ③ یعنی لوگوں کو آسمان وزمین کی مخلوق پر عبرت کی نظر کرنی چاہئے انہیں اپنے آگے پیچھے زمین و آسمان کو دیکھنا چاہئے۔ اگر ہم چاہیں تو انہیں زمین میں دھندسا دیں اور چاہیں تو آسمان سے ٹکرا ان پر گرا دیں۔ رغبت اور رجوع کرنے والوں کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔ لیکن ملکوت کے بارے میں ابن جریر وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی نگاہوں کے سامنے آسمان پھٹ گئے تھے اور ابراہیم علیہ السلام آسمان کی سب چیزوں کو دیکھ رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی نظر عرش تک پہنچی اور ساتوں زمینیں ان کے لئے کھل گئیں اور وہ زمین کے اندر کی چیزیں دیکھنے لگے۔ بعض نے اس مضمون کو بھی اضافہ کیا ہے کہ وہ لوگوں کے معاصی کو بھی دیکھنے لگے تھے اور ان گنہگاروں پر بددعا کرنے لگے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہیں اے ابراہیم میں تم سے زیادہ اپنے بندوں پر کریم ہوں کیا عجب کہ بعد کو وہ توبہ کر لیں اور رجوع کر لیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی قدرت سے آسمان وزمین کی چھپی ہوئی اور علانیہ ساری چیزیں دکھلا دیں ان میں کچھ بھی چھپانہ رہا۔ اور جب وہ اصحاب گناہ پر لعن کر رہے تھے تو فرمایا کہ ایسا نہیں اور ان کی بددعا کو رد کر دیا۔ پھر وہ حسب سابق ہو گئے۔ اس لئے مختل ہے کہ ان کی نگاہوں پر سے پردہ ہٹ گیا ہو اور نہ ان کے لئے عیاں ہو گیا ہو۔ اور یہ بھی مختل ہے کہ اس کو دل کی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی حکمت باہرہ اور دلالت قاطعہ کو معلوم کر لیا ہو۔ جیسا کہ امام احمد اور ترمذی رحمہما اللہ سے مروی ہے کہ ”عالم خواب میں اللہ تعالیٰ ایک بہترین شکل میں میرے پاس آیا اور فرمانے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! ملأ اعلیٰ میں کیا بحث ہو رہی ہے؟ میں نے کہا یارب میں نہیں جانتا تو اس نے اپنا ہاتھ میرے دونوں شانوں کے درمیان رکھ دیا کہ اس کی انگلیوں کی ٹھنڈک میں اپنے سینے میں پانے لگا۔ اب ہر چیز مجھ پر کھل گئی اور میں سب کچھ دیکھنے لگا۔“ ④ اور

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهٖمَ خَلِیْلًا﴾ ۳۳۵۔

② ۷/ الاعراف: ۱۸۵۔ ③ ۳۴/ سبا: ۹۔

④ احمد، ۲۴۳/۵، ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ص، ۳۲۳۵، وسندہ حسن۔

قول پاک ﴿وَلْيَكُونَنَّ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ میں کہا گیا ہے کہ اس آیت میں داؤزائدہ ہے اس کی تقدیر یوں ہوئی کہ (مَلَكَوَتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لِيَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ) یعنی بغیر داؤ کے۔ جیسا کہ اس آیت میں ﴿وَكَذَلِكَ نَفْصَلُ الْآيَاتِ وَلِتَسْتَبِينَ سَبِيلَ الْمُجْرِمِينَ﴾ ① اس میں الایات کے بعد داؤزائدہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ زائدہ نہیں ہے بلکہ سابقہ بات کی بنیاد پر بات کو اٹھایا گیا ہے۔ یعنی ہم نے اس پر ملکوت ظاہر کر دیا تاکہ وہ دیکھے اور یقین بھی کر لے۔ اب قول باری ہے کہ جب تاریک رات ہوگئی تو ابراہیم علیہ السلام نے جب ستارے کو دیکھا تو کہا یہ میرا رب ہوگا لیکن جب وہ غائب ہو گیا تو کہا کہ ڈوب جانے والوں کو تو میں پسند نہیں کرتا نہ غائب ہو جانے والی چیز اللہ تعالیٰ ہو سکتی ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے جان لیا کہ اللہ تعالیٰ وہ ہونا چاہئے جو زائل نہ ہو۔ پھر جب چاند کو روشن دیکھا تو کہا یہ میرا اللہ تعالیٰ ہوگا۔ وہ بھی ڈوب گیا تو کہا یہ بھی اللہ تعالیٰ نہیں۔ اگر سچا اللہ تعالیٰ میری راہ نمائی نہ فرمائے تو میں گمراہ ہی ہو جاؤں گا۔ پھر جب سورج کو طالع دیکھا تو کہا یہ روشن ہے اور سب سے بڑا ہے لیکن وہ بھی ڈوب گیا تو کہنے لگے اے قوم! میں تو دست بردار ہوتا ہوں تمہاری ان تمام چیزوں سے جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ اب میں نے تو اپنا رخ کر لیا ہے اس ذات کی طرف جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔ اب میں بالکل اس کا ہوں اور مشرکین میں سے نہیں ہو سکتا اور اپنی عبادت و پرستش اسی لئے خاص کرتا ہوں جس نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا ہوا ہے حالانکہ اس کی کوئی نظیر تخلیق کے وقت اس کے سامنے نہ ہوگی۔ اس طرح میں شرک سے توحید کی طرف آتا ہوں۔

میدان مناظرہ یا مقام غور و فکر: مفسرین نے اس مقام پر اختلاف کیا ہے کہ کیا یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام غور و فکر ہے یا قوم سے مناظرہ کا مقام ہے اور وہ قوم سے ایک مناظرہ کرنے والے کے موقف میں آ کر سوال کر رہے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کو ابراہیم علیہ السلام کا مقام غور و فکر قرار دیتے ہیں اس قول سے استدلال کرتے ہوئے کہ اگر میرا رب ہی مجھے ہدایت نہ فرمائے تو میں گمراہ ہو جاؤں گا۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ یہ ابراہیم علیہ السلام نے اس وقت کہا تھا جب کہ وہ پہلی دفعہ اس غار سے باہر نکلے جس میں کہ ان کی ماں نے انہیں جنا تھا، کیونکہ نمرود بن کنعان کے خوف سے ولادت کے وقت وہ غار میں گھس گئی تھیں۔ نمرود سے منجمن نے کہا تھا کہ ایک بچہ پیدا ہونے والا ہے کہ جس کے ہاتھوں تمہارا ملک برباد ہوگا۔ تو اس نے حکم دے رکھا تھا کہ اس سال جتنے لڑکے پیدا ہوں سب قتل کر دیئے جائیں۔ ام ابراہیم جب حاملہ ہوئیں اور وقت وضع حمل قریب آیا تو وہ شہر کے باہر ایک غار میں چلی گئیں اور لڑکے کو وہیں چھوڑ کر چلی آئیں۔ اس سلسلے میں وہ بہت سے خارق عادات چیزوں کا ذکر کرتے ہیں۔ جیسا کہ اسی بنیاد پر مفسرین سلف و خلف نے بھی ذکر کیا ہے لیکن سچ تو یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم سے یہ بیان بہ حیثیت ایک مناظرہ کے ہے اس عقیدہ کو باطل کرنے کے لئے کہ تم جو ہیا کل واصنام کو پوجتے ہو یہ سب سچ ہیں۔

چنانچہ مقام اول میں وہ عبادت اصنام سے متعلق اپنے باپ کی خطا ظاہر کرتے ہیں یہ اصنام انہوں نے فرشتوں کی شکل کے بنا رکھے تھے تاکہ یہ پستے خالق عظیم کے سامنے ان کی شفاعت کریں حالانکہ یہ بت خود ان کی اپنی نظروں میں بھی حقیر اور بے معنی تھے۔ لیکن وہ گویا ملائکہ کی عبادت کر کے یہ چاہتے تھے کہ وہ رزق اور دوسری ضروریات سے متعلق اللہ تعالیٰ کے پاس ان کی سفارش کیا کریں چنانچہ اس مقام میں ان کی خطا اور گمراہی ظاہر کی گئی ہے۔ یہ ہیا کل سات ستاروں کے تھے یعنی قمر، عطارد، زہرہ، شمس، مریخ، مشتری، زحل سب سے زیادہ چمک دار ستارہ شمس ہے پھر قمر ہے پھر سب ستاروں میں روشن تر زہرہ ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے سب سے پہلے اسی ستارہ زہرہ کو لیا اور قوم کو بتایا کہ الہیت کی ان ستاروں میں صلاحیت نہیں یہ خود پابند ہیں ان کی رفتار معین مقدر ہے۔ یہ سیدھی بائیں ذرا

بھی اپنے اختیار سے نہیں جھک سکتے۔ یہ تو اجرام فلکی ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے روشن بنا کر پیدا کیا ہے اور اس میں اس کی بڑی حکمت پوشیدہ ہے یہ مشرق سے نکلتے ہیں پھر مشرق و مغرب کا درمیانی راستہ طے کرتے ہیں پھر ننگا ہوں سے غائب ہو جاتے ہیں۔ دوسری رات پھر ظاہر ہوتے ہیں۔ ایسی چیزیں جو اپنی عادت مستمرہ پر پابند ہوں اللہ تعالیٰ کیسے ہو سکتی ہیں۔ پھر وہ قمر کی طرف آتے ہیں اور زہرہ کے بارے میں جو بیان کیا تھا وہی بیان کرتے ہیں پھر شمس کا ذکر کرتے ہیں اور ان تین اجرام سے جب الہیت کا انشاء فرماتے ہیں جو اجرام فلکی میں روشن ترین تھے اور دلیل قاطع سے اپنا دعویٰ ثابت کر چکے ہیں تو کہتے ہیں کہ اے قوم! میں تو ان چیزوں سے بری ہوں جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے ہو۔ اگر یہ اللہ تعالیٰ ہیں تو ان سب کو مددگار بنا کر تم میری مخالفت کرو اور ذرا بھی میرے ساتھ رعایت نہ کرو۔ میں توفاطر السموت والارض کا ہو چکا ہوں میں تمہاری طرح شرک نہ کروں گا۔ میں تو ان اشیاء کے خالق کو پوجوں گا جو ان کا مخترع ہے مخترع ہے مدبر ہے۔ ہر شے کا رشتہ انقیا داسی کے ہاتھ میں ہے۔ جیسا کہ فرمایا ”تمہارا رب فقط وہی ہے جس نے چھ دن میں آسمان وزمین کو پیدا کیا پھر عرش پر مستوی ہو گیا۔ رات کو دن اور دن کو رات سے ڈھانپتا ہے کہ ایک دوسرے کے پیچھے آ جا رہا ہے۔ سورج چاند اور تارے سب اسی کے زیر فرمان ہیں۔ خلق وامر کا مالک وہی ہے وہ رب العالمین ہے بڑی برکتوں والا۔“ ①

چنانچہ یہ کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اس مقام پر نظر غور و فکر ڈالے اور شرک کے خیالات میں پہلے مبتلا ہو جائے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمادیا ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو پہلے ہی سے ہدایت بخش رکھی ہے۔ ہم اس کو خوب جانتے ہیں۔ وہ خود اپنے باپ اور قوم سے کہتے تھے کہ یہ کیا صورتیاں ہیں جن کی تم پرستش کرتے ہو۔ اور فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی پرستش کرنے والا اور بہت مخلص بندہ ہے۔ اس نے کبھی شرک نہیں کیا۔ وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر گزار ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو برگزیدہ بنایا ہے اور اس کو صراط مستقیم کی ہدایت فرمائی ہے اور دنیا میں بھی اس کو خوبیاں اور نیکیاں عطا فرمائیں۔ اور آخرت میں بھی وہ صالحین میں سے ہے پھر ہم تمہاری طرف اے نبی وحی بھیجتے ہیں کہ ملت ابراہیم علیہ السلام کی پیروی کرو وہ حنیف تھا شرک نہیں تھا۔ ② اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ کہہ دو اے نبی! کہ میرے رب نے صراط مستقیم کی مجھے ہدایت فرمائی ہے جس پر کہ ابراہیم قائم تھے اور وہ مشرکین میں سے نہیں تھے۔ ③ صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ہر مولود فطرت پر پیدا ہوتا ہے۔“ ④ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو حنیف پیدا کیا ہے۔“ ⑤ یعنی اللہ تعالیٰ ہی کا ہو کر رہنے والا۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی فطرت وہ ہے جس پر کہ انسان کی پیدائش ہوئی اور جو چیز جیسی پیدا کر دی گئی اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی ⑥ اور فرمایا ﴿وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ ۗ سَمِعْنَا ۗ﴾ جس کے معنی ایک قول کی رو سے یہی ہیں جیسے کہ ﴿فَطَرَتِ اللَّهُ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا﴾ ③ کے ہیں جس کا بیان آئے گا۔ یعنی یہ کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے فطرت اللہ پر پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ کی تخلیق کی تبدیلی نہیں۔ جب یہ اللہ پرستی کی فطرت اور اعتراف عبودیت تمام ہی مخلوق کے بارے میں ہے تو ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں کیسے نہ ہو اور وہ اللہ شناسی کے بارے میں متفکر اور متردد کیسے =

① ۷/ الاعراف: ۵۴۔ ② ۱۶/ النحل: ۱۲۰۔ ③ ۶/ الانعام: ۱۶۱۔

④ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قبل فی اولاد المشرکین، ۱۳۸۵، صحیح مسلم، ۲۶۸۵، ترمذی، ۲۱۳۸، احمد، ۲/ ۲۵۳، ابن حبان، ۱۳۰۔ ⑤ صحیح مسلم، کتاب الجمعة، باب الصفات التي يعرف بها فی الدنيا اهل الجنة واهل النار، ۲۸۶۵، احمد، ۴/ ۲۶۶، ابن حبان، ۶۵۳، مسند الطیالسی، ۱۰۷۹، مصنف عبدالرزاق، ۲۰۰۸۔

⑥ ۳۰/ الزوم: ۳۰۔ ⑦ ۷/ الاعراف: ۱۷۲۔ ⑧ ۳۰/ الروم: ۳۰۔

وَحَاجَّةُ قَوْمِهِ ط قَالَ أَمْحَاجُونِي فِي اللَّهِ وَقَدْ هَدَيْتَنِي ط وَلَا آخَافُ مَا تُشْرِكُونَ

بِهِ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي شَيْئًا ط وَسِعَ رَبِّي كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ط أَفَلَا تَتَذَكَّرُونَ ۝ وَكَيْفَ

آخَافُ مَا أَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُونَ أَنْتُمْ أَشْرَكْتُمْ بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ عَلَيْكُمْ

سُلْطَانًا ط فَأَيُّ الْفَرِيقَيْنِ أَحَقُّ بِالْأَمْنِ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ۝ الَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ

يَلْسُوا إِلَهَانَهُمْ بِظُلْمٍ أُولَئِكَ لَهُمُ الْأَمْنُ وَهُمْ مُهْتَدُونَ ۝ وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا

إِبْرَاهِيمَ عَلَى قَوْمِهِ ط نَرْفَعُ دَرَجَاتٍ مَن نَّشَاءُ ط إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝

توحید کے اور ان کی قوم نے جنت کرنا شروع کی آپ نے فرمایا کیا تم اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں مجھ سے جنت کرتے ہو حالانکہ اس نے مجھ کو طریقہ بتلا دیا ہے اور میں ان چیزوں سے جن کو تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک بناتے ہو نہیں ڈرتا ہاں لیکن اگر میرا پروردگار ہی کوئی امر چاہے میرا پروردگار ہر چیز کو اپنے علم میں گھیرے ہوئے ہے۔ کیا تم پھر خیال نہیں کرتے۔ [۸۰] اور میں ان چیزوں سے کیسے ڈروں جن کو تم نے شریک بنایا ہے حالانکہ تم اس ذات سے نہیں ڈرتے کہ تم نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرایا ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی۔ سو ان دو جماعتوں میں سے امن کا زیادہ مستحق کون ہے اگر تم خبر رکھتے ہو۔ [۸۱] جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور اپنے ایمان کو شرک کے ساتھ مخلوط نہیں کرتے ایسوں ہی کے لئے امن ہے اور وہی راہ پر چل رہے ہیں۔ [۸۲] اور یہ ہماری جنت تھی وہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو ان کی قوم کے مقابلہ میں دی تھی۔ ہم جس کو چاہتے ہیں مرتبوں میں بڑھادیتے ہیں۔ بے شک آپ کا رب بڑا حکمت والا بڑا علم والا ہے۔ [۸۳]

== ہو سکتے ہیں وہ تو فطرت سلیم کے لحاظ سے بہترین ہستی تھے۔ بلاشک بات یہی ہے کہ وہ اس مقام میں اپنی قوم سے مناظرہ اور مباحثہ فرما رہے ہیں اور جس شرک میں وہ لوگ مبتلا تھے۔ ان کے خیالات کو دلیل اور برہان کے ذریعہ دور کر رہے ہیں۔ یہ بات نہیں کہ خود متروک ہیں۔

مشرکوں کے سامنے کھری کھری توحیدی باتیں: [آیت: ۸۰-۸۳] اللہ پاک اپنے ظلیل ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرماتا ہے جب کہ آپ توحید سے متعلق اپنی قوم سے مناظرہ کر رہے تھے اور آپ اپنی قوم سے فرما رہے تھے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کے بارے میں مجھ سے جھگڑ رہے ہو وہ تو واحد یکتا ہے وہ مجھے حق کی طرف بصیرت و ہدایت فرما چکا ہے اور میں اس کی یکتائی پر دلائل رکھتا ہوں۔ پھر تمہارے اقوال فاسدہ اور شبہات باطلہ کی طرف کیسے توجہ دے سکتا ہوں۔ تمہارے قول کے بطلان پر میرے پاس دلیل ہے۔ تمہارے یہ خود ساختہ بت تو کسی بات پر اثر انداز نہیں وہ کچھ نہیں کر سکتے۔ میں نہ ان سے ڈرتا ہوں نہ ذرہ بھران کی پروا کرتا ہوں۔ اگر یہ بت میرا کچھ بگاڑ سکتے ہیں تو اچھا بگاڑ دیکھیں بلکہ مجھے سمجھنے کے لئے ذرہ بھر مہلت بھی ندیں۔ قولہ ﴿إِلَّا أَنْ يَشَاءَ رَبِّي﴾ شَيْئًا﴾ ہاں اللہ تعالیٰ ہی اگر کچھ بگاڑنا چاہے تو بگاڑ سکتا ہے۔ تمام اشیاء پر اس کا احاطہ علم وسیع ہے۔ کوئی چیز اس سے مخفی نہیں۔ میں جو کچھ بیان کرتا ہوں تم اس سے کچھ بھی عبرت نہیں لیتے؟ تاکہ ان کی عبادت سے باز آئیں۔ یہ صورت احتجاج بالکل ایسی ہی ہے جیسی

ہو علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے پیش کی تھی اور اس قوم عداک قصہ قرآن میں موجود ہے کہ ﴿قَالُوا يَا هَرُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ﴾ یعنی اے ہرود! تم نے کوئی معجزہ تو پیش نہیں کیا، خالی تمہارے کہنے سے کیا ہم اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں گے، ہم تو تم پر ایمان لانے والے نہیں۔ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ تم پر ہمارے معبودوں کی کوئی لعنت بری ہے۔ تو ہو علیہ السلام نے کہا میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنانا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں اللہ تعالیٰ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے معبودوں کو جو شریک کر دیتے ہو ان سے بری ہوں۔ اب تم اور تمہارے بت سب مل کر خوب میری برائی چاہو نہ کوئی کسر اٹھا رکھو نہ مجھے مہلت دو۔ میرا بھروسہ تو میرے رب پر ہے جو تمہارا بھی رب ہے وہ تو ہر جان دار کو اپنے پاس پکڑ بلائے گا۔ پھر آیت زیر ذکر میں فرماتا ہے کہ میں آخر تمہارے ان اصنام باطلہ سے کیوں ڈروں؟ جب تم خود اس بات سے نہیں ڈرتے، جو دوسروں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرا رہے ہو۔ جس کی تمہارے پاس کوئی دلیل ہی نہیں جیسے کہ ایک جگہ فرمایا ﴿أَمْ لَهُمْ شُرَكَاءُ﴾ ② نیز فرمایا ﴿إِنْ هِيَ إِلَّا أَسْمَاءُ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَابْتَأْتُمُوهَا﴾ ③ پھر ارشاد ہوتا ہے پس تم ہی بتاؤ کہ تمہاری اور میری جماعت میں سے حق پر کون ہے کیا وہ اللہ تعالیٰ جو سب کچھ کر سکتا ہے یا وہ جو ذرہ بھر نفع و ضرر کا مالک نہیں۔ پھر فرماتا ہے کہ جو لوگ ایمان لے آئے اور اپنے ایمان کے ساتھ ظلم کا بیونہیں لگایا، امن و اطمینان تو انہیں کا حق ہے اور وہی ہدایت یافتہ ہیں۔ انہوں نے اپنی عبادت شانہ شرک سے خالص رکھی تھی، دنیا و آخرت پر انہیں کا قبضہ ہے۔

جب صحابہ رضی اللہ عنہم کو مفہوم ظلم کا پتہ نہ چل سکا: بخاری میں عبد اللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جب آیت ﴿وَلَكُمْ يَلْبَسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ نازل ہوئی تو اصحاب نے کہا یا رسول اللہ! کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم نہیں کر لیا ہے تو آیت نازل ہوئی ﴿إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ یعنی ظلم عظیم جو ہے وہ شرک ہے۔ ④ جب آیت مندرجہ بالا نازل ہوئی تھی اور لوگوں کو غلط فہمی ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم جیسا سمجھتے ہو ویسا نہیں۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ عبد صالح یعنی لقمان حکیم نے کہا تھا ﴿يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ﴾ یعنی ظلم سے مراد شرک ہے۔“ ⑤ عبد اللہ بن مسعود سے مروی ہے کہ جب ﴿لَكُمْ يَلْبَسُوا إِيمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ آیت اتری تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مجھ سے کہا گیا کہ تم انہیں ایمان دار لوگوں میں سے ہو۔“ ⑥ جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک وقت ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چلے اور جب مدینہ سے باہر ہوئے تو ایک سوار ہماری طرف آتا ہوا دکھائی دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”یہ سوار تم سے ملنے کے لئے آ رہا ہے۔“ جب وہ ہم تک پہنچا تو ہمیں سلام کہا۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا ”کہاں سے آ رہے ہو؟“ اس نے کہا اپنے اہل و عیال اور اپنے قبیلہ والوں کے پاس سے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا ”کہاں جاؤ گے؟“ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنا چاہتا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کہو میں ہی اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔“ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے ایمان کی تعلیم دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کہو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا الہ نہیں اور یہ کہ محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز پڑھا کرو، زکوٰۃ دیا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور حج کرو۔“ اس نے کہا مجھے ان سب باتوں کا اقرار ہے۔

پھر جب وہ روانہ ہو چکا تو اس کے اونٹ کا پاؤں ایک جنگلی چوہے کے ایک سوراخ میں پھنس گیا اور اونٹ گر پڑا اس کے ساتھ

① ۱۱/ہود: ۵۳، ۵۶۔ ② ۴۲/الشوری: ۲۱۔ ③ ۵۳/النجم: ۲۳۔

④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانعام باب ﴿ولم يلبسوا ايمانهم بظلم﴾، ۶۲۹، صحیح مسلم، ۱۲۴، ترمذی، ۳۰۶۷، احمد، ۱/۳۸۷، السنن الكبرى للنسائی، ۱۱۱۶۵، بیہقی، ۱۰/۱۸۵، ابن حبان، ۲۵۳۔

⑤ احمد، ۱/۳۷۸، شرطین پر صحیح ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحديثية، ۶/۶۹) ⑥ ابن مردويه وسنده ضعيف اس کی سند میں محمد بن شداد اسمعی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۳/۵۷۹، رقم: ۷۶۶۵) اور باقی سند بھی ضعیف ہے۔

ہی یہ سوا بھی گریزا اور اس کا سر پھٹ گیا۔ گردن ٹوٹ گئی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”مجھ پر اس کی دیکھ بھال ضروری ہے۔“ ساتھ ہی عمار بن یاسر اور حذیفہ رضی اللہ عنہما نے دوڑ کر اسے اٹھایا پھر کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو مر چکا۔ آپ ﷺ دوسری طرف پلٹ گئے۔ پھر فرمایا ”کیا تم جانتے ہو کہ میں نے اس کی طرف سے رخ کیوں پلٹا۔ میں نے دو فرشتوں کو دیکھا تھا کہ جنت کے پھل اس کے منہ میں دے رہے ہیں جس سے میں سمجھ گیا کہ وہ بھوکا مرا ہے۔“ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ ان لوگوں میں سے تھا جن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ اپنے ایمان کے ساتھ ظلم یعنی شرک کو شامل نہیں کرتے۔“ پھر فرمایا ”اپنے بھائی کا انتظام کرو۔“ چنانچہ ہم نے اس کو غسل دیا کفن پہنایا، خوشبو ملی اور جب قبر کی طرف لے جانے لگے تو حضور اکرم ﷺ تشریف لائے پھر قبر کے کنارے بیٹھ گئے اور فرمایا کہ ”بغلی قبر بناؤ“ کھلی نہ رکھو ہاری قبریں بغلی ہوتی ہیں اور کھلی قبریں دوسروں کی ① اور یہ ان لوگوں میں سے تھا جو بہت ہی تھوڑا عمل کر کے اجر کثیر حاصل کر لیتے ہیں۔“ ② تفصیل کے ساتھ ابن عباس رضی اللہ عنہما یوں بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے کہ ایک اعرابی سامنے سے آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! قسم اس کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا کہ میں اپنے وطن اپنی اولاد اور اپنے مال کو چھوڑ کر آ رہا ہوں تاکہ آپ کے ذریعہ ہدایت حاصل کروں اور اس طرح آپ تک پہنچا ہوں کہ زمین کی گھانس پات راہ میں کھاتا ہوا آیا اب مجھے دین سکھائیے۔ آپ ﷺ نے اس کو دین سکھا یا اس نے قبول کیا۔ ہم اس کے اطراف جمع ہو گئے۔ وہ جانے لگا تو اس کے اونٹ کا پاؤں جنگلی چوہے کے بل میں پھنس گیا وہ گریزا اور دھکے سے اس کی گردن ٹوٹ گئی۔ تو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کی قسم اس نے سچ کہا تھا کہ اپنے وطن اور بال بچوں کو چھوڑ کر وہ مجھ سے صرف ہدایت اور دین حاصل کرنے کے لئے آیا تھا“ اس نے تعلیمات دینی حاصل کر لی۔ مجھے معلوم ہوا کہ اس نے ایام سفر زمین کی صرف گھانس پات کھا کر گزارے تھے اس نے عمل کیا تھوڑا اور اجر پایا بہت۔ کیا تم نے ان لوگوں کے بارے میں سنا جنہوں نے اپنے ایمان کے ساتھ ظلم شرک کو شامل نہیں کیا۔ یہی لوگ امن و اطمینان قلب کے حق دار ہیں۔ یہی اصل ہدایت یافتہ ہیں۔ یہ انہیں میں سے تھا۔“

عبداللہ بن سبغہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ”جس کو دیا گیا اور اس نے شکر کیا اور جس کو نہ دیا گیا اور اس نے صبر کیا اور جس نے ظلم کیا پھر مغفرت طلب کی اور جس پر ظلم ہوا اور اس نے بخش دیا۔“ اتنا کہہ کر آپ ﷺ خاموش ہو گئے تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! اس کو کیا ملے گا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہی لوگ اللہ تعالیٰ کی طرف سے امن کے اندر آ گئے ہدایت یافتہ یہی ہیں۔“ اور قول پاک ﴿وَتَلَكُ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلٰی قَوْمِهِ﴾ یعنی ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اپنی قوم سے مناظرہ کرنا اور دلیلیں لانا سکھایا۔ مجاہد رحمہ اللہ وغیرہ اس آیت سے حسب ذیل دلیل پیش کر رہے باری تعالیٰ مراد لیتے ہیں یعنی یہ حجت ابراہیمی کہ میں تمہارے معبودوں سے کیوں ڈروں جب کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے سے نہیں ڈرتے جس کی کوئی سند اور دلیل ہی نہیں۔ اب تم خود جان لو کہ دونوں میں سے کس نے اپنا زیادہ بچاؤ کر لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو امن و ہدایت کا نام دیا ہے۔ پھر فرمایا ﴿اٰمَنُوْا وَاَنْتُمْ يٰلَيْسُوْا﴾ پھر اس کے بعد فرمایا ﴿وَتَلَكُ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلٰی قَوْمِهِ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مِّنْ نَّشَأٍ﴾ یہاں درجات کا لفظ بلا اضافت اور بلا اضافت دونوں طرح پڑھا گیا ہے۔ جیسا کہ سورہ یوسف میں ہے اور بات دونوں طرح یکساں ہے۔ اور قولہ ﴿اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ﴾ یعنی وہ اپنے اقوال میں حکیم ہے اور اپنے افعال میں علیم ہے یعنی جس کو چاہے ہدایت کرے اور جس کو چاہے گمراہ ہونے دے جیسا کہ فرمایا ﴿اِنَّ الدِّيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ﴾ ③ الخ یعنی جن کی قسمت میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ متحقق

① احمد، ۴/۳۵۹، وسندہ ضعیف، المعجم الکبیر، ۲۳۲۹، مجمع الزوائد، ۱/۴۱، حلیۃ الاولیاء، ۴/۲۰۳، اس کی سند میں ابو جناب یحییٰ بن ابی حنیہ الہکمی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۴/۳۷۱، رقم: ۹۴۹۱) ② احمد حوالہ سابق۔ ③ ۱۰/یونس: ۹۶، ۹۷۔

وَهَبْنَا لَهُ إِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۖ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ ۚ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ
 دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَىٰ وَهَارُونَ ۚ وَكَذَلِكَ نَجْزِي
 الْمُحْسِنِينَ ۗ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَىٰ وَعِيسَىٰ وَإِيلَاسَ ۖ كُلًّا مِّنَ الصَّالِحِينَ ۗ
 وَإِسْمَاعِيلَ وَإِسْحَاقَ وَيُوسُفَ ۖ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ۗ وَمِنَ آبَائِهِمُ
 وَذُرِّيَّتِهِمُ وَأَخْوَانِهِمُ ۚ وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ۗ ذَٰلِكَ
 هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ ۗ وَلَوْ أَشْرَكُوا لَحَبَطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوا
 يَعْمَلُونَ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاهُمُ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَإِن يَكْفُرْ بِهَا هَؤُلَاءِ
 فَقَدْ وَكَلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوا بِهَا بِكَافِرِينَ ۗ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبْهَتَهُمُ
 اِقْتِدَاهُ ۗ قُلْ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا إِن هُوَ إِلَّا ذِكْرٌ لِلْعَالَمِينَ ۗ

ترجمہ: اور ہم نے ان کو اخیق دیا اور یعقوب۔ ہر ایک کو ہم نے ہدایت کی اور پہلے زمانہ میں ہم نے نوح کو ہدایت کی اور ان کی اولاد میں سے
 داؤد کو اور سلیمان کو اور ایوب کو اور یوسف کو اور موسیٰ کو اور ہارون کو اور اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو جزا دیا کرتے ہیں۔ [۸۴] اور
 نیز زکریا کو اور یحییٰ کو اور عیسیٰ کو اور ایلیاس کو سب پورے شائستہ لوگوں میں تھے۔ [۸۵] اور نیز اسماعیل کو اور یسح کو اور یونس کو اور لوط کو اور ہر
 ایک کو تمام جہان والوں پر ہم نے فضیلت دی۔ [۸۶] اور نیز ان کے کچھ باپ دادوں کو اور کچھ اولاد کو اور کچھ بھائیوں کو اور ہم نے ان کو
 مقبول بنایا اور ہم نے ان کو راہ راست کی ہدایت کی۔ [۸۷] اللہ تعالیٰ کی ہدایت وہ یہی ہے اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اس کو
 ہدایت کرتا ہے اور اگر فرضایہ حضرات بھی شریک کرتے تو جو کچھ یہ اعمال کیا کرتے تھے ان سے سب اکارت ہو جاتے [۸۸] یہ ایسے تھے کہ
 ہم نے ان کو کتاب اور حکمت اور نبوت عطا کی تھی سو اگر یہ لوگ نبوت کا انکار کریں تو ہم نے اس کے لئے ایسے بہت لوگ مقرر کر دیئے ہیں
 جو اس کے منکر نہیں ہیں۔ [۸۹] یہ حضرات ایسے تھے جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی تھی سو آپ بھی ان ہی کے طریق پر چلیے آپ کہہ دیجئے
 کہ میں تم سے اس پر کوئی معاوضہ نہیں چاہتا یہ تو صرف تمام جہان والوں کے واسطے ایک نصیحت ہے۔ [۹۰]

== ہو چکا ہے وہ ایمان نہ لائیں گے خواہ کیسی ہی نشانی انہیں کیوں نہ بتائی جائے کہ عذاب الہی سے انہیں سابقہ نہ پڑے۔

اللہ تعالیٰ کے ابراہیم علیہ السلام پر انعامات: [آیت: ۸۴-۹۰] اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو اخیق علیہ السلام جیسا بیٹا
 بخشا۔ حالانکہ بڑھاپے کے سبب وہ اور ان کی بیوی سارہ اولاد سے مایوس ہو چکے تھے۔ فرشتے ان کے پاس آئے اور قوم لوط کی طرف
 بھی وہ جا رہے تھے۔ فرشتوں نے میاں بیوی کو اسحاق کی ولادت کی بشارت دی۔ بیوی حیران ہو کر رہ گئیں اور کہا ”ہے ہے اب
 میرے ہاں بچہ ہوگا“ میں بڑھیا میرا شوہر شیخ فانی نے کیسی عجیب بات ہے۔ ”تو فرشتوں نے کہا ”اے بی بی! کیا اللہ کے کلمہ بار پر تعجب
 کرتی ہو؟ اے گھر والو! اللہ کی رحمت اور برکتیں تم پر ہیں۔“ چنانچہ فرشتوں نے انہیں یہ بھی بشارت دی کہ وہ نبی بھی ہوگا اور اس کی نسل

بھی بڑھے گی یعنی فرمایا ﴿وَيَبْسُرُهُ بِاسْتِطْقِ نَيْبًا مِّنَ الصَّالِحِينَ﴾ ① اور یہ بڑی بشارت اور بڑی نعمت ہے۔ چنانچہ فرمایا ﴿فَبَسُرْنَهَا بِاسْتِطْقِ وَمِنْ وَّرَاءِ اسْتِطْقِ يَعْقُوبُ﴾ ② یعنی اس مولود اسحق کو تمہاری حیات ہی میں لڑکا ہوگا اور تمہاری آنکھیں جیسے بیٹے سے ٹھنڈی ہوں گی پوتے سے بھی ٹھنڈی ہوں گی کیونکہ بقاء نسل کے ثبوت کے سبب پوتے کی ولادت سے خوشی اور بھی زیادہ ہوتی ہے۔ بوڑھے اور بڑھیا کی اولاد میں جب شک ہو سکتا ہے کہ ضعف کی وجہ سے ان کے بچے نہیں ہو سکتا تو بیٹے اور پھر پوتے جس کا نام یعقوب ہوگا اس کی خوشی کیسے نہ ہوگی۔ یعقوب کا اشتقاق عقب سے ہے یعنی اسحاق کے بعد اس کے عقب میں بھی آنے والا۔ یہ صلہ ہے ابراہیم علیہ السلام کا۔ جس نے اپنے وطن اور قوم کو چھوڑا ان کے شہروں سے ہجرت کر کے عبادت الہی کی خاطر دور دراز چل دیا۔ اس کی جزا ان کی صلیب اولاد صالحین تھی تاکہ ان سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں۔ جیسا کہ فرمایا جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنی قوم اور ان کے معبودوں کو چھوڑا تو ہم نے ان کو اسحاق و یعقوب عطا کئے اور دونوں کو نبی بنایا۔ اور یہاں فرمایا ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ اسْتِطْقًا وَيَعْقُوبَ كَمَلًا هَدَيْنَا﴾ اور پھر فرمایا ﴿وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ﴾ یعنی اس سے پہلے ہم نوح علیہ السلام کی ہدایت کر چکے تھے۔ اور ہم نے ابراہیم علیہ السلام کو صالح نسل عطا فرمائی اور اسحاق اور یعقوب ان دونوں کو خصوصیت عظیمہ حاصل ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے سارے اہل زمین کو غرق کر دیا۔ بجز ان کے جو نوح علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور ان کے ساتھ سفینے میں بیٹھ چکے تھے۔ یہ باقی لوگ ہی نوح علیہ السلام کی ذریت تھے اور ساری دنیا کے لوگ ان کی ذریت ہیں اور ابراہیم علیہ السلام کہ ان کے بعد کوئی نبی نہیں ہوا بجز ان افراد کے جو ان کی ذریت میں تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ ③ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَلَقَدْ آرَسْنَا نُوحًا وَإِبْرَاهِيمَ وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِمَا النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ ④ اور یہ بھی فرمایا کہ نبیوں میں سے یہ بھی ہیں جن پر انعام الہی ہوا۔ آدم کی اولاد میں سے اور جنہیں ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں لے لیا تھا اور ابراہیم و اسرائیل کی اولاد میں سے اور جنہیں ہم نے ہدایت کی تھی اور پسند کر لیا تھا۔ ان کے سامنے جب آیات الہی پڑھی جاتی ہیں تو روتے اور گرگڑاتے ہوئے سجدہ میں گر جاتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ﴾ سے مطلب یہ ہے کہ ہم نے اس کی ذریت کو بھی ہدایت دی یعنی داؤد اور سلیمان کو بھی لیکن اگر ذریت کی ضمیر کو نوح علیہ السلام کی طرف پھیریں کہ قریب تر نوح کا لفظ ہی ہے اور ضمیر اقرب کی طرف ہی جاتی ہے تو یہ بات تو صاف ہے کوئی اشکال نہیں۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ لیکن اگر ضمیر ابراہیم علیہ السلام کی طرف پھیریں کہ سیاق کلام ایسا ہی ہے تو یہ تو بہت اچھا ہے لیکن اشکال یہ ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کے سلسلے میں لوط کا لفظ بھی آیا ہے اور لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے نہیں ہیں بلکہ ان کے بھائی ہارون بن آزر کے بیٹے ہیں کیا عجب کہ غلبہ اور اکثریت کے طور پر ان کی ذریت کے ضمن میں ذکر کر دیا گیا ہو۔ جیسا کہ اس قول باری میں بھی ہے ﴿أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ﴾ یہاں آباء یعقوب علیہ السلام کے سلسلہ میں اسماعیل علیہ السلام کا بھی نام آ گیا حالانکہ اسماعیل علیہ السلام تو ان کے چچا تھے۔ یہ سلسلہ کلام میں غلبہ و اکثریت کی بنا پر ہوا۔ اور اسی طرح کی دوسری آیت ہے ﴿فَسَجَدَ الْمَلَائِكَةُ كُلُّهُمْ أَجْمَعُونَ إِلَّا ابْنُ سُلَيْمَانَ﴾ جہاں ملائکہ کو سجدہ کا حکم دیا گیا اور مخالفت کی مذمت کی گئی وہاں ابلیس کو بنا پر غلبہ ملائکہ میں شامل قرار دے کر استثنیٰ کیا گیا۔ کیونکہ وہ ملائکہ کے ساتھ تشابہ رکھتا تھا۔ ورنہ تو ملک نہیں تھا۔ جنوں میں سے تھا۔ اس کی طبیعت تاریخی اور فرشتوں کی طبیعت نور تھی۔ نیز اس لئے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ذریت ابراہیم یا نوح کے سلسلے میں لایا گیا ہے۔ گویا انہیں بھی ابراہیم علیہ السلام کی نسل میں

① ۳۷ / الصافات: ۱۱۲ - ② ۱۱ / ہود: ۷۱۔

③ ۲۹ / العنکبوت: ۲۷ - ④ ۵۷ / الحديد: ۲۶۔

کہا گیا۔ اس دلیل کی بنا پر کہ بیٹی کی اولاد بھی آدمی کی نسل ہی میں سے سمجھی جاتی ہے۔ اب اگر عیسیٰ علیہ السلام کو ابراہیم علیہ السلام سے کوئی تعلق ہے تو صرف اس بنا پر کہ ان کی ماں مریم علیہا السلام ابراہیم علیہ السلام کی نسل سے تھیں ورنہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تو باپ تھے ہی نہیں۔ کہتے ہیں کہ حجاج (بن یوسف) نے یحییٰ بن یمر سے کہا کہ میں نے سنا ہے تم کہتے ہو کہ حسن اور حسین ذریت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں حالانکہ وہ علی اور ابوطالب کی ذریت سے ہیں اور پھر یہ بھی دعویٰ کرتے ہو کہ اس کا ثبوت قرآن سے ہے۔ میں نے قرآن کو اول سے آخر تک پڑھا کہیں اس کو نہ پایا۔ تو ابن یمر نے کہا کہ کیا تم نے سورۃ انعام میں نہیں پڑھا کہ ﴿وَمِنْ ذُرِّيَّتِهِ دَاوُدَ وَسُلَيْمَانَ﴾ حتیٰ کہ وہ یحییٰ اور عیسیٰ تک پڑھتے چلے گئے۔ کہا کہ ہاں پڑھا ہے۔ کہا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ذریت ابراہیم علیہ السلام میں بتایا گیا ہے اور حالانکہ وہ باپ نہیں رکھتے تھے، صرف بیٹی کے تعلق سے ذریت میں قرار دیا گیا تو پھر بیٹی کے تعلق سے حسن اور حسین ذریت نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیوں نہ ہوں۔ حجاج نے کہا تم ٹھیک کہتے ہو۔ ❶

اسی لئے جب کوئی آدمی اپنی میراث کو اپنی ذریت کے نام پر وصیت کرتا ہے یا وقف یا ہبہ کرتا ہے تو اس ذریت میں اولاد بنات بھی داخل سمجھی جاتی ہے۔ لیکن جب وہ اپنے بیٹوں کے نام سے دیتا ہے یا وقف کرتا ہے تو خاص صلیبی بیٹے ہی مستحق ہوتے ہیں یا پوتے۔ اور دوسروں نے تو کہا ہے کہ اس میں اولاد بنات بھی داخل ہے کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن بن علی رضی اللہ عنہما کے بارے میں فرمایا کہ ”میرا یہ بیٹا سید ہے اور اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے دو بڑے فرقوں میں صلح کر دے گا اور جنگ کا فتنہ دبا جائیگا۔“ ❷ چنانچہ حسن کو ابن کے لفظ سے تعبیر کیا جو دلالت کرتا ہے کہ وہ اولاد میں داخل سمجھے جاسکتے ہیں۔ اور قول باری ﴿وَمِنْ اَبَائِهِمْ وَذُرِّيَّاتِهِمْ وَاٰخُوَانِهِمْ﴾ یہاں ان کی نسل اور نسب دونوں کا ذکر ہے اور ہدایت دیر گزیدگی ان سب پر شامل ہے۔ اسی لئے فرمایا ﴿وَاٰجْتَنَّبَتْهُمْ وَهَدَيْتُهُمْ اِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ﴾ یعنی ہم نے ان کو چن لیا اور صراط مستقیم کی ہدایت کی۔ پھر فرمایا ﴿ذٰلِكَ هُدٰى اللّٰهُ يَهْدٰى بِهٖ مَنْ يَشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ یعنی یہ بات ان کو اللہ تعالیٰ کی توفیق اور اس کی ہدایت کے سبب حاصل ہوئی ہے۔

شُرک، ایک انتہائی گھناؤنا گناہ: ﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبَطَ عَنْهُمْ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ یعنی اگر وہ شرک کریں گے تو ان کے سارے اعمال نیک سلب کر لیے جائیں گے۔ یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ امر شرک کس قدر سخت ہے اور اس کی برائی کی اہمیت کتنی زبردست ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَقَدْ اَوْحٰى اِلَيْكَ وَاٰلِ الْاٰدِنِیْنَ مِنْ قَبْلِكَ لَیْنِ اَشْرَكْتَ لَیْسَ بِحَبِطَ عَمَلُكَ﴾ ❸ یہ جملہ محل شرط میں ہے اور شرط کے لئے یہ ضروری نہیں کہ واقع ہی ہو۔ جیسے کہ فرمایا ﴿قُلْ اِنْ كُنْتُمْ اِلٰلٰهَ الرَّحْمٰنِ وَاَلٰهَ الْاَوْلَادِ ہو تو میں سب سے پہلے ماننے والا بن جاؤں۔ اور فرمایا ﴿لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهٗمْ اٰلَآتِخَذُوْا لَمَّا نَخَذُوْا مِنْ لَدُنَّا﴾ ❹ یعنی اگر کھیل تماشا بنانا ہی چاہتے تو اپنے پاس سے ہی بنا لیتے۔ اور فرمایا ﴿لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَاَلٰهًا لَیْسَ بِحَبِطَ عَمَلُكَ﴾ ❺ یعنی اگر اللہ تعالیٰ اولاد کا ہی ارادہ کرتا تو اپنی مخلوق میں سے جسے چاہتا چن لیتا، لیکن وہ اس سے پاک ہے اکیلا اور غالب ہے۔

اور زید ذکر آیت کریمہ میں ارشاد ہے کہ انہیں لوگوں کو ہم نے کتاب اور حکمت اور نبوت دی اور اپنے بندوں پر ان کے سبب نعمت و کرم مبذول فرمایا۔ پس اگر وہ نبوت کا انکار کریں تو ان اہل مکہ اور قریش پر ہم ایسے لوگوں کو مسلط کر دیں گے جو انکار نہیں کریں گے اور ہمارے شکر گزار بندے ہوں گے۔ اب خواہ وہ غیر قریش عرب و عجم ہوں یا اہل کتاب ہوں ان پر ہم مہاجرین و انصار کو مسلط کر دیں گے =

❶ حاکم، ۳/ ۱۶۴، ۱۶۵، وسندہ ضعیف جداً، صالح بن موسى الطلحی متروک۔ ❷ صحیح بخاری، کتاب الصلح، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم ﴿ان ابنی هذا سید﴾ ۲۷۰۴، ابو داود، ۴۶۶۲، ترمذی، ۳۷۷۳، احمد، ۴۹/۵۔ ❸ ۳۹/ الزمر: ۶۵۔ ❹ ۴۳/ الزخرف: ۸۱۔ ❺ ۲۱/ الانبیاء: ۱۷۔ ❻ ۳۹/ الزمر: ۴۔

وَمَا قَدَرُوا اللَّهَ حَقَّ قَدْرِهِ إِذْ قَالُوا مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى بَشَرٍ مِنْ شَيْءٍ ۚ قُلْ مَنْ أَنْزَلَ الْكِتَابَ الَّذِي جَاءَ بِهِ مُوسَى نُورًا وَهُدًى لِلنَّاسِ لِيَجْزِيَوهُ قَرَاطِيسَ يُبَدُّونَهَا وَيُخْفُونَ كَثِيرًا ۗ وَعَلَيْتُمْ مَا لَمْ تَعْلَمُوا أَنْتُمْ وَلَا آبَاؤُكُمْ قُلْ اللَّهُ لَمْ ذَرَّهُمْ فِي خَوْضِهِمْ يَلْعَبُونَ ﴿٩٠﴾ وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبْرَكًا مُصَدِّقٌ لِلَّذِي بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنذِرَ أُمَّ الْقُرَى وَمَنْ حَوْلَهَا ۗ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَهُمْ عَلَى صَلَاتِهِمْ يُحَافِظُونَ ﴿٩١﴾

ترجمہ: اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی جیسی قدر پیمانہ واجب تھی ویسی قدر نہ پیمانی جس کو یوں کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کوئی چیز بھی نازل نہیں کی۔ آپ یہ کیسے کہہ کر وہ کتاب کس نے نازل کی ہے جس کو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے۔ جس کی کیفیت یہ ہے کہ وہ نور ہے اور لوگوں کے لئے وہ ہدایت ہے جس کو تم نے متفرق اوراق میں رکھ چھوڑا ہے جن کو ظاہر کر دیتے ہو اور بہت سی باتوں کو چھپاتے ہو اور تم کو بہت سی ایسی باتیں تعلیم کی گئی ہیں جن کو تم نہ جانتے تھے اور نہ تمہارے بڑے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا ہے پھر ان کو ان کے مشغلہ میں بیہودگی کے ساتھ لگا رہنے دیجئے۔ [۹۱] اور یہ بھی ایسی ہی کتاب ہے جس کو ہم نے نازل کیا ہے جو بڑی برکت والی ہے اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور تاکہ آپ مکہ والوں کو اور آس پاس والوں کو ڈرائیں اور جو لوگ آخرت کا یقین رکھتے ہیں ایسے لوگ اس پر ایمان لے آتے ہیں اور وہ اپنی نماز پر ہدایت رکھتے ہیں۔ [۹۲]

== وہ ہماری کسی بات کا انکار نہیں کرتے ہیں اور نہ کوئی بات رد کرتے ہیں۔ بلکہ قرآن کی سب باتوں پر خواہ وہ آیتیں محکم ہوں یا تشابہ ہوں ایمان رکھتے ہیں۔ پھر اپنے رسول سے مخاطب ہو کر فرماتا ہے کہ وہ انبیاء مذکور اور ان کے آباء و ذریعہ و اخوان ایسے لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت فرمائی ہے تو اب تم انہیں کی اقتدا اور اتباع کرو۔ جب رسول کے لئے یہ حکم ہے تو ان کی امت تو ان کے تابع ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ کیا سورہ ص میں سجدہ ہے؟ تو فرمایا ہاں۔ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿وَوَهَبْنَا لَهُ اسْمٰحٰقَ وَيَعْقُوبَ﴾ تا ﴿فِيْهٰذِهِمْ اٰفِئِدَةٌ﴾ پھر کہا کہ وہ انہیں کے گروہ میں سے ہے۔ ① اور قولہ تعالیٰ ﴿قُلْ لَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا﴾ یعنی میں تم سے اپنا کوئی حق تبلیغ نہیں مانگتا مجھے کچھ نہیں چاہیے۔ ﴿اِنَّ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ﴾ یہ تو دنیا جہاں والوں کے لئے ایک نصیحت ہے تاکہ گمراہی سے ہدایت حاصل کر لیں۔

آیت کا شان نزول: [آیت: ۹۱-۹۲] اللہ پاک فرماتا ہے کہ جب انہوں نے رسول کی تکذیب کی تو اللہ کا حق تعظیم ادا نہیں کیا۔ عبد اللہ بن کثیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت قریش کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ ② اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہود کے بارے میں ہے یا یہ کہ انہیں کے ایک آدمی غفصہ کے بارے میں ہے یا مالک بن صفیہ کے بارے میں۔ ان بے سمجھوں کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی انسان پر کتاب نہیں اتاری۔ شان نزول کے بارے میں پہلی بات زیادہ صحیح ہے اس لئے کہ آیت مکہ ہے اور یہود تو اس بات کے قائل

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الانعام باب قول اللہ تعالیٰ ﴿اولئک الذین ہدی اللہ فہد اہم اقتدہ﴾ ۴۶۳۔

② الطبری، ۱۱/۵۲۴۔

نہ تھے کہ انسان پر کوئی کتاب نہیں اتری کیونکہ وہ تورات کے اترنے کے قائل ہیں اور اہل وطن قریش اور عرب محمد ﷺ کے منکر تھے اس حجت میں کہ آپ ﷺ بشر ہیں اور بشر پر کتاب نہیں اترتی جیسا کہ فرمایا ﴿إِن كَانَ لِلنَّاسِ عَاجِبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَىٰ رَجُلٍ مِّنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ﴾ ① یعنی لوگوں کو تعجب کیوں ہے اگر ہم انہیں میں سے کسی پر وحی بھیجیں کہ لوگوں کو کفر سے ڈرائے۔ اور ارشاد ہے ﴿وَمَا مَنَعَ النَّاسَ أَنْ يُؤْمِنُوا إِذْ جَاءَهُمُ الْهُدَىٰ﴾ ② یعنی جب ان کے پاس ہدایت پہنچی تو ایمان لانے سے جو چیز مانع تھی وہ یہ کہ ان کا کہنا تھا کہ کیا اللہ نے کسی بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے تو اسے نبی! کہہ دو کہ ملائکہ اگر زمین پر چلتے پھرتے ہوتے تو ہم بھی آسمان سے کسی ملک ہی کو رسول بنا کر بھیجتے۔

اب یہاں اللہ پاک فرماتا ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر جیسا کہ چاہئے نہیں پہچانی۔ یعنی کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے کسی بشر پر کچھ نازل نہیں کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کہہ دو کہ کس نے کتاب اتاری تھی موسیٰ پر جو لوگوں پر نور اور ہدایت ثابت ہوئی۔ موسیٰ کی پیش کی ہوئی کتاب تورات کس کی نازل کی ہوئی تھی۔ تم اور ہر کوئی یہ جانتا ہے کہ موسیٰ بن عمران کی کتاب اللہ کی نازل کردہ تھی جس سے لوگ کشف مشکلات میں روشنی پاتے تھے اور شہادت کی تاریکیوں میں سیدھی راہ کو ڈھونڈ لیتے تھے۔ پھر فرمایا کہ تم تورات کو ورق ورق بنا کر لکھتے ہو لیکن اس میں لکھتے ہوئے تعریف و تہلیل بھی اپنی طرف سے کرتے جاتے ہو اور کہتے یہ ہو کہ یہ بھی اللہ ہی کی آیت ہے اسی لئے فرمایا کہ کچھ تو حقیقی آیتوں کو ظاہر کر دیتے ہو اور اکثر کو چھپا دیتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ تم نے وہ کچھ جان لیا جس کو نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے اسلاف۔ یعنی کس نے اتارا اس قرآن کو جس نے تم کو ساری گزشتہ خبریں بتا دیں اور ہونے والی باتوں کی پیش گوئی کر دی جس کو نہ تم جانتے تھے نہ تمہارے باپ دادا۔ قادم ﷺ کہتے ہیں کہ اس سے مراد مشرکین عرب ہیں اور مجاہد کہتے ہیں کہ مسلمان مراد ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ اس سوال کے جواب میں تم آپ ہی جواب دے دو کہ اللہ ہی نے نازل فرمایا۔ اور وہ جس کو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے وہ اس کلمہ کی تفسیر میں متعین ہے ایسا نہیں جیسا کہ بعض متاخرین نے کہا ہے کہ ﴿قُلِ اللَّهُ﴾ کے معنی یہ ہیں کہ تمہارا یہ خطاب ان کے لئے نہیں ہے سوائے اس کے کہ یہ کلمہ صرف ایک کلمہ یعنی لفظ اللہ ہے اور اس سے یہ لازم آئے گا کہ ایک مفرد کلمہ بھی جملہ ہو سکتا ہے جو غیر مرکب ہو۔ لیکن کلمہ مفردہ کا لانا لغت عرب میں غیر مفید سمجھا گیا ہے اور اس پر سکوت نہیں ہو سکتا۔ اور قول باری تعالیٰ ہے کہ انہیں ضلالت و جہل میں بھٹکنے دو حتیٰ کہ موت کے سبب ان کی یقین کی آنکھیں کھل جائیں اور آخر کار وہ اللہ کو جان لیں۔

قرآن اور صاحب قرآن کی شان: اور قول باری ہے کہ یہ قرآن مبارک ہے اور تورات و انجیل کی تصدیق کرنے والا ہے اور تاکہ تم اس کے ذریعہ مکہ اور اس کے اطراف میں رہنے والے قبائل عرب کو اور عرب و عجم کے بنی آدم کو کفر و شرک کے برے نتیجہ سے ڈرا سکو۔ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں فرمایا ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ ③ یعنی کہہ دو کہ اے لوگو! میں تم سارے انسانوں کی طرف اللہ کا رسول بن کر آیا ہوں تاکہ تنبیہ کر سکوں اور انہیں بھی جن تک میرا پیام پہنچے۔ اور فرمایا کہ جو لوگ کفر کریں گے ان کے لئے دوزخ کا وعدہ ہے۔ اور فرمایا ﴿تَبَرَّكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾ ④ مبارک ہے وہ ذات جس نے قرآن کو نازل فرمایا اپنے رسول پر تاکہ ساری دنیا جہان کے لئے وہ ڈرانے والا بنے۔ اور فرمایا ﴿وَقُلْ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَالْأَمِيمِينَ ءَاسَلَمْتُمْ فَإِنْ أَسَلَمْتُمْ فَإِنْ أَسَلَمْتُمْ فَاقْتَدُوا وَان تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلَاغُ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ﴾ ⑤

① ۱۰ / یونس: ۲۔ ② ۱۷ / الاسراء: ۹۵۹۴۔ ③ ۷ / الاعراف: ۱۵۸۔

④ ۲۵ / الفرقان: ۱۔ ⑤ ۳ / آل عمران: ۲۰۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ
 قَالَ سَأُنزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ وَلَوْ تَرَى إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ
 بَاسِطُوا أَيْدِيهِمْ أَخْرَجُوا أَنْفُسَكُمْ الْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ
 عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ۝ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فَرَادَى كَمَا خَلَقْنَاكُمْ
 أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ وَمَا نَرَى مَعَكُمْ شُفَعَاءَ كُمُ الَّذِينَ
 زَعَمْتُمْ أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ لَقَدْ نَقَطَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ۝

ترجمہ: اور اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ تہمت لگائے یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے حالانکہ اس کے پاس کسی بات کی بھی وحی نہیں آئی اور جو شخص یوں کہے کہ جیسا کلام اللہ تعالیٰ نے نازل کیا ہے اسی طرح کا میں بھی لاتا ہوں اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہونگے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے۔ ہاں اپنی جائیں نکالو آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ تعالیٰ کے ذمہ جموٹی باتیں کہتے تھے اور تم اللہ تعالیٰ کی آیات سے تکبر کرتے تھے۔ [۹۳] اور تم ہمارے پاس تہمتا آ گئے جس طرح ہم نے اول بار تم کو پیدا کیا تھا اور جو کچھ ہم نے تم کو دیا تھا اس کو اپنے پیچھے ہی چھوڑ آئے اور ہم تو تمہارے ہمراہ تمہارے ان شفاعت کرنے والوں کو نہیں دیکھتے جن کی نسبت تم دعویٰ رکھتے تھے کہ وہ تمہارے معاملہ میں شریک ہیں۔ واقعی تمہارے آپس میں تو قطع تعلق ہو گیا اور وہ تمہارا دعویٰ سب تم سے گیا گزرا ہوا۔ [۹۳]

= یعنی اہل کتاب اور ان پڑھ سب ہی لوگوں سے کہہ دو کہ اب بھی تم ایمان لاؤ گے یا نہیں اگر وہ اسلام لائیں گے تو ہدایت پالیں گے اور اگر روگردانی کریں گے تو کرنے دو تمہارا کام بات کو صرف ان تک پہنچا دینا تھا۔ اپنے بندوں سے اللہ خوب واقف ہے۔ اور بخاری و مسلم سے ثابت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”مجھے پانچ چیزیں بخشی گئی ہیں کہ مجھ سے پہلے انبیاء میں سے کسی کو نہیں دی گئیں۔ انہی میں سے ایک یہ ہے کہ ہر نبی خاص اپنی ہی قوم کی طرف بھیجا جاتا تھا اور میں ساری دنیا جہان کے لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔“ ① اور اسی لئے فرمایا ﴿وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ﴾ یعنی ہر وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر وہ اس مبارک کتاب پر بھی ایمان لائے گا جو اے محمد ﷺ! ہم نے تم پر اتاری ہے۔ اور وہ مؤمنین ایسے ہیں کہ پابندی سے اپنی نماز ادا کرتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے اوقات میں ادا کرنے کے لئے ان پر فرض کر دی ہے۔

سب سے بڑا ظالم کون اور ظالموں کا انجام: [آیت: ۹۳-۹۴] اللہ پاک فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنے والے سے بڑھ کر اور کون ظالم ہوگا کہ وہ اس کے لئے شرکا قرار دیتا ہے یا اس کے اولاد قرار دیتا ہے یا یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو رسول بنا کر بھیجا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے نہیں بھیجا اور اسی لئے فرمایا کہ ”وہ کہتا ہے کہ مجھ پر بھی وحی بھیجی گئی ہے۔ حالانکہ نہیں بھیجی گئی۔“

① اس کی تخریج سورۃ آل عمران آیت ۱۵۱ کے تحت گزر چکی ہے۔

عکرمہ اور قتادہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ آیت سیلہ کذاب کے بارے میں اتری ہے۔ اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو کہتا ہے کہ میں بھی ایسا قرآن نازل کر سکتا ہوں جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی وحی کے ساتھ معارضہ کرتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”جب ان کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اسے سنا“ لیکن اگر ہم چاہیں تو ایسا ہی ہم بھی کہہ سکتے ہیں۔“ ① آیت زیر ذکر میں ارشاد ہے کہ کاش تم ان ظالموں کو سکرات اور کربات موت کے عالم میں دیکھتے جب کہ ملائکہ مارنے کے لئے ہاتھ اٹھا رہے ہوں جیسا کہ فرمایا ﴿لَيْسَ بِسَطْوَتِ اِلٰہِیْ یَدِکَ﴾ ② یعنی مجھے قتل کرنے کے لئے اگر تو اپنا ہاتھ اٹھائے بھی (قصہ ہاتیل و قاتیل) اور فرمایا۔ ﴿یَسْطُوْا اِلَیْکُمْ اَیْدِیْہُمْ وَاَلْسِنَتُہُمْ بِالسُّوْءِ﴾ ③ وہ اپنے ہاتھ اپنی زبانیں تمہاری طرف دراز کرتے ہیں تاکہ تم کو مضرت پہنچائیں اور برا بھلا کہیں۔ ضحاک و ابوصالح کہتے ہیں کہ عذاب کے لئے ہاتھ اٹھانا مراد ہے۔ جیسا کہ فرمایا ”کاش تم دیکھتے کہ مرنے والے کافروں کو ملائکہ ان کے چہروں اور ہاتھوں پر بوقت مرگ مار رہے ہیں ④ اور اسی لئے فرمایا ﴿وَالْمَلٰٓئِکَةُ یَسْطُوْا اَیْدِیْہُمْ﴾ تاکہ ان کے جسموں سے ان کی روحوں کو نکالیں۔ وہ فرشتے ان کافروں سے کہیں گے کہ اپنی روحوں کو باہر نکالو۔ کافروں کا جب وقت مرگ قریب آئے گا تو ملائکہ ان کو خبر دیں گے عذاب و نکال کی بیڑیوں دوزخ اور حیم کی اور غضب رحمن کی تو ان کی روح ان کے جسم میں پھرنے لگے گی، نکلنے سے انکار کرے گی، تو ملائکہ ان کو مارنے لگیں گے حتیٰ کہ روحمیں نکل جائیں اور کہیں گے کہ اپنی روحمیں نکال پھینکو آج تم کو بواذلیل عذاب دیا جائے گا، اس سزا میں کہ کیسے کیسے بہتان اللہ پر تراشا کرتے تھے۔ مؤمن اور کافر کے وقت مرگ سے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ قول باری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو دنیا اور آخرت کی زندگی میں قول ثابت کے ذریعہ ثابت و قائم رکھا ہے۔ ⑤ ابن مردویہ نے یہاں ایک بہت طویل حدیث سند غریب سے ذکر کی ہے۔ جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی بتائی گئی ہے۔

ارشاد باری ہے تم ہمارے پاس ایسے فردا فردا آؤ گے جیسے طلق اول میں پیدا کئے جاتے ہو اور یہ بات ان سے معاد میں فرمائی جائے گی۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ اپنے رب کے سامنے صف بصف پیش کئے جائیں گے اور اسی کیفیت میں آئیں گے جیسے کہ پہلے خلق کے وقت تھے یعنی جیسا پیدا کیا تھا ویسے ہی اٹھائے جائیں گے اور تم اس بات کا انکار کرتے تھے اور اس یوم قیامت کو دور سمجھتے تھے۔ اور فرمایا کہ دنیا میں تم نے جو مال و متاع جمع کر رکھا تھا اس کو اپنے پیچھے چھوڑ آؤ گے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ابن آدم کہتا ہے کہ میرا مال میرا مال لیکن تیرا مال تو صرف اتنا ہی تھا جتنا کہ تو نے کھایا اور فنا کر دیا، پینا اور پرانا کر دیا یا دوسروں کو دیا اور گویا باقی رکھ لیا“ اس کے سوا تیری ساری دولت دوسروں کے لئے ہے۔ اللہ پاک ابن آدم سے پوچھے گا کہاں جمع کر رکھا ہے تو کہے گا اے رب جمع کیا اور بڑھا کروہیں چھوڑ آیا۔“ ⑥ پھر فرمایا کہ اس دن کے لئے کیا آگے بھیجا۔ وہ دیکھے گا کہ کچھ بھی نہیں بھیجا۔ پھر فرمائے گا کہ تیرے وہ سفارشی کہاں ہیں جن کو تو سمجھتا تھا کہ وہ میرے ساتھ شریک ہیں۔ اب وہ کیوں شفاعت نہیں کرتے۔ یہ اس کو ملامت اور سرزنش کی جارہی ہے کیونکہ وہ دنیا میں اوٹان و اصنام کو پوجتا تھا اور یہ سمجھتا تھا کہ وہ اس کی حیات دنیاوی اور حیات آخرت میں فائدہ بخش ہوں گے۔ قیمت کے روز تو سارے تعلقات ٹوٹ جائیں گے گمراہی ختم ہو جائے گی۔ بتوں کا راج جاتا رہے گا اور اللہ پاک انسانوں سے خطاب کرے گا کہ تمہارے وہ بت اب کہاں ہیں جنہیں تم میرے شر کا قرار دیتے تھے اور ان سے کہا =

① ۸/ الانفال: ۳۱۔ ② ۵/ المائدة: ۲۸۔ ③ ۶۰/ الممتحنة: ۲۔

④ ۸/ الانفال: ۵۰۔ ⑤ ۱۴/ ابراہیم: ۲۷۔ ⑥ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب الدنيا سجن للمؤمن ووجهه للكافر،

۲۹۵۸، ترمذی، ۲۳۴۲، احمد، ۴/ ۲۴، مسند الطیالسی، ۱۱۴۸، ابن حبان، ۷۰۱، حاکم، ۲/ ۵۲۴۔

إِنَّ اللَّهَ فَالِقَ الْحَبِّ وَالنَّوَى ط يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ الْحَيِّ ط
 ذَلِكُمْ اللَّهُ فَالِقُ تُوْفِكُونَ ۝ فَالِقُ الإصْبَاحِ ۝ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا وَالشَّمْسَ
 وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ط ذَلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ۝ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ
 لِيَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالْبَحْرِ ط قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ پھاڑنے والا ہے دانہ کو اور گٹھلیوں کو وہ جاندار کو بے جان سے نکال لاتا ہے اور وہ بے جان کو جاندار سے نکالنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ ہے سو تم کہاں لٹے چلے جا رہے ہو۔ [۹۵] وہ صبح کا نکالنے والا ہے۔ اور اس نے رات کو راحت کی چیز بنایا ہے اور سورج اور چاند کو حساب سے رکھا ہے۔ یہ ٹھہرائی بات ہے ایسی ذات کی جو کہ قادر ہے بڑے علم والا ہے۔ [۹۶] اور وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے ستاروں کو پیدا کیا تاکہ تم ان کے ذریعہ سے اندھیروں میں خشکی میں بھی اور دریا میں بھی راستہ معلوم کر سکو۔ بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ہیں ان لوگوں کے لئے جو خبر رکھتے ہیں۔ [۹۷]

== جائے گا کہ اب تمہارے وہ معبودان باطل کہاں ہیں وہ کیا تمہاری اس وقت کوئی مدد کر سکتے ہیں یا تم ان کی مدد کر سکتے ہو۔ اور اسی لئے فرمایا کہ تمہارے ساتھ اب وہ شرکان نہیں دکھائی دے رہے ہیں جنہیں تم میرے پاس شفیع سمجھتے تھے اور انہیں بھی مستحق سمجھتے تھے کہ ان کی عبادت کی جائے۔ پھر فرمایا کہ تمہارے آپس کے تعلقات اب سب قطع ہیں۔

﴿يُنَبِّئُكُمْ﴾ کو اگر رفع سے پڑھیں یعنی ﴿يُنَبِّئُكُمْ﴾ تو مراد یہ ہوگی کہ تمہاری جماعتیں توڑ دی جائیں گی اور اگر نصب سے پڑھیں تو مطلب ہوگا کہ باہمی اسباب و تعلقات ختم ہو جائیں گے اور اصنام و انداد سے تم نے جو امیدیں قائم کر رکھی تھیں وہ سب جاتی رہیں گی۔ جیسا کہ فرمایا اس وقت یہ معبودان باطل اپنے متبعین سے بیزاری ظاہر کریں گے عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور ان کے باہمی تعلقات نسب منقطع ہو جائیں گے اور ان کے متبعین کہیں گے کہ کاش ہم پھر دنیا میں بھیجے جائیں تاکہ جس طرح ان معبودوں نے ہم سے بیزاری ظاہر کی ہے ہم بھی ان سے بیزار بنیں۔ دیکھو اللہ پاک کس طرح ان کے اعمال ان پر حسرت بنا کر پیش کرتا ہے۔ اب یہ آگ سے نکل نہیں سکتے ① اور فرمایا جب صور پھونک دیا جائے گا تو آپس میں حسب نسب کچھ باقی نہ رہے گا نہ کوئی باپ نہ کوئی بیٹا اور نہ کوئی ایک دوسرے کی پریش کرے گا ② اور فرمایا تم جو دنیا میں ان کی پریش کرتے تھے تو صرف دنیاوی زندگی میں محبت و مودت کی خاطر پھر قیامت کے روز ایک دوسرے کا انکار کر بیٹھے گا اور آپس میں لعنت و ملامت کرنے لگیں گے۔ تمہارا ٹھکانہ دوزخ ہو گا اور کوئی تمہاری مدد کو نہ اٹھے گا ③ اور فرمایا اپنے شریکوں کو بلاؤ۔ وہ بلائیں گے تو ان کی طرف سے کوئی جواب نہ پائیں گے ④ اور فرمایا کہ جس روز ہم ان سب کو اکٹھا کریں گے تو مشرکین سے ہم کہیں گے ⑤ اس سے متعلق قرآن میں کثیر التعداد آیتیں ہیں۔

کائنات کے خالق و مالک کا ایک تعارف: [آیت: ۹۵-۹۷] اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ زمین میں بوئے ہوئے دانے کو وہ اوپر لاکر چیر دیتا ہے اور اس میں سے مختلف نوع کی سبزیاں اور روئیدگیاں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن کے رنگ الگ شکلیں الگ اور ذائقے

- ① ۲/ البقرة: ۱۶۶ - ② ۲۳/ المؤمنون: ۱۰۱ - ③ ۲۹/ العنكبوت: ۲۵ - ④ ۲۸/ القصص: ۶۴ - ⑤ ۶/ الانعام: ۲۲ آخر-

الگ۔ اور اسی ﴿فَالِقُ الْغَيْبِ وَالتَّوْحَى﴾ کی تفسیر میں فرمایا کہ وہ ایک بے جان چیز کے اندر سے ایک جاندار چیز یعنی نباتات پیدا کرتا ہے اور جاندار کے اندر سے بے جان چیز نکالتا ہے۔ جیسے بیج اور جو ب کہ بے جان چیز ہیں جو جاندار پودے کے اندر پیدا ہوتے ہیں جیسا کہ فرمایا سمجھنے کے لئے یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ زمین تو ہوتی ہے خشک اور مردہ لیکن پانی برسا کر ہم اسے پھر زندہ کر دیتے ہیں اور اس سے اناج اور غلہ پیدا کرتے ہیں جسے تم کھاتے ہو ❶ ﴿مُخْرَجُ الْمَيْتِ مِنَ الْحَيِّ﴾ یہ ﴿فَالِقُ الْغَيْبِ﴾ پر معطوف ہے۔ پھر اس کی تفسیر کی گئی پھر آیت ﴿مُخْرَجُ الْمَيْتِ﴾ کو اس پر عطف کیا گیا۔ یہ ساری عبارت آپس میں متقارب ہے سب کا ایک ہی مفہوم ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ بے جان اٹھنے سے جاندار مرثی کا پیدا کرنا مراد ہے یا اس کا عکس کوئی مراد لیتا ہے کہ فاجر سے دلہ صاخر اور مرد صاخر سے دلہ فاجر مراد ہے کیونکہ نیک بمنزلہ زندہ کے ہے اور بد بمنزلہ مردہ کے۔ اس کے سوا اور بہت سے امور مراد ہو سکتے ہیں۔

فرمایا ہے کہ ان سب کا فاعل اللہ واحدہ لا شریک ہے تو پھر تم کدھر بھٹکے جا رہے ہو حق سے منہ موڑتے ہو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہو۔ وہ روشنی اور تاریکی کا پیدا کرنے والا ہے جیسا کہ ابتدائے سورت میں فرمایا کہ اسی نے تاریکی اور روشنی بنائی یعنی دن کی روشنی کے اندر سے رات کی تاریکی نکالی۔ پھر رات کے اندر سے دن نکالا جس نے سارے اتق کو روشن کر دیا۔ رات ختم ہو گئی تاریکی جاتی رہی دن چمک اٹھا جیسا کہ فرمایا رات دن کو ڈھا ک دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اشیاء متضاد کی تخلیق پر اپنی قدرت کاملہ کا بیان فرماتا ہے اسلئے فرمایا کہ رات کے اندر سے دن کو چیر کر نکالنے والا ہے اور اسی طرح اس کے برعکس۔ اور رات کو تاریک اور محل سکون بنایا تاکہ ساری چیزیں اس میں سکون چھین اور راحت لے سکیں۔ جیسا کہ فرمایا، قسم ہے دن کی روشنی کی اور قسم ہے رات کی جو تاریک تر ہو جاتی ہے ❷ اور فرمایا قسم ہے رات کی جو گھٹا نوپ تاریکی بن جاتی ہے اور دن کی قسم ہے جو خوب روشن ہو جاتا ہے۔ ❸ اور فرمایا قسم ہے دن کی جب اس کی ضیا خوب پھوٹ پڑتی ہے اور رات کی جو ساری دنیا کو گھیر لیتی ہے۔ ❹ صہیب رومی رضی اللہ عنہ کی بیوی ان کی کثرت شب بیداری کی شکایت کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے سب کے لئے رات کو محل سکون بنایا لیکن صہیب رضی اللہ عنہ کے لیے نہیں۔ کیونکہ صہیب رضی اللہ عنہ کو جب جنت یاد آتی ہے تو اس کے شوق میں رات بھر نہیں سوتے اور عبادت کرتے رہتے ہیں۔ اور جب دوزخ یاد آتی ہے تو ان کی نیند ہی اڑ جاتی ہے۔ ابن ابی حاتم نے اس کو روایت کیا ہے اور فرمایا کہ سورج اور چاند اپنے اپنے ضابطہ اور حساب سے چلتے رہتے ہیں ان کے قانون رفتار میں ذرہ بھر تغیر نہیں ہوتا نہ ادھر ادھر بھٹکتے ہیں۔ بلکہ ہر ایک کی منازل مقرر ہیں سردیوں اور گرمیوں میں اپنے اپنے اصول پر چلتے رہتے ہیں اور اسی مرتبہ قاعدے سے دن اور رات گھٹنے اور بڑھتے رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا، اسی اللہ تعالیٰ نے سورج کو روشن تر بنایا اور چاند کو ٹھنڈی روشنی دی اور اس کے گھٹنے بڑھنے کی منازل مقرر دیں۔ اور فرمایا کہ نہ شمس قمر سے ٹکراتا ہے اور نہ اس سے آگے بڑھ جاتا ہے کہ رات کو بھی نمودار ہونے لگے اور نہ رات دن کو آ پڑتی ہے۔ ہر سارہ اپنے اپنے مدار اور محیط پر گردش میں ہے۔ ❺ اور فرمایا کہ شمس و قمر اور سب نجوم امر الہی ہی کے حکم اور مسخر ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ رب عزیز و عظیم کا قرا دادہ قانون ہے کہ کوئی اس کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا۔ کوئی چیز اس کے علم سے ہٹ نہیں سکتی، خواہ زمین و آسمان کا کوئی ذرہ ہی کیوں نہ ہو۔

جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے خلق لیل و نہار اور خلق شمس و قمر کا ذکر فرمایا ہے تو کلام کو عزیز و عظیم ہی کے الفاظ پر ختم فرمایا ہے۔ جیسا کہ یہاں بھی ہے اور جیسا کہ فرمایا۔ ان کے سمجھنے کے لئے یہ بھی ایک نکتہ ہے کہ رات جس کے اندر سے ہم دن نکالتے ہیں وہ ان کے لئے کیسی تاریک رہتی ہے اور سورج بھی اپنی ہی قرا رگاہ پر حرکت کر رہا ہے اور اپنے مستقر کی طرف جا رہا ہے یہ رب عزیز و عظیم کا قرا دادہ =

❶ ۳۶ / یسین: ۳۳ - ❷ ۹۳ / الضحیٰ: ۲۱ - ❸ ۹۲ / البیل: ۲۰۱ -

❹ ۹۱ / الشمس: ۴، ۳ - ❺ ۳۶ / یسین: ۳۷ -

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَمُسْتَوْدَعٌ ۗ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ

لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ ﴿٥٠﴾ وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجْنَا بِهِ نَبَاتَ كُلِّ

شَيْءٍ فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُخْرِبُ مِنْهُ حَبًّا مُتَرَاكِبًا وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا

قِنَوانٌ دَانِيَةٌ وَجَنَّاتٍ مِنْ أَعْنَابٍ وَالزَّيْتُونَ وَالرَّيْحَانُ مُشْتَبِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۗ

أَنْظُرُوا إِلَى ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَيَنْعِهِ ۗ إِنَّ فِي ذَلِكُمْ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾

ترجمہ: اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر ایک جگہ زیادہ رہنے کی ہے اور ایک جگہ عارضی رہنے کی بے شک ہم نے دلائل خوب کھول کھول کر بیان کر دیئے ان لوگوں کے لئے جو سمجھ بوجھ رکھتے ہیں۔ [۹۸] اور وہ ایسا ہے جس نے پانی برسایا پھر ہم نے اس کے ذریعہ سے ہر قسم کے نبات کو نکالا پھر ہم نے اس سے سبز شاخ نکالی کہ اس سے ہم اوپر تلے دانے چڑھے ہوئے نکالتے ہیں۔ اور کھجور کے درختوں سے یعنی ان کے پچھے میں سے خوشے ہیں جو نیچے کو لٹکے جاتے ہیں اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو کہ ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوتے ہیں اور ایک دوسرے سے ملتے جلتے نہیں ہوتے۔ ہر ایک کے پھل کو دیکھو جب وہ پھلتا ہے اور اس کے پکنے کو دیکھو۔ ان میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ [۹۹]

معیار ہے۔ جب اللہ پاک نے اول سورہ طہ السجدة میں ﴿خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ کا ذکر فرمایا تو ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اس آسمان کو چرائیوں سے مزین کر رکھا ہے اور یہی چراغ دنیا کی حفاظت کا کام دیتے ہیں۔ یہ تقدیر عزیز و عظیم ہے ① اور فرمایا کہ اس نے تمہارے لئے ستارے بنا رکھے ہیں تاکہ جب تم بجز و برکی تاریکیوں میں ہو تو ان سے راہ شناسی کا کام لو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ ستارے ایک تو آسمان کی زینت ہیں اور دوسرے یہ کہ شیاطین کو اس سے رجم کیا جاتا ہے اور تیسرے یہ کہ ان سے ظلمات بجز و بر میں راستہ پہچانا جاتا ہے۔ بعض سلف نے کہا ہے کہ نجوم کا مقصد صرف یہی تین چیزیں ہیں اس سے زیادہ اور کوئی مقصد اگر ان کا کوئی سمجھے تو اس نے خطا کی اللہ تعالیٰ کی آیات پر اضافہ کیا۔ پھر فرمایا کہ ہم نے اپنی آیتیں بہت تفصیل و وضاحت سے بیان کی ہیں تاکہ لوگ کچھ عقل پکڑیں اور حق کو پہچان کر باطل سے اجتناب کریں۔

اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کا مزید بیان: [آیت: ۹۸-۹۹] اللہ پاک فرماتا ہے کہ اسی نے تم کو ایک روح یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا۔ جیسا کہ فرمایا اے لوگو! اس اللہ تعالیٰ سے ڈرو جس نے آدم علیہ السلام کو بنایا اور اس سے اس کی بیوی کو اور پھر ان دونوں سے بے انتہا مرد اور عورتیں پیدا کیں ② اور فرمایا کہ پھر تم قرار پذیر ہوتے ہو اور پھر دوسری جگہ سوئپ دیئے جاتے ہو۔ اس جملہ کے معنی میں مفسرین کے اختلافات ہیں۔ ابن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کہتے ہیں کہ مستقر سے مراد رحم مادر ہے اور مستودع سے مراد پشت پدر ہے ③ اور بعض کہتے ہیں کہ مستقر سے مراد قرگاہ و دنیا اور مستودع سے مراد آخرت بعد از موت۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ "استقرار فی الارض" اور "دلیعت بعد مرگ" مراد ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مرنے پر جو عمل رک گئے یہ مستقر ہے اور مستودع دار آخرت ہے۔ لیکن قول اول زیادہ درست ہے۔ ہم سمجھنے والوں کے لئے بات کو کس قدر واضح =

وَجَعَلُوا لِلَّهِ شُرَكَاءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوا لَهُ بَنِينَ وَبَنَاتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۗ سُبْحٰنَہٗ

وَتَعَلَىٰ عَمَّا يُصِفُونَ ۗ

ترجمہ: اور لوگوں نے شیطان کو اللہ تعالیٰ کا شریک قرار دے رکھا ہے حالانکہ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے حق میں بیٹے اور بیٹیاں محض بلا سند تراش رکھی ہیں وہ پاک اور برتر ہے ان باتوں سے جن کو یہ لوگ بیان کرتے ہیں۔ [۱۰۰]

== کر کے بیان کرتے ہیں۔ پھر فرمایا اسی نے آسمان سے پانی برسایا جو مبارک ہے اور بندوں کے لئے رزق مہیا کرتا ہے۔ مخلوق کی مدد کرتا ہے اسی سے ہم ہر قسم کی نباتات اگاتے ہیں، جیسا کہ فرمایا کہ پانی ہی سے ہر شے زندگی پاتی ہے۔ ① اسی سے زراعت اور سرسبز درخت اگتے ہیں، انہیں درختوں میں پھر دانے اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ ہم انہیں کے اندر سے ایسے دانے نکالتے ہیں جو ایک سے ایک جڑے ہوتے ہیں جنہیں خوشے اور گچھے کہتے ہو۔ درخت خرما میں خوشہ دار ڈالیاں ہوتی ہیں۔ قنوان قنوی جمع ہے جس کے معنی ہیں تازہ خرما کے گچھے جو قریب قریب اور ایک دوسرے کے ساتھ جڑے جڑے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قنوان دانیہ سے چھوٹے چھوٹے درخت خرما جن کے خوشے زمین سے لگے ہوں مراد ہیں۔ اہل حجاز تو اسے ”قنوان“ کہتے ہیں لیکن بنو تمیم کے قبیلہ والے قنیمان (یاء کے ساتھ) کہتے ہیں اور یہ ”قنوی“ کی جمع ہے جیسے صنوان، صنوی جمع ہے۔ پھر فرمایا کہ ”انگور کے باغات“ یعنی انگور کے باغات، ہم زمین پر پیدا کرتے ہیں۔ خرما اور انگور کا ذکر فرمایا کیونکہ یہی دونوں اہل حجاز کے بہترین ثمر سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ ساری دنیا کے بہترین ثمر ہیں۔ اللہ پاک اپنے احسان کا ذکر فرماتا ہے کہ ان خرما اور انگور کے پھلوں سے تم شراب بناتے ہو اور اچھی غذا اپنے لئے تیار کرتے ہو۔ یہ آیت تحریم خمر سے پہلے کی ہے۔ اور فرمایا کہ زمین میں ہم نے خرما اور انگور کے باغات بنائے اور فرمایا کہ زمینوں اور انار کے بھی باغات جو تھوں اور شکل کے لحاظ سے ایک دوسرے سے متشابہ اور قریب ہیں لیکن پھل اور شکل اور ذائقہ اور طبیعت کے لحاظ سے بالکل مختلف ہیں۔ پھر فرمایا کہ جب وہ پک جائے تو اس کے پھل کی طرف دیکھو۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی قدرت میں تفکر کرو کہ کس طرح ان کو عدم سے وجود میں لایا حالانکہ پھل بننے سے پہلے یہ بھی جلانے کی لکڑی تھی۔ پھر یہی لکڑی خرما اور انگور اور دوسرے میوے بن گئی جیسا کہ فرمایا کہ زمین پر گنجان درخت اور انگور اور زراعت کے باغات میں جو خوشہ دار بھی ہیں اور غیر خوشہ کی بھی سب کو پانی ایک ہی قسم کا ملتا ہے لیکن کھانے میں ایک بہت افضل ہوتا ہے دوسرے سے۔ اسی لئے یہاں فرمایا کہ اے لوگو! اس میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت کی کمال دلائل ہیں۔ اسکو ایمان دار لوگ ہی سمجھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں۔

غیر اللہ کی پرستش اور اسکا بطلان: [آیت: ۱۰۰] یہاں مشرکین کا رد ہے جو عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ غیر کو شریک کرتے ہیں اور شیطان کی پرستش کرنے لگتے ہیں۔ اگر یہ کہا جائے کہ وہ تو اصنام کی پرستش کرتے تھے پھر شیطان کی پرستش کا کیا مطلب؟ تو جواب یہ ہے کہ یہ بتوں کی پرستش کرتے تھے تو شیطان کے بہکانے اور اس کی اطاعت کرنے کی بنا پر جیسا کہ فرمایا۔ وہ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عورتوں کی پرستش کرنے لگے (یعنی ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہہ کر ان ملائکہ اناٹ کو پوجنے لگے) وہ تو محض شیطان سرکش کی عبادت کرتے ہیں جس نے کہا تھا کہ اے اللہ تعالیٰ میں تیرے بندوں کا ایک بڑا حصہ اپنی طرف کھینچ لوں گا، انہیں گمراہ کروں گا ان میں دور رس امیدیں پیدا کروں گا، میں انہیں حکم دوں گا اور وہ مویشیوں کے کان کاٹ دیا کریں گے میں انہیں ایسا ہی حکم کروں گا تا کہ وہ تیری ==

بَدِيعُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ط اُنّی یَکُونُ لَهُ وَکَدٌ وَکَمٌ تَکُنْ لَهُ صَاحِبَةٌ وَخَلَقَ

کُلَّ شَیْءٍ وَهُوَ بَکَلٌ شَیْءٌ عَلِیمٌ ﴿۴۱﴾

ترجمہ: وہ آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اولاد کہاں ہو سکتی ہے حالانکہ اس کے کوئی بیوی تو ہے نہیں اور اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کو پیدا کیا اور وہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔ [۴۱]

== بنائی ہوئی صورت کو بگاڑ دیں۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا ولی اور سرپرست بنا لیا۔ وہ بہت کھلے خسارے میں رہا۔ وہ ان مشرکین سے بڑے خوش آئندہ وعدے کرتا ہے، دور رس تمنائیں ان میں پیدا کرتا ہے اور اس کے سارے وعدے دھوکا ہوتے ہیں ① جیسا کہ فرمایا کہ کیا تم شیطان اور اس کی ذریت کو اپناتے ہو؟ ② حالانکہ تم کو تو میرا دشمن پکڑنا چاہئے تھا۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ سے کہا تھا کہ اے باپ! کیا تم شیطان کی عبادت کرتے ہو؟ شیطان تو رحمن کا نافرمان ہے ③ اور جیسا کہ فرمایا اے بنی آدم! کیا میں نے تم کو نہ بتا دیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تم میری ہی عبادت کرو۔ یہی صراطِ مستقیم ہے۔ ④

اور ملائکہ قیامت کے روز کہیں گے۔ تو پاک ہے، تو ہمارا ولی ہے، یہ مشرکین اگرچہ ہمیں ”بنات اللہ“ کہہ کر پوجتے رہے لیکن ہمیں ان سے کوئی تعلق نہیں، یہ تو دراصل شیطان کو پوجتے رہے اسی لئے آیت زیر ذکر میں فرمایا کہ ان مشرکین نے شیاطین کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا۔ حالانکہ ان کو بھی اللہ واحد نے ہی پیدا کیا ہے۔ ⑤ پس وہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو بھی کیسے پوجتے ہیں جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ ”کیا تم انہیں چیزوں کو پوجنے لگے ہو جن کو خود اپنے ہاتھوں سے بنایا، حالانکہ تم کو بھی اور تمہاری ان مصنوعات کو بھی اللہ تعالیٰ نے ہی پیدا کیا ہے۔ اس لئے چاہئے کہ تم مفرد بالعبادت ہو کر رب لا شریک سے تعلق رکھو۔“ پھر فرمایا کہ انہوں نے بے سمجھی سے اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا ڈالیں۔ یہاں اوصاف باری تعالیٰ میں گمراہی کی گمراہی پر تنبیہ کی جا رہی ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹا قرار دیتے ہیں جیسے یہود کہتے ہیں کہ عزیر علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ حالانکہ وہ پیغمبر ہیں اور نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا کہتے ہیں اور مشرکین عرب ملائکہ کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے تھے یہ عالم جس بات کے قائل ہیں اللہ تعالیٰ اس سے بہت بالاتر ہے۔ ﴿نَحْسِرُ قَوْلًا﴾ کے معنی ہیں انہوں نے دل سے گھڑ لیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ انہوں نے انکل لگائی۔ عوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہوں نے قرار دیا۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں انہوں نے جھوٹی بات بنائی۔ مطلب یہ ہوا کہ وہ جن کو شریک عبادت کرتے ہیں، حالانکہ رب واحد ہی نے انہیں بلا شرکت غیرے پیدا کیا ہے وہ حقیقت سے واقفیت کے بغیر ایسا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی عظمت سے جاہل ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ ہے اس کو بیٹا، بیٹی، بیوی کیسے ہو سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ پاک ہے ان کے ہفوات و بیہودہ گوئیوں سے بالاتر ہے۔

اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا بیان: [آیت: ۱۰۱] وہ زمین و آسمان کا موجد ہے خالق ہے۔ کوئی مثال زمین و آسمان کی اس کے سامنے نہیں تھی۔ چنانچہ بدعت کو بدعت اس لئے کہتے ہیں کہ سلف میں اس کی کوئی نظیر نہیں ہوتی ہے لوگ کسی عمل کو اپنی طرف سے ایجاد کر کے

① ۴/ النساء: ۱۱۷ - ② ۱۸/ الکہف: ۵۰ - ③ ۱۹/ مریم: ۴۴

④ ۳۶/ یسین: ۶۰ - ⑤ ۳۷/ الصافات: ۹۵

ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوهُ وَهُوَ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ
وَكَيلٌ ﴿١٠٢﴾ لَا تَدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْأَبْصَارَ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ﴿١٠٣﴾

ترجمہ: یہ ہے اللہ تعالیٰ تمہارا رب! اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہر چیز کا پیدا کرنے والا تو تم اس کی عبادت کرو۔ اور وہ ہر چیز کا کارساز ہے۔ [۱۰۲] اس کو تو کسی کی نگاہ محیط نہیں ہو سکتی اور وہ سب نگاہوں کو محیط ہو جاتا ہے۔ اور وہی بڑا باریک بین باخبر ہے۔ [۱۰۳]

اس کو بزم خود ثواب کا کام سمجھنے لگتے ہیں۔ اس کا بیٹا کیسے ہوتا۔ اس کے تو بیوی ہی نہیں اور بیٹا تو دو شیخین متناہین سے پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے مناسب و مشابہ تو کوئی چیز بھی نہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ کہتے ہیں کہ رمضان نے اپنا ایک بیٹا بنا لیا ہے۔ ① یہ بڑی جھوٹ بات ہے اسی نے ہر شے پیدا کی۔ پھر اسی کی مخلوق اس کی بیوی کیسے ہوگی اس کی کوئی نظیر نہیں پھر اس کا بیٹا اس کی نظیر بن کر کیسے آسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے۔

دیدار الہی کا بیان: [آیت: ۱۰۲-۱۰۳] یہی تمہارا رب ہے جس نے ہر شے پیدا کی ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی ہر شے کا خالق ہے۔ پس تم اسی کی عبادت کرو اور اس کی وحدانیت کا اقرار کرو۔ اس کا نہ کوئی لڑکا ہے نہ کوئی باپ نہ بیوی نہ کوئی اس کا عدیل و نظیر۔ وہ ہر شے پر حفظ و رقیب ہے۔ ہر چیز کا مدبر ہے وہی رزق دیتا ہے رات اور دن اسی نے بنائے۔ اس کو نگاہیں پانہیں سکتیں۔ اس مسئلہ میں ائمہ سلف کے کئی اقوال ہیں ایک تو یہ کہ اگرچہ آنکھیں اس کو آخرت میں دیکھ سکیں، لیکن دنیا میں نہیں دیکھ سکتیں۔ نبی اکرم ﷺ کی احادیث سے بالنتو اترا یہی ثابت ہے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ جس نے یہ گمان کیا کہ نبی اکرم ﷺ نے اللہ تعالیٰ کو دیکھا تھا تو وہ جھوٹا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھی۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس کے برخلاف مروی ہے۔ انہوں نے روایت باری تعالیٰ کو مطلق رکھا ہے اور ان سے یہ بھی مروی ہے کہ آپ ﷺ نے اپنے دل کی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دو دفعہ دیکھا ہے ③ اور یہ مسئلہ اول سورۃ النجم میں ان شاء اللہ بیان کیا جائے گا۔ ابن عیینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دنیا میں نگاہیں اس کو نہیں دیکھیں گی اور دوسروں نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آنکھ بھر کر اس کو نہیں دیکھ سکتے۔ اس سے شخصیں ہوتی ہے اس روایت کی جو مؤمنین کو دارالآخرت میں حاصل ہوگی۔ اور معتزلہ نے اپنے اقتضاء فہم کی بنا پر اس کا جو مطلب سمجھا وہ یہ ہے کہ نہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکتے ہیں نہ آخرت میں۔ یہ عقیدہ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہے جو نادانی کی بنا پر ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے قول سے یہ بات ثابت ہوتی ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایماندار لوگوں کے چہرے اس روز شکفتہ رہیں گے اور اپنے رب کی طرف وہ نظر اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ نیز کافروں سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ اپنے رب کو دیکھنے سے حجاب میں ہوں گے یعنی وہ رب کو نہیں دیکھ سکیں گے۔ اس سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ مؤمنین کے لئے روایت باری تعالیٰ میں حجاب نہیں ہوگا اور متواتر احادیث سے بھی ثابت ہے کہ مؤمنین دارالآخرت میں اللہ تعالیٰ کو روذات جنت میں دیکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے یہ بات نصیب فرمائے آمین۔

اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ مراد یہ ہے کہ عقول ادراک نہیں کر سکیں گے اور ایسا خیال بہت عجیب ہے اور ظاہر آیت کے خلاف ہے جس کا مطلب یہ ہوا کہ ادراک کے معنی روایت کے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ نیز دوسروں کا یہ خیال ہے کہ روایت کو ثابت مانتے ہوئے

① ۱۹/مریم: ۸۸۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ النجم، ۴۸۵۵، صحیح مسلم، ۱۷۶۔

③ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب معنی قول اللہ عزوجل ﴿وَلَقَدْ رَآهُ نَزْلَةً أُخْرٰی﴾ ۱۷۶۔

ادراک کے انکار کا خلاف نہیں اس لئے کہ ادراک رویت سے خاص تر ہے اور خاص کی نفی سے عام کی نفی نہیں ہوتی۔ اب جس ادراک کی یہاں نفی کی گئی ہے یہ ادراک کس قسم کا ہے۔ اس میں کئی قول ہیں جیسے معرفت حقیقت۔ اور حقیقت کو جاننے والا تو بجز اللہ تعالیٰ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اگرچہ مومن کو رویت ہوگی لیکن حقیقت اور ہی چیز ہے۔ چاند کو سب دیکھتے ہیں لیکن اس کی حقیقت اس کی ذات اور کنہ تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ پس اللہ تعالیٰ تو بے مثل ہے۔ ابن علیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نہ دیکھنا مخصوص ہے دنیا کے اندر یعنی دنیا میں آنکھوں سے کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ بعض کہتے ہیں کہ ادراک رویت سے خاص تر ہے کیونکہ ادراک احاطہ کر لینے کو کہتے ہیں اور عدم احاطہ سے عدم رویت لازم نہیں آتی۔ جیسے سارے علم کا احاطہ نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ مطلق علم ہی حاصل نہیں۔ انسان کو احاطہ علم کا حاصل نہ ہونا اس آیت سے ثابت ہے کہ ﴿لَا يَحِيطُونَ بِهِ عِلْمًا﴾ اور صحیح مسلم میں ہے کہ ”اے اللہ تعالیٰ! میں تیری شان کا احاطہ نہیں کر سکتا۔“ ① اس کا یہ مطلب تو نہیں ہو سکتا کہ مطلق شان بھی نہیں کر سکتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کسی کی نگاہ اللہ تعالیٰ کو گھیر نہیں سکتی۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ تو کہا کہ کیا تم آسمان کو نہیں دیکھ سکتے ہو؟ کہا کہ ہاں دیکھ سکتے ہیں۔ تو کہا ”کیا پورا آسمان بیک نظر دیکھتے ہو۔ غرض یہ کہ اس کی شان اس سے بالاتر ہے کہ اس پر نگاہیں پڑ سکیں۔

اللہ پاک نے فرمایا کہ مومنین کے چہرے اس درجہ شگفتہ ہوں گے اور اپنے رب کو دیکھیں گے۔ لیکن اس کی عظمت کی وجہ سے نگاہیں اس پر محیط نہ ہو سکیں گی۔ اور اس آیت کی تفسیر میں حدیث وارد ہے کہ اگر تمام جن وانس اور شیاطین و ملائکہ جب سے پیدا کئے گئے ہیں سب کی ایک صف بنائی جائے تو بھی اس کا احاطہ نہ ہو سکے۔ ② یہ حدیث بہت غریب ہے اور صحاح ستہ میں کہیں بھی نہیں ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب تعالیٰ کو دیکھا تھا۔ جب کہا گیا کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا ہے کہ ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ﴾ تو آپ نے فرمایا یہ اللہ کا نور ہے جو اس کا ذاتی نور ہے جب وہ اپنی تجلی کرے تو آنکھیں اس کو نہیں دیکھ سکتیں ③ اور بعض یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ کوئی شے اس کے سامنے قائم نہیں رہ سکتی۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ نہ سوتا ہے نہ سونا اس کو سزاوار ہے۔ وہ میزان قائم کئے ہوئے ہے دن کے اعمال رات ہونے سے پہلے اور رات کے اعمال دن ہونے سے پہلے اس کے سامنے پیش ہو جاتے ہیں اس کا حجاب نور ہے یا نار ہے۔ اگر وہ اٹھ جائے تو اس کی تجلی ساری دنیا کو جلا ڈالے گی۔ ④ کتب حنقدم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ! کوئی زندہ میری تجلی پا کر زندہ نہیں رہ سکتا ہے اور کوئی خشک چیز بغیر فنا کے نہیں رہ سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر تجلی کی تو وہ شکستہ و سونختہ ہو کر رہ گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے اور جب ہوش میں آئے تو کہا ﴿سُبْحَانَكَ تَبَّتْ اِلَيْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ⑤ ادراک خاص یوم قیامت میں رویت کی نفی نہیں کرتا ہے وہ عباد مومنین پر اپنی تجلی فرمائے گا۔ اس کی تجلی اور جلال و عظمت اس کے حسب منشا ہوگی۔ نگاہیں اس کو بہ تمام ادراک نہیں کر سکتیں۔ اسی لئے ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا آخرت میں رویت کی قائل ہیں اور دنیا میں رویت کی نفی کرتی ہیں۔ =

① صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب ما يقال فى الركوع والسجود، ٤٨٦، ابو داود، ٨٧٩، ترمذی، ٣٤٩٣، احمد، ٥٨١/٦، ابن حبان، ١٩٣٢۔

② الدر المنثور، ٦٨/٣، ابن ابی حاتم و سندہ ضعیف اس کی سند میں بشر بن عمارہ اور عطیہ العونی ضعیف راوی ہیں۔

③ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة النجم ٣٢٧٩، وهو حسن، حاکم، ٣١٦/٢، السنة لابن ابی عاصم، ٤٣٧۔

④ صحیح مسلم، کتاب الايمان، باب فى قوله عليه السلام ان الله لا ينام، ١٧٩، مسند الطيالسى، ٤٩١، احمد، ٣٩٥/٤، ابن ماجه، ١٩٥، ابن حبان، ٢٦٦۔

⑤ الاعراف: ١٤٣۔

قَدْ جَاءَكُمْ بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ ۗ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ ۗ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ۗ وَمَا
أَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيظٍ ۝ وَكَذَلِكَ نَصْرَفُ الْأَيَاتِ وَلِيَقُولُوا دَرَسْتَ وَلِنُبَيِّنَهُ لِقَوْمٍ

يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ: اب بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی جانب سے حق نبی کے ذرائع پہنچ چکے ہیں سو جو شخص دیکھ لے گا وہ اپنا فائدہ کرے گا اور جو شخص اندھا رہے گا وہ اپنا نقصان کرے گا اور میں تمہارا نگران نہیں ہوں۔ [۱۰۴-۱۰۵] اور ہم اس طور پر دلائل کو مختلف پہلوؤں سے بیان کرتے ہیں تاکہ آپ سب کو پہنچادیں اور تاکہ یہ یوں کہیں کہ آپ نے کس سے پڑھ لیا ہے اور تاکہ ہم اس کو دانشمندیوں کے لئے خوب ظاہر کردیں۔ [۱۰۵]

= انہوں نے بھی احتجاج اسی آیت سے کیا ہے۔ پس جس بات کی نفی ادراک کرے کہ اس کے معنی بھی روایت عظمت و جلال کے ہیں وہ بات کیسے ممکن ہے کہ کسی بشر یا کسی فرشتے سے ہو سکے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿هُوَ يُدْرِكُ الْبَصَارَ﴾ یعنی وہ لوگوں کے ابصار کا ادراک اور احاطہ کر سکتا ہے۔ کیونکہ اسی نے ابصار انسان کو پیدا کیا ہے پھر وہ کیسے احاطہ نہ کر سکے۔ ارشاد ہے کہ کیا وہ اپنی پیدا کی ہوئی چیز کو نہیں جانے گا وہ لطیف و خبیر ہے اور کبھی لفظ ابصار سے مبصرین مراد ہوتی ہے یعنی مبصرین اس کو نہیں دیکھ سکتے وہ لطیف ہے یعنی کسی بات کے استخراج میں بہت باریک بین ہے اور ہر چیز کے ٹھکانہ سے باخبر ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ جیسے کہ حضرت لقمان علیہ السلام اپنے بیٹے کو پند دیتے وقت کہتے ہیں۔ ﴿يٰٓبُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكَ مِنْتَقَالٍ خَبِيٓةً﴾ ① یعنی اے میرے بچے اگر کوئی بھلائی یا برائی رائی کے دانہ کے برابر بھی ہو خواہ پتھر میں ہو یا آسمانوں میں یا زمین میں اللہ تعالیٰ اسے لے آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نہایت باریک بین اور خبردار ہے۔

مؤمن کافر اور روشن دلائل: [آیت: ۱۰۴-۱۰۵] ابصار یعنی مبینات اور نشانیاں جو قرآن میں ہیں اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کی ہیں۔ پس جس نے بصیرت سے کام لیا اس کی ذات کو فائدہ پہنچا جیسے فرمایا کہ جو ہدایت حاصل کرے گا وہ اپنی ذات کے لئے کرے گا اور جو بھٹک جائے گا اس کی مصرت اسی پر رہے گی اسی لئے فرمایا کہ جو اندھا بنے گا اس کا نقصان اسی کو پہنچے گا جیسے فرمایا کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں اور میں تم پر کچھ محافظ و نگران کار تو ہوں نہیں۔ بلکہ میں تو صرف ایک مبلغ ہوں ہدایت تو اللہ تعالیٰ کرتا ہے جس کو چاہے اور گمراہ ہونے دیتا ہے جس کو چاہے اور اس طرح ہم آیات کو تفصیل سے بیان کرتے جاتے ہیں۔ جیسا کہ اس سورت میں بیان تو حید پیش کیا گیا ہے اور اس بنا پر بھی کہ مشرک اور کافر کہتے ہیں کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایہ باتیں تم نے سابقہ اہل کتب سے نقل کر لی ہیں اور انہی سے سیکھ کر کہہ رہے ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ لفظ ”درست“ ہے بمعنی قلوب۔ ان کی یہ بات مخاصمت و مجادلت کے محل میں ہے جیسے ان کفار کے کذب و عناد کی اللہ تعالیٰ نے یوں خبر دی ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ یہ تو بنایا ہوا جھوٹ ہے اور دوسروں نے بھی اس کتاب قرآن کے بنانے میں مدد دی ہے یہ بڑے ظلم اور کذب کی بات ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ تو پہلے کے لوگوں کے ملفوظات و مکتوبات ہیں جس کو انہوں نے بھی لکھ لیا ہے۔ اور ان کفار کے زعم و کذب کے بارے میں فرماتا ہے کہ اس نے فکر کیا سوچا اندازہ لگایا۔ کجخت ہلاک ہو جائے کیسا غلط اندازہ لگایا۔ پھر سوچا ترش رویا منہ بگاڑا غرور کیا اور کہنے لگا کہ یہ تو ایک پڑھا =

اتَّبِعْ مَا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۚ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ ﴿٥٠﴾ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا ۗ وَمَا جَعَلْنَاكَ عَلَيْهِمْ حَفِظًا ۗ وَمَا أَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيلٍ ﴿٥١﴾

ترجمہ: آپ خود اس طریق پر چلتے رہیے جس کی وحی آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے آپ کے پاس آئی ہے اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں اور مشرکین کی طرف خیال نہ کیجئے۔ [۱۰۶:۱] اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ شرک نہ کرتے اور ہم نے آپ کو ان کا نگران نہیں بنایا۔ اور نہ آپ مثل شیطان ان پر مختار ہیں۔ [۱۰۷:۱]

ہو اجاد وہ ہے یہ اللہ تعالیٰ کا نہیں بشر کا کلام ہے۔ اور فرمایا کہ ہم ایسے لوگوں کے لئے وضاحت سے بات بولتے ہیں جو حق کو جان کر اس کی اتباع کرتے ہیں، باطل سے اجتناب کرتے ہیں۔ کافروں کی گمراہی اور مومنوں کی تصدیق میں اللہ تعالیٰ کی حکمت و مصلحت ہے۔ جیسا کہ فرمایا غلط تعبیر کرنے والے قرآن سے گمراہ بھی ہوتے ہیں اور ہدایت بھی پاتے ہیں۔ ① اور فرمایا کہ جن کے دل میں مرض ہے اور جن کے دل پتھر ہیں شیطان ان کے دل میں ڈالتا ہے اور یہ چیز ان کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش بن جاتی ہے۔ ② اور اللہ تعالیٰ ایمانداروں کو صراطِ مستقیم کی راہ بتاتا ہے۔ ③

اور فرمایا ہم نے دوزخ پر فرشتے مقرر کر رکھے ہیں اور ان کی مقرر کردہ تعداد اہل کفر کے لئے ایک فتنہ ہے لیکن اسی سے اہل کتاب اور ایمانداروں کا ایمان بڑھتا ہے۔ اہل کتاب اور مومنین اس میں شک نہیں کرتے (کیونکہ اہل کتاب بھی اپنی کتابوں میں یہ مقررہ تعداد کا ذکر پاتے ہیں) لیکن کافر اور بیمار دل والے لوگ بول اٹھتے ہیں کہ یہ بات پیش کرنے کی اللہ تعالیٰ کو ضرورت ہی کیا تھی اسی طرح بہت سے لوگ گمراہ ہوتے ہیں اور بہت سے ہدایت پاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لشکر کو اس کے سوا کون جانتا ہے ④ اور فرمایا ہم نے قرآن کو مومنین کے لئے شفا اور رحمت بنا کر نازل فرمایا اور یہی چیز ظالموں کے لئے خسارے کا سبب ہے ⑤ اور فرمایا کہ کہہ دو یہ قرآن مومنین کے لئے ہدایت و شفا ہے اور کافروں کے کانوں میں ڈالتا لگے ہوئے ہیں اور وہ اندھے ہیں ⑥ قرآن کا متیقن کے لئے ہدایت ہونا اور ہدایت و ضلالت اس کے نشا پر موقوف ہونا اس موضوع پر بہت آیتیں ہیں اسی لئے یہاں فرمایا کہ ہم آیتیں کیسے کیسے پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں لیکن کافر یہی کہتے ہیں کہ کہیں سے لکھوالائے ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿ذَرَسْتَ﴾ بمعنی (قرأت و تعلمت) بیان کیا ہے۔ اور حسن رضی اللہ عنہ بہ معنی تقادمت کہتے ہیں۔ عمرو بن دینار کہتے ہیں کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہما کہتے تھے کہ بچے یہاں دارست پڑھتے ہیں اور یہ لفظ (درست قرأت) ابن مسعود رضی اللہ عنہ ﴿ذَرَسْتَ﴾ نصب سین اور وقف تاء کے ساتھ ہے اور اس کے معنی ہیں تقادمت۔ مطلب یہ ہوا کہ جو چیز تم ہمیں سنارہے ہو، ہم متقدمین کے ذریعے اس سے واقف ہیں۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی قرأت میں درس ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سیکھ رکھا ہے۔ یہ اختلاف عجیب ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یوں سنایا تھا ﴿وَلْيَقُولُوا ذَرَسْتَ﴾ یعنی سین کے جزم اور تاء کے زبر کے ساتھ۔ ⑦

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور امت کے لئے اللہ تعالیٰ کا حکم: [آیت: ۱۰۶-۱۰۷] اللہ تعالیٰ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی امت کو حکم دیتا ہے کہ وحی کی ہی تم اقتدار کرو اور اسی پر عمل کرو کیونکہ یہی حق ہے اور اس میں کوئی آمیزش نہیں ہے اور ان مشرکین سے اعراض کرو ان سے =

- ① ۲/ البقرة: ۲۶۔ ② ۲۲/ الحج: ۵۳۔ ③ ۲۲/ الحج: ۵۴۔ ④ ۷۴/ المدثر: ۳۱۔ ⑤ ۱۷/ الاسراء: ۸۲۔ ⑥ ۴۱/ فصلت: ۴۴۔ ⑦ حاکم، ۲/ ۲۳۸، ۲۳۹ وسندہ ضعیف مظلم۔

وَلَا تَسْبُوا الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ فَيَسْبُوا اللَّهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذَلِكَ
زَيَّنَّا لِلْحَلِ لِأُمَّةٍ عَلَيْهِمْ ثُمَّ إِلَى رَبِّهِمْ مَرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٠٨﴾

ترجمہ: اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں کیونکہ پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کریں گے۔ ہم نے اسی طرح ہر طریقت والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے۔ پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے۔ سو وہ ان کو جہلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔ [۱۰۸]

== درگزر کرو ان کی ایذا رسانی کو برداشت کر لو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان معاندین پر فتح اور ظفر عطا فرمائے اور جان لو کہ ان کی گمراہی میں اللہ تعالیٰ کی حکمت ہے اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو ساری دنیا ہی کو ہدایت یافتہ کر دیتا سب ہدایت پر متفق ہو جاتے اور شرک کرنے والے شرک کرتے ہی نہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت ہے وہ جو کرتا ہے اس پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں وہ سب سے باز پرس کرتا ہے۔ ہم نے تم کو ان کا ذمہ دار نہیں بنایا ہے ان کے جی میں جو آئے کہیں اور کریں، تم ان پر نگران کار نہیں ہو نہ تم ان کو رزق دیتے ہو تمہارا کام تو صرف تبلیغ کر دینا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ ان کو نصیحت کر دو تم صرف نصیحت و خیر خواہی کرنے والے ہو تم ان کے لئے ربانی فوجدار نہیں اور فرمایا کہ تبلیغ تمہارا کام ہے اور پھر باز پرسی ہمارا کام ہے۔ ①

معبودان باطلہ کو گالیاں دینے کی ممانعت: [آیت: ۱۰۸] اللہ پاک رسول اللہ ﷺ کو اور مومنین کو منع فرما رہا ہے کہ مشرکین کے خداؤں کو گالیاں نہ دو اور برا بھلا نہ کہو اگر چہ اس میں ایک گونہ مصلحت سہی لیکن مفاسد اس سے بڑھ کر پیدا ہوتے ہیں یعنی مقابلہ وہ بھی مسلمانوں کے اللہ کو گالیاں دیں گے۔ مشرکین کہتے تھے کہ اے محمد ﷺ! ہمارے بتوں کو گالی دینے سے تم کو باز رہنا چاہئے ورنہ ہم بھی تمہارے رب کی جھو کریں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منع فرما دیا۔ قنادہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مسلمان اصنام کفار کو گالی دیتے تھے۔ پس کفار بھی بغیر حقیقت کو سمجھے عناد سے اللہ تعالیٰ کو بھی برا بھلا کہنے لگے۔ ② جب ابوطالب بستر مرگ پر تھے تو قریش نے مشورہ کیا کہ ابوطالب کے پاس چلیں اور ان سے کہیں کہ اپنے بھتیجے کو روک دو ہمیں یہ عار کی بات معلوم ہوتی ہے کہ ابوطالب کے مرنے کے بعد محمد ﷺ کو قتل کر دیں۔ عرب کہیں گے کہ ابوطالب کی زندگی میں تو کچھ نہ چلی اب جب کہ وہ مر گئے تو بزدلوں نے قتل کیا ہے۔ چنانچہ ابو جہل، ابوسفیان، عمرو بن العاص اور کئی لوگ بصورت وفد آئے اور مطلب نامی ایک شخص کو اجازت حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ ابوطالب نے بلا لیا۔ وہ کہنے لگے اے ابوطالب! تم ہمارے بڑے اور ہمارے سردار ہو محمد ﷺ نے ہمیں تکلیف پہنچائی ہے اور ہمارے خداؤں کو اذیت دی ہے ہم چاہتے ہیں کہ تم انہیں بلا کر روک دو تا کہ وہ ہمارے خداؤں کا نام ہی نہ لے، ہم بھی اسکو اور اس کے رب تعالیٰ کو چھوڑ دیں گے۔ تو آپ نے نبی اکرم ﷺ کو بلایا اور کہا یہ تمہاری ہی قوم ہے اور تمہارے ہی چچا کی اولاد ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”چچا! بات کیا ہے اور یہ لوگ چاہتے کیا ہیں؟“ تو وہ کہنے لگے کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ تم ہم سے اور ہمارے خداؤں سے دست بردار ہو جاؤ اور ہم بھی تم سے اور تمہارے اللہ تعالیٰ سے دست بردار ہو جائیں گے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”کیا میں تم کو ایک ایسی بات بتلاؤں کہ اگر تم نے اس کو اپنا لیا تو تم عرب اور عجم کے مالک ہو جاؤ گے اور سب ملکوں سے تمہارے پاس خراج کی دولت آنے لگے گی۔“ تو ابو جہل نے کہا کہ تمہاری ایسی ایک بات نہیں دس باتیں بھی قبول کر لیں گے بتاؤ وہ کیا ہے؟ تو ==

وَأَقْسَمُوا بِاللَّهِ جَهْدَ آيْمَانِهِمْ لَئِن جَاءَتْهُمْ آيَةٌ لِّيُؤْمِنُوا بِهَا قُلْ إِنَّمَا
الْآيَةُ عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ أَنَّهَا إِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ وَنَقَلِبُ أَفْقِدْتَهُمْ
وَأَبْصَارُهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَنَذَرَهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ

يَعْمَهُونَ ۝

ترجمہ: اور ان لوگوں نے قسموں میں بڑا زور لگا کر اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی کہ اگر ان کے پاس کوئی نشانی آجائے تو وہ ضرور ہی اس پر ایمان لے
آئیں گے آپ کہہ دیجئے کہ نشانیاں سب اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں ہیں اور تم کو اس کی کیا خبر کہ وہ نشانیاں جس وقت آ جائیں گی یہ لوگ جب
بھی ایمان نہ لائیں گے۔ [۱۰۹] اور ہم بھی ان کے دلوں کو اور ان کی نگاہوں کو پھیر دیں گے جیسا کہ یہ لوگ اس سے پہلے دفعہ ایمان نہیں
لائے اور ہم ان کو ان کی سرکشی میں حیران رہنے دیں گے۔ [۱۱۰]

= آپ ﷺ نے فرمایا کہہ دو ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) تو انہوں نے انکار کر دیا۔ منہ بنا لیا۔ ابوطالب کہنے لگے اے سچے سچے! اس کے سوا
دوسری بات بتاؤ تمہاری قوم اس کلمہ سے تو اور بھڑکتی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”سچا! مجھے کیا حق ہے کہ اس کے سوا کوئی اور بات
بولوں اگر سورج کو بھی لا کر وہ میرے ہاتھ میں رکھ دیں تو میں اس کے سوا تو کچھ نہیں کہہ سکتا۔“ مطلب یہ تھا کہ ان کو مایوس کر دیں۔
چنانچہ وہ غصے میں بھر گئے اور کہنے لگے کہ ہمارے خداؤں کو برا کہنے سے رک جاؤ ورنہ ہم تم کو اور تمہارے رب کو بھی گالیاں دیں گے۔
اسی لئے فرمایا کہ وہ دشمنی کی بنا پر بغیر سچھے اللہ تعالیٰ کو برا بھلا کہنے لگیں گے۔

یہ وہ صورت ہے جہاں مصلحت کو بھی اس لئے نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اس کے بالمقابل فساد بڑھ جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ
نے فرمایا ”جو اپنے والدین کو گالیاں دے وہ برا ملعون ہے۔“ کہا گیا یا رسول اللہ ﷺ! کوئی ماں باپ کو کیسے گالیاں دے گا؟ تو فرمایا
کہ ”یہ اس طرح کہ یہ دوسرے کے باپ کو گالیاں دے دوسرا اس کے باپ کو۔ یہ کسی کی ماں کو گالی دے دے وہ اس کی ماں کو تو گویا کہ اسی
پہلے شخص نے اپنے ماں باپ کو گالیاں دیں۔“ ① ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم ہر امت کو اسی کا عمل اس کی نظروں میں بہتر قرار دیتے
ہیں جیسا کہ یہ تو محبت اصنام ہی کو پسند کرتی ہے چنانچہ گزشتہ امتیں بھی گمراہی پر تھیں اور اسی کو اپنا عمل حسن سمجھتی تھیں۔ اللہ تعالیٰ جو چاہتا
ہے اختیار کرتا ہے اسی میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔ پھر ان لوگوں کی بازگشت اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہوگی۔ اس وقت انہیں اپنے
معتقدات کی خوبی یا برائی معلوم ہو جائے گی۔ اگر عمل نیک ہو تو نیک بدلہ اور برا ہو تو برا بدلہ ملے گا۔

کفار کا معجزات طلب کرنا اور اللہ تعالیٰ کا جواب: [آیت: ۱۰۹-۱۱۰] مشرکین اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں کہ
اگر انہیں کوئی معجزہ اور خرق عادت بتائی جائے تو وہ ایمان لائیں گے۔ تو اے نبی ﷺ! کہہ دو کہ معجزے تو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں اگر
وہ چاہے تو معجزہ بتا دے اور نہ چاہے تو نہ بتائے۔ قریش نے نبی اکرم ﷺ سے کہا کہ اے محمد! تمہیں نے ہمیں بتلایا ہے کہ موسیٰ نے
اپنا عصا پتھر پر مارا تھا تو بارہ جھٹھے پھوٹ پڑے تھے اور عیسیٰ علیہ السلام مردے کو زندہ کرتے تھے اور شموذ علیہ السلام کو بھی ناقہ کا معجزہ ملا

① احمد، ۱/۳۱۷، بلفظ آخر نحو المعنى وسنده حسن نیز دیکھئے صحیح بخاری، کتاب الادب، باب لا یسب الرجل والدیہ، صحیح مسلم، ۹۰، ابوداؤد، ۵۱۶۱، ترمذی، ۱۹۰۲۔

تھا۔ اگر تم بھی کوئی ایسا ہی معجزہ پیش کرو تو ہم تمہاری تصدیق کریں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”تم کو کیا معجزہ چاہیے؟“ کہا کہ اس صفا کی پہاڑی کو ہمارے لئے سونے کی بنا دو۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر ایسا ہو جائے تو کیا تم توحید کی تصدیق کرو گے؟“ کافروں نے کہا ہاں ہم سب تم پر ایمان لے آئیں گے۔ آپ ﷺ اٹھے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا اگر آپ چاہتے ہیں تو کوہ صفا سونے کا بن جائے گا لیکن اگر اس پر بھی وہ ایمان نہ لائیں گے تو فوری ان پر عذاب نازل ہو جائے گا اور اگر آپ کی مرضی ہو تو یہ لوگ یونہی بلا عذاب چھوڑ دیئے جائیں تاکہ بعد کو ان میں سے کوئی ایمان بھی لے آئیں اور توبہ کر لیں۔ ① چنانچہ اللہ پاک نے فرمایا کہ وہ قسمیں کھا کھا کر بیان کرتے ہیں (الی آخرہ) لیکن بات یہ ہے کہ ان میں سے اکثر لوگ نادان ہیں۔ اور فرمایا کہ ہمیں معجزات بھیجنے سے صرف یہ بات رد ہوتی ہے کہ ان کے پہلوں نے بھی معجزے دیکھنے کے باوجود انکار کر دیا تھا اور یہ بھی انکار کر دیں گے تو فوری عذاب میں گرفتار ہو جائیں گے اور جو مہلت کہ حاصل ہے وہ بھی جاتی رہے گی۔ تم کو کیا خبر وہ تو معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے۔

کہا گیا ہے کہ ﴿يُشْعِرُكُمْ﴾ کے ذریعے مشرکین کو مخاطب بنایا گیا ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ کیا یہ ایمان والی بات جو قسمیں کھا کر بیان کی جاتی ہے تم درحقیقت سچ سمجھتے ہو۔ ﴿اِنَّهَا اِذَا جَاءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ ایک قرأت میں ﴿اِنَّ﴾ زیر سے ہے اس بنا پر کہ معجزات دیکھنے کے بعد بھی ایمان کی خبر شروع کی جا رہی ہے اور جملہ شروع ہوتا ہے تو ﴿اِنَّهَا﴾ سے پڑھنا پڑتا ہے۔ اور بعض نے ﴿تُؤْمِنُوْنَ﴾ یعنی (ت) سے اس لفظ کو پڑھا ہے اور کہا گیا ہے کہ قول ﴿وَمَا يُشْعِرُكُمْ﴾ کے مخاطب مؤمنین ہیں۔ یعنی اے مؤمنو! کیا تم جانتے ہو کہ ان نشانیوں کے ظاہر ہونے کے بعد بھی یہ ایمان نہیں لائیں گے۔ اس صورت میں ﴿اِنَّهَا﴾ الف کے زیر کے ساتھ بھی آ سکتا ہے اور الف کے زیر کے ساتھ بھی۔ یعنی ﴿يُشْعِرُكُمْ﴾ کا معمول ہو کر اور اس صورت میں ﴿لَا يُؤْمِنُوْنَ﴾ کا ﴿لَا﴾ صلہ واقع ہوگا جیسا کہ فرمایا ﴿مَا مَنَعَكَ اَلَّا تَسْجُدَ اِذَا اَمَرْتُكَ﴾ ② یہاں بھی ﴿اِنَّ﴾ کا ﴿اِنَّ﴾ صلہ واقع ہوا ہے۔ اور قول باری تعالیٰ ﴿وَحَرَامٌ عَلٰی قَرْيَةٍ اَهْلُكُنْهَا اَنَّهُمْ لَا يُرْجِعُوْنَ﴾ ③ یعنی جب میں نے تجھ کو حکم دے دیا تھا تو کس چیز نے تجھ کو سجدہ کرنے سے منع کیا۔ تقدیر اس آیت کی یوں ہے کہ اے مؤمنو! تمہارا پاس اس کا کیا ثبوت ہے کہ یہ اپنی مطلوبہ نشانی اور معجزہ پا کر ایمان ضرور لے ہی آئیں گے۔ اور بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ ﴿اِنَّهَا﴾ بمعنی ﴿لَعَلَّهَا﴾ ہے۔ بلکہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ﴿اِنَّهَا﴾ کے بدلے ﴿لَعَلَّهَا﴾ ہی ہے۔ اہل عرب سے سنا گیا ہے (اذْهَبِ اِلَى السُّوقِ اِنَّكَ تَشْتَرِي لَنَا شَيْئًا) یعنی بازار جاؤ تم میرے لئے وہاں سے کچھ خریدو گے بمعنی ﴿لَعَلَّكَ تَشْتَرِي﴾ ہے یعنی شاید خریدو گے۔ اسی طرح اس دعوے پر اشعار عرب بھی پیش کئے گئے ہیں۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَنُقَلِّبُ اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖ اَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ان کے انکار اور کفر کی وجہ سے ان کے دل اور ان کی نگاہیں ہم نے پھیر دی ہیں۔ اب یہ کسی بات پر جمنے والے نہیں۔ ایمان میں اور ان میں فرق پڑ گیا ہے۔ یہ دنیا جہان کی نشانیاں دیکھ لیں گے لیکن ایمان نہ لائیں گے۔ جیسا کہ پہلی دفعہ ان کے اور ان کے ایمان کے درمیان حائل ہو گئے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی ہے ان کے کہنے سے پہلے ہی کہ یہ کیا کہنے والے ہیں اور عمل کرنے سے پہلے ہی اطلاع دے دی کہ کیا عمل کریں گے۔ اور فرمایا کہ شخص آگاہ کے مانند کوئی تم کو پکی بات نہیں بتا سکتا۔ انسان کہے گا کہ ہائے افسوس جو زیادتی اور جو گناہ کہ میں نے کئے ہیں۔ ④ حتیٰ کہ فرمایا کہ وہ کہیں گے کہ کاش ہمیں دنیوی زندگی کا ایک اور موقع ملتا تو ہم

① یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ② ۷/ الاعراف: ۱۲۔

③ ۲۱/ الانبیاء: ۹۵۔ ④ ۳۹/ الزمر: ۵۶۔

تیکوں میں سے ہوتے۔ ❶ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر وہ دنیا میں پھر واپس بھی کئے جائیں تو بھی ہدایت پر نہ چلیں گے۔ ❷ اور فرمایا کہ اگر دنیا میں پلٹائے گئے تو منہیات کا پھر ضرور ارتکاب کریں گے۔ وہ جھوٹ کہہ رہے ہیں کہ نیک نہیں گے۔ دوبارہ دنیا میں جانے کے بعد بھی وہ حسب زندگی سابقہ ایمان نہیں لائیں گے کیونکہ اس وقت کی طرح اس وقت بھی ہم ان کے دل اور ان کی آنکھوں کو مہلک کر دیں گے اور پھر بھی ان کے اور ہدایت متوقع کے درمیان پردہ حائل ہی رہے گا۔ اور ہم انہیں ان کی سرکشیوں میں بھٹکنے کے لئے چھوڑ دیں گے۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سَاتُوْنَ پَارَہِ كِی تَفْسِیْرُ شَمِ هُوْنِی۔



فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
304	اللہ تعالیٰ کے بعض انعامات کا تذکرہ	279	کفار حق کو پہچاننے کے باوجود ایمان نہیں لاتے
306	مشرکین اور حلال و حرام میں خود ساختہ تقسیم		دشمنوں کے مقابل اللہ تعالیٰ کا اپنے نبیوں کی حوصلہ
307	کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا اللہ کا کام ہے	279	افزائی کرنا
309	حرام چیز کی خرید و فروخت بھی حرام ہے	282	اللہ کا قرآن قول فیصل ہے
311	اللہ کی رحمت کی امید اور عذاب الہی سے ڈرنے کا حکم	282	دنیا میں گمراہ لوگوں کی کثرت ہے
311	مشرکین کا بلا و دلیل دعویٰ	283	اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے سے کھانا چاہیے
312	اہم اخلاقی اور معاشرتی وصیتیں	283	غنی اور پوشیدہ گناہوں کو چھوڑ دو
315	چند اور مفید ہدایات	284	غیر اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے سے کھانا حرام ہے
316	ہدایت کا راستہ اللہ اور رسول کی اطاعت ہے	288	ایمان روشنی جبکہ کفر تاریکی ہے
318	تورات اور قرآن اللہ کا نازل کردہ ہے	290	صاحب ثروت حق کا انکار کرتے ہیں
319	اللہ تعالیٰ نے کتاب نازل فرما کر حجت قائم کر دی ہے	290	نبی ﷺ کا حسب و نسب کے لحاظ سے افضل ہوتا
320	قیامت اور اس کی نشانیاں	293	شرح صدر سے کیا مراد ہے؟
321	ایک دوسری حدیث	294	قرآن بصر اط مستقیم اور جنت سلامتی کا گھر ہے
323	فرقہ پرست لوگوں سے آپ کا کوئی تعلق نہیں	295	جن و انس کا ایک دوسرے سے فائدہ اٹھانا اور اس کا انجام
324	نیکی کا ثواب کئی گنا جبکہ بدی ایک ہی لکھی جاتی ہے	295	ظالم ظالموں کا، مؤمن مؤمنوں کا دوست ہے
325	اعمال کی چھ قسمیں	296	جنوں میں نبی نہیں بلکہ ڈرانے والے آئے
326	نبی ﷺ پر انعامات الہی	297	عذاب اتمام حجت کے بعد آتا ہے
328	اسلاف کو اخلاف کے نیک اعمال کا ثواب ملتا ہے	299	اللہ تعالیٰ مخلوق سے بے نیاز ہے
330	درجات کی تقسیم ایک آزمائش ہے	300	مشرک اللہ کے ساتھ غیر اللہ کا حصہ بھی نکالتے تھے
331	تفسیر سورہ اعراف	301	منفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنا
331	قرآن نصیحت اور کتاب ہدایت ہے	302	مشرکین کے خود ساختہ حلال و حرام
332	ظالموں کا اعتراف جرم اور ان کی تباہی	302	مشرکین کے متعین کردہ حلال و حرام
		303	مشرکین عرب کی جہالت

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
353	اہل ایمان کی سعادت مندی	333	قیامت اور میزان عدل
354	جنتیوں کا اہل جہنم سے سوال	334	خالق کے مخلوق پر احسانات
355	اصحاب اعراف اور ان کا انجام	335	پیدا آتش اور فضیلت آدم علیہ السلام
357	قیامت کے دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت	336	ابلیس کا قیاس فاسد
359	اہل دوزخ کی فریاد	337	ابلیس کو قیامت تک مہلت
360	مشرکین اور تکمیل حجت	337	شیطان کی مکاریاں
361	توحید ربوبیت کا اثبات	339	ابلیس رنڈہ درگاہ ہوا
363	دعا میں عاجزی و انکساری	339	ابلیس کی مکاری اور فریب
364	باران رحمت کا نزول اللہ کی طرف سے ہے	340	آدم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے رحم کی اپیل
366	نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ	341	آدم وحواء علیہما السلام عرش سے فرش پر
367	قوم نوح کا پانی میں غرق ہونا	342	لباس جسم اور لباس تقویٰ
368	ہود علیہ السلام کی قوم کو تبلیغ اور قوم کا جواب	343	اولاد آدم کو تنبیہ
369	قوم عاد کی تباہی و بربادی	344	اللہ تعالیٰ نفس کا م کا حکم نہیں کرتا
373	صالح علیہ السلام کا پیغام توحید	346	اچھا لباس کونسا ہے؟
376	قوم ثمود کا انجام	347	حلال چیز کو حرام کرنا
377	قوم لوط کا فعل بد	347	سب سے زیادہ غیرت مند ہستی
378	قوم لوط کا رد عمل	348	نیکیوں کو بشارت اور برے لوگوں کو عذاب کی وعید
378	اغلام ہا زری کی سزا اور فقہاء کا موقف	349	ملک الموت کی خالم لوگوں سے ملاقات
379	شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب	350	کافروں کا ایک دوسرے کو مور و ائرام ٹھہرانا
380	شعیب علیہ السلام کا قوم کو وعظ	351	کافروں کا اوڑھنا کچھونا آگ ہی ہے

وَلَوْ أَنَّا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلِئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَيْءٍ قُبُلًا
 مَا كَانُوا يُوْمِنُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُونَ ﴿١١٣﴾ وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا
 لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطِينِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ
 غُرُورًا ۗ وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١١٤﴾ وَلِتَصْغَى إِلَيْهِ أَفِئَةٌ
 الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَلِيَرَوْهُ وَليَقْتَرُوا مَا هُمْ مُّقْتَرُونَ ﴿١١٥﴾

ترجمہ: (کافروں کے تمام مطالبات پورے ہو جائیں تو بھی ایمان نہیں لائیں گے) اور اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اور ان سے مردے باتیں کرنے لگتے اور ہم تمام موجودات کو ان کے پاس ان کی آنکھوں کے رو برو لا کر جمع کر دیتے تب بھی یہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے ہاں اگر اللہ ہی چاہے تو اور بات ہے لیکن ان میں زیادہ لوگ جہالت کی باتیں کرتے ہیں۔ [۱۱۳] اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن بہت سے شیطان پیدا کئے تھے کچھ آدمی اور کچھ جن جن میں سے بعض دوسرے بعض کو چکنی چڑی باتوں کا دوسرا ڈالتے رہتے تھے تاکہ ان کو دھوکہ میں ڈال دیں اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسے کام نہ کر سکتے سوان لوگوں کو اور جو کچھ یہ افترا پردازی کر رہے ہیں اس کو آپ رہنے دیتے۔ [۱۱۴] اور تاکہ اس کی طرف ان لوگوں کے قلوب مائل ہو جائیں جو آخرت پر یقین نہیں رکھتے اور تاکہ اس کو پسند کر لیں اور تاکہ مرتکب ہو جائیں ان امور کے جن کے وہ مرتکب ہوتے تھے۔ [۱۱۵]

کفار حق پہچاننے کے باوجود ایمان نہیں لاتے: [آیت: ۱۱۱-۱۱۳] اللہ پاک فرماتا ہے کہ اگر ہم ان لوگوں کا سوال پورا کر دیں جو قسمیں کھا کر یہ بیان کرتے ہیں کہ ہمارے پاس کوئی نشانی آئے تو ہم ضرور ایمان لائیں گے۔ اور پھر ہم ان پر فرشتے بھی نازل کر دیں جو رسولوں کی تصدیق اور تمہاری رسالت کی گواہی دے دیں تو بھی وہ ایمان نہ لائیں گے۔ جیسا کہ وہ کہتے ہیں کہ تم اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کو لا کر بتاؤ اور ہم تو اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے کہ دوسرے رسولوں کی طرح تم بھی نشانیاں پیش کر دو۔ اور جنہیں ہم سے سامنا کرنے کا کوئی یقین نہیں کہتے ہیں کہ ہم پر فرشتے کیوں نہیں نازل کئے گئے یا اللہ ہی کو ہم دیکھ لیتے۔ ایسے لوگ بڑی سرکشی اور عناد میں ہیں ① اور اگر فرشتے بھی آ کر ان سے بات کریں اور رسولوں کی تصدیق کر دیں اور ہر چیز کا ذخیرہ ان کے پاس لا کر جمع کر دیں۔ (تب بھی ان کے دلوں پر کوئی اثر نہ ہوگا) بعض نے (قبلاً) کو کسراف اور فتہ با کے ساتھ پڑھا ہے جس کے معنی مقابلہ اور معائنے کے ہیں اور بعض نے دونوں حروف کو پیش سے پڑھا ہے جس کے سبب معنی ہوئے کہ گروہ درگروہ فوج در فوج لوگ بھی آ کر تصدیق رسل کر دیں تو بھی ایمان نہ لائیں۔ ہدایت صرف اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔ کتنے ہی لوگ کیوں نہ ہوں انہیں ہدایت نہیں کر سکتے۔ وہ جو چاہے کرے وہ سب سے سوال کرے گا لیکن اس سے سوال نہیں ہو سکتا۔ جیسے کہ فرمایا وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ کی بات پوری ہو چکی ہے۔ وہ بھی ایمان نہ لائیں گے خواہ وہ کتنی ہی نشانیاں کیوں نہ دیکھیں۔ عذاب الیم آگھیرے گا تو ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ ②

دشمنوں کے مقابل اللہ تعالیٰ کا اپنے نبیوں کی حوصلہ افزائی فرماتا: ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمد ﷺ جیسا کہ تمہارے مخالفین اور

اعدا ہیں ہر نبی کے اسی طرح معاندین اور دشمن گزرے ہیں اس لئے تم ان کی مخالفت پر رنج نہ کرو۔ اور فرمایا ”تم سے پہلے کے نبیوں نے تکذیب و ایداز سانی پر صبر کیا تھا۔“ ① اور فرمایا یہ لوگ جو تم سے کہتے ہیں پہلے کے رسولوں سے بھی ایسا ہی کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ مغفرت والا بھی ہے اور عقاب الیم والا بھی ہے۔ اور فرمایا کہ اسی طرح ہم نے ہر نبی کے لئے دشمن بنا رکھے تھے۔ ② ورقہ بن نوفل نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا کہ اے محمد ﷺ یہ قریش تمہارے ساتھ بھی دشمنی کریں گے اور جس نبی نے بھی تمہاری جیسی باتیں اپنی امت سے کہیں ان کے ساتھ بھی ضرور دشمنی کی گئی ہے۔

قولہ ﴿شَيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ﴾ یہ بدل ہے اور ﴿عَدُوًّا﴾ مبدل منہ ہے یعنی ان کے اعدا شیاطین انس و جن ہیں۔ اور شیطان ہر وہ ہے جو شر میں اپنا نظیر نہ رکھتا ہو اور ان رسولوں سے تو دشمنی ان شیاطین کے سوا کون کرے گا جو انہیں کی نوع میں سے ہیں۔ ③ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنوں میں بھی شیطان ہیں اور انسانوں میں بھی شیاطین ہیں کہ اپنے اپنے لوگوں کو گناہ کی تلقین کرتے رہتے ہیں۔ ابو ذر رضی اللہ عنہ ایک روز نماز پڑھنے لگے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اے ابو ذر! شیاطین انس و جن سے اَعُوذُ بِاللّٰهِ پڑھ لو!“ تو ابو ذر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں ہوتے ہیں۔“ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ایک دوسری روایت میں مروی ہے کہ میں حضرت محمد ﷺ کے پاس آیا مجلس طویل ہو گئی آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ابو ذر! کیا تم نے نماز پڑھ لی ہے؟“ میں نے کہا نہیں یا رسول اللہ۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اٹھو اور رکعت نماز پڑھ لو۔“ میں آپ کے قریب آ کر نماز پڑھنے لگا تو فرمایا ”کیا تم نے شیطان جن و انس سے تعوذ کر لیا ہے؟“ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں یہ جن کے شیاطین سے زیادہ شرانگیز ہوتے ہیں۔“ ④ عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جن کے شیاطین انسانی شیاطین کی طرف دخی لاتے ہیں اور انسانی شیاطین جنی شیاطین کی طرف۔ قولہ ﴿يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا﴾ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انسان میں بھی شیاطین ہیں اور جن میں بھی۔ اب انسانی شیاطین جنی شیاطین پر القا کرتے ہیں۔ چنانچہ ان میں سے بعض دوسرے بعض کی طرف بیہودہ باتوں کی دخی کرتے رہتے ہیں۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ انسانی شیاطین وہ ہیں جو انسانوں کو گناہ کے مشورے دیتے ہیں اور جنوں کے شیاطین جنوں کو گمراہ کرتے ہیں چنانچہ ہر ایک اپنے ساتھی سے کہتا ہے کہ میں نے تو اپنے ساتھی کو بھٹکا دیا ہے تو بھی اس طرح اس اپنے ساتھی کو بھٹکا دے۔ اس طرح ایک دوسرے کو گناہ کی تعلیم دیتے رہتے ہیں۔ غرض اس سے ابن جریر رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ عکرمہ اور سدی رحمۃ اللہ علیہما کے نزدیک شیاطین انس سے مراد وہ شیاطین جن ہیں جو انسان کو بھٹکاتے ہیں یہ مراد نہیں کہ شیاطین انس بھی انسان کے اندر ہیں۔ اور اس میں شک نہیں کہ کلام عکرمہ سے یہی ظاہر ہوتا ہے لیکن کلام سدی اس معنی کا حامل نہیں ہے اگرچہ اس کا احتمال ہو۔

① ۶/ الانعام: ۳۴۔ ② ۲۵/ الفرقان: ۳۱۔

③ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحي، باب كيف كان بدء الوحي الی رسول الله، ۳، صحیح مسلم، ۱۶۰، احمد، ۲/ ۲۳۲، ابن حبان، ۳۳، دلائل النبوة، ۲/ ۱۳۵۔

④ الطبری ۱۲/ ۵۳ اس کی سند میں انتقاع ہے جس طرح کہ حافظ ابن کثیر نے فرمایا جبکہ مسند احمد، ۵/ ۱۷۸، نسائی، کتاب الاستعاذة باب الاستعاذة من شر شیاطین الإنس ۷/ ۵۵۰۹، وسندہ ضعیف، حاکم، ۲/ ۲۸۲ یہ روایت موصول موجود ہے۔ لیکن اس میں عبید بن جحش مجہول اور ابو عمر ضعیف راوی ہے دیکھئے (الموسوعة الحديثية، ۳/ ۴۳۲)

اَفَعَيَّرَ اللّٰهُ اَبْتَعِي حَكْمًا وَّهُوَ الَّذِيْ اَنْزَلَ اِلَيْكُمْ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا وَّالَّذِيْنَ
 اَتَيْتَهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ مُنْزَلٌ مِّنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنُوْنَ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿١٠٠﴾
 وَّمَتَّ كَلِمَةً رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهِ ۗ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿١٠١﴾
 وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۗ اِنْ يَتَّبِعُوْنَ اِلَّا
 الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿١٠٢﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يُّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهِ ۗ وَّهُوَ
 اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿١٠٣﴾

ترجمہ: تو کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور فیصلہ کرنے والے کو تلاش کروں حالانکہ وہ ایسا ہے کہ اس نے ایک کتاب کامل تمہارے پاس بھیج دی ہے اس کی حالت یہ ہے کہ اس کے مضامین خوب صاف صاف بیان کئے گئے ہیں اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس بات کو یقین کے ساتھ جانتے ہیں کہ یہ آپ کے رب کی طرف سے واقعیت کے ساتھ بھیجی گئی ہے سو آپ شبہ کرنے والوں میں نہ ہوں۔ [۱۰۱] اور آپ کے رب کا کلام واقعیت اور اعتدال کے اعتبار سے کامل ہے اس کے کلام کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سن رہے ہیں خوب جان رہے ہیں۔ [۱۰۵] اور دنیا میں زیادہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر آپ ان کا کہنا مانے لگیں تو وہ آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بے راہ کر دیں۔ وہ محض بے اصل خیالات پر چلتے ہیں اور بالکل قیاسی باتیں کرتے ہیں۔ [۱۰۶] یا یقیناً آپ کا رب ان کو خوب جانتا ہے جو اس کی راہ سے بے راہ ہو جاتا ہے۔ اور وہ ان کو بھی خوب جانتا ہے جو اس کی راہ پر چلتے ہیں۔ [۱۰۷]

روایت ضحاک میں ہے کہ جن میں بھی شیاطین ہیں جو ان کو گمراہ کرتے ہیں جیسے کہ انسان شیاطین انسان کی گمراہی کا سبب بنتے ہیں۔ اب انسانی شیاطین جنی شیاطین سے مل کر کہتے ہیں کہ اس کو اس سے بھگاؤ اور اس طرح بھگاؤ جیسا کہ قول باری ہے ﴿يُوْحِيْ بِغَضُّهُمْ اِلَىٰ بَعْضِ زُخْرُفِ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ ﴿١٠١﴾ بہر حال صحیح وہ ہے جو حدیث ابی ذر رضی اللہ عنہ میں گزرا کہ انسانوں میں بھی انسانی شیطان ہیں اور ہر شے کا شیطان اس کی جنس سرکش ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ابو ذر رضی اللہ عنہ کی حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”سیاہ کشا شیطان ہوتا ہے“ ﴿١﴾ جس کے معنی یہ ہوئے کہ وہ کتوں میں سے شیطان ہے۔ مجاہد رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ جن کے کفار شیاطین جن ہیں وہ شیاطین انس کی طرف وحی بھیجتے ہیں اور شیاطین انس کفار انس ہیں۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مختار کے پاس گیا میری مہمانداری کی رات میں بھی مجھے اپنے پاس ٹھہرایا۔ پھر مجھ سے کہا کہ قوم کی طرف جاؤ اور انہیں حدیث سناؤ! میں گیا ایک آدمی میرے سامنے آیا اور کہنے لگا کہ وحی کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟ میں نے کہا وحی دو طرح کی ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿بِمَا اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ﴾ یعنی یہ قرآن ہم نے تمہاری طرف وحی کی ہے اور یہ بھی فرمایا ﴿شَيْطٰنِ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلَىٰ بَعْضٍ زُخْرُفِ الْقَوْلِ غُرُوْرًا﴾ ﴿١٠١﴾ یعنی انس و جن کے شیاطین اپنے اپنے

① صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب قدر ما یستر المصلی، ۵۱۰، ابوداؤد، ۷۰۲، ترمذی ۳۳۸، ابن ماجہ، ۹۵۲،

لوگوں کی طرف بیہودگیوں کی وحی کرتے رہتے ہیں لیکن یہ کہنے پر انہوں نے مجھ پر حملہ کر دیا اور مار پیٹ کرنا چاہا میں نے کہا کہ تمہاری یہ کیا حرکت ہے میں تو تمہیں ایک بات بتا رہا ہوں اور تمہارا مہمان ہوں۔ غرض انہوں نے مجھے چھوڑ دیا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ نے یہ چیز مختار پر پیش کی تھی اور وہ ابن ابی عبید ہے اللہ اس کا برا کرے وہ یہ زعم کرتا ہے کہ اس کے پاس بھی وحی آتی ہے۔ اس کی بہن صنیہ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی بیوی تھیں اور نیک عورت تھیں۔ جب عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے خبر دی کہ مختار اپنے پر بھی وحی آنے کا دعویٰ کرتا ہے تو عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے سچ فرمایا کہ شیاطین اپنے اولیا کی طرف وحی کرتے رہتے ہیں کہ ایک دوسرے کو جھوٹ اور غلط باتیں پہنچاتا ہے جس سے سننے والا اس کے اثر میں آ جاتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ یعنی یہ سب اللہ کی تقدیر اور مشیت و ارادت سے ہے کہ ہر نبی کا انہیں لوگوں میں سے ایک دشمن ہوتا ہے۔ پس اے نبی! تم ان سے درگزر کرو اور ان کے اس جھوٹ و افتراء سے بھی اعراض کر جاؤ ان کی عبادت کی بابت میں اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرو وہ تمہارے لئے کافی ہے۔

اور قولہ ﴿لَتَنْصَغِيَ الْبَيَةَ﴾ یعنی ایسے شیاطین کی طرف آخرت پر ایمان نہ رکھنے والوں کے دل جھک جاتے ہیں اور ان کے دوست و ہمدم بن جاتے ہیں اور ایک دوسرے کو خوش کرنے لگتے ہیں جیسے کہ فرمایا ﴿فَيَأْتِيَكُمْ وَمَا تَعْبُدُونَ ۝ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفَاعِلِينَ ۝ إِلَّا مَنْ هُوَ صَالِ الْجَحِيمِ ۝﴾ ① اور فرمایا ﴿أَنْتُمْ لِقَوْلِي مُخْتَلِفُونَ ۝ يُؤْفَكُ عَنْهُ مَنْ أُفِكَ ۝﴾ ② اور فرمایا ﴿وَلِكَيْتَفَرُّوا مَا هُمْ مَقْتَرُونَ ۝﴾ یعنی اے نبی! اگر وہ شیطان بن کر بہکتے ہیں اور لوگ ان کی طرف جھکتے ہیں تو انہیں کمانے دو جو وہ کما رہے ہیں۔

اللہ کا قرآن قول فیصل ہے: [آیت: ۱۱۳-۱۱۷] اللہ فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! ان مشرکین سے کہہ دو کہ میں اپنے اور تمہارے درمیان کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو حکم قرار دوں، حالانکہ اس نے تمہاری طرف ایک تفصیلی کتاب اتار دی ہے اور صرف تمہیں پر نہیں بلکہ یہ کتاب اہل کتاب کے لئے بھی اتری ہے اور یہ بیہودوں نصاریٰ سب جانتے ہیں کہ یہ درحقیقت اللہ کے پاس سے اتری ہوئی ہے کیونکہ تمہارے بارے میں ان کی کتابوں کے اندر انبیاء متقدمین کی بشارتیں موجود ہیں۔ پس تم شک میں نہ پڑو۔ ③ جیسا کہ فرمایا ہم نے تمہاری طرف جو نازل کیا ہے اگر اس کی طرف سے تم شک میں ہو تو ان لوگوں سے پوچھو جو اہل کتاب ہیں۔ تمہاری طرف آئی ہوئی وحی بالکل برحق ہے پس شک میں نہ پڑو۔ یہ آیت بطور شرط ہے اور یہ ضروری نہیں کہ شرط واقع بھی ہو جائے۔ اسی لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میں نہ شک کرتا ہوں اور نہ سوال کرنے کی ضرورت ہے۔“ ④ قولہ تعالیٰ ﴿تَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدْلًا﴾ تمہارے رب کی بات سچائی اور عدل پر ختم ہوتی ہے جو کچھ وہ فرماتا ہے امر حق ہے۔ امر حق ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا اور جو کچھ وہ حکم دیتا ہے وہ عدل کے سوا اور کچھ نہیں ہوتا۔ وہ جس بات سے روکتا ہے وہ باطل ہوتی ہے فساد انگیز چیز ہی سے وہ روکتا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿يَا مَعْرُوفُ بِالنَّمْرِ وَفِيهِمْ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾ ⑤ یعنی دنیا اور آخرت میں اس کے احکام بدلنے والا کوئی نہیں۔ وہ اپنے بندوں کی باتوں کو سنتا ہے ان کی حرکات و سکنات کو جانتا ہے اور ہر عامل کے عمل کا بدلہ اسی کے مطابق دیتا ہے۔

دنیا میں گمراہ لوگوں کی کثرت ہے: فرماتا ہے کہ اکثر بنی آدم کے احوال گمراہی سے پر ہیں جیسا کہ فرمایا پہلے کے اکثر لوگوں نے گمراہی اختیار کر لی تھی۔ ⑥ اور فرمایا کہ تم کتنی ہی تمنا کیوں نہ کرو اکثر لوگ تو ایمان لانے والے ہی نہیں ہیں۔ ⑦ وہ گمراہی میں ہیں =

① ۳۷/الصافات: ۱۶۱-۱۶۳۔ ② ۵۱/الذاریات: ۸۔ ③ ۱۰/یونس: ۹۴۔

④ مصنف عبد الرزاق، ۶/۱۲۶، ح ۱۲۰۱۱، وفي التفسیر، ۱/۲۶۱، فی سند مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ ⑤ ۷/الاعراف: ۱۵۷۔ ⑥ ۳۷/الصافات: ۷۱۔ ⑦ ۱۲/یوسف: ۱۰۳۔

فَكُلُوا مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كُنْتُمْ بِآيَاتِهِ مُؤْمِنِينَ ﴿١١٨﴾ وَمَا لَكُمْ أَلَّا تَأْكُلُوا
مِمَّا ذَكَرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ إِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ

إِلَيْهِ وَإِنَّ كَثِيرًا لَيُضِلُّونَ بِأَهْوَاءِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿١١٩﴾

وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ إِنَّ الَّذِينَ يَكْسِبُونَ الْإِثْمَ سَيَجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا

يَقْتَرِفُونَ ﴿١٢٠﴾

ترجمہ: سو جس جانور پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا جائے اس میں سے کھاؤ اگر تم اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہو۔ [۱۱۸] اور تم کو کون امر اس کا باعث ہو سکتا ہے کہ تم ایسے جانور میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان سب جانوروں کی تفصیل بتلا دی ہے۔ جن کو تم پر حرام کیا ہے مگر وہ بھی جب تم کو سخت ضرورت پڑ جائے تو حلال ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ بہت سے آدمی اپنے غلط خیالات پر بلا کسی سند کے گمراہ کرتے ہیں اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ حد سے نکل جانے والوں کو خوب جانتا ہے۔ [۱۱۹] اور تم ظاہری گناہ کو بھی چھوڑو اور باطنی گناہ کو بھی چھوڑو بلاشبہ جو لوگ گناہ کر رہے ہیں ان کو ان کے کیے کی عقریب سزا ملے گی۔ [۱۲۰]

== اور لطف یہ کہ خود انہیں اپنے عمل اور کردار پر یقین نہیں وہ ظنِ باطل میں بھٹک رہے ہیں انکل سے باتیں بنا لیتے ہیں تو ہم پرستی میں گھرے ہوئے ہیں۔ (اَلَا يَخْرُصُونَ ۝) خرس کے معنی انکل اور اندازہ ”خرس الخلل“ کہتے ہیں کہ درخت اور پودوں کا اندازہ لگانا۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اندازہ یہ ہے کہ وہ اپنی راہ سے بھٹکنے والوں کو خوب جانتا ہے اسی وجہ سے بھٹکانا ان پر آسان کر دیتا ہے اور ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے اور ان پر بھی ہدایت کو آسان بنا دیتا ہے ہر ایک کے لئے جو مناسب ہے وہی اس پر آسان ہوتی ہے۔

اللہ کے نام پر ذبح کئے ہوئے سے کھانا چاہیے: [آیت: ۱۱۸-۱۲۰] اللہ پاک اپنے مؤمن بندوں کو اجازت دیتا ہے کہ جس ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو وہ تم کھا سکتے ہو۔ یعنی جس جانور کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو وہ حرام ہے جیسا کہ کفار قریش مردار چیزوں کو کھا جاتے تھے اور بتوں وغیرہ پر جو جانور ذبح کیا گیا اس کو بھی کھاتے تھے۔ چنانچہ فرمایا کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا گیا ہو اس کو تم کیوں نہ کھاؤ اس نے تو حرام چیز نہیں بتادی ہے اور وضاحت سے سمجھایا ہے۔ بعض نے (فَصَلِّ) کو تشدید کے ساتھ پڑھا اور بعض نے تخفیف کے ساتھ۔ دونوں صورتوں میں معنی بیان وضوح کے ہیں۔ ہاں اضطراب اور سخت مجبوری کی حالت میں جو کچھ تم پاؤ تمہارے لئے حلال ہے۔ پھر اللہ پاک مشرکین کی آرافاسدہ کا ذکر فرماتا ہے کہ مبیعہ کو اور غیر اللہ کے نام پر کئے ہوئے ذبیحہ کو کس طرح انہوں نے اپنے لئے حلال بنا لیا ہے۔ ان میں سے اکثر بغیر علمِ انجلی خواہشات نفسانی کے پیچھے گمراہ ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان تجاوز کر جانے والوں سے خوب واقف ہے۔

مخفی اور پوشیدہ گناہوں کو چھوڑ دو: ارشاد ہوتا ہے کہ معصیت ظاہری و علانیہ سب کو چھوڑ دو۔ مجاہد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اس سے وہ معصیت مراد ہے جس کے انجام دینے کی کسی عمل کرنے والے نے نیت کی ہو۔ اور قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سے مخفی اور علانیہ کم اور زیادہ معصیت مراد ہے۔ سدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ظاہر معصیت یہ ہے کہ فاحشہ عورتوں سے تعلق ہو اور باطن معصیت یہ ==

وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُؤْخَذَ

إِلَىٰ أَوْلِيَائِهِمْ لِيَجْأِدُوا لَكُمْ وَإِنْ أَطَعْتُمُوهُمْ إِنَّكُمْ لَمُشْرِكُونَ ۖ

ترجمہ: اور ایسے جانوروں میں سے مت کھاؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو اور یہ امر بے حکمی ہے اور یقیناً شیطان اپنے دوستوں کو تعلیم کر رہے ہیں تاکہ یہ تم سے جدال کریں اور اگر تم ان لوگوں کی اطاعت کرنے لگو تو یقیناً تم مشرک ہو جاؤ۔ [۱۲۱]

== ہے کہ چوری چھپنی بدکارہ عورتوں کے ساتھ معصیت عمل میں آئے۔ عکر مرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ظاہر معصیت محرم عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا ہے۔ لیکن صحیح بھی ہے کہ آیت اس بارے میں بالکل عام ہے کسی بات کی تخصیص نہیں ہے۔ جیسے کہ فرمایا ”میرے رب نے ہر قسم کے فواحش حرام کر دیئے ہیں خواہ وہ علی الاعلان ہوں یا مخفی طور پر۔“ ① اسی لئے فرمایا کہ جو لوگ گناہ کے کام کرتے ہیں ضرور ان کو اپنے عمل کا بدلہ دیا جائے گا۔ خواہ وہ ظاہر ہوں یا مخفی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ ”اٹم“ کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”وہ جس کی کھٹک تمہارے دل میں ہو اور تم کو یہ منظور نہ ہو کہ کوئی تمہارے اس عمل پر واقف ہو۔“ ②

غیر اللہ کے نام پر ذبح کیے ہوئے سے کھانا حرام ہے: [آیت: ۱۲۱] اس آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جب کسی ذبیحہ پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو تو وہ حلال نہیں خواہ ذبح کرنے والا مسلمان ہو۔ ائمہ فقہ کے اس میں تین اختلافات ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ اس طرح کا ذبیحہ حلال نہیں جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو خواہ عمدہ لیا گیا ہو یا سہواً۔ اس قول کی تائید اصحاب متقدمین اور متاخرین میں سے ایک جماعت نے کی ہے۔ متاخرین شافعیہ نے اپنی کتاب ”اربعین“ میں اسی کو اختیار کیا ہے اور اپنی رائے کی تائید میں اسی آیت سے اور آیت صید سے دلیل لی ہے کہ ”کھاؤ جس کو تمہارے شکاری جانور نے تمہارے لئے روک رکھا ہو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا کرو۔“ ③ پھر اس آیت میں قول باری تعالیٰ ﴿وَإِنَّهُ لَفِسْقٌ﴾ سے تاکید کی ہے اور کہا گیا ہے کہ ﴿إِنَّهُ﴾ کی ضمیر ﴿الْاَنْحَامِ﴾ کی طرف عائد ہوتی ہے یعنی ایسا ذبیحہ کھانا فسق ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ذبح ﴿لِغَيْرِ اللَّهِ﴾ کی طرف عائد ہوتی ہے یعنی ایسا ذبیحہ کرنا فسق ہے اور وہ احادیث جو ذبیحہ اور صید کے وقت نام لینے کے بارے میں وارد ہیں۔ عدی بن حاتم اور ابی ثعلبہ کی احادیث کی مانند ہیں کہ ”جب تم اپنے سدھائے ہوئے کتے کو شکار پر بھیجو اور بھیجے وقت بسم اللہ کہہ لیا کرو تو وہ تمہارے لئے شکار کو پکڑ رکھے اور اس میں سے کھائے نہیں تو تمہیں وہ شکار کھانا جائز ہے خواہ وہ زخمی ہو کر مر چکا ہو۔“ ④ یہ حدیث بخاری و مسلم میں ہے۔ اور یہ حدیث رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی بھی بخاری و مسلم میں ہے کہ ”جس سے خون بہا ہو اور اللہ تعالیٰ کا نام لے لیا گیا ہو تو وہ کھا سکتے ہو۔“ ⑤ اور حدیث جناب بن مسفیان رضی اللہ عنہ میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”بقر عید میں جس نے نماز سے پہلے ذبح کر لیا چاہیے کہ اب نماز کے بعد دوسرا ذبیحہ کرے اور جس نے نماز سے پہلے ذبح نہ کیا ہو تو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کر لے۔“ ⑥ حضرت

- ① ۷/ الاعراف: ۳۳۔ ② صحیح مسلم، کتاب البر، باب تفسیر البر والاثم، ۲۵۵۳؛ ترمذی، ۲۳۸۹؛ احمد، ۴/ ۱۸۲؛ ابن حبان، ۳۹۷۔ ③ ۵/ المائدة: ۴۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الذبائح والصيد، باب التسمية على الصيد، ۵۵۴۷؛ صحیح مسلم، ۱۹۲۹۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب مانع من البهائم فهو بمنزلة الوحش، ۵۵۰۹؛ صحیح مسلم، ۱۹۶۸؛ ترمذی، ۱۶۹۱؛ ابن ماجہ، ۳۱۳۷؛ احمد، ۳/ ۴۶۳؛ ابن حبان، ۵۸۸۶۔ ⑥ صحیح بخاری، الذبائح باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم فليذبح على اسم الله، ۵۵۰۰؛ صحیح مسلم، ۱۹۶۰؛ ابن ماجہ، ۳۱۵۲؛ احمد، ۴/ ۳۱۲؛ ابن حبان، ۵۹۱۲۔

عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! لوگ گوشت کا تختہ ہمیں دیتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ اس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہوا ہے یا نہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر تمہیں شک ہو تو تم خود اللہ تعالیٰ کا نام لے لو اور کھا لو۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ یہ نو مسلم لوگ ہوتے تھے۔ ① اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ وجہ دلالت یہ ہے کہ ان لوگوں نے سمجھا کہ نام لینا ضروری ہے اور شاید تختہ بھیجنے والے اس لئے نام نہ لے سکے ہوں کہ نو مسلم تھے اس لئے نبی اکرم ﷺ نے احتیاطاً کھاتے وقت نام لینے کی ہدایت فرمائی تاکہ اگر ہم فرض کر لیں کہ ذبح کے وقت نام متروک بھی ہو گیا ہو تو اس وقت رب کا نام لینا اس کا بدل ہو جائے۔ اور ان لوگوں کو حکم دیا کہ ٹھیک طور پر احکام اسلام کا اجرا ہو سکے۔ اور مسئلہ میں دوسرا مذہب یہ ہے کہ ذبح کے وقت نام لینا ہی کچھ مشروط نہیں بلکہ مستحب ہے۔ اگر عمدہ آیا سہواً نام نہ بھی لے تو کوئی حرج نہیں۔ اور یہی امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب ہے اور امام احمد اور امام مالک رحمہ اللہ بھی یہی کہتے ہیں اور شافعی رحمہ اللہ نے آیت ﴿وَلَا تَأْكُلُوا أَمْثَالَهُمْ بِذُنُوبِهِمْ إِنَّهُمْ لَيْسُوا بِمُؤْمِنِينَ﴾ کو ذبح لغیر اللہ پر محمول کیا ہے جیسا کہ قول باری ہے ﴿أَوْ فَسَقًا أَهْلًا لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ﴾ ② اور ابن جریر نے کہا کہ اس ممانعت اکل سے مراد ہے کہ وہ ذبیحہ نہ کھاؤ جس کو قریش نے ”ادخان“ کے لئے ذبح کیا ہو۔ اسی طرح مجوس کا ذبیحہ کھانے کی بھی ممانعت ہے۔ یہی وہ مسلک ہے جس پر امام شافعی رحمہ اللہ چلتے ہیں اور یہی قوی بھی ہے۔ بعض متاخرین نے اس بات کی کوشش کی ہے کہ اس قول کو اس طرح قوی بنائیں کہ ﴿وَأَنَّهُ لَيْسَ﴾ کے واؤ کو حالیہ قرار دیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام نہ لے ہوئے ذبیحہ کو نہ کھاؤ۔ درناحالیہ ایسا کرنا فسق ہے اور فسق وہی ہے جو غیر اللہ کے نام پر ذبح ہو۔ پھر یہ دعویٰ کیا گیا کہ یہ متعین ہے اور یہ جائز نہیں کہ واؤ کا عطف ہو کیونکہ ایسی صورت میں جملہ اسمیہ خبریہ کا عطف جملہ فعلیہ طلبیہ پر لازم آئے گا جو غلط بات ہے کیونکہ یہ دلیل اس کے بعد کے جملہ ﴿وَأَنَّ الشَّيْطَانَ لَيُؤْخَذُ بِهَا﴾ سے ہی ٹوٹ جاتی ہے کیونکہ یہاں تو یقیناً عطف ہے تو جس طرح اگلی واؤ کو حالیہ کہا گیا ہے اگر اسے حالیہ مان لیا جائے تو پھر اس پر اس جملہ کا عطف ناجائز ہوگا اور اگر اسے پہلے کے جملہ فعلیہ طلبیہ پر عطف کیا جائے تو جو اعتراض یہ دوسرے پر وارد کر رہے ہیں وہی ان پر عائد ہوگا۔ ہاں اگر اس واؤ کو حالیہ نہ مانا جائے تو یہ اعتراض مٹ سکتا ہے لیکن جو بات اور دعویٰ تھا وہ سرے سے باطل ہو جائے گا وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ اس سے مراد مردار جانور ہے جو آپ مر گیا ہو۔ اس مذہب کی تائید ابو داؤد کی ایک مرسل حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ”مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے خواہ اس نے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا ہو کیونکہ اگر وہ نام لیتا تو اللہ تعالیٰ ہی کا نام لیتا۔“ ③ یہ حدیث مرسل ہے اور اس کی تائید دارقطنی کی اس حدیث سے ہوتی ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”اگر مسلم ذبح کرے اور اللہ تعالیٰ کا نام نہ بھی لیا ہو تو کھاسکتے ہیں کیونکہ وہ مسلمان خود گویا اللہ تعالیٰ کا ایک نام ہے ④ اور وہ جب ذبح کرے گا تو نیت یہی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کے نام پر ذبح کرتا ہوں۔“ یہی صحیح بخاری نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے بھی جو پہلے گزر چکی حجت لی ہے کہ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! لوگ نو مسلم ہوتے ہیں گوشت کا تختہ لاتے ہیں ہم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کا نام اس پر لیا گیا ہے یا نہیں۔ تو فرمایا ”تم اللہ تعالیٰ کا نام لے لو اور کھا لو۔“ چنانچہ اگر نام لینا ضروری بھی ہوتا تو آپ ﷺ بغیر تحقیق کے کھانے کی اجازت ہی نہ دیتے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

① صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب ذبیحۃ الأعراب ونحوہم، ۵۵۰۷، ابو داؤد، ۲۸۲۹، ابن ماجہ، ۳۱۷۴، بیہقی، ۲۳۹/۹۔ ② ۱/۶ الانعام: ۱۴۵۔ ③ مراسیل ابی داؤد، ۳۷۸، یہ روایت مرسل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ④ دارقطنی، ۲۹۶/۴، ح ۴۷۶۰، بیہقی، ۲۳۹/۹۔

اس مسئلہ میں تیسرا قول یہ ہے کہ ذبیحہ پر بسم اللہ کہنا اگر بھول گیا تو اس کے کھانے میں کوئی حرج نہیں اور اگر عمداً چھوڑ دے گا تو جائز نہ ہوگا۔ امام مالک اور امام احمد رحمہما اللہ کا مشہور مذہب یہی ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہما اللہ اور ان کے اصحاب بھی اسی کے قائل ہیں۔ امام ابو الحسن نے اپنی کتاب ”الہدایہ“ میں لکھا ہے کہ امام شافعی رحمہما اللہ سے پہلے اجماع اس پر تھا کہ عمداً تسمیہ اگر ترک ہو تو حرام ہے اسی لئے ابو یوسف رحمہما اللہ اور دیگر مشائخ نے کہا کہ اگر کوئی حاکم ایسے ذبیحہ کے گوشت کی بیع کی اجازت دے تو یہ حکم نافذ نہ کیا جائے گا کیونکہ اس میں اجماع امت کی مخالفت ہے اور اجماع کی مخالفت کے ساتھ کوئی بات جائز نہیں ہو سکتی۔ صاحب ہدایہ کی یہ بات عجیب ہے حالانکہ امام شافعی رحمہما اللہ سے پہلے بھی ایسا اختلاف ثابت ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ امام ابو جعفر ابن جریر رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ جس نے بھول جانے والے کے ذبیحہ کو حرام قرار دیا اس نے جمنہ دلیل کے قائل ہونے سے اپنے کو الگ کر لیا اور جو حدیث کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے اس کی مخالفت کی۔ وہ حدیث یہ ہے کہ ”مسلم کے لئے خود اس کا مسلمان ہونا کافی ہے خواہ وہ ذبح کے وقت بھول گیا ہو اور نام نہ لیا ہو تم اللہ تعالیٰ کا نام لے لو اور کھالو۔“ اور اس حدیث کو خطاً مرفوع کہا ہے اور دوسروں نے اس کی توثیق کی ہے اور یہی صحیح ہے۔ ابن جریر اور محمد بن سیرین رحمہما اللہ نے بھول کر تسمیہ ترک کر دینے کو مکروہ قرار دیا ہے اور سلف لفظ کہہ کر تسمیہ کا اطلاق حرام پر کرتے تھے۔ امام ابو جعفر ابن جریر رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے بوقت ذبح بسم اللہ بھول کر نہ کہے جانے پر بھی ذبیحہ کو حرام کہا ہے انہوں نے علاوہ اور دلائل کا خلاف کرنے کے اس حدیث کا بھی خلاف کیا ہے جو ثابت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مسلم کو اس کا مسلم ہونا ہی کافی ہے اگر وہ ذبح کے وقت نام لینا بھول گیا تو اب کھانے والا اللہ تعالیٰ کا نام لے اور کھالے۔“ اس سے یہ ثابت ہوا کہ اس کو مرفوع کہنا خطا ہے اور یہ خطا معقل بن عبید اللہ جزری کی ہے۔ بقول امام بیہقی یہ روایت سب سے زیادہ صحیح ہے۔ امام ابن جریر رحمہما اللہ کا یہ طریقہ ہے کہ وہ ان دو ایک اقوال کو کچھ وقعت نہیں دیتے جو قول جمہور کے خلاف ہوں اور اس اجماع کو قابل عمل اجماع ہی سمجھتے ہیں۔ حسن بصری رحمہما اللہ سے ایک شخص نے مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص کے پاس بہت سے ذبح شدہ پرندے لائے گئے جن میں سے بعض پر تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر ذبح کیا گیا تھا اور بعض پر نام لینا بھول گئے تھے اور یہ اور وہ پرندے آپس میں مخلوط ہو گئے تھے تو حسن رحمہما اللہ نے کہا تم سب کو کھا سکتے ہو۔ محمد بن سیرین رحمہما اللہ سے یہی سوال کیا گیا تو کہا جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیا گیا ہے نہ کھاؤ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے ﴿لَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ﴾ اور اپنے فتوے کی اس حدیث سے دلیل لی جو ابن ماجہ میں بھی مروی ہے یعنی اس تیسرے مذہب کی دلیل میں یہ حدیث بھی پیش کی جاتی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے میری امت پر سے خطا اور نسیان کو معاف فرما دیا ہے اور مجبور ہو کر ارتکاب خطا کرنے کو بھی معاف کر دیا ہے۔“ ① لیکن یہ قابل غور چیز ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ ایک شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہا کہ اگر ہم میں سے کوئی شخص ذبح کرے اور بسم اللہ کہنا بھول جائے تو اس میں کیا حکم ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا ”مسلمان کا مسلمان ہونا ہی کافی ہے۔ وہ خود اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔“ ② لیکن اس کی اسناد ضعیف ہیں۔ مردان بن سالم ابو عبد اللہ شامی اس کے راوی ہیں اور ان پر بہت سے ائمہ نے جرح کی ہے۔ میں نے اس مسئلہ پر ایک علیحدہ رسالہ لکھا ہے اور ائمہ کے مذاہب اور ان کے ماخذ اور ان کی دلیلوں اور وجہ دلالت اور وجہ معارضت وغیرہ سب باتوں پر روشنی ڈالی ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

① یہ روایت سورۃ البقرہ آیت ۲۸۶، کے تحت گزر چکی ہے۔ ② دارقطنی، ۴/۲۹۵، ح ۴۷۵۸، بیہقی، ۹/۲۴۰، اس کی سند

میں مردان بن سالم متروک الحدیث ہے (المیزان، ۴/۹۱، رقم، ۴۸۲۵) لہذا یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اہل علم نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ آیا اس آیت کا حکم منسوخ ہے یا نہیں۔ تو بعض نے کہا کہ حکم منسوخ نہیں بلکہ محکم اور قابل عمل ہے اور اسی بنا پر مجاہد اور عام اہل علم کا قول ہے۔ حکم منسوخ ہو جاتا تو مجاہد وغیرہ ایسا قول نہ کہتے۔ عکرمہ اور حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لیا گیا ہو وہ کھاؤ اگر تم اللہ تعالیٰ کی آجوں پر ایمان رکھتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا گیا ہو کیونکہ یہ فسق ہے۔ چنانچہ یہ آیت منسوخ ہے لیکن اس سے مستثنیٰ ہے قول باری تعالیٰ ﴿وَلَقَدْ عَلَّمْنَا الْبَنِيَّانَ أَن يَقُولُوا لِقَوْمِهِمْ إِن يَسْئَلُواكُمْ عَن ذِي بُرَيْدٍ أَن يَقُولُوا هُوَ مِنَّا فَمَنْ نَمْسِكُ إِلَيْكُمْ يَوْمَ الْبُرْجِ﴾ یعنی اہل کتاب کا ذبیحہ تمہارے لئے حلال ہے اور تمہارا ذبیحہ اہل کتاب کے لئے۔ ابن ابی حاتم کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں نازل فرمایا ہے کہ نہ کھاؤ جس پر اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیا ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ فرمایا اور مسلمانوں پر رحم کیا اور فرمایا کہ اب سارے طبقات تمہارے لئے حلال ہیں اور اہل کتاب کا ذبیحہ بھی تمہارے لئے حلال ہے۔ چنانچہ پہلی بات کو اس آیت کے ذریعہ منسوخ فرمایا اور اہل کتاب کے ذبیحہ کو حلال قرار دے دیا۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ صحیح تو یہی ہے کہ اہل کتاب کے طعام کے حلال ہونے اور نام نہ لئے ہوئے ذبیحہ کے حرام ہونے میں باہم کوئی تعارض نہیں ہے۔ یہی بیان ہے جو صحیح کہے جانے کا مستحق ہے اور جس نے اس کو منسوخ قرار دیا ہے تو سو اس کے اور کچھ نہیں کہ اس کو خاص کر دیا واللہ اعلم۔

قوله تعالیٰ ﴿إِنَّ الشَّيْطَانَ لِرَبِّهِمْ لَكَاذِبٌ كَرِيمٌ﴾ اور لیسے ہم لیکجا دلونکم شیاطین اپنے اولیا کی طرف اپنی باتیں اس لئے وحی کرتے ہیں تاکہ وہ تم سے بحث مباحثہ اور مناظرہ کر سکیں۔ ایک شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ مختار کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کی طرف وحی آتی ہے تو کہا کہ اس نے سچ کہا۔ پھر یہ آیت پڑھی۔ یعنی شیطان اپنے اولیا کی طرف وحی کیا ہی کرتا ہے۔

ابو ذمیل سے مروی ہے کہ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اس وقت مختار حج کرنے کو آیا ہوا تھا تو ایک آدمی ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ اے ابن عباس! ابواحق گمان کرتا ہے کہ آج کی رات اس پر وحی آئی ہے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا سچ کہتا ہے۔ میں یہ سن کر پریشان ہو گیا اور کہا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے قول کی تصدیق کرتے ہیں تو ابن عباس رضی اللہ عنہما کہنے لگے کہ وحی دو قسم کی ہوتی ہے ایک اللہ تعالیٰ کی وحی ایک شیطان کی وحی۔ اللہ تعالیٰ کی وحی حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور شیطان کی وحی اس کے اولیا کی طرف ہے۔ پھر اسی آیت کو تلاوت فرمایا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کا بھی ایسا ہی قول پہلے نثر چکا ہے۔ قوله ﴿لِيُحَادِدُواكُمْ﴾ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ یہودی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جھگڑتے تھے اور کہتے تھے کہ کیسی عجیب بات ہے کہ ہم جس جانور کو قتل کریں اس کو تو کھالیں اور جس کو خود اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہوا ہے نہ کھالیں اور حرام سمجھیں۔ تو یہ آیت اتری ﴿وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يُذَكِّرْ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَأَنَّهُ لَفُسُقٌ﴾ اس کو مرسلا روایت کیا ① اور ابو داؤد نے مصحلا روایت کیا ہے۔ یہ کنی دجہ سے غور طلب ہے۔ ایک تو یہ کہ یہود میت کے کھانے کو جائز ہی نہیں سمجھتے تھے۔ پھر وہ اس بارے میں خلاف ہی کیوں کریں گے۔ دوسرے یہ کہ یہ آیت سورہ انعام میں ہے جو کنی ہے اور یہود تو مدینہ میں رہتے تھے اور تیسرے یہ کہ اس حدیث کو ترمذی رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے جو ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔ ② اور ترمذی کہتے ہیں کہ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ پھر اس حدیث کا ذکر =

① ابو داؤد، کتاب الضحایا، باب فی ذبائح اهل الكتاب، ۲۸۱۹، وسنده ضعيف، عطاء بن السائب مخطوط راوی ہے۔

② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الانعام، ۳۰۶۹، وهو حسن۔

أَوْ مَنْ كَانَ مَيْتًا فَأَحْيَيْنَاهُ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ مَثَلُهُ فِي

الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِمُخَارِجٍ مِنْهَا ط كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: ایسا شخص جو پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ بنا دیا اور ہم نے اس کو ایک ایسا نور دے دیا کہ وہ اس کو لئے ہوئے آدمیوں میں چلا پھرتا ہے کیا ایسا شخص اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہو کہ وہ تاریکیوں میں ہے ان سے نکلنے ہی نہیں پاتا اسی طرح کافروں کو ان کے اعمال مستحسن معلوم ہوا کرتے ہیں۔ [۱۲۳]

کیا۔ اور کہتے ہیں کہ یہ حدیث حسن غریب ہے اور سعید بن جبیر سے مرسل بھی مروی ہے۔ طبرانی ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ کا نام نہ لئے ہوئے کو نہ کھاؤ تو اہل فارس نے قریش کو کھلا بھیجا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں بحث کرو اور کہو کہ اپنی چھری سے قتل کیا گیا تو وہ حلال ہو گیا اور جس کو اللہ نے اپنی سنہری تلوار سے ذبح کیا یعنی میتہ تو وہ حرام ہو گیا یہ کیسی بات ہے؟ تو یہ آیت اتری کہ شیاطین اپنے اولیا کو سکھاتے ہیں کہ تم سے لڑیں بحث و مجادلہ کریں۔ ① اگر تم نے ان کی بات مان لی اور میتہ کو بھی حلال سمجھنے لگے تو تم بھی مشرک قرار پاؤ گے۔ مراد یہ کہ فارس کے شیاطین قریش کو دوجی بھیجتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی حدیث میں یہود کا ذکر نہیں ہے اور یہی اعتراض سے بچنے کی محفوظ صورت ہے کیونکہ آیت کلی ہے اور یہ بھی کہ یہود تو میتہ کو پسند ہی نہیں کرتے تھے اور بعض الفاظ میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یوں مروی ہے کہ تم جس کو قتل کرتے ہو اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ہوتا ہے اور جو خود بخود مر جاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کا نام مذکور نہیں ہوتا۔ اہل فارس کے سکھانے پر مشرکین نے اصحاب رسول پر جب یہ اعتراض وارد کیا تو مسلمانوں کے دلوں میں ایک شبہ جا گزریں ہو گیا، تو یہ آیت اتری اور مجادلہ کرنے والوں کی سازش کھل گئی۔ سدی رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ مشرکین نے مسلمانوں سے کہا تھا کہ تم دعویٰ تو کرتے ہو کہ ہم اللہ تعالیٰ کی مرضی کو پسند کرتے ہیں پھر اللہ تعالیٰ کے قتل کئے ہوئے کو نہیں کھاتے اور اپنے قتل کئے ہوئے کو کھاتے ہو۔ تو فرمایا کہ اگر تم ان کی دلیل کے دھوکے میں آ جاؤ گے تو تم بھی مشرک بن جاؤ گے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اتَّخَذُوا أَحْبَابَهُمْ وَرُءُفْيَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ﴾ ② یعنی اپنے پیشواؤں اور راہبوں کو اللہ تعالیٰ کی بجائے انہوں نے اپنے ارباب بنالیا ہے اور انہیں کی عبادت کرنے لگے ہیں۔ تو عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ ان رہبان اور احبار کی تو عبادت نہیں کرتے ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان پیشواؤں نے حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر دیا اور ان لوگوں نے ان کی مان لی تو یہی تو عبادت کرنا ہوا۔ ③ ایمان روشنی جبکہ کفر تاریکی ہے۔ [آیت: ۱۲۲] یہ مثال کے طور پر اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ ایمان لانے والا جو پہلے میت تھا یعنی ضلالت میں ہالک اور حیران تھا اس کو اللہ تعالیٰ نے زندہ کر دیا یعنی اس کے قلب کو ایمان کی دولت بخشی اور اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توفیق و ہدایت فرمائی۔ اور اس کے لئے ایک نور قرار دیا جو اس کے چلنے میں راہنمائی کرتا ہے۔ یہ نور قرآن ہے۔ یہ مؤمن اس شخص کی

① المعجم الكبير، ۱۱۶۱۴، اس کی سند میں موسیٰ بن عبد العزیز ضعیف راوی ہے لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔ ② ۹/ التوبة: ۳۱۔

③ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة، ۳۰۹۵، وسندہ حسن غطیف راوی ضعیف ہے۔

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكْبَرَ مَجْرِمِيْهَا لِيُنْذِرُوْا فِيْهَا ۗ وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا
 بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝ وَاِذَا جَاءَتْهُمْ اٰيَةٌ قَالُوْا لَنْ نُؤْمِنَ حَتّٰى نُؤْتٰى مِثْلَ
 مَا اُوْتِيَ رُسُلُ اللّٰهِ ۗ اللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهُ ۗ سَيُصِيبُ الَّذِيْنَ اٰجْرَمُوْا
 صَغٰرًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعَذَابٌ شَدِيْدٌ بِمَا كَانُوْا يَمْكُرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں وہاں کے رئیسوں ہی کو جرائم کا مرکز بنا دیا تاکہ وہ لوگ وہاں شرارتیں کیا کریں۔ اور وہ لوگ اپنے ہی ساتھ شرارت کر رہے ہیں اور ان کو ذرا خبر نہیں۔ [۱۳۳۱] اور جب ان کو کوئی آیت پہنچتی ہے تو یوں کہتے ہیں کہ ہم ہرگز ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ ہم کو بھی ایسی ہی چیز نہ دی جائے جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کو دی جاتی ہے۔ اس موقع کو تو اللہ تعالیٰ ہی خوب جانتا ہے جہاں اپنا پیغام بھیجتا ہے۔ عنقریب ان لوگوں کو جنہوں نے جرم کیا ہے اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچ کر ذلت پہنچے گی اور سزائے سخت ان کی شرارتوں کے مقابلے میں۔ [۱۳۳۱]

طرح تھوڑا ہی ہو سکتا ہے جو اپنی جہالتوں اور گمراہی کی تاریکیوں میں ہو جو ان تاریکیوں سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتا جس سے اس کو چھٹکارا ہو ہی نہیں سکتا جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو تاریکی میں پیدا کیا پھر ان پر نور کی بارش کی جس نے اس نور کو پالیا اس نے ہدایت پالی اور جس نے اس نور کو نہیں لیا وہ دنیا میں گمراہ رہ گیا۔“ ① جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ پاک ولی ہے ان لوگوں کا جو ایمان لے آئے جو ان کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے اور جنہوں نے کفر کیا ان کے اولیا شیطان ہیں جو ان کو نور سے نکال کر تاریکیوں کی طرف لے جاتے ہیں۔ یہی اہل دوزخ ہیں جو ہمیشہ اس میں رہیں گے ② اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو سر جھکائے جھک کر ٹیڑھا ہو کر چلتا ہے وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے یا وہ جو سیدھا اور صراط مستقیم پر چلتا ہے۔ ③ اور فرمایا دو قسم کے لوگوں کی مثال ایسی ہے کہ ایک تو ہیں اندھے اور بہرے اور دوسرے آنکھوں اور کان والے کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ کیا تم اس بات کو ذرا نہیں سمجھتے۔ ④ اور فرمایا ”تایینا اور پینا دونوں برابر نہیں ہو سکتے اور نہ تاریکی اور نور اور نہ سایہ اور گرمی اور نہ زندہ اور مردہ۔ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے سنا تا ہے تم قبر کے مردے کو نہیں سنا سکتے۔ تم تو فقط عذاب الہی سے ڈرانے والے ہو“ ⑤ اس موضوع پر بہت سی آیتیں ہیں وجہ مناسبت ان مثالوں میں نور اور ظلمات ہیں کہ اس سورت کے اول میں اسی مثال سے ابتدا ہوئی ہے۔ یعنی ﴿جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالتُّورٰٓ﴾ سے ابتدا کی ہے۔

بعض نے یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس مثال سے مراد دو معین شخص ہیں اور وہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما جو گویا پہلے میت تھے پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو زندہ کر دیا اور انہیں نور عطا فرمایا کہ وہ اس نور کو لئے ہوئے لوگوں کے اندر چلتے ہیں۔ اور کہا گیا کہ عمار بن یاسر رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ لیکن جو ظلمات میں ہیں وہ اس سے نکل نہیں سکتے وہ ابو جہل یعنی عمرو بن ہشام ہے۔ اور صحیح یہی ہے کہ آیت عام ہے اس میں ہر مؤمن اور کافر داخل ہیں۔

① ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی افتراق هذه الامة، ۲۶۴۲، وهو صحيح، احمد، ۱۷۶/۲، ابن حبان، ۶۱۶۹، حاکم،

۱/۳۰، الشريعة للأجرى، ص ۱۷۵۔ ② البقرة: ۲۵۷۔

③ ۶۷/الملک: ۲۲۔ ④ ۱۱/هود: ۲۴۔ ⑤ ۳۵/فاطر: ۱۹-۲۳۔

اور قولہ تعالیٰ ﴿كَذَلِكَ زَيْنٌ لِّلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ کافروں کو ان کے اعمال اچھے بنا کر ہی دکھاتا ہے اور یہ بات ان کی جہالت اور گمراہی کے سبب ہے۔

صاحب ثروت حق کا انکار کرتے ہیں: [آیت: ۱۲۳-۱۲۴] اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ! جیسا کہ تمہاری بستی میں بڑے بڑے لوگ مجرم اور کافر ثابت ہوئے ہیں جو خود بھی اللہ تعالیٰ کی راہ سے رکے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی کفر ہی کی طرف بلاتے ہیں اور تمہاری مخالفت اور عداوت میں سبقت لئے ہوئے ہیں اسی طرح تم سے پہلے بھی رسولوں سے دشمنی کرنے والے ایسے ہی دولت مند اور زردار لوگ ہوا کرتے تھے پھر انہیں جو سزا ملی وہ معلوم ہی ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ اسی طرح ہم نے ہرنی کے لئے ایسے مجرموں کو دشمن بنا دیا تھا۔ ① اور فرمایا کہ جب ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کسی بستی کو برباد کرویں تو ان کے مالداروں کو توفیق ہوتی ہے کہ وہ بستی میں فساد مچائیں اور فسق و فجور کرنے لگیں۔ ② مطلب یہ ہے کہ ہم ان کو اطاعت کا حکم کرتے ہیں لیکن وہ مخالفت کرتے ہیں بنا بریں ہم انہیں ہلاک کر دیتے ہیں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہم انہیں وہ امر کرتے ہیں جو ان کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے تاکہ اس میں وہ شیطنت اختیار کریں۔ اور فرمایا کہ جس بستی میں بھی ہم نے اپنا ڈرانے والا بھیجا تو سب سے پہلے وہاں کے دولت مندوں نے یہی کہا کہ ہم تو تمہیں نہیں مانتے۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تم سے اموال و اولاد میں بڑھے ہوئے ہیں ہمیں عذاب نہیں ہوگا اور فرمایا کہ یہ دولت مند کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اسی ڈھنگ پر پایا اور ہم تو انہیں کے نقش قدم پر چلیں گے۔ ③ مگر سے یہاں مراد یہ ہے کہ وہ اپنی بیوہ بکواس کے ذریعہ لوگوں کو گمراہی کی طرف بلاتے ہیں جیسے کہ قوم نوح کے بارے میں فرمایا ﴿وَمَكْرًا مَّكْرًا﴾ ④ اور فرمایا کہ کاش تم دیکھتے ان ظالموں کو کہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے اپنے ساتھی سے یوں کہہ رہا ہے اور چیلنا اپنے پیشوا اور تابع اپنے متبوع سے کہہ رہا ہے کہ اگر تمہارے زیر اثر ہم نہ ہوتے تو ایمان لائے ہوئے ہوتے۔ تو پیشوا اور متبوع اپنے چیلوں اور تابعوں سے کہیں گے ہم نے ہدایت سے تمہیں روکا تو ہوا ہی تھا تم تو آپ گنہگار اور مجرم تھے اور یہ کہ تمہارا مشورہ تھا کہ ہم کفر اختیار کریں اور اللہ تعالیٰ کے لئے شریک بنائیں۔ چنانچہ اپنے ساتھ ہم کو بھی تم نے اپنی پلیٹ میں لے لیا۔ ⑤ سفیان رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قرآن میں مکر سے مراد عمل ہے۔ اور فرمایا کہ نہیں چالبازی کرتے ہیں وہ مگر اپنے ہی نفسوں کے ساتھ لیکن اس بات کو وہ نہیں جانتے۔ یعنی اس چالبازی اور دوسروں کو گمراہ کرنے کا وبال خود ان کی اپنی ذات پر پڑے گا جیسا کہ فرمایا کہ یہ پیشوا اپنے گناہوں کے بوجھ کے ساتھ دوسروں کے گناہوں کا وزن بھی اٹھائے ہوئے ہیں۔ ⑥ اور فرمایا کہ گمراہ کرنے والے کیسا برا بوجھ اٹھا رہے ہیں اور جانتے نہیں کہ دوسرے کا بھی گناہ ہم لے رہے ہیں۔ ⑦ اور فرمایا کہ ان لوگوں کے پاس جب ہماری کوئی نشانی آتی ہے تو کہتے ہیں کہ ہم تو اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ اس جیسی نشانیاں نہ پیش کرو جیسی کہ پہلے پیغمبروں نے بتائی تھیں۔ وہ کہتے تھے کہ رسول ﷺ کے ساتھ فرشتے بھی بطور دلیل کیوں نہیں ہوتے جیسے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس وحی لے کر آتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ جن لوگوں کو ہم سے ملنے کا یقین نہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم پر بھی فرشتے کیوں نہیں اترتے یا یہ کہ ہم اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں۔ ⑧

نبی اکرم ﷺ حسب و نسب کے لحاظ سے پوری دنیا سے افضل ہیں: اور قولہ تعالیٰ ﴿الَّذِينَ أَحْلَمُوا حَبِثٌ يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کھل رسالت کس کو بنانا چاہئے اور کون درحقیقت رسول بننے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ کہتے ہیں

① ۲۵ / الفرقان: ۳۱ - ② ۱۷ / الاسراء: ۱۶ - ③ ۴۳ / الزخرف: ۲۳ - ④ ۷۱ / نوح: ۲۲ -

⑤ ۳۴ / سبا: ۳۱-۳۲ - ⑥ ۲۹ / العنكبوت: ۱۳ - ⑦ ۱۶ / النحل: ۲۵ - ⑧ ۲۵ / الفرقان: ۲۱ -

کہ یہ قرآن دونوں بستیوں کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہیں اتارا گیا۔ کیا وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کی تقسیم اپنی صوابدید سے کر لیں گے ①

﴿قُرَيْشِيْنَ﴾ سے مراد مکہ اور طائف ہیں۔ یہ بات وہ کجخت اس وجہ سے کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کو بغاوت اور حسد کی وجہ سے اپنے سے حقیر سمجھتے تھے۔ جیسا کہ فرمایا کہ جب یہ کافر تم کو دیکھتے ہیں تو تم کو مذاق اور ٹھٹھول میں لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ارے کیا یہی ہے وہ شخص جو تمہارے معبودوں کے متعلق بولتا پھرتا ہے۔ حالانکہ وہ رحمن کے ذکر کو جھولے بیٹھے ہیں۔ اور فرمایا کہ جب کبھی وہ تم کو دیکھتے ہیں تو مذاق میں لے اڑتے ہیں کہ کیا یہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے رسول بنا کر بھیجا ہے اور فرمایا کہ تم سے پہلے بھی رسولوں کے ساتھ اسی طرح کا مذاق اور استہزا کیا جاتا رہا ہے لیکن انہیں کے مذاق نے انہیں ہلاک کر دیا۔ حالانکہ ان کم جتنوں کو نبی اکرم ﷺ کے فضل و شرف اور نسب کا اعتراف تھا اور آپ ﷺ کے خاندان کی شرافت اور قبیلہ کی عزت اور وطن مکہ کی بزرگی کے معترف تھے اللہ تعالیٰ اور سارے ملائکہ اور مومنین کی طرف سے آپ ﷺ پر درود ہو۔ حتیٰ کہ یہ لوگ آپ کے نبی ہونے کے پہلے ہی سے آپ کے ایسے معترف حسن اخلاق تھے کہ آپ ﷺ کو امین کا خطاب دے رکھا تھا۔ اور ریکس کفار ابوسفیان تک آپ ﷺ کی سچائی سے اس قدر مرعوب تھے کہ ہر قل ملک روم نے جب آپ کی بابت اور آپ کے حسب نسب کی بابت پوچھا تو کہنے لگے کہ وہ ہم لوگوں میں بہت شریف النسب ہیں۔ پھر پوچھا کہ کیا اس سے پہلے کبھی جھوٹا بھی مشہور رہا ہے تو ابوسفیان نے کہا کبھی نہیں۔ ② غرض یہ کہ حدیث طویل ہے جس سے شاہ روم نے یہ استدلال کیا کہ وہ اچھی صفات والا معلوم ہوتا ہے یہ چیزیں تو اس کی نبوت اور صداقت کی دلیل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ پاک نے اولاد ابراہیم میں سے اسماعیل علیہ السلام کو انتخاب کیا اور بنی اسماعیل میں سے بنی کنانہ کو اور بنی کنانہ میں سے قریش کو منتخب کیا اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھ کو انتخاب فرمایا۔“ ③

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”بنی آدم کے اچھے قرن یکے بعد دیگرے آتے رہے حتیٰ کہ وہ اچھا قرن بھی آ گیا جس میں میں ہوں۔“ ④ حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ منبر پر چڑھ کر فرمانے لگے کہ ”بتاؤ میں کون ہوں؟“ لوگوں نے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ہاں میں محمد بن عبد اللہ بن عبدالمطلب ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات پیدا کیں اور مجھ کو اپنی مخلوقات میں سب سے بہتر پیدا کیا اور لوگوں کو دو فریق میں تقسیم کیا اور مجھ کو اچھے فرقہ میں سے قرار دیا۔ اور جب اس نے قبائل پیدا کئے تو سب سے اچھے قبیلہ میں سے مجھے قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے خاندان بنائے اور مجھ کو سب سے اچھے گھرانے میں پیدا کیا۔ میں از روئے خاندان تم میں سب سے اچھا ہوں نیز از روئے ذات تم میں سب سے اچھا ہوں۔“ ⑤

فرمایا نبی اکرم ﷺ نے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کہ اے محمد! دنیا بھر میں مشرق و مغرب سب میں نے چھان ڈالے لیکن محمد ﷺ سے بڑھ کر میں نے کسی کو افضل نہیں پایا اور سارے مشرق و مغرب ڈھونڈ ڈالے تو کوئی خاندان بنو ہاشم کے خاندان سے زیادہ فضیلت رکھنے والا نہ ملا۔“ ⑥

① ۴۳/ الزخرف: ۳۱۔ ② صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف كان بدء الوحی الی رسول اللہ ﷺ، ۷، صحیح مسلم، ۱۷۷۳۔ ③ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ، وتسلیم الحجر علیہ قبل

النبوة، ۲۲۷۶؛ ترمذی، ۳۶۱۰؛ احمد، ۴/ ۱۰۷؛ مسند ابی یعلیٰ، ۷۴۸۵؛ دلائل النبوة، ۱۶۶۔

④ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفة النبی ﷺ، ۳۵۵۷؛ مسند ابی یعلیٰ، ۶۵۵۳۔

⑤ احمد، ۱/ ۲۱۰، وسندہ ضعیف۔

⑥ دلائل النبوة، ۱/ ۱۷۶، وسندہ ضعیف۔

فَمَنْ يُرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُرِدْ أَنْ يُضِلَّهُ يَجْعَلْ

صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَثَمَاءِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ اللَّهِ الرَّجْسِ عَلَى

الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٦٥﴾

ترجمہ: سو جس شخص کو اللہ تعالیٰ راستہ پر ڈالنا چاہے ہیں اس کے سینہ کو اسلام کے لئے کشادہ کر دیتے ہیں اور جس کو بے راہ رکھنا چاہتے ہیں اس کے سینہ کو بہت تنگ کر دیتے ہیں جیسے کوئی آسمان میں چڑھتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ایمان نہ لانے والوں پر پھینکا رکھتا ہے۔ [۱۳۵]

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے سب کے دلوں پر نظر ڈالی تو اصحاب کے قلوب کو سب کے دلوں سے اچھا پایا چنانچہ انہیں کوئی کے وزرا اور مددگار بنایا جو نبی کے ساتھ دین کے لئے قتال کرتے ہیں پس مسلمان جس کو اچھا سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پاس سے اچھا ہوتا ہے۔ اور جس کو مسلمان برے سمجھتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پاس بھی برا ہوتا ہے“ ① سلمان رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے کہ مجھ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے سلمان! مجھ سے بغض نہ رکھنا اور ناراض نہ رہنا ورنہ تم اپنے دین سے جدا ہو جاؤ گے۔“ تو میں نے کہا یا رسول اللہ! میں آپ سے کیسے بغض رکھوں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ تو اللہ تعالیٰ نے ہماری ہدایت فرمائی۔ تو فرمایا ”تم قوم عرب سے بغض رکھو گے تو گو یا مجھ سے بغض رکھو گے۔“ ②

روایت ہے کہ ایک آدمی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما کو دیکھا کہ مسجد میں داخل ہو رہے ہیں پس جب ان کی طرف دیکھا تو ڈر گیا اور پوچھنے لگا یہ کون ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں۔ تو کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محل نبوت و رسالت کو خوب جانتا ہے کہ کون نبوت کا مصداق بن سکتا ہے۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعَذَابٌ شَدِيدٌ﴾ یہ رسالت کی اتباع سے تکبر اور انقیاد رسول سے غرور کرنے والوں کے لئے وعید شدید ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ کے پاس عقارت اور ذلت دائمہ نصیب ہوگی۔ اسی طرح جو لوگ غرور کرتے ہیں تو قیامت کے روز اس کے نتیجہ میں انہیں ذلت ملے گی۔ جیسا کہ فرمایا ”کہ جو لوگ میری عبادت سے غرور کرتے ہیں اور منہ موڑتے ہیں وہ اوندھے منہ جہنم میں پڑے ہوں گے۔“ ③ اور فرمایا کہ ان کے اس عمل بد کے سبب انہیں عذاب شدید لاحق ہوگا۔ کیونکہ مکر عموماً مخفی ہوتا ہے۔ مگر کہتے ہیں نہایت لطیف طور پر حیلہ بازی اور مکاری کو وہ اسی کے بالمقابل قیامت کے روز پوری جزا اور پورا عذاب شدید دے جائیں گے۔ چنانچہ فرمایا ﴿وَعَذَابٌ شَدِيدٌ بِمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ﴾ لیکن اللہ تعالیٰ عذاب دینے میں کسی پر ظلم نہیں کرتا جیسا کہ فرمایا ﴿يَوْمَ تَبْيَضُّ بَيَاضًا عَظِيمًا﴾ یعنی اس روز ساری چھپی ہوئی باتیں اور سب کھنونات ظاہر ہو جائیں گی۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہر باغی اور غدار کے لئے قیامت میں ایک جھنڈا ہوگا اور یہ اس کی سرین سے لگا ہوگا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں ابن فلاں غدار ہے۔“ ⑤ اس میں حکمت یہ ہے کہ غدار

① احمد، ۱/۳۷۹، وسندہ حسن، المعجم الكبير، ۸۵۸۳؛ مجمع الزوائد، ۱/۱۷۷؛ مسند البزار، ۱۳۰؛ مسند الطيالسي،

۲۴۶۔ ② احمد، ۵/۴۴۰، وسندہ ضعيف، حاكم، ۴/۸۶؛ مسند الطيالسي، ۶۵۸۔

③ ۴۰/غافر: ۶۰۔ ④ ۸۶/الطارق: ۹۔

⑤ صحيح بخاری، كتاب الأدب، باب ما يدعى الناس بآبائهم، ۶۱۷۸؛ صحيح مسلم، ۱۷۳۶؛ ابن ماجه، ۲۸۷۲؛ ابن حبان،

۷۳۴۱؛ بيهقي، ۹/۱۶۰۔

جو تکہ غمئی ہوتا ہے لوگ اس سے آگاہ نہیں ہو پاتے اس لئے قیامت کے روز وہ ایک علم اور جھنڈا بن جائے گا جو خدا کی عبادی کا اعلان کرتا رہے گا۔

شرح صدر سے کیا مراد ہے: [آیت: ۱۲۵] اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرنا چاہتا ہے تو اسلام کے لئے اس کا دل کھول دیتا ہے یعنی دین اسلام اختیار کرنا اس کے لئے اہل بنا دیتا ہے چنانچہ یہ چیز علامت ہے اس بات کی کہ اس کی قسمت میں خیر لکھی ہے جیسا کہ فرمایا کہ اسلام کے لئے جس کا دل کھل جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے لئے نور متعین کر دیا جاتا ہے ① اور فرمایا، لیکن اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل میں ایمان کی محبت ڈال دی جو تمہارے قلوب کی زینت کا سبب ہے۔ اور کفر و فسوق و عصیان سے تمہارے دلوں میں نفرت ڈال دی ہے۔ ایسے ہی لوگ رشد و ہدایت پائے ہوئے ہیں۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے بارے میں کہا کہ اللہ تعالیٰ توحید اور ایمان کو قبول کرنے کے لئے اس کے دل میں وسعت دے دیتا ہے۔ ③ ابو مالک اور اکثر نے کہا کہ یہی بات زیادہ ظاہر و ثابت ہے۔ ابو جعفر سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ کونسا مومن زیرک و داناست۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”وہ جو اکثر موت کو یاد کرتا رہے اور جو سب سے زیادہ موت کے بعد کے لئے اپنے کو تیار کرتا رہے۔“ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا اسی آیت کے بارے میں چنانچہ لوگوں نے پوچھا کہ یا رسول اللہ! شرح صدر کیا ہوتا ہے تو فرمایا ”ایک نور ہوتا ہے جو دل میں ڈال دیا جاتا ہے جس سے دل کھل جاتا ہے اور وسیع ہو جاتا ہے۔“ یعنی انسان میں تنگ دلی باقی نہیں رہتی۔ لوگوں نے کہا کہ ہم اس چیز کو کیسے پہچانیں کہ اس کو شرح قلب حاصل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اس کا پتہ اس بات سے چلے گا کہ کون دارالآخرت کی طرف زیادہ جھکا ہوا ہے اور دنیا کے تمحصات سے کس قدر دور رہتا ہے اور موت آنے سے پہلے ہی موت کے لئے اپنے آپ کو کس قدر تیار کر رکھا ہے۔“ ④

تو اللہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ يُّرِدْ أَنْ يُّصَلِّهٖ لِيَجْعَلَ صِدْرَهُ ذٰلِقًا حٰرًا﴾ جس کو وہ گمراہ کرنا چاہتا ہے اس کے دل کو بہت تنگ کر دیتا ہے۔ ضیق کا لفظ فتح ضاد اور سکون یاء کے ساتھ ہے اور اکثر لوگ تشدید یاء اور کسریاء سے قرار دیتے ہیں۔ یہ دونوں لغت مثل (ہین) اور (ہین) کے ہیں اور لفظ (حسرج) کو بعض نے فتح حاء اور کسریاء کے ساتھ پڑھا ہے اور دوسری قراءت فتح حاء اور فتح را سے ہے یعنی وہ گمراہ ایسا ہوتا ہے کہ اس کا دل ہدایت کے لئے ذرا بھی کشادہ نہیں اس میں ایمان راہ نہیں پاتا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک بدوی سے پوچھا کہ (حسرج) کیا چیز ہے؟ تو کہا وہ ایک درخت ہے درختوں ہی کے درمیان ہوتا ہے نہ کوئی چرواہا اس تک پہنچ سکتا ہے اور نہ کوئی جانور اور نہ کوئی اور شے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ منافقین کا قلب بھی ایسا ہی ہوتا ہے کہ امر خیر کی وہاں تک رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر اسلام کو تنگ کر دیتا ہے کیونکہ اسلام تو ایک وسیع چیز ہے اور کافر کا دل تنگ ہوتا ہے کیسے سانس لے گی۔ ﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّينِ مِنْ حَرَجٍ﴾ یعنی دین قبول کر لینے کے بعد تمہارے دل میں کوئی تنگی نہیں رہ سکتی اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔ لیکن منافق کا دل تنگ میں جتلا رہتا ہے اور ﴿لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ﴾ کا اقرار اور اپنی تنگ دلی کے سبب وہ کربھی نہیں سکتا۔ ایمان لانا اس پر اس قدر دشوار ہے جیسے کسی کو آسمان پر چڑھنا دشوار ہے کہ جس طرح ابن آدم =

① ۳۹ / الزمر: ۲۲۔ ② ۴۹ / الحجرات: ۷۔ ③ الدر المنثور، ۳ / ۳۵۶۔

④ الطبری، ۱۲ / ۱۰۰، الاسماء والصفات، ۱ / ۲۵۷، اسی سند میں ابو جعفر المدائنی متروک راوی ہے۔ امام احمد نے اسی روایات کو موضوع، امام نسائی اور دارقطنی نے متروک قرار دیا ہے۔ دیکھئے (المیزان، ۲ / ۵۰۴، رقم، ۴۶۰۸) لہذا یہ روایت مردود ہے۔

وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا ۖ قَدْ فَصَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ ۖ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ

عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَصِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۖ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ۖ يَبْعَثُ الرَّجُلَ

قَدِ اسْتَكْبَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ وَقَالَ أَوْلِيُوهُمْ مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمْتَعَ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ

وَبَلَّغْنَا آجَلَنَا الَّذِي أَجَلْتَنَا ۖ قَالَ النَّارُ مُثُوبُكُمْ خَلِدِينَ فِيهَا ۖ أَلَا مَا شَاءَ اللَّهُ ۗ

إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ﴿۱۳۸﴾

ترجمہ: اور یہی تیرے رب کا سیدھا راستہ ہے ہم نے نصیحت حاصل کرنے والوں کے واسطے ان آیتوں کو صاف صاف بیان کر دیا۔ [۱۳۶] ان لوگوں کے واسطے ان کے رب کے پاس سلامتی کا گھر ہے اور اللہ تعالیٰ ان سے محبت رکھتا ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔ [۱۳۷] اور جس روز اللہ تعالیٰ تمام مخلوق کو جمع کریں گے اے جماعت جنات کی تم نے انسانوں میں بڑا حصہ لیا۔ جو انسان ان کے ساتھ تعلق رکھنے والے تھے وہ کہیں گے کہ اے ہمارے پروردگار ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ حاصل کیا تھا اور ہم اپنی اس معین میعاد تک آچہتے جو آپ نے ہمارے لئے معین فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ تم سب کا ٹھکانا دوزخ ہے جس میں ہمیشہ کو رہو گے ہاں اگر اللہ تعالیٰ ہی کو منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ بے شک آپ کا رب بڑی حکمت والا بڑا علم والا ہے۔ [۱۳۸]

== آسمان پر نہیں چڑھ سکتا۔ اسی طرح توحید کا عقیدہ اس کے دل میں گھر نہیں کر سکتا۔ اوزاعی کہتے ہیں کہ جس کے دل کو اللہ تعالیٰ نے تنگ بنایا ہو وہ کس طرح اسلام لاسکتا ہے۔ یہ ایک مثال ہے جو قلب کا فر سے متعلق کہی گئی ہے کہ ایمان اس کے دل پر چڑھنا اس قدر مشکل ہے جیسے کوئی آسان پر چڑھے اور چونکہ آسمان پر چڑھنا ممکن نہیں اسی طرح اس کافر کا ایمان لانا ممکن نہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جس طرح اس کے دل کو تنگ کر دیا اسی طرح شیطان کو اللہ تعالیٰ اس پر مسلط کر دیتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے اس کو بھٹکاتے رہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں (دجس) کے معنی شیطان اور ہر وہ چیز جس میں کوئی خیر نہ ہو اور عذاب کے ہیں۔

قرآن صراط مستقیم اور جنت سلامتی کا گھر ہے: [آیت: ۱۲۶-۱۲۸] اللہ تعالیٰ جب ان گمراہوں کا ذکر فرما چکا تو اب دین اور ہدایت کے شرف کو بتاتا ہے اور فرماتا ہے کہ تمہارے رب کا راستہ یہی سیدھا راستہ ہے ﴿مُسْتَقِيمًا﴾ بنا رہا حال منصوب ہے۔ یعنی یہ دین، اے محمد! جو ہم نے تمہیں دیا ہے یہ اس وحی کے ذریعہ ہے جس کو قرآن کہتے ہیں اور یہی صراط مستقیم ہے۔ جیسے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے قرآن کی تعریف میں فرمایا کہ وہ صراط مستقیم ہے جل اللہ التین ہے ذکر حکیم ہے۔ ① اور ہم نے قرآن کی آیتوں کو نہایت تفصیل اور وضاحت کے ساتھ پیش کیا ہے اس سے وہی لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں جنہیں عقل و فراست حاصل ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں میں نیاز مندانه غور و فکر کرتے ہیں اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں ان کے لئے قیامت کے دن جنت دارالسلام ہے۔ جنت کو دارالسلام کا نام اس لئے دیا گیا کہ جیسی سلامتی کی راہ وہ یہاں چلے قیامت کے دن بھی سلامتی کا گھر انہیں ملے گا۔ اللہ پاک ان کا حافظ و ناصر موبد ہے کیونکہ وہ نیک عمل کرتے تھے۔

① ترمذی، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء فی فضل القرآن، ۲۹۰۶ و سندہ ضعیف، دارمی، ۲/۴۳۵، اسکی سند میں حارث اعور ضعیف راوی ہے (التقریب، ۱/۱۶۱، رقم، ۳۹)

وَكَذَلِكَ نُؤَيِّدُ بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿١٣٩﴾

ترجمہ: اور اسی طرح بعض کفار کو بعض کے قریب رکھیں گے ان کے اعمال کے سبب۔ [۱۳۹]

جن وانس کا ایک دوسرے سے فائدہ اٹھانا اور اس کا انجام: ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمد! اس دن کو یاد کر ڈ جب کہ اللہ تعالیٰ ان جن وشیاطین اور ان کے انسانی اولیا جن کی وہ دنیا میں عبادت کرتے تھے اور انہیں کے پاس پناہ لیتے تھے اور دنیا سے تحمات کے بارے میں ایک دوسرے کو وحی بھیجتے تھے ان سب کو جمع کرے گا اور ان سے فرمائے گا کہ اے گروہ جن وشیاطین! تم نے انسانوں کو بہت بھٹکا لیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ اے بنی آدم! کیا میں نے تم سے عہد نہیں لے لیا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا سخت دشمن ہے اور میری عبادت کر دو کہ یہی صراط مستقیم ہے۔ اے لوگو! تم میں سے بہت بڑے گروہ کو ان شیطانوں نے گمراہ کر دیا ہے۔ کیا اب بھی تم کو عقل نہیں آئے گی۔ ① اور ان کے انسان اولیا کہیں گے کہ اے رب! بے شک تیری بات درست ہے۔ ہم میں سے ہر ایک دوسرے سے تمتع حاصل کرتا رہا۔ حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ استماع یہ تھا کہ شیاطین حکم دیتے تھے اور یہ نادان انسان اس پر عمل کرتے تھے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں کوئی شخص سفر کرتا ہوا کسی وادی میں بھٹکتا تھا تو کہتا تھا کہ میں اس وادی کے سب سے بڑے جن کی پناہ لیتا ہوں۔ یہ ہوتا تھا ان انسانوں کا استماع۔ چنانچہ قیامت کے دن اسی کا عذر پیش کر رہے ہیں۔ اور جنوں کا انسانوں سے فائدہ اٹھانا یہ ہے کہ انسان ان کی تعظیم کرتے تھے اور ان سے مدد طلب کرتے تھے اور انسانوں سے انہیں بزرگی ملتی تھی۔ چنانچہ وہ کہتے تھے کہ ہم جنوں اور انسانوں کے سردار ہیں۔ اور تو نے جو وقت ہمارے لئے قرار دے دیا تھا اس وعدہ تک ہم پہنچ گئے اس سے مراد موت ہے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اب دوزخ تمہارا اور تمہارے اولیا کا ٹھکانہ ہے جس میں تم ہمیشہ رہو گے۔ پھر اللہ تعالیٰ ہی جو چاہے کرے۔ بعض کہتے ہیں کہ استنسا کے معنی برزخ کی طرف رجوع کرنے کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مدت دنیا کی طرف رد ہے اور بعض نے وہ باتیں کہیں جن کا بیان سورہ ہود میں آئے گا۔ جہاں کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ وہ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے جب تک کہ زمین و آسمان رہیں گے۔ ہاں اس کے سوا اللہ تعالیٰ کچھ اور چاہے تو اس کی مرضی وہ تو جو ارادہ کرتا ہے اپنے ارادہ کو عمل میں لانے کا حق رکھتا ہے۔ ② اس آیت کی تفسیر اس آیت سے ہوتی ہے کہ دوزخ تمہارا ٹھکانہ ہے جس میں ہمیشہ رہو گے مگر ہاں پھر جو اللہ تعالیٰ چاہے۔ یہ ایک ایسی آیت ہے کہ کسی کو بھی یہ سزا اور نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ پر کوئی حکم لگائے اور کسی کو جنتی یا دوزخی قرار دے۔

ظالم ظالموں کا، مؤمن مؤمنوں کا دوست ہے: [آیت: ۱۳۹] اللہ تعالیٰ لوگوں کو جو ایک جیسے اعمال رکھتے ہوں تو آپس میں دوست بنا دیتا ہے۔ چنانچہ مؤمن ولی ہے مؤمن کا خواہ کہیں ہو اور کیسا ہی ہو۔ اور کافر ولی ہے کافر کا خواہ کہیں کا ہو اور کسی ذات پات کا ہو۔ ایمان تمناؤں اور ظاہر واریوں کا نام نہیں۔ مالک بن وینار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے زبور میں پڑھا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں منافقین کا انتقام منافقین ہی کے ذریعہ لوں گا اور پھر اس کے بعد سارے ہی منافقین سے اور یہ قرآن میں بھی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری ہے ہم اسی طرح ایک ظالم کو دوسرے ظالم کا دوست بنا دیتے ہیں یعنی جن کے ظالموں کو انسانی ظالموں کا دوست بناتے ہیں۔ اور جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جائے تو ہم ایک شیطان کو اس پر مسلط کر دیتے ہیں اور وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہتا ہے۔ ③

يَعِشْرَ أُجْرٍ وَالْإِنْسِ الْمَيَاتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقْضُونَ عَلَيْكُمْ الَّتِي وَيُنذِرُونَكُمْ

لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا

عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا الْكَافِرِينَ ﴿١٣٠﴾

ترجمہ: اے جماعت جنات اور انسانوں کی کیا تمہارے پاس تم ہی میں سے پیغمبر نہیں آئے تھے جو تم سے میرے احکام بیان کیا کرتے تھے اور تم کو اس آج کے دن کی خبر دیا کرتے تھے وہ سب عرض کریں گے کہ اپنے اوپر اقرار کرتے ہیں اور ان کو دنیاوی زندگی نے بھول میں ڈال رکھا ہے اور یہ لوگ اقرار کریں گے کہ وہ کافر تھے۔ [۱۳۰]

= ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مرفوع حدیث ہے کہ جس نے ظالم کی مدد کی تو اسی کو ہم اس پر مسلط کر دیتے ہیں۔ ① یہ حدیث غریب ہے۔ کسی شاعر نے کہا ہے کہ کوئی ہاتھ ایسا نہیں جس سے بالاتر اللہ تعالیٰ کا ہاتھ نہ ہو اور کوئی ظالم ایسا نہیں جس کو دوسرے ظالم سے سابقہ نہ پڑے۔ آیت کریمہ کے معنی یہ ہوئے کہ جس طرح ہم نے ان نقصان یافتہ انسانوں کے دوست ان کے بہکانے والے جن وشیاطین کو بنادیا اسی طرح ظالموں میں سے بعض کو بعض کا ولی بنا دیتے اور بعض بعض سے ہلاک ہوتے ہیں اور ہم ان کے ظلم و سرکشی اور بغاوت کا بدلہ بعض سے بعض کو دلاتے ہیں۔

جنوں میں نبی نہیں بلکہ ڈرانے والے آئے: [آیت: ۱۳۰] روز قیامت کافر کفر کا اقرار کریں گے۔ اللہ پاک یہاں کافرین جن و انس کو متنبہ فرما رہا ہے کہ ہم قیامت کے روز ان سے پوچھیں گے کہ کیا ہمارے رسولوں نے تمہارے پاس حق نبوت ادا کر دیا تھا۔ یہ پوچھنے کا ڈھنگ ہے جو اپنی بات کو ثابت کرنے کے لئے اختیار کیا جاتا ہے۔ یعنی اے جن و انس! کیا تمہیں میں سے رسول نہیں آئے تھے۔ رسول صرف انسانوں میں ہوئے ہیں جنوں میں نہیں ہوئے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رسول بنی آدم میں ہوتے ہیں اور جنوں میں صرف ڈرانے والے ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈراتے ہیں۔ ابن مزام کا خیال ہے کہ جنوں میں بھی رسول ہوتے ہیں اور اپنے دعویٰ میں اسی آیت سے دلیل لاتے ہیں۔ لیکن یہ غور طلب بات ہے۔ کیونکہ یہ کوئی یقینی بات نہیں ہے کیونکہ کہیں بھی کسی آیت میں اس چیز کی صراحت نہیں زیادہ سے زیادہ یہ کہ احتمال ہے اس عدم تصریح کی آیت ربانی سے یہ دلیل ہے کہ فرمایا ﴿مَوْجَ السُّحُورِ يَلْتَفِتَانِ ۚ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَا يَبْغِيَانِ ۚ فَبِأَيِّ آيَةٍ رَّبِّكُمْ تَكْفُرَانِ ۝﴾ ② اور پھر فرمایا ﴿يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللَّوْطُ وَالْمَرْجَانُ﴾ ③ اور ظاہر ہے کہ لؤلؤ اور مرجان کھاری سمندر کے اندر ہوتے ہیں بیٹھے سمندر میں نہیں ہوتے۔ چنانچہ جس طرح لؤلؤ اور مرجان کو بیٹھے اور کھاری دونوں سمندروں کی طرف منسوب کیا بالکل اسی طرح رسولوں کو جن و انس دونوں کے اندر شمار کیا۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے بھی بالکل یہی جواب دیا ہے۔ اور اس بات کی دلیل کہ رسول صرف انسانوں میں ہیں یہ قول باری تعالیٰ ہے ﴿أَنَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ﴾ الی قولہ ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ

① تاریخ دمشق لابن عساکر (۳/۳۶) و مسندہ موضوع، اس کاراوی حسن بن علی بن زکریا العدوی کذاب متروک ہے۔

② ۵۵ / الرحمن: ۱۹-۲۰۔ ③ ۵۵ / الرحمن: ۲۲۔

ذَلِكَ أَنْ لَمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا غُلْفُونَ ﴿١٠﴾ وَلِكُلِّ دَرَجَةٍ

مِمَّا عَمِلُوا وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿١١﴾

ترجمہ: یا اس وجہ سے ہے کہ آپ ﷺ کا رب کسی ہستی والوں کو کفر کے سبب ایسی حالت میں ہلاک نہیں کرتا کہ اس ہستی کے رہنے والے بے خبر ہوں۔ [۱۱] اور ہر ایک کے لئے درجے ملیں گے ان کے اعمال کے سبب اور آپ کا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ہے۔ [۱۲]

لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ ﴿١٠﴾ اور ابراہیم علیہ السلام کے ذکر سے متعلق قولہ تعالیٰ ﴿وَجَعَلْنَا فِي ذُرِّيَّتِهِ النُّبُوَّةَ وَالْكِتَابَ﴾ ﴿٢﴾ چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت اور کتاب کو انہیں کی ذریت میں موقوف کر دیا گیا اور کوئی بھی اس بات کا قائل نہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے نبوت جن میں تھی اور ان کے مبعوث ہونے کے بعد جنوں سے منقطع ہو گئی۔ غرض یہ کہ جنوں میں نبوت نہ ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ثابت ہے نہ ابراہیم علیہ السلام کے بعد۔ اور فرمایا کہ تم سے پہلے ہم نے جو رسول بھیجے تھے وہ بھی کھانا وغیرہ کھاتے تھے اور بازاروں میں چلتے پھرتے بھی تھے۔ اور فرمایا کہ تم سے پہلے جس قدر ہم نے رسول بھیجے وہ انہیں کے اہل وطن تھے۔ ﴿٣﴾ اور معلوم ہے کہ جن اس باب رسالت میں تابع انسان ہیں اور اسی لئے جنوں سے متعلق خبر دیتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے کہ ”جنوں کی ایک جماعت کو ہم نے تمہاری طرف پھیر دیا ہے کہ وہ قرآن سننے لگتے ہیں اور جب حاضر مجلس رہتے ہیں تو کہتے ہیں کہ خاموش ہو جاؤ سننے دو اور جب قرآن ختم ہو جاتا ہے تو اپنی قوم کی طرف جا کر اللہ تعالیٰ سے انہیں ڈراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے قوم! ہم نے ایک کتاب سنی جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتری ہے اور جو توریت کی تصدیق کرتی ہے اور حق باتوں اور طریق مستقیم کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف بلانے والے کو لبیک کہو ان پر ایمان لاؤ اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو بخش دے گا اور عذاب الیم سے تمہیں نجات عطا کرے گا۔ اور اگر کسی نے داعی اللہ تعالیٰ کو لبیک نہیں کہا اور کافر رہ گیا تو وہ اللہ تعالیٰ کو کچھ عاجز نہیں کر سکتا اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کا کوئی ولی نہیں ہو سکتا۔ ایسے لوگ بڑی گمراہی میں ہوں گے۔“ ﴿٤﴾ ترمذی کی حدیث ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے سورۃ رخصن کی تلاوت فرمائی اور اس میں اس آیت کو پڑھا ﴿سَنْفَرُغُ لَكُمْ أَيُّهَا الثَّقَلَانِ﴾ ﴿٥﴾ اور فرمایا کہ ”اے جن و انس کی جماعت کیا تم میں سے اللہ تعالیٰ کے رسول تمہارے پاس نہیں آئے تھے جو میری آیتیں تم کو پڑھ کر سناتے تھے اور آج کے دن میری ملاقات سے تمہیں متنبہ کرتے تھے تو وہ کہیں گے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ تیرے رسولوں نے اپنی تبلیغ ہم تک پہنچادی اور ہمیں تیری ملاقات سے ڈرایا بھی تھا اور یہ بھی بتایا تھا کہ یہ آج کا دن ضرور وقوع پذیر ہونے والا ہے۔“ اور فرمایا حیات دنیا نے انہیں جتلائے فریب کر رکھا تھا۔ وہ حیات دنیا میں افراط و تفریط میں مبتلا ہو گئے اور تکذیب رسل اور مخالفت معجزات کر کے ہلاک ہو گئے کیونکہ حیات دنیوی کی عیاشیوں اور زینت و شہوات میں گرفتار ہو گئے اور بروز قیامت وہ خود اپنے نفسوں پر گواہی دیں گے کہ ہم کافر تھے۔

عذاب اتمام حجت کے بعد آتا ہے: [آیت: ۱۳۱-۱۳۲] اللہ پاک فرماتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا کرتا کہ تمہارا رب بستیوں کو ہلاک کرے اور ظلم سے ہلاک کرے ایسی حالت میں کہ وہ لوگ بالکل غفلت میں ہوں۔ نہیں بلکہ رسولوں کو بھیج کر اور کتابیں نازل کر کے ہم نے جن و انس کے عذرات کو ختم کر دیا ہے تاکہ کوئی ظلم سے نہ پکڑا جائے اور اس کو دعوت تو حید نہ پہنچی ہو۔ ہم نے لوگوں کا کوئی عذر باقی =

① ۴/النساء: ۱۶۳-۱۶۵ ② ۲۹/العنکبوت: ۲۰- ③ ۱۲/یوسف: ۱۰۹- ④ ۴۶/الاحقاف: ۲۹، ۳۲-

⑤ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الرحمن، ۳۲۹۱، وهو حسن-

وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۖ إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا يَشَاءُ
 كَمَا أَنشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةٍ قَوْمٍ آخَرِينَ ۗ إِنَّ مَا تُوْعَدُونَ لَأَتٍ ۖ وَمَا أَنْتُمْ
 بِمُعْجِزِينَ ۗ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۗ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ ۗ لَا مَنْ
 تَكُونُ لَهُ عَاقِبَةُ الدَّارِ ۗ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ۗ

ترجمہ: اور آپ کا رب بالکل غنی ہے رحمت والا ہے اگر وہ چاہے تو تم سب کو اٹھالے اور تمہارے بعد جس کو چاہے تمہاری جگہ آباد کر دے
 جیسا تم کو ایک دوسری قوم کی نسل سے پیدا کیا ہے۔ [۱۳۳] جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ بے شک آنے والی چیز ہے اور تم عاجز نہیں
 کر سکتے۔ [۱۳۴] آپ یہ فرما دیجئے کہ اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی عمل کر رہا ہوں سواب جلد ہی تم کو معلوم ہوا جاتا
 ہے اس عالم کا انجام کار کس کے لئے نافع ہوگا۔ یہ یقینی بات ہے کہ حق ظلی کرنے والوں کو کبھی فلاح نہ ہوگی۔ [۱۳۵]

= نہیں رہنے دیا اگر ہم نے قوموں پر عذاب بھیجا بھی تو رسولوں کو بھیج کر تکمیل حجت کرنے کے بعد جیسا کہ فرمایا کوئی ہستی ایسی نہیں
 جہاں ہم نے کوئی ڈرانے والا رسول اپنی طرف سے نہ بھیجا ہو۔ اور فرمایا کہ ہم نے ہر قوم میں رسول بھیجے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی کی پرستش کرو
 اور شیطان سے بچو جیسا کہ فرمایا کہ ہم کبھی کسی پر عذاب نازل کرنے والے نہیں جب تک کہ ان کے پاس رسول نہ بھیج دیں۔ ① اور
 فرمایا کہ ”جس وقت جہنم میں لوگ جموٹے جائیں گے تو اس کے متعین فرشتے ان سے پوچھیں گے کہ کیا اللہ تعالیٰ کا کوئی ڈرانے والا تمہارے
 پاس نہیں آیا تھا؟ وہ کہیں گے کہ ہاں ضرور آیا تھا لیکن ہم نے اس کو جھٹلادیا تھا“ ② اس موضوع سے متعلق بہت سی آیتیں ہیں۔

امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول ﴿بِظُلْمٍ﴾ دو وجوہ کا احتمال رکھتا ہے۔ ایک تو یہ کہ یہ بات اس وجہ سے ہے کہ
 اللہ تعالیٰ کا یہ طریقہ نہیں کہ کسی قوم کو اس کے شرک کے سبب اس طرح ہلاک کر دے کہ اسے اپنے شرک کی خبر بھی نہ ہو یعنی وہ عقوبت
 میں کبھی جلدی نہیں کرتا ہے جب تک کہ ان کے پاس رسول نہ بھیج دے جو انہیں عذاب سے متنبہ کر دے اور اللہ تعالیٰ کی حجت تمام کر
 دے اور روز آخرت کے عذاب سے انہیں ڈرانے دے۔ اگر وہ غفلت میں کسی کو پکڑتا تو وہ کہتے کہ ہمارے پاس تو کوئی بشر اور نذیر آیا
 ہی نہ تھا۔ ③ اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ وہ انہیں بغیر متنبہ کر دینے اور رسل اور آیات کے ذریعہ نصیحت کئے بغیر ہلاک
 نہیں کیا کرتا اور نہ ان پر ظلم کرنا لازم آتا اور اللہ تو اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا ہے۔ اس کے بعد ابو جعفر وجہ اول کو ترجیح دیتے ہیں اور اس
 میں کوئی شک نہیں کہ یہی وجہ اقویٰ اور افضل ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قوله تعالیٰ ﴿وَلِكُلِّ دَرَجَاتٍ مِّمَّا عَمِلُوا﴾ یعنی ہر نیک و بد عمل کرنے والے کے بلحاظ عمل کئی مراتب و منازل ہیں کہ جس کا
 جیسا عمل ہے اس کے نتیجہ تک اس کو پہنچا دیتا ہے۔ اگر عمل خیر ہو تو نتیجہ خیر تک اور عمل بد ہو تو نتیجہ بد تک۔ اور یہ بھی محتمل ہے کہ یہ مطلب
 ہو کہ ان کافرین جن و انس کے کئی درجات ہیں اور ہر کافر کے لئے دوزخ میں اس کے حسب معصیت مدارج و منازل ہیں۔ جیسا کہ
 فرمایا کہ ہر ایک کے لئے دو گنا تین گنا عذاب ہے اور فرمایا کہ جن لوگوں نے کفر کیا اور اللہ تعالیٰ کی راہ مستقیم کی طرف آنے سے لوگوں
 کو روکا ہم عذاب پر عذاب ان کے لئے زیادہ کریں گے۔ کیونکہ وہ خود بھی کفر کرتے رہے اور لوگوں کو بھی کفر کی راہ پر لائے اور فساد برپا

کرتے رہتے تھے۔ ① اور اللہ تعالیٰ تو عمل کرنے والے کے عمل سے غافل نہیں۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہیں جب وہ اس کی طرف لوٹیں گے تو انہیں سزا سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اللہ تعالیٰ مخلوق سے بے نیاز ہے: [آیت: ۱۳۳-۱۳۵] ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمد! تمہارا رب جمع خلق سے من جمیع الوجوہ غنی ہے جمیع احوال میں سب اس کے محتاج ہیں۔ اور اس کے علاوہ وہ رحیم و کریم بھی ہے جیسا کہ فرمایا (اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَسَرُوۡنٌ وَّذُوۡرِجِيۡمٍ ۝۲) اگر تم اس کے اوامر و نواہی کی مخالفت کرو گے تو اگر وہ چاہے تو تم کو ہلاک و برباد کر دے گا اور پھر جس قوم کو چاہے گا تمہارا جانشین بنا دے گا تاکہ یہ دوسری قوم اس کی فرماں برداری کرے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو ایک دوسری قوم کی ذریت سے پیدا کیا۔ وہ اس بات پر قادر ہے اس پر یہ چیز آسان ہے۔ جیسا کہ اس نے قرون اولیٰ کو ہلاک کر دیا اور پھر بعد کی قوموں کو لایا اسی طرح وہ اس قوم کو ہلاک کرنے اور دوسری قوم کو لانے پر قادر ہے۔ ③ اور فرمایا کہ اے لوگو! تم اللہ تعالیٰ کے محتاج ہو اس کے فقیر ہو اور غنی اور حمید صرف اللہ تعالیٰ ہے وہ چاہے تو تم کو فنا کرے ایک دوسری مخلوق پیدا کرے۔ یہ اللہ تعالیٰ پر دشوار نہیں۔ ④ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم اس سے منہ پھیرو گے تو تمہاری بجائے دوسری قوموں کو بدل دے گا۔ پھر تمہارا ذکر بھی باقی نہ رہے گا۔

ابان بن عثمان اس آیت سے متعلق کہتے ہیں کہ ذریت اصل کو بھی کہتے ہیں اور ذریت نسل کو بھی کہتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا قول کہ (اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَآئِنٍ وَّمَا اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيۡنَ ۝۱) یعنی اے محمد! انہیں خبر دے دو کہ امر معاد سے متعلق جس بات کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے وہ لامحالہ ہو کر رہے گی۔ تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ وہ تو اس بات پر قادر ہے کہ تمہیں پھر سے زندہ کرے خواہ تم خاک کیوں نہ بن جاؤ اور تمہاری ہڈیاں تک کیوں نہ گل جائیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”اے بنی آدم! اگر تم سمجھ رکھتے ہو تو اپنے کو مردوں میں شمار کرو اللہ تعالیٰ کی قسم جس بات کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ بات ہو کر رہے گی۔ تم اس پر غالب آ ہی نہیں سکتے اور اس سے بچ نہیں سکتے۔“ ⑤

پھر فرمایا کہ اے لوگو! تم اپنی جگہ عمل کرتے رہو اور میں اپنی جگہ کرتا رہوں گا اور اس بات کو تم قریب میں جان لو گے۔ یہ بڑی سخت وعید اور زبردست تہدید ہے۔ یعنی اگر گمان کرتے ہو کہ تم ٹھیک راہ پر ہو تو اسی پر چلو اور میں بھی اپنے منہج اور اپنے طریق میں چلتا ہوں جیسا کہ فرمایا کہ ”ایمان نہ لانے والوں سے کہہ دو کہ تم بھی اپنا کرتے رہو اور میں بھی اپنا کرتا رہوں گا۔ تم بھی میرا انتظار کرو اور میں بھی تمہارا انتظار کرتا ہوں۔“ ⑥ قریب میں تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ عاقبت کی بھلائی کس کے لئے ہے یا درکھو ظالم کبھی فلاح نہیں پائیں گے۔“ اللہ تعالیٰ نے رسول سے اپنا کیا ہوا وعدہ پورا کیا ان کے لئے بیسیوں شہر فتح کئے انہیں ملکوں پر قابض و متصرف بنایا اور مخالفین کو چوٹی سے پلڑ کر نیچا دکھایا، کئے کو نبی اکرم ﷺ کے لئے فتح کر دیا اور سب کئے والوں پر انہیں غالب کر دیا اور تمام جزیرہ عرب پر ان کا حکم نافذ ہو گیا۔ اسی طرح یمن اور بحرین پر بھی۔ اور خود انہیں کی زندگی میں یہ سب کچھ ہوا۔ اور آپ ﷺ کی وفات کے بعد خلفائے راشدین کے زمانے میں امصار و اقالیم بھی فتح ہونے لگے۔ جیسا کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے کہ میں اور میرا رسول غالب آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ قوی اور عزیز ہے۔ ⑦

① ۱۶ / النحل: ۸۸۔ ② ۲ / البقرة: ۱۴۳۔ ③ ۴ / النساء: ۱۳۳۔ ④ ۱۴ / ابراهيم: ۱۵، ۱۶۔

⑤ شعب الایمان، ۱۰۵۶۴، حلیۃ الاولیاء، ۶/۹۱، قصر الأمل لابن ابی الدنیا (۱/۲) اسکی سند میں ابو بکر بن ابی مریم ضعیف راوی ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔ (المیزان، ۴/۴۹۸، رقم، ۱۰۰۶) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلۃ الضعیفہ، ۴۹۷۷) ⑥ ۱۱ / ہود: ۱۲۱۔ ⑦ ۵۸ / المجادلة: ۲۱۔

وَجَعَلُوا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ

وَهٰذَا لِشُرَكَائِنَاۗ ؕ فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْۗ فَلَا يَصِلُ اِلَى اللّٰهِۗ وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهٗوُ

يَصِلُ اِلَى شُرَكَائِهِمْۗ سَاءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

ترجمہ: اور اللہ تعالیٰ نے جو بھیتی اور مویشی پیدا کئے ہیں ان لوگوں نے ان میں سے کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کا مقرر کیا اور بزم خود کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور یہ ہمارے معبودوں کا ہے۔ پھر جو چیز ان کے معبودوں کی ہوتی ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں پہنچتی اور جو چیز اللہ تعالیٰ کی ہوتی ہے وہ ان کے معبودوں کی طرف پہنچ جاتی ہے۔ انہوں نے کیا بری تجویز نکال رکھی ہے۔ [۱۳۶]

اور فرمایا کہ ہم اپنے رسولوں اور اہل ایمان کی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی مدد کریں گے جس روز کہ ظالمین کو ان کی معذرت کوئی نفع نہ دے گی۔ ان پر لعنت ہے اور دوزخ ان کا ٹھکانہ ہے۔ ① اور فرمایا ہم نے بعد الذکر زبور میں لکھ دیا تھا کہ ہماری زمین کے وارث ہمارے نیک بندے ہوں گے۔ ② اور رسولوں سے متعلق خبر دی جا رہی ہے کہ ہم نے رسولوں کی طرف وحی بھیج دی تھی کہ ان کفار ظالمین کو ہلاک کر دیں گے اور پھر دنیا میں ہم تم لوگوں کو بسائیں گے۔ یہ ہماری عنایت ان لوگوں کے لئے ہے جو ہم سے ڈرتے ہیں۔ اور فرمایا کہ تمہارے ایمانداروں اور صالحوں سے اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے کہ زمین میں اللہ تعالیٰ انہیں اپنا خلیفہ بنائے گا۔ جیسا کہ ان سے پہلے کے لوگوں کو اپنا خلیفہ بنایا تھا اور جو دین کہ اس نے پسند فرمایا ہے اس پر انہیں چلائے گا اور خوف کے بعد ان کی زندگی امن سے بدل دے گا کیونکہ وہ میری عبادت کرتے ہیں اور شرک نہیں کرتے۔ ③ اور اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو اسی سرفرازی سے امتیاز خاص بخشا ہے اس کا اول و آخر شکر ہے۔

مشرک اللہ کے ساتھ غیر اللہ کا حصہ بھی نکالتے تھے: [آیت ۱۳۶] یہاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مشرکین کو ملامت کی جا رہی ہے جنہوں نے کہ بدعتیں اور شرک و کفر پھیلایا اور دوسری مخلوقات کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا حالانکہ ہر چیز کا خالق وہی پاک پروردگار ہے اور اسی لئے فرمایا کہ یہ لوگ بھیتی کی پیداوار یا مویبھیوں کی نسل سے جو کچھ پیدا کرتے ہیں تو اس میں سے ایک حصہ تو اللہ تعالیٰ کے نام کا نکالتے ہیں اور اپنے زعم باطل کی رو سے کہتے ہیں کہ یہ تو اللہ تعالیٰ کے نام ہے اور یہ ہمارے شرک کے نام کا ہے لیکن جو شرک کے نام کا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ کے لئے خرچ نہیں کیا جاتا اور جو اللہ تعالیٰ کے نام کا ہے وہ شرک کے اغراض میں خرچ کر دیتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ یہ اعدائے رب جب زراعت یا نخلستان وغیرہ کی کاشت کرتے تھے اور پیداوار اور ثمر حاصل ہوتے تھے تو اس میں سے کسی قدر حصہ اللہ تعالیٰ کا قرار دیتے اور کچھ بتوں کے نام کا۔ پس جو بتوں کے نام کا ہوتا تھا اس کو تو محفوظ کر لیتے تھے اور اگر اللہ تعالیٰ کے نام کا کچھ حصہ اس میں سے گر جائے یا کچھ آسب پہنچے تو اس کو بتوں کے حصہ میں شریک کر ڈالتے تھے۔ اور اگر بتوں کے لئے قرار دادہ حصہ سے پانی آگے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے لئے قرار دادہ حصے تک پہنچ جاتا تو کہتے یہ تو ہمارے بت کا ہے اور اللہ تعالیٰ کے حصہ کے پھل یا پیداوار اگر جاتی یا بتوں کے حصے میں آ کر مل جاتی تو کہتے یہ تو مستحقین کا حصہ ہے بتوں کے حصہ میں ملا لیتے اور اللہ تعالیٰ کی طرف رونہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کے حصہ کا قرار دیا ہوا پانی آگے بڑھ کر بتوں کی کاشت والی زمین کو سیراب کرتا تو ایسا =

وَكَذَلِكَ زَيْنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتَلَ أَوْلَادَهُمْ شُرَكَاءُهُمْ لِيُزْذَوْهُمْ وَيَلْبَسُوا
عَلَيْهِمْ دِينَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٨﴾ وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ
وَحَرِّتْ حَجْرًا لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَن نَّشَاءُ بِزُعْمِهِمْ وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ
لَّا يَذْكُرُونَ اسْمَ اللَّهِ عَلَيْهَا افْتِرَاءً عَلَيْهِ ط سَيَجْزِيهِمْ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿١٣٩﴾

ترجمہ: اور اسی طرح بہت سے مشرکین کے خیال میں ان کے معبودوں نے اپنی اولاد کے قتل کرنے کو مستحسن بنا رکھا ہے تاکہ وہ ان کو برا باد
کریں اور تاکہ ان کے طریقہ کو منجھوٹ کر دیں۔ اور اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے تو آپ ان کو اور جو کچھ یہ غلط باتیں بنا رہے
ہیں یوں ہی رہنے دیجئے۔ [۱۳۷] اور وہ اپنے خیال پر یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ مولیٰ ہیں اور کھیت ہیں جن کا استعمال ہر شخص کو جائز نہیں ان کو کوئی
نہیں کھا سکتا سوانا کے جن کو ہم چاہیں اور مولیٰ جن پر سواری یا بار برداری حرام کر دی گئی اور مولیٰ ہیں جن پر یہ لوگ اللہ تعالیٰ کا نام نہیں
لیتے محض اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے کے طور پر۔ ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کے افتراء کی سزا دے دیتا ہے۔ [۱۳۸]

ہونے دیتے اور اس کو بتوں ہی کے لئے خاص کر دیتے۔ اور بحیرہ اور سائبہ اور حام اور صیلہ جانوروں کو بتوں کے لئے مخصوص کر
دیتے اور دعویٰ کرتے کہ اللہ تعالیٰ کے تقرب کی خاطر ہم ان سے فائدہ اٹھانا حرام سمجھتے ہیں۔ چنانچہ آیت مندرجہ بالا اسی مضمون پر
روشنی ڈالتی ہے۔ ابن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نام کا کوئی جانور ہوتا اور اس کو وہ ذبح کرتے تو اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ
بتوں کا نام بھی لیتے۔ اور بتوں کا نام اگر اس پر لیا گیا نہ ہو اور صرف اللہ تعالیٰ کا نام لیا ہو تو اس ذبیحہ کو نہ کھاتے اور جو بتوں کے نام کے
جانور ہوں ان کو ذبح کرتے وقت اللہ تعالیٰ کا نام نہ لیتے صرف بتوں کا نام لیتے۔ پھر یہ آیت پڑھی ﴿سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ﴾ یعنی
ان کی کسی بری تقسیم ہے۔

پہلے تو تقسیم میں انہوں نے غلطی کی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہر شے کا رب ہے اور خالق ہے۔ اور پھر جو تقسیم فاسدہ کی اس کو بھی
اپنی جگہ قائم نہ رکھا بلکہ اس میں بھی جو اور نا انصافی سے کام لیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے لیے تو بیٹیاں قرار دیتے ہیں اور اپنے لئے
اپنے حسب انتخاب بیٹے قرار دیتے ہیں اور فرمایا کہ اللہ ہی کے بندوں کو اس کا حصہ بنا دیا انسان بڑا شکر گزار ہے۔ ① اور فرمایا کیا
تمہارے لئے بیٹا اور اللہ تعالیٰ کے لئے بیٹی۔ یہ تمہاری کیسی غلط تقسیم ہے۔ ②

مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل کرنا: [آیت: ۱۳۷-۱۳۸] اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس طرح شیاطین نے انہیں یہ بات پسندیدہ
بتلائی کہ اللہ تعالیٰ کے لئے بتوں سے الگ ایک حصہ قرار دیں اسی طرح افلاس کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل کر دینا یا اپنی لڑکیوں کو
سرالی رشتہ سے عار کی بنا پر مستحسن بنانا۔ ان کے شرکاشیاطین ہیں جو انہیں مشورہ دیتے ہیں کہ مفلسی کے ڈر سے اپنی اولاد کو زندہ دفن کر
دیں۔ یا تو نیت ہی ہلاک کرنے کی ہوتی تھی یا اس کو ایک مذہبی بات سمجھتے تھے اور دین ان پر مشتبہ ہو گیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا کہ جب کہا
جاتا تھا کہ تمہارے لڑکی پیدا ہوئی ہے تو اس کا چہرہ ناراضی سے سیاہ پڑ جاتا منہ بن کر رہ جاتا اور اس شرم کے مارے لوگوں سے چھپتا
پھرتا۔ ③ اور جیسا کہ فرمایا ”کیا جواب دو گے جب زندہ دفن کردہ لڑکی سے روز قیامت پوچھا جائے گا کہ تو کس گناہ کے بدلہ میں =

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُنُورِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلَىٰ أَزْوَاجِنَا وَإِنْ

يَكُنْ مَيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ ۗ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفَهُمْ إِنَّهُ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝

ترجمہ: اور وہ کہتے ہیں کہ جو چیز ان مویشی کے پیٹ میں ہے وہ خالص ہمارے مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر تو حرام ہے اور اگر وہ مردہ ہے تو اس میں سب برابر ہیں ابھی اللہ تعالیٰ ان کو ان کی غلط بیانی کی سزا دے دیتا ہے بلاشبہ وہ حکمت والا ہے وہ بڑا ظالم والا ہے۔ [۱۳۹]

= قتل کی گئی ہے۔" ① نیز وہ اس لئے بھی اولاد کو قتل کر دیتے کہ انہیں مفلسی کا خوف دامن گیر ہوتا اور انہیں پالنے میں مال کے تلف ہونے کا خوف ہوتا۔ یہ سب شیاطین کی کارستانیاں ہوتیں۔ پھر فرماتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے۔ یعنی جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہوتا ہے۔ اس میں اس کی حکمت نامہ ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتا۔ تم اے نبی ﷺ! انہیں بھی چھوڑ دو اور ان کے جھوٹے معبودوں کو بھی۔ اللہ تعالیٰ عنقریب ہی تمہارا اور ان کا فیصلہ فرما دے گا۔

مشرکین کے خود ساختہ حلال و حرام: ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ حجر کے معنی حرام کے ہیں یعنی وہ جو بصورت و صلہ حرام کر لیا تھا۔ وہ کہنے لگے کہ یہ مویشی اور یہ کھتی حرام ہے ہماری مرضی کے بغیر کوئی اس کو نہیں کھا سکتا۔ یہ تحریم اور یہ سخت گیری اپنے اوپر شیاطین کی طرف سے تھی اللہ تعالیٰ کی قرار دی ہوئی نہیں تھی۔ ابن زید کہتے ہیں کہ اپنے خداؤں کی خاطر اس کو حرام قرار دے لیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا کہ یہ تمہیں کیا ہوا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارا رزق بنایا تھا اس کو تم نے اپنے اوپر حرام کر لیا اور حرام کو حلال کر لیا۔ ان سے پوچھو کہ کیا اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایسا حکم دیا تھا یا یہ کہ اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہو۔ ② اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حرام کی کوئی سند نہیں۔ مگر یہ کہ یہ کافر اللہ تعالیٰ پر تہمت رکھتے ہیں اور ان میں سے اکثر کچھ بھی نہیں سمجھتے۔ ③ سدی کہتے ہیں کہ بحیرہ اور سائبہ اور وصیلہ اور حرام تو وہ جانور ہیں جن پر سواری لینا حرام قرار دیا گیا ہو۔ یا یہ کہ وہ جانور ہیں جن پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں لیتے تھے نہ بوقت پیدائش نہ بوقت ذبح۔ ابو اہل نے کہا۔ کیا تم جانتے ہو کہ اس آیت میں کہ بعض مویشیوں پر سوار ہونا حرام تھا اور بعض پر اللہ تعالیٰ کا نام نہیں یاد کیا جاتا تھا اس سے کون جانور مراد ہیں۔ اس سے بحیرہ جانور مراد ہیں کہ جن پر سوار ہو کر حج کو نہیں جاتے تھے نہ ان پر سوار ہوتے نہ بوجھ لاتے نہ ان کا دودھ پیتے نہ نسل کشی کرتے۔ یہ سب اللہ تعالیٰ پر کذب و افترا ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم نہ رضا جوئی کے لئے ذریعہ۔ لہذا اللہ تعالیٰ اس افترا کا انہیں بدلہ دے گا۔

مشرکین کے متعین کردہ حلال و حرام: [آیت: ۱۳۹] وہ کہتے ہیں کہ جو اس مادہ کے پیٹ میں ہے وہ خالص مردوں کا حق ہے۔ اس سے مراد دودھ ہے کہ اس طرح بعض جانوروں کا دودھ عورتوں پر حرام کر دیتے اور مرد پیتے رہتے۔ اگر بکری کو کوئی زبچہ ہوتا تو ذبح کر کے صرف مرد کھاتے عورتوں کو نہ دیتے کہتے تم پر حرام ہے۔ اور مادہ بچہ ہوتا تو ذبح نہ کرتے بلکہ پال لیتے اور اگر مرنا ہوا پیدا ہوتا تو سب ل کر کھاتے مردوں کو کھانے کی ممانعت نہ تھی۔

اللہ تعالیٰ نے اس بات کی ممانعت فرمائی۔ ④ شعیب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بحیرہ جانور کا دودھ صرف مرد پیتے تھے اور کوئی جانور مر جاتا تو مردوں کے ساتھ عورتوں کو بھی اس میں حصہ دیا جاتا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان کے اس کذب کی قرار واقعی سزا دی جائے گی۔ جیسا =

① ۸۱ / التکویر: ۸، ۹۔ ② ۱۲ / یوسف: ۵۹۔

③ ۵ / المائدہ: ۱۰۳۔ ④ الطبری، ۱۲ / ۱۴۷۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ

افْتِرَاءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِيْنَ ۝ وَهُوَ الَّذِي اَنْشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ

وَّغَيْرِ مَّعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكْلُهُ وَالزَّيْتُونَ وَالرِّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ

مُتَشَابِهٍ كُلًّا مِنْ ثَمَرَةٍ اِذَا اُثْمِرُوا اَنْتَوْنَ حَاقِقًا يَوْمَ حَصَادِهِ ۗ وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ

الْمُسْرِفِيْنَ ۝ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حِمْلَةٌ وَّفَرَسًا كُلًّا مِمَّا رَزَقَكُمْ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُوٰتِ

الشَّيْطٰنِ ط اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝

ترجمہ: واقعی خرابی میں پڑ گئے وہ لوگ جنہوں نے اپنی اولاد کو محض براہ حماقت بلا کسی سند کے قتل کر ڈالا اور جو چیزیں ان کو اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کو دی تھیں ان کو حرام کر لیا محض اللہ تعالیٰ پر افتراء باندھنے کے طور پر بے شک یہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے اور کبھی راہ پر چلنے والے نہیں ہوئے۔ [۱۴۰] اور وہی ہے جس نے باغات پیدا کئے وہ بھی جوٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور وہ بھی جوٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے اور گھوڑے درخت اور کھیتی جن میں کھانے کی چیزیں مختلف طور کی ہوتی ہیں اور زیتون اور انار جو باہم ایک دوسرے کے مشابہ بھی ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کے مشابہ نہیں بھی ہوتے ان سب کی پیداوار کھاؤ جب وہ نکل آئے اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو اور حد سے مت گزرو یقیناً وہ حد سے گزرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے۔ [۱۴۱] اور مواشی میں اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تم کو دیا ہے کھاؤ اور شیطان کے قدم بقدم مت چلو۔ بلاشبہ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ [۱۴۲]

== کر فرمایا ﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمْ الْكُذِبَ هٰذَا حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلٰی اللّٰهِ الْكُذِبَ ط اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْكُذِبَ لَا يَفْلِحُوْنَ ۝﴾ ① یعنی تمہاری زبانیں جو جھوٹ کہتی ہیں اس طرح نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام تاکہ اللہ پر بہتان باندھو جو اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پاتے۔ اللہ پاک بڑا حکیم ہے اپنے افعال واقوال کے اندر۔ اور بندوں کے اچھے برے اعمال سے خوب واقف ہے وہ انہیں پوری پوری جزا دے گا۔

مشرکین عرب کی جہالت: [آیت: ۱۴۰-۱۴۲] اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو یہ افعال کرتے ہیں وہ دنیا اور آخرت دونوں جگہ نقصان میں ہیں۔ دنیا میں تو اس طرح کہ اپنی اولاد کو قتل کر کے خسارے میں پڑے ان کی دولت چھن گئی ان پر مفلسی آگئی۔ اور خود اپنی طرف سے جوئی باتیں انہوں نے رائج کر دی تھیں۔ اس کی وجہ سے ان نفع بخش اشیاء سے محروم ہو گئے اور آخرت کے لحاظ سے یوں کہ سب سے برے ٹھکانے کے مستحق بن گئے۔ جیسا کہ فرمایا جو لوگ اللہ تعالیٰ پر کذب کا افترا کرتے ہیں وہ کبھی فلاح نہیں پا

سکتے۔ دنیا میں چند روزہ تمتع حاصل کر لو۔ پھر آخرت کو ہماری طرف آتا ہی ہے اور اپنے کفر کے سبب عذاب شدید کو چکھنا ہی ہے۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اگر تم چاہو کہ جہل عرب کو معلوم کرو تو سورہ انعام میں ایک سو تیس آیات کے بعد (والی آیات) پڑھو ﴿اَلَمْ

خَيْرَ الْيَدَيْنِ قَلُّوا اَوْ لَا ذَهَبُ لَكُمْ ۝۱

اللہ تعالیٰ کے بعض انعامات کا تذکرہ: زروع، شمار اور انعام جن پر یہ مشرکین تصرف کرتے ہیں اور اپنے فاسد آراء سے اس کی تقسیم کر کے کسی کو حلال اور کسی کو حرام بنا لیتے ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اور یہ چھتوں اور منڈوے والے اور بے سقف باغات جیٹوں پر چڑھے ہوئے نہیں ہیں سب اسی کے پیدا کردہ ہیں۔ معروضات تو وہ بیلئیں ہوں اور ٹیوں پر چڑھائی ہوئی ہوں جیسے انگور وغیرہ اور غیر معروضات وہ ضرور درخت جو جنگلوں اور پہاڑوں میں اُگ آتے ہیں جو یکساں بھی ہوتے ہیں اور جداگانہ بھی یعنی دیکھنے میں یکساں اور ذائقہ میں جداگانہ۔ جب خوب پھل پھول جائیں تو ان کے پھل کھاؤ اور کھیت کاٹنے کے وقت غریبوں کو دینے کا جو حق ہے وہ بھی ادا کر دو۔ بعض نے اس سے زکوٰۃ مفروضہ مراد لیا ہے جب کہ وہ پیداوار تالی یا توتلی جائے تو اسی روز ہی حق ادا کر دیا جائے۔ پہلے لوگ نہیں دیا کرتے تھے۔ پھر شریعت نے دسواں حصہ مقرر کر دیا۔ اور جو خوشوں میں سے گر جائے وہ بھی مسکینوں کا حق ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”جس کی بھوریں دس وقت سے زیادہ ہوں تو وہ ایک خوشہ مساکین کے لئے مسجد میں لا کر لٹکا دے۔“ ② اس حدیث کی اسناد جید اور قوی ہیں۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ جو بے شمار کا صدقہ ہے اور زکوٰۃ کے سوا غریبوں کا ایک مزید حق ہے اور کھیت کاٹنے اور زکوٰۃ کے سوا یہ دیا جاتا تھا۔ اور جب مساکین اس روز آجائیں تو انہیں بھی کچھ نہ کچھ ضرور دینا چاہئے اور کہا کہ کم از کم ایک ایک مٹھی دیا جائے یہ کاشت کے روز اسی طرح کاٹنے کے وقت بھی ایک ایک مٹھی بھر گر اپڑا بھی مساکین ہی کا حق ہے۔

ابن جبیر رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ یہ زکوٰۃ کے فرض ہونے سے قبل کی بات ہے کہ مساکین کے لئے مٹھی بھر کی مقدار تھی اور جانور کے لئے چارہ تھا اور گر اپڑا بھی غریبوں کا حق تھا۔ ابن مردویہ کہتے ہیں کہ یہ چیز واجب تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس کو منسوخ کر دیا اور عشریا نصف عشر کو اس کے بجائے قرار دے دیا۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس کو منسوخ قرار دینا غور طلب بات ہے کیونکہ یہ تو ایسی چیز تھی جو اصل میں واجب تھی پھر تفصیل سے اس کا بیان کیا گیا اور یہ مقدار مقرر کی گئی کہ کتنا کٹا لاجائے۔ کہتے ہیں کہ یہ زکوٰۃ سن دو ہجری میں فرض ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی مذمت کی ہے جو کھیت کاٹتے ہیں لیکن غریبوں کو اس میں سے صدقہ نہیں کرتے۔ جیسا کہ ایک باغ والوں کا ذکر سورہ ”ن“ میں کیا گیا ہے کہ جب انہوں نے عہد و پیمان کیا کہ صبح ہوتے ہی جا کر کھیت کاٹ لیں گے، لیکن ان شاء اللہ نہیں کہا تھا۔ تو رات ہی اس کھیت پر ایک ہوا چلی کہ سارا کھیت برباد ہو گیا اور وہ صبح تک سو تے ہی رہے اور کھیت کے سارے ہی دروازے کالے چلے ہوئے بن گئے۔ پس جب صبح کو اٹھے تو کہنے لگے کہ سویرے سویرے کھیت کو چلو جب کہ تمہیں کھیت کا ثناء ہے۔ چنانچہ وہ چلے اور چپکے چپکے بولتے جا رہے تھے کہ دیکھو یہ غریب غراب آئے نہ پائیں۔ چنانچہ صبح ہی جلدی پہنچ گئے۔ پہنچ کر جب انہوں نے اپنے باغ کو دیکھا تو کہنے لگے ہم بھٹک کر شاید دوسرے باغ میں آ نکلے ہیں۔ پھر کہنے لگے نہیں باغ ہمارا ہی ہے مگر یہ کہ ہم اس باغ سے محروم کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک بہتر آدمی نے کہا۔ میں نے کیا تم سے نہیں کہا تھا پھر کیوں نہ تم اللہ تعالیٰ کی تسبیح پڑھتے رہے۔ اب وہ کہنے لگے اے اللہ تعالیٰ تو پاک ہے۔ اس امر میں زیادتی ہماری ہی طرف سے ہوئی تھی۔ اب ہر ایک دوسرے کو ملامت کرنے لگا اور کہنے لگا افسوس ہم پر ہم نے اللہ تعالیٰ سے سرکشی کی تھی۔ کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ ہم کو اس سے بھی بہتر باغ عنایت فرمادے۔ ہم اپنے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دیکھو عذاب دنیوی اس طرح ہوتا ہے اور

① صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب قصة زمزم وجهل العرب، ۳۵۲۴۔

② ابوداؤد، کتاب الزکاة، باب فی حقوق المال، ۱۶۶۲، وهو حسن؛ احمد، ۳/۳۵۹، ۳۶۰؛ ابویعلیٰ، ۲۰۳۸۔

عذاب آخرت تو اس سے بڑا ہے بشرطیکہ ذرا غور کریں۔ ①

قوله تعالیٰ ﴿وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِينَ﴾ یعنی دینے میں حسب ضرورت سے زیادہ نہ دیئے لگو۔ بعض لوگ سمجھتی کٹنے کے وقت اس قدر زیادہ دے دیتے تھے کہ یہ بات اسراف میں داخل ہو جاتی تو فرمایا کہ ﴿وَلَا تُسْرِفُوا﴾ ثابت بن قیس نے اپنے درخت خرما کے پھل اتارے اور کہہ دیا کہ آج جو بھی میرے پاس لینے آئے گا اس کو دوں گا حتیٰ کہ اتنے لوگ آ کر لے گئے کہ ایک بھی پھل ان کے لئے باقی نہ رہا۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ہر بات میں اسراف سے کام لینے کی ممانعت ہے۔ ایسا بن معاویہ کہتے ہیں کہ اللہ کے حکم کی انجام دہی میں تجاوز سے کام لیا گیا تو وہ اسراف ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ مراد یہ ہے کہ اس قدر نہ دو کہ خود محروم ہو کر بیٹھ رہو اور فقیر بن جاؤ۔ محمد بن کعب کہتے ہیں کہ زکوٰۃ دینے سے نہ روکو نہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم آئے گی۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ ہر شے میں اسراف کی مخالفت ہے لیکن سیاق آیت سے ظاہر یہ ہے کہ جیسا فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ جب پک جائیں تو اس کے پھل کھاؤ اور فصل کاٹنے کے وقت غریبوں کو ان کا حق بھی دے دو اور تم اس کے کھانے میں اسراف سے کام نہ لو کیونکہ زیادہ کھانے میں مضرت عقل و بدن ہے جیسا کہ فرمایا کھاؤ پو لیکن زیادتی نہ کرو۔ ② صحیح بخاری میں ہے کہ کھاؤ پیو پہنؤ لیکن ان باتوں میں اسراف نہ کرو اور شان نہ بناؤ۔

قوله عز وجل ﴿مِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا ط﴾ یعنی تمہارے لئے مویشی پیدا کر دیئے جو تمہاری بار برداری کا کام دیتے ہیں اور سواری کے کام میں آتے ہیں جیسے اونٹ ہیں۔ اور ”فرش“ سے چھوٹے مویشی مراد ہیں ③ یا چھوٹی قامت کے اونٹ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ”حملۃ“ سے اونٹ، گھوڑے، خچر، گدھے اور ہر جانور جس پر بار برداری ہو مراد ہے۔ اور ”فرش“ سے بکرے مراد ہیں۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں خیال کرتا ہوں کہ بکروں کو ”فرش“ اس لئے کہا گیا ہو گا کہ وہ پست قامت ہونے کی وجہ سے گویا فرش زمین بنے ہوئے ہیں۔ عبدالرحمن بن زید کا خیال ہے حملۃ سواری کا جانور ہے اور فرش سے وہ مویشی مراد ہیں جن کو ذبح کر کے کھاتے ہیں یا ان کا دودھ پیتے ہیں بکری پر بوجھ نہیں لا داتا بلکہ اس کا گوشت کھایا جاتا ہے اور اس کے بالوں سے کپل اور فرش بنائے جاتے ہیں۔ یہی وہ معنی ہیں جو عبدالرحمن نے اس آیت کی تفسیر میں کہے اور یہ ٹھیک ہے اللہ تعالیٰ کے اس قول سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کہ ﴿أُولَئِكَ يَرْوُوا أَنَا خَلَقْنَا لَهُمْ مِمَّا عَمِلَتْ أَيْدِينَا أَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُونَ ۝ وَذَلَّلْنَاهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوبُهُمْ وَمِنْهَا يَأْكُلُونَ ۝﴾ ④ یعنی کیا وہ نہیں جانتے کہ ہم نے یہ چیزیں ان کے فائدے کے لئے پیدا کیں اور ان جانوروں کو بنانے میں ہمارے ہاتھوں نے کام کیا جن کے وہ مالک بنے ہوئے ہیں۔ ہم نے یہ جانور ان انسانوں کے لئے مسخر کر دیئے ہیں کہ بعض پر تو وہ سوار ہوتے ہیں اور بعض کو ذبح کر کے کھاتے ہیں۔ اور فرمایا کہ ان جانوروں میں تمہارے لئے بڑی عبرت و نصیحت ہے۔ ان کے خون سے بنا ہوا دودھ ہم تمہیں پلاتے ہیں یہ خالص دودھ پینے والوں کے لئے کس قدر خوشگوار ہوتا ہے اور ان کے بال تمہارے لئے لباس اور اوڑھنے کا کام دیتے ہیں اور دوسرے اغراض سے استعمال میں آتے ہیں۔ ⑤ اور فرمایا اللہ تعالیٰ نے یہ جانور جو تمہارے لئے پیدا کئے تم ان پر سوار ہوتے ہو انہیں کھاتے ہو اور تمہارے لئے اور دیگر مصالح بھی ہیں۔ اور تم اپنے دلی مقاصد ان سے پورے کرتے =

① ۶۸ / القلم: ۱۷، ۳۳۔ ② صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿قل من حرم زينة الله.....﴾

تعلیقاً قبل حدیث، ۵۷۸۳؛ نسائی، ۲۵۶۰؛ ابن ماجہ، ۳۶۰۵؛ مسند الطیالسی، ۲۲۶۱۔

③ حاکم، ۳۱۷ / ۲، عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ وسندہ ضعیف۔

④ ۳۶ / یس: ۷۱، ۷۲۔ ⑤ ۱۶ / النحل: ۶۶۔

ثَمِينَةً اَزْوَاجٍ مِّنَ الصَّانِ اِثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْرِ اِثْنَيْنِ ط قُلْ اَلذَّكْرَيْنِ حَرَّمَ

اَمِ الْاُنثَيَيْنِ اَمَّا اَشْتَمَلْتُ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنثَيَيْنِ ط نَسْتُوْنِي بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ

صٰدِقِيْنَ ۝ وَمِنَ الْاَيْلِ اِثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اِثْنَيْنِ ط قُلْ اَلذَّكْرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ

الْاُنثَيَيْنِ اَمَّا اَشْتَمَلْتُ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنثَيَيْنِ ط اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وُصِّلْتُمْ

اِلٰهِيْ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ اَفْتَرٰى عَلٰى اِلٰهِ كِذْبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ط

اِنَّ اِلٰهًا لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِيْنَ ۝

ترجمہ: آٹھ زود مادہ یعنی بھیڑ میں دو قسم اور بکری میں دو قسم آپ کہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں تم مجھ کو کسی دلیل سے تو بتلاؤ اگر سچے ہو۔ [۱۳۳] اور اونٹ میں دو قسم اور گائے میں دو قسم آپ کہیے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ان دونوں نروں کو حرام کہا ہے یا دونوں مادہ کو یا اس کو جس کو دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہوئے ہوں کیا تم حاضر تھے جس وقت اللہ تعالیٰ نے تم کو اس کا حکم دیا تو اس سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر بلا دلیل جھوٹ تہمت لگائے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے یقیناً اللہ تعالیٰ ظالم لوگوں کو راستہ نہ دکھائیں گے۔ [۱۳۴]

== ہو۔ تم ان پر سوار ہوتے ہو اور جہازوں اور کشتیوں میں بار برداری اور سواری کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی کتنی ہی نشانیاں پیش

کرتا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی کس کس نشانی کا انکار کرو گے۔ ①

قرآن تعالیٰ ﴿كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو پھل پھلاری جو بزرور اور مویشی وغیرہ دیئے ہیں انہیں چاہو

تو کھاؤ ان سب کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اور تمہارا رزق بنا دیا ہے۔ اور تم شیطان کے طریق اور اوامر کی پیروی نہ کرو جیسے کہ ان مشرکین

نے اتباع کی جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے بعض رزق کو اپنے اوپر حرام کر لیا۔ ۱۔ لوگو! شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے۔ یعنی ذرا بھی سوچو تو اس کی

عداوت بالکل ظاہر ہے۔ تم بھی شیطان کو اپنا دشمن قرار دے لو وہ اپنا شیطان لشکر کے کرتم پر حملہ آور ہوتا ہے تاکہ اہل دوزخ میں سے ہو جاؤ۔

۱۔ بنی آدم شیطان تم کو فتنے میں نہ ڈالے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے نکالا اور ان کا لباس ان پر سے اترا دیا اور وہ کھلے

دکھائی دینے لگے۔ ② اور فرمایا کیا تم مجھے چھوڑ کر شیطان اور اس کی ذریت کو اپنے اولیا بناؤ گے۔ یہ شیطان تو تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں

کے لئے بہت بری جزا ہے۔ ③ قرآن کے اندر اس موضوع پر بہت کثرت سے آیتیں ہیں۔

مشرکین اور حلال و حرام میں خود ساختہ تقسیم: [آیت: ۱۳۳-۱۳۴] اسلام سے پہلے کے جاہل عربوں نے بعض مویشی اپنے اپنے اوپر

حرام کر لئے تھے اور ان کی قسمیں قرار دے لی تھیں۔ یعنی بحیرہ سائبہ و صیلہ حرام وغیرہ۔ جانوروں میں بھی اور زروع و شمار میں بھی۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تمہارے یہ باغ اور کھیت اور یہ بار برداری اور سواری وغیرہ کے جانور سب اس نے پیدا کئے ہیں۔

پھر انعام ذکر فرمائے اور بکری کا ذکر فرمایا جو سفید رنگ کی ہوتی ہے اور بھیڑ جو سیاہ رنگ کی ان کی نر اور مادہ کا بھی ذکر کیا۔ =

قُلْ لَا آجِدُ فِي مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ مَيْتَةً أَوْ دَمًا

مَسْفُوحًا أَوْ حَمًّا خَنِزِيرًا فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ

بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٣٥﴾

توجہ کی: آپ کہہ دیجئے کہ جو کچھ احکام بذریعہ وحی میرے پاس آئے ان میں تو میں کوئی حرام غذا پاتا نہیں کسی کھانے والے کے لئے جو اس کو کھائے مگر یہ کہ وہ مردار ہو یا کہ بہتا ہوا خون ہو یا خنزیر کا گوشت ہو کیونکہ وہ بالکل ناپاک ہے یا جو شرک کا ذریعہ ہو کہ غیر اللہ کے لئے نذر کر دیا گیا ہو پھر جو شخص بیتاب ہو جائے بشرطیکہ نہ تو طالب لذت ہو اور نہ تجاوز کرنے والا ہو تو واقعی آپ کا رب غفور الرحیم ہے۔ [۱۳۵]

پھر اونٹن، مردادہ کا اور ایسے ہی گائے۔ اس نے ان چیزوں میں سے کسی کو حرام نہیں قرار دیا نہ ان کے بچوں کو۔ کیونکہ یہ سب بنی آدم کی غذا اور سواری بار برداری اور دودھ وغیرہ سے استمتاع کے لئے مخلوق کیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے ان جانوروں میں سے آٹھ جوڑے تمہارے لئے اتارے۔ ﴿اِنَّمَا اَسْتَمَلْتُ عَلَيْهِ اَرْحَامَ الْاِنْسَانِ﴾ یہ کافروں کے اس قول کا رد ہے کہ ”ان جانوروں کے پیٹ میں جو ہے وہ صرف ہم مردوں کے لئے ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے۔“ اب اللہ پاک فرماتا ہے کہ اگر تم سچے ہو تو مجھے یقین سے بتاؤ کہ وہ چیزیں جن کے حرام ہونے کا تم گمان کرتے ہو اللہ تعالیٰ نے تم پر کیسے حرام کر دیں۔ تم بھیرہ، سائبہ وغیرہ کو کیوں حرام قرار دیتے ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آٹھ جوڑوں میں سے دو بھیرہ اور دو کبری کے چار جوڑے ہوئے۔ فرماتا ہے کہ ان میں سے میں نے کسی کو حرام نہیں بنایا۔ اور ان کا بچہ خواہ نہ ہو یا مادہ کسی کو حلال اور کسی کو حرام کیسے بنا دیتے ہو اگر تم سچے ہو تو یقین سے بتاؤ۔ یہ تو سب کے سب حلال ہیں۔ ﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ اِذْ وَصَّيْنَاكُمْ اللّٰهُ بَهْلًا﴾ انہیں ملامت کی جا رہی ہے کہ کس طرح اپنے جی سے ایک نئی نئی بات نکالتے ہیں اور خود حرام قرار دے کر اس تحریم کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اب جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتا کہ لوگوں کو بھٹکائے اس سے بڑھ کر کون ظالم ہے۔ اس کے مصداق میں عمرو بن لُحی بن قحطہ کو بتایا جاتا ہے کہ اس نے سب سے پہلے دین انبیاء کو متغیر کر دیا تھا اور سائبہ اور وصیلہ اور حام کا اعتقاد پیدا کیا تھا۔ حدیث سے بھی یہی ثابت ہے۔ ﴿۲﴾

کسی چیز کو حلال یا حرام کرنا اللہ کا کام ہے: [آیت: ۱۳۵] اپنے رسول کو حکم فرماتا ہے کہ اے محمد! ان لوگوں سے کہہ دو جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے رزق کو حرام کر لیا کہ میری طرف جو وحی اتری ہے اس میں تو کہیں نہیں پاتا کہ اس کا کھانا حرام ہے کسی پر حیوانوں میں سے سوا ان جانوروں کے جو بیان ہوئے ہیں اور کچھ حرام نہیں۔ چنانچہ اس آیت کے مفہوم کا رفع کرنے والی اس آیت کے بعد کی سورہ مائدہ کی آیات ہیں اور دوسری حدیثیں بھی جن میں حرمت کا بیان ہے۔ بعض لوگ اس کو بھی منسوخ کہتے ہیں لیکن اکثر متاخرین کے نزدیک یہ منسوخ نہیں۔ کیونکہ اس میں تو اصل کے جواز کو بھی رفع کرنا لازم آئے گا۔ ”دم مسفوح“ بتہے ہوئے خون کو کہتے ہیں۔ اگر یہ آیت نہ ہوتی تو لوگ اس خون کو بھی لے لیتے جو رگوں میں پھر رہا ہے جیسا کہ یہود نے کیا۔ عمران بن جریر کہتے ہیں

① ۳۹/ الزمر: ۶۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المائدة باب ﴿ما جعل الله من بحيرة ولا مسابة.....﴾ ۴۶۲۴،

صحیح مسلم، ۲۸۵۶، الاوائل لابن ابی عاصم، ۱۹۲، المعجم الكبير، ۱۰۸۰۸۔

کہ میں نے ابو جحول سے خون کے بارے میں دریافت کیا یعنی اس خون کے بارے میں جو ذبیحہ کے سر اور گلے وغیرہ سے چمٹا ہوا ہو اور پکانے کی ہنڈیا کے اندر جو خون کی سرخی نمودار رہتی ہے، تو کہا اللہ تعالیٰ نے تو جہتے ہوئے خون کو مع فرمایا ہے۔ گوشت کے ساتھ اگر خون لگا ہوا ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں۔ قاسم سے روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا جنگلی جانور کے گوشت اور ہنڈیا کے اندر کے خون میں کوئی حرج نہیں جانتی تھیں۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے سوال کیا گیا کہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے جنگ خیبر کے موقع پر پالتو گدھے کے گوشت کی مخالفت فرمائی تھی۔ تو کہا ہاں، حکم بن عمرو رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ سے ایسی روایت کرتے ہیں۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما جو علم تفسیر کے سمندر ہیں اس کا انکار کرتے ہیں اور یہ آیت پڑھ کر سناتے ہیں ﴿قُلْ لَا أَجِدُ فِي مَا أُوحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ﴾ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ اہل جاہلیت بعض چیزیں کھاتے تھے اور بعض کو مکروہ و ناپاک جان کر ترک کر دیتے تھے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ پر احکام نازل فرمائے اور حلال کو حلال اور حرام کو حرام بتا دیا اور جن چیزوں سے متعلق کوئی حکم نہیں دیا ان کا کھانا مباح ہے اور پھر اسی آیت کا اعادہ فرمایا۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ام المومنین سوہد بنت زمعہ رضی اللہ عنہا کی ایک بکری مرگئی تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا کہ میری بکری مر گئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اس کی کھال کی تم نے مشک کیوں نہ بنالی۔“ چنانچہ سوہد رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ بکری مر جاتی تھی تو ہم اس کی کھال سے مشک بنا لیا کرتے تھے۔ پھر اس آیت کو پڑھ کر فرمایا کہ میں نے اور بہتا خون اور لحم خنزیر نہیں کھانا چاہیے کہ یہ حرام ہے لیکن اگر تم نے مردار کی کھال کی دباغت دے دی تو اس کو استعمال کر سکتے ہو۔ چنانچہ سوہد رضی اللہ عنہا نے اس کی کھال کی مشک بنالی جو بہت دنوں ان کے پاس رہی۔ ③ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک آدمی نے خار پشت یعنی ساہی کے کھانے سے متعلق پوچھا تو آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھی یعنی وحی میں اس کی حرمت سے متعلق کوئی ذکر نہیں، تو ایک بوڑھا جوان کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہنے لگا کہ میں نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”وہ خار پشت ایک شے خبیث ہے خبائث میں سے۔“ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اگر نبی اکرم ﷺ نے ایسا فرمایا ہے تو ایسا ہی ہونا چاہئے۔ ④

قوله تعالیٰ ﴿فَمَنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ﴾ یعنی کوئی اگر حرام چیز کھانے پر مجبور اور مضطر ہو جائے اور وہ نہ خواہش نفس کی بنا پر ایسا کر رہا ہو اور نہ زائد از ضرورت کھاتا ہو تو اس کے لئے خیر جائز ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے رحیم ہے۔ اس آیت کی تفسیر سورہ بقرہ میں گزر چکی اور کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ اس آیت کے سیاق سے یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ یہاں شرکین پر رد مقصود ہے کہ انہوں نے اپنے اوپر بعض چیزوں کو حرام کرنے کی بدعت رائج کر لی تھی۔ جیسے بجیرہ و سائبہ وغیرہ کی حرمت۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا کہ ”انہیں خبر کر دو کہ ایسے جانوروں کی حرمت کا تو کہیں ذکر نہیں اس لئے مسلمانوں کو ان کے کھانے سے بچنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ صرف مردار، خون جاری اور لحم خنزیر کی ممانعت ہے اور غیر اللہ کے ذبیحہ سے منع فرمایا ہے اس کے سوا اور کسی چیز کو اللہ تعالیٰ نے حرام نہیں کیا، سکوت فرمایا تو معاف ہونا چاہئے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جس کو حرام نہیں کیا تم کہاں سے اس کو حرام بنا رہے ہو۔“ اسی بنا پر =

① صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب لحوم الحمر الأنسیة ۵۵۲۹۔

② ابو داؤد، کتاب الأطعمة، باب ما لم يذكر تحريمه ۳۸۰۰ وسنہ صحیح، حاکم، ۱۱۵/۴۔ ③ احمد، ۱/۳۲۷، ۳۲۸۔

صحیح بخاری، کتاب الإیمان والنذور، باب اذا حلف ان لا يشرب نبيذاً فشرب طلاً أو سكرًا..... ۶۶۸۶۔

④ ابو داؤد، کتاب الأطعمة، باب فی اكل حشرات الأرض، ۳۷۹۹ وسنہ ضعیف، بیہقی، ۳۲۶/۹، اس کی سند میں عیسیٰ اور اس کا باپ نیلہ اور ان کا شیخ یہ تینوں مجہول راوی ہیں۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَزْمًا مِّمَّا كَفَرُوا مِنْ الْبَقْرِ وَالْغَنَمِ حَرِّمْنَا عَلَيْهِمْ
شُحُومَهَا اِلَّا مَا حَمَلَتْ ظُهُورُهُمْ اَوِ الْحَوَايَا اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ذَلِكَ جَزَيْنَهُمْ
بِغَيْرِهِمْ ۗ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ۝

ترجمہ: اور یہود پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے اور گائے اور بکری میں سے ان دونوں کی چربی ان پر ہم نے حرام کر دی
تھیں مگر وہ جو ان کی پشت پر یا انتڑیوں میں لگی ہو یا جو ہڈی سے ملی ہو ان کی شرات کے سبب ہم نے ان کو یہ سزا دی اور ہم یقیناً سچے ہیں۔ [۱۳۶]

= دوسری چیزوں کی حرمت جیسے پالتو گدھے یا درندوں کا گوشت یا بچہ والے پرندے جیسا کہ علما کا مشہور مسلک ہے ان سب کی
حرمت باقی نہیں رہتی۔ (یہ یاد رہے کہ ان کی حرمت قطعی ہے کیونکہ صحیح احادیث سے ثابت ہے)

حرام چیز کی خرید و فروخت بھی حرام ہے: [آیت: ۱۳۶] ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے یہود یوں پر ہم والے جانور حرام کر دیے تھے
اور گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کر دی تھی۔ ہاں وہ چربی حلال تھی جو انکی پیٹھ سے یا ہڈیوں سے یا آنتوں اور معدے سے چمٹی ہوئی
ہو۔ یہ ہم والے جانور موسیٰ اور پرندے ہیں جن کی انگلیاں کئی کئی اور جدا جدا نہ ہوں۔ جیسے اونٹ اور شتر مرغ، قاز اور بٹ۔ سعید بن
جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ جانور مراد ہیں جن کی انگلیاں پھٹی ہوئی نہ ہوں۔ اور ایک روایت میں سعید سے یوں بھی مروی ہے کہ وہ جن
کی انگلیاں متفرق ہوں جیسے مرغ۔ قنادہ کہتے ہیں کہ اس سے اونٹ اور شتر مرغ مراد ہیں اور پرندے اور مچھلیاں۔ اور انہیں سے ایک
روایت میں ہے کہ پرندے اور بٹ اور ایسے ہی جانور جن کی انگلیاں کھلی کھلی نہ ہوں۔ چنانچہ یہود ان جانوروں اور پرندوں کو کھاتے تھے
جن کے پانچ کھلے ہوئے ہوں۔ اسی طرح گور و غیرہ بھی نہیں کھاتے تھے۔ کیونکہ اس کے پانچ بھی اونٹ کی طرح کھلے ہوئے نہیں
ہوتے۔ بقرا و غنم کی چربی سے وہ چربی مراد ہے جو پٹھوں پر لگ جاتی ہے۔ یہود کہتے تھے کہ یعقوب رضی اللہ عنہ چونکہ اس کو حرام سمجھتے تھے
اس لئے ہم بھی حرام قرار دیتے ہیں۔ پیٹھ پر کی چربی حرام نہیں تھی۔ امام ابو جعفر کہتے ہیں کہ جو ایسا جمع ہے جس کا واحد حدیث ہے یہ پیٹ
کے اندر کی چیزوں کو کہتے ہیں جیسے آنتیں اور او جھ وغیرہ۔ یا جو ہڈیوں پر چمٹی ہوئی چربی ہو وہ بھی حلال تھی اور اسی طرح پاؤں سینہ سر
اور آنکھ کی چربی بھی حلال تھی۔ یہ تنگی جو ہم نے ان پر کی تھی ان کی بغاوت اور مخالفت کی سزا کے طور پر تھی۔ جیسا کہ فرمایا لَقَدْ ظَلَمَ مِّنْ
الَّذِينَ هَادُوا الخ یعنی جو چیزیں ان پر پہلے حلال تھیں وہ ان کی بغاوت اور راہ رب سے دوسروں کو روکنے کی سزا کے طور پر پاک
چیزیں بھی ہم نے ان پر حرام کر دیں تھیں اور اس سزا میں ہم سچے اور عادل ہیں۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یعنی اے محمد! ہم نے تمہیں
اس کی حرمت سے متعلق جو بتایا یہی درست ہے نہ وہ جو یہود نے لگایا ہے کہ یعقوب اس کو حرام سمجھتے تھے۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو
خبر ملی کہ سمرہ نے شراب پیٹی ہے تو فرمایا اللہ تعالیٰ سمرہ کو ہلاک کرے کیا اسے معلوم نہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ یہود
پر لعنت کرے کہ جن پر چربی حرام کر دی گئی تھی تو اس کو نکال کر صاف کر کے بیچ دیتے تھے۔" ①

فتح مکہ کے دنوں میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے شراب اور مردار خنزیر اور اصنام کی بیچ کو بھی حرام قرار دیا ہے۔"

① صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب لا یذاب شحم البیتة ولا بیاع و دکه، ۲۲۲۳، ۲۲۲۴؛ صحیح مسلم، ۱۵۸۲

فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ رَبِّكُمْ ذُورِحَةٌ وَوَاسِعَةٌ وَلَا يَرُدُّ بِأَسْءُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٣٤﴾
 سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا مِنْ شَيْءٍ ط
 كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّى ذَاقُوا بَأْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ
 عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَا إِنْ تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ ﴿١٣٥﴾ قُلْ فَلِلَّهِ
 الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهَدَيْكُمْ أَجْمَعِينَ ﴿١٣٦﴾ قُلْ هَلَمْ شُهِدَ أَعْمُ الَّذِينَ
 يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا فَإِنْ شَهِدُوا فَلَا تَشْهَدُ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ
 الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُونَ ﴿١٣٧﴾

ترجمہ: پھر اگر یہ آپ کو کاذب کہیں تو آپ فرمادیجئے کہ تمہارا رب بڑی وسیع رحمت والا ہے اور اس کا عذاب مجرم لوگوں سے نہ ٹلے گا۔ [۱۳۴]
 یہ مشرکین یوں کہنے کو ہیں کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے۔ اسی طرح جو لوگ
 ان سے پہلے ہو چکے ہیں انہوں نے بھی کذب کی تھی یہاں تک کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا آپ فرمادیجئے کہ کیا تمہارے پاس
 کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے رو برو ظاہر کر دو۔ تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل بالکل سے باتیں بناتے ہو۔ [۱۳۸] آپ
 فرمادیجئے کہ بس پوری حجت اللہ ہی کی رہی پھر اگر وہ چاہتا تو تم سب کو راہ پر لے آتا۔ [۱۳۹] آپ کہیے کہ اپنے گواہوں کو لاؤ جو اس بات
 پر شہادت دیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام کر دیا ہے پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو آپ اس شہادت کی ساعت نہ فرمائے اور ایسے
 لوگوں کے باطل خیالات کا اتباع مت کرنا جو ہماری آیتوں کی تکذیب کرتے ہیں اور وہ جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور وہ اپنے رب کے
 برابر دوسروں کو ٹھہراتے ہیں۔ [۱۴۰]

تو پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! میت کی چربی سے کھال کو ردغن دیتے ہیں کشتیوں پر یہ چربی مڑھتے ہیں اور اس کو جلا کر روشنی
 حاصل کرتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا "نہیں یہ حرام ہے۔" ① پھر فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ یہود کو ہلاک کرے کہ جب ان کی چربی
 حرام کر دی گئی تو وہ اسے صاف کر کے بیچنے لگے اور اس کی قیمت کھانے لگے۔" نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "جس کا کھانا حرام ہے
 اس کو بیچ کر نفع اٹھانا بھی حرام ہے۔" اسامہ بن زید رضی اللہ عنہما سے بھی یوں مروی ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے آپ ﷺ
 مریض تھے ہم عیادت کر رہے تھے۔ آپ ﷺ لینے ہوئے تھے اور عدنی چادر سے اپنا چہرہ چھپایا ہوا تھا۔ پھر آپ ﷺ نے چادر ہٹا
 دی اور فرمایا کہ "یہود پر چربی حرام ہوئی تو اس کو بیچ کر اس کی قیمت کھانے لگے اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرنے" ② جس کا کھانا حرام ہے

① صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب بیع الميتة والا صنم، ۲۲۳۶؛ صحیح مسلم، ۱۵۸۱؛ ابوداؤد، ۳۴۸۶؛ ترمذی، ۱۱۲۹۷
 ابن ماجہ، ۱۲۶۷؛ احمد، ۳/۳۲۴؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۸۷۳؛ ابن حبان، ۴۹۳۷۔
 ② حاکم، ۴/۱۹۴، امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ وسندہ ضعیف، عمش دلس ہے۔

اس کا بیچنا بھی حرام ہے۔“ ①

اللہ کی رحمت کی امید اور عذاب الہی سے ڈرنے کا حکم: [آیت: ۱۴۷-۱۵۰] اے محمد! تمہارے مخالف یہود اور مشرکین وغیرہ اگر تمہیں جھٹلاتے ہیں تو کہہ دو کہ تمہارا رب بڑی رحمت والا ہے۔ یہ اس بات کے لئے ترغیب ہے کہ تم بھی اللہ تعالیٰ سے اس کی رحمت واسعہ طلب کرو تا کہ انہیں اتباع رسول کی توفیق ہو جائے کیونکہ اگر وہ رحمت نہ کرے تو مجرموں سے عذاب الہی کو کوئی نہیں لونا سکتا۔ یہاں ترہیب و تخویف ہے کہ مخالفت رسول نہ کرو ورنہ اس کے عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے ترغیب و تخویف دونوں کو ایک ساتھ ذکر فرمایا ہے جیسا کہ اس سورت کے آخر میں ہے کہ اللہ سریع العقاب ہے اور غفور و رحیم ہے۔ ② اور لوگوں کے گناہوں پر ان کو بخشنے والا بھی ہے اور شدید العقاب بھی ہے۔ ③ اور میرے بندوں کو آگاہ کر دو کہ میں رحم کرنے والا بھی ہوں اور میرا عذاب بڑا سخت عذاب ہوتا ہے۔ ④ اور اللہ تعالیٰ گناہوں کو بخشنے والا توبہ قبول کرنے والا اور پھر شدید العقاب بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی گرفت بڑی سخت ہوتی ہے۔ پیدا بھی اسی نے کیا اور واپس بھی اسی کی طرف جانا ہے وہ غفور بھی ہے اور مہربان بھی ⑤ اس مضمون سے متعلق بہت سی آیات ہیں۔

مشرکین کا ایک بلا دلیل دعویٰ: یہاں ایک مناظرہ کا ذکر ہے اور مشرکین کا ایک شبہ ذکر کیا گیا ہے جو وہ اپنے شرک اور حلال کو حرام کرنے سے متعلق رکھتے تھے اللہ تعالیٰ ان کے شرک اور ان کی تحریم سے انہیں آگاہ فرما رہا ہے۔ وہ یہ شبہ تھا کہ وہ ہمارے دل کو بدل سکتا تھا ہم کو ایمان کی توفیق دے سکتا تھا اور حاجب ہو کر ہم کو کفر سے روک سکتا تھا۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں کیا تو ثابت ہوا کہ اس کی مشیت اور اس کا ارادہ ہی ایسا ہے اور وہ ہمارے اس کام سے راضی ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگے ﴿لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا﴾ الخ۔ یعنی اگر اللہ نہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے اسلاف نہ ہم کسی چیز کو حرام قرار دے لیتے۔ اسی طرح وہ کہتے تھے ﴿لَوْ شَاءَ الرَّحْمَنُ مَا عَبَدْنَاهُمْ﴾ ⑥ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ﴿كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ﴾ یعنی اسی شبہ کے سبب پہلے کے لوگ بھی گمراہ ہوتے رہے اور یہ بڑی ہی پست اور باطل اور طفلانہ حجت ہے اگر یہ صحیح ہوتی تو ان کے اسلاف پر اللہ تعالیٰ کا عذاب کبھی نہ آتا اور وہ ہلاک نہ کئے جاتے اور مشرکین کو انتقام کا عذاب نہ چکھنا پڑتا۔ اے نبی ﷺ! کہہ دو کہ تم کو یہ کہاں سے معلوم ہو گیا کہ تمہارے ان کاموں سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ اگر اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہے تو ظاہر تو کرو تم بھلا اس کا کیا ثبوت دے سکتے ہو۔ تم فقط اپنے قیاس اور ایک ظن باطل کی پیروی کر رہے ہو۔

ظن سے یہاں مراد اعتقاد فاسد ہے۔ تم فقط اٹکل چلا رہے ہو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بہتان لگا رہے ہو۔ یہ مشرکین کہتے تھے کہ ہم ان بتوں کی جو عبادت کرتے ہیں تو اس سے فقط اللہ تعالیٰ کے پاس تقرب تلاش کرنا مقصد ہوتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے انہیں تقرب حاصل نہیں ہوگا۔ ﴿وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكُوا﴾ ⑦ اس میں کوئی شک نہیں کہ اگر ہم چاہتے تو وہ سب ہدایت پر متفق ہو جاتے۔ کہہ دو کہ حجت بالخذ اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہے اگر وہ چاہے تو سب ہدایت یافتہ بن جائیں۔ اے محمد ﷺ! تم کہہ دو کہ اس کی حجت بالخذ ہے اور حکمت حکمت تامہ ہے کہ کون ہدایت کا مستحق ہے اور کون ضلالت کا۔ ہر چیز اس کی قدرت اور ارادت میں ہے وہ مؤمنین سے راضی ہے اور کافروں سے ناراض ہے اگر وہ چاہتا تو سارے اہل زمین بھی ایمان لے آتے ⑧ اگر وہ چاہتا تو =

① ابوداؤد، کتاب البيوع، باب في ثمن الخمر والميتة، ۳۴۸۸، وسنده صحيح۔

② ۶/ الانعام: ۱۶۵۔ ③ ۱۳/ الرعد: ۶۔ ④ ۱۵/ الحجر: ۴۹۔

⑤ ۸۵/ البروج: ۱۲-۱۶۔ ⑥ ۴۳/ الزخرف: ۲۰۔ ⑦ ۶/ الانعام: ۱۵۷۔ ⑧ ۱۰/ يونس: ۹۹۔

قُلْ تَعَالَوْا أَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّي عَلَيْكُمْ أَلَّا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا وَبِالْوَالِدَيْنِ إِحْسَانًا
وَلَا تَقْتُلُوا أَوْلَادَكُمْ مِنْ إِمْلَاقٍ طَحْنُ نَزْرُقِكُمْ وَآيَاهُمْ ؕ وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ
مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطْنَ ؕ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلَّا بِالْحَقِّ ط ذَلِكُمْ
وَصَلَّمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ﴿١٥١﴾

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ آدمیں تم کو وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جن کو تمہارے رب نے تم پر حرام فرما دیا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو شریک مت ٹھہراؤ اور ماں باپ کے ساتھ احسان کیا کرو اور اپنی اولاد کو افلاس کے سبب قتل مت کیا کرو، ہم تم کو اور ان کو رزق دیں گے اور بے حیائی کے جتنے طریقے ہیں ان کے پاس بھی مت جاؤ خواہ وہ علانیہ ہو اور خواہ پوشیدہ ہو اور جس کا خون کرنا اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا ہے اس کو قتل مت کرو ہاں مگر جن پر اس کا تم کو تاکید ہی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھو۔ [۱۵۱]

= سب کو ایک ہی قوم اور ایک ہی ملت بنا دیتا۔ اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا کہ میں جہنم جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ بغاوت کرنے کے لئے کوئی دلیل قائم نہیں ہے۔ کہہ دو کہ اگر تمہارے پاس گواہ ہیں تو انہیں لا حاضر کرو جو اس بات کی گواہی دیں کہ ہاں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں حرام کر دی تھیں اور اگر ایسے جھوٹے گواہ وہ لائیں بھی تو اے نبی تم ایسی گواہی نہ دینا کیونکہ ان کی یہ شہادت بالکل کذب اور مکاری ہے ان لوگوں کا ساتھ نہ دو جو ہماری آیات کی تکذیب کرتے ہیں آخرت پر ایمان نہیں لاتے اپنے رب سے اعراض کر کے اس کے لئے شریک و عدیل قرار دیتے ہیں۔

اہم اخلاقی اور معاشرتی وصیتیں: [آیت: ۱۵۱] ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری وصیت کو دیکھنا چاہتا ہے وہ مندرجہ بالا آیتوں کو پڑھے۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ سورۃ النعام میں چند آیات حکمتاں ہیں اور وہ ام الکتاب ہیں۔ پھر ﴿قُلْ تَعَالَوْا﴾ والی آیتیں پڑھیں۔ ② ابن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم میں سے کون مجھ سے تین باتوں کا وعدہ کرے گا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ﴿تَعَالَوْا﴾ والی آیتیں آخر تک پڑھیں۔ جو ان باتوں کی قرار واقعی قبول کرے گا اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ثابت ہے اور جو قبول میں کوتاہی کرے گا تو ممکن ہے اللہ تعالیٰ دنیا ہی میں اس کو عقوبت دے اور اگر امر عقوبت کو آخرت تک اٹھارکھے تو اس وقت اس کی مرضی چاہے عذاب دے چاہے معاف کر دے۔“ ③ اس کی تفسیر یوں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے نبی سے فرماتا ہے کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین سے کہہ دو جو غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حلال کو حرام بنا دیتے ہیں اور اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں یہ شیاطین کے بہکادے ہیں اور ان کی من گھڑت باتیں ہیں تو ان سے کہہ دو کہ آدمیں تمہیں بتاؤں کہ اللہ تعالیٰ نے کن باتوں کو حرام بتایا ہے۔ میں یہ انکل اور ظن سے نہیں کہہ رہا ہوں بلکہ اللہ تعالیٰ کی وحی کی بنا پر کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔ آیت کا سیاق عبارت بتا رہا ہے کہ یہاں ﴿أَوْصَاكُمْ﴾ کا لفظ فخذ وف ہے یعنی ﴿أَوْصَاكُمْ أَنْ

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الانعام، ۳۰۷۰، وسندہ ضعیف داؤد راوی کے عدم تعین کی وجہ سے یہ روایت ضعیف ہے۔ ② حاکم، ۳۱۷/۲۔ ③ حاکم، ۳۱۸/۲۔

لَا تَشْرِكُوا بِاللَّهِ) اور اسی لئے آخر آیت میں فرمایا ﴿ذَلِكُمْ وَصَّكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے اور یہ خوش خبری دی کہ جو مر جائے اور اس نے شرک نہ کیا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ میں نے کہا اگرچہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو؟ تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں زنا کیا ہو یا چوری کی ہو۔ تیسری بار کے پوچھنے پر جبرائیل علیہ السلام نے کہا ہاں اگرچہ شراب بھی پی ہو۔“ ① بعض روایتوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ تین دفعہ سوال کرنے والے خود ابو ذر رضی اللہ عنہ تھے اور تیسری دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو ذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ ”ہاں ابو ذر کی ناک نیچی خواہ زنا کیا ہو یا چوری کی ہو۔“ ابو ذر رضی اللہ عنہ جب کبھی یہ حدیث سنا تو حدیث پوری کرنے کے بعد ساتھ ہی یہ بھی ضرور فرمادیتے کہ ”ابو ذر کی ناک نیچی ہو۔“ ② ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے امید قائم رکھے گا اور دعا مانگتا رہے گا میں تجھے بخشا رہوں گا جو کچھ تجھ سے گناہ ہو اور میں اس کی پروا نہیں کروں گا کہ تو نے کیا گناہ کیا ہے۔ اگر تو میرے پاس زمین بھر کر خطائیں لائے گا تو میں بھی زمین بھر کر مغفرت دوں گا بشرطیکہ تو نے میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا ہو اگر تیری خطائیں آسمان بھر کے برابر بھی ہوں اور تو نے مغفرت مانگی ہو تو میں مغفرت دوں گا۔“ ③

قرآن سے اس کی شہادت یوں ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ شرک کے گناہ کو نہیں بخشے گا باقی سب گناہوں کو چاہے تو بخش دے۔ ④ حدیث میں ہے ”جس نے شرک نہ کیا اور توحید کا قائل رہا اور مر گیا تو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔“ ⑤ آیات اور احادیث اس مضمون سے متعلق بہت ہیں۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے کہ ”شرک اختیار نہ کرو خواہ تمہارے نکلے کر دیے جائیں یا سولی پر چڑھا دیے جاوے یا جلادے جاوے۔“ ابن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سات خصلتوں کی وصیت فرمائی کہ ”خواہ نکلے نکلے کر دیے جاوے مگر شرک نہ کرو۔“ ⑥

پھر ارشاد ہے کہ والدین کے ساتھ بہت نیکی برتو۔ جیسا کہ فرمایا کہ تمہارے رب کا حکم ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا اور والدین کے ساتھ بہت اچھا برتاؤ رکھنا۔ اللہ تعالیٰ عموماً اپنی اطاعت کے ساتھ ساتھ والدین سے احسان کرنے کو بھی متصل ہی بیان فرماتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ میرا اور اپنے والدین کا احسان مانو تم کو میری طرف آتا ہے۔ اگر تمہارے والدین تم کو اس بات پر مجبور کریں کہ میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک بناؤ جو تمہارا عقیدہ ہی نہیں ہے تو ان کی بات نہ سنا لیکن دنیا میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ جاری رکھو اور جو میری طرف رجوع ہیں ان کی پیروی کرو! تم کو میری ہی طرف لوٹنا ہے جہاں میں تم کو تمہارے سارے اعمال سے باخبر کروں گا۔ ⑦ چنانچہ والدین کے مشرک ہونے پر بھی والدین کے حسب حال ان کے ساتھ اچھے برتاؤ کی ہدایت فرمائی اور فرمایا کہ ہم نے نبی اسرائیل سے یہ بھی وعدہ لیا تھا کہ توحید اختیار کرنے کے ساتھ ساتھ والدین کے ساتھ نیک سلوک بھی ضروری ہے۔ ⑧

① صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب المکثرون ہم المقلون، ۶۴۴۳، صحیح مسلم، ۹۴۔

② صحیح بخاری، کتاب اللباس، باب الثياب البيض، ۵۸۲۷، صحیح مسلم، ۱۹۴، احمد، ۱۶۶/۵۔

③ احمد، ۱۷۲/۵، عن ابن ذر رضی اللہ عنہ، ۲، ۳۲۲، ترمذی، کتاب الدعوات، باب الحدیث القدسی (یا ابن آدم انک ما دعوتنی.....)، ۳۵۴۰، عن انس رضی اللہ عنہ، وسندہ حسن اور اس معنی کی روایت صحیح بخاری، ۱۲۳۸، صحیح مسلم، ۹۲ میں بھی موجود ہے۔

④ ۴/النساء: ۴۸۔

⑤ صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب الدلیل علی من مات لا یشرک باللہ شینا دخل الجنة..... ۹۴۔

⑥ حسن روایت ہے۔ دیکھئے ماہنامہ الحدیث: ۶، ص ۱۱۔ ⑦ ۳۱/لقمان: ۱۴۔ ⑧ ۲/البقرة: ۸۳۔

اس مضمون پر بہت آیتیں ہیں۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا عمل افضل ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔“ میں نے عرض کیا پھر کونسا عمل؟ فرمایا ”والدین کے ساتھ نیک سلوک۔“ میں نے کہا پھر کونسا؟ فرمایا ”جہاد فی سبیل اللہ“ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اگر میں مزید سوال کرتا تو حضرت مزید جواب دیتے۔ ① ابن صامت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اے ابن صامت! اپنے والدین کی اطاعت کرو اگر وہ تمہیں یہ بھی حکم دیں کہ ساری دنیا جہان بھی ہمیں دے دو تو دے دو۔“ ② اس کی اسناد ضعیف ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

جب والدین اور اجداد کے ساتھ حسن سلوک کی ہدایت فرمائی تو اب بیٹوں اور پوتوں کے بارے میں فرماتا ہے کہ اولاد کو تنگ دیتی کے خوف سے قتل نہ کرو۔ شیاطین کے بہکانے سے مشرکین اپنی اولاد کو قتل کر دیتے تھے اور عار و تنگ کی بنا پر لڑکیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے اور بعض وقت لڑکوں کو فقر و تنگ حالی کے خوف سے مار دیتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”سب سے بڑا گناہ تو اللہ کا شریک ٹھہرانا ہے۔ حالانکہ یہ شریک خود اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔“ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا پھر کونسا گناہ؟ تو فرمایا کہ ”لڑکوں کو مار ڈالنا اس خوف سے کہ انہیں بھی اپنے ساتھ شریک غذا بنانا پڑے گا۔“ پوچھا گیا پھر کونسا گناہ؟ فرمایا ”اپنے پڑوسی کی عورت سے زنا کرنا۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ﴿وَالَّذِينَ لَا يَدْعُونَ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ﴾ ③، ④ الخ۔ یعنی جو لوگ اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو نہیں ملاتے اور اللہ تعالیٰ نے جس جان کی عزت کی ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق بات پر اور جو زنا نہیں کرتے۔ مذکورہ فقیر کو ”ملاق“ کہتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ رزق تو ان کو اور تم کو ہم ہی دیتے ہیں۔ رزق کی ابتدا میں ان بچوں کا نام لیا کیونکہ اہتمام انہیں سے مقصود تھا۔ یعنی ان کو رزق پہنچانے کے سبب محتاج ہو جانے سے نہ ڈرو کیونکہ سب کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے۔ لیکن یہاں چونکہ فقر حاصل موجود ہے اس لئے فرمایا کہ تم کو اور ان کو ہم ہی رزق دیتے ہیں اس لئے کہ یہاں اہم یہی بات ہے کہ تمہارا رزق ہمارا ہی دیا ہوا ہے اس لئے اپنے رزق سے خوف نہ کرو۔

تو اللہ تعالیٰ ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ یعنی فواحش کے قریب بھی نہ جانا خواہ وہ ظاہر ہوں یا باطن میں۔ جیسا کہ فرمایا کہہ دو اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اب نے فواحش ظاہری و مخفی سب کو حرام قرار دیا ہے۔ اور گناہ اور بغاوت سے بچو جو خلاف حق ہے اور شرک سے بچو جس کی کوئی سند نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرنے سے بچو جن کو تم نہیں جانتے۔ ﴿وَذُرُوا ظَاهِرَ الْأَيْمِ وَيَا طَبَنَةَ﴾ ⑥ میں اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے اس نے سارے ظاہر و باطن فواحش حرام کر دیئے ہیں۔“ ⑦ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں اپنی عورت کے ساتھ کسی مرد کو دیکھوں تو تلوار سے اسے قتل ہی کر دوں۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات سنی تو فرمایا کہ ”تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب کیوں ہے؟ اللہ تعالیٰ کی قسم! میں سعد سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ تعالیٰ مجھ سے زیادہ غیرت مند ہے اسی لئے“

- ① صحیح بخاری، کتاب الادب، باب البر والصلة، ۵۹۷۰؛ صحیح مسلم، ۸۵؛ ترمذی، ۱۷۳؛ احمد، ۱/۴۵۱؛ ابن حبان، ۱۴۷۷۔ ② حسن ہے۔ دیکھئے صفحہ گزشتہ حاشیہ: ۶۔ ③ ۲۵/الفرقان: ۶۸۔
- ④ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿فَلَا تَجْعَلُوا لِلّٰهِ اَنْدَادًا﴾، ۷۵۲۰؛ صحیح مسلم، ۸۶؛ احمد، ۱/۴۳۴؛ ترمذی، ۳۱۸۳؛ ابن حبان، ۴۴۱۴۔ ⑤ ۷/الاعراف: ۳۳۔ ⑥ ۶/الانعام: ۱۲۰۔
- ⑦ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانعام باب قوله تعالیٰ ﴿وَلَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ ۴۶۳۴؛ صحیح مسلم، ۲۷۶۰؛ ترمذی، ۳۵۳۰؛ السنن الکبریٰ للسنائی، ۱۱۱۷۳؛ احمد، ۱/۳۸۱؛ ابن حبان، ۲۹۴۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ ۗ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ

وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۗ لَا تَكْلِفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا ۗ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدُوا ۗ وَكُتِبَ عَلَيْكُمُ

الَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يُقِيمُوا الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَيُطِيعُوا حَاكِمًا ۚ وَمِمَّا كَرِهَ اللَّهُ

تَرْجُمَتُمْ: اور یتیم کے مال کے پاس نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو کہ مستحسن ہے یہاں تک کہ وہ اپنے سن بلوغ کو پہنچ جائے اور ناپ تول پوری پوری کیا کرو انصاف کے ساتھ۔ ہم کسی شخص کو اس کے امکان سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو اور اللہ تعالیٰ سے جو عہد کیا کرو اس کو پورا کیا کرو ان کا اللہ تعالیٰ نے تم کو تاکید فرمایا ہے تاکہ تم یاد رکھو۔ [۱۵۲]

= سارے فواحش اس نے حرام کر دیئے ہیں۔ ① اور اسی سند سے مروی ہے کہ میری امت کی عمر ساٹھ اور ستر کے مابین ہے۔ ②
 قولہ تعالیٰ کسی نفس کو قتل نہ کرو جب تک کہ یر بناء حق نہ ہو۔ حضرت امیر المؤمنین عثمان رضی اللہ عنہ نے جب ان کو باغی قاتلوں نے گھیر رکھا تھا فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ”تین باتوں کے بغیر کسی مسلمان کا خون روا نہیں۔ جب کہ اسلام لانے کے بعد پھر کافر ہو گیا ہو۔ یا شادی شدہ ہونے کے باوجود زنا کا ارتکاب کیا ہو۔ یا کسی کو ناحق قتل کر دیا ہو، یعنی بغیر قصاص کے۔“ پس اللہ تعالیٰ کی قسم میں نے کبھی زنا نہیں کیا نہ جاہلیت کے زمانہ میں نہ اسلام میں۔ اور کبھی میری یہ خواہش نہ رہی کہ اسلام لانے کے بعد پھر اپنا دین بدل دوں اور نہ میں نے کبھی کسی کو قتل کیا ہے پس تم مجھے کس بنا پر قتل کرنا چاہتے ہو۔ ③ جس غیر مسلم سے معاہدہ ہو چکا ہو اور جس حربی کو اسلامی شہر میں رہنے کے لئے امن دیا گیا ہو اس کو قتل کی سخت ممانعت اور زجر وعید آئی ہے۔ جو کسی پیمان بستہ کو قتل کریگا تو جنت کی خوشبو تک نہ سونگھ سکے گا حالانکہ جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت کی راہ سے بھی پہنچتی ہے۔ ④ جو کسی معاہدہ کو قتل کرے گا جس کے لئے۔ امن کے ذمہ دار بن چکے ہیں اور جو اللہ اور رسول ﷺ کی ذمہ داری میں آ کر زمی بن چکا ہو تو اس کے قاتل کو جنت کی خوشبو تک نصیب نہ ہوگی۔ ⑤ اور قولہ ﴿ذَلِكُمْ وَصَّكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ﴾ یہ ہیں وہ وصیتیں جو تمہیں کی گئیں، کیا عجب تمہیں کچھ عقل آ جائے۔

چند اور مفید ہدایات: [آیت: ۱۵۲] جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یتیم کا مال نہ کھاؤ تو جس کے گھر کوئی یتیم رہتا تھا اس نے یتیم کا کھانا پینا اس ڈر کے مارے کہ کہیں اس کا طعام میرے کھانے میں نہ آ جائے اپنے کھانے پینے سے جدا کر دیا اور یتیم کی غذا کھاپنی کر بیچنے لگی تو وہ اسی کے لئے اٹھا کر رکھی جانے لگی تاکہ وہ دوبارہ کھائے یا یہ کہ وہ سرخراب ہو جاتی تھی۔ یہ بات دونوں کے لئے =

- ① صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول النبی ﷺ ((لا شخص اغیر من اللہ)) ۷۴۱۶؛ صحیح مسلم، ۱۴۹۹، الأسماء والصفات، ۶۳۰۔
- ② ترمذی، کتاب الزهد، باب ما جاء فی اعمار هذه الامة..... ۲۳۳۱، وسنده حسن۔
- ③ ابوداؤد، کتاب الدیات، باب الامام یامر بالعفو فی الدم، ۴۵۰۲؛ ترمذی ۲۱۵۸، وسنده صحیح، نسائی، ۴۰۲۴؛ ابن ماجہ، ۲۵۳۳؛ مسند الطیالسی، ۷۲؛ احمد، ۶۱/۱۔
- ④ صحیح بخاری، کتاب الجزیة، باب اثم من قتل معاهدا بغیر جرم، ۳۱۶۶؛ ابن ماجہ، ۲۶۸۶؛ احمد، ۱۸۶/۲۔
- ⑤ ترمذی، کتاب الدیات، باب ما جاء فیمن یقتل نفسا معاهداً، ۱۴۰۳، وهو صحیح، ابن ماجہ، ۲۶۸۷؛ مسند ابی یعلیٰ، ۶۴۵۲۔

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ

سَبِيلِهِ ۚ ذَلِكُمْ وَصَّيْتُكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ: اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو مستقیم ہے سو اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے جدا کر دیں گی اس کا تم کو اللہ تعالیٰ نے تاکید حکم دیا ہے تاکہ تم احتیاط رکھو۔ [۱۵۳]

= گراں اور تکلیف دہ تھی اس کا ذکر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا تو اس بارے میں اللہ تعالیٰ کے پاس سے وحی نازل ہوئی کہ تیسوں کے بارے میں تم سے پوچھتے ہیں کہ دو کھیر کی جو بات ہے وہ ان کی خیر خواہی ہے اس لئے اگر تم ان سے مل جل کر اور غذا ایک ساتھ ملا کر پکاؤ کھاؤ تو کوئی حرج نہیں وہ تمہارے ہی تو بھائی ہیں حتیٰ کہ وہ بالغ ہو جائیں۔ ① سدی نے اس کی مدت ۳۰ سال ۴۰ سال بلکہ ۶۰ سال تک بھی قرار دی ہے اور یہ باتیں یہاں بعید از بحث ہیں۔ اور یہاں اور ترازو کو انصاف کے ساتھ استعمال کرو۔ فرمان الہی ہے کہ لین دین میں عدل برتو۔ اس کا لحاظ نہ رکھنے پخت و عید ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ہلاکت ہے ان ناپے والوں پر کہ جب ناپ کر لیتے ہیں تو بھر پور ناپ کے ساتھ اور جب ناپ یا تول کر دوسروں کو دیتے ہیں تو بے ایمانی کرتے ہیں کیا انہیں خیر نہیں کہ قیامت کے روز اٹھائے جانے والے ہیں اور اللہ کا سامنا کرنا ہے۔ ② پہلی ایک قوم اسی لئے تباہ و ہلاک ہوئی تھی کہ ناپ تول میں بے ایمانی کرنے لگی تھی۔ ﴿لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ ذمہ داری نہیں ڈالتے۔ جس نے ادا حق میں پوری کوشش کر لی پھر بھی کوتاہی ہوگئی تو کوئی حرج نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے اس آیت کے بارے میں کہ ناپ تول میں انصاف سے کام لو فرمایا کہ ”جس نے صحت نیت کے ساتھ ناپا اور تول اور اللہ تو نیت کو جانتا ہے تو اس سے کوئی مواخذہ نہیں۔“ ③ لفظ وسعت کی یہی تاویل ہے۔ اور یہ ارشاد کہ جب بولو تو انصاف کا پاس رکھو اگرچہ کسی عزیز قریب ہی کا معاملہ کیوں نہ ہو جیسا کہ فرمایا کہ اے ایمان والو عدل و انصاف کے ساتھ شہادت پر قائم رہو۔ ④

اسی طرح سورہ نساء میں اللہ تعالیٰ فعل اور قول میں عدل کا حکم دیتا ہے چاہے قریب کے لئے ہو یا بعید کے لئے اللہ پاک ہر ایک کے لئے اور ہر وقت اور ہر حال میں عدل کا حکم دیتا ہے۔ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے عہد کو پورا کرو یعنی اللہ تعالیٰ نے جو نصیحت کی ہے اس کو پورا کرو اس کا ایسا طرح ہے کہ اس کے امر و نہی میں اس کی اطاعت کرو اور اس کی کتاب اور سنت رسول پر عمل کرو۔ یہی وفا بعہد اللہ ہے۔ اس کی نصیحت تم کو اللہ تعالیٰ نے کی ہے ممکن ہے کہ تم پند حاصل کرو اور ماسبق کی برائیوں سے باز آ جاؤ۔ بعض لوگ ﴿قَدْ كُفِرُوا﴾ کے ذال کو تشدید سے پڑھتے ہیں اور بعض تخفیف سے۔

ہدایت کا راستہ اللہ اور رسول کی اطاعت ہے: [آیت: ۱۵۳] ارشاد ہے کہ ادھر ادھر کے دوسرے راستوں پر نہ چل پڑو ورنہ اللہ تعالیٰ کی راہ سے ہٹ جاؤ گے۔ اور دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو۔ ⑤ اس قسم کی آیتوں میں اللہ تعالیٰ مؤمنین کو حکم دے رہا ہے کہ جماعت کو نہ چھوڑو۔ جماعت میں افتراق اور اختلاف سے بچو۔ پہلے کے لوگ دین کے بارے میں لڑائی جھگڑے =

① ابو داؤد، کتاب الوصایا، باب مخالطة الیتیم فی الطعام، ۲۸۷۱ و سندہ ضعیف، نسائی، ۳۶۹۹، حاکم، ۲/۲۷۸۔

② ۸۳/المطففین: ۶۱۔ ③ الدر المنثور، ۳/۱۰۵ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

④ ۴/النساء: ۱۳۵۔ ⑤ ۴۲/الشوری: ۱۳۔

ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَى الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى

وَرَحْمَةً لِّعَلَّهِمْ بِلِقَاءِ رَبِّهِمْ يُؤْمِنُونَ ۝ وَهَذَا كِتَابٌ مُّبْرَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا

لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ۝

ترجمہ: پھر ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی جس سے اچھی طرح عمل کرنے والوں پر نعمت پوری ہو اور سب احکام کی تفصیل ہو جائے اور رہنمائی ہو اور رحمت ہو تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے پر یقین لائیں۔ [۱۵۴] اور یہ ایک کتاب ہے جس کو ہم نے بھیجا بڑی خیر و برکت والی سواں کا اجراع کر اور ڈروتا کہ تم پر رحمت ہو۔ [۱۵۵]

== خصوصیات اور اختلافات بہت پیدا کرتے تھے اور اسی سے تباہ ہوئے۔ ①

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے ہاتھ سے زمین پر ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ ”یہ ہے اللہ تعالیٰ کا سیدھا راستہ۔“ پھر دائیں بائیں اور خطوط کھینچے اور فرمایا یہ ”وہ راستے ہیں کہ ان میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہوا ہے اور اپنی طرف بلا رہا ہے۔“ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ الخ۔ ② جابر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ نے اپنے سامنے زمین پر اس طرح ایک خط کھینچا اور فرمایا کہ ”یہ تو ہے اللہ تعالیٰ کا راستہ“ پھر سیدھی طرف دو خط اور بائیں طرف دو خط کھینچے اور فرمایا یہ ”سب شیطان کے راستے ہیں“ پھر بیچ کے خط پر انگلی رکھی اور یہی آیت تلاوت فرمائی کہ ﴿وَإِنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ﴾ ③ ایک آدمی نے ابن مسعود رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ ”صراط مستقیم“ کیا ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اپنے پاس جگہ دی تھی۔ آپ ﷺ کی نگاہیں گویا جنت پر ہیں۔ اور آپ ﷺ کی سیدھی طرف بھی راستے بنے ہوئے ہیں اور بائیں طرف بھی ان پر لوگ متمکن ہیں جو لوگ ان کے پاس سے گزرتے ہیں وہ انہیں بلاتے ہیں جو ان کے بلائے ہوئے راستوں پر ہو لیا وہ دوزخ میں پہنچ گیا اور جو سیدھا راستہ لئے ہوئے رہا وہ جنت تک پہنچ گیا۔ پھر ابن مسعود رضی اللہ عنہما نے یہی آیت پڑھ کر سنائی۔ ④

نواس بن سمان رضی اللہ عنہما سے مروی کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے صراط مستقیم کی مثال پیش کی ہے۔ اس راستے کے دونوں طرف دو دیواریں ہیں ان میں کھلے دروازے لگے ہوئے ہیں دروازوں پر پردے لگے ہیں اور سیدھے راستے کے دروازے پر ایک داعی الی اللہ بیٹھا ہوا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اے لوگو! آؤ سیدھے راستے کے اندر داخل ہو جاؤ ادھر ادھر بھگو نہیں۔ اور ایک داعی دروازے کے اوپر بیٹھا بلا رہا ہے جب کوئی انسان ان دوسرے دروازوں میں سے کوئی دروازہ کھولتا ہے تو کہتے ہیں کہ تجھ پر افسوس اسے نہ کھول۔ اگر اسے کھولے گا تو اس میں داخل ہی ہو جائے گا۔ اب یہ سیدھا راستہ تو اسلام کا ہے اور دیواریں حدود اللہ ہیں اور یہ کھلے دروازے اللہ تعالیٰ کے محارم ہیں اور یہ راستے کے سرے پر بیٹھنے والی چیز کتاب اللہ ہے اور دروازے کے اوپر بیٹھا ہوا شخص انسان

① الطبری، ۱۲/۲۲۹۔ ② احمد، ۱/۶۶۵ و مسندہ حسن، حاکم، ۲/۲۳۹، ۳۱۸۔

③ ابن ماجہ، کتاب السنۃ، باب اتباع سنۃ رسول اللہ ﷺ، ۱۱، و مسندہ ضعیف مجالد بن سعید راوی ضعیف ہے۔ احمد، ۳/۳۹۷۔

④ الطبری، ۱۲/۲۳۰۔

کا اپنا ضمیر ہے جو برے کاموں سے اس کے دل میں خلش پیدا کرتا ہے گویا اللہ تعالیٰ کا واعظ ہے۔“ ① نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”کوئی ہے جو مجھ سے ان تین آیتوں کے بارے میں عہد کرے۔“ پھر ﴿تَعَالَوْا﴾ والی آیت تلاوت فرمائی اس کی تینوں آیتیں پڑھنے کے بعد فرمایا ”جس نے ان کا حق ادا کیا اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر مقرر ہو چکا اور جس نے اس کی تعمیل میں کوتاہی کی دنیا میں اس کو عقوبت مل گئی اور نہ ملی تو آخرت میں اللہ تعالیٰ تو سزا دے گا اور نہ معاف کر دے گا۔“ ②

تورات اور قرآن اللہ کا نازل کردہ ہے: [آیت: ۱۵۳-۱۵۵] ﴿ثُمَّ اتَيْنَا مُوسَىٰ﴾ کی تقدیر یہ ہے کہ اے محمد ﷺ! ہم سے متعلق پھر یہ کہہ دو کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی بلا لائق قول ﴿قُلْ تَعَالَوْا﴾ لیکن یہ غور طلب ہے۔ ﴿ثُمَّ﴾ یہاں صرف عطف خبر بعد خبر کے لئے ہے ترتیب بتانے کے لئے نہیں ہے۔ (ثم کا حرف عموماً ترتیب بتانے کے لئے آیا کرتا ہے۔)

یہاں جب اللہ پاک اپنے قول ﴿وَإِنَّ هَذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا﴾ کے ذریعہ قرآن سے متعلق خبر دے چکا تو مدح تو ریت پر تم کے ذریعہ عطف فرماتا ہے کہ اب تمہیں ہم خبر بھی دیتے ہیں کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو بھی کتاب دی تھی۔ اکثر جگہ اللہ پاک قرآن اور تورات کا ایک جگہ یعنی محصلاً ذکر فرماتا ہے جیسے کہ فرمایا کہ اس سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب امام و رحمت تھی اور یہ تمہاری کتاب قرآن زبان عربی میں اس کی تصدیق کرتی ہے۔ ③ اور اس سورت کی ابتدا میں فرمایا پوچھو وہ کتاب جو موسیٰ کو ہم نے دی جسے ہم نے لوگوں کے لئے نور اور ہدایت بنا کر پیش کیا تھا وہ کس نے اتاری تھی جس کو تم کاغذوں میں لکھتے ہو جس میں سے کچھ چھپا ڈالتے ہو اور کچھ رہنے دیتے ہو۔ ④ پھر اس کے بعد ہی فرمایا کہ اس کتاب قرآن کو ہم نے مبارک بنا کر پیش کیا ہے۔ اب مشرکین کے بارے میں فرماتا ہے کہ جب ہمارے پاس سے حق یعنی قرآن انہیں پیش کیا گیا تو کہنے لگے کہ وہی کتاب کیوں نہ دی گئی جیسی موسیٰ علیہ السلام کو دی گئی تھی۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی کتاب کے ساتھ کیا کفر نہیں کیا تھا اور کیا یہ نہیں کہہ دیا تھا کہ یہ دونوں تو جادوگر ہیں جو آدھکے ہیں ہم تو انہیں نہ مانیں گے۔ ⑤ اور جنوں سے متعلق خبر دیتے ہوئے فرمایا کہ جنوں نے اپنے لوگوں کو یہ خبر دی کہ اے قوم ہم نے ایک کتاب سنی ہے جو موسیٰ علیہ السلام کے بعد اتاری اور تورات کے مضمون کی تصدیق کرتی ہے اور حق کی طرف ہدایت کرتی ہے۔ ⑥ پھر قرآن سے متعلق ارشاد ہے کہ اس میں سب باتیں خوبی اور تفصیل سے لکھی ہوئی ہیں اور شریعت کی سب باتیں درج ہیں جیسے کہ تورات میں ہر بات ہم نے بتادی تھی۔

اس طرح قرآن کو ﴿عَلَىٰ الَّذِي أَحْسَنَ﴾ فرمایا و قولہ ﴿وَإِذِ ابْتَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ رَبُّهُ بِكَلِمَاتٍ فَأَتَمَّهُنَّ قَالَ إِنِّي جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا﴾ ⑦ اور ﴿وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ أُمَّةً يَهْتَدُونَ﴾ ⑧ اور ﴿ثُمَّ اتَيْنَا مُوسَىٰ الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَىٰ الَّذِي أَحْسَنَ﴾ یعنی موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی جو عطیات میں سب سے اچھا عطیہ تھا۔ جو دنیا میں بھی احسن اور آخرت میں بھی کامل۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کی تقدیر یوں بتائی ہے کہ ﴿تَمَامًا عَلَىٰ أَحْسَنِهِ﴾ گویا کہ (الَّذِي) کو مصدر یہ قرار دیا یعنی وہ کتاب کامل تھی احسن ہونے کی بنا پر جیسے کہ قولہ تعالیٰ ﴿حُضِّنْتُمْ كَمَا لَدَىٰ خَاصُوا﴾ اب یہاں ﴿الَّذِي خَاصُوا﴾ کے معنی خوض کے ہو گئے۔ =

- ① ترمذی، کتاب الأدب، باب ماجاء فی مثل الله عزوجل لعباده ۲۸۵۹ وهو صحيح، احمد ۴/۱۸۲، ۱۸۳؛ السنن الكبرى للسناني، ۱۱۲۳۳؛ حاکم ۱/۷۳۔ ② حاکم ۲/۳۱۸، اس کی سند میں سفیان بن حسین ہے جس کی زہری سے روایت ضعیف ہوئی ہے۔ دیکھئے (تہذیب الکمال ۳/۲۱۴ رقم ۲۳۸۳) لہذا یہ سند ضعیف ہے لیکن البتہ اس معنی کی روایت صحیح بخاری کتاب الایمان ۱۸، صحیح مسلم ۱۷۰۹ میں موجود ہے۔ ③ ۴۶/ الاحقاف: ۱۲۔ ④ ۶/ الانعام: ۹۱۔ ⑤ ۶/ الانعام: ۹۲۔ ⑥ ۲۸/ القصص: ۴۸۔ ⑦ ۲/ البقرة: ۱۲۴۔ ⑧ ۳۲/ السجدة: ۲۴۔

اَنْ تَقُولُوا اِنَّمَا اُنزِلَ الْكِتَابُ عَلٰى طَآئِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۗ وَاِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ
لَغَافِلِيْنَ ۝ اَوْ تَقُولُوا لَوْ اَنَّآ اُنزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا اَهْدٰى مِنْهُمْ ۗ فَقَدْ جَآءَ
كُم بِبَيِّنَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَهَدٰى وَرَحْمَةً ۗ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بِآيَاتِ اللّٰهِ
وَصَدَفَ عَنْهَا ۗ سَتَجِدۜى الَّذِيۜنَ يَصۜدِقُوۜنَ عَنِ الْاٰتِنَا سُوۜءَ الْعَذَابِ ۗ بِمَا كَانُوۜا
يَصۜدِقُوۜنَ ۝

ترجمہ: کبھی تم لوگ یوں کہتے گئے کہ کتاب تو صرف ہم سے پہلے جو دو فرتے تھے ان پر نازل ہوتی تھی اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے محض بے خبر تھے [۱۵۶] یا یوں کہتے کہ اگر ہم پر کوئی کتاب نازل ہوتی تو ہم ان سے بھی زیادہ راہ پر ہوتے۔ سواب تمہارے پاس تمہارے رب کے پاس سے ایک کتاب واضح اور رہنمائی کا ذریعہ اور رحمت آچکی ہے۔ سوا شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو ہماری ان آیتوں کو جھوٹا بتلائے اور اس سے روکے ہم ابھی ان لوگوں کو جو کہ ہماری آیتوں سے روکتے ہیں۔ ان کے اس روکنے کے سبب سخت سزا دیں گے۔ [۱۵۷]

= دوسروں کا قول ہے کہ (الَّذِي) بمعنی (الَّذِينَ) چنانچہ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ یوں قرأت کرتے تھے (تَمَامًا عَلٰى الَّذِيۜنَ اَحْسَنُوۜا) مجاہد (الَّذِيۜ اَحْسَنَ) سے (مؤمنین) اور (محسنین) مراد لیتے تھے۔ اور بخوی رضی اللہ عنہ (محسنین و انبیاء) مراد لیتے تھے، یعنی توریث کی فضیلت ہم نے مؤمنین و محسنین پر ظاہر کر دی تھی جیسے کہ فرمایا (قَالَ يٰۤمُؤْمِنِي۟ اِنِّي۟ اَصۡطَفَيْتُكَ عَلٰى النَّاسِ) ① الخ۔ یعنی اے موسیٰ علیہ السلام ہم نے تم کو اپنی رسالت و کلام کے سبب سب پر برگزیدہ بنایا۔ یہاں یہ لازم نہیں آتا کہ ان کو فضیلت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور خلیل علیہ السلام پر بھی ہے۔ یحییٰ بن مہر احسن کو زبر کے بجائے پیش سے پڑھتے تھے اور کہتے تھے کہ (الَّذِيۜ هُوَ اَحْسَنُ) کے معنی میں ہے اس لئے پیش سے ہونا ضروری ہے پھر یہ بھی کہا کہ اس طرح پڑھنا میں مناسب نہیں سمجھتا اگرچہ عربیت کے لحاظ سے ایک وجہ صحیح بھی ہو۔ اور کہا گیا ہے کہ معنی یہ ہیں کہ (تَمَامًا عَلٰى اِحْسَانِ اللّٰهِ اِلَيْهِ) اور فرمایا کہ اس میں ہر شے تفصیل کے ساتھ ہے اور وہ ہدایت اور رحمت ہے شاید کہ تم اللہ تعالیٰ کی ملاقات پر ایمان لاؤ۔ ہماری یہ نازل کردہ کتاب مبارک ہے اس کی اتباع کرو اللہ تعالیٰ سے ڈرو شاید تم پر اللہ تعالیٰ کا رحم ہو جائے۔ اس میں اتباع قرآن کی طرف دعوت ہے۔ اللہ اپنے بندوں کو اپنی کتاب کی طرف ترغیب دے رہا ہے اور اس میں تذبذب کا حکم دے رہا ہے۔

اللہ نے کتاب نازل فرما کر حجت قائم کر دی ہے: [آیت: ۱۵۶-۱۵۷] یعنی تاکہ تم یہ نہ کہو کہ یہود و نصاریوں پر تو ہم سے پہلے کتابیں اتار دی گئیں اور ہم پر کوئی نہیں اتری۔ یہ بیان ان کے عذر کو ختم کر دینے کے لئے ہے جیسا کہ فرمایا کہ اگر یہ بات نہ ہوتی کہ ان کی مصیبت انہیں کے اعمال کا نتیجہ ہے تو وہ یہ کہتے کہ اے رب! کوئی رسول اگر تو ہماری طرف بھی بھیجتا تو ہم بھی تیرے احکام کی پیروی کرتے۔ ② (وَ اِنْ كُنَّا) الخ۔ یعنی ہم ان یہود و نصاریٰ کی زبان تو سمجھتے نہیں اس لئے ہم غفلت میں رہے اور ان کے جیسے صحیح عمل نہ کر سکے اور تاکہ تم یہ نہ کہو کہ اگر ہم پر بھی ہماری زبان میں کوئی کتاب اترتی تو ہم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ رہتے چنانچہ ہم نے ان کے عذر کو ختم کر دیا جیسا کہ فرمایا وہ قسمیں کھا کر بیان کرتے ہیں کہ اگر ان کے پاس بھی کوئی رسول آتا تو ہم سب سے بڑھ کر =

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ ط

يَوْمَ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ مِنْ قَبْلُ أَوْ

كَسَبَتْ فِي إِيْمَانِهَا خَيْرًا ط قُلْ انتظروا إِنَّا مُنتظرون ﴿٥﴾

ترجمہ: یہ لوگ صرف اس امر کے منتظر ہیں کہ ان کے پاس فرشتے آئیں یا ان کے پاس آپ کا رب آئے یا آپ کے رب کی کوئی بڑی نشانی آئے جس روز آپ کے رب کی بڑی نشانی آپنچے گی، کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔ آپ فرمادیتے ہیں کہ تم منتظر رہو، ہم بھی منتظر ہیں۔ [۱۵۸]

= نیک نیت بننے اور ہدایت پر ہوتے۔ ❶ چنانچہ فرمایا کہ اب تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لئے ہدایت و رحمت والی کتاب آگئی ہے اور تمہاری ہی زبان میں یہ قرآن عظیم ہے اس میں حلال و حرام سب کا بیان ہے اور عبادت گزار بندوں کے دلوں کے لئے رحمت ہے۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلانے والے سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا کہ نہ خود قرآن سے فائدہ اٹھایا نہ احکام کی تعمیل کی بلکہ اللہ کی آیات کے اتباع سے لوگوں کو بھی پھیر دیا اور ہدایت کی راہ پانے سے انہیں محروم رکھا۔ جیسا کہ آغاز سورت میں گزرا کہ وہ خود بھی ایمان لانے سے باز رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی روکتے ہیں۔ وہ اپنے ہاتھوں اپنی جان ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ ❷ اور فرمایا جو لوگ کفر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے راستے سے دوسروں کو بھی روکتے ہیں انہیں دو گنا عذاب ہوگا۔ ❸ اور اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ ”ہم ان لوگوں کو سخت عذاب دیں گے جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں۔“ جیسا کہ فرمایا کہ ”نہ تصدق کی نہ نماز پڑھی بلکہ تکذیب کی اور منہ پھیر لیا۔“ ❹ غرض یہ کہ بہت سی آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں کہ یہ کافر دل سے تکذیب کرتے ہیں اور جوارح سے بھی عمل نیک نہیں کرتے۔

قیامت اور اسکی نشانیاں: [آیت: ۱۵۸] رسول کے مخالفین اور کافروں کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ تم تو صرف اس بات کا انتظار کر رہے ہو کہ ملائکہ تم تک آپنچیں یا رب سے سامنا ہو جائے اور یہ قیامت کے روز ضرور ہونے والا ہے۔ یا اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیاں تم پر کھل جائیں اور جب وہ نشانیاں کھل جائیں گی تو پھر کسی کو اس کا ایمان نفع نہ دے گا۔ اور یہ قیامت آنے سے پہلے قیامت کی نشانیوں کے طور پر ضرور ہوگا۔ بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”قیامت قائم نہ ہوگی جب تک کہ سورج مغرب سے طلوع نہ کرے اور جب یہ صورت حال لوگ دیکھ لیں گے تو سارے اہل زمین کو یقین ہو جائے گا اور ایمان لائیں گے اور اگر پہلے ایمان نہیں لائے تھے تو اب ایمان نفع بخش نہیں ثابت ہو سکتا۔“ ❺

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تین چیزیں اگر ظاہر ہو جائیں گی تو ان کے ظہور سے پہلے اگر ایمان نہیں لایا تھا تو اب ایمان لانا بے کار ہے اور پہلے اگر نیک عمل نہیں کئے تھے تو اب کرنا بے کار ہے۔ پہلی نشانی یہ کہ سورج کا مشرق کے

❶ ۳۵/فاطر: ۴۲۔ ❷ ۶/الانعام: ۲۶۔ ❸ ۱۶/النحل: ۸۸۔ ❹ ۷۵/القیامۃ: ۳۱۔

❺ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانعام باب ﴿لاینفع نفسا ایمانها﴾ ۴۶۳۵؛ صحیح مسلم، ۱۵۷؛ ابوداؤد،

۴۳۱۲؛ ابن ماجہ، ۴۰۶۸؛ احمد، ۲۳۱/۲، ابن حبان، ۶۸۳۸۔

بجائے مغرب سے طلوع ہونا۔ دوسرے دجال کا نکلنا۔ تیسرے دلایۃ الارض کا ظاہر ہونا۔ ① ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس شخص نے سورج کے مغرب سے طلوع ہونے سے پہلے تک توبہ کر لی تو اسکی توبہ قبول ہو سکے گی ورنہ نہیں۔“ ② اصحاب ستہ میں سے ایک نے اس کو روایت نہیں کیا باقی پانچ کتابوں میں موجود ہے۔

جب بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کیا تم جانتے ہو کہ سورج ڈوب جاتا ہے تو کہاں چلا جاتا ہے؟ میں نے کہا میں نہیں جانتا۔ فرمایا کہ وہ عرش کے سامنے آتا ہے، بجہ میں گر پڑتا ہے، پھر اٹھتا ہے تاکہ اس سے کہا جائے کہ اپنا رخ بدل دے۔ اور اے ابو ذر! قریب ہے وہ دن کہ اس سے کہا جائے گا کہ پچھلے پاؤں گردش کر اور یاد رکھو کہ اس روز اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا کفر کو چھوڑ دینا کچھ فائدہ نہ بخشنے گا۔“ ③

ایک دوسری حدیث: کمرہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نکل کر آئے ہم قیامت سے متعلق باتیں کرنے بیٹھے تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے کہ ”اس کی نشانیاں جب تک ظاہر نہ ہو جائیں گی قیامت نہ ہوگی۔ سورج کا مغرب سے طلوع کرنا ایک زبردست دھواں اٹھنا، دلایۃ الارض کا نکلنا یا جوج ماجوج کا نکل آنا، عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کا نزول، دجال کا نکلنا، تین زلزلے اور زمین کا دھنس جانا۔ ایک مشرق میں، ایک مغرب میں، ایک جزیرہ عرب میں۔ بیچ عدن سے ایک آگ کا نمودار ہونا، کہ جس کی وجہ سے لوگ بھاگے دوڑے پھر رہے ہیں وہ رات کو کہیں سونا چاہتے ہیں تو وہاں بھی موجود اور دن کو کہیں لیٹنا چاہتے ہیں تو وہاں حاضر۔“ ④

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ مغرب کی طرف سے طلوع شمس کی کیا نشانی ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اس دن رات اتنی طویل ہو جائے گی کہ دو راتوں کے برابر۔ راتوں کو نماز پڑھنے والے جاگ اٹھیں گے اور جس طرح نماز تہجد پڑھتے تھے پڑھیں گے ستارے اپنی جگہ قائم دکھائی دیں گے، ڈوبیں گے نہیں۔ یہ لوگ سو جائیں گے پھر اٹھیں گے، پھر نماز پڑھیں گے، پھر سو جائیں گے، پھر اٹھیں گے، لیٹے لیٹے ان کے پہلوں ہو جائیں گے۔ رات بہت لمبی ہو جائے گی، لوگ گھبرا جائیں گے اور صبح ہوگی نہیں۔ اس انتظار میں ہوں گے کہ سورج مشرق سے ہی طلوع کرے گا کہ یکا یک وہ مغرب سے نکلتا دکھائی دے گا۔ اب ایمان سے کچھ فائدہ نہ ہوگا۔“ ابن مردویہ نے اس کو روایت کیا ہے لیکن اس مضمون کے ساتھ صحاح ستہ کی کسی کتاب میں موجود نہیں۔

حدیث: صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے مغرب کی طرف ایک دروازہ کھول رکھا ہے جس کا عرض ستر برس کی مسافت ہے یہ توبہ کا دروازہ ہے۔ سورج کے رخ بدل کر نکلنے سے پہلے بند نہ ہوگا۔“ ⑤ ترمذی نسائی اور ابن ماجہ نے اس کو لکھا ہے۔

① صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب بیان الزمن الذی لا یقبل فیہ الایمان، ۱۵۸؛ ترمذی، ۳۰۷۴؛ احمد، ۱۰۷/۱؛

مسند ابی یعلیٰ، ۶۱۷۲۔ ② صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب استحباب الاستغفار والاستکثار منه،

۲۷۰۳؛ احمد، ۲۷۵/۲، ابن حبان، ۶۲۹۔ ③ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة الشمس والقمر

۳۱۹۹، بدون ذکر هذه الایة؛ صحیح مسلم، ۱۵۹؛ ابن حبان، ۶۱۵۳؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۱۷۶۔

④ صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب فی الایات التی تکون قبل الساعة ۲۹۰۱؛ ابوداؤد، ۴۳۱۱؛ ترمذی، ۲۱۸۳؛ السنن

الکبریٰ للنسائی، ۱۱۳۸۰؛ ابن ماجہ، ۴۰۴۱؛ احمد، ۶/۴؛ ابن حبان، ۶۷۹۱۔

⑤ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل التوبۃ والاستغفار وما ذکر من رحمة اللہ لعباده، ۳۵۳۵؛ وهو حسن، ابن

ماجہ، ۴۰۷۰؛ احمد، ۲۴۱/۴؛ ابن حبان، ۱۳۲۱۔

حدیث: ”ایک رات لوگوں پر ایسی آئے گی جو تین راتوں کے برابر ہوگی جب ایسا ہوگا تو تہجد پڑھنے والے پہچان لیں گے وہ نفل پڑھیں گے سو جائیں گے۔ انہیں گے پھر پڑھیں گے۔ پھر بار بار ایسا ہی کریں گے کہ یکا یک ایک شور اٹھے گا لوگ چیخ پکار شروع کر دیں گے ڈر کر مسجدوں کی طرف بھاگیں گے کیونکہ سورج مغرب سے طلوع ہوا ہوگا۔ اب وہ وسط آسمان تک آ کر پھر مغرب کی طرف واپس جائے گا۔ اس کے بعد حسب عادت مشرق سے نکلتا رہے گا اس وقت ایمان بے سود ہے۔“ ① یہ حدیث غریب ہے اور صحاح ستہ کی کسی کتاب میں نہیں۔

حدیث: تین مسلمان مدینہ میں مروان کے پاس تھے اور وہ آیات قیامت کا ذکر کر رہے تھے کہ خروج دجال قیامت کی نشانی ہے۔ اب یہ لوگ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آئے اور مروان سے جو سنا تھا بیان کیا۔ انہوں نے کہا مروان نے تو کچھ نہیں کہا۔ میں نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کر یاد رکھا ہے تم کو سنا تا ہوں۔ ”پہلی نشانی یہ کہ سورج مغرب سے نکلے۔ پھر ولایت الارض کا خروج یا کوئی ایک پہلے اور پھر دوسری نشانی اس کے بعد ظاہر ہوگی۔“ ②

عمر بن العاص رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب سورج مغرب سے طلوع کرے گا تو اہلسجدے میں گر پڑے گا اور چلائے گا کہ یارب مجھے حکم کرتا کہ تو جس کو کہے سجدہ کروں تو اس کے نگران کا جمع ہو کر کہیں گے کہ یہ سب تضرع کیوں ہے تو کہے گا کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی تھی کہ ”وقت معلوم تک مجھے مہلت دے“ اور آج ہی کا دن وقت معلوم ہے۔ پھر ولایت الارض نکلے گا۔ پہلا قدم جو وہ رکھے گا اٹاکیہ میں ہوگا۔ اہلسجدے آ کر اس کو طمانچہ مارے گا“ ③ یہ حدیث غریب ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے شاید ابن العاص رضی اللہ عنہ نے اس ذخیرہ میں سے یہ حدیث لی ہوگی جس کو انہوں نے جنگ یرموک میں پڑا ہوا پایا تھا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ابن السعدی سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہجرت منقطع نہیں ہوگی جب تک کہ دشمن جنگ کر رہا ہے اور تنگ کر رہا ہے۔“ معاویہ، اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہجرت دو قسم کی ہے۔ ایک تو برائیوں سے ہجرت کر کے نیکیوں کی طرف آنا اور دوسری اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف کرنا اور یہ باقی رہے گی جب تک کہ دروازہ تو بند نہیں ہوگا اور سورج جب مغرب سے نکلے گا تو ہر شخص کے دل پر مہر لگ جائے گی جو کچھ اس کے اندر ہے سوس وہی ہے اور جو عمل ہو چکا سوس ہو چکا۔“ ④ یہ حدیث اچھے اسناد والی ہے۔

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آیات قیامت میں سے سب گزر گئیں چار نشانیاں آنا باقی ہیں۔ طلوع شمس مغرب سے۔ دجال۔ ولایت الارض یا جوج ماجوج اور وہ نشانی جو اعمال پر مہر لگا دے گی وہ طلوع شمس ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث مرفوعاً ذکر ہے۔ حدیث طویل اور غریب ہے۔

اس کی سند نہیں وہ یہ ہے کہ سورج اور چاند اس روز لگ کر مغرب سے طلوع ہوں گے اور نصف آسمان تک پہنچ کر اُلٹے پیر واپس =

① اس کی سند میں ضرار بن مردد ترک راوی ہے (المیزان، ۲/۳۲۷، رقم، ۳۹۵۱) جس کی جگہ سے یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

② احمد، ۲/۲۰۱، وسندہ صحیح۔

③ المعجم الأوسط، ۹۴، مجمع الزوائد، ۸/۱۱، اس کی سند میں اسحاق بن ابراہیم بن زبیر بن حکم فیہ (المیزان، ۱/۱۸۱،

رقم، ۷۳۰) اور ابن لہیعہ مختلط (التقریب، ۱/۴۴، رقم، ۵۷۴) راوی ہیں۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

④ احمد، ۱/۱۹۲، وسندہ حسن۔

إِنَّ الَّذِينَ فَرَقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ إِلَى اللَّهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٥٩﴾

ترجمہ: بے شک جن لوگوں نے اپنے دین کو جدا جدا کر دیا اور گروہ گروہ بن گئے آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں بس ان کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ پھر ان کو ان کا کیا ہوا جتلا دیں گے۔ [۱۵۹]

== ہو جائیں گے۔ ① یہ حدیث منکر اور موضوع ہے لیکن اس کے مرفوع ہونے کا دعویٰ کیا گیا ہے اور وقف راوی ابن عباس رضی اللہ عنہما اور وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ تک آ کر ہوتا ہے اس لئے بالکل یہ بھی اس کو دفع نہیں کر سکتے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔
حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ”پہلی علامت کے ظاہر ہوتے ہی کرنا کاتبین کا عمل ختم ہو جائے گا اور اجساد کے اعمال پر گواہی دینے کا وقت آ جائے گا اور اس سے پہلے ہی جو صاحب ایمان تھا اور نیک عمل بھی کرتا تھا تو وہ بڑے فائدہ میں رہے گا اور اگر نیک نہ ہو اور توبہ کرنے لگے تو اب توبہ سے کیا حاصل“ اور ﴿كَسَبَتْ فِي إيمَانِهَا خَيْرًا﴾ کا یہی مطلب ہے یعنی اب عمل صالح قبول نہیں کیا جائے گا جب کہ وہ اس سے پہلے عمل صالح نہیں کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے نبی (ﷺ)! کہہ دو اس دن کا تم بھی انتظار کرو اور میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ یہ کافروں کے لئے سخت تنبیہ ہے جو اپنے ایمان اور توبہ سے غافل رہے حتیٰ کہ وقت آ پہنچا۔ جیسا کہ فرمایا یہ بے سمجھ وقت قیامت کا انتظار کر رہے ہیں کہ ناگہاں وارد ہو جائے۔ اور جب ایسا ہو جائے گا تو پھر موقع کہاں باقی رہے گا۔ ② ارشاد ہوتا ہے کہ جب وہ ہمارا عذاب دیکھیں گے تو کہیں گے کہ ہم اللہ تعالیٰ واحد پر ایمان لائے اور شرک سے منکر ہو گئے۔ لیکن عذاب دیکھ

چکنے کے بعد ایمان کی ساری باتیں بے کار ہیں۔ ③
فرقہ پرست لوگوں سے آپ ﷺ کا کوئی تعلق نہیں: [آیت: ۱۵۹] یہ آیت یہود و نصاریٰ کے بارے میں اتری ہے۔ یہود و نصاریٰ قتل بعثت محمدی ﷺ آپس میں اختلاف کرتے تھے اور اپنا اپنا دین الگ قرار دیتے تھے۔ ④ حضور اکرم ﷺ مبعوث ہوئے تو یہ آیت اتری کہ جن لوگوں نے اپنے دینوں میں تفرقہ ڈال لیا اور گروہ بندی کر لیں تمہیں ان سے کوئی سروکار نہیں انہیں بھی تم سے کوئی سروکار نہیں۔ یہ اہل بدعت اہل شبہات اور اہل ضلالت ہیں اور اسی امت میں ہیں۔ ⑤ لیکن اس حدیث میں ایک سند ٹھیک نہیں ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اس آیت کے بارے میں کہتے ہیں کہ اسی امت کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ ﴿وَكَانُوا شِيعًا﴾ سے خوارج مراد ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ”اس سے اصحاب بدعت مراد ہیں۔“ یہ حدیث بھی غریب ہے اور مرفوعاً بھی صحیح نہیں۔ اور ظاہر بات تو یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے ہر اس شخص پر صادق آتی ہے جو دین اللہ تعالیٰ سے فرقہ بندی اختیار کئے ہوئے ہو اور مخالف دین ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول کو ہدایت دین حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے تاکہ تمام ادیان پر دین اسلام کو غالب فرمائے اسلام کا راستہ ایک ہی ہے اس میں کوئی اختلاف و افتراق نہیں جس نے الگ فرقہ اختیار کر لیا جیسے کہ بہتر (۷۲) فرقے والوں نے تو اللہ تعالیٰ کا رسول اس سے بری ہے۔ یہ آیت مثل اس آیت کے ہے جیسے کہ فرمایا ہے =

① الدر المنثور، ۳/ ۱۱۶، اس کی سند میں عبدالمعمر بن اوریس الیمانی متروک راوی ہے۔ امام بخاری نے اسے ذاب الحدیث کہا ہے (المعمران،

۲/ ۶۶۸، رقم، ۵۲۷۰) لہذا یہ روایت سخت ضعیف و مردود ہے۔ ② ۴۷/ محمد: ۱۸۔

③ ۴۰/ غاف: ۸۴۔ ④ الطبری، ۱۲/ ۲۶۹۔

⑤ اس کی سند میں عباد بن کثیر متروک راوی ہے۔ جیسا کہ حافظ ابن کثیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ روایت موقوفاً اور مرفوعاً دونوں طرح سے ضعیف و مردود ہے۔

مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ امْتَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يَجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصے ملیں گے اور جو شخص برا کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔ [۱۶۰]

”اے نبی! تمہارے لئے بھی ہم نے وہی دین پسند کیا ہے جو نوح علیہ السلام کے لئے تھا۔“ ① اور حدیث میں ہے کہ ”ہم گروہ انبیا گویا کہ علاقائی اولاد ہیں جیسے علاقائی اولاد کا باپ ایک ہی ہوتا ہے ہم سب کا دین بھی ایک ہی ہے ② اور یہی صراط مستقیم ہے اور یہی وہ ہدایت ہے جو اللہ تعالیٰ واحد کی عبادت سے متعلق رسولوں نے پیش کی اور آخری رسول کی شریعت سے تمسک کو صراط مستقیم بنایا۔ اس کے سوا ساری چیزیں ضلالتیں اور جہالتیں ہیں اور اپنی ذاتی خواہشات ہیں۔“ پیغمبر اس سے بری ہیں۔ جیسے کہ آیت زیر ذکر میں فرمایا ”اے نبی! تم پر کوئی ذمہ داری نہیں۔“ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ان کافروں کا امر اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دو وہ بروز قیامت ان کے اعمال سے ان کو باخبر کر دے گا۔ جیسے کہ ایک جگہ فرمایا ہے جو لوگ ایمان لائے اور جو یہودی بنے یا ستارہ پرست یا جو نصاریٰ اور مجوسی ہیں یا جو مشرکین ہیں قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کا باہم فیصلہ کر دے گا۔ ③ اب اس کے بعد اللہ تعالیٰ بروز قیامت اپنے حکم اور عدالت کے اندر بھی اپنے لطف و کرم کو یوں بیان فرماتا ہے۔

نیکی کا ثواب کئی گنا جبکہ بدی ایک ہی لکھی جاتی ہے: [آیت: ۱۶۰] یہ آیت کریمہ تفصیل سے روشنی ڈال رہی ہے اور اس کے بعد کی آیت میں اجمال ہے اس آیت کی مطابقت میں بہت سی احادیث ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (یہاں آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے روایت کرتے ہوئے فرما رہے ہیں) ”تمہارا رب عزوجل ہزار حیم و کریم ہے۔ کسی شخص نے اگر کسی نیک کام کا ارادہ کیا لیکن عمل میں نہ لاسکا تو بھی اس کے لئے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور اگر عمل کر لیا تو دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔ یہ اضافہ حسن نیت کا لحاظ کرتے ہوئے سات سو گنا تک بھی جا پہنچتا ہے۔ اور اگر کسی نے ایک گناہ کا ارادہ کیا لیکن اس کو عمل میں نہ لایا تو اس کے لئے بھی ایک نیکی درج ہو جاتی ہے اور اگر وہ گناہ کا ارتکاب کر بیٹھے تو گناہ دس نہیں بلکہ ایک لکھا جائے گا اور اگر چاہے تو اس کو بھی مٹا دیتا ہے۔“ ④ ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”جس نے ایک عمل نیک کیا اس کو دس حصے زیادہ ثواب ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر۔ اور اگر ایک بدی کی تو اس کی سزا ایک حصہ ہی ہے بلکہ شاید وہ بھی معاف ہو جائے۔ جو مجھ سے ملے اور دنیا بھر کی خطا میں بھی لائے لیکن شرک نہ لائے تو بھی میں اس پر اتنی ہی مغفرت نازل کروں گا۔ جو میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے میں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو ایک ہاتھ بڑھتا ہے میں دو ہاتھ بڑھتا ہوں اور جو میری طرف چلنا آتا ہے میں اس کے پاس دوڑتا آتا ہوں۔ ⑤ یہاں یہ جان لینا ضروری ہے کہ جس شخص نے گناہ کا ارادہ کر کے پھر اس کو عمل میں لایا ہو ان کی تین اقسام ہیں۔ کبھی تو ایسا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈر کر گناہ کا ارادہ ترک کر دیتا ہے۔ ایسے شخص کو بھی گناہ سے رکنے کے سبب

① ۴۲ / الشوری: ۱۳۔ ② اس کی تخریج سورۃ المائدہ آیت ۳۸ کے تحت گزر چکی ہے۔ ③ ۲۲ / الحج: ۱۷۔

④ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب من ہم بحسنہ اویسینہ ۶۴۹۱؛ صحیح مسلم، ۱۳۱؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۷۶۷۰؛

احمد، ۱ / ۲۷۹۔ ⑤ صحیح مسلم، کتاب الذکر والدعاء، باب فضل الذکر والدعاء التقرب إلى اللہ تعالیٰ وحسن

الظن بہ..... ۲۶۸۷، ابن ماجہ، ۳۸۲۱، احمد، ۱۵۳ / ۵۔

ایک نیکی دی جائے گی۔“ اور یہ چیز عمل اور نیت پر موقوف ہے اور اسی لئے اس کے واسطے ایک نیکی لکھی جاتی ہے جیسے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ”اس نے گناہ کا کام میری خاطر سے ترک کر دیا تھا۔ اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ گناہ کا کام وہ شخص باوجود ارادہ کے بھول کر چھوڑ دیتا ہے تو اب اس کے لئے نہ سزا ہے نہ جزا۔“ کیونکہ اس نے خیر کی نیت تو نہیں کی تھی لیکن شر کا فعل بھی نہیں کیا تھا۔ اور کبھی یوں بھی ہوتا ہے کہ کوئی شخص گناہ کو عمل میں لانے کی کوشش کرتا ہے اس کے اسباب فراہم کرتا ہے لیکن عملاً وہ اس کو صادر کرنے سے عاجز رہ جاتا ہے اور مجبور ہو جانا پڑتا ہے۔ ایسا شخص اگرچہ مرتکب گناہ نہ ہوا ہو لیکن بمنزلہ مرتکب ہی کے سمجھا جائے گا اور اسے سزا ملے گی جیسے کہ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ”اگر دو مسلمان دو کلواریں لے کر آپس میں لڑنے لگیں تو قاتل اور مقتول دونوں دوزخی ہیں۔“ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ! قاتل تو ظاہر ہے کہ دوزخی ہو گا لیکن بے چارہ مقتول کیوں دوزخی ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”وہ بھی تو اپنے ساتھی کو قتل کرنے کے درپے تھا“ ① اگر مقتول کا داؤ چل جاتا تو وہی قاتل بن جاتا۔ اب اگر وہ قاتل نہیں بنا ہے تو یہ ایک مجبوری کی بنا پر تھا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جس نے کسی نیکی کا ارادہ کر لیا ہو تو اس کے عمل میں لانے سے پہلے ہی اس کے نام ایک نیکی لکھ دی جاتی ہے اور اگر عمل میں لچکا تو من جانب اللہ تعالیٰ دس نیکیاں اس کے نامہ اعمال میں درج ہو جاتی ہیں۔ لیکن جس نے کسی بدی کا ارادہ کیا تو صرف ارادہ کی بنا پر اس کے نام بدی کا اندراج نہیں ہو گا جب تک کہ وہ عمل نہ کرے۔ پس اگر عمل کر لے گا تو دس بدیوں کے بجائے ایک ہی بدی اس کے نام پر لکھی جائے گی۔ اور ارادے کے باوجود اگر اس گناہ سے باز آ گیا تو بلا عمل بھی ایک نیکی کا اندراج ہو جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کا گناہ سے باز رہنا مجھ سے خوف کی بنا پر تھا۔“

اعمال کی چھ قسمیں یہ ہیں: خرم بن فاتک اسدی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”لوگ چار قسم کے ہوتے ہیں اور اعمال چھ قسم کے۔ بعض تو دنیا اور آخرت دونوں جگہ خوش نصیب نکلتے ہیں اور بعض صرف دنیا میں صاحب نصیب ہوتے ہیں اور آخرت میں صاحب نصیب نہیں ہوتے۔ اور بعض دنیا میں بدنصیب ہوتے ہیں اور آخرت کے لحاظ سے صاحب نصیب اور بعض بد بخت تو دنیا اور آخرت دونوں جگہ بدنصیب ثابت ہوتے ہیں۔“

دو قسمیں تو واجب کر دینے والی یعنی برابر کو برابر بدلہ ملے گا یا دس گنا زیادہ یا سات سو گنا زیادہ۔ دوسری نتیجہ بخش چیزیں دو ہیں۔ یعنی کوئی شخص مؤمن مر جائے اور اس نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو نتیجہ میں جنت اس کے لئے ہے۔ اور جو کافر مر گیا ہو تو نتیجہ میں اس کے لئے دوزخ ہے۔ اور جس نے نیکی کا ارادہ کیا لیکن عمل میں نہ لاسکا تو اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ اس کے دل نیک ہے یا بات تھی اور وہ اس کو عمل میں لانے پر حریص تھا اس لئے اس کے لئے نیکی لکھ دی جاتی ہے۔ اور کسی نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں کچھ نفع کیا تو کبھی تو دس حصے زیادہ ثواب ملتا ہے اور کبھی اس کے حسب حسن نیت سات سو تک اجر میں اضافہ ہو سکتا ہے۔ ② نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”نماز جمعہ میں تین آدمی حاضر ہوتے ہیں۔ ایک تو ایسے کہ جو بطور رسم آگئے ان کا آنا تو نفع ہے اور ان کا حصہ بھی نفع ہے۔ دوسرا ایسا شخص جو مسجد میں حاضر ہو کر دعا کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کی دعا قبول کرے اور چاہے تو نہ کرے۔ تیسرا ایسا شخص ہے جو مسجد میں حاضر ہو کر بالکل خاموش رہتا ہے۔ نمازیوں کی گردنیں پھاندتا ہوا آگے نہیں بڑھتا ہے۔ کسی کو دھکے نہیں دیتا اور تکلیف =

① صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ﴿وَأَنَّ طَائِفَاتٍ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ اتَّخَذُوا مَوَاطِنَ بَيْنَهُمَا.....﴾ ۳۱، صحیح مسلم،

۲۸۸۸؛ ابوداؤد، ۴۲۶۸؛ احمد، ۷/۴۶، ۴۷؛ ابن حبان، ۵۹۴۵؛ بیہقی، ۸/۱۹۰۔

② ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی فضل التفقہ فی سبیل اللہ ۱۶۲۵ وسندہ صحیح، نسائی ۳۱۸۸

احمد، ۴/۱۳۴۵ ابن حبان، ۳۱؛ ابن ابی شیبہ، ۲/۳۸۔

قُلْ إِنِّي هَدَىٰ رَبِّي إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۖ دِينًا قَبِيماً مِّلَّةَ إِبْرَاهِيمَ
حَنِيفًا ۖ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ﴿١٦١﴾ قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ
وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ﴿١٦٢﴾ لَا شَرِيكَ لَهُ ۚ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ
الْمُسْلِمِينَ ﴿١٦٣﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ مجھ کو میرے رب نے ایک سیدھا راستہ بتلا دیا ہے کہ وہ ایک دین ہے مستحکم جو طریقہ ہے ابراہیم علیہ السلام کا جس میں
ذرا کجی نہیں۔ اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔ [۱۶۱] آپ فرمادیجئے کہ بالحق میں میری نماز اور میری ساری عبادت اور میرا جینا
اور میرا مرنا یہ سب خالص اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو مالک ہے سارے جہان کا۔ [۱۶۲] اس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی کا حکم ہوا ہے اور میں
سب ماننے والوں سے پہلا ہوں۔ [۱۶۳]

= نہیں پہنچاتا تو اب آئندہ جمعہ تک اور اس کے بعد اور تین دن تک بھی اس کی یہ نماز گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے اور یہ اسی وجہ سے
ہے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ تم ایک نیکی کرو تو دس حصے اس کا اجر دوں گا۔ ﴿۱﴾

ابو ذر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”جو ہر مہینے تین دن روزہ رکھے تو اس نے گویا سال بھر کے روزے رکھ
لیے۔“ یہ اجر بھی اسی اصول موضوعہ کی بنا پر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق اپنی کتاب میں فرمادی ہے۔ ﴿۲﴾ چنانچہ ایک دن کا
روزہ دس دن کے برابر تو سال بھر میں چھتیس روزوں کا اجر تین سو ساٹھ روزوں کا اجر بن جاتا ہے۔ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے
نیز سلف کی ایک جماعت سے منقول ہے کہ آیت ﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرٌ مِّثْلُهَا﴾ میں حسنہ سے مراد کلمہ توحید یعنی (لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ) ہے اور ﴿مَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ﴾ الخ میں لفظ (سَيِّئَةٌ) سے شرک مراد ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں اور بھی بہت سی احادیث
آئیں ہوئی ہیں لیکن میں نے جس قدر بیان کیں وہی بہت کافی ہیں۔

نبی ﷺ پر انعامات الہی: [آیت: ۱۶۱-۱۶۳] اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو حکم دے رہا ہے کہ انہیں خبر کر دو کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ
پر بھیجئے کیسے انعامات کئے ہیں کہ صراط مستقیم کی طرف ان کی ہدایت کی جس میں کوئی کجی نہیں ہے جو ایک دین پر قائم ہے اور جو ملت
ابراہیم ہے۔ وہ کیسے ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا تھا۔ اس نے کبھی شرک نہیں کیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ ملت ابراہیم سے بے سمجھ کے
سوا کون روگردانی کرے گا۔ ﴿۳﴾ اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں ایسی کوشش کرو جیسا کہ کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو سب سے
برگزیدہ کر بنایا اور دین کے بارے میں کوئی تنگی تم سے متعلق نہیں رکھی۔ یہ وہی تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا مذہب اور مسلک ہے۔ ﴿۴﴾
اور فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام پر اللہ پرست انسان تھا وہ مخلص شخص تھا اور شرک سے ہمیشہ دور رہا۔ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر گزار رہا۔ ہم نے
اسے صراط مستقیم کی طرف ہدایت کی تھی۔ دنیا میں بھی اس کو نیکیاں حاصل تھیں اور آخرت میں بھی وہ نیک ترین بندوں میں شامل ہے۔

۱ ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب الکلام والإمام یخطب، ۱۱۱۳ وسندہ حسن۔

۲ ترمذی، کتاب الصوم، باب ماجاء فی صوم ثلاثة ایام من کل شهر، ۷۶۲ وسندہ ضعیف ابو عثمان اور سیدنا ابو ذر رضی اللہ عنہ کے
درمیان ایک مجہول راوی کا واسطہ ہے۔ نسائی، ۲۴۱۱؛ ابن ماجہ، ۱۷۰۸؛ احمد، ۱۵۴/۵۔

۳ ۲/ البقرة: ۱۳۰۔ ۴ ۲۲/ الحج: ۷۸۔

اب ہم تمہاری طرف وحی بھیجتے ہیں کہ ملت ابراہیم کی پیروی کرو۔ ① اس برتری کے اعتراف سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی اکرم ﷺ کو چونکہ اتباع ملت ابراہیم کا حکم ہے اسلئے ابراہیم علیہ السلام نبی اکرم ﷺ سے اکمل و افضل ہو گئے۔ اس لئے کہ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے ان کے مسلک کو اپنے اتباع سے قیام عظیم بخشا ہے اور ان کے دین کی تکمیل آپ ﷺ سے ہوئی ہے۔ اور کوئی نبی اس دین کی تکمیل نہ کر سکا اور یہ خاتم الانبیاء ہیں اولاد آدم کے مطلقاً سردار ہیں اور مقام محمود پر فائز ہیں کہ قیامت کے روز ساری مخلوق آپ ﷺ ہی کی طرف رجوع کرے گی حتیٰ کہ خود خلیل علیہ السلام بھی۔ ابن ابزی اپنے باپ سے روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ جب صبح ہوتی تو نبی اکرم ﷺ فرمایا کرتے کہ ”ہم ملت اسلام اور کلمہ اخلاص پڑھ کر صبح کرتے ہیں۔“ ②

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کونسا دین اللہ تعالیٰ کو زیادہ پسند ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ابراہیم حنیف کا دین۔“ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں اپنی شوہری نبی اکرم ﷺ کے شانہ پر رکھ دیتی اور آپ ﷺ کی پیٹھ کے پیچھے ہو کر حبشیوں کا کھیل دیکھتی اور جب تھک جاتی تو ہٹ جاتی۔ اس روز نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”یہود اس بات کو جان لیں کہ ہمارا دین بہت بڑا ہے اور میں شرک سے بالکل الگ رہنے والا دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔“ ③ اور فرمایا اللہ پاک نے کہ کہہ دو اے نبی! کہ میری نماز میری ساری عبادت میرا جینا اور مرنا سب رب العالمین کے لئے ہے۔ اور جیسا کہ فرمایا کہ اے نبی! تم اپنے رب ہی کی نماز پڑھو اور اسی کے لئے قربانی کیا کرو۔ ④ مشرکین تو اصنام کی عبادت کرتے تھے اور اصنام کے نام پر قربانی کرتے تھے۔ اللہ پاک ان سے مخالفت اور انحراف کا حکم دیتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سے اخلاص کے ساتھ نیت و عزم کا حکم ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ میری نماز اور میری عبادت سب کچھ اللہ تعالیٰ کے لئے ہے۔ ”نک“ زمانہ حج و عمرہ میں قربانی کو کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے بقرعید کے دن دود پنے ذبح کئے اور جب ذبح کرنے لگے تو فرمایا: ((لَبَّيْ وَجْهَيْهِ لِلدِّي فَطَرَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ حَنِيفًا وَمَا آتَانَا مِنَ الْمُنْشَرِكِينَ إِنَّ صَلَاتِي)) الخ۔ ⑤ اول المسلمین سے مراد اس امت کا پہلا مسلمان۔ تمام انبیاء علیہم السلام آپ ﷺ سے پہلے اسلام ہی کی دعوت دیتے تھے۔ اصل اسلام اللہ تعالیٰ کو موجود ماننا ہے اور اس کو وحدہ لا شریک سمجھنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے تم سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے ان سب کی طرف یہی وحی تھی کہ اللہ تعالیٰ ایک ہی ہے کوئی اس کا شریک نہیں۔ اور اسی کی عبادت کرو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نوح علیہ السلام اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ اگر تم مجھ سے منہ موڑتے ہو تو کیا میں نے تم سے تبلیغ و تعلیم کا کوئی معاوضہ مانگا تھا؟ مجھے تو اجر اللہ تعالیٰ دے گا مجھے تو حکم ہے کہ سب سے پہلے میں اسلام لاؤں۔ اور فرمایا جو ملت ابراہیم سے اعراض کرتا ہے وہ بڑا ہی بے سمجھ ہے۔ ہم نے اس کو دنیا میں بھی انتخاب کیا ہے اور وہ آخرت میں بھی بڑے اللہ پرستوں میں سے ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام سے کہہ دیا کہ اسلام لاؤ۔ وہ فوراً بول اٹھے ((أَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ)) ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں کو وصیت کی تھی اور یعقوب علیہ السلام نے بھی کہ اے لڑکوں! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس دین کو مخصوص کر دیا ہے۔ نہ مرنا جب تک کہ مسلمان نہ رہو۔ اور یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اے رب! تو نے مجھے ملک و دولت بخشی اور مجھے خواہوں کی تعبیر اور باتوں کی تاویل سکھائی۔ تو آسمان وزمین کا پیدا کرنے والا ہے تو دنیا و آخرت میں میرا ولی ہے تو مجھے مرنے تک مسلمان ہی رکھ اور مرنے کے

① ۱۶/ النحل، ۱۲۰، ۱۲۳۔ ② احمد، ۴۰۶/۳، وسندہ صحیح؛ عمل اليوم والليلة، ۱/۱۳۳، دارمی، ۲/۲۹۲

ابن ابی شیبہ، ۶۵۹۱، شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الصحيحة ۲۹۸۹)

③ احمد، ۱۱۶/۶، وسندہ حسن؛ مسند الفردوس، (۴/۱/۲) ④ الكوثر: ۲۔

⑤ ابوداؤد، کتاب الضحایا، باب ما يستحب من الضحایا: ۲۷۹۵؛ وهو حسن، ابن ماجہ، ۳۱۲۱۔

قُلْ أَغْبِرَ اللَّهُ أَبْنِي رَبًّا وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَلْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ إِلَّا عَلَيْهَا
وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَى ۗ ثُمَّ إِلَىٰ رَبِّكُم مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ فِيهِ

مُخْتَلِفُونَ ۝

ترجمہ: آپ فرمادیجئے کہ کیا میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو رب بنانے کے لئے تلاش کروں حالانکہ وہ مالک ہے ہر چیز کا اور جو شخص بھی کوئی عمل کرتا ہے وہ اسی پر رہتا ہے اور کوئی دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گا پھر تم سب کو اپنے رب کے پاس جانا ہوگا۔ پھر وہ تم کو جلا دیں گے جس جس چیز میں تم اختلاف کرتے تھے۔ [۱۶۳]

بعد صالحین میں میرا شمار کر۔ ① اور موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا اے لوگو! اگر تم ایمان رکھتے ہو تو اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ کرو۔ تو ان کی امت نے کہا تھا کہ ہم اپنے رب ہی پر توکل کرتے ہیں کہ اے رب! ہمیں ظالموں کا نشانہ نہ بنا اور اپنی رحمت سے ان کافروں کے تسلط سے ہمیں نجات عطا فرما۔ ② اور فرمایا کہ ہم نے توریت نازل فرمائی جس میں ہدایت ہے اور نور ہے جس کے ذریعہ ان کے بعد اسلام لانے والے انبیاء یہودیوں اور ربانیوں اور احبار کے درمیان فیصلے فرمایا کرتے تھے۔ ③ اور فرمایا کہ جب ہم نے حواریوں سے کہا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ تو کہنے لگے ہاں ہم ایمان لائے اور اے اللہ تعالیٰ تو گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔ ④ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اس نے تمام رسولوں کو اسلام دے کر بھیجا تھا لیکن انبیاء کی یہ باتیں اپنی اپنی شریعت کا لحاظ کرتے ہوئے الگ الگ مسلک پر تھیں اور بعض نبی بعض کے فردی مسلک کو نسخ کر کے اپنا مسلک جاری کرتے یہاں تک کہ شریعت محمدی کے ذریعہ دوسرے سب ادیان منسوخ ہو گئے اور دین محمدی کبھی منسوخ نہیں ہوگا ہمیشہ قائم اور منصور رہے گا۔ قیام قیامت تک اس کے جھنڈے بلند رہیں گے۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”ہم معاشرانیا علانی اولاد ہیں یعنی جیسے علانی اولاد کا باپ ایک ہوتا ہے ہم سب کا دین بھی ایک ہے۔ ⑤ سب وحدۃ لا شریک کو مانتے ہیں اسی کی عبادت کرتے ہیں۔ اگرچہ شریعتیں بدلی ہوئی ہوں۔ یہ شریعتیں بمنزلہ ماؤں کے ہیں جیسا کہ اخیانی بھائی اس کے برعکس ہوتے ہیں کہ ماں ایک ہی ہوتی ہے اور باپ الگ الگ ہوتے ہیں اور حقیقی بھائی ایک ہی ماں اور ایک ہی باپ کی اولاد ہوتے ہیں۔ تو گویا امت کی مثال باہم سنگے بھائیوں کی طرح ہے۔“

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب نماز کی تکبیر کہنے لگتے تو یہ کہہ کر شروع کرتے۔ ((وَجْهَتْ وَجْهِي لِلدَّيْنِ)) (الی آخرہ) پھر نماز سے پہلے یا بعد یہ دعا مانگتے ((اللَّهُمَّ أَنْتَ الْمَلِكُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ رَبِّي وَأَنَا عَبْدُكَ ظَلَمْتُ نَفْسِي وَاعْتَرَفْتُ بِذَنْبِي فَأَعْفِرْ لِي ذُنُوبِي جَمِيعًا لَا يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا أَنْتَ وَاهْدِنِي لِأَحْسَنِ الْأَخْلَاقِ لَا يَهْدِي لِأَحْسَنِهَا إِلَّا أَنْتَ وَأَصْرِفْ عَنِّي سَيِّئَاتِي لَا يَصْرِفُ عَنِّي سَيِّئَاتِي إِلَّا أَنْتَ تَبَارَكْتَ وَتَعَالَيْتَ اسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ)) ⑥ اسلاف کو اخلاف کے نیک اعمال کا ثواب ملتا ہے: [آیت: ۱۶۳] اے نبی! ان مشرکین سے اخلاص عبادت اور توکل سے متعلق کہہ دو کہ کیا میں رب کو چھوڑ کر کسی اور کو اپنا رب بناؤں اور وہ تو ہر اس چیز کا رب ہے جس کو میں رب بناؤں گا۔ وہ رب یکتا

① ۱۲/یوسف: ۱۰۱۔ ② ۱۰/یونس: ۸۴، ۸۶۔ ③ ۵/المائدہ: ۴۴۔ ④ ۵/المائدہ: ۱۱۱۔

⑤ اس کی تخریج سورۃ المائدہ آیت ۲۸ کے تحت گزر چکی ہے۔ ⑥ صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ

ودعائه بالليل، ۷۷۱؛ ابوداؤد، ۷۶۰؛ ترمذی، ۳۴۲۲؛ نسائی، ۵۲۹۲؛ احمد، ۱۰۲/۱؛ ابن حبان، ۱۷۷۱۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلِيفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ

لِيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٦٥﴾

ترجمہ: اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں صاحب اختیار بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا۔ تاکہ تم کو آزمائے ان چیزوں میں جو تم کو دی ہیں۔ بالیقین آپ کا رب جلد سزا دینے والا ہے۔ اور بالیقین وہ واقعی بڑی مغفرت کرنے والا مہربانی کرنے والا ہے۔ [۱۶۵]

میری تربیت کرتا ہے میری حفاظت فرماتا ہے وہ میرے ہر امر میں میرا مدد ہے۔ میں تو اس کے سوا کسی اور کی طرف نہیں جھکوں گا۔ کیونکہ ساری مخلوق اسی کی ہے۔ حکم کا حق صرف اسی کو ہے۔ غرض یہ کہ اس آیت میں اخلاص و توکل کا حکم ہے جیسا کہ اس سے پہلے کی آیت میں اخلاص عبادت کی تعلیم تھی۔ اور یہ مضمون قرآن میں کثرت کے ساتھ ایک دوسرے سے ملتا جلتا دیکھا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ تم یوں کہا کرو کہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ① اور فرمایا اسی کی عبادت کرو اور اسی پر بھروسہ کرو۔ اور فرمایا کہ وہ دودھ رحمن ہے ہم ایمان لائے اور اسی پر توکل کیا۔ ② اور فرمایا وہ شرق و غرب کا رب ہے وہ دیکھتا ہے۔ اسی کو اپنا وکیل سمجھو۔ ③ اور اسی جیسی آیتیں ہیں۔ فرماتا ہے کہ کوئی شخص اگر گناہ مناسبت عمل کرے گا تو اس کے گناہ کا رد عمل خاص اسی پر ہوگا۔ ایک کے گناہ کا بوجھ دوسرا نہیں اٹھائے گا اور اس کا کفارہ نہیں بنے گا۔ ان آیتوں کے ذریعہ خبر دی جا رہی ہے کہ قیامت کے روز جو سزا ہوگی وہ حکمت اور عدل کی بنیاد پر ہوگی اعمال کا بدلہ عمل کرنے والے نفس ہی کو ملے گا۔ نیکی کی تو نیک بدلہ اور بدی کی تو بد بدلہ۔ ایک کی خطا دوسرے کے سر نہیں منڈھی جائے گی۔ یہی تو اس کا عدل ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ گناہ کا کام کوئی کرے تو اس کا بوجھ کوئی اور نہیں اٹھائے گا خواہ اس کا کتنا ہی کوئی قرہبی کیوں نہ ہو۔ ④ ﴿فَلَا يَخَافُ ظُلْمًا وَلَا هَضْمًا﴾ ⑤ کی تفسیر میں علمائے کہا کہ کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا کہ دوسرے کے گناہ کا بوجھ اپنے سر لے اور نہ یہ ظلم ہوگا کہ اس کی نیکی میں سے کچھ کمی ہو۔ اور فرمایا کہ ہر نفس اپنے عمل بد کی وجہ سے مجبوس رہے گا سزا ملنے تک چھکارا نہ ہوگا مگر اصحابِ بیہین ⑥ یعنی سیدھی طرف والے آزاد رہیں گے کہ ان کے نیک اعمال کی برکت ان کی ذریعات اور اہل قرابت تک جا پہنچے گی۔ جیسا کہ سورہ طور میں فرمایا جو لوگ ایمان لاتے ہیں اور ان کے اتباع میں ان کی ذریت بھی مؤمن بنتی ہے تو ذریت کے ایمان اور اعمال صالحہ کا اثر ان کے اسلاف تک پہنچتا ہے۔ یعنی اسلاف کو بھی اخلاف کے اعمال نیک کا ثواب ملتا ہے لیکن اخلاف کے اجر میں سے کمی نہیں ہوتی اور جنت میں مدارج عالیہ میں ان کی نیک ذریت کے پاس ان کے اسلاف کو بھی ہم پہنچا دیتے ہیں اور بیٹے کی نیکی کا بدلہ باپ کو بھی ملتا ہے اگرچہ وہ اعمال نیک میں بیٹے کا شریک نہیں تھا۔ اور ان بلند مدارج اخلاف کے ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی اور دونوں کو ہم برابر کر دیں گے بلکہ اہل بائیں منزل آباء تک ان کی برکت اعمال کے سبب پہنچا دیتا ہے۔ یہ اس کا خاص فضل ہے۔ اور فرمایا کہ ہر آدمی اپنے کیے کے لئے رہن ہے یعنی اپنی بد کرداری کے اندر ماخوذ ہے۔ پھر فرمایا کہ تم اپنے رب کی طرف ہی لوٹ کر جاؤ گے۔ یعنی جو کرنا چاہتے ہو اپنی جگہ پر کرو اور ہم بھی اپنی جگہ پر اپنا کام کریں گے۔ آخر تم کو ایک دن تو ہمارے سامنے آنا ہی پڑے گا اور وہ اللہ تعالیٰ تو مومنین اور مشرکین سب کو ان کے اعمال سے آگاہ کر دے گا اور دنیا میں آخرت سے متعلق جو اختلافات رکھتے تھے سب عیاں ہو جائیں گے۔ اور فرمایا کہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کہہ دو کہ تم نے جو گناہ کئے ہوں گے اس کی

① ۱/ الفاتحہ: ۵۔ ② ۶۷/ الملک: ۲۹۔ ③ ۷۳/ المزمل: ۹۔
④ ۳۵/ فاطر: ۱۸۔ ⑤ ۲۰/ طہ: ۱۱۲۔ ⑥ ۷۴/ المدثر: ۲۸۔

بابت سوال ہم سے نہیں ہوگا اور ہمارے اعمال کی پرستش تم سے نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو جمع کرے گا پھر حق وانصاف کے ساتھ فیصلہ کرے گا۔ وہ قیام و عظیم ہے۔ ①

درجات کی تقسیم ایک آزمائش ہے: [آیت: ۱۶۵] ارشاد ہوتا ہے کہ تم یکے بعد دیگرے زمین میں بستیاں بساتے تھے اور اسلاف کے بعد اخلاف کا زمانہ آتا رہتا تھا۔ ایک دوسرے کے جانشین ہوئے۔ جیسا کہ فرمایا اگر ہم چاہتے تو تمہارے جانشین تمہاری اولاد یا کسی اور کو بنانے کی بجائے فرشتوں کو بنا دیتے اور تمہارے بعد وہ تمہاری جگہ لے لیتے۔ اور فرمایا کہ یہ زمین اس نے تمہیں یکے بعد دیگرے دی۔ اور فرمایا کہ میں زمین میں ایک اپنا خلیفہ بنانا چاہتا ہوں۔ اور فرمایا ممکن ہے کہ عن قریب تمہارا رب تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے اور تم کو اس کی جگہ پر لایا بٹھائے اور پھر یہ دیکھے کہ اس کے بعد تم آ کر کیا کردار پیش کرتے ہو۔ اور فرمایا کہ ایک سے اوپر ایک کے درجات بنائے گئے ہیں یعنی ارزاق اور اخلاق اور محاسن اور مساوی مناظر اور اشکال والوان میں سب ایک دوسرے سے کم زیادہ ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ہم نے ان کی دنیاوی زندگی میں ان کی باہمی معیشت کو تقسیم کر دیا ہے اور بعض کے درجے بعض سے اونچے رکھے ہیں۔ ② کوئی امیر ہے کوئی غریب اور کوئی آقا ہے اور کوئی اس کا نوکر۔ اور فرمایا غور تو کرو کہ ہم کسی کو کسی پر کیسی برتری اور ترجیح دیتے ہیں لیکن دنیاوی درجات سے قطع نظر آخرت کے درجات بڑی چیز ہیں اور بڑی فضیلت رکھتے ہیں۔ اور فرمایا کہ یہ تفریق مدارج اس لئے ہے تاکہ ہم تمہیں آزمائیں۔ دولت مند کو دولت دے کر اس سے پوچھا جائے گا کہ اس دولت کا شکر کس طرح ادا کیا تھا۔ اور غریب سے پوچھا جائے گا کہ اپنی غربت پر صبر بھی کیا تھا یا نہیں۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”دنیا شاداب و سرسبز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دوسروں کے بعد اب تم کو دنیا سے متنع ہونے کا موقع دیا ہے اور تمہیں ان کا جانشین بنایا۔ اب ہم دیکھیں گے کہ ان کے بعد اب تم کیا کردار پیش کرتے ہو۔ اے لوگو! دنیا سے ڈرو اور عورتوں سے ڈرو۔ پہلا فتنہ جو بنی اسرائیل میں پیدا ہوا تھا وہ عورتوں ہی سے متعلق تھا۔“ ③ اور فرمایا کہ ”رب تعالیٰ جلد ترسزادینے والا ہے۔ یعنی دنیا کی زندگی جلد تر ختم ہو جائے گی اور عاقبت و سزا سے سابقہ پڑ جائے گا اور وہ بڑا غفور اور رحیم بھی ہے۔“

یہاں خوف بھی دلایا جا رہا ہے اور ترغیب بھی دی جا رہی ہے کہ اس کا حساب اور عقاب جلد تر آ جائیں گے اور اللہ کی نافرمانی اور رسولوں کی مخالفت کرنے والے ماخوذ ہو جائیں گے۔ جس نے اللہ تعالیٰ کو دوست بنایا اللہ تعالیٰ اس کا والی اور غفور ہے اور رحیم ہے۔ اکثر جگہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفیں یعنی غفور اور رحیم ہمیشہ ساتھ ساتھ آئی ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ تمہارا رب اپنے بندوں کے گناہوں کو بخشنے کے بارے میں بڑا صاحب مغفرت ہے۔ اور اس کے ساتھ اس کی پکڑ بھی بڑی سخت ہوتی ہے۔ ④ اور فرمایا اے نبی! میرے بندوں سے کہہ دو کہ میں غفور اور رحیم ہوں اور میرا عذاب بھی بڑا سخت عذاب ہے۔ ⑤ ترغیب و ترہیب پر مشتمل آیات بڑی کثرت سے ہیں۔ کبھی تو بندوں کو جنت کے صفات بیان کر کے ترغیب دیتا ہے اور کبھی دوزخ کا ذکر فرما کر اس کے عذاب اور قیامت کی ہولناکیوں سے ڈراتا ہے اور کبھی ایک ساتھ دونوں کا ذکر فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے احکام میں ہمیں اپنا اطاعت گزار بنانے اور گنہگاروں کے زمرے سے دور رکھے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر مؤمن یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ کا عذاب کتنا سخت ہوتا ہے تو کوئی جنت کی طمع تک نہ کرے گا کہ دوزخ سے چھٹکارا پا جاؤں تو بس ہے اور اگر کافر یہ معلوم کر لے کہ اللہ تعالیٰ کی =

① ۳۴/۲۶، سبا: ۲۶، ۴۳/الزخرف: ۳۲۔

-

③ صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر أهل الجنة الفقراء و أكثر أهل النار النساء..... ۲۷۴۲، ترمذی، ۲۱۹۱، ابن ماجہ،

۴۰۰۰؛ احمد، ۱۹/۳؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۱۰۱؛ ابن حبان، ۳۲۲۱۔ ④ ۱۳/الرعد: ۶۔ ⑤ ۱۵/الحجر: ۲۹۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الْمَصِّ ۝ كِتَابٌ أَنْزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنذِرَ بِهِ وَذِكْرَىٰ
لِلْمُؤْمِنِينَ ۝ اتَّبِعُوا مَا أَنْزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مِن دُونِهِ أَوْلِيَاءَ ۝

قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ۝

ترجمہ: شروع کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

الْمَصِّ [۱] یہ ایک کتاب ہے جو آپ کے پاس اس لئے بھیجی گئی ہے کہ آپ اس کے ذریعہ سے ڈرائیں سو آپ کے دل میں اس سے بالکل تنگی نہ ہونا چاہیے اور نصیحت ہے ایمان والوں کے لئے۔ [۲] تم لوگ اس کا اتباع کرو جو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر دوسرے رفیقوں کا اتباع مت کرو تم لوگ بہت ہی کم نصیحت مانتے ہو۔ [۳]

= رحمت کیسی زبردست ہے تو وہ بھی جنت سے مایوس نہ ہو حالانکہ اس کو جنت کا استحقاق ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رحمت کے سوحے رکھے ہیں اس میں سے ایک حصہ اپنی ساری مخلوقات کے درمیان تقسیم کر دیا کہ اسی کے حصہ رسدی کے سبب دنیا میں لوگ اور جانور ایک دوسرے پر رحم کرتے ہیں اور ہمدردی کرتے ہیں۔ اور باقی ننانوے حصے رحم کے اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے رکھ لئے ہیں۔ [۱] اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ اس کی رحمت کیسی زبردست ہوگی۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا کیا تو اپنی کتاب لوح محفوظ میں لکھ دیا ہے جو اس کے پاس فوق العرش ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب رہے گی۔ [۲] اسی ایک حصہ کی یہ برکت ہے کہ جانور گائے اونٹنی وغیرہ بھی بچے کو پھل دینے سے بچتی ہے اور بچہ پاؤں کے نیچے آ رہا ہو تو بچتی اور احتیاط کرتی ہے۔“ [۳]

تفسیر سورۃ اعراف

قرآن نصیحت اور کتاب ہدایت ہے: [آیت: ۱-۳] حروف مقطعات اور ان کے معنی اور ان سے متعلق اختلاف کے بارے میں سورہ بقرہ میں بات گزر چکی ہے۔ ﴿الْمَصِّ﴾ یعنی (آنا اللہ اَفْصَلُ) یہ کتاب تمہارے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہے۔ اب اس کی تبلیغ اور انداز میں تم اپنے دل کے اندر کوئی کوتاہی اور تنگی نہ آنے دو۔ اور ایسا صبر اختیار کرو جیسا کہ اولوالعزم پیغمبروں نے صبر اختیار کیا تھا۔ اس تزیل کا مقصد یہ ہے کہ اس کے ذریعہ کافروں کو ڈراؤ۔ اور مؤمنین کے لئے تو یہ قرآن نصیحت ہے ہی۔ ان مؤمنین نے تو قرآن نازل شدہ کا اتباع کر لیا ہے اور نبی امی ﷺ نے جو کتاب پیش کی ہے اس کے نقش قدم پر چل رہے ہیں اب اس کو چھوڑ کر غیر کے پیچھے نہ پڑنا ورنہ اللہ تعالیٰ کے دائرہ حکم سے نکل کر غیر کے حکم میں چلے جاؤ گے۔ لیکن عبرت و نصیحت حاصل کرنے والے بہت کم ہوتے ہیں اور تم سب ہی کو عبرت نہیں دلا سکتے، خواہ کتنی ہی حرص و کوشش کیوں نہ کرو۔ اور فرمایا کہ اگر تم ہر کسی کو خوش رکھنے =

① احمد، ۴۸۴/۲، وهو صحیح اس معنی کی روایت صحیح مسلم ۲۷۵۵ میں بھی موجود ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَمَنْ حَرَمَ اللَّهُ نَفْسَهُ﴾ ۷۴: ۰۴، صحیح مسلم، ۲۷۵۱، ترمذی،

۳۵۴۳، ابن ماجہ، ۴۲۹۵، ابن حبان، ۶۱۴۳، احمد، ۳۱۳/۲، صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب جعل اللہ

الرحمة فی مائة جزء، ۶۰۰۰، صحیح مسلم، ۲۷۵۲، ابن حبان، ۶۱۴۸۔

وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ ۖ فَمَا كَانَ دَعْوَاهُمْ

إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ۖ فَلَنَسْتَلِمْ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ

وَلَنَسْتَلِمْ الْمُرْسَلِينَ ۖ فَلَنَقْصُصَنَّ عَلَيْهِمْ مَا كُنَّا غَابِئِينَ ۙ

ترجمہ: اور بہت بستیوں کو ہم نے تباہ کر دیا اور ان پر ہمارا عذاب رات کے وقت پہنچایا ایسی حالت میں کہ وہ دوپہر کے وقت آرام میں تھے۔ [۴] سو جس وقت ان پر ہمارا عذاب آیا اس وقت ان کے منہ سے بجز اس کے اور کوئی بات نہ نکلتی تھی کہ واقعی ہم ظالم تھے۔ [۵] پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے۔ [۶] پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں ان کے روبرو بیان کر دیں گے اور ہم کچھ بے خبر نہ تھے۔ [۷]

= کی کوشش کرو گے تو یہ لوگ تم کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے بھٹکادیں گے۔ ① اکثر لوگ ایمان نہیں لاتے ہیں اور مشرک رہ جاتے ہیں۔ ② ظالموں کا اعتراف جرم اور انکی تباہی: [آیت: ۴-۷] کتنی ہی بستیوں کو ہم نے مخالفت رسول کے سبب ہلاک کر دیا ہے اور دنیا اور آخرت کی رسوائی ان کے پیچھے لگا دی۔ جیسا کہ فرمایا کہ تم سے پہلے رسولوں کے ساتھ مذاق کیا گیا اور یہ استہزاء کرنے والے اس کی سزائیں ہلاک کر دیے گئے جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے بہت سی بستیوں کو ان کے گناہوں کے سبب جب ہلاک کر دیا تو ان کے بڑے بڑے محل اور مضبوط مکانات اجڑے اور گرے پڑے ہو گئے ان کے چشمے اور نہریں ٹوٹ پھوٹ گئیں اور فرمایا وہ اپنی فراخی معیشت پر اترائے تو ہم نے انہیں ہلاک کر دیا ان کے گھر ایسے ہو گئے گویا کوئی ان میں رہا ہی نہ تھا مگر تھوڑے سے لوگ بچ رہے۔ اب ان کے وارث ہم ہی ہیں۔ اور فرمایا کہ ہمارا عذاب ان کے پاس سوتے میں آیا یا دوپہر کی استراحت کے وقت اچانک طور پر۔ اور یہ دونوں وقت غفلت کے ہوتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کیا ان لوگوں کو اس کا ڈر نہیں کہ ہمارا عذاب رات میں سوتے ہوئے اچانک ان کو آگھیرے گا یا صبح سویرے آجائے گا اور وہ اپنے خرافات ہی میں مبتلا رہیں۔ اور یہ اپنے گناہوں سے چالبازی کرنے والے کیا اس بات سے نہیں ڈرتے کہ اللہ تعالیٰ انہیں زمین میں دھنسا سکتا ہے یا ایسا اچانک عذاب آ سکتا ہے کہ ان کے وہم اور گمان میں بھی نہ ہو۔ یا ان کے سفر میں انہیں آ پکڑے گا اور وہ اس کا تو نہیں کر سکتے۔ اور فرمایا کہ جب عذاب ان پر آ ہی پڑتا ہے تو بجز یہ کہنے کے بن نہ پڑے گی کہ قصور ہمارا ہی تھا۔ جیسا کہ فرمایا کہ بہت سی ایسی بستیوں کو جو حد سے تجاوز کر گئی تھیں ہم نے برباد کر دیا ہے۔ یہ آیت بالانہی اکرم ﷺ کی اس حدیث کی واضح دلیل ہے کہ ”کوئی قوم نہیں ہلاک کی گئی جب تک ان کے سارے عذرات ختم نہیں کر دیئے گئے۔“

عبدالملک سے پوچھا گیا کہ یہ کس طرح ہوگا تو یہی آیت پڑھی تھی کہ جب ہمارا عذاب آ ہی پہنچا تو یہی کہتے بنی کہ زیادتی ہماری ہی طرف سے تھی۔ اور فرمایا کہ جن کی طرف نبی بھیجے گئے ان سے ضرور باز پرس ہوگی۔ جیسا کہ فرمایا ان سے پوچھا جائے گا کہ رسولوں کو تم نے کیا جواب دیا تھا جب کہ انہوں نے اپنا فریضہ تبلیغ ادا کیا تھا۔ اور فرمایا اس روز اللہ تعالیٰ رسولوں کو جمع فرمائے گا اور پوچھے گا کہ تمہاری قوم نے تمہیں کیا جواب دیا تھا؟ وہ کہیں گے ہم کو علم نہیں تو غیب کی بات جاننے والا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ بروزی قیامت ان لوگوں سے پوچھے گا کہ تم نے رسولوں کو کیا جواب دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا کہ ہم یہ سوال رسولوں سے بھی کریں گے اور ان کی قوموں سے بھی کریں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”تم لوگ ذمہ دار افسر ہو تم سب سے اپنے اپنے زیر اثر اور ماتحتوں کے بارے میں پرسش ہوگی۔“

وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿٨﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ بَاكِلُوا بِلَيْتِنَا يَظْلِمُونَ ﴿٩﴾

ترجمہ: اور اس روز وزن بھی واقع ہوگا پھر جس شخص کا پلہ بھاری ہوگا سوائے لوگ کامیاب ہوں گے۔ [۸] اور جس شخص کا پلہ ہلکا ہوگا سو یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے اپنا نقصان کر لیا بسبب اس کے کہ ہماری آیتوں کی حق تلفی کرتے تھے۔ [۹]

= بادشاہ سے پرش ہوگی رعیت کے بارے میں مرد سے پرش ہوگی بیوی بچوں کے بارے میں عورت سے پرش ہوگی اسکے شوہر کے بارے میں اور خادم سے پرش ہوگی اسکے آقا کے مال کے بارے میں۔ ① اور فرمایا ہم یقین کے ساتھ ان کو سب کچھ بتادیں گے اور ہم بے خبر تو ہیں نہیں۔ قیامت کے روز ان کا نامہ اعمال کھولا جائے گا اور ان کے اعمال کی جانچ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ہر شے کو دیکھتا ہے وہ تو چوری سے نظر ڈالنے پر بھی واقف ہے۔ دلوں کے بھید کو جانتا ہے۔ پتا گر جائے یا اندھیرے میں کوئی دانہ پڑا ہو اس کو علم ہے کتاب مبین میں کیا نہیں رطب وایس سب کچھ ہے۔

قیامت اور میزان عدل: [آیت: ۸-۹] ارشاد ہے کہ اعمال کو قیامت میں وزن کرنا حق ہے تاکہ کسی پر ظلم نہ ہونے پائے۔ جیسا کہ فرمایا ہم بروز قیامت عدل کی ترازو قائم کریں گے تاکہ کسی پر ظلم نہ ہونے پائے۔ رائی کے دانے برابر بھی کوئی عمل ہوگا تو وہ بھی رہ نہ جائے گا۔ شمار کے لئے ہم کافی ہیں۔ اور فرمایا اللہ تعالیٰ ذرہ برابر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا۔ اگر ایک نیکی ہو تو اس کو دو گنا تکنا کرتا جاتا ہے۔ ایسا عظیم اس کے اپنی طرف سے بطور انعام ہے۔ ② اور فرمایا توں میں جو بھاری اترا وہ بڑے مزے میں رہا اور جو ہلکا اترا وہ دوزخ میں جاگرا۔ جانتے ہو "ہادیہ" کیا ہے؟ دکتی ہوئی آگ ہے۔ اور فرمایا جب صور پھونکا جائے گا تو رشتے ناٹے سب ختم ہو جائیں گے ورنہ کوئی کسی کو پوچھے گا۔ جس کا وزن بھاری رہا وہ تو کامیاب رہا اور جو ہلکا رہا وہ بڑے خسارے میں پڑا اور ہمیشہ کا جہنم اس کا ٹھکانہ وا۔ میزان میں جو چیز تولی جائے گی بعض نے کہا وہ نفس اعمال ہیں۔ اگر چہ وہ اعراض ہیں یعنی غیر مادی چیز ہیں لیکن اللہ تعالیٰ انہیں سم دے دے گا۔ اسی مضمون کی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ "سورۃ بقرہ اور سورۃ آل عمران قیامت کے روز دوزخ والوں کی صورت میں سامنے آئیں گی یا دوسا تبا نون یا آسمان پر پھیلے ہوئے پرندوں کے جھنڈ کی صورت میں ہوں گی۔ ③ اور صحیح حدیث میں ہے کہ قرآن پڑھتے رہنے والے کے پاس قرآن ایک نوجوان خوش رنگ کی شکل میں آئے گا۔ قاری پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا میں آن ہوں رات بھر تمہیں جگا تا رہا اور دن بھر تمہیں تعیل حکم۔ صوم میں پیسا سا رکھا۔" ④ قصہ سوال قبر میں ہے کہ "مومن کے پاس قبر میں خوبصورت نوجوان خوشبودار آئے گا۔ صاحب قبر پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ کہے گا میں تمہارا عمل صالح ہوں۔" ⑤ حدیث بطاقتہ میں ہے "ایک آدمی کو ایک کانڈ کا پرزہ دیا جائے گا اور وہ ترازو کے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے گا اور دوسرے پلڑے میں =

صحیح بخاری، کتاب الجمعة، باب الجمعة فی القرئ والمدن ۸۹۳؛ صحیح مسلم، ۱۸۲۹؛ ابوداؤد، ۲۹۲۸؛ مذی، ۱۷۰۵؛ ابن حبان، ۴۴۷۲؛ بیہقی، ۲۸۷/۶۔ ② ۴/النساء: ۴۰۔

صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب فضل قراءة القرآن وسورة البقرة، ۸۰۵، مصنف عبدالرزاق، ۵۹۹۱؛ احمد، ۴۹؛ ابن حبان، ۱۱۶؛ حاکم، ۱/۵۶۴۔ ④ ابن ماجہ، کتاب الأدب، باب ثواب القرآن ۳۷۸۱ وسندہ حسن، نائل القرآن لابی عبید بن سلام، ص ۳۶؛ احمد، ۳۴۸/۵۔

احمد، ۲۸۷/۴، ۲۸۸؛ وهو حدیث صحیح، الترغیب والترہیب ۵۲، ۲۱۔

وَلَقَدْ مَكَّنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ ط قَلِيلًا مَّا تَشْكُرُونَ ﴿٥﴾

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ ط فَسَجَدُوا إِلَّا

إِبْلِيسَ ط لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ﴿٦﴾

توضیح: اور بے شک ہم نے تم کو زمین پر رہنے کی جگہ دی اور ہم نے تمہارے لئے اس میں سامان زندگی پیدا کیا تم لوگ بہت ہی کم شکر کرتے ہو۔ [۱] اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر ہم ہی نے تمہاری صورت بنائی پھر ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو سب نے سجدہ کیا بجز ابلیس کے وہ سجدہ کرنے والوں میں شامل نہ ہوا۔ [۲]

تنانوے کاغذ کے طومار رکھے جائیں گے۔ ہر ایک اتنا بڑا ہوگا کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے۔ اس بطاقہ میں لکھا ہوگا (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) وہ کہے گا کہاں یہ کاغذ کا ٹکڑا اور کہاں یہ پورے کے پورے دفتر تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا مگر تمہارے ساتھ ظلم نہیں کیا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”وہ گناہوں کے طومار دفتر کے دفتر ترازو میں ہلکے ہو جائیں گے اور وہ کاغذ کا چھوٹا سا بطاقہ وزنی ہو جائے گا۔“ [۱] اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ عمل یا اعمال نامہ نہیں وزن کیا جائے گا بلکہ صاحب عمل وزن کیا جائے گا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ”قیامت کے روز ایک موٹا سا آدمی لایا جائے گا لیکن وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پریشہ کے برابر بھی وزن نہ رکھتا ہوگا۔“ پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿فَلَا نَقِيسُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا﴾ [۲] عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما کی ستائش کرتے ہوئے فرمایا کہ ”تم کو ابن مسعود کی پتی پتی ٹانگوں پر تعجب کیوں ہے اللہ تعالیٰ کی قسم یہ میزان میں تلے گا تو اس کی پتی ٹانگیں احد پہاڑ سے زیادہ وزنی ثابت ہوں گی۔“ [۳] ان تینوں روایتوں کو یوں جمع کیا جاسکتا ہے کہ کبھی اعمال تولے جائیں گے اور کبھی اعمال تائے کبھی عمل کرنے والا۔

خالق کے مخلوق پر احسانات: [آیت: ۱۰-۱۱] اللہ بندوں پر اپنے احسان کا ذکر فرماتا ہے کہ ہم نے اس قدر تسلط دیا کہ دنیا میں تم حکومت کرنے لگے اور زمین پر اپنی جڑیں مضبوط کر لیں اپنی نہریں جاری کر دیں اپنے گھر اور شاندار محل بنائے اور ساری مفتحتیں اپنے لئے پیدا کر لیں۔ ہم نے ان کے لئے ابر کو مسخر کر دیا تاکہ پانی برسا کر زمین سے ان کے لئے رزق پیدا کرے اور زمین میں ان کے لئے ذریعہ معاش حاصل ہو جس میں وہ تجارت کریں اور تم قسم کے اسباب راحت اپنے لئے پیدا کریں۔ پھر بھی یہ ان ساری نعمتوں کا شکر ادا نہیں کرتے۔ جیسا کہ فرمایا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو گننا چاہو تو گن نہ سکو گے۔ انسان بڑا ہی ظالم اور ناشکر گزار ہے۔ [۱] لفظ (مَعَايِش) کو سب لوگ (ی) کے ساتھ پڑھتے ہیں۔ یعنی ہمزہ کے ساتھ (مَعَايِش) نہیں پڑھتے لیکن عبد الرحمن بن ہرماز کو ہمزہ سے پڑھتے ہیں۔ اور صحیح تو یہی ہے کہ جو اکثر کا خیال ہے یعنی بلا ہمزہ۔ اس لئے کہ ”معايش“ جمع (معيشة) کی ہے۔

- ① ترمذی، کتاب الإیمان، باب ماجاء فيمن يموت وهو يشهد أن لا اله الا الله ۲۶۳۹ وسنده صحيح، ابن ماجه، ۴۳۰۰
- ② صحيح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الكهف باب ﴿أولئك الذين﴾ احمد، ۲/۲۱۳؛ حاکم، ۶/۱؛ ابن حبان، ۲۲۵۔
- ③ کفر و ابرہم و لقاہ فحبطت أعمالہم﴾ ۴۷۲۹؛ صحيح مسلم ۲۷۸۵۔
- ④ احمد، ۱/۴۲۰، ۴۲۱، وسنده حسن، مسند الطيالسي، ۲۵۶۱ مسند ابی يعلى، ۵۳۱۰؛ مجمع الزوائد، ۹/۲۸۹۔
- ⑤ ۱/۴ ابراهيم: ۳۴۔

یہ مصدر ہے اس کے افعال (عاش، یعیش، معیشتہ) اس مصدر کی اصلیت ہے۔ (معیشتہ) کسرہ (ی) پر قتل تھا اس لئے عین کی طرف منتقل کر دیا گیا اور لفظ (معیشتہ، معیشتہ) بن گیا۔ پھر اس واحد کی جمع بنائی گئی تو (ی) کی طرف حرکت پھر لوٹ آئی کیونکہ اب ثقات باقی نہیں رہی چنانچہ کہا گیا کہ (معایشش) کا وزن مفاعل ہے اس لئے کہ اس لفظ میں (ی) اصلی ہے۔ بخلاف مدائن صحائف اور بصائر کے کہ یہ مدینہ صحیفہ اور بصیرۃ کی جمع ہیں۔ اس لئے کہ (ی) اس میں زائد ہے لہذا جمع بروزن مفاعل ہوگی اور ہمزہ بھی آئے گا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

پیدائش اور فضیلت آدم ﷺ: اللہ پاک اس مقام پر ابوالبشر حضرت آدم ﷺ کی فضیلت اور ان کے دشمن ابلیس کا ذکر فرما رہا ہے جس کو بنو آدم اور آدم ﷺ سے بغض ہے تاکہ لوگ اس دشمن ابلیس سے بچنے لگیں اور اس کے راستہ پر نہ چلیں۔ چنانچہ فرمایا کہ ہم نے تم کو پیدا کیا تمہاری صورتیں ڈھالیں۔ پھر ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم ﷺ کو سجدہ کرو۔ سب نے سجدہ کیا۔ رب نے ملائکہ سے کہا تھا کہ میں ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں جس کو کھنکھاتی سوکھی مٹی سے بناؤں گا۔ پس جب میں نے اس کو تیار کرنے کے بعد اس میں اپنی روح پھونک دی اور وہ ایک زندہ جسم بن گیا تو میری اس قدرت کو دیکھ کر سب اس آدم ﷺ کے لئے سجدہ کرتے ہوئے گر پڑے۔ ① اور اس کی ضرورت اس لئے تھی کہ جب اللہ تعالیٰ نے آدم ﷺ کو اپنے ہاتھ سے چکنی لیس دار مٹی سے بنایا اور اس کو ایک راست قامت بشر کی صورت بخشی اور اس کے اندر اپنی روح پھونک دی تو ملائکہ کو حکم دیا کہ کن سے بنی ہوئی مخلوق کو نہیں بلکہ خود میرے ہاتھوں سے بنے ہوئے پتلے کو سجدہ کرو لیکن دراصل یہ قدرت الہی کو سجدہ کرنا تھا اور اس کی شان کی تعظیم کرنی تھی۔ چنانچہ سب فرشتوں نے قبیل حکم میں سجدہ کیا لیکن ابلیس نے نہ کیا۔ اول سورہ بقرہ کی تفسیر میں اس پر کافی بحث گزر چکی ہے۔ اب اس وقت ہم نے یہاں جو تقریر کی ہے وہ ابن جریر رضی اللہ عنہ کی اختیار کردہ ہے۔

﴿خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ﴾ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ لوگ مردوں کی بیٹیوں کے اندر پیدا کئے ہوئے ہیں۔ اس کے بعد عورتوں کے ارحام میں ان کی شکل بندی ہوتی ہے۔ ② قادمہ اور ضحاک رحمہما اللہ اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ ہم نے آدم ﷺ کو پیدا کیا پھر اس کی ذریت کی تشکیل کی۔ لیکن اس میں غور طلب مقام ہے۔ اس لئے کہ اس کے بعد فرمایا ہے کہ ﴿قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ﴾ تو یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اس سے مراد آدم ﷺ ہیں اور یہاں جمع کے ساتھ جو کہا گیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ آدم ﷺ ابوالبشر ہیں۔ جیسے کہ اللہ تعالیٰ خطاب تو فرماتا ہے نبی ﷺ کے زمانے کے بنی اسرائیل سے یعنی ﴿وَعَلَّمْنَا عَلٰیكُمْ الْقِمَامَ﴾ ③ (تا آخر) یعنی غمام اور سن و سلویٰ تو موجودہ بنی اسرائیل کے آباء و اجداد پر آیا تھا۔ چنانچہ مراد تو وہی لوگ ہیں جو بزمانہ حضرت موسیٰ ﷺ تھے لیکن آباء و اجداد پر احسان کرنا بھی دراصل ان کی نسل پر بھی احسان کرنا ہوتا ہے تو گویا یہ احسان اولاد پر بھی ہوا تھا اس لئے خطاب کم کے ساتھ ہوا تو گویا آدم سے آدم اور اولاد آدم سے سب مراد ہیں۔ یعنی سب کو جمع کیا گیا۔ برخلاف اس قول باری کے کہ ﴿لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلٰةٍ مِنْ طِیْنٍ﴾ ④ یہاں لفظ انسان سے جنس انسان مراد نہیں ہے یعنی جمع مراد نہیں بلکہ ایک متفص یعنی آدم ﷺ کی ذات مراد ہے جو مٹی سے بنے تھے۔ لیکن ان کی تمام ذریت مٹی سے نہیں بلکہ نطفہ سے بنی ہے۔ اب انسان کو مٹی سے بنا ہوا صرف اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے باپ آدم ﷺ انسان کی طرح نطفہ سے نہیں بلکہ مٹی سے بنے ہوئے تھے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

① ۱۵/الحجج: ۲۸، ۲۹۔

② حاکم، ۲/۲۰، ۳۱۹۔

③ ۲/البقرہ: ۵۷۔

④ ۲۳/المؤمنون: ۱۲۔

قَالَ مَا مَنَعَكَ إِلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ ط قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ تَابِرٍ

وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو سجدہ نہیں کرتا تجھ کو اس سے کون امر مانع ہے جبکہ میں تجھ کو حکم دے چکا کہنے لگا کہ میں اس سے بہتر ہوں آپ نے مجھ کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو آپ نے خاک سے پیدا کیا ہے۔ [۱۲]

ابلیس کا قیاس فاسد: [آیت: ۱۲] بقول بعض نحویوں کے اس آیت ﴿مَا مَنَعَكَ إِلَّا تَسْجُدَ إِذْ أَمَرْتُكَ﴾ میں (لَا) زائد ہے اور تاکید انکار کے طور پر زیادہ کیا گیا ہے۔ جیسا کہ شاعر کہہ گیا ہے کہ ﴿مَا إِنْ رَأَيْتُ وَلَا سَمِعْتُ بِمِثْلِهِ﴾ اس مصرعہ میں ان نفی کے لئے ہے جو (مَا) تانیف پر تاکید نفی کے لئے لایا گیا ہے۔ گویا یہاں (إِنْ) زیادہ ہے۔ اسی طرح اس آیت میں (لَا) زیادہ ہے۔ ﴿لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ﴾ یہ قول باری اس سے پہلے ہی آیا ہوا ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کا یہ قول ہے کہ (منعك) ایک دوسرے فعل کو متضمن ہے جس کی تقدیر یوں ہوگی کہ کس بات نے تجھے اس کے لئے مجبور کر دیا تھا کہ سجدہ نہ کرے جب کہ میرا حکم موجود تھا۔ اور یہ قول قوی اور حسن ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

فائدہ: یہاں ابن کثیر رحمہ اللہ سے کچھ تسامح ہو گیا ہے کہ (لَا) کو دوسرے بعض لوگوں کی طرح زائد سمجھتے ہیں یا یہ کہ ایک دوسرا فعل اس سے پہلے مقدر مانتے ہیں۔ یعنی (مَا أَحْرَجَكَ) یا (مَا أَلَزَمَكَ) یا (مَا اضْطَرَّكَ) تاکہ (تَسْجُدَ) پر (لَا) کے لانے کو کھینچ تان اور تاویل کر کے صحیح ثابت کیا جاسکے۔ حالانکہ (لَا) کو نہ زائد ماننے کی ضرورت ہے اور نہ اس سے پہلے کسی فعل (اضْطَرَّكَ) وغیرہ کو محذوف نکالنے کی ضرورت ہے۔ بلکہ دراصل (مَنَعَ) میں تجرید واقع ہوئی ہے۔ یعنی (مَنَعَ) بمعنی (قَالَ) ہے کیونکہ بعد میں جب لائے انکار یہ آ رہا ہے تو (مَنَعَ) میں انکاریت کو باقی رکھنے کی ضرورت نہ رہی اور اس میں سے معنائے انکار کی تجرید کر کے صرف قول کے معنی میں باقی رکھ دیا گیا۔ چنانچہ معنی یہ ہوئے کہ کس چیز نے تجھ سے کہا تھا کہ سجدہ نہ کرے۔ تجرید کا یہ سیدھا سادا راستہ جو عین مطابق قانون نحو ہے اور جس کو اکثر ضرور نا اختیار کرنا پڑتا ہے اختیار کر لیا جائے تو وہ دونوں تکلف بھری باتوں کو ماننا غیر ضروری ہو جاتا ہے۔ یعنی (لَا) کی زیادتی یا جملہ کو صحیح بنانے کے لئے فعل مقدر (اضْطَرَّكَ) کو ماننا ابلیس نے کہا تھا کہ میں اس سے بہتر ہوں اور فاضل سے سجدہ نہیں کرایا جاتا ہے مفضول کے لئے۔ یعنی میں اس سے بہتر ہوں تو مجھے سجدہ کرنے کا کیوں حکم ہے۔ وہ دلیل یہ پیش کرتا ہے کہ میں آگ سے پیدا شدہ ہوں اور آگ اشرف ہے مٹی سے جس سے کہ آدم پیدا شدہ ہے۔ ابلیس کی نظر اصل عنصر پر ہے لیکن اس نے اس تشریف وہی آدم پر نظر نہیں ڈالی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھوں کا بنا ہوا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی روح بھری ہوئی ہے۔ اس نے ایک قیاس فاسد قائم کر لیا جو نص کے مقابلہ میں عارض ہو رہا ہے۔ یعنی قیاس اللہ کے حکم کے خلاف بیٹھ رہا۔ غرض سارے ملائکہ سجدہ میں گر پڑے۔ ابلیس ترک سجدہ کی وجہ سے فرشتوں سے الگ ہو گیا اور رحمت خداوندی سے مایوس بن گیا۔ یہی ناامیدی دراصل اس کی خطا ہے اور قیاس میں بھی غلطی کی۔ اس کا دعویٰ یہ تھا کہ مٹی سے اشرف ہے۔ لیکن مٹی کی شان تحمل، حلم بردباری، مستقل مزاجی، ثابت قدمی ہے۔ نیز طین (مٹی) محل نبات نمود ہے۔ اور نار کی شان جلانا، طیش، سرعت ہے۔ اس لئے ابلیس کے عنصر نے اس کے ساتھ خیانت کی اور آدم کے عنصر نے رجوع اور انابت واستکانہ و عاجزی اور انقیاد کر کے آدم کو نفع بخشا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا =

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ الصّٰغِرِيْنَ ۝

قَالَ اَنْظِرْنِيْ اِلَىْ يَوْمٍ يُّعْتَمُوْنَ ۝ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۝ قَالَ فِيمَا اَغْوَيْتَنِيْ

لَا قَعْدَةَ لَهُمْ صِرَاطِكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ ثُمَّ لَا تَبْتَهُمْ مِّنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ

وَعَنْ اٰيَاتِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ وَلَا تَجِدُ اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو آسمان سے اتر تجھ کو کوئی حق حاصل نہیں کہ تو تکبر کرے آسمان میں رہ کر سونگل بے شک تو ذلیلوں میں شمار ہونے لگا۔ [۱۳] وہ کہنے لگا کہ مجھ کو مہلت دیجئے قیامت کے دن تک۔ [۱۴] اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تجھ کو مہلت دی گئی۔ [۱۵] وہ کہنے لگا بسبب اس کے کہ آپ نے مجھ کو گمراہ کیا ہے میں قسم کھاتا ہوں کہ میں ان کے لئے آپ کی سیدھی راہ پر بیٹھوں گا [۱۶] پھر ان پر حملہ کروں گا ان کے آگے سے بھی اور ان کے پیچھے سے بھی اور ان کی داہنی جانب سے بھی اور ان کی بائیں جانب سے بھی اور آپ ان میں سے اکثروں کو احسان ماننے والا نہ پائے گا۔ [۱۷]

۱۔ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "ملائکہ نور سے پیدا کئے گئے ہیں اور ایلیس آگ کے شعلے سے اور آدم مٹی سے ۱۔ حوریں زعفران سے۔" ۲۔ ایلیس نے قیاس قائم کیا اور سب سے پہلے قیاس قائم کرنے والا وہی ہے اور شمس و قمر کی عبادت بھی قیاس ہی کی بنا پر کی جانے لگی ہے۔ ۳۔

ایلیس کو قیامت تک مہلت: [آیت: ۱۳-۱۷] اللہ پاک ایلیس سے خطاب فرما رہا ہے ایک ایسے امر سے متعلق جو لامحالہ وقوع پذیر ہونے والا ہے کہ میرے حکم سے نافرمانی اور اطاعت سے باہر ہو جانے کے سبب تو یہاں سے نکل جا تجھے کوئی حق نہیں تھا کہ تکبر کرتا۔ اکثر مفسرین (منہا) کی ضمیر کو جنت کی طرف عائد کرتے ہیں اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس رتبہ و منزلت کی طرف عائد ہو جو اس کو ملکوتِ اعلیٰ میں حاصل تھا۔ فرماتا ہے تو نکل جا تو ذلیل و حقیر ہے۔ یہ ایلیس کی ضد کا نتیجہ تھا۔ اس موقع پر ایلیس نے ایک بات سوچی اور یوم قیامت تک اللہ تعالیٰ سے مہلت چاہی۔ اور یوں عرض کیا کہ "اے اللہ تعالیٰ! مجھے سزا دینے میں یوم قیامت تک مہلت دے۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا "جا تجھے مہلت دے دی۔" اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی حکمت مخفی تھی اور اسی کا ارادہ کام کر رہا تھا۔ اس کی مشیت کی مخالفت نہیں کی جاسکتی اس کے حکم کے بعد کسی کا حکم نہیں وہ سر بیع الحساب ہے۔

شیطان کی مکاریاں: جب ایلیس کو یوم قیامت تک کے لئے مہلت مل گئی اور اس نے اطمینان کا سانس لیا تو اس نے معاندت اور تمرد شروع کر دیا۔ اور کہنے لگا کہ اے اللہ مجھے جس طرح تو نے بھگنے دیا ہے میں بھی تیرے بندوں کی سیدھی راہ پر بیٹھ کر انہیں بھی بھگائوں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما (أَغْوَيْتَنِيْ) کا ترجمہ (أَضَلْتَنِيْ) کرتے ہیں اور دوسرے (أَهْلَكْتَنِيْ) کرتے ہیں۔ میں آدم علیہ السلام کا بدلہ آدم علیہ السلام کی نسل سے لوں گا۔ کیونکہ میں آدم علیہ السلام ہی کی وجہ سے رائدہ درگاہ بنا ہوں۔ صراطِ مستقیم سے طریقِ حق

- ۱۔ صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب فی احادیث المتفرقة ۲۹۹۶؛ احمد، ۶/۱۵۳؛ ابن حبان، ۶۱۵۵، الأسماء والصفات، ۱۲۶/۲۔
- ۲۔ تاریخ بغداد، ۷/۹۹ صفة الجنة لأبي نعيم، ۷۱/۲ اس کی سند میں حارث بن غلیظہ مجہول راوی ہے (الميزان ۱/۲۳۳ رقم، ۱۶۱۴) لہذا یہ روایت مردود ہے۔ اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (السلسلة الضعيفة، ۳۵۳۹)
- ۳۔ الطبری، ۱۲/۳۳۲۔

اور سبیل نجات مراد ہے۔ جھکا نا اس طرح ہوگا کہ وہ تیری عبادت نہیں کریں گے۔ تیری توحید سے دور ہیں گے۔ اور بعض نحویوں نے کہا کہ (فَبِمَا) کا (ب) یہاں قسمیہ ہے۔ گویا کہ یوں کہا گیا کہ قسم ہے تیرے انہو کی جو مجھ پر صادر ہوا۔ مجاہد رَضِيَ اللهُ عَنْهُ (صراط) سے مراد امر حق لیتے ہیں۔ اور محمد بن سوادہ طریق مکہ مراد لیتے ہیں۔ اور ابن جریر رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نے کہا کہ صحیح تر تو یہی بات ہے کہ یہ لفظ ان سارے معانی سے عام تر ہے۔ سبزہ بن ابی الفکا کہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے تھے کہ ”شیطان مختلف طریقوں سے ابن آدم کی راہ مارتا ہے۔ وہ اسلام کی راہ پر آ کر بیٹھتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا تو اسلام لائے گا اور اپنا اور اپنے آباء و اجداد کا دین چھوڑ دے گا؟ لیکن وہ شخص شیطان کی نافرمانی کرتا ہے اور اسلام لاتا ہے پھر وہ اس کی راہ ہجرت میں بیٹھ جاتا ہے اور کہتا ہے کہ کیوں ہجرت کرتا ہے کیا اپنا وطن چھوڑ دے گا۔ مہاجر کی عزت ایک جانور اور گھوڑے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ لیکن وہ نافرمانی کرتا ہے اور ہجرت اختیار کر لیتا ہے۔ پھر راہ جہاد کھوٹی کرنے کے لئے آبیٹھتا ہے۔ جہاد جان سے بھی ہوتا ہے اور مال سے بھی چنانچہ کہتا ہے کہ کیا جنگ کرنے کے لئے نکلے گا؟ ارے تو قتل ہو جائے گا تو تیری عورت دوسرے سے نکاح کر لے گی تیرا مال لوگ آپس میں بانٹ لیں گے لیکن پھر بھی وہ جہاد کرنے کے لئے نکلتا ہے۔“ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فرماتے ہیں کہ ”جو ایسا کرتا ہے اور مر جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پر واجب ہے کہ اس کو جنت میں جگہ دے، خواہ وہ قتل ہو جائے یا راہ میں ڈوب جائے یا اثنائے راہ میں جانور سے کچل دے۔“ ① پھر شیطان نے کہا کہ میں بنی آدم کے سامنے سے بھی آؤں گا اور پیچھے سے بھی یعنی آخرت کے بارے میں ان کے دلوں میں شکوک پیدا کروں گا اور دنیا پسندی کے لئے بھی ترغیب دوں گا۔ اور سیدھی طرف سے بھی آؤں گا یعنی امر دین ان پر مشتبہ کروں گا اور ان کی بائیں طرف سے بھی آؤں گا یعنی معاصی ان کے لئے دل پذیر بنا دوں گا۔

پھر مختلف لوگ اس کے مختلف معنی مراد لیتے ہیں جو تقریباً قریب قریب ہیں۔ اور شیطان نے یہ نہیں کہا کہ اوپر سے آؤں گا کیونکہ اوپر سے تو صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی آ سکتی ہے۔ اور تو اے اللہ تعالیٰ! ان بندوں میں اکثر کوشا کر یعنی موحد نہیں پائے گا۔ یہ بات ابلیس نے اپنے وہم و گمان کی بنا پر کہی تھی لیکن واقعہ کے مطابق آ کر بیٹھ گئی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ابلیس کا یہ گمان ٹھیک تھا کیونکہ مؤمنین کے سوا سب نے اس کی پیروی کی، لیکن مؤمنین پر اس کی چال کار گرنہ ہوئی۔ اور ہم نے شیطان کو ایسی کوشش اس لئے کرنے دی کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ کون آخرت پر یقین رکھنے والا ہے اور کون شک و شبہ میں پڑنے والا ہے اور اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا نگران ہے۔ ② اسی لئے حدیث میں وارد ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پاس شیطان سے یوں پناہ مانگو کہ ”اے اللہ تعالیٰ! وہ کسی جہت سے بھی ہم پر تسلط نہ پائے۔“ جیسا کہ نبی اکرم صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دعا مانگا کرتے تھے کہ ”اے اللہ تعالیٰ! میں تجھ سے عنفو و عافیت مانگتا ہوں دین کے لئے بھی اور دنیا کے لئے بھی اور اہل اور مال کے لئے بھی۔ اے اللہ! میرے گناہوں کو ڈھانک دے مجھے خوف سے امن میں رکھ اور سامنے سے بھی میری حفاظت فرما اور پیچھے سے بھی اور سیدھی طرف سے بھی اور بائیں طرف سے بھی اور اوپر سے بھی اور میں پناہ مانگتا ہوں کہ نیچے سے میرے ساتھ شیطان فریب چلائے۔“ ③

- ① نسائی، کتاب الجہاد، باب ولمن أسلم وهاجرو جاهد ۳۱۳۶ وسندہ حسن، احمد، ۴۸۳/۳؛ ابن حبان، ۴۵۹۳؛ شعب الایمان، ۴۲۴۶؛ التاریخ الکبیر، ۸۷/۲؛ ابن ابی شیبہ، ۵/۲۹۳؛ المعجم الکبیر، ۱۳۸/۷۔
- ② ۲۰/۳۴۔ ③ ابوداؤد، کتاب الأدب، باب ما یقول إذا أصبح ۵۰۷۴ وسندہ صحیح، نسائی، ۵۵۳۱؛ ابن ماجہ، ۳۸۷۱؛ احمد، ۲۵/۲؛ الأدب المفرد ۱۲۰۰؛ ابن حبان، ۹۶۱؛ حاکم، ۵۱۷/۱۔

قَالَ اَخْرُجْ مِنْهَا مَذْمُومًا مَّدْحُورًا لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمَلْنَا جَهَنَّمَ مِنْكُمْ
 اَجْمَعِينَ ﴿١٨﴾ وَيَا اٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ
 الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِيْنَ ﴿١٩﴾ فَوَسَّوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ
 عَنْهُمَا مِنْ سَوَاتِحِهِمَا وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّا اَنْ تَكُونَا مَلَكَتَيْنِ
 اَوْ تَكُونَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ﴿٢٠﴾ وَقَاَسَبَهُمَا اِنِّيْ لَكُمَا لِيْنَ النَّاصِحِيْنَ ﴿٢١﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہاں سے ذلیل و خوار ہو کر نکل جا جو شخص ان میں سے تیرا کہا مانے گا میں ضرور تم سے جہنم کو بھر دوں گا۔ [۱۸] اور ہم نے حکم دیا کہ اے آدم علیہ السلام تم اور تمہاری بی بی جنت میں رہو پھر جس جگہ سے چاہو دونوں آدمی کھاؤ اور اس درخت کے پاس مت جاؤ کبھی ان لوگوں کے شمار میں آ جاؤ جن سے نامناسب کام ہو جایا کرتا ہے۔ [۱۹] پھر شیطان نے ان دونوں کے دل میں وسوسہ ڈالا تاکہ ان کا پردہ کا بدن جو ایک دوسرے سے پوشیدہ تھا دونوں کے روبرو بے پردہ کر دے اور کہنے لگا کہ تمہارے رب نے تم دونوں کو اس درخت سے اور کسی سبب سے منع نہیں فرمایا مگر محض اس وجہ سے کہ تم دونوں کہیں فرشتے ہو جاؤ [۲۰] یا کہیں ہمیشہ زندہ رہنے والوں میں سے ہو جاؤ۔ اور ان دونوں کے روبرو قسم کھالی کہ یقین جائیجے میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ [۲۱]

ابلیس رائدہ درگاہ ہوا: [آیت: ۱۸-۲۱] اللہ پاک محل ملاء اعلیٰ سے ابلیس کو نکالتے ہوئے حکم دیتا ہے کہ ذلیل اور رائدہ بنا ہوا یہاں سے نکل جا۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ”مذموم“ بہ معنی معیب و ذلیل ہے۔ عیب کے موقع پر ذم کا لفظ استعمال کرنے سے ”ذیم“ کا لفظ استعمال کرنا زیادہ بلیغ ہے اور ”مدحور“ کے معنی دور اور رائدہ۔ مذموم اور مذموم دراصل ایک ہی ہیں۔ اور یہ فرمان کہ ”جو تیری پیروی کرے گا“ میں ایسے سب لوگوں سے اور تیرے گروہ سے جہنم کو بھر دوں گا۔“ جیسا کہ فرمایا شیطان سے ”نکل جا جو لوگ تیری پیروی کریں گے، جہنم ان کی پوری پوری جزا ہے۔ جن جن پر تو قدرت رکھتا ہے سب کو آواز دے کر بلا لے اور اپنے لشکر اور ذریت کے ذریعہ ان کو فتح کر لے اور اموال و اولاد میں ان کا شریک بن جا اور خوب خوب ان سے جھوٹے وعدے کر۔ شیطان کا وعدہ تو محض دھوکا دینے کے لئے ہوتا ہے۔ لیکن میرے خاص بندوں پر تیرا ہرگز بس نہ چلے گا۔ رب ان کی کفالت و وکالت کرے گا۔“

ابلیس کی مکاری اور فریب: ارشاد ہوتا ہے کہ آدم علیہ السلام اور ان کی زوجہ حوا کے لئے جنت کو مسکن قرار دیا گیا تھا اور کہا گیا تھا کہ جنت کے سب پھل کھا سکتے ہو سو ایک درخت کے۔ اس پر سیر حاصل بحث سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ یہ بات دیکھ کر شیطان کو ان دونوں پر حسد ہوا اور مکاری اور فریب سے کام لینے کی کوشش کی تاکہ جو نعمت اور لباس حسن ان کو حاصل ہے اس سے انہیں محروم کر دے۔ اب ابلیس نے آدم و حوا سے کہا کہ رب نے جو تمہیں اس درخت سے منع فرمایا ہے وہ اس مصلحت سے ہے کہ کہیں تم دونوں فرشتے نہ بن جاؤ اور ہمیشہ یہاں رہنے کا حق نہ حاصل کر لو۔ اگر تم نے اس درخت کا پھل کھا لیا تو پھر یہ بات تمہیں حاصل ہو جائے گی۔ جیسا کہ کہنے لگا کہ اے آدم کیا میں تم کو ایک درخت بتاؤں اور ایسی ملکیت کا پتہ دوں جو کبھی مٹنے والی اور فنا ہونے والی نہیں۔ جیسا کہ فرمایا ”اللہ تعالیٰ تمہیں واضح طور پر یہ بات اس لئے سمجھا رہا ہے تاکہ گمراہ نہ ہو جاؤ۔“

فَدَلَّهْمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوَاتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفْنَ

عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ۖ وَنَادَاهُمَا رَبُّهُمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكَ الشَّجَرَةِ وَأَقُلَّ

لَكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ ۗ قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا ۖ وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ

لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

ترجمہ: سو ان دونوں کو فریب سے نیچے لے آیا پس ان دونوں نے جو درخت کو چکھا دونوں کا پردہ کا بدن ایک دوسرے کے رو برو بے پردہ ہو گیا اور دونوں اپنے اوپر جنت کے پتے جوڑ جوڑ کر رکھنے لگے اور ان کے رب نے ان کو پکارا کیا میں تم دونوں کو اس درخت سے ممانعت نہ کر چکا تھا اور یہ نہ کہہ چکا تھا کہ شیطان تمہارا صریح دشمن ہے۔ [۳۳] دونوں کہنے لگے اے ہمارے رب! ہم نے اپنا بڑا نقصان کیا اور اگر آپ ہماری مغفرت نہ کریں گے اور ہم پر رحم نہ کریں گے تو واقعی ہمارا بڑا نقصان ہو جائے گا۔ [۳۳]

﴿أَنْ تَضَلُّوْا﴾ کا مطلب ہے (أَنْ لَا تَضَلُّوْا) اور اس نے زمین میں پہاڑوں کی سینخیں گاڑ دیں تاکہ ہلنے اور جھکنے نہ لگے یہاں ﴿تَمِيذِبِكُمْ﴾ سے (لَا تَمِيذِبِكُمْ) مراد ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور یحییٰ بن ابی کثیر ﴿مَلَكَيْنِ﴾ کو (مَلَكَيْنِ) کسرہ سے پڑھتے تھے لیکن جمہور فتح ہی سے پڑھتے ہیں۔

﴿وَقَسَمَهُمَا﴾ یعنی ان کے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھائیں کہ میں تو تمہارا خیر خواہ ہوں۔ میں تم دونوں سے پہلے یہاں رہتا تھا اور اس جنت کی جگہ جگہ سے خوب واقف ہوں ﴿قَسَمَ﴾ باب مفاعلہ سے ہے جس میں شرکت کی خاصیت ہوتی ہے۔ لیکن بعض وقت ایک ہی رخ مراد ہوتا ہے یعنی آدم و ایلیم دونوں نے نہیں بلکہ صرف ایلیم نے قسم کھائی تھی۔ یہاں تک کہ دھوکا دینے میں کامیاب ہو گیا۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مومن کو دھوکا دیا جاسکتا ہے۔ بعض اہل علم کہتے ہیں جس نے ہم کو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر دھوکا دیا ہم نے ہمیشہ دھوکا کھالیا تو آدم علیہ السلام بھی کیسے دھوکا نہ کھا جاتے۔

آدم علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے رحم کی اپیل: [آیت: ۲۲-۲۳] ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام درخت خرما کی طرح طویل القامت تھے۔ سر کے بال گھنے اور لمبے تھے۔ جب ان سے خطا سرزد ہو گئی تو ان کا چھپا ہوا جسم کھل گیا اور اس سے پہلے اپنے مستور جسم کو دیکھتے نہ تھے۔ اب بدحواسی میں جنت کے اندر ادھر ادھر بھاگنے لگے۔ جنت کے ایک درخت سے سر کے بال اُلجھ گئے کہنے لگے مجھے چھوڑ دے۔ درخت بول اٹھا کہ میں نہ چھوڑوں گا۔ رب عزوجل نے ندا دی کہ اے آدم! کیا مجھ سے بھاگتے ہو؟ آدم علیہ السلام کہنے لگے اے رب! میں تجھ سے حیا کر رہا ہوں کیونکہ کھل گیا ہوں۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ درخت جس سے آدم علیہ السلام کو منع کیا گیا تھا وہ خورشید گندم تھا۔ جب آدم دحوانے اس کو کھالیا تو ان کے چھپے اعضاء ان پر ظاہر ہو گئے۔ اب وہ درختوں کے پتوں سے اور انجیر کے پتوں سے اپنے جسم کو چھپانے لگے اور ایک سے ایک کو جوڑ کر جسم پر چپکانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے آدم میں نے تمہیں جنت بخش دی تھی اور ہر چیز جائز کر دی تھی سوائے اس درخت کے جس سے منع کر دیا تھا۔ آدم علیہ السلام نے کہا =

قَالَ اهْبُطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ إِلَىٰ حِينٍ ﴿٣١﴾

قَالَ فِيهَا تَحْيَوْنَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَمِنْهَا تُخْرَجُونَ ﴿٣٢﴾

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیچے ایسی حالت میں جاؤ کہ تم باہم بعضے دوسرے بعضوں کے دشمن رہو گے اور تمہارے واسطے زمین میں رہنے کی جگہ ہے اور نفع حاصل کرنا ایک وقت تک۔ ۳۱۔ ۳۲۔ تم فرمایا تم کو وہاں ہی زندگی بسر کرنا ہے اور وہاں ہی مرنا ہے اور اسی میں سے پھر پیدا ہونا ہے۔ ۳۱

ہاں اے رب! لیکن تیری عزت کی قسم میرے تو گمان میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ ٹیری قسم کھا کر کوئی جھوٹ کہے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَقَالَسَمَهُمَا إِنِّي لَكُمَا لَمِيقٌ﴾ ۱۔ قسم کھا کر اس نے کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ اب اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے کہا مجھے اپنی عزت کی قسم ہے کہ میں تمہیں زمین کی طرف بھیج دوں گا تم کو اس زندگی میں محنت و رنج کے سوا کوئی راحت نہیں مل سکتی۔ پھر فرمایا جنت سے نیچے اتر جاؤ اگر تم جنت میں ہر قسم کی نعمتیں کھاتے تھے تو اب طعام و شراب کی کوئی خوش گوار نعمتیں تمہیں نہیں ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں آدم کو لوہے سے کام لینا سکھایا، کاشتکاری سکھائی۔ انہوں نے زراعت شروع کی کھیتوں کی آبیاری کی۔ کھیت پک گئے تو فصل کاٹی۔ اسے کوٹا، دانے نکالے پھر پیسا، گوند کر روٹی پکائی اور کھایا اور جو زحمت انہیں ہونی قسمت میں لکھی تھی، اللہ تعالیٰ کی مشیت کے تحت ہوئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ آدم علیہ السلام جنت میں انجیر کے پتے لباس کی شکل میں جوڑ کر باندھتے تھے۔ وہ بن مندہ کہتے ہیں کہ آدم دوحا کا لباس نورانی تھا کہ ایک دوسرے کو برہنہ نہیں دیکھ سکتے تھے اور جب برہنگی ظاہر ہو گئی تو اس برہنگی کو چھپانے کا خیال قدرتی طور پر پیدا ہوا۔ قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ آدم علیہ السلام نے کہا تھا اے رب کیا میں توبہ و استغفار کر سکتا ہوں؟ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں اس صورت میں پھر تمہیں جنت میں داخل کر دوں گا۔ لیکن ابلیس نے بجائے توبہ کی اجازت مانگنے کے مہلت کا سوال کیا۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہر ایک کو اس کی مانگی ہوئی چیز دی گئی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب آدم علیہ السلام نے گندم کھالی تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میں نے تمہیں اس درخت سے منع کیا تھا تو تم نے کیوں کھایا؟ تو کہنے لگے کہ حوا نے مجھے ایسا مشورہ دیا تھا۔ تو کہا کہ میں حوا کو یہ مزاد بتا ہوں کہ حمل کے زمانے میں بھی اس کو تکلیف اور وضع حمل کے وقت بھی اس کو درد و کرب لاحق رہیں گے۔ یہ سن کر حوا رونے لگیں تو کہا گیا کہ ولادت کے وقت تم اور تمہارا بچہ دونوں رویا کر دو گے۔ ۳۰۔ آدم علیہ السلام نے اپنے رب سے یہ کلمات سیکھے تھے ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ﴾ ۲۳۔ ۲۴۔ [آیت ۲۳۔ ۲۴] یہ جنت سے نیچے اتر جانے کا خطاب آدم و حوا علیہما السلام اور ابلیس کو ہو رہا ہے اور بعض نے اس میں سانپ کو شامل کر لیا ہے۔ کیونکہ سانپ ہی آدم و ابلیس کے درمیان عداوت حاصل کا سبب بنا تھا۔ اس لئے سورہ طہ میں فرمایا ہے کہ تم سب کے سب اتر جاؤ۔ حوا تو آدم علیہ السلام کے تابع تھیں اور سانپ بھی اگر شامل سمجھا جائے تو وہ ابلیس کا تابع ہے۔ مفسرین نے ان مقامات کا بھی ذکر کیا ہے جہاں ان میں سے ہر ایک پھینکا گیا تھا۔ یہ ساری خبریں اسرائیلیات سے لی گئی ہیں ان کی صحت سے اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے۔ اگر ان مقامات متوعدہ تعین میں کوئی فائدہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کو ضرور ذکر فرماتا یا حدیث میں کہیں مذکور ہوتا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اب زمین ہی تمہارا مستقر ہوگی اور موت آنے تک زمین ہی سے تمتع کرتے رہو گے۔ تقدیر میں بھی لکھا ہوا ہے اور لوح محفوظ میں بھی مسطور تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ”مستقر“ سے مراد قبریں یا فوق ارض و تحت ارض مراد ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اب تمہیں زمین =

يَبْنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُؤَارِي سَوَاتِكُمْ وَرِيشًا ط وَلِبَاسُ التَّقْوَى ذَلِكَ

خَيْرٌ ذَلِكُمْ مِنَ آيَةِ اللَّهِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿٢٠﴾ يَبْنِي آدَمَ لَا يَقْتَنَتَكُمْ الشَّيْطَانُ كَمَا

أَخْرَجَ أَبَوَيْكُمْ مِنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوَاتِهِمَا ط إِنَّهُ يَرِيكُمْ هُوَ

وَقَبِيلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ط إِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطَانَ أَوْلِيَاءَ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٢١﴾

ترجمہ: اے اولاد آدم کی ہم نے تمہارے لئے لباس پیدا کیا جو کہ تمہارے پردہ دار بدن کو بھی چھپاتا ہے اور موجب زینت بھی ہے اور تقویٰ کا لباس یا اس سے بڑھ کر ہے یہ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے تاکہ یہ لوگ یاد رکھیں۔ [۲۶۶] اے اولاد آدم شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا اس نے تمہارے وادادادی کو جنت سے باہر کر دیا ایسی حالت سے کہ ان کا لباس بھی اتروا دیا تاکہ ان کو ان کا پردہ کا بدن دکھائی دیتے لگے۔ وہ اور اس کا شکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو ہم شیطانوں کو ان ہی لوگوں کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔ [۲۷]

== پری زندگی گزارنی ہے وہیں مروگے اور پھروہیں سے دوبارہ اٹھائے جاؤ گے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَفِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى ﴿٢٠﴾﴾ ① اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ زمین زندگی بھر بنی آدم کا گھر بنائی گئی ہے۔ یہیں جینا ہے، یہیں مرنا، یہیں قبور ہوں گی اور قیامت کے روز یہیں سے اٹھائے جاؤ گے، پھر اپنے اپنے اعمال کا جائزہ دو گے۔

لباس جسم اور لباس تقویٰ: [آیت: ۲۶-۲۷] اللہ پاک بندوں پر اپنے احسانات کا ذکر فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں لباس آرائش دیا۔ لباس تو جسم کو اور عورات کو چھپانے کے کام میں آتا ہے اور ”ریش“ وہ لباس ہے جو تجل اور زیب و زینت کے لئے پہنا جاتا ہے۔ پہلی چیز تو ضروریات میں داخل ہے اور ریش تکمیلات و زیادات میں شامل ہے۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ریش کلام عرب میں گھر کے ساز و سامان اور ضرورت سے زیادہ لباس کو کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے معنی مال بتاتے ہیں اور عیش و تنعم کو کہتے ہیں۔ ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے نیا کپڑا پہنا اور جب گلے تک پہن لیا تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر جس نے مجھے لباس پہنایا جس سے میں اپنے جسم کو ضروری طور پر چھپاتا ہوں اور اس سے اپنی زینت بھی کرتا ہوں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ”جس نے کوئی نیا کپڑا پہنا اور گلے تک پہن لینے پر یہ کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر جس نے مجھے لباس پہنایا جس سے میں اپنے مخفی جسم کو چھپاتا ہوں اور میری زینت میں وہ میرے لئے تجل و شان کا سبب ہے پھر اتار اہوا کپڑا کسی غریب کو دے دے تو وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری میں آ گیا زندگی میں بھی اور مرنے پر بھی۔“ ② حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک لڑکے کے پاس سے تین درہم میں ایک قمیص خریدی اور پہننے سے فخر تک پہن لی تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کا شکر جس نے ریش سے مجھے تجل بخشا اور اس سے میں اپنی عورات کو چھپاتا ہوں۔ ان سے کہا گیا کہ یہ آپ اپنے

① ۲۰/ طہ: ۵۵۔ ② ترمذی، کتاب الدعوات، ۳۵۶۰، وسندہ ضعیف، ابن ماجہ، ۳۵۵۷، حاکم، ۱۹۳/۴، احمد،

۱/ ۴۴ اس کی سندیں ابوالعلاء مجہول (التقریب، ۲/ ۴۸۵، رقم ۲۱۹) علی بن یزید اور عیسیٰ اللہ بن زحر ضعیف راوی ہیں (تہذیب الکمال،

۵/ ۳۴، رقم ۴۲۲۲، ۱۳/ ۴۷۱)

وَإِذَا فَعَلُوا فَاجِسَةً قَالُوا وَجَدْنَا عَلَيْهَا آبَاءَنَا وَاللَّهُ أَمَرَنَا بِهَا قُلْ إِنَّ اللَّهَ لَا

يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ ط أَنْقُولُونَ عَلَى اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٨﴾ قُلْ أَمَرَ رَبِّي بِالْقِسْطِ ط

وَاقِيمُوا وُجُوهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَادْعُوهُ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ط كَبَادَ أَمْ

تَعُودُونَ ﴿٣٩﴾ قَرِيبًا هَدَىٰ وَقَرِيبًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلَالَةُ ط إِنَّهُمْ اتَّخَذُوا الشَّيْطِينَ

أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَيَحْسَبُونَ أَنََّّهُم مُّهْتَدُونَ ﴿٤٠﴾

ترجمہ: اور وہ لوگ جب کوئی فحش کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی طریق پر پایا ہے اور اللہ تعالیٰ نے بھی ہم کو یہی بتلایا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ فحش بات کی تعلیم نہیں دیتا۔ کیا اللہ تعالیٰ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کی تم سند نہیں رکھتے۔ [۳۸] آپ کہہ دیجئے کہ میرے رب نے حکم دیا ہے انصاف کرنے کا اور یہ کہ تم ہر جگہ کے وقت اپنا رخ سیدھا رکھا کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طور پر کرو کہ اس عبادت کو خالص اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے رکھا کرو۔ تم کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح شروع میں پیدا کیا تھا اسی طرح پھر تم دوبارہ پیدا ہو گے۔ [۳۹] بعض لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت کی ہے اور بعض پر گمراہی کا ثبوت ہو چکا ہے ان لوگوں نے شیطانوں کو رفیق بنا لیا ہے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اور خیال رکھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔ [۴۰]

ط طور پر کہہ رہے ہیں یا نبی اکرم ﷺ سے سن کر؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی اکرم ﷺ سے سن کر کہہ رہا ہوں۔ ① اور ارشاد بانی کہ تقویٰ کا لباس یہ سب سے بہتر لباس ہے۔ لباس کو بعض نے نصب سے پڑھا ہے اور بعض نے رفع سے اس بنا پر کہ یہ مبتدا ہے اور ﴿ذَلِكَ خَيْرٌ﴾ خیر ہے۔ مفسرین نے اس کے معنی میں بھی اختلاف کیا ہے۔ مگر محمد ﷺ کہتے ہیں کہ وہ لباس مراد ہے جو قیامت کے روز متقیوں کو پہنایا جائے گا۔ ابن جریج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے معنی ہیں ایمان۔ عروہ "لباس التقویٰ" کے معنی اللہ تعالیٰ کا خوف بتاتے ہیں۔ یہ سب معنی متقارب ہیں اور اس حدیث کی تائید میں ہیں کہ عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ منبر رسول پر آئے آپ ایک قمیص پہنے ہوئے تھے جس کی گھنٹیاں کھلی ہوئی تھیں۔ وہ کتوں کو مار ڈالنے کا حکم دے رہے تھے اور کبوتر بازی سے روک رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اے لوگو! چھپ چھپ کر کام کرنے سے بچو کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ "اللہ تعالیٰ کی قسم کوئی چوری کا کام کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس چوری چھپے کے کام کو ظاہر کر دے گا وہ گواہ کام اچھا ہوگا تو نیک نامی اور برا ہوگا تو بدنامی ہوگی۔" پھر یہی مشدکہ بالا آیت پڑھی۔ ②

اولاد آدم کو تشبیہ: اللہ تعالیٰ بنی آدم کو ابلیس اور اس کی ذریعات سے ڈراتا ہے اور فرماتا ہے کہ ایوا البشر آدم علیہ السلام سے اس کی پرانی دشمنی ہے کہ جنت سے انہیں نکال کر دنیا کے دارالعب میں بسایا۔ ان کے چھپے ہوئے بدن کھل گئے اور یہ سب زبردست عداوت کی بنا پر تھا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اَتَّخِذُوْنَهُ وَذُرِّيَّتَهُ اَوْلِيَاءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ بِئْسَ لِلظَّالِمِيْنَ بَدَلًا ۝﴾ یعنی کیا تم ابلیس اور اس پر...

① احمد، ۱/۱۵۷؛ مسند ابی یعلیٰ ۲۹۵؛ مجمع الزوائد، ۵/۱۲۱، اس کی سند میں مختار بن نافع ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۴/۸۰ رقم ۸۳۸۱) لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔ ② الطبری، ۱۲/۳۶۸ اس کی سند میں سلیمان بن ارقم متروک راوی ہے (المیزان، ۲/۱۹۶ رقم ۲۵۲۷) یہ روایت مسند احمد، ۱/۷۲؛ الأدب المفرد ۱۳۰۱ میں بھی مختصر موجود ہے لیکن اس کی سند میں مبارک بن فضالہ ہے جسے نسائی وغیرہ نے ضعیف کہا ہے۔ (المیزان، ۳/۴۳۱، رقم: ۷۰۴۸) لہذا یہ روایت ضعیف ہی ہے۔

کی قوم کو اپنا دوست بناتے ہو مجھے چھوڑ کر حالانکہ وہ تمہارے دشمن ہیں۔ خالموں کو بہت ہی برابر ملے گا۔

اللہ تعالیٰ بخشش کام کا حکم نہیں کرتا: [آیت: ۲۸-۳۰] مشرکین عرب کعبہ کا برہنہ طواف کرتے تھے مشرکین عرب کعبہ کا طواف برہنہ ہو کر کرتے تھے اور کہتے یہ تھے کہ ہم پیدائش کے وقت جیسے تھے اسی کیفیت سے طواف کریں گے۔ عورت کپڑے کے بجائے چمڑے کا کوئی چھوٹا سا ٹکڑا یا اور کوئی چیز لگائیتی تھی اور باقی سب برہنہ رہتی۔ وہ کہتی جاتی تھی کہ ”آج جسم کا بعض حصہ یا پورا حصہ کھلا رکھا جائے گا۔ لیکن جو بھی کھلا ہوا ہو وہ کسی پر حلال نہیں ہے“۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یہ لوگ جب کوئی شرمناک کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے آباء و اجداد کو اسی طرح کرتے دیکھا ہے اور اللہ تعالیٰ کا حکم ایسا ہی ہے۔ قریش کو چھوڑ کر سارے عرب اپنا رات دن کا لباس پہنے ہوئے طواف نہیں کرتے تھے اور اس کی توجیہ یہ کرتے کہ جو کپڑے پہن کر انہوں نے گناہ کئے ہیں ان کپڑوں کے ساتھ طواف کیسے کریں۔ لیکن قبیلہ قریش والے کپڑے پہنے ہوئے کرتے اور کسی قریشی احمسی نے اگر کوئی کپڑا کسی کو عاریتاً دے دیا ہو تو پھر وہ عام عرب بوقت طواف کپڑا پہن لیتا یا وہ عرب جس کے پاس بالکل نیا کپڑا ہوتا۔ پھر یہ کپڑے اتار دیے جاتے اور ان کا کوئی مالک نہ سمجھا جاتا اور کسی کے پاس نیا کپڑا نہ ہو یا کسی قریشی سے کپڑا بھی عاریتاً نہ ملا ہو تو وہ برہنہ ہی طواف کرتا، عورتیں بھی عموماً برہنہ طواف کرتیں اور رات کے وقت کرتیں۔ یہ چیز ان لوگوں نے اپنی طرف سے ایجاد کر لی تھی اور اس ذہنیت میں اپنے آباء کا اتباع کیا تھا۔ ان کا اعتقاد یہ تھا کہ ان کے آباء کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے حکم کی بنا پر ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اس بات کا انکار فرماتا ہے کہ ”اے محمد ﷺ! ان سے کہہ دو کہ یہ بخشش اور نازیبیا کام تم جو کرتے ہو اللہ تعالیٰ ایسے کاموں کا حکم نہیں دیتا ہے۔ تم اللہ تعالیٰ کی طرف ایسی باتیں منسوب کرتے ہو جس کی صحت کا تمہیں کوئی علم نہیں۔ کہہ دو کہ میرا رب تو عدل اور استقامت کا حکم دیتا ہے۔ اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اپنی جگہ پر استقامت سے انجام دو۔“ اسی میں رسولوں کی متابعت ہے۔ جنہوں نے شریعت ربانی پیش کی اور معجزات دکھا کر تاکید کی کہ اب اخلاص اختیار کرو اور جب تک یہ دونوں باتیں یعنی پابندی شریعت اور اخلاص فی العبادۃ نہ ہو تمہاری کوئی عبادت قبول نہیں کی جاسکے گی۔ قولہ تعالیٰ ﴿كَمَا بَدَأَكُمْ تَعُودُونَ ۗ فَرِيقًا هَدَىٰ وَفَرِيقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ﴾ اس کے معنی میں مفسرین میں اختلافات ہیں۔ یعنی مرنے کے بعد پھر زندہ کرے گا۔ دنیا میں پیدا کیا اور آخرت میں اٹھائے گا۔ پیدا کیا جب کہ لاشے تھے پھر مر گئے پھر زندہ کئے جاؤ گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ پند و عطا دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ”اے لوگو! تم کھلے ننگے غیر ممنون اٹھائے جاؤ گے۔ کیونکہ پیدائش کے وقت تم ایسے ہی تھے۔“ یہ ہم پر فرض ہے اگر ہم کو کرنا ہے تو یہی کریں گے۔ ① مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ مسلمان کو مسلمان اور کافر کو کافر اٹھایا جائے گا۔ ابوالعالیہ کہتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے علم کے مطابق اٹھائے جائیں گے یا جیسا تقدیر میں لکھا ہے یا جیسا تمہارا عمل تھا۔ محمد بن کعب کا خیال ہے کہ شقاوت پر اگر اس کی خلقت ہوئی ہے تو شقی بنا کر ورنہ سعید بنا کر جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے جا دو کر کہ عمر بھر اہل شقاوت کے عمل کرتے رہے لیکن چونکہ ان کی خلقت سعادت کی بنیاد پر ہوئی تھی اس لئے اسی بنیاد پر ان کا نثر ہوگا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی کو مؤمن پیدا کیا ہے اور کسی کو کافر جیسا کہ فرمایا ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ﴾ پھر ایسا ہی تمہیں اٹھائے گا جیسا کہ پیدا کیا۔ اس قول کی تائید حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی ہوتی ہے جو صحیح بخاری میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کی قسم کوئی شخص اہل جنت کے سے عمل کرتا ہے یہاں تک کہ اسکے اور جنت کے درمیان ایک گز کا فاصلہ رہے“

① صحیح بخاری کتاب الرقاق باب الحشر ۶۵۲۶؛ صحیح مسلم ۲۸۶۰؛ ترمذی ۱۶۲۳؛ احمد، ۱/۲۲۹؛ مسند الطیالسی

جاتا ہے کہ نوشتہ تقدیر اس پر غالب آتا ہے اور وہ اہل نار کے عمل کرنے لگتا ہے اور اسی پر مر جاتا ہے اور داخل نار ہوتا ہے۔ اور کوئی شخص عمر بھر اہل نار کے سے عمل کرتا ہے اور دوزخ سے ایک گز کی دوری رہ جاتی ہے کہ کتاب الہی اس پر غالب آ جاتی ہے پھر وہ جنتیوں کے سے عمل کر کے مرتا ہے اور جنتی بنتا ہے۔“ ① اور حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”کوئی شخص لوگوں کی نظروں میں جنتیوں کے سے عمل کرتا ہو دکھائی دیتا ہے اور وہ درحقیقت ہوتا ہے اہل دوزخ۔ اور ایک دوسرا شخص ہوتا ہے کہ دوزخیوں کے سے اعمال کرتا دکھائی دیتا ہے لیکن وہ دراصل ہوتا ہے جنتی۔“ ② سند تو ان اعمال کی ہے جو خاتمہ کے وقت سرزد ہوتے ہوں اور کلمہ شہادت پر دم نکلتا ہو۔ جیسا کہ فرمایا کہ مرنے کے وقت جیسا تھا ویسا ہی اٹھے گا۔ ③ اب ضروری ہے کہ اس قول اور اس آیت کے درمیان کہ ﴿فَاِذَا كُنتُمْ وَاٰلُكُمْ عَلٰى الصُّلْبِ نَسِئًا﴾ ④ توافقی قائم رہے۔ اور یہ بھی حدیث قول باری کی تائید میں ہے کہ ہر مولود دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے لیکن اسکے ماں باپ یا تو اسکو یہودی بنا دیتے ہیں یا نصرانی یا مجوسی۔ ⑤ اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے تو اپنے بندے نیک فطرت پیدا کئے تھے لیکن شیاطین نے ان کو بہکا بہکا کر دین سے بھٹکا دیا۔“ ⑥ غرض توافقیوں ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انکو یوں پیدا کیا ہے کہ پہلے تو وہ مؤمن ہوں گے۔ کیونکہ فطرت میں ایمان ہی ہے اور یہ بھی تقدیر میں لکھ دیا ہے کہ پھر کافر ہو جائیں گے اگر چہ ساری مخلوق معرفت اور توحید کی فطرت رکھتی ہے جیسا کہ ان سے ایسا عہد بھی لے لیا گیا تھا اور اسکو انکی فطری چیز بنایا تھا لیکن باوجود اسکے انکے مقدر میں یہ تھا کہ وہ یا توحشی ثابت ہونگے یا سعید اور حدیث میں ہے کہ ”لوگ صحیح اٹھتے ہیں تو یا تو اپنی جان نجات کے حوالے کرتے ہیں یا ہلاکت کے حوالے۔“ ⑦ اس کی نجات میں اللہ تعالیٰ ہی کا حکم نافذ ہے۔ وہی اللہ تعالیٰ ہے کہ ﴿وَالَّذِي كَفَرَ فَهٰذَا﴾ ⑧ یعنی فراریوں دیا کہ وہ ہدایت پائے گا۔ ﴿الَّذِيْ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقًا ثُمَّ هَدٰى﴾ ⑨ جس نے کہ ہر شے کو اس کی خلقت عطا فرمائی پھر راستے پر لگایا۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ ”جو اہل سعادت ہیں ان کو اہل سعادت کے سے عمل کرنے میں دشواری محسوس نہیں ہوتی۔ اور جو اہل شقاوت سے ہیں ان پر شقی لوگوں کے سے عمل آسان ہو جاتے ہیں۔“ ⑩ اسی لئے فرمایا کہ ایک فریق تو ہدایت پر ہے اور ایک فریق پر گمراہی چھائی ہوئی ہے پھر اس کی یہ علت یہاں بیان فرمائی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے بجائے شیاطین کو اپنا اولیٰ بنا لیا تھا۔ یہ بڑی کلمی دلیل ہے ان لوگوں کی غلطی پر جو یہ زعم کرتے ہیں کہ اللہ کسی کو معصیت یا کسی غلط عقیدہ پر عذاب نہیں دے گا جب کہ اس کو اپنے عمل کے صحیح ہونے کا یقین کامل ہو۔ ہاں کسی علم و یقین کے باوجود اگر ضد سے نہ مانے تو اسی کو عذاب ہو گا۔ اسلئے کہ اگر ان کا یہی خیال صحیح ہوتا تو اس گمراہ میں جو اپنے کو ہدایت پر یقین کر رہا ہے اور اس فریق پر جو درحقیقت گمراہی پر نہیں بلکہ ہدایت پر ہے صحیح عمل کرتا ہے اور صحیح عقیدہ پر ہے کوئی فرق نہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ایسے دو قسم کے لوگوں میں فرق بنا دیا ہے۔

- ① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة صلوات الله عليهم ۳۲۰۸؛ صحیح مسلم ۲۶۴۳؛ احمد، ۱/۳۸۲؛ ابن حبان، ۱۶۷۴۔
- ② صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب الأعمال بالخواتیم وما يخاف منها ۶۴۹۳؛ صحیح مسلم ۱۱۱۲؛ احمد، ۵/۳۳۵؛ دلائل النبوة، ۴/۲۵۲۔
- ③ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب الأمر بحسن الظن بالله تعالى عند الموت ۲۸۷۸؛ احمد، ۳/۳۳۱؛ ابن حبان ۷۳۱۹۔
- ④ ۳۰/الروم: ۳۰۔
- ⑤ اس کی تخریج سورۃ النساء آیت ۱۱۹ کے تحت گزر چکی ہے۔
- ⑥ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التي يعرف بها أهل الدنيا أهل الجنة وأهل النار ۲۸۶۵ مصنف عبدالرزاق ۲۰۰۸۸؛ مسند الطيالسی ۱۰۷۹؛ احمد، ۴/۲۶۶؛ ابن حبان، ۶۵۳۔
- ⑦ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب فضل الوضوء ۲۲۳؛ ترمذی ۳۵۱۷؛ احمد، ۵/۳۴۲؛ ابن حبان ۸۴۴۔
- ⑧ ۸۷/الاعلیٰ: ۳۔
- ⑨ ۲۰/طہ: ۵۰۔
- ⑩ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب موعظة المحدث عند القبر وقعود أصحابه حوله ۱۳۶۲؛ صحیح مسلم ۲۶۴۷؛ ابوداؤد ۴۶۹۴؛ ترمذی ۲۱۳۷؛ ابن ماجہ ۷۸؛ احمد، ۱/۸۲؛ مسند ابی یعلیٰ ۳۷۵۔

يَبْقَى اَدَمَ خُدُوًا زَيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا اِنَّهٗ لَا

يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝

ترجمہ: اے اولاد آدم کی تم مسجد کی ہر حاضری کے وقت اپنا لباس پہن لیا کرو اور خوب کھاؤ اور پیو اور حد سے مت نکلو بے شک اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتے حد سے نکل جانے والوں کو۔ [۳۱]

اچھا لباس کون سا ہے؟ [آیت: ۳۱] ان آیات میں ان مشرکین کا رو ہے جو برہنہ ہو کر بیت اللہ شریف کا طواف کرنے پر اعتماد رکھتے تھے کہ دن میں مرد اور رات میں عورتیں کپڑے اتار کر طواف کرتی تھیں۔ ① چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ہر نماز کے وقت (جس میں بیت اللہ شریف کے طواف کی عبادت بھی شامل ہو سکتی ہے) اپنی زینت یعنی لباس پہنے رہو جو تمہارے جسم کو برہنگی سے چھپالے۔ اس کے علاوہ اچھے اچھے کپڑے اور زیب و زینت بھی کر لو۔ ائمہ سلف نے یہی لکھا ہے کہ یہ آیت مشرکین کے برہنہ ہو کر طواف کرنے ہی سے متعلق ہے اور انس رضی اللہ عنہ سے مروی عامروں ہے کہ ”یہ نماز کے وقت جوتی پہن کر پڑھنے سے متعلق وارد ہوئی ہے“ لیکن اس کی صحت غور طلب ہے۔ اور اسی بنا پر حدیث میں کہا گیا ہے کہ ”نماز کے وقت تجل سے نماز پڑھنا مستحب اور لائق صواب ہے۔ خصوصاً یوم جمعہ اور یوم عیدین اور بہتر ہے کہ خوشبو بھی ملیں کیونکہ یہ بھی زینت ہے اور سب سے اچھا لباس سفید لباس ہے۔“ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”سفید کپڑے پہنو یہی سب سے اچھے کپڑے ہیں اپنی اموات کو بھی اسی میں کفناؤ۔ آنکھوں میں سرمہ لگایا کرو یہ بصارت کو تیز کرتا ہے اور بال اگاتا ہے۔“ ② یہ حدیث جید الاسناد ہے۔ تمیم داری رضی اللہ عنہ نے ایک چادر ہزار درہم میں خریدی تھی اسی کو اوڑھ کر نماز پڑھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ﴿كُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا﴾ کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔ اس آیت میں ساری طب جمع ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جو چاہو کھاؤ جو چاہو پیو میں تم پر کوئی الزام نہیں رکھتا لیکن دو خصلتیں بری ہیں ایک تو اسراف دوسرے غرور اور اکڑنا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”کھاؤ پیو پہنو دوسروں کو دو لیکن اسراف نہ ہونے پائے اور شان و غرور کے لئے نہ ہو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم پر اس کی نعمتوں کا اثر نمایاں ہو۔“ ③ یہ تو پہننے سے متعلق بات تھی اور کھانے سے متعلق یہ کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اس برتن سے زیادہ منحوس کوئی برتن نہیں جس کو بھر اہوا پیٹ کہا جائے۔ انسان کے لئے تو چند لقمے بھی کافی ہیں۔ جو اس کو اپنی حالت پر قائم رکھ سکیں اور اگر کچھ کھانا ہی چاہتا ہے تو ایک تہائی پیٹ غذا کھالے اور ایک تہائی پانی پی لے اور ایک تہائی بہ آسانی سانس لینے کے لئے چھوڑ دے۔“ ④ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”اسراف یہ ہے کہ جو جی میں آیا انسان کھا لیا کرے۔“ ⑤

① صحیح مسلم، کتاب التفسیر، باب فی قوله ﴿اخذوا زینتکم عند کل مسجد﴾ ۳۰۲۸۔

② ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی البیاض، ۴۰۶۱؛ وهو حسن، ترمذی، ۱۹۹۴؛ ابن ماجہ ۱۱۴۷۲؛ احمد، ۱/۲۴۷؛ ابن حبان ۵۴۲۳؛ حاکم، ۱/۳۵۴۔

③ احمد، ۲/۱۸۲؛ حاکم، ۴/۱۳۵؛ سندہ ضعیف و حدیث الترمذی، ۲۸۱۹ (صحیح) یعنی عنہ۔

④ ترمذی، کتاب الزهد، باب ماجاء فی کراهیة کثرة الأکل، ۲۳۸۰؛ وهو صحیح، ابن ماجہ ۳۳۴۹؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۶۷۶۸؛ احمد، ۴/۱۳۲؛ ابن حبان ۶۷۴۔

⑤ ابن ماجہ، کتاب الأطعمۃ، باب من الإسراف تاكل کل ما اشتیت، ۳۳۵۲؛ سندہ ضعیف جداً یوسف بن ابی کثیر جمول اور روح بن ذکوان ضعیف راوی ہے۔ مسند ابی یعلیٰ ۲۷۶۵؛ حلیۃ الاولیاء، ۱۰/۲۱۳؛ شعب الایمان، ۲/۱۶۹۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللَّهِ الَّتِي أَخْرَجَ لِعِبَادِهِ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ

لِلَّذِينَ آمَنُوا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ كَذَلِكَ نَفْصِلُ الْآيَاتِ

لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٣٤٠﴾ قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَّنَ وَالْإِثْمَ

وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزَّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى اللَّهِ

مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٤١﴾

ترجمہ: آپ فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے چیزوں کو جن کو اس نے اپنے بندوں کے واسطے بنایا ہے۔ اور کھانے پینے کی حلال چیزوں کو کس شخص نے حرام کیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ اشیاء اس طور پر کہ قیامت کے روز بھی خالص رہیں دنیوی زندگی میں خاص اہل ایمان ہی کے لئے ہیں ہم اسی طرح تمام آیات کو سمجھ داروں کے واسطے صاف صاف بیان کرتے ہیں۔ [۳۴۱] آپ فرمائیے کہ البتہ میرے رب نے صرف حرام کیا ہے تمام فحش باتوں کو ان کو جو علانیہ ہیں وہ بھی اور ان میں جو پوشیدہ ہیں وہ بھی اور ہر گناہ کی بات کو اور ناحق کسی پر ظلم کرنے کو اور اس بات کو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک ٹھہراؤ جس کی اللہ تعالیٰ نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی۔ اور اس بات کو کہ تم لوگ اللہ تعالیٰ کے ذمے ایسی بات لگا دو جس کی تم سند نہ رکھو۔ [۳۴۱]

سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جو لوگ برہنہ طواف بیت اللہ کرتے تھے وہ حج کے زمانے میں چربی اپنے پر حرام کر لیا کرتے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ چربی حرام نہیں ہے کھاؤ پیو اور چربی کی تحریم میں جو زیادتی تم نے کر رکھی ہے یہ نہ کرو۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کھاؤ پیو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دے رکھا ہے۔ عبدالرحمن بن زید رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ﴿لَا تُسْرِفُوا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ کھاؤ لیکن حرام نہ کھاؤ کیونکہ یہ زیادتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ کھاؤ پیو لیکن زیادہ کھاؤ پیو نہیں، کیونکہ یہی اسراف ہے۔ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ ﴿مُسْرِفِينَ﴾ سے (معتدین) مراد ہیں جیسا کہ فرمایا ﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ یعنی حد سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ کیونکہ غلو کر کے حلال کو بھی بزعم احتیاط اپنے پر حرام کر لیتے تھے یا حرام کو حلال بنا لیتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ حلال کو حلال رکھو اور حرام کو حرام۔ یہی عدل ہے جس کا حکم دیا گیا ہے۔

حلال چیز کو حرام کرنا: [آیت ۳۴۰-۳۴۱] اس آیت میں روئے اس شخص کا جو کھانے پینے یا پہننے کی کوئی چیز اپنے پر حرام کر لیتا ہے حالانکہ شرعاً کوئی ممانعت نہیں ہوتی۔ کہہ دو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان مشرکین سے جنہوں نے اپنی آراء فاسدہ سے اپنے اوپر ایک ایک چیز حرام کر لی ہے کہ کس نے اللہ تعالیٰ کی اس دی ہوئی زینت کو حرام کر دیا جو حق تعالیٰ نے بندوں کے لئے قرار دی۔ جس کو کہ اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس دنیوی زندگی میں اپنے عبادت گزار مومنوں کے لئے۔ اگرچہ کفار بھی اس میں شریک ہیں۔ لیکن ان نعمتوں کا حق تو دراصل مومن ہی رکھتے ہیں اور یہ نعمتیں تو خصوصیت کے ساتھ قیامت میں انہیں ملیں گی جن میں کفار شریک نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ جنت کی نعمتیں کفار پر حرام ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عرب بیت اللہ شریف کا عریاں طواف کرتے وقت بیٹھیاں اور تالیاں بجاتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”لباس تو اللہ تعالیٰ کی زینت ہے“ اس کو پہنے ہوئے طواف کیا کرو۔

سب سے زیادہ غیرت مند ہستی: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ سے زیادہ غیرت مند کوئی نہیں۔ اسی لئے کھلی چھپیں =

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ أَجْلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً ۖ وَلَا يَسْتَقْدِرُونَ ۖ
يَبْنِي أَدَمًا مَا يَأْتِيكُمْ رَسُولٌ مِّنْكُمْ يِقْضُونَ عَلَيْكُمْ آيَاتِي ۖ فَمَن اتَّقَىٰ وَاصْلَحَ
فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۖ وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا
أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ۖ فَمَن أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا
أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ ۖ أُولَٰئِكَ يَنَالُهُمُ النَّصِيبُ مِمَّنِ الْكَذِبِ ۖ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَهُمْ رَسُولُنَا
يَتَوَفَّوْنَهُمْ قَالُوا إِنَّا مَا كُنْتُمْ تَدْعُونَ مِن دُونِ اللَّهِ ۖ قَالُوا ضَلُّوا عَنَّا وَشَهِدُوا
عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ ۖ

ترجمہ: اور ہر گروہ کے لئے ایک میعاد موعین ہے سو جس وقت ان کی میعاد موعین آجائے گی اس وقت ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکیں گے اور نہ آگے بڑھ سکیں گے [۳۳] اے اولاد آدم کی اگر تمہارے پاس پیغمبر آئیں جو تم ہی میں سے ہوں گے جو میرے احکام تم سے بیان کریں گے سو جو شخص پر ہیز رکھے اور درستی کرے سو ان لوگوں پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ وہ ٹھگنیں ہوں گے۔ [۳۵] اور جو لوگ ہمارے ان احکام کو جھوٹا بتائیں گے اور ان سے تکبر کریں گے وہ لوگ دوزخ والے ہوں گے وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ [۳۶] سو اس شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتلائے ان لوگوں کے نصیب کا جو کچھ ہے وہ ان کو مل جائے گا۔ یہاں تک کہ جب ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ان کی جان قبض کرنے آئیں گے تو کہیں گے کہ وہ کہاں گئے جن کی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کیا کرتے تھے وہ کہیں گے کہ ہم سے سب غائب ہو گئے اور اپنے کافر ہونے کا اقرار کرنے لگیں گے۔ [۳۷]

== ساری گناہ کی باتیں اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی ہیں اور وہ بندہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے جو ہر آن اللہ تعالیٰ کی حمد کرتا رہے۔ اور ناحق اور ناروا اٹھ اور نفی کو بھی حرام کر دیا ہے۔“ ① انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اٹھ کے معنی معصیت اور نفی کے معنی ہیں بغیر استحقاق لوگوں کا مال یا ناحق عزت چھیننے میں زیادتی کرنا۔ مجاہد کہتے ہیں کہ باغی وہ ہے جو خود اپنے نفس پر بغاوت کرے اور حاصل بحث تفسیر یہ ہے کہ ”اٹھ“ وہ خطایا ہیں جو قافل کی اپنی ذات سے متعلق ہیں اور ”نفی“ وہ تعدی ہے جو لوگوں تک متجاوز ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں چیزوں کو حرام فرمایا ہے اور فرمایا کہ شرک باللہ بھی حرام ہے جس کی کوئی سند ہی نہیں ہے اور کسی کو شریک باللہ بنانے کا کوئی حق ہی نہیں ہے۔ اور یہ بھی حرام ہے کہ وہ باتیں کہو جو تم نہیں جانتے یعنی یہ کہنعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کی اولاد ہے اور اسی قسم کی باتیں جن کا کوئی علم و یقین ہی نہیں جیسا کہ فرمایا کہ بت پرستی کی گندگی سے بچو۔

نیکیوں کو بشارت اور برے لوگوں کو عذاب کی وعید: [آیت: ۳۳-۳۷] ارشاد ہوتا ہے کہ ہر امت کے لئے ایک میقات معلوم =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانعام باب قوله تعالى ﴿لَا تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ﴾ ۴: ۶۳۴؛

صحیح مسلم ۲۷۶۰؛ ترمذی ۳۵۳۰؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۱۷۳؛ احمد، ۱/۳۸۱؛ ابن حبان ۲۹۴۔

قَالَ ادْخُلُوا فِيْ اُمَّرٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ فِي النَّارِ كُلَّمَا
 دَخَلَتْ اُمَّةٌ لَعْنَتْ اُخْتَهَا حَتَّىٰ اِذَا اَدْرَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا قَالَتْ اُخْرِيْهِمْ
 لِاَوْلِيْهِمْ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ اَضَلُّوْنَا فَاتِيْهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِنَ النَّارِ قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٍ
 وَلٰكِنْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ وَقَالَتْ اَوْلِيْهِمْ لَا اُخْرِيْهِمْ فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلِ
 فِدُوْا وَقُوْا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جو فرقے تم سے پہلے گزر چکے ہیں جنات میں سے بھی اور آدمیوں میں سے بھی ان کے ساتھ تم بھی دوزخ میں جاؤ۔ جس وقت بھی کوئی جماعت داخل ہوگی اپنی جیسی دوسری جماعت کو لعنت کرے گی یہاں تک کہ جب اس میں سب جمع ہو جائیں گے تو پچھلے لوگ پہلے لوگوں کی نسبت کہیں گے کہ ہمارے پروردگار ہم کو ان لوگوں نے گمراہ کیا تھا سو ان کو دوزخ کا عذاب دوگنا دیجئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائیں گے کہ سب ہی کا دوگنا ہے لیکن تم کو خبر نہیں۔ [۳۸] اور پہلے لوگ پچھلے لوگوں سے کہیں گے کہ پھر تم کو ہم پر کوئی نوبت نہیں سونم بھی اپنے کردار کے مقابلے میں عذاب کا مزہ چکھتے رہو۔ [۳۹]

اور وقت مقرر ہے اور جب وہ وقت آ جائے تو پھر لوہ بھری بھی تو تقدیم و تاخیر نہیں ہو سکتی۔ پھر بنی آدم کو اللہ پاک ڈراتا ہے کہ دیکھو تمہارے پاس ہمارے رسول آئیں گے تم کو ہماری آیات سنائیں گے بشارت بھی دیں گے اور خوف بھی دلائیں گے اب جو ڈر گیا اور اپنی اصلاح کرنی محرمات ترک کر دیے اطاعت کے کام کرنے لگا تو اس کو نہ کسی خوف کا سامنا ہوگا اور نہ کوئی رنج و غم گھیرے گا۔ لیکن جو ہماری آیتوں کو جھٹلائیں گے اور غرور سے کام لیں گے یہی لوگ اہل نار ہیں جو اس میں ہمیشہ رہیں گے۔

ملک الموت کی ظالم لوگوں سے ملاقات: ارشاد ہوتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں جو اللہ تعالیٰ پر کذب کا افترا کرے یا اس کی آیتوں اور معجزات کو جھٹلائے یہ لوگ نوحۃً تقدیر سے اپنا حصہ پالیں گے۔ مفسرین نے اس کے معنی میں اختلافات کئے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ان کا چہرہ کالا ہو جائے گا۔ یا یہ کہ جو خیر کرے گا اس کی جزا خیر ملے گی اور بد کی جزا بد ملے گی۔ یا اپنے حصے سے مراد اپنا عمل اپنا رزق اور اپنی عمر۔ اور یہ قول معنی اور سیاق عبادت کے لحاظ سے قوی ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ ”ہمارے فرشتے جب ان کی روح قبض کرنے کے لئے آئیں گے۔“ اور اس آیت کے معنی کی مثال یہ قول پاک ہے کہ ”جو لوگ اللہ تعالیٰ پر کذب کا افترا کرتے ہیں وہ دنیا میں تمسح کے لحاظ سے کوئی فلاح نہیں پائیں گے اور جب پھر وہ ہماری طرف لوٹیں گے تو ان کے کفر کے سبب ہم انہیں عذاب شدید کا مزہ چکھائیں گے۔“ پھر فرمایا کہ اگر کوئی کفر کرتا ہے تو کرنے دو تمہیں اس کا کفر رنج و کوفت میں نہ ڈالے۔ ان کو آخر ہماری طرف آنا ہے ہی اس وقت ان کے اعمال ان پر کھل جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ دلوں کی بات کو جاننے والا ہے۔ ہم نے تو چند روزہ تمسح ان کو دے رکھا ہے۔ اللہ پاک آیت بالا میں خبر دیتا ہے کہ ملائکہ جو مشرکین کی روح قبض کریں گے تو موت کے وقت ان کو ڈرائیں گے اور روح قبض کر کے دوزخ کی طرف لے جائیں گے اور ان سے کہیں گے کہ اب وہ کہاں ہیں جن کو تم اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہراتے تھے انہیں سے دعا مانگتے تھے اور انہیں کی عبادت کرتے تھے۔ انہیں کو بلاؤ تا کہ وہ تم کو دوزخ سے چھڑائیں۔ تو

وہ کہیں گے وہ اب کہاں وہ تو سب بھاگ گئے۔ ہم کو تو اب ان کی خیر کی بھی امید نہیں اور اپنے منہ آپ اقرار کرنے لگیں گے کہ ہم کفر کرتے رہے تھے۔

کافروں کا ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہراتا: [آیت: ۳۸-۳۹] اللہ پاک مشرکین کی ان باتوں کی خبر دے رہا ہے جو وہ اللہ تعالیٰ پر اقرار باہنہ تھے جب کہ ان سے کہا جائے گا کہ تم اپنے جیسے ان گردہوں میں جا کر شامل ہو جاؤ جو تمہاری صفات والے تھے اور جو تم سے پہلے گزرے ہیں خواہ وہ جنات میں سے ہوں یا انسان میں سے اور پھر دوزخ کی راہ لو۔ ﴿مِنَ الْجِنَّةِ وَالْإِنْسِ﴾ محتمل ہے کہ ﴿فَعِیْ أُمَّمٍ﴾ کا بدل ہو اور یہ بھی محتمل ہے کہ ﴿فَعِیْ أُمَّمٍ﴾ معنی میں ہو مع امم کے۔ اور قولہ ﴿كُلَّمَا دَخَلْتَ أُمَّةً لَعَنْتُ أُخْتَهَا﴾ یعنی جب ایک نیا گردہ دوزخ میں جھونکا جائے گا تو ایک دوسرے کو برا کہنے لگیں گے (خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک کافر دوسرے کافر سے سرکش ہو جائے گا اور آپس میں ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگیں گے)۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جس وقت یہ کفار تابعین اپنے متبوعین سے سخت اظہار ناراضگی کریں گے اور جب وہ عذاب الہی کو دیکھ لیں گے اور تعلقات باہم ٹوٹ جائیں گے یہ تابعین کہیں گے کہ کاش ہمیں پھر دنیا میں جانا نصیب ہو تو جس طرح اس وقت یہ ہم سے الگ ہو گئے ہیں اسی طرح ہم بھی ان سے بیزاری کا اظہار کر کے بدلہ لیں گے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح ان کے اعمال حسرت کے رنگ میں پیش کر کے انہیں بتلائے گا۔ لیکن دوزخ سے وہ کسی طرح خارج نہ ہو سکیں گے۔ حتیٰ کہ وہ سب جب دوزخ میں جمع ہو جائیں گے تو بعد کے داخل دوزخ ہونے والے تابعین اپنے متبوعین کے بارے میں کہیں گے وہ متبوعین جن کا جرم بہ نسبت تابعین کے زیادہ شدید تھا اور وہ پہلے ہی سے داخل ہو چکے تھے اللہ تعالیٰ سے اپنے متبوعین کی شکایت کریں گے کہ انہیں نے ہم کو سیدھے راستے سے گمراہ کیا تھا اس لئے اے رب ان کو دوزخ میں دگنا عذاب دے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”جس روز آگ میں جل کر ان کے چہرے سیاہ ہو جائیں گے وہ کہیں گے کہ کاش ہم اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرتے۔ اور اے رب! ہم نے اپنے بڑوں کی بات مانی اور انہوں نے ہمیں بہکا دیا۔ اے اللہ ان کو دگنا عذاب دے۔“ ① تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ نہیں تم میں سے ہر ایک کو دگنا عذاب ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا کہ جو لوگ کفر کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکتے ہیں ہم ان کا عذاب زیادہ کر دیں گے اور وہ اپنے گناہوں کا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور دوسروں کے گناہوں کا بھی۔ غرض متبوعین اپنے تابعین سے کہیں گے کہ اب تم کو ہم پر کیا فضیلت رہی تم بھی ایسے ہی از خود گمراہ ہو گئے جیسے ہم ہو گئے تھے تو اب اپنے اعمال کا مزہ چکھو۔ ان کی یہ حالت ویسی کچھ ہے جس کی خبر اللہ پاک نے یوں دی ہے کہ اے نبی ﷺ! کاش تم ان کافروں کو دیکھتے کہ وہ اپنے رب کے سامنے کھڑے ہوئے ہیں اور ایک دوسرے پر الزام لگا رہے ہیں اور تابعین اپنے متبوعین سے کہہ رہے ہیں کہ اگر تم نہ ہوتے تو ہم مؤمن بننے تھے اور متبوعین اپنے تابعین سے کہیں گے کہ ہدایت حاصل کرنے سے ہم نے تم کو روک تھوڑا لیا تھا تم تو آپ بھٹک گئے تھے عقل سے کام کیوں نہیں لیا تھا۔ اور تابعین متبوعین سے کہیں گے کہ یہ تو تمہارا رات دن کا بہکانا تھا کہ تم ہم کو کفر پر مجبور کرتے تھے اور خدائی میں شریک ٹھہراتے تھے۔ پھر آپ ہی چپکے چپکے نادم ہو جائیں گے جب عذاب الہی کو دیکھیں گے اور ہم ان کی گردنوں میں طوق ڈال دیں گے اور جیسا وہ کرتے تھے ویسی ہی ان کو جزا ملے گی۔ ②

اِنَّ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تَفْتَحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلْبِغَ الْجَمَلُ فِيْ سَوِّ الْخِيَاطِ ۝ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ۝

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِّنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۝ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِيْنَ ۝

ترجمہ: جو لوگ ہماری آیات کو جھوٹا بتاتے ہیں اور ان سے تکبر کرتے ہیں ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں گے اور وہ لوگ کبھی جنت میں نہ جائیں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکہ کے اندر سے نہ چلا جائے اور ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ [۴۰] ان کے لئے آتش دوزخ کا بھجونا ہوگا اور ان کے اوپر اسی کا اوڑھنا ہوگا اور ہم ایسے ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں۔ [۴۱]

کافروں کا اوڑھنا بھجونا آگ ہی ہے: [آیت: ۴۰-۴۱] جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا ہے اور اس سے روگردانی کی ان کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جائیں گے یعنی نہ ان کا عمل صالح اوپر چڑھایا جائے گا نہ دعائیں۔ رسول اللہ ﷺ قبض روح فاجر کا ذکر فرماتے ہوئے کہتے ہیں کہ ”فرشتے اس روح کو لے کر آسمان پر چڑھیں گے اور ملاء اعلیٰ کے جن فرشتوں پر سے گزر ہوگا وہ پوچھیں گے کہ یہ کس کی خبیث روح ہے؟ تو اس کا قبیح ترین نام لے کر کہا جائے گا کہ فلاں کی ہے حتیٰ کہ آسمان تک پہنچیں گے اور کہیں گے کہ دروازہ کھولو۔ لیکن دروازہ کھلے گا نہیں“ جیسا کہ ارشاد ہے ﴿لَا تَفْتَحُ لَهُمْ اَبْوَابُ السَّمَآءِ﴾ براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم ایک انصاری کے جنازے کی مشایعت کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ کے ساتھ چل رہے تھے اور قبر تک پہنچے تو نبی اکرم ﷺ وہاں بیٹھ گئے۔ ہم بھی آپ ﷺ کے اطراف بیٹھے تھے اور ایسے خاموش گویا پرندے ہمارے سروں پر بیٹھ گئے ہیں (ہمیں خاموشی بے حرکت دیکھ کر) آپ ﷺ کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی زمین پر اس سے ایک شغل کے طور پر لکیریں کھینچ رہے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے اپنا سر اٹھایا اور فرمانے لگے ”عذاب قبر سے اللہ تعالیٰ کے پاس پناہ مانگو!“ دو یا تین دفعہ فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا کہ ”مومن جب دنیا سے اٹھے لگتا ہے اور آخرت کا رخ کرتا ہے تو آسمان سے روشن چہرے والے فرشتے اترتے ہیں جنت کا کفن لئے ہوئے ہوتے ہیں اور جنت کی خوشبوئیں ساتھ لاتے ہیں۔ اتنے زیادہ ہوتے ہیں کہ جہاں تک نظر کام کرتی ہے فرشتے ہی فرشتے ہوتے ہیں۔ پھر ملک الموت آ کر اس کے سر ہانے بیٹھتے ہیں اور کہتے ہیں ”اے مطمئن روح! مغفرت ربانی کی طرف چل! یہ سنتے ہی روح نکل پڑتی ہے جیسے کہ مشک کے منہ سے پانی کے قطرے نکلنے لگتے ہیں روح نکلنے ہی چشم زدن میں وہ اس کو جنتی کفن پہنادیتے ہیں اور جنتی خوشبوئیں اس کو بساتے ہیں وہ مشک کی ایسی بہتر خوشبو ہوتی ہے کہ دنیا میں جو بہترین ہو سکتی ہے۔ اس کو لے کر آسمان پر چڑھنے لگتے ہیں۔ جہاں کہیں بے گزرتے ہیں فرشتے کہتے ہیں کہ یہ کس کی پاک روح لے جا رہے ہو؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں کی۔ آسمان تک پہنچ کر دروازہ کھولنے کے لئے کہتے ہیں دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ دوسرے تمام فرشتے بھی آسمان دوم تک ساتھ آتے ہیں۔ اسی طرح آسمان بہ آسمان ساتویں آسمان تک پہنچتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے اس بندے کو علیین کے دفتر میں لکھ لو اور زمین کی طرف واپس کر دو۔ کیونکہ میں نے اس کو مٹی ہی سے پیدا کیا ہے اسی کے اندر اس کو واپس کرتا ہوں اور پھر دوسری بار اسی کے اندر سے اس کو اٹھاؤں گا۔ اب اس کی روح واپس کی جاتی ہے۔ یہاں دو فرشتے آتے ہیں۔ اس کے پاس بیٹھتے ہیں اور پوچھتے ہیں کہ تمہارا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ میرا رب ہے پھر پوچھتے ہیں تمہارا دین کون سا ہے وہ کہتا ہے اسلام میرا دین ہے۔ پھر پوچھتے ہیں وہ کون شخص ہیں جو تمہاری طرف بھیجے گئے تھے۔ وہ کہتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے

رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تھے۔ پھر پوچھتے ہیں تمہارا ذریعہ علم کیا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کی کتاب پڑھی تھی اس پر ایمان لایا تھا۔ اب آسمان سے ایک ندا آتی ہے کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ اس کے لئے جنت کا فرش لاؤ۔ جنت کے کپڑے پہناؤ اور جنت کا ایک دروازہ اس کے لئے کھول دو تا کہ جنت کی ہوا اور خوشبو اس کو پہنچتی رہے۔ اس کی قبر تا حد نگاہ کشادہ ہو جاتی ہے۔ ایک خوبصورت شخص اچھے لباس میں خوشبو میں بسا ہوا اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے خوش ہو جاؤ کہ آج تم سے جو وعدہ کیا گیا تھا پورا کیا جاتا ہے۔ وہ پوچھے گا تم کون ہو؟ وہ شخص کہے گا میں تمہارا عمل صالح ہوں۔ تو متونی کہے گا اے اللہ تعالیٰ اسی وقت قیامت قائم کر دے۔ میں اپنے اہل اور مال سے ملوں گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”بندہ کافر جب دنیا سے منموڑنے لگتا ہے تو سیاہ رنگ کے فرشتے ٹاٹ لئے ہوئے آتی ہیں اور تا حد نظر ہوتے ہیں۔ اب ملک الموت آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے خبیث روح نکل اور اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور غضب کی طرف جا تو وہ جسم کے اندر گھسنے لگتی ہے فرشتے اس کو کھینچ کر نکالتے ہیں جیسے کہ لوہے کی تاج بھیکے ہوئے بالوں کے اندر سے نکالی جاتی ہے۔ وہ اس کو لیتے ہی طرفۃ العین میں اس کو ٹاٹ کے اندر لپیٹ لیتے ہیں۔ اس کے اندر سے سڑے ہوئے مردار کی طرح بدبو نکلتی ہے اس کو لے کر آسمان پر چڑھتے ہیں اور جہاں کہیں سے گزرتے ہیں فرشتے پوچھتے ہیں کہ یہ کس کی روح خبیث ہے؟ کہا جاتا ہے کہ فلاں ابن فلاں کی۔ اور جب آسمان تک پہنچ کر کہتے ہیں کہ دروازہ کھولو! تو نہیں کھولا جاتا ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے ﴿لَا مُفْتَحَ﴾ والی آیت پڑھی۔

”اب اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس کو زمین کے طبقہ زیرین کی ”سجین“ میں لے جاؤ۔ چنانچہ اس کی روح وہاں پھینک دی جاتی ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے یہ آیت تلاوت فرمائی کہ ”جو اللہ تعالیٰ کا شرک کرتا ہے گویا آسمان سے گر پڑا اور پرندے اس کا گوشت فوج رہے ہوں یا ہوائیں دور دراز اس کو لئے اڑ رہی ہوں۔“ اس کی روح اس کے جسم میں واپس کر دی جاتی ہے۔ دو فرشتے آ کر پوچھتے ہیں کہ تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے انوس میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھتے ہیں تیرا دین کونسا ہے؟ وہ جواب دیتا ہے ہائے میں واقف نہیں۔ اب دریافت کرتے ہیں کہ تیری طرف کون بھیجا گیا تھا۔ وہ کہتا ہے حیف مجھے علم نہیں۔ اب آسمان سے ندا آتی ہے کہ میرا بندہ جھوٹ کہتا ہے۔ اس کے لئے دوزخ کا فرش لاؤ اور دوزخ کا دروازہ اس پر کھول دو تا کہ اس کو دوزخ کی حرارت اور باذگرم پہنچتی رہے۔ اس کی قبر اس پر تنگ ہو جاتی ہے اور اتنا دباتی ہے کہ ہڈی پسلی مل جائے۔ ایک قبیح چہرے والا میلے کپڑے پہنے بدبودار اس کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ تجھے اپنی بد بختیوں کی بشارت ہے یہ وہی دن ہے جس کا تجھ سے وعدہ تھا۔ وہ پوچھتا ہے تو کون ہے؟ وہ کہتا ہے میں تیرا عمل بد ہوں۔ کافر کہنے لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کرے قیامت قائم نہ ہو“ (تا کہ مجھے دوزخ میں نہ جانا پڑے)۔ ①

براء بن عازب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ باہر نکلے جنازے کے ساتھ تھے (باقی بیان سابقہ بیان کی طرح ہے)۔ ”حتیٰ کہ مومن کی روح جب نکلتی ہے تو آسمان وزمین کے فرشتے اس پر درود بھیجتے ہیں۔ اس کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں۔ سارے فرشتوں کی وعابہی ہوتی ہے کہ اس کی روح کو ہمارے سامنے سے لیتے جائیں۔ کافر کی روح پر ایک ایسا فرشتہ متعین ہوتا ہے جو اندھا بہر اور گونگا ہے۔ اس کے ہاتھ میں گرز ہوتا ہے کہ اگر پہاڑ پر مارے تو ریزہ ریزہ ہو جائے۔ چنانچہ اس کی ایک ہی چوٹ سے اس کا چوراہو جاتا ہے بالکل مٹی بن جاتا ہے پھر وہ جیسا کا ویسا بحکم الہی بن جاتا ہے۔ پھر ایک اور مار پڑتی ہے وہ چیخ اٹھتا ہے کہ جن دن انس کے سوا ہر مخلوق سستی ہے۔ اب دوزخ کا دروازہ کھل جاتا ہے اور آگ بجھ جاتی ہے۔“ ② (ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک روایت بھی =

① ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب المسئلۃ فی القبر و عذاب القبر ۴۷۵۳ وهو صحیح، احمد، ۴/ ۲۸۷، ۲۸۸؛ الشریعہ للاجری ۸۷۸؛ حاکم، ۱/ ۳۷؛ شعب الایمان ۳۹۵؛ اصول الاعتقاد ۲۱۴۰ ان کی اسناد صحیح درج کی ہیں۔ دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة،

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ
الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۳۳﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِّنْ غَلٍ تَجْرِي مِنْ
تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَٰذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنَّ
هَدَانَا اللَّهُ لَقَدْ جَاءتْ رَسُولٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُودُوا أَن تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي أُورِثْتُمُوهَا
بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۴﴾

ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے ہم کسی شخص کو اس کی قدرت سے زیادہ کوئی کام نہیں بتلاتے ایسے لوگ جنت والے
ہیں وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے ﴿۳۳﴾ اور جو کچھ ان کے دلوں میں غبار تھا ہم اس کو دور کر دیں گے ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ
لوگ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہم کو اس مقام تک پہنچایا اور ہماری کبھی رسائی نہ ہوئی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو نہ پہنچاتے
واقعی ہمارے رب کے پیغمبر سچی باتیں لے کر آئے تھے اور ان سے پکار کر کہا جائے گا کہ یہ جنت تم کو دی گئی ہے تمہارے اعمال کے بدلے۔ ﴿۳۴﴾

= قریب قریب ایسی ہی ہے اس لئے ترجمہ غیر ضروری ہے۔ (قولہ تعالیٰ ﴿لَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّىٰ يَلْبِغَ الْجُمَّلُ فِي سَمِّ الْخَيْطِ﴾
یعنی اگر سوئی کے ناکے سے اونٹ باہر نکل سکتا ہے تو پھر کافر بھی داخل جنت ہو سکے گا۔ غرض یہ کہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس لفظ
کو جُمَّل پڑھتے تھے۔ یعنی ضم جیم اور تشدید میم کے ساتھ ”جمل“ موٹی رسی کو کہتے ہیں جس سے کشتیاں باندھی جاتی ہیں۔

اہل ایمان کی سعادت مندی: [آیت: ۳۲-۳۳] اللہ پاک جب اشقیاء کا حال ذکر فرما چکا تو اب صاحب سعادت لوگوں کا ذکر
فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو دل سے ایمان لاپچکے ہیں اور اپنے جوارح سے عمل صالح کر چکے ہیں وہ برعکس ہیں ان لوگوں کے جنہوں نے
آیات ربانی سے کفر کیا۔ یہاں اس بات کو روشنی میں لایا جا رہا ہے کہ ایمان اور عمل کچھ دشوار چیزیں نہیں بلکہ بہت آسان ہیں چنانچہ ارشاد
ہوتا ہے کہ ہم نے تکلیفات شرعی جو عائد کئے ہیں اور ایمان اور عمل صالح کو جو فرض قرار دیا ہے یہ انسان کی وسعت سے کچھ باہر نہیں۔
ہم کسی کو بھی اس کی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے، یہی لوگ اہل جنت ہیں اور اہل ایمان کے دلوں میں جو کچھ باہمی بغض و کینہ
ہو گا وہ ہم نکال دیں گے۔ ① جیسا کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ ”مؤمنین جب نار سے نجات پا جائیں گے تو وہ جنت اور روزخ
کے درمیان والے پل پر روک لئے جائیں گے پھر ان کے وہ مظالم زیر بحث آئیں گے جو دنیا میں ان کے درمیان تھے حتیٰ کہ ان مظالم
اور اس بغض و حسد سے جب ان کے دل پاک و صاف کر دیے جائیں گے تو پھر ان کو جنت کی طرف راہ دے دی جائے گی اور اللہ تعالیٰ کی
قسم ان کو جنت کی منزل اپنے دنیا کے مسکن سے زیادہ اہل معلوم ہوگی۔ ② اہل جنت جب جنت کی طرف بھیجے جائیں گے تو وہ باب
جنت کے پاس ایک درخت پائیں گے جس کے نیچے دو چشمے بہتے ہوں گے ایک میں سے پانی لے کر پیئیں گے تو ان کے دل میں جو کچھ
باہمی کینہ ہوگا سب دھل جائے گا۔ یہی شراب طہور ہے اور دوسرے چشمے میں نہائیں گے تو جنت کی سی تازگی ان کے چہروں پر نمایاں ہو
جائے گی۔ پھر نہ تو بال نکھریں گے اور نہ سرد لگانے کی ضرورت ہوگی۔ پھر یہ لوگ جنت کی طرف گروہ درگروہ روانہ کئے جائیں گے۔“ ③ =

① ۱/ الانعام: ۱۵۲، ۱۵۳۔ ② صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب قصاص المظالم ۲۴۴۰؛ حاکم، ۲/ ۳۵۴؛

مسند ابی یعلیٰ ۱۱۸۶؛ ابن حبان ۷۴۳۴۔ ③ الطبری ۱۲/ ۴۳۹۔

وَنَادَى اَصْحَبُ الْجَنَّةِ اَصْحَبَ النَّارِ اَنْ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلْ

وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعَمْ فَاذَنْ مَوْذِنٌ يَنْهَاهُمْ اَنْ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى

الظّٰلِمِيْنَ ۗ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنِ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۗ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ

كٰفِرُوْنَ ۝

ترجمہ: اور اہل جنت اہل دوزخ کو پکاریں گے کہ ہم سے جو ہمارے رب نے وعدہ فرمایا تھا ہم نے تو اس کو واقع کے مطابق پایا سو تم سے جو تمہارے رب نے وعدہ کیا تھا تم نے بھی اس کو مطابق واقع کے پایا؟ وہ کہیں گے ہاں پھر ایک پکارنے والا دونوں کے درمیان میں پکارے گا کہ اللہ تعالیٰ کی بارہوان ظالموں پر۔ [۴۳] جو اللہ تعالیٰ کی راہ سے اعراض کیا کرتے تھے اور اس میں کجی تلاش کرتے رہتے تھے اور وہ لوگ آخرت کے بھی منکر تھے۔ [۴۵]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں امید کرتا ہوں کہ میں اور عثمان اور طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم ان شاء اللہ انہیں لوگوں میں سے ہوں گے جن کے دلوں میں کینہ تھا لیکن سب کا سینہ کینہ سے صاف کر دیا جائے گا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم میں اہل بدر بھی ہیں اور انہیں کی شان میں یہ آیت اتری ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہر جہنمی کو دوزخ کا ٹھکانہ بنا دیا جائے گا۔ وہ کہے گا کہ اگر اللہ تعالیٰ میری ہدایت نہ فرماتا تو میرا یہی ٹھکانہ ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا بڑا بڑا شکر ہے۔ اور ہر دوزخی کو جنت کا ٹھکانہ بنایا جائے گا وہ کہے گا کاش! اللہ تعالیٰ مجھے بھی ہدایت فرماتا تو یہ ٹھکانا میرا ہوتا اس طرح اس پر حسرت چھائی رہے گی۔ ① اور جب ان مؤمنین کو جنت کی بشارت مل جائے گی تو کہا جائے گا کہ یہ جنت اعمال صالح کے نتیجے کے طور پر تمہارا انعام ہے تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے تم جنت میں داخل کئے گئے اپنے حسب اعمال اپنا ٹھکانہ بنا لو اور یہ سب رحمت ربانی کا سبب ہے، بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہر ایک تم میں سے جان لے کہ کسی کے عمل اس کو جنت میں نہیں پہنچاتے ہیں۔“ تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ بھی نہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہاں میں بھی نہیں جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میرے بھی شامل حال نہ ہو۔“ ②

جنتیوں کا اہل جہنم سے سوال: [آیت: ۴۴-۴۵] اہل دوزخ کے دوزخ میں جانے کے بعد یہ طور تو بخ و سرزنش ان سے خطاب کیا جا رہا ہے کہ اصحاب جنت اصحاب نار سے کہیں گے کہ ہمارے رب نے ہم سے جو وعدہ فرمایا تھا اس کو تو حق ثابت کر دکھایا، کیا تم کو بھی حق کے اس وعدہ سے سابقہ پڑا جو تمہارے ساتھ رب نے کیا تھا۔ یہاں حرف ”ان“ قول محذوف کی تفسیر کر رہا ہے اور ”قد“ تحقیق کے لئے آیا ہے تو وہ کافر جواب دیں گے کہ ہاں۔ جیسا کہ سورہ صافات میں حق تعالیٰ نے فرمایا اور اس شخص کے بارے میں خبر دی ہے جو زندگی میں کسی کافر کا رفیق تھا یہ کہ وہ مؤمن جب اپنے کافر رفیق کو دوزخ میں جھانک کر دیکھے گا تو کہے گا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ تو مجھے دنیا میں اپنی غلط رہ نمائی سے آج ہلاک ہی کر دینے والا تھا۔ اگر اللہ تعالیٰ کا کرم شامل نہ ہوتا تو آج میں اسی کے ساتھ ہوتا۔ یہ کافر کہتے تھے کہ بس یہی ہم جو مر گئے سو مر گئے نہ پھر انھیں گے نہ کوئی عذاب ہوگا۔ ③ فرشتے اب ان کے کان کھولیں گے اور کہیں گے کہ =

① السنن الكبرى للنسائي ۱۱۶۵۴؛ حاکم، ۴۳۵/۲؛ احمد، ۵۱۲/۲ وسندہ ضعيف وله شاهد صحيح عند البخارى، ۶۵۶۹

و حسن عند احمد، ۵۴۰/۲ فالحدیث حسن۔ ② صحيح بخارى، كتاب المرضى، باب تمنى المريض الموت ۵۶۷۳؛ صحيح مسلم ۲۸۱۶؛ احمد، ۲/۲۶۶؛ ابن حبان ۳۴۸۔

③ ۳۷/الصافات: ۵۵، ۵۸۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ ۚ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيْمِهِمْ ۚ وَنَادُوا أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ سَلِّمُوا عَلَيْكُمْ ۚ لَمُيَدِّ خُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ۚ وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ

تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝

مقتولین: اور ان دونوں کے درمیان ایک آڑ ہوگی اور اعراف کے اوپر بہت سے آدمی ہوں گے وہ لوگ ہر ایک کو ان کے قیافہ سے پہچانیں گے اور اہل جنت کو پکار کر کہیں گے السلام علیکم! ابھی یہ اہل اعراف جنت میں داخل نہیں ہوئے ہوتے اور اس کے امیدوار ہوتے۔ [۳۶] اور جب ان کی نگاہیں اہل دوزخ کی طرف جا پڑیں گی تو کہیں گے اے ہمارے رب! ہم کو ان ظالم لوگوں کے ساتھ شامل نہ کیجئے۔ [۴۷]

دیکھو یہ ہے وہ دوزخ جس کا تم انکار کرتے تھے۔ یہ کوئی جادو ہے یا یہ کہ تمہیں دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ آؤ دوزخ میں داخل ہو۔ چارو ناچار اب تم کو صبر کرنا ہی پڑے گا۔ تم اپنے کئے کا بدلہ پارہے ہو۔ ① اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے مقتولین بدر کے کفار سے یوں خطاب فرمایا تھا کہ اے ابو جہل بن ہشام! اے عقبہ بن ربیعہ! اے شیبہ بن ربیعہ! اور دیگر مقتول سرداران قریش کے نام لے لے کر مایا کہ کیوں! رب نے تم سے جو وعدہ کیا تھا پورا فرمایا کہ نہیں مجھ سے اللہ تعالیٰ نے جو وعدہ فرمایا تھا وہ تو پورا ہو گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ مردوں کو مخاطب فرما رہے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ کی قسم وہ تم سے کم نہیں سن رہے ہیں لیکن جواب نہیں دے سکتے ہیں۔" ②

پھر ارشاد باری ہوتا ہے کہ ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ ظالمین پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔ پھر فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یہی راہ سے لوگوں کو روکتے تھے۔ انبیا ﷺ کی راہ شریعت سے لوگوں کو منحرف کر دیتے تھے کہ لوگ نیزھی راہ چلیں اور قبر ﷺ کی پیروی نہ کریں۔ یہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کا سامنا ہونے سے منکر تھے کیونکہ انہیں یوم حساب کا ڈر ہی نہیں تھا۔ یہ بڑے بد لوگ تھے۔

صحاب اعراف اور ان کا انجام: [آیت ۳۶-۳۷] اہل جنت کا اہل نار سے مخاطب کا ذکر فرمانے کے بعد ارشاد ہوتا ہے کہ زرخ اور جنت کے درمیان ایک آڑ ہوگی جو دوزخیوں کو جنت تک پہنچنے سے روک دے گی۔ جیسا کہ فرمایا کہ ان دونوں کے درمیان ایک دیوار قائم کر دی گئی ہے۔ جس کے اندر کی طرف ایک دروازہ ہے جس میں رحمت ہے اور اس کے باہر کی طرف عذاب ہے۔ ③ یہی اعراف ہے جس کی نسبت فرمایا کہ اعراف پر لوگ ہوں گے۔ سدی سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول "ان کے درمیان آڑ ہو گی" میں "آڑ" یہی اعراف ہے۔ ابن جریر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اعراف جمع ہے عرف کی۔ ہر مرتفع جگہ کو عرف کہتے ہیں۔ مرغ کی کلفتی کو عرفی اسی لئے عرف کہا جاتا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جنت و دوزخ کے درمیان ایک ٹیلہ ہے۔ یہاں بھی لوگ روک رکھے گئے ہیں یہ گنہگار ہیں۔ سدی کہتے ہیں کہ اعراف اس لئے نام رکھا گیا ہے کہ یہاں کے لوگ اپنے لوگوں کو پہچان لیں گے۔ مفسرین کی جمیریں اصحاب اعراف کے بارے میں مختلف ہیں۔ تقریباً سب کے ایک ہی معنی ہیں۔ یعنی وہ ایسے لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں۔ رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا کہ جن کی نیکیاں اور گناہ برابر ہوں وہ کہاں رہیں گے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا "یہی لوگ

۵۲/ الطور: ۱۶، ۱۷ - ② صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل ابی جہل ۳۹۷۶؛ صحیح مسلم ۲۸۷۴؛

ن حبان ۶۴۹۸ - ③ ۵۷/ الحدید: ۱۳۔

صاحب اعراف ہیں یہ جنت میں تو نہیں داخل کئے جائیں گے لیکن انہیں جنت کی توقع ضرور ہوگی۔ ① پھر اسی قسم کے ایک سوال پر نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ اصحاب اعراف وہ ہیں جو والدین کی اجازت کے بغیر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے نکلے اور پھر قتل ہو گئے دخول جنت سے تو انہیں اس لئے روک دیا گیا کہ اپنے والدین کی مرضی کے خلاف کیا تھا اور دوزخ سے اس لئے بچ گئے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہوئے تھے۔“ ② اور ایک حدیث ہے کہ فرمایا ”یہ وہ لوگ ہیں جن کی نیکیاں اور بدیاں برابر برابری تھیں۔ برائیوں نے تو جنت میں جانے سے انہیں روک دیا اور نیکیوں نے دوزخ میں جانے سے باز رکھا اب یہ لوگ اسی دیوار کے پاس ٹھہرے ہوئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کرنے تک یہیں ٹھہرے رہیں گے۔ اب ان کی نگاہیں جب اصحاب ناری طرف اٹھیں گی تو وہ کہیں گے یا رب ان ظالمین میں سے ہمیں نہ بنا۔ یہ اسی طرح دعائیں مانگتے رہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا اچھا جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ میں نے تمہیں بخش دیا۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ لوگوں کا حساب لے گا۔ جس کی ایک نیکی بھی بڑھ جائے گی وہ داخل جنت کر دیا جائے گا اور جس کی ایک برائی بھی بڑھ جائے گی اس کو دوزخ کی راہ بتا دی جائے گی۔“ پھر آپ ﷺ نے ﴿فَمَنْ نُكَلِّتْهُ مَوَازِينَهُ﴾ والی آیت پڑھی۔

پھر فرمایا کہ ”میزان تو ایک دانہ کے فرق سے بھی جھک جائے گا اور چڑھ جائے گا اور نیکیاں اور بدیاں برابر ہوتی ہیں تو وہ پل پر ٹھہرا دیے جاتے ہیں وہ اہل جنت اور اہل نار کو پہچان لیتے ہیں۔ اہل جنت کو دیکھ کر سلام کہیں گے اور بائیں طرف اہل دوزخ دکھائی دیں گے تو کہنے لگیں گے کہ اے اللہ تعالیٰ ان لوگوں میں سے ہمیں نہ بنانا۔ اصحاب حسنت کے سامنے ایک نور ہوگا جس کی راہنمائی میں وہ چلیں گے ایسے ہر نیک مرد اور عورت کے آگے نور ہوگا۔ صراط پر جب پہنچیں گے تو یہ نور ان لوگوں سے چھن جائے گا جو منافق ہوں گے۔ جب اہل جنت اس حال میں منافقین کو دیکھیں گے تو کہیں گے اے اللہ! ہمارے نور کو قائم رکھ لیکن اصحاب اعراف کا نور ان کے سامنے ہوگا وہ دور نہ ہوگا۔ اس وقت اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ جنتی تو نہیں ہیں لیکن جنت کی توقع رکھتے ہیں۔ بندہ جب کوئی نیکی کرتا ہے تو دوس نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور کوئی بدی کرتا ہے تو ایک ہی بدی کا اندراج ہوتا ہے۔ وہ شخص بد نصیب ہے جس کی اکائیاں اس کی دہائیوں پر غالب آگئی ہوں۔ جب اللہ پاک انہیں معاف فرماوے گا تو ایک نہر کی طرف بھیجے گا اس کو نہر حیات کہتے ہیں۔ جس کے کنارے سونے کے ہیں جن پر ہیرے اور موتی لگے ہیں۔ اس کی مٹی مشک ہے یہ لوگ اس نہر میں نہلائے جائیں گے تو ان کے رنگ درست ہو جائیں گے اور ان کی گردنوں پر سفید اور روشن علامات ظاہر ہو جائیں گی۔ اسی نشانی سے ان کا صاحب اعراف ہونا معلوم کیا جائے گا۔ جب ان کے رنگ کھڑ جائیں گے تو اللہ پاک ان سے خطاب فرمائے گا کہ مانگو کیا چاہتے ہو؟ وہ اپنی خواہش ظاہر کریں گے۔ ان کی امیدیں پوری کی جائیں گی اور کہا جائے گا کہ تمہاری درخواست سے اور ستر حصے تمہیں زیادہ دیا جاتا ہے وہ جنت کی طرف روانہ کئے جائیں گے ان کا نام ہوگا مساکین اہل جنت۔“ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”سب کے آخر میں ان کا فیصلہ ہوگا۔ سب بندوں کا فیصلہ ہو چکنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے صاحبان اعراف! تمہاری نیکیوں نے تم کو دوزخ سے بچالیا۔ لیکن جنت کا حق دار تم کو ثابت نہ کر سکیں۔ اب تم میرے آزاد کردہ ہو جاؤ۔ جنت سے استفادہ کرو جس طرح بھی تم چاہو۔“ ③ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ اہل اعراف وہ لوگ ہیں جو ناجائز پیدا ہوئے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”جنات کے مؤمنین“

① اس کی سند میں ابو عبد اللہ بن محمد بن عقیل جسے ابن معین نے ضعیف اور ابن حبان نے ردی الحفظ کہا ہے (المیزان، ۲/ ۴۸۴ رقم ۴۵۳۶) لہذا یہ روایت ضعیف مردود ہے۔ ② الطبری، ۸/ ۱۳۹، الامالی، ۸/ ۱۶۲، اس کی سند میں نبی بن مہل بن مجہول راوی ہے (المیزان، ۴/ ۳۸۴ رقم ۹۵۳۹) لہذا یہ روایت ضعیف مردود ہے۔ اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو منکر قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعیفة

وَنَادَى أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رَجُلًا لَا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمِهِمْ قَالُوا مَا آغَىٰ عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ

وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٣٨﴾ أَهْوَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ أَدْخُلُوا

الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ﴿٣٩﴾

ترجمہ: اور اہل اعراف بہت سے آدمیوں کو جن کو کہ ان کے قیافہ سے پہچانیں گے پکاریں گے کہ تمہاری جماعت اور تمہارا اپنے کو بڑا سمجھتا تمہارے کچھ کام نہ آیا۔ [۳۸] کیا یہ وہی ہیں جن کی نسبت تم قسمیں کھا کھا کر کہا کرتے تھے کہ اللہ ان پر رحمت نہ کرے گا۔ ان کو یوں حکم ہو گیا کہ جاؤ جنت میں تم پر نہ کچھ اندیشہ ہے اور نہ تم مغموں ہو گے۔ [۳۹]

= ان کے لئے بھی ثواب اور عذاب ہے۔ "لوگوں نے ان کے ثواب کے بارے میں اور ان کے مؤمنین سے متعلق دریافت کیا تو فرمایا کہ "یہ سب صاحب اعراف ہیں۔ یہ جنت میں امت محمدیہ کے ساتھ نہیں ہوں گے۔" پوچھا کہ اعراف کیا ہے؟ فرمایا "جنت کے قریب ایک دیوار ہے جس میں نہریں بھی ہیں" ① درخت اور پھل بھی ہیں۔" مجاہد کہتے ہیں کہ اصحاب اعراف وہ نیک لوگ ہیں جو فقہا اور علما ہیں۔ (بَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ) کے بارے میں ابو یوسف کہتے ہیں کہ جو لوگ اعراف پر متعین ہوں گے وہ فرشتے ہوں گے جو اہل جنت اور اہل نار کو پہچانتے ہوں گے اور اہل جنت کو نارا کر کے کہتے ہوں گے السلام علیکم۔ وہ جنت میں تو نہیں ہوں گے لیکن جنت کے آرزو مند ہوں گے اور دوزخیوں کو دیکھ کر دوزخ سے پناہ مانگیں گے۔ اصحاب اعراف ایسے لوگوں کو آواز دیں گے جن کو وہ روشن پیشانی سے پہچان لیں گے اور کہیں گے کہ تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے غرور اور سر تابی نہیں کرتے تھے۔ یہ گنہگار لوگ تو جنتی نہیں ہو سکتے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی رحمت نہیں پائی۔ اور جب جنتی جنت میں داخل کئے جائیں گے تو کہا جائے گا کہ جاؤ جنت میں اب تم کو نہ کوئی خوف ہے نہ تم کو حزن و غم سے سابقہ ہوگا۔ یہ قول بہت غریب ہے اور سیاق عبارت بھی ظاہر کے خلاف ہے اور جمہور کا قول ہی مقدم ہے کیونکہ آیت کے ظاہری الفاظ کے مطابق ہے۔ حضرت مجاہد کا قول بھی جو اوپر بیان ہوا غرابت سے خالی نہیں۔ قرطبی نے اس بارے میں بارہ قول نقل کئے ہیں۔ صلحا، انبیاء، ملائکہ وغیرہ یہ جنتیوں کو ان کے چہرے کی رونق اور سفیدی سے اور جنم والوں کو ان کے چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اللہ پاک نے یہ منزلت ان کو اس لئے بخشی ہے تاکہ وہ جان لیں کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون۔ وہ اہل نار کو چہرے کی سیاہی سے پہچان لیں گے اور اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگ کر کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں میں سے ہمیں نہ بنا۔ اسی حالت میں وہ اہل جنت کو سلام کہیں گے اور خود جنت میں داخل تو نہیں ہوئے لیکن امید رکھتے ہیں اور ان شاء اللہ داخل ہوں گے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ طبع ان کے دل میں صرف اس کرامت و مہربانی کے سبب ہے جو اللہ تعالیٰ ان کے حال پر شامل رکھتا ہے اور وہ جو امید رکھیں گے اس سے اللہ تعالیٰ نے انہیں آگاہ بھی فرمایا ہے یعنی کہہ دیا ہے کہ اہل دوزخ کو دیکھ کر وہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ ان سے بچا۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ اہل دوزخ کی طرف دیکھیں گے تو ان کے چہرے مجلس انھیں گے اور جب اہل جنت کی طرف دیکھیں گے تو یہ بات جاتی رہے گی۔

قیامت کے دن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت: [آیت: ۳۸-۳۹] اللہ تعالیٰ اس ملامت کا ذکر فرما رہا ہے جو اہل اعراف

① اس کی سند میں ولید بن موسیٰ اللہ شقی ہے جسے دارقطنی نے منکر الحدیث، ابن حبان نے اس کی روایت کو موضوع کہا اور اس کے علاوہ دوسرے محدثین نے اسے متروک قرار دیا ہے۔ دیکھئے (المیزان، ۴/ ۳۴۹ رقم ۹۶۱۲) لہذا یہ روایت سخت ضعیف مردود ہے۔

بروز قیامت مشرکین کے سرداروں کو دوزخ میں دیکھ کر کریں گے کہ تمہاری کثرت نے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچایا اور عذاب الہی سے تمہاری سرکشی نے بھی تمہیں کوئی نفع نہ بخشا اور تم مستحق عذاب و نکال ہو گئے۔ یہی مشرکین اہل اعراف کے بارے میں کہتے تھے اور قسمیں کھاتے تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کی رحمت کبھی نہیں ملے گی۔ اب اللہ تعالیٰ اہل اعراف سے کہے گا کہ جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ تمہیں نہ خوف ہے نہ رنج و غم۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”اصحاب اعراف وہ لوگ ہیں کہ جن کے اعمال برابر ہیں۔ یعنی اتنے نہیں کہ جنت میں جا سکیں اور نہ ایسے ہیں کہ دوزخ میں ڈالے جائیں۔ چنانچہ وہ اعراف کے اندر رہ کر دوزخیوں اور جنتیوں کو ان کے چہروں ہی سے پہچان لیں گے۔ پھر قیامت کے روز جب سب بندوں کے فیصلے ہو چکیں گے تو اللہ تعالیٰ شفاعت کرنے کی اجازت دے گا۔ لوگ آدم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور کہیں گے آپ ہمارے باپ ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس ہماری شفاعت کیجئے۔ وہ کہیں گے کہ کیا تم جانتے ہو کہ کسی کو بھی اللہ تعالیٰ نے میرے سوا اپنے ہاتھوں سے بنایا ہو اور اس میں خاص اپنی روح پھونکی ہو اور کیا ملائکہ نے میرے سوا کسی اور کو بھی سجدہ کیا ہے۔ لوگ کہیں گے نہیں۔ آدم علیہ السلام کہیں گے پھر بھی میں کنہ ذات الہی سے واقف نہیں، میں تو شفاعت کی طاقت نہیں رکھتا۔ تم میرے بیٹے ابراہیم علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ لوگ ابراہیم علیہ السلام کے پاس آئیں گے اور ان سے شفاعت کے خواستگار ہوں گے۔ وہ کہیں گے کیا اللہ تعالیٰ نے میرے سوا کسی کو ظلیل قرار دیا ہے اور میرے سوا کیا کسی کو اس کی قوم نے آگ میں جھونکا ہے؟ لوگ کہیں گے نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کہیں گے میں شفاعت نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی کنہ سے واقف نہیں۔ تم موسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام کہیں گے کیا میرے سوا اللہ تعالیٰ نے کسی سے براہ راست باتیں کی ہیں؟ مگر پھر بھی میں حقیقت الہی سے واقف نہیں، تم عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جاؤ۔ عیسیٰ علیہ السلام کہیں گے کیا میرے سوا اللہ تعالیٰ نے کسی کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے اور کیا کسی نے کوڑھی اور جذامی جیسے لاعلاج مریض کو درست کیا ہے۔ اور میرے سوا کیا کسی نے مردے کو زندہ کیا ہے؟ کہیں گے نہیں۔ پھر بھی میں اس کی ذات سے واقف نہیں۔ مجھے اپنی فکر ہے۔ تم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ لوگ میرے پاس آئیں گے۔ میں سینے پر ہاتھ مار کر کہوں گا میں تمہاری سفارش کروں گا۔ پھر میں اللہ تعالیٰ کے عرش کے آگے آ کر کھڑا ہوں گا۔ اور میری زبان اللہ تعالیٰ کی تعریف میں ایسی کھل جائے گی کہ کبھی تم نے ایسی تعریف نہ سنی ہوگی۔ پھر میں سجدے میں گر جاؤں گا۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سر اٹھاؤ، بولو کیا چاہتے ہو شفاعت کرتے ہو تو تمہاری شفاعت قبول کی جائے گی۔ اب میں سر اٹھاؤں گا اور پھر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کروں گا۔ پھر سجدے میں گر پڑوں گا۔ پھر کہا جائے گا کہ اٹھو درخواست کرو۔ میں سر اٹھا کر عرض کروں گا ”یار میری امت کو بخش دے۔“ اللہ تعالیٰ فرمائے گا ”ہاں بخش دیا۔“ اس کیفیت کو دیکھ کر کوئی نبی مرسل اور کوئی فرشتہ نہ ہوگا جس کو رشک نہ ہو۔ یہی مقام محمود ہے۔

اب میں سب امتیوں کو لے کر جنت کی طرف آؤں گا۔ جنت کا دروازہ میرے لئے کھل جائے گا۔ اب ان سب امتیوں کو نہر کی طرف لے جایا جائے گا جس کو ”نہر حیات“ کہتے ہیں۔ جس کے دونوں کنارے موتی، ہیرے اور زر سے مرصع ہونگے۔ اس کی مٹی مشک ہوگی اس کے کنکر پتھر یا توت ہوں گے۔ اس نہر میں یہ لوگ نہائیں گے اور ان کے رنگ جنتیوں کے سے ہو جائیں گے اور ان سے جنتیوں کی خوشبو پیدا ہو جائے گی ایسے معلوم ہوں گے گویا چمکتے تارے ہیں لیکن ان کے سینوں پر روشن نشانات ہوں گے جن سے وہ پہچانے جائیں گے۔ انہیں مساکین اہل الجنت کہا جائے گا۔“ ①

① بیروایت نہیں ملی لیکن اس معنی کی دوسری روایت صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب ادنی اہل الجنة منزلة فیہا ۱۹۴، ۱۹۵ میں موجود ہے۔

وَنَادَى أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ آفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ
 اللَّهُ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَعًا عَلَى الْكَافِرِينَ ۗ الَّذِينَ اتَّخَذُوا دِينَهُمْ لَهْوًا وَلَعِبًا
 وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنسُوهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَذَا وَمَا كَانُوا
 بِآيَاتِنَا يَتَّبِعُونَ ۝

ترجمہ: اور دوزخ والے جنت والوں کو پکاریں گے کہ ہمارے اوپر تھوڑا پانی ہی ڈال دو یا اور ہی کچھ دے دو جو اللہ تعالیٰ نے تم کو دے رکھا ہے۔ جنت والے کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں چیزوں کی کافروں کے لئے بندش کر رکھی ہے۔ [۵۰] جنہوں نے دنیا میں اپنے دین کو لہو و لعب بنا رکھا تھا اور جن کو دنیاوی زندگی نے دھوکہ میں ڈال رکھا تھا۔ سو ہم بھی آج کے روزانہ کا نام نہ لیں گے جیسا انہوں نے اس دن کا نام تک نہ لیا اور جیسا یہ ہماری آجوں کا انکار کیا کرتے تھے۔ [۵۱]

اہل دوزخ کی فریاد: [آیت: ۵۰-۵۱] اللہ تعالیٰ زلت اصحاب نار کو بتا رہا ہے اور یہ کہ وہ کس طرح اہل جنت سے شراب و طعام مانگ رہے ہیں لیکن جنتی انہیں کچھ نہیں دیتے۔ دوزخی جنتیوں سے کہیں گے کہ کچھ پانی اور کچھ طعام ہمیں بھی دے دو۔ باپ سے بیٹا یا بھائی سے بھائی مانگے گا اور کہے گا کہ میں تو جل اٹھا ہوں تھوڑا سا پانی دے دو۔ لیکن وہ یہی جواب دیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ دونوں چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔ ابوموسیٰ صغار نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے پوچھا کہ کونسا صدقہ افضل ہے تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”بہترین صدقہ پانی ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ اہل نار اہل جنت سے پانی اور طعام مانگیں گے۔“ ① ابوصالح سے روایت ہے کہ جب ابوطالب بیمار ہوئے تو لوگوں نے ان سے کہا کہ تم اپنے پیچھے کے پاس کہلا بھیجو کہ انگور کا ایک جنتی خوشہ منگلو اور شاید کہ اس کی برکت سے شفا ہو جائے۔ قاصد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے کہ کافروں پر اللہ تعالیٰ نے جنت کی ہر چیز حرام کر دی ہے۔ ② پھر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ کافروں نے کس طرح دنیا میں مذہب و دین کو کھلوانا بنا رکھا ہے اور دنیا کے اندر کس طرح بھول میں پڑے ہوئے ہیں اور دنیا کی زینت و آرائش میں کیسے مبتلا ہیں۔ اور آخرت کا سودا کرنے سے کیسے غافل ہیں۔ پھر فرمایا آج ہم بھی ان کو بھلا دیتے ہیں جیسا کہ انہوں نے اس یوم آخرت کو بھلا دیا تھا۔ یہ بھلانے کا لفظ بطور معاملہ اور بدلے کے ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کسی چیز کو فراموش نہیں کرتا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿لَمْ يَنْسُوا﴾ ③ یہاں مقصد صرف مقابلہ بات کہنا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ﴾ ④ اور ﴿كَذَلِكَ أَتَتْكَ آيَاتُنَا فَنَسِيَتْهَا وَكَذَلِكَ الْيَوْمَ تَنْسَى ۝﴾ ⑤ اور ﴿الْيَوْمَ نَنسُوهُمْ كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَذَا﴾ ⑥ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ خیر کرنا بھلا دیا ہے اور ان کو سزا دینا نہیں بھلا یا۔

① المعجم الأوسط ۱۰/۱۰۱، مسند ابی یعلیٰ ۲۶۷۳ اس کی سند میں موسیٰ بن العفیرہ اور ابوموسیٰ الصغار بھول راوی ہیں (میزان الاعتدال، ۲۲۴/۴، رقم ۸۹۲۹) لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔
 ② یہ روایت معصل یعنی ضعیف ہے۔ ③ ۲۰/ طہ: ۵۲۔ ④ ۹/ التوبة: ۶۷۔
 ⑤ ۲۰/ طہ: ۱۲۶۔ ⑥ ۴۵/ المجاہد: ۳۴۔

وَلَقَدْ جِئْتَهُمْ بِكُتُبٍ فَصَلَّنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٢﴾ هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلَهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۗ فَهَلْ لَنَا مِنْ شَفْعَاءَ فَيَشْفَعُوا لَنَا أَوْ لُرُدُّ فَنَعْمَلُ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ ۗ قَدْ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٥٣﴾

ترجمہ: اور ہم نے ان لوگوں کے پاس ایک ایسی کتاب پہنچادی ہے جس کو ہم نے اپنے علم کامل سے بہت ہی واضح واضح کر کے بیان کر دیا ہے ذریعہ ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لئے ہے جو ایمان لائے۔ [۵۲] ان لوگوں کو اور کسی بات کا انتظار نہیں صرف اس کے آخر نتیجہ کا انتظار ہے، جس روز اس کا آخر نتیجہ پیش آئے گا اس روز جو لوگ اس کو پہلے سے بھولے ہوئے تھے یوں کہنے لگیں گے کہ واقعی ہمارے رب کے پیغمبر بھی سچی باتیں لائے تھے سو اب کیا کوئی ہمارا سفارشی ہے کہ وہ ہماری سفارش کرے یا کیا ہم پھر واپس بھیجے جاسکتے ہیں تاکہ ہم لوگ ان اعمال کے جن کو ہم کیا کرتے تھے برخلاف دوسرے اعمال کریں۔ بے شک ان لوگوں نے اپنے کو خسارہ میں ڈال دیا اور یہ جو جو باتیں تراشتے تھے سب گم ہو گیا۔ [۵۳]

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز بندے سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے بیوی بچے نہیں دیے تھے اور کیا تجھ پر انعام و اکرام نہیں کیا تھا اور کیا اونٹ، گھوڑے اور فیل و حشم نہیں دیے تھے اور کیا تو سرداری اور افسری نہیں کرتا تھا۔ بندہ کہے گا ہاں اے اللہ تعالیٰ تو نے سب کچھ دیا تھا۔ پھر فرمائے گا کہ کیا تجھے یقین تھا کہ میرا سامنا کرنا پڑے گا؟ وہ کہے گا اے اللہ تعالیٰ مجھے یقین نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا جیسا تو نے مجھے بھلا دیا تھا آج میں بھی تجھے بھلا دیتا ہوں۔ ①

مشرکین اور تکمیل حجت: [آیت: ۵۲-۵۳] اللہ تعالیٰ نے مشرکین کی تکمیل حجت کر دی تھی یعنی پیغمبر بھیجے تھے، کتابیں بھیجی تھیں جن میں بڑی کھلی کھلی دلیل تھیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿كُتُبٌ حَكِيمَةٌ اُنزِلَتْ اِنَّهُمْ فَصَّلَتْ﴾ ② اے یعنی ایسی کتاب جس کی آیتیں حکم ہیں اور ہر بات صاف صاف بیان کر دی گئی ہے۔ اور قولہ ﴿فَصَلَّنَاهُ عَلٰی عِلْمٍ﴾ یعنی جن باتوں پر ہم نے روشنی ڈالی ہے اس کو خوب جانتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿اَنْزَلْنَاهُ بِعِلْمِهِ﴾ ③

ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس قول باری تعالیٰ سے تعلق رکھتی ہے کہ ﴿كُتُبٌ اَنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ لَهَا صِدْرٌ وَلَا حَرْجٌ مِّنْهَا﴾ ④ یعنی یہ کتاب جو تم پر نازل کی گئی ہے اس سے تمہارے دل میں کوئی غلش نہ ہو جائے اور آیت مندرجہ بالا ﴿وَلَقَدْ جِئْتَهُمْ بِكُتُبٍ﴾ الخ۔ یہ بات جو ابن جریر رضی اللہ عنہ نے کہی ہے یہ قابل اعتراض ہے کیونکہ دونوں آیتوں میں فصل طویل ہے اور اس دعوے پر کوئی دلیل بھی نہیں ہے اور یہاں بات تو صرف یہ ہے کہ جب اس بات کی خبر دے دی کہ وہ آخرت میں کیا خسارہ اٹھانے والے ہیں تو پھر اس بات کا ذکر کیا گیا ہے کہ دنیا میں رسول بھیج کر اور کتاب اتار کر ان کے سارے عذرات ختم کر دیے گئے ہیں جیسا کہ فرمایا ﴿وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُوْلًا﴾ ⑤ یعنی ہم عذاب نہیں دیا کرتے جب تک کہ وہ نمائی کے لئے رسول نہ بھیجے۔

① صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب الدنيا سجن للمؤمن وجنة للکافر، ۲/۴۹۲؛ ابن حبان ۷۴۴۶۔

② ۱۱/ہود:۱۔ ③ ۴/النساء:۱۶۶۔ ④ ۷/الاعراف:۲۔ ⑤ ۱۷/الاسراء:۱۵۔

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى الْعَرْشِ يُعْطِي الْبَيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۗ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ۗ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿٥٣﴾

ترجمہ: بے شک تمہارا رب اللہ تعالیٰ ہی ہے جس نے سب آسمانوں اور زمین کو پچھتر روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا۔ چھپا دیتا ہے شب سے دن کو ایسے طور پر کہ وہ شب اس دن کو جلدی سے آجاتی ہے اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے طور پر کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں یاد رکھو اللہ تعالیٰ ہی کے لئے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں کے بھرے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ جو تمام عالم کے پروردگار ہیں۔ [۵۳]

دیں۔ اور اسی لئے آیت بالا میں فرمایا ﴿هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ﴾ یعنی وہ تو اس عذاب اور نکال اور جنت یا دوزخ کا انتظار کر رہے ہیں جس کا ان سے وعدہ کیا گیا ہے۔ مجاہد وغیرہ کہتے ہیں کہ تاویل سے مراد عوض اور جزا ہے۔ ربیع کہتے ہیں کہ یوم حساب آنے تک یہ عوض ملتا رہے گا۔ حتیٰ کہ جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں پہنچ جائیں گے۔ اس وقت جزا کا معاملہ ختم ہو جائے گا اور جب کہ قیامت کے دن ایسا ہوگا تو وہ لوگ جنہوں نے عمل ترک کر دیا تھا اور دنیا میں اس کو بھول گئے تھے تو کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کے رسول حق بات لے کر آئے تھے تو کیا وہ ہماری نجات کے لئے اللہ تعالیٰ سے سفارش کریں گے یا کم از کم پھر دنیا میں ہمیں بھیج دیا جائے گا کہ اب کے ہم سابقہ عمل کی طرح عمل نہ کریں۔ جیسے کہ فرمایا 'کاش تم ان لوگوں کو دیکھتے جب کہ وہ دوزخ میں جھونکے جانے کے لئے دوزخ کے منہ پر کھڑے کئے ہوئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کہ کاش ہمیں پھر لوٹا دو اب کے ہم قرآن کی تکذیب نہیں کریں گے اور مؤمن بنے رہیں گے۔ بلکہ بات یہ ہے کہ اب انہیں معلوم ہو گیا ہے کہ کوئی بات پہلے سے ان کے دل میں چھپی ہوئی تھی۔ اور اگر دوبارہ وہ دنیا میں لوٹائے بھی جائیں تو پھر وہی کریں گے جس کی ممانعت کی گئی ہوگی ان کی بات جھوٹ ہے کہ اب ایسا نہ کریں گے۔ ①

جیسا کہ یہاں فرمایا ہے کہ ان کے نفوس بڑے نقصان اور خسران میں پڑ گئے اور جو کچھ وہ افترا کرتے تھے سب ہوا ہو گیا اور اب تو ہمیشہ کی دوزخ چلے پڑ گئی۔ ان کے بت ان کی سفارش نہیں کر سکتے اور نہ ان کو عذاب سے چھڑا سکتے ہیں۔

توحید ربوبیت کا اثبات: [آیت ۵۳] اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ زمین و آسمان کا پیدا کرنے والا ہے اس نے زمین و آسمان کو چھ دن میں پیدا کیا ہے جس کا قرآن میں کئی بار ذکر آیا ہے۔ وہ چھ دن یہ ہیں التوار۔ پیر۔ منگل۔ بدھ۔ جمعرات۔ جمعہ۔ جمعہ ہی کے روز ساری مخلوق مجتمع ہوئی اور اسی روز آدم علیہ السلام پیدا کئے گئے۔ ایام کے بارے میں اختلاف ہے کہ کیا دن ان دنوں کی طرح تھا جیسا کہ ذہن فوراً اسی خیال کی طرف منتقل ہوتا ہے یا یہ کہ ایک ہزار سال والا دن تھا۔ اب رہ گیا ہفتہ کا دن۔ اس دن کچھ پیدا نہیں کیا گیا۔ پیدائش اس روز منقطع تھی اسی لئے اس ساتویں دن یعنی ہفتہ کے دن کو یوم السبت کہتے ہیں اور "سبت" کے معنی قطع کے ہیں۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے میرا ہاتھ تھا ما اور فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ نے ہفتہ کے روز زمین پیدا کی اور التوار کے روز پہاڑ پیدا کئے۔ اور پیر کے روز درخت پیدا کئے۔ برائیاں اور مکروہات منگل کے روز نور بدھ کے روز اور تمام جانور اور ذی روح جمعرات کے روز اور آدم علیہ السلام کو عصر کے بعد بروز جمعہ آخری گھنٹے میں عصر اور مغرب کے درمیان۔" ② اس حدیث سے تو

① ۶/ الانعام: ۲۷، ۲۸۔

② صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب ابتداء الخلق وخلق آدم علیہ السلام ۲۷۸۹؛

السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۰۱۰؛ احمد، ۲/ ۳۲۷؛ ابن حبان، ۶۱۶۱؛ الأسماء والصفات، ۲/ ۱۲۴۔

ساتوں دن مصروف ثابت ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے تو فرمایا ہے کہ چھ دن مصروفیت کے تھے اس لئے بخاری رَضِيَ اللهُ عَنْهُ وغیرہ نے اس حدیث کی صحت میں کلام کیا ہے اور کہا ہے کہ اس کو ابو ہریرہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نے کعب احبار رَضِيَ اللهُ عَنْهُ سے سن کر کہہ دیا ہوگا وَاللَّهِ اَعْلَمُ۔^①

ان چھ دن کی مصروفیت کے بعد وہ عرش پر جلوہ افروز ہو گیا۔ اس مقام پر لوگوں نے بہت کچھ خیال آفرینیاں کی ہیں اور بہت خیالات دوڑائے ہیں جن کی تفصیل کا یہاں کوئی موقع نہیں۔ ہم اس بارے میں صرف سلف صالحین کا مسلک اختیار کرتے ہیں یعنی مالک، اوزاعی، ثوری، لیث بن سعد، شافعی، احمد اور اسحاق بن راہویہ رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وغیرہ اور نئے پرانے ائمہ المسلمین۔ اور وہ مسلک یہ ہے کہ اس پر یقین کر لیا جائے بغیر کسی کیفیت و تشبیہ کے اور بغیر اس فوری خیال کی طرف ذہن لے جانے کے کہ جس سے تشبیہ کا عقیدہ ذہن میں آتا ہے اور جو صفات اللہ تعالیٰ سے بعید ہے۔ غرض جو کچھ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے بغیر اس پر کچھ خیال آرائی اور شبہ کرنے کے تسلیم کر لیا جائے اور چون و چرا میں نہ پڑیں۔ کیونکہ اللہ پاک کسی شے کے مشابہ اور مماثل نہیں ہے وہ سچ اور بصیر ہے۔ جیسا کہ مجتہدین نے فرمایا جن میں سے نعیم بن حماد الخزازی بھی ہیں جو بخاری رَضِيَ اللهُ عَنْهُ کے استاذ ہیں کہا ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق سے تشبیہ دی وہ کفر کا مرتکب ہو گیا۔ اور اللہ پاک نے جن صفات سے اپنے کو متصف فرمایا ہے اس سے انکار کیا تو کفر کیا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے جن باتوں سے اللہ تعالیٰ کی توصیف نہیں کی ویسی توصیف کرنا بھی تشبیہ ہے۔ اور جس نے اللہ تعالیٰ کے لئے وہ اوصاف ثابت کئے جن کی صراحت آیات الہی میں اور احادیث صحیحہ میں ہوئی ہے جو اللہ تعالیٰ کے جلال کو ثابت کرتی ہیں اور ہر نقائص سے اللہ تعالیٰ کی ذات کو بری کرتی ہیں تو ایسا ہی شخص صحیح خیال پر ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ ڈھاکتا ہے رات سے دن کو یعنی رات کی تاریکی دن کی روشنی سے اور دن کی روشنی رات کی تاریکی سے ڈھاکتا دیتا ہے اور اس رات اور دن میں سے ہر ایک دوسرے کو بڑی تیزی سے پالیتے ہیں۔ یعنی یہ ختم ہونے لگتا ہے تو وہ آدھمکتا ہے اور وہ رخصت ہونے لگتا ہے تو یہ فوراً آپہنچتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَآيَةٌ لَهُمُ الْبَلُ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُظْلِمُونَ﴾^② یعنی ان کے لئے اس میں نشانی ہے کہ رات کے ذریعہ دن کی پوست کنی ہوتی ہے اور یکا یک تاریکی پھیل جاتی ہے اور سورج اپنی قرار گاہ کی طرف دوڑتا ہے۔ یہ عزیز و عظیم کا مقرر کردہ اصول ہے۔ قرآن کے ہم نے منازل قرار دے رکھے ہیں وہ گھنٹا بڑھتا رہتا ہے حتیٰ کہ کسی روز کجور کی سوکھی ٹہنی کی طرح باریک ہو جاتا ہے۔ شمس سے یہ نامکن ہے کہ وہ قرآن سے آگے بڑھے اور نہ رات دن سے آگے بڑھ سکتی ہے ہر ایک اپنے مقررہ دائرہ اور مدار پر گردش کرتے رہتے ہیں اسی لئے ﴿يَطْلُبُهُ حَيْثُهَا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ﴾ فرمایا۔ بعض شمس و قمر کو نصب سے پڑھتے ہیں اور بعض رفع سے اور دونوں صورتوں میں معنی ایک ہی ہیں۔ یعنی سب چیزیں اس کے تحت تصرف میں اور اسی کی تسخیر و مشیت کے اندر ہیں اسی لئے فرمایا ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ یعنی ملک اور تصرف اسی کا حق ہے۔ تو لہ ﴿تَبَارَكَ الَّذِي رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ جیسا کہ فرمایا ﴿تَبَارَكَ الَّذِي جَعَلَ فِي السَّمَاءِ بُرُوجًا﴾^③ الخ۔

رسول اللہ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ جو عمل صالح کر کے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا نہ کرے بلکہ اپنی تعریف کرے اس نے کفر کیا اور اس کا عمل سلب کر لیا جائے گا اور جس نے یہ گمان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کو اپنی کوئی حکومت یا قدرت منتقل کر دی ہے۔ تو اس نے کفر کیا۔ کیونکہ فرمایا ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَكَ الَّذِي رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾^④ دعائے ماثورہ میں ہے کہ یوں دعا مانگا کرے =

① شیخ البانی رَضِيَ اللهُ عَنْهُ نے اس دعویٰ کا رد فرمایا ہے۔ تفصیل کیلئے دیکھئے (السلسلة الصحيحة ۱۸۳۳) جزاء الله احسن الجزاء۔

② ۳۶/بیت: ۴۰، ۲۵/الفرقان: ۶۱۔ ③ الطبری، ۱۲/۴۸۶۔

أَدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۗ وَلَا تُفْسِدُوا فِي
الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا ۗ إِنَّ رَحْمَةَ اللَّهِ قَرِيبٌ مِّنَ

الْمُحْسِنِينَ ۝

ترجمہ: تم لوگ اپنے پروردگار سے دعا کیا کرو تدلل ظاہر کر کے بھی اور چپکے چپکے بھی۔ واقعی اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو ناپسند کرتے ہیں جو حد سے نکل جائیں۔ [۵۵۶] اور دنیا میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی ہے فساد مت پھیلاؤ اور تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کیا کرو اس سے ڈرتے ہوئے اور امید وار رہتے ہوئے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کی رحمت نزدیک ہے نیک کام کرنے والوں سے۔ [۵۶۱]

۱) (اللَّهُمَّ لَكَ الْمُلْكُ كُلُّهُ وَلَكَ الْحَمْدُ كُلُّهُ وَالْيَكُ يَرْجِعُ الْأَمْرُ كُلُّهُ أَسْأَلُكَ مِنَ الْخَيْرِ كُلِّهِ وَأَعُوذُ بِكَ مِنَ الشَّرِّ كُلِّهِ) = دعا میں عاجزی و انکساری: [آیت: ۵۵۶-۵۵۷] اللہ پاک اپنے بندوں کو دعا کا طریقہ سکھاتا ہے جو دین اور دنیا میں ان کا سبب بن سکے۔ فرمایا کہ نہایت خلوص کے ساتھ مخفی طور پر دعا کیا کرو۔ جیسا کہ فرمایا ”رب کو اپنے دل میں یاد کیا کرو۔“ ۲) لوگ بہت بلند آواز سے دعائیں مانگتے لگتے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اے لوگو! اپنے نفسوں پر رحم کرو تم کسی بہرے اور غائب کو نہیں پکا رہے ہو جس سے تم دعا کر رہے ہو وہ قریب تر ہے وہ سن رہا ہے۔“ ۳) دعائیں تدلل اور تضرع اختیار کرو اور عاجزی کے ساتھ مخفی طور پر دعا مانگو خشوع قلب حاصل رہے۔ اس کی وحدانیت پر یقین کامل ہو۔ ریا کاری کے طور پر بلند آواز سے دعا نہیں مانگنا چاہئے ریا کاری سے بچنے کے لئے پہلے کے لوگ اگرچہ حافظ ہوتے تھے۔ لیکن لوگوں کو اس بات کا علم بھی نہیں ہوتا تھا ایک شخص بڑا افتیہ اور عالم ہوتا اور لوگ اس کے علم سے واقف تک نہ ہوتے۔ لوگ رات کو اپنے گھروں میں لمبی لمبی نمازیں پڑھتے اور ان کے گھر میں مہمان ہوتے مگر انہیں خبر تک نہ ہوتی۔ لیکن آج کل ہم ایسے لوگوں کو پاتے ہیں جو اگرچہ عبادت کو چھپا کر کرنے کی قدرت رکھتے ہیں لیکن ہمیشہ علانیہ کرتے دیکھے گئے ہیں۔ پہلے کے مسلمان جب دعا مانگتے دیکھے جاتے تھے تو سوائے کھسر پھسر کے ان کے منہ سے آواز سنانا نہیں دیتی تھی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ تضرع کے ساتھ اور مخفی طور پر دعا مانگو۔ اللہ تعالیٰ اپنے ایک برگزیدہ بندے کا ذکر فرماتا ہے کہ وہ جب اپنے رب کو پکارتا تھا تو بہت ہی پست آواز میں پکارتا تھا۔ آواز کو بلند کرنا بہت ہی مکروہ ہے۔ ﴿إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ﴾ کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ دعائیں اپنی حد سے تجاوز کرنے کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ ۴) ابوجہا کہتے ہیں کہ منازل انبیاء حاصل ہونے کی دعا نہ مانگا کرو۔ ۵) سعد نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ یوں دعا مانگ رہا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ میں جنت اور جنت کی نعمتیں اور جنت کے ریشمی کپڑے مانگتا ہوں اور روزخ سے پناہ مانگتا ہوں اور اس کی زنجیروں اور بیڑیوں سے تو باپ نے کہا کہ تم نے خیر مانگنے میں بھی انتہا کر دی میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ ”زمانہ قریب میں ایسے لوگ پیدا ہوں =

۱) احمد، ۵/۳۹۶ عن حذیفة بن یمان، شعب الإيمان ۴۴۰ عن ابی سعید رضی اللہ عنہما یہ روایت دونوں سندوں کے ساتھ ضعیف ہے۔

۲) ۷/الاعراف: ۲۰۵۔ ۳) صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب ما یکرہ من رفع الصوت فی التکبیر ۲۹۹۲؛ صحیح

مسلم ۲۷۰۴؛ احمد، ۴/۴۰۲؛ ابوداؤد ۱۵۲۷؛ ترمذی ۳۳۷۱؛ ابن ماجہ ۳۸۲۴؛ ابویعلیٰ، ۷۲۵۲۔

۴) الطبری، ۱۲/۴۸۶۔ ۵) ایضاً۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ ط حَتَّىٰ إِذَا أَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا
سُقْنَاهُ لِيَلْبَدَ قَاسِمَاتٍ فَأَنْزَلْنَا بِهِ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ كُلِّ الثَّمَرَاتِ ط كَذَلِكَ
نُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ۝ وَالْبَدْدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ نَبَاتُهُ بِإِذْنِ رَبِّهِ ۗ وَالَّذِي
خَبَتْ لَا يَخْرُجُ إِلَّا نَكِدًا ط كَذَلِكَ نُصَرِّفُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَشْكُرُونَ ۝

ترجمہ: اور وہ ایسا ہے کہ اپنے بارانِ رحمت سے پہلے ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ وہ خوش کر دیتی ہیں یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں بھاری بادلوں کو
اٹھاتی ہیں تو ہم اس بادل کو کسی خشک سرزمین کی طرف ہانک لے جاتے ہیں پھر اس بادل سے پانی برساتے ہیں پھر اس پانی سے ہر قسم
کے پھل نکالتے ہیں یوں ہی ہم مردوں کو نکال کھڑا کریں گے تاکہ تم سمجھو۔ [۵۷] اور جو ستھری سرزمین ہوتی ہے اس کی پیداوار تو اللہ تعالیٰ
کے حکم سے خوب نکلتی ہے اور جو خراب ہے اس کی پیداوار بہت کم نکلتی ہے اسی طرح ہم دلائل کو طرح طرح سے بیان کرتے رہتے ہیں ان
لوگوں کے لئے جو قدر کرتے ہیں۔ [۵۸]

= گے جو دعا کرنے میں حد سے آگے بڑھ جائیں گے اور وضو کرنے میں حد سے زیادہ پانی پھینکنے لگیں گے، اور پھر یہ آیت پڑھی
﴿ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا﴾ الخ۔ تمہارے لئے تو صرف اس قدر دعا مانگنا کافی ہے کہ ”اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور جنت سے
قریب کرنے والے قول و عمل مانگتا ہوں اور روزِ آخر اور روزِ آخر سے قریب کرنے والے قول و فعل سے پناہ مانگتا ہوں۔“ ① عبد اللہ بن
مغفل نے اپنے بیٹے کو دیکھا کہ یوں دعا مانگ رہا ہے کہ ”اے اللہ تعالیٰ! میں جنت کی سیدی طرف کا سفید محل مانگتا ہوں۔“ تو کہا اے
بیٹے! اللہ تعالیٰ سے صرف جنت کا سوال کر اور صرف دوزخ سے پناہ مانگ۔ ②

اللہ پاک کا قول ہے کہ دنیا میں امن کی حالت کے بعد فساد نہ پیدا کرو کیونکہ امن کے بعد فساد بہت برا ہوتا ہے کیونکہ امور جب
اپنی حالت امن پر چل رہے ہوں اور فساد ڈال دیا جائے تو بندے بڑے تباہ ہو جاتے ہیں اسی لئے اللہ پاک نے ﴿بَعْدَ إِصْلَاحِهَا﴾
کی قید لگائی اور دعا کو عجزی کے ساتھ مانگنے کے لئے کہا ہے اور فرمایا کہ ﴿وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا﴾ یعنی عذاب و عقاب سے ڈر کر
اور اللہ تعالیٰ کی نعمت و ثواب کی طمع کر کے دعا مانگو۔ پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت محسنین سے قریب ہے۔ یعنی اس کی رحمت نیکو کاروں
کے انتظار میں ہے جو لوگ امر ربانی کی پیروی کرتے ہیں اور زواجر و منہیات سے باز رہتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَرَحْمَتِي وَسِعَتْ
كُلَّ شَيْءٍ﴾ ﴿رَحِمْتَ اللَّهُ قَرِيبٌ﴾ فرمایا ہے ﴿قَرِيبٌ﴾ نہیں فرمایا حالانکہ رحمت مونث ہے تو صیغہ بھی مونث ہونا چاہئے تھا۔ اس
کی وجہ یہ ہے کہ رحمت کو ثواب کے معنی میں لے کر معنوی طور پر اس کو مذکر قرار دیا اور اس لئے بھی کہ ذات ربانی کی طرف اس کی اضافت
ہوئی ہے۔ طاعت کے سبب محسنین کو اللہ تعالیٰ کے وعدوں کا سہارا مل گیا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے قریب ہو گئے ہیں۔

بارانِ رحمت کا نزول اللہ کی طرف سے ہے: [آیت: ۵۷-۵۸] اللہ پاک جب اس ذکر سے فارغ ہو چکا وہ خالقِ ارض و سما
ہے، متصرف اور حاکم اور مدبر ہے۔ اور دعا مانگنے کے طریقہ کی بھی تعلیم دے دی تو اب اس بات سے آگاہ فرماتا ہے کہ وہی رازق =

① ابوداؤد، کتاب الوتر، باب الدعاء ۱۴۸۰ وسندہ ضعیف سند میں مجہول راوی ہیں۔ احمد، ۱/۱۷۲۔

② ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب الإسراف فی الوضوء ۹۶ وسندہ صحیح، ابن ماجہ ۴۲۸۶۴ احمد، ۴/۸۷ حاکم، ۱/۱۶۲،

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يَقُومُوا عَبْدُوا لِلَّهِ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۗ إِنِّي

أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا لَنَرُكَ فِي ضَلَالٍ

مُتَّبِعِينَ ۝ قَالَ يَقُومُوا لَيْسَ بِي ضَلَالَةٌ وَلَكِنِّي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝ أَبْلَغُكُمْ

رِسَالَتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ: ہم نے نوح کو ان کی قوم کی طرف بھیجا سو انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود ہونے کے قابل نہیں مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ [۵۹] ان کی قوم کے آبرو دار لوگوں نے کہا کہ ہم تم کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں۔ [۶۰] انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں تو ذرا بھی غلطی نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا رسول ہوں۔ [۶۱] تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچاتا ہوں اور تمہاری خیر خواہی کرتا ہوں اور میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان امور کی خبر رکھتا ہوں جن کی تم کو خبر نہیں۔ [۶۲]

ہے مرنے والے کو وہی قیامت کے روز اٹھائے گا۔ ہواؤں کو وہی بھیجتا ہے کہ پانی بھرے بادلوں کو ہر چار طرف پھیلائیں۔ بعض نے ﴿نَشْرًا﴾ کو ﴿بَشْرًا﴾ پڑھا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے ﴿وَمِنَ الْيَمِينِ أَنْ يُرْسِلَ الرِّيحَ مُبَشِّرَاتٍ﴾ یعنی ہوائیں بارش کی بشارت دیتی ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے ﴿بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهِ﴾ یہاں رحمت سے مراد بارش ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ لوگوں کے ناامید ہو چکنے کے بعد وہ بادل کو بھیجتا ہے جو اس کی رحمت کو برساتے ہیں یعنی پانی کو۔ ① اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے آثار رحمت پر نظر ڈالو کہ زمین کے مردہ ہو جانے کے بعد کس طرح اس کو زندہ کر دیتا ہے اسی طرح وہ مردوں کو زندہ کرنے پر قادر ہے۔ ② اور ارشاد ہوتا ہے ﴿حَتَّىٰ إِذَا أَكَلَتْ مِنْ حَبَابٍ نِّقَالًا﴾ یعنی ہوائیں جو بھل بادلوں کو اٹھائے ہوتی ہیں۔ کیونکہ ان میں وزن دار پانی ہوتا ہے جو زمین سے قریب تر ہوتی ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ﴿مُقْنَنَهُ لِبَلَدٍ مَّيْتٍ﴾ اور ہم مردہ اور قحط زدہ خشک زمین کو سیراب کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَآيَةٌ لَهُمْ الْأَرْضُ الْمَيِّتَةُ أَحْيَيْنَاهَا﴾۔ اس لئے ارشاد ہوتا ہے ﴿فَأَخْرَجْنَا مِنْهُ كَثْرًا مِّنَ النَّخْلِ لِتَمْكِلَ الشَّعْرَاتِ كَذَلِكَ نُفَخِّرُ الْكَافِرِينَ﴾ یعنی جس طرح ہم زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ کرتے ہیں اسی طرح اجسام کو خاک ہو جانے کے بعد بھی بروز قیامت زندہ کریں گے۔ اللہ پاک آسمان سے پانی برسائے گا اور چالیس دن تک زمین پر بارش ہوتی رہے گی اور کالہ بدھائے انسانی اپنی اپنی قبور سے اس طرح اٹھنے لگیں گے جیسے کہ زمین سے دانہ اگنے لگتا ہے۔ اس مضمون کی آیتیں قرآن میں کثرت سے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قیامت کے روز کو بہ طور مثال ذکر فرمایا ہے۔ ﴿لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ﴾ اس غرض سے کہ شاید تم نصیحت و عبرت حاصل کرو۔ دقوله ﴿وَالْبَلَدُ الْمَيِّتُ يَخْرُجُ حَيًّا بِإِذْنِ رَبِّهِ﴾ اچھی زمین پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے نباتات اگتے ہیں۔ ﴿وَالَّذِي حَبِطَ لَا يَخْرُجُ إِلَّا يَكْدًا﴾ اور جو خراب زمین ہے جیسے سنگلاخ اور ریتلی اس سے ویسی ہی پیداوار ہوگی یا نہ ہوگی۔ یہ بات مؤمن اور کافر کے لئے بطور مثال بیان کی گئی ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”مجھے اللہ تعالیٰ نے جو علم و ہدایت دے کر بھیجا ہے اس کی مثال اس ابر کی سی ہے جو زمین پر برے۔ چنانچہ جو زرخیز زمین ہوتی ہے وہ پانی کو قبول کرتی ہے اور سبزہ اور پیداوار اگاتی ہے اور اس سے اللہ تعالیٰ لوگوں کو فائدہ پہنچاتا

ہے۔ لوگ پیتے سیراب ہوتے اور زراعت کرتے ہیں۔ اور ایک دوسری زمین ہوتی ہے چشیل بجز زمین کہ پانی ذھل جاتا ہے۔ گھاس اور سبزہ نہیں اگتا۔ یہ ان دو قسم کے لوگوں کی مثالیں ہیں کہ ایک نے علم سیکھا، دین الہی سے واقف ہوا اور میرے مبعوث ہونے سے نادمہ اٹھالیا اور ایک وہ ہوتا ہے جس نے کچھ نہ سیکھا نہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت حاصل کی جو میری معرفت سمجھی گئی ہے۔“ ①

روح علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: [آیت: ۵۹-۶۲] اللہ پاک جب اول سورۃ میں آدم علیہ السلام اور ان سے متعلقات کا قصہ بیان کر چکا تو انبیاء علیہم السلام کے قصے بیان فرماتا ہے۔ ابتدا ذکر نوح علیہ السلام سے فرمائی جاتی ہے کیونکہ آپ ہی سب سے پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کے بعد دنیا میں بھیجا۔ وہ نوح بن لامک بن متوش بن اخنوخ ہیں اخنوخ ہی کا نام ادریس نبی ہے انہیں کے بارے میں کہا گیا ہے کہ فن تحریر انہیں نے ایجاد کیا، اخنوخ بن برد بن مہلیل بن قنین ابن یاش بن شیش بن آدم علیہ السلام کسی نبی نے ایسی تکلیفیں نہیں اٹھائیں جیسی نوح علیہ السلام نے۔ ہاں بعض نبی قتل بھی کئے گئے ہیں۔ نوح علیہ السلام اپنے نفس پر بہت نوحہ کرتے تھے اسی لئے نوح ان کا نام پڑ گیا۔ آدم علیہ السلام سے زمانہ نوح تک دس صدیاں گزری ہیں۔ یہ سب اصول اسلام تو وحید پر تھے۔

علمائے تفسیر کہتے ہیں کہ اصنام پرستی کی ابتدا یوں ہوئی کہ وہ لوگ جو صالحین تھے جب مر گئے تو ان کے معتقدین نے ان کی قبروں پر مسجدیں بنالیں اور ان کی تصویریں بنا کر اس میں رکھنے لگے تاکہ انہیں دیکھ کر ان کی حالت اور عبادت کو یاد کرتے رہیں اور انہیں جیسے بننے کی کوشش کرتے رہیں۔ جب کچھ زمانہ گزر گیا تو ان کی تصویروں کے بجائے ان کے پتلے بنا دیے گئے۔ کچھ دنوں بعد ان پتلوں کا احترام کرنے لگے اور پرستش ہونے لگی۔ ان پتلوں کے نام بھی انہیں صالحین کے نام پر تھے یعنی دوسوع، یعوث، یعوق، نسر وغیرہ۔ جب یہ مجسمہ پرستی بڑھ گئی تو اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کو بھیجا کہ پرستش صرف اللہ واحد کی کی جائے کہ ”اے قوم! عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو اس کے سوا اقتدار اور کسی کے ہاتھ میں نہیں ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب عظیم نازل ہو جائے“۔ تو ان کی قوم نے جواب دیا کہ ہمارے آباء و اجداد بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ تم ان کی پرستش سے ہمیں روکتے ہو۔ ہم تو تم کو اس بارے میں بڑی مصلحتی اور گمراہی میں سمجھتے ہیں۔ آج کل کے فجار کا یہی حال ہے کہ وہ خود نیکو کاروں پر گمراہی کا الزام لگاتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ ﴿وَ اِذَا رَاوْهُمْ قَالُوْۤا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَصٰۤا لُوْنٌ ۝۲﴾ یعنی یہ بدکار جب نیکو کاروں کو دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں کہ یہ گمراہ ہو گئے ہیں اور کافر ایمان والوں سے کہتے ہیں کہ اگر اس کی بات درست ہوتی تو ان سے پہلے ہمیں اسکو اختیار کرتے۔ اور چونکہ خود انہوں نے ہدایت نہیں پائی تھی تو کہنے لگے کہ گمراہ تو یہ خود ہیں اور جھوٹ بولتے ہیں۔ اس قسم کی بہت آیات ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے نوح علیہ السلام کہتے ہیں کہ اے لوگو! میں گمراہ نہیں ہو گیا ہوں۔ میں وہ پیام پہنچا رہا ہوں جو خاص اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ علم ہے جو تمہیں نہیں ہے۔ رسول کی یہی شان ہوا کرتی ہے کہ وہ ایک فصیح و بلیغ اور ناصح مبلغ ہو۔ اللہ کی مخلوقات میں ان صفات سے متصف دوسرے نہیں ہوا کرتے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے اپنے اصحاب سے یوم عرفہ میں فرمایا جہاں ہر فرد لوگ جمع تھے کہ ”اے لوگو! تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا اور میرے اداے فریضہ کی تم سے تصدیق طلب کی جائے گی تو تم کیا کہو؟ لوگوں نے کہا کہ ہم اس کی گواہی دینے کے لئے تیار ہیں کہ آپ نے حق تبلیغ و خیر خواہی ادا کر دیا اور رسالت کا فریضہ پورا کیا۔ تو آپ ﷺ نے اپنی انگلی آسمان کی طرف اٹھائی۔ پھر ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا کہ ”اے اللہ تعالیٰ گواہ رہ گواہ رہ کہ یہ میری تصدیق کر رہے ہیں۔“ ③

① صحیح بخاری، کتاب العلم، باب فضل من علم و علم ۷۹ صحیح مسلم ۲۲۸۲، مسند ابی یعلیٰ ۷۳۱۱۔

② ۸۳ / المطففین: ۳۲۔ ③ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبی ﷺ ۱۲۱۸۔

أَوْ عَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا وَلَعَلَّكُمْ
 تُرْحَمُونَ ۖ فَكذبوه فَانجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلِكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَبُوا
 بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ ۖ وَإِلَىٰ عَادِ أَخَاهُمْ هُودًا ۖ قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ
 مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ أَفَلَا تَتَّقُونَ ۖ قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ
 إِنَّا لَنَرِيكَ فِي سَفَاهَةٍ وَإِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۖ قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِي سَفَاهَةٌ
 وَلِيَكْبُرِي رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۖ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَإِنَّا لَكُم ناصِحٌ أَمِينٌ ۖ
 أَوْ عَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّن رَّبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنكُمْ لِيُنذِرَكُمْ وَأَذْكُرُوا
 إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءً مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصُطَةً ۚ فَادْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ

لَعَلَّكُمْ تَفْلَحُونَ ۖ

ترجمہ: اور کیا تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس
 کا ہے کوئی نصیحت کی بات آگئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے اور تاکہ تم ڈر جاؤ اور تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ [۶۳] سو وہ لوگ ان کی تکذیب ہی
 کرتے رہے تو ہم نے نوح کو اور جو لوگ ان کے ساتھ کشتی میں تھے بچا لیا اور جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا ان کو ہم نے غرق کر
 دیا۔ بے شک وہ لوگ اندھے ہو رہے تھے۔ [۶۴] اور ہم نے قوم عاد کی طرف ان کے بھائی کو ہود بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم
 اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں سو کیا تم نہیں ڈرتے۔ [۶۵] ان کی قوم میں جو آبدار لوگ کافر تھے انہوں نے کہا ہم تم کو
 کم عقلی میں دیکھتے ہیں اور ہم بے شک تم کو جھوٹے لوگوں میں سے سمجھتے ہیں۔ [۶۶] انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم مجھ میں ذرا کم عقلی
 نہیں لیکن میں پروردگار عالم کا بھیجا ہوا پیغمبر ہوں۔ [۶۷] تم کو اپنے پروردگار کے پیغام پہنچانا ہوا اور میں تمہارا سچا خیر خواہ ہوں [۶۸] اور کیا
 تم اس بات سے تعجب کرتے ہو کہ تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس ایک ایسے شخص کی معرفت جو تمہاری ہی جنس کا ہے کوئی نصیحت
 کی بات آگئی تاکہ وہ شخص تم کو ڈرائے اور تم یہ حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو قوم نوح کے بعد آباد کیا اور ڈیل ڈول میں تم کو پھیلا دیا اور زیادہ دیا
 سو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد رکھنا کہ تم کو نفع دے گا۔ [۶۹]

قوم نوح کا پانی میں غرق ہونا: [آیت: ۶۳-۶۹] اللہ پاک قوم نوح سے متعلق فرماتا ہے کہ تمہیں اس بات پر تعجب کیوں ہے
 کہ اللہ تعالیٰ تمہارے کسی آدمی پر وحی بھیجتا ہے۔ یہ تو تم پر لطف و کرم ہے۔ وہ تم کو اللہ تعالیٰ سے ڈراتا ہے تاکہ تم اللہ تعالیٰ کے عذاب
 سے دور ہو اور شرک نہ کرو شاید کہ تم پر رحم و کرم ہو جائے۔ لیکن قوم نے نوح علیہ السلام کو جھٹلایا دیا نوح علیہ السلام کی مخالفت کرنے لگے اور
 بہت ہی تھوڑے لوگ ایمان لائے۔ جیسا کہ فرمایا ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کو کشتی میں بٹھا کر نجات دی اور

ہماری تکذیب کرنے والوں کو غرق کر دیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ اپنے گناہوں کے سبب وہ غرق کر دیے گئے اور دوزخ میں جھونکے گئے۔ اب اللہ تعالیٰ کے سوا کون ان کا مددگار ہو سکتا تھا یہ لوگ اندھے تھے کہ حق چیز کو دیکھ ہی نہیں سکتے تھے۔ اس قصہ میں اللہ تعالیٰ نے بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے دوستوں سے دشمنی کرنے کی کیسی سزا ملی رسول اور مومنین نجات پا گئے۔ جیسا کہ فرمایا کہ ہم اپنے رسولوں کی مدد کرتے ہیں غلبہ اور کامیابی نیکوں ہی کو حاصل ہے خواہ دنیا میں یا عاقبت میں ہو۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ قوم نوح اتنی کثیر تھی کہ شہر اور جنگل بھر گئے تھے ہر حصہ زمین پر ان کا قبضہ تھا۔ نوح علیہ السلام کے ساتھ نجات پانے والے اتنی (۸۰) لوگ تھے انہیں میں سے ایک جرہم تھا جس کی زبان عربی تھی۔

ہو علیہ السلام کی اپنی قوم کو تبلیغ اور قوم کا جواب: اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس طرح ہم نے قوم نوح کی طرف رسول بھیجا تھا قوم عاد کی طرف بھی انہیں میں سے ایک شخص ہو کر رسول بنا کر بھیجا تھا۔ یہ عاد بن ارم کی اولاد تھے بڑے بڑے مکانات میں رہتے تھے جیسے کہ فرمایا کیا تم نے نہیں دیکھا کہ قوم عاد کو اللہ تعالیٰ نے کیسی سزا دی ان کے مکان اور باغ بڑے بڑے ستون والے تھے۔ شہروں میں ایسے بڑے مکانات کہیں بھی نہیں تھے اور یہ ان کی زبردست قوت جسمانی کی دلیل تھی۔ جیسا کہ فرمایا کہ لیکن قوم عاد فخر و ناز میں پڑ گئی ناحق غرور کرنے لگی اور کھلا دعویٰ کرنے لگی کہ ہم سے بڑھ کر قوی کون ہے؟ کیا انہوں نے اس پر غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ جس نے انہیں پیدا کیا ہے وہ ان سے زیادہ قوی ہے۔ وہ ہماری آیتوں اور معجزوں کا انکار کرتے تھے۔ ان کے مساکن ملک یمن میں احقاف میں تھے اور وہ ایک ریگستانی اور پہاڑی قوم ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت موت کے رہنے والے ایک آدمی سے کہا کہ کیا تم نے سر زمین حضرت موت میں کوئی سرخ ٹیلہ دیکھا جس کی مٹی سرخ ہے۔ اس ٹیلے کے فلاں فلاں کنارے پر پیری اور بیلو کے بہ کثرت درخت ہیں۔ اس نے کہا ہاں اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ کی قسم آپ تو اس طرح بتا رہے ہیں جیسے کہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو۔ آپ نے فرمایا دیکھا تو نہیں لیکن مجھے ایسی حدیث پہنچی ہے۔ اس نے کہا یا امیر المؤمنین! آپ اس بارے میں کیا فرمانا چاہتے تھے؟ آپ نے کہا میں ہو علیہ السلام کی قبر ہے۔ ① اس حدیث سے یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ قوم عاد کے مساکن یمن میں تھے اور ہو علیہ السلام وہیں مدفون ہیں۔ ہو علیہ السلام اپنی قوم میں شریف ترین خاندان سے تھے۔ سارے رسول افضل القباہل ہوتے ہیں۔ لیکن ہو علیہ السلام کی قوم جسمانی حیثیت سے جس طرح بڑی سخت تھی دل بھی ان کا ایسا ہی سخت تھا اور حق کی تکذیب سب امتوں سے بڑھ کر انہوں نے کی۔ اسی لئے ہو علیہ السلام ان کو رب واحد کی عبادت اور اطاعت کی طرف بلاتے تھے۔ لیکن ہو علیہ السلام کی اس کافر جماعت نے یہ کہا کہ ”اے ہو! ہم تو تمہیں بڑا بے سمجھ اور گمراہ پاتے ہیں کہ ہم کو ترک عبادت اصنام کی دعوت دیتے ہو اور ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کا مشورہ دیتے ہو۔“ جیسا کہ قریش نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایسی ہی دعوت پر تعجب کیا تھا کہ کیا اس نے اتنے سارے خداؤں کو ایک (رب) اللہ بنا کر رکھ دیا ہے۔ غرض ہو علیہ السلام نے ان سے کہا کہ اے لوگو! مجھ میں بے سمجھی نہیں ہے بلکہ میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں رب کی طرف سے حق بات لے کر آیا ہوں۔ ہر چیز اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کی ہے وہ ہر شے کا رب ہے۔ میں رب کے پیغامات تم کو پہنچا رہا ہوں۔ میں تمہارا صحیح معنی میں خیر خواہ ہوں۔ یہی وہ صفات ہیں جن سے رسول متصف رہتے ہیں یعنی سمجھت اور امانت اگر تمہارے ہی ایک آدمی پر وحی آئی اور تمہاری ہی بہتری کی خاطر اس نے تم تک پہنچائی تو اس میں تعجب کیوں کرتے ہو؟ بلکہ یہ تو تمہارے لئے شکر کی جگہ ہے اور یہ تو اللہ تعالیٰ کا احسان مانو کہ اس نے قوم نوح کے بعد تم کو ان کی جگہ دی اور وہ قوم تو ہلاک ہو گئی جس نے اپنے رسول کا کہا نہیں مانا تھا اور پھر یہ کہ =

قَالُوا أَجِئْنَا لِنُعْبِدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَ مَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا

إِنْ كُنْتُمْ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِنْ رَبِّكُمْ رِجْسٌ وَغَضَبٌ ۝

أَتَجَادِلُونَنِي فِي أَسْمَاءِ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا نَزَّلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ ۝

فَانتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ۝ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا

وَقَطَعْنَا دَايِرَ الَّذِينَ كَذَّبُوا بآيَاتِنَا وَمَا كَانُوا مُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ: وہ لوگ کہنے لگے کہ کیا آپ ہمارے پاس اس واسطے آئے ہیں کہ ہم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کیا کریں اور جن کو ہمارے باپ دادا پوجتے تھے ہم ان کو چھوڑ دیں۔ اور ہم کو جس عذاب کی دھمکی دیتے ہو اس کو ہمارے پاس منگوا دو اگر تم سچے ہو۔ [۷۰-۷۱] انہوں نے فرمایا کہ بس اب تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عذاب اور غضب آیا ہی چاہتا ہے کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے باب میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ظہر لیا ہے ان کے معبود ہونے کی اللہ تعالیٰ نے کوئی دلیل نہیں بھیجی۔ سو تم منتظر ہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کر رہا ہوں۔ [۷۱-۷۲] غرض ہم نے ان کو اور ان کے ساتھیوں کو اپنی رحمت سے بچالیا اور ان لوگوں کی جڑ کاٹ دی جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا تھا اور وہ ایمان لانے والے نہ تھے۔ [۷۲]

جسمانی حیثیت سے تم کو بہت ہی توانا بنایا ہے۔ تم دوسری قوموں کی بہ نسبت بہت دراز قامت ہو اور چوڑے چپکے ہو۔ اسی قسم کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قصہ طالوت میں کیا ہے کہ علمی اور جسمانی قوت میں طالوت بہت ہی خصوصیت رکھتے تھے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اس کے احسانات کو زیر غور لاؤ شاید کہ تمہیں فلاح نصیب ہو۔

قوم عاد کی تباہی و بربادی: [آیت: ۷۰-۷۲] اللہ پاک خبر دے رہا ہے کہ یہ کفار ہود علیہ السلام کے ساتھ کس طرح انکار اور طغیان و عناد سے پیش آئے اور کہنے لگے کہ کیا تم ہمارے پاس اسی لئے آئے ہو کہ ہم ایک اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ اور ہمارے آباء و اجداد جن کی عبادت کرتے تھے ان سب کو چھوڑ دیں۔ اچھا اگر تم سچے ہو تو جن عذابوں سے ڈرا رہے ہو لا نازل کرو۔ جیسا کہ کفار قریش کہتے ہیں کہ اگر عذاب کی تمہاری جہی دھمکی سچ ہے تو آسمان سے پتھر برسنا اور عذاب الیم میں ہمیں ماخوذ کر ہی لو۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ وہ لوگ اصنام کی پرستش کرتے تھے۔ ایک صنم کا نام تھا صد اور دوسرے کا نام تھا صمود اور ایک کا نام تھا ہبا۔ اسی لئے ہود علیہ السلام نے کہا تھا کہ تمہارے اس کہنے کی وجہ سے تم پر اللہ تعالیٰ کا غضب واجب ہو چکا ہے۔ کہا گیا ہے کہ جس سے مراد ہے رجز یعنی عذاب۔ کیا تم مجھ سے ان اصنام کے بارے میں جھگڑتے ہو جن کے نام خود تم نے یا تمہارے اسلاف نے رکھ لئے ہیں۔ یہ اصنام تو نہ نفع پہنچاتے ہیں نہ ضرر اور نہ اللہ تعالیٰ ہی نے ان کی عبادت کی تمہیں کوئی سند دی ہے نہ اس بات کی کوئی دلیل ہے۔ اگر یہی بات ہے تو اچھا عذاب کے منتظر ہو تمہارے ساتھ میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ یہ رسول کی طرف سے اپنی قوم کو بڑی زبردست تہدید ہے۔ چنانچہ اس کے بعد ہی ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے ہود علیہ السلام کو تو بچالیا اور ان کے ساتھیوں کو بھی اور جو ہود علیہ السلام پر ایمان نہیں لائے تھے اور ہماری آیتوں کی تکذیب کی تھی ان کا قصہ ہی پاک کر دیا۔ ان کی ہلاکت کے واقعات قرآن میں دوسرے مقامات پر اس طرح مذکور ہیں کہ ان پر ایک سخت آندھی بھیجی گئی اور جن تک وہ پہنچی ان کو ہنس نہس کر کے رکھ دیا۔ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ہے کہ عباد ایک ہوائے صرصر کے

ذریعہ ہلاک کر دیئے گئے۔ یہ آندھی آٹھ دن اور سات راتوں تک چلتی رہی۔ یہ سرکش لوگ ایسے مرے پڑے تھے کہ جیسے کھجور کے ورختوں کے تنے الگ ہوں اور شاخیں الگ ہوں۔ ان میں سے کوئی بھی باقی نہیں رہا۔ ① ان کی سرکشی کے سبب ایک زبردست آندھی بھیج کر اللہ تعالیٰ نے انہیں ہلاک کر دیا۔ ہوا ان کو آسمان پر لے اڑتی تھی پھر سر کے بل زمین پر گرا دیتی تھی۔ سر ٹوٹ کر دھڑ سے الگ ہو جاتا تھا۔ اسی لئے فرمایا کہ درخت خرما کے تنے کے مانند ہو گئے تھے جن کی ڈالیاں اور سرے خالی ہوں۔ ② یہ لوگ ملک یمن میں عمان و حضرموت کے درمیان رہتے تھے۔ اس کے علاوہ وہ ساری سرزمین میں دور دور پھیل گئے اور اپنی قوت کے مظاہرہ میں لوگوں پر ظلم و زبردستی کرنے لگے تھے۔ یہ بتوں کو پوجتے تھے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف ہود علیہ السلام کو بھیجا اور وہ بہ لحاظ نسب ان سب میں شریف تر تھے۔ ان کی تاکید تھی کہ اللہ تعالیٰ کو واحد قرار دیں کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ کریں۔ لوگوں پر ظلم کرنے سے باز آئیں، لیکن انہوں نے انکار کیا۔ ان کی تکذیب کی اور کہنے لگے کہ ہم سے بڑھ کر طاقت ور کون ہے۔ دوسرے لوگوں نے بھی ان کی پیروی کی۔ ہود علیہ السلام پر ایمان لانے والے لوگ بہت تھوڑے تھے۔ جب عادی نے اس طرح سرکشی سے کام لیا اور دنیا میں فساد مچاتے پھرنے لگے اور بلا ضرورت بڑی بڑی عمارتیں اور محل بنانے لگے تو ہود علیہ السلام ان سے یوں مخاطب ہوئے کہ تم لوگ ہر جگہ بلا ضرورت مکانات بناتے ہو اور ایسے مستحکم محل بناتے ہو گویا تمہیں یہاں ہمیشہ ہی رہنا ہے اور جب تم کسی پر تسلط پاتے ہو تو بڑی سختی کرتے ہو۔ اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ میری سنو! تو وہ کہنے لگے اے ہود! تم ایک بے دلیل آدمی ہو تمہارے کہنے سے ہم اپنے خداؤں کو نہیں چھوڑ سکتے اور ہم تم پر ایمان نہیں لا سکتے۔ ہماری سمجھ میں تو یہ آتا ہے کہ تم پر ہمارے کسی خدا کی لعنت پڑی ہے کہ دیوانے ہو گئے ہو۔ ہود علیہ السلام نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا تا ہوں اور تم بھی گواہ ہو کہ تمہاری مشرکانہ ذہنیت سے میں بالکل بری ہوں۔ اب تم سب مل کر میرے ساتھ جو چال چلنا چاہتے ہو چلو اور مجھے مہلت تک نہ دو۔ میرا بھروسہ اللہ تعالیٰ پر ہے وہ میرا اور تمہارا بھی رب ہے۔ تم کو کیا کوئی جانور بھی ایسا نہیں جو اس کی گرفت میں نہ ہو۔ میرا رب جو کہتا ہے ٹھیک کہتا ہے۔ ③

یہ لوگ جب کفر پر بالکل ہی اڑ گئے تو اللہ تعالیٰ نے تین برس تک ان سے بارش روک رکھی۔ وہ سخت فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور اس طرح جب وہ کسی سخت آفت میں مبتلا ہو جایا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ سے کشاد کار کی دعائیں مانگنے لگتے اور ان کا یہ دستور تھا کہ کسی کو بیت اللہ بھیجتے۔ اس زمانے میں مکہ میں ان کے قبیلہ کے چند لوگ عمالیق سکونت پذیر تھے اور یہ عمالیق بن لاؤذ بن سام بن نوح کی نسل سے تھے اس قبیلہ کا سرداران دنوں وہاں معاویہ بن بکر نامی ایک شخص تھا اس کی ماں قوم عادیوں سے تھی اس کا نام جابہذہ تھا، خبیری کی بیٹی تھی۔ چنانچہ قوم عادی نے ستر آدمیوں کا ایک وفد حرم کی طرف بھیجا تاکہ کعبۃ اللہ میں جا کر پانی برسنے کی دعا کریں۔ یہ لوگ اپنے قبیلہ والے معاویہ بن بکر کے پاس کے سے باہر ٹھہرے۔ ایک مہینے تک اس کے پاس قیام کیا۔ شرا میں پیتے اور اس کے پاس دو مغنیہ کنیزوں کے گانے سنتے رہتے۔ مہینہ بھر تک ان کا قیام طویل ہو گیا۔ ادھر معاویہ کا اپنی قوم عادی کی پریشان حالی اور قحط کے سبب دل بہت زیادہ تنگ تھا۔ لیکن مہمانوں سے رخصت ہونے کے لئے کہنے سے شرم کرتا تھا۔ چند شعر بنائے اور ان مغنیات کو کہا کہ یہ اشعار ان کے سامنے گائیں۔ وہ یہ تھے۔ ”اے قیل! تجھ پر افسوس! اٹھ جا عا مانگ۔ شاید اللہ تعالیٰ بادلوں کو برسنے کے لئے بھیج دے تاکہ سر زمین عادیوں کو ہو جائے کیونکہ قوم عادی کی حالت تو اب یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ بات تک اچھی طرح نہیں کر سکتے۔ پیاس سے دم نکل رہا ہے۔ بوڑھے اور جوان کسی کو زندگی کی آس باقی نہیں رہی ان کی عورتوں کی بھی خیر نہیں۔ وہ بھوک پیاس سے بے سدھ ہو گئی ہیں۔

دخوش کھلے بندوں ان کی بستوں میں گھس آئے ہیں کیونکہ کسی اہل عادیہ سے انہیں خوف نہیں رہا کہ تیر مار کر انہیں ہلاک کریں گے کیونکہ تیر چلانے کی قوت ہی نہیں رہی ہے۔ بس یہ سمجھ لو کہ ان کے روز و شب اب ختم ہی ہو رہے ہیں۔ کسی قوم کا وفد تم جیسا منحوس وفد نہ ہوگا۔ تم پر اللہ تعالیٰ کی پھنکار ہو۔“ یہ سن کر اس وفد کے لوگوں کو احساس ہوا۔ کعبہ اللہ میں گئے اور اپنی قوم کے لئے دعا مانگنے لگے۔ اس وفد کے سربراہ کا نام قیل تھا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے تین ابر بظاہر ہوئے۔ ایک سفید ایک کالا ایک سرخ۔ آسمان سے ایک ندا سنائی دی کہ اپنی قوم کے لئے ان تینوں میں سے ایک ابر پسند کر لے۔ قیل نے کہا میں یہ سیاہ ابر پسند کرتا ہوں سیاہ ابر بہت برسنے والا ہوتا ہے۔ ندا آئی کہ تو نے تو رما د اور خاک کو پسند کیا ہے قوم عادیہ سے کوئی باقی نہیں رہے گا۔ یہ ابر نہ تو باپ کو چھوڑے گا نہ بیٹے کو سب کو برباد کر کے رکھ دے گا لیکن عادیہ قبیلہ بنی الوذیہ محفوظ رہے گا۔ عادیہ کا یہ قبیلہ مکہ میں قیام پذیر تھا اس پر کچھ آج نہ آئی ساری قوم عادیہ ہو گئی۔ جو لوگ بچ گئے وہ اسی قوم کے قبیلہ بنی الوذیہ والے تھے اس کی نسل اور ذریت سے وہ قوم باقی رہی جس کو عادیہ کہتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک کالا ابر بھیجا جس کو قیل نے پسند کیا تھا اور یہی اس قوم کے عذاب کا سبب بنا۔ مغیث نامی ایک وادی سے اٹھا لوگوں نے اس کو دیکھا تو خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ یہ تو برسنے والا ابر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس بادل کو ہوا زوروں سے بہاتی ہوئی لائی اس میں عذاب الیم تھا جو ہر شے کو ہلاک کر دے۔ ① اس ابر کے اندر ایک شے کو سب سے پہلے جس نے دیکھا وہ ایک عورت تھی جس کا نام مید تھا۔ اس نے اس ابر کے اندر جو کچھ دیکھا وہ اس کے سبب بیہوش ہو کر گر گئی۔ ہوش میں آئی تو کہا کہ اس ابر کے اندر آگ کے شعلے تھے کچھ لوگ دکھائی دیئے جو ان شعلوں کو کھینچنے لارہے ہیں۔ چنانچہ سات راتیں اور آٹھ دن تک یہ بادل برستا رہا اور کوئی عادیہ ہلاک ہونے سے نہیں بچا۔ ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھی مؤمنین یہاں سے ہٹ گئے تھے اور ایک کھیت میں پناہ گزین ہو گئے تھے وہاں انہیں کوئی گزند نہیں پہنچا۔ باغ کی ٹھنڈی ہوا ان کے جسموں کو چھوتی رہی اور روح کو تازگی بخشی رہی۔ لیکن قوم عادیہ پر یہ باد و باران سنگ باری کرتا رہا ان کے سر ٹوٹنے رہے۔ اس قصہ کا ذکر بہت طویل ہے اور سیاق عبارت بھی عجیب ہے۔ اس سے کئی نتیجے بھی نکلتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ہمارا عذاب آ ہی پہنچا تو ہم نے ہود کو بچا لیا اور ان کے ساتھ کے مؤمنین کو بھی۔ عذاب الیم سے وہ محفوظ رہے۔ ② حارث البکری سے روایت ہے کہ علاء بن الحضرمی کی شکایت لے کر میں رسول اللہ ﷺ کے پاس جا رہا تھا اور اقوام ربذہ پر سے گزر رہا تھا کہ بنی تمیم کی ایک بڑھیا جو اس قبیلہ سے چھوٹ گئی تھی اور اکیلی ہو گئی تھی کہنے لگی اے اللہ تعالیٰ کے بندے مجھے رسول اللہ ﷺ کی طرف لے چل مجھے آپ ﷺ سے کام ہے۔ چنانچہ میں نے اس کو اونٹ پر بٹھالیا اور مدینے آیا۔ مسجد لوگوں سے بھری ہوئی تھی اور ایک سیاہ علم بلند تھا۔ بلا لڑائی اپنی تلوار لٹکا کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے تھے۔ میں نے پوچھا یہ لوگ کیسے جمع ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کی سرکردگی میں لشکر بھیجا جا رہا ہے۔ میں بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ اپنے کمرے میں داخل ہوئے میں نے حاضری کی اجازت طلب کی۔ مجھے اجازت دی۔ میں نے آ کر سلام کیا۔ مجھ سے کہنے لگے کہ ”کیا تم میں اور بنی تمیم میں کوئی رنجش ہے؟“ میں نے عرض کیا ہاں مجھے ان سے شکایت ہے اور الزام انہیں پر ہے۔ اب میں آپ ﷺ کے پاس آ رہا تھا کہ راستہ میں ایک بڑھیا ل گئی قبیلہ بنی تمیم کی ہے جو ان سے چھوٹ گئی تھی۔ مجھ سے کہنے لگی کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے کام ہے مجھے لے چلو۔ چنانچہ وہ بھی دروازے پر کھڑی ہے۔ تو آپ ﷺ نے اسے بھی بلا لیا۔ وہ آ گئی۔ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! =

وَالِي تَمُودَ اَخَاهُمْ صَالِحًا ۖ قَالَ يَقَوْمِ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهُ ۗ قَدْ
 جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ ۗ هَذِهِ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةٌ فَذُرُّوْهَا تَاْكُلْ فِيْ اَرْضِ
 اللّٰهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسَوْءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۙ وَاذْكُرُوْا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ
 مِنْۢ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْاَرْضِ ۖ تَتَخَذُوْنَ مِنْ سُهْلِهَا قُصُوْرًا وَتَتَّخِذُوْنَ
 الْجِبَالَ مَبِئَْاتٍ ۗ فَادْكُرُوْا الْاِثْمَ الَّذِيْ كُنتُمْ تَعْمَلُوْنَ فِي الْاَرْضِ ۖ مُفْسِدِيْنَ ۙ قَالَ الْمَلَاَ
 الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِيْنَ اسْتَضَعِفُوْا لِمَنْ اٰمَنَ مِنْهُمْ اَتَعْلَمُوْنَ اَنْ
 صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَبِّهِ ۗ قَالُوْا اِنَّا بِمَا اُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُوْنَ ۙ قَالَ الَّذِيْنَ
 اسْتَكْبَرُوْا اِنَّا بِالَّذِيْ اٰمَنْتُمْ بِهِ كٰفِرُوْنَ ۙ فَعَقَرُوْا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ
 وَقَالُوْا لِصَلِحٍ اٰتِنَا بِمَا تَعِدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۙ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ
 فَاصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جِثِيْمًا ۙ

ترجمہ: اور ہم نے تمہود کی طرف ان کے بھائی صالح کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا
 معبود نہیں تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک واضح دلیل آچکی ہے۔ یہ اونٹنی ہے اللہ تعالیٰ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے سوا اس کو
 چھوڑ دو کہ اللہ تعالیٰ کی زمین میں کھاتی پھرے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی مت لگانا کہیں تم کو دردناک عذاب آجڑے۔ [۷۳] اور تم یہ
 حالت یاد کرو کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو عاد کے بعد آباد کیا اور تم کو زمین پر رہنے کو ٹھکانا دیا کہ نرم زمین پر چل جاتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر ان
 میں گھر بناتے ہو سو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد مت پھلاؤ۔ [۷۴] ان کی قوم میں جو منکر سردار تھے انہوں نے غریب لوگوں
 سے جو کہ ان میں سے ایمان لے آئے تھے پوچھا کیا تم کو اس بات کا یقین ہے کہ صالح اپنے رب کی طرف سے بھیجے ہوئے ہیں۔ انہوں نے
 کہا کہ بے شک ہم تو اس پر پورا یقین رکھتے ہیں جو ان کو دے کر بھیجا گیا ہے۔ [۷۵] وہ تکبر لوگ کہنے لگے کہ تم جس بات پر یقین لائے ہوئے
 ہو ہم تو اس کے منکر ہیں۔ [۷۶] عرض اس اونٹنی کو مار ڈالا اور اپنے پروردگار کے حکم سے سرکشی کی اور کہنے لگے کہ اے صالح! جس کی آپ ہم کو دھسکی
 دیتے تھے اس کو منگوائیے اگر آپ پیغمبر ہیں۔ [۷۷] پس آپ کو ان کو زلزلہ نے سوائے گھروں میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ [۷۸]

== ہم میں اور بنو تمیم میں آڑ کر دیجئے۔ یہ سن کر قبیلہ بنی تمیم کی اس بڑھیا کو حیرت پیدا ہوئی اور تیز ہو کر بولی کہ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر
 آپ کے پریشان حال کہاں پناہ لیں گے۔" میں کہنے لگا اے میری مثال تو اس ضرب المثل کی سی ہوگئی کہ بکری اپنی موت کو آپ بھیج
 لائی۔ میں اس بڑھیا کو سوار کر کے لے آیا مجھے کیا خبر تھی کہ یہ میری دشمن ثابت ہوگی۔ میں اللہ تعالیٰ کے پاس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے
 پاس پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ وفد قوم عاد کی طرح بن جاؤں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "وفد عاد کا کیا قصہ ہے۔" حالانکہ
 آپ صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بہتر جانتے تھے لیکن مجھ سے سننے کے خواہشمند تھے۔ میں نے کہا کہ قوم عاد قحط میں مبتلا ہوگئی تھی۔ چنانچہ انہوں

نے اپنا ایک وفد مکہ بھیجا وفد کے قائد کا نام قبل تھا۔ وہ مکہ آ کر معاویہ بن بکر کے پاس ٹھہرے ایک مہینہ قیام کیا شراب پیتے رہے جراتان نامی دو لوٹریوں کا گانا سنتے رہے۔ پھر سردار وفد قبل مہرہ کی پہاڑیوں کی طرف نکلا اور دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ تو جانتا ہے کہ میں کسی مریض کی دعائے صحت کے لئے نہیں آیا ہوں نہ کسی قیدی کے چھڑانے کے لئے فدیہ مانگتا ہوں، بلکہ اے اللہ تعالیٰ عاد کو پانی دے۔ چنانچہ حکم رب تین ابرنمایاں ہوئے۔ ندا آئی کہ ایک ابر کو اختیار کر لے اس نے سیاہ ابر کا انتخاب کیا ندا آئی کہ تجھ کو تو خاک ملے گی تو م عاد کا کوئی فرد باقی نہیں رہے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ایک آندھی بھیجی جو خزانہ باد میں گویا اتنی ہی تھی جتنا کہ میری اس انگٹھی کا دائرہ ہے جس سے یہ ساری قوم تباہ ہوگئی۔ اب عرب کے لوگ جب کسی وفد کو بھیجتے ہیں تو بطور ضرب المثل کہتے ہیں کہ وفد عاد کی طرح نہ ہو جانا۔ امام احمد رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں اس کو بیان کیا ہے اور ترمذی نے بھی روایت کیا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ①

صالح عليه السلام کا پیغام توحید: [آیت: ۷۳-۷۸] ابراہیم ظلیل اللہ سے پہلے عرب قدیم کے جو قبائل تھے انہیں میں سے شموذ بھی تھے جو قوم عاد کے بعد ہوئے۔ حجاز و شام کے درمیان وادی قرئی اور اس کے اطراف ان کے مساکن مشہور ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سن نو (۹) ہجری میں تبوک کی طرف جا رہے تھے تو ان کے مساکن اور دیار پر سے گزرے۔ ایک مقام تھا حجر نامی یہاں شموذ کی بستی تھی۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب سمیت یہاں فرودش ہوئے تو لوگوں نے ان چشموں سے پانی پی لیا جنہیں شموذ استعمال کرتے تھے اس پانی سے آٹا گوندھا اور ہانڈیوں میں ڈالا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ”ہانڈیاں اوندھادی جائیں اور گوندھا ہوا آٹا اونٹوں کو کھلا دیں۔“ پھر یہاں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کوچ کر گئے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دوسرے چشمے پر اترے جو شموذ کے پینے کا چشمہ تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع فرمایا تھا کہ ”وہ عذاب کی ہوئی قوم پر سے گزریں۔ کیونکہ مجھے تو خوف ہوتا ہے کہ شموذ جس طرح بتلائے عذاب ہو گئے تھے کہیں تم بھی نہ ہو جاؤ اس لئے اس چشمہ پر قیام نہ کرو ② اور حجر پر سے جو مسکن شموذ تھا اگر گزرتا بھی پڑے تو اللہ تعالیٰ کے آگے زاری کرتے ہوئے گزرو۔ اگر زاری نہیں کر سکتے تو دوسرے گزرتا ہی نہیں ورنہ تم پر بھی وہی عذاب اتر جائے گا۔“ ③ غزوہ تبوک میں لوگ اہل حجر کی طرف تیزی سے جا رہے تھے تاکہ وہاں اتریں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو ندا کرا دی کہ نماز تیار ہے۔ ابی کبشہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا اور فرما رہے تھے ”ایسی قوم کی طرف نہ جاؤ جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوا تھا“ تو ان میں سے ایک آدمی نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم ان لوگوں کو دیکھ کر تعجب کر رہے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”کیا تمہارے اس تعجب سے بڑھ کر تعجب کی بات میں تمہیں نہ سناؤں۔ تمہیں میں سے ایک آدمی یعنی میں تمہیں غیب سے ان لوگوں کی خبر سنا رہا ہے جو تم سے پہلے تھے اور گزشتہ کے علاوہ آئندہ کی باتیں بھی بتا رہا ہے۔ اس لئے سیدھے ہو جاؤ اپنی اصلاح کر لو۔ کیونکہ تم پر بھی عذاب آجائے تو اللہ تعالیٰ کو کیا پروا ہو سکتی ہے اور وہ قوم بھی آنے والی ہے کہ وہ خود بھی اپنے نفسوں پر سے کچھ نہ ٹلا سکے گی۔“ ④ غرض جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حجر پر سے گزرے تو فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ سے

① احمد، ۳/۴۸۲؛ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الذاریات ۳۲۷۳، ۳۲۷۴؛ وهو حسن، ابن ماجہ ۲۸۱۶۔

② احمد، ۲/۱۱۷؛ وسندہ صحیح، ابن حبان ۶۲۰۳۔

③ احمد، ۲/۱۷۴ اس معنی کی روایت صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب الصلاة فی مواضع الخسف ۴۳۳؛ صحیح مسلم ۲۹۸۰؛

ابن حبان ۶۲۰۰؛ دلائل النبوة، ۵/۲۳۳ میں موجود ہے۔ ④ احمد، ۴/۲۳۱؛ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۶/۱۹۴ اس

کی سند میں عبدالرحمن بن عبداللہ المسعودی مخطوط راوی ہے ابن قطان کہتے ہیں اختلط فی لا یعقل (المیزان، ۲/۵۷۴، رقم ۴۹۰۷)

اور اسطیل بن اوسط اس کے متعلق امام ذہبی کہتے ہیں لا ینبغی ان یرون عنہ (المیزان، ۱/۲۲۲ رقم ۸۵۳)

معجزات اور نشانیاں نہ مانگو۔ قوم صالح نے بھی مانگا تھا اور معجزے کے طور پر انہیں ناقہ ملی تھی کہ وہ ایک راستے سے آتی اور دوسرے راستے سے جاتی۔ ان لوگوں نے اللہ کے حکم سے سرکشی کی۔ اس اونٹنی کو مار ڈالا۔ وہ ایک دن چشمے سے پانی پیتی اور دوسرے دن یہ لوگ اس کا دودھ پیتے۔ جب اس کو مار ڈالا تو ایک ایسی کڑکدار آواز آسمان سے آئی کہ سب مر گئے۔ ان کی قوم کا صرف ایک آدمی بچ گیا۔ وہ اس لئے کہ اس وقت وہ کعبتہ اللہ کے اندر تھا۔“ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ابورغال۔ لیکن جب حرم سے نکلا تو وہ بھی مبتلا عذاب ہو کر مر گیا۔“ ① (یہ حدیث صحاح ستہ میں موجود نہیں ہے)۔

ارشاد ہوتا ہے کہ ثمود کی طرف ان کے ایک ہم قوم صالح ﷺ پیغمبر بھیجے گئے تھے۔ تمام پیغمبروں کی طرح آپ کی بھی یہی دعوت و تعلیم تھی کہ اے لوگو! رب واحد کی عبادت کرو کہ اس کے سوا کوئی دوسرا رب ہے ہی نہیں۔ سارے پیغمبر اسی کی عبادت کی طرف دعوت دیتے رہے ہیں جیسا کہ فرمایا کہ تم سے پہلے جتنے بھی رسول بھیجے گئے سب کی طرف یہی وحی تھی کہ اللہ تعالیٰ واحد ہی ہوں صرف میری ہی عبادت کرنا۔ اور فرمایا کہ ہر قوم میں ہم نے رسول بھیجے ہیں وہ سب توحید کی تعلیم دیتے رہے ہیں اور طاعت شیطان سے روکتے رہے ہیں۔ ② اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس نشانی آچکی ہے وہ نشانی یہ ناقہ ہے۔ ان لوگوں نے خود صالح ﷺ سے سوال کیا تھا کہ انہیں کوئی معجزہ دکھلایا جائے اور درخواست یہ کی تھی کہ اس خاص چٹان کے اندر سے جس کو ہم بتا رہے ہیں ایک ناقہ پیدا ہو۔ یہ چٹان مقام حجر کی ایک طرف اکیلی ایک ہی چٹان تھی جس کا نام کاتبہ تھا۔ اور وہ اونٹنی دس ماہ کا حمل بھی رکھتی ہو دودھ بھی دیتی ہو۔ صالح ﷺ نے ان سے عہود و مواثیق لئے تھے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے ان کی درخواست قبول کر لی تو وہ ایمان لے آئیں گے اور میرے کہے پر عمل کریں گے۔ جب یہ وعدے و وعید ہو چکے تو صالح ﷺ دعا کے لئے اٹھے دعا کی۔ چٹان کو یک بیک حرکت ہوئی وہ پھٹ پڑی اور ایک اونٹنی اس کے اندر سے نکلی جس کے پیٹ میں بچہ ہونے کی وجہ سے چلنے میں ادھر ادھر حرکت ہو رہی تھی۔ یہ دیکھ کر ان کفار کا سردار جندع بن عمرو اور اس کے ماتحت لوگ ایمان لے آئے اور دوسرے اشراف ثمود بھی لا رہے تھے کہ ذواب بن عمرو اور حباب بچاری اور رباب نے ان کو روک دیا اور جندع کا ایک چچیرا بھائی شہاب نامی بھی جو اشراف ثمود میں سے تھا ارادہ کر رہا تھا کہ ایمان لائے، لیکن ان لوگوں کے کہنے سے رک گیا۔ اسی سے متعلق ثمود کے مؤمنین میں سے ایک آدمی مہوش کہتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جندع نے دین نبی کی طرف شہاب کو بلایا تھا اور اس نے ایمان لانے کا ارادہ بھی کر لیا تھا لیکن آل حجر کے گمراہوں نے ہدایت کے بعد اس کو گمراہ کر دیا۔ غرض یہ کہ ناقہ کے بچہ ہوا اور وہ ایک عرصہ تک اس قوم میں رہی۔ ایک چشمے سے ایک دن وہ پانی پیتی تھی اور ایک دن ناقہ کرتی تھی تاکہ دوسرے لوگ اور ان کے جانور پی سکیں اور وہ لوگ اس کا دودھ پیتے اور پھر جس قدر چاہتے دودھ سے اپنے برتن بھر لیتے۔ جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے کہ پانی ان کے درمیان تقسیم شدہ تھا، کبھی یہ پیتی کبھی وہ پیتے۔ چنانچہ فرمایا ہے کہ پانی پینے کا ایک مقررہ دن ناقہ کا ہے اور ایک تمہارا ہے۔ اس دادی میں وہ چرنے کو جاتی تو ایک راستے سے جاتی اور دوسرے راستے سے باہر آتی تاکہ آنے جانے والوں کو آسانی ہو کیونکہ پانی پی کر وہ بہت موٹی تازی ہو جاتی تھی اور وہ بہت شاندار اور پر رعب و ہیبت منظر رکھتی تھی۔ جانوروں کے پاس سے گزرتی تو دوسرے جانور ڈر کر بھاگ جاتے۔ اس حالت پر کچھ عرصہ گزرا اور اس قوم کی سرکشی شدید ہو گئی۔ حتیٰ کہ ان لوگوں نے ارادہ کیا کہ اس اونٹنی کو قتل ہی کر دیا جائے تاکہ ہر روز پانی کا حق حاصل ہو

① احمد، ۳/ ۲۹۶؛ وسندہ ضعیف، ابن حبان ۶۱۹۷؛ حاکم، ۲/ ۳۴۰ اس کی سند میں ابواثریر مدلس راوی ہے جس کے سماع کی صراحت موجود نہیں۔ ② ۱۶ / النحل: ۳۶۔

جائے۔ چنانچہ ان سب کفار نے نل کر قتل ناقہ کی رائے کی۔ مقدمہ جرنیل کے ہوتے ہیں کہ جس نے اس کو قتل کیا تھا سب اس کے پاس گئے حتیٰ کہ عورتیں بھی اور بچے بھی تاکہ اس سے قتل کرائیں۔ ساری جماعت کا اس میں حصہ لینا اس آیت پاک سے معلوم ہو رہا ہے کہ ﴿فَسَدُّ بَنُوهُ فَعَقَرُوْهَا ۗ فَذَمُّنَّكُمْ عَلَيْهِمْ رَبُّهُمْ بِذُنُوبِهِمْ فَسَوَّاهَا﴾ ① یعنی انہوں نے نبی کو جھٹلایا ناقہ کو قتل کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین پر ان کو ہلاک کر کے برابر کر دیا۔ اور فرمایا کہ تمہو کو ہم نے ناقہ کا مجزہ دیا اور یہ ان کی آنکھیں کھولنے کے لئے کافی تھا۔ لیکن ان ظالموں نے ظلم سے کام لیا۔ غرض یہ کہ قتل ناقہ کی نسبت ساری جماعت کی طرف کی گئی ہے کہ اس کام میں سب ہی کا ہاتھ تھا۔

امام ابو جعفر رضی اللہ عنہ اور دیگر علمائے تفسیر نے سب قتل یہ بتایا ہے کہ ایک عورت تھی عمیرہ نام بڑھیا اور کافرہ تھی۔ صالح رضی اللہ عنہ سے اس کو دشمنی تھی۔ اس کی خوبصورت لڑکیاں تھیں مال و دولت حاصل تھا۔ اس کا شوہر ذؤاب بن عمرو رؤساء شمود میں سے تھا۔ اور ایک دوسری عورت صدقہ بنت مہیا نامی جو حسب و نسب مال و جمال والی تھی یہ ایک مومن کی بیوی تھی اور شوہر کو چھوڑے ہوئے تھی۔ ناقہ کے قاتل سے ان دونوں نے وعدے کر رکھے تھے۔ صدقہ نے ایک آدمی حباب نامی کو ابھارا کہ اگر تو ناقہ کو مار ڈالے تو میں تیری ہو جاؤں گی۔ اس نے انکار کر دیا۔ پھر اپنے چچیرے بھائی مصدع ابن مہرج سے کہا تو اس نے قبول کر لیا اور عمیرہ بنت غنم نے قدر کو بلایا۔ وہ نیلا پست قامت آدمی تھا۔ لوگ اس کو دل لڑنا سمجھتے تھے اور اس کو اس کے باپ سالف کا بیٹا نہیں سمجھتے تھے۔ اس آدمی کا نام ضیان تھا جس کا درحقیقت یہ لڑکا تھا حالانکہ اس کی ماں اس وقت سالف کی بیوی تھی۔ اس عورت نے ناقہ کے قاتل سے کہا تھا کہ میری جو لڑکی تو چاہے اس خدمت کے بدلے میں حاصل کر سکتا ہے کہ ناقہ کو قتل کر ڈالے۔ چنانچہ قدر ابن سالف اور مصدع ابن مہرج نے شمود کے غنڈوں سے ساز باز کر لی اور سات آدمی ان کے ساتھ ہو گئے۔ اس طرح یہ سب مل کر نو (۹) افراد ہوئے۔ چنانچہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا ہے کہ شہر میں نو افراد تھے جو بجائے اصلاح کرنے کے فساد پر کمر بستہ تھے۔ ② اور یہ اپنی قوم کے سردھرے تھے۔ ان کافروں نے کافر قبیلہ کے لوگوں کو بھی اپنے ساتھ ملا لیا تھا۔ یہ سب کے سب چلے اور ناقہ کا انتظار کرنے لگے۔ جب یہ پانی پی کر واپس چلی تو قدر اس کی راہ میں ایک چٹان کے پیچھے گھات لگائے بیٹھا رہا اور مصدع دوسری چٹان کے پیچھے تھا۔ ناقہ مصدع کے پاس سے گزری۔ اس نے ایک تیر مارا وہ پنڈلی کو لگا۔ بنت غنم عمیرہ نکلی اور اپنی سب سے خوبصورت لڑکی کو لے آئی اور قدر اور اس کی جماعت کے سامنے اپنی لڑکی کے بے پناہ حسن کا مظاہرہ کیا۔ قدر اس پیش کش سے متاثر ہو کر تلوار لے کر اٹھا اور اس ناقہ کے کوچے کاٹ ڈالے۔ وہ سرزمین پر گر پڑی۔ اس نے اپنے کوچے کو دیکھ کر ایک چیخ ماری گویا کہ اس کو آگاہ کر رہی ہے کہ بھاگ جا۔ پھر قاتل نے اس کے سینے پر نیزہ مارا پھر اس کا گلا کاٹ دیا۔ اس کا بچہ ایک پہاڑ کی طرف بھاگ گیا اور چوٹی پر چڑھ کر ایک چیخ ماری گویا کہ کہتا ہے کہ اے رب! میری ماں کہاں ہے؟ کہا جاتا ہے کہ تین دفعہ وہ چلایا پھر چٹان کے اندر گم ہو گیا۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لوگوں نے اس کا پیچھا کر کے اسے بھی مار ڈالا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یہ خبر جب صالح رضی اللہ عنہ کو ملی تو وہ مقتل میں آئے۔ لوگوں کا مجمع تھا۔ ناقہ کو دیکھ کر رونے لگے اور کہا (بقول تعالیٰ) کہ تم تین دن اور جی لو۔ ناقہ کا قتل بدھ کے روز ہوا۔ جب رات ہوئی تو ان نو افراد نے قتل صالح کا بھی قصد کر لیا اور مشورہ کیا کہ اگر یہ سچا ہے اور تین دن بعد ہم ہلاک ہونے والے ہیں تو اپنے سے پہلے ہی اس کو کیوں نہ بھیج دیں۔ اور اگر جھوٹا ہے تو ہم ناقہ ہی کے پاس اس کو کیوں نہ بھیج دیں۔ قولہ تعالیٰ ان لوگوں نے قسموں سے اپنے عہد کو موکل کیا کہ صالح اور اس کی بیوی کو قتل کر دیں گے اور اس کے اولیا سے کہہ دیں گے کہ ہمیں کیا خبر ہم ان کے واقعہ ہلاک کے وقت موجود تو تھے نہیں کہ قاتل کو جانتے، ہم تو سچی =

فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَا قَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ لَا

تُحِبُّونَ النَّاصِحِينَ ۝۴۹

ترجمہ: اس وقت صالح علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم! میں نے تو تم کو اپنے پروردگار کا حکم پہنچا دیا تھا اور میں نے تمہاری خیر خواہی کی لیکن تم لوگ خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ [۴۹]

== بات کہنے والے ہیں۔ انہوں نے چالبازی کرنا چاہی اور ہم جس چالبازی پر تھے اس کی انہیں خبر بھی نہ تھی۔ دیکھو مکاروں کا نتیجہ کیسا ہوتا ہے۔ جب ان لوگوں نے تہیہ کر لیا اور اتفاق کر کے رات کے وقت اللہ تعالیٰ کے نبی کو قتل کرنے کے لئے آئے تو حکم الہی سے پتھر برسے شروع ہو گئے۔ جمعرات کا دن مہلت کا پہلا دن تھا۔ اس روز ان لوگوں کے چہرے قدرۃ زرد پڑ گئے جیسا کہ صالح علیہ السلام نے کہہ دیا تھا اور دوسرے دن جمعہ کو سرخ پڑ گئے اور جمعہ کو تیسرا دن سنچر تھا اس روز سب کے چہرے سیاہ ہو گئے۔ اتوار کا دن تھا تو یہ لوگ خوشبو مل کر انتظار عذاب کر رہے تھے کہ نہ معلوم اب ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے اور عذاب کی کیا صورت ہوگی۔ سورج نکلا اور آسمان سے ایک چیخ بھی نکلی اور پاؤں تلے سے ایک شدید زلزلہ پیدا ہوا اور جیسے نکلیں اور ایک لخت سب مر گئے۔ سب لوگ اپنے اپنے گھروں میں لاشیں بن کر پڑ گئے۔ چھوٹا بڑا مرد عورت کوئی نہ بچا صرف ایک عورت بچ گئی کلبہ بنت اسلق نامی یہ بڑی کافرہ اور سخت ترین دشمن تھی۔ اس نے عذاب کو دیکھا اس کے پاؤں کو تیز تر بھاگنے کی قوت مل گئی۔ ایک قبیلہ کے پاس پہنچی۔ جو کچھ دیکھا اس کی اطلاع دی اور ساری قوم جس ہلاکت سے دوچار ہوئی اس کا ذکر کیا پھر پینے کے لئے پانی مانگا اور پانی پیتے ہی مر گئی۔ ① افراد قوم شموذ میں سے صالح علیہ السلام اور ان کے امتیوں کے سوا کوئی نہ بچ سکا۔ اس قوم کا ایک آدمی ابورعالم تھا جو عذاب کے وقت مکے میں تھا وہ کچھ دیر محفوظ رہا لیکن کسی ضرورت سے جب مکے سے باہر نکلا تو آسمان سے اس پر ایک پتھر گرا اور وہیں ڈھیر ہو گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ ابورعالم طائف کے رہنے والے قبیلہ ثقیف کا جدِ اعلیٰ ہے۔ ② نبی اکرم ﷺ ابورعالم کی قبر پر سے گزرے اور فرمایا ”جانتے ہو یہ کسی کی قبر ہے؟ یہ شموذ کے ایک فرد ابورعالم کی ہے جو حرم میں تھا حرم نے عذاب سے اس کو روک رکھا۔ جب حرم سے باہر ہوا تو عذاب سے دوچار ہوا اور یہاں دفن ہوا۔ اس کے ساتھ اس کی سونے کی چھتری بھی دفن ہے۔ لوگوں نے تلواروں سے اس کی قبر کو دی اور یہ لکڑی نکال لی۔ ③ قوم شموذ کا انجام: [آیت: ۷۹] یہ صالح علیہ السلام کی طرف سے قوم کو تہدید ہو رہی ہے اس وقت جب کہ ان کی مخالفت اور تردید اختیار کرنے کی وجہ سے وہ ہلاک کر دیے گئے تو وہ ان مردوں کو خطاب کر رہے ہیں گویا کہ وہ سن رہے تھے۔ چنانچہ بخاری و مسلم سے بھی یہ ثابت ہے کہ نبی اکرم ﷺ جب کفار بدر پر غالب آ گئے تو تین دن وہاں قیام کیا تھا۔ پھر آرشب میں وہاں سے چل پڑے اور قلب (کھائی) پر پتھر گئے یہ دفن تھا کفار قریش کا۔ آپ ﷺ اس دفن کو دیکھ کر فرمانے لگے کہ ”اے ابو جہل بن ہشام! اے عقبہ! اے شیبہ! اے فلاں! اے فلاں! کیا رب کے وعدے کو پورا ہوتا ہوا تم نے دیکھ لیا؟ میں نے اپنے رب کے وعدے کو ہمیشہ پورا پایا۔“ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ مردوں سے باتیں کر رہے ہیں؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کی قسم تم ان سے ==

① تفسیر عبدالرزاق: ۹۱۶، ومصنف عبدالرزاق، ۱۱/۴۵۳، ۴۵۵، ح ۲۰۹۸۹ وسندہ ضعیف لانقطاعہ۔

② ایضاً۔ ③ ابوداؤد، کتاب الخراج، باب نیش القبور العادیة یكون فیہا المال ۳۰۸۸ وسندہ ضعیف، ابن حبان

۶۱۹۹: بیہقی، ۴/۱۵۶ اس کی سند میں ابن اسحاق دلس (التقریب، ۲/۱۴۴) اور بخیر بن ابی بخیر جمہول راوی ہے (التقریب، ۱/۹۳)

وَلَوْ طَا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ مِنَ الْعَالَمِينَ ﴿٨٠﴾

إِنَّمَا لَتَأْتُونَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ۗ بَلْ أَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ﴿٨١﴾

ترجمہ: اور ہم نے لوط علیہ السلام کو بھیجا جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ تم ایسا فحش کام کرتے ہو جس کو تم سے پہلے کسی نے دنیا جہان والوں میں سے نہیں کیا۔ [۸۰] تم مردوں کے ساتھ شہوت رانی کرتے ہو عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ تم حد ہی سے گزر گئے ہو۔ [۸۱]

= زیادہ نہیں سن سکتے۔ البتہ سن کر وہ جواب نہیں دے سکتے ہیں۔“ ① سیرت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ان سے کہا تھا کہ ”نبی اکرم ﷺ کے قبیلہ والوں میں سے تم بہت ہی برے لوگ تھے۔ باہر کے لوگ تو میری تصدیق کر رہے تھے اور تم میرے قبیلہ کے ہو کر میری تکذیب کر رہے تھے۔ مدینے کے لوگوں نے مجھے پناہ دی اور تم نے مجھے اپنے وطن سے نکالا۔ تم نے میرے قتل کا ارادہ کیا اور دوسروں نے میری مدد کی۔“ ② نبی اکرم ﷺ کے لئے تم بہت ہی برا قبیلہ ثابت ہوئے۔ اسی طرح صالح علیہ السلام بھی اپنی قوم سے کہہ رہے ہیں کہ میں نے پیغام ربانی تمہیں پہنچا دیا تمہاری خیر خواہی کی، لیکن تم نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا، کیونکہ تم حق بات کو پسند ہی نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے ارشاد ہے کہ میں نے تمہیں نصیحت کی تھی لیکن نصیحت تمہیں تو پسند ہی نہیں تھی۔ کسی مفسر نے ذکر کیا ہے کہ ہر نبی جس کی امت ہلاک ہوگئی ہو وہ حرم میں آ کر قیام پذیر ہو جاتا تھا۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حج کے زمانے میں نبی اکرم ﷺ جب وادی عسفان سے گزرے تو فرمایا کہ ”اے ابو بکر! یہ کون سا مقام ہے؟“ حضرت صدیق عظیم نے جواب دیا کہ یہ وادی عسفان ہے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”صالح اور ہود علیہ السلام ناقہ پر سوار کسی زمانے میں یہاں سے گزرے تھے جن کی تکلیلیں کھجور کی رسیوں کی تھیں، کسبوں کے تہہ بند تھے پوٹین کی چادریں تھی۔ اور لیلیٰ کہتے ہوئے بیت عتیق کے حج کے لئے جا رہے تھے۔“ ③

قوم لوط کا فعل بد: [آیت: ۸۰-۸۱] اور اس وقت کو یاد کرو کہ ہم نے لوط علیہ السلام کو بھیجا تھا اور وہ اپنی قوم سے کہہ رہے تھے۔ لوط بن ہاران بن آزر ہیں اور ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بھتیجے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے ساتھ وہ بھی ایمان لائے تھے اور ارض شام کی طرف ان کے ساتھ ہجرت کی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اہل سدوم کی طرف بھیجا تھا۔ وہ اہل سدوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلا تے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے۔ اس قوم نے ایسے فواحش اختراع کئے ہوئے تھے کہ آدم علیہ السلام سے لے کر اب تک ان کے سوا کسی نے جس کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ اور وہ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتا تھا۔ یہ چیز اب تک کسی کے دل میں بھی نہیں گزری تھی اور بنی آدم آج تک اس کے عادی نہیں تھے۔ خلیفہ ولید بن عبد الملک اموی بانی جامع دمشق نے کہا تھا کہ اگر اللہ پاک قوم لوط کا قصہ ذکر نہ فرماتا تو مجھے اس بات کا یقین بھی نہ آتا کہ کوئی مرد کسی مرد کے ساتھ ایسا ارتکاب کر سکتا ہے۔ چنانچہ لوط علیہ السلام ان سے فرما رہے ہیں کہ کیا تم ایسا فحش اختیار کئے ہوئے ہو کہ دنیا میں کسی نے تم سے پہلے کبھی ایسا کام نہ کیا تھا۔ عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کے پاس آتے ہو اللہ تعالیٰ نے تو تمہارے لئے عورتیں پیدا کی ہیں۔ یہ تمہاری بڑی زیادتی اور بڑی جہالت ہے۔ جس چیز کا جوئل نہیں تم اس کو کھل جاتے ہو۔ پھر دوسری =

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قتل امی جہل ۳۹۷۶؛ صحیح مسلم ۲۸۷۴۔

② ابن ہشام، ۲/۲۹۲ اس کی سند معطل ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ③ احمد، ۱/۲۳۲ و سننہ ضعیف، مجمع الزوائد،

۲/۱۲۲۳ اس کی سند میں زعمہ بن صالح متکلم فیراوی ہے (میزان الاعتدال، ۲/۸۱، ۲۹۰۴)

وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ إِلَّا أَنْ قَالُوا أَخْرِجُوهُمْ مِّنْ قَرْيَتِكُمْ ۗ إِنَّهُمْ أَنَاسٌ
يَتَطَهَّرُونَ ۗ فَأَنْجَيْنَاهُ وَأَهْلَهُ إِلَّا امْرَأَتَهُ ۗ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ۗ وَأَمْطَرْنَا
عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَأَنْظَرِكَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْجُورِمِينَ ۗ

ترجمہ: اور ان کی قوم سے کوئی جواب نہ بن بڑا بجز اس کے کہ آپس میں کہنے لگے کہ ان لوگوں کو اپنی بستی سے نکال دو یہ لوگ بڑے پاک
صاف بنتے ہیں۔ [۸۲] سو ہم نے لوط علیہ السلام کو اور ان کے متعلقین کو بچالیا بجز ان کی بیوی کے کہ وہ ان ہی لوگوں میں رہی جو عذاب میں رہ
گئے تھے۔ [۸۳] اور ہم نے ان پر ایک نئی طرح کا پینہ برسایا سو دیکھو تو سہمی ان مجرموں کا انجام کیسا ہوا۔ [۸۴]

= آیت میں ان سے فرماتے ہیں کہ دیکھو یہ سب عورتیں ہیں سب میری بیٹیاں ہیں جس سے چاہو رشتہ جوڑو۔ ① لیکن ان لوگوں نے
کہا لوط! تمہیں تو معلوم ہے کہ تمہاری ان دنیا جہان کی بیٹیوں سے ہمیں کوئی غرض نہیں اور ہماری جو غرض ہے تمہیں اس کا علم ہے۔ ②
مفسروں نے ذکر کیا ہے کہ مرد اپنی حاجت مرد سے پوری کرتے تھے اور اسی طرح عورتیں اپنی حاجت بھی عورتوں سے پوری کر لیتی
تھیں اور اس کے لئے وہ مجبور بھی تھیں۔

قوم لوط کا رد عمل: [آیت: ۸۲-۸۳] اس کے جواب میں قوم کا رد عمل یہی تھا کہ وہ آپس میں کہنے لگے کہ لوط کو نکال دو نکال دو نکال
دے دو۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو زندہ سلامت وہاں سے نکال لیا اور ان کفار کو ذلت کی موت مار ڈالا۔ تو لہ تعالیٰ ﴿إِنَّهُمْ
أَنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ﴾ انہوں نے عیب کے بغیر عیب کو منسوب کیا اور لوط علیہ السلام کی اس نیک کرداری کو عیب بتایا کہ وہ بڑے پاک باز بنتے
پھرتے ہیں۔ یہاں کہ لوط علیہ السلام اور ان کے لوگوں میں یہ عیب ہے کہ ابا در جال اور ابا رضاء سے بچتے ہیں۔ یہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے۔
اعلام بازی کی سزا اور فقہا کا موقف: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے لوط علیہ السلام اور ان کے گھرانے کو بچالیا اور ان کے گھرانے کے
علاوہ کوئی بھی ایمان لایا ہوا نہیں تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے ان لوگوں کو عذاب کی جگہ سے نکال لیا جو ایمان لائے تھے۔
اور ایک گھر کے سوا کوئی مسلمان گھرانہ تو تھا ہی نہیں، لیکن ان کی عورت نہیں بچائی گئی کیونکہ وہ ایمان نہیں لائی تھی۔ قوم کے دین پر ہی تھی
اور لوط علیہ السلام کے خلاف قوم سے ساز باز رکھتی تھی۔ لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کا نوجوانوں کی شکل میں آنا اور قوم کا اس سے واقف ہو
جانا یہ سب اس عورت کی جاسوسی کے سبب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے لوط علیہ السلام کو حکم دیا تھا کہ اپنے گھرانے کو لے کر رات کے وقت نکل جاؤ
اور اس عورت کو معلوم نہ ہونے دو اور اس کو شہر سے لے کر نہ چلو۔ اور بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ وہ بھی لوط علیہ السلام کے ساتھ چلی تھی اور نکلتے
ہی جب قوم پر عذاب نازل ہو گیا تو ہمدردی سے پلٹ پلٹ کر انہیں دیکھنے لگی اور خود بھی جتلانے عذاب ہو گئی۔ لیکن یہی زیادہ صحیح ہے
کہ وہ شہر سے نہیں نکلی اور لوط علیہ السلام نے اس کو خبر بھی نہ ہونے دی۔ اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ لوط علیہ السلام کی عورت رہ گئی اور وہ پس
ماندگان میں سے تھی۔ تفسیر بالآزم یہی ہے۔ ﴿وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ مَّطَرًا﴾ یہ آیت اس قول کی تفسیر کر رہی ہے کہ ﴿وَأَمْطَرْنَا
عَلَيْهَا حِجَابًا مِّنْ سِجِّيلٍ﴾ ③ اور اسی لئے فرمایا کہ آخر کار مجرموں کا نتیجہ دیکھو کہ معاصی اختیار کرنے اور تکذیب کے سبب کیسی
سزا ملی۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اعلام باز کو بلندی سے نیچے گرا دو پھر اس پر پتھر برساؤ کہ قوم لوط کے ساتھ بھی سزا دی کی =

وَالِي مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۖ قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنَ اللَّهِ غَيْرُهُ ۗ قَدْ
 جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيزَانَ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ
 وَلَا تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا ۗ ذَلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۗ
 وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنُ آمَنَ بِهِ
 وَتَبْغُونَهَا عِوَجًا ۗ وَاذْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَلِيلًا فَكَلَّمَكُم مِّن وَّانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ
 الْمُفْسِدِينَ ۗ وَإِن كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ وَطَآئِفَةٌ لَّمْ
 يُؤْمِنُوا فَاصْبِرُوا حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا ۗ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۗ

ترجمہ: اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا اے میری قوم! تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا
 کوئی تمہارا معبود نہیں۔ تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے واضح دلیل آچکی ہے تو تم تاپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا ان چیزوں
 میں نقصان مت کیا کرو اور روئے زمین میں بعد اس کے کہ اس کی درستی کر دی گئی فساد مت پھیلاؤ یہ تمہارے لئے نافع ہے اگر تم تصدیق کرو۔ [۸۵]
 اور تم سڑکوں پر اس غرض سے مت بیٹھا کرو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والوں کو دھمکیاں دو اور اللہ تعالیٰ کی راہ سے روکو اور اس میں کجی کی تلاش
 میں لگے رہو۔ اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم کم تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے تم کو زیادہ کر دیا اور دیکھو کہ کیسا انجام ہوا فساد کرنے والوں کا [۸۶]
 اور اگر تم میں سے بعضے اس حکم پر جس کو وہ کر مجھ کو بھیجا گیا ایمان لے آئے ہیں اور بعضے ایمان نہیں لائے ہیں تو ذرا ٹھہر جاؤ۔ یہاں تک کہ
 ہمارے درمیان میں اللہ تعالیٰ فیصلہ کئے دیتے ہیں اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہیں۔ [۸۷]

== یہی صورت اختیار کی گئی تھی۔ اور بعض علماء کہتے ہیں کہ رجم کر دو خواہ وہ شادی شدہ ہو یا کنوارا۔ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا بھی ایک روایت
 کی بنا پر یہی خیال ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جس کسی کو تم قوم لوط کے عمل پر دیکھو تو فاعل اور
 مفعول دونوں کو قتل کرو۔“ ① بعض نے کہا کہ وہ مثل زانی کے ہے۔ اگر شادی شدہ ہے تو رجم کر دو ورنہ سو کوڑوں کی سزا دو۔ عورتوں
 سے اغلام کرنا بھی لواطت ہے اور یہ بھی بہ اجتماع امت حرام ہے۔ اس کے برخلاف صرف ایک قول شاذ ہے۔ اس کی بھی ممانعت میں
 رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کئی احادیث مروی ہیں۔ سورہ بقرہ میں اس پر تفصیل گزر چکی ہے۔

شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم سے خطاب: [آیت: ۸۵-۸۷] شعیب علیہ السلام کا اصلی نام سریانی زبان میں یثرون تھا۔ مدین کا لفظ
 قبیلے کے لئے بھی بولا جاتا ہے اور شہر کے معنی میں بھی استعمال کیا جاتا ہے اور یہ مقام معان کے قریب ہے جو حجاز کے راستے میں ہے۔
 جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب وہ مدین کے چشمے پر پہنچا تو وہاں ایسے لوگ پائے جو اس چشمہ سے پانی لے رہے تھے ② یہ

① ابوداؤد، کسب الحلو، باب فیمن عمل عمل قوم لوط ۴۶۲۷ و سننہ حسن، ترمذی ۱۴۵۶، ابن ماجہ ۱۲۵۶، احمد، ۱/۳۰۰،
 دارقطنی ۳۴۱، بیہقی، ۸/۲۳۲، حاکم، ۴/۳۵۵، امام حاکم اور ذہبی نے اس روایت کو صحیح الا سناد قرار دیا ہے۔

② ۲۸ / القصص: ۲۳۔

اصحاب ایکہ سے مراد ہے جس کا ان شاء اللہ قریب میں ذکر کیا جائے گا۔ ارشاد باری ہے کہ شعیب علیہ السلام کہہ رہے ہیں کہ اے قوم! اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں ہے۔ تمام رسولوں کی یہی تبلیغ ہوا کرتی تھی۔ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے تکمیل حجت ہو چکی ہے۔ شعیب علیہ السلام لوگوں کو ان کے معاملاتی کاروبار میں ہدایت کر رہے ہیں کہ اپنے ناپ تول صحیح رکھو لوگوں کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ دوسروں کے مال میں خیانت نہ کرو۔ ناپ تول میں چوری سے کمی کر کے کسی کو دھوکا نہ دو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”ناپ تول میں کمی کرنے والوں کے لئے بڑی ہلاکت ہے“ ① یہ بڑی زبردست تشبیہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ شعیب علیہ السلام کے بارے میں ذکر فرماتا ہے کہ وہ قوم سے کہہ رہے ہیں۔ (شعیب علیہ السلام) کو خطیب الانبیا کہا جاتا ہے کیونکہ وہ بہت ہی فصیح و بلیغ الفاظ میں بات کہتے تھے اور استعارے استعمال کرتے تھے اور نصیحت کرتے تو کنایہ کرتے (

شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم کو وعظ: شعیب علیہ السلام لوگوں کو حسی اور معنوی طور پر قطع طریق سے منع فرما رہے ہیں۔ یعنی راستوں پر نہ بیٹھا کرو کہ لوگوں کو ڈرا دھکا کر کچھ حاصل کر لو اور اگر لوگ مال حوالے نہ کریں تو قتل کی دھمکی دینے لگو۔ یہ لیرے پھنگی وصول کرنے کے نام سے لوٹتے تھے۔ اور جو لوگ شعیب علیہ السلام کے پاس ہدایت حاصل کرنے کی غرض سے آتے تھے انہیں روکتے اور نہ آنے دیتے تھے۔ یہ دوسرا قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہے۔ پہلا قول زیادہ واضح اور قریب سیاق عبارت ہے۔ کیونکہ صراط کے معنی راستہ ہے اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے مفہوم کو تو اللہ تعالیٰ نے دوسری ہی آیت میں خود ارشاد فرمایا ہے کہ ”جو ایمان لاتے ہیں تم ان کی راہ مارتے ہو اور میرے پاس آنے سے نیکو کاروں کو روکتے ہو اور غلط راستوں پر موڑ دیتے ہو۔“ اے میری قوم کے لوگو! شکر کرو کہ تم تعداد میں کم تھے کمزور تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعداد بڑھادی اور تمہاری اجتماعی طاقت بڑھ گئی۔ یہ تم پر اللہ تعالیٰ کا احسان تھا۔ اور عبرت حاصل کرو کہ دنیا میں اور قرون ماضیہ میں گنہگاروں اور منسوخین کو کس عذاب اور نکال سے دوچار ہونا پڑا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ سے سرکشی پر بہت جری ہو گئے تھے۔ اور اگر تم میں سے ایک گروہ میری تبلیغ پر ایمان لاتا ہے اور دوسرا گروہ ایمان نہیں لاتا ہے تو انتظار کرو صبر سے کام لو حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان اپنا فیصلہ صادر کر دے۔ وہ سب سے اچھا حاکم اور قاضی ہے۔ حسن عاقبت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کو ہی حاصل ہے اور کافروں کو ہلاکت سے دوچار ہونا پڑے گا۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ تَفْسِیْرَ اِبْنِ کَثِیْرٍ كَے اَٹھوئیس پارہ کا ترجمہ مکمل ہوا۔



فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
401	موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور پر روانگی اور ہارون علیہ السلام کی جانشینی	383	قوم شعیب کا جواب اور شعیب علیہ السلام کی دعا
402	موسیٰ علیہ السلام کی اللہ تعالیٰ سے ہم کلامی	384	قوم شعیب کا کفر پر عزم مصمم اور نتیجہ
405	موسیٰ علیہ السلام کے چند امتیازی اوصاف	384	شعیب علیہ السلام نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا
406	تکبر کا نتیجہ و انجام	385	صحت اور خوش حالی بھی ایک امتحان ہے
406	سامری کا تیار کردہ پھنچڑ اور اس کی حقیقت	386	ایمان و تقویٰ نزول برکات اور کفر عذاب کا سبب ہے
408	موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی قوم کا شرک اور ہارون علیہ السلام پر اظہارِ حق	387	گناہوں کے سبب ہلاکت اور دلوں پر قفل
409	گو سالہ پرستی سے توبہ کا طریقہ	388	معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لائے
409	موسیٰ علیہ السلام، تورات اور امت محمدیہ	389	موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے پاس آنا
411	کوہ طور پر ستر آدمیوں کی موت	389	موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مناظرہ
412	رحمت الہی کی وسعتیں	390	موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر قدرت الہی کا ظہور
414	رسالت محمدیہ پر ایمان لانے بغیر نجات اخروی ممکن نہیں	390	موسیٰ علیہ السلام کے معجزات نے فرعونوں کو فکرمند کر دیا
419	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عالمگیر نبوت	391	موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کے لیے ماہر جادو گروں کی خدمات
420	بنی اسرائیل میں ایک جماعت حق پر تھی	391	جادو گروں کا فرعون سے مطالبہ
422	اصحاب سبت کی حیلہ سازی	391	موسیٰ علیہ السلام اور جادو گروں کا مقابلہ
423	بنی اسرائیل کے تین گروہ اور فریضہ امر بالمعروف و نہی عن المنکر	392	حق کی فتح موسیٰ علیہ السلام نے میدان مار لیا
426	یہودیوں کی پوری تاریخ ذلت اور رسوائی ہے	393	جادو گروں کو ان کے ایمان کی سزا
426	یہود و نصاریٰ کے رشوت خور علما اور قاضی	394	درباریوں کی فرعون کو ملامت
427	بنی اسرائیل کے سروں پر پہاڑ اور ان کا رویہ	396	فرعونوں کا رویہ اور عذاب الہی
428	عالم ارواح اور ایک وعدہ	396	فرعونوں پر مختلف قسم کے عذاب
432	طالب دنیا کا حال کتے کی طرح ہے	400	فرعونوں کی تباہی اور بنی اسرائیل پر اللہ کا انعام
436	ہدایت اور گمراہی اللہ کے اختیار میں ہے	400	بنی اسرائیل کا جاہلانہ مطالبہ
		401	فرعون کی قید سے نجات دینے والا ہی لائق عبادت ہے

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
464	جنگ بدر کا پس منظر اور دیگر تفصیلات		جسمانی اعضا کا صحیح استعمال نہ کرنے والے
468	میدان بدر میں نبی ﷺ کی دعا پر اللہ کی مدد کا نزول	437	جانوروں سے بدتر ہیں
471	میدان بدر میں رحمت الہی کا نزول	438	اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کی تعداد اور فضیلت
471	میدان بدر میں فرشتوں کا نزول	439	ایک جماعت قیامت تک حق پر ہے
474	جنگ سے بھاگنا سخت کبیرہ گناہ ہے	439	مکثرت رزق باعث دہال بھی ہے
477	بدر میں کامیابی اللہ کی نصرت سے تھی	440	نبی ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں
478	حق پر کون؟ فیصلہ ہو گیا	440	موت کا علم نہیں، حق کو قبول کر لینا چاہیے
479	اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واجب ہے	441	جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا
480	رسول اللہ ﷺ کی بات ماننے میں ہی نجات ہے	441	قیامت اور اس کی نشانیاں
481	خاص کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب	445	نبی ﷺ غیب نہیں جانتے
483	کمزور مسلمانوں کے لئے اللہ کی مدد	445	اللہ کی عطا کردہ اولاد کو مشرک غیر اللہ کی جانب منسوب کرتے ہیں
483	اللہ رسول کی خیانت کا مفہوم	449	مشرکوں کے گونگے، بہرے، اندھے معبود
485	اللہ تعالیٰ سے ڈر جانا ہی اچھا ہے	450	عفو و درگزر سے کام لو
	کفار کی مجلس شوریٰ میں قتل رسول ﷺ کی	453	شیطان و سواس سے بچنے کا طریقہ
485	ناپاک سازش	454	قرآن حکیم زندہ و جاوید اور عظیم معجزہ ہے
488	کفار کا باطل و دعویٰ اور عذاب کا مطالبہ	454	قرآن کو خاموشی سے سنو
489	نبی کا وجود کفار کے لئے باعث حفاظت	456	آہستہ آواز سے ذکر مستحب ہے
490	مسجد الحرام کے متولی، متقی لوگ ہیں نہ کہ مشرک	457	تفسیر سورہ انفال
492	فکست خوردہ کفار کی ناکام تدبیریں	457	مال غنیمت کے احکام اور اس کو نفل کہنے کی وجہ
	فتنہ کا مطلب اور اختتام فتنہ تک جہاد جاری رکھنے	462	ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے نیز اہل ایمان کی صفات
493	کا حکم		

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لَنُخْرِجَنَّكَ يَشْعِيبُ وَالَّذِينَ آمَنُوا
 مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَا أَوْ لَتَعُوذُنَّ فِي مِلَّتِنَا قَالَ أَوَلَوْ كُنَّا كَاهِنِينَ ۗ قَدْ افْتَرَيْنَا عَلَى
 اللَّهِ كَذِبًا إِنْ عُدْنَا فِي مِلَّتِكُمْ بَعْدَ إِذْ نَجَّيْنَا اللَّهُ مِنْهَا وَمَا يَكُونُ لَنَا أَنْ نَعُودَ
 فِيهَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّنَا وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبُّنَا
 افْتَرَمُ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ ۗ وَقَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ كَفَرُوا
 مِنْ قَوْمِهِ لَبِئْسَ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا إِنَّكُمْ إِذًا لَخٰسِرُونَ ۗ فَأَخَذَ نَهْمُ الرَّجْفَةِ فَأَصْبَحُوا
 فِي دَارِهِمْ جُثَمِينَ ۗ الَّذِينَ كَذَّبُوا شُعَيْبًا كَانُوا لَم يَعْنُوا فِيهَا الَّذِينَ كَذَّبُوا
 شُعَيْبًا كَانُوا هُمُ الْخٰسِرِينَ ۗ

ترجمہ: ان کی قوم کے متکبر سرداروں نے کہا کہ اے شعیب ہم آپ کو اور جو آپ کے ہمراہ ایمان والے ہیں ان کو اپنی ہستی سے نکال دیں گے
 یا یہ ہو کہ تم ہمارے مذہب میں پھر آ جاؤ۔ شعیب علیہ السلام نے جواب دیا کہ کیا تم ہمارے مذہب میں آ جائیں گے ہم اس کو ٹکروہ ہی سمجھتے
 ہوں۔ [۸۸] ہم تو اللہ تعالیٰ پر بڑی جھوٹی تہمت لگانے والے ہو جائیں گے اگر ہم تمہارے مذہب میں آ جائیں بعد اس کے کہ اللہ تعالیٰ
 نے ہم کو اس سے نجات دی ہو اور ہم سے ممکن نہیں کہ تمہارے مذہب میں پھر آ جائیں لیکن ہاں یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی نے جو ہمارا مالک ہے
 مقدر کیا ہو ہمارے رب کا علم جو چیز کو محیط ہے۔ ہم اللہ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہمارے اور ہماری قوم کے درمیان
 فیصلہ کر دیجئے حق کے موافق اور آپ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والے ہیں۔ [۸۹] اور ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا کہ اگر تم شعیب علیہ السلام
 کی راہ پر چلے گئے تو بے شک بڑا نقصان اٹھاؤ گے۔ [۹۰] پس ان کو ڈر لے نے آپ کو اسواپنے گھر میں اوندھے کے اوندھے پڑے رہ گئے۔ [۹۱]
 جنہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب کی تھی ان کی یہ حالت ہو گئی جیسے ان گھروں میں کبھی بے ہی نہ تھے۔ جنہوں نے شعیب علیہ السلام کی تکذیب
 کی تھی وہی خسارے میں پڑ گئے۔ [۹۲]

قوم شعیب کا جواب اور شعیب علیہ السلام کی دعا: [آیت: ۸۸-۹۲] کفار اپنے نبی شعیب علیہ السلام کے ساتھ اور اس زمانے کے
 مسلمانوں کے ساتھ جس بدسلوکی کے ساتھ پیش آئے اور جس طرح شعیب علیہ السلام کو اور مومنین کو ڈرا دیا دھمکایا کہ یا تو ہماری ہستی چھوڑ
 دو یا پھر یہ کہ ہماری ملت اختیار کر لو اور ہمارے وفادار بن جاؤ۔ ان سب باتوں کی اللہ پاک خبر دے رہا ہے۔ یہ خطاب بظاہر تو رسول
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے لیکن مراد ان کے امتی ہیں۔ قوم شعیب کے متکبرین نے کہا تھا کہ اے شعیب! ہم تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ہستی
 سے نکال دیں گے یا یہ کہ پھر تمہیں ہماری ملت میں واپس آنا پڑے گا۔ تو شعیب علیہ السلام کہتے ہیں کہ کیا تم ایسا کرنا چاہتے ہو اگرچہ
 ہمیں شرک اختیار کرنا ناپسند ہو اگر ہم تمہاری ملت میں واپس آ جائیں اور تمہارے ہی نظریات کو اپنالیں تو ہم اللہ تعالیٰ پر بڑا زبردست
 بہتان لگا میں گے کہ ان بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرائیں۔ اس طرح کفار کے اتباع سے نفرت ظاہر کی جا رہی ہے۔ ہم =

فَتَوَلَّى عَنْهُمْ وَقَالَ يَاقَوْمِ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رَسُولِي رَبِّي وَتَصَحَّتْ لَكُمْ فَكَيْفَ أَسَى
عَلَى قَوْمِ كَافِرِينَ ۖ وَمَا أَرْسَلْنَا فِي قَرْيَةٍ مِّن نَّبِيٍّ إِلَّا أَخَذْنَا أَهْلَهَا بِالْبَأْسَاءِ
وَالضَّرَّاءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُونَ ۖ ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتَّىٰ عَفَوا وَقَالُوا
قَدْ مَسَّ آبَاءَنَا الضَّرَّاءُ وَالسَّرَّاءُ فَأَخَذْنَاهُمْ بَغْتَةً وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ۖ

ترجمہ: اس وقت شعیب علیہ السلام ان سے منہ موڑ کر چلے اور فرمانے لگے کہ اے میری قوم میں نے تم کو اپنے پروردگار کے احکام پہنچادیئے تھے اور
میں نے تمہاری خیر خواہی کی پھر میں ان کافر لوگوں پر کیوں رنج کروں۔ [۹۳] اور ہم نے کسی ہستی میں کوئی نبی نہیں بھیجا کہ وہاں کے رہنے
والوں کو ہم نے فتاحی اور بیماری میں نہ پکڑا ہو کہ وہ ڈھیلے پڑ جائیں۔ [۹۴] پھر ہم نے اس بد حالی کی جگہ خوش حالی بدل دی یہاں تک کہ ان کو
خوب تر ترقی ہوئی اور کہنے لگے کہ ہمارے آباء و اجداد کو بھی تنگی اور راحت پیش آئی تھی تو ہم نے ان کو دفعہ پکڑ لیا اور ان کو خیر بھی نہ تھی۔ [۹۵]

== سے تو یہ نہ ہوگا کہ ہم پھر مشرک بن جائیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہی ہمیں بھٹکنے دے تو اور بات ہے یہاں بھی بات کو اللہ تعالیٰ ہی کی
طرف پھیرا جا رہا ہے کیونکہ اس کو آئندہ کی ہر بات کے علم پر احاطہ حاصل ہے۔ ہم جو اختیار کرتے ہیں اور جو اختیار نہیں کرتے سارے
امور میں اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔ اے اللہ تعالیٰ ہماری اس قوم کے اور ہمارے درمیان حق بات کو کھلم کھلا ظاہر فرما دے اور
ہمیں ان پر فتح عنایت فرما تو خیر الفاتحین ہے خیر الحاکمین ہے ایسا عادل و منصف ہے کہ ذرہ بھر ظلم نہیں کرتا۔

قوم شعیب کا کفر پر عزم مصمم اور نتیجہ: خبر دی جا رہی ہے کہ ان کا کفر، تمرد اور ضلالت کس شدت کی ہے اور مخالفت حق ان کے
دلوں میں کس قدر جبلی اور فطری بن گئی ہے۔ اسی لئے انہوں نے آپس میں قسمیں کھالیں اور عہد کر لیا کہ دیکھو اگر تم نے شعیب کی
بات مان لی تو بڑے خسارے میں رہو گے۔ ان کے اس عزم راسخ کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس عزم کے سبب ان پر ایک ایسا
زلزلہ بھیجا گیا کہ وہ اپنے گھروں میں دھرے کے دھرے رہ گئے اور یہ سزا تھی اس بات کی کہ شعیب علیہ السلام اور اصحاب شعیب کو انہوں
نے بلاوجہ ڈرایا انہیں جلا وطنی کی دھمکی دی جیسا کہ سورہ ہود میں ذکر ہے کہ ”جب ہمارا عذاب ان پر آپہنچا تو ہم نے شعیب کو اور ان کے
اصحاب کو اپنی رحمت سے بچالیا۔ اور ان ظالموں کو ایک ایسی کڑک نے آپکڑا کہ اپنے گھروں ہی میں بیٹھے کے بیٹھے رہ گئے اور فنا ہو
گئے۔“ ان دونوں آیتوں میں مناسبت یہ ہے کہ ان کافروں نے جب ﴿أَصَلُّوْا تِلْكَ تَامُوْكَ﴾ کہہ کر تذلیم کی تو ایک زبردست چیخ نے
انہیں ہمیشہ کے لئے خاموش کر دیا۔ سورہ شمر آء میں اللہ پاک یوں واقعہ بیان فرماتا ہے کہ جب انہوں نے نبی کو جھٹلایا تو ابر سے ان پر
عذاب آنازل ہوا اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے مطالبہ کیا تھا کہ ایسا ہے تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دو۔ چنانچہ بتایا گیا کہ انہیں آسمانی
عذاب آپہنچا اور ان پر تین عذاب جمع ہو گئے۔ ایک تو آسمانی عذاب کہ ابر سے آگ کی چنگاریاں اور شعلے گرنے لگے پھر آسمان سے
ایک رعد اور کڑک پیدا ہوئی اور ان کے قدموں تلے زمین سے ایک شدید زلزلہ پیدا ہوا کہ ان کی جانیں نکل گئیں اور جسد بے روح بن
کر رہ گئے اور اپنے گھروں میں ڈھیر ہو گئے۔ گویا کبھی اس ہستی میں بے ہی نہیں تھے حالانکہ وہ رسول کو دس نکالا دے رہے تھے۔ اب
مقابلہ انہیں کے لفظ کو اللہ پاک دہراتا ہے کہ جن لوگوں نے شعیب علیہ السلام کو جھٹلایا تھا وہی خسارے میں رہے۔

شعیب علیہ السلام نے تبلیغ کا حق ادا کر دیا: [آیت: ۹۳-۹۵] کافروں کے اس طرح کہنے سے شعیب علیہ السلام وہاں سے چلے گئے اور

کہہ دیا کہ اے قوم! میں نے اللہ تعالیٰ کے پیامات تمہیں پہنچا دیئے تھے۔ میں نے اپنا حق ادا کر دیا تھا اس پر بھی میری خیر خواہی سے تم نے فائدہ نہ اٹھایا تو تمہاری اس بد انجامی کو دیکھ کر میں کیوں افسوس کروں اور اپنے کو کیوں ہلکان کروں۔

صحت اور خوش حالی بھی ایک امتحان ہے: اس بات کی خبر دی جا رہی ہے کہ سابقہ امتیں جن کی طرف انبیاء علیہم السلام بھیجے گئے انہیں تکلیف پہنچا کر اور شادمانی دے کر ہر طرح ہم نے آزمایا۔ ﴿بِنَسَاءَةٍ﴾ یعنی بدنی تکلیف جسمانی امراض و اسقام۔ اور ﴿حَصْرَ آءٍ﴾ وہ مصیبت جو فقر و حاجت کی ہوتی ہے شاید کہ وہ ہماری طرف رجوع کریں ہم سے ڈریں اور اس مصیبت کے دور ہونے کی درخواست کریں۔ تقدیر کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں سختیوں میں مبتلا کیا تاکہ ہمارے سامنے عاجزی پیش کریں۔ لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ اس پر بھی ہم نے ان کی حالت و مالداری کی طرف پھیر دی انہیں دولت مند و خوش حال بنا دیا تاکہ انہیں آزمائیں۔ اسی لئے فرمایا کہ شدت اور سختی سے نرمی و راحت کی طرف ہم نے انہیں پھیر دیا۔ مرض کے بجائے صحت و عافیت دے دی۔ فقر کے بجائے دولت مندی بخشی تاکہ وہ شکر ادا کریں اور کفر ان نعمت چھوڑ دیں لیکن انہوں نے ایسا نہ کیا۔ ﴿حَتَّى عَصَوْا﴾ یعنی ان کی اولاد و اموال میں برکت دی۔ ارشاد ہوتا ہے کہ مسرت و مضرت دونوں چیزوں سے ہم نے انہیں آزمایا تاکہ اللہ تعالیٰ کی طرف جھک پڑیں۔ لیکن نہ وہ ہمارے شکر گزار ہوئے نہ صبر و عاجزی اختیار کی اور کہنے لگے کہ ہم تو مصیبت و مضرت میں پھنس گئے ہیں۔ اس کے بعد ہم نے انہیں راحت و خوشی دی تو کہنے لگے کہ یہ انقلاب و مصیبت تو آباء و اجداد کے زمانے سے چلا آ رہا ہے اور ہمیشہ سے یہی دور رہتا ہے زمانہ کبھی ایسا ہوتا ہے کبھی دیا۔ اسی طرح ہم بھی کبھی راحت میں رہے کبھی مصیبت میں یہ کوئی نئی بات نہیں ہے۔ چاہئے تھا کہ وہ اس اشارے سے اللہ تعالیٰ کے عذاب کو تاڑ جاتے اور اللہ تعالیٰ کی آزمائش کی طرف ان کا ذہن جاتا۔ لیکن مؤمنین کا حال ان کے برخلاف تھا۔ وہ شادمانی و راحت کے زمانے میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے اور مضرت و مصیبت پر صبر اختیار کرتے۔ جیسا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”مؤمن کے حال پر بڑا تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم بھی اس سے متعلق ہو اس میں اس کے لئے خیر کا ہی پہلو نکل آتا ہے اگر مصیبت پہنچی اور صبر کیا تو بھی اس مضرت کے اندر نفع ہی میں رہا۔ اور اگر شادمانی ملی اور شکر کیا تو بھی مزے میں رہا۔“^①

مؤمن تو وہ ہے کہ مضرت و مسرت پہنچے تو ہر صورت میں اس نتیجے پر پہنچے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مضرت یا مسرت دے کر آزمایا جا رہا ہوں۔ حدیث میں ہے کہ ”مصیبتیں مؤمن کو گناہوں سے پاک کرتی رہتی ہیں۔ اور منافق کی مثال مثل گدھے کے ہے جو نہیں جانتا کہ اس پر کیا لدا ہے اور کس غرض سے اس سے کام لیا جا رہا ہے اور کیوں باندھا گیا اور کیوں کھولا گیا۔“^② چنانچہ اس کے بعد ہی ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے انہیں یکا یک عذاب میں پھانسا لیا کہ عذاب آنے کا انہیں گمان تک نہ تھا۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ”تاگہاں موت مؤمن کے لئے تو رحمت ہو سکتی ہے اور کافر کے لئے حسرت و تاسف ہے۔“^③

① صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب ((المؤمن أمره كله خير))، ۲۹۹۹، احمد، ۴/۳۳۳، ابن حبان، ۳۸۹۶۔

② گدھے کی مثال کے ذکر کے ساتھ ہمیں کوئی روایت نہیں مل سکی البتہ اس مثال کے بغیر یا پھر مؤمن کی مثال نرم پودے اور کافر کی صورت کے درخت کی مثال کے ساتھ یہ روایت ان جگہوں میں وارد ہے۔ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب ((مثل المؤمن كالزروع.....))، ۲۸۱۰،

ترمذی، ۲۸۶۶، ابن حبان، ۲۹۱۵، احمد، ۲/۴۵۰۔ ③ احمد، ۶/۱۳۶، بیہقی، ۳/۳۷۹، مجمع الزوائد، ۲/۳۱۸،

اس کی سند میں عبید اللہ بن الولید الوصالی متروک راوی ہے (المیزان، ۳/۱۷، رقم: ۵۴۰۵) اور عبید اللہ بن عبید اللہ بن عمیر کا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سماع ثابت نہیں اس وجہ سے اس کی سند کمزور ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة، ۴۱/۴۹۱)

وَلَوْ أَنَّ أَهْلَ الْقُرَىٰ آمَنُوا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِم بَرَكَاتٍ مِّنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ
 وَلَٰكِن كَذَّبُوا فَأَخَذْنَاهُم بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿٩٦﴾ أَفَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ
 بَأْسُنَا بَيَاتًا وَهُمْ نَائِمُونَ ﴿٩٧﴾ وَأَمِنَ أَهْلُ الْقُرَىٰ أَن يَأْتِيَهُمْ بَأْسُنَا ضُحًى وَهُمْ
 يُلْعَبُونَ ﴿٩٨﴾ أَفَأَمِنُوا مَكْرَ اللَّهِ ۗ فَلَا يَأْمَنُ مَكْرَ اللَّهِ إِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُونَ ﴿٩٩﴾ أَوَلَمْ
 يَهْدِ لِلَّذِينَ يَرِثُونَ الْأَرْضَ مِن بَعْدِ أَهْلِهَا أَن لَّوْنَشَاءُ أَصْدَانَهُمْ بِذُنُوبِهِمْ
 وَنَطَبَعُ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ﴿١٠٠﴾

ترجمہ: اور اگر ان بستیوں کے رہنے والے ایمان لے آتے اور پرہیز کرتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے لیکن انہوں نے
 تو تکذیب کی تو ہم نے ان کے اعمال کی وجہ سے ان کو پکڑ لیا۔ [۹۶] کیا پھر بھی ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو گئے ہیں
 کہ ان پر ہمارا عذاب شب کے وقت آ پڑے جس وقت وہ سوتے ہوں۔ [۹۷] اور کیا ان بستیوں کے رہنے والے اس بات سے بے فکر ہو
 گئے ہیں کہ ان پر ہمارا عذاب دن دوپہر آ پڑے جس وقت کہ وہ اپنے لایعنی قصوں میں مشغول ہوں۔ [۹۸] ہاں تو کیا اللہ تعالیٰ کی اس پکڑ
 سے بے فکر ہو گئے۔ سو اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بجز ان کے جن کی شامت ہی آگئی ہو اھد کوئی بے فکر نہیں ہوتا۔ [۹۹] اور ان زمین پر رہنے والوں
 کے بعد جو لوگ زمین پر بجائے ان کے رہتے ہیں کیا ان واقعات مذکورہ نے ان کو یہ بات نہیں بتلائی کہ اگر ہم چاہتے تو ان کے جرائم کے
 سبب ہلاک کر ڈالتے اور ہم ان کے دلوں پر بند لگائے ہوئے ہیں اس سے وہ سنتے نہیں۔ [۱۰۰]

ایمان و تقویٰ نزول برکات اور کفر عذاب کا سبب ہے: [آیت: ۹۶-۱۰۰] بستی والوں کے قلت ایمان کی خبر دی جا رہی ہے
 جن کی طرف پیغمبر بھیجے گئے تھے جیسا کہ فرمایا کہ یہ بستی والے ایمان کیوں نہیں لائے کہ ان کا ایمان ان کو نفع دیتا۔ قوم یونس جب ایمان
 لائی تھی تو ہم نے انہیں دنیا کے رسوا کن عذاب سے بچالیا اور ایک عرصہ تک وہ دنیوی راحتوں سے دوچار رہے یعنی سب کے سب نے
 ایمان قبول نہیں کیا سو قوم یونس کے کہ جب انہوں نے عذاب دیکھ لیا تو مؤمن ہو گئے جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے اس کو ایک لاکھ سے
 بڑھ کر انسانوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا تھا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ اگر یہ بستی والے ایمان لاتے اور پرہیز گاری اختیار کرتے تو ہم آسمان و
 زمین کی برکتیں ان پر نازل کرتے۔ یعنی آسمان سے بارش اور زمین سے نباتات لیکن انہوں نے جھٹلایا۔ اس کی سزا میں ہم نے بھی
 انہیں عذاب کا حزا چکھایا۔ یعنی رسولوں کی تکذیب کی تو ان کے افعال بد کے سبب انہیں عذاب کے شکنجے میں کسا۔ پھر اللہ پاک اپنے
 اوامر کی مخالفت اور گناہوں پر جرأت کرنے سے انہیں ڈراتا ہے۔ کیا یہ بستی والے کافر ہمارے عذاب و نکال سے محفوظ ہو گئے وہ
 سوتے ہی رہیں گے اور رات ہی رات میں ہمارا عذاب انہیں آ پینچے گا یا اس بات سے وہ مامون ہو گئے کہ دن میں کسی وقت عذاب
 انہیں گھیرے اور اس وقت وہ اپنے کاروبار اور اپنی غفلت میں لگے ہوئے ہوں۔ کیا اس بات سے وہ امن میں ہو گئے کہ ہمارا انتقام
 کسی وقت بھی انہیں آ پکڑے گا اور وہ اس وقت اپنے سہو اور غفلت میں ہوں گے۔ سمجھ رکھو کہ کجبت قوم کے سوا کوئی اللہ تعالیٰ کے
 عذاب سے بے فکر نہیں رہ سکتا اسی لئے حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ مؤمن طاعت کرتا ہے نیک عمل کرتا ہے اور پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ =

تِلْكَ الْقُرَى نَقَّضَ عَلَيْكَ مِنْ آبَائِهَا ۖ وَلَقَدْ جَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ ۖ فَمَا
 كَانُوا لِيُؤْمِنُوا بِهَا كَذَّبُوا مِنْ قَبْلُ ۗ كَذَلِكَ يَطْبَعُ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِ الْكَافِرِينَ ۝ وَمَا
 وَجَدْنَا لِأَكْثَرِهِمْ مِنْ عَهْدٍ ۖ وَإِنْ وَجَدْنَا أَكْثَرَهُمْ لَفَاسِقِينَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ
 مُوسَىٰ بِآيَاتِنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ فَظَلَمُوا بِهَا ۖ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ ۝

ترجمہ: ان بستیوں کے کچھ کچھ قصبے ہم آپ سے بیان کر رہے ہیں اور ان سب کے پاس ان کے پیغمبر بھجرات لے کر آئے پھر جس چیز کو انہوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا یہ بات نہ ہوئی کہ پھر اس کو مان لیتے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں۔ [۱۰۱] اور اکثر لوگوں میں ہم نے وفائے عہد نہ دیکھا۔ اور ہم نے اکثر لوگوں کو بے حکم ہی پایا۔ [۱۰۲] پھر ان کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنے دلائل دے کر فرعون اور اس کے امراء کے پاس بھیجا سو ان لوگوں نے ان کا بالکل حق ادا نہ کیا۔ سو دیکھئے ان مفسدوں کا کیا انجام ہوا۔ [۱۰۳]

= سے خوف زدہ رہتا ہے اور فاجر گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے اور پھر بھی وہ اپنے کو محفوظ و مامون سمجھتا ہے۔

گناہوں کے سبب ہلاکت اور دلوں پر قفل: ارشاد ہوتا ہے کہ جانتے ہو کہ پہلے کے لوگوں کو ہم نے ان کے گناہوں کے سبب ہلاک کر دیا تھا اور اب یہ وارث زمین بنے ہیں اور زمین پر انہیں بسایا گیا ہے لیکن کیا یہ بات اب بھی ان پر واضح نہیں ہوئی کہ اگر ہم چاہیں تو انہیں بھی عذاب میں مبتلا کر دیں۔ ان کافروں نے اپنے سے پہلے لوگوں کی سیرت اختیار کر رکھی ہے انہیں کے سے اعمال کر رہے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے سرکش بنے ہوئے ہیں۔ اس سرکشی کی سزا میں ہم ان کے دلوں پر مہر لگا دیں گے کہ پھر وہ کسی اچھی بات کو نہ سن سکیں نہ سمجھ سکیں۔ اسی طرح دوسری جگہ فرمایا ہے کہ ”کیا انہیں اس بات سے عبرت نہیں ہوتی کہ اس سے پہلے کتنی ہی قومیں تباہ کر دی گئی ہیں کہ وہ اپنے گھروں میں کیسے رہتے بستے تھے؟ کیا یہ سمجھ داروں کے لئے نشانیاں نہیں ہیں۔“ ① اور فرمایا کیا اس سے پہلے تم پختہ عزم کے ساتھ دعویٰ نہیں کرتے تھے کہ تم کو زوال ہو گا ہی نہیں حالانکہ ان کو زوال ہو گیا اور آج انہیں ظالموں کی جگہ تم لیتے ہو۔ ② اور فرمایا کہ ان سے پہلے کتنی قومیں تباہ ہو گئیں کہ آج ان کا نام و نشان تک نہیں نہ ان کی کوئی آواز تک سنائی دیتی ہے۔ اور فرمایا کیا یہ کافر نہیں دیکھتے کہ ان سے پہلے کتنی قومیں یہاں راج کرتی تھیں کہ وہ راج تمہیں بھی نصیب نہیں اور پھر آسمان سے بارش کا عذاب اور زمین تلے سے سیلاب اہل پڑا اور وہ سب کے سب ہلاک کر دیئے گئے اس کے بعد ہم نے دوسری قوم کو لایا۔ عادی قوم کی تباہی کا ذکر کر کے فرماتا ہے کہ اب صرف ان کے کھنڈر دیکھے جاسکتے ہیں بحرین کا یہی حشر ہوتا ہے۔ جس میں آج ہم نے تمہیں بسایا ہے۔ کبھی ان کو بسایا تھا ان کو سننے والے کان دیکھنے والی آنکھیں اور سمجھنے والے دل دیئے تھے لیکن ان نیکی کا تو ان کی آنکھوں ان کے دلوں نے انہیں کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچایا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں کا انکار کرنے لگے اور جو ستاہزادہ کرتے تھے اس کی سزا پائی۔ تمہاری سرزمین کے اطراف ہی کی کتنی بستیاں اجڑ گئیں اور کتنی ہی نشانیاں کا ہیر پھیر ہو گیا ہے، سمجھو شاید کہ کچھ عبرت پکڑو۔ ③ اور فرمایا کہ ”ان سے پہلے کے لوگوں نے رسولوں کو جھٹلایا تو اس کا کیا نتیجہ دیکھنا پڑا اور تم تو ان کے دسویں حصہ کے برابر بھی قوت نہیں رکھتے ہو۔“ ④ اور فرمایا ”کتنی بستیاں اجڑ گئیں ان کے گھروں کی چھتیں گر گئیں جسے بریکار ہو گئے بڑے بڑے محل ویران پڑے ہیں۔ انہوں نے دنیا میں گھوم پھر

کر کیوں نہیں دیکھا کہ انہیں سمجھنے والا دل اور سننے والے کان ملتے کیونکہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ وہ دل اندھے ہوتے ہیں جو سینوں کے اندر ہیں۔ ① اور فرمایا کہ رسولوں کے ساتھ مذاق کئیہ گیا ان پر اسی مذاق کا عذاب نازل ہوا۔ ② غرض اس قسم کی بہت سی آیات ہیں جو دشمنان رب کے ساتھ انتقام پر روشنی ڈالتی ہیں اور اولیاء اللہ کے ساتھ احسان و کرم پر۔ چنانچہ اسی سلسلے میں حسب ذیل ارشاد ہوتا ہے۔

معجزات دیکھنے کے باوجود ایمان نہ لائے: [آیت: ۱۰۱-۱۰۳] نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب علیہم السلام کی قوموں کا ذکر کرنے کے بعد کہ وہ تو ہلاک کر دیئے گئے اور مؤمن بچائے گئے اور یہ کہ رسولوں کے ذریعہ معجزات اور دلائل پیش کر کے ان کی تکمیل حجت کر دی گئی ارشاد ہوتا ہے کہ اے محمد! ان بستیوں کے حالات ہم تمہیں سنا رہے ہیں۔ ان کے پاس رسولوں نے کھلی نشانیاں پہنچادی تھیں اور ہم تو رسول بھیج کر تکمیل حجت کرنے کے بغیر کبھی عذاب نہیں کرتے۔ یہ ان بستیوں کے قصے ہیں کہ جن میں سے کچھ تو قائم ہیں اور کچھ کھنڈر بنے ہوئے ہیں۔ یہ ظلم ہم نے نہیں کیا انہیں نے اپنی جانوں پر کر لیا ہے وہ آپ ذمہ دار ہیں۔ ③ اور وہ کیا ایمان لاتے جب کہ اس سے پہلے انہوں نے جھٹلایا تھا۔ ﴿بِمَا كَفَرُوا﴾ کا (ب) سبب ہے یعنی وحی کی تکذیب کرنے کی وجہ سے ایمان لانے کے وہ حقدار ہی نہ رہے۔ جیسے کہ فرمایا تم کیا جانو یہ تو معجزے پیش کرنے پر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ ہم ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ دیں گے کیونکہ یہ پہلی بار بھی ایمان نہیں لائے تھے۔ اسی لئے یہاں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کافروں کے دلوں پر مہر لگا دیتا ہے۔ ان میں سے اکثر گزشتہ قوموں کو اپنے عہد و میثاق کا پاس ہی نہیں۔ ان میں سے اکثر تو ہمیں فاسق ہی ملے جو طاعت اور فرماں برداری سے خارج ہیں۔ یہ عہد وہ ہے جو روز ازل میں ان سے لیا گیا تھا اور اسی پر وہ پیدا کئے گئے اور وہی بات ان کی فطرت و جبلت میں بھی رکھی گئی۔ وعدہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا رب ہے اور مالک ہے اس کے سوا کوئی دوسرا رب نہیں۔ اس کا انہوں نے اقرار کیا تھا گو وہی دی تھی لیکن پھر اس کی مخالفت کر کے عہد کو انہوں نے پیٹھ کے پیچھے ڈال دیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو بھی شریک کرنے لگے جس کی نہ کوئی دلیل ہے نہ حجت نہ عقل کی بات ہے نہ شرع کی۔ فطرت سلیمہ تو اس بت پرستی کے خلاف ہے۔ شروع سے آخر تک تمام انبیاء علیہم السلام بت پرستی سے روکتے رہے ہیں۔ جیسا کہ حدیث مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو تو بت پرستی سے الگ پیدا کیا تھا شیاطین آئے اور ان کے سچے دین سے انہیں بھٹکا دیا اور میں نے جو حلال کیا تھا وہ انہوں نے حرام کر لیا۔ ④ بخاری و مسلم میں ہے کہ ہر مولود اپنی فطرت اسلامیہ پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے یہودی یا نصرانی والدین اس کو یہودی یا نصرانی بنا ڈالتے ہیں ⑤ یا مجوسی بناتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب عزیز میں فرماتا ہے کہ ہم نے تم سے پہلے جتنے نبی بھیجے سب لا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی تلقین کرتے رہے۔ ⑥ ارشاد ہے کہ تم سے پہلے جو رسول ہم نے بھیجے ان سے ہم پوچھیں گے کہ کیا اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اور رب بھی پرستش کے قابل قرار دیا گیا تھا۔ ⑦ اور فرمایا ہر قوم میں ہم نے رسول بھیجے کہ پرستش صرف اللہ تعالیٰ کی کرو اور شیطان کی پرستش سے بچے رہو۔ ⑧ اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں۔ آیت بالا کے بارے میں ابی بن کعب رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یوم میثاق میں بندوں نے جو اقرار و حدانیت کیا تھا وہ =

① ۲۲/ الحج: ۴۵، ۴۶۔ ② ۶/ الانعام: ۱۰۔ ③ ۱۱/ ہود: ۱۰۱، ۱۰۲۔

④ صحیح مسلم، کتاب الجنة، الصفات التي يعرف بها قى الدنيا أهل الجنة وأهل النار، ۲۸۶۵؛ احمد، ۴/ ۲۶۶؛ ابن حبان، ۶۵۳؛ عبدالرزاق، ۲۰۰۸؛ مسند الطيالسی، ۱۰۷۹۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الروم باب ﴿لا تبدل لخلق الله﴾؛ ۴۷۷۵؛ صحیح مسلم ۲۶۵۸؛ ترمذی ۲۱۳۸؛ احمد، ۲/ ۲۵۳؛ ابن حبان ۱۳۰۔

⑥ ۲۱/ الانبیاء: ۲۵۔ ⑦ ۴۳/ الزخرف: ۴۵۔ ⑧ ۱۶/ النحل: ۳۶۔

وَقَالَ مُوسَىٰ يُفِرُّعُونَ إِلَيَّ رَسُولٌ مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۗ حَقِيقٌ عَلَىٰ أَن لَا
 أَقُولَ عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ قَدْ جِئْتُكُمْ بَيِّنَاتٍ مِّن رَّبِّكُمْ فَأَرْسِلْ مَعِيَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ۗ
 قَالَ إِن كُنتَ جِئْتَ بِآيَةٍ فَآتِ بِهَا إِن كُنتَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۗ فَالْتَقَىٰ عَصَاهُ فَإِذَا
 هِيَ تَدْعَانِ مُبِينٌ ۗ وَنَزَعَ يَدَهُ فَإِذَا هِيَ بِيضَاءٌ لِلنَّظِيرِينَ ۗ

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے فرعون میں رب العالمین کی طرف سے پیغمبر ہوں۔ [۱۰۴] میرے لئے یہی نشانیاں ہے کہ بجز حج کے اللہ تعالیٰ کی طرف کوئی بات منسوب نہ کروں میں تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک بڑی دلیل بھی لایا ہوں سو تو بنی اسرائیل کو میرے ساتھ بھیج دے۔ [۱۰۵] فرعون نے کہا اگر آپ کوئی معجزہ لے کر آئے ہیں تو اس کو اب پیش کیجئے اگر آپ سچے ہیں۔ [۱۰۶] پس آپ نے اپنا عصا ڈال دیا سو فصحا وہ صاف ایک اڑوہا بن گیا [۱۰۷] اور اپنا ہاتھ باہر نکال لیا سو وہ یکا یک سب دیکھنے والوں کے رو برو بہت ہی چمکتا ہوا ہو گیا۔ [۱۰۸]

= اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اس لئے بنا بر علم الہی وہ ایمان لانے والے نہیں۔ اور یہی ہو کر رہا کہ دلائل سامنے آنے کے باوجود ایمان نہ لائے اگرچہ بروز یشاق ایمان قبول کیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ جانتا تھا کہ یہ ناخوشی کے ساتھ ہے جیسے فرمان ہے کہ اگر یہ دوبارہ دنیا کی طرف بھیجے جائیں تو پھر بھی وہی بت رستی اور شرک و معاصی کرنے لگیں، جن سے ان کو منع کر دیا گیا تھا۔
 موسیٰ علیہ السلام کا فرعون کے پاس آنا! ارشاد ہوتا ہے کہ سابقہ پیغمبروں نوح، ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم السلام کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیات بینات دے کر فرعون کی طرف بھیجا۔ فرعون مصر کا بادشاہ تھا۔ لیکن فرعون اور اس کی قوم نے انکار اور کفر کیا جیسا کہ فرمایا۔ انہوں نے سرکشی کے سبب انکار کیا ہے حالانکہ ان کے دل مانتے ہیں۔ یعنی جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی راہ سے روک دیا ہے اور رسولوں کی تکذیب کی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم غور تو کرو کہ ہم نے انہیں کیسی سزا دی اور موسیٰ علیہ السلام کے دیکھتے ہم نے انہیں غرق کر دیا۔ دیکھو ان مفسدین کا کیسا نتیجہ رہا۔ فرعون اور اس کی قوم کے عذاب سے متعلق بات کس بلیغ طریقہ سے بیان کی گئی ہے اور موسیٰ علیہ السلام اور مؤمنین کے لئے کیسی توفیق بخش ہے۔

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مناظرہ: [آیت ۱۰۳-۱۰۸] موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا مناظرہ ہوتا ہے۔ فرعون کے دربار میں اور اس کی قوم قبطیوں کے سامنے آیات بینات کا اظہار ہوتا ہے اور دلائل و حجت پیش کئے جاتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول ہوں اس نے بھیجا ہے جو ہر شے کا خالق اور مالک ہے۔ مجھ پر لازم ہے کہ حق بات ہی پیش کروں۔ بعض نے ﴿حَقِيقٌ عَلٰی اَنْ﴾ کے معنی (حَقِيقٌ بَانَ) مراد لئے ہیں اور کہا ہے کہ (ب) اور (علی) ایک دوسرے کے عوض آسکتے ہیں جیسے (رَمِيَتْ بِالْقَوْسِ) اور (عَلَى الْقَوْسِ) اور (جَاءَ عَلِيَّ حَالٍ حَسَنَةٍ) اور (بِحَالٍ حَسَنَةٍ) اور بعض مفسرین نے کہا ہے کہ (حَقِيقٌ) سے مراد (حَرِيصٌ) ہے یعنی میں سچی بات ہی کہنے پر حریص ہوں۔ بعض مدنی کہتے ہیں کہ یہ لفظ ﴿عَلِي﴾ انہیں (عَلَى) ہے جس کے معنی ہیں واجب یعنی مجھ پر واجب اور حق ہے کہ حق بات کے سوا دوسری بات نہ کہوں۔ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے قطعی دلیل لے کر تمہاری طرف آیا ہوں۔ میرے ساتھ بنی اسرائیل کو کر دو انہیں اپنی قید سے آزاد کر دو کیونکہ وہ اسرائیل یعنی یعقوب بن اسحاق علیہ السلام =

قَالَ الْمَلَأُوا مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ عَلِيمٌ ۝ يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ

أَرْضِكُمْ فَمَاذَا تَأْمُرُونَ ۝

ترجمہ: قوم فرعون میں جو سردار لوگ تھے انہوں نے کہا کہ واقعی یہ شخص بڑا ماہر جادوگر ہے۔ [۱۰۹] یہ چاہتا ہے کہ تم کو تمہاری سرزمین سے باہر کر دے سو تم لوگ کیا مشورہ دیتے ہو۔ [۱۱۰]

= نبی کی نسل سے ہیں اور ان کی اولاد ہیں تو فرعون نے کہا تمہارے دعوائے رسالت کو ہم نہیں مانتے اگر تم پیغمبر ہو اور کوئی معجزہ لے کر آئے ہو تو بتاؤ تاکہ تمہاری بات کی تصدیق کی جاسکے۔

موسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ پر قدرت الہی کا ظہور: موسیٰ علیہ السلام نے اپنا عصا سامنے ڈال دیا تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے وہ ایک اژدھا بن گیا اور اپنا منہ پھاڑ کر فرعون کی طرف لپکا فرعون تخت سے کود پڑا اور موسیٰ علیہ السلام سے چلا کر کہنے لگا کہ موسیٰ اسے روک لو۔ آپ نے روک لیا اور وہ پھر عصا بن گیا۔ سدی کہتے ہیں کہ جب اس نے منہ پھاڑا تو اس کا نیچے کا جڑ زمین پر اور اوپر کا کھل کی دیوار پر تھا۔ جب وہ فرعون کی طرف بڑھا تو وہ کانپ اٹھا۔ کود کر بھاگنے لگا اور چیخ اٹھا کہ اے موسیٰ اس کو پکڑ لو! میں تم پر ایمان لاتا ہوں اور نبی اسرائیل کو تمہارے ساتھ کر دوں گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو پکڑ لیا اور وہ عصا بن گیا۔ موسیٰ علیہ السلام جب فرعون کے پاس آئے تھے تو فرعون نے کہا میں بتاؤں تم کون ہو؟ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اچھا بتاؤ۔ اس نے کہا تم وہی تو ہو کہ ہمارے ہی پاس بڑھے اور پلے ہمیں تمہیں پالتے رہے۔ ① موسیٰ علیہ السلام نے اس کا جواب دے دیا تو فرعون نے حکم دیا اس کو پکڑ لو۔ موسیٰ علیہ السلام نے یہ سن کر فوراً عصا پھینک دیا وہ ایک بڑا سا اژدھا بن کر لہرانے لگا اور لوگوں پر حملہ کرنے لگا۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ اس ہنگامے میں پچیس ہزار آدمی مر گئے لوگ کچل کر مرنے لگے فرعون اپنے محل میں بھاگ گیا۔ اس روایت میں بہت غرابت ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

اب ارشاد ہوتا ہے کہ دوسرا معجزہ موسیٰ علیہ السلام نے یہ بتایا کہ اپنی قمیص میں ہاتھ ڈال کر جب باہر نکالا تو وہ انتہائی روشن اور چمکدار ہو کر نکلا کہ اس پر نظر نہیں ٹھہر سکتی تھی اس کی روشنی میں کوئی کوتاہی نہیں تھی اور جب اپنی آستین میں واپس لے جاتے تو وہ پھر حسب سابق ہو جاتا تھا۔

موسیٰ علیہ السلام کے معجزات نے فرعونیوں کو فکر مند کر دیا: [آیت: ۱۰۹-۱۱۰] جب ان لوگوں کا خوف ختم ہوا اور اصلی حالت پر آئے تو فرعون نے اپنے ارکان سلطنت کی جماعت سے کہا کہ یہ تو بڑا ہی فنکار ساحر معلوم ہوتا ہے۔ لوگوں نے اس کی ہاں میں ہاں ملائی اور مشورے کے لئے بیٹھے کہ اب اس بارے میں کیا کیا جائے۔ اس کے نور کو بجھانے اس کی بات کو دبانے اور موسیٰ علیہ السلام کے کذب و افتراء کو ثابت کرنے کے لئے کیا تدبیر کی جائے۔ انہیں اس بات کا اندیشہ ہو گیا کہ لوگ اس کے معتقد ہو کر اس کے سحر کی طرف مائل ہو جائیں گے جس سے موسیٰ علیہ السلام کا غلبہ ہو جائے گا اور وہ لوگوں کو ان کی سرزمین سے نکال باہر کرے گا۔ لیکن جس بات کا اندیشہ انہیں تھا اسی میں مبتلا ہونا پڑا۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ فرعون وہاں کو وہی خوف سامنے آیا جو انہیں تھا۔ ② اور جب یہ لوگ موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں مشورہ کر چکے تو ایک رائے پر اتفاق کر لیا جس کی حکایت اللہ پاک نے فرمائی۔

قَالُوا اَرْجِهْ وَاَخَاهُ وَاَرْسَلْ فِي الْمَدَائِنِ حُشِرِينَ ﴿١١٠﴾ يَا تُوَكَّيْتُ بِكُلِّ سِحْرٍ عَلِيمٍ ﴿١١١﴾

وَجَاءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوا إِنَّ لَنَا لَأَجْرًا إِن كُنَّا نَحْنُ الْغَالِبِينَ ﴿١١٢﴾ قَالَ نَعَمْ

وَالَّذِينَ آمَنُوا بِآيَاتِنَا إِنَّا نَكُونُ مَعَهُ الْمُغْلِبِينَ ﴿١١٣﴾ قَالُوا يَا مُوسَى إِنَّمَا أَن تُلْقَى وَإِنَّمَا أَن نَكُونُ مَعَهُ الْمُغْلِبِينَ ﴿١١٤﴾

قَالَ الْقَوْمُ فَلَبَّ الْقَوَاسِرُ وَأَعْيُنُ النَّاسِ وَأَسْتَرْهَبُوهُمْ وَجَاءُوا بِسِحْرِ عَظِيمٍ ﴿١١٥﴾

ترجمہ: انہوں نے کہا کہ آپ ان کو اور ان کے بھائی کو مہلت دیجئے اور شہروں میں چیرا سیوں کو بھیج دیجئے [۱۱۱] کہ وہ سب ماہر جادو گروں کو آپ کے پاس لا کر حاضر کر دیں۔ [۱۱۲] اور وہ جادو گروں کے پاس حاضر ہوئے کہنے لگے کہ اگر ہم غالب آئے تو ہم کو کوئی بڑا صلہ ملے گا؟ [۱۱۳] فرعون نے کہا کہ ہاں اور تم مقرب لوگوں میں داخل ہو جاؤ گے۔ [۱۱۴] ان ساحروں نے عرض کیا کہ اے موسیٰ خواہ آپ ڈالنے اور یا ہم ہی ڈالیں۔ [۱۱۵] (موسیٰ علیہ السلام) نے فرمایا کہ تم ہی ڈالو۔ پس جب انہوں نے ڈالا تو لوگوں کی نظر بندی کر دی اور ان پر ہیبت غالب کر دی اور ایک طرح کا بڑا جادو دکھلایا۔ [۱۱۶]

موسیٰ علیہ السلام سے مقابلے کے لئے ماہر جادو گروں کی خدمات: [آیت: ۱۱۱-۱۱۶] سرداروں نے فرعون کو مشورہ دیا کہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے بھائی کو روک لیا جائے اور ملک بھر کے تمام شہروں میں لوگ بھیج دیئے جائیں اور مشہور مشہور جادو گروں کو جمع کئے جائیں۔ اس زمانے میں سحر کا بہت بول بالا تھا۔ سب کا یہی وہم اور گمان ہو گیا کہ موسیٰ علیہ السلام کا یہ معجزہ سحر اور شعبہ کاری تھا چنانچہ انہوں نے تمام جادو گروں کو جمع کیا تاکہ موسیٰ علیہ السلام کی اس فن کاری کا معارضہ اور مقابلہ کیا جائے۔ جیسے کہ اللہ پاک نے فرعون کی بات نقل فرمائی ہے کہ اے موسیٰ! تم اپنے جادو کے زور سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال باہر کرنا چاہتے ہو۔ ہم بھی تمہاری طرح کے سحر سے تمہارا مقابلہ کریں گے۔ اب امتحان مقابلہ کی کوئی تاریخ قرار دو۔ اس کے خلاف نہ تم کر دہم۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا عید کے روز صبح کے وقت سب لوگ جمع کئے جائیں۔ اب فرعون نے جا کر اپنی فریب کارانہ تدبیریں اختیار کیں اور آخر کار وقت مقررہ آ گیا۔ چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے۔

جادو گروں کا فرعون سے مطالبہ: یہاں اس قرارداد کو بیان کیا جا رہا ہے جو فرعون اور جادو گروں کے درمیان ہوئی تھی جو معارضہ موسیٰ علیہ السلام کے لئے بلائے گئے تھے کہ اگر وہ موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ جائیں گے تو انہیں بڑا انعام دیا جائے گا اور ان کو منہ مانگی مراد دی جائے گی اور انہیں ہم نشینوں اور مقربوں میں سے بنا لیا جائے گا۔ جب فرعون سے وعدہ لے لیا تو موسیٰ علیہ السلام سے کہا۔

موسیٰ علیہ السلام اور جادو گروں کا مقابلہ: یہ موسیٰ علیہ السلام اور جادو گروں کی مبارزت اور جنگ ہے۔ جادو گر کہہ رہے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام یا تو تم پہلے اپنا ہنر بتاؤ یا ہم پہلے بتائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تمہیں پہلے اپنا شگوفہ چھوڑو۔ موسیٰ علیہ السلام کی اس میں مصلحت یہ تھی کہ تاکہ لوگ پہلے ان جادو گروں کا تماشا دیکھ لیں اور سوچ سمجھ لیں اور جادو گر اپنی شعبہ کاری سے فارغ ہو لیں تو حق بات طلب اور انتظار کے بعد واضح اور حلی ہو کر ان کے سامنے آ جائے کیونکہ کوئی بات طلب کے بعد ہی دل پر زیادہ کارگر ہوتی ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب اللہ پاک فرماتا ہے کہ جب جادو گروں نے اپنی رسیاں اور لاشعیاں ڈال دیں تو لوگوں کی نظر بندیاں کرویں اور یوں دکھائی دینے لگا کہ جو =

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنْ أَلْقِ عَصَاكَ ۚ فَإِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَأْفِكُونَ ﴿١٤٧﴾ فَوَقَّهَ
 الْحَقُّ وَيَطَّلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٤٨﴾ فَعُلبُوا هُنَالِكَ ۖ وَانْقَلَبُوا صُغِيرِينَ ﴿١٤٩﴾ وَأَلْقَى
 السَّحَابَةُ سَجْدِينَ ﴿١٥٠﴾ قَالُوا أَمَّا رَبُّ الْعَالَمِينَ ﴿١٥١﴾ رَبُّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ ﴿١٥٢﴾

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا کہ آپ اپنا عصا ڈال دیجئے۔ سو عصا کا ڈالنا تھا کہ اس نے ان کے سارے بنے بنائے کھیل کو ٹکنا شروع کیا۔ [۱۴۷] پس حق ظاہر ہو گیا اور انہوں نے جو کچھ بنایا دیا تھا سب آتا جا تا رہا۔ [۱۴۸] پس وہ لوگ اس موقع پر ہار گئے اور خوب ذلیل ہوئے۔ [۱۴۹] اور وہ جو ساحر تھے سجدہ میں گر گئے۔ [۱۵۰] کہنے لگے ہم ایمان لائے رب العالمین پر [۱۵۱] جو موسیٰ اور ہارون کا بھی رب ہے۔ [۱۵۲]

= کچھ یہ دکھا رہے ہیں حقیقت میں ایسا ہی وجود پذیر ہو رہا ہے حالانکہ یہ رسیاں اور لاشعیاں درحقیقت لاشعیاں ہی تھیں دیکھنے والوں کا فقط وہم و خیال تھا کہ یہ سانپ ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ ”ان کے جاو سے ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ وہ چلتے اور ریگتے ہیں۔ یہ دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام پر دہشت طاری ہو گئی۔ ہم نے کہا ڈرو نہیں غالب تم ہی رہو گے۔ اپنے ہاتھ کا عصا تم بھی میدان میں پھینک دو یہ اژدہا بن کر ان سب سانپوں کو نگل جائے گا۔ یہ جاو تو ان کا فریب ہے جاو گر اپنے تماشے میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ چند ہزار جاو گروں کی صف بندی تھی۔ ہر ساحر کے ساتھ اس کی رسیاں اور لاشعیاں تھیں۔ موسیٰ علیہ السلام اپنے بھائی کو لے کر عصا نیکتے ہوئے نکلے۔ میدان میں آئے۔ فرعون اپنے تخت پر ارکان سلطنت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ جاو گروں نے سب سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کی آنکھوں پر اپنے جاو سے بندش کر دی پھر فرعون اور لوگوں کی آنکھوں پر۔ اب ہر جاو گر نے اپنی رسی اور لاشعی ڈالی۔ وہ سب سانپ بن گئے سارا میدان سانپوں سے بھر گیا۔ ایک پر ایک ریگ رہے تھے سدیٰ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ تیس ہزار سے زیادہ جاو گر تھے۔ سب کے ساتھ لاشعی اور عصا تھا۔ عوام کی بھی نظر بندی ہو گئی تو یہ منظر دیکھ کر سب ڈر گئے۔ ابن ابی برزہ کہتے ہیں کہ فرعون نے ستر ہزار جاو گر بلائے تھے۔ ستر ہزار رسیاں اور ستر ہزار لاشعیاں سانپ بنے ہوئے ریگ رہے تھے۔ اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ﴿وَجَاءَ وَابِسُحْرٍ عَظِيمٍ﴾ یعنی انہوں نے بہت بڑا جاو دیا۔

حق کی فتح، موسیٰ علیہ السلام نے میدان مار لیا: [آیت: ۱۱۷-۱۲۲] اللہ تعالیٰ نے اس زبردست آزمائش گاہ میں موسیٰ علیہ السلام کو اپنی وحی بھیجی جس نے حق و باطل میں امتیاز کر دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے بھی اپنا عصا ڈال دیا۔ دیکھتے کیا ہیں کہ وہ ان تمام وہی سانپوں کو نگلا جا رہا ہے اور ایک بھی ان کا جھوٹا سانپ نہ بچا۔ یہ دیکھ کر ان جاو گروں نے جان لیا کہ یہ جاو نہیں کوئی آسمانی مدد ہے اللہ تعالیٰ کے کام ہیں۔ چنانچہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے آگے سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ ہم موسیٰ اور ہارون کے اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب میدان مار لیا تو اپنے عصا پر ہاتھ ڈالا تو وہ پھر عصا بن گیا۔ جاو گر سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے کہ اگر یہ نبی نہ ہوتا اور جاو گر ہوتا تو کبھی ہم پر غالب آ ہی نہیں سکتا تھا۔ قاسم بن ابی برزہ کہتے ہیں کہ جاو گروں نے اپنا سر سجدے سے اٹھانے سے پہلے ہی جنت اور دوزخ کو دیکھ لیا۔ ①

قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهِ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكْرَتُوهُ فِي الْمَدِيْنَةِ
لِيَخْرِجُوْا مِنْهَا اَهْلَهَاۗ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۝ لَا قَطْعَانَ اَيْدِيْكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ
خِلَافٍ ثُمَّ لَا صَلْبٰتِكُمْ اٰجْمَعِيْنَ ۝ قَالُوْۤا اِنَّا اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ۝ وَمَا نُنْقِمُ مِنْهَا
اِلَّا اَنْ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِمَا جَاءَنَاۗ رَبَّنَا اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّاَتَوْقِنَا مُسْلِمِيْنَ ۙ

ترجمہ: فرعون کہنے لگا کہ ہاں تم موسیٰ پر ایمان لائے ہو بدون اس کے کہ میں تم کو اجازت دوں بے شک یہ کارروائی تھی جس پر تمہارا عمل درآمد ہوا ہے اس شہر میں تاکہ تم سب اس شہر سے یہاں کے رہنے والوں کو باہر نکال دو۔ سو اب تم کو حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ [۱۳۳] میں تمہارے ایک طرف کے ہاتھ دوسری طرف کے پاؤں کاٹوں گا پھر تم سب کو سولی پر ٹانگ دوں گا۔ [۱۳۴] انہوں نے جواب دیا کہ ہم مہر کر اپنے مالک ہی کے پاس جائیں گے۔ [۱۳۵] اور تو نے ہم میں کوئی عیب دیکھا ہے بجز اسکے کہ ہم اپنے رب کے احکام پر ایمان لے آئے۔ اے ہمارے رب! ہمارے اوپر صبر کا فیضان فرما اور ہماری جان حالت اسلام پر نکالے۔ [۱۳۶]

جادوگروں کو ان کے ایمان کی سزا: [آیت: ۱۳۳-۱۳۶] جادوگر جب مؤمن بن چکے اور فرعون کو اپنے مقصد میں شکست ہوگئی تو جادوگروں کو دھمکی دے رہا ہے کہ آج موسیٰ علیہ السلام کو جو تم پر غلبہ ملا ہے دراصل یہ تم لوگوں کا باہمی سمجھوتہ اور سازش تھی کہ اس طرح حکومت پر غالب آ کر اصلی اہل وطن کو ملک سے نکال باہر کرنا چاہتے ہو۔ یقیناً یہ تم سب کا استاذ تھا جس نے تمہیں جادو سکھایا تھا ① ہر شخص جس کو ذرا بھی عقل سلیم ہے سمجھ جائے گا کہ فرعون کا یہ الزام اس بنا پر تھا کہ باطل کے باطل ثابت ہو جانے کی وجہ سے وہ جزیر سا ہو گیا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے تو دین سے آتے ہی فرعون کے پاس پہنچ کر اس کو اسلام کی دعوت دی تھی اور اپنے معجزات باہرہ ظاہر کر کے رسول ہونے کی تصدیق کر دی تھی اس کے بعد فرعون نے اپنے ملک کے تمام شہروں اور ہمہ گیر علاقہ میں لوگوں کو بھیج بھیج کر بلا دمصر کے الگ الگ ساحروں کو جمع کیا تھا جن کو اس نے اور اس کی قوم نے منتخب قرار دیا تھا اور ان سے بہترین انعام و اکرام کا وعدہ کیا گیا تھا۔ اس لئے انہیں اس بات کی بڑی کوشش تھی کہ کسی طرح موسیٰ علیہ السلام پر غالب آ جائیں اور فرعون کے پاس تقرب حاصل کریں۔ موسیٰ علیہ السلام تو کسی بھی جادوگر سے واقف نہیں تھے نہ انہیں کبھی دیکھا تھا نہ ان سے ملے تھے اور فرعون اس بات کو بھی جانتا ہی تھا۔ مگر جاہل عوام کی ذہنیت کو متاثر ہونے سے بچانا چاہتا تھا جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ فرعون کی قوم اس کی مطیع تھی اور اس کی ہم خیال بنی ہوئی تھی اور وہ لوگ بڑی زبردست گمراہی میں پڑے ہوئے تھے۔ ② جو فرعون کے ﴿اِنَّا رَبُّكُمْ الْاَعْلٰی﴾ ③ والے دعوے کی تصدیق کرتے تھے۔ سدی کہتے کہ موسیٰ علیہ السلام کی ملاقات جادوگروں کے سردار سے ہوئی تو موسیٰ علیہ السلام نے اس سے کہا تھا کہ اگر میں غالب آ جاؤں اور تم ہار جاؤ تو کیا مجھ پر ایمان لاؤ گے اور کیا تسلیم کر لو گے کہ میری پیش کردہ چیز اللہ تعالیٰ کا معجزہ ہوگی۔ تو ساحر نے کہا تھا کہ کل میں تو ایسا جادو پیش کروں گا کہ کوئی جادو تو اس پر غالب نہیں آ سکتا اگر تم غالب آ گئے تو میں مان لوں گا کہ تم منجانب اللہ تغیر ہو۔ فرعون نے ان کی یہ گفتگوں لی اسی لئے سازش کا الزام لگا تھا کہ تم اس لئے جمع ہوئے تھے کہ حکومت پر تمہیں غلبہ و سطوت حاصل ہو جائے تم ملک سے اکابر و رؤسا کو نکال دینا چاہتے ہو اور تخت پر خود قابض ہونے کے درپے ہو۔ تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ میں تمہیں =

وَقَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ أَتَذَرُ مُوسَى وَقَوْمَهُ لِيُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ
 وَيَذَرِكَ وَالْهَتَكَ قَالَ سَنُقْبِلُ آبْنَاءَهُمْ وَنَسْتَحْيِ نِسَاءَهُمْ وَإِنَّا فَوْقَهُمْ
 قَاهِرُونَ ﴿١٢٨﴾ قَالَ مُوسَى لِقَوْمِهِ اسْتَعِينُوا بِاللَّهِ وَاصْبِرُوا إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ
 يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ ﴿١٢٩﴾ قَالُوا أُوذِينَا مِنْ قَبْلِ أَنْ
 تَأْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا جِئْتَنَا قَالَ عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يُهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ
 فِي الْأَرْضِ فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٣٠﴾

ترجمہ: اور قوم فرعون کے سرداروں نے کہا کہ کیا آپ موسیٰ اور ان کی قوم کو یوں ہی رہنے دیں گے کہ وہ ملک میں فساد کرتے پھریں اور وہ آپ کو اور آپ کے معبودوں کو ترک کئے رہیں۔ فرعون نے کہا کہ ہم ابھی ان لوگوں کے بیٹوں کو قتل کرنا شروع کر دیں گے اور عورتوں کو زندہ رہنے دیں گے اور ہم کو ہر طرح کا ان پر زور ہے۔ [۱۲۸] موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا سہارا رکھو اور مستقل رہو۔ یہ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے جس کو چاہیں مالک بنا دیں اپنے بندوں میں سے اور اخیر کامیابی ان ہی کو ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ [۱۲۸] قوم کے لوگ کہنے لگے کہ ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے آپ کی تشریف آوری کے قبل بھی اور آپ کی تشریف آوری کے بعد بھی۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ بہت جلد اللہ تعالیٰ تمہارے دشمن کو ہلاک کر دیں گے اور بجائے ان کے تم کو اس سرزمین کا مالک بنا دیں گے پھر تمہارا طرز عمل دیکھیں گے۔ [۱۲۹]

= کیا سزا دینے والا ہوں۔ سمجھے رہو کہ میں تمہارا دایاں ہاتھ اور بائیں پاؤں کاٹ دوں گا یا اس کے برعکس پھر تم سب کو پھانسی پر لٹکا دوں گا تمہاری لاشیں درختوں کی ٹہنیوں سے بندھی اور لٹکی ہوں گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ پھانسی اور ہاتھ پاؤں کاٹنے کی تعزیر سب سے پہلے فرعون ہی کی نکالی ہوئی ہے۔ جادوگر کہتے ہیں کہ ہم تو اب اللہ تعالیٰ کے ہو چکے ہیں اس کی طرف رجوع کر چکے۔ آج تم ہمیں جس عذاب کی دھمکی دے رہے ہو اس سے شدید تر اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ ہم تمہارے عذاب پر آج صبر کر لیتے ہیں تاکہ کل اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ہمیں چھٹی مل سکے۔ اسی لئے وہ بول اٹھے کہ اے اللہ تعالیٰ! اپنے دین پر ثابت قدم رہنے کے لئے اور فرعون کے عذاب سے نہ ڈرنے کے لئے ہمیں صبر عنایت فرما اور اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام کی اتباع میں ہمیں دینا سے مسلمان اٹھا۔ چنانچہ فرعون سے صاف صاف کہہ دیا کہ تو ہمارا جو کچھ بگاڑنا چاہتا ہے بگاڑ لے۔ یہی ناکہ ہماری اس دنیوی زندگی کو ختم کر دے گا۔ ہم اسی پر ایمان لاتے ہیں جو ہمارا سچا رب ہے۔ تاکہ وہ ہماری گزشتہ خطاؤں کو معاف کر دے اور جو جادو پیش کرنے پر مجبور ہونا پڑا ہے اس سے درگزر فرمائے کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے پاس کافر بن کر حاضر ہوگا اس کی قسمت میں جہنم ہوگی کہ نہ زندوں میں شمار نہ مردوں میں اور جو مومن اور پھر نیکو کار بن کر حاضر ہوگا اس کو آخرت میں بڑے بڑے درجے ملیں گے [۲۰/۲: ۷۵-۷۶]۔ چنانچہ یہ سب جادوگر صبح کے وقت تو کافر جادوگر تھے اور شام کے وقت نیکو کار اور شہدا تھے۔

در بار یوں کی فرعون کو ملامت: [آیت: ۱۲۷-۱۲۹] فرعون اور اس کی جماعت کی باہمی مشاورت کی خبر دی جا رہی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام =

وَلَقَدْ أَخَذْنَا آلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِينَ وَنَقَّصْنَا مِنَ الثَّمَرَاتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُونَ ﴿١٣٠﴾
 فَإِذَا جَاءَتْهُمْ الْحَسَنَةُ قَالُوا لَنَا هَذِهِ وَإِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَطَّيَّرُوا بِمُوسَى وَمَنْ مَعَهُ إِلَّا إِنَّمَا يَطَّيَّرُهُمْ عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٣١﴾ وَقَالُوا مَهْمَا تَأْتِنَا
 بِهِ مِنْ آيَةٍ لِنَسْحَرَنَّ بِهَا أَفَمَا تَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِينَ ﴿١٣٢﴾ فَأَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوفَانَ وَالْجَرَادَ
 وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالذَّمَارِثَ مُفَصَّلًا فَاسْتَكَبَرُوا وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿١٣٣﴾
 وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوا يَا مُوسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ لَئِن كُشِفَتْ
 عَنَّا الرِّجْزُ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِي إِسْرَائِيلَ ﴿١٣٤﴾ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمْ الرِّجْزَ
 إِلَىٰ آجَلٍ هُمْ بِالْفُؤُوهِ إِذَا هُمْ يَنْتُحُونَ ﴿١٣٥﴾

ترجمہ: اور ہم نے فرعون والوں کو چلا کیا قحط سالی میں اور پھلوں کی کم پیداواری میں تاکہ وہ سمجھ جائیں۔ [۱۳۰] سو جب ان پر خوش حالی آجاتی تو کہتے کہ یہ تو ہمارے لئے ہونا ہی چاہئے۔ اور اگر ان کو کوئی بد حالی پیش آتی تو موسیٰ علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کی محسوس تبتلا تے یاد رکھو کہ ان کی محسوس اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے تھے۔ [۱۳۱] اور یوں کہتے کیسی ہی عجیب بات ہمارے سامنے لاؤ کہ اس کے ذریعہ سے ہم پر جادو چلاؤ جب بھی ہم تمہاری بات ہرگز نہ مانیں گے۔ [۱۳۲] پھر ہم نے ان پر طوفان بھیجا اور ٹنڈیاں اور گھن کا کیڑا اور مینڈک اور خون کہ یہ سب کھلے کھلے معجزے تھے۔ سو وہ تکبر کرتے رہے اور وہ لوگ کچھ تھے ہی جرائم پیشہ۔ [۱۳۳] اور جب ان پر کوئی عذاب واقع ہوتا تو یوں کہتے کہ اے موسیٰ ہمارے لئے اپنے رب سے اس بات کی دعا کر دیجئے جس کا اس نے آپ سے عہد کر رکھا ہے اگر آپ اس عذاب کو ہم سے ہٹادیں تو ہم ضرور ضرور آپ کے کہنے سے ایمان لے آئیں گے اور ہم بنی اسرائیل کو بھی رہا کر کے آپ کے ہمراہ کر دیں گے۔ [۱۳۴] پھر جب ان سے اس عذاب کو ایک خاص وقت تک کہ اس تک ان کو پہنچنا تھا ہٹا دیتے تو وہ فوراً ہی عہد شکنی کرنے لگتے۔ [۱۳۵]

= کے لئے ان لوگوں کے دلوں میں کیسا کینہ تھا فرعون سے اس کے مقررین کہہ رہے ہیں کہ کیا آپ موسیٰ کو یوں ہی چھوڑ دیں گے کہ دنیا میں فساد مچا جائے اور اہل ملک کو فتنے میں ڈالے اور ان میں اپنے باری تعالیٰ کی تبلیغ کرے۔ یہ کیسی عجیب بات ہے۔ یہ لوگ تو دوسروں کو موسیٰ علیہ السلام اور مؤمنین کی فساد انگیزی سے ڈرا رہے ہیں حالانکہ یہی لوگ اصلی مفسد ہیں۔ انہیں آپ اپنی خبر نہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ﴿وَلَمَّا تَرَكَ﴾ کا واؤ 'اور' کے معنی میں نہیں بلکہ حال کے معنی میں ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ کیا آپ موسیٰ علیہ السلام کو اجازت دے دیں گے کہ فساد مچا جائے اور اس حالیکہ اس نے آپ کی اطاعت اور آپ کے خداؤں کی عبادت چھوڑ دی ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے اس کو اس طرح پڑھا ہے ﴿وَلَمَّا تَرَكَ تَرَكَ لَكَ أَنْ يَعْذُوكَ وَاللَّهْتَكَ﴾ یہ ابن جریر کا بیان ہے۔ بعض نے اس واؤ کو عاطفہ کہا ہے یعنی کیا آپ اسے چھوڑ دیں گے کہ فساد مچائے اور آپ کو اور آپ کے خداؤں کو چھوڑ دے اور بعض نے اس کو (لَا هَتَكَ) پڑھا ہے۔ بمعنائے (عَبَادَتِكَ) بنا برقرأت اولیٰ بعض اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ فرعون بھی پوشیدہ طور پر ایک بت کی پرستش کرتا تھا اور ایک دوسری

روایت میں ہے کہ اس کے گلے میں ایک موتی لٹکی ہوتی تھی۔ یہ اس کو سجدہ کرتا تھا۔ اسی بنا پر ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ لوگ جب کسی خوبصورت گائے کو پاتے تھے تو فرعون انہیں حکم دیتا تھا کہ اس کی پرستش کریں اسی لئے سامری نے ایک گوسالہ بنایا تھا جس کے اندر سے آواز نکلتی تھی۔ غرض یہ کہ فرعون نے اپنے اہل دربار کی درخواست منظور کر لی اور کہا کہ ان کی نسل کو قطع کرنے کے لئے ہم ان کے بیٹوں کو قتل کر دیا کریں گے اور لڑکیوں کو زندہ رہنے دیں گے۔ اس قسم کا یہ دوسرا ظلم تھا اور اس سے پہلے بھی پیدائش موسیٰ علیہ السلام سے قبل اس نے ایسا ہی کیا تھا تاکہ موسیٰ علیہ السلام کا وجود ہی دنیا میں نہ آنے پائے اور واقع ہوا اس کے برخلاف جو فرعون چاہتا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام آخر کار زندہ بچ رہے۔ دوبارہ اس نے ایسا ہی قصد کیا جب کہ بنی اسرائیل کو ذلیل کرنا اور ان پر غالب آنا چاہتا تھا۔ یہاں بھی اس کی خواہش پوری نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو عزت دی اور فرعون کو ذلیل کیا اور اس کو اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ جب فرعون بنی اسرائیل کے ساتھ برائی کرنے کا عزم مصمم کر چکا تو موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کہا کہ صبر کرو اور اللہ تعالیٰ ہی سے مدد مانگو۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان سے حسن عاقبت کا وعدہ کیا اور یہ کہ ملک تمہارا ہو جائے گا۔ زمین اللہ تعالیٰ کی ہے وہ جس کو چاہے ملک کی بادشاہت سونپے اور حسن عاقبت متعین ہی کے لئے ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے ساتھیوں نے کہا کہ آپ کے آنے سے پہلے بھی ہمیں بڑی بڑی تکلیفیں دی گئی ہیں اور آپ کے آنے کے بعد بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ کیا ذلیل کیا جا رہا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام انہیں حالت موجودہ پر اور پیش آنے والے حالات پر متغیبہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ بہت قریب میں اللہ پاک تمہارے دشمن کو ہلاک کرنے والا ہے۔ اس آیت کے ذریعہ انہیں نعمتوں پر شکر گزاری کے لئے ابھارا جا رہا ہے۔

فرعونیوں کا رویہ اور عذاب الہی: [آیت: ۱۳۰-۱۳۵] ہم نے آل فرعون کو قحط میں مبتلا کر کے آزمانا چاہا۔ ان کی کھیتوں میں غلہ نہیں ہوا۔ درختوں میں پھل نہیں آئے۔ درخت خرما میں ایک ہی کھجور لگتی تھی۔ تاکہ وہ کچھ عبرت حاصل کریں۔ جب یہ خوب سہ سبز رہتے تھے غلہ خوب ہوتا تھا تو کہتے تھے کہ ہم تو اس کے مستحق ہی تھے یہ ہمارا اپنا حق ہے کیسے نہ شاد کام ہوتے۔ اور اگر قحط ہو جاتا بھوکوں مرنے لگتے تو کہتے کہ یہ موسیٰ اور اس کے ساتھیوں کی نحوست ہے۔ ارے یہ نحوست تو خود ان کی اپنی قسمت کی بات ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما لفظ طائر سے مصائب مراد لیتے ہیں۔ نحوست کے اس اصلی سبب کو لوگ سمجھتے نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما ﴿عِنْدَ اللَّهِ﴾ سے (مَنْ قَبِلَ اللَّهُ) مراد لیتے ہیں یعنی (مَنْ جَانِبَ اللَّهُ)

فرعونیوں پر مختلف قسم کے عذاب: قوم فرعون کے ترمذ اور سرکشی کی خیردی جا رہی ہے کہ انہیں کیساحق سے عناد اور باطل پر اصرار تھا کہ وہ یہ بھی کہنے لگے کہ اگر موسیٰ علیہ السلام کوئی نشانی بتائے کہ جس کے ذریعہ ہم پر سحر کر دے تو بھی ہم اس پر ایمان لانے والے نہیں۔ ہم نہ اس کی دلیل کو قبول کریں گے نہ اس پر نہ اس کے معجزے پر ایمان لائیں گے۔ چنانچہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ”ہم نے ان پر طوفان بھیجا۔“ طوفان کے معنی میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ”کثرت بارش جو غرق کر دے یا کھیتوں اور باغات کو نقصان پہنچائے یا یہ کہ ”وبائے عام۔“ مجاہد رضی اللہ عنہما کہتے ہیں سیلاب اور طاعون۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کہ طوفان یعنی موت۔“ ایک دوسری روایت میں ہے ”اللہ کا ناگہانی اور آسمانی عذاب۔“ جیسا کہ فرمایا ﴿فَطَافَ عَلَيْهَا طَائِفٌ مِّن رَّبِّكَ وَهُمْ نَائِمُونَ﴾ ① یعنی اللہ تعالیٰ کا ناگہانی عذاب ان کے سوتے ہوئے انہیں آپہنچا۔ جرا یعنی ٹڈی جو ایک مشہور پرندہ ہے جس کا کھانا حلال ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے کہ عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

سات غزوات میں شریک رہے ہیں اور ہر وقت جراد کھانے کا موقع ملا۔ ① ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”دومیت اور دوم ہمارے لئے حلال ہیں ایک پھمیلی اور دوسری جراد کہ یہ مری ہوئی بھی ہوں تو جائز ہیں۔ اور خون میں دو نجد خون یعنی تلی اور کلبی۔“ ② نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”اکثر جاندار جو درحقیقت اللہ تعالیٰ کا لشکر ہیں جن کو نہ میں کھاتا ہوں نہ دوسروں کے لئے حرام کہتا ہوں بلکہ وہ حلال ہیں اگرچہ میں نہ کھاؤں۔“ ③ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ کھانے کا سبب یہ ہے کہ آپ کی طبیعت کو بھاتا نہیں تھا۔ جیسے جانور گوہ کہ آپ کو اس کا کھانا پسند نہیں تھا لیکن دوسروں کو اجازت دے رکھی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مٹی اور گوہ اور گردے نہیں کھاتے تھے۔ مگر یہ کہ اس کو حرام نہیں کہا۔ مٹی سے اس لئے اجتناب تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ایک عذاب ہے۔ جس طرف مٹی دل گزر جاتا ہے کھیت کے کھیت برباد ہو جاتے ہیں گردے اور مٹانوں سے اس لئے اجتناب تھا کہ یہ پیشاب سے قریب کے اجزاء ہیں اور گوہ اس لئے کہ غالباً یہ کوئی مسخ شدہ امت ہے۔ ④ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ یہ روایت بھی غریب ہے میں نے اس لئے اس کو نقل کیا ہے کہ اس سے اس کے اجتناب کے وجوہات پر روشنی پڑے۔ امیر المؤمنین عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ جراد کو بڑے شوق سے کھاتے تھے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جراد کے بارے میں پوچھا گیا کہ کیا یہ حلال ہے تو فرمایا کاش دو ایک لہیں دو ایک مٹی ایل مل جاتیں تو ہم بڑے مزے سے کھاتے۔ ⑤ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ازواج النبی طباقت بھر بھر کر جراد تھکے کے طور پر بھیجا کرتی تھیں۔ ⑥ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مریم بنت عمران علیہا السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ مجھے ایسا گوشت کھلا جس میں خون نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے انہیں جراد کھلائی۔ تو مریم علیہا السلام نے کہا اے پروردگار! پرورش کے بغیر بھی اس کو زندگی دے اور بغیر آواز اور شور کے اس کو ایک دوسرے کے پیچھے رکھ۔“ ⑦ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جراد کو نہ مارو کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ایک زبردست لشکر ہے۔“ ⑧ یہ حدیث بہت غریب ہے ﴿فَارْسَلْنَا﴾ والی آیت کے بارے میں مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ عذاب اس لئے ہیں کہ گزشتہ زمانے میں یہ دروازوں کی کیلیں کھا جاتے تھے اور لکڑی چھوڑ دیتے تھے۔ ازواجی رضی اللہ عنہا کہتے ہیں کہ میں جنگل کی طرف نکلا تھا کہ ناگہاں ایک مٹی دل دیکھا کہ زمین و آسمان پر چھایا ہوا ہے۔ اور ایک آدمی اس مٹی دل کے اندر ہے اور وہ مسلح ہے اور جس طرح اپنے ہاتھ سے اشارہ کرتا ہے اور دکھلیتا ہے تو مٹیاں ہٹ جاتی ہیں اور وہ بار بار کہتا جاتا ہے کہ دنیا اور مافیہا سب باطل ہیں باطل ہیں۔

قاضی شریح سے جراد کے بارے میں پوچھا گیا تو کہا اللہ تعالیٰ اسے برباد کرے اس میں سات طاقتوروں کی شان ہے۔ اس کا سرتو

- ① صحیح بخاری، کتاب الذبائح، باب اکل الجراد، ۵۴۹۵؛ صحیح مسلم، ۱۹۵۲؛ ابوداؤد، ۳۸۱۲؛ ترمذی، ۱۸۲۲؛ احمد، ۳۵۷/۴؛ ابن حبان، ۵۲۵۷؛ بیہقی، ۲۵۷/۹۔
- ② احمد، ۹۷/۲؛ ابن ماجہ، کتاب الاطعمه، باب الکبد والطحال، ۳۳۱۴۔ سندہ ضعیف عبدالرحمن بن زید بن اسلم ضعیف راوی ہے۔ شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے مرفوع روایت کو ضعیف جبکہ ابن عمر رضی اللہ عنہما سے موقوف روایت کو صحیح قرار دیا ہے اور یہ موقوف روایت مرفوع کے حکم میں ہے۔ دیکھئے (السلسلۃ الصحیحہ: ۱۱۱۸) ③ ابوداؤد، کتاب الاطعمه، باب فی اکل الجراد، ۳۸۱۳؛ ابن ماجہ، ۳۲۱۹۔ سندہ ضعیف سلیمان التیمی مدلس ہے اور تشریح باسماع ثابت نہیں۔ ④ اس کی سند میں سخی بن خالد مجہول (المیزان، ۴/۳۷۲ رقم ۹۴۹۳) اور حسن بن علی الحدادی، دارقطنی نے اسے متروک کہا ہے (المیزان، ۱/۵۰۶ رقم ۱۹۰۴) اور شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (ضعیف الجامع ۳۳۹۲) ⑤ مؤطا امام مالک، کتاب صفة النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب ماجاء فی الطعام والشراب، ۳۰ سندہ صحیح۔ ⑥ ابن ماجہ، کتاب الصيد، باب صید الحیتان والجراد، ۳۲۲۰؛ بیہقی، ۲۵۸/۹۔ سندہ ضعیف ابوسعید الخدری ضعیف و مدلس راوی ہے۔ یہ روایت سخت ضعیف و مردود ہے۔ ⑦ بیہقی، ۹/۲۵۸ اس کی سند میں سخی بن زید التیمی مجہول راوی ہے (المیزان، ۴/۲۷۳ رقم ۹۱۲۲) شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے (السلسلۃ الضعیفہ تحت رقم ۱۹۹۲) ⑧ المعجم الأوسط، ۹۲۷۳؛ مسند الشامیین، ۱۶۵۶؛ مجمع الزوائد، ۴/۳۹۔ یہ سند منقطع ہونے کی وجہ سے ضعیف ہے۔

سر ہے گھوڑے کا گردن ہے بیل کی سینہ ہے شیر کا بازو ہیں گدھ کے پاؤں ہیں اونٹ کے دم ہے سانپ کی اور پیٹ کشر دم کا پیٹ ہے۔
 قوله تعالى ﴿أَحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهُ مَتَاعًا لَّكُمْ﴾ ① کے ذکر کے وقت یہ حدیث بیان کی جا چکی ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حج یامعے کے لئے جا رہے تھے کہ ہمیں ایک بڑی دل سے سامنا ہوا۔ ہم اسے لکڑیوں سے دھکتے اور مار رہے تھے حالانکہ ہم حالت احرام میں تھے۔ ہم نے یہ بات نبی اکرم ﷺ سے کہی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”بجالت احرام صید بحر کی ممانعت نہیں۔“ ② جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے جب جراد کے لئے یوں بددعا کی تھی کہ ”الہی! چھوٹے بڑے سب جراد کو ہلاک کر دے ان کے انڈوں کو تباہ کر، ان کی نسل کو قطع کر دے اور ہمارا چھیننا ہوا رزق ان کے منہ سے لے لے۔“ تو جابر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو اللہ تعالیٰ کا ایک لشکر ہے آپ اس کو قتل نسل کی بددعا دے رہے ہیں۔ تو فرمایا کہ ”یہ سمندر کی مچھلیوں سے پیدا ہوتے ہیں۔“ ③ زیاد نے خبر دی ہے کہ جس شخص نے مچھلیوں سے پیدا ہوتے ہوئے انہیں دیکھا ہے اس کا بیان ہے کہ مچھلی جب ساحل بحر کے قریب انڈے دیتی ہے اور ساحلی پانی سوکھ جاتا ہے دھوپ چمکتی ہے تو انڈوں میں سے یہ جراد نکل کر اڑنے لگتے ہیں۔ اور قوله ﴿إِنَّمَا أَمْثَلُكُمْ﴾ کے تحت ہم نے یہ حدیث بیان کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہزار قسم کی مخلوق پیدا کی ہے چھ سو سمندری ہے اور چار سو خشکی والی اور جلدی ہلاک ہونے والی مخلوق جراد ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”جنگ کے مہلکین کے سامنے وہاں بھی کوئی چیز نہیں اور جراد کے مقابلے میں لکڑی کی کوئی حقیقت نہیں۔“ ④ یہ حدیث غریب ہے ﴿فَقُلْ﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ گیہوں کے اندر کے کیڑے ہیں یا یہ کہ وہ چھوٹے چھوٹے جراد ہیں جن کے پر نہیں ہوتے اور اڑتے نہیں۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ﴿فَقُلْ﴾ چھوٹے سیاہ رنگ کے کیڑے ہیں یا چھروں کو کہتے ہیں یا وہ ایک ایسا کیڑا ہے جو انڈوں کو چسپی رہنے والی چیچڑیوں کے مشابہ ہے۔

روایت ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا کہ بنی اسرائیل کو میرے ساتھ کر دو تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے طوفان آیا ہوا تھا وہ بارش تھی کہ موسلا دھار برس رہی تھی فرعونی سمجھ گئے تھے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ کہنے لگے اے موسیٰ! اللہ تعالیٰ سے دعا کر کے اس بارش کو بند کر دیجئے، ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے اور بنی اسرائیل کو بھی آپ کے ساتھ کر دیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی، لیکن نہ وہ ایمان لائے نہ بنی اسرائیل کو آزاد کیا۔ اس سال بارش کی وجہ سے خوب کھیتی ہوئی غلہ اور پھل خوب پیدا ہوئے سبزیاں اگیں۔ لوگوں نے کہا بس ہماری یہی آرزو تھی۔ لیکن ایمان نہ لانے کے سبب جراد ان پر مسلط کر دیئے گئے وہ سب کھیت کھا گئے سبزیاں تباہ کر دیں، سمجھ گئے کہ اب کوئی فصل باقی نہیں رہے گی۔ موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اس عذاب کو ہٹا دیجئے، ہم ایمان لائیں گے۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے جراد ختم ہو گئے لیکن پھر بھی ایمان نہ لائے اور غلہ گھروں میں خوب جمع کر کے رکھ لیا اور کہنے لگے کہ اب کیا ڈر ہے غلہ ڈھیروں جمع کیا ہوا موجود ہے کہ یکا یک کر مہائے گندم کا عذاب ان پر نازل ہوا۔ اگر کوئی پھولنے کے لئے دس جریب پیمانہ غلہ لے کر نکلتا تو پسنے تک تین قفیز غلہ بھی نہ رہتا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ یہ ”قول“ کا عذاب دور کر دو، ہم آپ کی بات =

① ۵/ المائدة: ۹۶۔ ② ابوداؤد، کتاب المناسک، باب الجراد للمحرم ۱۸۵۴: ترمذی ۸۵۰ وسندہ ضعیف جداً، ابن ماجہ ۳۲۲۲: بیہقی، ۲۰۷/۵: احمد، ۳۰۶/۲ اس کی سند میں ابوہریرہ بن یزید بن سفیان متروک راوی ہے۔ (التقریب، ۲/ ۴۷۸) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الارواء، ۱۰۳۱)

③ ترمذی، کتاب الاطعمہ، باب ما جاء فی الدعاء علی الجراد ۱۸۲۳ وسندہ ضعیف جداً، ابن ماجہ ۳۲۲۱: الموضوعات، ۲/ ۳۳۳ اس کی سند میں موسیٰ بن محمد متروک راوی ہے (التقریب، ۲/ ۲۸۷ رقم ۱۵۰)

④ اس کی سند میں محمد بن مالک ضعیف (المیزان، ۴/ ۲۳ رقم ۸۱۰۸) اور عبد الرحمن بن قیس متروک راوی ہے۔ لہذا یہ روایت مردود ہے۔

فَانْتَقَبْنَا مِنْهُمْ فَأَعْرَقْنَهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ۝

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضَعُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي

بُرُكْنَا فِيهَا ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ لِأَنَّهُمْ صَبَرُوا وَدَمَرْنَا

مَا كَانُوا يَصْنَعُونَ فِرْعَوْنَ وَقَوْمَهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ۝ وَجَوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ

فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْطِفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامِهِمْ ۖ قَالُوا أَيُّوسَىٰ اجْعَلْ لَنَا إِلَهًا كَمَا لَهُمْ

إِلَهَةٌ ۖ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ۝ إِنَّ هَؤُلَاءِ مَتَّبِعُوا مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ: پھر ہم نے ان سے بدلہ لیا یعنی ان کو دریا میں غرق کر دیا اس سبب سے کہ وہ ہماری آیتوں کو جھٹلاتے تھے اور ان سے بالکل ہی بے توجہی کرتے تھے۔ [۱۳۶] اور ہم نے ان لوگوں کو جو کہ بالکل کمزور شمار کئے جاتے تھے اس سرزمین کے مشرق و مغرب کا مالک بنا دیا جس میں ہم نے برکت رکھی ہے۔ اور آپ کے رب کا نیک وعدہ بنی اسرائیل کے حق میں ان کے صبر کی وجہ سے پورا ہو گیا اور ہم نے فرعون کے اور اس کی قوم کے ساختہ پر داختہ کارخانوں کو اور جو کچھ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنواتے تھے سب کو درہم برہم کر دیا۔ [۱۳۷] اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتار دیا جس ان لوگوں کا ایک قوم پر گزر رہا جو اپنے چند بتوں کو لگے بیٹھے ہیں کہنے لگے اے موسیٰ ہمارے لئے بھی ایک معبود ایسا ہی مقرر کر دیجئے جیسے ان کے یہ معبود ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ واقعی تم لوگوں میں بڑی جہالت ہے۔ [۱۳۸] یہ لوگ جس کام میں لگے ہیں یہ تباہ کیا جائے گا اور ان کا یہ کام محض بے بنیاد ہے۔ [۱۳۹]

= سینس کے لیکن عذاب دور ہونے کے بعد پھر بھی سرکشی کی۔ ایک وقت موسیٰ علیہ السلام فرعون سے مل رہے تھے کہ مینڈک کی ٹرٹرسنی گئی۔ آپ نے فرعون سے کہا کہ تم پر اور تمہاری قوم پر یہ کیا عذاب ہے۔ اس نے کہا اس سے تو کوئی اندیشہ کی بات نہیں۔ لیکن شام بھی نہ ہونے پائی تھی کہ لوگوں کے سارے جسم پر مینڈک کودنے لگے۔ کوئی بات کرنے کے لئے منہ کھولتا اور مینڈک پھدک کر منہ میں ہو جاتا۔ پھر موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی اور عذاب دور ہونے پر ایمان نہ لائے۔ اب کے خون کا عذاب نازل ہوا۔ نہروں اور باؤلیوں سے پانی لاتے ہیں تو خون بن جاتا ہے۔ برتنوں میں پانی رکھتے ہیں تو خون ہو جاتا ہے۔ فرعون سے لوگوں نے شکایت کی کہ خون کے عذاب میں ہم جتلا ہیں پینے کو پانی نہیں ملتا۔ فرعون نے کہا کہ تم پر جادو کر دیا گیا ہے۔ لوگوں نے کہا یہ کس نے جادو کیا ہوگا ہمارے برتنوں میں خون ہی خون بھرا ہوا ہے۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کے پاس آ کر درخواست کی اور وعدے کئے۔ لیکن اب بھی ایمان نہ لائے نہ بنی اسرائیل کو آ زاد کیا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب جادوگر ایمان لائے اور فرعون مغلوب اور ناکام واپس ہوا تو پھر بھی سرکشی اور کفر سے باز نہ آیا تو پے در پے اس پر نشانیں کا ظہور ہوا۔ قحط سے سابقہ پڑا بارش کا طوفان آیا پھر جراد کا عذاب پھر جوں اور کیڑوں کا پھر مینڈک اور خون۔ یہ مسلسل نشانیاں ظاہر ہوئیں۔ طوفان آیا ساری زمین دلدل ہو گئی نہاں چلا سکتے تھے نہ کچھ ہو سکتے تھے۔ بھوک سے تڑپنے لگے۔ موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ عذاب کھل جائے لیکن ایمان لانے کے وعدہ کو پورا نہ کیا۔ پھر جراد کا عذاب آیا جو ساری کھیتی کھا گئے۔ دروازوں کی کیلیں چاٹ گئے جس کی وجہ سے ان کے گھر گر پڑے۔ پھر جوڑوں کا عذاب آیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اس ٹیلے کی

طرف آؤ۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حکم الہی ایک پتھر پر لکڑی ماری جس سے بے شمار چیڑیاں نکل پڑیں، گھروں میں ہر جگہ پھیل گئیں، غذا کو چمٹنے لگیں نہ سو سکتے تھے نہ قرار لے سکتے تھے پھر مینڈک کا عذاب آیا۔ کھانوں میں مینڈک برتنوں میں مینڈک، کپڑوں میں مینڈک۔ پھر خون کا عذاب آیا۔ پانی کے ہر برتن میں پانی کے بجائے خون ہی خون۔ غرض مختلف عذابوں سے دوچار ہونا پڑا۔ ①

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مینڈک کو نہ مارا کر ڈ کیونکہ مینڈک کا عذاب جو قوم فرعون پر بھیجا گیا تھا تو ایک مینڈک آگ کے ایک تور میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کی خاطر گر پڑا تھا۔ چنانچہ مینڈکوں کا مسکن اللہ تعالیٰ نے ٹھنڈی چیز بنائی یعنی پانی کا مقام اور ان کی آواز کو تسبیح قرار دیا۔“ زید بن اسلم ”دم“ کے عذاب سے نکسیر پھوٹنے کا عذاب مراد لیتے ہیں۔ فرعونیوں کی تباہی اور بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کا انعام: [آیت: ۱۳۶-۱۳۹] قوم فرعون کو باوجودیکہ متواتر نشانیاں بتائی گئیں اور یکے بعد دیگرے انہیں کئی عذاب دیئے گئے لیکن ان کی سرکشی دور نہ ہوئی تو انہیں دریا میں ڈبو دیا گیا۔ جس میں موسیٰ علیہ السلام کے لئے راستہ بنا دیا گیا وہ اس میں اتر پڑے اور اس کو پار کر گئے۔ بنی اسرائیل بھی ان کے ساتھ تھے۔ پھر فرعون اور اس کا لشکر بھی ان کی تقلید میں ان کے پیچھے اترے۔ جب وہ صحیح دریا میں ہو گئے تو پانی مل گیا اور وہ ڈوب گئے۔ یہ آیات الہی کی تکذیب کرنے اور اس سے غفلت برتنے کا نتیجہ تھا۔ اللہ پاک نے خردی ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ نے فرعون کی اس سر زمین کو شرفا و غرابا بنی اسرائیل کے سپرد کر دیا جس کو نہایت ضعیف سمجھا جاتا تھا۔ جو کمزور بنے ہوئے غلامی میں زندگی گزار رہے تھے۔ جیسا کہ فرمایا ”ہم چاہتے ہیں کہ اس قوم پر احسان کریں جو دنیا میں کمزور سمجھی جاتی ہے۔ ہم ان کو بادشاہ اور سردار بنانا چاہتے ہیں انہیں اپنی زمین کا وارث اور قادر قرار دیں گے اور جس عذاب سے فرعون اور ہامان اور قوم فرعون کو اندیشہ تھا وہی ان پر عذاب نازل کریں گے۔“ ② اور فرمایا کہ وہ کیسے کیسے باغات کھیتیں اور بہترین مقامات چھوڑ کر تباہ ہو گئے جس میں وہ بڑے مزے سے زندگی گزار رہے تھے۔ ہم اگر چاہتے ہیں تو اسی طرح کسی دوسری قوم کو سردار اور بادشاہ بنا دیتے ہیں۔ ③ حسن بصری اور قتادہ رحمہما اللہ شرف و غرب سے ملک شام مراد لیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مبارک بات بنی اسرائیل کے حق میں پوری ہوئی کیونکہ انہوں نے مصیبتوں پر صبر کیا تھا اور اللہ تعالیٰ کی وہ بات اور وعدہ ﴿وَنُؤَيِّدُ أَنْ تَمَنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتَضَعُّوْا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أُمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ﴾ ④ ﴿وَنَمُجِّنْ لَهُمْ فِي الْأَرْضِ وَنُرِيْ فِرْعَوْنَ وَهَامَانَ وَجُنُودَهُمَا مِنْهُمْ مَا كَانُوا يَحْذَرُونَ﴾ ⑤ ہے ﴿وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ﴾ یعنی فرعون اور اس کی قوم نے جو عمارتیں اور باغات بنا رکھے تھے اور محل کھڑے کئے ہوئے تھے سب ہم نے تباہ کر دیئے اور جاڑ دیئے۔

بنی اسرائیل کا جاہلانہ مطالبہ: [آیت: ۱۳۸-۱۳۹] بنی اسرائیل کے جاہل لوگوں کا مطالبہ بیان کیا جا رہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب دریا کو پار کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی یہ عظیم نشانی وہ دیکھ چکے تو ان کا گزر ایک ایسی قوم پر ہوا جو بتوں کو لئے بیٹھی تھی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ وہ کنعانی تھے یا قبیلہ لُحْم کے تھے۔ گائے کے جیسے جانور کا بت بنا رکھا تھا۔ اسی لئے بعد میں اسی کے مشابہہ ایک گوسالہ کی پرستش میں وہ مبتلا ہو گئے اور کہنے لگے کہ ”اے موسیٰ! ہمارے لئے ایک معبود بنا دو جیسا کہ ان لوگوں کے معبود ہیں۔“ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم بڑے ہی جاہل لوگ ہو اللہ تعالیٰ کی عظمت کو بھول بیٹھے ہو۔ وہ تو ایسی باتوں سے منزه ہے کہ کوئی اس کا شریک و مثیل ہو سکے۔ ان کا مذہب بھی باطل ہے اور ان کا عمل بھی باطل ہے۔

① الطبری، ۱۳/۶۳، ۶۴۔ ② ۲۸/القصص: ۶، ۵۔

③ ۲۵/الدخان: ۲۵۔ ④ ۲۸/القصص: ۵، ۶۔

قَالَ آغْبِرَ اللَّهُ أَبْغِيكُمْ هَا وَهُوَ فَضْلُكُمْ عَلَى الْعَالَمِينَ ۝ وَإِذْ أَنْجَيْنَاكُمْ مِنْ آلِ

فِرْعَوْنَ يَوْمَ مَوْنِكُمْ سَوَاءَ الْعَذَابِ ۚ يُقْتَلُونَ أَبْنَاءَكُمْ وَيَسْتَحْيُونَ نِسَاءَكُمْ ۖ وَفِي

ذُلِّكُمْ بِلَاءٌ ۖ مِنْ رَبِّكُمْ عَظِيمٌ ۝ وَعَدْنَا مُوسَىٰ نَلْقَىٰ مِنْ رَبِّكَ لَيْلَةً وَأَتَمْنَاهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ

مِيقَاتُ رَبِّهِ أَرْبَعِينَ لَيْلَةً ۖ وَقَالَ مُوسَىٰ لِأَخِيهِ هَارُونَ اخْلُفْنِي فِي قَوْمِي وَأَصْلِحْ

وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيلَ الْمُفْسِدِينَ ۝

ترجمہ: فرمایا کیا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو تمہارا معبود تجویز کر دوں حالانکہ اس نے تم کو تمام دنیا جہان والوں پر فوقیت دی ہے۔ [۱۴۰] اور وہ وقت یاد کرو جب ہم نے تم کو فرعون والوں سے بچا لیا جو تم کو بڑی سخت تکلیفیں پہنچاتے تھے تمہارے بیٹوں کو قتل کر ڈالتے تھے اور تمہاری عورتوں کو زندہ چھوڑ دیتے تھے اور اس میں تمہارے پروردگار کی طرف سے بڑی بھاری آزمائش تھی۔ [۱۴۱] اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس شب کا وعدہ کیا اور دس شب اور ان تیس شب کا تمہارا بنایا سوان کے پروردگار کا وقت پورے چالیس شب ہو گیا۔ اور موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام سے کہہ دیا تھا کہ میرے بعد ان لوگوں کا انتظام رکھنا اور اصلاح کرتے رہنا اور بد نظم لوگوں کی رائے پر عمل مت کرنا۔ [۱۴۲]

بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مکہ سے حنین کی طرف جا رہے تھے۔ راستہ میں کفار کا ایک بیری کا درخت تھا۔ جس پر وہ دھرنا جمائے بیٹھے ہوئے تھے۔ اپنے ہتھیار اس درخت پر باندھ رکھے تھے اس درخت کی عظمت کرتے تھے۔ اس درخت کو کہا جاتا تھا ”ذات انواط“ جب ہم اس درخت کے پاس پہنچے جو بہت سرسبز اور عظیم الشان تھا تو ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک ذات انواط ہمارے لئے بھی قرار دیجئے جیسا کہ ان لوگوں کا ہے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کی قسم! تم نے تو وہ بات کہی جو موسیٰ کی قوم نے موسیٰ علیہ السلام سے کہی تھی کہ موسیٰ! ہمارے لئے بھی ایک معبود بنا دیجئے جیسا ان لوگوں کا ہے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا تم بڑے ہی جاہل ہو۔ ان کا طریق اور ان کے اعمال سب جھوٹے اور باطل ہیں۔“ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تم بھی انہیں کے قدم بقدم چلنا چاہتے ہو۔“ ①

فرعون کی قید سے نجات دینے والا نبی لائق عبادت ہے: [آیت: ۱۴۰-۱۴۲] موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو اللہ تعالیٰ کی نعمتیں یاد دلارہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں فرعون کی قید سے اور غلبہ سے نجات دی اور رسوائی و ذلت سے چھٹکارا دیا۔ یہاں اوج و عزت عطا کی۔ تمہارے دشمنوں کو تمہارے سامنے برباد کیا اس کے سوا اور کون قابل عبادت ہے۔ اس کی پوری تفصیل سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کی کوہ طور پر روانگی اور ہارون علیہ السلام کی جانشینی: بنی اسرائیل پر احسان جنمایا جا رہا ہے کہ تم کو ہدایت حاصل ہوئی موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کلام کیا۔ اس نے تورات دی جس میں احکام ہیں اور شرع کی تمام تفصیلی باتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام سے تیس راتوں کا وعدہ کیا تھا۔ مفسرین کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان دنوں روزہ رکھا تھا۔ جب یہ تیس دن تمام ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے مزید حکم دیا کہ چالیس دن کی تکمیل کریں۔ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ تیس دن ذیقعدہ اور دس دن ذوالحجہ کے تھے۔ اس =

① ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء لتركبن سنن من كان قبلكم، ۲۱۸۰، وهو صحيح، السنن الكبرى للنسائي، ۱۱۱۸۵،

احمد، ۲۱۸/۵، مسند ابی یعلیٰ ۱۴۴۱، ابن حبان ۶۷۰۲۔

وَلَمَّا جَاءَ مُوسَىٰ لِمِيقَاتِنَا وَكَلَّمَهُ رَبُّهُ ۚ قَالَ رَبِّ اُنْظُرْ اِلَيْكَ ط قَالَ لَنْ
 تَرِنِنِي وَلَكِن اُنْظُرْ اِلَى الْجَبَلِ فَاِن اسْتَقَرَّ مَكَانَهُ فَسَوْفَ تَرِنِنِي ؕ فَلَمَّا تَجَلَّى رَبُّهُ
 لِلْجَبَلِ جَعَلَهُ دَكًّا وَخَرَّ مُوسَىٰ صَعِقًا ۚ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ
 وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

ترجمہ: اور جب موسیٰ علیہ السلام ہمارے وقت پر آئے اور ان کے رب نے ان سے باتیں کیں تو عرض کیا کہ اے میرے پروردگار اپنا دیدار مجھ کو دکھا دیجئے کہ میں آپ کو ایک نظر دیکھ لوں ارشاد ہوا کہ تم مجھ کو ہرگز نہیں دیکھ سکتے لیکن تم اس پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو سو اگر اپنی جگہ پر برقرار رہو تو تم بھی دیکھ سکو گے۔ پس ان کے رب نے جو اس پر تجلی فرمائی تجلی نے اس کے پر فچے اڑا دیئے اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ پھر جب افاق میں آئے تو عرض کیا بے شک آپ کی ذات منزہ ہے میں آپ کی جناب میں معذرت کرتا ہوں اور سب سے پہلے میں اس پر یقین کرتا ہوں۔ [۱۳۳]

= طرح عید کے دن تک چالیس دن کا تکملہ ہوا۔ اس کے بعد موسیٰ علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے کلام فرمایا اور اسی دن دین محمدی بھی کامل ہوا۔ جیسا کہ فرمایا کہ آج میں نے تمہارا دین کامل کر دیا اپنی نعمت تم پر پوری اتا رہی اور تمہارے لئے دین اسلام اختیار کیا۔ غرض یہ کہ جب میعاد پوری ہوگی اور موسیٰ علیہ السلام طوری طرف گئے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ ”اے بنی اسرائیل! ہم نے تم کو دشمن سے نجات دی اور طور کی سیدھی طرف بلا یا تھا۔“ اب موسیٰ علیہ السلام نے جاتے ہوئے اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو اپنا جانشین بنایا اور حالات کو بہترین رکھنے کی وصیت کی تاکہ فسادات نہ پیدا ہوں۔ یہ بات بہ طور تشبیہ و تذکیر کے ہے ورنہ ہارون علیہ السلام خود نبی تھے اور وجاہت و جلالت والے نبی تھے۔ (و الصلوة علی سائر الانبیاء)

موسیٰ علیہ السلام کی اللہ سے ہم کلامی: [آیت: ۱۳۳] موسیٰ علیہ السلام سے متعلق خبر دی جا رہی ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام وعدہ گاہ پر آئے اور آپ کو اللہ پاک سے تکلم کا شرف حاصل ہوا تو یہ بھی درخواست کی کہ اے پروردگار! میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں مجھے دیکھنے کا موقع عنایت فرما۔ تو اللہ پاک نے فرمایا کہ تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ لفظ ﴿لَنْ﴾ نے جو ﴿لَنْ تَوَاقِبُوهُ﴾ میں ہے اکثر علما کے لئے اشکال پیدا کر دیا ہے۔ اسلئے کہ ﴿لَنْ﴾ ہمیشہ کی نفی کے لئے آیا کرتا ہے۔ اس بنا پر مقرر نے استدلال کیا ہے کہ دنیا ہو یا آخرت رویت نہیں ہو سکتی۔ اور یہ قول ضعیف ہے کیونکہ اس بارے میں متواتر احادیث مروی ہیں کہ ”مؤمنین کو آخرت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار ہوگا۔“ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿وَجُوهٌ یُّؤْمِنُ بِهَا نَاصِرَةٌ ۙ اِلٰی رَبِّهَا نَاطِرَةٌ ۙ﴾ ① اس میں مؤمنین کو خوش خبری دی گئی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ سکیں گے۔ پھر کفار کے بارے میں کہا ہے کہ وہ نہ دیکھ سکیں گے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمِئِذٍ لَّمْ حُجُّوْهُ ۙ﴾ ② یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ نفی دنیا کے لئے ہے نہ کہ آخرت کے لئے اس طرح اب کلام میں مطابقت پیدا ہو جاتی ہے کہ آخرت میں رویت صحیح ہے اور دنیا میں نہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس مقام میں یہ کلام بالکل ایسا ہے جیسا کہ فرمایا ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۙ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۙ وَهُوَ الْلَطِیْفُ الْخَبِیْرُ ۙ﴾ ③ سورۃ انعام میں اس پر کافی بحث گزر چکی ہے۔ کتب متقدمہ میں ہے کہ اللہ پاک نے

موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ اے موسیٰ کوئی زندہ مرنے سے پہلے مجھے نہیں دیکھ سکتا۔ خشک چیزیں بھی میری جگلی سے فنا ہو جاتی ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ رب نے جب اپنی جگلی پہاڑ پر ڈالی تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جب اللہ تعالیٰ نے پہاڑ پر اپنی جگلی کی (اس وقت آپ نے اپنی انگلی سے اشارہ بھی کیا) تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔“ ابواسمعیل نے بھی یہ کہتے ہوئے ہمیں اپنی انگشت شہادت سے اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔ ① اس حدیث کی اسناد میں ایک راوی کا نام مبہم ہے بتایا نہیں گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آیت ﴿فَلَمَّا تَجَلَّىٰ﴾ پڑھتے وقت اپنے انگوٹھے کو اپنی چھنگلیا کے اوپر کے پورے پر رکھ کر بتایا کہ ”تمہی جگلی کے سبب پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا۔“ حمید نے ثابت سے کہا کہ دیکھو اس طرح چنانچہ ثابت نے اپنا ہاتھ حمید کے سینے پر مارا اور کہا اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ انس رضی اللہ عنہ نے روایت کی ہے تو کیا میں اس کو چھپاؤں گا؟ ② امام احمد رحمہ اللہ نے بھی اسی طرح روایت کی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ رب نے صرف چھنگلیا برابر جگلی کی تھی کہ پہاڑ جل اٹھا اور خاک بن گیا۔ سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ زمین میں وحش گیا اور دھنستا جا رہا ہے اور اب وہ قیامت تک ظاہر نہیں ہوگا۔ انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب پہاڑوں پر جگلی ہوئی تو چھ پہاڑ اڑ گئے تین مکہ میں آ کر گرے اور تین مدینے میں۔ مدینے میں احد ہے اور قان ہے رضوی ہے۔ اور مکہ میں حرا ہے تبیر ہے اور ہے۔ یہ حدیث غریب ہے بلکہ منکر ہے۔

جگلی سے پہلے کوہ طور چٹنا اور صاف تھا۔ جگلی کے بعد اس میں غار اور درے پڑ گئے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ قول کہ ”اے موسیٰ پہاڑ کی طرف دیکھو اگر وہ قائم رہے تو سمجھو کہ تم مجھے دیکھ سکو گے ورنہ نہیں۔ یہ اس لئے کہا کہ پہاڑ کی پیدائش اور استحکام تو انسان سے کہیں اکبر اور اشد ہے اور جب پہاڑ پر اللہ تعالیٰ کی جگلی ہوئی اور پہاڑ ریزہ ریزہ ہو گیا تو پہاڑ کی یہ کیفیت دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام بے ہوش ہو کر گر پڑے ﴿صَعِقَ﴾ کے معنی غشی کے ہیں، جیسا کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے تفسیر کی۔ قتادہ رحمہ اللہ اس کے معنی موت لیتے ہیں اور از روئے لغت یہ معنی بھی صحیح ہیں جیسا کہ آیت قرآن ہے کہ ﴿وَنُفِخَ فِي الصُّورِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ﴾ ③ یعنی صور پھونکا جائے گا تو ہر چیز مر جائے گی فنا ہو جائے گی۔ غرض یہاں قرینہ موت کا ہے اور غشی کا بھی ہے۔ غشی کا اس لئے کہ پھر اللہ پاک نے فرمایا کہ ﴿فَلَمَّا اَفَاقَ﴾ اور افاقہ تو غشی ہی سے ہوتا ہے نہ کہ موت سے اس لئے غشی کے معنی لینا ہی صحیح ہے۔

افاقہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے کہ اے اللہ تعالیٰ! تو پاک ہے تجھ پر کوئی نظر نہیں ڈال سکتا ورنہ مر جائے گا جل جائے گا، میں سوال رویت کی خطا سے توبہ کرتا ہوں اب مجھے اس کا یقین ہو گیا اور سب سے پہلے مجھے یقین ہے۔ یہاں ایمان سے ایمان و اسلام مراد نہیں بلکہ ایمان اس بات کا کہ تیری مخلوق تجھے نہیں دیکھ سکتی۔

ابن جریر رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کی روایت سے ایک عجیب و غریب حدیث نقل کی ہے اور غالباً انہیں یہ بات اسرائیلیات کے دفتر سے ملی ہے و اللہ اعلم۔ ﴿عَرَوْنٰسِي صَعِقًا﴾ سے متعلق ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ ایک یہودی نے آ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی کہ آپ کے ایک انصاری صحابی نے میرے منہ پر طمانچہ مار دیا۔ اس انصاری کو بلا کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تو اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس یہودی کو کہتے سنا کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام انسانوں پر فضیلت دی ہے تو میں نے کہا، کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی تو اس نے کہا ہاں۔ مجھے غصہ آ گیا اور میں نے ایک طمانچہ رسید کر دیا۔ =

① اس کی سند میں رجل، مبہم راوی ہے جس طرح کہ حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا لہذا یہ سند ضعیف ہے۔

② احمد، ۳/۱۲۵؛ ترمذی،

③ ۳۹/الزمر: ۶۸۔ کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الاعراف ۳۰۷۴ وسندہ صحیح، حاکم، ۲/۳۲۰۔

قَالَ يُوسَىٰ إِنِّي اصْطَفَيْتُكَ عَلَى النَّاسِ بِرِسَالَتِي وَبِكَلَامِي ۖ فَخُذْ مَا آتَيْتَكَ
وَكُن مِّنَ الشَّاكِرِينَ ۝ وَكُنَّا لَهُ فِي الْاَلْوَابِ مِن كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَتَفْصِيلًا
لِّكُلِّ شَيْءٍ ۖ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَأْمُرْ قَوْمَكَ يَا خُدَّوَا بِاِحْسَنِهَا ۖ وَسَاوِرْكُمْ دَارَ الْفٰسِقِينَ ۝
سَاَصْرَفُ عَنْ اٰتِي الْاٰدِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۖ وَاِنْ يَّرَوْا كَلَّ
اٰيَةً لَا يُؤْمِنُوْا بِهَا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ وَاِنْ يَّرَوْا سَبِيْلَ
الْغٰی يَتَّخِذُوْهُ سَبِيْلًا ۚ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوْا عَمَّا غَفِلُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ
كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَاءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۖ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا
يَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: ارشاد ہوا کہ اے موسیٰ میں نے پیغمبری اور اپنی ہم کلامی سے اور لوگوں پر تم کو امتیاز دیا ہے تو جو کچھ تم کو میں نے عطا کیا ہے اس کو لو اور
شکر کرو۔ [۱۳۳] اور ہم نے چند تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور ہر چیز کی تفصیل ان کو لکھ کر دی۔ تو ان کو کوشش کے ساتھ عمل میں لاؤ اور اپنی قوم
کو حکم کرو کہ ان کے اچھے اچھے احکام پر عمل کریں اب بہت جلد تم لوگوں کو ان بے حکموں کا مقام دکھلاتا ہوں۔ [۱۳۵] میں ایسے لوگوں کو اپنے
احکام سے برگشتہ ہی رکھوں گا جو دنیا میں تکبر کرتے ہیں جس کا ان کو کوئی حق حاصل نہیں۔ اور اگر تمام نشان دیکھ لیں تب بھی ان پر ایمان نہ
لائیں۔ اور اگر ہدایت کا راستہ دیکھیں تو اس کو اپنا طریقہ نہ بنائیں۔ اور اگر گمراہی کا راستہ دیکھ لیں تو اس کو اپنا طریقہ بنا لیں۔ یہ اس سبب
سے ہے کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھوٹا بتلایا اور ان سے غافل رہے۔ [۱۳۶] اور یہ لوگ جنہوں نے ہماری آیتوں کو اور قیامت کے
پیش آنے کو جھٹلایا ان کے سب کام غارت گئے۔ ان کو وہی سزا دی جائے گی جو کچھ یہ کرتے تھے۔ [۱۳۷]

= تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”مجھے انبیا پر فضیلت نہ دو، لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہو جائیں گے اور جب افاقہ ہوگا تو سب
سے پہلے مجھے ہوگا، لیکن میں دیکھوں گا کہ موسیٰ علیہ السلام یا یہ عرش کو تھامے کھڑے ہیں میں نہیں جانتا کہ مجھ سے پہلے انہیں ہوش آئے گا یا
یہ کہ وہ بے ہوش ہوں گے ہی نہیں کیونکہ وہ ایک بار تجلی طور سے بے ہوش ہو چکے تھے یا اللہ تعالیٰ انہیں بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ فرما
دے گا۔“ ① بخاری و مسلم میں یہ روایت موجود ہے۔

ابوبکر بن ابی الدنیا کہتے ہیں کہ اس قضیہ کے فریق حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے لیکن بخاری و مسلم میں یہ بات گزر چکی ہے کہ
وہ انصار کا ایک آدمی تھا اور ابوبکر رضی اللہ عنہ تو انصار میں سے نہیں تھے بلکہ مہاجر تھے۔ اور یہ بات کے کہ ((لا تخیرونی علیٰ موسیٰ))
مثل اس حدیث کے ہے کہ ((لا تفضلونی علیٰ الانبیاء ولا علیٰ یونس بن متى)) ② کہتے ہیں کہ یہ بات از روئے تواضع

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الاعراف باب ﴿ولما جاء موسیٰ لمیثنا وکلمہ ربہ.....﴾ ۴۶۳۸؛ صحیح مسلم ۲۳۷۴؛
مسند ابی یعلیٰ ۱۳۶۸۔ ② صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وان یونس لمن المرسلین﴾ صحیح مسلم ۲۳۷۶ مختصراً۔

تھی یا یہ فرمان اس سے پہلے کا ہے کہ آپ کو اپنی فضیلت کا علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا ہو یا یہ کہ غصے میں آ کر تعصب کی بنا پر مجھے فضیلت نہ دو یا یہ کہ صرف اپنی رائے سے فضیلت قائم نہ کرو و اللہ اعلم۔ لوگ قیامت کے دن بے ہوش ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ یہ بے ہوشی عرصہ قیامت کی ہولناکیوں کی وجہ سے ہوگی۔ بہت ممکن ہے کہ یہ اس وقت کا حال ہو جب اللہ تعالیٰ لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کے لئے آئے گا تو اس کی تجلی سے لوگ بے ہوش ہو جائیں گے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام تجلی کی برداشت نہ لاسکے۔ اسی لئے آپ کا فرمان ہے کہ نہ معلوم مجھ سے پہلے افاقہ ہو گا یا طور کی بے ہوشی کے بدلے یہاں بے ہوش نہیں ہوئے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”جب (حضرت) موسیٰ علیہ السلام پر تجلی ہوئی تو آپ کی نظر ایسی تیز ہو گئی کہ دس کوس کی مسافت سے تاریک رات میں بھی کسی چٹان پر چلتی ہوئی چیونٹی کو دیکھ لیتے تھے۔“ ① قاضی عیاض رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس لحاظ سے کوئی بعید نہیں کہ یہ خصوصیت ہمارے نبی ﷺ کو بھی حاصل ہو کیونکہ معراج میں آپ ﷺ نے تو آیات کبریٰ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں تھیں۔ اس بات کے ذریعہ گویا کہ حدیث کی تصحیح ثابت کی، لیکن اس کی صحت غور طلب بات ہے کیونکہ اس حدیث میں راوی غیر معروف لوگ ہیں اور ایسی باتیں جب تک عادل اور ثقہ راویوں سے منسوب نہ ہوں قابل قبول نہیں ہو سکتیں۔

موسیٰ علیہ السلام کے چند امتیازی اوصاف: [آیت: ۱۲۳-۱۲۷] ارشاد ہوتا ہے اور موسیٰ علیہ السلام نے خطاب ہے کہ ہم نے تم کو رسالت اور کلام کے لئے سب لوگوں میں سے چن لیا ہے۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت محمد ﷺ ساری اولاد آدم کے سردار ہیں۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا۔ جن کی شریعت قیامت تک کے لئے جاری ہوگی اور آپ کے امتی سارے انبیاء ﷺ کی امتوں سے زیادہ ہوں گے۔ شرف و فضل میں آپ کے بعد حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام ہیں پھر حضرت موسیٰ بن عمران کلیم اللہ علیہ السلام۔

اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام سے فرماتا ہے کہ میں نے تمہیں جو کلام اور مناجات دی ہے اس کو لے لو اور شکر ادا کرو اور جس کے سہنے کی تمہیں طاقت نہیں اس کا مطالبہ نہ کرو۔ پھر خبر دی جاتی ہے کہ ان الواح میں ہر بات کی نصیحت اور ہر حکم کی تفصیل موجود ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ الواح جواہر کے تھے۔ اللہ پاک نے اس میں مواظب اور احکام تفصیل سے لکھ دیئے تھے اور سب حلال و حرام بتا دیا گیا تھا۔ ان الواح پر توریت لکھی ہوئی تھی۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ قرون اولیٰ کو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی جس میں لوگوں کے لئے بصیرت تھی۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ الواح توریت لکھنے سے پہلے ہی دیئے گئے تھے۔ بہر حال یہ ضروری ہے کہ یہ سوال رویت کو نامنظور کرنے کا معاوضہ تھا۔ قوت کے ساتھ لو، یعنی طاعت کا عزم مصمم کر کے لو اور اپنی قوم کو بھی حکم کرو کہ اس پر اچھی طرح عمل کریں۔ موسیٰ علیہ السلام کے حکم کے ساتھ قوت کا لفظ ہے اور قوم موسیٰ کے ساتھ احسن کا لفظ ہے یعنی موسیٰ علیہ السلام کو تاکید ہے کہ سب سے پہلے تم اس پر سختی سے عمل کرو اور تمہاری قوم بھی احسن طریق سے عمل کرے ﴿سَأُورِيكُمْ ذَارَ الْفٰسِقِيْنَ﴾ یعنی قریب میں تم میری مخالفت کرنے والے اور میری طاعت سے سرتابی کرنے والے کا انجام دیکھ لو گے کہ وہ کس طرح ہلاک اور برباد ہو جائے گا۔ یہ بات بالکل اس طرح ہے جیسے کوئی اپنے مخاطب سے کہے کہ اگر تم میرے حکم کے خلاف کرو گے تو کل میں تمہیں دیکھ لوں گا۔ یہاں خلاف امر کرنے والوں کو وعید اور تہدید کی جارہی ہے اور کہا گیا ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے ہم اطاعت کرنے والوں کو فاسقوں کا ملک یعنی شام عطا کریں گے یا یہ کہ منازل قوم فرعون مراد ہیں، لیکن پہلی بات زیادہ قرین قیاس ہے و اللہ اعلم۔ کیونکہ یہ فرمان موسیٰ علیہ السلام کے بلاد مصر کو چھوڑنے کے بعد کا ہے اور یہ درماتول تو بنی اسرائیل سے خطاب ہے اور یہ تمحاطب میدان تیبہ میں داخل ہونے سے پہلے کا ہے۔

① المعجم الصغير ۱/ ۳۲ - ۷۷ اس روایت میں ساقط شدہ راوی حسن بن ابی معمر سخت ضعیف متروک ہے۔ لہذا یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

وَإِخْتَذَ قَوْمٌ مُوسَىٰ مِنْ بَعْدِهِ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهُ خُوَارٌ أَلَمْ يَرَوْا أَنَّهُ

لَا يَكْلِمُهُمْ وَلَا يَهْدِيهِمْ سَبِيلًا ۚ أَخَذُوهُ وَكَانُوا ظَالِمِينَ ﴿١٣٨﴾ وَلَكَا سَقَطَ فِي أَيْدِيهِمْ

وَرَأَوْا أَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوا قَالُوا لَئِن لَّمْ يَرِحْنَا رَبَّنَا وَيُغْفِرْ لَنَا لَتَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ ﴿١٣٩﴾

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے ان کے بعد اپنے زیوروں کا ایک ٹھنڈا ٹھنڈا جو کہ ایک قالب تھا جس میں ایک آواز تھی۔ کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات نہیں کرتا تھا اور نہ ان کو کوئی راہ بتلاتا تھا اس کو انہوں نے مجبور قرار دیا اور بڑا بے ڈھنگا کام کیا۔ [۱۳۸] اور جب نام ہوئے اور معلوم ہوا کہ واقعی وہ لوگ گمراہی میں پڑ گئے تو کہنے لگے کہ اگر ہمارا رب ہم پر رحم نہ کرے اور ہمارا گناہ معاف نہ کرے تو ہم بالکل گئے گزرے۔ [۱۳۹]

تکبر کا نتیجہ و انجام: ارشاد ہوتا ہے کہ ہم ان لوگوں کو جنہیں ہماری اطاعت سے انکار ہے جو بلاوجہ لوگوں سے غرور کرتے ہیں شریعت اور احکام کے سمجھنے ہی سے محروم کر دیں گے جو ہماری عظمت و وحدانیت پر دلیل قاطع ہیں۔ انہیں جہالت سے واسطہ پڑا ہے اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کر دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے ان کے دلوں اور آنکھوں کو الٹ ہی دیا ہے کیونکہ سمجھانے بجھانے پر بھی وہ ایمان لائے ہی نہیں۔ اور فرمایا کہ وہ جب ٹیڑھے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بھی ٹیڑھا کر دیا تاکہ انہیں سمجھتے تو کبھی بھی نہ سمجھنے پائیں۔ بعض سلف نے کہا ہے کہ غرور کرنے والا علم اور معرفت سیکھ ہی نہیں سکتا اس کی تو ناک چڑھی ہوئی ہوتی ہے۔ ① جس نے کچھ عرصے کے لئے علم سیکھنے کی مذلت کو برداشت نہیں کیا اس کو ہمیشہ کے لئے علم سے محروم رہنے کی مذلت برداشت کرنی پڑے گی۔

اسی لئے اللہ پاک نے ان سے فہم قرآن کا مادہ چھین لیا ہے اور اپنی آیات سے ان کو محروم کر دیا۔ اس آیت کا اشارہ اس امت کی طرف بھی ہے۔ یہ ابن عیینہ رضی اللہ عنہ کا خیال ہے لیکن یہ کوئی ضرور نہیں۔ ابن عیینہ تو ہر امت کے حق میں اس کو قرار دیتے ہیں اور امتوں کے مابین کوئی فرق نہیں کرتے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

ارشاد ہے کہ وہ کسی ہی آیت کیوں نہ سنیں ایمان نہیں لاکتے۔ جیسا کہ فرمایا جن لوگوں کے حق میں کلمہ رب پورا ہو چکا کہ وہ راہ راست پر نہیں آئیں گے تو وہ ہرگز ایمان نہیں لائیں گے خواہ کسی ہی آیت کیوں نہ آئے حتیٰ کہ وہ عذاب الیم دیکھ لیں گے اور اگر راہ ہدایت اور طریق نجات ان پر ظاہر ہو جائے لیکن کبھی سیدھی راہ اختیار نہیں کریں گے اور اگر ہلاکت و گمراہی کی راہ ان کے سامنے آ جائے تو فوراً اختیار کر لیں گے۔ اب ان کی اس نادانی کی وجہ بیان کی جاتی ہے کہ یہ نتیجہ ہے اس بات کا کہ انہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور ان سے غافل رہے ان پر مثل نہیں کیا۔ ارشاد ہوتا ہے کہ وہ لوگ جنہیں ہماری آیتوں کے ماننے سے انکار ہے اور روز قیامت ہم سے سامنا ہونے کا یقین نہیں اور مرتے دم تک اپنے اسی خیال پر قائم رہے تو ایمان کی معیت میں نیک عمل نہ ہونے کے سبب یہ سارے نیک اعمال بھی ضائع ہو جائیں گے اور سلب کر لئے جائیں گے۔ ارشاد ہے کہ ان کے اعمال کی یہی جزا ہے۔ ہم ان کے حسب اعمال جزا دیتے ہیں۔ اگر وہ ایمان کے ساتھ نیکی کرتے تو نیک جزا دیتے اور برائی تو برائی ہی ہے جیسا عمل دیا بدلہ۔

سامری کا تیار کردہ ٹھنڈا اور اس کی حقیقت: [آیت: ۱۳۸-۱۳۹] بنی اسرائیل میں سے گمراہ لوگوں نے گوسالہ کی پرستش کی تھی۔ سامری نے ان زیورات سے جو قطیوں سے مستعار لے گئے تھے ان کے سونے چاندی سے ٹھنڈے کا سا ایک مجسمہ بنایا اور اس کے پیٹ =

وَلَمَّا رَجَعَ مُوسَى إِلَى قَوْمِهِ غَضْبَانَ أَسِفًا قَالَ بِسْمَا خَلَقْتُمُونِي مِنْ
 بَعْدِي أَعْجَلْتُمْ أَمْرَ رَبِّكُمْ وَأَلْقَى الْأَلْوَابَ وَأَخَذَ بِرَأْسِ أَخِيهِ يَجُرُّهُ إِلَيْهِ
 قَالَ ابْنُ أُمِّانٍ الْقَوْمَ اسْتَضْعَفُونِي وَكَادُوا وَيَقْتُلُونَنِي ۖ فَلَا تُشِيبُ لِي الْأَعْدَاءُ
 وَلَا تَجْعَلْنِي مَعَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ۝ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلَاخِي وَأَدْخِلْنَا فِي
 رَحْمَتِكَ ۖ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيبَالَهُمْ غَضَبٌ
 مِنْ رَبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتِرِينَ ۝ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّئَاتِ
 ثُمَّ تَابُوا مِنْ بَعْدِهَا وَآمَنُوا إِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

ترجمہ: اور جب موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کی طرف واپس آئے غصہ اور رنج میں بھرے ہوئے تو فرمایا کہ تم نے میرے بعد یہ بڑی نامہقول حرکت کی
 کیا اپنے رب کے حکم سے پہلے ہی تم نے جلد بازی کر لی اور جلدی سے تختیاں ایک طرف رکھیں اور اپنے بھائی کا سر پکڑ کر ان کو اپنی طرف
 تھینے لگے۔ ہارون علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے ماں جائے ان لوگوں نے مجھ کو بے حقیقت سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو قتل کر ڈالیں تو تم مجھ پر
 دشمنوں کو مت ہنسنا اور مجھ کو ان ظالموں کے ذیل میں مت شمار کرو۔ [۱۵۰] موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میرے رب میری خطا معاف فرمائیے۔
 اور میرے بھائی کی بھی اور ہم دونوں کو اپنی رحمت میں داخل فرمائیے اور آپ سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والے ہیں۔ [۱۵۱]
 بے شک جن لوگوں نے گوسالہ پرستی کی ہے ان پر بہت جلدان کے رب کی طرف سے غضب اور زلزلت اس دنیوی زندگی ہی میں پڑے گی۔
 اور ہم افترا پردازوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ [۱۵۲] اور جن لوگوں نے گناہ کے کام کئے پھر وہ ان کے بعد توبہ کر لیں اور ایمان
 لے آئیں تو تمہارا رب اس توبہ کے بعد گناہ معاف کر دینے والا رحمت کرنے والا ہے۔ [۱۵۳]

= کے اندر ایک مٹھی بھرہ مٹی ڈال دی جو جبریل علیہ السلام کے گھوڑے کے قدموں تلے سے حاصل کر رکھی تھی چنانچہ اس پھڑے کے اندر سے
 ایسی آواز نکلنے لگی جیسے گائے کی ہوتی ہے۔ یہ سارا کھیل موسیٰ علیہ السلام کے غیاب میں ہوا جب کہ آپ میقات رب کی خاطر طور پر گئے ہوئے
 تھے۔ طور پر اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس فتنہ سے آگاہ فرمادیا۔ چنانچہ موسیٰ علیہ السلام سے خطاب ہوتا ہے کہ اے موسیٰ! تمہاری قوم کو تمہارے پیچھے
 ہم نے آزمائش میں ڈال دیا ہے یعنی سامری نے انہیں گمراہ کر دیا ہے۔ ❶ مفسرین نے اس بارے میں اختلاف کیا ہے کہ کیا یہ گوشت
 اور خون کا بن چکا تھا اور آواز دینے لگا تھا یا سونے ہی کا بنا ہوا تھا صرف اس میں ہوا داخل ہو گئی تھی اور اس کے اندر سے گائے کی طرح آواز
 نکلتی تھی۔ کہا جاتا ہے کہ کچھڑا تیار ہونے کے بعد جب گائے کی طرح آواز دینے لگا تو ناپتے ہوئے اس کے اطراف طواف کرنے لگے اور
 بڑے فتنہ میں مبتلا ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے کہ یہی ہے تمہارا رب اور موسیٰ کا رب موسیٰ بھول میں پڑ گئے ہیں ❷ ارشاد ہوتا ہے کہ کیا وہ
 اتنی ہی بات کو نہیں سمجھتے کہ آواز نکالتا ہے تو کیا ہوا وہ تمہاری کسی بات کا جواب دیتا تو ہے نہیں نہ تمہیں کوئی ضرر پہنچا سکتا ہے نہ نفع ❸ چنانچہ
 اس آیت کریمہ میں فرمایا کہ نہ وہ ان سے بات کرتا ہے نہ انہیں کوئی رہنمائی کر سکتا ہے۔ ان گوسالہ پرستوں کو سرزنش ہو رہی ہے کہ

پھڑے کو لے کر گمراہ ہو گئے خالق السموات والارض کو بھول گئے ان کی آنکھوں پر جہل و گمراہی کے پردے پڑ گئے ہیں جیسا کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”کسی شے کی محبت انسان کو اندھا اور بہرا کر دیتی ہے۔“ ① اور جب یہ اپنے فعل پر نادم ہوئے اور سمجھ میں آ گیا کہ واقعی ہم گمراہ ہو گئے ہیں تو کہنے لگے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم پر رحم نہ کرے اور مغفرت نہ فرمائے تو ہم بڑے گھائے میں رہیں گے اور ہلاک ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے گناہ کا اعتراف کیا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے زاری کی۔

بعض نے ﴿يَرْحَمْنَا﴾ کے بجائے (ت) سے ﴿تَرْحَمْنَا﴾ اور ﴿تَغْفِرْ لَنَا﴾ پڑھا ہے۔ اس طرح ﴿رَبَّنَا﴾ قائل ہونے کے بجائے منادی ہو جاتا ہے۔

موسیٰ علیہ السلام کی طور سے واپسی، قوم کا شرک اور ہارون علیہ السلام پر اظہارِ خنگی: [آیت: ۱۵۰-۱۵۳] موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے باتیں کر کے قوم کی طرف لوٹے تو نہایت غضبناک تھے اور رنج و افسوس میں تھے۔ اور کہنے لگے کہ میرے پیچھے گوسالہ کی پرستش کر کے تم نے بہت ہی برا کام کیا ہے، کیا اللہ تعالیٰ کے عذاب کو تم جلدی بلا لینا چاہتے تھے اور اللہ تعالیٰ کی باتوں سے ہٹا کر مجھے جلدی لوٹانا چاہتے تھے۔ مگر یہی بات مقدر میں تھی۔ اور شدت غضب میں یہ الواح انہوں نے زمین پر ڈال دیں اور بھائی کا سر پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ الواح زمرہ کے تھے یا یاقوت کے یا پکڑے کے یا لکڑی کے۔ اس واقعہ سے دلالت ہوتی ہے اس حدیث پر جو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ (اَلَيْسَ الْمَخْبُورُ كَالْمُعَايِنَةِ) یعنی شنیدہ کے بود مانند دیدہ۔ ② اور ظاہر سیاق عبارت یہ ہے کہ آپ نے غضبناک ہو کر الواح قوم کے سامنے پھینک دیئے۔ یہ سلف و خلف تمام جمہور کا قول ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے روایت کی ہے کہ یہ قول غریب ہے اس کی اسناد صحیح نہیں۔ اکثر علما کہتے ہیں کہ یہ رد کرنے کے قابل ہے شاید بعض اہل کتاب کے ذخیرہ سے قوادہ رحمہ اللہ نے نقل کر لیا ہو اور اہل کتاب میں تو جھوٹ تصرف کرنے والے بات بنانے والے اور زندقہ بہت ہیں۔ بھائی کا سر پکڑ کر گھسیٹا تو اس خیال کے تحت کہ لوگوں کو گوسالہ پرستی سے روکنے میں اس نے کوتاہی کی ہوگی۔ جیسا کہ دوسری آیت میں ہے کہ اے ہارون! جب تم نے دیکھا تھا کہ یہ گمراہی اختیار کر رہے ہیں تو میرے حکم پر چلنے سے تم کو کس نے روکا تھا۔ کیا تمہیں میری نافرمانی کی جرأت ہو گئی۔ تو ہارون علیہ السلام نے کہا ”اے میرے ماں جاے میری ذمہ داری اور سر کے بالوں کو پکڑ کے نہ کھینچو مجھے تو یہ خوف تھا کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ میرا انتظار کیوں نہیں کیا اور بنی اسرائیل میں تفرقہ کیوں ڈال دیا، اے بھائی یہ لوگ تو میری پروا نہیں کرتے تھے۔“ ③ مجھے کمزور خیال کر لیا اور قریب تھا کہ مجھے قتل بھی کر دیتے، دشمنوں کو مجھ پر مت ہنساؤ اور ان ظالموں میں مجھے شمار نہ کرو۔“ میری ماں کے بیٹے کے الفاظ اس لئے کہے تاکہ یہ الفاظ اثر انداز ہوں۔ موسیٰ علیہ السلام کو رحم آ جائے۔ ورنہ تو ان کے ماں باپ دونوں طرف سے گئے بھائی تھے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھائی کی بے قصوری ثابت ہو گئی تو ہارون علیہ السلام کو چھوڑ دیا۔ ارشاد ہے کہ ہارون علیہ السلام نے پہلے ہی لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ ”اے لوگو! تم فتنے میں مبتلا ہو رہے ہو تمہارا رب یہ گوسالہ نہیں بلکہ رحمن ہے تم میرے پیچھے چلو اور میری بات سنو۔“ ④ اس لئے تو موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ ”الہی! مجھے اور میرے بھائی کو بخش دے۔ ہم دونوں کو تو اپنی رحمت میں لے لے تو ارحم الراحمین ہے۔“ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”کہ اللہ تعالیٰ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے دیکھنے والے کی بات الگ اور سننے والے کی الگ ہوتی =

① ابوداؤد، کتاب الأدب، باب فی الہوی ۵۱۳۰ و سندہ ضعیف، احمد، ۱۹۴/۵؛ مسند الشامیین ۱۴۵۴ ان سب روایات کی سند میں ابوبکر بن ابی مریم ضعیف راوی ہے (المیزان، ۴/۴۹۸ رقم ۱۰۰۶) ② احمد، ۱/۲۷۱ وهو صحیح، مسند البزار ۲۰۰؛ المعجم الكبير ۱۲۵۱؛ مسند الشہاب، ۱۱۸۲؛ ابن حبان ۶۲۱۳؛ حاکم، ۲/۳۲۱۔

③ ۲۰/طہ: ۹۲، ۹۴۔ ④ ۲۰/طہ: ۹۰۔

وَلَمَّا سَكَتَ عَنْ مُوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَابَ ۗ وَفِي نُسُخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ

لِّلَّذِينَ هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْتَدُّونَ ﴿٥٤﴾

ترجمہ: اور جب موسیٰ کا غصہ فرو ہوا تو ان تختیوں کو اٹھالیا اور ان کے مضامین میں ان لوگوں کے لئے جو اپنے رب سے ڈرتے تھے ہدایت اور رحمت تھی۔ [۱۵۴]

== ہے۔ رب عزوجل نے خبر دی تھی کہ تمہارے پیچھے تمہاری قوم شرک میں مبتلا ہوگئی ہے یہ سن کر انہوں نے الواح نہیں پھینکے اور جب انہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو غصہ کے مارے الواح پھینک دیئے۔“ ①

گوسالہ پرستی سے توبہ کا طریقہ: گوسالہ پرستی کی سزا میں اللہ تعالیٰ کا جو غضب بنی اسرائیل پر نازل ہوا وہ یہ تھا کہ ان کی توبہ اس وقت تک قبول نہیں ہوئی کہ بحکم الہی آپس میں ایک دوسرے کو قتل کر ڈالیں جیسا کہ سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں یوں توبہ پیش کرو کہ باہم اپنی جانوں کو قتل کر ڈالو۔ اللہ تعالیٰ اسی میں تمہاری بہتری جانتا ہے۔“ اور جب انہوں نے ایسا کیا تو ان کی توبہ قبول کر لی گئی۔ وہ توبہ رحیم ہے۔ ② لیکن دنیا میں انہیں ذلت و خواری نصیب ہوئی۔ قولہ ﴿وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُفْتِرِينَ ۝﴾ اور یہ ذلت تو ہر مفتری کے لئے یوم قیامت تک رہتی ہے۔ سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسی طرح ہر صاحب بدعت ذلیل ہوگا۔ جو بدعت نکالتا ہے اس کو یہی سزا ملے گی۔ مخالفت رسول اور بدعت کا جو جو اس کے دل سے نکل کر اس کے کندھوں پر آ پڑتا ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر چہ وہ دنیوی شان و شوکت رکھتا ہو لیکن ذلت اس کے چہرہ پر برستی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے قیامت تک یہ سزا جھوٹ باندھنے والے اور افترا کرنے والے کو ملتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ خواہ کیسا ہی گناہ ہو لیکن توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دیتا ہے اگرچہ کفر و شرک و شقاق و نفاق ہی ہو۔ حکم ہوتا ہے کہ جو گناہ کے بعد توبہ کر لیں اور ایمان لائیں تو اسے رسول رحمت تمہارا رب اس کے بعد بھی غفور رحیم ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سوال کیا گیا ایک ایسے شخص کے بارے میں کہ کسی عورت سے زنا کرے پھر اس سے نکاح کر لے تو اس کے بارے میں کیا ہوگا؟ تو اس آیت کی تلاوت کی کہ ”جن لوگوں نے برے کام کئے پھر توبہ کر لی ایمان لائے اور راستی پر آگئے تو اللہ تعالیٰ اس کے بعد بھی بخشنے والا اور رحیم ہے۔ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے دس بار اس کی تلاوت کی۔“ ③

موسیٰ علیہ السلام، توراہ اور امت محمدیہ: [آیت: ۱۵۴] اللہ پاک فرماتا ہے کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ تخم گیا تو انہوں نے تختیاں اٹھا لیں جو شدت غضب کے سبب پھینک دی تھیں۔ یہ حرکت بت پرستی پر غیرت اور غصے کی وجہ سے تھی۔ ارشاد ہے کہ ”اس کے اندر ہدایت اور رحمت تھی ان لوگوں کے لئے جو اپنے اللہ سے ڈرتے ہیں۔“ اکثر مفسرین کہتے ہیں کہ جب انہیں پھینک دیا تو وہ ٹوٹ گئی تھیں۔ پھر انہیں جمع کر لیا اور اسی بنا پر بعض سلف نے کہا ہے کہ ان ٹوٹی ہوئی تختیوں میں ہدایت و رحمت کے احکام درج تھے لیکن تفصیل سے متعلق احکام ضائع ہو گئے۔ گمان کیا گیا ہے کہ اسرائیلی بادشاہوں کے خزانوں میں دولت اسلامیہ کے زمانے تک یہ ٹکڑے موجود تھے اللہ اعلم۔ لیکن اس بات پر دلیل واضح ہے کہ پھینک دینے سے وہ ٹوٹ گئے تھے وہ تختیاں جنت کے جوہر کی بنی ہوئی تھیں۔ اللہ پاک نے خبر دی ہے کہ جب انہیں اٹھالیا تو اس میں ہدایت و رحمت پائی۔ رحمت کے معنی خشوع و خضوع کے ہیں ﴿أَخَذَ الْأَلْوَابَ ۗ﴾ سے متعلق ==

وَاخْتَارَ مُوسَى قَوْمَهُ سَبْعِينَ رَجُلًا لِّمِيقَاتِنَا فَلَبَّا أَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ رَبِّ لَوْ شِئْتَ أَهْلَكْتَهُم مِّن قَبْلُ وَإِيَّايَ أَتَهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاءُ مِنَّا إِنَّ هِيَ إِلَّا فِتْنَتُكَ تُضِلُّ بِهَا مَن تَشَاءُ وَتَهْدِي مَن تَشَاءُ أَنْتَ وَلِيِّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَأَنْتَ خَيْرُ الْغَافِرِينَ ۝ وَكُتِبَ لَنَا فِي هَذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ وَفِي الْآخِرَةِ إِنَّا هُدُنَا إِلَيْكَ ط

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام نے ستر آدمی اپنی قوم میں سے ہمارے وقت میں کے لئے منتخب کئے۔ سو جب ان کو زلزلے نے آچرا تو موسیٰ علیہ السلام عرض کرنے لگے کہ اے میرے پروردگار اگر آپ کو یہ منظور ہوتا تو آپ اس کے قتل ہی ان کو اور مجھ کو ہلاک کر دیتے۔ کہیں آپ ہم میں سے چند ہی توفوفوں کی حرکت پر سب کو ہلاک کر دیں گے یہ واقعہ محض آپ کی طرف سے ایک امتحان ہے ایسے امتحانات سے جس کو آپ چاہیں گمراہی میں ڈال دیں اور جس کو آپ چاہیں ہدایت پر قائم رکھیں آپ ہی تو ہمارے خیر گیراں ہیں ہم پر مغفرت اور رحمت فرمائیے اور آپ سب معافی دینے والوں سے زیادہ ہیں۔ ۱۱۵۵ اور ہم لوگوں کے نام دنیا میں بھی نیک حالی لکھ دیجئے اور آخرت میں بھی ہم آپ کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

== قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ یارب! میں الواح میں لکھا پاتا ہوں کہ ایک بہترین امت ہوگی جو ہمیشہ اچھی باتوں کو سکھاتی رہے گی اور بری باتوں سے روکتی رہے گی۔ اے پروردگار! وہ امت میری امت ہو۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ موسیٰ! وہ تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی۔ پھر کہا یارب! ان الواح سے ایک ایسی امت کا پتہ چلتا ہے جو سب سے آخر میں پیدا ہوگی۔ لیکن جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگی! اے باری تعالیٰ! وہ میری امت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ پھر کہا یارب! اس امت کا قرآن ان کے سینوں میں ہوگا دل میں دیکھ کر پڑھتے ہوں گے حالانکہ ان سے پہلے کے سب ہی لوگ اپنے قرآن پر نظر ڈال کر قرآن پڑھتے ہیں دل سے نہیں پڑھتے حتیٰ کہ ان کا قرآن اگر ہٹا لیا جائے تو پھر ان کو کچھ بھی یاد نہیں اور نہ وہ کچھ پہچان سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو حفظ کی ایسی قوت دی ہے کہ کسی امت کو نہیں دی گئی۔ یارب! وہ میری امت ہو۔ کہا اے موسیٰ! وہ تو احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ پھر کہا یارب! وہ امت تیری ہر کتاب پر ایمان لائے گی وہ گمراہوں اور کافروں سے قتال کریں گے حتیٰ کہ کانے دجال سے بھی لڑیں گے! الٰہی وہ میری امت ہو۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ یہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی۔ پھر موسیٰ علیہ السلام نے کہا یارب! الواح میں ایک ایسی امت کا ذکر ہے کہ وہ اپنے نذرانے اور صدقات خود آپس کے لوگ ہی کھالیں گے حالانکہ اس امت سے پہلے تک کی امتوں کا کیا یہ حال ہوگا کہ اگر وہ کوئی صدقہ یا نذر پیش کریں گے اور وہ قبول ہوگی تو اللہ تعالیٰ آگ کو بیجے گا اور آگ سے کھا جائے گی اور قبول نہ ہوئی تو رد ہوگئی تو پھر بھی وہ اس کو نہ کھائیں گے بلکہ درندے اور پرندے آکر کھا جائیں گے اور اللہ تعالیٰ ان کے صدقے ان کے امیروں سے لے کر ان کے غریبوں کو دے گا۔ یارب! وہ میری امت ہو تو فرمایا یہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہوگی۔ پھر کہا یارب! میں الواح میں پاتا ہوں کہ وہ اگر کوئی نیکی کا ارادہ کرے گی لیکن عمل میں نہ لاسکے گی تو پھر بھی ایک ثواب کی حقدار ہو جائے گی اور اگر عمل میں لائے گی تو دس حصے ثواب ملے گا بلکہ سات سو حصے تک! اے رب العظیم! وہ میری امت ہو۔ تو فرمایا وہ احمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہے۔ پھر کہا کہ

الواح میں ہے کہ وہ دوسروں کی شفاعت بھی کریں گے اور ان کی شفاعت بھی دوسروں کی طرف سے ہوگی اے رب! وہ میری امت ہو تو کہا نہیں یہ احمد رضی اللہ عنہ کی امت ہوگی۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے پھر الواح رکھ دیئے اور کہا یا رب! مجھے اس احمد رضی اللہ عنہ کی امت میں سے بنا دے۔

کوہ طور پر ستر آدمیوں کی موت: [آیت: ۱۵۵] اللہ پاک نے موسیٰ علیہ السلام کو ستر آدمی انتخاب کر لینے کا حق دیا تھا چنانچہ موسیٰ علیہ السلام ایسے منتخب ستر لوگوں کو لے کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے کے لئے گئے۔ لیکن جب انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو کچھ اس طرح کی کہ اے اللہ تعالیٰ! ہمیں وہ کچھ عنایت کر جو اب تک ہم سے پہلے تو نے کسی کو نہ دیا ہو اور نہ ہمارے بعد پھر کسی اور کو دے۔ یہ بات اللہ تعالیٰ کو ناگوار گزری چنانچہ زلزلے نے انہیں آگھیرا۔ ① سدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو تیس آدمیوں کے ساتھ آنے کے لئے کہا جو گوسالہ کی پرستش کے سبب اللہ تعالیٰ سے معافی مانگیں اور دعا کے لئے ایک وقت اور مقام قرار دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ستر آدمی انتخاب کئے جنہیں اعذار کے لئے اپنے ساتھ لے گئے لیکن جب وعدہ گاہ پر پہنچے تو کہنے لگے کہ اے موسیٰ! ہم تو تم پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے کہ اپنی آنکھوں سے علانیہ اللہ تعالیٰ کو دیکھ لیں! ② تم نے تو اللہ تعالیٰ سے باتیں کر لیں اب ہمیں بھی اللہ تعالیٰ کو دکھلا دیجئے۔ اس جسامت کی سزا میں ان پر بجلی گری اور سب وہیں ڈھیر ہو گئے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام روتے ہوئے اٹھے اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے تھے کہ اے پروردگار! اب میں بنی اسرائیل کو کیا جواب دوں گا یہ تو ان میں سے اچھے لوگ تھے انہیں بھی تو نے ہلاک کر دیا۔ کاش اے پروردگار تو ان کے ساتھ مجھے بھی ہلاک کر دیتا۔ ③ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کے ستر اچھے سے اچھے آدمی چنے تھے اور کہا تھا کہ چلو اللہ تعالیٰ کی طرف اور اپنی بقیہ قوم کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے پاس معذرت پیش کرو تو بے کر و روزے رکھو جسم اور کپڑوں کو پاک کر لو۔ پھر انہیں وقت مقبرہ پر طور سینا کی طرف لے چلے اور یہ سب اللہ تعالیٰ کی اجازت اور علم سے تھا۔ اب یہ سب ہی ستر افراد جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رہنمائی میں اللہ تعالیٰ سے ملنے کے لئے آئے ہوئے تھے کہنے لگے اے موسیٰ علیہ السلام! اللہ سے تمہاری باتیں ہوتی ہیں ہمیں بھی یہ باتیں سننے دیجئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اچھا۔ اور جب موسیٰ علیہ السلام پہاڑ کے قریب پہنچے تو وہ ایک بہت ہی گہرے اور اٹلے ہوئے بادل کے اندر چھپ گئے پہاڑ بھی بادل کے اندر ڈھک گیا۔ موسیٰ علیہ السلام بادل میں آئے۔ قوم سے کہا تم بھی قریب تر ہو جاؤ۔ اور موسیٰ علیہ السلام جب اللہ تعالیٰ سے باتیں کرتے ہوتے تو آپ کے چہرے پر ایک بہت ہی چمکدار نور نوسیا بار ہوتا کہ کوئی آپ کے چہرے پر نظر ڈالنے کی قدرت نہ رکھتا۔ اس لئے آپ اپنے چہرے پر نقاب ڈال لیتے۔ جب لوگ اس ابر کے قریب آ کر اس میں داخل ہو گئے تو سجدے میں گر پڑے اور انہوں نے موسیٰ علیہ السلام اور اللہ تعالیٰ کی باتیں سنیں کہ اللہ پاک موسیٰ علیہ السلام کو امر دے رہا ہے اور نہی کر رہا ہے کئی یہ کر داور وہ نہ کر داور اس سے جب فارغ ہو گئے ابر ہٹ گیا اور موسیٰ علیہ السلام ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوئے تو وہ موسیٰ علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم تو اس وقت تم پر ایمان لائیں کہ تم ہمیں علانیہ رب دکھلا دو! ④ اس گستاخی میں انہیں بجلی نے آ پکڑا۔ ان کی رو میں جسم سے نکل گئیں مر گئے۔ موسیٰ علیہ السلام یہ دیکھ کر اللہ تعالیٰ کے پاس آہ و زاری کرنے لگے کہ اللہ اگر تو نہیں ہلاک ہی کرنا چاہتا تھا تو ان کے ساتھ مجھے بھی ہلاک کر دیتا انہوں نے بیوقوفی کی حرکت کی۔ میرے پیچھے کیا تو بنی اسرائیل کو ہلاک کر دے گا۔ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام اور ہارون و شبر و شیمیر یہ سب ل کرا ایک پہاڑ کی داوی کی طرف گئے۔ ہارون علیہ السلام ایک ٹیلے پر کھڑے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی۔ موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کی طرف لوٹے تو انہوں نے ہارون علیہ السلام کو پوچھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا وہ مر گئے۔ وہ کہنے لگے کہ نہیں تم نے قتل کیا ہو گا وہ بڑے نرم مزاج اور مرغن و مر نجاں آدمی =

قَالَ عَذَابِيْ اُصِيْبُ بِهِ مَنْ اَشَاءُ وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ فَسَاَلْتُهَا
لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُوْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۶۷

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنا عذاب تو اسی پر واقع کرتا ہوں جس پر چاہتا ہوں اور میری رحمت تمام اشیاء کو محیط ہو رہی ہے تو وہ رحمت ان لوگوں کے نام تو ضرور لکھوں گا جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو کہ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں۔ [۱۵۶]

== تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا اچھا تم کچھ آدی جن لو انہوں نے سزا آدی جن لئے۔ اب ہارون علیہ السلام کی لاش پر گئے اور پوچھا ہارون! تم کو کس نے قتل کیا؟ ہارون علیہ السلام سے آواز آئی ”مجھے تو کسی نے بھی قتل نہیں کیا“ میں تو اپنی موت مرا ہوں۔“ اب یہ لوگ کہنے لگے۔ ”اے موسیٰ علیہ السلام! اس کے بعد ہم تم سے کبھی سرکشی نہیں کریں گے۔“ سزا یہ ملی کہ انہیں ایک کڑک نے آلیا۔ موسیٰ علیہ السلام سیدھے اور بائیں بے معنی گردش کرتے اور کہتے کہ اے پروردگار! کیا ان بیہودوں کی گفتگو پر تو ہمیں ہلاک کر دے گا۔ یہ تیری آزمائش تھی تو جس کو چاہے گمراہ کرے جس کو چاہے ہدایت دے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان سب کو زندہ کر دیا اور ان سب کو انبیاء بنایا۔

یہ بہت غریب اور ناقابل یقین حدیث ہے راویوں میں عمارہ بن عبیدہ تو بالکل مبہول شخص ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس لئے ان پر عذاب نازل ہوا تھا کہ گوسالہ پرستی کو چپ چاپ دیکھتے رہے تھے اور قوم کو اس شرک سے منع تک نہیں کیا تھا۔ اسی لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو بیوقوفوں کا نام دیا تھا اور کہا تھا کہ اے پروردگار! یہ تیرا ابتلا اور امتحان ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی یوں حمد و ثنا کی کہ یہ تو تیری طرف سے آزمائش ہے تیرا ہی حکم چلتا ہے اور تو جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے ہدایت و گمراہی تیرے ہی پاس ہے جسے تو راہ دکھائے اسے کوئی بہکانہیں سکتا اور جسے تو گمراہ کر دے اسے کوئی راہ نہیں دکھا سکتا۔ تو جس سے روک لے اسے کوئی دے نہیں سکتا اور جسے تو دے دے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا، ملک کا مالک تو ہی ہے اور حکم کا حاکم بھی صرف تو ہی ہے، خلق و امر سب تیری ہی طرف سے ہے۔

پھر موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی کہ ”اے اللہ تعالیٰ! تو ہمارا ولی ہے ہمیں بخش دے ہم پر رحم فرما تو خیر الغافرین ہے۔“ عَفَرَ کے معنی ڈھانپنا، چھپانا اور گناہ پر مواخذہ نہ کرنا اور غفران کے ساتھ جب رحمت کا جوڑ ہو جائے تو یہ مطلب ہے کہ بخش دینے کے بعد پھر اللہ تعالیٰ اس کو آئندہ بتلائے گناہ نہ ہونے دے۔ اے اللہ تعالیٰ! دنیا میں بھی تو ہمیں نیکی دے اور آخرت میں بھی ﴿حَسَنَةً﴾ کی تفسیر سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے ہم توبہ کرتے ہیں اور تیری طرف رجوع کرتے ہیں۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان کا نام یہود اس لئے پڑ گیا کہ انہوں نے ﴿هُدٰنَا اِلَيْكَ﴾ کہا تھا۔

رحمت الہی کی وسعتیں: [آیت: ۱۵۶] موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے اللہ تعالیٰ یہ تیرا فتنہ تیرا عذاب ہے تو ارشاد ہوتا ہے کہ عذاب اسی کو پہنچتا ہے جس کے لئے میرا ارادہ ہوتا ہے کہ اس کو عذاب ہونا چاہئے ورنہ میری رحمت تو ہر شے پر وسیع ہے میں جیسا چاہوں کروں۔ ہر بات میں حکمت اور عدل میرا ہی حق ہے۔ رحمت والی آیت بہت عظیم ہے اور سب پر شامل ہے۔ جیسا کہ عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کی زبان میں ارشاد ہوتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! تیری رحمت اور تیرا علم سب پر حاوی ہے۔

کہتے ہیں کہ ایک اعرابی آیا اونٹنی کو بٹھا کر باندھ دیا پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہو کر اپنی اونٹنی کھولی اس پر سوار ہو کر یہ دعا کرنے لگا کہ اے اللہ تعالیٰ مجھ پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمت کر ہماری رحمت میں کسی کو شریک نہ بنا۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے فرمایا ”بتاؤ تو یہ زیادہ گمراہ اور بیوقوف ہے یا اس کا اونٹ؟“ تم نے سنا جو اس نے کہا؟ لوگوں =

الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِنْدَهُمْ فِي
التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ يَا أُولَئِكَ إِنَّكُمْ أَعْرَفُونَ عَنَّا يَا مَعْرُوفُ بِتَنبِيهِمْ وَعِيْلٌ لَهُمُ
الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبِيثَاتِ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ
عَلَيْهِمْ فَاَلَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ لَا
أُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۝

ترجمہ: جو لوگ ایسے رسول نبی امی کا اتباع کرتے ہیں جن کو وہ لوگ اپنے پاس تو ریت و انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں وہ ان کو نیک باتوں کا حکم
فرتے ہیں اور بری باتوں سے منع کرتے ہیں اور پاکیزہ چیزوں کو حلال بتاتے ہیں اور گندی چیزوں کو ان پر حرام فرماتے ہیں اور ان لوگوں
پر جو بوجھ اور طوق تھے ان کو دور کرتے ہیں۔ سو جو لوگ اس نبی پر ایمان لاتے ہیں اور ان کی حمایت کرتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں
اور اس نور کا اتباع کرتے ہیں جو ان کے ساتھ بھیجا گیا ہے ایسے لوگ پوری فلاح پانے والے ہیں۔ [۱۵۷]

نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اس کی بڑی وسیع رحمت ہے، اس نے رحمت کے سوحے کئے ہیں ایک حصہ ساری خلقت پر
تقسیم کیا ہے۔ جن و انس و بہائم سب کو اس ایک میں سے حصہ ملا ہے اور باقی ننانوے حصے اپنے لئے خاص رکھے ہیں اب تمہیں بتاؤں
کہ ان دونوں میں کون زیادہ بے وقوف ہے۔ ① اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سوحے کئے ہیں جن میں سے صرف ایک ہی حصہ دنیا
میں اتارا، اسی سے مخلوق ایک دوسرے پر ترس کھاتی ہے اور رحم کرتی ہے اسی سے حیوان اپنی اولاد کے ساتھ نرمی اور رحم کا برتاؤ کرتے
ہیں۔ باقی ننانوے حصے اس کے پاس ہی ہیں جن کا اظہار قیامت کے دن ہوگا ② اور روز قیامت اسی حصے کے ساتھ اور ننانوے حصے
جو موخر ہیں ملا دیئے جائیں گے۔“ ③ اور روایت ہے کہ ”اسی نازل کردہ ایک حصے میں چرند و پرند بھی شامل ہیں۔ ④ اللہ تعالیٰ کی قسم!
جو بلحاظ دین فاجر ہے جو بلحاظ کسب معاش احمق ہے وہ بھی اس میں داخل ہے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! وہ بھی جنت میں جائے گا جس کو آگ
نے گناہوں کے سبب گھیر رکھا ہو اس کی رحمت قیامت میں ایسی چھا جائے گی کہ ایلیس کو بھی اس میں سے کچھ ملنے کی توقع پیدا ہو جائے
گی۔“ ⑤ یہ حدیث بہت غریب ہے۔ سعد اس کے راویوں میں ایک غیر معروف شخص ہے۔ میری رحمت کے مستحق وہ ہوں گے جو مجھ
سے ڈرتے ہیں اور پرہیز گاری اختیار کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا تمہارے رب نے اپنی ذات کے لئے رحمت کو فرض قرار دے لیا
ہے۔ پرہیز گاری کرتے ہیں یعنی شرک اور کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں۔ کہا گیا کہ زکوٰۃ سے زکوٰۃ نفوس مراد ہے یا
زکوٰۃ اموال یا یہ کہ دونوں مراد ہوں کیونکہ یہ آیت کلی ہے اور وہ لوگ جو ہماری آیتوں کو مانتے اور ان کی تصدیق کرتے ہیں۔

- ① ابو داؤد، کتاب الادب، باب من لیست له غیبة، ۴۸۸۵ و سندہ ضعیف ابو عبداللہ شمی مجہول راوی ہے۔ احمد، ۴/۳۱۲۔
- ② صحیح مسلم، کتاب التوبۃ، باب فی سعة رحمة اللہ تعالیٰ وانہا تغلب غضبه، ۲۷۵۳؛ احمد، ۵/۴۳۹؛ ابن جبان ۶۱۴۶؛
طبرانی، ۶۱۲۶۔ ③ احمد، ۳/۵۶۰۵۵ و سندہ حسن اس کی سند عام بن ہمدانی کی وجہ سے حسن درجہ کی ہے۔
- ④ ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب ما یرجی من رحمة اللہ یوم القیامة ۴۲۹۴ و هو صحیح؛ احمد، ۳/۵۵؛ مستند ابی یعلیٰ ۱۰۹۸۔
- ⑤ المعجم الکبیر ۳۰۲۲؛ یہ روایت حماد بن ابی سلیمان کے اختلاط اور تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مجمع الزوائد، ۱۰/۲۱۶۔

رسالت محمد یہ پر ایمان لائے بغیر نجات اخروی ممکن نہیں: [آیت: ۱۵۷] جو لوگ نبی امی کی پیروی کرتے ہیں اور مسلمان ہو جاتے ہیں انہیں اس پیش گوئی کا علم ہے جو ان کی کتابوں تو ریت و انجیل میں نبی امی سے متعلق لکھی ہوئی ہیں۔ کتب انبیاء میں نبی اکرم ﷺ کی صفت مذکور ہے۔ جنہوں نے اپنی اپنی امت کو آپ کی بعثت کی خوشخبری دی ہے اور ان کا مذہب اختیار کرنے کی ہدایت کی ہے۔ ان کے علماء اور راہب اس چیز کو جانتے ہیں۔ مسند امام احمد میں ہے کہ ایک بدوی نے بیان کیا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے زمانے میں میں دودھ بیچنے کے لئے مدینے گیا۔ بیچ سے فارغ ہونے کے بعد میں نے کہا چلو ان (محمد ﷺ) سے بھی مل لوں اور ان سے کچھ باتیں سنوں۔ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ جارہے ہیں میں بھی پیچھے ہولیا۔ یہ تینوں ایک یہودی کے گھر پہنچے جو تورات جانتا تھا۔ اس کا لڑکا قریب الموت تھا نو جوان اور خوبصورت۔ وہ اس کے پاس بیٹھا تعزیرت نفس کی خاطر تو ریت پڑھ رہا تھا۔ حضور اکرم ﷺ اس یہودی سے باتیں کرنے لگے اور کہا کہ ”تمہیں تو ریت نازل کرنے والے کی قسم ہے سچ بتاؤ اس میں میرا ذکر اور میری بعثت کی خبر بھی ہے کہ نہیں۔“ اس نے سر ہلا کر کہا ”نہیں“ تو اس کا قریب الموت نو جوان لڑکا بول اٹھا کہ توراہ نازل کرنے والے کی قسم کہ ہم اپنی کتابوں میں آپ ﷺ کی صفت اور بعثت کی خبر پاتے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب وہ مر گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ مسلمان ہے یہودیوں کو یہاں سے ہٹا دو۔“ پھر آپ ﷺ نے اس کے کفن اور نماز کا انتظام کیا۔ ① یہ حدیث جید اور قوی ہے اور صحیح بخاری میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہرقل شاہ روم کے پاس تبلیغ اسلام کے لئے میں اور ایک آدمی بھیجے گئے ہم چلے اور غوطہ دمشق تک پہنچے جبکہ بن اسہم الغسانی کے محل کو گئے۔ وہ صاحب تخت تھا۔ ہمارے پاس ایک سفیر کو بھیجا کہ بات کرے کہ کیا کہنا ہے۔ ہم نے کہا ہم تم سے بات نہیں کریں گے۔ ہم بادشاہ سے بات کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں اس نے بلا لیا تو اسی سے بات کریں گے۔ ہمیں تم سے کچھ کہنا نہیں ہے۔ اس نے جا کر بادشاہ کو خبر کی۔ اس نے بلا لیا اور کہنے لگا کہ کیا کہنا چاہتے ہو۔ ہشام بن العاص رضی اللہ عنہ نے اس سے گفتگو کی اور اسلام کی دعوت دی۔ وہ سیاہ کپڑے پہنے تھا۔ ہشام رضی اللہ عنہ نے کہا یہ سیاہ کپڑے کیوں ہیں؟ جبکہ نے کہا میں نے قسم کھا رکھی ہے کہ یہ سیاہ لباس نہ اتاروں گا جب تک کہ تم لوگوں کو شام سے نہ نکال دوں۔ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم یہ تخت تم سے لینے والے ہیں اور ملک اعظم کا مالک بھی ان شاء اللہ ہمارے قبضہ میں آجائے گا۔ ہمارے نبی اکرم ﷺ نے اس کی پیش گوئی فرمادی ہے۔ اس نے کہا تم وہ لوگ نہیں ہو۔ وہ ایسے لوگ ہوں گے کہ دن میں روزہ رکھتے ہیں راتوں کو نماز پڑھتے ہیں۔ تم بتاؤ تمہارا روزہ کیسا ہے۔ ہم نے پوری طرح بتا دیا تو گویا اس کے چہرے پر سیاہی سی دوڑ گئی۔ اس نے کہا اچھا جاؤ بادشاہ سے ملو اور ہمارے ساتھ ایک رہبر کرو یا۔ ہم اس کی راہنمائی میں چلے اور جب ہم شہر کے قریب پہنچے تو ہمارے راہبر نے ہم سے کہا کہ تم ان سواروں اور اونٹنیوں کو لے کر شہر میں داخل نہیں ہو سکتے تم چاہو تو ہم تمہارے لئے گھوڑے اور خیر میا کر دیں۔ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم تو انہیں پر سوار رہیں گے۔ اس نے بادشاہ کو لکھ بھیجا کہ انہیں دوسری سواروں پر بیٹھنے سے انکار ہے۔ بادشاہ نے اونٹنیوں پر ہی سوار آنے کی اجازت دے دی۔ ہم اپنی تلواریں لٹکائے بادشاہ کے محل تک پہنچے اپنی سواریاں وہاں بٹھا دیں۔ بادشاہ اپنے محل کے بالا خانے سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ ہم نے اترتے ہی کہا (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ) اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ ہماری آواز تکبیر سے سارا محل لرزا اٹھا گویا آندھیوں نے اس کو ہلا دیا ہو۔ بادشاہ نے کہا بھیجا کہ تم کو اپنے دین کا اس طرح مظاہرہ نہیں کرنا چاہئے پھر ہمیں بلا بھیجا۔

① احمد، ۴۱۱/۵ و سندہ ضعیف، صحیحی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں ابو سعید کو میں نہیں جانتا (مجمع الزوائد، ۸/ ۲۳۴) یہ راوی صحابی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ صحیح حدیث میں یہودی لڑکے کے اسلام لانے کا قصہ مختصر آموجود ہے۔ دیکھئے صحیح مسلم ۱۳۵۶؛ ابوداؤد، ۳۰۹۵؛ احمد، ۳۸۰/۳۔

ہم داخل دربار ہوئے وہ اپنی مسند پر بیٹھا ہوا تھا اور پوپ پادری اور عمائد سلطنت اس کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس کی مجلس کی ہر چیز سرخ تھی سارا ماحول سرخ اس کے کپڑے بھی سرخ۔ ہم اس کے قریب گئے وہ ہنسا اور کہنے لگا کہ تم آپس میں جس طرح سلام کر لیا کرتے ہو مجھے کیوں نہیں کیا؟ اس کے پاس ایک فصیح الکلام عربی جاننے والا ترجمان موجود تھا۔ ہم نے اس کے ذریعہ یہ کہا کہ ہم باہم جو سلام کہہ لیا کرتے ہیں وہ آپ کے سزاوار نہیں اور آپ کا جو طریقہ ادب و سلام ہے وہ ہمارے لئے سزاوار نہیں کہ وہ طریقہ تعظیم وہ شیوہ سلام و کلام ہم آپ کے لئے برتیں۔ اس نے کہا تمہارا باہمی سلام کیسا ہوتا ہے؟ ہم نے کہا (اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ) اس نے پوچھا تم اپنے بادشاہ کو کس طرح سلام کرتے ہو؟ ہم نے کہا انہیں بھی اسی طرح۔ اس نے پوچھا کہ وہ کس طرح جواب دیتے ہیں؟ ہم نے کہا وہ بھی یہی الفاظ کہہ کر جواب دیتے ہیں۔ اس نے پوچھا تمہارا امتیاز نعرہ کیا ہے؟ ہم نے کہا (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ) جب ہم نے یہ آواز بلند یہ کہا تو سارا محل لرز گیا۔ حتیٰ کہ وہ گھبرا کر سر اٹھا کر دیکھنے لگا کہ جھٹ تو نہیں گرے گی۔ وہ کہنے لگا یہ کلمہ جو تم نے کہا جس سے مکان ہل گیا تو جب کبھی تم اپنے گھروں میں کہتے ہو تو کیا تمہارے گھر بھی کانپ اٹھتے ہیں؟ ہم نے کہا نہیں، ہم نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ بجز آپ کے نکل کے۔ کہا کیا اچھا ہوتا کہ جب کبھی تم لوگ یہ نعرہ لگاتے تو تمہاری ہر چیز بھی لرز اٹھتی اور اس نعرہ کی زد سے میرا آدھا ملک مارکھا جاتا اور آدھا رہ جاتا۔ ہم نے پوچھا ایسا کیوں؟ تو کہا یہ آسان ہے اس بات سے کہ امر نبوت مستحکم اور قائم ہو جائے۔ پھر ہم سے آنے کی غرض پوچھی ہم نے مقصد تبلیغ بتا دیا۔ پوچھا تمہارا نماز روزہ کیسا ہوتا ہے؟ ہم نے معلوم کر دیا۔ اس نے اب ہمیں رخصت کیا۔ ہمیں ضیافت خانے میں ٹھہرایا ہماری مہمانی کی۔ ہم وہاں تین دن ٹھہرے۔ پھر ایک رات ہمیں بلا بھیجا۔ ہم گئے پھر ہم سے دریافت کیا پھر ہم نے اپنا مقصد دہرایا۔ اب اس نے ایک بہت بڑی چیز سونے چاندی سے بڑا اونگوانی اس میں چھوٹے چھوٹے خانے بنے ہوئے تھے اس میں دروازے لگے ہوئے تھے۔ اس نے ایک خانہ کا قفل کھولا اور اس میں سے ایک سیاہ ربڑی کپڑا نکالا اس میں ایک سرخ تصویر بنی ہوئی تھی۔ ایک آدمی کی تصویر تھی جس کی بڑی بڑی آنکھیں تھیں، موٹی رانیں، لمبی اور گھنی ڈاڑھی، سر کے بال دو حصوں میں نہایت خوبصورت اور لمبے لمبے۔ کہنے لگا کیا اس کو جانتے ہو۔ ہم نے کہا نہیں۔ کہنے لگا یہ آدم علیہ السلام ہیں ان کے جسم پر بہت بال تھے۔ پھر اور ایک ڈبے کا قفل کھولا۔ اس میں سے بھی ایک سیاہ ربڑی کپڑا نکالا۔ اس میں ایک گورے رنگ کے آدمی کی تصویر بنی ہوئی تھی۔ گھونگر والے بال، سرخ آنکھیں، بڑا سا سر، خوبصورت ڈاڑھی۔ کہنے لگا یہ نوح علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک ڈبے میں سے ایک اور تصویر نکالی۔ بہت ہی گورا رنگ خوبصورت سی آنکھیں، کشادہ پیشانی، کھڑا چہرہ سفید ڈاڑھی، ہنس مکھ صورت، کہا جانتے ہو کہ کون ہیں؟ یہ ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور ڈبے کھولا۔ ایک روشن اور گورے رنگ کی تصویر تھی اور وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تھی۔ پوچھا کیا انہیں جانتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں یہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، تصویر دیکھ کر ہم پر رقت طاری ہو گئی۔ وہ کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے کہ یہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر وہ کھڑا ہو گیا پھر بیٹھ گیا اور کہنے لگا کہ اللہ تعالیٰ کی قسم کیا یہ وہی ہیں؟ ہم نے کہا ہاں وہی ہیں اس تصویر کو دیکھ کر تم یہ سمجھ لو کہ آپ ہی کو دیکھا ہے۔ پھر کچھ دیر تک اس صورت کو گھورتا رہا۔ پھر کہا یہ آخری ڈبہ تھا۔ لیکن میں نے اس کو سب کے آخر میں بتانے کے بجائے دوسرے ڈبے چھوڑ کر درمیان میں بتا دیا تاکہ تمہاری سچائی کا امتحان کروں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی جو گندم گوں اور نرم صورت تھی۔ گھونگر والے بال، گزری ہوئی آنکھیں، تیز نظر، غصیلیا چہرہ، بڑے ہوئے دانت، موٹے ہونٹ۔ کہنے لگا یہ موسیٰ علیہ السلام کی تصویر ہے اس کے متصل ایک اور تصویر تھی جو شکل و صورت میں اس سے مشابہت رکھتی تھی۔ مگر یہ کہ بالوں میں تیل پڑا ہوا گنگھی کی ہوئی، کشادہ پیشانی، آنکھیں بڑی۔ کہنے لگا یہ ہارون بن عمران علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک ڈبہ میں سے ایک تصویر نکالی۔ گندی رنگ، میانہ قامت،

سیدھے بالوں والا۔ چہرے سے رنج و غضب آشکار۔ یہ لوط علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک سفید رنگ کا ریشمی کپڑا نکالا۔ ایک سہرے رنگ کا آدمی جس کا قد طویل نہ تھا رخسار ہلکے تھے چہرہ خوبصورت تھا۔ کہا یہ حضرت اسحق علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک اور داڑھی کھولا اس میں سے سفید ریشمی کپڑا نکال کر ہمیں دکھایا اس کی شکل اسحاق علیہ السلام کی تصویر سے بہت مشابہ تھی مگر اس کے ہونٹ پر تل تھا۔ کہا یہ یعقوب علیہ السلام ہیں۔ پھر ایک سیاہ کپڑے پر کی تصویر بتائی۔ گورا رنگ بہت خوبصورت چہرہ چہرے پر نور اور اخلاص و خشوع کے آثار نمایاں رنگ سرخی مائل کہا یہ اسماعیل علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک ڈبے میں سے سفید ریشمی کپڑا نکالا جس کے اندر کی تصویر آدم علیہ السلام کی تصویر سے ملتی جلتی تھی چہرے پر آفتاب چمک رہا تھا۔ کہا یہ یوسف علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی۔ سرخ رنگ بھری پنڈلیاں بڑی آنکھیں بڑا پیٹ چھوٹا قد شمشیر آویزاں۔ کہا یہ داؤد علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی۔ موٹی رانیں لمبے پاؤں گھوڑے پر سوار کہا یہ سلیمان علیہ السلام ہیں۔ پھر اور ایک تصویر نکالی جو ان سیاہ داڑھی گھنے بال خوبصورت آنکھیں خوبصورت چہرہ کہا یہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام ہیں۔ ہم نے کہا یہ تصویریں آپ کو کہاں سے ملیں ہم جانتے ہیں کہ یہ تصویریں ضرور انبیاء علیہم السلام کی ہوں گی۔ کیونکہ ہم نے اپنے نبی کی تصویر بھی صحیح پائی ہے۔ پھر کہنے لگا کہ آدم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا تھا کہ میری انبیاء اولاد کو مجھے بتا تو اللہ تعالیٰ نے ان انبیاء علیہم السلام کی تصویریں حضرت آدم علیہ السلام کو دیں اس کو آدم علیہ السلام نے مغربی ملک میں محفوظ رکھ دیا تھا و القرمین نے اس کو نکالا اور دنیا وال علیہ السلام کے سپرد کیا۔ پھر کہنے لگا کہ میں تو یہ چاہتا تھا کہ اپنا ملک چھوڑ دوں اور تم میں سے کسی کترین کا غلام ہو رہوں حتیٰ کہ مجھے موت آ جائے۔

اب ہمیں رخصت کر دیا انعام و اکرام دیا جانے کے انتظامات کر دیئے۔ جب ہم ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس آئے ان سے یہ واقعہ بیان کیا تو وہ آبدیدہ ہو گئے اور کہا اگر اللہ تعالیٰ اس کو توینس دیتا تو وہ ضرور ایسا کرتا۔ پھر فرمایا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں خبر دی ہے کہ ”یہود اپنی کتاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات پاتے ہیں۔“ ① عطاء بن یسار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے میں نے ملاقات کی اور توریت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعلق پیش گوئی کو دریافت کیا تو کہا ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم توریت میں بھی آپ کا ایسا ہی ذکر ہے جیسے قرآن میں ہے کہ اے نبی! ہم نے تم کو امت کا گواہ بنا دیا اور جنت کی خوشخبری دینے والا اور دوزخ سے ڈرانے والا اور عوام کا پشت پناہ بنایا ہے۔ ② تم میرے بندے اور رسول ہو تمہارا نام متوکل ہے تم نہ سخت گیر ہو نہ سنگ دل۔ تم کو اس وقت تک اللہ تعالیٰ نہ بلائے گا جب تک کہ اس غلط راہ چلنے والی قوم کو تم سیدھا نہ کر لو اور جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں اور ان کے دلوں سے پردے نہ اٹھ جائیں اور کان سننے اور آنکھیں دیکھنے نہ لگیں۔ پھر عطاء رضی اللہ عنہ کی ملاقات حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو یہی سوال ان سے کیا تو بیان میں ایک حرف کا بھی اختلاف نہ پایا سو اس کے کہ وہ اپنی زبان میں (عَلْفًا) کو (غُلْفًا) اور (صمًا) کو (صمومیا) اور (عمیًا) کو (عمومیا) کہتے تھے۔ ③ لیکن یہ جملے بڑھادیئے کہ وہ بازاروں میں شور و غل نہ کریں گے وہ برائی کا بدلہ برائی سے نہیں دیتے ہیں درگزر کر دیتے ہیں اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث کا ذکر کیا پھر کہا کہ سلف کے کلام میں لفظ توراہ کا اطلاق عموماً کتب اہل کتاب پر ہوتا ہے اور کتب احادیث میں بھی کچھ ایسا ہی وارد ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں شام کی طرف تجارت کی غرض سے نکلا۔ جب میں ملک شام کے قریب پہنچا تو اہل کتاب میں سے ایک آدمی سے ملاقات ہوئی۔ اس نے پوچھا کہ کیا تمہارے ملک میں کوئی شخص نبی آیا ہوا ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ اس نے کہا کیا تم اس کی تصویر پہچان سکتے ہو میں نے کہا

① دلائل النبوة، ۱/ ۳۸۵، ۳۹۰۔ ② الاحزاب: ۴۵۔

③ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب کراہیۃ السخب فی السوق ۲۱۲۵، ۴۳۸۔

ہاں۔ تو وہ مجھے ایک گھر میں لے گیا جس میں تصویریں تھیں۔ مگر میں نے نبی اکرم ﷺ کی کوئی تصویر نہیں دیکھی۔ ہم اسی گفتگو میں تھے کہ ایک اور شخص آیا۔ اس نے کہا کیا بات ہے؟ ہم نے خبر دے دی تو وہ ہمیں اپنے گھر لے گیا۔ گھر میں داخل ہوتے ہی میں نے نبی اکرم ﷺ کی تصویر دیکھی اور یہی بھی کہ تصویر میں ایک شخص نبی اکرم ﷺ کے پیچھے کھڑا ہوا ہے۔ میں نے کہا یہ کون ہے جو ان کے پیچھے نہیں تھا مے کھڑا ہے؟ اس نے کہا یہ نبی تو نہیں ہے لیکن اگر ان کے بعد کوئی نبی ہوتا تو یہی ہوتا ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ لیکن یہ ان کا جانشین ہوگا۔ ①

اقرع موؤن عمر کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھے ایک پادری کو بلا لانے کے لئے بھیجا۔ میں بلا لایا۔ اس سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا "کیا تم کتاب میں میرا بھی ذکر پاتے ہو؟" اس نے کہا ہاں کتاب میں آپ کو قرن کہا گیا ہے۔ آپ نے اپنا درہ اٹھا کر کہا قرن کیا بات؟ اس نے کہا اس سے مراد ہے "مرد آہنی" "امیر شدید"۔ پھر عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا اچھا میرے بعد؟ کہا ہاں تمہارا جانشین ایک مرد صالح ہوگا، لیکن وہ اپنے اہل قربات کو بہت ترجیح دے گا۔ تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے "اللہ تعالیٰ عثمان پر رحم کرے"۔ تین بار کہا۔ پھر کہا اس کے بعد کون؟ کہا پاره آہن کی طرح ایک شخص عمر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے کہ علی رضی اللہ عنہ مراد ہیں۔ آپ نے اپنا سر پکڑ لیا اور افسوس کرنے لگے۔ اس نے کہا یا امیر المؤمنین وہ خلیفہ صالح ہے لیکن وہ اس وقت خلیفہ ہوگا جب کہ تلوار میان سے نکال لی گئی ہوگی اور خون بہہ رہا ہوگا۔ ②

اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ نبی نیک باتوں کا حکم کرتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ یہ رسول اللہ ﷺ کی صفت ہے جو کتب مقدسہ میں درج ہے اور واقعی آنحضرت ﷺ کا یہی حال تھا کہ خیر کے سوا کچھ نہ کہتے اور اسی بات سے روکتے جو شرکی ہوتی۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم قرآن میں یہ پڑھو ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ﴾ تو کان لگا دو کہ شاید کوئی خیر کا حکم دیا جانے والا ہے یا کسی شر سے روکا جانے والا ہے۔ اور سب سے اہم چیز جس کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بلا شرکت غیرے عبادت کرو کسی کو اس کا شریک نہ بناؤ۔ تمام انبیاء اسی مقصد کے تحت بھیجے گئے تھے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: "کہ ہم نے ہر قوم کے اندر اپنے پیغمبر بھیجے ہیں کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کرو اور بتوں کی پرستش سے باز رہو۔" ③

ابو اسید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ "جب تم مجھ سے مروی کوئی حدیث سنو جس کو تمہارے دل مان لیں تمہارے شعور اس سے نرم ہو جائیں اور تم یہ بات محسوس کرو کہ یہ بات تمہاری ذہنیت سے قریب تر ہے تو یقیناً تمہاری بہ نسبت میری ذہنیت اس سے قریب تر ہوگی۔ یعنی وہ میری حدیث ہو سکتی ہے اور اگر خود تمہارے دل اس حدیث کا انکار کریں اور وہ بات تمہاری ذہنیت اور شعور سے دور ہو تو سمجھو کہ تمہاری بہ نسبت میری ذہنیت سے دور تر ہوگی اور وہ میری حدیث نہ ہوگی۔" ④ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب تم رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث سنو تو اس کے بارے میں وہی گمان کرو جو زیادہ صحیح گمان ہو اور جو زیادہ مبارک ہو اور زیادہ پاکیزہ ہو۔ ⑤ ارشاد باری ہے کہ "اس نے طیبات تمہارے لئے حلال کر رکھے ہیں اور خبائث حرام کر دیئے ہیں"

- ① المعجم الكبير، ۱۵۳۷، وسندہ ضعيف، المعجم الأوسط ۸۲۲۷، یعنی کہتے ہیں کہ اس کی سند میں مجہول راوی ہے دیکھئے (مجمع الزوائد، ۸/۲۳۳) ② ابوداؤد، کتاب السنة، باب فی الخلفاء ۶۶۵۶ وسندہ صحیح، الاقرع ثقة واخطأ من قال لا یعربہ۔ ③ ۱۶/النحل: ۳۶۔ ④ احمد، ۵/۴۲۵ وسندہ صحیح، مجمع الزوائد، ۱/۱۴۹۔ ⑤ احمد، ۱/۱۲۲، سنن ابن ماجہ، المقدمة، باب تعظیم حدیث رسول اللہ ﷺ، ۲۰، وسندہ صحیح، دارمی، ۵۹۲ اس کی سند بخاری مسلم کی شرط صحیح ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحديثية، ۲/۲۸۳)

جیسے بحیرہ اور سائبہ اور وصالہ اور حامیہ حلال ہیں لیکن زبردستی حرام کر رکھے ہیں۔ اس سے اپنی ذات پر اور تنگی کر لی ہے اور جو خبیثات اللہ تعالیٰ نے حرام کئے ہیں، جیسے لحم خنزیر اور ربا اور باور کھانے کی جو چیزیں اللہ تعالیٰ نے حرام کر دی تھیں، انہیں حلال بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے ہر وہ چیز جو حلال کر رکھی ہے اس کا کھانا بدن کو نفع بخشتا ہے دین کا مددگار ہوتا ہے اور جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کر دیا وہ جسم اور دین دونوں کے لئے مضر ہے۔ وہ لوگ جو عقلی طور پر خوبی اور خرابی کو جانچتے ہیں وہ اسی آیت سے تمسک کرتے ہیں۔ اس تخیل کا جواب بھی دیا گیا ہے لیکن یہاں ان تمام تفصیلات کا محل نہیں ہے اور اسی آیت سے حجت قائم کی ہے ان علمائے بھی جو یہ کہتے ہیں کہ اگر کسی چیز کی حلت اور حرمت سے متعلق کوئی حدیث نہ ہو تو حلال اور حرام کو جانچنے کا یہ معیار ہو سکتا ہے کہ بہ لحاظ افادیت کس چیز کو عرب مفید اور طیب سمجھتے ہیں اور کس کو خبیث اور مضر سمجھتے ہیں۔ اس تخیل میں بھی بہت کچھ بحث ہوئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ وہ بوجھ جو لوگوں کے دلوں پر تھا رسول اس کو ہلکا کرتے ہیں اور رواج کی جن زنجیروں میں وہ جکڑے ہوئے تھے رسول ان کو ہٹا دیتے ہیں۔ وہ آسانی اور بخشش و معافی لے کر آئے ہیں۔ جیسے حدیث ہے کہ میں آسان اور آمیزش سے پاک دین دے کر بھیجا گیا ہوں۔ ①

نبی اکرم ﷺ نے جب معاذ اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو امیر یمن بنا کر بھیجا تھا تو ہدایت کی تھی کہ ”خوش مزاج اور خندہ چہیں رہو، لوگ تم سے وحشت پزیر نہ ہوں، ان کے لئے آسانیاں پیدا کرو، تنگی نہ ڈالو۔ لوگوں میں عادت مان لینے کی ہوا، اختلافات کی ذہنیت نہ ہو۔“ ② حضور اکرم ﷺ کے صحابی ابو بزرہ اسلمی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہا ہوں آپ کی آسانیاں بخشنے کا خوب مشاہدہ کر چکا ہوں۔ ③ اگلی امتوں میں بڑی سختیاں تھیں۔ اس امت پر وہ احکام ہلکے کر دیئے گئے ہیں۔ اسی لئے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ میری امت سے دل کے خیالات اور ارادوں پر گرفت نہیں کرتا جب تک کہ وہ زبان سے بول نہ دیں یا عمل نہ کر لیں۔“ ④ فرمایا کہ ”میری امت سے خطا اور نسیان معاف کر دیا گیا ہے۔ بھول چوک سے اگر کچھ کیا ہو یا بہ حالت جبر کیا ہو تو اس کو قابل معافی سمجھا گیا ہے۔“ ⑤ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس دعا کے مانگنے کی ہدایت فرمائی ہے ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِن نَّسِينَا أَوْ أَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهُ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهِ وَاعْفُ عَنَّا وَارْحَمْنَا وَهِيَ آيَةُكَ يَا مُؤْمِنِينَ﴾ ⑥ صحیح مسلم سے ثابت ہے کہ اس دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے مانگا جاتا ہے تو ہر سوال پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اچھا میں نے دیا، میں نے قبول کیا۔“ ⑦ قول باری ہے کہ جو لوگ نبی اکرم ﷺ کی عظمت کرتے ہیں اور ان کے لئے ہوئے کی پیروی کرتے ہیں، یہی لوگ دنیا اور آخرت میں فلاح پانے والے ہیں۔

- ① اس کی تخریج سورۃ البقرۃ آیت نمبر ۱۸۵ کے تحت گزر چکی ہے۔
 ② صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب قول النبی ﷺ (یسروا ولا تعسروا) ۶۱۲۴؛ صحیح مسلم ۱۷۳۴؛ احمد، ۱۳۱/۳؛ مسند ابی یعلیٰ ۱۷۲-۴۔
 ③ صحیح بخاری، کتاب العمل فی الصلاة باب اذا نفلت الدابة فی الصلاة ۱۲۱۱۔
 ④ صحیح بخاری، کتاب العتق، باب الخطاء والنسیان فی العتاق والطلاق ونحوہ..... ۲۵۲۸؛ صحیح مسلم ۱۲۷؛ ترمذی ۱۱۸۳؛ احمد، ۲/۲۵۵؛ ابن ماجہ ۲۰۴۴؛ ابن حبان ۴۳۴۔
 ⑤ ابن ماجہ، کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی ۲۰۴۵ وهو صحیح، بیہقی، ۳۵۶/۷۔ ⑥ البقرۃ: ۲۸۶۔ ⑦ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب تجاوز اللہ تعالیٰ من حدیث النفس والخواطر بالقلب..... ۱۲۶؛ ترمذی ۲۹۹۲؛ احمد، ۱/۲۳۳؛ ابن حبان ۵۰۶۹۔

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ ۚ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۚ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ
الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ ۚ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿۱۵۸﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اس اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی ہے تمام آسمانوں اور زمین میں۔ اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں وہی زندگی دیتا ہے اور وہی موت دیتا ہے۔ سو اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے نبی امی پر جو کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے احکام پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کا اتباع کرو تا کہ تم راہ پر آ جاؤ۔ [۱۵۸]

نبی ﷺ کی عالم گیر نبوت: [آیت: ۱۵۸] اے نبی ﷺ! عرب و عجم اور دنیا جہاں کے لوگوں سے کہہ دو کہ میں سب کی طرف رسول بن کر آیا ہوں۔ یہ آپ ﷺ کے شرف اور عظمت کی دلیل ہے کہ نبوت آپ ﷺ پر ختم ہو گئی اور وہ قیامت تک ساری دنیا کے پیغمبر ہیں۔ اور کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ ہے۔ تمہیں تمہیں کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے مجھ پر وحی بھیجی ہے ① اور شاہد باری ہے کہ جو قوم نبی کو نہ مانے اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ ② اور فرمایا کہ ”اہل کتاب اور غیر اہل کتاب سب سے کہہ دو کہ اسلام لاتے ہو یا نہیں؟ اگر وہ اسلام لائیں تو ہدایت پائیں گے ورنہ تمہارا کام تو صرف تبلیغ کرنا تھا۔“ ③ اس مضمون کی اس قدر زیادہ احادیث ہیں کہ شمار دشوار ہے۔ اور دین اسلام کی یہ بات تو سب کو معلوم ہے کہ نبی اکرم ﷺ ساری دنیا کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما میں کچھ تیز گفتگو ہو گئی ابوبکر نے عمر کو ناراض کر دیا۔ عمر رضی اللہ عنہ رنجیدہ واپس ہو گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا اور وہ عمر رضی اللہ عنہ سے معافی مانگنے کے لئے ان کے پیچھے ہی گئے لیکن عمر رضی اللہ عنہ نے گھر میں آنے نہیں دیا۔ دروازہ بند کر لیا۔ اب ابوبکر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم بھی اس وقت بیٹھے ہوئے تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے ہم سے فرمایا: ”تمہارے اس ساتھی نے عمر کو غصہ دلایا ہے۔“ پھر عمر رضی اللہ عنہ کو بھی صدیق رضی اللہ عنہ کو گھر میں آنے کی اجازت نہ دینے پر ندامت ہوئی۔ وہ بھی نبی اکرم ﷺ کے پاس آئے۔ سلام کر کے بیٹھ گئے اور واقعہ حضور اکرم ﷺ کے سامنے بیان کیا۔ نبی اکرم ﷺ کو عمر رضی اللہ عنہ پر غصہ آ گیا۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ کہتے ہی رہ گئے کہ ”یا رسول اللہ ﷺ! زیادتی میری ہی طرف سے تھی۔“ لیکن نبی اکرم ﷺ فرما رہے تھے کہ ”کیا تم لوگ میرے دوست اور ساتھی کو چھوڑ دینا چاہتے ہو۔ میں نے تم لوگوں سے کہا تھا کہ میں تمہاری طرف رسول بن کر آیا ہوں تو تم کہتے تھے کہ جھوٹ کہتے ہو اور ابوبکر نے میری تصدیق کر دی تھی۔“ ④

رسول اللہ ﷺ غزوہ تبوک میں رات کی نماز پڑھنے کے لئے اٹھے تو آپ ﷺ کے بعض اصحاب رضی اللہ عنہم آپ کی حفاظت و نگرانی کرنے لگے۔ نماز پڑھ چکنے کے بعد آپ ان کی طرف متوجہ ہو گئے اور فرمایا کہ ”آج کی رات پانچ چیزیں خصوصیت کے ساتھ مجھے دی گئی ہیں کہ مجھ سے پہلے یہ مخصوص رعایتیں کسی دوسرے پیغمبر کو نہیں دی گئیں (۱) یہ کہ میں دنیا جہاں کے لوگوں کی طرف پیغمبر بن کر آیا ہوں اور اس سے پہلے کوئی رسول صرف اپنی قوم ہی کی طرف رسول ہو کر آتا رہا ہے۔ (۲) مجھے صرف رعب ہی سے دشمن پر نصرت حاصل ہو جاتی ہے اگرچہ میرے اور اس کے درمیان ایک مہینہ بھر کی مسافت کی دوری ہو، مگر اس پر میرا رعب چھا جاتا ہے۔“

① ۶/ الانعام: ۱۹۔ ② ۱۱/ ہود: ۱۷۔ ③ ۳/ ال عمران: ۲۰۔

④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الأعراف باب ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ ۴۶۴۰۔

وَمِنْ قَوْمِ مُوسَىٰ أُمَّةٍ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ ﴿٥٩﴾

ترجمہ: اور قوم موسیٰ میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اسی کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں۔ [۱۵۹]

(۳) مال غنیمت میرے اور میری امت کے لئے حلال کر دیا گیا ہے۔ لیکن مجھ سے پہلے مال غنیمت کو کھانا گناہ کبیرہ تھا اس کو جلا دیا جاتا تھا۔ (۴) ساری زمین میرے لئے پاک ہے اور مسجد ہے۔ جہاں کہیں نماز کا وقت آیا اسی مٹی سے مسح کیا اور اسی مٹی پر نماز پڑھ لی۔ مجھ سے پہلے کے لوگ صرف اپنے گرجاؤں، کنیسوں اور مندروں ہی میں عبادت کرتے تھے۔ (۵) پانچویں یہ چیز کہ مجھ سے کہا گیا کہ ایک درخواست کی اجازت ہے مانگ لو۔ ہرنی نے مانگ لیا، میں نے اپنا سوال یوم قیامت پر اٹھا رکھا اور وہ تمہارے لئے ہے اور قائل توحید کے لئے ہے۔ ① اس کی اسناد بہت قوی اور جید ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میری امت سے کسی یہودی یا نصرانی نے میرے آنے کی خبر سن لی، مگر مجھ پر ایمان نہیں لایا تو جنت میں نہیں جاسکتا۔“ ② یہ حدیث صحیح مسلم میں ایک دوسری طرح سے ہے۔ ③ مگر سب کا مفہوم ایک ہی ہے۔

قول باری تعالیٰ ہے کہ آسمان وزمین کی بادشاہت اسی کی ہے وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”جس نے مجھے بھیجا وہ ہر شے کا خالق ہے رب ہے مالک ہے۔ مارنا اور زندہ کرنا اسی کی قدرت میں ہے۔“ حکم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے نبی امی پر ایمان لاؤ۔ اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں تم ان کا اتباع کرو ان پر ایمان لاؤ انہیں کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ کتب متقدمہ میں انہیں کی بشارت ہے اور کتب سابقہ میں نبی امی ہی کے الفاظ سے آپ کی تعریف کی گئی ہے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ جو اس پر اور اس کے کلمات پر ایمان لائے اور اس کی پیروی کرے تو صراطِ مستقیم کی طرف ہدایت پا جائے۔

بنی اسرائیل میں ایک جماعت حق پر تھی: [آیت: ۱۵۹] آگاہ فرمایا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایسے بھی لوگ ہیں جو امر حق کی پیروی کرتے ہیں حق کی رہبری کرتے ہیں اور عدل و انصاف حق کو سامنے رکھ کر کرتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا۔ ”اہل کتاب میں بھی ایک جماعت ہے جو راتوں کی گھڑیوں میں آیات اللہ کی تلاوت کرتی ہے اور نمازیں پڑھتی ہے۔ اور فرمایا کہ بعض اہل کتاب اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں۔ تم پر اور ان پر جو کچھ اترا ہے سب کو مانتے ہیں اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کرتے ہیں۔ دوسرے اہل کتاب کی طرح اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو روپے کے لالچ میں نہیں بیچتے۔ اللہ تعالیٰ کے پاس ان کو بڑا اجر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔ جن لوگوں کو ہم نے اس سے پہلے کتاب دی ہے وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور جب ان پر ہماری آیتیں تلاوت کی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم اس پر ایمان لائے یہ کلام حق ہے، ہم اب بھی مسلمان ہیں اس سے پہلے بھی مسلمان تھے۔ انہیں ان کے صبر کا وود فعا جر دیا جائے گا اور فرمایا کہ جنہیں کتاب دی گئی ہے وہ اس کا حق تلاوت ادا کرتے ہیں یہی مؤمن لوگ ہیں۔ اور فرمایا کہ وہ لوگ جنہیں اس سے پہلے علم دیا گیا ہے یعنی کتاب، جب یہ کتاب انہیں پڑھ کر سنائی جاتی ہے تو سر کے بل سجدے میں گر پڑتے ہیں اور سجدے میں ان کا خشوع و خضوع بہت بڑھ جاتا ہے۔ بنی اسرائیل نے جب اپنے انبیاء کو قتل کیا اور کفر اختیار کیا تو وہ بارہ گروہ تھے۔ ان میں سے

① احمد، ۳۰۱/۱؛ مسند الزوار، ۳۴۶۰، وسندہ ضعیف وفی الباب احادیث أخری مغنیة عنه، مجمع الزوائد، ۶۵۸/۸۔

② احمد، ۳۹۸/۴؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۲۴۱؛ مسند الطیالسی، ۵۰۹؛ حلیۃ الاولیاء، ۳۰۸/۴ وسندہ صحیح۔

③ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ، إلی جمیع الناس ونسخ المثل بملته ۱۵۳۔

وَقَطَعْنَاهُمْ اثْنَتَى عَشْرَةَ اَسْبَاطًا اُمَّبًا وَاَوْحَيْنَا اِلَى مُوسَى اِذَا اسْتَسْقَاهُ قَوْمَهُ
 اَنْ اَضْرِبَ بِعَصَاكَ الْحَجْرَ فَاَنْجَبْتَ مِنْهُ اِثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا قَدْ عَلِمَ كُلُّ
 اُنَاسٍ مَّشْرِبَهُمْ وَاَزَلَلْنَا عَلَيْهِمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْهِمُ الْمَنَّٰنَ وَالسَّلْوَى ط كُلُّوْا
 مِنْ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَاَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝ وَاذْقِيْلَ
 لَهُمْ اَسْكُنُوْا هٰذِهِ الْقَرْيَةَ وَاكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ وَقُولُوْا حِطَّةٌ وَاَدْخُلُوْا الْبَابَ
 سَجْدًا تَغْفِرْ لَكُمْ خَطِيْئَتَكُمْ سَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ
 قَوْلًا غَيْرَ الَّذِيْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ جُرَّازِيْنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ۝
 وَاَسْأَلُهُمْ عَنِ الْقَرْيَةِ الَّتِيْ كَانَتْ حَاضِرَةَ الْبَحْرِ اِذْ يَعْذُوْنَ فِي السَّبْتِ اِذْ
 تَأْتِيَهُمْ حِيَتَانُهُمْ يَوْمَ سَبْتِهِمْ شُرْعًا وَيَوْمَ لَا يَسِيْتُوْنَ لَا تَأْتِيَهُمْ كَذٰلِكَ
 نَبِّئُوْهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے ان بارہ خاندانوں میں تقسیم کر کے سب کی الگ الگ جماعت مقرر کر دی اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو حکم دیا جب کہ ان کی قوم
 نے ان سے پانی مانگا کہ اپنے عصا کو فلاں پتھر پر مارو پس فوراً اس سے بارہ چشمے پھوٹ نکلے۔ ہر شخص نے اپنے پانی پینے کا موقع معلوم
 کر لیا اور ہم نے ان پر بارہ کوسا یہ نکلن کیا اور ان کو تہنجین اور بنیریں پہنچائیں۔ کھاؤ نہیں چیزوں سے جو کہ ہم نے تم کو دی ہیں اور انہوں نے
 ہمارا کوئی نقصان نہیں کیا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے تھے۔ [۱۶۰] اور جب ان کو حکم دیا گیا کہ تم لوگ اس آبادی میں جا کر رہو اور کھاؤ اس
 سے جس جگہ تم رغبت کرو اور زبان سے یہ کہتے جانا کہ تو بہ ہے اور جھکے جھکے دروازہ میں داخل ہونا ہم تمہاری خطائیں معاف کر دیں گے جو
 لوگ نیک کام کریں گے ان کو مزید برآں اور دیں گے۔ [۱۶۱] سو بدل ڈال ان ظالموں نے ایک اور کلمہ جو خلاف تھا اس کلمہ کے جس کی ان
 سے فرمائش کی گئی تھی اس پر ہم نے ان پر ایک آفت سماوی بھیجی اس وجہ سے کہ وہ حکم کو ضائع کرتے تھے۔ [۱۶۲] اور آپ ان لوگوں سے اس
 بستی والوں کا جو کہ دریائے شور کے قریب آباد تھے اس وقت کا حال پوچھئے جب کہ وہ ہفتہ کے بارے میں حد سے نکل رہے تھے جب کہ ان
 کے ہفتہ کے روز تو ان کی پھیلیاں ظاہر ہو ہو کر ان کے سامنے آتی تھیں اور جب ہفتہ کا دن نہ ہوتا تو ان کے سامنے نہ آتی تھیں ہم ان کی
 اس طرح پر آزمائش کرتے تھے اس سبب سے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔ [۱۶۳]

= ایک گروہ بقیہ گیارہ کے عقائد سے بیزار تھا۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ ”اے اللہ! ہم میں اور ان میں تفریق کر
 دے۔“ تو اللہ تعالیٰ نے زمین کے اندران کے لئے ایک سرنگ پیدا کر دی وہ اس پر چلتے رہے یہاں تک کہ اسی راہ ملک چین میں جا
 نکلے۔ وہاں ہمارے موجد مسلمان تھے جو ہمارے ہی قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ہم نے اس کے بعد =

وَاذْ قَالَتْ أُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُونَ قَوْمًا لَا إِلَهَ مِثْلِكُمْ أَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا
شَدِيدًا قَالُوا مَعذِرَةٌ إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ ﴿١٦٣﴾ فَلَبَّا نَسُوا مَا ذُكِّرُوا بِهِ
أَجْبِنًا الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَنِ السُّوءِ وَأَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ بَیِّنٍ بِمَا
كَانُوا يَفْسُقُونَ ﴿١٦٤﴾ فَلَبَّا عَتَوْا عَنَّا نُحَاةً لِّمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿١٦٥﴾

ترجمہ: اور جب کہ ان میں سے ایک جماعت نے یوں کہا کہ تم ایسے لوگوں کو کیوں نصیحت کئے جاتے ہو جن کو اللہ تعالیٰ بالکل ہلاک کرنے والے ہیں یا ان کو سخت سزا دینے والے ہیں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہارے رب کے رو برو عذر کرنے کے لئے اور اس لئے شاید یہ ڈر جائیں۔ [۱۶۳] سو جب وہ اس امر کے تارک ہی رہے جو ان کو سمجھایا جاتا تھا تو ہم نے ان لوگوں کو تو بچالیا جو اس بری بات سے منع کیا کرتے تھے اور ان لوگوں کو جو کہ زیادتی کیا کرتے تھے ایک سخت عذاب میں پکڑ لیا بجز اس کے کہ وہ بے حکمی کیا کرتے تھے۔ [۱۶۵] یعنی جب وہ جس کام سے ان کو منع کیا گیا تھا اس میں حد سے نکل گئے تو ہم نے ان کو کہہ دیا کہ تم ہندو ذلیل بن جاؤ۔ [۱۶۶]

= بنی اسرائیل سے کہا کہ اب زمین پر رہو بسو۔ اور جب وعدہ آخرت آئے گا تو ہم تمہیں حاضر کریں گے۔ کہتے ہیں کہ سرنگ میں ڈیڑھ سال تک چلے رہے۔

[آیت: ۱۶۰-۱۶۳] ان تمام آیتوں کی تفسیر سورہ بقرہ میں گزر چکی ہے۔ وہ مدنی سورت ہے اور یہ سیاق آیت مکی ہے۔ ان آیتوں کو ان آیتوں کا فرق بھی ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

اصحاب سبت کی حیلہ سازی: اللہ پاک کا قول تھا ﴿وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِينَ اعْتَدُوا مِنكُمْ فِي السَّبْتِ﴾ یعنی تم ان لوگوں کو جانتے ہو جو سنپنجر کے دن کے بارے میں حد سے تجاوز کر گئے۔ اسی آیت کی روشنی میں یہاں کی آیت کی وضاحت ہو رہی ہے۔ اللہ پاک اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے کہ جو یہودی تمہارے پاس ہیں ان سے ان لوگوں کے واقعات دریافت کرو جنہوں نے امر اللہ ہی کی مخالفت کی۔ تو ان کی سرکشی کی کیسے اچانک سزا انہیں دی گئی۔ اور انہیں اس بات کے نتیجہ بد سے ڈراؤ جو تمہاری ان صفات کو چھپاتے ہیں جو اپنی کتابوں میں پاتے ہیں تاکہ دوسرے یہودیوں کو بھی اس عذاب سے سابقہ نہ پڑے جو ان کے اسلاف کو پڑا تھا۔ اس ہستی کا نام ایلہ تھا اور یہ بحر قزقم کے کنارے پر واقع تھی۔ اور اس آیت میں کہ ”ان ہستی والوں سے پوچھو جو سمندر کے کنارے رہتے ہیں۔“ جس ہستی کا ذکر ہے اس کا نام ازروئے بیان ابن عباس رضی اللہ عنہما ایلہ تھا۔ جو مدین اور طور کے درمیان واقع ہے اور یہ بھی قول ہے کہ اس کا نام معتا ہے اور وہ مدین اور یحییٰ ناکے درمیان ہے ﴿يَعْدُونَ﴾ کا مطلب ہے کہ وہ یوم سبت کے بارے میں حکم اللہ ہی کی مخالفت کرتے ہیں۔ اور اس دن تو وہ مچھلیاں آزادی کے ساتھ چڑھی آتی تھیں اور پانی پر پھیل جاتی تھیں۔ اور جب سنپنجر کا دن نہیں ہوتا تھا تو کنارے کے پانی تک ہرگز نہ آتیں۔ یہ ہم نے کیوں کیا؟ صرف اس لئے کہ ان کی فرماں برداری کو آزما سکیں کہ صید کی مخالفت والے روز تو مچھلیاں خلاف توقع زد میں رہتی اور جن دنوں شکار حلال ہے چھپ جاتیں۔ یہ ایک آزمائش تھی کیونکہ وہ طاعت اللہ تعالیٰ سے کوتاہی کرتے تھے۔ لیکن ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی حرمت کو توڑنے کے لئے مختلف طریقوں سے حیلے ڈھونڈے اور ممنوع کار تکاب کرنے کے لئے چور دروازے سے گھسنا چاہا۔ رحمت دو عالم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”تم نہ کرو جیسا کہ یہود نے کیا کہ حیلے سوچ سوچ

کجرام کو حلال کر لیا۔" ①

بنی اسرائیل کے تین گروہ اور فریضہ امر بالمعروف ونہی عن المنکر: [آیت: ۱۶۳-۱۶۶] ارشاد ہوتا ہے کہ یہ بستی والے اس خصوص کے اندر تین قسم کے ہو گئے۔ ایک تو وہ کہ ہفتہ کے روز مچھلیاں پکڑنے کا حیلہ اختیار کر کے ممنوع کا ارتکاب کیا۔ جیسا کہ سورہ بقرہ میں گزر چکا ہے۔ اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے ان مرتکبین گناہ کو منع کیا روکا اور اس فعل میں ان سے الگ رہے۔ اور تیسری وہ جماعت جو اس بارے میں بالکل خاموش رہی نہ خود ایسا کیا نہ کرنے والوں کو روکا بلکہ منع کرنے والوں سے کہا کہ "ایسے لوگوں کو نصیحت کرنے سے کیا فائدہ جنہیں اللہ تعالیٰ ہلاک کرنا اور عذاب دینا چاہتا ہے۔ تم جانتے ہو کہ یہ مستحق عذاب ہو گئے ہیں نصیحت کا کوئی اثر نہیں لیتے۔" تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہم تو معذور سمجھے جائیں گے کہ کیوں نہیں روکا تھا۔ کیونکہ اچھی باتیں سکھانا اور بری باتوں سے روکنا چاہیے۔ بعض نے ﴿مَعذِرَةٌ﴾ کے بجائے ﴿مَعذِرَةٌ﴾ پڑھا ہے۔ یعنی یہ معذرت ہے اور بعض نے ﴿مَعذِرَةٌ﴾ یعنی ہم معذرت کی خاطر انہیں روکتے ہیں اور کیا عجب کہ وہ اس فعل سے باز آ جائیں اور اللہ تعالیٰ کے پاس توبہ کر لیں۔ لیکن جب انہوں نے قبول نصیحت سے انکار کر دیا تو جو لوگ اس برائی سے انہیں روک رہے تھے ان کو تو ہم نے بچا لیا اور ان ارتکاب معصیت کرنے والے ظالموں کو ہم نے پکڑ لیا اور انہیں دردناک عذاب دیا۔ یہاں رد کئے والوں کی نجات اور گناہ گاروں کی ہلاکت بتائی گئی اور غیر جانب دار لوگوں کے بارے میں سکوت اختیار کر لیا گیا اس لئے کہ جزا ویسی ہی ہوتی ہے جیسا عمل ہوتا ہے اس لئے وہ نہ مستحق مدح ہوئے کیونکہ مدح کے قابل کام نہیں کیا تھا اور نہ مستحق مذمت ہوئے کیونکہ ارتکاب گناہ نہیں کیا تھا۔ پھر بھی امر کا اختلاف ہے کہ کیا ان کی نجات ہوئی ہوگی یا ہلاکت ہوئی ہوگی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مچھلیاں ہفتہ کے روز تو بہت آتیں لیکن دوسرے دنوں میں نہ آتیں۔ اس پر کچھ عرصہ گزرنے کے بعد ان میں سے بعض لوگ ہفتہ کے روز بھی مچھلیاں پکڑنے لگے تو بعض لوگوں نے ان سے کہا کہ اس روز تو مچھلیوں کا شکار حرام ہے۔ لیکن ان کی سرکشی قائم رہی۔ لیکن کچھ لوگ انہیں برابر منع کرتے رہے۔ جب اس پر بھی کچھ عرصہ گزر گیا تو روکنے والوں کی ایک جماعت نے ان اپنوں سے کہا کہ ان کم بختوں کو منع کرنے سے کیا فائدہ ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب متحقق ہو چکا ہے ان کو کیوں نصیحت کرتے ہو۔ یہ لوگ منع کرنے والوں کی بہ نسبت راہ الہی میں زیادہ غضبناک تھے۔ چنانچہ منع کرنے والوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے ہم معذرت کرتے ہیں۔ گویا یہ دونوں جماعتیں بھی منع کرنے والوں کی تھیں۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ کا غضب نازل ہوا ہے تو یہ دونوں جماعتیں توجہ نہیں گئیں اور یہ چور دروازے سے بھاگنے والے سرکش گنہگار بنا دیئے گئے۔

عکرمہ بن عبد اللہ کہتے ہیں کہ ایک دن میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس آیا وہ آبدیدہ تھے اور مصحف ان کی گود میں تھا۔ میں اس بات کو اہم سمجھ کر ان کے پاس گیا۔ آگے بڑھ کر ان کے پاس بیٹھ گیا اور پوچھا آپ کیوں رورہے ہیں۔ انہوں نے کہا قرآن کے یہ ورق رلا رہے ہیں۔ سورہ اعراف زیر تلاوت تھی، کہنے لگے ایلہ کیا ہے جانتے ہو؟ میں نے کہا ہاں وہ کہنے لگے ایلہ میں یہود لوگ بستے تھے انہیں ہفتہ کے روز مچھلی کے شکار کی ممانعت تھی ان کی آزمائش کے لئے مچھلیوں کو حکم ہوا کہ وہ صرف ہفتہ کے دن ہی نکلیں۔ ہفتہ کے دن دریا مچھلیوں سے پر رہتے تھے۔ تر و تازہ موٹی اور عمدہ بہ کثرت مچھلیاں پانی کے اوپر کودتی پھانسی رہتی تھیں۔ ہفتہ کے سوا دوسرے دنوں میں سخت کوشش کے بعد ملتی تھیں۔ کچھ دنوں تو یہ لوگ اللہ کے حکم ہی کی عظمت کرتے رہے اور انہیں پکڑنے سے رکے رہے۔ لیکن پھر شیطان نے ان کے دلوں میں یہ قیاس ڈال دیا کہ ممانعت تو ہفتہ کے روز مچھلیوں کے کھانے کی ہے تم ہفتہ کو انہیں پکڑ سکتے ہو لیکن کھا نہیں سکتے دوسرے روز کھا لینا۔ یہ خیال ایک جماعت کا ہو گیا۔ لیکن دوسری جماعت نے کہا کہ کھانے اور پکڑنے دونوں کی ممانعت

① یہ روایت ابن بطریق سے ضعیف ہے۔

ہے غرض یہ کہ اس بحث کے بعد جمعہ کا دن آیا تو یہ لوگ اپنی عورتوں اور بچوں کو لئے ہوئے نکلے۔ ان کی سیدھی طرف روکنے والی جماعت تھی جو ان سے الگ رہی اور بائیں طرف دوسری جماعت تھی جس نے خاموشی اختیار کر لی۔ سیدھی جانب والوں نے کہا ”دیکھو ہم تمہیں منع کرتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کے مستحق بن جاؤ۔“ اور بائیں طرف والوں نے کہا کہ ”ارے اس ہلاک ہونے والی اور مبتلائے عذاب ہونے والی قوم کو کیا نصیحت کر رہے ہو یہ کہیں ماننے والے ہیں؟“ اصحاب یمنین نے کہا اللہ تعالیٰ ہمیں معاف کرے اس لئے ہم روک رہے ہیں کہ شاید رک جائیں۔ ہماری تو دلی خواہش ہے کہ وہ گرفتار عذاب نہ ہوں اگر وہ باز نہ آئے تو اللہ تعالیٰ معاف کرے۔ لیکن وہ لوگ خطا پر قائم رہے تو انہوں نے کہا اے دشمنان رب آخر تم نے نہ مانا۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم کو تو اندیشہ ہے کہ تم کو دن بھی نہ نکلے گا یا تو زمین میں دھنسا دیئے جاؤ گے یا پتھر برس پڑیں گے یا ایسا ہی کوئی اور عذاب یہ منع کرنے والے اور چپ رہنے والے عذاب اللہ سے ڈر کر شہر سے باہر ہی رہ گئے۔ اور یہ گنہگار شہر کے اندر رہے شہر پناہ کا دروازہ اندر سے لگا لیا اب باہر رہنے والے صبح ہی فصیل کے دروازے پر پہنچے۔ لوگ باہر نکلے ہوئے نہیں تھے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔ بہت کچھ کھٹکھٹایا آوازیں دیں، لیکن کچھ جواب نہ ملا۔ اب فصیل کہ دیوار کے اوپر بیڑھیاں لگا کر چڑھے دیکھا کہ یہ سب بند رہے ہوئے ہیں ان کی لمبی لمبی دیں ہیں۔ اب شہر پناہ کا دروازہ کھولا اندر داخل ہوئے۔ ان بندروں نے اپنے عزیزوں کو پہچان لیا لیکن انسانوں نے اپنے عزیز بندروں کو نہیں پہچانا۔ یہ بندر نزدیک آتے ان کے پاؤں پر لوٹے تو انسان ان سے کہتے کہ کیا ہم تم کو منع نہیں کرتے تھے تو سر ہلا کر کہتے کہ ہاں۔“

پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہ آیت پڑھی ”جب انہوں نے نصیحت نہیں مانی تو منع کرنے والوں کو ہم نے بچالیا اور ظالموں کو مبتلائے عذاب کر دیا۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ”منع کرنے والوں کو تو میں جانتا ہوں کہ نجات پا گئے لیکن دوسروں کے بارے میں ایسا نہیں سمجھتا مصیبت تو یہ ہے کہ ہم بھی لوگوں کو گناہ کرتے ہوئے دیکھتے ہیں لیکن انہیں کچھ نہیں کہتے، تو عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کہا میں آپ پر فدا یہ دوسرے بھی تو ان گنہگاروں سے بہت ناراض تھے اور ان کی مخالفت کرتے تھے اور کہتے تھے کہ اس ہلاک ہونے والی قوم کو نصیحت کر کے کیا کرو گے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ عذاب میں شریک نہیں بنائے جاسکتے۔ تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خوش ہو کر مجھے دو اچھے کپڑے انعام میں دیئے۔ ① کہتے ہیں کہ پھلیاں ہفتہ کے روز ساحل پر بہت دکھائی دیتیں اور جب شام ہو جاتی تو دوسرے ہفتہ کے آنے تک نہ دکھائی دیتیں۔ ایک وقت ایک آدمی جال ڈوریاں اور میٹھی لے کر گیا اور وہاں لگا دیا ایک بڑی سی پھلیاں ہفتہ کے روز اس میں لگ گئی اور ہفتہ کا دن گزرنے پر جب اتوار کی رات آئی تو یہ پھلی پکڑ کر اور بھون کر کھانے لگا۔ پھلی کی بو پا کر لوگ اس کے پاس دوڑ آئے۔ اس سے پوچھا اس نے انکار کیا۔ اور جب بہت اصرار کیا تو کہہ دیا کہ اس نے ایک پھلی پکڑی تھی۔ اور جب دوسرا ہفتہ آیا تو پھر ایسا ہی کیا اور شب یک شب میں اس کو بھون کر کھایا۔ لوگوں نے پھلی کی خوشبو پائی تو پھر آ کر پوچھا۔ تو کہا تم بھی ایسا ہی کرو جیسا میں کرتا ہوں۔ کہا تو کیا کرتا ہے۔ اس نے انہیں اپنا حیلہ بتایا۔ تو دوسرے لوگ بھی اس حیلے پر عمل کرنے لگے۔ حتیٰ کہ یہ بات بہت عام ہو گئی۔ ان کا ایک شہر تھا اس کو ربض کہتے تھے۔ اس شہر کا دروازہ رات میں بند کر لیا کرتے تھے۔

چنانچہ رات ہی رات میں ان کی صورتیں سب ہو گئیں۔ ان کے پڑوس کے وہ بیہاتھی جو ان کی ہستی کے اطراف ہی رہتے تھے اور صبح طلب معاش میں شہر کے اندر جاتے تھے تو دروازے کو بند پایا آوازیں دیں جواب نہ ملا۔ دیوار کے اوپر چڑھ کر دیکھا تو وہ بند رہن چکے تھے نزدیک آ رہے تھے اپنے لوگوں سے پت رہے تھے۔ سورہ بقرہ میں اس کی تفصیل ہم نے بیان کر دی ہے۔ وہاں دیکھ لینا کافی ہے۔

وَإِذْ تَأَذَّنَ رَبُّكَ لِيُبْعَثَنَّ عَلَيْهِمْ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ مَنْ يَسُومُهُمْ سُوءَ الْعَذَابِ ط
 إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ ۖ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَقَطَعْنَا فِي الْأَرْضِ أُمَّمَاءَ
 مِنْهُمْ الصَّالِحُونَ وَمِنْهُمْ دُونَ ذَلِكَ وَبَلَّوْنَهُمْ بِالْحَسَنَاتِ وَالسَّيِّئَاتِ لَعَلَّهُمْ
 يَرْجِعُونَ ۝ فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَرِثُوا الْكِتَابَ يَأْخُذُونَ عَرَضَ هَذَا الْأَدْنَى
 وَيَقُولُونَ سَيُغْفَرُ لَنَا وَإِنْ يَأْتِهِمْ عَرَضٌ مِثْلَهُ يَأْخُذُوهُ ط أَلَمْ يُؤْخَذْ عَلَيْهِمْ
 مِيثَاقُ الْكِتَابِ أَنْ لَا يَقُولُوا عَلَى اللَّهِ إِلَّا الْحَقَّ وَدَرَسُوا مَا فِيهِ ط وَالذَّارِ الْأُخْرَى
 خَيْرٌ لِلَّذِينَ يُتَّقُونَ ط أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝ وَالَّذِينَ يَبْسُكُونَ بِالْكِتَابِ وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ ط
 إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ الْمُصْلِحِينَ ۝

تفسیر: اور وہ وقت یاد کرنا چاہئے کہ آپ کے رب نے یہ بات بتلا دی کہ وہ ان یہود پر قیامت تک ایسے شخص کو ضرور مسلط کرتا رہے گا جو ان کو سزا دے
 شدیدی تکلیف پہنچاتا رہے گا۔ بلاشبہ آپ کا رب واقعی جلدی ہی سزا دے دیتا ہے اور بلاشبہ وہ واقعی بڑی مغفرت اور بڑی رحمت والا ہے۔ [۱۶۷]
 اور ہم نے دنیا میں ان کی مختلف جماعتیں کر دیں بعض ان میں نیک تھے اور بعض ان میں اور طرح تھے اور ہم ان کو خوش حالیوں اور بد حالیوں سے
 آزما تے رہے کہ شاید باز آ جائیں۔ [۱۶۸] پھر ان کے بعد ایسے لوگ ان کے جانشین ہوئے کہ کتاب کو ان سے حاصل کیا اس دنیائے
 فانی کا مال متاع لے لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہماری ضرور مغفرت ہو جائے گی حالانکہ اگر ان کے پاس دیسا ہی مال متاع آنے لگے تو اس
 کو لے لیتے ہیں کیا ان سے اس کتاب کے اس مضمون کا عہد نہیں لیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف بجز حق بات کے اور کسی بات کی نسبت نہ کریں
 اور انہوں نے اس کتاب میں جو کچھ تھا اس کو پڑھ لیا اور آخرت والا گھران لوگوں کے لئے بہتر ہے جو پرہیز رکھتے ہیں پھر کیا تم نہیں
 سمجھتے! [۱۶۹] اور جو لوگ کتاب کے پابند ہیں اور نماز کی پابندی کرتے ہیں ہم ایسے لوگوں کا جو اپنی اصلاح کریں ثواب ضائع نہ کریں گے۔ [۱۷۰]

دوسرا قول ایک یہ بھی ہے کہ ساکت رہنے والے لوگ بھی عذاب میں مبتلا ہوئے تھے۔ کیونکہ یہ لوگ انہیں بھونکتے اور کھاتے
 دیکھ کر بھی منع نہیں کرتے تھے۔ صرف ایک جماعت نے منع کیا تھا۔ حتیٰ کہ ان کا یہ عمل عام طور پر تقلید کیا جانے لگا۔ تو ان بعض لوگوں
 نے کہا کہ کیوں ان ظالموں کو منع کرتے ہو انہیں عذاب شدید سے سابقہ پڑنے والا ہے ہم تو ان کے اس عمل سے سخت ناراض ہیں۔
 ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ تین فریق تھے ان میں سے صرف منع کرنے والے بچے باقی دونوں مبتلائے عذاب ہوئے۔ لیکن عکرمہ رضی اللہ
 کے کہنے کے بعد پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے اپنے قول سے گویا رجوع کر لیا، کیونکہ انہیں انعام میں حلو اور لباس دیا۔ اور اس قول سے تو یہ
 رجوع والا قول بہتر ہے کہ سکوت اختیار کرنے والے لوگ بھی نجات پا گئے تھے۔ اور قول باری ﴿أَخَذْنَا الَّذِينَ ظَلَمُوا بِعَذَابٍ
 بَیِّنٍ﴾ سے اس بات پر دلالت ہوتی ہے کہ ان کے سوا دوسرے دو قسم کے جو لوگ بچ گئے انہیں ضرور نجات مل گئی ہوگی۔
 ﴿بَیِّنٍ﴾ کے معنی شدید کے ہیں یا الیم کے ہیں یا دردناک ہیں یہ سب معنی آپس میں متقارب ہیں وَاللَّهِ أَعْلَمُ۔

﴿خَاسِيَيْنَ﴾ کے معنی ذلیل و حقیر کے ہیں۔

یہودیوں کی پوری تاریخ ذلت اور رسوائی ہے: [آیت: ۱۶۷-۱۷۰] ﴿تَأَذِّنْ﴾ بروزن (تَفَعَّلَ) اذان سے مشتق ہے یعنی حکم دیا یا معلوم کرایا۔ اور چونکہ اس آیت میں قوت کلام کی شان ہے اس لئے ﴿يَسْعَنَ﴾ کا (ل) معنائے قسم کا فائدہ دے رہا ہے اس لئے (ل) کے بعد ہی ﴿يَسْعَنَ﴾ لایا گیا۔ ﴿هُم﴾ کی ضمیر یہودیوں کی طرف ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے حکم لگا دیا ہے کہ ان یہودیوں پر قیامت تک برا عذاب نازل رہے گا۔ یعنی ان کے عصیان و مخالفت اور ہر بات میں حیلہ جوئی کے سبب انہیں ذلت و حقارت کا عذاب ملتا رہے گا۔ کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان پر سات یا تیرہ سال تک خراج لگا رکھا تھا۔ اور سب سے پہلے خراج آپ ہی نے لگایا۔ پھر ان یہودیوں پر یونانیوں، کشدانیوں، کلدانیوں کا تسلط رہا۔ پھر نصرانیوں کے تحت غضب رہے وہ انہیں ذلیل کرتے رہے جزیہ اور خراج لیتے رہے۔ اسلام آیا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر اپنا غلبہ رکھا۔ وہ وہی تھے جزیہ دیتے تھے۔ پھر آخر کار وہ دجال کے مددگار بن کر نکلیں گے لیکن مسلمان ان کو قتل کر دیں گے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس غرض میں مسلمانوں کا ساتھ دیں گے۔ یہ سب قرب قیامت کے وقت ہو گا۔ قولہ ﴿إِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيعُ الْعِقَابِ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ گنہگاروں سے بہت جلد بدلہ لینے والا ہے۔ لیکن وہ بڑا بخور و رحیم ہے جو توبہ کرتا ہے وہ اسے بخش دیتا ہے۔ یہاں بھی وہی بات ہے کہ عذاب اور رحمت دونوں کا ذکر ساتھ ساتھ ہے تاکہ عذاب سے ڈرانے کے سبب لوگ یا اس میں جتلا نہ ہو جائیں۔ اس لئے ترغیب و ترہیب دونوں ساتھ ہیں تاکہ لوگ خوف ورجا کے درمیان رہیں۔

یہود و نصاریٰ کے رشوت خور علما اور قاضی: ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو گروہ درگروہ کر کے دنیا میں پھیلا دیا۔ جیسا کہ فرمایا کہ ”اس کے بعد ہم نے بنی اسرائیل سے کہا کہ زمین پر سکونت پذیر ہو جب آخرت کا دن آئے گا تو ہم پھر تم سب کو جمع کر لیں گے۔ اس بنی اسرائیل میں اچھے لوگ بھی ہیں اور وہ بھی جو اچھے نہیں جیسا کہ جن کہتے تھے کہ ہم میں صالح جن بھی ہیں اور غیر صالح بھی ہمارے بھی مختلف فرقے ہوتے ہیں۔ ہم نے انہیں راحت و آرام کا زمانہ اور خوف و بلا کا زمانہ دے کر دونوں طرح آزمایا تاکہ وہ عبرت حاصل کر کے برے کاموں سے باز آجائیں۔ پھر فرمایا کہ اس کے بعد ان کے جانشین ایسے ناخلف ثابت ہوئے کہ کتاب کے وارث بننے کے باوجود اس دنیا کی تھوڑی سی دولت و شان شوکت کو ترجیح دیتے ہیں۔ ان جانشینوں میں کوئی خیر نہیں یہ تو برے۔ تو صرف آپ ہی پڑھنے کے وارث بن گئے دوسروں کو پڑھایا نہیں۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”اس سے نصاریٰ مراد ہیں بلکہ یہ آیت تو اور بھی عام تر ہے نصاریٰ اور غیر نصاریٰ سب حق بات کو بیچتے ہیں اور اس سے دنیاوی کمائی حاصل کرتے ہیں اور اپنے نفس کو یوں بہلا لیتے ہیں کہ پھر توبہ کر لیں گے۔ لیکن اسی جیسی دوبارہ کوئی وجہ پیدا ہوگی تو پھر حسب سابق دنیا کے عوض دین کو بیچ دیا آیتوں میں تحریف کر دی غلط مسئلہ اور غلط فتویٰ بتا دیا دنیاوی جو چیز بھی حاصل کرنے کے صورت پیدا ہوگی پھر نہ حلال کو دیکھنا نہ حرام کو لے لیا اور پھر توبہ کرنے کو بیٹھ گئے۔ توبہ کی اللہ تعالیٰ سے مغفرت مانگی اور پھر دنیا کا کوئی مال سامنے آیا تو پھر ان کے قدم ڈگمگائے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم یہ بڑے ناخلف لوگ تھے۔ انبیاء علیہم السلام کے بعد یہی لوگ توریت و انجیل کے وارث تھے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے کتاب میں ان سے عہد بھی لے لیا تھا۔“ اور ایک دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے کہ ان اچھے لوگوں کے بعد ایسے برے جانشین آئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اللہ تعالیٰ سے دور دراز امیدیں باندھ رکھیں اور اپنے نفس کو دھوکا دیتے گئے ❶ دنیا کمانے کا موقع آیا تو پھر کچھ نہ دیکھا کوئی چیز گناہ کے ارتکاب سے انہیں نہ روک سکی جو ملا کھا گئے نہ حلال کی پروا کی نہ حرام کی۔ بنو اسرائیل کا جو قاضی ہوتا تھا وہ مرثی ہوتا تھا ان =

وَاذْتَنَنَّا الْجِبَلَ فَوْقَهُمْ كَأَنَّهُ ظِلَّةٌ وَظَنُّوا أَنَّهُ وَاقِعٌ بِهِمْ ۗ خُذُوا مَا آتَيْتُمْ بِقُوَّةٍ

وَاذْكُرُوا مَا فِيهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ۷

ترجمہ: اور وہ وقت بھی قابل ذکر ہے جب ہم نے پہاڑ کو اٹھا کر چھت کی طرح ان کے اوپر معلق کر دیا اور ان کو یقین ہوا کہ اب ان پر گرا اور کہا کہ قبول کرو جو کتاب ہم نے تم کو دی ہے مضبوطی کے ساتھ اور یاد رکھو جو احکام اس میں ہیں جس سے توقع ہے کہ متقی بن جاؤ۔ [۱۷۱]

= کے اچھے لوگ اس رشوت خوار حاکم کو نکال کر دوسرے کو لاتے۔ اس کو تاکید رہتی کہ رشوت لے کر مقدمات کا فیصلہ نہ کیا کرے۔ وہ وعدے و وعید کر کے جب قاضی اور جج بن جاتا تو دونوں ہاتھوں سے رشوت لینے لگتا اور کہتا کہ ارے اللہ بخشے والا ہے۔ دوسرے اس پر اعتراض اور طعن تشنیع کرنے لگتے۔ لیکن جب یہ رشوت خوار مر جاتا یا معزول کر دیا جاتا اور یہی طعن کرنے والا قاضی بنا دیا جاتا تو یہی شخص آپ رشوت لینے لگتا۔ اسی لئے اللہ پاک فرماتا ہے کہ دنیا ان کے پاس آئی اور انہوں نے اسے سینٹا شروع کر دیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا کتاب میں ان سے عہد نہیں لے لیا گیا تھا کہ حق بات کے سوا کوئی دوسری بات اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب نہ کرنا۔ عہد یہ لیا گیا تھا کہ لوگوں کو حق بات کی تلقین کیا کرنا اور امر حق کو چھپانا نہیں۔ لیکن انہوں نے اس حکم کو پس پشت ڈال دیا اور تھوڑے سے رویوں کی خاطر آیتوں میں تحریف کر دی یا ان کا غلط مطلب نکال لیا۔ ان کی یہ کمائی کیا بری کمائی ہے ① وہ اللہ تعالیٰ سے تمنا رکھتے ہیں گناہوں کی بخشش کی، بخشش کی آرزو تو رکھتے ہیں مگر گناہوں کو چھوڑتے نہیں، توبہ پر قائم رہتے نہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہو تو دار آخرت تمہارے لئے بہتر ہے دنیا پر کیوں جان دیئے جاتے ہو کیا اتنی سی بات سمجھتے نہیں۔ اللہ پاک بڑے اجر کی ترغیب دے رہا ہے اور گناہوں کے نتیجہ بد سے ڈر رہا ہے۔ یہ دین بیچنے والوں کو کیا ذرا بھی عقل نہیں پھر اللہ پاک ان لوگوں کی تعریف فرماتا ہے جنہوں نے کتاب ربانی سے تمسک کر رکھا ہے جو انہیں اتباع محمد ﷺ کی طرف بلا رہی ہے اور یہ چیز ان کی کتاب توریت و انجیل میں درج ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ جو کتاب ربانی کو تھامے ہوئے ہیں اس کے اوامر و نواہی پر عمل کرتے ہیں، گناہوں سے باز رہتے ہیں، نمازیں پڑھتے ہیں تو ہم ان کے اجر کو ضائع نہیں کریں گے۔

بنی اسرائیل کے سروں پر پہاڑ اور ان کا رویہ: [آیت: ۱۷۱] اور جب کہ ہم نے ان کے سروں پر پہاڑ کو مثل سائبان کے لٹکا دیا جیسا کہ ﴿وَرَدَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّورَ﴾ ② سے ظاہر ہے۔ اس پہاڑ کو فرشتوں نے ان کے سروں پر لاکھڑا کیا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام ان کو اراض مقدس کی طرف لے چلے اور غصہ فرو ہو جانے کے بعد تختیاں اٹھائیں اور فریضہ تبلیغ سے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم انہیں سنایا تو انہیں گراں گزر اور تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کے سروں پر پہاڑ لاکھڑا کیا جیسے کہ سروں پر چھت ہو اور ملائکہ اس کو تھامے ہوئے تھے اور کہا گیا کہ دیکھو یہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے احکام ہیں اس میں حلال و حرام اور امر و نہی کا ذکر ہے قبول کرتے ہو یا نہیں؟ وہ کہنے لگے سنائیے کیا احکام ہیں۔ اگر یہ فرائض اور حدود آسان تر ہیں تو ضرور قبول کر لیں گے۔ نبی موسیٰ علیہ السلام نے کہا جو کچھ بھی ہو قبول کر لو۔ انہوں نے کہا نہیں جب تک کہ ہم واقف نہ ہو جائیں کہ کیا حدود و فرائض ہیں، کیسے قبول کر لیں۔ کئی دفعہ یہ سوال جواب رہے۔ آخر کار پہاڑ کو اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر آسمان میں اڑتا ہوا ان کے سروں پر چھا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا رب عزوجل جو کچھ فرماتا ہے مانتے ہو کہ نہیں اگر توریت اور اس کے احکام کو نہیں مانو گے تو تمہارے سروں =

وَإِذْ أَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنفُسِهِمْ ۗ
 أَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوا بَلَىٰ ۗ شَهِدْنَا ۗ أَنْ تَقُولُوا يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّا كُنَّا عَنْ هَذَا
 غَافِلِينَ ۗ أَوْ تَقُولُوا إِنَّمَا أَشْرَكَ آبَاؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ ۗ
 أَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُونَ ۗ وَكَذَلِكَ نَقُصِّلُ الْآيَاتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۗ

ترجمہ: اور جب آپ کے رب نے اولاد آدم کی پشت سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان ہی کے متعلق اقرار لیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ سب نے جواب دیا کہ کیوں نہیں ہم سب گواہ بنے ہیں تاکہ تم لوگ قیامت کے روز یوں نہ کہنے لگو کہ ہم تو اس سے محض بے خبر تھے۔ [۱۷۲] یا یوں کہنے لگو کہ شرک تو ہمارے بڑوں نے کیا اور ہم ان کے بعد ان کی نسل میں ہوئے سو کیا ان غلط راہ والوں کے فعل پر آپ ہم کو ہلاکت میں ڈال دیتے ہیں [۱۷۳] ہم اسی طرح آیات کو صاف صاف بیان کیا کرتے ہیں اور تاکہ وہ باز آجائیں۔ [۱۷۴]

== پر پہاڑ گر پڑے گا۔ جب انہوں نے دیکھ لیا کہ پہاڑ گرا ہی چاہتا ہے تو سجدے میں بائیں رخ پر گر پڑے اور سیدھی آنکھ سے نکلیوں کے طور پر پہاڑ کو دیکھ رہے تھے کہ کہیں گر تو نہیں رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج تک یہودی جب بھی سجدہ کرتے ہیں اپنے بائیں رخ پر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ وہ سجدہ ہے جو رفیع عذاب کی یادگار ہے۔ ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام نے الواح پھینک دیئے تھے جو اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے اور اس کے ہاں کی تحریر کردہ تھی تو زمین کا ہر پہاڑ ہر درخت ہر پتھر لرزاٹھا اور جنبش میں آ گیا۔ یہی وجہ ہے کہ ہر یہودی جب تو ریت پڑھتا ہے تو اپنا سر ہلانے اور جھومنے لگتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”وہ اپنے سر ہلانے لگتے ہیں“۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

عالم ارواح اور ایک وعدہ: [آیت: ۱۷۲-۱۷۳] ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آدم کی ذریت کو ان کی پشت سے روز ازل میں باہر نکالا اور انہوں نے اپنے نفوس پر آپ گواہی دے لی کہ اللہ ہمارا رب اور مالک ہے اللہ وہی ہے اور کوئی نہیں۔ چنانچہ یہی اعتراف فطرت انسانی ہے اور یہی ان کی جبلت ہے۔ جیسا کہ فرمایا کہ تم اپنی پوری توجہ دین حق کی طرف قائم رکھو۔ اللہ تعالیٰ نے اسی فطرت پر انسان کی جبلت بنائی ہے اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو جس طرح پیدا کر دیا وہ اسی طرح قائم رہے گی اس میں تبدیلی نہیں ہوگی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر مولود اور ہر مخلوق اپنی فطرت پر پیدا ہوئی ہے۔ ① نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں نے اپنے بندوں کو شرک سے بٹا کر پیدا کیا ہے لیکن شیاطین آتے ہیں اور دین حق سے اس کو پھیر دیتے ہیں اور میں نے جو حلال رکھا ہے اس کو حرام کر دیتے ہیں۔“ ② اور ایک روایت میں ہے کہ ”ہر مولود اسی مذہب اسلام پر پیدا ہوتا ہے لیکن اس کے ماں باپ اس کو یہودی نصرانی اور مجوسی بنا دیتے ہیں۔ جیسے کہ موسیٰ بھلے چنگے پیدا ہوتے ہیں کیا کوئی کان کٹا پیدا ہوتا ہے لیکن ان کے کان کاٹ کر ان کو بگاڑ دیتے ہیں۔“ ③ اسود بن سمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ چار غزوات میں شریک رہا۔ مجاہدین

① صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قبل فی اولاد المشرکین ۱۳۸۵ صحیح مسلم ۲۶۵۸۔

② صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التي يعرف بها فی الدنيا..... ۲۸۶۵-احمد، ۴/۲۶۶۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الروم باب ﴿لا تبدل لخلق الله﴾ ۴۷۷۵؛ صحیح مسلم ۲۶۵۸؛ ترمذی ۲۱۳۸؛

نے کافروں کو قتل کر کے ان کے بچوں کو پکڑ لیا۔ اس کی خبر حضور کو ملی۔ آپ ﷺ کو یہ حرکت بہت ناگوار گزری، کہنے لگے: ”لوگوں کو کیا ہوا بچوں کو پکڑ رہے ہیں۔“ کسی نے کہا: ”یا رسول اللہ! کیا یہ مشرکین کے بچے نہیں ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ”تم میں سے اچھے سے اچھے لوگ بھی تو مشرکین ہی کی اولاد ہیں۔ کوئی جان ایسی نہیں جو بنائے اسلام پر پیدا نہ ہوتی ہو اور وہ مسلمان ہی رہتی ہے حتیٰ کہ وہ ماں باپ کی زبان سیکھتے ہیں اور ماں باپ انہیں نصرانی یا یہودی بنا دیتے ہیں۔“ ① احادیث میں وارد ہے کہ آدم علیہ السلام کی صلب سے ذریت لی گئی اور انہیں یا تو اصحاب یمین یا اصحاب شمال بنایا اور ان سے گواہی لی گئی کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا رب ہے۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی مکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”بہ روز قیامت ایک دوزخی سے پوچھا جائے گا کہ بتاؤ تو اگر ساری زمین اور اس کے املاک تمہاری ملک ہوں اور تم سے کہا جائے کہ فدیہ میں یہ سب دے کر کیا نجات حاصل کرو گے؟ تو وہ کہے گا یقیناً ایسا کروں گا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تو تم سے اس سے بہت ہی کم کا مطالبہ کیا تھا۔ میں نے آدم علیہ السلام کی پشت ہی میں تم سے عہد لے لیا تھا کہ کسی کو میرا شریک نہ بناؤ گے لیکن تم شریک کر بیٹھے۔“ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ مقام نعمان میں بروز عرفہ ریحوں سے وعدہ لیا گیا تھا اور آدم علیہ السلام کی صلب سے نکال کر انہیں ذروں کی طرح پھیلا دیا گیا تھا اور ان سے یوں گفتگو ہوئی تھی کہ ”بتاؤ! کیا میں تمہارا رب نہیں؟“ سب ریحیں کہنے لگیں ”کیوں نہیں ضرور۔“ ③ جریر سے روایت ہے کہ ضحاک بن مزاحم کا لڑکا مر گیا جو صرف چھ دن کا تھا۔ تو ضحاک نے کہا کہ اے جابر جب تم اس کو لحد میں رکھو تو اس کا چہرہ قبر میں کھلا رکھنا کیونکہ بچے کو بٹھایا جائے گا اور اس سے سوال بھی ہوگا۔ چنانچہ میں نے ایسا ہی کیا۔ فارغ ہونے کے بعد میں نے ضحاک سے پوچھا کہ تمہارے بچے سے کیا پوچھا جانے والا ہے اور کون پوچھے گا؟ تو کہا اس سے میثاق ازل کے بارے میں سوال ہوگا۔ جب کہ صلب آدم میں ریحوں سے اقرار عبودیت لیا گیا تھا۔ میں نے پوچھا کہ وہ کیا اقرار ہے؟ کہا کہ اللہ تعالیٰ نے جب صلب آدم کو چھوا تو اس سے وہ ریحیں نکل پڑیں جو قیامت تک نسل آدم سے ہونے والی ہیں۔ پھر ان سے وعدہ لیا گیا کہ عبادت صرف اللہ تعالیٰ کی کریں گے اور کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ پھر اللہ پاک ان ریحوں کے رزق کا کفیل بنا اس کے بعد صلب آدم میں انہیں واپس کر دیا گیا۔ جب تک یہ اہل میثاق پیدا ہوتے رہیں گے قیامت نہیں آئے گی۔ اب ان میں سے جس کو میثاق آخر سے سابقہ پڑے گا اور وہ اس کو بہ طریق احسن پورا کرے گا تو اسی کو میثاق اول بھی نفع دے سکتا ہے اور جو میثاق آخر میں کامیاب نہیں اس کو میثاق اول بھی نفع بخش ثابت نہیں ہو سکتا اور جو بچپن ہی میں مر گیا قبل اس کے کہ میثاق آخر کی نوبت آئے اور دنیا میں اچھے اچھے کام انجام دئے، تو سمجھا جائے گا کہ وہ میثاق اول یعنی ازل کے وعدہ پر قائم تھا جو بر بنائے فطرت اسلام ہے۔ اس تمام تحریر سے پتہ چلتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ان تمام باتوں سے بخوبی واقف تھے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

نبی معظم ﷺ نے فرمایا کہ ”جب اللہ تعالیٰ نے بنی آدم سے ذریات نکالے تو اس طرح ذریات نکلے جیسے کنگھی کرنے میں بال کنگھی کے اندر ہو جاتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ نے ان سے پوچھا ”کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟“ تو ریحوں نے کہا کہ تو ضرور ہمارا رب ہے۔ فرشتے کہنے لگے کہ ہم گواہ ہیں کہ قیامت کے روز کہیں تم یہ نہ کہہ بیٹھو کہ ہمیں تو اس کا کوئی علم نہیں۔“ ④

- ① احمد، ۴۳۵/۳ وسندہ ضعیف، وصححه الحاكم، ۱۲۳/۲ ووافقہ الذہبی، السنن الکبریٰ للنسائی، ۸۶۱۶؛ بدون ذکر الآیة۔ ② صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب خلق آدم وذریته ۳۳۳۴؛ صحیح مسلم، ۲۸۰۵؛ احمد، ۱۲۷/۳؛ مستدابی یعلیٰ، ۴۱۸۶۔ ③ احمد، ۲۷۲/۱ وسندہ حسن، السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۹۱؛ حاکم، ۲۷۱/۱ وصححه ووافقہ الذہبی۔ ④ الطبری، ۲۳۲/۱۳۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے ان کی پینچہ پر سے جب ہاتھ پھیرا تو ذریعات نکلتا شروع ہو گئے۔ تو فرمایا کہ فلاں فلاں تو جنتی ہیں کیونکہ اہل جنت ہی کا ساعل کریں گے اور یہ دوزخی ہیں کیونکہ اہل نار کا ساعل کریں گے۔“ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! جب یہ وہیں طے ہو چکا ہے تو پھر عمل کا کیا مقصد رہا؟ تو فرمایا: ”کہ اللہ تعالیٰ کا وہی بندہ جنت کے لئے پیدا ہوا ہے جس کے عمل جنتیوں کے سے ہوں گے اور سمجھو کہ دوزخی وہی ہے جو دوزخیوں کے سے کام کرے اور اسی عمل بد پر قبل از تو بہ اس کا دم ٹوٹے۔“ ①

نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ ”جب روحیں صلب آدم سے ظاہر ہوئیں تو ہر انسان کے ماتھے پر ایک روشنی چمک رہی تھی۔ اس تمام نسل کو آدم علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا اے رب! یہ کون ہیں؟ فرمایا گیا یہ سب تمہاری نسل ہے۔ ایک شخص کے چہرے پر بہت زیادہ روشنی تھی۔ پوچھا یا رب یہ کون ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک عرصہ دراز کے بعد تمہاری نسل سے ایک شخص ہوگا جس کو داؤد کہیں گے۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا یا رب! اس کی کیا عمر ہوگی؟ کہا ساتھ برس۔ تو آدم علیہ السلام نے کہا یا رب! میں نے اپنی عمر میں سے چالیس سال اس کو دے دیئے۔ لیکن جب آدم علیہ السلام کی عمر ختم ہو گئی ملک الموت آئے تو آدم علیہ السلام نے کہا کہ ابھی سے کیوں آ گئے ابھی تو چالیس سال میری عمر کے باقی ہیں۔ تو کہا گیا کہ یہ چالیس سال کیا تم نے اپنے بیٹے داؤد کو نہیں دے دیئے تھے۔ تو آدم علیہ السلام نے انکار کیا چنانچہ ان کی نسل میں بھی انکار کی خوبڑ گئی اور چونکہ آدم علیہ السلام بھول گئے تھے اس لئے بھول چوک بھی اولاد آدم کی خصلت بن گئی اور آدم علیہ السلام سے چونکہ خطا سرزد ہو گئی تھی اس لئے خطا کرنا بھی اولاد آدم کی فطرت ہے۔ ② جب آدم علیہ السلام نے اپنی ذریت کو دیکھا تھا تو ان میں بیمار بھی تھے جذامی اور برص والے بھی تھے اندھے وغیرہ بھی تھے۔ آدم علیہ السلام نے کہا یا رب! یہ ایسے کیوں بنا دیئے گئے۔ فرمایا تاکہ انسان ہر حال میں میرا شکر کرے۔ آدم علیہ السلام نے پوچھا یا رب! یہ کون ہیں جو سرتاپا نور ہیں؟ کہا گیا یہ انبیاء علیہم السلام ہیں۔“

حضور اکرم ﷺ سے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اعمال از سر نو نتیجہ آور ہیں یا جو کچھ طے ہو گیا سو ہو گیا۔ فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے ذریت نکالی پھر انہیں کی اپنی زبان سے تو حید اللہ کی گواہی لی پھر وہ مٹھیاں ان سے بھریں اور کہا یہ تو مٹھیرے جنتی اور وہ مٹھیرے دوزخی۔ ③ اگرچہ عمل پر جنت و دوزخ کا انحصار ہے لیکن ہمیں معلوم ہے کہ اہل جنت کے سے عمل کرنا کس پر آسان رہے گا اور کس پر دوزخیوں کے سے عمل کرنا آسان رہے گا۔ اب اسی بنا پر وہ جنتی یا دوزخی ہوں گے۔ کچھ ہم نے ازل میں انہیں جنتی یا دوزخی نہیں بنایا۔ ان کے اعمال اس کے ذمہ دار ہیں۔ البتہ ہم ابھی سے دونوں کا علم رکھتے ہیں۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ فلاں جنتی ہوں گے اور فلاں دوزخی یہ تقسیم ہمارے کہہ دینے کی بنا پر نہیں ہوئی ہے بلکہ عمل کی بنا پر ہوئی ہے۔“ یہ ہم نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی حدیث کی وضاحت کی ہے۔

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کر کے قسمت بنا دی تو دائیں بائیں روحیں تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے دونوں سے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں؟ دونوں نے اعتراف کیا کہ ہاں تو ہمارا رب ہے۔ پھر دائیں بائیں دونوں طرف کی

① ابو داؤد، کتاب السنۃ، باب فی القدر ۴۷۰۳ وسندہ ضعیف سند میں ایک راوی مجہول ہے۔ ترمذی ۳۰۷۵؛ احمد، ۴۴/۱

حاکم، ۲۷/۱؛ ابن حبان، ۶۱۶۶۔

② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الاعراف ۳۰۷۶ وسندہ حسن؛ الطبقات، ۲۷/۱؛ حاکم، ۲۷۶/۲۔

③ مسند البزار، ۲۱۴۰؛ الشریعہ للاجری ۳۴۳ وسندہ ضعیف، عبدالرحمن بن قتادہ الصری کی معبر توثیق نامعلوم ہے۔

روحیں مخلوط کر دی گئیں۔ کسی نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا یا رب! یہ دونوں ممتاز طور پر تھے خلط ملط کیوں کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں اپنے اپنے عمل کے سبب وہ اب بھی ممتاز رہیں گے۔ ملا دینے پر بھی نیک و بد دونوں کا آپس میں کوئی ملاپ نہیں۔ ہم ایسا نہ کرتے تو قیامت کے دن گنہگار کہتے کہ ہم کو تو اس کا کوئی علم ہی نہیں تھا۔ اور نیک تو کسی صورت میں نہ کہتے۔ اب بات صرف عمل پر رہ گئی ہے تو گنہگاروں کو اعتراض کرنے اور عدم علم کا عذر کرنے کا حق نہیں رہا۔^① یہ ہم نے ابو امامہ رضی اللہ عنہما کی حدیث کی وضاحت کی ہے۔ قیامت تک پیدا ہونے والی روحوں کو شکلیں دی گئیں۔ بولنے کی قوت دی ان سے میثاق لیا اس میثاق پر آسمان وزمین گواہ بنائے گئے۔ آدم علیہ السلام بھی گواہ ہوئے ورنہ قیامت میں تو وہ صاف انکار کر بیٹھتے۔ جان لو کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی رب نہیں ہے، کسی کو شریک نہ بناؤ۔ میں تمہارے پاس پیغمبر بھیجو گا تا کہ وہ تم کو عہد و میثاق یاد دلائے میں کتابیں بھیجوں گا۔ تو روحوں نے کہا کہ تیرے سوا ہمارا کوئی رب نہیں اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا اقرار کیا۔ آدم علیہ السلام ان کے سامنے لائے گئے۔ آدم علیہ السلام نے دیکھا کہ ان میں غنی بھی ہیں اور فقیر بھی، خوبصورت بھی ہیں اور بد صورت بھی۔ کہا گیا یا رب! سب لوگ برابر ہی کیوں نہیں پیدا کئے گئے؟ تو کہا کہ مجھے یہ محبوب تھا کہ دیکھوں شاگرد صابر کون ہے۔ سب ایک ہی جیسے ہوتے تو یہ امتحان کہاں ہو سکتا۔ انبیاء ان لوگوں میں نور بھرے چراغ کے سے تھے۔ یہ رسالت و نبوت دوسرا میثاق تھا کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کے اقرار کے بعد اقرار رسالت بھی کریں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے نبیوں سے بھی میثاق لیا ہے وہ یہ کہ دین حنیف پھیلانے کے لئے عزم مصمم کر لو جو ایک فطری دین ہے۔ اس اشہاد سے غرض یہ تھی کہ انسان فطرت توحید پر پیدا شدہ ہے۔ اسی لئے ﴿مَنْ بَنَىٰ اِدْمًا﴾ کہا گیا نہ کہ ﴿مَنْ اِدْمًا﴾ یعنی نہ صرف آدم بلکہ آدم علیہ السلام کی ساری اولاد فطرت توحید پر مخلوق ہے۔ اور اسی لئے ﴿مَنْ ظَهَرَ دِيْهِمْ﴾ کہا گیا نہ کہ ﴿مَنْ ظَهَرَ﴾ یعنی سب بنی آدم کی نسلوں سے نسل بعد نسل۔ جیسا کہ فرمایا کہ اس نے تم سب کو فرداً فرداً زمین پر خلیفہ بنایا ہے۔ اور فرمایا کہ ”جیسا کہ ہم نے تم کو پیدا کیا دوسری قوموں کی ذریت سے“ اور خود آپ اپنا انہیں گواہ بنایا جیسی تو گواہی دی کہ ”ہاں تو ہمارا رب ہے“ یعنی حالاً و قلاً دونوں طرح وہ معترف رہے۔ کیونکہ شہادت کبھی تو قول کے ذریعہ ہوتی ہے کقولہ ﴿قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰی اَنْفُسِنَا﴾^② اور کبھی حال کے ذریعہ ہوتی ہے کقولہ ﴿مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللّٰهِ شَٰهِدِيْنَ عَلٰی اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ﴾^③ یعنی مشرکین کو کوئی حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی مسجد کو بسائیں اپنی ہی ذات پر کفر کی شہادت دیتے ہوئے، یعنی ان کا حال ان کے کفر کا شاہد ہے۔ یہ شہادت قولی شہادت نہیں حالی شہادت ہے اور سوال کبھی قال کے ذریعہ ہوتا ہے کبھی حال کے ذریعہ کقولہ ﴿وَ اَنْتُمْ مِّنْ كٰمِلٍ مَا سَأَلْتُمُوْهُ﴾^④ یعنی تم نے جو کچھ مانگا اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا۔ کہتے ہیں کہ اس بات پر یہ دلیل بھی ہے کہ ان کے شرک کرنے پر یہ حجت ان کے خلاف پیش کی، پس اگر یہ واقعہ میں ہوا ہوتا جیسا کہ ایک قول ہے تو چاہئے تھا کہ ہر ایک کو یاد ہوتا تا کہ اس پر حجت رہے۔ اگر اس کا جواب یہ ہو کہ فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر پالینا کافی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو رسولوں ہی کو نہیں مانتے وہ رسولوں کی دی ہوئی خبروں کو کب صحیح مانیں گے۔ حالانکہ قرآن کریم نے رسولوں کی تکذیب کے علاوہ خود اس شہادت کو مستقل دلیل ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس سے مراد فطرت اللہ ہی ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا کیا ہے اور وہ فطرت توحید باری تعالیٰ ہے اسی لئے فرماتا ہے کہ کہیں تم یہ نہ کہو کہ ہم کو تو اس توحید کا علم ہی نہیں تھا اور یہ کہ شرک تو ہمارے باپ داداؤں نے کیا تھا۔ ان کے ایجاد کردہ کام پر ہمیں سزا کیوں ہو۔

① اس کی سند میں جعفر بن زبیر متروک راوی ہے (المیزان، ۱/ ۴۰۶، رقم: ۱۵۰۲) لہذا یہ روایت مردود ہے۔

② ۱۶/ الانعام: ۱۳۱۔ ③ ۹/ التوبة: ۱۷۔ ④ ۱۴/ ابراهيم: ۳۴۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ الَّذِي آتَيْنَاهُ آيَاتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاتَّبَعَهُ الشَّيْطَانُ فَكَانَ مِنَ
 الْغَاوِينَ ۝ وَكُوِّسْنَا لَكُمْ قَعْنَهُ بِهَا وَلِكَيْتَا أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوَاهُ ۖ فَمَثَلُهُ
 كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۖ إِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ أَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثُ ۚ ذَلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ
 الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا ۖ فَاقْصِصْ الْقِصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ۝ سَاءَ مَثَلًا
 لِّلْقَوْمِ الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَأَنْفُسُهُمْ كَانُوا بِظُلْمٍ ۝

ترجمہ: اور ان لوگوں کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنائیے کہ اس کو ہم نے اپنی آیتیں دیں پھر وہ ان سے بالکل ہی نکل گیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگ گیا سو وہ گمراہ لوگوں میں داخل ہو گیا [۱۷۵] اور اگر ہم چاہتے تو اس کو ان آیتوں کی بدولت بلند مرتبہ کر دیتے لیکن وہ تو دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی نفسانی خواہش کی پیروی کرنے لگا۔ سو اس کی حالت کتے کی سی ہو گئی۔ کہ اگر تو اس پر حملہ کرے تب بھی ہانپنے یا اس کو چھوڑ دے تب بھی ہانپنے۔ یہی حالت ان لوگوں کی ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو آپ اس حال کو بیان کر دیجئے شاید وہ لوگ کچھ سوچیں۔ [۱۷۶] ان لوگوں کی حالت بھی بری حالت ہے جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں اور وہ اپنا نقصان کرتے ہیں۔ [۱۷۷]

طالب دنیا کا حال کتے کی طرح ہے: [آیت: ۱۷۵-۱۷۷] بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا بلعم ۱ بن باعورا نامی اہل بلقاء میں سے تھا اور وہ اسم اعظم جانتا تھا۔ یہودی علما کے ساتھ بیت المقدس میں رہتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ اہل یمن میں سے تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنی نشانیاں اور کرامتیں دی تھیں، لیکن اس نے ناقذی کی ۲ وہ مستجاب الدعوات تھا اس کی دعائیں قبول ہو جاتی تھیں۔ لوگ مصیبتوں کے وقت اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کے لئے اسی کو آگے بڑھاتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس کو تبلیغ دین کے لئے ملک مدین کی طرف بھیجا۔ یہاں کے بادشاہ نے اس کو اپنا بنا لیا اس پر بہت سرفرازیاں کیں۔ چنانچہ اس نے اس بادشاہ کے دین کو قبول کر لیا اور دین موسیٰ علیہ السلام کو چھوڑ دیا۔ اس کا نام بلعام تھا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ امیہ بن ابی صلت ہے۔ ممکن ہے کہ اس کے کہنے سے یہ مراد ہو کہ یہ امیہ بھی اسی کے مشابہ تھا اس کو بھی اگلی شریعتوں کا علم تھا لیکن اس نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کو بھی اس نے پایا تھا آپ کے آیات پینات دیکھے تھے معجزے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے دین الہی میں داخل ہوتے ہوئے ہزاروں کو دیکھا، لیکن مشرکین کے میل جول ان میں اس کا امتیاز اور وہاں کی سرداری نے اسے اسلام اور قبول حق سے روک دیا۔ اس نے بڑے مرعیے بدر کے کافروں کے ماتم میں کہے ہیں۔ اس کی زبان تو ایمان لا چکی تھی لیکن دل مؤمن نہیں ہوا تھا۔ یہ سارا بیان ممکن ہے امیہ بن ابی صلت سے متعلق ہونہ کہ بلعام سے۔

بلعام کا ذکر قرآن میں ہو رہا ہے کہ ہم نے اس کو اپنی آیتیں یعنی کرامتیں بخشی تھیں، لیکن وہ ان سے ہٹ گیا یعنی ان سے محروم رہا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو تین دعاؤں کا حق دیا تھا کہ قبول ہوں گی۔ ایک عورت اور ایک لڑکا اس کا تھا۔ اس کی عورت نے کہا کہ ایک دعا میرے حق میں خاص کر دو۔ اس نے کہا اچھا کہو کیا دعا ہے۔ عورت نے کہا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ سارے بنی اسرائیل میں مجھ سے زیادہ حسین کوئی عورت نہ ہو۔ اس نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی اور وہ حسین ترین عورت بن گئی۔ جب عورت نے یہ محسوس کر لیا کہ اس جیسی

حسین اب کوئی عورت نہیں تو شوہر سے بے پروا اور بے رغبت بن گئی اور اس کے خیالات اور اعمال کچھ اور ہی ہو گئے تو بلعام نے دعا کی کہ وہ کتیا بن جائے۔ چنانچہ وہ کتیا بن گئی۔ دو دعائیں ختم ہو گئیں۔ اس کے لڑکے آ کر کہنے لگے کہ ہم سے تو نہیں دیکھا جاسکتا کہ ہماری ماں کتیا ہو لوگ ہمیں عار دلدار ہے ہیں دعا کرو کہ وہ اپنے سابقہ حال پر آجائے۔ چنانچہ دعا کی اور وہ عورت جیسی پہلے تھی ویسی ہی ہو گئی۔ اب تینوں دعائیں صرف ہو گئیں۔ یہ روایت غریب ہے۔ اس آیت کا سبب نزول جو مشہور ہے وہ یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے زمانے میں ایک شخص تھا اور وہ جبارین یہود کے شہر کار بنے والا تھا اسم اعظم جانتا تھا۔ کہا گیا ہے کہ اس کی دعا منجانب اللہ قبول ہوا کرتی تھی۔ اور سب سے عجیب بات یہ ہے کہ جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ وہ نبی تھا مگر اس کی نبوت چھین لی گئی۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ کا ایسا قول ہے لیکن یہ مطلقاً صحیح نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ موسیٰ علیہ السلام جب شہر جبارین میں آئے تو بلعام کے پاس اس کے لوگ آئے اور کہا کہ موسیٰ ایک مرد آہنی ہے اس کے ساتھ بڑی فوج ہے اگر وہ ہم پر غالب آجائے تو ہم سب ہلاک ہو جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کہ یہ موسیٰ علیہ السلام اور اس کے ساتھیوں کی مصیبت ہم سے دور ہو جائے۔ اس نے کہا کہ اگر میں ایسی دعا کروں تو میرا دین اور دنیا دونوں تباہ ہو جائیں، لیکن لوگ اس کو تنگ ہی کرتے رہے۔ چنانچہ اس نے ایسی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بزرگی اور کرامتیں سب اس سے چھین لیں۔ چنانچہ فرمایا ﴿فَانْسَلَخْ مِنْهَا فَاتَّبِعُهُ الشَّيْطَانُ﴾ یعنی وہ کرامتوں سے محروم ہو گیا، یہیں سے شیطان اس کے پیچھے لگ گیا۔ سدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب موسیٰ علیہ السلام کے لئے میدان تیکہ کی چہل سالہ گردش ختم ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے یوشع بن نون علیہ السلام نبی کو بھیجا۔ انہوں نے بنی اسرائیل کو اپنے نبی ہونے کی خبر دی اور یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا ہے کہ جبارین سے جنگ کرو جبارین نے یوشع علیہ السلام کے ہاتھ پر بیعت کی اور تصدیق کی۔ لیکن بنی اسرائیل کا ایک آدمی بلعام نامی نافرمانی کر کے جبارین کے پاس چلا گیا اور ان سے کہا کہ تم نہ گھبراؤ جب تم لڑنے کے لئے نکلو گے تو میں اپنے بددعا کے ہتھیار سے کام لوں گا اور وہ سب ہلاک ہو جائیں گے۔ جبارین کے پاس اس کے دنیوی متح کے لئے سب کچھ موجود تھا، جو اس کے کہ وہ ان کی عورتوں سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا۔ کیونکہ ان عورتوں کی عصمت اس پر چھائی ہوئی تھی وہ صرف اپنی ہی گدھی یعنی عورت سے تعلق رکھتا تھا۔ شیطان اس کے پیچھے لگ گیا یعنی اس پر چھا گیا۔ اب وہ شیطان کی فرماں برداری کرنے لگا ﴿فَمَحَّانَ مِنَ الْغُلُوْمِ ۝﴾ یعنی ہالکین حارین میں سے بن گیا۔ نیک لوگ بھی بعض وقت بد بن جاتے ہیں چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مجھ کو تم پر کچھ اس قسم کا اندیشہ ہے جیسے وہ آدمی جو قرآن کا علم رکھتا تھا، قرآن کی برکت اور رونق اس کے چہرے سے ظاہر تھی، اسلامی شان تھی، لیکن اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بدبختی نے اس کو آگھیرا۔ اسلام کے احکام اس نے پس پشت ڈال دیئے۔ وہ اپنے پڑوسی پر تلوار لے دوڑا یہ الزام لگا کر کہ اس نے شرک کیا ہے۔“ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ الزام لگانے والا خطا کار تھا یا جس پر الزام لگایا گیا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”خطا کار الزام لگانے والا تھا۔“ ①

ارشاد باری ہے کہ اگر ہم چاہتے تو دنیا پرستی کی گندگی سے اس کو بالاتر رکھتے اور جو کرامتیں اس کو دی تھیں ان سے اس کو محروم نہ کرتے لیکن وہ زینت دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور دنیا میں ایسا پھنس گیا جیسے دوسرے بے سمجھ لوگ ﴿لِكَيْنَا أَخْلَدَ إِلَى الْأَرْضِ﴾ وہ شیطان کا ہم کار بن گیا اور پستی اختیار کر لی۔ اس کی سواری نے اللہ تعالیٰ کو سجدہ کیا لیکن بلعام نے شیطان کو سجدہ کیا۔ ابن سیر سے اس آیت ”اور اس شخص کی خبر پڑھو جس کو ہم نے کرامتیں بخشی تھیں“ کے بارے میں مروی ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو لے کر اس سرزمین کا رخ کیا جس میں بلعام رہتا تھا یا شام کا رخ کیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی فوج کشی سے وہاں کے لوگ گھبرا گئے اور بلعام کے پاس آ

کر کہنے لگے کہ موسیٰ اور ان کے لشکر کے لئے بددعا کرو۔ تو اس نے کہا کہ ٹھہرو میں رب سے مشورہ کر لوں۔ چنانچہ اس نے مشورہ کیا یا
استخارہ کیا تو اس سے کہا گیا کہ نہیں بددعا نہ کرنا کیونکہ وہ میرے بندے ہیں اور ان میں میرا نبی بھی ہے۔ تو اس نے اپنی قوم سے کہہ دیا
کہ میں نے رب سے مشورہ کیا لیکن مجھے بددعا کرنے کی ممانعت ہوئی ہے۔ اب لوگوں نے اس کے پاس بہت سے ہدیے اور تحفے
بھیجے چاہئے تھا کہ وہ قبول نہ کرتا لیکن اس نے قبول کر لیا۔ اس کے بعد یہ لوگ پھر اس کو مجبور کرنے لگے۔ اس نے کہا اچھا پھر مشورہ کر
لوں۔ اب کے اس کو کوئی مشورہ نہ ملا۔ اس نے کہا مجھے کوئی مشورہ نہیں دیا گیا۔ اس لئے بددعا نہ کروں گا لیکن لوگوں نے اس کو بہرہ کیا کہ
اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہی نہ ہوتا تو پہلے کی طرح روک دیتا۔ اب اللہ تعالیٰ خاموش ہے تو گویا تم کو بددعا کی اجازت ہے۔ چنانچہ وہ دھوکا
کھا گیا اور موسیٰ علیہ السلام اور ان کے لشکر کے لئے بددعا کرنے لگا۔ جب کبھی وہ بددعا کے الفاظ موسیٰ علیہ السلام کے لئے نکالنا چاہتا تو اپنی ہی
قوم کے لئے بددعا کے الفاظ زبان سے نکلتے اور اپنی قوم کی فتح کے لئے الفاظ ادا کرنا چاہتا تو موسیٰ علیہ السلام کی فتح کے الفاظ زبان سے نکل
جاتے یا ان شاء اللہ کا جملہ بھی آخر میں زبان سے نکل جاتا۔ جس کے سبب بددعا مشروط ہونے کے سبب عبث بن کر رہ جاتی۔ لوگ
کہنے لگے ارے تم تو بددعا موسیٰ کے بجائے ہمارے حق میں کر رہے ہو۔ وہ کہتا میں کیا کروں میری زبان سے بلا ارادہ ایسا ہی کچھ نکل
جاتا ہے۔ میں گمان کرتا ہوں کہ اگر بددعا کروں گا بھی تو قبول نہیں ہوگی۔ اب میں تم کو ایک تدبیر بتاؤں جس سے یہ لوگ ہلاک ہو
سکتے ہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے زنا کو حرام کر دیا ہے اور فعل زنا سے سخت نازاں ہے اگر یہ لوگ کسی طرح زنا میں مبتلا کر دیئے جائیں تو
یقیناً ان کی ہلاکت کی امید ہے۔ چنانچہ ایسا کرو کہ ان کی فوج میں اپنے پاس کی عورتیں بھیج دو۔ یہ تو بیوی بچے چھوڑے ہوئے مسافر
لوگ ہیں کیا عجب کہ زنا میں پڑ جائیں اور ہلاک ہو جائیں۔ ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔ عورتوں کو موسیٰ علیہ السلام کی فوج کی طرف بھیج دیا۔
حتیٰ کہ بادشاہ کی بیٹی بھی نہ چھوڑی۔ شہزادی کو اس کے باپ نے یا بلعام نے تاکید کر دی تھی کہ موسیٰ علیہ السلام کے سوا کسی کے تصرف میں نہ
آنا۔ کہتے ہیں کہ واقعی لوگ زنا میں پڑ گئے۔ شہزادی کے پاس بنی اسرائیل کا ایک سردار آ پہنچا اور اس سے فائدہ اٹھانا چاہا۔ اس نے کہہ
دیا کہ موسیٰ علیہ السلام کے سوا میں اور کسی کو نہ آنے دوں گی۔ سردار نے بتایا کہ میرا عمدہ ایسا برتر ہے اور میری یہ شان و شوکت ہے تو لڑکی نے
اپنے باپ کو لکھ بھیجا اور اس بارے میں اس کی ہدایات مانگیں۔ تو اس سے کہا گیا کہ ہاں مان جاؤ۔ وہ دونوں جب مصروف کار تھے تو
بارون علیہ السلام کا ایک بیٹا وہاں پہنچا اس کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا ایسا مارا کہ دونوں اپنی موجودہ حالت کے اندر ایک ہی نیزہ میں پرو
گئے۔ وہ نیزہ بلند کر کے لوگوں کے سامنے آیا اور لوگ دیکھتے رہ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان پر مرض طاعون کا عذاب بھیجا جس سے ستر
ہزار آدمی مر گئے۔ ابن سیراک بیان ہے کہ بلعام اپنی گدھی پر سوار ہو کر معلولی تک آیا۔ یہاں سے اس کی سواری آگے نہیں چل رہی تھی
وہ اس کو مار رہا تھا اور وہ بیٹھی جا رہی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو زبان دی اور وہ کہنے لگی کہ مجھ کو کیوں مار رہے ہو؟ دیکھو تو
وہاں شیطان کھڑا تھا وہ اتر کر شیطان کو سجدہ کرنے لگا۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿فَاَنْسَلَخْ مِنْهَا﴾ سالم ابوالضر کہتے ہیں کہ
موسیٰ علیہ السلام جب ارض شام سے بنی کنعان میں آئے تو بلعام کی قوم آ کر ان سے کہنے لگی کہ موسیٰ اپنی قوم کو لے کر ہمارے ملک میں آیا
ہوا ہے تاکہ ہمیں قتل کرے اور یہاں انہیں بسائے۔ ہم تمہاری قوم ہیں ہمارا کوئی ٹھکانہ نہ رہے گا۔ تم مرد مستجاب الدعوات ہو اللہ تعالیٰ
سے ان کے لئے بددعا کرو! اس نے کہا یہ تمہاری کم نیتی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں۔ ان کی مدد پر فرشتے بھی ہیں اور مؤمنین
بھی ہیں میں کیسے بددعا کروں میں جو جانتا ہوں سو جانتا ہوں۔ لوگوں نے کہا ہم رہیں کہاں۔ اور ہر گھڑی اس پر دباؤ ڈالتے رہے اور
عاجزی کرتے رہے حتیٰ کہ ان لوگوں نے اس کو قتلے میں ڈال ہی دیا چنانچہ وہ اپنی گدھی پر سوار ہو کر ایک پہاڑ کی طرف چلا جس پر چڑھ
کر بنی اسرائیل کے لشکر کو دیکھے۔ اس کو جبل حبان کہتے ہیں کہ کچھ دور چلا تھا کہ اس کی سواری بیٹھ گئی اتر کر اس کو مارنے لگا۔ کچھ دور

چل کر وہ پھر بیٹھ گئی۔ جب بار بار اس کو مارنے لگا تو اللہ تعالیٰ نے اس کو زبان دی اور وہ کہنے لگی کہ ”بلعم! تو مجھے کدھر لئے جا رہا ہے کیا نہیں دیکھتا کہ فرشتے میرے سامنے ہیں، مجھے دکھیل کر پیچھے کی طرف واپس کر رہے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے نبی اور مومنین پر بدعا کرنے کے لئے جا رہا ہے۔“ لیکن وہ باز نہ آیا اور پھر اس کو مارنے لگا۔ چنانچہ اب کی مرتبہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حسان نامی پہاڑی پر چڑھ گئی۔ وہ وہاں پہنچ کر موسیٰ علیہ السلام اور مومنین کے لئے بدعا کرنے لگے لیکن اس کی زبان الٹ جاتی تھی اور بد دعا اپنی قوم کے لئے اور دعا موسیٰ علیہ السلام کے لئے نکلتی تھی۔ کہتے ہیں کہ بدعا کرنے پر اس کی زبان باہر نکل پڑی اور اس کے سینہ پر لمبی ہو کر لٹک گئی۔ اب وہ بول اٹھا کہ میری دنیا بھی گئی اور دین بھی گیا۔ قوم سے کہنے لگا، اب تو صرف مکرو حیلہ ہی سے کام لیا جاسکتا ہے اپنی لڑکیوں کو بناؤ سنگھار کر کے بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیجوان سے کہہ دو کہ مردوں کو اپنی طرف مائل کریں۔ اگر ایک شخص بھی زنا کا مرتکب ہو گیا تو سمجھو تم نے مقصد پالیا۔ چنانچہ عورتیں بنی اسرائیل کے لشکر میں بھیجی گئیں۔

اہل کنعان کی ایک عورت جس کا نام کسمیتی تھا صورت کی بیٹی تھی جو قوم کا سردار اور بادشاہ تھا۔ اس عورت کا ملاپ ہو گیا بنی اسرائیل کے ایک سردار سے جس کا نام زمری بن شلوم تھا۔ جو شمعون بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم کا پوتا تھا اور سردار تھا۔ اس نے اس عورت کو دیکھا تو پسند آگئی اس کا ہاتھ پکڑ کے موسیٰ علیہ السلام کے پاس لے گیا اور کہنے لگا، موسیٰ تم تو یہی کہو گے کہ یہ تجھ پر حرام ہے اس کے نزدیک نہ ہونا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ہاں یہ تجھ پر حرام ہے۔ اس نے کہا موسیٰ! واللہ میں یہاں تو تمہاری بات نہ سنوں گا۔ پھر اس لڑکی کو اپنے خیمہ میں لے گیا اور ہم بستر رہا۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل میں طاعون بھیج دیا۔ موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا سردار فحاص بن عزیز بن ہارون نامی زمری بن شلوم کی اس حرکت کے وقت وہاں موجود نہ تھا اور اس حرکت سے ساری قوم میں طاعون پھیل گیا۔ یہ سارا واقعہ فحاص کو معلوم ہوا اس نے اپنا لوہے کا نیزہ اٹھایا اور زمری کے خیمہ میں داخل ہوا۔ وہ دونوں لیٹے ہوئے تھے۔ دونوں کو ایک ہی نیزے میں پرد لیا اور نیزے کو سر پر بلند کر کے نکلا۔ فحاص نو جوان اور قوی تھا یہ بوجھ اٹھالیا اور اٹھائے ہوئے کہتا جا رہا تھا کہ ”اے پروردگار! ہم تیرے نافرمانوں کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں۔ اب طاعون ختم کر دے۔“ طاعون ختم ہو گیا۔ طاعون سے ہلاک ہونے والے بنی اسرائیل اس مدت میں کہ اس نے عورت حاصل کی پھر فحاص کے ہاتھوں قتل ہوا ستر ہزار آدمی مر گئے یا کم سے کم بیس ہزار۔ فحاص کی اسی شکرگزاری میں بنو اسرائیل جب کبھی ذبح کرتے ہیں تو جانور کی سری اور دست اور اپنے پھلوں اور اموال کی پہلی چیز اولاد فحاص کو نذرانہ کے طور پر دیتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں اختلافات ہیں کہ ”اس کی مثال کتے کی سی ہے کہ اس پر مشقت لا دو تو بھی زبان لٹکائے ہوئے ہانتار ہے اور چھوڑ دو تو بھی ہانتار ہے۔“ چنانچہ کہتے ہیں کہ بلعام کی زبان بھی لٹک کر اس کے سینے پر آگئی تھی۔ تو اس کی تشبیہ بھی ایسے کتے سے دی گئی ہے جو دونوں حالتوں میں ایک سا ہو کہ اس پر کراتیں نازل کرو یا رحمتیں ہر دو حالت میں یکساں ہے۔ یا یہ مثال اس کی گمراہی اور گمراہی کی پائیداری میں اور ایمان کی طرف بلانے یا نہ بلانے دونوں حالتوں میں اس سے نفع گیر نہ ہونے کے اندر اس کتے کی سی ہے جو رکیدنے اور نہ رکیدنے دونوں صورتوں میں زبان لٹکائے ہانتار ہتا ہے۔ اسی طرح یہ بلعام بھی کہ ایمان کی طرف بلانے سے بھی فائدہ نہیں اٹھاتا اور نہ بلانے سے بھی نہیں۔ اسی طرح کی ایک بات ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے کہ ”چاہے تم انہیں ڈراؤ یا نہ ڈراؤ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔“ ① یا اور ایک مثال کہ ”تم ان کے لئے استغفار کرو یا نہ کرو اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا۔“ ② یا یہ بھی معنی ہو سکتے ہیں کہ کافر اور منافق اور گمراہ کا دل کمزور اور ہدایت سے فارغ ہوتا ہے کتنی ہی کوشش کی جائے ہدایت نہیں پاتا۔

مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيٌّ وَمَنْ يُضِلُّ فَأُولَئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝ وَلَقَدْ ذَرَأْنَا
لِيَهْتَمَّ كَثِيرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْإِنسِ لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَا يُبْصِرُونَ
بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَا يَسْمَعُونَ بِهَا ۚ أُولَئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلَّغْنَا أُولَئِكَ هُمُ الْغٰفِلُونَ ۝

ترجمہ: جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرتا ہے سو ہدایت پانے والا وہی ہوتا ہے اور جس کو وہ گمراہ کر دے سو ایسے ہی لوگ خسارے میں پڑ جاتے ہیں۔ [۱۷۸] اور ہم نے ایسے بہت سے جن اور انسان دوزخ کے لئے پیدا کئے ہیں جن کے دل ایسے ہیں جن سے نہیں سمجھتے اور جن کی آنکھیں ایسی ہیں جن سے نہیں دیکھتے اور جن کے کان ایسے ہیں جن سے نہیں سنتے۔ یہ لوگ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ یہ لوگ زیادہ بے راہ ہیں یہ لوگ غافل ہیں۔ [۱۷۹]

اللہ پاک اپنے نبی کریم ﷺ سے فرماتا ہے کہ لوگوں کو یہ واقعات سناؤ تاکہ بنی اسرائیل کے حالات سے واقف ہونے کے بعد وہ غور و فکر کے اللہ تعالیٰ کی راہ پر آ جائیں اور یہ سوچیں کہ بلعام کا کیا حال ہوا۔ رب کے علم جیسی زبردست دولت اس نے دنیا کی سستی راحت پر کھودی آخر نہ یہ ملانہ وہ۔ اسی طرح یہ علماء یہود جو اپنی کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی ہدایتیں پڑھ رہے ہیں اور آپ کے اوصاف اس میں لکھے پاتے ہیں انہیں چاہئے کہ دنیا کی طمع میں پھنس کر اور اپنے مریدوں کو پھانس کر بھول اور غفلت میں نہ پڑ جائیں ورنہ یہ بھی اسی طرح دین و دنیا سے کھو دیئے جائیں گے انہیں چاہئے کہ اپنی علمیت سے فائدہ اٹھائیں اور تمہاری طاعت کی طرف جھکیں اور دوسروں پر بھی حق بات کو ظاہر کر دیں۔ دیکھ لو کہ کفار کی کیسی بری مثالیں ہیں کہ کتوں کی طرح کھانے اور شہوت رانی میں پڑے ہوئے ہیں۔ پس جو بھی علم و ہدایت کو چھوڑ کر خواہش نفس کو پورا کرنے میں لگ جائے وہ بھی کتے جیسا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”بری مثال ہم پر صادق نہیں آتی چاہئے یعنی کسی کو دے کر پھر واپس لے لینے والے کی مثال اس کتے کی سی ہے جو تے کرے پھر اسی کو کھا جائے۔“ ① اور فرمایا کہ ”انہوں نے آپ اپنے نفسوں پر ظلم کیا ہے“ کیونکہ ہدایت کا اتباع نہیں کیا دنیا اور دنیا کی لذات میں پھنس گئے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا ظلم نہیں ہے۔

ہدایت اور گمراہی اللہ کے اختیار میں ہے: [آیت: ۱۷۸-۱۷۹] جس کو اللہ تعالیٰ ہدایت کرے کوئی اس کو گمراہ نہیں کر سکتا اور جس کو وہ گمراہ کرے کس کی مجال ہے کہ اس کو ہدایت کرے اللہ تعالیٰ نے جو چاہا ہوا اور جو نہیں چاہا نہیں ہوا۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ ((إِنَّ الْحَمْدَ لِلَّهِ نَحْمَدُهُ وَنُسْتَعِينُهُ وَنَسْتَعِذُّهُ وَنَسْتَغْفِرُهِ وَنَعُوذُ بِاللَّهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِ اللَّهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضِلُّ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَآشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَآشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ)) عن ابن مسعود رضي الله عنه۔

”سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں۔ ہم اس کی حمد بیان کرتے ہیں اور اسی سے مدد چاہتے ہیں اور اسی سے ہدایت طلب کرتے ہیں اور اسی سے بخشش مانگتے ہیں۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ لیتے ہیں اور اپنے اعمال کی برائیوں سے بھی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ دکھائے ہوئے کو کوئی بھٹکا نہیں سکتا اور اس کے گمراہ کئے ہوئے کو کوئی راہ راست پر لانا نہیں سکتا۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ معبود صرف اللہ تعالیٰ ہی ہے وہ اکیلا ہے اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور اس کے

① صحیح بخاری، کتاب الہبۃ، باب لا یحل لأحد أن یرجع فی ہبتہ وصدقہ ۲۶۲۲؛ ترمذی ۱۲۹۸؛ احمد، ۱/ ۱۲۷ اس کے علاوہ اس متنی کی روایت صحیح بخاری ۲۵۸۹؛ ابن ماجہ، ۲۳۸۵ میں بھی موجود ہے۔

رسول ہیں۔“ ①

جسمانی اعضا کا صحیح استعمال نہ کرنے والے جانوروں سے بدتر ہیں: حضور ﷺ کو ایک بار کسی انصار کے لڑکے کے جنازے میں جانے کا اتفاق ہوا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: یا رسول اللہ! یہ بچہ تو جنت کی ایک چڑیا ہے نہ اس نے کوئی برے کام کئے نہ دوزخ اس کا کوئی ٹھکانہ ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اے عائشہ! اب مجھ سے بھی کچھ سنو کہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو پیدا کیا اور وہ لوگ بھی پیدا کئے جو اہل جنت ہوں گے۔ اور یہ مستحقین جنت اسی روز قرار دیئے گئے کہ ابھی صلب آدم ہی میں تھے اور دوزخ اور اہل دوزخ پیدا کئے گئے اور ابھی وہ صلب آدم ہی میں تھے۔“ ②

ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ پاک رحم مادر میں ایک فرشتہ کو بھیجتا ہے جو چار باتیں اس سے متعلق لکھ دیتا ہے۔ اس کا رزق اس کی عمر اس کے اعمال اور نیک یا بد۔ ③ اور یہ بات پہلے بیان ہو چکی کہ آدم علیہ السلام کی صلب سے جب اللہ تعالیٰ نے ذریت کو نکالا تو اصحاب یمن اور اصحاب شمال دو فریق بنائے ایک جنت کے لئے اور ایک دوزخ کے لئے۔ اور فرمایا مجھے اس کی پروا نہیں کہ کون اپنے کو مستحق جنت بنا رہا ہے اور کون مستحق دوزخ۔ اس بارے میں احادیث کثرت سے وارد ہیں اور مسئلہ تقدیر ایک اہم مسئلہ ہے یہاں مزید وضاحت کی گنجائش نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان کے دل تو ہیں لیکن وہ نہیں سمجھ سکتے آنکھیں ہیں اور دیکھتے نہیں کان ہیں اور سنتے نہیں یہ چیزیں جن کو ہدایت حاصل کرنے کے لئے سبب بنایا گیا تھا۔ ان سے کچھ بھی منتفع نہیں ہوتے جیسا کہ فرمایا ”انہیں کان آنکھ دل دیئے گئے لیکن اس سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا۔ کیونکہ ان چیزوں سے انہوں نے کام نہیں لیا اور آیات اللہ ہی کا انکار کر بیٹھے۔“ منافقین کے حق میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿صُمُّ بُكْمٌ عُمْى فَهُمْ لَا يَهْتَدُونَ﴾ ④ اور کافروں کے حق میں ہے ﴿صُمُّ بُكْمٌ عُمْى فَهُمْ لَا يَعْقِلُونَ﴾ ⑤ اور فرمایا کہ ”اگر اللہ بروں میں کوئی خیر معلوم کرتا تو ضرور ان کو سننے کے قابل بناتا تو ضرور وہ ہدایت پاتے۔“ اور فرمایا کہ ”آنکھیں اندھی نہیں ہوتی ہیں بلکہ دل اندھے ہوتے ہیں۔“ اور فرمایا کہ ”جس نے وحی رحمان سے روگردانی کی تو شیطان اس پر مسلط ہو جاتا ہے اور ہر وقت اس سے لگا لپٹا رہتا ہے۔ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکتے ہیں اور گمان یہ کرتے ہیں کہ یہی ٹھیک راہ پر ہیں۔“ اب یہاں یہ ارشاد ہوتا ہے کہ یہ لوگ مثل جانوروں کے ہیں کہ نہ حق بات کو سنتے ہیں نہ حق کی مدد کرتے ہیں نہ ہدایت کو دیکھتے ہیں اور اپنے حواس خمسہ سے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھاتے سوائے اس کے کہ دنیوی حیات کے اندر اس سے فائدہ اٹھالیا جیسا کہ فرمایا کہ کافروں کی مثال اس جانور جیسی ہے جو کہ راعی کے الفاظ کو تو نہیں سمجھتا صرف آواز کو سنتا ہے کہ انہیں بھی ایمان کی طرف بلایا جائے تو اس کی افادیت کو تو نہیں سمجھتے البتہ آواز سن پاتے ہیں اسی لئے فرمایا کہ یہ ان جانوروں سے بھی زیادہ ذلیل ہیں کہ جانور اپنے راعی کی بات اگر چہ نہ سمجھیں لیکن اس کے بلانے پر اس کا رخ تو کرتے ہیں۔ اس لئے کہ ان جانوروں سے نہ سمجھ سکنے کا فطری و خلقی فعل سرزد ہوتا ہے یا تو از روئے طبیعت یا سدھانے کی بنا پر برخلاف کافر کے کہ وہ تو بلا شرکت =

① ابو داؤد، کتاب النکاح، باب فی خطبة النکاح، ۲۱۱۸ وسندہ ضعیف ابو سعیدہ کی اپنے والد عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت منقطع ہے نیز ابواسحاق السہمی مدلس راوی کے سماع کی تصریح نہیں ہے۔ ترمذی، ۱۱۰۵؛ نسائی، ۳۲۷۹؛ ابن ماجہ، ۱۸۹۲؛ احمد، ۱/۴۳۲؛

بیہقی، ۳/۲۱۴۔ ② صحیح مسلم، کتاب القدر، باب معنی کل مولود یولد علی الفطرة ۲۶۶۲؛ ابو داؤد، ۴۷۱۳؛ ابن ماجہ، ۸۲؛ مسند ابی یعلیٰ، ۴۵۵۳؛ احمد، ۶/۴۱؛ ابن حبان، ۱۳۸۔

③ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ذکر الملائكة، ۳۲۰۸؛ صحیح مسلم، ۲۶۶۳؛ ابو داؤد، ۴۷۰۸؛ ترمذی، ۲۱۳۷؛ ابن ماجہ، ۱/۴۷۶؛ احمد، ۱/۳۸۲؛ ابن حبان، ۶۱۷۴۔ ④ البقرة: ۱۸۔ ⑤ البقرة: ۱۷۱۔

وَلِلَّهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنَىٰ فَادْعُوهُ بِهَا ۖ وَذَرُوا الَّذِينَ يُلْحِدُونَ فِي أَسْمَائِهِ ۖ

سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۸۰﴾

ترجمہ: اور اچھے اچھے نام اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں سو ان ناموں سے اللہ تعالیٰ ہی کو موسوم کیا کرو۔ اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں میں کجروی کرتے ہیں ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔ [۱۸۰]

== غیرے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے پیدا کیا گیا تھا لیکن اس نے کفر اور شرک کیا اور اسی لئے جس نے اللہ تعالیٰ اطاعت کی وہ بروز قیامت ملائک سے بھی افضل ہے اور جس نے کفر کیا وہ جانور بلکہ اس سے بھی بدتر ہے۔

اللہ کے اسمائے حسنیٰ کی تعداد اور فضیلت: [آیت: ۱۸۰] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، ایک کم سوجان کا ور در رکھے گا وہ جنت میں جائے گا اللہ تعالیٰ وتر ہے اس لئے عدد میں بھی وتر ہی کو پسند کرتا ہے۔ ① وہ نام ہائے پاک یہ ہیں۔

((هُوَ اللَّهُ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمَنُ الرَّحِيمُ، الْمَلِكُ الْقُدُّوسُ، السَّلَامُ، الْمُؤْمِنُ، الْمُهَيَّمِنُ، الْعَزِيزُ، الْجَبَّارُ، الْمُتَكَبِّرُ، الْخَالِقُ، الْبَارِئُ، الْمُصَوِّرُ، الْغَفَّارُ، الْقَهَّارُ، الْوَهَّابُ، الرَّزَّاقُ، الْفَتَّاحُ، الْعَلِيمُ، الْقَابِضُ، الْبَاسِطُ، الْخَافِضُ، الرَّافِعُ، الْمُعِزُّ، الْمُدِلُّ، السَّمِيعُ، الْبَصِيرُ، الْحَكَمُ، الْعَدْلُ، اللَّطِيفُ، الْخَبِيرُ، الْحَلِيمُ، الْعَظِيمُ، الْغَفُورُ، الشُّكُورُ، الْعَلِيُّ، الْكَبِيرُ، الْحَفِيفُ، الْمُقِيتُ، الْحَسِيبُ، الْجَلِيلُ، الْكَرِيمُ، الرَّقِيبُ، الْمُجِيبُ، الْوَاسِعُ، الْحَكِيمُ، الْوَدُودُ، الْمُسْجِدُ، الْبَاعِثُ، الشَّهِيدُ، الْحَقُّ، الْوَكِيلُ، الْقَوِيُّ، الْمَتِينُ، الْوَلِيُّ، الْحَمِيدُ، الْمُحْصِي، الْمُبْدِي، الْمُعِيدُ، الْمُحْيِي، الْمُمِيتُ، الْحَيُّ، الْقَيُّومُ، الْوَاجِدُ، الْمَاجِدُ، الْوَاحِدُ، الْأَحَدُ، الْفَرْدُ، الصَّمَدُ، الْقَادِرُ، الْمُقْتَدِرُ، الْمُقَدِّمُ، الْمُؤَخَّرُ، الْأَوَّلُ، الْآخِرُ، الظَّاهِرُ، الْبَاطِنُ، الْوَالِي، الْمُتَعَالَى، الْبَرُّ، التَّوَّابُ، الْمُتَّقِمُ، الْعَفْوُ، الرَّؤُفُ، مَالِكُ الْمُلْكِ، ذُو الْجَلَالِ وَالْإِكْرَامِ، الْمُقْسِطُ، الْجَامِعُ، الْغَنِيُّ، الْمَغْنِيُّ، الْمَنَاعُ، الضَّارُّ، النَّافِعُ، النَّورُ، الْهَادِي، الْبَدِيعُ، الْبَاقِي، الْوَارِثُ، الرَّشِيدُ، الصَّبُورُ)) ②

یہ حدیث غریب ہے۔ کچھ کی زیادتی کے ساتھ اس طرح یہ نام ابن ماجہ کی حدیث میں بھی وارد ہیں۔ ③ بعض بزرگوں کا خیال ہے کہ یہ نام راویوں نے قرآن میں سے چھانٹ لئے ہیں۔ وَاللَّهِ أَعْلَمُ۔ یہ یاد رہے کہ یہی نناوے نام ہی اللہ تعالیٰ کے ہوں اور نہ ہوں یہ بات نہیں۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جسے کبھی کوئی غم ورنہ پہنچے اور وہ یہ دعا کرے۔

((اللَّهُمَّ إِنِّي عَبْدُكَ، ابْنُ عَبْدِكَ، ابْنُ أَمَتِكَ نَاصِيَتِي بِيَدِكَ مَا ضَىٰ فِي حُكْمِكَ عَدْلٌ فِي قَضَاؤِكَ أَسْأَلُكَ بِكُلِّ اسْمٍ هُوَ لَكَ سَمِيَتْ بِهِ نَفْسُكَ وَأَنْزَلْتَهُ فِي كِتَابِكَ أَوْ عَلَّمْتَهُ أَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ أَوْ اسْتَأْذَنْتَ بِهِ فِي عِلْمِ الْغَيْبِ عِنْدَكَ أَنْ =

① صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب لہ مائۃ اسم غیر واحدہ، ۶۴۱۰؛ صحیح مسلم، ۲۶۷۷؛ ترمذی، ۳۵۰۶؛ ابن ماجہ، ۳۸۶۰؛ احمد، ۲/۲۶۷؛ ابن حبان، ۸۰۷۔ ② ترمذی، کتاب الدعوات، باب حدیث فی اسماء اللہ الحسنی مع ذکرہا تماما، ۳۵۰۷ وسندہ ضعیف وید بن مسلم بدلس کے سماع مسلسل کی تصریح نہیں ہے۔

③ ابن ماجہ، کتاب الدعاء، باب اسماء اللہ عزوجل، ۳۸۶۱ وسندہ ضعیف اس کی سند میں عبدالملک بن محمد صنعانی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۲/۶۶۳)

وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ^{۱۸۱} وَالَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُونَ^{۱۸۲} وَأُمْلِي لَهُمْ إِنَّ كَيْدِي مَتِينٌ^{۱۸۳}

ترجمہ: اور ہماری مخلوق میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو حق کے موافق ہدایت کرتے ہیں اور اس کے موافق انصاف بھی کرتے ہیں۔ [۱۸۱]
اور جو لوگ ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں ہم ان کو بتدریج لئے جا رہے ہیں اس طور پر کہ ان کو خبر بھی نہیں۔ [۱۸۲] اور ان کو مہلت دیتا ہوں
بے شک میری تدبیر بڑی مضبوط ہے۔ [۱۸۳]

== جَعَلَ الْقُرْآنَ الْعَظِيمَ رَبِيعَ قَلْبِي وَنُورَ صَدْرِي وَجَلَاءَ حُزْنِي وَذَهَابَ هَمِّي ==
کہا گیا: یا رسول اللہ! کیا ہم یاد نہ کر
لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”بلکہ جو بھی اسے سنے چاہئے کہ یاد کر لے۔“ ① بعض لوگوں نے تو قرآن و سنت سے اللہ تعالیٰ کے
ایک ہزار نام نکالے ہیں۔ ارشاد ہوتا ہے کہ جانے بھی دو ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کے ناموں میں کج روی اختیار کرتے ہیں کہ یہ کافر
لوگ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں ’لات‘ کا لفظ بھی شریک کر دیتے ہیں کہ لات کو اللہ تعالیٰ کا مونث لفظ بتاتے ہیں کہ عزرائی کو عزیز کا لفظ۔
یہ دونوں نام کافروں کے پاس مونث خداؤں کے ہیں۔ الحاد کے معنی تکذیب کے ہیں اور کلام عرب میں اعتدال سے ہٹنے کو کہتے ہیں۔
لحد بہ معنی قبر اسی سے ہے کیونکہ قبلہ کی طرف رخ پھیر کر بنائی جاتی ہے۔

ایک جماعت قیامت تک حق پر ہے: [آیت: ۱۸۱-۱۸۳] ہماری پیدا کردہ قوموں میں سے بعض قوم تو لا وعملات پر قائم ہے حق
بولتی ہے اور حق کی طرف بلائی ہے اور از روئے حق ہی فیصلہ کرتی ہے۔ اس امت سے مراد امت محمدیہ ہے۔ حضور اکرم ﷺ جب
اس آیت کو پڑھتے تھے تو فرماتے تھے کہ ”یہ تم ہو اور وہ قوم جو تم سے پہلے گزری یعنی قوم موسیٰ کہ یہ لوگ بھی دوسروں کو حق کی طرف
بلا تے تھے ②، ③ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں سے ایک قوم حق پر قائم رہے گی حتیٰ کہ عیسیٰ علیہ السلام نزول فرمائیں ④
اور وہ جماعت حق پر غالب رہے گی ان کا کوئی مخالف ان کو ضرر نہیں پہنچا سکے گا اور قیامت کے آنے یا وہ اپنے مرنے تک اس پر کاربند
رہیں گے۔“ ⑤

کثرت رزق باعث وبال بھی ہے: اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے لئے ابواب رزق کھل جائیں گے۔ دنیوی مفاد زیادہ ہو
جائے گا۔ حتیٰ کہ وہ اسی دھوکے میں رہیں گے اور یہ گمان کرنے لگیں گے کہ ان کی ہمیشہ یہی حالت رہے گی۔ جیسا کہ فرمایا ”انہوں نے
جب ہماری یاد بھلا دی تو ہم نے ابواب رزق ان پر کھول دیئے اور جب وہ غرور میں اتر آئے تو اچانک ہم نے انہیں پکڑ لیا اور وہ مایوس
ہو کر رہ گئے۔ ان ظالموں کی نسل ہی قطع کر دی گئی۔ حمہ کے لائق تو اللہ رب العالمین ہی ہے ⑥ اسی لئے فرمایا کہ ہم انہیں ڈھیل دیتے
ہماری سیاست بہت توی ہوتی ہے۔

① احمد، ۱/۳۹۱ وسندہ حسن، مسند ابی یعلیٰ ۵۲۹۷؛ حاکم، ۱/۵۰۹؛ ابن حبان ۹۷۲۔

② ۷/الاعراف: ۱۵۹۔ ③ الطبری، ۳/۲۸۶ یہ روایت معطل یعنی ضعیف ہے۔

④ الدر المنثور، ۳/۲۷۲۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب ۲۸، ۳۶۴۰؛ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ،

باب قوله ﷺ ((لا تزال طائفة من امتی ظاہرین علی الحق)) ۱۹۲۰۔ ⑥ ۱/الانعام: ۴۴، ۴۵۔

أَوْ لَمْ يَتَفَكَّرُوا مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ حِجَّةٍ ۗ إِن هُوَ إِلَّا نَذِيرٌ مُّبِينٌ ۝ أَوْ لَمْ يَنْظُرُوا
فِي مَلَكُوتِ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ مِنْ شَيْءٍ ۗ وَأَنْ عَسَى أَنْ يَكُونَ
قَدْ أَقْرَبَ أَجْلُهُمْ ۖ فَبِأَيِّ حَدِيثٍ بَعْدَهُ يُؤْمِنُونَ ۝

ترجمہ: کیا ان لوگوں نے اس بات پر غور نہ کیا کہ ان کا جن سے سابقہ ہے ان کو ذرا بھی جنون نہیں وہ تو صرف ایک صاف صاف ڈرانے والے ہیں۔ [۱۸۴] اور کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور دوسری چیزوں میں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کی ہیں اور اس بات میں کہ ممکن ہے کہ ان کی اجل قریب ہی آ پہنچی ہو۔ پھر قرآن کے بعد کوئی بات پر یہ لوگ ایمان لائیں گے۔ [۱۸۵]

نبی اللہ کے سچے رسول ہیں: [آیت: ۱۸۴-۱۸۵] ان تکذیب کرنے والوں نے یہ بھی غور نہ کیا کہ ان کے رفیق (حضرت محمد ﷺ) کو درحقیقت کوئی جنون نہیں ① بلکہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور حق کی طرف بلا تے ہیں۔ جس شخص کو عقل سلیم ہے اور اس سے کام لینا چاہتا ہے وہ اس کو صاف صاف تنبیہ کرنے والے ہیں اور فرمایا کہ میں تمہیں ایک بات کی نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی تبلیغ کے لئے ایک ایک اور دو دہول کرکھڑے ہو جاؤ پھر اس بات پر تو کچھ غور کرو کہ تمہارے رفیق کو جنون نہیں بلکہ وہ تو اللہ تعالیٰ کے عذاب شدید سے ڈرانے والے ہیں ② اللہ تعالیٰ سے خلوص اختیار کرو۔ تعصب و عناد کو چھوڑ دو اگر تم ایسا کرو گے تو حقیقت تم پر کھل جائے گی کہ یہ رسول سچے ہیں اور خیر خواہ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ صفا پہاڑی پر چڑھ گئے۔ قریش کو جمع کیا اور ایک ایک قبیلہ کا نام لے لے کر بلانے لگے۔ پھر اللہ تعالیٰ کے عذاب اور حادثات متواترہ سے انہیں ڈرایا تو بعض بیوقوف کہنے لگے کہ یہ تو کچھ دیوانے سے معلوم ہوتے ہیں۔ صبح تک بکواس کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیت اتری تھی۔

موت کا علم نہیں، حق کو قبول کر لینا چاہئے: ارشاد ہوتا ہے کہ ہماری نشانیوں کو جھٹلانے والے کیا اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ہمیں کیا غلبہ حاصل ہے آسمانوں اور زمین پر اور ان میں جو کچھ ہے ان سب پر۔ انہیں چاہیے تھا کہ اس پر تدبر و تفکر کرتے اور عبرت لیتے اور اس نتیجہ پر پہنچتے کہ یہ سب اس کا ہے جس کا کوئی نظیر و شبہ نہیں وہی اس بات کا مستحق ہے کہ عبادت اور خلوص صرف اسی سے برتیں اور اس کے رسول کی تصدیق کریں اس کی طاعت کی طرف جھک جائیں؛ توں کو نکال پھینکیں اور اس بات سے ڈریں کہ موت قریب ہے اگر کفر ہی پر مہر جائیں گے تو عذاب الیم کے مستحق ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ اب اس کے بعد پھر اور کوئی تخیف اور ترہیب چاہیے کہ جو دھمکی آئی ہوئی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی ہے اگر وہ اس وحی و قرآن کی تصدیق نہ کریں جو حضرت محمد ﷺ نے پیش کی ہے تو پھر کس بات کی تصدیق کریں گے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا ”شب معراج میں میں نے دیکھا کہ آسمان ہفتم تک جب میں پہنچا تو اوپر نظر کی تو عدد و برق دیکھے۔ اور ایسی قوم پر سے میرا گزر ہوا جن کے پیٹ منکلوں کی طرح چھو لے ہوئے تھے ان میں سانپ بھرے ہوئے تھے جو باہر سے بھی دکھائی دے رہے تھے۔ میں نے جبرائیل علیہ السلام سے پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ یہ سود کھانے والے لوگ ہیں =

مَنْ يُضِلِّ اللهُ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَيَذَرُهُمْ فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ﴿١٨٦﴾ يَسْأَلُونَكَ
عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لَا يُجِيبُهَا لَوْ قَتَلَهَا الْأَهْوَاءُ
تَقَلَّتْ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ وَلَا تَاتِيكُمْ إِلَّا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا
قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿١٨٧﴾

ترجمہ: جس کو اللہ تعالیٰ گمراہ کرے اس کو کوئی راہ پر نہیں لاسکتا۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو ان کی گمراہی میں بیٹھتے ہوئے چھوڑ دیتا ہے۔ [۱۸۶] یہ لوگ آپ سے قیامت کے متعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کا وقوع کب ہوگا آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے۔ اس کے وقت پر اس کو سوا اللہ تعالیٰ کے کوئی اور ظاہر نہ کرے گا۔ وہ آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری حادثہ ہوگا۔ وہ تم پر محض اچانک آ پڑے گی۔ وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کر چکے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ [۱۸۷]

اور جب اس پہلے آسمان پر اترتو میں نے اپنے سے نیچے کی طرف نظر ڈالی تو ایک دھند اور دھواں تھا اور شور و غوغا برپا تھا۔ میں نے پوچھا: اے جبرائیل یہ کیا ہے؟ تو کہا یہ وہ شیاطین ہیں جو انسانوں کی آنکھوں کے سامنے گھومتے رہتے ہیں اور آڑھن جاتے ہیں تاکہ ارض و سماء کے ملکوت میں انسان نظر ہی نہ کر سکے اگر یہ حائل نہ ہوتے تو انسان آسمان کی عجیب عجیب باتیں دیکھتا۔" ① اس کے ایک راوی علی بن زید سے بہت سی منکر روایات بھی منسوب ہیں۔

جسے اللہ تعالیٰ گمراہ کر دے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا: [آیت: ۱۸۶-۱۸۷] اللہ تعالیٰ نے جس کے نام گمراہی لکھ دی اس کو کوئی ہدایت نہیں کر سکتا، وہ کتنی ہی نشانیاں دیکھے کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ جس کو اللہ تعالیٰ ہی فتنے میں ڈالے اس کو کون راہ راست پر لائے ② جیسا کہ فرمایا دیکھو آسمانوں اور زمین میں ہماری کیا کچھ نشانیاں ہیں۔ لیکن نشانیاں، معجزات اور دھمکیاں کوئی چیز بھی ان کافروں کو مفید نہیں پڑتی۔ ③

قیامت اور اس کی نشانیاں: یہ آیت قریش سے متعلق اتری ہے یا یہود کی ایک جماعت سے متعلق۔ لیکن پہلی بات زیادہ درست ہے کیونکہ یہ آیت سکی ہے اور یہود تو مدینے میں رہتے تھے۔ یہ لوگ قیامت کا وقت جو تم سے پوچھتے ہیں سو اس کا یقین نہ کریں گے، تکذیب کے انداز میں پوچھتے ہیں جیسا کہ اس آیت کے انداز بیان سے نتیجہ نکلتا ہے۔ "یہ لوگ کہتے ہیں کہ اگر تم سچے ہو تو یہ بتاؤ کہ وہ ہوگی کب اور کس تاریخ؟" اور فرمایا کہ یہ کافر قیامت کو جلدی مانگتے ہیں حالانکہ مومن تو قیامت کی ہولناکیوں سے ڈرتے ہیں اور یقین رکھے ہوئے ہیں کہ اس کا آنا حق ہے اور جو لوگ قیامت میں شک کرتے ہیں بڑی گمراہی میں ہیں ④ اور فرمایا "بتاؤ وہ کس تاریخ کو ہوگی۔ اور دنیا کب ختم ہو جائے گی اور پھر گھڑی قیامت کی کونسی ہے؟" تو اسے نبی! کہہ دو کہ اس کا علم تو میرے رب ہی

① احمد، ۳/۲: ۳۵۳؛ ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب التغلیظ فی الریاء، ۲۲۷۳ مختصراً وسندہ ضعیف (التقریب، ۲/۳۷ رقم: ۳۴۲) اس کی سند میں ابوالصلت مجہول اور علی بن زید ضعیف راوی ہے۔ اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف ابن ماجہ ۴۹۶) ② ۵/ المآئدہ: ۴۱۔ ③ ۱۲/ یوسف: ۱۰۱۔ ④ ۴۲/ الشوری: ۱۸۔

کو ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں معلوم کہ کب آئے گی۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو مشورہ دیا ہے کہ اے نبی! وہ وقت قیامت پوچھیں تو بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دو کہ اس کے وقت کی تحدید تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اسی لئے فرمایا ﴿فَقُلْتُ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ یعنی زمین و آسمان والے اس کے علم سے بے بہرہ ہیں۔ حسن رضی اللہ عنہ یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ جب قیامت آئے گی تو اہل ارض و سما پر بہت بھاری گزرے گی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ مطلب کہتے ہیں کہ کوئی چیز بھی ایسی نہیں ہوگی جس کو قیامت کا ضرر نہ پہنچے گا۔ آسمان پھٹ جائیں گے، ستارے ٹوٹ پڑیں گے سورج تاریک ہو جائے گا پہاڑ اڑ جائیں گے اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ کہا ہے وہ سب ہوگا۔ آسمان والوں کو بھی اس کا علم نہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ وہ اچانک آجائے گی لوگوں کو اس کا سان و گمان بھی نہ ہوگا۔ حضور ﷺ نے فرمایا ”کہ قیامت اس وقت تک نہ آئے گی کہ ایک وقت سورج مغرب سے طلوع ہوگا۔ کافر یہ عجیب بات اور اس پیش گوئی کی صداقت دیکھ کر ایمان لائیں گے۔ لیکن کسی کو بھی اس وقت کا ایمان کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ یا گنہگاروں کو اب نیک کام کرنا کوئی نتیجہ نہ بخشے گا۔ دو آدمی کپڑے کا لین دین کر رہے ہوں گے اس غرض سے کپڑے کا تھان کھولا جا رہا ہوگا۔ دودھ دودھ کر پیا بھی نہ گیا ہوگا لوگ پینے کے پانی کی ٹینگی صاف ہی کر رہے ہوں گے نوالہ منہ کی طرف لے جایا جا رہا ہوگا کہ تاگہاں قیامت شروع ہو جائے گی۔“ ①

﴿يَسْأَلُونَكَ كَمَا تَأْتِيكَ حَفِيظًا عَنْهَا﴾ کے معنی میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ یعنی وہ قیامت کا راز تم سے ایسے پوچھتے ہیں گویا تم ان کے بڑے دوست ہو اور اس انداز میں پوچھتے ہیں گویا قیامت کی تاریخ وقوع سے تم واقف ہو۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمادیا کہ اس کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تو اس راز کو کسی مقرب ترین فرشتے یا اپنے کسی رسول پر بھی ظاہر نہیں کیا۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قریش حضور ﷺ سے کہتے تھے کہ تمہارے ہمارے درمیان تو رشتہ داری ہے ہمیں تو بتا دیجئے کہ قیامت کب آ رہی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ کہہ دو کہ اس کا علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے۔

یہ لوگ جو نبی کریم ﷺ سے وقت قیامت کو پوچھتے ہیں سو نہیں جانتے کہ نبی کو بھی اس کا علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی اس کا علم نہیں رکھتا۔ حضرت جبریل علیہ السلام ایک اعرابی کی شکل میں نبی پاک ﷺ کے پاس آئے تاکہ امور دین کی تعلیم لوگوں کو حاصل ہو سکے۔ اور ایک طالب ہدایت سائل کے انداز میں حضور ﷺ کے پاس بیٹھ گئے اور آپ ﷺ سے اسلام کے بارے میں پوچھا۔ پھر ایمان اور احسان سے متعلق دریافت کیا۔ پھر پوچھا کہ قیامت کب آنے والی ہے۔ اس جو تھے سوال کے جواب میں نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ”اس بارے میں تو مجھ کو تم سے زیادہ علم نہیں۔ یعنی جیسے تم ناواقف میں بھی ناواقف۔ اور کوئی شخص بھی اس بارے میں کچھ نہیں جان سکتا۔“ پھر حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ ② اور ایک روایت میں ہے کہ جبریل علیہ السلام نے یہ شکل اعرابی آپ سے قیامت کی نشانیاں پوچھیں۔ آپ نے نشانیاں بتا دیں۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ”کہ پانچ چیزوں کا علم اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں رکھتا۔“ حضور ﷺ کے ہر جواب پر وہ اعرابی کہتا گیا کہ آپ صحیح فرما رہے ہیں۔ گویا کہ وہ جانتا تھا اور بات کی صداقت کا اعتراف کر رہا ہے۔ اس انداز تصدیق پر صحابہ رضی اللہ عنہم نے تعجب کیا کہ یہ کیسا سائل ہے کہ خود ہی سوال کر رہا ہے اور خود ہی جواب پر صاد کر رہا ہے۔ پھر یہ سائل چلا گیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ جبریل علیہ السلام تھے اور اس بہانے تم لوگوں کو مسائل دین اور معتقدات کی تعلیم دینے کے لئے آئے تھے۔“ ③ اس سے پہلے جب کبھی یہ صورت بدل کر آتے

① صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب ۴۰، ۶۵۰۶؛ احمد، ۲/۳۶۹؛ مسند ابی یعلیٰ، ۶۷۱۔

② ۳۱/لقمان: ۳۴۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الايمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ، ۵۰۰۰؛ صحیح مسلم، ۱۰۰۹۔

رہے میں پہچانتا رہا اور اس دفعہ تو میں نے بھی نہیں پہچانا تھا۔“ ① میں نے آغاز شرح بخاری میں اس حدیث کو بیان کر دیا ہے۔ اور جب ایک اعرابی نے آپ سے پوچھا اور بلند آواز میں آپ کو پکارا کہ یا محمد تو آپ ﷺ نے بھی بلند آواز میں جواب دیا۔ ”ہاں کیا ہے؟“ تو اس نے کہا ”قیامت کب آنے والی ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، ”اے نادان! قیامت جب بھی آئے گی ضرور آئے گی۔ لیکن تم بتاؤ کہ اس کے لئے تم نے کیا تیاری کر رکھی ہے۔ کہا، بڑی بڑی نمازیں اور روزے تو خیر نہیں ہو سکے لیکن اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ سے مجھے بہت محبت اور شغف ہے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا آدمی قیامت میں اسی کے ساتھ رہے گا کہ جس کو زیادہ چاہتا ہو۔“ ② اس حدیث کو سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بے انتہا خوش ہو گئے۔ بخاری و مسلم میں اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم کی روایتوں سے یہ حدیث متعدد طریقوں سے بیان ہوئی ہے۔ نبی اکرم ﷺ کی عادت شریفہ تھی کہ جب کوئی شخص ایسا سوال کرتا جس کی اس کو چنداں ضرورت نہیں اور اس کے لئے عیب ہے تو آپ ﷺ جواب میں اس بات کی طرف اس کا رخ پھیر دیتے جس کا جاننا اس کے لئے اپنے سوال سے کہیں زیادہ ضروری ہوتا۔ تاکہ وہ اپنی ذات کو اس سے منہ سے کا اہل بنا لے اور پہلے سے تیاری کر رکھے اگرچہ اس کی تعیین وقت سے واقف نہ ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ دیہاتی عرب حضور ﷺ کے پاس آئے تو اکثر یہ سوال کرتے رہتے کہ قیامت کب ہوگی۔ تو آپ ﷺ ان کے کسی بچہ کی طرف اشارہ کر کے کہتے کہ ”اگر اللہ تعالیٰ نے اس کو زندگی دی تو یہ بوڑھا بھی نہ ہونے پائے گا کہ تمہاری قیامت تو آج آجائے گی۔“ ③ گویا قیامت سے مراد موت ہوئی جو یہاں سے ہٹا کر تمہیں عالم برزخ میں لے جا چھوڑے گی۔“ اور بہت سی احادیث اسی مضمون کی الفاظ کے تھوڑے سے تغیر کے ساتھ پیش کی گئی ہیں جو سب کی سب ایک ہی مضمون کی ہیں۔ حاصل کلام یہ کہ مقصد ان سب حدیثوں کا یہی ہے کہ قیامت آئے گی اور ضرور آئے گی لیکن وقت کا تعین نہیں کیا جا سکتا۔ ”اس بچے کے بڑھاپے سے پہلے قیامت آجائے گی۔“ یہ اطلاق بھی اسی تقید پر محمول ہے۔ یعنی مراد اس سے لوگوں کی موت کا وقت ہے۔ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”قیامت کے بارے میں مجھ سے تم لوگ پوچھتے رہتے ہو۔ اس کا علم تو خیر اللہ تعالیٰ کو ہے کہ قیامت آنے میں اور کتنی مدت ہے۔ لیکن میں قسم کھا کر بیان کرتا ہوں کہ اس وقت زمین پر جتنے تنفس آباد ہیں سو سال بعد ان میں سے ایک بھی باقی نہ رہے گا۔“ ④ تو گویا یہ مطلب ہوا کہ جیسے قیامت میں سب لوگ مرجائیں گے اسی طرح سو سال میں موجودہ سب لوگوں کے لئے قیامت آجائے گی۔ گویا تعین وقت ہی اگر چاہتے ہو تو لوہے تعین وقت ہے۔ اس طرح قیامت سے مراد اس ایک صدی کا اختتام تھا ⑤ کہ بات کو اس ڈھنگ سے بیان کیا گیا۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”شب معراج میں ابراہیم، اور موسیٰ، اور عیسیٰ علیہم السلام پر میرا گزر ہوا لوگ قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ یہ سب حضرت ابراہیم علیہ السلام سے آ کر پوچھنے لگے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے تو اس کا کوئی علم نہیں۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے۔ آپ نے بھی یہی فرمایا۔ عیسیٰ علیہ السلام کے پاس گئے۔“

① احمد، ۴/۱۲۹، وهو حسن، مجمع الزوائد، ۱/۴۰۔

② ترمذی، کتاب الدعوات، باب ماجاء فی فضل التوبۃ..... ۳۵۳۵، وهو حسن، مسند الطیالسی ۱/۱۶۷؛ ابن حبان ۵۶۲ اس معنی کی روایت صحیح بخاری، کتاب الادب، باب ماجاء فی قول الرجل ویلک، ۶۱۶۷؛ صحیح مسلم، ۲۶۳۸ میں بھی موجود ہے۔

③ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب سكرات الموت، ۶۵۱۱؛ صحیح مسلم، ۲۹۵۲۔

④ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب بیان معنی قوله ﷺ ((علی راس مائة سنة...)) ۲۵۳۸؛ ترمذی ۲۲۵۰؛

احمد، ۳/۳۲۲؛ ابن حبان، ۲۹۸۷۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب مواقیب الصلاة، باب السمر فی الفقہ والخیر بعد

العشاء، ۶۰۱؛ صحیح مسلم، ۵۰۳۷؛ ابو داود، ۴۳۴۸؛ ترمذی، ۲۲۵۱؛ احمد، ۲/۸۸؛ ابن حبان، ۲۹۸۹۔

قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي نَفْعًا وَلَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ وَلَوْ كُنْتَ أَعْلَمُ الْغَيْبِ
لَأَسْتَكْبَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوءُ إِنْ أَنَا إِلَّا نَذِيرٌ وَبَشِيرٌ لِّقَوْمٍ

يُؤْمِنُونَ ﴿١٨٨﴾

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لئے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا ہو۔ اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا ہوتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا۔ اور کوئی مصرت ہی مجھ پر واقع نہ ہوتی۔ میں تو محض بشارت دینے والا اور ڈرانے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔ [۱۸۸]

== آپ نے بھی فرمایا کہ اس کا علم تو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو ہے ہی نہیں لیکن علامت یہ ہے کہ دجال نکلے گا۔ میرے ساتھ ایک دو شاخہ ہوگا وہ مجھے دیکھے گا تو سیسے کی طرح پکھل جائے گا اور اللہ پاک اس کو ہلاک کر دے گا۔ حتیٰ کہ شجر اور حجر بھی بول انھیں گے کہ اے مسلمان میری آڑ میں ایک کافر چھپا ہوا ہے، آ اور اس کو قتل کر دے۔ پس اللہ تعالیٰ ان سب کافروں کو ہلاک کر دے گا پھر لوگ اپنے اپنے شہروں اور وطنوں کو واپس ہو جائیں گے۔ ایسے وقت میں یاجوج اور ماجوج نکلیں گے ہر گوشے میں اہل پڑیں گے۔ شہروں کو پامال کرتے پھریں گے ہر چیز ان کے آنے اور پھرنے سے برباد اور تلف ہوتی رہے گی۔ حتیٰ کہ چشموں پر پتھریں گے تو چشموں کو خالی کر دیں گے۔ لوگ میرے پاس ان کی شکایت لے کر آئیں گے۔ میں ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے بددعا کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ان سب یاجوج اور ماجوج کو ہلاک کر دے گا حتیٰ کہ ہر جگہ کی فضا ان کی لاشوں کی سڑان کی بدبو سے مسوم ہو جائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ بارش برسائے گا کہ پانی کا بہاؤ ان کی لاشوں کو بہا کر سمندر میں لے جا ڈالے گا۔ اس وقت پہاڑ اکھڑ جائیں گے زمین پھیل جائے گی۔“

اس وقت قیامت ایسی قریب ہوگی جیسے نو مہینہ کی حاملہ کہ جس کو لوگ نہیں جانتے کہ دن رات میں کس وقت زچگی ہو جائے۔ ① بڑے بڑے پیغمبر ﷺ بھی قیامت کا وقت نہیں جانتے تھے۔ عیسیٰ علیہ السلام نے بھی صرف اس کی علامتیں بتادیں۔ کیونکہ اس امت کے آخری زمانے میں وہ اتریں گے اور نبی اکرم ﷺ کے احکام نافذ فرمائیں گے۔ مسیح دجال کو قتل کریں گے اور یاجوج و ماجوج کو اللہ تعالیٰ ان کی دعا کی برکت سے ہلاک کر دے گا۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”میں تمہیں اس کی علامتیں بتاؤں وہ یہ کہ اس کے سامنے بڑے فتنے اور ہرج مرج واقع ہوں گے۔“ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم فتنہ کا مفہوم تو سمجھتے ہیں، لیکن ہرج کیا چیز ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”کہ جس کی عربی زبان میں اس کے معنی قتل۔ پھر فرمایا کہ لوگوں میں اجنبیت اور بے پروائی اتنی بڑھ جائے گی کہ ایک شخص دوسرے کو کہے گا کہ میں نہیں پہچانتا۔“ ② صحاح ستہ میں بات کو اس طریقہ سے روایت نہیں کیا گیا ہے۔

ہمارے نبی امی سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ نے جو نبی الرحمة اور نبی التوبہ ہیں، فرمایا ہے کہ ”میں اور قیامت ان دو انگلیوں کی طرح ہیں۔“ چنانچہ آپ نے کلمہ کی اور بیچ کی انگلی کو جوڑ کر بتایا ③ گویا کہ میرے ساتھ قیامت لگی ہوئی ہے یعنی دونوں کے درمیان کوئی نبی ہونے والا نہیں۔ غرض یہ کہ ﴿عِلْمُ السَّاعَةِ﴾ کا علم صرف اللہ پاک کو ہے۔

- ① ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب فتنۃ الدجال و خروج عیسیٰ بن مریم ۴۰۸۱ وسندہ صحیح و اخطأ من ضعفہ، احمد، ۱/۳۷۵؛ حاکم، ۴/۴۸۸۔ ② احمد، ۵/۳۸۹ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۷/۳۰۹۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ ((بعثت أنا و الساعۃ کھاتین))؛ صحیح مسلم ۲۹۵۰، ۲۹۵۱؛ ترمذی ۲۲۱۴؛ احمد، ۳/۲۲۲؛ مسند ابی یعلیٰ ۲۹۲۵؛ ابن حبان، ۶۶۴۰۔

هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ وَجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ إِلَيْهَا فَلَمَّا تَغَشَّهَا حَمَلٌ خَفِيْفًا فَهَرَّتْ بِهِ فَلَمَّا أَثْقَلَتْ دَعَا اللَّهُ رَبَّهُمَا لَئِنْ آتَيْتَنَا صَالِحًا لَنُكَوِّنَنَّ مِنَ الشُّكْرِيْنَ ۝ فَلَمَّا أَتَاهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهُ شُرَكَاءَ فِيمَا آتَاهُمَا فَتَعَالَى اللَّهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

ترجمہ: وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے تم کو ایک تن واحد سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ وہ اس اپنے جوڑے سے انس حاصل کرے پھر جب میاں نے بی بی سے قربت کی تو اس کو حمل رہ گیا ہلکا سا سو وہ اس کو لئے ہوئے چلتی پھرتی رہی پھر جب وہ پوجھل ہو گئی تو دونوں میاں بی بی اللہ تعالیٰ سے جو کہ ان کا مالک ہے دعا کرنے لگے کہ اگر آپ نے ہم کو صحیح سالم اولاد دے دی تو ہم خوب شکرگزار کریں گے۔ [۱۸۹] سو جب اللہ تعالیٰ نے دونوں کو صحیح سالم اولاد دے دی تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی چیز میں وہ دونوں اللہ کے شریک قرار دینے لگے۔ سو اللہ تعالیٰ پاک ہے ان کے شرک سے۔ [۱۹۰]

نبی ﷺ غیب نہیں جانتے: [آیت: ۱۸۸] اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ سارے امور کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف پھیر دو اور اپنے بارے میں کہہ دو کہ مستقبل کا علم مجھے بھی نہیں ہاں اللہ تعالیٰ نے کچھ بتا دیا تو بتا دیتا ہوں۔ جیسا کہ فرمایا ”عالم الغیب کے علم غیب کو کوئی نہیں پاسکتا۔“ ① اور اے نبی ﷺ! کہہ دو کہ اگر میں غیب کی بات جانتا تو اپنے لئے بہت سا خیر جمع کر لیتا۔ یعنی اگر مجھ کو اپنی موت کی خبر ہوتی کہ کب مروں گا تو کوشش کرتا کہ جلد تر بہت سے اعمال صالحہ کر لوں۔ یہ قول مجاہد کا ہے اور ابن جریج بھی یہی کہتے ہیں۔ لیکن یہ بات غور طلب ہے اس لئے کہ حضور ﷺ کا ہر عمل اچھا ہی تھا اور جو عمل کرتے وہ مستقل طور پر پائیدار ہوتا۔ ② سارے اعمال ایک ہی ذھنگ کے تھے۔ ہر عمل میں آپ ﷺ کی نظر اللہ تعالیٰ پر ہی ہوتی۔ غرض یہ کہ کوئی عمل بھی غیر عمل صالح نہ ہوتا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ یہ مراد ہو کہ غیب کی باتیں جان لیتا تو لوگوں کی کس نوع کی بھلائی کس کام کے اندر ہوتی تو اس سے ان کو آگاہ کر دیتا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خیر کے معنی مال کے لئے ہیں اور یہ مفہوم احسن ہے۔ یا یہ کہ جس خریداری میں فائدہ کا علم ہوتا وہ ضرور خریدتا اور کوئی چیز نہ بیچتا جب تک اس میں فائدہ کا علم نہ ہوتا۔ غرض یہ کہ تجارت میں کبھی نقصان نہ اٹھاتا یا نہ اٹھانے دیتا۔ یا مجھے فقر و تنگ دستی کبھی نہ آنے پاتی۔ بعض لوگوں نے یہ مطلب بھی لیا ہے کہ قسط آنے والا ہوتا تو بہت کچھ غلہ جمع کر رکھتا۔ ستے زمانے میں خرید لیتا اور گرانی کے زمانے میں بیچتا اور مجھے غربت و مسکنت کبھی نہ چھوئی اور نقصان آنے سے پہلے اس سے بچ جاتا۔ ③ پھر آپ نے کہا میں صرف نذیر اور بشیر ہوں عذاب سے ڈرانے والا اور جنت کی بشارت دینے والا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ”ہم نے

قرآن کو تمہاری زبان پر آسان بنا دیا ہے تاکہ ارادہ تقویٰ رکھنے والوں کو تم بشارت دو اور جھگڑنے والے سرکش لوگوں کو ڈراؤ۔“ ④ اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ اولاد کو مشرک غیر اللہ کی جانب منسوب کرتے ہیں: [آیت: ۱۸۹-۱۹۰] ارشاد ہوتا ہے کہ دنیا جہان کے لوگ آدم علیہ السلام کی نسل سے پیدا کئے گئے ہیں اور آدم علیہ السلام ہی سے ان کی بیوی خواہ پیدا کی گئیں۔ انہیں دونوں سے نسل بڑھی جیسا

① ۷۲/ الجن: ۲۶۔ ② صحیح بخاری، کتاب الصوم، باب هل یخص شیئا من الايام..... ۱۹۸۷، صحیح مسلم ۱۷۸۳،

ابو داؤد ۱۳۷۰؛ احمد ۶/ ۴۳؛ ابن حبان، ۳۲۲۔ ③ الدر المنثور، ۳/ ۶۲۲۔ ④ ۱۹/ مریم: ۹۷۔

کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور اتنا بڑھایا کہ تم لوگ خاندان اور قبیلے بن گئے اب تمہیں ایک دوسرے کے حقوق پہچاننا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کی نظروں میں تم میں شریف تر وہی ہوگا جو سب سے زیادہ محتاط عمل کرے ① ﴿لَسْئَلُكُمْ فِيهَا ۚ﴾ کے معنی ہیں تاکہ ایک دوسرے میں الفت پذیری نہ رہے۔ اسی لئے فرمایا کہ ﴿جَعَلَ بَيْنَكُمْ مَوَدَّةً وَرَحْمَةً﴾ یعنی تم دونوں کے دلوں میں محبت اور رحمت ڈال دی۔ دور وحوں میں جو محبت ورحمت ہوتی ہے وہ روحین کی باہمی الفت و موانست سے بڑھ کر نہیں ہو سکتی۔ اسی لئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ ساحرا کثرا ہے سحر کے ذریعہ اس بات کی کوشش کرتے ہیں کہ میاں بیوی میں تفرقہ ڈال دیں غرض شوہر جب اپنی بیوی کے ساتھ فطری محبت کی بنا پر موانست و قربت اختیار کرتا ہے تو ابتداء وہ اپنے پیٹ میں ایک ہلکا سا بوجھ محسوس کرنے لگتی ہے۔ یہ آغاز حمل کا زمانہ ہوتا ہے اس وقت تو عورت کو کوئی تکلیف کا آغاز نہیں ہوتا کیونکہ یہ حمل تو ابھی نطفہ یاعلقہ اور مضغہ ہے یعنی نطفہ یا گوشت کا چھوٹا سا ٹکڑا۔ ابھی وہ ہلکی چھلکی ہوتی ہے۔ ایوب کہتے ہیں کہ میں نے حسن رضی اللہ عنہ نے ﴿مَرَاتٍ بِهٖ﴾ کے معنی پوچھے تو کہا اگر میں عرب ہوتا اہل زبان ہوتا تو جانتا اس کے معنی یہ ہو سکتے ہیں کہ اسی طرح وہ اس حمل کو چندے لئے پھرتی رہتی ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ اس کے معنی یہ بتاتے ہیں کہ حمل نمایاں ہو گیا۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ حمل لئے ہوئے آسانی سے اٹھ بیٹھ سکتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ یہ ابتدائی زمانہ وہ ہے جب کہ خود اس کو شک ہے کہ مجھے حمل ہے بھی کہ نہیں۔ غرض یہ کہ اس کے بعد جو عورت کو بوجھ اچھا خاصا محسوس ہونے لگتا ہے اور یقین حمل ہو جاتا ہے تو یہ ماں باپ دونوں اللہ تعالیٰ سے تمنا کرنے لگتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ انہیں صحیح سالم بچہ دے تو اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ماں باپ کو ڈر لگا ہوتا ہے کہ کہیں جانور کی شکل یا اعضاء کا یا غیر سالم بچہ نہ ہو جائے جیسا کہ بعض مرتبہ ہو جایا کرتا ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ یہ مطلب لیتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو لڑکا دے، کیونکہ مولود میں زیادہ صلاحیت والا مولود لڑکا ہی ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ جب اللہ تعالیٰ ان کو صحیح سالم بچہ دیتا ہے تو اس کو بتوں کا حصہ بنا ڈالتے ہیں۔ اللہ کی ذات ایسے شرک سے بے نیاز ہے۔ مفسرین نے یہاں بہت سے آثار و احادیث بیان کی ہیں جن کا ہم ذکر کریں گے ان پر روشنی ڈالیں گے۔ پھر ان نشاء اللہ صحیح بات کی طرف رہنمائی کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسہ ہے۔

نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ”حواء کو جب وضع حمل ہوا تو اطمینان کے پاس آیا۔ ان کا بچہ زندہ نہیں رہتا تھا تو حوا کو مشورہ دیا کہ بچہ کا نام عبدالحارث رکھو تو وہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ بچہ کا نام عبدالحارث رکھا گیا اور وہ زندہ رہا۔ یہ شیطان کی طرف کی وحی تھی اور حارث شیطان کا نام ہوتا ہے۔“ ② اس حدیث میں تین علتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس کا راوی عمر بن ابراہیم ایک بصری شخص ہے۔ اگرچہ ابن معین نے اس کی توثیق کی ہے لیکن ابو حاتم نے کہا ہے کہ اس سے حجت نہیں پکڑی جاسکتی۔ دوسرے یہ کہ یہی روایت متوفی حضرت سرہ رضی اللہ عنہ کے اپنے قول سے مروی ہوئی ہے جو مرفوع نہیں۔ ابن جریر میں خود سرہ بن جندب رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کا نام عبدالحارث رکھا۔ تیسرے یہ کہ اس کے راوی حسن سے بھی اس آیت کی تفسیر اس کے سوا بیان کی گئی ہے تو ظاہر ہے کہ اگر یہ مرفوع حدیث ان کی روایت کردہ ہوتی تو یہ خود اس کے خلاف تفسیر نہ کرتے۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ نہیں بلکہ بعض دوسرے مذہب والوں کا ہے۔ اور یہ بھی مروی ہے کہ اس سے مراد بعض مشرک انسان ہیں جو ایسا کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ یہ یہود اور نصاریٰ کا فعل بیان ہوا ہے کہ اپنی اولاد کو اپنی روش پر ڈال لیتے ہیں۔ اس آیت کی جو تفسیریں بیان کی گئی ہیں ان

① ۴۹ / الحجرات : ۱۳۔ ② ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الاعراف ۳۰۷۷ و مسندہ ضعیف عمر بن ابراہیم صدوق ہے تاہم قتادہ سے اس کی روایت میں ضعف ہے۔ احمد، ۱۱ / ۵، حاکم، ۵۴۵ / ۲۔

سب میں بہتر یہی تفسیر ہے۔ غرض تعجب کیلئے گنجائش یہ تھی کہ ایسا متقی اور پرہیزگار آدمی ایک آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث قول پیغمبر روایت کرے پھر اس کے خلاف خود تفسیر کرے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ حدیث مرفوع نہیں بلکہ وہ سمرہ رضی اللہ عنہا کا اپنا قول ہے۔ اس کے بعد یہ خیال ہوتا ہے کہ ممکن ہے کہ سمرہ رضی اللہ عنہا نے اسے اہل کتاب سے ماخوذ کیا ہو جیسے کعب اور وہب وغیرہ جو مسلمان ہو گئے تھے۔ ان شاء اللہ اس کا بیان بھی عنقریب آئے گا۔

غرض اس حدیث کا مرفوع ہونا تسلیم نہیں ہو سکتا۔ اب دوسری احادیث بھی اس بارے میں ہیں یہ کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جو اولا د ہوتی تھی ان کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے مخصوص کر دیتی تھیں اور ان کا نام عبد اللہ عبید اللہ وغیرہ رکھتی تھیں۔ یہ بچے مر جاتے تھے۔ چنانچہ حضرت آدم و حوا کے پاس اہلیس آیا اور کہنے لگا کہ اگر اپنی اولاد کا کچھ دوسرا نام رکھا کر دے گا تو وہ زندہ رہے گا۔ اب حوا کے بچے ہوا تو ماں باپ نے بچے کا نام عبد الحارث رکھا۔ اسی سے متعلق اللہ پاک فرماتا ہے ﴿هُوَ الَّذِي خَلَقَكُمْ﴾ تا آخر۔ حوا علیہا السلام کو شک تھا کہ حمل ہے یا نہیں۔ غرض جب وہ حمل سے جو بھل ہو گئی تو ان دونوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کہ اگر جیتا گا تو صالح بچہ ہوگا تو ہم بڑا شکر کریں گے۔ اب شیطان ان دونوں کے پاس آیا اور کہنے لگا تمہیں کیا خبر کہ کیا بچہ پیدا ہوگا جانوری شکل و صورت کا ہوگا یا انسان۔ ایک غلط بات ان کی نگاہوں میں اچھی بنا کر پیش کی اور شیطان تو دھوکا دینے والا ہے ہی۔ اس سے پہلے دو بچے ہو چکے تھے اور مر چکے تھے۔ شیطان نے انہیں سمجھایا کہ اگر تم میرے نام پر اس کا نام نہ رکھو گے تو نہ وہ ٹھیک پیدا ہوگا اور نہ زندہ رہے گا۔ چنانچہ انہوں نے اس بچے کا نام عبد الحارث رکھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا پر صحیح سالم بچہ دیا تو اس کا نام عبد الحارث رکھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ شکر کیا۔ ان آیتوں میں اسی کا بیان ہے اور ایک روایت میں ہے کہ پہلی دفعہ کے حمل کے وقت یہ (شیطان) آیا اور انہیں ڈرایا کہ میں وہی ہوں جس نے تمہیں جنت سے نکلوایا اب تم میری اطاعت کرو ورنہ میرے کرتب سے اس کے سینک پیدا ہو جائے گا اور وہ پیٹ کو پھاڑ کر نکلے گا اور یہ ہو گا وہ ہوگا غرض انہیں بہت خوف زدہ کر دیا مگر انہوں نے اس کی بات نہ مانی۔ اللہ تعالیٰ کی مصلحت بچہ مردہ پیدا ہوا۔ دوسرا حمل ہوا پھر بھی بچہ مردہ پیدا ہوا۔ اب کے اہلیس نے آ کر اپنی بہت خیر خواہی جتلائی۔ بچے کی محبت غالب آ گئی اور اس کا نام انہوں نے عبد الحارث رکھ دیا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَا اَنْهَمَا﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس حدیث کو لے کر ان کے شاگردوں کی ایک جماعت نے بھی یہی کہا ہے جیسے مجاہد سعید بن جبیر عکرمہ قتادہ اور سدی رضی اللہ عنہم۔ اسی طرح سلف سے لے کر خلف تک بہت سے مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں یہی کہا ہے۔ لیکن ظاہر یہ ہے کہ یہ واقعہ اہل کتاب سے لیا گیا ہے۔ اس کی ایک بڑی دلیل یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں جیسے کہ ابن ابی حاتم میں ہے۔ پس ظاہر ہے کہ یہ بات اہل کتاب سے نقل کی گئی ہے جن کی بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ”ان کی باتوں کو نہ سچی کہو نہ جھوٹی۔“ ① ان کی روایتیں تین طرح کی ہوتی ہیں ایک تو وہ جن کی صحت کسی آیت یا حدیث سے ہوتی ہے۔ دوسری وہ جن کی تکذیب کسی آیت و حدیث سے ہوتی ہے۔ تیسری وہ جن کی بات کوئی ایسا فیصلہ ہمارے دین میں نہ ملے تو بقول حکم حدیث اس کے بیان میں تو کوئی حرج نہیں ② لیکن اس کی تصدیق و تکذیب نہیں کرنا چاہیے۔ میرے نزدیک تو یہ اثر دوسری قسم کا ہے یعنی ماننے کے قابل نہیں اور جن صحابہ یا تابعین سے یہ مروی ہے انہوں نے اسے تیسری قسم کا سمجھ کر روایت کر دیا ہے۔ لیکن ہم تو وہی =

① ابو داؤد، کتاب العلم، باب روایۃ حدیث اہل کتاب ۳۶۴۴ و سندہ ضعیف نملہ بن ابی نملہ راوی مستور یعنی مجہول الحال ہے۔

احمد، ۱۳۶/۴، ابن حبان، ۶۲۵۷۔ ② صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب ما ذکر عن بنی اسرائیل ۳۴۶۱۔

ترمذی، ۲۶۶۹؛ احمد، ۲/۲۰۲؛ ابن حبان، ۸۲۵۶۔

أَيْشُرُّونَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَهُمْ يُخْلِقُونَ ۝ وَلَا يَسْتَطِيعُونَ لَهُمْ نَصْرًا وَلَا
 أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ۝ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا يَتَّبِعُوكُمْ سَوَاءٌ عَلَيْكُمْ
 أَدَعَوْتُهُمْ أَمْ أَنْتُمْ صَامِتُونَ ۝ إِنَّ الَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ عِبَادٌ
 أَمْثَلَكُمْ فَادْعُوهُمْ فَلْيَسْتَجِيبُوا لَكُمْ أَنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ أَلَمْ هُمْ آرْجُلٌ يَمْشُونَ
 يَهَادُ أَمْ لَهُمْ أَيْدٍ يَبْطِشُونَ يَهَادُ أَمْ لَهُمْ أَعْيُنٌ يُبْصِرُونَ يَهَادُ أَمْ لَهُمْ أَذَانٌ
 يَسْمَعُونَ يَهَادُ قُلُوبُ أَدْعُوا شُرَكَاءَكُمْ تَمَّ كَيْدُونَ فَلَا تَنْظُرُونَ ۝ إِنَّ وَلِيَّ اللَّهِ
 الَّذِي نَزَّلَ الْكِتَابَ ۗ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِينَ ۝ وَالَّذِينَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِهِ لَا
 يَسْتَطِيعُونَ نَصْرَكُمْ وَلَا أَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُونَ ۝ وَإِنْ تَدْعُوهُمْ إِلَى الْهُدَى لَا
 يَسْمَعُوا وَتَرَاهُمْ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ ۝

ترجمہ: کیا ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو بنانہ سکیں اور وہ خود ہی بنائے جاتے ہوں۔ [۱۹۱] اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔ [۱۹۲] اور اگر تم ان کو کوئی بات بتلانے کے لیے پکارو تو تمہارے کہنے پر نہ چلیں تمہارے اعتبار سے دونوں امر برابر ہیں خواہ تم ان کو پکارو یا تم خاموش رہو۔ [۱۹۳] واقعی تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر جن کی عبادت کرتے ہو وہ بھی تم ہی جیسے بندے ہیں۔ سو تم ان کو پکارو پھر ان کو چاہیے کہ تمہارا کہنا کر دیں اگر تم سچ ہو۔ [۱۹۴] کیا ان کے پاؤں ہیں جن سے وہ چلتے ہوں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے وہ کسی چیز کو تھام سکیں یا ان کی آنکھیں ہیں جن سے وہ دیکھتے ہوں یا ان کے کان ہیں جن سے وہ سنتے ہوں۔ آپ کہہ دیجئے کہ تم اپنے سب شرکاء کو بلاؤ پھر میری ضرور سانس کی تدبیر کرو پھر مجھ کو ذرا مہلت مت دو۔ [۱۹۵] یقیناً میرا مددگار اللہ تعالیٰ ہے جس نے یہ کتاب نازل فرمائی۔ اور وہ نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔ [۱۹۶] اور تم جن لوگوں کی اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو وہ تمہاری کچھ مدد نہیں کر سکتے اور نہ وہ اپنی مدد کر سکتے ہیں [۱۹۷] اور ان کو اگر کوئی بات بتلانے کو پکارو اس کو نہ سیں۔ اور ان کو آپ دیکھتے ہیں کہ گویا وہ آپ کو دیکھ رہے ہیں اور وہ کچھ سمجھی نہیں دیکھتے۔ [۱۹۸]

= کہتے ہیں کہ جو حضرت حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مشرکوں کا اپنی اولاد میں اللہ کا شریک ٹھہرانے کا ہی بیان ان آیتوں میں ہے نہ کہ حضرت آدم وحواء علیہ السلام کا۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شرک سے بلند و بالا ہے۔ ان آیتوں میں یہ ذکر اور اس سے پہلے آدم وحواء علیہ السلام کا ذکر مشروطہ کے ہے کہ ان اصلی ماں باپ کا ذکر کر کے پھر اور ماں باپ کا ذکر ہوا اور انہیں کا شرک بیان ہوا۔

اب شخص وافرادی ذکر ختم کر کے جنس کے ذکر کی طرف بات کا رخ پھیرا جاتا ہے جیسے ”ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے زینت دی اور پھر انہیں ستاروں کو شیطانوں کو ملد بھگانے کے کام میں لایا ۱ اور یہ ظاہر ہے کہ جو ستارے زینت کے ہیں وہ چمکتے نہیں ان سے شیطانوں پر مار نہیں پڑتی۔ یہاں بھی بات کا رخ یوں پھیرا جاتا ہے کہ تاروں کی شخصیت سے تاروں کی جنس کی طرف۔

اس کی اور بہت سی نظیریں قرآن میں موجود ہیں۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

مشرکوں کے گونگے بہرے اندھے معبود: [آیت: ۱۹۱-۱۹۸] وہ مشرکین جو اللہ تعالیٰ کے بجائے ادیان و اصنام کی عبادت کرتے ہیں انہیں تنبیہ ہو رہی ہے کہ یہ اصنام بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں ایک بنائی ہوئی چیز ہیں۔ کسی بات کی بھی ان کو قدرت نہیں نہ وہ کسی کو مضرت پہنچا سکتے ہیں۔ نہ نفع، نہ ان میں دیکھنے کی طاقت ہے نہ وہ اپنے عبادت کرنے والوں کی مدد کر سکتے ہیں بلکہ یہ بت تو جمادات میں سے ہیں حرکت تک نہیں کر سکتے بلکہ ان کی عبادت کرنے والے ان سے کہیں افضل ہیں کہ سن سکتے ہیں دیکھ سکتے ہیں چھو سکتے ہیں پکڑ سکتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ وہ کیا ان پتھروں کے بتوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بناتے ہیں جو کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے بلکہ وہ خود پیدا کئے ہوئے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا اے لوگو! ایک مثل بیان کی جاتی ہے، سنو یہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا دوسروں کی پرستش کرتے ہیں وہ ایک کبھی تک نہیں بنا سکتے خواہ سب کے سب ہی مل کر کیوں نہ کوشش کریں بلکہ کبھی اگر ان کے کھانے کی کوئی چیز لے اڑے تو وہ اس سے واپس تک نہیں لے سکتے، طالب اور مطلوب دونوں کس قدر ضعیف و بے قدرت ہیں انہوں نے اللہ تعالیٰ کی قدر نہیں پہچانی۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا قوی اور عزیز ہے۔ کبھی ایک حقیر غذا بھی ان سے لے اڑے تو اس سے چھڑانے کی طاقت نہیں رکھتے۔ جس کی یہ صفت ہو وہ کیسے رزق دے گا یا مدد کرے گا۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿اَتَعْبُدُونَ مَا تَدْعُونَ﴾ کیا تم اس کی عبادت کرتے ہو جس کو خود گھڑتے ہو۔ پھر فرمایا کہ وہ اپنے عبادت کرنے والوں کی ذرا بھی مدد نہیں کر سکتے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی ان کے ساتھ برابر تاؤ کرے تو خود اپنا بچاؤ نہیں کر سکتے۔ جیسے حضرت خلیل علیہ السلام اپنی قوم کے بتوں کو توڑ پھوڑ دیتے تھے اور ان کی انتہائی اہانت کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ابراہیم علیہ السلام نے مار مار کر ان بتوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے لیکن بت خانہ کے سب سے بڑے بت کو چھوڑ دیا تاکہ لوگ آکر اس بڑے بت سے پوچھ لیں کہ یہ کیا ہوا اور کس نے کیا۔

معاذ بن عمرو بن الجموح اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہما دونوں جوان تھے مسلمان ہو چکے تھے۔ مدینہ میں رات کے وقت مشرکین کے بتوں کے پاس جاتے اور ان کو توڑ دیتے۔ اگر وہ ٹکڑی کے بنے ہوئے ہوتے تو ان کو توڑ کر جلانے کے لئے بیوہ غریب عورتوں کو دے دیتے تاکہ ان کجخت مشرکین کو کچھ عبرت ہو اور اپنے عمل اور عقیدے پر کچھ غور کریں۔ عمرو بن جموح اپنی قوم کا سردار تھا۔ اس کا ایک بت تھا وہ اس بت کی عبادت کرتا تھا اس کو خوشبوئیں ملتا۔ وہ دونوں نوجوان رات کے وقت اس کے بت خانے میں جاتے اس کے سر پر غلاطت کرتے۔ عمرو بن جموح آتا تو بت کو اس کیفیت میں دیکھتا تو اس کو دھوتا خوشبوئیں ملتا اور اس کے پاس تلوار رکھ دیتا اور کہتا کہ اس سے مدافعت کر۔ دو بارہ یہ لوگ ایسا ہی کرتے اور ابن جموح پھر دھوتا صاف کرتا پھر اس کے پاس تلوار رکھتا۔ آخر کار ایک دن ان دونوں نے اس بت کو نکالا اور ایک کتے کی لاش سے اس کو باندھ دیا اور ایک رسی کے ذریعہ ایک باؤلی میں لٹکا دیا۔ جب عمرو بن الجموح آیا اور یہ کیفیت دیکھی تو اس کو عقل آگئی کہ وہ بت پرستی کے اندر اعتقاد باطل رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ کہنے لگا کہ ”اگر تو سچ سچ رب ہوتا تو کنوئیں میں کتے کے ساتھ پڑا نہ ہوتا“۔ پھر وہ اسلام لے آیا اور اچھا مسلم رہا اور جنگ احد میں شہید ہوا۔ ①

ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ کبھی تمہاری پیروی نہ کریں۔ یعنی یہ بت کسی کی پکار کو نہیں سن سکتے ان کو پکارنا نہ پکارنا برابر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ ”اے باپ! عبادت نہ کرو ایسی صورتی کی جو نہ سنتی ہے نہ دیکھتی ہے نہ تمہارا کچھ کام نکالتی ہے“۔ پھر فرمایا وہ بھی اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے جیسے یہ بت پرست بلکہ یہ بت پرست ہی ان بتوں سے اچھے کہ سنتے =

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ ﴿٢٠٠﴾ وَأَمَّا يُنْزَعُكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْعًا فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿٢٠١﴾

ترجمہ: سرسری برتاؤ کو قبول کر لیا کیجئے اور نیک کام کی تعلیم کر دیا کیجئے اور جاہلوں سے ایک کنارہ ہو جایا کیجئے۔ [۱۹۹] اور اگر آپ کو کوئی دوسرا شیطان کی طرف سے آنے لگے تو اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگ لیا کیجئے بلاشبہ وہ خوب سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ [۲۰۰]

== دیکھتے اور چھوتے تو ہیں۔ پھر فرمایا کہ اچھا اپنی مدد کے لئے اپنے شریکوں کو بلاؤ اور مجھے چشم زدن کی بھی مہلت نہ دو اور میرے خلاف جی کھول کے کوشش کر دیکھو۔ میرا مددگار وہ اللہ تعالیٰ ہے جس نے کتاب نازل فرمائی وہ نیکو کاروں کا والی ہے وہی اللہ تعالیٰ میرے لئے کافی و وافی ہے وہی میری مدد کرے گا اسی پر میرا بھروسہ ہے۔ میں مجبور ہوں تو اسی کا ہوں۔ وہ دنیا و آخرت میں نہ صرف میرا بلکہ میرے بعد بھی ہر نیکو کار کا سر پرست ہے۔ جیسا کہ ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کے جواب میں فرمایا تھا جب کہ آپ کی قوم نے آپ پر یوں تہمت باندھی کہ تم پر ہمارے خداؤں کی کچھ مار پڑی ہے جسبی تو تم ایسی بہکی بہکی باتیں کرنے لگے ہو۔ تو آپ نے جواب دیا کہ میں تو اللہ تعالیٰ کی گواہی دیتا ہوں اور صاف صاف کہے دیتا ہوں کہ میں تمہارے شرک سے نفرت و بیزاری ظاہر کرتا ہوں اچھا تم سب مل کر میرے ساتھ کچھ شرارت کر دیکھو اور ہاں دم بھر کے لئے مجھے بچاؤ کی مہلت بھی نہ دینا۔ تم میرا کیا بازو گئے۔ میرا بھروسہ تو اللہ تعالیٰ پر ہے وہ میرا اور تمہارا سب کا رب ہے۔ زمین پر کوئی جاندار ایسا نہیں جس کی تکمیل اس کے ہاتھ میں نہ ہو۔ میرا رب سیدھے اور سچے طریق پر ہے۔ اور ظلیل علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ تمہارا کیا خیال ہے ان بتوں کے بارے میں جن کی تم اور تمہارے آباء و اجداد پرستش کرتے تھے۔ یہ لوگ تو میرے دشمن ہیں مگر پروردگار میرا دوست ہے۔ اسی نے مجھے پیدا کیا اور وہی مجھے ٹھیک راہ پر چلائے گا۔ اور جیسے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا کہ میں تو بری ہوں تمہارے خداؤں سے مگر اپنے رب کا میں عبادت گزار ہوں جس نے مجھے خلق کیا اور پھر میری ہدایت فرمائی اور اس کے پیچھے اس کو ایک کلمہ یادگار بنا چھوڑا شاید کہ یہ اپنی بات سے رجوع کریں اور اسی لئے فرمایا کہ وہ نہ تو تمہاری مدد کر سکتے ہیں نہ اپنی اور اگر تم انہیں ہدایت کی طرف بلاؤ تو وہ خاک نہیں سنتے تم ایسا سمجھتے ہو کہ وہ تو تمہاری طرف نظر کر رہے ہیں لیکن خاک کچھ نہیں دیکھتے۔ وہ اپنی تصویری آنکھیں تم سے دوچار کر رہے ہیں جیسے واقعی دیکھ رہے ہیں لیکن وہ تو بے جان چیز ہے۔ اسی لئے ان سے ایسا معاملہ کیا جو ایک صاحب عقل کرتا ہو۔ ان بتوں کی شکل تو تصویری شکل ہے اور انسان جیسے معلوم ہوتے ہیں تم دیکھتے ہو کہ گویا وہ تم کو گھور رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی طرف ہم کی ضمیر پھیر دی جو انسان کی طرف پھیری جاتی ہے حالانکہ بے جان چیز ہاکی ضمیر کی مستحق ہوتی ہے۔ سدی اس سے بتوں کے بجائے مشرکین مراد لیتے ہیں لیکن پہلا ہی خیال صحیح ہے۔

عفو و درگزر سے کام لو: [آیت: ۱۹۹-۲۰۰] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾ کا یہ مطلب ہے کہ ان کے وہ اموال جو ان کی ضروریات سے مستزاد ہیں اور وہ مال جو تمہیں لادیں وہ لے لو۔ اور یہ عمل در آمد سورہ براءت میں فرائض صدقات کی توضیح و تشریح سے پہلے تھا کہ صدقات آپ کے پاس پیش کئے جاتے تھے۔ اور ضحاک کہتے ہیں کہ ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾ کے معنی ہیں جو زیادتی ہے وہ خرچ کر دو۔ عفو کے معنی زیادتی کے کئے گئے ہیں۔ زید بن اسلم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس میں مشرکین سے عفو و درگزر کا حکم ہے۔ دس سال تک یہ عفو و درگزر رہا پھر ان پر سختی کرنے کا حکم ہوا۔ یہ ابن جریر کا قول ہے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ لوگوں کے اخلاق اور اعمال سے درگزر کرو یعنی

ان کے اعمال و اخلاق کا کھوج نہ کرو۔ مراد یہ ہے کہ لوگوں سے درگزر کرو اور بری صحبت اختیار کرنے سے بچو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! جس کی صحبت میں اختیار کروں گا ضرور اس کی خوب پکڑ لوں گا۔ سب اقوال میں یہی قول زیادہ بہتر ہے۔

عینہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ پر یہ آیت اتاری ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ تو حضور ﷺ نے جبریل علیہ السلام سے پوچھا کہ ”اس سے کیا مقصد ہوا تو جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے کہ جو تمہاری ذات پر کوئی زیادتی کرے تو اس کو معاف کر دیا کرو۔ جو تم کو نہ دے تم اس کو دو جو تم سے تعلق توڑے تم اس سے تعلق جوڑو۔“ ① اسی مضمون کی حدیث سے متعلق ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ میں نے حضور ﷺ سے ملاقات کی۔ میں نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا یا رسول اللہ! بہترین اعمال مجھے بتائیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”اے عقبہ بن عامر! جو تم سے ہمدردی نہیں کرتا تم اس سے ہمدردی کرو جو تم کو محروم رکھتا ہے تم اس کو عطا سے محروم نہ رکھو جو تمہاری ذات سے متعلق زیادتی کرے تم اس سے درگزر کرو اور بخش دو ﴿خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ وَأَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ﴾ معاف کر دیا کرو اور نیک کاموں کی رہنمائی کیا کرو اور جاہل لوگوں سے انجان بن جاؤ“ ② عرف کے معنی معروف کے ہیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ عینہ اپنے بھتیجے حربن قیس کے ہاں آ کر ٹھہرے۔ حربن قیس حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے درباری آدمی تھے وہ قرآن کریم کے ماہر تھے اور قاری علما حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مجلس مشاورت کے رکن تھے یہ علما جوان بھی ہوتے تھے اور بوڑھے بھی۔ عینہ نے اپنے بھتیجے سے کہا ”اے بھتیجے تم کو امیر المؤمنین کے پاس رسوخ حاصل ہے امیر سے اجازت لے لو کہ میں ان سے مل لوں۔ تو حربن قیس نے اجازت حاصل کر لی اور عمر رضی اللہ عنہ نے حاضری کی اجازت دے دی۔ جب عینہ امیر المؤمنین سے ملے تو کہنے لگے یا ابن خطاب! تم نے ہم کو کافی روپیہ نہیں دیا نہ ہمارے ساتھ عدل سے کام لیا۔ عدل کا نام سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ غضبناک ہو گئے اور قریب تھا کہ عینہ کو مار بیٹھیں۔ تو حربن قیس نے لگے اے امیر المؤمنین! اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ سے فرمایا ہے کہ ”معاف کر دیا کرو اور نیک کاموں کا مشورہ دیا کرو اور جاہلوں سے اعراض کیا کرو اور یہ تو جاہلین میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جب عمر رضی اللہ عنہ کے آگے یہ آیت تلاوت کی گئی تو وہ ہیں رک گئے کوئی عقوبت نہیں کی وہ کتاب اللہ کے بڑے واقف کار تھے۔“ صرف بخاری نے اس کی روایت کی ہے۔ مروی ہے کہ سالم بن عبد اللہ کا گزراہل شام کے ایک قافلہ پر سے ہوا۔ قافلہ میں گھنٹیاں بجز رہی تھیں۔ تو کہا کہ گھنٹی بجانا ممنوع ہے کفار مندروں میں گھنٹی بجاتے ہیں تو اہل قافلہ نے کہا کہ اس بارے میں ہمیں تم سے زیادہ معلومات ہیں۔ ممانعت بڑے بڑے گھنٹوں کی ہے ان چھوٹی چھوٹی گھنٹیوں میں کوئی حرج نہیں۔ تو سالم خاموش ہو گئے اور صرف اتنا کہا کہ (أَعْرِضْ عَنِ الْجَاهِلِينَ) یعنی جاہلوں کے منہ نہ لگنا ہی بہتر ہے۔ کہا جاتا ہے (اولیتہ معروفاء، عارفاء، وعارفہ) سب کے ایک ہی معنی ہیں یعنی کار نیک۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا ہے کہ بندوں کو نیک کام کا حکم دو۔ لفظ معروف کے اندر جمع طاعات داخل ہیں اور جاہلوں سے اعراض کرنے کا بھی حکم دیا ہے۔ اگرچہ اس کے مامور بہ ظاہر نبی اکرم ﷺ ہیں لیکن درحقیقت سب ہی بندے مامور ہیں۔ اس کے ذریعہ بندوں کو ادب سکھایا جا رہا ہے کہ اگر کوئی تم پر ظلم کرے تو اس کو برواشت کر لو۔ یہ مطلب نہیں کہ کوئی اللہ تعالیٰ کے حقوق واجبی میں قصور کرے تو بھی اعراض کر جاؤ یا اللہ تعالیٰ سے کفر کرے یا وحدانیت سے جاہل رہے تو بھی درگزر کرو یا مسلمانوں سے اپنی جہالت کے سبب لڑے تو بھی خاموش ہو جاؤ غرض یہ کہ ایسی غلط فہمی نہ ہونا چاہئے یہ وہ اخلاق تین جن کی تعلیم اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو دی ہے۔ اس مضمون کو ایک مخلص شاعر نے بہت عمدگی سے شعر میں لکھا ہے، کہتا ہے:

① الطبری، ۱۰۴/۶، ابن ابی حاتم، ۱۶۳/۵۔

② ترمذی، کتاب الزہد، باب ماجاء فی حفظ اللسان ۲۴۰۶ وسندہ ضعیف علی بن یزید اور عبد اللہ بن زحر ضعیف راوی ہیں۔

إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَيفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ ﴿٢٠١﴾
وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّونَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُونَ ﴿٢٠٢﴾

ترجمہ: یقیناً جو لوگ خدا ترس ہیں جب ان کو کوئی خطرہ شیطان کی طرف سے آجاتا ہے تو وہ یاد میں لگ جاتے ہیں سو یکا یک ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں۔ [۲۰۱] اور جو شیاطین کے تابع ہیں وہ ان کو گمراہی میں کھینچنے لے جاتے ہیں پس وہ باز نہیں آتے۔ [۲۰۲]

عُذِيَ الْعَفْوَ وَأَمْرٌ مُرِيفٌ كَمَا
أُمِرْتُ وَأَعْرَضَ عَنِ الْجَهْلِيسِ
وَلَسْنُ فِي الْكَلَامِ لِكُلِّ الْأَنْامِ
فَمُسْتَحْسَنٌ مِّنْ ذَوِي الْجَاهِ لَيْسَ

”معاف کرنے کی عادت رکھو نیک کاموں کی رہبری کیا کرو اور جاہلوں سے اعراض کرو ہر شخص کے ساتھ

بات میں نرمی برتو اور بلند مرتبے والوں کے لئے بات میں نرمی برتاؤ اور بھی زیادہ مستحسن ہے۔“

بعض علما کا مقولہ ہے کہ لوگ دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو مردِ محسن کہ جو کچھ وہ خوشی سے تجھ پر احسان کرے شکر یہ کے ساتھ قبول کر لے اور اس کی طاقت سے زیادہ اس پر بار نہ ڈال کہ وہ خود دب کر رہ جائے۔ دوسرا بد قسم کا آدمی اس کو امر نیک کا مشورہ دیتا رہ۔ لیکن اگر اس کی گمراہی بڑھتی ہی جائے اور وہ اپنی جاہلیت پر قائم رہے تو اس سے اعراض کر لو۔ شاید یہی درگزر اس کی برائی سے اس کو روک دے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ بہترین طریق سے مدافعت کرو اس طرح دشمن بھی تمہارے دوست بن جائیں گے۔ ہم خوب جانتے ہیں جو کچھ وہ اظہار خیال کرتے ہیں اور کہا کرو کہ اے پروردگار! میں شیطان کے بہکاوے سے تیری پناہ مانگتا ہوں اور اس سے تیری پناہ کہ شیطانوں کا عمل دخل میرے پاس ہو۔ اور فرمایا کہ نیکی اور بدی برابر نہیں ہوا کرتے۔ مدافعت اور رد جواب اچھے ڈھنگ سے کیا کرو۔ یہ عمل وہی لوگ اختیار کر سکتے ہیں جو طبیعت کے صابر ہیں۔ نتیجہ میں ان کو بڑی کامیابی حاصل رہے گی، خوش قسمت ہی اس پر عمل پیرا ہوں گے۔ اگر شیطان تمہارے دل میں کچھ وسوسے ڈالے اور بہکانے لگے یا تمہیں دشمن سے نمٹنے کے وقت غضب میں لائے اور اس جاہل سے اعراض کرنے سے تمہیں روک دے اور اس سے تصادم پر تمہیں آمادہ کرے تو اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگنے لگو جاہل کی تم پر زیادتی کو بھی اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور تمہارے پناہ مانگنے کو بھی سن رہا ہے اس پر کوئی بات پوشیدہ نہیں شیطان کے بہکاوے اور فساد انگیزیاں تم کو جس قدر نقصان پہنچا سکتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے علیم و واقف ہے۔

جب ﴿عُذِيَ الْعَفْوَ﴾ والی آیت اتری تو بندے نے کہا یا الہی! غصہ چڑھ جائے تو کس طرح عفو کیا جائے؟ تو ﴿فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ﴾ والی آیت نازل ہوئی۔ ان دو آدھیوں کا واقعہ سابق میں بیان ہو چکا ہے کہ یہ دونوں آپس میں نبی اکرم ﷺ کے سامنے لڑ بیٹھے حتیٰ کہ ایک کے غصہ کے مارے تھنے پھول گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ اگر وہ پڑھے تو اس کا غصہ تھم جائے وہ کلمہ یہ ہے“ ﴿أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ﴾ اس کو یہ بات بتادی گئی تو کہا مجھے کچھ جنون نہیں ہے ① نزاع کے اصلی معنی فساد کے ہیں یہ فساد خواہ غضب کی وجہ سے ہو یا غیر غضب سے۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ ”اے نبی امیرے بندوں سے کہہ دو کہ بات اچھے ڈھنگ سے کیا کرو شیطان آپس میں فساد ڈالنے کی کوشش کرتا رہتا ہے۔ عیاذ کے معنی ہیں شر سے پناہ مانگنا اور ملاذ طلب خیر میں ہوا کرتا ہے ﴿استعاذہ﴾ کی حدیثیں اول تفسیر میں پہلے گزر چکی ہیں اعادہ کی ضرورت نہیں۔

① اس کی اصل صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة ابليس و جنوده ۳۲۸۲؛ صحیح مسلم ۲۶۱۰ میں موجود ہے۔

شیطانی وسوساں سے بچنے کا طریقہ: [آیت ۲۰۱-۲۰۲] جن بندوں نے امر الہی کی اطاعت کی اور ممنوعات سے باز رہے ہیں اگر شیطانی وسوسے انہیں دامن گیر ہوتے ہیں تو فوراً انہیں ذکر الہی کی یاد آ جاتی ہے۔ اس لفظ کو بعض طیف اور بعض طائف کہتے ہیں۔ یہ دونوں قراءتیں مشہور ہیں اور معنی ایک ہی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ کچھ فرق بھی ہے۔ بعض نے اس کے معنی غضب بتائے ہیں اور بعض نے کہا ہے کہ شیطان نے اگر آسیب زدہ کر دیا ہو۔ اور بعض نے کہا ہے کہ گناہ کی وجہ سے عداوت اور رنج۔ بعض نے کہا ہے کہ ارتکاب گناہ۔ ایسے لوگوں کو اللہ کی عفویت، عطاء، ثواب اللہ کے وعدے اور وعید یاد آ جاتے ہیں تو وہ توبہ کرنے لگتے ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف جھک جاتے ہیں اور فوراً اس کی طرف رجوع کر کے پناہ مانگنے لگتے ہیں۔ وہ فوراً اہل بصیرت بن جاتے ہیں بے ہوشی میں تھے تو ہوش میں آ جاتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ ایک عورت نبی اکرم ﷺ کے پاس آئی اس کو مرگی کی بیماری تھی۔ حضور ﷺ کے پاس آ کر عرض کرنے لگی: یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ سے میری شفا کے لئے دعا فرمائیے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا اگر یہی تیری مرضی ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ تجھے شفا دے دے گا اور اگر تو چاہے تو صبر کر اور بروزی قیامت حساب تجھ پر سے اٹھ جائے۔ تو کہنے لگی اچھا میں بیماری پر صبر کر لوں گی جب کہ مجھے حساب سے آزاد کیا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہہ رہی تھی کہ مجھے صرع کی بیماری ہے ہوش دہو اس رخصت ہو جاتے ہیں جسم پر سے کپڑا کھل جاتا ہے برہنہ ہو جاتی ہوں۔ بیماری دور نہ ہو تو نہ ہو دعا سمجھے کہ کم از کم میرا کپڑا نہ کھلے پائے۔ آپ نے دعا فرمائی اور پھر کبھی بحالت صرع کپڑا اس کے جسم پر سے نہ ہٹا۔ ① کہتے ہیں کہ ایک نوجوان ایک مسجد میں بیٹھا عبادت کرتا رہتا تھا ایک عورت اس کی یوانی ہو گئی اس کو پائی طرف مائل کرتی رہتی تھی۔ حتیٰ کہ ایک دن وہ اس کے گھر آئی گیا۔ اب فوراً اس کو یہ آیت یاد آ گئی ﴿إِنَّ الَّذِينَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طَائِفٌ مِّنَ الشَّيْطَانِ تَذَكَّرُوا فَإِذَا هُمْ مُبْصِرُونَ﴾ اور ساتھ ہی وہ شش کھا کر گر پڑا۔ جب ہوش آیا تو پھر یہی آیت پڑھنے لگا پڑھتے پڑھتے جان دے دی حضرت عمر رضی اللہ عنہما آئے اس کے باپ سے تعزیت کی۔ وہ رات کو دفن کر دیا گیا تو عمر رضی اللہ عنہما اپنے بعض ساتھیوں کو لے کر اس کی قبر پر گئے اس کی نماز مغفرت پڑھی پھر قبر سے مخاطب ہو کر یوں بولنے لگے: اے نوجوان! ﴿وَلَمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ﴾ ② یعنی جو اللہ تعالیٰ سے ڈر گیا اس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو جنتیں ہیں۔ اس آیت کریمہ کو سن کر قبر کے اندر سے آواز آئی کہ اے عمر! اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں جنتیں بخشیں ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ ﴿وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوهُمْ﴾ یعنی ان کے ساتھی انسانی شیاطین ان کو گمراہی کی طرف اور گھسیٹے لئے جاتے ہیں۔ جیسا کہ فرمایا ﴿إِنَّ الْمُبْتَدِرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيْطَانِ﴾ ③ یعنی فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں یعنی ان کے تابعین ان کی باتوں کو تسلیم کرنے والے انہیں اور گمراہی کی طرف لئے جا رہے ہیں معاصی ان پر آسان بناتے ہیں اور گناہوں کو ان کی نگاہوں میں مستحسن کر دکھاتے ہیں۔ مد کے معنی زیادتی کے ہیں یعنی جہل اور گمراہی میں زیادتی کرتے ہیں ﴿ثُمَّ لَا يُفْصِرُونَ﴾ یعنی یہ کہ شیاطین اپنی کوششوں میں کوتاہی نہیں کرتے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ نہ انسان اپنے اعمال بد کے صدور میں کوتاہی کرتے ہیں اور نہ شیاطین ان سے باز رہتے ہیں۔ گمراہی کی طرف کھینچ لے جانے والے جن و شیاطین ہیں جو اپنے انسانی اولیا کی طرف اپنی وحی بھیجتے رہتے ہیں اور اس میں اپنی کوشش اٹھانہیں رکھتے۔ اس لئے کہ ان کی فطرت اور طبیعت ہی ایسی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿أَلَمْ تَرَ أَنَا أَرْسَلْنَا الشَّيْطَانِ عَلَى الْكَافِرِينَ

① احمد، ۴۴۱/۲، وسندہ حسن حاکم، ۴/۲۱۸، ابن حبان، ۲۹۰۹؛ صحیح بخاری، کتاب المرضى، باب فضل من بصرع

من الریح، ۵۶۵۲؛ صحیح مسلم، ۲۵۷۶۔

② ۵۵/الرحمن: ۴۶۔ ③ ۱۷/الاسراء: ۲۷۔

وَإِذَا لَمْ تَأْتِهِمْ بآيَةً قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا قُلْ إِنَّمَا أَتَّبِعُ مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ مِنْ رَبِّي

هَذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰۳﴾ وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ

فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنْصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿۲۰۴﴾

ترجمہ: اور جب آپ کوئی معجزہ ان کے سامنے ظاہر نہیں کرتے تو وہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ یہ معجزہ کیوں نہ لائے آپ فرمادیجئے کہ میں اس کا اتباع کرتا ہوں جو مجھ پر میرے رب کی طرف سے حکم بھیجا گیا ہے۔ یہ گویا بہت سی دلیلیں ہیں تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان رکھتے ہیں۔ [۲۰۳] اور جب قرآن پڑھا جایا کرے تو اسکی طرف کان لگا دیا کرو اور خاموش رہا کرو امید ہے کہ تم پر رحمت ہو۔ [۲۰۴]

تَسُوذُهُمْ أَذًا ﴿۱﴾ یعنی اسے پیغمبر! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ ہم نے شیاطین کو کافروں کے پاس بھیجا جو ان کافروں کو معاصی کی طرف مائل کرتے رہتے ہیں۔

قرآن حکیم زندہ و جاوید اور عظیم معجزہ ہے: [آیت: ۲۰۳-۲۰۴] یہ لوگ کسی معجزے اور نشانی کے طالب ہوتے ہیں اور تم نہیں پیش کرتے ہو تو کہتے ہیں کہ کوئی نشانی تم نے خود کیوں نہیں بنا ڈالی۔ اپنی طرف سے کیوں نہ گھڑ لیا یا آسمان سے کوئی نشانی کیوں نہ کھینچ لائے۔ آیت سے مراد معجزہ اور خرق عادت جیسا کہ فرمایا "اگر ہم چاہیں تو آسمان سے معجزہ اتاریں جس کو دیکھ کر ان کی گردنیں جھک جائیں۔ یہ کافر بھی ہمارے رسول سے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی نشانی حاصل کرنے کی تم کوشش کیوں نہیں کرتے تاکہ ہم اس کو دیکھ لیں تو ایمان لائیں۔ تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ کہہ دو کہ میں اپنی طرف سے اس بارے میں کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتا۔ میں تو اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں جو مجھے حکم بھیجا گیا اس کی تعمیل کرنے والا۔ اگر اس نے از خود کوئی معجزہ بھیجا تو میں اصرار نہیں کر سکتا۔ اس نے مجھے یہ بات بتائی ہے کہ یہ قرآن ہی سب سے بڑا معجزہ ہے اس میں دلائل تو حید ایسے واضح ہیں کہ خود معجزہ بنے ہوئے ہیں۔

﴿هَذَا بَصَائِرُ مِنْ رَبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿۲۰۳﴾﴾

قرآن کو خاموشی سے سنو: جب اس بیان سے فراغت حاصل ہو چکی کہ قرآن ہدایت اور رحمت ہے اور لوگوں کے لئے سمجھنے کی چیز ہے تو اب ارشاد ہوتا ہے کہ اس کی تلاوت کے وقت خاموش رہا کرو تاکہ اس کا احترام اور تعظیم کی جاسکے ایسا نہیں جیسا کہ کفار قریش کرتے تھے یعنی کہتے تھے کہ قرآن نہ سنو نہ سننے دو قرآن خوانی کے وقت شور و غوغا مچایا کرو۔ لیکن یہ سکوت کی تاکید فرض نماز کے بارے میں ہے اور وہ بھی اس وقت جب کہ امام بہ آواز بلند قرات کر رہا ہو۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ "جب امام نماز پڑھنے لگے جب وہ تکبیر کہے تو تم بھی تکبیر کہو اور جب وہ قرات کرنے لگے تو خاموش ہو جاؤ۔" ② ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس آیت کے اترنے سے پہلے لوگ نماز پڑھنے میں باتیں کر لیا کرتے تھے چنانچہ جب یہ آیت اتری کہ خاموش ہو جاؤ اور قرآن سنو تو سکوت کا حکم دیا گیا۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ نماز میں ایک دوسرے کو سلام علیک کہہ لیا کرتے تھے اس لئے یہ آیت اتری۔ ابن

① ۱۹/مریم: ۸۳۔ ② صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الشہد فی الصلاة، ۴۰۴؛ ابو داؤد ۶۰۴؛ نسائی ۹۲۲؛ ابن ماجہ ۸۴۶ ان میں (جب قرات کرنے لگے تو خاموش ہو جاؤ) کے الفاظ شاذ ہیں۔

مسعود بنی النخعیؓ نماز پڑھا رہے تھے لوگوں کو دیکھا کہ امام کے ساتھ خود بھی قرأت کر رہے ہیں تو نماز ختم کر کے کہا تمہیں کیا ہو گیا کہ قرآن سننے نہیں سمجھتے نہیں! حالانکہ اللہ تعالیٰ نے خاموش رہ کر سننے کی ہدایت فرمائی ہے۔ زہریؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت انصار کے ایک شخص کے بارے میں نازل ہوئی (یہ آیت مکی ہے اور انصار کے قبول اسلام سے پہلے کی نازل شدہ ہے)۔ آنحضرت ﷺ پڑھتے تھے تو وہ بھی آنحضرت ﷺ کے پیچھے پڑھتا تھا۔ ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے بالجبر نماز ختم کرنے کے بعد فرمایا کہ ”کیا تم میں کوئی خود بھی میرے ساتھ ساتھ پڑھ رہا تھا“ تو ایک شخص نے کہا ہاں یا رسول اللہ ﷺ! تو آپ ﷺ نے فرمایا ”مجھے کیا ہوا کہ میں دیکھتا ہوں کہ میرے ساتھ ساتھ قرآن پڑھا جاتا ہے۔“ چنانچہ اس کے بعد لوگ صلوة بالجبر میں امام کے پیچھے قرأت کرنے سے رک گئے۔ ① زہریؒ نے کہا ہے کہ جبری نماز میں امام کے پیچھے قرأت نہیں کرنی چاہئے۔ امام کی اپنی قرأت بھی تمہارے لئے کافی ہے اگرچہ اس کی آواز تمہیں سنائی نہ دے۔ لیکن نماز بالجبر نہ ہو تو لوگ اپنے منہ میں پڑھ لیا کرتے تھے۔ لیکن یہ درست نہیں کہ کوئی شخص جبری نماز میں امام کے پیچھے قرأت کرنے نہ پوشیدہ کرے نہ علانیہ کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قرآن خوانی کے وقت خاموشی اختیار کر لیا کرو۔ میں کہتا ہوں کہ یہ طریقہ علما کی ایک جماعت کا ہے کہ مقتدی پر نماز جبری میں یہ واجب نہیں ہے کہ قرأت خود بھی کرے نہ امام کے فاتحہ پڑھنے کے وقت نہ غیر فاتحہ پڑھنے کے وقت اور شافعیؒ کے دوقول ہیں جن میں ایک قول یہ بھی ہے۔ امام ابو حنیفہ اور احمد بن حنبلؒ کہتے ہیں کہ مقتدی ہرگز قرأت نہ کرے نہ سری نماز میں نہ جبری میں کیونکہ حدیث میں وارد ہے کہ امام کی قرأت تمہاری قرأت ہے۔ یہی زیادہ صحیح ہے۔ یہ مسئلہ بہت بسیط ہے اور مختلف فیہ ہے۔ امام بخاریؒ نے کہا ہے کہ امام کے پیچھے قرأت واجب ہے خواہ نماز سری ہو یا جبری وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قرآن پڑھا جانے لگے تو خاموشی سے سنو یعنی جب کہ صلوة مفروضہ میں پڑھا جا رہا ہو یہ ابن عباسؓ کا قول ہے۔ طلحہ بن عبید اللہ بن کریزؒ کہتے ہیں کہ میں نے عبید بن عمیر اور عطاء بن ابی رباح کو باہم باتیں کرتا پایا حالانکہ دوسری طرف وعظ ہو رہا تھا تو میں نے کہا کہ ذکر اللہ کیوں نہیں سنتے، تم وعید کے قابل ہو رہے ہو تو ان دونوں نے میری طرف دیکھا پھر اپنی باتوں میں لگ گئے۔ میں نے دوبارہ انہیں تنبیہ کی۔ انہوں نے میری طرف دیکھا اور پھر باتوں میں لگ گئے۔ میں نے تیسری بار اپنی بات کا اعادہ کیا تو کہنے لگے کہ یہ حکم نماز سے متعلق ہے کہ امام قرآن پڑھ رہا ہو اور تم مقتدی ہو تو خاموش ہو کر سنو تم بھی نہ پڑھنے لگو۔ مجاہدؒ اور دوسرے بھی کئی راوی اس حکم کو قرآن سے متعلق ہی بتاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی شخص نماز میں نہ ہو اور قرآن پڑھا جا رہا ہو تو پھر باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ زید بن اسلمؒ بھی یہی مراد لیتے ہیں۔ مجاہدؒ کہتے ہیں کہ یہ حکم نماز اور خطبہ یوم جمعہ سے متعلق ہے۔ ابن جبیرؒ کہتے ہیں کہ یوم الاضحیٰ اور عید الفطر اور یوم جمعہ کے خطبہ اور جبری نماز سے متعلق ہے، غیر جبری نماز سے متعلق نہیں ہے۔ ابن جریرؒ نے بھی یہی اختیار کیا ہے کہ اس سے مراد چپ رہنا ہے نماز میں اور خطبہ میں۔ اور یہی حکم ہے کہ خطبہ میں اور امام کے پیچھے چپ رہا کرو حدیث میں بالکل یہی حکم وارد ہے۔ مجاہدؒ اس بات کو بہت ہی برا سمجھتے تھے کہ جب امام کوئی آیت خوف یا آیت رحمت پڑھے تو بولنے لگیں۔ نہیں بلکہ خاموش رہیں اپنی زبان سے جذبات خوف درجا کے تحت کچھ نہیں کہنا چاہئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جو قرآن کی کوئی آیت خاموش ہو کر سنے تو اس کے لئے دو گنا نیکیاں لکھی جاتی ہیں اور جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے قرآن قیامت کے دن اس کے لئے نور بن جاتا ہے۔“ ②

① احمد، ۲/۳۴۱ اس کی سند میں عباد بن مسعودؒ ضعیف راوی ہے۔ (العیب، ۲/۳۷۸، ۴۱۶) جبکہ حسن بصریؒ کا حضرت ابو ہریرہؓ سے سماع ثابت نہیں۔ ابنزیر اور حدیث ضعیف ہے۔ ② ابو داؤد، کتاب الصلاة، باب من رأى القراءۃ اذالم یحضر ۸۲۶ وهو صحیح، ترمذی ۳۱۲، نسائی، ۲۰/۹۲۰، ابن ماجہ ۸۴۸، احمد ۲/۳۰۱، ابن حبان ۱۸۴۹ شیخ الہبالیؒ نے اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح ترمذی ۲۵۷)

وَأَذْكُرُ رَبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ

وَالْأَصَالِ وَلَا تَكُنْ مِنَ الْغَافِلِينَ ﴿٢٠٥﴾ إِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ

عِبَادَتِهِ وَيَسْجُدُونَ لَهُ يَسْجُدُونَ ﴿٢٠٦﴾

ترجمہ: اور اے شخص اپنے رب کی یاد کیا کر اپنے دل میں عاجزی کے ساتھ اور خوف کے ساتھ اور زور کی آواز کی نسبت کم آواز کے ساتھ صبح اور شام اور اہل غفلت میں شمارت ہونا۔ [۲۰۵] یقیناً جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے تکبر نہیں کرتے اور اس کی پاکی بیان کرتے ہیں اور اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ [۲۰۶]

آہستہ آواز سے ذکر مستحب ہے: [آیت: ۲۰۵-۲۰۶] اللہ پاک حکم دیتا ہے کہ اول روز اور آخر روز میں اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو جیسا کہ ان دونوں وقتوں میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا اس آیت کے ذریعہ حکم دیا ہے۔ کہ طلوع آفتاب سے پہلے اور اسی طرح غروب سے قبل اللہ تعالیٰ کی حمد کی تسبیح کیا کرو۔ اور یہ شب معراج میں پانچ نمازوں کے فرض ہونے سے پہلے کی بات ہے اور یہ آیت مکی ہے ﴿غُدُوِّ﴾ کے معنی اول نہار کے ہیں اور ﴿أَصَالِ﴾ صیل کی جمع ہے جیسے (ایمان) یمنین کی جمع ہے۔ پھر حکم ہوتا کہ اپنے رب کو دل سے بھی یاد کرو اور زبان سے بھی اس سے رغبت رکھ کر بھی اور اس سے ڈر کر بھی بلند آواز کے ساتھ نہیں اور یہ مستحب ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر چیخ پکار کے ساتھ نہ ہو۔

رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے پوچھا کہ آیا ہمارا رب ہم سے قریب ہے یا دور اگر قریب ہے تو ہم سرگوشی کے طور پر اس کو مخاطب کریں گے اور اگر دور ہے تو آواز سے ندا دیں گے۔ تو اللہ پاک نے یہ آیت اتاری کہ ”میرے بندے میرے بارے میں پوچھتے ہیں تو ان سے کہہ دو کہ میں بہت قریب ہوں وہ مجھے پکاریں تو میں پکارنے والے کی دعا کو سنتا ہوں۔“

ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ لوگ کسی سفر میں بلند آواز سے دعا کرنے لگے تو ان سے نبی اکرم ﷺ نے کہا کہ ”اے لوگو! اپنی جانوں پر رحم کرو! تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکار رہے ہو جس کو پکار رہے ہو وہ سننے والا اور قریب ہے تمہاری شدہ گردن سے بھی قریب تر۔“ ① اس آیت سے یہ بھی مراد ہو سکتی ہے جو اس آیت میں ہے کہ ”اپنی دعا اور نماز نہ بہت بلند آواز سے پڑھو اور نہ بہت آہستہ آواز سے بلکہ دونوں کی درمیانی آواز ہو کیونکہ مشرکین جب قرآن سنتے تھے تو قرآن کو اور قرآن اتارنے والے اور لانے والے کو برا بھلا کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ بہت بلند آواز سے قرآن نہ پڑھو تاکہ مشرکین کو اذیت نہ ہو اور نہ اتنی پست آواز میں کہ تمہارے ساتھی بھی نہ سن سکیں۔ اس آیت کریمہ میں بھی یہی مضمون ہے کہ صبح و شام کی عبادت میں بلند آواز سے نہ پڑھو اور نادنوں میں سے نہ بنو۔ مراد یہ کہ سامع قرآن کو حکم دیا جائے کہ اس ذہنگ سے نماز اور عبادت کی جائے۔ اور یہ بات بعید ہے اور آہستہ پڑھنے کے حکم کے منافی ہے اور پھر اس سے مراد یہ بھی ہے کہ یہ حکم متعلق بہ نماز ہے جیسا کہ ماسبق میں گزرا۔ یہ صلوة اور خطبہ سے متعلق ہے اور یہ بات ظاہر ہے کہ ایسے وقت ذکر کرنے سے افضل خاموش رہنا ہے۔ خواہ وہ ذکر آہستہ ہو یا بلند آواز سے ہو۔ یہ چیز جو ان دونوں نے بیان کی اس کی متابعت نہیں کی گئی۔ بلکہ مقصد یہ ہے کہ بندوں کو صبح و شام ہر وقت کثرت ذکر پر ابھارا جائے تاکہ وہ =

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْأَنْفَالِ ۖ قُلِ الْأَنْفَالُ لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ۚ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۖ وَأَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ①

ترجمہ: شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

یہ لوگ آپ سے غنیمتوں کا حکم دریافت کرتے ہیں۔ آپ فرمادیجئے کہ یہ غنیمتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں اور رسول اللہ کی ہیں۔ سو تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اپنے باہمی تعلقات کی اصلاح کرو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو اگر تم ایمان والے ہو۔ [۱]

== کسی وقت بھی ذکر اللہ سے غافل نہ رہیں۔ اسی لئے تو ان ملائکہ کی مدح کی گئی ہے جو صبح و شام اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے میں غفلت نہیں برتتے۔ چنانچہ فرمایا کہ ﴿لَإِنَّ الَّذِينَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِهِ﴾ ان فرشتوں کی مثال صرف اس لئے بیان کی گئی تاکہ بندے کثرت طاعت میں فرشتوں کی اقتدا کریں۔ اور جیسا کہ حدیث میں آیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے سجدہ کرنے کا ذکر فرمایا تو ایسا ہی سجدہ ہمارے لئے بھی شروع فرمایا۔ حدیث میں ہے کہ ”تم بھی عبادت اللہ کے لئے ایسی ہی صفیں کیوں نہیں باندھتے جیسے کہ فرشتے اپنے رب کے سامنے صفیں باندھ رہتے ہیں اور پہلی صف والوں کو اولیت حاصل رہے اور صفوں میں صحیح اور سیدھی صف بندی کا بہت خیال رکھتے ہیں۔“ ① یہاں جو سجدہ تلاوت ہے وہ قرآن کا سب سے پہلا سجدہ تلاوت ہے جس کا ادا کرنا تلاوت کرنے والے اور سننے والے سب پر بالا جماع مشروع ہے۔ اور ابن ماجہ کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اس کو سجدات قرآن میں سے قرار دیا ہے۔ ②

الْحَمْدُ لِلَّهِ تَفْسِيرُ سُورَةِ أَعْرَافٍ خَتَمَ هُوْنِي۔

تفسیر سورہ انفال

اس میں پچھتر آیتیں ہیں ایک ہزار چھ سو اکتیس کلمات ہیں اور پانچ ہزار دو سو چورانوے حروف ہیں وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

مال غنیمت کے احکام اور اس کو نفل کہنے کی وجہ: [آیت: ۱] ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ”انفال“ مال غنیمت کو کہتے ہیں اور کہا کہ سورہ انفال غزوہ بدر میں نازل ہوئی ہے۔ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ انفال وہ غنیمت ہیں کہ وہ کسی کا حق نہیں صرف نبی اکرم ﷺ کا حق ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے جب کوئی بات پوچھی جاتی تو کہتے کہ نہ میں اجازت دیتا ہوں نہ منع کرتا ہوں۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قسم اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم ﷺ کو منع کرنے والا حکم دینے والا اور حلال و حرام کی تشریح کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ قاسم عیسیٰ کہتے ہیں کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے پاس ایک آدمی آیا اور انفال کے بارے

① صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب الأمر بالسكون في الصلاة والنهي عن الاشارة باليد..... ۴۳۰۔

② ابن ماجہ، کتاب اقامة الصلاة، باب عدد سجود القرآن ۱۰۵۶ وسندہ ضعیف اس کی سند میں عثمان بن قانہ ضعیف راوی ہے (التقريب،

۱۳/۲ رقم ۱۰۶) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھیے (ضعیف ابن ماجہ ۲۱۷)

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانفال باب قوله ﴿يسئلونك عن الانفال قل الانفال لله والرسول.....﴾ ۴۶۴۵،

میں آپ سے سوال کیا۔ آپ ﷺ نے کہا کہ ”انفال یہ ہے کہ ایک آدمی جنگ میں دوسرے کو مار کر اس کا گھوڑا اور ہتھیار مالِ غنیمت کے طور پر لے لے۔“ اس آدمی نے پھر سوال کیا تو آپ ﷺ نے پھر دیا یہی جواب دیا۔ پھر اس نے سوال کیا تو آپ ﷺ کو غصہ آ گیا اور آپ ﷺ اس پر حملہ کرنے کے قریب ہو گئے۔ پھر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اس کی مثال تو اس شخص کی طرح ہے جس کو حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے مارا تھا حتیٰ کہ خون اس کی ایزی اور پاؤں پر بہنے لگا تھا تو اس آدمی نے کہا کہ کیا تم بھی وہ نہیں ہو کہ عمر رضی اللہ عنہ کا بدلہ اللہ تعالیٰ نے تم سے لیا ہے۔ یہ اسناد صحیح ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انفل کی تفسیر اس مالِ غنیمت سے کی جو جنگ میں چھینا ہوا مالِ اہم بعض اشخاص کو اصل غنیمت کے تقسیم کے بعد کچھ اور زیادہ دے دیتا ہے اور اکثر فقہانے بھی انفال کا مطلب یہی اخذ کیا ہے۔

لوگوں نے نبی اکرم ﷺ سے اس پانچویں حصہ کے بارے میں پوچھا جو چار حصے خارج کرنے کے بعد رہ جائے تو یہ آیت اتری ﴿يَسْتَلُونَكَ عَنِ الْاِنْفَالِ﴾ ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ”انفل“ کا اطلاق بروز جنگ چھینے ہوئے مال پر نہیں بلکہ جنگ کی صفیں قائم کرنے سے پہلے ہوتا ہے کیونکہ وہ تو ایک قسم کی زیادتی ہے۔ ابن مبارک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ”اے نبی! تم سے لوگ اس لوٹھی غلام سواری اور سامان وغیرہ کے بارے میں پوچھتے ہیں جو بغیر جنگ کے مشرکین سے مسلمانوں کو ملتا ہو سو یہ نبی اکرم ﷺ کا حق ہے وہ جیسا چاہیں اس کا مصرف کریں۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ مال نے کو انفال سمجھتے ہیں۔ اور نے وہ مال ہے جو کفار سے بغیر قتال حاصل ہو۔ اور دوسرے لوگوں کا خیال ہے کہ سرایا سے جو مال مل جائے وہ انفال ہے یعنی مسلمان کافروں سے لڑنے کے لئے گئے ہوں اور کافر لڑنے کے بغیر اپنا مال و متاع اور سامان وغیرہ چھوڑ کر بھاگ گئے ہوں اور یہ مال مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا ہو اور نبی ﷺ اس لشکر کے ساتھ نہ ہوں۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے مراد لشکر کے کسی رسالے کو اس کی کارگزاری کے عوض میں یا اس کے حوصلہ افزائی کی خاطر امام وقت انہیں عام تقسیم سے کچھ زیادہ دے دے۔ سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ بدر میں میرا بھائی عمیر قتل کر دیا گیا تھا تو میں نے بھی سعید بن العاص کو قتل کر دیا اور اس کی تلوار لے لی جس کا نام ذوالکعبہ تھا۔ اس کو نبی اکرم ﷺ کے پاس لے آیا۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”مالِ مقبوضہ کے ذخیرہ میں ڈال آؤ۔“ میں ڈال دینے کے لئے جا رہا تھا۔ اس وقت میرے دل کی حالت کو اللہ ہی جانتا تھا ایک تو بھائی کا قتل دوسرے جو کچھ میں نے چھینا تھا وہ بھی لے لیا گیا۔ لیکن میں تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ سورہ انفال کی یہ آیت اتری۔ تو رسول اللہ ﷺ نے مجھے بلا کر کہا کہ ”جاؤ اپنا چھینا ہوا مال لے لو۔“ ① سعد بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آج مجھے مشرکین کی ہزیمت سے شفا بخشی ہے اب یہ تلوار مجھے بخش دیجئے۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ تلوار نہ تمہاری ہے نہ میری اس کو رکھ دو۔“ میں نے رکھ دی اور واپس ہوا اور دل میں خیال کر رہا تھا کہ مجھے نہیں ملی تو کوئی ایسا شخص پالے گا جو مجھ جیسا مستحق نہیں اور جس نے نہ ایسی مصیبت برداشت کی جیسی میں نے نہ کہ یکا یک کسی نے مجھ کو پیچھے سے آواز دی۔ میں حضور ﷺ کے پاس پہنچا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! کیا کوئی وحی نازل ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”تم نے مجھ سے تلوار مانگی تھی لیکن وہ میری تھی نہیں کہ تمہیں دیتا اب اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعہ مجھے دے دی ہے تو لو اب تمہیں دیتا ہوں۔“ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ہے کہ ﴿يَسْتَلُونَكَ عَنِ الْاِنْفَالِ قُلِ الْاِنْفَالُ

① احمد ۱/۱۸۰ و سندہ ضعیف اس کی سند میں محمد بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کے درمیان انقطاع ہے۔

لِلَّهِ وَالرَّسُولِ ① سعد بن الربیعؓ کہتے ہیں کہ میرے بارے میں چار آیتیں اتری ہیں۔ جنگ بدر میں ایک تلوار پر میں نے قبضہ کیا تھا۔ میں نبی اکرم ﷺ کے پاس آیا اور کہا 'یہ تلوار مجھے بخش دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا "جہاں سے لی ہے وہیں رکھ دو۔" آپ ﷺ نے دودفعہ کہا۔ میں نے پھر درخواست کی تو آپ ﷺ نے پھر یہی کہا۔ چنانچہ انفال والی آیت اتری۔ اور مجھ سے متعلق دوسری آیت ہے ﴿وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ﴾ ② الخ۔ تیسری آیت ﴿أَنَّمَا الْحُمُرُ وَالْمَيْسِرُ﴾ ③ الخ۔ اور چوتھی آیت وصیت۔ ④

مالک بن ربیعہؓ کہتے ہیں کہ بدر کے روز ابن عائد کی تلوار میرے قبضہ میں آئی جس کا نام مرزبان تھا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ "اپنا اپنا لوٹا ہوا مال رکھ دو" تو میں نے بھی یہ تلوار رکھ دی۔ اور رسول اللہ ﷺ کی عادت شریف تھی کہ کوئی کچھ مانگے تو سوال رو نہیں کرتے تھے ارقم بن حنیفؓ نے یہ تلوار دیکھ کر حضور ﷺ سے مانگ لی اور حضور اکرم ﷺ نے دے دی۔ نزول آیت کا دوسرا سبب: ابوامامہؓ کہتے ہیں کہ انفال کے بارے میں میں نے عبادہ بن ربیعہؓ سے سوال کیا تو انہوں نے کہا ہمارے ساتھ مجاہد بن بدر بھی تھے اور یہ آیت اس وقت اتری ہے جب کہ انفال کے لئے ہم میں اختلاف پڑ گیا اور ہم آپس میں تیز و تلخ باتیں کرنے لگے تو بات اللہ تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ سے لی لی اور نبی اکرم ﷺ کو دے دی۔ اب حضور اکرم ﷺ نے یہ مال غنیمت مسلمانوں میں برابر برابر تقسیم کر دیا۔ ⑤ عبادہ بن صامتؓ کہتے ہیں کہ میں بدر میں حضور ﷺ کے ساتھ شریک تھا۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو شکست دے دی اب ایک جماعت نے تو دشمنوں کا تعاقب کیا اور بھانگوں کو قتل کیا اور ایک جماعت لشکر پر آ پڑی کہ ان کا محاصرہ کر رہی تھی اور ایک نبی اکرم ﷺ کو گھیرے میں لئے ہوئے آپ ﷺ کی حفاظت کر رہی تھی کہ کہیں دشمن گزند نہ پہنچائے۔ جب رات ہو گئی اور مال غنیمت تقسیم کرنے لگے تو جن لوگوں نے مال غنیمت کو سمیٹ کر محفوظ کیا تھا کہنے لگے کہ اس کے صرف ہم حقدار ہیں اور جو دشمن کے تعاقب میں گئے تھے ان کا کہنا تھا کہ ہم دشمن کی شکست کا سبب ہیں اس لئے صرف ہم حقدار ہیں اور جنہوں نے حضور ﷺ کی حفاظت کی تھی وہ کہتے تھے کہ ہم کو اس بات کا سخت اندیشہ تھا کہ کہیں حضرت ﷺ کو گزند نہ پہنچے۔ اس لئے ہم تو ایک بہت ہی اہم کام میں مصروف تھے۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ انفال تو اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کا ہے پس اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح قائم رکھو۔ اب حضرت ﷺ نے مسلمانوں میں اس کی تقسیم کر دی۔ اور نبی اکرم ﷺ کی عادت تھی کہ جب دشمن پر ہوتے تو اسی روز وہی چوتھائی مال غنیمت تقسیم کر دیتے اور جب واپس ہو چکے تو تہائی کی تقسیم کر دیتے اور اپنے لئے اس کو نامناسب سمجھتے۔ ⑥ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جنگ بدر کے روز حضور ﷺ نے فرمایا کہ جو ایسی ایسی کارگزاریاں بتائے گا اس کو ایسا ایسا انعام ملے گا۔ اب نوجوان تو اپنی کارگزاری بتانے کی کوشش میں لگ گئے اور بوزھوں نے مورچے اور جھنڈے سنبھال لئے اور جب مال غنیمت آیا تو جس کے لئے جو وعدہ کیا گیا تھا وہ لینے کے لئے آئے۔ بوزھوں نے کہا تم کو ہم پر ترجیح نہیں ہو سکتی، ہم

① ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی النفل؛ صحیح، ورواہ مسلم؛ ۱۷۴۸ من طریق آخر، ترمذی؛ ۳۰۷۹؛ احمد ۱/۱۷۸۔

② ۲۹/العنکبوت:۸۔ ③ ۵/المائدہ:۹۰۔

④ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فی فضل سعد بن ابی وقاصؓ؛ ۱۷۴۸؛ مسند الطیالسی ۲۰۸۔

⑤ احمد ۵/۳۲۲ وسندہ ضعیف، دارمی ۲/۲۲۹؛ حاکم ۲/۱۳۶؛ بیہقی ۶/۲۹۲ [ابن ماجہ ۲۸۵۲ وهو صحیح]۔

⑥ ترمذی، کتاب السیر، باب فی النفل؛ ۱۵۶۱؛ ابن ماجہ ۲۸۵۲؛ مختصرأ وهو صحیح، احمد ۵/۳۲۳؛ حاکم ۲/۱۳۵؛

ابن حبان ۴۸۵۷؛ بیہقی ۶/۲۹۲۔

تمہارے پشت پناہ بنے ہوئے تھے اگر تمہیں ہزیمت ہوتی تو ہمارے ہی پاس تم کو پناہ ملتی۔ بات بڑھ گئی جھگڑا ہوا تو انفال والی آیت اتری۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بدر کے روز حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جس نے کسی کو قتل کیا اس کو مالِ مَقْتُول میں سے یہ یہ انعام اور جو کسی کو قید کر لائے اس کو یہ انعام۔ چنانچہ ابوالیسر رضی اللہ عنہ نے دو قیدی پکڑے اور کہا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے وعدہ فرمایا تھا۔ تو سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ بول اٹھے کہ یا رسول اللہ ﷺ اگر آپ نے اس طرح دے دیا تو آپ کے دوسرے اصحاب کے لئے کچھ نہ بچے گا۔ ہم جو میدان جنگ میں رکے رہے تو اس کا سب کچھ یہ نہیں تھا کہ ہم کو مال کا یا معاوضہ کا لالچ نہ تھا اور نہ یہ کہ ہم دشمن سے گھبراتے تھے۔ ہم تو یہاں صحف اس لئے ٹھہرے رہے کہ کہیں آپ پر پیچھے سے حملہ نہ ہو جائے۔ مقامی حفاظت کی بھی سخت ضرورت تھی۔ غرض یہ کہ کچھ جھگڑا ہو گیا اور یہ آیت نازل ہوئی۔ ② ارشاد باری ہے ﴿وَأَعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ حُمُسَهُ﴾ ③ یعنی جو مال غنیمت تم کو ملا ہے اس میں پانچواں حصہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ امام ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے اپنی کتاب ”الاموال الشرعیہ“ میں لکھا ہے کہ انفال ماہائے غنیمت کو کہتے ہیں اور ہر وہ مال جو حربوں سے مسلمانوں کو ملے۔ انفال پر سب سے پہلے تو رسول اللہ ﷺ کا حق ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے یوم بدر میں اس کی تقسیم حسب ہدایت باری تعالیٰ شمس نکالے بغیر کی تھی۔ جیسا کہ حدیث سعد بن ہبم ذکر کر چکے ہیں۔ پھر اس کے بعد آیت خمس نازل ہوئی تو پہلی آیت منسوخ ہو گئی۔ ابن زید کا بیان ہے کہ منسوخ نہیں ہوئی بلکہ وہ بھی قائم ہے۔ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ اس بارے میں اور بھی حدیثیں ہیں۔

انفال مجتمعه مال غنیمت کو کہتے ہیں۔ لیکن اس میں سے خمس نبی اکرم ﷺ کے اہل کے لئے مخصوص ہے جیسا کہ قرآن میں ہے اور حدیثوں میں ہے۔ ”انفال“ کلام عرب میں ہر وہ احسان ہے جو محسن نے محض سلوک کے طور پر کیا ہو اور اس پر احسان کرنا واجب نہ ہو۔ یہی ہے وہ مال غنیمت جس کو اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کے لئے حلال کر دیا ہے اور یہ وہ چیز ہے کہ ہم مسلمان ہی اس سے مخصوص ہیں اور مسلمانوں سے پہلے دوسری امتوں پر مال غنیمت حلال نہیں تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”مجھے خمس کا حقدار بنایا گیا ہے“ کہ مجھ سے پہلے کسی کو خمس نہیں دیا گیا تھا۔“ ④ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امام اگر فوج کے افراد کو کوئی انعام دے جو ان کے مقررہ حصے کے علاوہ ہو تو اس کو نفل یا انفال کہتے ہیں اور یہ اس کا کار گزار یوں اور دشمن پر زور دار حملہ کا لحاظ کرتے ہوئے ہوتا ہے۔ یہ نفل جو امام کی طرف سے اعتراف حسن کارگزاری کے طور پر ملتا ہے چار طریقوں پر ہوتا ہے ہر طریقہ اپنی جگہ پر دوسرے طریقہ سے الگ ہے۔ ایک تو مقتول کا لوٹا ہوا مال و اسباب اس میں سے کوئی پانچواں حصہ نہیں نکالا جاتا۔ دوسرا وہ نفل جو پانچواں حصہ الگ کرنے کے بعد دیا جاتا ہے۔ مثلاً امام نے کوئی چھوٹا سا لشکر دشمن پر بھیج دیا وہ غنیمت کا مال لے کر پلٹا تو امام اس میں سے اس لشکر کو جو تھا یا تہائی اپنے حسب صواب دید تقسیم کر دے۔ تیسرا یہ طریقہ کہ جو خمس سے نکال کر باقی تقسیم کیا جانے والا ہے اس میں سے اپنے حسب صواب دید اور حسب کارگزاری جس کو جتنا مناسب سمجھے دے اور باقی تقسیم کر دے۔ چوتھی صورت یہ کہ ساری غنیمت میں سے نفل دے قبل اس کے کہ خمس نکالے اور یہ سقائوں چرواہوں سائیسوں اور دیگر مزدوروں کا حق ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ کئی صورتوں سے اس کی تقسیم ہوتی ہے۔

① ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی النفل ۲۷۳۷ وسندہ صحیح، ابن حبان ۵۰۹۳؛ حاکم، ۱۳۱/۲ امام حاکم نے اس روایت کو صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے۔ ② مصنف عبدالرزاق ۹۴۸۳ اس کی سند میں محمد بن السائب التمیمی متروک راوی ہے (التقریب، ۱/۶۳، ۲/۲۴۰) جبکہ ابوصالح کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں۔ لہذا یہ روایت موضوع ہے۔ ③ ۷/ الاعراف: ۴۱۔ ④ صحیح بخاری، کتاب التمیم، باب ۱، ۳۳۵؛ صحیح مسلم ۵۲۱۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ نکالنے سے پہلے مجاہدین کو مقتولین کا جو سامان اور مال و متاع دیا جاتا ہے وہ انفال میں داخل ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ حصہ جو پانچویں حصے میں سے پانچواں حصہ تھا اس میں سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم جسے چاہیں اور جتنا چاہیں عطا فرمائیں یہ بھی نفل ہے۔ پس امام کو چاہئے کہ دشمنوں کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت اور اسی قسم کے ضروری مواقع کا لحاظ رکھتے ہوئے طریق سنت کی پیروی کرے۔ اگر ایسی مصلحت درپیش نہ ہو تو نفل نکالنا ضروری نہیں۔ تیسری وجہ یہ ہے کہ امام ایک جماعت کا فروع سے لڑنے کے لئے بھیجتا ہے اور ان سے کہہ دیتا ہے کہ جو شخص جو کچھ حاصل کرے اس میں سے پانچواں حصہ تو الگ کر دے اور باقی لے لے اور یہ بات جنگ پر جانے سے پہلے ہی باہمی رضامندی سے طے پا چکی ہوتی ہے۔ لیکن ان کے اس بیان میں جو کہا گیا ہے کہ بدر کی غنیمت کا پانچواں حصہ نہیں نکالا گیا اس میں اعتراض کی گنجائش ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ دو اونٹیاں وہ ہیں جو انہیں بدر کے دن پانچویں حصہ میں سے ملیں تھیں۔ ① میں نے اس کا پورا بیان کتاب السیرۃ میں کر دیا ہے۔ قولہ تعالیٰ ﴿فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ یعنی اپنے امور میں اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور آپس میں صلح کل سے رہو نہ ایک دوسرے پر ظلم کرو نہ دشمن بنو۔ اللہ تعالیٰ نے تمہیں جو ہدایت اور علم دیا ہے کیا یہ اس مال سے بہتر نہیں جس کے لئے تم لڑ رہے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو تقسیم کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حسب ارادہ ہی کرتے ہیں۔ ان کی تقسیم عدل و انصاف پر مبنی ہوتی ہے۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ﴿أَصْلِحُوا ذَاتَ بَيْنِكُمْ﴾ کے معنی ہیں کہ آپس میں لڑو جھگڑو نہیں اور گالی گلوچ نہ بکو۔

انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے ایک دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرارہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی چیز انہی کا سبب ہوئی؟ تو فرمایا کہ ”میرے دو امتی اللہ تعالیٰ کے سامنے گھٹنے ٹیک کر کھڑے ہو گئے ہیں۔ ایک اللہ تعالیٰ سے کہتا ہے کہ یا رب اس نے مجھ پر ظلم کیا ہے میں بدلہ چاہتا ہوں۔ اللہ پاک اس سے فرماتا ہے کہ اپنے ظلم کا بدلہ ادا کرو۔ ظالم جواب دیتا ہے یا رب اب میری کوئی نیکی باقی نہیں رہی کہ ظلم کے بدلے میں اسے دوں۔ تو وہ مظلوم کہتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! میرے گناہوں کا بوجھ اس پر لاد دے۔ یہ کہتے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آبدیدہ ہو گئے اور فرمانے لگے کہ وہ بڑا ہی سخت دن ہو گا۔ لوگ اس بات کے حاجت مند ہوں گے کہ اپنے گناہوں کا بوجھ کسی اور کے سر دھریں۔ اب اللہ پاک طالب انتقام سے فرمانے لگا کہ نظر اٹھا کر جنت کی طرف دیکھ! وہ سرائٹھائے گا جنت کی طرف دیکھے گا اور عرض کرے گا یا رب! اس میں تو چاندی اور سونے کے محل ہیں موتیوں کے بنے ہوئے ہیں۔ یا رب! یہ محل کس نبی اور کس صدیق اور شہید کے ہیں؟ اللہ تعالیٰ فرمانے لگا جو اس کی قیمت ادا کرتا ہے اس کو دے دیئے جاتے ہیں۔ وہ کہے گا یا رب کون اس کی قیمت ادا کر سکتا ہے اللہ تعالیٰ فرمانے لگا کہ تو اس کی قیمت ادا کر سکتا ہے۔ اب وہ عرض کرے گا یا رب کس طرح؟ اللہ عزوجل شاندار شاندار فرمائے گا وہ اس طرح کہ تو اپنے بھائی کو معاف کر دے۔ وہ کہے گا یا رب میں نے معاف کیا۔ اللہ پاک فرمانے لگا اب تم دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے جنت میں داخل ہو جاؤ۔“ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ سے ڈرو! آپس میں صلح قائم رکھو۔ کیونکہ قیامت کے روز اللہ پاک بھی مومنین کے درمیان آپس میں صلح کرانے والا ہے۔“ ②

① صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب فرض الخمس، ۳۰۹۱؛ صحیح مسلم ۱۶۷۹۔

② حاکم، ۵۷۶/۴، وسندہ ضعیف، الدر المنثور، ۳/۲۹۶ اس کی سند میں عباد بن شیبہ رحمۃ اللہ علیہ ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۲/۲۶۶)۔

رقم: ۴۱۲۰) اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (ضعیف الترغیب ۲۱۰۳)

اٰمَنَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذَكَرَ اللّٰهُ وَجَلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَاِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُهُ

زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ۝ الَّذِيْنَ يَقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وِمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ

يُنْفِقُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَمَغْفِرَةٌ

وَرِزْقٌ كَرِيْمٌ ۝

ترجمہ: بس ایمان والے تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کا ذکر آتا ہے تو ان کے قلوب ڈر جاتے ہیں اور جب اللہ تعالیٰ کی آیتیں ان کو پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو وہ آیتیں ان کے ایمان کو اور زیادہ کر دیتی ہیں اور وہ لوگ اپنے رب پر توکل کرتے ہیں۔ [۲] جو کہ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور ہم نے ان کو جو کچھ دیا ہے وہ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ [۳] سچے ایمان والے یہ لوگ ہیں ان کے لئے بڑے درجے ہیں ان کے رب کے پاس اور مغفرت ہے اور عزت کی روزی۔ [۴]

ایمان کم اور زیادہ ہوتا ہے نیز اہل ایمان کی صفات: [آیت: ۲-۴] منافقین جب فریضہ صلوٰۃ ادا کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں تو قرآن کی آیتیں ذرہ بھران کے دل پر اثر نہیں کرتیں۔ نہ اللہ تعالیٰ کی آیتوں پر ایمان لاتے ہیں نہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرتے ہیں نہ نماز پڑھتے ہیں جب کہ گھر میں ہوتے ہیں نہ اپنے مال کی زکوٰۃ دیتے ہیں۔ اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ مؤمن ایسے نہیں ہوتے۔ مؤمنین کا وصف اس آیت میں یوں فرماتا ہے کہ جب وہ قرآن پڑھتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کے خوف سے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں۔ جب آیتیں ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو تصدیق کرنے کے سبب ان کا ایمان اور بڑھ جاتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی دوسرے پر بھروسہ کرتے ہی نہیں۔ مؤمن کی حقیقی پہچان یہی ہے کہ کسی معاملے میں اللہ تعالیٰ کا نام سچ میں آ گیا تو ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں وہ اس کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں اور اس کی منع کی ہوئی باتوں سے باز رہتے ہیں جیسا کہ فرمایا۔ مؤمن لوگوں سے اگر کوئی گناہ کا کام سرزد ہو بھی گیا یا حدود سے انہوں نے تجاوز کیا تو فوراً انہیں اللہ تعالیٰ کا دھیان آ جاتا ہے۔ وہ اپنے گناہوں سے استغفار کرنے لگتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا گناہوں کا بخشنے والا ہی کون ہے۔ غلطی سے گناہ ہو گیا تو بار بار اس پر اصرار نہیں کرتے کیونکہ وہ سمجھدار لوگ ہیں۔ اور فرمایا کہ ”جن کو اللہ تعالیٰ کا سامنا کرنے کا خوف دائمگیر ہے اور خواہش نفسانی ناجائز طور پر پوری کرنے سے وہ باز رہا تو جنت درحقیقت اسی کا حق ہے۔ چنانچہ سدی رسول اللہ ﷺ مرد مؤمن کی تشریح یوں کرتے ہیں کہ وہ ایک ایسا شخص ہے جو معصیت کا ارادہ کرتا ہے اور اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتو اس کا قلب کانپ اٹھتا ہے۔ ام درداء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ دل خوف اللہ ہی سے دھڑکنے لگتے ہیں اور تن بدن میں ایک سوزش ہی ہو جاتی ہے یہی تو وجہ ہے کہ روٹکنے کھڑے ہو جاتے ہیں جب یہ کیفیت طاری ہو جائے تو بندہ کو چاہئے کہ اس وقت اللہ تعالیٰ سے اپنے مقصد کی دعا مانگنے لگے کیونکہ ایسے وقت کی دعا قبول ہوتی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ قرآن سن کر ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے۔“ جیسا کہ فرمایا جب کوئی سورت نازل ہوتی ہے تو کوئی کہتا ہے کہ اس آیت سے تم میں سے کس کا ایمان بڑھ گیا۔ سو بات یہ ہے کہ اس کا ایمان بڑھ جاتا ہے جو پہلے ہی سے مؤمن ہے اور جنت کی خوش خبری اسی کے حق میں ہے۔ امام بخاری رضی اللہ عنہ اور دوسرے ائمہ نے اسی نوعیت کی آیتوں سے یہ استدلال کیا ہے کہ ایمان میں زیادتی اور کمی ہو سکتی ہے جیسا کہ جمہور ائمہ کا مذہب ہے بلکہ کہا گیا ہے کہ بہت سارے ائمہ کا اسی پر اجماع ہے۔ جیسے شافعی اور احمد بن حنبل اور ابو عبیدہ رضی اللہ عنہم جیسا کہ ہم نے شرح بخاری میں بیان کیا ہے۔

﴿وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ﴾ یعنی اس کے سوا کسی سے امید ہی نہیں رکھتے۔ اپنی پناہ اسی کو قرار دیتے ہیں۔ کچھ مانگتے ہیں تو اسی سے مانگتے ہیں اور ہر بات میں اسی کی طرف جھکتے ہیں جانتے ہیں کہ وہ جو چاہے گا وہ ہوگا اور جو نہ چاہے گا وہ نہ ہوگا وہ وعدہ لا شریک ہے متصرف فی الملک ہے اس کے حکم کے بعد کسی کا حکم نہیں وہ سر بیع الحساب ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ توکل ایمان کا شیرازہ ہے ﴿الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ﴾ مؤمنین کے اعتقاد کا ذکر کرنے کے بعد ان کے اعمال سے آگاہی دی جا رہی ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں اور لوگوں کو دیتے دلاتے رہتے ہیں۔ یہ دونوں اعمال ایسے زبردست ہیں کہ تمام اعمال خیر پر مشتمل ہیں۔ اقامت صلوٰۃ اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے ہے اقامت صلوٰۃ کہتے ہیں نماز کی اپنے اوقات پر پابندی کرنے کو اور یہ کہ وضو میں اچھی طرح منہ ہاتھ پاؤں دھوئے گئے ہوں۔ رکوع اور سجود تعدیل ارکان کے ساتھ ادا کئے گئے ہوں۔ قرآن کی تلاوت اس کے آداب کے ساتھ ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر تشہد اور درود ہو یہ ہے اقامت صلوٰۃ جو ﴿يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ﴾ ① کا مفہوم ہے۔ اور ﴿يُنْفِقُونَ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے کہ اگر زکوٰۃ کے قابل ہوں تو زکوٰۃ دیں اور جو کچھ بھی ہے لوگوں کو دیتے دلاتے رہیں۔ بندوں کے واجب اور مستحب مالی حقوق ادا کرتے رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو سب کی مدد کریں کیونکہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کی عیال ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو وہی بندہ سب سے زیادہ مقبول ہے جو مخلوق کو سب سے زیادہ نفع رساں ہے۔ تمہارے اموال اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہارے پاس گویا یہ طور امانت ہیں اور بہت جلد تمہارا مال تم سے جدا ہونے والا ہے اس لئے اس سے محبت نہیں ہونی چاہئے ﴿أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا﴾ ان صفات سے جو متصف ہیں وہی حقیقی مؤمن ہیں۔

حارث بن مالک رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”حارث! صبح کیسی گزری؟“ حارث رضی اللہ عنہ نے کہا ایک مؤمن حقیقی کی حیثیت سے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”خوب سمجھ کر کہو ہر شے کی ایک حقیقت ہوا کرتی ہے تمہارے ایمان کی کیا حقیقت ہے بتاؤ تو سہی۔“ تو حارث رضی اللہ عنہ نے کہا کہ دنیا کی محبت سے میں نے روگردانی کر لی ہے راتوں کو جاگ کر عبادت کرتا ہوں دن کو روزے کے سبب پیاسا رہتا ہوں اور اپنے کو یوں پاتا ہوں گویا میرے سامنے عرش رب کھلا ہوا ہے اور گویا میں اہل جنت کو باہم ملاقاتیں کرتا دیکھتا ہوں اور اہل دوزخ کو گرفتار بلا دیکھ رہا ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہاں اے حارث! تم حقیقت ایمان تک پہنچ چکے ہو اس پر قائم رہنے کی کوشش کرو۔“ یہ آپ نے تین بار فرمایا۔ ② قرآن زبان عرب میں نازل کیا گیا ہے اور (حقاً) کا لفظ ادبی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے (فَلَا نَسِيْدَ حَقًّا) یعنی فلاں حقیقی سردار ہے اگرچہ قوم میں اور دوسرے بھی سردار ہیں اور فلاں حقیقی تاجر ہے اگرچہ اور تاجر بھی بہت ہیں۔ اور فلاں حقیقی شاعر ہے اگرچہ اور بہت شاعر ہیں ﴿لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ یعنی جنت میں ان کو بڑے بڑے درجے ملیں گے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ کے پاس ان کے بڑے درجے ہیں اور جو کچھ وہ عمل کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے واقف ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا اور ان کی نیکیوں کو قبول فرمائے گا۔ اہل جنت میں سے بعض کے درجے بعض سے بالاتر ہیں اور والے اوپر سے نیچے کے درجہ والوں کو دیکھیں گے اور فخر نہیں کریں گے۔ نیچے والے اوپر والوں کو دیکھ کر حسد نہیں کریں گے۔ مسلم اور بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”علیین والوں کو نیچے والے اس طرح دیکھیں گے جس طرح کہ تم افق آسمان پر ستاروں کو دیکھتے ہو۔“ لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ انبیاء کے منازل ہیں اور کسی اور کو کیا نہ ملیں گے۔ آپ نے فرمایا ”کیوں نہیں اللہ تعالیٰ کی قسم وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور رسولوں کی تصدیق =

① ۲/ البقرة: ۳۔ ② المعجم الكبير، ۳۳۶۷؛ شعب الإيمان ۱۰۵۹۱؛ مسند عبد بن حمید ۴۴۴ وسندہ ضعیف مجمع الزوائد، ۱/ ۵۷ اس کی سند میں ابن لھیعہ اختلاط کی وجہ سے ضعیف راوی ہے۔ دیکھئے (التقريب، ۱/ ۴۴، رقم: ۵۷۴)

كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَرِهُونَ ۝

يَجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَأَنَّهُمْ يُسَاقُونَ إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ۝

وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ

تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ۝ لِيُحِقَّ

الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ۝

ترجمہ: جیسا کہ آپ کے رب نے آپ کے گھر سے مصلحت کے ساتھ آپ کو روانہ کیا اور مسلمانوں کی ایک جماعت اس کو گراں سمجھتی تھی۔ [۵] وہ اس مصلحت میں بعد اس کے کہ اس کا ظہور ہو گیا تھا آپ سے اس طرح جھگڑ رہے تھے کہ گویا کوئی ان کو موت کی طرف ہانکے لئے جاتا ہے اور وہ دیکھ رہے ہیں۔ [۶] اور تم لوگ اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم سے ان دو جماعتوں میں سے ایک کا وعدہ کرتے تھے کہ وہ تمہارے ہاتھ آجائے گی اور تم اس شناسا میں تھے کہ غیر مسلح جماعت تمہارے ہاتھ آجائے اور اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ اپنے احکام سے حق کا حق ہونا ثابت کر دے اور ان کافروں کی بنیاد کو قطع کر دے۔ [۷] تاکہ حق کا حق ہونا اور باطل کا باطل ہونا ثابت کر دے گویہ مجرم لوگ ناپسند ہی کریں۔ [۸]

= کی وہ بھی اس کے مستحق ہیں۔“ ① حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”اہل جنت اور پر کی جنت والوں کو ایسے دیکھیں گے جیسے آسمان پر ستارے ہیں اور ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما انہیں میں سے ہیں انہیں بھی یہ عزت ملے گی۔“ ②

جنگ بدر کا پس منظر اور دیگر تفصیلات: [آیت: ۵-۸] مفسرین نے اس میں اختلاف کیا ہے کہ ﴿كَمَا أَخْرَجَكَ﴾ میں ﴿كَمَا﴾ کے آنے کا کیا سبب ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ آیت زبرد میں تشبیہ دی گئی ہے، مؤمنین کے باہمی صلح کے ساتھ ان کے اتفاق رب اور اطاعت رسول کے بارے میں۔ چنانچہ بات کا ڈھنگ یوں ہوتا ہے کہ جیسا تم نے غنیموں کے بارے میں اختلاف کیا تھا اور لڑ پڑے تھے اور اللہ تعالیٰ نے تمہارا فیصلہ چکا دیا تھا اور تم سب سے چھین کر تقسیم کا حق رسول اللہ ﷺ کو دے دیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے عدل اور مساوات کے ساتھ تقسیم کر دی تھی اور یہ بات تمہاری مصلحت کاملہ کی خاطر تھی۔ اسی طرح اس موقع پر جب دشمنوں سے لڑنے کے لئے تم کو مدینے سے نکلنا پڑا تو شوکت و جاہ والے بڑے لشکر سے لڑنا تمہیں ناپسند ہوا۔ یہ بڑا لشکر وہ تھا جو اپنے ہم مذہب کافروں کی مدد اور شام کو گئے ہوئے قافلہ مال تجارت کی حفاظت کے لئے مکے سے نکل آئے تھے اور اس جہاد کو ناپسند کرنے کا یہ نتیجہ نکلا کہ اللہ تعالیٰ نے اسی جنگ سے تمہیں دو چار کیا اور پہلے سے بغیر کسی قرارداد جنگ کے دشمن سے تمہیں بھڑا دیا اور نتیجہ میں تمہیں نصرت و ہدایت بخشی۔ جیسا کہ فرمایا قرآن میں ہو اور تم کسی بات کو پسند کرو اور درحقیقت نتیجہ میں وہ تمہارے لئے مضر ثابت ہو۔ تمہاری بہتری کا علم تمہارے اللہ تعالیٰ کو ہے تم کو نہیں۔ بعض نے اس تشبیہ کے یہ معنی بتائے ہیں کہ جس طرح تمہارے اللہ تعالیٰ نے حق طور پر تم

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء في صفة الجنة وانها مخلوقة ۲۵۶؛ صحیح مسلم ۲۸۳۱؛ ابن حبان ۷۳۹۳۔

② ابو داؤد، کتاب الحروف والقراءات، باب ۳۹۸۷؛ بتصرف بسیر: وسنہ ضعیف، ترمذی ۳۶۵۸؛ ابن ماجہ ۹۶؛ احمد، ۱۲۷/۳۔

مسند ابی یعلیٰ ۱۱۳۰، اس کی سند میں علیہ العولیٰ مجروح راوی ہے (التقريب، ۲/ ۲۴، رقم: ۲۱۶)۔

کو مدینہ سے باہر نکلنے میں کامیاب کیا ہے حالانکہ بعض مؤمنین اس خروج سے ناراض تھے لیکن انہیں آنا پڑا اسی طرح وہ جنگ سے باز رہنا چاہتے ہیں اور تم سے اختلاف رائے رکھتے ہیں حالانکہ رسول اللہ ﷺ کی رائے کی حقانیت ان پر ظاہر ہو چکی تھی۔ مجاہد کہتے ہیں کہ یہ معنی ہیں کہ جس طرح مدینے سے مجبوراً تم لوگ نکلے اسی طرح امر حق میں وہ رسول سے جھگڑتے ہیں۔

سدی ۱۰؎ کہتے ہیں کہ یہ آیت بدر کی لڑائی میں نکلنے کے بارے میں نازل ہوئی ﴿لِحَادِثَاتِكُمْ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ﴾ بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب ہے کہ اے نبی! یہ مؤمنین تم سے لڑنے کی نیت سے انفال کے بارے میں سوالات پیدا کر رہے ہیں جیسا کہ بدر کے روز بھی انہوں نے تم سے مجادلہ کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ آپ تو ہمیں قافلے سے غمٹنے کے لئے لے کر نکلے تھے، ہم لوگ مان بھی نہ تھا کہ ہمیں جنگ کرنا پڑے گی اور نہ ہم جنگ کے لئے تیار ہو کر گھر سے نکلے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ نبی اکرم ﷺ مدینہ سے ابوسفیان کے قافلے کی راہ روکنے کے لئے نکلے تھے کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ یہ قافلہ ملک شام سے قریش کے لئے بہت سامان لے کر روانہ ہو چکا ہے۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو آمادہ کیا اور تین سو دن سے کچھ زیادہ آدی لے کر نکل کھڑے ہوئے اور چشمہ بدر کی راہ پر ساحل کی طرف چل پڑے۔ ابوسفیان کو حضور ﷺ کے حملہ کرنے کی خبر ہو چکی تھی جو اس قافلہ کا سردار تھا۔ اس نے ضمضم بن عمرو کو مکہ بھیج کر اہل مکہ کو مدینے والوں کے ارادے سے آگاہ کیا۔ مکہ والے تقریباً ایک ہزار آدی لے کر نکلے۔ ابوسفیان قافلے کو سیف البحر کی طرف سے لے کر نکل گیا اور صاف بیخ گیا۔ اب مکہ کا یہ ایک ہزاری لشکر بڑھتا ہوا تھی کہ چشمہ بدر کے پاس آ کر پڑاؤ ڈالا۔ اب مسلمان اور کافر بغیر اس کے کہ پہلے سے کوئی قرارداد جنگ ہو آپس میں گتہ گئے۔ کیونکہ اللہ پاک مسلمانوں کا بول بالا کرنا چاہتا تھا اور حق و باطل کے درمیان ایک فیصلہ کن جنگ اللہ تعالیٰ کے پیش نظر تھی۔ جیسا کہ یہ بیان عنقریب آنے والا ہے۔ غرض یہ کہ رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر ملی کہ مکہ سے ایک بڑا لشکر ان سے لڑنے کے لئے نکلا ہے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو وحی بھیجی کہ دو میں سے ایک چیز تمہیں ملے گی یا تو قافلے کو لوٹ لویا اس لشکر سے لڑ بیٹھو دونوں نہیں ملیں گے کسی ایک کو اختیار کرو اور اس میں کامیاب ہو جاؤ۔ مسلمانوں میں سے اکثر کی یہ رائے تھی کہ قافلے کو لوٹ لو اور چل دو بغیر جنگ کے بہت سامان مل جائے گا۔ جس کی حکایت اللہ پاک نے یوں فرمائی ہے کہ ”تم چاہتے ہو کہ دونوں میں سے وہ صورت پسند کریں جو شوکت والی نہ ہو یعنی قافلے سے نمٹ لیں اور اللہ تعالیٰ کا تو ارادہ یہ تھا کہ حق ظاہر ہو کر رہے اور مکہ کے کافروں کا قلع قمع ہو جائے۔“

ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم مدینے میں تھے اور حضور ﷺ نے یہ فرمایا تھا ”کہ مجھے خبر ملی ہے کہ ابوسفیان قافلے لے کر آ رہا ہے تم لوگ کیا کہتے ہو؟ کیا اس قافلہ کی راہ روکنے کے لئے ہم نکل پڑیں ممکن ہے کہ تم لوگوں کو بہت کچھ مال و دولت مل جائے۔“ ہم نے عرض کیا ضرور چلنا چاہیے۔ چنانچہ ہم سب نکلے اور ایک یا دو روز چلتے رہے۔ اب آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اچھا ان کافروں سے جنگ کرنے کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے انہیں اس بات کی خبر ہو گئی ہے کہ تم قافلے کے خیال سے نکل چکے ہو۔“ مسلمانوں نے کہا کہ واللہ ہم میں دشمن کے اتنے بڑے لشکر سے لڑنے کی طاقت نہیں۔ ہم جو نکلے ہیں تو صرف قافلے کو لوٹنے کے خیال سے چل پڑے ہیں۔ آپ ﷺ نے دوبارہ یہی سوال کیا۔ پھر ہم لوگوں نے یہی جواب دیا۔ اب مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم اس موقع پر ایسا نہ کہیں گے جیسا کہ موسیٰ علیہ السلام کی امت نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ اے موسیٰ! تم اور تمہارا رب دونوں جاؤ اور دشمن سے لڑو، ہم یہیں بیٹھے تمہاری واپسی کے منتظر رہتے ہیں۔ ہم گردہ انصاری نے تمنا کی اور کہا اگر ہم بھی وہی کہتے جو مقداد نے کہا تو یہ بات قافلہ کا مال عظیم مل جانے سے بھی ہمیں زیادہ پسند ہوتی۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ ﴿كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ

يَبَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ قَرِيظًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ﴿٥﴾ ابو دقاص لیشی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی طرف سب کو لے کر نکلے اور مقام روجاء میں پہنچ کر لوگوں کے سامنے خطبہ دیا اور کہا تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں علم ہو چکا ہے کہ یہ کفار یہاں یہاں تک پہنچ گئے ہیں۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگوں کی کیا رائے ہے؟ اب کی مرتبہ عمر رضی اللہ عنہ نے بھی ابو بکر رضی اللہ عنہ کی طرح جواب دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اور ایک بار یہ سوال کیا تو سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کی مراد ہم سے ہے اللہ تعالیٰ کی قسم! میں نہ کبھی برک الغماد گیا ہوں نہ مجھے اس کی راہ کا علم ہے لیکن اگر آپ یمن کے برک الغماد تک بھی جائیں تو بھی ہم آپ کے ساتھ چلیں گے اور امت موسیٰ کی طرح نہ کہیں گے کہ تم اور تمہارا رب جا کر لڑو، ہم یہیں سے تمہارا ساتھ دیدیں گے۔ ممکن ہے کہ آپ نکلنے کے وقت کسی اور غرض سے نکلے ہوں، پھر اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے کوئی دوسری صورت پیدا کر دی ہو، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو صورت چاہیں اختیار کریں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دینا چاہتا ہے دے اور جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ٹوٹنا چاہتا ہے ٹوٹ جائے، جو چاہے آپ کا مخالف بن جائے اور جو چاہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کر کے رہے۔ ہمارا مال جو کچھ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سب لے سکتے ہیں۔ سعد رضی اللہ عنہ کے اسی قول کی بنا پر وہ آیت اتری۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر کے لئے مشورہ کیا اور پھر قریش کے لشکر سے جنگ کا حکم دیا تو مسلمانوں کو یہ جنگ ناپسندھی۔ اسی لئے آیت اتری تھی کہ ﴿إِنَّ قَرِيظًا مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ﴿٥﴾﴾ یعنی بعض مؤمنین کی یہ مرضی نہیں ہے۔ اور حق بات ظاہر ہو جانے کے بعد بھی یہ تم سے بحث کرتے ہیں۔ وہ ایسا سمجھ رہے ہیں کہ جنگ کریں گے تو گویا موت کی طرف کھینچے جا رہے ہیں۔ مجاہد کہتے ہیں کہ فی الحقیقت سے مراد فی القتال ہے۔ محمد بن اسحاق کہتے ہیں کہ ﴿لَكَارِهُونَ﴾ سے مشرکین کے ساتھ ہی جنگ کی ناپسندی مراد ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ ﴿بَعْدَ مَا بَيَّنَّ﴾ کا مطلب ہے کہ یہ ظاہر ہو جانے کے بعد کہ تم حکم رب کے سوا کسی بات کا اقدام نہیں کرتے، پھر بھی رسول کی رائے کے خلاف کرتے ہیں۔ ابن زید ﴿يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَ مَا تَبَيَّنَ كَاتِمًا يُسَافِرُونَ إِلَى الْمَمُوتِ وَهُمْ يُنظَرُونَ ﴿٥﴾﴾ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس سے مراد مشرکین ہیں۔ یعنی یہ مشرکین حق بات کے بارے میں مجادلہ کرتے ہیں گویا کہ وہ موت کی طرف کھینچے جا رہے ہیں جبکہ انہیں اسلام کی دعوت دی جا رہی ہو اور یہ کہ ایسی مذموم صفت سے مؤمنین متصف نہیں ہو سکتے اور یہ صفت اہل کفر ہی کی ہو سکتی ہے۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ کا اس پر یہ اعتراض ہے کہ ابن زید کا یہ قول کوئی وقعت نہیں رکھتا کیونکہ الفاظ ﴿يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ﴾ سے پہلے سیاق عبارت اہل ایمان سے متعلق ہے اور جو الفاظ اس کے بعد ہیں ظاہر ہے کہ وہ اسی کی خبر ہوگی۔ سچ تو یہ ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما ہی کا قول درست ہے کہ اس سے مراد مؤمنین ہی ہیں۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے اسی قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کی تائید کی ہے۔ یہی حق ہے اور سیاق کلام اسی کی تائید کرتا ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کامیابی کے ساتھ جنگ بدر سے فارغ ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ اب مال بھرے قافلے سے بھی نمٹ لیں۔ اب کوئی رکاوٹ بھی باقی نہیں رہی۔ تو عباس رضی اللہ عنہ جو قیدی کی حیثیت سے اسیران جنگ میں تھے بول اٹھے کہ ہرگز یہ مناسب نہیں، کیونکہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ پاک نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ فرمایا ہے دو چیزوں میں سے ایک کا چنانچہ ایک چیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہو چکی اب دوسری چیز بھی حاصل کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ ① اس کی اسناد جید

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأنفال ۳۰۸۰ وسندہ ضعیف سماک کی کرم سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔

ہیں۔ اس قول کے معنی ﴿تَوَدُّونَ أَنْ غَيْرَ ذَاتِ الشُّوْكِهَةِ تَكُونُ لَكُمْ﴾ یہ ہیں کہ تم یہ چاہتے تھے کہ وہ چیز حاصل کریں جس میں نہ کوئی مدافعت ہے نہ قتال ہے یعنی ابوسفیان کے قافلے کو لوٹنا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا تھا کہ تم کو ایسی جماعت سے بھڑا دے جو جاہ و شوکت والی ہو اور اس سے جنگ واقع ہوتا کہ اللہ تعالیٰ تم کو ان پر کامیابی بخشے اور اللہ تعالیٰ کے دین کا غلبہ ہو مگر اسلام بلند ہو۔ اللہ تعالیٰ کے سوا عاقبت امور سے کوئی واقف نہیں، حسن تدبیر کا مدبر وہی ہے اگرچہ لوگ اس کے خلاف ہی کیوں نہ چاہتے ہوں۔ جیسا کہ فرمایا کہ قتال تم پر فرض ہے خواہ وہ تمہیں ناگوار ہی ہو۔ بہت ممکن ہے کہ تمہیں ایک بات ناپسند ہو اور خیر اسی کے اندر ہو اور ایک بات اچھی لگے اور شر اسی کے اندر ہو۔ حسب ذیل حدیث بھی سیاق حدیث بدر میں ہے کہ جب نبی اکرم ﷺ نے شام سے ابوسفیان کے چلنے کی خبر پائی تو مسلمانوں کو بلایا اور کہا کہ قریش کے اس قافلے کے ساتھ مال و متاع بہت ہے اس پر دھاوا بولو۔ کیا عجب کہ کفار کا مال غنیمت اللہ تعالیٰ تمہیں دے دے۔ بعض کے پاس اسلحہ تھا اور بعض کے پاس نہیں اور نہ انہیں یہ گمان تھا کہ نبی اکرم ﷺ جنگ کریں گے۔ اور ابوسفیان جب حجاز سے قریب ہوا تو اس نے اپنے جاسوس چھوڑ رکھے تھے اور ہر آنے جانے والے سے نبی اکرم ﷺ کی خبریں پوچھتا رہتا تھا۔ چنانچہ اس کو خبر مل گئی کہ حضرت محمد ﷺ تمہارے قافلے کے درپے ہیں تو اس نے احتیاطی تدابیر اختیار کر لیں اور ضمضم بن عمرو غفاری کو فوراً کئے بھیجا کہ قریش سے مل کر قافلے کی حفاظت کا انتظام کرائے کیونکہ محمد ﷺ حملہ آور ہو رہے ہیں ادھر رسول اللہ ﷺ بھی اپنے ساتھیوں کو لے کر نکلے اور وادی ذفران تک پہنچا اور وہاں قیام کیا کہ اتنے میں آپ کو خبر ملی کہ قریش اپنے قافلے کی حفاظت و مدافعت کی خاطر مکہ سے روانہ ہو گئے ہیں تو آپ ﷺ نے مشورہ کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے بھی ٹھیک بات کہہ دی اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا۔ پھر مقداد رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ کے ساتھ ہیں اللہ تعالیٰ کا جو نشانہ ہے اس کو پورا کیجئے۔ اللہ تعالیٰ کی قسم! ہم (حضرت) موسیٰ علیہ السلام کی امت کی طرح نہیں کہیں گے۔ اگر آپ ہمیں جہش تک بھی لے جانا چاہیں تو جب تک آپ ﷺ وہاں نہ پہنچیں ہم آپ کا ساتھ نہ چھوڑیں گے۔ تو آپ نے مقداد رضی اللہ عنہ کو دعائے خیر دی۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اے لوگو! مجھے مشورہ دو“ آپ ﷺ کی مراد انصار سے تھی۔ ایک تو اس وجہ سے بھی کہ انصار تعداد میں زیادہ تھے دوسرے اس لئے بھی عقبہ میں جب انصار نے بیعت کی تھی تو اس بات پر کہ تھی کہ جب آپ اس قرب مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ جائیں گے تو ہر حال میں ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ یعنی دشمن آپ پر چڑھائی کر کے آئے تو ہم اس کے مقابلے پر ہو جائیں گے۔ اس میں چونکہ یہ وعدہ نہ تھا کہ جارحانہ اقدام پر بھی ساتھ دیں گے اس لئے حضور ﷺ ان کا بھی ارادہ اور رائے دریافت کر لینا چاہتے تھے تاکہ ان سے بھی وعدہ لے کر ان کی ہمدردیاں بھی حاصل کر لیں۔ سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ شاید آپ ہم سے جواب طلب فرما رہے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ہاں میری مراد تمہیں لوگوں سے ہے۔ تو سعد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارا آپ ﷺ پر ایمان ہے آپ کا حکم ماننے کی بیعت آپ کے ہاتھ پر کر چکے ہیں ہم آپ کا ساتھ کبھی نہ چھوڑیں گے اللہ تعالیٰ کی قسم! اگر مسند کے کنارے کھڑے ہو کر بھی آپ ﷺ اس میں گھوڑا ڈال دیں تو ہم بھی اس میں کود پڑیں گے ہم میں سے کوئی بھی ذرا تامل نہ کرے گا۔ ہم لڑائیوں میں بہادر بتانے والے مصیبتوں کو جھیلنے والے ہیں۔ آپ ہم سے ان شاء اللہ خوش رہیں گے۔ اس جواب سے آپ بہت خوش ہوئے اسی وقت کوچ کا حکم دیا اور فرمایا کہ رب نے دو میں سے ایک کا مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور کیا عجب وہ ایک یہی جنگ ہو۔ میں گویا مشرکین کا قتل یہیں سے اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں۔

إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّي مُمِدُّكُمْ بِالْفِئَةِ مِنَ الْبَلِيَّةِ مُرْدِفِينَ ①

وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ وَلِتَطْمَئِنَّ بِهِ قُلُوبُكُمْ وَمَا النَّصْرُ إِلَّا مِنْ عِنْدِ اللَّهِ ط

إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ②

ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے پھر اللہ تعالیٰ نے تمہاری سہولت میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مددوں کا جو سلسلہ وار چلے آئیں گے۔ [۹۱] اور اللہ تعالیٰ نے یہ ایسا دمخض اس کے لئے کیا کہ بشارت ہو اور تاکہ تمہارے دلوں کو قرار ہو جائے۔ اور نصرت صرف اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہے جو کہ زبردست حکمت والے ہیں۔ [۹۰]

میدان بدر میں نبی ﷺ کی دعا پر اللہ کی مدد کا نزول: [آیت: ۹-۱۰] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بدر کے روز نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھیوں کا شمار کیا تو تین سو سے کچھ اوپر تھے۔ اور مشرکین کوئی ایک ہزار کی تعداد میں تھے۔ چنانچہ آپ قبلہ رو ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے۔ آپ صرف ایک چادر اوڑھے ہوئے تھے اور تہبند بندھی ہوئی تھی اور فرما رہے تھے کہ ”یا رب! تو نے مجھ سے جو وعدہ فرمایا ہے اس موقع پر پورا کر۔ اگر مسلمانوں کی اس مٹھی بھر جماعت کو تو نے ہلاک کر دیا تو زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ رہے گا اور تو حید کا نام و نشان مٹ جائے گا۔“ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے فریاد کر رہے تھے دعائیں مانگ رہے تھے حتیٰ کہ چادر آپ ﷺ کے شانوں سے گر پڑی، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آ کر اس کو آپ ﷺ کے کندھوں پر ڈال دیا اور آپ کے پیچھے کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے: یا رسول اللہ! اب اللہ تعالیٰ سے التجائیں بس کر دیجئے، وہ اپنا وعدہ ضرور پورا کرے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی کہ جب تم نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی تو اس نے تمہاری درخواست قبول کر لی اب میں ایک ہزار صف فرشتوں سے تمہاری مدد کرتا ہوں۔ چنانچہ جس روز جنگ ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو شکست فاش دے دی۔ مشرکوں میں سے ستر قتل ہوئے اور ستر قید ہوئے۔ اب رسول اللہ ﷺ نے ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما سے مشورہ کیا، تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کہا: یا رسول اللہ! یہ آپ کے بھائی بند اور قبیلہ داخاندان والے ہیں، میں تو یہ رائے رکھتا ہوں کہ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے تاکہ فدیہ کی رقم سے ہمیں مالی استحکام حاصل ہو کا فروع پر غلبہ کی اور قوت پیدا ہو اور کیا عجب ہے کہ بعد میں اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت بخشنے۔ پھر یہ خود ہماری قوت میں اضافہ کریں گے۔ اس کے بعد حضور ﷺ نے عمر رضی اللہ عنہ سے مخاطب ہو کر کہا کہ ”عمر! تم کیا کہتے ہو؟“ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ”میری تو وہ رائے نہیں جو ابو بکر رضی اللہ عنہ کی ہے۔ آپ مجھے حکم دیجئے کہ میں اپنے رشتہ دار کا فر قیدی کو قتل کر دوں اور علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیجئے کہ وہ اپنے بھائی عقیل کی گردن اڑا دیں اور حمزہ رضی اللہ عنہ اپنے فلاں بھائی کی گردن ماریں تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کے حضور یہ ثابت کر سکیں کہ مشرکین کے لئے ہمارے دلوں میں کوئی زعایت نہیں۔ یہ مشرکین قیدی تو کافروں کے سردار اور قائد ہیں۔ لیکن نبی اکرم ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی رائے کو ترجیح دی اور ان قیدیوں سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ دوسرا دن نکلا تو میں آنحضرت ﷺ کے گھر گیا۔ دیکھتا ہوں کہ آپ ﷺ اور ابو بکر دونوں رورہے ہیں، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ اور ابو بکر کیوں رورہے ہیں۔ تاکہ رونا آئے تو میں بھی روؤں اور نہ آئے تو رونا ہی صورت ہی بنا لوں تاکہ آپ ﷺ کا شریک ہو جاؤں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ فدیہ لے کر چھوڑ دینے کی وجہ سے رونا ہے۔ میں اس خطا کی وجہ سے

اس عذاب کو دیکھ رہا ہوں جو اتنا قریب ہے جتنا یہ میرے سامنے کا درخت۔“ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أَسْرَىٰ حَتَّىٰ يُبْعِثَ فِي الْأَرْضِ..... فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا﴾ ① چنانچہ غنیمت حلال کر دی گئی۔ پھر جب آئندہ سال یوم احد آیا تو یوم بدر کی غنمی کا اللہ تعالیٰ نے یوں بدل لیا کہ فدیہ کے ستر چھوٹے ہوئے کافروں کے بدلے احد میں مسلمانوں کے ستر صحابی شہید ہوئے۔ حضور ﷺ کے سامنے کے چار دانت ٹوٹ پڑے، خود سربارک میں دھنسن گیا، خون چہرہ مقدس پر بہنے لگا۔ چنانچہ یہ آیت اتری کہ ”مصیبت پہنچی تو تم کہنے لگے کہ یہ کہاں سے آگئی۔ کہہ دو کہ یہ تمہارے اپنے ہاتھوں نازل ہوئی ہے“ ② یعنی فدیہ لے کر چھوڑ دینے کے سبب۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ ﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ﴾ سے مراد حضور ﷺ کا دعا کرنا ہے کیونکہ بدر کے روز نبی اکرم ﷺ اللہ سے بہت اصرار کے ساتھ دعا مانگ رہے تھے کہ عمر رضی اللہ عنہ آ کر کہنے لگے: یا رسول اللہ! اب دعا کو مختصر کر دیجئے اللہ پاک ضرور اپنا عداد پورا فرمائے گا جو آپ ﷺ سے کیا گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ یوم بدر میں نبی پاک ﷺ فرما رہے تھے کہ ”اے اللہ تعالیٰ! میں عہد کے پورا کرنے کی طرف تجھے توجہ دلاتا ہوں ورنہ اے اللہ تعالیٰ تجھے پوجنے والا کوئی نہ رہے گا۔“ تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کا ہاتھ تھام لیا اور کہا حضرت بس بس۔ تو آپ اٹھے اور فرما رہے تھے ”کہ قریب تر عرصہ میں کافروں کو شکست ہونے والی ہے اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے ہیں“ ﴿بِالْكَفِّ مِنَ الْمَلَأِجَةِ مُرْدِيَيْنَ﴾ یعنی فرشتوں کی صفیں ایک کے پیچھے ایک لگی ہوئی تھیں۔ اور ﴿مُرْدِيَيْنَ﴾ سے مراد مدد بھی ہو سکتی ہے یعنی فرشتے مدد پر تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جبریل علیہ السلام ہزار فرشتے لے کر نبی اکرم ﷺ کی سیدھی طرف تھے جدھر کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ تھے اور میکائیل ایک ہزار فرشتے لے کر بائیں طرف تھے جدھر میں تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ہزار کی مدد پر دوسرے ہزار بھی تھے۔ اسی لئے بعض نے ﴿مُرْدِيَيْنَ﴾ بفتح وال قراءت کی ہے وَالسَّلْهُ أَعْلَمُ۔ اور یہ بھی روایت ہے کہ پانچ سو ملائکہ جبریل علیہ السلام کے ساتھ تھے اور پانچ سو میکائیل علیہ السلام کے ساتھ۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ایک مسلمان ایک مشرک کے پیچھے لگا ہوا تھا کہ اوپر سے ایک کوڑا مشرک کے سر پر پڑنے کی آواز سنی اور ایک سوار کی بھی آہٹ پائی گئی اب کیا دیکھتے ہیں کہ کافر کر زمین پر ڈھیر ہو گیا ہے۔ کوڑے کی ضرب سے سر پھٹ گیا ہے حالانکہ کسی انسان نے اسے مارا نہ تھا۔ اب پیچھے والے انصاری نے یہ خبر حضور ﷺ کو پہنچائی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”تم نے سچ کہا یہ آسمانی مدد تھی۔“ یہ آپ ﷺ نے تین دفعہ فرمایا۔ چنانچہ ستر قتل ہوئے تھے اور ستر قیدی ہوئے۔ ③ رافع رضی اللہ عنہ اہل بدر میں سے تھے کہتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام آئے اور حضور ﷺ سے پوچھا کہ آپ اہل بدر کو کیسا سمجھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”مسلمانوں میں سب سے افضل“ تو حضرت جبریل علیہ السلام کہنے لگے کہ بدر میں مدد کرنے والے ملائکہ بھی دوسرے ملائکہ میں ایسے ہی افضل سمجھے جاتے ہیں۔ ④ بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا جب کہ عمر رضی اللہ عنہ نے قتل حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں مشورہ دیا تھا، یہ کہ حاطب بدر میں شریک ہوا تھا اور تمہیں کیا خبر کہ شاید اللہ پاک نے اہل بدر کو بخش دیا ہو۔ کیونکہ فرمایا تھا کہ اب تم جو چاہو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔ ⑤

① ۸/ الانفال: ۶۷، ۶۹۔ ② صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب الإمداد بالملائكة فی غزوة بدر..... ۱۷۶۳؛ احمد، ۱/ ۳۰؛

ابن حبان، ۴۷۹۳؛ دلائل النبوة، ۳/ ۵۱۔ ③ صحیح مسلم، حوالہ سابق۔

④ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب شہود الملائكة بدرًا، ۳۹۹۲۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب فضل من شہد بدرًا، ۳۹۸۳؛ صحیح مسلم، ۲۴۹۴۔

إِذْ يُغَشِّيكُمُ النَّعَاسَ أَمَنَةً مِنْهُ وَيُنزِلُ عَلَيْكُم مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لِّيَطَهِّرَكُم بِهِ
وَيُذْهِبَ عَنْكُم رِجْسَ الشَّيْطَانِ وَلِيَرْبِطَ عَلَى قُلُوبِكُمْ وَيَمَيِّتَ بِهِ الْأَقْدَامَ ۗ إِذْ

يُوحِي رَبُّكَ إِلَى الْمَلَائِكَةِ أَنْ مَعَكُمْ فَتَيَاتُوا الَّذِينَ آمَنُوا سَالِقِي فِي قُلُوبِ

الَّذِينَ كَفَرُوا الرُّعْبَ فَاضْرِبُوا فَوْقَ الْأَعْنَاقِ وَاضْرِبُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ۗ ذَلِكَ

بِأَنَّهُمْ شَاقُّوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۗ وَمَنْ يُشَاقِقِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

الْعِقَابِ ۗ ذَلِكُمْ فَذُوقُوا وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ ۗ

ترجمہ: اس وقت کو یاد کرو جب کہ اللہ تعالیٰ تم پر اونگھ طاری کر رہا تھا اپنی طرف سے جہنم دینے کے لئے اور تم پر آسمان سے پانی برس رہا تھا تاکہ اس پانی کے ذریعہ سے تم کو پاک کر دے اور تم سے شیطانی وسوسہ کو دفع کر دے اور تمہارے دلوں کو مضبوط کر دے اور تمہارے پاؤں جما دے۔ [۱۱] اس وقت کو یاد کرو جب کہ آپ کا رب فرشتوں کو حکم دیتا تھا کہ میں تمہارا ساتھی ہوں سو تم ایمان والوں کی ہمت بڑھاؤ۔ میں ابھی کفار کے قلوب میں رعب ڈال دیتا ہوں سو تم گردنوں پر مارو اور ان کے پور پور کو مارو۔ [۱۲] ایسا بات کی سزا ہے کہ انہوں نے اللہ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کی۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول کی مخالفت کرتا ہے سو اللہ تعالیٰ سخت سزا دیتے ہیں۔ [۱۳] سو یہ سزا چکھو اور جان رکھو کہ کافروں کے لئے جہنم کا عذاب مقرر ہی ہے۔ [۱۴]

قرآن تعالیٰ ﴿وَمَا جَعَلَهُ اللَّهُ إِلَّا بُشْرَىٰ﴾ یعنی فرشتوں کا یہ بھیجنا تمہیں صرف خوش کرنے کے لئے تھا اور یہ کہ تمہارے دل کو اطمینان کی صورت ہو اور نہ اللہ تعالیٰ تو تمہاری مدد کرنے پر ہر طرح قادر ہے۔ اسکو مدد کے لئے فرشتوں کی محتاجی تھوڑی ہے۔ یہ مدد تو درحقیقت اللہ تعالیٰ کی مدد تھی فرشتے تو مدد کی ظاہری صورت تھی۔ جیسا کہ فرمایا کہ جب کبھی تم کافروں کو پاؤ تو ان کی گردن اڑاؤ وغالب آ جاؤ تو انہیں زنجیروں میں جکڑ لو پھر یا تو معاف کر دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو حتیٰ کہ جنگ کا سبب ہو جائے۔ یہ آیت اس لئے لائی گئی کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو خود ان کی مدد کر سکتا ہے۔ لیکن دراصل وہ بعض کو بعض کے ذریعہ آزماتا ہے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں شہید ہو گئے ہیں اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو کبھی تلف نہیں کرے گا۔ انہیں ہدایت کرے گا اور انہیں جنت میں داخل کرے گا۔ اور ارشاد باری ہے کہ ﴿رَبِّكَ الْأَيَّامُ نَدَاؤُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلَيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذُ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ وَيَلْمِ حَصَّ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيُمَحِّقُ الْكَافِرِينَ ۝﴾ ① ہم زمانہ کو لوگوں میں گھماتے رہتے ہیں اور زمانہ کو بدل بدل کر لاتے ہیں تاکہ اللہ تعالیٰ جانچ لے اور شہیدوں کو الگ کرے۔ ظالموں سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں رہ سکتا۔ اس میں ایمانداروں کا امتیاز ہو جاتا ہے اور کافروں کو اللہ تعالیٰ مٹا دیتا ہے۔ جہاد شرعی فلسفہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں کو موجدوں کے ہاتھوں سزا دیتا ہے۔ اس سے پہلے وہ عام آسمانی عذابوں سے ہلاک کر دیئے جاتے تھے جیسے قوم نوح پر طوفان آیا عا داولیٰ آندھی میں تباہ ہوئے۔ اہل ثمود چیخ سے غارت کر دیئے گئے۔ قوم لوط کا طبقہ الٹ گیا اور پتھروں کی بارش ہوئی۔ شعیب علیہ السلام کی قوم کے سر پر پہاڑ معلق کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو

بھیجا اور ان کے دشمن فرعون کو ہلاک کر دیا گیا اور اس کی قوم کو دریا میں غرق کر دیا گیا موسیٰ علیہ السلام کو تورات دے کر کفار کو قتل کر دینا فرض قرار دیا گیا اور یہی حکم دوسری شریعتوں کے اندر بھی قائم رہا۔ جیسا کہ فرمایا کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی اور ان سے پہلے کی امتیں بھی نافرمانی کے سبب ہلاک کر دی گئیں تھی۔ اس میں لوگوں کے لئے بصیرت ہے۔ مؤمنین کا کافروں کو بھی بجائے قید کے قتل کر دینا ان کافروں کی زبردست اہانت کی چیز تھی۔ اور اس سے مؤمنین کے دل بھی ٹھنڈے ہوتے۔ جیسا کہ اس امت کے مؤمنین کو حکم دیا گیا تھا کہ ان کافروں کو قتل ہی کر دو اللہ پاک تمہارے ہاتھوں انہیں رسوا کرنا اور عذاب دینا چاہتا ہے اور اس لئے بھی کہ تمہارا دل ٹھنڈا ہو۔ کیونکہ یہ گردن زدنی سرداران قریش مسلمانوں کو بڑی حقارت کی نظر سے دیکھتے تھے اور انہیں مکہ آزار پہنچاتے تھے۔ اگر یہ قتل ہو کر سر بازار رسوا ہوتے تو مسلمانوں کے دلوں کو اس انتقام سے کتنی ٹھنڈک پہنچتی۔ چنانچہ ابوجہل جب عین جنگ میں مارا گیا تو اس کی لاش کی بڑی بے عزتی ہوئی کہ اگر بستر پر اپنی موت مرتا تو اس کی کبھی یہ رسوائی نہ ہوتی۔ یا جیسا کہ ابولہب مرتا تو ایسا سزا گیا تھا کہ اس کے قریب ترین اقربا بھی اس کی لاش کے قریب نہ آتے تھے۔ نہ لانے کے بجائے دور سے لاش پر پانی پھینک دیا گیا اور دفن کے طور پر اس کو ایک گڑھے میں گرا دیا گیا۔ اسی لئے فرمایا کہ عزت کافروں کے لئے نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کے لئے ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ اور فرمایا کہ ہم اپنے رسولوں اور مؤمنین کی مدد دنیا میں بھی کرتے ہیں اور آخرت میں بھی۔ تم کو یہ حکم دینا کہ کفار کو قتل کر دو اس میں بھی اس کی خاص حکمت ہے ورنہ کیا وہ خود اپنی قدرت سے انہیں ہلاک نہیں کر سکتا۔

میدان بدر میں رحمت الہی کا نزول: [آیت: ۱۱۱-۱۱۳] اللہ پاک ان احسانات کو یاد دلاتا ہے کہ وقت جنگ تم پر غنودگی طاری کر کے ہم نے تم پر احسان کیا ہے کہ اپنی قلت اور دشمن کی کثرت کا جو تمہیں اجاس تھا اور اس احساس کے تحت تم پر ایک خوف سا جو طاری تھا اس سے تمہیں مامون کر دیا اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے یوم احد میں بھی کیا تھا۔ جیسا کہ فرمایا اَلَمْ أَنْزَلْ عَلَيْكُمْ مِّنْ بَعْدِ النِّعَمِ اٰمَنَةً نُّعَاسًا ﴿۱﴾ الخ۔ یعنی رنج و غم کے بعد اللہ تعالیٰ نے تمہیں امن دیا جو غنودگی کی صورت میں تمہیں ڈھا کے ہوئے تھا۔ ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جنگ احد کے روز مجھے بھی غنودگی آگئی تھی کہ تلوار میرے ہاتھ سے گری جاتی تھی اور میں اٹھاتا جاتا تھا۔ ﴿۲﴾ اور میں لوگوں کو بھی دیکھ رہا تھا کہ ڈھال سہر پر لگائے ہوئے نیند میں لوگ جھول رہے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بدر کے روز مقداد رضی اللہ عنہ کے سوا کسی کے پاس سواری نہیں تھی۔ ہم سب نیند کے سے عالم میں تھے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے صبح تک نمازیں پڑھتے رہے اور اللہ تعالیٰ کے آگے روتے رہے۔ ﴿۳﴾ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بروز جنگ یہ اونگھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گویا ایک امن کی شکل میں تھی اور نماز میں یہی اونگھ شیطان کی طرف سے ہوتی ہے۔ ﴿۴﴾ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اونگھ سر میں ہوتی ہے اور نیند دل میں ہوتی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ غنودگی یوم احد میں گھیرے ہوئے تھی اور یہ خبر تو بہت عام اور مشہور ہے اور یہاں آیت شریفہ سیاق قصہ بدر میں ہے اور یہ اس بات پر دلیل ہے کہ بدر میں بھی غنودگی طاری تھی اور یہ شدت جنگ میں مؤمنین پر طاری ہو جایا کرتی تھی تاکہ ان کے قلوب اللہ تعالیٰ کی مدد سے مطمئن اور مامون رہیں اور یہ مؤمنین پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے جیسا کہ فرمایا کہ سختی کے ساتھ ساتھ آسانی بھی ہے۔

میدان بدر میں فرشتوں کا نزول: اسی لئے حدیث میں ہے کہ بروز بدر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے لئے بنائے ہوئے کاشانہ میں صدیق

① ۳/ آل عمران: ۱۵۴۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة آل عمران باب قوله (امنة نعاسا) ۴۵۶۲؛ ترمذی ۳۰۰۷۔ ③ احمد، ۱/ ۱۲۵، وسندہ صحیح، مسند ابی یعلیٰ ۲۸۰؛ ابن حبان ۲۲۵۷ شیخ البانی مؤید نے بھی اسے صحیح قرار دیا ہے۔ دیکھئے (صحیح موارد الظمان ۱۴۰۸) ④ الطبری، ۱۳/ ۴۱۹۔

اکبر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھے اور دونوں مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کر رہے تھے۔ ایسے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اگلی آگنی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تسم کرتے ہوئے خودی میں آگئے اور فرمانے لگے، اے ابو بکر! خوش ہو جاؤ وہ ہیں جبرئیل علیہ السلام گرد آلود کیفیت میں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شانے سے باہر آئے اور یہ آیت تلاوت فرما رہے تھے کہ ”ذُئِمْنَا لَكُمْ بِمَاءٍ كَثِيرٍ مِّنْ السَّمَاءِ مَاءً يُسْفِكُ كَذِبًا“ اور وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔ ① پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿يُنزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَاءِ مَاءً لَّعَلَّكُمْ تَكْفُرُونَ﴾ یعنی اللہ تعالیٰ نے آسمان سے تم پر پانی برسایا۔ ایک تو نیند کی سی کیفیت کو تمہارے لئے اسمن کی وجہ قرار دی دوسرا احسان تم پر اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ پانی برس پڑا جو مسلمانوں کے لئے مفید اور کافروں کے لئے مضر ثابت ہوا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بدر میں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے قیام فرمایا تھا وہاں مشرکوں نے میدان بدر کے پانی پر قبضہ کر لیا تھا اور مسلمانوں کے اور پانی کے درمیان وہ حائل ہو گئے تھے مسلمان کمزوری کی حالت میں تھے۔ شیطان نے مسلمانوں کے دلوں میں دوسو ذرا ناشروع کیا کہ تم تو بڑے اللہ والے ہونے کا دعویٰ کرتے ہو اور تم میں رسول بھی موجود ہیں اور پانی پر قبضہ مشرکوں کا ہے اور پانی سے تم اتنے محروم ہو گئے ہو کہ نماز بھی پڑھتے ہو تو غسل کا تیمم کر کے پڑھ لیتے ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خوب پانی برسایا۔ مسلمانوں نے پیا بھی اور پاکی و صفائی بھی کی۔ اللہ تعالیٰ نے شیطان کے دوسوہ کو بھی نچا دکھایا پانی کی وجہ سے مسلمانوں کی طرف کی ریت جم گئی لوگوں کو اور جانوروں کو چلنے میں آسانی ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مؤمنین کی ایک ہزار فرشتوں سے مدد کی۔ جبرئیل علیہ السلام ایک طرف پانچ سو فرشتے لئے ہوئے تھے اور میکائیل دوسری طرف پانچ سو فرشتے لئے ہوئے موجود تھے۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مشرکین قریش جب ابوسفیان کے قافلے کی مدد کے لئے نکلے اور مسلمانوں سے لڑ بیٹھے تو چشمہ بدر پر پڑا ڈو ڈالا۔ مسلمان پانی سے محروم ہو گئے۔ پیاس سے تڑپنے لگے۔ نماز بھی جنابت اور حدت ہونے کی حالت میں پڑھنے لگے۔ حتیٰ کہ ان کے دلوں میں مختلف خیالات پیدا ہونے لگے۔ اب اللہ تعالیٰ نے پانی برسایا اور میدانوں میں پانی پہنے لگا۔ مسلمانوں نے رتن بھرنے جانوروں کو پلایا نہائے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں پاکی بخشی اب وہ ثابت قدم بھی ہو گئے۔ مسلمانوں اور کافروں کے درمیان ریت تھی۔ پانی برس گیا تو زمین دب گئی اور سخت ہو گئی مسلمانوں کے قدم زمین پر چبھنے لگے۔ مشہور یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب بدر کی طرف چلے تو وہاں پانی کے قریب اترے۔ حباب بن منذر رضی اللہ عنہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ مقام جہاں آپ فروکش ہیں سو کیا حکم وحی فروکش ہیں جس سے ہم ذرہ بھر سرتابی نہیں کر سکتے یا یہ کہ جنگی مصلحت کے تحت قیام کیا ہے۔ تو آپ نے فرمایا ”مصلحت کے تحت قیام کیا ہے“ حباب رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایسی صورت میں اور آگے چلے آخری پانی پر قبضہ کر لیجئے وہیں حوض بنا کر یہاں کا سب پانی جمع کر لیں تو پانی پر ہمارا قبضہ رہے گا اور دشمن پانی کے بغیر رہ جائے گا۔ چنانچہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے چل کھڑے ہوئے۔ ③ کہتے ہیں کہ حباب رضی اللہ عنہ نے جب یہ مشورہ دیا تو اس وقت آسمان سے ایک فرشتہ اتر اور جبرئیل علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ اس فرشتہ نے کہا ”اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے سلام فرمایا ہے نیز ارشاد فرمایا ہے کہ حباب بن منذر کی رائے تمہارے لئے صحیح ہے۔“ آپ جبرئیل علیہ السلام کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کیا تم اس کو جانتے ہو؟ جبرئیل علیہ السلام نے اس کو دیکھ کر کہا کہ میں تمام ہی فرشتوں کو جانتا تو نہیں ہوں، لیکن یہ ضرور ہے کہ یہ فرشتہ ہے کوئی شیطان نہیں۔ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ

① بدلائل النبوة، ۳/ ۸۰، ۸۱، وسندہ ضعیف لارسالہ اس معنی کی روایت صحیح بخاری ۳۹۵۳ میں بھی موجود ہے لیکن اس میں جبرئیل علیہ السلام کا ذکر نہیں ہے۔ ② بدلائل النبوة، ۳/ ۷۸، ۷۹، وسندہ ضعیف، الطبری، ۱۳/ ۴۲۳۔

③ ابن ہشام، ۱/ ۶۲۰؛ بدلائل النبوة، ۳/ ۳۱، ۳۵، وسندہ ضعیف لارسالہ۔

نے پانی برسایا حضور ﷺ کی طرف کی زمین پانی سے دب کر سخت ہوگئی اور چلنے میں آسانی ہوگئی۔ لیکن کفار کی طرف کی زمین نشیب میں تھی وہاں دلدل ہوگئی انہیں چلنا پھرنا بھی دشوار تھا۔ اللہ تعالیٰ نے غنودگی کا احسان کرنے سے پہلے پانی برسایا احسان کیا، گرو وغبار دب گیا، زمین سخت ہوگئی مسلمان خوش ہو گئے ثابت قدمی بڑھ گئی۔ اب ادگھ آنے لگی، مسلمان تازہ دم ہو گئے ① صبح لڑائی ہونے والی ہے رات کو ہلکی سی بارش ہوگئی۔ ہم نے درخت کے نیچے ہو کر بارش سے پناہ لی۔ حضور ﷺ چلے گئے رہے اور لوگوں سے جنگ کے متعلق باتیں کرتے رہے۔ قولہ ﴿لِيُظَهِّرَكُمْ بَيْتَكُمْ﴾ یعنی حدیث اصغر اور حدیث اکبر سے پاک کرنے کے لئے پانی برسایا اور تاکہ شیطان کے بہکاوے سے بھی تم کو چھڑا دیں اور یہ دل کی پاک تھی۔ جیسا کہ اہل جنت کے حق میں فرمایا ہے کہ انہیں پہننے کے لئے ریشمی لباس ملے گا اور سونے چاندی کا زیور ہوگا اور یہ ظاہری زینت ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں شراب طہور پلائے گا اور حسد اور بعض کے کہنے سے انہیں پاک رکھے گا اور یہ باطن کی زینت ہے۔ پانی برسائے سے یہ بھی غرض تھی کہ تمہارے دلوں کو اطمینان دے کر صابر اور ثابت قدم بنایا جائے۔ یہ صبر اور اقدام باطنی شجاعت ہے اور یہ ثابت قدمی شجاعت ظاہری ہے۔

قولہ ﴿اذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنۡيۡ مَعَكُمْ فَيَنْسُوۡا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا﴾ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی طرف وحی بھیجی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں تم مؤمنین کو ثابت قدم رکھو۔ یہ نعمت خفیہ ہے اس کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر ظاہر فرما رہا ہے تاکہ اس کی شکر گزاری کریں۔ وہ تبارک تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کو تاکید فرمائی کہ نبی اکرم ﷺ کی اور دین نبی اور جماعت مؤمنین کی مدد کریں تاکہ ان کے دل ٹوٹ نہ جائیں وہ ہمت نہ ہار دیں۔ تم بھی ان کے ساتھ کافروں سے قتال کرو۔ کہا گیا ہے کہ فرشتہ کسی مسلمان کے پاس آتا اور کہتا کہ مشرکوں میں عجیب بددلی پھیلی ہوئی ہے۔ وہ تو کہہ رہے ہیں کہ اگر مسلمانوں نے حملہ کر دیا تو ہمارے قدم نہیں ٹک سکتے۔ ہم تو بھاگ کھڑے ہوں گے اب ہر ایک دوسرے سے کہتا دوسرا تیرے سے۔ اس طرح صحابہ رضی اللہ عنہم کے دل بڑھ جاتے اور سمجھ لیتے کہ مشرکوں میں طاقت و قوت نہیں ہے۔ پھر فرماتا ہے کہ میں کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا۔ یعنی اے ملائکہ تم مؤمنوں کو ثابت قدم رکھو اور ان کے دلوں کو قوی بناؤ۔ تم ان کافروں کی گردنوں پر مار دو اور ان کی ایک ایک پوری کوزھی کرو۔ ان کے ہاتھ پاؤں قطع کر دو۔

مفسرین نے ﴿فَوَقَّ الْأَعْنَاقُ﴾ کے معنی میں اختلاف کیا ہے۔ بعض نے سر پر مارنے کے معنی لئے ہیں اور بعض نے گردن پر چنانچہ اس معنی کی شہادت اس آیت سے ملتی ہے ﴿فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا فَضْرَبُوۡا الرِّجَالِ حَتّٰى اِذَا اَنْخَضْتُمُوۡهُمْ فَسَدُّوۡا السَّرۡۤاۡقَ﴾ ② یعنی کافروں سے جنگ ہو تو گردنوں پر مار دو اور انہیں زنجیروں میں جکڑ لو۔ قاسم سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”میں اللہ تعالیٰ کے عذاب میں مبتلا کرنے کے لئے نہیں مبعوث ہوا ہوں۔“ یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف کا عذاب جیسا کہ پہلی امتوں پر نازل ہوتا رہا بلکہ خود لڑ کر گردنیں مار کر اور قید کر کے انہیں عبرت ناک نتیجہ پر پہنچاؤں گا۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ گردنیں مارتا اور کھوپڑی پھوڑتا مارتا ہے۔ مغازی اموی میں لکھا ہے کہ جنگ بدر کے روز نبی اکرم ﷺ مقتولین پر سے گزرے اور آپ ﷺ فرما رہے تھے ﴿يَفْلُقْ هَامًا﴾ یعنی سر ٹوٹے پڑے ہیں تو ابو بکر رضی اللہ عنہ ساتھ ہی بول اٹھے اور جوڑ ملا کر اس کا ایک شعر ہی بنا دیا یعنی ”يَفْلُقْ هَامًا مِنْ رِجَالِ اَعَزَّةِ عَلِيۡنَا۔ وَهَمَّ كَانُوۡا اَعَقَ وَاظْلَمَا“ یعنی سر ٹوٹے پڑے ہیں ان لوگوں کے جو ہم پر غرور کرتے تھے کیونکہ وہ لوگ بڑے ظالم اور نافرمان تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے گویا ایک بیت کے دو ابتدائی لفظ کہہ دیئے اور منتظر تھے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ اس کو ایک شعر بنا کر پورا کر دیں، کیونکہ آپ کے لئے بہ حیثیت شاعر کے ثابت ہونا مناسب نہیں تھا۔ جیسا کہ خود اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ﴿وَمَا عَلَّمْنَاهُ الشُّعْرَ وَمَا يَنْبَغِيۡ لَهٗ﴾ ③ یعنی ہم نے ان کو شاعر نہیں بنایا اور نہ انہیں شاعر ہونا سزاوار تھا۔ یوم بدر میں =

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا لَقِيتُمْ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا فَلَا تُولُوهُمْ الْأَدْبَارَ ۝ وَمَنْ يُولُوهُمْ يَوْمَئِذٍ دُبْرًا إِلَّا مَتَحَرِّفًا لِقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلَى فِتْنَةٍ فَقَدْ بَاءَ بِغَضَبٍ

مِّنَ اللَّهِ وَمَا لَهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو جب تم کافروں سے دو بدو مقابل ہو جاؤ تو ان سے پشت مت پھیرنا۔ [۱۵] اور جو شخص ان سے اس موقع پر پشت پھیرے گا مگر ہاں جولائی کے لئے جیترا بدلتا ہو یا جو اپنی جماعت کی طرف پناہ لینے آتا ہو وہ مستثنیٰ ہے باقی اور جو ایسا کرے گا وہ اللہ تعالیٰ کے غضب میں آجائے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا۔ اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔ [۱۶]

لوگ ان متتولین کو پہچان جاتے تھے جو ملائکہ کے ہاتھوں مرے ہیں کیونکہ ایسے متتولین کا زخم گردن پر یا جوڑ بندوں پر ہوتا تھا اور یہ ایسے نشانات ہوتے تھے گویا آگ سے جلے ہوئے ہیں ﴿وَاصْبِرُوا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ﴾ اے مؤمنو! دشمنوں کو ماروان کے جوڑ بندوں پر تاکہ ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں۔ بنان جمع ہے بنانہنگی ہر جوڑ اور ہر حصے کو بنان کہتے ہیں۔ اور زاعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ مطلب ہے کہ اے فرشتو! ان کافروں کے چہروں اور آنکھوں پر مارو اور ایسے زخم ڈالو گویا آگ کی چنگاریوں سے جلادینے گئے ہیں۔ اور کسی کافر کو قید لینے کے بعد مارنا جائز نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بدر کا قصہ بیان کرتے ہیں کہ ابو جہل نے کہہ رکھا تھا کہ قتل کرنے کے بجائے مسلمانوں کو زندہ پکڑو تاکہ تم انہیں مزہ چکھا سکو ہمارے دین کو برا کہنے ہم پر طعن کرنے اور لات و عزی سے روگردانی کا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے کہہ دیا تھا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تم مؤمنین کو ثابت قدم رکھو۔ میں کافروں کے دلوں میں مسلمانوں کا رعب ڈال دوں گا۔ تم ان کی گردنوں اور جوڑ بندوں پر مارو۔ متتولین بدر میں ابو جہل کا انہتر واں نہر تھا۔ پھر عقبہ بن ابی معیط قید کر کے قتل کر دیا گیا اور ستر کی تعداد پوری ہوگئی۔ ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ شَاقُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ﴾ اس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی مخالفت کی تھی اور شرع و ایمان کو چھوڑنے کا پہلو اختیار کیا۔ لفظ ”شق“ ”شق عصا“ سے ماخوذ ہے یعنی اس نے لکڑی کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ ارشاد ہے کہ جس نے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے علیحدگی یعنی مخالفت اختیار کی کیا وہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخالفت کرنے والے پر غالب ہے۔ کسی بات میں اس کو بھول چوک نہیں اس کے غضب کو کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا ﴿ذَلِكَمُ قَدْ قُوهُ وَأَنَّ لِلْكَافِرِينَ عَذَابَ النَّارِ﴾ یہ کافروں سے خطاب ہو رہا ہے کہ دنیا میں عذاب و نکال کا مزہ چکھو اور آخرت میں بھی عذاب دوزخ کا۔

جنگ سے بھاگنا سخت کبیرہ گناہ ہے: [آیت: ۱۵-۱۶] جنگ کے عالم میں پیٹھ پھیرنے والوں کو دھمکی دی جا رہی ہے کہ اے ایمان والو جب لڑائی میں تم دونوں گتھے ہو تو اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر بھاگ نہ جانا۔ ہاں کوئی چالبازی کے طور پر بھاگے کہ گویا خوف زدہ ہو گیا ہے تاکہ اس کا تعاقب کیا جائے پھر اکیلا پا کر پلٹ کر حملہ کر کے قتل کر دے تو ایسی مصلحت کے تحت بھاگنے میں کوئی حرج نہیں یا اس غرض سے بھاگے کہ مسلمانوں کے دوسرے دستے سے جا ملے تاکہ جا کر ان کی مدد کرے یا وہ اس کی مدد کریں تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ وہ اپنے امام کی پناہ میں جانا چاہتا ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہوئے ایک چھوٹے سے لشکر کا سپاہی تھا کہ لوگوں میں بھگدڑ پڑ گئی میں بھی بھاگا۔ اب ہمیں احساس ہوا کہ ہم جنگ سے بھاگے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے غضب کے مستحق ہو گئے اب کیا کریں؟ ہم نے مشورہ کیا کہ مدینے چلیں گے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوں گے اگر ہماری توبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم

نے قبول فرمائی تو کیا کہنا اور نہ ہم کہیں بھی نکل جائیں گے اور منہ نہ دکھائیں گے۔ چنانچہ ہم قبل از نماز ظہر حضور ﷺ کے پاس آئے۔ آپ ﷺ نے پوچھا ”تم کون لوگ ہو؟“ ہم نے کہا ہم پیٹھ پھیر کر بھاگنے والے لوگ ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں بلکہ تم لوگ اپنے مرکز کی طرف آنے والے ہو۔ میں تمہارا اور تمہاری جماعت مؤمنین کا بندھن ہوں۔“ ہم نے یہ سن کر آگے بڑھ کر آپ ﷺ کے ہاتھوں کو بوسہ دیا۔ ① ابوداؤد نے اور یہ مزید کہا ہے کہ آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿أَوْ مَتَحَيِّرًا أَلْسِي فَبَدَأَ﴾ اہل علم نے عسکاردون کے معنی عرفان بتائے ہیں یعنی دوراندیش اور کنکھرس۔ ابو عبیدہ سرزمین ایران کے ایک پل پر قتل کر دیئے گئے تو عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہوشیاری برت کر انہیں بھاگ آنے کا موقع تھا۔ میں ان کا امیر اور بندھن تھا میرے پاس کیوں نہ آ گئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ”لو گو! اس آیت سے تم غلط فہمی میں نہ پڑنا۔ یہ آیت یوم بدر کے لئے تھی اور اس وقت میں ہر مسلمان کی جماعت ہوں۔“ نافع رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ ہم لوگ دشمن سے قتال کے وقت ثابت قدم نہیں رہ سکتے اور ہم نہیں جانتے کہ ہمارا مرکز کیا ہے۔ امام یاجسجی مرکز ”تو کہا مرکز رسول اللہ ﷺ تھے۔ میں نے کہا کہ اللہ پاک فرماتا ہے ﴿إِذَا لَقِيتُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا زَحْفًا﴾ تو کہا یہ آیت یوم بدر کے بارے میں اتری ہے نہ اس سے پہلے کے لئے نہ بعد کے لئے ﴿مَتَحَيِّرًا﴾ کے معنی ہیں نبی اکرم ﷺ کی طرف پناہ لینے والا۔ اسی طرح آج بھی کوئی شخص جنگ کے میدان سے ہٹ کر اپنے امیر یا اصحاب امیر کی طرف پناہ لے سکتا ہے۔ لیکن یہ فرار اگر اس سبب کے سوا کوئی اور اسباب کی بنا پر ہو تو یہ حرام ہے اور گناہ کبیرہ ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ”سات ہلاک کرنے والی چیزوں سے بچو۔ شرک باللہ جادو کرنا کسی کو ناحق قتل کر دینا سواد کھانا مال تقسیم کھانا جہاد میں پیٹھ پھیر کر بھاگ جانا پاک دامن اور بے گناہ عورتوں پر الزام لگانا۔“ ② یہ بات اور کئی طرح بھی ثابت ہے کہ یہ آیت بدر سے متعلق نازل ہوئی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ بھاگے گا تو اللہ تعالیٰ کا غضب لے کر بھاگے گا۔ اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے جو بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔ بشیر بن معبد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں بیعت کرنے کے لئے حضور ﷺ کے پاس آیا تو بیعت کے لئے آپ نے یہ شرط کی کہ ”(لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)“ کی گواہی دو میری رسالت کو مانو نماز پابندی سے پڑھو زکوٰۃ دیتے رہو حج کر دو رمضان کے روزے رکھو اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو گے۔“ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اس میں سے دو باتیں میرے لئے دشوار ہیں۔ ایک تو جہاد اگر بے حالت جنگ کوئی پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گا تو اللہ تعالیٰ کا غضب اس پر نازل ہو جائے گا اور مجھے خوف ہے کہ موت سے گھبرا کر کہیں مجھ سے یہ گناہ سرزد نہ ہو جائے۔ دوسرے صدقہ سوا اللہ تعالیٰ کی قسم مجھے غنیمت اور اس کے سوا کچھ نہیں ملتا ہے اور دس اونٹنیاں ہیں جن کا دودھ دوہ لیا پیلا یا اس پر سواری کر لی۔ تو حضرت نے میرا ہاتھ تقام لیا اس کو ہلایا اور کہا ”جہاد بھی نہ کرو گے صدقہ بھی نہ دو گے پھر جنت کا استحقاق کیسے حاصل کرو گے۔“ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے منظور ہے میں ہر شرط پر بیعت کروں گا۔ ③ یہ حدیث غریب ہے۔ صحاح ستہ میں موجود نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”تمیں کوتاہیوں کے ہوتے ہوئے کوئی عمل نیک بھی کارآمد نہیں ہو سکتا۔ ① شرک باللہ ② والدین کی نافرمانی ان سے سرکشی ③ میدان جنگ سے =

① ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی التولی یوم الزحف ۲۶۴۷ وسندہ ضعیف، ترمذی ۱۷۱۶، ابن ماجہ ۳۷۰۴، مختصرأ جدأ الأدب المفرد ۱۹۷۲، احمد، ۷۰/۲، مسند حمیدی ۶۸۷، بیہقی، ۷۶/۹، اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد ہاشمی جملط راوی ہے (التقریب، ۳۶۵/۲، رقم: ۲۵۴، اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الإرواء ۱۲۰۳)

② صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَأْكُلُونَ أَمْوَالِ الْيَتَامَىٰ.....﴾ ۲۷۶۶، صحیح مسلم، ۸۹، ابوداؤد ۶۸۷۴، ابن حبان ۵۵۶۱، بیہقی، ۲۴۹/۸۔

③ احمد، ۲۲۴/۵ وسندہ صحیح وأخطأ من ضعفه، المعجم الكبير ۱۲۳۳، مجمع الزوائد، ۴۲/۱۔

فَلَمْ تَقْتُلُوهُمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَىٰ
وَلِيَسْبِيَ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلََاءٌ حَسَنًا ۚ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۱۷﴾ ذَلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ

مُوْهِنُ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۸﴾

ترجمہ: سو تم نے ان کو قتل نہیں کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کو قتل کیا۔ اور آپ نے خاک کی مٹی نہیں پھینکی لیکن اللہ تعالیٰ نے وہ پھینکی اور تاکہ مسلمانوں کو اپنی طرف سے ان کی محنت کا خوب عوض دے بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سننے والے خوب جاننے والے ہیں۔ [۱۷] ایک بات تو یہ ہوئی اور دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کافروں کی تدبیر کو کمزور کرنا تھا۔ [۱۸]

= بھاگ جانا۔ ① یہ حدیث بھی غریب ہے۔

زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”جس نے ((اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِي لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَاتُوبُ إِلَيْهِ)) کہا تو اس کے گناہ بخش دیئے جائیں گے اگرچہ جنگ سے فرار کا گناہ بھی ہو۔“ ② یہ حدیث بھی غریب ہے۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ خادم نبی ﷺ نے اس کے سوا اور حدیث بیان نہیں کی۔ بعض نے یہ حکم لگایا ہے کہ فرار از جنگ صحابہ پر حرام تھا اس لئے کہ جہاد اس وقت انہیں پر فرض تھا۔ بعض نے کہا ہے کہ صرف انصار پر فرض تھا اس لئے کہ بیعت انہیں نے کی تھی اور کہا تھا کہ سختی اور راحت ہر حالت میں ہم فرماں بردار رہیں گے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ آیت صرف اہل بدر سے مخصوص ہے۔ دلیل یہ پیش کی ہے کہ اس وقت تک مسلمانوں کی کوئی باقاعدہ مستقل اور صاحب شوکت جماعت تھی ہی نہیں جو کچھ تھے یہی مٹی بھر لوگ تھے اس لئے ایسے حکم کی سخت ضرورت تھی۔ نبی اکرم ﷺ کی یہ حدیث اسی حالت پر روشنی ڈالتی ہے کہ ”یا اللہ! اگر تو اس مٹی بھر جماعت کو بھی ہلاک کر دے گا تو دنیا میں تجھے پوجنے والا کوئی باقی نہ رہے گا۔“ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یوم بدر میں یہ بات ضروری تھی لیکن آج اگر کوئی اپنے امام کی طرف یا اپنے قلعہ کی طرف پناہ لے تو کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ یوم بدر میں بھاگنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دوزخ قرار دے دی لیکن استثناء بھی کر دیا کہ دشمن کو دھوکا دینے کے لئے حکمت عملی کی خاطر یا اپنی جماعت میں آکر محفوظ ہو جانے کے لئے ایسا کیا تو خیر حرج نہیں۔ پھر اس کے بعد جنگ احد ہوئی تو فرمایا ﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ﴾ ③ پھر سات سال بعد جنگ حنین ہوئی تو فرمایا ﴿ثُمَّ وَكَيْتُمْ مُدَبِّرِينَ﴾ ④ اور ﴿ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَلَىٰ مَنْ يَشَاءُ﴾ ⑤ اور پھر یہاں فرمایا ﴿وَمَنْ يُؤْتَ كَيْفَ يَسْتَدِ بَدْرًا﴾ ⑥ یہ آیت اہل بدر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس ساری تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ غیر اہل بدر بھی بوقت جنگ اگر فرار کریں تو بھی یہ حرام ہونا چاہئے۔ اگرچہ یہ آیت بوقت جنگ بدر نازل ہوئی تھی لیکن جب اس کو سات ہلاک کرنے والی چیزوں میں شمار کیا گیا تو حرام ہونا چاہئے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

① المعجم الكبير ۱۴۲۰ وسنده ضعيف جداً، مجمع الزوائد، ۱/ ۱۰۴، اس کی سند میں یزید بن ربیعہ متروک راوی ہے (البعیزان،

۴/ ۴۲۲، رقم: ۹۶۸۸) اور شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے بھی اس روایت پر ضعیف جداً کا حکم لگایا ہے۔ دیکھیے (السلسلة الضعيفه، ۱۳۸۴)

② ابوداؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار ۱۵۱۷ وهو حسن، ترمذی، ۳۵۷۷؛ طبرانی ۴۶۷۰۔

③ ۳/ آل عمران: ۱۵۵۔ ④ ۹/ التوبة: ۲۵۔ ⑤ ۹/ التوبة: ۲۷۔

⑥ ابوداؤد، کتاب الجهاد، باب فی التولی یوم الزحف ۲۶۴۸ وسنده صحيح۔

بدر میں کامیابی اللہ کی نصرت سے تھی: [آیت: ۱۷-۱۸] اس بات پر روشنی ڈالی جا رہی ہے کہ بندوں کے افعال کا خالق اللہ پاک ہے اور جو نیک کام بندوں سے ظاہر ہوتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ ہی نے نیک بنایا ہے کیونکہ توفیق اسی نے دی تھی اور کام کرنے کی ہمت و قدرت اسی نے بخشی تھی۔ اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ ان کافروں کو تم نے قتل نہیں کیا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ نے قتل کیا ہے تمہاری طاقت میں یہ کہاں تھا کہ اتنے کم ہونے کے باوجود دشمن کی اتنی کثیر تعداد فوج کو شکست دیتے یہ کامیابی اللہ تعالیٰ ہی نے تمہیں دی۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرِ وَأَنْتُمْ أَذِلَّةٌ﴾ ① یعنی بدر میں اللہ تعالیٰ نے تمہیں کامیاب بنایا حالانکہ تم بہت کمزور تھے۔ اور فرمایا ﴿لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرٍ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كُنُوزِكُمْ فَلَمَّ تَعَنَّ عَنْكُمْ شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَابْتَسَمَ مُدْبِرِينَ﴾ ② یعنی اللہ تعالیٰ نے اکثر مواقع پر تمہاری مدد فرمائی۔ حنین کی جنگ میں تمہاری کثرت نے تم کو مغرور بنا دیا تھا لیکن اس کثرت نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا۔ زمین اتنی کشادہ ہونے کے باوجود تم پر تنگ ہو گئی اور تم پیچھے پھیر کر بھاگ گئے۔ اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ کامیابی کثرتِ عدد پر نہیں اور نہ تعداد اور ہتھیاروں پر ہے کامیابی تو اللہ تعالیٰ کی طرف کی بات ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً﴾ ③ بہت دفعہ ہوتا ہے کہ چھوٹی جماعت بڑی جماعت پر غالب آ جاتی ہے۔ پھر مٹی بھر مٹی کے بارے میں اللہ تعالیٰ نبی اکرم ﷺ سے فرماتا ہے جو جنگ بدر میں کافروں کے منہ پر آپ نے چھینکی تھی کہ میدان جنگ کی جھوٹی مٹی سے آپ ﷺ باہر آئے اللہ تعالیٰ سے دعا اور تضرع کی یہ مٹی کافروں کی طرف پھینکی اور فرمایا ”تمہارے چہرے بگڑ جائیں۔“ پھر اصحاب کو حکم دیا کہ ”فوراً دھاوا بول دو۔“ اللہ تعالیٰ کی قدرت کہ یہ مٹی اور کنکر مشرکین کی آنکھوں میں جا کرے۔ ایک بھی ایسا نہ تھا جو اس سے متضرر نہ ہوا اور جس کو جنگ سے قاصر نہ رہنا پڑا ہو۔ اسی لئے فرمایا کہ ﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى﴾ یعنی تم نے مٹی نہیں پھینکی تھی اللہ تعالیٰ نے پھینکی تھی۔ آنکھوں میں مٹی جھونک کر تم نے انہیں سرگوں نہیں کیا تھا اللہ تعالیٰ نے کیا تھا۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یوم بدر میں اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ”اے اللہ! یہ مٹی بھر لوگ مر جائیں گے تو کون تیرا نام لیوا باقی رہے گا۔“ تو جبریل علیہ السلام نے آ کر کہا کہ مٹی بھر مٹی ان کافروں کی طرف پھینک مارو۔ آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا۔ کافروں کی ناک آ نکھ اور منہ مٹی سے بھر گیا اور گرد آلود آندھی سے گھبرا کر وہ پچھلے پاؤں بھاگے اور شکست ہو گئی۔ ④ مسلمانوں نے ان کو قتل کرتے ہوئے ان کا چھچھا کیا اور قید کر لیا۔ کافروں کو یہ ہزیمت حضور ﷺ کے مجزے کے سبب ہوئی۔ عبدالرحمن بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے تین کنکر لئے تھے ایک سامنے پھینکا دو کنکر دشمن کی فوج کے سیدھی دبائیں طرف پھینکے تھے۔ یہ یوم بدر کا واقعہ ہے حضرت ﷺ نے اس طرح یوم حنین میں بھی کیا تھا۔ حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بدر کے روز ہم نے آسمان سے ایک آواز سنی گویا ایک تھاں میں کنکر ڈال کر ہلائے گئے ہوں۔ یہ حضور ﷺ کی مٹی پھینکنے کی آواز تھی۔ چنانچہ ہمیں ہزیمت ہو گئی تھی۔ یہاں اور دو قول ہیں جو بہت غریب ہیں۔

ایک یہ کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک کمان منگوائی یہ بہت لمبی تھی۔ حضور ﷺ نے دوسری لانے کا حکم دیا۔ دوسری لائی گئی۔ حضور ﷺ نے اس سے قلعہ کی طرف ایک تیر پھینکا یہ تیر گھومتا ہوا چلا اور سردار قبیلہ ابن ابی حقیق کے آگے جب کہ وہ اپنے قلعہ کے اندر اپنے بستر پر تھا۔ اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَمَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ﴾ اہل آفرہ۔ یہ حدیث بہت غریب ہے ممکن ہے =

① ۳/ آل عمران: ۱۲۳۔ ② ۹/ التوبة: ۲۵۔

③ ۲/ البقرة: ۲۴۹۔ ④ الطبری، ۱۳/ ۴۴۵۔

إِنْ تَسْتَفِئُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ وَإِنْ تَنْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ
وَكِنْ تُغْنِي عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَلَوْ كَثُرَتْ وَأَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ ۝

ترجمہ: اگر تم لوگ فیصلہ چاہتے ہو تو وہ فیصلہ تو تمہارے سامنے آ موجود ہو اور اگر باز آ جاؤ تو یہ تمہارے لئے نہایت خوب ہے۔ اور اگر تم پھر وہی کام کرو گے تو ہم بھی پھر وہی کام کریں گے اور تمہاری جمیعت تمہارے ذرا بھی کام نہ آئے گی گو کتنی زیادہ ہو۔ اور واقعی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کے ساتھ ہے۔ [۱۹]

= راوی کوشیہ ہو گیا ہو یا اس کی مراد یہ ہو کہ یہ آیت عام ہے اور اس واقعہ کو بھی شامل ہے۔ ورنہ یہ تو ظاہر ہے کہ سورۃ انفال کی اس آیت میں جنگ بدر کا ذکر ہے تو یہ واقعہ اسی جنگ بدر کا ہے اور یہ بات بالکل ظاہر ہے۔

دوسرا یہ کہ احد کی لڑائی کے دن آنحضرت ﷺ نے ابی ابن خلف کے ایک نیزہ مارا تھا۔ یہ شخص زرہ بکتر اور لوہے میں غرق تھا لیکن یہ نیزہ اس کے تالو پر جا لگا اور وہ گھوڑے سے لڑھکنے لگا۔ اس کے کئی دن بعد اسی تکلیف سے اس کی موت واقع ہوئی۔ ① وہ عذاب و نبوی کے علاوہ عذاب آخرت کا بھی مستحق ہوا۔ ان دونوں اماموں سے ایسی روایت بہت غریب ہے۔ شاید ان دونوں کا یہی مقصد ہو کہ آیت عام ہے خاص واقعہ ہی سے متعلق نہیں بلکہ جب کبھی ایسا ہو تو ہر واقعہ اسی آیت سے متعلق ہو سکتا ہے ﴿وَلِلَّيْلِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْهُ بَلََاءٌ حَسَنًا﴾ تاکہ مؤمنین اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کو معلوم کریں کہ دشمن ان سے بہت زیادہ ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غلبہ دیا تاکہ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں۔ حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے بڑا اچھا امتحان ہم سے لیا ہے ﴿إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو سننے والا ہے اور جانتا ہے کہ کون مدد کا مستحق ہے اور کون نہیں۔“ ﴿ذَلِكُمْ وَأَنَّ اللَّهَ مُوهِنٌ كَنِيدٌ الْكَافِرِينَ﴾ یہ نصرت حاصل کی دوسری بشارت ہے کہ اللہ پاک معلوم کر رہا ہے کہ وہ کافروں کی چالوں کو نا کام بنا دینے والا ہے اور مستقبل میں ان کو ذلیل کرنے والا ہے اور وہ تباہ و برباد ہونے والے ہیں۔

حق پر کون؟ فیصلہ ہو گیا: [آیت ۱۹] کافروں سے خطاب ہے کہ اگر تم فتح مانگ رہے اور اللہ تعالیٰ سے کہہ رہے تھے کہ ہمارے اور دشمنوں کے درمیان فیصلہ کر دے تو جو تم مانگتے تھے وہی ہوا۔ اے اللہ تعالیٰ! جس نے ہم سے قطع تعلق کر رکھا ہے اور غیر مانوس باتیں ہمیں پیش کر رہے ہیں، اسے ذلیل کر دینا تو انہیں کافروں کی مانگ تھی۔ پس یہ آیت اتری کہ ﴿إِنْ تَسْتَفِئُوا فَقَدْ جَاءَكُمْ الْفَتْحُ﴾ تم فتح مانگ رہے تھے لو فتح آگئی۔ سدی ﷺ کہتے ہیں کہ شریکین جنگ بدر کے لئے جب مکے سے چلنے لگے تو غلاف کعبہ کو پڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے لگے اور کہنے لگے ”اے اللہ! دونوں فریقوں میں جو تیرے نزدیک افضل ہے اور جس کا قبلہ بہتر قبلہ ہے اس کی مدد فرما۔“ چنانچہ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ تم جیسا کہتے ہو ویسی ہی میں تمہاری مدد کرتا ہوں اور وہ مدد محمد ﷺ کے ساتھ ہوگی۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ ﴿وَإِنْ تَسْتَهُوا فَهُوَ خَيْرٌ لَكُمْ وَإِنْ تَعُودُوا نَعُدْ﴾ یعنی اگر تم کفر سے باز آ جاؤ گے تو اس کے اندر دین و دنیا میں تمہاری بھلائی ہے اور اگر تم نے پھر شرک و کفر کیا تو ہم بھی دوبارہ مزادیں گے اور کفر و ضلالت کا تم نے پھر عائدہ کیا تو ہم بھی پھر ایسا ہی مزا چکھائیں گے اور دوبارہ محمد ﷺ کو فتح و نصرت دیں گے اور تمہاری جماعت خواہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہو کچھ تمہارے کام نہ آئے گی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ ہو اس پر کون غالب آ سکتا ہے۔ ﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کے ساتھ ہے اور یہی نبی ﷺ کی جماعت ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ ۖ وَلَا

تَكُونُوا كَالَّذِينَ قَالُوا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُونَ ۚ إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ

الصَّمُّ الْبُكْمُ الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۗ وَلَوْ عَلِمَ اللَّهُ فِيهِمْ خَيْرًا لَأَسْمَعَهُمْ ۗ وَلَوْ

أَسْمَعَهُمْ لَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُعْرِضُونَ ۗ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ إِذَا

دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيكُمْ ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ وَأَنَّهُ إِلَهُ الْغُحْشِرُونَ ۗ

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کا کہنا مانو اور اس کے رسول کا اور اس کا کہنا ماننے سے روگردانی مت کرو اور تم سن لیتے ہی ہو۔ [۲۲۰] اور تم ان لوگوں کی طرح مت ہونا جو دعویٰ تو کرتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے سنا تے کچھ نہیں۔ [۲۲۱] بے شک بدترین مخلوق اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ لوگ ہیں جو بہرے ہیں گوئیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سنتے سنا تے کچھ نہیں۔ [۲۲۲] اور اگر اللہ تعالیٰ ان میں کوئی خوبی دیکھتے تو ان کو سننے کی توفیق دیتے۔ اور اگر ان کو اب سنا دیں تو ضرور روگردانی کریں گے بے رخی کرتے ہوئے۔ [۲۲۳] اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ اور رسول کے کہنے کو بجالایا کرو جب کہ رسول تم کو تمہاری زندگی بخش چیز کی طرف بلا تے ہوں اور جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ آڑ بن جایا کرتا ہے آدمی کے اور اس کے قلب کے درمیان میں اور بلا شیعہ تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جمع ہوتا ہے۔ [۲۲۴]

اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت واجب ہے: [آیت: ۲۰-۲۳] مؤمنین کو اللہ کی اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت اور ترک مخالفت کا حکم ہوتا ہے اور یہ کہ کافروں سے مشابہت نہ پیدا کرو۔ اور اسی لئے فرمایا ﴿لَا تَوَلَّوْا عَنْهُ﴾ یعنی اطاعت اور امتثال امر نہ چھوڑو۔ ﴿وَأَنْتُمْ تَسْمَعُونَ﴾ یعنی حالانکہ تم جانتے ہو کہ نبی اکرم ﷺ کس بات کی طرف بلا رہے ہیں اور ان لوگوں سے مشابہت نہ پیدا کرو جو کہتے ہیں کہ ہاں ہم نے سنا حالانکہ وہ نہیں سنتے۔ بعض کہتے ہیں کہ اس سے منافقین مراد ہیں جن کا وتیرہ یہ تھا کہ زبان سے تو کہتے تھے کہ ہم سنتے ہیں قبول کرتے ہیں لیکن خاک نہیں سنتے تھے۔ پھر آگاہ فرمایا جا رہا ہے کہ نبی آدم کی یہ قسم فطران ساری مخلوق سے بدرتے۔

اللہ تعالیٰ کے نزدیک بد مخلوق: جو پاپوں اور جاندار میں بدترین وہ ہیں جو حق بات سننے میں بہرے ہیں حق بات بولتے نہیں گوئیں ہیں۔ عقل ہی نہیں رکھتے کیونکہ حق بات سمجھتے نہیں۔ یہ بدترین مخلوق ہے اور یہ کافر انسان ہیں جانور تو جس فطرت پر پیدا شدہ ہیں اسی ڈھرے پر چل رہے ہیں گویا اللہ تعالیٰ کے مطیع ہیں۔ انسان تو از روئے فطرت عبادت کے لئے پیدا کئے ہیں لیکن پھر بھی یہ کفر کرتے ہیں یعنی خلاف فطرت کرنے کی وجہ سے جانوروں سے بھی بدتر ہیں اسی لئے انہیں جانوروں سے تشبیہ دی اور فرمایا کہ کافروں کی مثال ان جانوروں کی سی ہے جو پکارنے والے کا مطلب تو کچھ نہیں سمجھتا صرف آواز کو سنتا ہے۔ پھر فرمایا بلکہ یہ کافر جانوروں سے بھی گئے گزرے ہیں۔ ایسے ہی لوگ انتہائی غفلت میں ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد قریش کے بنی عبد الدار کے لوگ ہیں۔ ① بعض کا خیال ہے کہ اس سے منافق مراد ہیں۔ مگر مشرکین و منافقین میں کوئی منافات نہیں اس لئے کہ یہ دونوں فرتے بے عقل اور مسلوب الفہم ہیں اور عمل صالح کرنے کی ان میں صلاحیت ہی نہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ جانتا ہوتا کہ یہ سمجھانے سے سمجھ جائیں گے اور ان میں کوئی خیر ہو سکتی تو اللہ تعالیٰ انہیں سنا تے یعنی سننے کی قوت دیتا۔ تقدیر کلام یہ ہے کہ چونکہ ان میں خیر ہی نہیں اس لئے وہ سمجھتے ہی نہیں ہیں اور اگر

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الأنفال باب ﴿ان شر الدواب عند الله الصم البکم الذین لا یعقلون﴾ ۴۶۶۔

فرض کریں اللہ تعالیٰ انہیں سناے بھی تو بھی یہ کجخت سیدھی راہ اختیار نہ کریں گے اور پھر بھی اعراض ہی کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ کی بات ماننے میں ہی نجات ہے: اے ایمان والو تمہاری ہی اصلاح اور مصلحت کی خاطر جب نبی اکرم ﷺ تمہیں بلائیں تو فوراً قبول کرو اور تعمیل حکم میں جلدی کرو۔ ابو سعید بن المعلی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ نبی اکرم ﷺ کا گزر ہوا۔ آپ نے مجھے آواز دی لیکن نماز میں ہونے کے سبب میں نہ جا سکا۔ نماز پڑھ کر میں پہنچا تو فرمایا کہ ”کیوں اب تک نہیں آئے“ کیا تم سے اللہ تعالیٰ نے نہیں کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رسول تمہارے ہی بھلے کے لئے تمہیں بلائے تو فوراً حاضر ہو جاؤ۔“ پھر فرمایا کہ ”میں یہاں سے چلنے سے قبل تمہیں قرآن کی ایک عظیم سورت تعلیم کروں گا۔“ پھر حضور ﷺ جانے لگے تو میں نے یاد دلادیا۔ غرض فوری تعمیل کا حکم ہے اور روایت ہے کہ یہ واقعہ ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کا ہے۔ آپ نے وہ سورت سورۃ فاتحہ بتائی اور فرمایا ”یہی ”سبع مثانی“ ہے یعنی سات آیتیں ہیں جو ہر وقت نماز میں دہرائی جاتی رہتی ہیں۔“ ① اس حدیث کا بیان سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں گزر چکا ہے۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ﴿لَمَّا يُحْيِيكُمْ﴾ کے معنی ہیں حق کی خاطر۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہی قرآن ہے جس میں نجات بقا اور حیات ہے۔ سدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسلام لانے میں ہی ان کی زندگی ہے اور کفر میں موت ہے یا یہ کہ جب نبی اکرم ﷺ تمہیں جنگ کے لئے بلائیں کہ جس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں عزت بخشی حالانکہ اس سے پہلے تم ذلیل تھے اور ضعف کے بعد تمہیں قوت بخشی اور پہلے تم کافروں سے مغلوب تھے پھر تم ان پر غالب ہو گئے۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ يَحُولُ بَيْنَ الْمَرْءِ وَقَلْبِهِ﴾ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ انسان اور انسان کے دل کے درمیان حائل ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ وہ حائل ہے مؤمن اور کفر کے درمیان اور کافر کے اور ایمان کے درمیان کہ مؤمن کو کفر کرنے نہیں دیتا اور کافر کو ایمان لانے نہیں دیتا۔ ② مجاہد کہتے ہیں کہ وہ یوں حائل ہے کہ کافر کو سمجھنے نہیں دیتا۔ سدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کوئی بھی اس کی قدرت نہیں رکھتا کہ اس کی اجازت کے بغیر ایمان لائے یا کفر کرے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس آیت جیسی ہے کہ ﴿انْحَنُ اقْرَبَ إِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيدِ﴾ ③ اور بہت ساری احادیث اس کے مناسب حال وارد ہیں۔ انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اکثر آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے ﴿بِأَنَّ مَقْلَبَ الْقُلُوبِ بَيْتُ قَلْبِي عَلِيٌّ دِينُكَ﴾ ”اے دلوں کو بدلنے والے میرے قلب کو اپنے دین پر ثابت رکھ“ تو ہم نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! ہم آپ ﷺ پر اور قرآن پر ایمان لا چکے ہیں۔ کیا آپ ﷺ کو ہم پر کوئی اندیشہ ہے؟ فرمایا ”ہاں“ کیونکہ کیا عجب تم بدل جاؤ۔ کیونکہ لوگوں کے دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہیں جب چاہے بدل دے۔“ ④ نواس بن سمعان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ فرماتے تھے کہ ہر دل اللہ تعالیٰ کی دو انگلیوں کے درمیان ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ اس کو سیدھا رکھنا چاہے تو وہ سیدھا رہتا ہے اگر چاہے بگاڑ دے تو وہ دل بگاڑ جاتا ہے۔ اور فرمایا کہ میزان اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے چاہے ہلکا کر دے چاہے بھاری۔ ⑤

ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! کیا دل بدل جاتے ہیں۔ فرمایا ”ہاں“ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو انسان =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الأنفال باب ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَجِيبُوا لِلَّهِ وَلِلرَّسُولِ﴾ ٤٦٤٧؛ أبو داود ١٤٥٨؛

ابن ماجہ ٣٧٨٥؛ احمد، ٣/٢١١؛ ابن حبان، ٧٧٧۔ ② حاکم، ٢/٣٢٨۔

③ ٥٠/ق:١٦۔ ④ ترمذی، کتاب القدر، باب ماجاء ان القلوب ان اصبعي الرحمن ٢١٤٠ وسنده ضعيف أمش راوی مدلس ہے اور تفریح بالسماع ثابت نہیں احمد، ٣/١١٢؛ مسند ابی یعلیٰ ٣٦٨٧؛ حاکم، ١/٥٢٦۔

⑤ ابن ماجہ، المقدمه باب فيما انكرت الجهمية ١٩٩ وسنده صحيح، السنن الكبرى للنسائي ٧٧٣٨؛ احمد، ٤/١٨٢؛ السنة لابن ابی عاصم ٢١٩؛ ابن حبان ٩٤٣؛ حاکم، ١/٥٢٥۔

وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً ۖ وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ شَدِيدُ

العِقَابُ ۝

تَنْجِيحًا، اور تم ایسے وبال سے بچو کہ جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہوگا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔ [۲۵]

= کے دل کو سیدھا اور مستقیم رہنے دے اور اگر چاہے تو وہ ٹیڑھا کر دے اسی لئے ہم اللہ تعالیٰ سے دعا مانگتے ہیں کہ ﴿رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً إِنَّكَ أَنْتَ الْوَهَّابُ ۝﴾ ① یعنی ”اے اللہ تعالیٰ! ہدایت پر ہونے کے بعد ہمارے دلوں کو گم نہ ہونے دے اور اپنی طرف سے ہمارے لئے رحمت بھیج“ تو بڑا دوا بہ اور بخشنے والا ہے۔“ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے ایسی دعا سکھائیے کہ میں اپنے لئے وہ مانگتی رہوں تو فرمایا یوں دعا مانگا کرو ﴿اللَّهُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ اغْفِرْ لِي ذَنْبِي وَادْهَبْ عِظَ قَلْبِي وَاجْرِئِي مِنْ مُضَلَّاتِ الْفِتَنِ مَا أَحْيَيْتَنِي﴾ ② حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”بنی آدم کے قلوب اللہ تعالیٰ کے پاس قلب واحد کی تعریف میں ہیں کہ انہیں جس طرح چاہے پھیرے۔“ پھر فرمایا ﴿اللَّهُمَّ مَصْرِفَ الْقُلُوبِ صَرِّفْ قُلُوبَنَا إِلَى طَاعَتِكَ﴾ یعنی ”اے دلوں کے پھیرنے والے ہمارے دلوں کو اپنی طاعت کی طرف پھیر دے۔“ ③

خاص کی وجہ سے عام لوگوں کو عذاب: [آیت: ۲۵] مؤمنین کو آزمائش سے ڈرایا جا رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش گنہگار اور نیکو کا سب سے متعلق ہوگی، صرف گنہگار اس سے مخصوص نہیں۔ حضرت زبیر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا کہ یا ابو عبد اللہ تمہیں کیا ہو گیا، امیر المؤمنین (حضرت) عثمان رضی اللہ عنہ قتل کر دیئے گئے تم نے عثمان رضی اللہ عنہ کو کھو دیا۔ پھر ان کے خون کے دعوے دار بن گئے دعوے دار ہی بنا تھا تو انہیں قتل کیوں ہونے دیا۔ تو زبیر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی آزمائش تھی جس میں ہم لوگ مبتلا ہو گئے ہم نبی ﷺ ابو بکر عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے زمانے میں قرآن کے اندر پڑھتے تھے ﴿وَاتَّقُوا فِتْنَةً لَا تُصِيبَنَّ الَّذِينَ ظَلَمُوا مِنْكُمْ خَاصَّةً﴾ یعنی تم بھی ایسی آزمائش میں مبتلا ہو گے جو صرف ظالموں ہی سے مخصوص نہیں بلکہ سب کا امتحان ہوگا۔ لیکن ہمیں گمان بھی نہ تھا کہ ہمیں کو اس سے سابقہ پڑے گا حتیٰ کہ وہ آزمائش ہم پر آ پڑی ④ اور مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ مرے اور قتل عثمان رضی اللہ عنہ سے اس فتنہ کی ابتدا ہو گئی۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیت علی، عمار، طلحہ اور زبیر رضی اللہ عنہم کے بارے میں اتری ہے۔ زبیر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم ہمیشہ یہ آیت پڑھتے رہتے تھے لیکن کیا خبر تھی کہ اس کا مصداق ہمیں ہوں گے۔ سدی رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ یہ خاص کر اہل بدر کے حق میں اتری ہے۔ جنگ جمل میں وہی اس کا مصداق بنے اور آپس میں لڑ بیٹھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا خیال ہے کہ اس سے صرف اصحاب نبی اکرم ﷺ مراد ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ مؤمنین کو حکم ہے کہ بدی کو اپنے اندر چلنے نہ دو۔ جہاں کسی کو امر منکر میں مبتلا دیکھو فوراً روک دو۔ ورنہ عذاب سب پر ہونے لگے گا۔ یہی تفسیر اچھی تفسیر ہے۔

① ۳/ آل عمران: ۸۔ ② احمد، ۶/ ۳۰۲، ترمذی، کتاب الدعوات، باب دعاء (یا مقلب القلوب)..... ۳۵۲۲ بدون (اللهم رب النبي ﷺ..... ما أحْيَيْتَنِي) وِسندہ حسن۔

③ صحیح مسلم، کتاب القدر، باب تصريف اللہ تعالیٰ القلوب كيف شاء ۲۶۵۴، احمد، ۲/ ۱۶۸، ابن حبان ۹۰۰۲، الشریعہ للاجری ۷۴۱۔ ④ احمد، ۱/ ۱۶۵ وِسندہ حسن، مسند البزار ۹۷۶، السنن الکبریٰ للنسائی ۱۱۲۰۶۔

مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ حکم تمہارے لئے بھی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم میں سے ہر شخص اس آزمائش میں مبتلا ہو گا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿أَتَمَّ أَمْوَالِكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةً﴾ ① پس تم میں سے ہر شخص کو فتنوں کی گمراہیوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگنا چاہئے کیونکہ یہ تحذیر صحابہ اور غیر صحابہ سب پر شامل ہے۔ اگرچہ یہ ضرور صحیح ہے کہ خطاب صحابہ رضی اللہ عنہم سے ہے۔ یہ حدیث فتنوں اور آزمائشوں سے ڈرنے پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس موضوع سے متعلق ان شاء اللہ ایک مستقل کتاب میں صراحت کی جائے گی کہ یہ کام اللہ نے بھی مستقل کتابوں کی صورت میں انجام دیا ہے۔ یہاں جس چیز کا خصوصیت سے ذکر ہے وہ یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ”اللہ عز وجل خواص کے عمل کے سبب عوام پر عذاب نہیں بھیجتا ہے“ لیکن جب کہ خاص لوگ امر منکر قوم میں پھیلا ہوا دیکھتے ہیں اور اس کو روکنے پر قادر ہوتے ہیں لیکن اپنے اقتدار کو کام میں لاکر نہیں روکتے تو پھر عمومی عذاب آجاتا ہے اور اس میں خاص و عام سب گرفتار بلا ہوجاتے ہیں۔“ ② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ کی قسم جب تک تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو گے عذاب نہ آئے گا اور جہاں بری باتوں سے تم نے روکنا چھوڑ دیا اور نیک کام کی ترغیب سے رک گئے تو اللہ پاک تم پر سخت ترین عذاب بھیج سکتا ہے پھر تم لاکھ دعا کرو گے دعا قبول نہیں ہوگی۔“ ③ یا یہ کہ اللہ تعالیٰ تم پر دوسری قوم کو مسلط کر دے گا پھر تمہاری ساری دعائیں بے کار ہو جائیں گے۔ ابو الزناد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک غلام کو حدیفہ کی طرف بھیجا تو وہ اس وقت یہ کہہ رہے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اگر ایک بات بھی کوئی اس قسم کی کہہ دیتا تو اس کو منافق سمجھنے لگتے، لیکن آج یک نشست میں تم میں سے ایک آدمی کی زبان سے میں ایسے چار منافقانہ کلمات سن رہا ہوں، تم کو چاہئے کہ نیک کاموں کا حکم دیا کر ڈبری باتوں سے فوراً روک دیا کرو، لوگوں کو خیر پر ابھارا کرو، ورنہ تم سب کے سب عذاب میں گرفتار ہو جاؤ گے۔ یا عذاب اس نوعیت کا ہو گا کہ تمہارے حاکم بدل لوگ بنا دیئے جائیں گے پھر اچھے لوگ بھی لاکھ دعائیں کریں کچھ نہ ہوگا۔

نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ تقریر کر رہے تھے اور اپنی دونوں انگلیوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کر رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے حدود پر قائم رہنے والے اور حدود اللہ تعالیٰ کو توڑنے والے یا اس میں سستی و غفلت کرنے والوں کی مثال یوں سمجھو جیسے چند لوگ کسی کشتی میں سوار ہیں کشتی کے اوپر کے لوگ نیچے کے لوگوں کی تکلیف کا سبب بنے اور نیچے کے لوگوں نے اوپر کے لوگوں کو تکلیف پہنچائی یعنی نیچے کے لوگوں کو پانی کی ضرورت ہوئی تو اوپر گئے تاکہ پانی کھینچ لائیں لیکن اوپر والوں کو تکلیف ہونے لگی تو کہنے لگے اگر ہم کشتی کے نیچے ہی سے کوئی تختہ ہٹا کر پانی کی سبیل کر لیں تو اوپر والوں کو تکلیف نہ ہوگی۔ غرض یہ کہ ظاہر ہے کہ اس کا کیا نتیجہ ہوا ہوگا کشتی میں پانی آنے کے سبب سب ڈوب گئے ہوں گے چاہیے کشتی میں سوراخ کرنے سے انہیں روک دیا جائے۔ ④ اسی طرح اگر ان گنہگاروں کو اگر تم چھوڑ دو گے امر گناہ سے روکو گے نہیں تو کشتی والوں کی طرح تم سب کے سب ہلاک ہو جاؤ گے اگرچہ کشتی کے اوپر والوں کی طرح تمہارا اپنا قصور نہ ہو اس لئے کہ یہ سزا ہے اس بات کی کہ روکا کیوں نہیں۔

ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ ”معاصی جب میری امت میں عام ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ عذاب کو عام کر دے گا۔“ تو میں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں نیک لوگ بھی تو ہوں گے۔ آپ نے فرمایا ”ہاں وہ بھی عذاب میں مبتلا ہوں“

① ۶۴ / التناہین : ۱۵۔ ② مسند احمد، ۴ / ۱۹۲ / وسندہ ضعیف۔ ③ ترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی الأمر بالمعروف والنہی عن المنکر، ۲۱۶۹ / ۵ / ۲۸۸، ۲۸۹، وهو حسن۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب القرعة فی المشكلات ۲۶۸۶؛ ترمذی ۲۱۷۳؛ احمد، ۴ / ۲۶۸؛ ابن حبان ۲۹۷۔

وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ تَخَافُونَ أَنْ يَتَخَطَّفَكُمُ

النَّاسُ فَأُولَئِكَمُ وَيَدُّكُمُ بِنَصْرِهِ وَرَزَقَكُمُ مِنَ الطَّيِّبَاتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ ﴿٢٦﴾

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَخُونُوا اللَّهَ وَالرَّسُولَ وَتَخُونُوا أَمْنِيَّتَكُمْ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿٢٧﴾

وَأَعْلَمُوا أَنَّهَا أَمْوَالُكُمْ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ وَأَنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ أَجْرٌ عَظِيمٌ ﴿٢٨﴾

تجسّم: اور اس حالت کو یاد کرو جب کہ تم قلیل تھے سر زمین میں کمزور شمار کئے جاتے تھے اس اندیشہ میں رہتے تھے کہ تم کو لوگ کوچ کھوسٹ نہ لیں۔ سو اللہ تعالیٰ نے تم کو رہنے کو جگہ دی اور تم کو اپنی نصرت سے قوت دی اور تم کو نفسِ نفیس چیزیں عطا فرمائیں تاکہ تم شکر کرو۔ [۲۶] اے ایمان والو! تم اللہ تعالیٰ اور رسول کے حقوق میں غلط مت ڈالو اور اپنی قابلِ حفاظت چیزوں میں غلط مت ڈالو اور تم تو جانتے ہو۔ [۲۷] اور تم اس بات کو جان رکھو کہ تمہارے اموال اور تمہاری اولاد ایک امتحان کی چیز ہے اور اس بات کو بھی جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس بڑا بھاری اجر ہے۔ [۲۸]

== گے۔ لیکن مرنے پر اللہ تعالیٰ کی مغفرت انہیں حاصل رہے گی۔“ ①

کمزور مسلمانوں کے لیے اللہ کی مدد: [آیت: ۲۶-۲۸] اللہ پاک ان نعمتوں کو بتا رہا ہے جو مومنین پر کی گئی کہ وہ تعداد میں کم تھے ہم نے انہیں بڑھا دیا، وہ کمزور تھے اور خائف تھے، ہم نے قوی بنا دیا اور خوف کے اسباب دور کر دیے، غریب اور فقیر تھے انہیں پاک رزق دیا۔ انہیں شکر گزار بنایا، وہ اطاعت کرنے لگے اور ہر بات میں فرماں بردار ہو گئے۔ یہ تھا حال مومنین کا جب کہ وہ مکہ میں تھے اور تعداد میں بہت تھوڑے تھے، کمزور تھے، مشرک، مجوسی، رومی سب کے سب ان کی قلت اور عدم قوت کے سبب ان کے قتل کے درپے ہو گئے تھے۔ ہر آن انہیں خوف تھا کہ وہ اچک لئے جائیں گے۔ یہی حالت ایک عرصہ تک رہی پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں مدینے کی طرف ہجرت کرنے کا حکم دیا۔ وہاں انہیں پناہ ملی۔ مدینے کے لوگوں نے ان کی مدد کی۔ یوم بدر اور دوسری لڑائیوں میں ان کا ساتھ دیا۔ جان و مال ان پر قربان کر دیا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کی اطاعت کرنا چاہتے تھے ﴿وَاذْكُرُوا إِذْ أَنْتُمْ قَلِيلٌ مُسْتَضْعَفُونَ فِي الْأَرْضِ﴾ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عرب میں یہ لوگ بہت ہی خستہ حالی میں تھے، ان کی زندگی بہت تباہ تھی، پیٹ سے بھوکے جسم سے ننگے، راہ سے بے راہ جو بھی تھا بد نصیب، انہیں تو کھانے کو نہ ملتا تھا بلکہ انہیں کو کھایا جا رہا تھا۔ ہمیں تو نہیں معلوم کہ دنیا بھر میں ان سے بڑھ کر کوئی بھی ذلیل حالت میں ہو، لیکن اسلام لانے کے بعد کیا ہوا، یہی ذلیل لوگ ملکوں پر قابض ہو گئے، امیر اور بادشاہ بن گئے۔ رزق ڈھیروں ملنے لگا۔ بادشاہوں پر بھی حکم چلانے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ سب کچھ دیا جو آج تم دیکھ رہے ہو۔ اب اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا شکر کرو، وہ نعمت حقیقی ہے۔ شکر گزار بندوں کو پسند کرتا ہے اور دولت و نعمت کو اور بڑھاتا ہے۔

اللہ رسول کی خیانت کا منہوم: یہ آیت ابولبابہ بن عبدالمنزہ رضی اللہ عنہ کے حق میں اتری ہے جب کہ حضور ﷺ نے انہیں بنو قریظہ کے یہودیوں کی طرف بھیجا تھا کہ حکم رسول کی شرط ماننے ہوئے قلعہ خالی کر دیں۔ یہودیوں نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ ہی سے مشورہ مانگا۔ انہوں نے ان کے حسب مرضی مشورہ دیا۔ اس کے بعد ہی ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو احساس ہوا اور وہ تباہ ہو گئے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ اور رسول

اللہ ﷺ کی خیانت ہوئی۔ چنانچہ قسم کھا بیٹھے کہ جب تک اللہ تعالیٰ توبہ قبول فرمانہ لے گا مر جائیں گے لیکن کھانا نہ کھائیں گے۔ اب مدینے کی مسجد میں آئے ستون سے اپنے کو باندھ دیا۔ نودن اسی حالت میں گزرے۔ بھوک پیاس سے غش کھا کر گر گئے۔ حتیٰ کہ رسول اللہ ﷺ کی زبانی اللہ تعالیٰ نے توبہ قبول فرمائی۔ لوگ بشارت دیتے ہوئے آئے اور چاہا کہ ستون سے کھول دیں۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے صرف رسول اللہ ﷺ ہی کھول سکتے ہیں۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے کھولا تو کہنے لگے یا رسول اللہ! میں نے سب اپنا مال صدقہ کر دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں“ صرف تیسرا حصہ صدقہ ہوگا۔^① مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ لحاظ مضمون یہ آیت قتل عثمان کی پیش گوئی سے متعلق ہے کیونکہ امیر کو فتنہ و فساد پیدا کر کے قتل کر دینا اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خیانت ہے۔

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابوسفیان کے سے نکلے، جبریل علیہ السلام نے آن کر نبی ﷺ کو خبر کر دی کہ ابوسفیان فلاں مقام پر ہے تو نبی ﷺ نے صحابہ سے فرمایا کہ ”ابوسفیان فلاں مقام پر ہے اس کو گرفتار کرنے کے لئے نکلو اور یہ معاملہ بالکل راز میں رہے۔“ لیکن ایک منافق نے ابوسفیان کو لکھ بھیجا کہ محمد ﷺ تم کو پکڑنے کے درپے ہیں ہوشیار ہو جاؤ۔ تو یہ آیت اتری کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ کی خیانت نہ کرو رسول اللہ کا راز ظاہر کر دینا بھی رسول اللہ ﷺ کی خیانت ہے۔ یہ حدیث غریب ہے۔ آیت کے سیاق سے بھی اس کا ثبوت نہیں ملتا۔ مسلم و بخاری میں حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ کا قصہ یوں لکھا ہے کہ انہوں نے کفار قریش کو نبی اکرم ﷺ کے قصد سے آگاہ کرنے کے لئے خط لکھا۔ یہ فتح مکہ کے وقت کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ فرما دیا آپ ﷺ نے پیچھے ہی آدی کو دوڑا یا، وہ خط پکڑا گیا۔ حاطب رضی اللہ عنہ کو بلایا گیا۔ حاطب رضی اللہ عنہ نے اپنے قصور کا اعتراف کیا۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کہنے لگے: یا رسول اللہ! اس کی گردن اڑا دیجئے، اس نے اللہ اور رسول اللہ ﷺ سے خیانت کی ہے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا ”عمر جانے بھی دو یہ بدر کے جہاد میں شامل تھا کیا تمہیں خبر نہیں کہ مجاہدین بدر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ میں نے تمہیں بخش دیا تمہارے سب گناہ معاف ہیں۔“^② غرض یہ کہ صحیح تر یہی بات ہے کہ آیت میں عمومیت ہے اگرچہ یہ درست ہے کہ آیت کا شان نزول ایک سبب خاص ہے اور علما کے نزدیک عموم لفظ کے قائل ہو سکتے ہیں۔ خصوص سبب نہیں تو نہ سہی۔ اور خیانت کی تعریف میں چھوٹے بڑے لازم اور متعدی سبب ہی گناہ شامل ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہاں لفظ امانت سے وہ سارے اعمال مراد ہیں جو اللہ تعالیٰ نے بندوں پر فرض کر رکھے ہیں۔ مراد یہ کہ فریضہ کو نہ توڑو ترک سنت نہ کرو ارتکاب معصیت سے بچو۔ عروہ بن زبیر کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ ایسا نہ کرو کہ سامنے تو کسی کی مرضی کی بات بولو اور اس کے غیب میں کسی سے اس کی غیبت یا مخالفت کرو اصلی خیانت یہی ہے امانت اسی سے ختم ہوتی ہے۔ سدی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خیانت یہی ہے کہ آدی باہمی خیانت کرے۔ لوگ نبی اکرم ﷺ سے بات سنتے تھے دوسروں سے کہہ دیتے تھے اس کی خبر مشرکین تک پہنچ جاتی تھی۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”دو آدمیوں کے درمیان کی بات بہر صورت امانت ہوا کرتی ہے۔“ بات کو جہاں سنا ہے وہیں چھوڑ دینا چاہئے۔ کسی کے سامنے کسی کی بات دہرانا نہیں چاہئے اگرچہ اس نے منع نہ کیا ہو ﴿وَاعْلَمُوا أَنَّمَا آمَنَ الْكُفْمُ وَأَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ﴾ فتنہ سے آزمائش اور امتحان مراد ہے کہ اولاد دے کر آزماتے ہیں کہ تم شکر کرتے ہو یا نہیں اور اولاد کی ذمہ داریاں بحال لاتے ہو یا نہیں یا یہ کہ ان کی محبت میں اللہ تعالیٰ سے غافل ہو جاتے ہو۔ اگر اس امتحان میں پورے =

① الطبری، ۱۳/ ۴۸۲، یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے جبکہ مختصر مسند احمد، ۳/ ۴۵۲ میں موجود ہے جس کی سند کو رد ہے۔ دیکھئے۔ (الموسوعة

الحلیة، ۲۵/ ۲۷) ② صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب الجاسوس والتجسس والتبث، ۳۰۰۷، صحیح مسلم، ۴۹۴؛

ابوداؤد، ۲۶۵۰؛ ترمذی، ۳۳۰۲؛ احمد، ۱/ ۷۹؛ مسند ابی یعلیٰ، ۳۹۴۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَتَّقُوا اللَّهَ يَجْعَل لَكُمْ فُرْقَانًا وَيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّئَاتِكُمْ
وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ ۝ وَاذْيَمَّكَرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ
أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَكْرِينِ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو ایک فیصلہ کی چیز دے گا اور تم سے تمہارے گناہ دور کر دے گا اور تم کو بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ بڑے فضل والا ہے۔ [۲۹۱] اور اس واقعہ کا بھی ذکر کیجئے جب کہ کافر لوگ آپ ﷺ کی نسبت تدبیر سوچ رہے تھے کہ آپ کو قید کر لیں یا آپ کو قتل کر ڈالیں یا آپ کو خارج وطن کر دیں اور وہ تو اپنی تدبیریں کر رہے تھے اور اللہ تعالیٰ اپنی تدبیر کر رہے تھے اور سب سے زیادہ مستحکم تدبیر والا اللہ تعالیٰ ہے۔ [۳۰]

= اتر دو گے تو اللہ تعالیٰ کے پاس اجر عظیم ہے۔ اور فرمایا کہ شر اور خیر کے ذریعہ ہم تم کو آزما لیں گے۔ اور فرمایا کہ اے مومنو! تمہاری اولاد اور تمہارے اموال اللہ تعالیٰ کی یاد سے تم کو غافل نہ بنا دیں اگر ایسا ہوگا تو تم بڑے گھائے میں رہو گے۔ اور فرمایا کہ تمہاری بیویاں اور تمہاری اولاد دشمن ہیں اس لئے احتیاط کو پیش نظر رکھو۔ اللہ تعالیٰ کے پاس کا ثواب اور اس کی جنتیں اس مال اور اولاد سے کہیں بہتر ہیں۔ یہ دشمن کی طرح ضرر رساں ہیں اور اکثر ان میں سے تمہارے لئے فائدہ بخش نہیں بنے۔ اللہ پاک دنیا اور آخرت کا مالک ہے قیامت میں اس کے پاس ثواب عظیم ہے۔ حدیث میں ہے کہ ”اے ابن آدم! تو مجھے ڈھونڈھ میں مل جاؤں گا۔ میں تجھے مل گیا تو سمجھ لے کہ سب کچھ مل گیا اور اگر تو نے مجھے کھو دیا تو سب کچھ کھو دیا“ چاہئے کہ میں تیرے پاس ہر چیز سے زیادہ محبوب رہوں۔“

حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”تین چیزوں میں زبردست حلاوت ایمان ہے (۱) اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا ہر چیز سے زیادہ محبوب ہونا (۲) جس سے بھی محبت اور خلوص ہو تو صرف اللہ تعالیٰ کی خاطر اور اللہ تعالیٰ کے طور پر ہونے والی غرض شامل نہ ہو۔ (۳) آگ میں جھونک دیا جانا بہتر سمجھے بہ نسبت اس کے کہ اسلام کے بعد مرتد ہو جائے۔“ ① بلکہ رسول اللہ ﷺ کی محبت کو اموال و اولاد پر بھی مقدم سمجھے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ کی قسم ایمان نصیب ہی نہیں اگر اپنی جان و مال و اولاد سے زیادہ مجھے نہ چاہو۔“ ② اللہ تعالیٰ سے ڈر جانا ہی اچھا ہے: [آیت: ۲۹-۳۰] اے مومنو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرو تو اللہ تعالیٰ تم کو دین اور دنیا میں نجات دے دے گا۔ ”فرقان“ سے مراد نجات یا مدد یا حق و باطل میں فیصلہ مراد ہے۔ یہ تفسیر ابن اسحاق کی تفسیر، تفسیر ماسبق سے زیادہ عام ہے۔ اس لئے کہ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرے گا اس کے احکام بجالائے گا اس کی مناسبت سے اجتناب کرے گا معرفت حق و باطل کی اسے توفیق ہو گی۔ یہ اس کی نجات و مدد کا سبب ہوگا اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا اللہ تعالیٰ غفار و ستار بن جائے گا اللہ تعالیٰ سے جزاء عظیم کا حقدار ہو گا جیسا کہ فرمایا ”اے مومنو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کرو اللہ تعالیٰ تم پر دہری رحمت نازل کرے گا وہ تمہیں ایک نوردے گا کہ اس کی رہنمائی میں چلو گے وہ تمہیں بخش دے گا وہ بڑا مغفور رحیم ہے۔“ ③

کفار کی مجلس شوریٰ میں قتل رسول ﷺ کی ناپاک سازش: اب کافر یہ چال چلنا چاہتے ہیں کہ تم کو قید کر دیں یا قتل کر دیں یا

① صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب ومن کره أن يعود فی الکفر کما یکره..... ۲۱؛ صحیح مسلم ۴۳؛ ابن ماجہ ۴۰۳۳؛ احمد، ۱۷۲/۳؛ ابن حبان ۲۳۷۔ ② صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب حب الرسول ﷺ من الإیمان ۱۵۔ صحیح مسلم ۴۴۔ ③ ۵۷/ الحدید: ۲۸۔

وطن سے نکال دیں۔ اثبات کے معنی قید اور حبس کے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ وہ تمہارے ساتھ کوئی برا ارادہ رکھتے ہیں۔ کافروں نے جب یہ مشورہ کیا کہ نبی اکرم ﷺ کو قید یا قتل کر دیں یا دیس نکالا دیں تو ابوطالب نے بھیجے سے پوچھا کیا تمہیں کچھ خبر ہے کہ یہ کافر تمہارے ساتھ کیا قصد رکھتے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”قید یا قتل یا جلا وطنی“ تو ابوطالب نے پوچھا تمہیں کس نے خبر دی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”میرے رب نے خبر دی۔“ ابوطالب نے کہا ”تمہارا رب بہت اچھا رب ہے ہمیشہ اس کے خیر طلب رہو۔“ آپ ﷺ نے فرمایا: ”میں اس کا خیر طلب کیا رہوں گا“ بلکہ وہ میرا خیر طلب رہتا ہے۔“ ① سچ تو یہ ہے کہ ابوطالب کا ذکر اس میں بہت ہی عجیب ہے بلکہ قابل انکار۔ اس لئے کہ یہ آیت مدنی ہے اور یہ واقعہ اور قریش کا اس طرح مشورہ کرنا ہجرت کی رات تھا اور ابوطالب کی موت تو اس سے بھی تین سال پہلے واقع ہو چکی تھی۔ ابوطالب کی موت ہی کے سبب تو کافروں کو اتنی جرات و ہمت بھی ہوئی تھی کیونکہ ابوطالب تو ہمیشہ آپ کی حمایت اور مدد کرتے رہتے تھے اور بھیجے کی حفاظت میں قریش کا مقابلہ کرتے تھے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ سرداران قریش کی ایک جماعت نے مجلس شوریٰ کی اور آپ کو ضرر رسانی کے درپے ہوئے۔ اس مجلس میں ابلیس بھی ایک شیخ جلیل کی صورت میں آیا۔ لوگوں نے پوچھا تم کون ہو؟ اس نے جواب دیا۔ میں اہل نجد کا شیخ ہوں، میں نے سنا کہ تم لوگ مجلس شوریٰ کر رہے ہو میں بھی چلا آیا تاکہ میری نصیحت اور مشورے سے تم محروم نہ رہو۔ لوگوں نے کہا آئیے ضرور آئیے۔ وہ کہنے لگا کہ تم لوگ اس شخص کے بارے میں خوب فکر اور تدبیر سے کام لو ورنہ بہت ممکن ہے کہ وہ تم پر چھا جائے۔ چنانچہ ایک نے رائے دی کہ اسے قید کر دینا چاہئے حتیٰ کہ وہ قید ہی میں ہلاک ہو جائے جیسا کہ زہیر اور نابذہ شاعروں کو اس سے پہلے قید کر دیا تھا اور وہ وہیں تادم مرگ سڑتے پڑے اور یہ بھی تو ایک شاعر ہی ہے۔ اس پر وہ شیخ نجدی چیخ اٹھا کہ میری تو ہرگز یہ رائے نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی قسم اس کا رب اسے وہاں سے نکال لے جائے گا وہ اپنے ساتھیوں میں پہنچ جائے گا۔ پھر وہ حملہ کر کے تم سے سب کچھ چھین لے گا اور تمہارے شہروں سے تم کو نکال باہر کرے گا۔ لوگوں نے کہا شیخ نے سچ کہا کوئی دوسری تجویز پیش کرو۔ دوسرے نے رائے دی اس کو اپنے ملک ہی سے نکال باہر کرو اور چھین پاؤ جب وہ یہاں رہے گا ہی نہیں تو تمہیں اس سے پھر اندیشہ ہی کیا ہے۔ اس کا تعلق تمہارے سوا کسی اور سے رہے گا۔ تمہیں کیا واسطہ۔ یہ سن کر شیخ نجدی نے کہا ”اللہ تعالیٰ کی قسم یہ رائے بھی ٹھیک نہیں“ کیا تمہیں اس کی شیریں زبانی کی خبر نہیں وہ اپنی باتوں سے سب کا دل موہ لیتا ہے اگر تم نے ایسا کیا تو وہ باہر جا کر سارے عرب کو ملا لے گا۔ اس کے سارے حمایتی مل کر حملہ کر بیٹھیں گے اور تمہیں اپنے وطن سے نکال دیں گے تمہارے شرفاً قتل ہو جائیں گے۔ لوگوں نے کہا شیخ سچ کہتا ہے کوئی اور رائے پیش ہو۔ تو ابو جہل نے کہا میں ایک مشورہ دیتا ہوں اگر تم سوچو تو اس سے بہتر کوئی دوسری رائے نہیں ہو سکتی۔ ہر قبیلہ سے تم ایک ایک نوجوان جن لو جو بہادر اور شریف ہو ہر ایک کے پاس تلوار ہو سب مل کر اس پر دفعۃً واحدہ وار کر بیٹھیں جب وہ قتل ہو جائے تو اس کا خون قبائل میں بٹ جائے گا۔ یہ تو ممکن نہیں کہ بنی ہاشم کا ایک قبیلہ قریش کے سارے قبیلوں سے لڑائی مول لے مجبوراً بنی ہاشم کو اس کے قتل کی دیت قبول کرنی پڑے گی۔ دیت دے دیں گے ہم کو چھین مل جائے گا۔ شیخ نجدی نے کہا واللہ یہ رائے ٹھیک رہی اس سے بہتر کوئی رائے نہیں۔ اس پر اتفاق رائے کے بعد مجلس برخاست ہو گئی۔ اب جبرائیل علیہ السلام آئے اور حضور ﷺ سے کہا کہ آج کی رات بستر پر نہ سونا اور کافروں کی سازش کی اطلاع دے دی۔ حضور ﷺ اس رات اپنے بستر پر نہ سوئے اور اسی وقت ہجرت کا حکم دے دیا۔ مدینے آنے کے بعد اللہ پاک نے آپ ﷺ پر سورۃ انفال نازل فرمائی اپنی نعمتوں کا ذکر فرمایا اور فرمایا کہ =

① یہ مرسل یعنی ضعیف روایت ہے اور اس کی سند میں حجاج بن ارحطہ اور ابن جریج مدلس راوی ہیں۔ (المیزان، ۱/ ۴۵۸، ۴۶۰ رقم: ۱۷۲۶)

وَإِذَا نَتَلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتِنَا قَالُوا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاءُ لَقُتْنَا مِثْلَ هَذَا إِنْ هَذَا إِلَّا
 آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَإِذْ قَالُوا اللَّهُمَّ إِنَّ كَانَ هَذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَأَمْطِرْ
 عَلَيْنَا حِجَابًا مِنَ السَّمَاءِ أَوْ آتِنَا بَعْدَابَ الْيَوْمِ ۝ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ
 وَأَنْتَ فِيهِمْ ۝ وَمَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُونَ ۝

ترجمہ: اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا اگر ہم ارادہ کریں تو اس کے برابر ہم بھی کہہ لائیں یہ تو کچھ
 بھی نہیں صرف بے سند باتیں ہیں جو پہلوں سے منقول چلی آ رہی ہیں۔ [۳۱] اور جب کہ ان لوگوں نے کہا کہ اے اللہ تعالیٰ اگر یہ قرآن آپ
 کی طرف سے واقعی ہے تو ہم پر آسمان سے پتھر برسائیے یا ہم پر کوئی دردناک عذاب واقع کر دیجئے۔ [۳۲] اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کریں گے کہ ان
 میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دیں اور اللہ تعالیٰ ان کو عذاب نہ دیں گے جس حالت میں کہ وہ استغفار بھی کرتے رہتے ہیں۔ [۳۳]

﴿يَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرٌ الْمَاكِرِينَ ۝﴾ وہ چال چلتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی چال چلے گا، اللہ بڑا مدبر ہے۔ ان کا قول
 تھا ”تربصوا به ربب المنون حتى يهلك“ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ارشاد باری ہے ﴿أَمْ يَقُولُونَ شَاعِرٌ مَّتَرْتَبِصٌ بِهِ
 رَبِّبُ الْمُنُونِ ۝﴾ ① کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ یہ شاعر ہے ہم اس کے بارے میں حادثہ موت کا انتظار کر رہے ہیں۔ چنانچہ اس دن
 کا نام ہی ”یوم الرحمة“ پڑ گیا۔ کیونکہ اس روز حضرت ﷺ کے قتل کی سازش کی گئی تھی۔ ان کے انہیں ارادوں کا ذکر آیت ﴿وَأَنْ كَادُوا
 لَيَسْتَفِزُّوكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوكَ مِنْهَا وَإِذَا لَا يَلْبِثُونَ خِلَافَكَ إِلَّا قَلِيلًا ۝﴾ ② میں ہے۔ نبی اکرم ﷺ حکم الہی ہی کے
 انتظار میں تھے اور جب قریش نے قتل کا ارادہ کر لیا تو نبی اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلایا اور حکم دیا کہ میرے بستر پر لیٹ جاؤ۔
 علی رضی اللہ عنہ سبز چادر اوڑھ کر لیٹ گئے۔ رسول اللہ ﷺ باہر نکلے۔ لوگ دروازے پر دکھائی دیئے۔ آپ ﷺ نے ایک مٹھی بھر مٹی ان
 کی طرف پھینکی ان کی آنکھیں نبی اکرم ﷺ کی طرف سے پھر گئیں آپ ﴿يَسْ ۝ وَالْقُرْآنَ الْحَكِيمِ تَفَاعُشْنَا هُمْ فَهَمْ لَا
 يُصِرُونَ﴾ ③ پڑھتے ہوئے نکل گئے۔ ④ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ فاطمہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ کے پاس روتی ہوئی آئیں۔
 آپ ﷺ نے فرمایا ”کیوں روتی ہو۔“ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کہا ”کیسے نہ روؤں یہ قریش کے لوگ لات وعزلی کی تسمیں کھا کھا کے
 وعدہ کئے ہوئے ہیں کہ آپ کو دیکھ کر حملہ کر کے قتل کر دیں گے اور ہر ایک ان میں سے آپ کے قتل میں حصہ لینا چاہتا ہے۔ آپ ﷺ نے
 فرمایا۔ ”مٹی وضو کے لئے پانی لاؤ۔“ آپ ﷺ نے وضو کیا کعبہ اللہ کی طرف چلے۔ قریشوں نے کہا کہ یہ وہی ہے لیکن ساتھ ہی ان
 کے سرینچے کو جھک گئے گردنیں ٹیڑھی ہو گئیں۔ وہ اپنی نگاہیں اٹھانہ سکے۔ حضور ﷺ نے ایک مٹھی بھر مٹی اٹھائی اور ان کی طرف پھینکی اور
 کہا ”چہرے بگڑ جائیں۔ جس کو یہ ننگری لگی یوم بدر میں وہ کافر ضرور قتل ہوا۔“ ⑤ غرض حضرت ﷺ ہجرت کر کے غار میں جا پہنچے حضرت
 ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ساتھ لے لیا۔

① ۵۲/الطور: ۳۰

② ۱۷/الاسراء: ۷۶۔

③ ۳۶/یس: ۹۰، ۱۔

④ دلائل النبوة، ۲/۴۶۹۔

⑤ احمد، ۱/۳۰۳، وسندہ حسن، حاکم، ۱/۱۶۳، ابن حبان، ۶۵۰۲، دلائل النبوة، ۶/۲۴۰۔

مشرکین حضور ﷺ کے گھر کی چوکیداری کرتے رہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو محمد ﷺ سمجھتے رہے صبح کے قریب دھاوا بول دیا۔ لیکن گھر میں علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو سارا منصوبہ چوہپٹ ہو گیا۔ پوچھنے لگے محمد (ﷺ) کہاں ہیں؟ علی رضی اللہ عنہ نے کہا مجھے کوئی خبر نہیں۔ نقش قدم کے پتے سے چلے۔ پہاڑ کے قریب پہنچے تو اشتباہ ہو گیا۔ پہاڑ پر چڑھ گئے غار کے سامنے سے گزرے غار کے منہ پر کڑی نے جالا بن دیا تھا۔ کہنے لگے اگر غار کے اندر کوئی گیا ہوتا تو اس کے دہانے پر کڑی کا اتنا بڑا جالا کیسے قائم رہتا۔ آپ ﷺ غار میں تین دن ٹھہرے رہے۔ ① اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ چال چلتے ہیں تو ہم بھی اپنی چال بتاتے ہیں۔ دیکھو کیسے ان کافروں سے نجات دے دی۔ کفار کا باطل دعویٰ اور عذاب کا مطالبہ: [آیت: ۳۱-۳۳] قریش کے کفر و تمرد کی خبر دی جا رہی ہے کہ قرآن سن کر وہ کیسا دعوائے باطل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہم نے جو یہ قرآن سنا ہے چاہیں تو ہم بھی ایسا کہہ دیں۔ یہ صرف ان کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے اور قول بلا فعل ہے۔ چنانچہ اس پر بارہا قرآن میں تحدی کی گئی۔ چیلنج دیا گیا کہ ایسی ایک سورت ہی بنا لاؤ لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ ایسا کہہ کر وہ خود اپنے نفسوں کو دھوکا دے رہے ہیں۔ اور اپنے جھوٹے ہم خیالوں کو بھی دھوکے میں رکھے ہوئے ہیں کہتے ہیں کہ یہ کہنے والا نضر بن حارث تھا۔ یہ بے دین بلاد فارس کی طرف گیا ہوا تھا۔ وہاں کے ایرانی بادشاہوں اور رستم و اسفندیار کی تاریخ پڑھا ہوا تھا اور جب واپس ہوا تو رسول اللہ ﷺ کی بعثت واقع ہو چکی تھی۔ آپ لوگوں کو قرآن سناتے رہتے تھے اور جب حضور ﷺ مجلس ختم کر دیتے تو یہ کبخت نضر بیٹھ جاتا اور یہ ایرانی بادشاہوں کی تاریخ بیان کر کے کہتا ہوتا و کس نے اچھی قصہ خوانی کی ہے میں نے یا محمد نے؟ اور جب اللہ تعالیٰ نے یوم بدر میں مسلمانوں کو کامیابی بخشی اور بعض مشرکین مکہ گرفتار ہوئے تو حضور ﷺ نے اس کو بھی گردن زدنی قرار دیا اور اس کی بھی گردن ازادی گئی۔ مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ نے اس کو قید کیا ہوا تھا۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے بدر کے روز تین قیدیوں کے قتل کا حکم دیا تھا: عقبہ بن ابی معیط، طعیمہ بن عدی، نضر بن حارث۔

نضر مقداد رضی اللہ عنہ کا قیدی تھا۔ حضور ﷺ نے جب اس کے قتل کا حکم دیا تو مقداد رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ! یہ تو میرا قیدی ہے مجھے ملنا چاہئے۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”اس نے کتاب اللہ تعالیٰ کا منہ چڑھایا ہے“ چنانچہ قتل کا حکم ہو گیا۔ مقداد رضی اللہ عنہ نے اپنے اسیر کی طرف پھر حضرت ﷺ کو توجہ دلائی تو آپ ﷺ نے یہ دعا کی کہ ”یا اللہ! تو اپنے فضل سے مقداد کو بہت کچھ دے۔“ تو مقداد رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ! اصرار کے ساتھ مطالبہ سے میری یہی تو غرض تھی کہ آپ سے دعا کر لوں۔ اسی نضر کے بارے میں یہ آیت اتری ﴿وَإِذَا تَمَلَّى عَلَيْهِمُ الْيُنُسَ﴾ الخ۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے طعیمہ کے بجائے مطعم بن عدی کا نام کہا ہے اور یہ بات غلط ہے اس لئے کہ مطعم بن عدی تو بدر کے روز زندہ ہی نہیں تھا۔ اسی لئے اس روز حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”اگر آج مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور ان مقتولین میں سے کسی کا سوال کرتا تو میں اس کو یہ قیدی دے دیتا۔“ ② آپ ﷺ نے یہ اس لئے فرمایا کہ اس نے حضور ﷺ کو اس وقت بچایا تھا جب کہ آپ طائف کے ظالموں سے پیچھا چھڑا کر کے واپس ہو رہے تھے۔

”اساطیر“ اسطورہ کی جمع ہے یعنی وہ کتابیں اور اقتباسات جو سیکھ کر لوگوں کو سنائے جاتے ہیں اور یہ محض افسانے ہوتے ہیں جیسا کہ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے ﴿وَقَالُوا آسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اٰكْتَسَبَهَا فَهِيَ تَمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةٌ وَاَصِيْلًا ۗ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِي يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَاَلْاَرْضِ اِنَّهٗ كَانَ عَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ ③ کافر کہتے ہیں کہ یہ قرآن تو حقد میں کے

① احمد، ۱/۳۴۸، وسندہ ضعیف طبرانی ۱۲۱۵۵، اس کی سند میں عثمان الجزری مجرد راوی ہے (الجرح والتعديل، ۶/۱۷۴،

رقم: ۶۵۲) ② صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب مامن النبی علی الآساری من غیر ان یخمس ۳۱۳۹؛ ابوداؤد

۴۷۲۸۹؛ احمد، ۴/۸۰؛ مسند ابی یعلیٰ ۷۴۱۶؛ بیہقی، ۶۷/۹۔ ③ ۲۵/الفرقان: ۵۔

جھوٹے افسانے ہیں جنہیں لکھ لیا گیا اور شب و روز سنایا جاتا رہتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے وہ اس سے درگزر فرما کر اس کی توبہ قبول کرتا ہے۔ وہ آسمان وزمین کے بھیدوں کو جانتا ہے اور یہ قرآن اسی کی طرف سے ہے۔ کافر کہتے ہیں کہ ”اے اللہ تعالیٰ اگر یہ قرآن حق ہے تو آسمان سے ہم پر پتھر برسایا عذاب الیم ہمیں دے۔“ یہ دعائے کمال جہل و نادانی و سرکشی و عناد کے سبب سے ہے اسی بیوقوفی میں وہ بدنام ہیں۔ انہیں تو چاہئے تھا کہ وہ دعا یوں مانگتے کہ اللہ! اگر یہ قرآن تیری ہی طرف سے ہے تو ہمیں اس کے اتباع کی توفیق عنایت فرما لیکن انہوں نے تو اپنی جان پر عذاب مول لے لیا اور سزا کے لئے جلدی کرنے لگے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”یہ لوگ عذاب کے لئے جلدی کرتے ہیں۔ ارے عذاب کا اگر ایک دن مقرر نہ ہوتا تو عذاب انہیں فوراً ہی آپکڑتا کہ انہیں خبر تک نہ ہوتی۔“ وہ کہتے ہیں کہ ﴿قَالُوا رَبَّنَا عَجِّلْ لَنَا ۙ﴾ ① اور ﴿سَأَلْنَا سَأَلًا بِعَذَابٍ وَّاقِعٍ لِّلْكَافِرِينَ لَيْسَ لَهُ دَافِعٌ مِّنَ اللَّهِ ذِي الْمَعَارِجِ ۙ﴾ ② گزشتہ امتوں کے جاہلوں نے بھی تو ایسا ہی کہا تھا: ”شعب علیہ السلام کی قوم کہتی ہے کہ اے شعب! اگر تم سچے ہو تو ہم پر آسمان گرا دو یا یہ کہ اے اللہ تعالیٰ! اگر یہ تیری طرف سے حق ہے تو ہم پر آسمان سے سنگ باری کر۔“ ابو جہل بن ہشام نے یہی کہا تھا کہ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَامْطُرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاءِ اَوْ اَنْتِنَا بِعَذَابِ الْاَيْمِمْ کہ اگر یہ سچا قرآن ہے تو آسمان سے ہم پر پتھر کیوں نہیں برسات دیتے۔ تویہ آیت اتری ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ﴾ یعنی جب تک تم ان کے درمیان میں ہو اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہ دے گا۔ یا جب تک کہ وہ استغفار کرتے ہیں۔ ③ اور فرمایا ﴿لَقَدْ جِئْتُمُوْا نَافِرًا وَّادِي ۙ﴾ ④ اس یعنی تم ہمارے پاس اکیلے اکیلے آؤ گے۔ جیسا کہ پہلی دفعہ ہم نے تمہیں پیدا کیا تھا۔ عطاء کہتے ہیں کہ اس مضمون کی دس آیتیں قرآن پاک میں ہیں۔ بریدہ کہتے ہیں کہ میں نے عمر بن عاص رضی اللہ عنہ کو جنگ احد میں گھوڑے پر سوار ٹھہرا ہوا دیکھا اور وہ یہ کہہ رہے تھے کہ اے پروردگار! محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کہتے ہیں اگر وہ سچ ہے تو مجھے گھوڑے سمیت زمین میں دھنسا دے (یہ اس وقت کی بات ہے کہ جب عمر بن عاص رضی اللہ عنہ ایمان نہیں لائے تھے۔)

نبی کا وجود کفار کے لیے باعث حفاظت: اس امت کے جاہلوں کا بھی ایسا ہی قول تھا۔ اللہ پاک اپنی آیت کو پھر دہراتا ہے اور ان پر اپنی رحمت کا ذکر فرماتا ہے کہ جب تک وہ استغفار کرتے ہیں اور تمہاری موجودگی ان کے اندر ہے ہم ان پر عذاب آسانی نازل نہ کریں گے۔ مشرکین بیت اللہ شریف کا طواف کرتے تھے اور کہتے تھے ﴿لَيْسَ اِلٰهُكُمْ اِلَّا هُوَ لَئِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللَّهَ فَاَتُوْا سُبُوْحًا مِّنْ اَرْضِ مَكَّةَ مُطْمَئِنِّينَ وَاَنْتُمْ سَوِيْحُوْنَ﴾ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے بس بس یہیں تک بولو آگے نہ بڑھو، لیکن کفار ساتھ ہی یہ بھی بولتے ﴿اَلَا شَرِيْكُا هُوَ لَكَ تَمْلِكُا وَّ مَا مَلَكَ﴾ لیکن تیرا ایک شریک بھی ہے تو اس کا بھی مالک ہے اور اس کے املاک کا بھی مالک ہے اور پھر ساتھ ہی کہتے ﴿غُفِرَ اَنْتَ﴾ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ تم جب تک ان میں ہو وہ عذاب سے محفوظ ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ان کو دو امانیں حاصل تھیں ایک تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود دوسرے ان کا بعد از شرک استغفار۔ اب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ کرنے کے بعد صرف ان کا استغفار سب معافی رہ گیا۔ قریش آپس میں کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمارے درمیان بزرگ بنایا ہے۔ دن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ وہ جو گستاخی کرتے رات کو نادم ہو کر کہتے ﴿غُفِرَ اَنْتَ﴾ اَللّٰهُمَّ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ﴿مَا كَانَ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾ والی آیت اتاری۔ یعنی انہی صلی اللہ علیہ وسلم جب تک بستی سے نکل نہیں جاتے قوم پر عذاب نہیں آیا کرتا۔ ان میں بعض وہ لوگ بھی تھے جو پہلے ہی سے ایمان حاصل کر چکے تھے۔ وہ استغفار کرتے =

① ۳۸/ ص: ۱۶۔

② ۷۰/ المعارج: ۱، ۲۔

③

④ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الأنفال باب (لو اذ

قَالُوا اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِكَ فَامْطُرْ) ۴۶۴۸؛ صحیح مسلم ۲۷۹۶۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الأنفال باب (لو اذ

۶/ الانعام: ۹۴۔

وَمَا لَهُمْ إِلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ وَهُمْ يَصُدُّونَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوا
أَوْلِيَاءَهُ ۗ إِنِ أَوْلِيَاءُ إِلَّا الْمُتَّقُونَ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَمَا كَانَ
صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ إِلَّا مَكَاءً وَتَضْيِئَةً ۗ فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ
تَكْفُرُونَ ۝

ترجمہ: اور ان کا کیا استحقاق ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ سزا دے حالانکہ وہ لوگ مسجد حرام سے روکتے ہیں حالانکہ وہ لوگ اس مسجد کے متولی نہیں۔
اس کے متولی تو سوا متقیوں کے اور کوئی بھی اشخاص نہیں لیکن ان میں اکثر لوگ علم نہیں رکھتے۔ [۳۳] اور ان کی نماز کعبہ کے پاس صرف یہ
تھی بیٹھنا، بجانا اور تالیاں بجانا۔ سوا س عذاب کا مزہ چکھو اپنے کفر کے سبب۔ [۳۵]

= نمازیں پڑھتے، یہ مسلمان تھے اور حضور ﷺ کے ہجرت کے بعد بھی مکہ میں رہ گئے تھے۔ حضور ﷺ کے مکہ کی بہتی کو چھوڑ کر
چلے جانے کے باوجود اہل مکہ پر اس لئے عذاب نہیں آیا کہ یہ مسلمان مکہ میں رہ گئے تھے اور استغفار کرتے رہتے تھے۔ یہ اہل مکہ وقوع
عذاب سے بچ گئے کیونکہ یہ اچھے لوگ ابھی ان میں باقی تھے۔ حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”میرے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی
قیامت تک استغفار لوگوں کو عذاب سے بچاتا رہے گا۔“ ① رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”شیطان نے کہا اے اللہ! تیری عزت کی
قسم جب تک تیرے بندوں کے جسموں میں روہیں ہیں میں انہیں بہکا تا رہوں گا۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا مجھے میری عزت کی قسم! جب
تک وہ استغفار کرتے رہیں گے میں بھی انہیں بخشتا رہوں گا۔“ ②

مسجد الحرام کے متولی متقی لوگ ہیں نہ کہ مشرک: [آیت: ۳۳-۳۵] یہ لائق عذاب تو تھے لیکن رسول اللہ ﷺ کی برکت
سے عذاب سے بچ گئے۔ اسی لئے جب آپ نے مکہ کو چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے بروز بدران پر عذاب واقع فرمایا۔ ان کے سردار قتل کر
دیئے گئے۔ بڑے بڑے لوگ قیدی بن گئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں استغفار کی ہدایت فرمائی لیکن یہ اس کے ساتھ شرک و فساد کو بھی ملا
دیتے تھے۔ قہادہ اور سدیی رحمہما اللہ کہتے ہیں کہ یہ مقتولین قریش استغفار نہیں کرتے تھے اگر کرتے ہوتے تو اللہ تعالیٰ انہیں بدر میں
ذلت کی موت نہ دیتا اور اگر خود مکہ میں یہ کمزور مسلمان استغفار کرتے نہ ہوتے تو اہل مکہ پر ایسی مصیبت آپڑتی کہ ہٹائے نہ ہوتی۔
استغفار کی برکت ہی نے مکہ میں عذاب نازل ہونے سے قریش کو بچایا اور مسلمانان مکہ کے صدقہ میں وہ ایک عرصہ تک عذاب سے
مخفوظ رہے۔ یوم حدیبیہ میں اللہ پاک نے فرمایا تھا ﴿هُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَدُّوكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْهُدَىٰ مَعَكُمُوهَا
أَنْ يَبْلُغَ مَحِلَّهُ﴾ ③ یعنی ان لوگوں نے کفر کیا۔ بیت اللہ میں آنے سے تمہیں روک دیا۔ قربانی کے جانوروں کو ذبح تک نہیں پہنچنے
دیا اگر مکہ میں یہ مؤمن مرد اور عورتیں نہ ہوتیں جن کو تم جانتے نہیں تھے کہ اگر تم ان کو پامال کر دیتے تو تم کو ان کی وجہ سے بے خبری میں

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة الأنفال ۳۰۸۲، وسندہ ضعیف اس کی سند میں اسمعیل بن ابرہیم بن مہاجر ضعیف

(التقريب، ۶۶/۱، رقم: ۴۷۷) اور عباد بن یوسف الکوفی مجہول راوی ہے (التقريب، ۱/۳۹۵، رقم: ۱۲۰)

② احمد، ۲۹/۳، بسندین ضعیفین، مسند ابی یعلیٰ ۱۲۷۳؛ حاکم، ۴/۲۶۱۔

③ ۴۸ / الفتنہ: ۲۵۔

مضرت پہنچ جاتی یہ اس لئے ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنی رحمت میں داخل کرے۔ اگر یہ لوگ یہاں پناہ گزین نہ ہوتے تو کب کا ان پر عذاب الہی اتر چکا ہوتا۔ نبی اکرم ﷺ کے میں تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ تمہارے ہوتے ان پر عذاب نہ کروں گا اور جب کہ حضور ﷺ مدینے کی طرف چلے گئے تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ تمہارے جانشین ابھی مکہ میں ہیں اور استنفار کرتے ہیں اس لئے ابھی عذاب نہ دوں گا اور جب یہ مسلمان بھی مکے سے نکل گئے تو فرماتا ہے کہ اب کیوں نہ عذاب دیا جائے۔ انہوں نے تم مسلمانوں کو کعبہ اللہ آنے سے روکا وہ اللہ تعالیٰ کے دوست تو تھے نہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فتح مکہ کا عذاب ان پر نازل کیا۔ اور کہا گیا ہے کہ یہ آیت ﴿مَا كَانَ اللَّهُ مُعَذِّبَهُمْ﴾ کی ناخ ہے۔ عکرمہ اور حسن بصری رحمہم اللہ کہتے ہیں کہ ”انفال“ میں ﴿مَا كَانَ﴾ والی آیت کو اس کے بعد والی ﴿مَا لَهُمْ أَنْ لَا يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ﴾ والی آیت نے منسوخ کر دیا ہے۔ چنانچہ ﴿فَذُوقُوا الْعَذَابَ﴾ فرمایا گیا۔ چنانچہ اہل مکہ سے جنگ ہوئی اور وہ بھوک اور مضرت کے عذاب میں مبتلا ہوئے۔ یہ اللہ تعالیٰ نے اہل شرک کو عذاب سے مستثنیٰ بھی کیا ہے پھر یہ بھی فرمایا کہ انہیں کیوں عذاب نہ کرے کہ مسجد حرام سے وہ مسلمانوں کو روکتے ہیں اللہ تعالیٰ کے اولیاد وہ نہیں بلکہ متقی لوگ ہیں۔ لیکن اکثر لوگ یہ بات نہیں جانتے۔ حالانکہ یہی روکے جانے والے لوگ کعبہ اللہ کے زیادہ اہل ہیں کہ اس میں نماز پڑھیں طواف کریں اور یہ کفار مسجد حرام کے اہل نہیں ہیں۔ جیسا کہ فرمایا کہ مشرکین کو کیا حق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مسجد کو آباد رکھیں حالانکہ کفران کے دلوں میں جاگزیں ہے۔ ان کے تو سارے اعمال سلب ہیں اور دوزخ کا ایندھن ہیں۔ مساجد کو تو وہ آباد رکھیں جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھیں نمازیں پڑھیں زکوٰۃ دیں اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈریں۔ ہدایت یافتہ لوگ یقیناً یہی ہیں۔ اور فرمایا ﴿وَصَدَّقْنَا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ وَكُفِّرُوا بِهِ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَأَخْرَاجُ أَهْلِهِ مِنْهُ أَكْبَرُ عِنْدَ اللَّهِ﴾ ① اللہ تعالیٰ کی راہ سے اور مسجد حرام سے روکنا اور مکے کے مسلمانوں کو مکے سے نکال دینا یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا گناہ ہے۔ حضرت ﷺ سے پوچھا گیا آپ کے اولیا کون لوگ ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”متقی لوگ۔“ ② پھر آپ ﷺ نے تلاوت فرمائی ﴿إِنْ أَوْلِيَاءُ فَإِلَّا الْمُتَّقُونَ﴾ حضرت ﷺ نے قریش کو جمع کیا اور پوچھا کیا کوئی غیر قریش بھی تم میں ہیں۔ تو لوگوں نے کہا صرف ہمارے بھانجے ہمارے حلیف ہمارے غلام۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”حلیف بھانجے اور غلام سب ایک ہی قبیلہ کے ہوتے ہیں یہ سب اولیا ہیں لیکن میرے اولیا متقی لوگ ہیں۔“ ③ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ان سے مجاہد مراد ہیں جو بھی ہوں اور جہاں بھی ہوں۔ پھر اس بات کا ذکر ہے کہ مسجد حرام میں یہ لوگ کیا کرتے تھے۔ ارشاد ہوتا ہے کہ ان کی عبادت بس یہی تھی کہ کعبے میں آکر بھی یہ جانوروں کی سی سیٹیاں بجاتے اور تالیاں بجاتے ننگے ہو کر طواف کرتے، منہ میں انگلیاں رکھ کر سیٹی کی آواز نکالتے رخسار جھکاتے، تالی بجاتے، بس اسی کو عبادت سمجھتے۔ بائیں طرف سے طواف کرتے۔ مقصد یہ ہوتا کہ مسلمانوں کی عبادت میں حرج پیدا کریں اس طرح یہ لوگ مومنین کا مذاق اڑاتے ہیں۔ عبدالرحمن بن زید رحمہ اللہ تصدیق کے معنی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی راہ سے لوگوں کو روکنا۔ فرماتا ہے کہ اب اپنے کفر کا مزہ چکھو یعنی یہ عذاب کہ یوم بدر میں قتل بھی ہوئے قید بھی ہوئے۔ مجاہد کہتے ہیں کہ اہل اقرار پر عذاب سیف کے ذریعہ آتا ہے اور اہل تکذیب پر چیخ اور زلزلے کے طور پر آتا ہے۔

① ۲/ البقرة: ۲۱۷۔ ② المعجم الصغير ۱/ ۱۱۵ ح ۳۰۵ وسندہ ضعيف جداً؛ اس کی سند میں نوح بن ابی مریم مکر الحدیث راوی ہے (المیزان، ۲۷۹/۴، رقم: ۹۱۴۳) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو ضعيف جداً قرار دیا ہے۔ دیکھے۔ (السلسلة الضعيفه، ۱۳۰۴) ③ حاکم، ۳۲۸/۲، وسندہ ضعيف، مجمع الزوائد، ۲۶/۱۰۔

إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ فَسَيُنْفِقُونَهَا ثُمَّ تَكُونُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُونَ وَالَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ جَهَنَّمَ يُحْشَرُونَ ۗ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضُهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكَبَهُ جَمِيعًا فَيَجْعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ ۗ أُولَٰئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝

ترجمہ: بلاشبہ یہ کافر لوگ اپنے مالوں کو اس لئے خرچ کر رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی راہ روکیں سو یہ لوگ تو اپنے مالوں کو خرچ کرتے ہی رہیں گے پھر وہ مال ان کے حق میں باعث حسرت ہو جائیں گے پھر مغلوب ہو جائیں گے۔ اور کافر لوگوں کو دوزخ کی طرف جمع کیا جائے گا۔ [۳۶] تاکہ اللہ تعالیٰ ناپاک کو پاک سے الگ کر دے اور ناپاکوں کو ایک دوسرے سے ملا دے یعنی ان سب کو متصل کر دے پھر ان سب کو جہنم میں ڈال دے۔ ایسے لوگ پورے خسارے میں ہیں۔ [۳۷]

شکست خوردہ کفار کی ناکام تدبیریں: [آیت: ۳۶-۳۷] قریش پر جنگ بدر میں جب مصیبت پہنچی اور یہ لوگ مکہ واپس ہوئے اور ابوسفیان بھی قافلہ لے کر لوٹے تو عبداللہ بن ابی ربیعہ اور عمرہ بن ابی جہل اور صفوان بن امیہ اور قریش کے کئی آدمی جن کے باپ بیٹے بھائی جنگ میں کام آئے تھے ابوسفیان سے اور ان سے جن کا مال تجارت اس قافلہ میں تھا کہنے لگے کہ اے مشر قریش محمد ﷺ تمہیں بچا دکھا چکے ہیں تمہارے شرفا کو قتل کر دیا ہے ان سے دوبارہ لڑنے کے لئے اس قافلہ کا مال تم دے دو تاکہ ہم ان سے اپنا انتقام لیں۔ چنانچہ انہوں نے سب مال دے دیا۔ اسی بارے میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا يُنْفِقُونَ أَمْوَالَهُمْ لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ چنانچہ انہوں نے سب مال دے دیا۔ اسی بارے میں اللہ تعالیٰ کا راستہ روک دیں اور وہ روپیہ خرچ کریں گے اور یہی مال ضائع ہو جائے گا تو پھر حسرت بھی اٹھائیں گے ہم انہیں دوبارہ مغلوب کر دیں گے اور وہ جہنم کی طرف ہانکے جائیں گے۔ ضحاک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ یہ آیت ابوسفیان اور نفقہ اموال کے بارے میں نہیں بلکہ یہ آیت اہل بدر کے بارے میں اتری ہے۔ بہر تقدیر یہ آیت عام ہے چاہے کسی بارے میں اتری ہو اور اگرچہ سب نزول خاص ہو۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اتباع طریق حق سے روکنے کے لئے کفار روپیہ پیسہ خوب خرچ کر رہے ہیں لیکن ان کے یہ اموال ضائع جائیں گے انہیں حسرت و ندامت لاحق ہوگی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نور کو بھانا چاہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے نور کو کامل کرنا چاہتا ہے خواہ یہ کافروں کو ناگوار ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اپنے دین کا ناصر اپنے کلمہ کو غالب کرنے والا بنے گا۔ ان کے لئے دنیا میں رسوائی ہوگی اور آخرت میں عذاب دوزخ ہوگا۔ جو زندہ بچا اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اپنے کانوں سے سن لیا کہ کیسی رسوائی سے آخر کار انہیں سابقہ پڑا اور جو مر گیا قتل ہو گیا وہ ابدی رسوائی اور سردی عذاب سے دوچار ہو گیا۔ قولہ تعالیٰ ﴿لِيَمِيزَ اللَّهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ﴾ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اہل سعادت کا امتیاز اہل شقاوت سے ہے کہ مؤمن کافر سے ممتاز ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ امتیاز سے مراد آخرت کا امتیاز ہو۔ جیسا کہ فرمایا کہ ”ہم مشرکین سے کہیں گے تم اور تمہارے شرکا اپنی جگہ ٹھہرے رہو ہم ان کے درمیان فرق کر دیں گے“ اور فرمایا کہ جب قیامت ہوگی تو وہ الگ الگ ہو جائیں گے۔ اور فرمایا کہ اے مشرک! اور گناہگارو! آج مؤمنوں سے الگ تھلگ ہو جاؤ۔ اور اس مطلب کا بھی احتمال ہے کہ اس سے دنیا میں ہی امتیاز مقصود ہو کہ مؤمنین کے اعمال جدا اور کافروں کے جدا۔ اور ﴿لِيَمِيزَ﴾ کا لام سیدہ ہو سکتا ہے یعنی گناہ کے طور پر مال خرچ کرنے کے

قُلْ لِلَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ يَنْتَهُوا يُغْفَرْ لَهُمْ مَا قَدْ سَلَفَ ۚ وَإِنْ يَعُودُوا فَقَدْ مَضَتْ
سُنَّتُ الْأَوَّلِينَ ۝ وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةً وَيَكُونَ الدِّينُ كُلُّهُ لِلَّهِ ۚ فَإِنْ
انْتَهُوا فَإِنَّ اللَّهَ بِمَا يَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَوْلَكُمْ ۖ نَعَمْ

الْمَوْلَىٰ وَنِعْمَ النَّصِيرُ ۝

ترجمہ: آپ ان کافروں سے کہہ دیجئے کہ اگر یہ لوگ باز آ جائیں گے تو ان کے سارے گناہ جو پہلے ہو چکے ہیں سب معاف کر دیئے جائیں گے اور اگر اپنی وہی عادت رکھیں گے تو کفار سابقین کے حق میں قانون نافذ ہو چکا ہے۔ [۳۸] اور تم ان سے اس حد تک لڑو کہ ان میں فساد عقیدہ نہ رہے اور دین اللہ تعالیٰ ہی کا ہو جائے۔ پھر اگر یہ باز آ جائیں تو اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کو خوب دیکھتے ہیں۔ [۳۹] اور اگر روگردانی کریں تو یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا رفیق ہے وہ بہت اچھا رفیق ہے اور بہت اچھا مددگار ہے۔ [۴۰]

= سبب خبیث کو طیب سے جدا کر دیا۔ یعنی یہ امتیاز کرنے کے لئے کافروں سے لڑنے کے لئے کون اطاعت کرتا ہے اور کون روگردانی کر کے معصیت کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ”دونوں لشکروں کے تصادم کے وقت جو کچھ تمہیں پہنچا وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے تھا تاکہ مومنوں اور کافروں میں تمیز ہو جائے۔ ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو جارحانہ یا مدافعتانہ تو کہتے ہیں کہ اگر اصول جنگ سے ہم واقف ہوتے تو ضرور لڑتے۔“ اور فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ آخر مومنین کو بھی ان کی موجودہ حالت پر کیوں چھوڑے وہ تو امتحان کر کے پرکھنا چاہتا ہے کہ اچھا کون ہے اور برا کون۔ اور امر غیب پر وہ تم کو آگاہ بھی کیوں کرے۔“ اور فرمایا ”کیا تم سمجھتے ہو کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ مجاہدین کے صبر کا اللہ تعالیٰ نے ابھی امتحان نہیں لیا۔“ اس کی نظیر سورہ براءۃ میں بھی ہے۔ چنانچہ معنی یہ ہوئے کہ ہم کفار سے بھڑا کر تمہیں آزمائیں گے وہ تم سے قتال کریں گے تمہارے خلاف اموال صرف کریں گے۔ یہ صرف اس امتیاز کے لئے کہ خبیث کون ہے اور طیب کون ہے۔ دیکھتے ہیں ایک پر ایک اشیاء کو جمع کرتے جانا جیسا کہ ابر کے بارے میں فرمایا کہ ﴿ثُمَّ يَجْعَلُهُ رِمْكًا﴾ یعنی تیرے تیرے بادل ﴿فِي جَعَلَهُ فِي جَهَنَّمَ طَائُفًا لِّكَ هُمْ الْخَيْرُونَ﴾ پھر وہ دوزخ میں ڈال دیئے جائیں گے اور بڑے خسارے میں رہیں گے۔

فتنہ کا مطلب اور اختتام فتنہ تک جہاد جاری رکھنے کا حکم: [آیت: ۳۸-۴۰] اپنے رسول سے خطاب ہو رہا ہے کہ ان کافروں سے کہہ دو کہ اگر تم کفر و عناد سے باز رہے اور اسلام میں داخل ہو کر طالب مغفرت ہوئے تو زمانہ کفر میں جو کچھ گناہ کیا تھا اللہ تعالیٰ معاف کر دے گا۔ جیسا کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”جو اسلام میں آ کر نیکو کار رہا تو اس کے جاہلیت کے گناہوں سے بھی مواخذہ نہ ہو گا اور جو اسلام میں آنے کے بعد بھی برار ہا تو اس سے ہر دوزمانوں کے اعمال سے متعلق پرسش ہو سکے گی۔“ ① نبی پاک ﷺ نے فرمایا کہ ”اسلام ما قبل کے گناہوں کے لئے توبہ ہے۔“ ② اور توبہ بھی تو اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔ لیکن اے نبی! اگر

① صحیح بخاری، کتاب استتابة المرتدين، باب اثم من اشرك بالله وعقوبة في الدنيا والاخرة..... ۶۹۲۱؛ صحیح مسلم، ۱۲۰؛ ابن ماجہ ۴۲۴۲؛ احمد، ۱/۴۰۹؛ ابن حبان، ۳۹۶۔ ② احمد، ۴/۲۰۴۔ وهو صحیح بحديث مسلم اس کی اصل صحیح مسلم، کتاب الايمان، باب كون الاسلام يهدم ما قبله..... ۱۲۱ میں موجود ہے۔

یہ اپنی سابقہ چال پر قائم رہے عناد نہ چھوڑا تو کیا وہ نہیں جانتے کہ پہلے کے لوگوں کا کیا حشر ہوا تھا۔ عناد اور تکذیب کا سابقہ امتوں نے کیا نتیجہ دیکھا تھا۔ یاد رکھو عذاب و عقوبت ہی اس کا علاج ہوگا۔ سنت الاولین سے مجاہد اور سدی رحمہ اللہ یوم بدر مراد لیتے ہیں۔ اور فرمایا ”ان سے خوب قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ دب جائے شرک مٹ جائے اور دین ہی اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔“

ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس آیا اور کہنے لگا اے ابو عبد الرحمن! اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”اگر مومنین کی دو جماعتیں باہم قتال کریں“ تو تم قتال میں کیوں شریک نہیں ہوتے، جب کہ ایسی دو جماعتوں کا قرآن میں ذکر ہے؟ تو ابن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اے صحیح شریک جنگ نہ ہونے کا طعن مجھ پر آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ میں کسی مومن کو عہد اقل کروں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان سے قتال کرو حتیٰ کہ فتنہ ہی باقی نہ رہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ عہد رسول اللہ ﷺ میں ہماری یہی کیفیت تھی۔ اسلام میں بہت کم افراد تھے۔ آدمی کی دین کے بارے میں آزمائش ہوتی تھی لوگ یا تو قتل کر دیئے جاتے تھے یا قید و بند کی مصیبت میں مبتلا ہوتے تھے اور جب اسلام نے ترقی پالی تو اب یہ فتنہ باقی نہ رہا۔ غرض یہ کہ اس معترض شخص نے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے اپنے موافق بات دیکھی ہی نہیں تو بات کا رخ پھیر کر کہنے لگا کہ علی اور عثمان رضی اللہ عنہما کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے کہا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے خود کہا ہے کہ بخش دیا اور تم عثمان رضی اللہ عنہ کی مغفرت کو ناپسند کرتے ہو۔ اور علی رضی اللہ عنہ یہ تو رسول اللہ ﷺ کے عم زادے ہیں اور داماد ہیں اور وہ دیکھو وہاں نبی اکرم ﷺ کی بیٹی اور علی رضی اللہ عنہ کی بیوی رہتی ہیں۔ ①

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما ہمارے پاس آئے اور کہا قتال فتنہ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے اور فتنہ کس کو کہتے ہیں۔ نبی اکرم ﷺ مشرکین سے قتال کرتے تھے اور اس وقت فتنہ نہ آیا ہوا تھا۔ اور تمہارا قتال تو ملک اور اقتدار حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ ② ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مردی ہے کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ کے فتنے سے متعلق دو آدمی ان کے پاس آئے اور کہا تم جانتے ہو جو کچھ لوگوں کا عمل رہا۔ تم عمر رضی اللہ عنہ کے بیٹے ہو اور رسول اللہ ﷺ کے صحابی ہو۔ اس فتنہ سے تم کو کس بات نے روکا تو کہا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کا خون مسلمان پر حرام کر دیا ہے۔ تو لوگوں نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ سے نہیں فرمایا ہے کہ فتنہ دب جانے کے لئے قتال کرو تا کہ دین خالص اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ ③ تو کہا ہم نے تو فتنہ دبانے کے لئے بہت کچھ قتال کیا ہے حتیٰ کہ فتنہ نہ رہا۔ اور تم مسلمانوں کے دو گروہوں میں اس لئے قتال کرانا چاہتے ہو کہ فتنہ اور کھڑا ہو جائے اور دین اللہ تعالیٰ کی بجائے غیر اللہ تعالیٰ کا ہو جائے۔ اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں تو ایسے آدمی کو کبھی قتل نہ کروں گا جو ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) کہہ چکا ہو تو سعد بن مالک رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کہا۔ تو اس آدمی نے ((فَاتَلَوْهُمْ)) والی آیت پڑھی۔ تو ان دونوں نے کہا کہ فتنہ کو دبانے والا ایسا قتال ہم نے کیا ہے اور فتنہ دب گیا ہے اور دین خالص اللہ تعالیٰ کا ہو گیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فتنہ دب جانے سے شرک کا دب جانا مراد لیتے ہیں ((يَكُونُ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ)) سے مراد خالص توحید ہے جس میں شرک کا لگاؤ نہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے اقتدار میں کسی کو شریک نہ بنایا گیا ہو۔ زید بن اسلم کہتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ دین اسلام ہوتے ہوئے کفر باقی نہ رہے۔ اس کی تصدیق اس حدیث سے ہوتی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”میں کافروں سے قتال کرنے پر مامور ہوا ہوں حتیٰ کہ ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) کے قائل ہو جائیں۔ اگر وہ قائل ہو گئے تو ان کے جان و مال محفوظ ہو گئے ہاں کسی وجہ سے قصاص وغیرہ میں قتل کئے جاسکتے ہیں اور اس کا حساب اللہ تعالیٰ کے پاس

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الانفال باب ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ وَيَكُونَ الدِّينُ كُلَّهُ لِلَّهِ﴾ ٤٦٥٠۔

② صحیح بخاری، حوالہ سابق ٤٦٥١۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة البقرة باب ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّى لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ ٤٥١٣۔

ہے۔" ① نبی اکرم ﷺ سے ایسے شخص کے بارے میں سوال کیا گیا جس نے اظہار شجاعت میں قتال کیا ہو یا قوم و خاندان کی حمایت یا شہرت و نمود کی خاطر اس میں کونسا قتال فی سبیل اللہ ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ "صرف وہ قتال جو اعلاء کلمۃ اللہ کی خاطر فی سبیل اللہ عمل میں آیا ہو۔" ②

قولہ ﴿فَإِنْ أَنْتَهُوْا﴾ یعنی اگر کفر کے ساتھ تمہارے قتال سے وہ باز رہے تو تم بھی ان سے ہاتھ روک لو اس لئے کہ تمہیں ان کے دل کا حال کیا معلوم؟ جو کچھ ان کے دل کا حال ہے اللہ تعالیٰ اس کو جانتا ہے اور ان کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا "اگر انہوں نے توبہ کر لی اور نماز پڑھتے رہے اور زکوٰۃ دیتے رہے تو پھر ان سے پرسش مناسب نہیں۔" دوسری جگہ ہے کہ ﴿فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ﴾ وہ تمہارے دینی بھائی ہیں۔ اور فرمایا کہ فتنہ دینے تک ان سے لڑتے رہو تاکہ اللہ تعالیٰ ہی کا ذہب رائج ہو جائے۔ الزام صرف حد سے تجاوز کرنے والوں پر ہے۔ کہتے ہیں کہ اسامہ رضی اللہ عنہ نے ایک شخص پر تلوار اٹھائی اس نے کہا ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) لیکن اسامہ رضی اللہ عنہ نے تلوار مار دی اور قتل کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ کو خبر پہنچی تو فرمایا کہ ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) کے بعد بھی تم نے اس کو قتل کر دیا اب تم قیامت کے روز ((لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ)) کے ساتھ کیا کرو گے؟" تو اسامہ رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس نے تو صرف اپنے بچاؤ کے لئے ایسا کیا۔ تو فرمایا کیا "تم نے اس کے دل کو چیر کر دیکھا تھا۔" پھر آپ ﷺ بار بار یہی فرماتے رہے کہ اب قیامت کے روز کیا کرو گے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں یہ تمنا کرنے لگا کہ کاش! میں آج تک مسلمان نہ ہوا ہوتا تاکہ اسلام کے زعم میں اس کو قتل نہ کر دیتا۔ ③

اور اگر انہوں نے پیٹھ پھیر لی تو جانتے رہو کہ اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ ہے وہ بڑا اچھا مولیٰ ہے اور بڑا اچھا مددگار ہے اور اگر ان کی عادت تمہارے خلاف اور تمہاری محاربت پر قائم رہی تو اللہ تعالیٰ تمہارا مولیٰ اور تمہارا ناصر ہے۔ عبدالملک بن مروان نے عروہ کو لکھا اور چند باتیں دریافت کیں تو عروہ نے یوں جواب لکھ بھیجا سلام علیک! میں اللہ تعالیٰ واحد کی حمد کرتا ہوں اور پھر میں تمہیں لکھتا ہوں کہ تم نے مجھ سے نبی اکرم ﷺ کے مکے سے مدینہ کی طرف ہجرت کے واقعات پوچھے ہیں۔ تمہیں بتاؤں گا قوت و طاقت اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کو نبوت عطا فرمائی وہ کیسے اچھے نبی کیسے اچھے سید تھے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر و جنت میں ہمیں ان کا چہرہ دکھائے انہیں کے دین و ملت پر زندہ رکھے اور انہیں کے دین پر مارے اور انہیں کے ساتھ زندہ اٹھائے۔ آپ نے جب ہدایت اور نور کی طرف قوم کو بلایا تو لوگوں نے آپ ﷺ کی تبلیغ کو کچھ ایسی اہمیت نہیں دی۔ حضور ﷺ کی وحی کو سن بھی لیتے تھے اور جب آپ ﷺ نے ان کے بتوں کا ذکر شروع کیا اور مالدار قریش کے لوگ طائف سے مکے آئے تو ان میں سے اکثر کو یہ تبلیغ بہت ناگوار گزری آپ ﷺ کی تبلیغ سے بیزار ہوئے جو کوئی مسلمان ہو بھی جاتا تو اس کو بہکانے لگتے۔ چنانچہ مائل ہونے والے عامۃ الناس بھی بے رغبت ہو گئے۔ مگر چند لوگ اپنے مستقل ارادے پر قائم رہے۔ اسلام کی طرف سے ان کے خیالات پر آگندہ نہیں ہوئے۔ اب قریش کے سرداروں نے باہم مشورہ کیا کہ اسلام قبول کرنے والوں پر سختی کریں۔ یہ فتنہ ایک زبردست زلزلہ تھا جو اس فتنہ میں پھنس گیا سو پھنس گیا اور جس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھا تو محفوظ رہا۔ جب مسلمانوں پر یہ قریش بہت ظلم توڑنے لگے تو حضور ﷺ نے مسلمانوں کو مشورہ دیا کہ ارض حبش کی طرف ہجرت کر جائیں، حبش کا بادشاہ ایک مرد صالح تھا جس کا نام نجاشی تھا وہ

① صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ ۱۳۹۹؛ صحیح مسلم ۲۰۔

② صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب من قابل لتكون كلمة الله هي العليا ۲۸۱۰؛ صحیح مسلم ۱۹۰۴۔

③ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبي ﷺ اسامة بن زيد ۴۲۶۹؛ صحیح مسلم ۹۶؛ ابوداؤد ۲۶۴۳؛

عالم بادشاہ نہیں تھا چاروں طرف اس کی تعریف ہوتی تھی۔ سرزمین حبش قریش کی تجارت گاہ تھی اور تجارت قریش کے وہاں مکانات تھے جہاں وہ تجارت کر کے بہت رزق پیدا کرتے تھے امن حاصل کرتے تھے اور تجارت خوب چمکی ہوئی تھی۔ حضور ﷺ نے حکم دیا تو عام مسلمان جن پر مکہ والے زیادہ ظلم توڑ رہے تھے، حبش کی طرف چلے گئے کیونکہ ان کو اپنی جان کا خوف تھا۔ وہ وہاں ہمیشہ کے لئے نہیں ٹھہرے صرف چند سال رہے۔ وہاں بھی مسلمانوں نے اسلام پھیلایا وہاں کے شرفا بھی اسلام لائے۔ جب کفار قریش نے یہ رنگ دیکھا کہ مسلمانوں پر ظلم کرنے سے وہ حبش چلے جاتے ہیں اور وہاں کے لوگوں اور سرداروں کو اپنا بنا لیتے ہیں تو اب انہوں نے مصلحت یہی سمجھی کہ نرم برتاؤ اختیار کریں۔ چنانچہ وہ نبی ﷺ اور اصحاب رضی اللہ عنہم کے ساتھ نرم برتاؤ کرنے لگے چنانچہ پہلی آزمائش مسلمانوں کی تھی جس نے مسلمانوں کو حبش کی طرف بھیجا چنانچہ جب نرمی پیدا ہوگئی اور فتنہ جس کے زلزلوں نے مسلمان صحابہ کو وطن چھوڑنے اور حبشہ جانے پر مجبور کیا تھا اس کے کچھ دب جانے کی خبروں نے مہاجرین حبشہ کو پھر آمادہ کیا کہ وہ مکہ واپس چلے آئیں۔ چنانچہ وہ تھوڑے بہت بھی جو گئے تھے واپس آ گئے۔ اس اثنا میں مدینہ کے انصار مسلمان ہو گئے اور مدینہ میں بھی اسلام کی اشاعت ہونے لگی۔ ان اہل مدینہ کا مکے آنا جانا شروع ہوا اس سے مکے والے اور بگڑے مشورہ کیا کہ اب تو ان پر اور سختی کرنا چاہئے۔ چنانچہ عام طور پر مسلمانوں پر مظالم توڑنے لگے۔ مسلمان بڑی مصیبتوں میں مبتلا ہو گئے۔ یہ مسلمانوں کے لئے دوسرا فتنہ اور دوسری آزمائش تھی۔ ایک فتنہ تو یہ کہ حبش کی طرف مسلمانوں کو بھگانا پڑا اور دوسرا فتنہ وہاں سے مسلمانوں کے واپس آنے کے بعد جب کہ اہل مکہ نے دیکھا کہ مدینے سے لوگ آتے جا رہے ہیں اور مسلمان ہوتے جا رہے ہیں۔ چنانچہ ایک بار مدینے سے ستر آدمی آئے جو معتبر اور سردار لوگ تھے اور یہ سب مسلمان ہو گئے حج کیا اور بمقام عقبہ حضور ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی اور عہد کیا کہ ہم آپ کے ہورہتے ہیں اور آپ ﷺ ہمارے ہورہیں گے۔ اگر آپ ﷺ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہمارے شہر آئیں یا آپ تشریف لائیں تو ہم آپ ﷺ کی اور اصحاب رضی اللہ عنہم کی ایسی حمایت کریں گے جیسے کہ اپنی اور اپنے لوگوں کی کرتے ہیں۔ قریش نے اس معاہدہ کو سن کر مزید سختی برتنی شروع کر دی۔ اب نبی مکرم ﷺ نے اصحاب کو حکم دے دیا کہ مدینے کی طرف ہجرت کر جائیں یہ دوسرا فتنہ تھا جس نے نبی اکرم کو اور اصحاب کو مکے سے نکالا۔ اسی چیز کو اللہ پاک نے قرآن میں ظاہر فرمایا ہے کہ ان کافروں سے قتال کرو حتیٰ کہ یہ فتنے ختم ہو جائیں اور اللہ تعالیٰ کے دین کا ہی سکہ چلے۔ عروہ بن زبیر سے مروی ہے کہ یہ خط عروہ نے عبدالملک بن مروان کو لکھا تھا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَوَاسِ پارہ ختم ہوا۔



فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
530	حج اکبر سے کیا مراد ہے	499	مال غنیمت کی تقسیم اور مستحق افراد
533	جہاد اور حرمت والے مہینے	503	قافلہ ابوسفیان اور محرکہ بدر کی تفصیل
535	کفار کے سفیروں، قاصدوں اور پناہ گزینوں کا حکم	506	غزوہ بدر میں مسلمانوں اور کافروں کی طاقت کا موازنہ
536	مسلمان مشروط طور پر عہد کی پابندی کریں	507	غزوہ بدر اور آداب قتال
537	کافر وعدہ کے پابند نہیں بلکہ وسائل کے منتظر ہیں	508	غزوہ بدر میں اطمینان لعین کی شمولیت اور فرار
537	مشرک اگر توبہ کر کے سچے مسلمان بن جائیں تو	511	کفار پر حالت نزع اور فرشتوں کی سختی
537	تمہارے دینی بھائی ہیں	512	لوگ اپنے گناہوں کے سبب عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں
538	جولب دو	513	گناہوں کی نحوست سے نعمتیں چھین جاتی ہیں
539	عہد شکن کفار سے ڈرنے کی بجائے ان پر سختی کا حکم	513	وعدہ خلاف کافروں کو عبرت ناک سزا دو
540	جہاد اور مسلمانوں کا امتحان	513	خیانت اور وعدہ خلافی قابل مذمت ہے
540	مساجد اہل ایمان ہی آباد کرتے ہیں	514	آلات حرب ہر وقت تیار رکھنے کا حکم
542	ایمان کے بغیر نیک اعمال بے فائدہ ہیں	516	کافروں سے بوقت ضرورت صلح کا حکم
543	ترک موالات اور موؤت کا حکم	518	جہاد کی ترغیب اور صحابہ کا شوق جہاد
545	جنگ حنین کا تذکرہ اور نصرت الہی کا بیان	519	ایک مسلمان کئی کافروں پر بھاری ہے
549	حدود حرم میں مشرک کا داخلہ منع ہے	519	بدر کے قیدی اور جنگی اسیروں کا حکم
552	مشرکوں نے نبیوں اور نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنا دیا	522	نیک نیتی مال میں زیادتی کا سبب ہے
553	پھونکوں سے شیخ حق سمجھ نہیں سکتی	525	مہاجرین اور انصار کی فضیلت کا بیان
555	یہود یوں کے اجبار اور عیسائیوں کے رہبان اور ان کا کردار	526	مسلمان غیر مسلموں کا دوست نہیں ہوتا
556	حرام مال و زراور جنہم کی آگ	527	مؤمن بندے اور قیامت
560	چار مہینوں کی حرمت ابتدا سے ہی ہے	528	تفسیر سورہ توبہ
		528	مشرکین سے اعلان براءت

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
	منافقین کا اللہ تعالیٰ، نبی ﷺ اور قرآن مجید سے استہزا	564	مشرکوں نے حرمت والے مہینوں میں ردوبدل کر رکھا تھا
581	منافقوں کی مزید علامات کا تذکرہ	566	جہاد سے جی چرانے والوں کو تنبیہ
583	ظالموں کے انجام سے عبرت حاصل کرو	567	نبیؐ ابو بکر صدیقؓ اور قصہ غار
583	دشمنانان دین کے انجام سے عبرت پکڑو	568	ہلکے یا بھاری ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلو
584	مسلمان ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں	570	عیار لوگوں کے دھوکے میں نہ آؤ
584	مؤمنین اور جنت کے حسین مناظر	570	سچے مسلمان حیلے بہانے نہیں بناتے
585	منافقین سے جہاد جاری رکھنے کا حکم	571	منافقین کی ریشہ دوانیوں اور شرارتوں کا تذکرہ
587	منافقین اللہ کا فضل حاصل کرنے کے بعد اس سے	572	منافقین فتنہ برپا کرنے کے لئے ہر وقت موقع کی
591	کیا ہوا وعدہ بھول جاتے ہیں	572	تلاش میں رہتے ہیں
593	منافقین کی مسلمانوں پر طعنہ زنی اور اس کا انجام	572	نفاق فتنہ ہی فتنہ ہے
595	منافقین کے لئے استغفار نہ کرنے کا حکم	573	مسلمانوں کی ہر خوشی منافقین پر شاق گزرتی ہے
	سورج کی گرمی سے ڈر کر جہاد سے پیچھے رہنے	574	مسلمان ہر حال میں کامیاب اور منافق ناکام ہے
595	والے جہنم کی آگ یاد کریں	574	دنیا داروں کو حسرت بھری نگاہوں سے نہ دیکھو
597	لاالچی لوگوں کو جہاد میں نہ لے جائیے	575	منافقین کی غیر مستقل مزاجی اور ان کی جھوٹی قسمیں
597	منافق کا جنازہ پڑھانے کی ممانعت	575	منافق مطلب پرست اور مال و دولت کے حریص ہیں
600	بزدل منافقین جہاد نہیں کر سکتے	576	مصارف زکوٰۃ کی تفصیل
601	سچے مسلمان اپنی جان اور مال سے جہاد کرتے ہیں	580	نبی ﷺ اور منافقین کی ایذا رسانی
602	جھوٹا عذر کرنے والوں کو تنبیہ	580	منافقین کی جھوٹی قسمیں
602	سچے مجاہد اور اہل عذر	581	منافقوں کو ہر وقت اپنے نفاق کے ظاہر ہونے کا ڈر رہتا ہے

وَاعْلَمُوا أَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِنْ شَيْءٍ فَإِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ وَلِلرَّسُولِ وَلِذِي الْقُرْبَىٰ وَالْيَتَامَىٰ
وَالْمَسْكِينِ وَابْنِ السَّبِيلِ ۚ إِن كُنْتُمْ أَمْنْتُمْ بِاللَّهِ وَمَا أُنزِلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا يَوْمَ
الْفُرْقَانِ يَوْمَ التَّقَىٰ الْجَمْعِ ۖ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ﴿۳۱﴾

ترجمہ: جان لو کہ تم جس قسم کی جو کچھ غنیمت حاصل کرو اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور رسول ﷺ کا اور قرابت داروں کا اور یتیموں اور مسکینوں کا اور راہ چلتے مسافروں کا اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو اور اس چیز پر جو ہم نے اپنے بندے پر اس دن اتارا ہے جو دن حق و باطل کی جدائی کا تھا جس دن دونوں جہیں بھڑگئی تھیں اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۳۱]

مال غنیمت کی تقسیم اور مستحق افراد: [آیت: ۳۱] اللہ تعالیٰ یہاں مال غنیمت کی تفصیل بیان کرتا ہے جو اس نے خاص طور پر اس امت کے لئے حلال کیا ہے۔ اس سے قبل اگلی امتوں پر یہ حرام تھا۔ غنیمت وہ مال ہے جو کفار پر چڑھائی و حملہ کرنے کے بعد حاصل ہوا ہو۔ اور نہ وہ مال ہے جو بغیر لڑے بھڑے ہاتھ آجائے۔ مثلاً ان سے صلح کر کے کچھ مال بطور تادان وصول کیا جائے یا وہ مال جس کا کوئی وارث نہ ہو یا جزیہ یا خراج وغیرہ کا مال ہو۔ امام شافعی اور دیگر علمائے سلف و خلف رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کا یہی خیال ہے۔ لیکن بعض علماء غنیمت کا اطلاق ”فے“ اور ”فے“ اور ”فے“ کا غنیمت پر کرتے ہیں۔ اسی لئے قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اس آیت سے سورہ حشر کی یہ آیت ﴿مَا أَفَاءَ اللَّهُ﴾ منسوخ ہو گئی ہے۔ اور اس طرح مال غنیمت کے پانچ حصوں میں سے چار حصے تو مجاہدین کو ملیں گے اور ایک حصہ ان کو ملے گا جن کا ذکر اس آیت میں آیا ہے (یعنی رسول، قرابت دار، یتیم، مسکین اور مسافر لوگ) لیکن یہ قول قابل قبول نہیں۔ کیونکہ یہ آیت جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی ہے اور وہ آیت ”بنو نضیر“ کے بارے میں اتری ہے اور علمائے سیر و مغازی (تاریخ دانوں) میں سے کسی کو بھی اس بارے میں اختلاف نہیں ہے کہ قصہ بنو نضیر جنگ بدر کے بعد کا ہے اور نہ اس میں شک و شبہ کی کوئی گنجائش ہے لیکن جو لوگ نے اور غنیمت میں فرق کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ وہ آیت توفی کے بارے میں اتری ہے اور یہ غنیمت کے بارے میں۔ اور کچھ لوگ نے اور غنیمت کے معاملہ کو امام کی رائے پر موقوف رکھتے ہیں کہ جیسی اس کی مرضی ہو ویسا کرے اس طرح ان دونوں آیات (آیت حشر اور آیت خمیس) میں تطبیق ہو جاتی ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

آیت میں بیان ہے کہ خمس یعنی پانچواں حصہ مال غنیمت میں سے نکال دینا چاہئے۔ چاہے وہ کم ہو یا زیادہ ہو گو سوئی ہو یا دھاگہ ہی ہو۔ پروردگار عالم فرماتا ہے جو خیانت کرے گا وہ اسے لے کر قیامت کے دن پیش ہوگا اور ہر ایک کو اس کے عمل کا پورا بدلہ ملے گا کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔ کہتے ہیں کہ خمس میں سے اللہ کے لئے حصہ کعبے میں داخل کیا جائے گا۔ حضرت ابو العالیہ رباجی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غنیمت کے مال کے رسول اللہ ﷺ پانچ حصے کرتے تھے چار تو مجاہدین میں تقسیم ہوتے پانچویں میں سے آپ ﷺ مٹھی بھر کر نکال لیتے اسے کعبے میں داخل کر دیتے پھر جو بچا اس کے پانچ حصے کر ڈالتے ایک رسول اللہ ﷺ کا ایک قرابت داروں کا ایک یتیموں کا ایک مسکینوں کا ایک مسافروں کا یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہاں اللہ تعالیٰ کے حصے کا نام صرف بطور تبرک ہے رسول اللہ ﷺ کے حصے کے بیان کا گواہ شروع ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ جب حضور اکرم ﷺ کوئی لشکر بھیجتے اور غنیمت کا مال ملتا تو آپ ﷺ اس کے پانچ حصے کرتے اور پھر پانچویں حصے کے پانچ حصے کر ڈالتے۔ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ پس یہ فرمان کہ ﴿إِنَّ لِلَّهِ خُمُسَهُ﴾ یہ صرف کلام کے شروع کے لئے ہے۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

پانچویں حصے میں سے پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کا ہے بہت سے بزرگوں کا قول یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا ایک ہی حصہ ہے۔ ① اسی کی تائید بیہقی کی اس صحیح سند والی حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے وادی القریٰ میں آ کر سوال کیا کہ یا رسول اللہ! غنیمت کے بارے میں آپ کیا ارشاد فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے باقی کے چار حصے لشکریوں کے۔“ اس نے پوچھا تو اس میں کسی کو کسی پر زیادہ حق نہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہرگز نہیں یہاں تک کہ تو اپنے کسی دوست کے جسم سے تیر نکالے تو اس تیر کا بھی تو اس سے زیادہ مستحق نہیں۔“ ② حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے اپنے مال کے پانچویں حصے کی وصیت کی اور فرمایا ”کیا میں اپنے لئے اس حصے پر رضامند نہ ہو جاؤں جو اللہ تعالیٰ نے خود اپنا رکھا ہے۔“ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ مال غنیمت کے پانچ حصے برابر سے کئے جاتے تھے چار تو ان لشکریوں کو ملتے تھے جو اس جنگ میں شامل تھے پھر پانچویں حصے کے چار حصے کئے جاتے تھے ایک چوتھائی اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول ﷺ کا پھر یہ حصہ آنحضرت ﷺ کے قرابت داروں میں تقسیم کر دیا جاتا تھا۔ اس میں سے جو کچھ آنحضرت ﷺ لیتے تھے یعنی پانچویں حصے کا پانچواں حصہ وہ آپ کے بعد جو بھی آپ ﷺ کا نائب ہو اس کا ہے۔ حضرت عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کا حصہ اللہ تعالیٰ کے نبی کا ہے اور جو آپ ﷺ کا حصہ تھا وہ آپ کی بیویوں کا ہے۔ عطاء بن ابی رباح رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا جو حصہ ہے وہ صرف رسول اللہ ہی کا ہے اختیار ہے جس کام میں آپ چاہیں لگائیں۔

مقدام بن معدی کرب، حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہم، حضرت حارث بن معاویہ کنذی کے پاس بیٹھے ہوئے تھے ان میں رسول اللہ ﷺ کی حدیثوں کا ذکر ہونے لگا تو ابودرداء رضی اللہ عنہ نے عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے کہا فلاں فلاں غزوے میں رسول اللہ ﷺ نے فہم کے بارے میں کیا ارشاد فرمایا تھا؟ آپ نے فرمایا کہ ”حضور اکرم ﷺ نے ایک جہاد میں فہم کے ایک اونٹ کے پیچھے صحابہ رضی اللہ عنہم کو نماز پڑھائی سلام کے بعد کھڑے ہو گئے اور چند بال اپنی چنگلی میں لے کر فرمایا کہ یہ بال اس اونٹ کے جو مال غنیمت میں سے ہے یہ بھی مال غنیمت میں سے ہی ہیں اور میرے نہیں ہیں میرا حصہ تو تمہارے ساتھ صرف پانچواں حصہ ہے اور پھر وہ بھی تم ہی کو واپس دے دیا جاتا ہے۔ پس سوئی دھاگے تک ہر چھوٹی بڑی چیز پہنچا دیا کرو خیانت نہ کرو خیانت عار ہے اور خیانت کرنے والے کے لئے دونوں جہاں میں آگ ہے قریب والوں سے دور والوں سے راہ اللہ میں جہاد جاری رکھو شرعی کاموں میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خیال تک نہ کرو۔ وطن میں اور سفر میں اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدیں جاری کرتے رہو اللہ تعالیٰ کے بارے میں جہاد کرتے رہو۔ جہاد جنت کے بہت بڑے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے اسی جہاد کی وجہ سے اللہ تعالیٰ غم ورنج سے نجات دیتا ہے“ ③ (مسند امام احمد)۔ یہ حدیث حسن ہے اور بہت ہی اعلیٰ ہے۔ صحاح ستہ میں اس سند سے مروی نہیں لیکن مسند ہی کی دوسری روایت میں دوسری سند سے فہم کا اور خیانت کا ذکر مروی ہے۔ ④ ابوداؤد اور نسائی میں بھی مختصر آیہ حدیث مروی ہے۔ ⑤ اس حصے میں سے آنحضرت رسول مقبول ﷺ بعض چیزیں اپنی ذات کے لئے بھی مخصوص فرمایا کرتے

① الطبری، ۵۴۸/۱۳۔ ② بیہقی، ۶/۳۲۴، ۶/۳۲۴ و سندہ صحیح، مسند ابی یعلیٰ، ۷۱۷۹؛ مجمع الزوائد، ۴۸/۱۔
 ③ احمد، ۳۱۶/۵ و سندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۵/۳۳۸۔ ④ احمد، ۲/۱۸۴؛ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی فداء الاسیر بالمال، ۲۶۹۴ و هو حسن، نسائی، ۳۷۱۸؛ دلائل النبوة، ۵/۱۹۵۔
 ⑤ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی الإمام یستأمر بشیء من الفنی لنفسه، ۲۷۵۵ و سندہ صحیح۔

تھے لونڈی، غلام، تلوار، گھوڑا وغیرہ۔ جیسے کہ محمد بن سیرین اور عامر شعی اور اکثر علمائے فرمایا ہے۔ ترمذی وغیرہ میں ہے کہ ذوالفقار نامی تلوار بدر کے دن کے نفل میں سے تھی جو حضور اکرم ﷺ کے پاس تھی اسی کے بارے میں احد والے دن خواب دیکھا تھا۔ ① حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ (حضرت) صفیہ رضی اللہ عنہا بھی اسی طرح آئیں تھیں۔ ② ابوداؤد وغیرہ میں ہے حضرت یزید بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ہم باڑے میں بیٹھے ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے ان کے ہاتھ میں چمڑے کا ایک ٹکڑا تھا ہم نے اسے پڑھا تو اس میں تحریر تھا کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ہوز ہیر بن اقیش کی طرف ہے کہ ”اگر تم اللہ تعالیٰ کی وحدت کی اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کی گواہی دو اور نمازیں قائم رکھو اور زکوٰۃ دیا کرو اور غنیمت کے مال سے خمس ادا کرتے رہو اور نبی ﷺ کا حصہ اور خالص حصہ ادا کرتے رہو تو تم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی امن میں ہو۔“ ہم نے ان سے پوچھا کہ تجھے یہ کس نے لکھ دیا ہے؟ اس نے کہا رسول اللہ ﷺ نے۔ ③ پس ان صحیح حدیثوں کی دلالت اور ثبوت اس بات پر ہے اسی لئے اکثر بزرگوں نے اسے حضور اکرم ﷺ کے خواص میں شمار کیا ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

اور لوگ کہتے ہیں کہ خمس میں امام وقت مسلمانوں کی مصلحت کے مطابق جو چاہے کر سکتا ہے جیسے کہ مال فنی میں اسے اختیار ہے۔ ہمارے شیخ علامہ امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہی قول حضرت امام مالک رحمہ اللہ کا ہے اور اکثر سلف کا ہے اور یہی سب سے زیادہ صحیح قول ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا اور معلوم ہو گیا تو یہ بھی خیال رہے کہ خمس جو حضور اکرم ﷺ کا حصہ تھا اسے اب آپ ﷺ کے بعد کیا کیا جائے بعض تو کہتے ہیں کہ اب یہ حصہ امام وقت یعنی خلیفۃ المسلمین کا ہوگا۔ حضرت ابوبکر، حضرت علی رضی اللہ عنہما حضرت قتادہ رحمہ اللہ اور ایک جماعت کا یہی قول ہے اور اس بارے میں ایک مرفوع حدیث بھی آئی ہے اور لوگ کہتے ہیں یہ مسلمانوں کی مصلحت میں صرف ہوگا۔ اور قول ہے کہ یہ بھی باقی کی اور قسموں پر خرچ ہوگا یعنی قرابت وازیتیم، مسکین اور مسافر۔ امام ابن جریر کا عقار یہی ہے اور بزرگوں کا فرمان ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کے قرابت وازوں کا حصہ یتیموں، مسکینوں اور مسافروں کو دے دیا جائے۔ عراق والوں کی ایک جماعت کا یہی قول ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ خمس کا یہ پانچواں حصہ سب کا سب قرابتداروں کا ہے۔ چنانچہ عبد اللہ بن محمد بن علی اور علی بن حسین کا قول ہے کہ یہ ہمارا حق ہے۔ پوچھا گیا کہ آیت میں یتیموں اور مسکینوں کا بھی ذکر ہے تو امام علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس سے مراد بھی ہمارے یتیم اور ہمارے مسکین ہیں۔ امام حسن بن محمد بن حنفیہ رحمہ اللہ سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوتا ہے تو فرماتے ہیں کہ کلام کا شروع اس طرح ہوا ہے ورنہ دنیا آخرت کا سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔ پھر ان دونوں حصوں کے بارے میں حضور اکرم ﷺ کے بعد کیا ہوا اس میں اختلاف ہے بعض کہتے ہیں حضرت ﷺ کا حصہ آپ ﷺ کے خلیفہ کو ملے گا۔ بعض کہتے ہیں آپ ﷺ کے قرابت داروں کو۔ بعض کہتے ہیں خلیفہ کے قرابت داروں کو ان دونوں حصوں کو گھوڑوں اور ہتھیاروں کے کام میں لگایا جائے اسی طرح خلافت صدیقی و فاروقی میں ہوتا بھی رہا ہے۔ ابراہیم رحمہ اللہ کہتے ہیں حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما حضور اکرم ﷺ کے اس حصے کو جہاد کے کام میں خرچ کرتے تھے۔ پوچھا گیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بارے میں کیا کرتے تھے؟ فرمایا وہ اس بارے میں ان سب سے سخت تھے۔

① ترمذی، کتاب السیر، باب فی النفل تحت حدیث ۱۵۶۱ وهو صحیح، ابن ماجہ، ۲۸۰۸؛ احمد، ۱/۲۷۱۔

② ابوداؤد، کتاب الخراج، باب ما جاء فی سهم الصفی ۲۹۹۴ وسندہ ضعیف، الثوری عنعن۔

③ ابوداؤد، کتاب الخراج، باب ما جاء فی سهم الصفی ۲۹۹۹ وسندہ صحیح، نسائی، ۴۱۵۱۔

اکثر علماء اسلام کا یہی قول ہے۔ ہاں ذوی القربی کا جو حصہ ہے وہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب کا ہے۔ اس لئے کہ اولاد عبدالمطلب نے اولاد ہاشم کی جاہلیت میں اور اول اسلام میں موافقت کی اور انہیں کے ساتھ انہوں نے گھاٹی میں قید ہونا بھی منظور کر لیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کے ستائے جانے کی وجہ سے یہ لوگ بگڑ بیٹھے تھے اور آپ ﷺ کی حمایت میں تھے ان میں سے مسلمان تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے لئے اور ان میں سے کافر خاندانی طرفداری اور رشتوں ناتوں کی حمایت کے لئے اور رسول اللہ ﷺ کے چچا ابوطالب کی فرمانبرداری کر کے۔ ہاں بنو عبد شمس اور بنو نوفل یہ بھی گو آپ ﷺ کے چچا زاد بھائی تھے لیکن وہ ان کی موافقت میں نہ تھے بلکہ ان کے خلاف تھے انہیں الگ کر چکے تھے اور ان سے لڑ رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ قریش کے اور تمام قبائل ان کے مخالف ہیں اسی لئے ابوطالب نے اپنے قصیدہ لامیہ میں ان کی بہت ہی مذمت کی ہے کیونکہ یہ قریشی قرابت دار تھے۔ کہا ہے کہ انہیں بہت جلد اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی اس شرارت کا پورا بدلہ ملے ان یوقونوں نے اپنے ہو کر ایک خاندان اور ایک خون کے ہو کر ہم سے آنکھیں پھیر لی ہیں وغیرہ۔ ایک موقعہ پر حضرت جبر بن مطعم بن عدی بن نوفل اور حضرت عثمان بن عفان بن ابوالعاص ابن امیہ بن عبد شمس، رسول اللہ ﷺ کے پاس گئے اور شکایت کی کہ آپ ﷺ نے خبیر کے شمس میں سے بنو عبدالمطلب کو تو دیا لیکن ہمیں چھوڑ دیا حالانکہ آپ ﷺ کی قرابت داری کے لحاظ سے وہ اور ہم بالکل یکساں اور برابر ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا سنو! بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب تو بالکل ایک ہی چیز ہیں۔ ① بعض روایت میں یہ بھی ہے کہ انہوں نے تو مجھ سے نہ کبھی جاہلیت میں جدائی برتی نہ اسلام میں۔ ② یہ قول تو جمہور علماء کا ہے کہ یہ بنو ہاشم اور بنو عبدالمطلب ہیں، بعض کہتے ہیں یہ صرف بنو ہاشم ہیں۔ مجاہد کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ بنو ہاشم میں فقرا ہیں پس صدقے کی جگہ ان کا حصہ مال نغیمت میں مقرر کر دیا۔ یہی رسول اللہ ﷺ کے وہ قرابت دار ہیں جن پر صدقہ حرام ہے۔ علی بن حسین رضی اللہ عنہما سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ بعض کہتے ہیں یہ سب قریش ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے استفتا کیا گیا کہ ذوی القربی کون ہیں؟ آپ نے جواب تحریر فرمایا کہ ہم تو کہتے تھے ہم ہیں لیکن ہماری قوم نہیں مانتی وہ سب کہتے ہیں کہ سارے ہی قریش ہیں ③ (مسلم وغیرہ) بعض روایتوں میں صرف پہلا جملہ ہی ہے۔ دوسرے جملے کے راوی ابو معشر کحج بن عبدالرحمن مدنی کی روایت میں ہی یہ جملہ ہے کہ سب کہتے ہیں کہ سارے قریش ہیں۔ اس میں ضعف بھی ہے۔ ابن ابی حاتم میں ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تمہارے لئے لوگوں کے میل کچل سے تو میں نے منہ پھیر لیا، شمس کا پانچواں حصہ کافی ہے۔“ ④ یہ حدیث حسن ہے اس کے راوی ابراہیم بن مہدی کو امام ابو حاتم ثقہ بتلاتے ہیں لیکن یحییٰ بن معین کہتے ہیں کہ یہ منکر روایتیں لاتے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

آیت میں یتیموں کا ذکر ہے یعنی مسلمانوں کے بے باپ کے بچے۔ پھر بعض تو کہتے ہیں کہ یتیمی کے ساتھ فقیری بھی ہو تو وہ مستحق ہیں اور بعض کہتے ہیں ہر امیر فقیر یتیم کو یہ الفاظ شامل ہیں۔ مساکین سے مراد وہ محتاج ہیں جن کے پاس اتنا نہیں کہ ان کی فقیری اور ان کی حاجت پوری ہو جائے اور انہیں کافی ہو جائے۔ ابن سمیل وہ مسافر ہے جو اتنی حد تک وطن سے نکل چکا ہو یا جا رہا ہو کہ جہاں پہنچ کر اسے نماز کو قصر پڑھنا جائز ہو اور سفر خرچ کافی اس کے پاس نہ رہا ہو۔ اس کی تفسیر سورہ برأت کی آیت ﴿اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ﴾ =

- ① صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب ومن الدلیل علی ان الخمس للإمام، ۳۱۴۰؛ ابوداؤد ۲۹۷۸؛ السنن الكبرى بیہقی، ۱۳۶۵/۴، احمد، ۸۱/۴؛ مسند ابی یعلیٰ ۷۳۹۹۔ ② ابوداؤد، کتاب الخراج، باب فی بیان مواضع قسم الخمس۔ ③ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب النساء الغازیات یرضخ لهن ولا یسہم۔ ۲۹۸۰ وهو صحیح، نسائی ۴۱۴۲۔ ④ المعجم الكبير، ۱۱۵۴۳ بتصرف یسیر وسندہ ضعیف جدًا۔ ۱۰۸۱۲ اس میں (قریش) کا لفظ نہیں ہے۔

اِذْ اَنْتُمْ بِالْعُدُوِّ الدُّنْيَا وَهُمْ بِالْعُدُوِّ الْقُصْوٰى وَالرَّكْبُ اسْفَلَ مِنْكُمْ ط وَكُو
تَوَاعَدْتُمْ لَا خْتَلَفْتُمْ فِي الْبَيْعَادِ لَا وَلٰكِنْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا لَّيْهَلِكَ
مَنْ هَلَكَ عَنۢ بَيِّنَةٍ وَيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنۢ بَيِّنَةٍ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَكَسَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۹۱

ترجمہ: جب کہ تم پاس والے کنارے پر تھے اور وہ دور والے کنارے پر تھے اور قافلہ تم سے بہت نیچا تھا اگر تم آپ آجس میں وعدے کرتے تو یقیناً تم میں اس وعدے کے بارے میں بہت سے اختلاف پڑتے لیکن اللہ تعالیٰ کو تو ایک کام کہی ڈالنا تھا تاکہ وہ ظاہری طور پر بھی برابر ہو جو دلیل کی رو سے ہلاک ہو چکا ہے اور وہ جی جائے جو دلیل سے جیتا ہے بے شک اللہ تعالیٰ بہت سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ [۳۲]

= کی تفسیر میں آئے گی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ ہمارا اللہ تعالیٰ پر بھروسہ ہے اور اسی سے ہم مدد طلب کرتے ہیں۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر تم میں اللہ تعالیٰ پر اور اس کی اتاری ہوئی وحی پر ایمان ہے تو جو وہ فرما رہا ہے، بجا لاؤ یعنی مال غنیمت میں سے پانچواں حصہ لگ کر دیا کرو۔ بخاری مسلم میں ہے کہ وفد عبدالقیس کو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”میں تمہیں چار باتوں کا حکم کرتا ہوں اور چار سے منع کرتا ہوں میں تمہیں اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہوں۔ جانتے بھی ہو کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا کیا ہے؟ گو ابھی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور نماز کو پابندی سے ادا کرنا زکوٰۃ دینا اور غنیمت میں سے خمس ادا کرنا۔ ① پس خمس کا دینا بھی ایمان میں داخل ہے۔“ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں باب باندھا ہے کہ خمس کا ادا کرنا ایمان میں ہے پھر اس حدیث کو وارد فرمایا ہے اور ہم نے شرح صحیح بخاری میں اس کا پورا مطلب واضح بھی کر دیا ہے وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّہ۔ پھر اللہ تعالیٰ اپنا ایک احسان و انعام بیان فرماتا ہے کہ اس نے حق و باطل میں فرق کر دیا۔ اپنے دین کو غالب کیا اپنے نبی اکرم ﷺ کی اور آپ ﷺ کے لشکریوں کی مدد فرمائی اور جنگ بدر میں انہیں غلبہ دیا۔ کلمہ ایمان کلمہ کفر پر چھا گیا۔ پس یوم الفرقان سے مراد بدر کا دن ہے جس میں حق و باطل کی تمیز ہو گئی ② بہت سے بزرگوں سے اس کی یہی تفسیر مروی ہے۔ ③ یہی سب سے پہلا غزوہ تھا۔ مشرک لوگ عقبہ بن ربیعہ کی ماتحتی میں تھے۔ جمعہ کے دن انیس یا سترہ رمضان کو یہ لڑائی ہوئی تھی اصحاب رسول تین سو دس سے کچھ اوپر تھے اور مشرکوں کی تعداد نو سو سے ایک ہزار کی تھی باوجود اس کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے کافروں کو شکست دی ستر سے کچھ اوپر اوپر تو یہ مارے گئے اور اتنے ہی قید کر لئے گئے۔ مستدرک حاکم میں ہے ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لیلۃ القدر کو گیارہویں رات میں ہی یقین کے ساتھ تلاش کرو اس لئے کہ اس کی صبح کو بدر کی لڑائی کا دن تھا ④ حسن بن علی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں لیلۃ الفرقان جس دن دونوں جماعتوں میں گھسان کی لڑائی ہوئی رمضان شریف کی ستر ہوئی تھی یہ رات بھی جمعہ کی رات تھی۔ غزوے اور ہجرت کی کتابوں والوں کے نزدیک صحیح یہی ہے۔ ہاں یزید بن ابو جعد رضی اللہ عنہ جو اپنے زمانے کے مصری علاقے کے امام تھے فرماتے ہیں کہ بدر کا دن پیر کا دن تھا۔ لیکن کسی اور نے ان کی متابعت نہیں کی اور جمہور کا قبول یقینا ان کے قول پر مقدم ہے وَاللّٰہُ اعْلَمُ۔

قافلہ ابوسفیان اور معرکہ بدر کی تفصیل: [آیت: ۳۲] فرماتا ہے کہ اس دن تم وادی الدنیا میں تھے جو مدینہ شریف سے قریب

① صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب اداء الخمس من الایمان ۵۳؛ صحیح مسلم ۷۱؛ ابوداؤد ۳۶۹۲؛ ترمذی ۲۶۱۱؛

احمد، ۱/۲۲۸۔ ② حاکم، ۳/۲۳ عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وسندہ ضعیف۔

③ الطبری، ۱۳/۵۶۱۔ ④ حاکم، ۳/۲۰ وسندہ ضعیف۔

ہے اور مشرک لوگ مکے کی جانب مدینے کی دور کی وادی میں تھے اور ابوسفیان اور اس کا قافلہ تجارتی اسباب سمیت نیچے کی رخ دریا کی طرف تھا۔ اگر تم اور کفار قریش پہلے سے جنگ کا ارادہ کرتے تو یقیناً تم میں اختلاف پڑتا کہ لڑائی کہاں ہو۔ یہ بھی مطلب کہا گیا کہ اگر تم لوگ آپس میں طے کر کے جنگ کے لئے تیار ہوئے ہوتے اور پھر تمہیں ان کی کثرت تعداد اور کثرت اسباب معلوم ہوتی تو بہت ممکن تھا کہ ارادے پست ہو جاتے اس لئے قدرت نے بغیر پہلے طے کئے دونوں جماعتوں کو اچانک ملا دیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارادہ پورا ہو جائے کہ اسلام اور مسلمانوں کو بلندی ہو اور مشرک اور مشرکوں کو پستی ہو پس جس کو کرنا تھا اللہ پاک کر گزرا۔ چنانچہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ اور مسلمان تو صرف قافلے کے ارادے سے ہی نکلے تھے اللہ تعالیٰ نے دشمن سے مدد بھیج کر ا دی بغیر کسی تقرر کے اور بغیر کسی جنگی تیاری کے۔ ❶ ابوسفیان ملک شام سے قافلے کو لے کر چلا۔ ابو جہل اسے مسلمانوں سے بچانے کے لئے مکے سے نکلا قافلہ اور راستے سے نکل گیا اور مسلمانوں اور کافروں کی جنگ ہو گئی۔ اس سے پہلے دونوں ایک دوسرے سے بے خبر تھے ایک دوسرے کو خصوصاً پانی لانے والوں کو دیکھ کر انہیں ان کا اور انہیں ان کا علم ہوا۔ سیرت محمد بن اسحاق میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ برابر اپنے ارادے سے جا رہے تھے صرفاء کے قریب پہنچ کر بسبس بن عمرو اور عدی بن ابوالزغباء جہنی کو ابوسفیان کا پتہ چلانے کے لئے بھیجا ان دونوں نے بدر کے میدان میں پہنچ کر بطحا کے ایک ٹیلے پر اپنی سواریاں بٹھائیں اور پانی کے لئے نکلے راستے میں دو لڑکیوں کو آپس میں جھگڑتے ہوئے دیکھا ایک دوسرے سے کہتی ہے تو میرا قرضہ کیوں ادا نہیں کرتی؟ اس نے کہا جلدی نہ کر کل یا پرسوں یہاں قافلہ آیا ہے میں تجھے تیرے حق دے دوں گی۔ محمدی بن عمرو روایت میں بول اٹھا اور کہا یہ سچ کہتی ہے اسے ان دونوں صحابیوں نے سن لیا اپنے اونٹ کے اور فوراً خدمت نبوی میں جا کر آپ ﷺ کو خبر دی۔ ادھر ابوسفیان اپنے قافلے سے پہلے یہاں اکیلا پہنچا اور نجدی بن عمرو سے کہا کہ اس کنوئیں پر تم نے کسی کو دیکھا؟ اس نے کہا نہیں البتہ دوسرا آئے تھے اونٹ اس ٹیلے پر بٹھائے اپنی مشک میں پانی بھرا اور چل دیئے۔ یہ سن کر یہ اس جگہ پہنچا بیگنیاں لیں اور انہیں توڑا اور کھجوروں کی گٹھلیاں ان میں پا کر کہنے لگا واللہ یہ مدنی لوگ ہیں وہیں سے واپس اپنے قافلے میں پہنچا اور راستہ بدل کر سمندر کے کنارے چل دیا۔ جب اسے اس طرف سے اطمینان ہو گیا تو اس نے اپنا قاصد قریشیوں کو بھیجا کہ اللہ نے تمہارے قافلے کو اور مال کو اور آدمیوں کو بچا لیا تم لوٹ جاؤ۔ یہ سن کر ابو جہل نے کہا نہیں جب یہاں تک ہم آچکے ہیں تو بدر تک ضرور جائیں گے یہاں ایک بازار لگا کر تاؤ دہاں ہم تین روز ٹھہریں گے وہاں اونٹ ذبح کریں گے شراہیں پیئیں گے کباب بنا لیں گے تاکہ عرب میں ہماری دھوم مچ جائے اور ہر ایک کو ہماری بہادری بے جگری معلوم ہو اور وہ ہمیشہ ہم سے خوف زدہ رہیں لیکن انض بن شریق نے کہا کہ بنو زہرہ کے لوگو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے مال محفوظ کر دیئے تم کو چاہئے کہ اب واپس چلے جاؤ۔ اس کے قبیلے نے اس کی مان لی یہ لوگ تو لوٹ گئے اور بنو عدی بھی بدر کے قریب پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب، حضرت سعد بن ابی وقاص اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہم کو خبر لانے کے لئے بھیجا چند اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی ان کے ساتھ روانہ کر دیا۔ انہیں بنو سعید بن عاص کا اور بنو حجاج کا غلام کنوئیں پر ل گیا دونوں کو گرفتار کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس وقت آپ ﷺ نماز میں تھے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان سے سوال کرنا شروع کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے کہا کہ قریش کے ستے ہیں انہوں نے ہمیں پانی لانے کے لئے بھیجا تھا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کا خیال تھا کہ ابوسفیان کے آدمی ہیں اس لئے انہوں نے ان پر سختی شروع کی آخر گھبرا کر انہوں نے کہہ دیا کہ ہم ابوسفیان کے قافلے کے ہیں تب انہیں چھوڑا۔ حضور ﷺ

نے ایک رکعت پڑھ کر سلام پھیر دیا اور فرمایا کہ ”جب تک یہ سچ بولتے رہے تم انہیں مارتے پیتے رہے اور جب انہوں نے جھوٹ کہا تم نے چھوڑ دیا و اللہ یہ سچے ہیں یہ قریش کے غلام ہیں۔ ہاں جی بتلاؤ قریش کا لشکر کہاں ہے؟“ انہوں نے کہا وادی قصویٰ کے اس طرف اس ٹیلے کے پیچھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”وہ تعداد میں کتنے ہیں؟“ انہوں نے کہا بہت ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”آخر کتنے ایک؟“ انہوں نے کہا تعداد تو ہمیں معلوم نہیں۔ آپ نے فرمایا ”اچھا یہ بتلا سکتے ہو کہ ہر روز کتنے اونٹ کتنے ہیں؟“ انہوں نے کہا ایک دن نو ایک دن دس۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”پھر تو وہ نو سو سے ایک ہزار تک ہیں۔“ پھر آپ نے دریافت فرمایا کہ ”ان میں سرداران قریش میں سے کون کون ہیں؟“ انہوں نے جواب دیا کہ عقبہ بن ربیعہ شیبہ بن ربیعہ ابو العتیری بن ہشام حکیم بن حزام نوافل بن خویلد حارث بن عامر بن نوفل طعیہ بن عدی نضر بن حارث زمعہ بن اسود ابو جہل امیہ بن خلف نبیہ بن حجاج معبہ بن حجاج سہل بن عمرو عمرو بن عبدود۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا ”لو کہنے نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہاری طرف ڈال دیئے ہیں۔“ ①

بدر کے دن جب دونوں جماعتوں کا مقابلہ شروع ہونے لگا تو حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو ہم آپ کے لئے ایک چھوٹی سی بنا دیں آپ وہاں رہیں ہم اپنے جانوروں کو یہیں بٹھا کر میدان میں جا کو دیں اگر فتح ہوئی تو الحمد للہ یہی مطلوب ہے ورنہ آپ ﷺ ہمارے جانوروں پر سوار ہو کر انہیں اپنے ساتھ لے کر ہماری قوم کے ان حضرات کے پاس چلے جائیں جو مدینہ شریف میں ہیں وہ ہم سے زیادہ آپ ﷺ سے محبت رکھتے ہیں انہیں معلوم نہ تھا کہ کوئی جنگ ہونے والی ہے ورنہ وہ ہرگز آپ کا ساتھ نہ چھوڑتے آپ کی مدد کے لئے آپ کے ہم رکاب نکل کھڑے ہوتے۔ حضور ﷺ نے ان کے اس مشورے کی قدر کی انہیں وعادی اور اس ڈیرے میں آپ ٹھہر گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ صرف حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ہی تھے اور کوئی نہ تھا۔ صبح ہوتے ہی قریشوں کے لشکر ٹیلے کے پیچھے سے آتے ہوئے نمودار ہوئے انہیں دیکھ کر آپ ﷺ نے جناب باری میں دعا کی کہ باری تعالیٰ ہی فخر و غرور کے ساتھ تجھ سے لڑنے اور تیرے رسول کو جھٹلانے کے لئے آ رہے ہیں باری تعالیٰ تو انہیں پست و ذلیل کر۔ اس آیت کے آخری جملے کی تفسیر سیرۃ ابن اسحاق میں یہ ہے کہ یہ اس لئے کہ کفر کرنے والے دلیل الہی دیکھ لیں گو کفر ہی پر رہیں اور ایمان والے بھی دلیل کے ساتھ ایمان لائیں ② یعنی بغیر آمادگی اور بغیر شرط و قرارداد کے اللہ تعالیٰ نے مومنوں اور مشرکوں کی یہاں اچانک مڈ بھیڑ کرادی کہ حقانیت کو باطل پر غلبہ دیکر حق کو بالکل ظاہر کر دے اس طرح کہ کسی کو شک شبہ باقی نہ رہے۔ اب جو کفر پر رہے وہ بھی کفر کو کفر سمجھ کر رہے اور جو ایمان والا ہو جائے وہ دلیل دیکھ کر ایماندار بنے ایمان ہی دلوں کی زندگی ہے اور کفر ہی اصلی ہلاکت ہے جیسے فرمان قرآن ہے ﴿أَوْ مَن كَانَ مِنَّا فَأَحْسِنَا﴾ ③ وہ جو مردہ تھا پھر ہم نے اسے زندہ کر دیا اور اس کے لئے نور بنا دیا کہ اس روشنی میں وہ لوگوں میں چل پھر رہا ہے۔ تہمت کے قصے میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے الفاظ ہیں کہ پھر جسے ہلاک ہوتا تھا وہ ہلاک ہو گیا یعنی بہتان میں حصہ لیا۔ اللہ تعالیٰ تمہارے تصرف و زاری اور تمہاری دعا۔ استغفار اور فریاد و مناجات کے سننے والا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم اہل حق ہو تم مستحق امداد ہو تم اس قابل ہو کہ تمہیں کافروں اور مشرکوں پر غلبہ دیا جائے۔

① دلائل النبوة للبیہقی، ۳/ ۴۲، ۴۳ کی اصل صحیح مسلم ۱۷۷۹؛ ابو داؤد ۲۶۸۱ میں بھی موجود ہے۔

② الطبری، ۱۳/ ۵۶۸۔ ③ الانعام: ۱۲۳۔

اِذْ يُرِيكُمُ اللّٰهُ فِي مَنَايِكٍ قَلِيْلًا ۗ وَكَوْا رَيْكُمُ كَثِيْرًا ۗ فَفَسَلْتُمْ وَاذْكُرُوْا اللّٰهَ

اَلْاَمْرَ وَاذْكُرُوْا اللّٰهَ سَلْمًا ۗ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذٰتِ الصُّدُوْرِ ۝ وَاذْ يُرِيكُمُوْهُمْ اِذْ تَقِيْمْتُمْ

فِيْ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَيُقَلِّلْكُمۡ فِيْ اَعْيُنِهِمْ لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ۗ وَاِلَى

اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوْا اللّٰهَ

كَثِيْرًا ۗ الْعَلَمُ تَفْلَحُوْنَ ۝ وَاَطِيعُوْا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ

رِيْكُكُمْ وَاَصِيْرُوْا ۗ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝

ترجمہ: جبکہ اللہ تعالیٰ نے تجھے تیرے خواب میں ان کی تعداد کم دکھائی اگر ان کی زیادتی دکھاتا تو تم بزدل ہو جاتے اور اس کام کے بارے میں آپس میں اختلاف کرنے لگتے لیکن اللہ تعالیٰ نے بچایا وہ دلوں کے بھیدوں سے خوب آگاہ ہے۔ [۴۳] جبکہ اس نے بوقت ملاقات انہیں تمہاری نگاہوں میں بہت کم دکھائے اور تمہیں ان کی نگاہوں میں کم دکھائے تاکہ اللہ تعالیٰ اس کام کو انجام تک پہنچا دے جو کہنا ہی تھا سب کام اللہ تعالیٰ ہی کی طرف پھیرے جاتے ہیں۔ [۴۴] اے ایمان والو جب تم کسی مخالف فوج سے بھڑ جاؤ تو ثابت قدم رہو اور کثرت اللہ کو یاد کرو تاکہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔ [۴۵] اور اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی فرمانبرداری کرتے رہو آپس میں اختلاف نہ کرو ورنہ بزدل ہو جاؤ گے اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی اور صبر و سہار رکھو یقیناً اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ [۴۶]

غزوہ بدر میں مسلمانوں اور کافروں کی طاقت کا موازنہ: [آیت: ۴۳-۴۶] اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو خواب میں مشرکوں کی تعداد بہت کم دکھائی آپ ﷺ نے اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے ذکر کیا یہ چیز ان کی ثابت قدمی کا باعث بن گئی۔ بعض بزرگ کہتے ہیں کہ آپ کو آپ ﷺ کی آنکھوں سے ان کی تعداد کم دکھائی جن آنکھوں سے آپ ﷺ سوتے تھے۔ لیکن یہ قول غریب ہے جب قرآن میں ﴿مَنَامٌ﴾ کے لفظ ہیں تو اس کی تاویل بلا دلیل کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ ممکن تھا کہ ان کی تعداد کی زیادتی دلوں میں رعب بٹھادے اور آپس میں اختلاف شروع ہو جائے کہ آیا ان سے لڑیں یا نہ لڑیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات سے ہی بچالیا اور ان کی تعداد کم کر کے دکھائی۔ اللہ پاک دلوں کے بھید سے سینے کے راز سے واقف ہے آنکھوں کی خیانت اور دل کے بھید جانتا ہے۔ ① خواب میں تعداد کم دکھا کر پھر یہ بھی مہربانی فرمائی کہ بوقت جنگ بھی مسلمانوں کی نگاہوں اور جانچ میں وہ بہت ہی کم آئے تاکہ مسلمان دلیر ہو جائیں اور انہیں کوئی چیز نہ سمجھیں۔ عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے تو اندازہ کر کے اپنے ساتھی سے کہا کہ یہ لوگ تو کوئی ستر کے قریب ہوں گے۔ اس نے پورا اندازہ کر کے کہا نہیں نہیں کوئی ایک سو ہیں۔ پھر ان میں سے ایک شخص ہمارے ہاتھ میں قید ہو گیا۔ اس سے ہم نے پوچھا کہ تم کتنے ہو؟ اس نے کہا ایک ہزار کا یہ لشکر ہے۔ ② پھر اسی طرح کافروں کی نظروں میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی تعداد کم دکھائی۔ اب تو وہ ان پر اور یہ ان پر کود پڑے۔ تاکہ رب کا کام جس کا کرنا وہ اپنے علم میں مقرر کر چکا تھا پورا ہو جائے کافروں پر اپنی پکڑ اور مومنوں پر اپنی رحمت نازل فرمادے۔ پس جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی تھی یہی کیفیت

دونوں جانب رہی۔ لڑائی شروع ہوتے ہی اللہ تعالیٰ نے ایک ہزار فرشتوں سے اپنے بندوں کی مدد فرمائی مسلمانوں کا جتھا بڑھ گیا اور کافروں کا زور ٹوٹ گیا۔ چنانچہ اب تو کافروں کو مسلمان اپنے سے دگنے نظر آنے لگے اور اللہ تعالیٰ نے موحدوں کی مدد کی اور آنکھوں والوں کے لئے عبرت کا خزانہ کھول دیا۔ جیسے کہ آیت ﴿قَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ﴾ ① میں بیان ہوا ہے۔ پس دونوں آیتیں ایک سی ہیں۔ کم نظر آتے تھے جب تک لڑائی شروع نہیں ہوئی۔ شروع ہوتے ہی مسلمان دگنے دکھائی دینے لگے۔

غزوہ بدر اور آداب قتال: اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں کو لڑائی کی کامیابی کی تدبیر اور دشمن کے مقابلے کے وقت کی شجاعت سکھا رہا ہے۔ ایک غزوے میں رسول مقبول ﷺ نے سورج ڈھلنے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا ”لوگو! دشمن سے بھڑ جانے کی تمنا نہ کرو اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگتے رہو لیکن جب دشمنوں سے مقابلہ ہو جائے تو استقلال رکھو اور یقین مانو کہ جنت تلواروں کے سائے تلے ہے۔“ پھر آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ ”اے سچی کتاب کے نازل فرمانے والے! اے بادلوں کے چلانے والے! اور لشکروں کو ہزیمت دینے والے اللہ تعالیٰ! ان کافروں کو شکست دے اور ان پر ہماری مدد فرما“ ② (بخاری و مسلم)۔ عبدالرزاق کی روایت میں ہے کہ ”دشمن کے مقابلے کی تمنا نہ کرو اور مقابلے کے وقت ثابت قدمی اور اولوالعزمی دکھاؤ گودہ چھینیں چلائیں لیکن تم خاموش رہا کرو۔“ ③ طبرانی میں ہے تین وقتوں میں اللہ تعالیٰ کو خاموشی پسند ہے تلاوت قرآن کے وقت جہاد کے وقت اور جنازے کے وقت۔ ④ اور حدیث میں ہے میرا کامل بندہ وہ ہے جو دشمن کے مقابلے کے وقت بھی ”میرا ذکر کرتا رہے یعنی اس حال میں بھی میرے ذکر کو مجھ سے دعا کرنے کو اور مجھ سے فریاد کرنے کو ترک نہ کرے۔“ ⑤ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں پوری مشغولی کے وقت یعنی جب تلوار چلتی ہو تب بھی اللہ تعالیٰ نے اپنا ذکر فرض رکھا ہے۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ کا قولی ہے کہ چپ رہنا اور ذکر اللہ کرنا لڑائی کے وقت بھی واجب ہے پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی تو جبرئیل رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کی یاد بلند آواز سے کریں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں۔“ کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قرآن کریم کی تلاوت اور ذکر اللہ سے زیادہ محبوب اللہ تعالیٰ کے نزدیک اور کوئی چیز نہیں۔ اس میں بھی اولیٰ وہ ہے جس کا حکم لوگوں کو نماز میں کیا گیا ہے۔ اور جہاد میں کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے بوقت جہاد بھی اپنے ذکر کا حکم فرمایا ہے پھر آپ ﷺ نے یہی آیت پڑھی۔ شاعر کہتا ہے کہ عین جنگ و جدال کے وقت بھی میرے دل میں تیری یاد ہوتی ہے۔ عمرترہ کہتا ہے نیزوں اور تلواروں کے شپاشپ چلتے ہوئے بھی میں تجھے یاد کرتا رہتا ہوں۔ پس آیت میں جناب باری تعالیٰ نے دشمنوں کے مقابلے کے وقت میدان جنگ میں ثابت قدم رہنے اور صبر و سہار کرنے کا حکم دیا کہ نامردی بزدلی بھاگڑ اور زور پوکی نہ برتو۔ اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اسے نہ بھولو اس سے فریاد کرو اس سے دعا نہیں کرو اس پر بھروسہ رکھو اس سے مدد طلب کرو۔ یہی کامیابی کے گر ہیں اس وقت بھی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کو ہاتھ سے نہ جانے دو وہ جو فرمایاں بجلاؤ جن سے رد کیں رک جاؤ آپس میں جھگڑے اور اختلاف نہ پھیلاؤ ورنہ ذلیل ہو جاؤ گے بزدلی جم جائے گی ہوا اکھڑ جائے گی۔ توت اور تیزی جاتی رہے گی اقبال و ترقی رک جائے گی۔ دیکھو صبر کا دامن نہ چھوڑو اور یقین رکھو کہ صابروں کے ساتھ خود اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ان احکام میں ایسے پورے اترے کہ ان کی مثال اگلوں میں بھی نہیں پیچھے والوں کا تو ذکر ہی کیا =

① ۳/۱۳۰۱۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب کان النبی إذا لم یقاتل أول النهار آخر القتال حتی

تزل الشمس..... ۲۹۶۶؛ صحیح مسلم ۱۷۴۲۔ ② مصنف عبد الرزاق ۹۵۱۸؛ بیہقی، ۹/۱۵۳ وسندہ ضعیف۔

③ طبرانی ۵۱۳۰ وسندہ ضعیف۔

④ ترمذی، کتاب الدعوات، باب ۳۵۸۰ وسندہ ضعیف عمیر راوی ضعیف ہے۔

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ خَرَجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطْرًا وَرِئَاءَ النَّاسِ وَيَصُدُّونَ عَنْ
 سَبِيلِ اللَّهِ وَاللَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ حَبِيبٌ ۝۷۰ وَادْزَنَ لَهُمُ الشَّيْطَانُ أَعْمَالَهُمْ وَقَالَ
 لَا غَالِبَ لَكُمْ الْيَوْمَ مِنَ النَّاسِ وَإِنِّي جَارٌ لَكُمْ ۚ فَلَمَّا تَرَ آيَاتِ الْفِتَنِ نَكَصَ
 عَلَى عَقْبَيْهِ وَقَالَ إِنِّي بَرِيءٌ مِّنْكُمْ إِنِّي أَرَىٰ مَا لَا تَرَوْنَ إِنِّي أَخَافُ اللَّهَ وَاللَّهُ
 شَدِيدُ الْعِقَابِ ۝۷۱ إِذْ يَقُولُ الْمُبْفِقُونَ وَالَّذِينَ فِي قُلُوبِهِم مَّرَضٌ غَرَّ هَؤُلَاءِ
 دِينَهُمْ ۖ وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَإِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝۷۲

ترجمہ: ان لوگوں جیسے نہ بنو جن کو دکھ کا دینے اور لوگوں میں خود نمائی کرنے کے لئے اپنے شہروں سے چلے اور اللہ کی راہ سے روکنے لگے جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اسے گھیر لینے والا ہے۔ [۴۷۱] جبکہ ان کے اعمال شیطان انہیں ذینت دار دکھا رہا تھا اور کہہ رہا تھا کہ لوگوں میں سے کوئی بھی آج تم پر غالب نہیں آسکتا میں خود بھی تمہارا ساتھی ہوں لیکن جب دونوں جماعتیں نمودار ہوئیں تو اپنی ایزیوں کے بل پیچھے ہٹ گیا اور کہنے لگا میں تو تم سے بری ہوں میں وہ دیکھ رہا ہوں جو تم نہیں دیکھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ سخت عذاب والا ہے۔ [۴۷۲] جب کہ منافق کہہ رہے تھے اور وہ بھی جن کے دلوں میں روگ تھا کہ انہیں تو ان کے دین نے مست بنا دیا ہے جو بھی اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے اللہ تعالیٰ بلا شک و شبہ غلبے والا اور حکمت والا ہے۔ [۴۷۳]

== ہے۔ یہی شجاعت یہی اطاعت رسول ﷺ یہی صبر و استقلال تھا جس کے باعث مدد الہی شامل حال رہی اور بہت ہی کم مدت میں باوجود تعداد اور اسباب کی کمی کے مشرق و مغرب کو فتح کر لیا نہ صرف لوگوں کے ملکوں ہی کے مالک بنے بلکہ ان کے دلوں کو بھی فتح کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف لگا دیا۔ رومیوں اور فارسیوں کو ترکوں اور صقالیہ کو بربروں اور حبشیوں کو سوڈانیوں اور قبطیوں کو غرض دنیا کے کل گوروں کا لوں کو دبا لیا اللہ تعالیٰ کے کلمہ کو بلند کیا دین حق کو پھیلا دیا اور اسلامی حکومت کو دنیا کے کونے کونے میں جمادیا۔ اللہ تعالیٰ ان سے خوش رہے اور انہیں بھی خوش رکھے خیال تو کرو کہ تیس سال میں دنیا کا نقشہ بدل دیا تاریخ کا درق پلٹ دیا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا بھی انہی کی جماعت میں حشر کرے وہ کریم و وہاب ہے۔

غزوہ بدر میں اہل بیت کی شمولیت اور فرار: [آیت: ۴۷: ۴۹] جہاد میں ثابت قدمی نیک نیتی ذکر اللہ تعالیٰ کی کثرت کی نصیحت فرما کر مشرکین کی مشابہت سے روک رہا ہے کہ جیسے وہ حق کو مٹانے اور لوگوں میں اپنی بہادری دکھانے کے لئے فخر و غرور کے ساتھ اپنے شہروں سے چلے تم ایسا نہ کرنا۔ چنانچہ ابو جہل سے جب کہا گیا کہ قافلہ تو بیخ گیا اب لوٹ کر واپس چلنا چاہئے تو اس ملعون نے جواب دیا کہ واہ کس کا لوٹنا بدر کے پانی پر جا کر پڑاؤ کریں گے وہاں شرابیں اڑائیں گے کہاب کھائیں گے گا نائیں گے تاکہ لوگوں میں شہرت ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ کی شان کے قربان جائیے ان کے ارمان قدرت نے پلٹ دیئے یہیں ان کی لاشیں گریں اور یہیں کے گڑھوں میں ذلت کے ساتھ ٹھوس دیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان کے اعمال گھیر لینے والا ہے ان کے ارادے اس پر کھلے ہیں اسی لئے انہیں برے وقت سے پالا پڑا۔ پس یہ مشرکین کا ذکر ہے جو اللہ تعالیٰ کے رسولوں کے سر تاج ﷺ سے بدر میں لڑنے چلے تھے ان کی گانے والیاں بھی نہیں باجے گا جے بھی تھے شیطان لعین ان کا پشت پناہ بنا ہوا تھا انہیں پھسلا رہا تھا ان کے کام کو خوبصورت

بھلا دکھلا رہا تھا ان کے کانوں میں پھونک رہا تھا کہ بھلا تمہیں کون ہرا سکتا ہے۔ ان کے دل سے بنو بکر کا مکے پر چڑھائی کرنے کا خوف نکال رہا تھا اور سراقہ بن مالک بن چشم کی صورت میں ان کے سامنے کھڑے ہو کر کہہ رہا تھا کہ میں تو اس علاقے کا سردار ہوں بنو مدعی سب میرے تابع ہیں میں تمہارا حمایتی ہوں بے فکر رہو۔ شیطان کا کام بھی یہی ہے کہ جھوٹے وعدے دے نہ ہوتی امیدیں دلوائے اور دھوکے کے جال میں پھنسائے۔ بدر والے دن یہ اپنے جھنڈے اور اپنے لشکر کو لے کر مشرکوں کے ساتھ ہوا۔ ان کے دلوں میں ڈالتا رہا کہ بس تم بازی لے گئے میں تمہارا مددگار ہوں۔ لیکن جب مسلمانوں سے مقابلہ شروع ہوا اور اس خبیث کی نظریں فرشتوں پر پڑیں تو جھپٹے پیروں بھاگا اور کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جس سے تمہاری آنکھیں اندھی ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں بدر والے دن انہیں اپنا جھنڈا بلند کئے مد لُجی شخص کی صورت میں اپنے لشکر سمیت پہنچا اور وہ سراقہ بن مالک بن چشم کی صورت میں تھا اور مشرکین کے دل بڑھائے ہمت دلوائی۔ جب میدان جنگ میں صف بندی ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ نے مٹی کی مٹی بھر کر مشرکوں کے منہ پر ماری اس سے ان کے تو قدم اکھڑ گئے۔ اور ان میں بھگدڑ مچ گئی حضرت جبرائیل علیہ السلام شیطان کی طرف چلے اس وقت یہ ایک مشرک کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے ہوئے تھا آپ کو دیکھتے ہی اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ چھڑا کر اپنے لشکروں سمیت بھاگ کھڑا ہوا۔ اس شخص نے کہا سراقہ تم تو کہہ رہے تھے کہ تم ہمارے حمایتی ہو پھر یہ کیا کر رہے ہو۔ یہ ملعون چونکہ فرشتوں کو دیکھ رہا تھا کہنے لگا میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا آدمی ہوں اللہ تعالیٰ کے عذاب بڑے بھاری ہیں۔ ① اور روایت میں ہے کہ اسے پیٹھ پھیرتا دیکھ کر حارث بن ہشام نے پکڑ لیا اس نے اس کے منہ پر تھپڑ مارا جس سے یہ بے ہوش ہو کر گر پڑا تو اوروں نے کہا کہ سراقہ تو اس حال میں ہمیں ذلیل کرتا ہے اور ایسے وقت ہمیں دھوکہ دیتا ہے۔ وہ کہنے لگا ہاں میں تم سے بری الذمہ اور بے تعلق ہوں میں انہیں دیکھ رہا ہوں جنہیں تم نہیں دیکھ رہے۔ ② حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضور اکرم ﷺ پر تھوڑی سی دیر کے لئے ایک طرح کی بے خودی سی طاری ہو گئی پھر ہوشیار ہو کر فرمانے لگے صحابو! خوش ہو جاؤ یہ ہیں تمہاری دائیں جانب حضرت جبرائیل علیہ السلام اور یہ ہیں تمہاری بائیں طرف (حضرت) میکائیل علیہ السلام اور یہ ہیں (حضرت) اسرافیل علیہ السلام تینوں مع اپنی فوجوں کے آ موجود ہوئے ہیں۔ انہیں سراقہ بن مالک بن چشم مد لُجی کی صورت میں مشرکوں میں تھا ان کے دل بڑھا رہا تھا اور ان میں ہیشین گونیاں کر رہا تھا کہ بے فکر ہو آج تمہیں کوئی بھی ہرا نہیں سکتا۔ لیکن فرشتوں کے لشکر دیکھتے ہی اس نے تو منہ موڑا اور یہ کہتا ہوا بھاگا کہ میں تم سے بری ہوں میں انہیں دیکھ رہا ہوں جو تمہاری نگاہ میں نہیں آتے۔ حارث بن ہشام چونکہ اسے سراقہ ہی سمجھے ہوئے تھا اس لئے اس نے اس کا ہاتھ تھام لیا اس نے اس کے سینے میں اس زور سے گھونسا مارا کہ یہ تو منہ کے بل گر پڑا اور شیطان بھاگ گیا سمندر میں کود پڑا اور اپنا کپڑا اونچا کر کے کہنے لگا اللہ میں تجھے تیرا وعدہ یاد دلاتا ہوں جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔ طبرانی میں حضرت رفاعہ بن رافع رضی اللہ عنہ سے بھی اسی کے قریب قریب مروی ہے۔ حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں جب قریشیوں نے مکے سے نکلنے کا ارادہ کیا تو انہیں بنی بکر کی جنگ یاد آگئی اور خیال کیا کہ ایسا نہ ہو ہماری عدم موجودگی میں یہاں چڑھ دوڑیں۔ قریب تھا کہ وہ اپنے ارادے سے دست بردار ہو جائیں اسی وقت انہیں سراقہ کی صورت میں ان کے پاس آیا یہ بنو کنانہ کے سرداروں میں سے تھا کہنے لگا اپنی قوم کا میں ذمہ دار ہوں تم ان سے بے کھٹکے رہو اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے پورے تیار ہو کر سب جاؤ۔ خود بھی ان کے ساتھ چلا ہر منزل میں یہ اسے دیکھتے تھے۔ سب کو یقین تھا کہ سراقہ خود ہمارے ساتھ ہے یہاں تک کہ لڑائی شروع ہو گئی۔ اس وقت یہ مردود دم دبا کر بھاگا۔

① اس کی سند میں علی بن ابی طلحہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان انقطاع ہے۔

② اس کی سند میں محمد بن السائب الکلی متروک راوی ہے۔ (التقریب، ۱۶۳/۲، رقم: ۲۴۰) لہذا یہ روایت موضوع ہے۔

حارث بن ہشام یا عمیر بن وہب نے اسے جانتے دیکھ لیا۔ اس نے شور مچا دیا کہ سراقہ کہاں بھاگا جا رہا ہے۔ شیطان انہیں موت اور دوزخ کے منہ میں دھکیل کر خود فرار ہو گیا۔ کیونکہ اس نے ربانی لشکر مسلمانوں کی امداد کے لئے آتے ہوئے دیکھ لئے تھے صاف کہہ دیا کہ میں تم سے بری ہوں میں وہ دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے۔ اس بات میں تھا بھی وہ سچا۔

پھر کہتا ہے میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے ڈرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے عذاب سخت اور بھاری ہیں۔ اس نے جبرئیل علیہ السلام کو فرشتوں کے ساتھ اترتے دیکھ لیا تھا سمجھ گیا تھا کہ ان کے مقابلے کی جگہ میں یا مشرکوں میں طاقت نہیں۔ وہ اپنے اس قول میں تو جھوٹا تھا کہ میں خوف رب کرتا ہوں یہ تو صرف اس کی زبانی بات تھی دراصل وہ اپنے میں طاقت ہی نہیں پاتا تھا۔ یہی اس دشمن رب کی عادت ہے کہ بھڑکا تا اور بھکتا ہے حق کے مقابلے میں لاکھڑا کر دیتا ہے پھر روپوش ہو جاتا ہے۔ قرآن فرماتا ہے شیطان انسان کو کفر کا حکم دیتا ہے پھر جب وہ کفر کر چکتا ہے تو یہ کہنے لگتا ہے کہ میں تجھ سے بے زار ہوں میں اللہ رب العالمین سے ڈرتا ہوں۔ اور آیت میں ہے کہ جب کام نثر جاتا ہے تو یہ کہتا ہے اللہ تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں میں خود جھوٹا میرے وعدے بھی سراسر جھوٹے میرا تم پر کوئی زور دعویٰ تو تھا ہی نہیں تم نے تو آپ میری آرزو پر گردن جھکا دی اب مجھے سرزنش نہ کرو خود اپنے تئیں ملامت کرو نہ میں تمہیں بچا سکوں نہ تم میرے کام آسکو اس سے پہلے جو تم مجھے شریک رب بنا رہے تھے میں تو آج اس کا بھی انکاری ہوں۔ یقین مانو کہ ظالموں کیلئے دکھ کی مار ہے۔ حضرت ابو اسید مالک بن ربیعہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر میری آنکھیں آج بھی ہوتیں تو میں تمہیں بدر کے میدان میں وہ گھائی دکھا دیتا جہاں سے فرشتے آتے تھے بے شک و شبہ مجھے وہ معلوم ہے انہیں ابلیس نے دیکھ لیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ مومنوں کو ثابت قدم رکھو۔ یہ لوگوں کے پاس ان کے جان بچان کے آدمیوں کی شکل میں آتے اور کہتے خوش ہو جاؤ یہ کافر بھی کوئی چیز ہیں اللہ تعالیٰ کی مدد تمہارے ساتھ ہے بے خوفی کے ساتھ شیر کا ساملہ کر دو۔ ابلیس یہ دیکھ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اب تک وہ سراقہ کی شکل میں کفار میں موجود تھا۔ ابو جہل نے یہ حال دیکھ کر اپنے لشکروں میں گشت شروع کیا کہہ رہا تھا کہ گھبراؤ نہیں اس کے بھاگ کھڑے ہونے سے دل تنگ نہ ہو جاؤ۔ یہ تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سیکھا پڑھا آیا تھا کہ تمہیں عین موقعہ پر بزدل کر دے کوئی گھبرانے کی بات نہیں لات د عزنی کی قسم آج ان مسلمانوں کو ان کے نبی سیت گرفتار کر لیں گے نامردی نہ کرو دل بڑھاؤ اور سخت حملہ کرو دیکھو خبردار انہیں قتل نہ کرنا زندہ چڑھانا کہ انہیں دل کھول کر سزا دیں۔ یہ بھی اپنے زمانے کا فرعون ہی تھا اس نے بھی جادو گروں کے ایمان لانے پر کہا تھا کہ یہ تو صرف تمہارا ایک کمر ہے کہ یہاں سے تم ہمیں نکال دو۔ اس نے یہ بھی کہا تھا کہ جادو گرو یہ موسیٰ تمہارا استاد ہے حالانکہ یہ محض اس کا فریب تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”عرفہ کے دن جس قدر ابلیس حقیر ذلیل رسوا اور در ماندہ ہوتا ہے اتنا کسی اور دن نہیں دیکھا گیا کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عام معافی اور عام رحمت اترتی ہے ہر ایک کے گناہ عموماً معاف ہو جاتے ہیں ہاں بدر کے دن کی اس کی ذلت و رسوائی کی کچھ نہ پوچھو جبکہ اس نے دیکھا کہ فرشتوں کی فوجیں جبرئیل علیہ السلام کی ماتحتی میں آرہی ہیں۔ ① جب دونوں فوجیں صف بندی کر کے آمنے سامنے آئیں تو اللہ تعالیٰ کی قدرت و حکمت سے مسلمان کافروں کو بہت کم نظر آنے لگے اور کافر مسلمانوں کی نگاہوں میں کم چننے لگے اس پر کافروں نے قہقہہ لگایا کہ دیکھو مسلمان کیسے مذہبی دیوانے ہیں مٹھی بھر آدی ہم ایک ہزار کے لشکر سے ٹکرا رہے ہیں ابھی ایک ہی دم میں ان کا چورا ہو جائے گا پہلے ہی حملے میں وہ چوٹ کھائیں گے کہ سر سہلاتے رہ جائیں۔“ اللہ رب العالمین فرماتا ہے انہیں نہیں معلوم کہ یہ متوکلمین کا گروہ ہے ان کا بھروسہ اس پر ہے جو غلبہ کا مالک ہے جو حکمت کا مالک ہے۔ ②

① مؤطا امام مالک، کتاب الحج، باب جامع الحج ۲۴۵ و سندہ ضعیف۔

② الدر المنثور، ۷۸/۴۔

وَلَوْ تَرَىٰ إِذْ يَتَوَقَّى الَّذِينَ كَفَرُوا الْمَلَائِكَةَ يَصْرِيحُونَ وَجُوهَهُمْ آدِبَارُهُمْ
وَدُّوْقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمْتُمْ اَيْدِيكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلّٰمٍ

لِّلْعٰبِدِیْنَ ۙ

ترجمہ: کاش کہ تو دیکھتا جبکہ فرشتے کافروں کی روح قبض کرتے ہیں ان کے منہ پر اور کمروں پر مار مارتے ہیں تم جلنے کا عذاب چکھو [۵۰]۔
یہ سب ان کاموں کے جو تمہارے ہاتھوں نے پہلے ہی بھیج رکھا ہے بے شک اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں [۵۱]۔

= اللہ کے دین کی سختی مسلمانوں میں محسوس کر کے ان کی زبان سے یہ کلمہ نکلا کہ انہیں مذہبی دیوا لگی ہے۔ دشمن رب ابو جہل ملعون ٹیلے پر سے جھانک کر اللہ والوں کی کمی اور بے سروسامانی دیکھ کر گدھے کی طرح پھول گیا اور کہنے لگا لو پالا مار لیا ہے بس آج سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والوں سے زمین خالی نظر آئے گی ابھی ہم ان میں سے ایک ایک کے دودھ کر کے رکھ دیں گے۔ ابن جریج کہتے ہیں کہ مسلمانوں کے دین میں طعنہ دینے والے مکہ کے منافق تھے۔ عامر کہتے ہیں یہ چند لوگ تھے جو زبانی مسلمان ہوئے تھے لیکن آج بدر کے میدان میں مشرکوں کے ساتھ تھے انہیں مسلمانوں کی کمی اور کمزوری دیکھ کر تعجب معلوم ہوا اور کہا کہ یہ لوگ تو مذہبی فریب خوردہ ہیں۔ ① مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ قریش کی ایک جماعت تھی قیس بن ولید بن مغیرہ اور ابوقیس بن فاکہ بن مغیرہ اور حارث بن زعمہ بن اسود بن عبدالمطلب اور علی بن امیہ بن خلف اور عاص بن مسدہ بن حجاج یہ قریش کے ساتھ تھے لیکن تھے یہ شک میں اور اسی میں رکے ہوئے تھے یہاں مسلمانوں کی حالت دیکھ کر کہنے لگے یہ لوگ تو صرف مذہبی مجنون ہیں ورنہ مٹھی بھر بے رسداور بے ہتھیار آدمی اتنی ٹڈی دل شوکت و شمان والی فوجوں کے سامنے کیوں کھڑے ہو جاتے؟ حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ لوگ بدر کی لڑائی میں نہیں آئے تھے ان کا نام منافق رکھ دیا گیا۔ کہتے ہیں کہ یہ قوم اسلام کی اقراری تھی لیکن مشرکوں کی رو میں بہہ کر یہاں چلی آئی یہاں آ کر مسلمانوں کا کمزور جتھا دیکھ کر انہوں نے یہ کہا۔ جناب باری جل شانہ ارشاد فرماتا ہے کہ جو اس مالک الملک پر بھروسہ کرے اسے ذی عزت کر دیتا ہے۔ کیونکہ عزت اس کی لونڈی ہے اور غلبہ اس کا غلام ہے وہ بلند جناب ہے وہ بڑا ذی شان ہے وہ سچا سلطان ہے وہ حکیم ہے اس کے سب کام حکمت سے ہوتے ہیں وہ ہر چیز کو اس کی ٹھیک جگہ رکھتا ہے۔ مستحقین امداد کی وہ مدد فرماتا ہے اور مستحقین ذلت کو وہ ذلیل کرتا ہے وہ سب کو خوب جانتا ہے۔

کفار پر حالت نزع اور فرشتوں کی سختی: [آیت: ۵۰-۵۱] کاش کہ تو انہیں دیکھتا کہ فرشتے کس بری طرح کافروں کی روح قبض کرتے ہیں وہ اس وقت ان کے چہروں پر اور کمروں پر مار مارتے ہیں اور کہتے ہیں آگ کا عذاب اپنی بد اعمالیوں کے بدلے چکھو۔ یہ بھی مطلب بیان کیا گیا ہے کہ یہ واقعہ بھی بدر کے دن کا ہے کہ سامنے سے ان کافروں کے چہروں پر تلواریں پڑتی تھیں اور جب بھاگتے تھے تو پیٹھ پر در پڑتے تھے۔ فرشتے ان کا خوب گھڑ متا بنا رہے تھے۔ ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا میں نے ابو جہل کی پیٹھ پر کانٹوں کے سے نشان دیکھے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”ہاں یہ فرشتوں کی مار کے نشان ہیں۔“ ② حق یہ ہے کہ یہ آیت بدر کے ساتھ مخصوص تو نہیں الفاظ عام ہیں ہر کافر کا یہی حال ہوتا ہے۔ سورہ قتال میں بھی اس بات کا بیان ہوا ہے اور سورہ الانعام کی آیت ﴿وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي غَمْرَاتِ الْمَوْتِ﴾ ③ میں بھی اس کا بیان مع تفسیر گزر چکا ہے۔ چونکہ یہ تا فرمان =

إِنَّ شَرَّ الدَّوَابِّ عِنْدَ اللَّهِ الَّذِينَ كَفَرُوا فَهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿۵۵﴾ الَّذِينَ عَاهَدتَّ

مِنْهُمْ ثُمَّ يَنْفُضُونَ عَاهِدَهُمْ فِي كُلِّ مَرَّةٍ وَهُمْ لَا يَتَّقُونَ ﴿۵۶﴾ فَمَا تَتَّقِفْتَهُمْ فِي

الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ مَنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَدْكُرُونَ ﴿۵۷﴾ وَأَمَّا اتِّخَافُكُمْ مِنْ قَوْمِ خِيَابَةِ

فَأَنْذِرْ لَهُمْ عَلَىٰ سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِبِينَ ﴿۵۸﴾

ترجمہ: تمام جانداروں سے بدتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ ہیں جو کفر کریں پھر وہ ایمان نہ لائیں۔ [۵۵] جن سے تو نے عہد و پیمانہ کر لیا پھر بھی وہ اپنے عہد و پیمانہ کو ہر ہر مرتبہ توڑ دیتے ہیں اور بالکل پرہیز نہیں کرتے [۵۶] پس جب کبھی تو لڑائی میں ان پر غالب آ جائے انہیں ایسی مار مار کر ان کے پچھلے بھی بھاگ کھڑے ہوں ہو سکتا ہے کہ وہ عبرت حاصل کریں۔ [۵۷] اگر تجھے کسی قوم کی خیانت کا ڈر ہو تو برابر ہی کی حالت میں ان کا عہد نامہ توڑ دے اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ [۵۸]

= نہیں جو اس سے بھاگ سکے۔

گناہوں کی وجہ سے نعمتیں بھی چھین جاتی ہیں: اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف کا بیان ہو رہا ہے کہ وہ اپنی دی ہوئی نعمتیں گناہوں سے پہلے نہیں چھینتا۔ جیسے ایک اور آیت میں ہے اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی ان باتوں کو نہ بدل دیں جو ان کے دلوں میں ہیں۔ جب وہ کسی قوم کی برائیوں کی وجہ سے انہیں برائی پہنچانا چاہتا ہے پھر اس کے ارادے کو کوئی لوٹا نہیں سکتا نہ اس کے پاس کوئی حمایتی کھڑا ہو سکتا ہے۔ ① تم دیکھ لو کہ فرعونیوں کے اور ان جیسے ان سے آگے والوں کے ساتھ بھی یہی ہوا انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتیں دیں وہ سیاہ کاریوں میں مبتلا ہو گئے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے دیئے ہوئے باغات چشمے کھیتیاں خزانے مملات اور نعمتیں جن میں وہ بدست ہو رہے تھے سب چھین لیں۔ اس بارے میں انہوں نے اپنا برا آپ کیا اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا تھا۔

وعدہ خلاف کافروں کو عبرت ناک سزا دو: [آیت: ۵۵-۵۸] زمین پر جتنے بھی چلتے پھرتے ہیں ان سب سے بدتر اللہ تعالیٰ کے نزدیک بے ایمان کافر ہیں۔ جو عہد کر کے توڑ دیتے ہیں۔ ادھر قول قرار کیا ادھر پھر گئے۔ ادھر قسمیں کھائیں ادھر توڑ دیں نہ اللہ تعالیٰ کا خوف نہ گناہ کا کھٹکا۔ پس جب تو ان پر لڑائی میں غالب آ جائے تو ایسی سزا دے کہ بعد والوں کو بھی عبرت حاصل ہو۔ وہ بھی خوف زدہ ہو جائیں تو ممکن ہے کہ اپنے ایسے کروت سے باز رہیں۔

خیانت اور وعدہ خلافی قابل مذمت ہے: ارشاد ہوتا ہے کہ اے نبی ﷺ! اگر کسی سے تمہارا عہد و پیمانہ ہوا اور تمہیں خوف ہو کہ یہ بد عہدی اور وعدہ خلافی کریں گے تو تمہیں اختیار دیا جاتا ہے کہ برابر کی حالت میں عہد نامہ توڑ دو اور انہیں اطلاع کرو تا کہ وہ بھی صلح کے خیال میں نہ رہیں۔ کچھ دن پہلے ہی سے انہیں خبر کر دو۔ اللہ تعالیٰ خیانت کو ناپسند فرماتا ہے کافروں سے بھی خیانت تم نہ کرو۔ مسند احمد میں ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لشکروں کو سرحد روم کی طرف بڑھانا شروع کیا کہ مدت صلح ختم ہوتے ہی ان پر اچانک حملہ کر دیں تو ایک شیخ اپنی سواری پر سواریہ کہتے ہوئے آئے کہ اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے اللہ تعالیٰ بہت بڑا ہے وعدہ وفائی کرو غدر درست نہیں رسول اللہ ﷺ کافر مان ہے کہ ”جب کسی قوم سے عہد و پیمانہ ہو جائیں تو نہ کوئی گڑھ کھولو نہ بانڈھو جب تک کہ مدت صلح ختم نہ ہو“

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا سَبْقُوا ۚ إِنَّهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ وَأَعِدُّوا لَهُمْ مَا اسْتَطَعْتُمْ

مِنْ قُوَّةٍ وَمِنْ رِبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُونَ بِهِ عَدُوَّ اللَّهِ وَعَدُوَّكُمْ وَآخِرِينَ مِنْ

دُونِهِمْ لَا تَعْلَمُونَهُمُ اللَّهُ يَعْلَمُهُمْ ۗ وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ فِي سَبِيلِ اللَّهِ يُوَفَّ

الْيُكْرَ وَأَنْتُمْ لَا تظلمُونَ ۝

ترجمہ: کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ بھاگ نکلے یقیناً وہ عاجز نہیں کر سکتے۔ [۵۹۱] تم ان کے مقابلے کے لئے اپنی طاقت بھرتوت کی تیاری کرو اور گھوڑوں کے تیار رکھنے کی کہ اس سے تم اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کو خوف زدہ رکھ سکو اور ان کے سوا اوروں کو بھی، جنہیں تم نہیں جانتے اللہ تعالیٰ انہیں خوب جان رہا ہے جو کچھ بھی اللہ کی راہ میں صرف کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دیا جائے گا اور تمہارا حق نہ مارا جائے گا۔ [۲۰۱]

جائے یا انہیں اطلاع دے کر۔ عہد نامہ چاک نہ ہو جائے۔“ جب یہ بات حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو پہنچی آپ نے اسی وقت فوج کو واپس لے کر حکم دے دیا۔ یہ شیخ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ تھے۔ ① حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے ایک شہر کے قلعے کے پاس پہنچ کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا تم مجھے بلاؤ میں تمہیں بلاؤں گا جیسے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو انہیں بلائے دیکھا ہے۔ پھر فرمایا میں بھی انہیں میں سے ایک شخص تھا پس مجھے اللہ تعالیٰ عزوجل نے اسلام کی ہدایت کی اگر تم بھی مسلمان ہو جاؤ تو جو ہمارا حق ہے وہی تمہارا حق ہو گا اور جو ہم پر ہے تم پر بھی وہی ہو گا اور اگر تم اسے نہیں مانتے تو ذلت کے ساتھ تمہیں جزیہ دینا ہو گا اسے بھی قبول نہ کرو تو ہم تمہیں ابھی سے مطلع کرتے ہیں جب کہ ہم تم برابر کی حالت میں ہیں اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کو پسند نہیں رکھتا۔ تین دن تک انہیں اسی طرح دعوت دی آخر چوتھے روز صبح ہی صبح حملہ کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فتح دی اور مدد فرمائی۔ ②

آلات حرب ہر وقت تیار رکھنے کا حکم: [آیت: ۵۹-۶۰] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر لوگ یہ نہ سمجھیں کہ وہ ہم سے بھاگ نکلے ہم اب ان کی پکڑ پر قادر نہیں۔ بلکہ وہ ہر وقت ہمارے قبضے و قدرت میں ہیں وہ ہمیں ہر انہیں سکتے۔ اور آیت میں ہے برائیاں کرنے والے ہم سے آگے بڑھ نہیں سکتے۔ ③ فرماتا ہے کافر ہمیں یہاں ہر انہیں سکتے وہاں ان کا ٹھکانا آگ ہے جو بدترین جگہ ہے۔ ④ اور فرمان ہے کافروں کا شہروں میں آنا جانا چلنا پھرنا کہیں تجھے دھوکے میں نہ ڈال دے یہ تو یونہی سی پونجی ہے ان کا ٹھکانا دوزخ ہے جو براستہ ہے۔ ⑤ پھر مسلمانوں کو حکم دیتا ہے کہ اپنی طاقت و امکان کے مطابق ان کفار کے مقابلے کے لئے ہر وقت مستعد رہو جو قوت طاقت جو گھوڑے لشکر رکھ سکتے ہو موجود رکھو۔ مسند میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے قوت کی تفسیر تیر اندازی سے کی اور در مرتبہ یہی فرمایا ⑥

① ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الامام یكون بينه وبين العدو عهد فیسیر نحوه..... ۲۷۵۹ وسندہ صحیح، ترمذی ۱۵۸۰؛ احمد، ۱۱۱/۴؛ السنن الکبریٰ للنسائی ۸۷۳۲؛ بیہقی، ۲۳۱/۹۔

② احمد، ۴۴۰/۵؛ ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی الدعوة قبل القتال ۱۵۴۸۔ سندہ ضعیف اس کی سند میں ابوالسخری سعید بن فیروز کا سلمان رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔

③ العنکبوت: ۴۔ ④ ۲۴/النور: ۵۷۔ ⑤ ۳/آل عمران: ۱۹۶، ۱۹۷۔

⑥ صحیح مسلم، کتاب الامارة، باب فضل الرمی والحث علیہ ودم من علمہ ثم نسبه ۱۹۱۷؛ ابو داؤد ۲۵۱۴؛ ابن ماجہ ۲۸۱۳؛ احمد، ۱۵۶/۴، ۱۵۷؛ مسند ابی یعلیٰ ۱۷۴۳۔

فرماتے ہیں ”تیر اندازی کیا کرو سواری کیا کرو اور تیر اندازی گھوڑا سواری سے بہتر ہے۔“ ① فرماتے ہیں ”گھوڑوں کے پالنے والے تین قسم کے ہیں ایک تو اجر و ثواب پانے والے ایک نہ تو ثواب نہ عذاب بھگتے والے۔ جو جہاد کے ارادے سے پالے اس کا گھوڑا تو چرے چچے چلے پھرے جو کرے اس پر ثواب ملتا ہے یہاں تک کہ اگر وہ اپنی رسی توڑ کر کہیں بھاگ جائے تو بھی اس کے نشانات قدم اور اس کی لید پر بھی اسے نیکیاں ملتی ہیں کسی نہ پر گزرتے ہوئے وہ پانی پی لے گو مجاہد نے پلانے کا ارادہ نہ بھی کیا ہوتا ہم اسے نیکیاں ملتی ہیں۔ پس یہ گھوڑا تو اس کے پالنے والے کے لئے بڑے اجر و ثواب کا ذریعہ ہے اور جس شخص نے گھوڑا پالا کہ وہ دوسروں سے بے پروا ہو جائے پھر اللہ تعالیٰ کا حق بھی اس کی گردن اور اس کی سواری میں نہ بھولا یہ اس کے لئے پردہ ہے یعنی نہ اسے اجر نہ اسے گناہ تیسرا وہ شخص جس نے فخر و ریا کے طور پر پالا اور مسلمانوں کے مقابلے کے لئے وہ اس کے ذمہ وبال ہے اور اس کی گردن پر بوجھ ہے۔“ آپ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اچھا گدھوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟ فرمایا اس کے بارے میں کوئی آیت تو اتنی نہیں ہاں یہ جامع عام آیت موجود ہے کہ جو شخص ایک ذرے کے برابر نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ایک ذرے کے برابر بھی برائی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ②

اور حدیث میں یہ الفاظ ہیں ”گھوڑے تین طرح کے ہیں۔ رحمن کے شیطان کے اور انسان کے۔ اس میں ہے کہ شیطانی گھوڑے دو ہیں جو گھڑ دوڑ کی شرطیں لگانے اور جوئے بازی کرنے کے لئے ہوں۔“ ③ اکثر علماء کا قول ہے کہ تیر اندازی گھوڑا سواری سے افضل ہے امام مالک رضی اللہ عنہ اس کے خلاف ہیں لیکن جمہور کا قول قوی ہے کیونکہ حدیث میں بھی آچکا ہے۔ حضرت معاذ یہ بن خدیج حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے اس وقت وہ اپنے گھوڑے کی خدمت کر رہے تھے پوچھا تمہیں یہ گھوڑا کیا کام آتا ہے؟ فرمایا میرا خیال ہے کہ اس جانور کی دعا میرے حق میں قبول ہوگی ہے۔ کہا جانور اور دعا؟ فرمایا ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم گھوڑا ہر صبح دعا کرتا ہے کہ اے اللہ تعالیٰ! تو نے مجھے اپنے بندوں میں سے ایک کے حوالے کیا ہے تو تو مجھے اس کی تمام اہل سے اور مال سے اور اولاد سے زیادہ بنا کر اس کے پاس رکھ۔ ④ ایک مرفوع حدیث میں ہے کہ ”ہر عربی گھوڑے کو ہر صبح دو دعائیں کرنے کی اجازت ملتی ہے۔“ ⑤ آپ ﷺ فرماتے ہیں ”گھوڑوں کی پیشانیوں میں بھلائی بندھی ہوئی ہے گھوڑوں والے اللہ کی مدد میں ہیں اسے نیک نیتی سے جہاد کے ارادے سے پالنے والا ایسا ہے جیسے کوئی شخص ہر وقت ہاتھ بڑھا کر خیرات کرتا رہے۔“ ⑥ اور بھی حدیثیں اس بارے میں بہت سی ہیں۔ صحیح بخاری شریف میں بھلائی کی تفصیل ہے کہ اجرا اور غنیمت۔ ⑦

فرماتا ہے اس سے تمہارے دشمن خوف زدہ اور ہمت خوردہ رہیں گے ان ظاہری مقابلے کے دشمنوں کے علاوہ اور دشمن بھی ہیں یعنی بنو قریظہ فارس اور مخلو کے شیطانی ایک مرفوع حدیث میں بھی ہے کہ اس سے مراد جنات ہیں۔ ⑧ ایک منکر حدیث میں ہے =

① ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی الرمی، ۲۵۱۳، وسندہ حسن، ترمذی ۱۶۳۷؛ نسائی ۳۶۰۸؛ ابن ماجہ ۲۸۱۱
 احمد، ۱۴۸/۴؛ حاکم، ۹۵/۲، اسے حاکم نے صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ ② صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب الخیل ثلاثہ، ۲۸۶۰؛ صحیح مسلم، ۹۸۷؛ ابن حبان ۴۷۲۲؛ بیہقی، ۱۱۹/۴۔ ③ احمد، ۳۹۵/۱
 وسندہ ضعیف، وفی الباب احادیث اخری مغنیۃ عنہ، الترغیب والترہیب ۱۸۷۷؛ مجمع الزوائد، ۲۶۰/۵۔
 ④ احمد، ۱۶۲/۵۔ ⑤ نسائی، کتاب الخیل، باب دعوة الخیل، ۳۶۰۹، وسندہ صحیح، احمد، ۱۷۰/۵۔

⑥ طبرانی ۵۶۲۳ وسندہ حسن۔ ⑦ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب الجہاد ما مضی مع البر والفاجر، ۲۸۵۲؛ صحیح مسلم، ۱۸۷۳؛ ترمذی، ۱۶۶۹؛ ابن ماجہ، ۲۳۰۵؛ احمد، ۳۷۵/۴۔ ⑧ اس کی سند میں سعید بن شان ابو الہدیٰ احمسی ہے امام بخاری نے اسے منکر الحدیث اور نسائی نے متروک کہا ہے۔ (المیزان، ۱۴۳/۲، رقم: ۳۳۰۸) لہذا یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

وَأَنْ جَنَحُوا لِلسَّلَامِ فَاجْتَمَعَتْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ وَإِنْ

يُرِيدُوا أَنْ يَخْدَعُوكَ فَإِنَّ حَسْبَكَ اللَّهُ هُوَ الَّذِي آتَاكَ بِنَصْرِهِ

وَبِالْمُؤْمِنِينَ ۝ وَالْفَ بَيْنَ قُلُوبِهِمْ ط لَوْ أَنْفَقْتَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا مَا أَلْفَتْ

بَيْنَ قُلُوبِهِمْ وَلَكِنَّ اللَّهَ أَلْفَ بَيْنَهُمْ ط إِنَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

ترجمہ: اگر وہ صلح کی طرف جھکیں تو تو بھی صلح کی طرف جھک جا اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھتے ہیں تو بہت سنے جانے والا ہے۔ [۶۱] اگر وہ تجھ سے دعا بازی کرنا چاہیں گے تو اللہ تعالیٰ تجھے کافی ہے اسی نے اپنی مدد سے اور مومنوں سے تیری تائید کی ہے۔ [۶۲] ان کے دلوں میں باہمی الفت بھی اسی نے ڈالی ہے۔ زمین میں جو کچھ ہے تو اگر سارا کا سارا بھی خرچ کر ڈالتا تو بھی ان کے دل آپس میں نہ ملا سکتا یہ تو اللہ تعالیٰ ہی نے ان میں الفت ڈال دی ہے وہ عزتوں رکھتوں والا ہے۔ [۶۳]

”جس گھر میں کوئی آزاد گھوڑا ہو وہ گھر کبھی بد نصیب نہیں ہوگا“ ① لیکن اس روایت کی نہ تو سند ٹھیک ہے نہ یہ صحیح ہے۔ اور اس سے مراد منافقت بھی لی گئی ہے اور یہی قول زیادہ مناسب بھی ہے جیسے فرمان رب ہے ﴿وَمَنْ حَوَّلَكُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ﴾ ② تمہارے چاروں طرف دیہاتی اور مدنی منافق ہیں جنہیں تم نہیں جانتے لیکن ہم ان سے خوب واقف ہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ جہاد میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا بدلہ پاؤ گے۔ ابو داؤد میں ہے کہ ”ایک درہم کا ثواب سات سو گنا کر کے ملے گا۔“ ③ جیسے کہ آیت ﴿مَثَلُ الَّذِينَ يُنْفِقُونَ﴾ ④ میں ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں پہلے تو رسول اللہ ﷺ صرف مسلمانوں کو ہی خیرات صدقات دینے کا حکم دیا کرتے تھے۔ جب یہ آیت ﴿وَمَا تُنْفِقُوا مِنْ شَيْءٍ يُوَفَّ إِلَيْكُمْ﴾ اتری تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”کسی دین کا ہو جو بھی سوال کرے اس کے ساتھ سلوک کرو۔“ ⑤ یہ روایت غریب ہے اور یہ ابن ابی حاتم میں ہے۔

کافروں سے بوقت ضرورت صلح کا حکم: [آیت: ۶۱-۶۳] فرمان ہے کہ جب کسی قوم کی خیانت کا خوف ہو تو برابری سے آگاہ کر کے عہد نامہ چاک کر ڈالو لڑائی کی اطلاع کر دو اس کے بعد اگر وہ لڑائی پر آمادگی ظاہر کریں تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر کے جہاد شروع کر دو اور اگر وہ صلح پر آمادہ ہو جائیں تو تم صلح و صفائی کر لو۔ اسی آیت کی تفسیل میں حدیبیہ والے دن رسول کریم ﷺ نے مشرکین مکہ سے نو سال کی مدت کے لئے صلح کر لی جو کئی شرائط پر طے ہوئی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ”عنقریب اختلاف ہو گا یا اور امر پس اگر تجھ سے ہو سکے تو صلح ہی کر لینا“ ⑥ (مسند امام احمد)۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ بنو قریظہ کے بارے میں اتری ہے لیکن اس میں تاہل ہے سارا قصہ بدر کا ہے۔ بہت سے بزرگوں کا خیال ہے کہ سورہ براءت کی آیت سیف ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ ⑦ سے منسوخ ہے لیکن اس میں بھی نظر ہے کیونکہ اس آیت میں جہاد کا حکم طاقت و استطاعت پر ہے

① اس کی سند میں بھی سعید بن سنان ہے۔ (المیزان، ۲/ ۱۴۳ رقم: ۳۲۰۸) لہذا یہ روایت مردود ہے۔

② ۹/ التوبة: ۱۰۱۔ ③ ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی تضعیف الذکر فی سبیل اللہ عزوجل ۲۴۹۸ وسندہ ضعیف

زیان بن فائدراوی ضعیف ہے۔ ④ ۲/ البقرة: ۲۶۱۔ ⑤ وسندہ حسن۔

⑥ احمد، ۱/ ۹۰، وسندہ ضعیف اس کی سند میں ایسا بن عمرو الا سلمیٰ مجہول ہے۔ ⑦ ۹/ التوبة: ۲۹۔

لیکن دشمنوں کی زیادتی کے وقت ان سے صلح کر لینی بلاشک و شبہ جائز ہے جیسے کہ اس آیت میں ہے اور جیسے کہ حدیبیہ کی صلح رسول اللہ ﷺ نے کی۔ پس کوئی خلاف یا کوئی خصوصیت یا منسوخت نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو وہی تجھے کافی ہے وہی تیرا مددگار ہے۔ اگر یہ دھوکہ بازی کر کے کوئی فریب دینا چاہتے ہیں اور اس درمیان میں اپنی شان و شوکت اور آلات جنگ بڑھانا چاہتے ہیں تو تو بے فکر رہو اللہ تعالیٰ تیرا طرف دار ہے وہ تجھے کافی ہے اس کے مقابلے کا کوئی نہیں۔ پھر اپنی ایک اعلیٰ نعمت کا ذکر فرماتا ہے کہ مہاجرین و انصار سے صرف اپنے فضل سے تیری تائیدی کی۔ انہیں تجھ پر ایمان لانے تیری اطاعت کرنے کی توفیق دی تیری مدد اور تیری نصرت پر انہیں آمادہ کیا تو گورے زمین کے خزانے خرچ کر ڈالتا لیکن ان میں وہ الفت و محبت پیدا نہ کر سکتا جو اللہ تعالیٰ نے آپ کر دی۔ ان کی صدیوں کی پرانی عداوتیں دور کر دیں۔ اوس و خزرج انصار کے قبیلوں میں جاہلیت میں آپس میں خوب کٹوا چلا کرتی تھی۔ نور ایمان نے اس عداوت کو محبت سے بدل دیا جیسے قرآن کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس احسان کو یاد کرو کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے اس نے تمہارے دل ملا دیئے اور اپنے فضل سے تمہیں بھائی بھائی بنا دیا تم جہنم کے کنارے تک پہنچ گئے تھے لیکن اس نے تمہیں بچالیا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری ہدایت کے لئے اسی طرح اپنی باتیں بیان فرماتا ہے۔ ① بخاری و مسلم میں ہے کہ خنین کی غنیمت کی تقسیم کے وقت رسول اللہ ﷺ نے انصار سے فرمایا کہ ”اے انصار یو! کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں پا کر اللہ تعالیٰ کی عنایت سے تمہیں راہ راست نہیں دکھائی؟ کیا تم فقیر نہ تھے؟ اللہ تعالیٰ نے تمہیں میری وجہ سے امیر کر دیا تم جدا جدا تھے اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہارے دل ملا دیئے۔“ آپ ﷺ کی ہر ہر بات پر انصار کہتے جاتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا اس سے بھی زیادہ احسان ہم پر ہے۔ ② الغرض اپنے اس انعام و اکرام کو بیان فرما کر اپنی عزت و حکمت کا اظہار کیا کہ وہ بلند جناب ہے اس سے امید رکھنے والا ناامید نہیں رہتا اس پر توکل کرنے والا سربزر رہتا ہے وہ اپنے کاموں میں اپنے حکموں میں حکیم ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں قرابت واری کے رشتے ٹوٹ جاتے ہیں اور نعمت کی ناشکری کی جاتی ہے دلوں کے میل جیسی اور کوئی چیز دیکھی نہیں گئی۔

جناب باری سبحانہ و تعالیٰ کا ارشاد ہے اگر تو روئے زمین کے خزانے بھی ختم کر دیتا تو تیرے بس میں نہ تھا کہ ان کے دل ملا دے شاعر کہتا ہے تجھ سے دھوکا کرنے والا تجھ سے بے پرواہی برتنے والا تیرا رشتے دار نہیں بلکہ تیرا حقیقی رشتہ دار وہ ہے جو تیری آواز پر لبیک کہے اور تیرے دشمنوں کی سرکوبی میں تیرا ساتھ دے۔ اور شاعر کہتا ہے میں نے تو خوب مل جل کر آزما کر دیکھ لیا کہ قرابت داری سے بھی بڑھ کر دلوں کا میل جول ہے۔ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں نہیں جان سکا کہ یہ سب قول ابن عباس رضی اللہ عنہما کا ہی ہے یا ان سے نیچے کے راویوں میں سے کسی کا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ان کی یہ محبت اللہ تعالیٰ کی راہ میں تھی تو حید و سنہ کی بنا پر تھی۔ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں رشتے دار یاں بھی ٹوٹ جاتی ہیں احسان کی بھی ناشکری کر دی جاتی ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے دل ملا دیئے جاتے ہیں انہیں کوئی جدا نہیں کر سکتا، پھر آپ ﷺ نے اسی جملے کی تلاوت فرمائی۔ ④ عبیدہ بن ابی لبابہ فرماتے ہیں میری حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات ہوئی آپ نے مجھ سے مصافحہ کر کے فرمایا کہ جب دو شخص اللہ تعالیٰ کی راہ میں محبت رکھنے والے آپس میں ملتے ہیں ایک دوسرے سے بے خندہ پیشانی ہاتھ ملاتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے۔ میں نے کہا یہ کام تو بہت آسان ہے۔ فرمایا یہ نہ کہو یہی الفت وہ ہے جس کی نسبت جناب باری تعالیٰ فرماتا ہے اگر تو روئے =

① ۳/ال عمران: ۱۰۳۔ ② صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان، ۴۳۰؛ صحیح مسلم ۱۰۶۱۔ ③ حاکم، ۲/۳۲۹ بلفظ آخر و سندہ صحیح۔ ④ ایضاً۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللَّهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ حَرِّضَ
 الْمُؤْمِنِينَ عَلَى الْقِتَالِ ۖ إِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ عِشْرُونَ صَابِرُونَ يَغْلِبُوا مِائَتِينَ ۖ
 وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ يَغْلِبُوا أَلْفًا مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ۝
 إِنْ خَفَّ اللَّهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ أَنَّ فِيكُمْ ضَعْفًا فَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ مِائَةٌ صَابِرَةٌ
 يَغْلِبُوا مِائَتَيْنِ ۖ وَإِنْ يَكُنْ مِنْكُمْ أَلْفٌ يَغْلِبُوا أَلْفِينَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَاللَّهُ مَعَ

الصَّابِرِينَ ۝

ترجمہ: اے نبی تجھے اللہ تعالیٰ کافی ہے اور وہ مومن جو تیری پیروی کر رہے ہیں۔ [۶۳:۱۱] اے نبی ایمان والوں کو جہاد کا شوق دلاؤ اگر تم میں سے میں بھی صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایک سو ہوں گے تو ایک ہزار کافروں پر غالب رہیں گے اس واسطے کہ وہ بے سمجھ لوگ ہیں [۶۵:۱] اچھا اب اللہ تعالیٰ تمہارا بوجھ لگا کرتا ہے وہ خوب جانتا ہے کہ تم میں سے کتنی نانوئی ہے پس اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو وہ دو سو پر غالب رہیں گے اور اگر تم میں سے ایک ہزار ہوں گے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے دو ہزار پر غالب رہیں گے اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ [۶۶]

زمین کے خزانے خرچ کر دے تو بھی یہ تیرے بس کی بات نہیں کہ دلوں میں الفت و محبت پیدا کر دے۔ ان کے اس فرمان سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ مجھ سے بہت زیادہ سمجھدار ہیں۔ ولید بن ابی مغیث کہتے ہیں میں نے حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب دو مسلمان آپس میں ملتے ہیں اور مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا صرف مصافحہ سے ہی؟ تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا؟“ پھر آپ نے اسی جملے کی تلاوت کی۔ تو حضرت ولید رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ تم مجھ سے بہت بڑے عالم ہو۔ عمیر بن اسحاق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سب سے پہلی چیز جو لوگوں میں سے اٹھ جائے گی وہ الفت و محبت ہے۔ طبرانی میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے مل کر اس سے مصافحہ کرتا ہے تو دونوں کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درخت کے خشک پتے تیز ہوا سے۔ ان کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں گو وہ سمندر کی جھاگ جتنے ہوں۔“ ①

جہاد کی ترغیب اور صحابہ رضی اللہ عنہم کا شوق جہاد: [آیت: ۶۳-۶۶] اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو اور مسلمانوں کو جہاد کی رغبت دلا رہا ہے اور انہیں اطمینان دلا رہا ہے کہ وہ انہیں دشمنوں پر غالب کرے گا گو وہ ساز و سامان والے اور ٹڈی دل ہوں اور گو مسلمان بے سروسامان اور مٹھی بھر ہوں۔ اللہ تعالیٰ کافی ہے اور جتنے مسلمان تیرے ساتھ ہوں گے وہی بس ہیں۔ پھر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیتا ہے کہ مومنوں کو جہاد کی رغبت دلاتے رہو۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صف بندی کے وقت مقابلے کے وقت برابر فوجوں کا دل بڑھاتے بدر کے دن فرمایا ”اٹھو اس جنت کو حاصل کرو جس کی چوڑائی آسمان و زمین کی ہے۔“ حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اتنی چوڑائی؟ فرمایا ہاں اتنی ہی اس نے کہا واہ واہ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”یہ کسی ارادے سے کہا؟ کہا اس امید پر کہ اللہ تعالیٰ مجھے بھی جنتی کر دے۔“

① طبرانی ۶۱۵۰ و سندہ حسن و اخطأ الالبانی فضعفه جداً أنظر الضعيفه: ۲۶۶۳؛ مجمع الزوائد، ۸/ ۳۷۔

مَا كَانَ لِنَبِيِّ أَنْ يُكُونَ لَهُ أَسْرَى حَتَّىٰ يُثْخِنَ فِي الْأَرْضِ ۗ تُرِيدُونَ عَرَصَ

الدُّنْيَا ۗ وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٦٧﴾ لَوْلَا كَتَبَ مِنَ اللَّهِ سَبَقَ

لَكُمْ فِيهَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٦٨﴾ فَكُلُوا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلَالًا طَيِّبًا ۗ وَاتَّقُوا

اللَّهَ ۗ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿٦٩﴾

ترجمہ: نبی کے ہاتھ میں قیدی نہیں چاہئیں جب تک کہ ملک میرا اچھی طرح خونریزی کی جنگ نہ ہو جائے تم تو دنیا کے مال چاہتے ہو اور اللہ تعالیٰ کا ارادہ آخرت کا ہے اللہ تعالیٰ ہے زور آور باحکمت۔ [۶۷] اگر پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس بارے میں تمہیں کوئی ہڑی سزا ہوتی [۶۸] پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ غنیمت تم نے حاصل کی ہے خوب کھاؤ پو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے دیتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔ [۶۹]

= آپ ﷺ نے فرمایا ”میری پیشین گوئی ہے کہ تو جنتی ہے۔“ وہ اٹھتے ہیں دشمن کی طرف بڑھتے ہیں اپنی تلوار کا میان توڑ دیتے ہیں کچھ بھجوریں جو پاس ہیں کھانی شروع کرتے ہیں پھر فرماتے ہیں انہیں کھاؤ اتنی دیر تک بھی اب یہاں ٹھہرنا مجھ پر شاق ہے۔ انہیں ہاتھ سے پھینک دیتے ہیں اور حملہ کر کے شیر کی طرح دشمن کے بیچ میں گھس جاتے ہیں اور جو ہر تلوار دکھاتے ہوئے کافروں کی گردنیں مارتے ہوئے راہ اللہ میں شہید ہو جاتے ہیں۔ ① ابن المسیب اور سعید بن جبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اسلام کے وقت اتری جب کہ مسلمانوں کی تعداد پوری چالیس کی ہوئی۔ لیکن اس میں ذرا نظر ہے اس لئے کہ یہ آیت مدنی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے اسلام کا واقعہ مکہ شریف کا ہے حبشہ کی ہجرت کے بعد کا اور مدینہ کی ہجرت سے پہلے کا وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

ایک مسلمان کئی کافروں پر بھاری ہے: پھر اللہ تبارک و تعالیٰ مومنوں کو بشارت دیتا ہے اور حکم فرماتا ہے کہ تم میں سے میں ان کافروں میں سے دوسو پر غالب آئیں گے ایک سو ایک ہزار پر غالب رہیں گے غرض ایک مسلمان دس کافروں کے مقابلے کا ہے۔ پھر حکم تو منسوخ ہو گیا لیکن بشارت باقی ہے۔ جب یہ حکم مسلمانوں پر گراں گزرا ایک دس کے مقابلے سے ذرا جھجکا تو اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی اور فرمایا کہ اب اللہ نے بوجھ ہلکا کر دیا لیکن جتنی تعداد کم ہوئی اتنا ہی صبر ناقص ہو گیا۔ ② پہلے حکم تھا کہ میں مسلمان دوسو کافروں سے پیچھے نہ ٹھیں اب یہ ہوا کہ اپنے سے دگنی تعداد یعنی سو دوسو سے نہ بھاگیں۔ ③ پس گرانی گزرنے پر ضعیفی اور ناتوانی کو قبول فرما کر اللہ تعالیٰ نے تخفیف کر دی پس دگنی تعداد کے کافروں سے تو لڑائی میں پیچھے ہٹنا لائق نہیں ہاں اس سے زیادتی کے وقت طرح دے جانا جرم نہیں۔ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں یہ آیت ہم صحابیوں کے بارے میں اتری ہے حضور اکرم ﷺ نے یہ آیت پڑھ کر فرمایا پہلا حکم اٹھ گیا ④ (مستدرک حاکم)

بدر کے قیدی اور جنگی اسیروں کا حکم: [آیت: ۶۷-۶۹] مسند امام احمد میں ہے کہ بدر کے قیدیوں کے بارے میں رسول

① صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنتۃ للشہید ۱۹۰۱۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الانفال باب ﴿الآن خفف اللہ عنکم و علم ان فیکم ضعفا.....﴾ ۴۶۵۳۔

③ صحیح بخاری کتاب التفسیر سورۃ الانفال باب ﴿یا ایہا النبی حرض المؤمنین علی القتال﴾ ۴۶۵۲۔

④ ابن مردویہ وسندہ ضعیف، حاکم، ۲۰/۲۳۹، مختصر اوسندہ ضعیف۔

مقبول ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کہ ”اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارے قبضے میں دے دیا ہے تلاء کیا ارادہ ہے؟“ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ ان کی گردنیں اڑادی جائیں۔ آپ ﷺ نے ان سے منہ پھیر لیا پھر فرمایا ”انہیں اللہ تعالیٰ نے تمہارے بس میں کر دیا ہے یہ کل تک تمہارے بھائی بند ہی تھے۔“ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر اپنا جواب دوہرایا آپ ﷺ نے پھر منہ پھیر لیا اور پھر وہی فرمایا۔ اب کی دفعہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ہماری رائے میں تو آپ ﷺ ان کی خطا سے درگزر فرما لیجئے اور انہیں فدیہ لے کر آزاد کیجئے۔ اب آپ ﷺ کے چہرے سے غم کے آثار جاتے رہے عفو عام کر دیا اور فدیہ لے کر سب کو آزاد کر دیا۔ اس پر اللہ عزوجل نے یہ آیت اتاری۔ ① اسی سورت کے شروع میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت گزر چکی ہے صحیح مسلم میں بھی اسی جیسی حدیث ہے کہ بدر کے دن آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ”ان قیدیوں کے بارے میں تم کیا کہتے ہو؟“ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ایہ آپ کی قوم کے ہیں آپ والے ہیں انہیں زندہ چھوڑا جائے ان سے توبہ کرائی جائے کیا عجب کہ کل اللہ تعالیٰ کی ان پر مہربانی ہو جائے۔ لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ایہ ہیں آپ کے جھٹلانے والے آپ کے جھٹلانے والے آپ کے نکال دینے والے۔ حکم دیجئے کہ ان کی گردنیں ماری جائیں۔ حضرت عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ اس میدان میں درخت بکثرت ہیں آگ لگوا دیجئے اور انہیں جلا دیجئے۔ آپ ﷺ خاموش رہے کسی کو کوئی جواب نہیں دیا اور اٹھ کر تشریف لے گئے۔ لوگوں میں بھی ان تینوں بزرگوں کی رائے کا ساتھ دینے والے ہو گئے۔ اتنے میں آپ ﷺ پھر تشریف لائے اور فرمانے لگے بعض دل زرم ہوتے ہوتے دودھ سے بھی زیادہ زرم ہو جاتے ہیں اور بعض دل سخت ہوتے ہوتے پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتے ہیں۔ اے ابو بکر! تمہاری مثال تو (حضرت) ابراہیم علیہ السلام جیسی ہے کہ اللہ تعالیٰ سے عرض کرتے ہیں کہ میرے تابع اور تو میرے ہی ہیں لیکن میرے مخالف بھی تیری معافی اور بخشش کے ماتحت ہیں۔ ② اور تمہاری مثال (حضرت) عیسیٰ علیہ السلام جیسی ہے جو کہیں گے کہ اللہ اگر تو انہیں عذاب کرے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو انہیں بخش دے تو تو عزیز و حکیم ہے۔ ③ اور اے عمر! تمہاری مثال (حضرت) نوح علیہ السلام جیسی ہے جنہوں نے اپنی قوم پر بددعا کی کہ اللہ زمین پر کسی کافر کو بیٹا ہو باقی نہ رکھ۔ ④ سنو تمہیں اس وقت احتیاج ہے ان قیدیوں میں سے کوئی بھی بغیر فدیہ کے رہا نہ ہو ورنہ ان کی گردنیں ماری جائیں۔ اس پر ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! سہیل بن بیضاء کو اس سے مخصوص کر لیا جائے اس لئے کہ وہ اسلام کا ذکر کیا کرتا تھا اس پر حضور اکرم ﷺ خاموش ہو گئے۔ واللہ میں سارا وقت خوف زدہ رہا کہ کہیں مجھ پر آسمان سے پتھر نہ برسائے جائیں یہاں تک کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”مگر سہیل بن بیضاء“ اسی کا ذکر اس آیت میں ہے یہ حدیث ترمذی مسند احمد وغیرہ میں ہے۔ ⑤ ان قیدیوں میں ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے انہیں ایک انصاری نے گرفتار کیا تھا انصار کا خیال تھا کہ اسے قتل کر دیں آپ ﷺ کو کبھی یہ حال معلوم تھا۔ آپ نے فرمایا ”رات کو مجھے اس خیال سے نیند نہیں آئی۔“ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر آپ اجازت دیں تو میں انصار کے پاس جاؤں۔ آپ نے اجازت دی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ انصار کے پاس آئے اور کہا کہ ابن عباس کو چھوڑ دو انہوں نے جواب دیا واللہ ہم اسے نہ چھوڑیں گے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا گو رسول اللہ ﷺ کی

① أحمد، ۳/ ۲۴۳، وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۶/ ۸۷۔ ② ۱۴/ ابراہیم: ۳۶۔

③ ۵/ المائدۃ: ۱۱۸۔ ④ ۷۱/ نوح: ۲۶۔ ⑤ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الانفال ۳۰۸۴

وہو ضعیف، احمد، ۱/ ۳۸۳؛ حاکم، ۳/ ۲۱؛ مسند ابی یعلیٰ، ۲/ ۲۵۱۔

رضامندی اسی میں ہو؟ انہوں نے کہا اگر یہ ہے تو آپ انہیں لے جائیے ہم نے بخوشی چھوڑا۔ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ عباس مسلمان ہو جاؤ واللہ تمہارے اسلام لانے کی مجھے اپنے باپ کے اسلام لانے سے بھی زیادہ خوشی ہوگی اس لئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے اسلام لانے سے خوش ہو جائیں گے۔ ان قیدیوں کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو بکر رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ سب ہمارے ہی کنبہ قبیلے کے لوگ ہیں انہیں چھوڑ دیجئے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے جب مشورہ لیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ انہیں سب کو قتل کر دیا جائے۔ آخر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ لے کر انہیں آزاد کیا۔ ① حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا کہ اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو اختیار دیجئے کہ وہ ان دو باتوں میں سے ایک پسند کر لیں اگر چاہیں تو فدیہ لے لیں اور اگر چاہیں تو ان قیدیوں کو قتل کر دیں لیکن یہ یاد رہے کہ فدیہ لینے کی صورت میں اگلے سال ان میں سے اتنے ہی شہید ہوں گے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہمیں یہ منظور ہے اور ہم فدیہ لے کر چھوڑیں گے (ترمذی نسائی وغیرہ) ② لیکن یہ حدیث بہت ہی غریب ہے۔ ان بدری قیدیوں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اے صحابو! اگر چاہو تو انہیں قتل کر دو اور اگر چاہو ان سے زرفدیہ وصول کر کے انہیں رہا کر دو لیکن اس صورت میں اتنے ہی آدمی تمہارے شہید کئے جائیں گے۔“ پس ان ستر شہیدوں میں سب سے آخر حضرت ثابت بن قیس تھے۔ جو جنگ یمامہ میں شہید ہوئے۔ یہ روایت حضرت عبیدہ بن جراح سے مرسل بھی مروی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

اگر پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ کی کتاب میں تمہارے لئے مال غنیمت حلال نہ لکھا ہوا ہوتا اور جب تک ہم بیان نہ فرمادیں تب تک عذاب نہیں کیا کرتے ایسا دستور ہمارا نہ ہوتا تو جو مال فدیہ تم نے لیا اس پر تمہیں بڑا بھاری عذاب ہوتا اسی طرح پہلے سے اللہ تعالیٰ طے کر چکا ہے کہ کسی بدری صحابی کو وہ عذاب نہیں کرے گا ان کے لئے مغفرت کی تحریر ہو چکی ہے۔ ام الکتاب میں تمہارے لئے مال غنیمت کی حلت لکھی جا چکی ہے۔ پس مال غنیمت تمہارے لئے حلال طیب ہے شوق سے کھاؤ پیو اور اپنے کام میں لاؤ۔ پہلے لکھا جا چکا تھا کہ اس امت کے لئے یہ حلال ہے۔ یہی قول امام ابن جریر رضی اللہ عنہ کا پسندیدہ ہے اور اسی کی شہادت بخاری و مسلم کی حدیث سے ملتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”مجھے پانچ چیزیں دی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئیں میں نے بھر کے فاصلے تک میری مدد رعب سے کی گئی میرے لئے زمین پاکی اور نماز کی جگہ بنا دی گئی مجھ پر نعمتیں حلال کی گئیں جو مجھ سے پہلے کسی پر حلال نہ تھیں مجھے شفاعت عطا فرمائی گئی ہر نبی خاصیت اپنی قوم کی طرف ہی بھیجا جاتا تھا لیکن میں عام لوگوں کی طرف پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں۔“ ③ آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”کسی سیاہ سروا لے انسان کے لئے میرے سوا غنیمت حلال نہیں کی گئی۔“ ④ پس صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان بدری قیدیوں سے فدیہ لیا۔ ابوداؤد میں ہے ہر ایک سے چار سو کی رقم بطور تاوان جنگ کے وصول کی گئی۔ ⑤ پس جمہور علمائے کرام کا مذہب یہ ہے کہ امام وقت کو اختیار ہے کہ اگر چاہے قیدی کفار کو قتل کر دے جیسے کہ بنو قریظہ کے قیدیوں کے ساتھ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا۔ =

① حاکم، ۲/۳۲۹ مختصر امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ وسندہ حسن۔ ② ترمذی، کتاب السیر، باب ما جاء فی

قتل الأسارى والفداء ۱۵۶۷ وسندہ ضعیف، دار قطنی، ۴/۲۲؛ مسند البزار، ۲/۱۷۶؛ السنن الکبریٰ للنسائی، ۶۸۱۲؛

اس کی سند میں ہشام بن حسان کے سماع کی صراحت موجود نہیں۔ ③ صحیح بخاری، کتاب التیمم، باب ۱، ص ۳۳۵؛ صحیح

مسلم، ۵۲۱؛ احمد، ۳/۳۰۴؛ ابن حبان، ۶۳۹۸۔ ④ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الانفال ۳۰۸۵

وہو صحیح، السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۲۰۹؛ ابن حبان، ۴۸۰۶۔

⑤ ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی فداء الأسیر بالمال، ۲۶۹۱ وسندہ حسن، حاکم، ۳/۱۴۰؛ بیہقی، ۹/۶۸۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِمَنْ فِي أَيْدِيكُمْ مِنَ الْأَسْرَىٰ إِنَّ يَعْلَمَ اللَّهُ فِي قُلُوبِكُمْ خَيْرًا

يُؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّا أُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ وَإِنْ يُرِيدُوا

خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللَّهَ مِنْ قَبْلُ فَأَمْكَنَ مِنْهُمْ ۝ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

ترجمہ: اے نبی ﷺ اپنے ہاتھ تلے کے قیدیوں سے کہہ دو کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں میں نیک نیتی دیکھے گا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے گا اور پھر گناہ بھی معاف فرمائے گا اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے ہی ۱۰ اور اگر وہ تمہ سے خیانت کا خیال کریں گے تو یہ تو اس سے پہلے خود اللہ تعالیٰ کی خیانت بھی کر چکے ہیں آخر اس نے انہیں گرفتار کر دیا اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔ ۱۱

= اگر چاہے بدلے کا مال لے کر انہیں چھوڑ دے جیسے کہ بدری قیدیوں کے ساتھ حضور اکرم ﷺ نے کیا یا مسلمان قیدیوں کے بدلے چھوڑ دے جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے قبیلہ سلمہ بن اکوع کی ایک عورت اور اس کی لڑکی کو مشرکوں کے پاس جو مسلمان قیدی تھے ان کے بدلے میں دیا ① اور اگر چاہے انہیں غلام بنا کر رکھے۔ یہی مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کا اور علمائے کرام کی ایک جماعت کا ہے گو اوروں نے اس میں اختلاف بھی کیا ہے یہاں اس کے بطل کی جگہ نہیں۔

نیک نیتی مال میں زیادتی کا سبب ہے: [آیت: ۴۰-۴۱] بدر والے دن آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ”مجھے یقیناً معلوم ہے کہ بعض بنو ہاشم وغیرہ زبردستی اس لڑائی میں نکالے گئے ہیں انہیں ہم سے لڑائی کرنے کی خواہش نہ تھی۔ پس بنو ہاشم کو قتل نہ کرنا۔ ابوالسری بن ہشام کو بھی قتل نہ کیا جائے عباس بن عبدالمطلب کو بھی قتل نہ کیا جائے اسے بھی بادل ناخواستہ ان لوگوں نے اپنے ساتھ کھینچا ہے۔“ اس پر ابوحنیفہ بن عتبہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہم اپنے باپ دادوں کو اپنے بچوں کو اپنے بھائیوں کو اور اپنے کنبے قبیلے کو قتل کریں اور عباس کو چھوڑ دیں؟ واللہ اگر وہ مجھے مل گیا تو میں تو اسکی گردن ماروں گا۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو پہنچی تو آپ ﷺ نے فرمایا ”اے ابوحنیفہ! کیا رسول اللہ ﷺ کے بچے کے منہ پر تلوار ماری جائے گی۔“ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ پہلا دن تھا جس میں رسول اللہ ﷺ نے میری کنیت سے مجھے یاد فرمایا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے اجازت دیجئے کہ میں ابوحنیفہ کی گردن اڑا دوں واللہ وہ تو منافق ہو گیا۔ حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں واللہ! مجھے اپنے اس دن کے قول کا کھٹکا آج تک ہے میں اس سے اب تک ڈر رہی رہا ہوں میں تو اس دن چین پاؤں گا جس دن اس کا کفارہ ہو جائے اور وہ یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں شہید کرو یا جاؤں۔ چنانچہ جنگ یرامہ میں آپ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں جس دن بدری قیدی گرفتار ہو کر آئے رسول اللہ ﷺ کو اس رات نیند نہ آئی۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے سب پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”میرے بچے عباس کی آہ و بکا کی آواز میرے کانوں ان قیدیوں میں سے آ رہی ہے۔“ ③ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس وقت اس کی قید کھول دی تب آپ ﷺ کو نیند آئی۔ انہیں ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے گرفتار کیا تھا یہ بہت مالدار تھے انہوں نے سوا قید سونا اپنے ندیے میں دیا۔ بعض انصاریوں نے سرکار نبوت میں گزارش بھی کی کہ ہم چاہتے ہیں اپنے بچے عباس کو بغیر کوئی زرفدیہ لئے آزاد کر دیں لیکن

① اس قسم کا ذکر صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب التفتیل و فداء المسلمین بالأسارى ۱۷۵۵ میں بھی ہے۔

② طبقات ابن سعد ۴/۱۰؛ دلائل النبوة، ۳/۱۴۰، ۱۴۱؛ وسندہ ضعیف۔

③ طبقات ابن سعد، ۴/۱۳؛ دلائل النبوة، ۳/۱۴۱، اس کا حکم بھی وہی روایت کا ساجنی ضعیف ہے۔

مساوات کے علم بردار ﷺ نے فرمایا ایک جوتی بھی کم نہ لینا پورا فدیہ لو۔ ① قریش نے فدیے کی رقم دے کر اپنے آدمیوں کو بھیجا تھا ہر ایک نے اپنے اپنے قیدی کی من مانی رقم وصول کی۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا بھی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں تو مسلمان ہی تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”مجھے تمہارے اسلام کا علم ہے اگر یہ تمہارا قول صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں اس کا بدلہ دے گا لیکن چونکہ احکام ظاہر پر ہیں اس لئے آپ اپنا فدیہ ادا کیجئے بلکہ اپنے دونوں بھتیجیوں کا بھی۔“

نوفل بن حارث بن عبدالمطلب کا اور عقیل بن ابی جلاب بن عبدالمطلب کا اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا جو بنو حارث بن فہر کے قبیلے سے ہے۔ انہوں نے کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میرے پاس تو اتنا مال نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”وہ مال کہاں گیا جو تم نے اور ام الفضل نے زمین میں دفنایا ہے اور تم نے کہا ہے کہ اگر میں اپنے اس سفر میں کام آ گیا تو یہ مال بنو الفضل اور عبد اللہ اور حم کا ہے۔“ اب تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زبان سے بے ساختہ نکل گیا کہ واللہ میرا ایمان ہے کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں اس دینے کے واقعہ کو بجز میرے اور ام الفضل کے کوئی نہیں جانتا۔ اچھا یوں کیجئے میرے پاس سے بیس اوقیہ سونا آپ ﷺ کے لشکریوں کو ملا ہے اسی کو میرا زرفدیہ سمجھ لیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہرگز نہیں وہ مال تو ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے دلوا ہی دیا۔“ چنانچہ آپ رضی اللہ عنہ نے اپنا اور اپنے دونوں بھتیجیوں کا اور اپنے حلیف کا فدیہ اپنے پاس سے ادا کیا۔ اس بارے میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ اگر تم میں بھلائی ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے بہتر بدلہ تمہیں دے گا۔ ②

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان پورا اتر اور ان بیس اوقیہ کے بدلے مجھے اسلام میں اللہ تعالیٰ نے بیس غلام دلوائے جو سب کے سب مالدار تھے۔ ساتھ ہی مجھے اللہ تعالیٰ عزوجل کی مغفرت کی بھی امید ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی ہے میں نے اپنے اسلام کی خبر حضور اکرم ﷺ کو دی اور کہا کہ میرے بیس اوقیہ کا بدلہ مجھے دلوائیے جو مجھ سے لئے گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے انکار کیا۔ الحمد للہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کے بدلے مجھے بیس غلام عطا فرمائے جو سب تاجر ہیں۔ آپ نے اور آپ کے ساتھیوں نے حضور اکرم ﷺ سے کہا تھا کہ ہم تو آپ کی وحی پر ایمان لا چکے ہیں آپ ﷺ کی رسالت کے گواہ ہیں ہم اپنی قوم میں آپ ﷺ کی خیر خواہی کرتے رہے اس پر یہ آیت اتری کہ اللہ دلوں کے حال سے واقف ہے جس کے دل میں نیکی ہوگی اس سے جو لیا گیا ہے اس سے بہت زیادہ دے دیا جائے گا اور پھر اگلا شرک بھی معاف کر دیا جائے گا۔ فرماتے ہیں کہ ساری دنیا مل جانے سے بھی زیادہ خوشی مجھے اس آیت کے نازل ہونے سے ہوئی ہے۔ مجھ سے جو لیا گیا ہے واللہ اس سے سو حصے زیادہ مجھے ملا۔ اور مجھے امید ہے کہ میرے گناہ بھی دھل گئے۔ مذکور ہے کہ جب بحرین کا خزانہ سرکار رسالت مآب ﷺ میں پہنچا وہ اسی ہزار کا تھا آپ نماز ظہر کے لئے وضو کر چکے تھے پس آپ ﷺ نے ہر ایک شکایت کرنے والے کی اور ہر ایک سوال کرنے والے کی داد رسی کی اور نماز سے پہلے ہی سارا خزانہ راہ اللہ لٹا دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لو اس میں سے لے لو اور گھنٹری باندھ کر لے جاؤ۔ پس یہ ان کے لئے بہت بہتر تھا اور اللہ تعالیٰ گناہ بھی معاف فرمائے گا۔ یہ خزانہ علاء بن الحضرمی رضی اللہ عنہ نے بھیجا تھا اتنا مال حضور اکرم ﷺ کے پاس اس سے پہلے یا اس کے بعد کبھی نہیں آیا۔ سب کا سب بوریوں پر پھیلا دیا گیا اور نماز کی اذان ہوئی۔ آپ ﷺ تشریف لائے اور مال کے پاس کھڑے ہو گئے مسجد کے نمازی بھی آگئے پھر حضور اکرم ﷺ نے ہر ایک =

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ۱۲ حدیث ۴۰۱۸، ابن حبان ۴۷۹۴، بیہقی ۶/۲۰۵۔

② تفسیر قطبی، ۵۲/۸؛ دلائل النبوة، ۱۴۲/۳؛ حاکم، ۳۲۴/۳؛ وهو حسن امام ذہبی نے اسے شرط مسلم پر صحیح کہا ہے اور امام ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ
وَالَّذِينَ آوُوا وَنَصَرُوا أُولَئِكَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَلَمْ
يُهَاجِرُوا مَا لَكُم مِّنْ شَيْءٍ حَتَّىٰ يُهَاجِرُوا ۚ وَإِنِ اسْتَنْصَرُوكُمْ فِي
الدِّينِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ إِلَّا عَلَىٰ قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُم مِّيثَاقٌ ۖ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ

بَصِيرَةٌ ۝

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور مدد کی یہ سب آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو ایمان لائے تو ہیں لیکن ہجرت نہیں کی تمہارے لئے ان کی کچھ بھی رفاقت نہیں جب تک کہ وہ ہجرت نہ کریں ہاں اگر وہ تم سے دین کے بارے میں مدد طلب کریں تو تم پر مدد کرنا ضروری ہے سوائے ان لوگوں کے کہ تم میں اور ان میں عہد و پیمان ہے تم جو کچھ کر رہے ہو اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے۔ [۷۲]

= کو دینا شروع کیا تو اس دن ناپ تول تھی نہ گنتی اور شمار تھا پس جو آیا وہ لے گیا اور دل کھول کر لے گیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے تو اپنی چادر میں گھڑی باندھی لیکن اٹھانہ سکے تو حضور اکرم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! ذرا اونچا کر دیجئے۔ آپ ﷺ کو بے ساختہ ہنسی آگئی اتنی کہ دانت چمکنے لگے۔ فرمایا کہ ”کچھ کم کر“ دجتنا اٹھے اتنا ہی لو۔“ چنانچہ کچھ کم کیا اور اٹھا کر یہ کہتے ہوئے چلے کہ الحمد للہ اللہ تعالیٰ نے ایک بات تو پوری ہوتی دکھادی اور دوسرا وعدہ بھی ان شاء اللہ پورا ہو کر ہی رہے گا یہ اس سے بہتر ہے جو ہم سے لیا گیا۔ حضور اکرم ﷺ برابر اس مال کو تقسیم فرماتے رہے یہاں تک کہ اس میں سے ایک پائی بھی نہ بچی آپ ﷺ نے اپنے اہل کو اس میں سے ایک کھوٹی کوڑی بھی نہیں دی۔ پھر نماز کے لئے آگے بڑھے اور نماز پڑھائی۔ دوسری حدیث حضور اکرم ﷺ کے پاس بحرین سے اتنا مال آیا کہ اس سے پہلے یا اس کے بعد اتنا مال کبھی نہیں آیا۔ حکم دیا کہ ”مسجد میں پھیلا“ دو پھر نماز کے لئے آئے کسی طرف التفات نہ کیا نماز پڑھا کر بیٹھ گئے پھر تو جسے دیکھتے دیتے اتنے میں حضرت عباس رضی اللہ عنہ آگئے اور کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! مجھے بھی دلوائیے میں نے اپنا اور عقیل کا فدیہ دیا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اپنے ہاتھ سے لے لو۔“ انہوں نے چادر میں گھڑی باندھی لیکن وزنی ہونے کے باعث اٹھانہ سکے تو کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کسی کو حکم دیجئے کہ میرے کانڈھے پر چڑھا دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”میں تو کسی سے نہیں کہتا“ کہا اچھا آپ ﷺ ہی ذرا اٹھواد دیجئے۔ آپ ﷺ نے اس کا بھی انکار کیا اب تو بادل ناخواستہ اس میں سے کچھ کم کرنا پڑا پھر اٹھا کر کندھے پر رکھ کر چل دیئے۔ ان کے اس لالچ کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ کی نگاہیں جب تک یہ آپ ﷺ کی نگاہ سے اوجھل نہ ہو گئے انہیں پرہیز۔ پس جب کل مال بانٹ چکے ایک کوڑی بھی باقی نہ بچی تب آپ ﷺ وہاں سے اٹھے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت کئی جگہ اپنی کتاب صحیح بخاری شریف میں تعلیقاً جزم کے صیغے کے ساتھ وارد کی ہے۔ ① اگر یہ لوگ خیانت کرنی چاہیں گے تو یہ کوئی نئی بات نہیں اس سے پہلے وہ خود اللہ تعالیٰ کی خیانت بھی کر چکے ہیں۔ تو ان سے یہ بھی ممکن ہے کہ اب جو ظاہر کریں اس کے خلاف اپنے دل میں رکھیں۔ اس سے تو نہ گھبرا جیسے اللہ تعالیٰ نے اس وقت

انہیں تیرے قابو میں کر دیا ہے ایسے ہی وہ ہمیشہ قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام علم و حکمت سے خالی نہیں۔ ان کے اور تمام مخلوق کے ساتھ جو کچھ وہ کرتا ہے اپنے ازلی ابدی پورے علم اور کامل حکمت کے ساتھ کرتا ہے حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ آیت عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح کا تب کے بارے میں اتری ہے جو مرتد ہو کر مشرکوں میں جا ملتا تھا۔

عطاء خراسانی کا قول ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں اتری ہے جبکہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیر خواہی کرتے رہیں گے۔ سدی رضی اللہ عنہ نے اسے عام اور سب کو شامل کہی ہے یہی ٹھیک بھی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

مہاجرین اور انصار کی فضیلت کا بیان: [آیت: ۷۲] مسلمانوں کی قسمیں بیان ہو رہی ہیں ایک تو مہاجر جنہوں نے اللہ کے نام پر وطن ترک کیا اپنے گھر یا مال تجارت کنبہ قبیلہ دوست احباب چھوڑے اللہ کے دین پر قائم رہنے کے لئے نہ جان کو جان سمجھانہ مال کو مال۔ دوسرے انصار مدنی جنہوں نے ان مہاجروں کو اپنے ہاں ٹھہرایا اپنے مالوں میں ان کا حصہ لگا دیا ان کے ساتھ مل کر ان کے دشمنوں سے لڑائی کی یہ سب آپس میں ایک ہی ہیں۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں بھائی چارہ کر دیا ایک انصاری ایک مہاجر کو بھائی بھائی بنا دیا۔ یہ بھائی بندی قربت داری سے بھی مقدم تھی ایک دوسرے کا وارث بنتا تھا آخر میں یہ منسوخ ہو گئی۔ ① حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”مہاجرین اور انصار سب آپس میں ایک دوسرے کے دلی وارث ہیں اور فتح مکہ کے آزاد کردہ مسلمان لوگ قریشی اور آزاد شدہ ثقیف آپس میں ایک دوسرے کے والی ہیں قیامت تک۔“ ② اور روایت میں ہے ”دنیا اور آخرت میں۔“ ③ مہاجر اور انصار کی تعریف میں اور بھی بہت سی آیتیں ہیں فرمان ہے ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ﴾ ④ پہلے پہل سبقت کرنے والے مہاجرین و انصار اور ان کے احسان کے تابعدار وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ خوش ہے اور وہ اس سے خوش ہیں اس نے ان کے لئے جنتیں تیار کر رکھی ہیں جن کے درختوں کے نیچے چشمے بہ رہے ہیں۔ اور آیت میں ہے ﴿لَقَدْ تَابَ اللّٰهُ عَلٰی النَّبِيِّ﴾ ⑤ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان مہاجرین و انصار پر اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کی توجہ فرمائی جنہوں نے سچائی کے وقت بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ چھوڑی۔

اور آیت میں ہے ﴿لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ﴾ ⑥ ان مہاجر محتاجوں کے لئے ہے جو اپنے مالوں سے اور اپنے شہروں سے نکال دیئے گئے جو اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رضامندی کی جستجو میں ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد میں لگے ہوئے ہیں یہی سچے لوگ ہیں۔ اور جنہوں نے ان کو جگہ دی ان سے محبت رکھی انہیں کشادہ دلی کے ساتھ دیا بلکہ اپنی ضرورت پر ان کی حاجت کو مقدم رکھا۔ یعنی جو ہجرت کی فضیلت اللہ تعالیٰ نے مہاجرین کو دی ہے اس پر وہ ان کا حسد نہیں کرتے۔ ان آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مہاجر انصار پر مقدم ہیں۔ علما کا اس میں اتفاق ہے۔ مسند بزار میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو ہجرت اور نصرت میں اختیار دیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کو پسند فرمایا۔ ⑦

پھر فرماتا ہے جو ایمان لائے لیکن انہوں نے وطن ترک نہیں کیا انہیں ان کی رفاقت حاصل نہیں۔ یہ مومنوں کی تیسری قسم ہے جو اپنی جگہ ٹھہرے ہوئے تھے ان کا مال غنیمت میں کوئی حصہ نہ تھا نہ خمس میں ہاں کسی لڑائی میں شرکت کریں تو اور بات ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی کو کسی فوجی دستے کا سپہ سالار بنا کر بھیجتے تو اسے نصیحت فرماتے کہ ”دیکھو اپنے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر رکھنا“

- ① صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب ذوی الأرحام ۴۷۷۔ ② احمد، ۴/۳۶۳، وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۱۰/۱۵۔ ③ مسند ابی یعلیٰ ۵۰۳۳، وسندہ ضعیف اس کی سند میں عمر بن عبدالمطلب اور ابی ایوب انہی نے لیس ہشتی جبکہ عقیلی نے مضطرب الحفظ کہا ہے۔ (المیزان، ۶/۸۹، رقم: ۵۷۰۷) ④ ۹/التوبة: ۱۰۔ ⑤ ۹/التوبة: ۱۱۷۔ ⑥ ۵۹/الحشر: ۸۔ ⑦ مسند البزار ۲۷۱۸، مجمع الزوائد، ۲/۴۸۱، طبرانی، ۳۰۱۰۔

وَالَّذِينَ كَفَرُوا بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۖ إِلَّا تَفْعَلُوهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْأَرْضِ

وَفَسَادٌ كَبِيرٌ ۖ ط

ترجمہ: کافر آپس میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں فتنہ ہوگا اور زبردست فساد ہو جائے گا۔ [۷۳]

= مسلمانوں کے ساتھ ہمیشہ خیر خواہانہ برتاؤ کرنا۔ جاؤ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کرنے والوں سے لڑو اپنے دشمن مشرکوں کے سامنے تین باتیں پیش کرو ان میں سے جو بھی وہ منظور کر لیں انہیں اختیار ہے۔ ان سے کہو کہ اسلام قبول کریں اگر مان لیں تو پھر ان سے رک جاؤ اور ان کا اسلام قبول کر لو اور انہیں کہو کہ کفرستان کو چھوڑ دیں مہاجرین کے شہروں کو چلے جائیں، تو جو حق مہاجرین کے ہیں ان کے بھی قائم ہو جائیں گے اور جو مہاجرین پر ہے ان پر بھی ہوگا۔ ورنہ یہ دیہات کے اور مسلمانوں کی طرح ہوں گے ایمان کے احکام ان پر جاری رہیں گے فی اور غنیمت کے مال میں ان کا کوئی حصہ نہ ہوگا ہاں یہ اور بات ہے کہ وہ کسی فوج میں شرکت کریں اور کوئی معرکہ سر کریں۔ یہ نہ مانیں تو انہیں کہو کہ جزیہ دیں۔ اگر یہ قبول کر لیں تو تم لڑائی سے رک جاؤ اور ان سے جزیہ لے لیا کرو۔ اگر ان دونوں باتوں کا انکار کریں تو اللہ تعالیٰ کی مدد کے بھروسے پر اللہ تعالیٰ سے نصرت طلب کر کے ان سے جہاد کرو۔ ① جو دیہاتی مسلمان وہیں مقیم ہیں ہجرت نہیں کی یہ اگر کسی وقت تم سے مدد کی خواہش کریں دشمنان دین کے مقابلے پر تمہیں بلائیں تو ان کی مدد پر واجب ہے لیکن اگر مقابلے پر کوئی ایسا قبیلہ ہو کہ تم میں اور ان میں صلح کا معاہدہ ہے تو خبردار تم عہد شکنی نہ کرنا۔ قسمیں نہ توڑنا۔“

مسلمان غیر مسلموں کا دوست نہیں ہوتا: [آیت: ۷۳] اوپر مسلمانوں کی کار سازی اور رفاقت و ولایت کا ذکر ہوا۔ اب یہاں کافروں کی نسبت بھی بیان فرما کر کافروں اور مؤمنوں میں دوستانہ کاٹ دیا۔ مستدرک حاکم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے نہ مسلمان کافر کا وارث اور نہ کافر مسلمان کا وارث۔“ پھر آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی ② بخاری مسلم میں بھی ہے ”مسلمان کافر کا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں بن سکتا۔“ ③ سنن وغیرہ میں ہے ”دو مختلف مذہب والے آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہیں۔“ ④ اسے امام ترمذی رحمہ اللہ حسن کہتے ہیں۔ ابن جریر میں ہے کہ ایک نئے مسلمان سے آپ ﷺ نے عہد کیا کہ ”نماز قائم رکھنا، زکوٰۃ دینا، بیت اللہ کا حج کرنا، رمضان المبارک کے روزے رکھنا اور جب اور جہاں شرک کی آگ بھڑک اٹھے تو اپنے آپ کو ان کا مقابل اور ان سے برسر جنگ سمجھنا“ یہ روایت مرسل ہے۔ اور مفصل روایت میں ہے آپ ﷺ فرماتے ہیں ”میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین میں ٹھہرا رہے۔“

- ① صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب تائیر الامام الامرا علی البعوث؛ وصیئہ ایامہم، ۱۷۳۱؛ ابوداؤد ۲۶۱۲؛ بیہقی، ۹/۴۹؛ السنن الکبریٰ للنسائی ۸۷۶۶؛ ابن ماجہ ۲۸۵۸؛ احمد، ۵/۳۵۲؛ ابن حبان ۴۷۳۹؛ ابو عوانہ ۶۶۹۵؛ ابن ابی شیبہ، ۶/۴۷۵۔
- ② حاکم، ۲/۲۴۰ وسندہ ضعیف۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الفرائض، باب لایرث المسلم الکافر ولا الکافر المسلم۔
- ④ ۶۷۶۶؛ صحیح مسلم ۱۶۱۶؛ ابوداؤد ۲۹۰۹؛ ترمذی ۲۱۰۷؛ السنن الکبریٰ ۶۳۷۲؛ احمد، ۵/۲۰۰؛ ابن حبان ۶۰۳۳؛ بیہقی، ۶/۳۱۷۔
- ④ ابوداؤد، کتاب الفرائض، باب هل یرث المسلم الکافر ۲۹۱۱ وسندہ حسن، ابن ماجہ ۲۷۳۱؛ احمد، ۲/۱۷۸؛ ترمذی ۲۱۰۸؛ عن جابر رضی اللہ عنہ، ابن الجارود ۹۶۷؛ ابن حبان ۵۹۹۶؛ حاکم ۲/۲۶۲؛ مجمع الزوائد، ۲۹۳/۶؛ السنن الکبریٰ ۶۳۸۱؛ دارقطنی ۴۵۷۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آوَوْا وَنَصَرُوا أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ۝ وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ فَأُولَٰئِكَ مِنْكُمْ ۖ وَأُولُو الْأَرْحَامِ بَعْضُهُمْ أَوْلَىٰ بِبَعْضٍ فِي كِتَابِ اللَّهِ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝

ترجمہ: جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور جہاد کیا اللہ کی راہ میں اور جنہوں نے جگہ دی اور مدد پہنچائی یہی لوگ سچے مومن ہیں ان کے لئے بخشش ہے اور عزت کی روزی [۴۳] اور جو لوگ اس کے بعد ایمان لائے اور ہجرت کی اور تمہارے ساتھ ہو کر جہاد کیا پس یہ لوگ بھی تم میں سے ہی ہیں اور رشتے ناتے والے ان میں سے بعض بعض سے زیادہ نزدیک ہیں اللہ تعالیٰ کے حکم میں بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔ [۴۵]

= کیا وہ دونوں جانب لگی ہوئی آگ نہیں دیکھتا۔ ① ابوداؤد میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ”جو مشرکوں سے خلا ملارکھے اور ان میں ٹھہرا رہے وہ انہیں جیسا ہے۔“ ② ابن مردویہ میں ہے اللہ تعالیٰ کے رسول رسولوں کے سر تاج حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ فرماتے ہیں ”جب تمہارے پاس وہ آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم رضامند ہو تو اس کے نکاح میں دے دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ملک میں زبردست فتنہ فساد برپا ہوگا۔“ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! گو اس میں کچھ ہو۔ آپ ﷺ نے پھر فرمایا ”جب تمہارے پاس کسی ایسے شخص کا مانگا آئے جس کے دین اور اخلاق سے تم خوش ہو تو اس کا نکاح کر دو۔“ تین بار یہی فرمایا۔ ③ آیت کے ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم نے مشرکوں سے ایک سوئی نہ کی اور ایمان داروں سے ہی دوستیاں نہ رکھیں تو ایک فتنہ برپا ہو جائے گا یہ اختلاط برے نتیجے دکھائے گا لوگوں میں زبردست فساد برپا ہو جائے گا۔

مؤمن بندے اور قیامت: [آیت: ۴۳-۴۵] مؤمنوں کا دینی حکم ذکر فرما کر اب آخرت کا حال بیان فرما رہا ہے ان کے ایمان کی سچائی ظاہر کر رہا ہے جیسے کہ اس سورت کے شروع میں بیان ہوا ہے۔ انہیں بخشش ملے گی ان کے گناہ معاف ہوں گے انہیں عزت کی پاک روزی ملے گی جو برکت والی بیٹگی والی طیب و طاہر ہوگی، قسم قسم کی لذیذ عمدہ اور نہ ختم ہونے والی ہوگی۔ ان کی اتباع کرنے والے ایمان و عمل صالح میں ان کا ساتھ دینے والے آخرت میں بھی درجوں میں ان کے ساتھ ہی ہوں گے جیسا کہ ﴿وَالسَّابِقُونَ السَّابِقُونَ﴾ ④ اور ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ﴾ ⑤ میں فرماتا ہے۔ متفق علیہ بلکہ متواتر حدیث میں ہے کہ ”انسان اس کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔“ ⑥ دوسری حدیث میں ہے ”جو کسی قوم سے محبت رکھے وہ ان میں سے ہی“ =

- ① ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب النهی عن قتل من اعتصم بالسجود ۲۶۴۵ وسندہ ضعیف الإجماع والضریر مدلس راوی ہے اور تفریحاً بالمساع ثابت نہیں۔ ترمذی ۱۶۰۴؛ نسائی ۴۷۸۴۔
- ② ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی اقامة بأرض الشرك ۲۷۸۷، وسندہ ضعیف اس کی سند میں جعفر بن سعد ضعیف اور ضعیف بن سلیمان مجہول راوی ہے۔ (التقریب، ۱/ ۱۳۰، ۲۲۲)
- ③ ترمذی، کتاب النکاح، باب ما جاء فیمن تزون دینہ فزوجہ، ۱۰۸۴ مختصراً وسندہ ضعیف۔ ابن عجلان مدلس کے سماع کی صراحت نہیں نیز عبد الحمید بن سلیمان ضعیف راوی ہے۔ ④ ۹/ التوبة: ۱۰۰۔ ⑤ ۵۹/ الحشر: ۱۰۔
- ⑥ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب علامة الحب فی اللہ..... ۶۱۶۸؛ صحیح مسلم ۲۶۴۰۔

بُرَاءَةُ التَّوْبَةِ لِلَّذِينَ آمَنُوا بِرَبِّهِمْ وَأَسْلَمُوا عَلَىٰ سَمْعٍ وَعَيْنٍ وَأَخْلَسُوا لَأُولَئِكَ أُغْفِرُ الذُّنُوبَ أَكْثَرًا مِنِّي

بِرَاءَةٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ ۖ فَسِيحُوا فِي الْأَرْضِ

أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَلِمُوا أَنَّهُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۚ وَأَنَّ اللَّهَ مُخْزِي الْكَافِرِينَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بیزاری کا اعلان ہے ان مشرکوں کے بارے میں جن سے تم نے عہد و پیمانہ کیا تھا۔ [۱] پس (اے مشرک) تم ملک میں چار مہینے تک تو چل پھرو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو عاجز کرنے والے نہیں ہو اور یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو رسوا کرنے والا ہے۔ [۲]

ہے۔“ ایک روایت میں ہے ”اس کا حشر بھی انہیں کے ساتھ ہوگا۔“ ① مسند احمد کی حدیث گزر چکی ہے کہ ”مہاجر و انصار آپس میں ایک دوسرے کے ولی ہیں فتح مکہ کے بعد کے مسلمان قریشی اور ثقیف کے آزاد شدہ آپس میں ایک ہیں قیامت تک یہ سب آپس میں ولی ہیں۔“ ② پھر اولوالارحام کا بیان ہوا یہاں ان سے مراد وہی قربت دار نہیں جو علماء فرائض کے نزدیک اس نام سے یاد کئے جاتے ہیں یعنی جن کا کوئی حصہ مقرر نہ ہو اور جو عصبہ بھی نہ ہوں جیسے خالہ ماموں پھوپھی نواسے نواسیاں بھانجے بھانجیاں وغیرہ۔ بعض کا یہی خیال ہے وہ آیت سے حجت پکڑتے ہیں اور اسے اس بارے میں صراحت والی بتلاتے ہیں یہ نہیں بلکہ حق یہ ہے کہ یہ آیت عام ہے تمام قربت داروں کو شامل ہے جیسے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہما مجاہد عمرہ حسن قتادہ رضی اللہ عنہما وغیرہ کہتے ہیں کہ یہ ناسخ ہے حلیفوں کے باہم وارث بننے کی اور بھائی چارے پر وارث بننے کی جو پہلے دستور تھا پس یہ علماء فرائض کے ذوی الارحام کو شامل ہوگی خاص نام کے ساتھ۔ اور جو انہیں وارث نہیں بناتے ان کے پاس کئی دلیلیں ہیں۔ سب سے قوی یہ حدیث ہے کہ ”اللہ تعالیٰ نے ہر حقدار کو اس کا حق دلوادیا ہے پس کسی وارث کے لئے کوئی وصیت نہیں“ ③ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ بھی حقدار ہوتے تو ان کے بھی حصے مقرر ہو جاتے جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُورَةُ الْاِنْفَالِ كِي تَفْسِيرِ خَتْمِ هُوِي۔

اللہ تعالیٰ پر ہمارا بھروسہ ہے وہی ہمیں کافی ہے اور وہی بہترین کارساز ہے۔

تفسیر سورۃ توبہ

مشرکین سے اعلان براءت: [آیت: ۱-۲] یہ سورت سب سے آخر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری ہے۔ بخاری شریف میں ہے سب سے آخر آیت ﴿يَسْتَفْتُونَكَ﴾ ① اتری اور سب سے آخر سورت سورۃ براءۃ اتری ہے۔ ⑤ اس کے شروع میں بسم اللہ نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی اقتدا کر کے اسے قرآن میں نہیں لکھا تھا۔ ترمذی شریف میں ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آخر کیا وجہ ہے جو آپ نے سورۃ انفال کو جو مشانی میں سے ہے اور سورۃ براءت کو جو مکین میں سے ہے ملا دیا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی اور پہلے کی سات لمبی سورتوں

① المعجم الصغير ۸۷۴۔ ② اس کا ہم سورۃ الانفال آیہ نمبر ۷۲ کے تحت گزر چکا ہے۔

③ ابو داؤد، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الوصیة للوارث ۲۸۷، وهو حسن، ترمذی ۲۱۲۰؛ ابن ماجہ ۲۸۱۳؛ مسند الطیالسی

۲۱۲۷؛ احمد، ۵/۲۶۷، بیہقی، ۶/۲۶۴۔ ④ ۱۷۶: النساء۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ باب قوله (براءۃ من اللہ ورسوله إلى الذین.....) ۶۶۵۴؛ صحیح مسلم ۱۶۱۸۔

میں انہیں رکھا؟ آپ نے جواب دیا کہ بسا اوقات حضور اکرم ﷺ پر ایک ساتھ کئی سورتیں اتری تھیں۔ جب آیت اترتی آپ وحی کے لکھنے والوں میں سے کسی کو بلا کر فرمادیتے کہ اس آیت کو فلاں سورت میں لکھ دو جس میں یہ ذکر ہے سورۃ انفال مدینہ منورہ میں سب سے پہلے نازل ہوئی تھی اور سورۃ براءت سب سے آخر میں اتری تھی بیانات دونوں کے ملتے جلتے تھے مجھے خیال ہوا کہ کہیں یہ بھی اسی میں سے نہ ہو۔ حضور اکرم کا انتقال ہو گیا اور آپ ﷺ نے ہم سے نہیں فرمایا کہ یہ اس میں سے ہے اس لئے میں نے دونوں سورتوں کو متصل لکھا اور ان کے درمیان بسم اللہ الرحمن الرحیم نہیں لکھی اور سات پہلی لمبی سورتوں میں انہیں رکھا۔ ① اس سورت کا ابتدائی حصہ اس وقت اتر جب آپ ﷺ غزوہ تبوک سے واپس آ رہے تھے۔ حج کا زمانہ تھا۔ مشرکین اپنی عادت کے مطابق حج میں آ کر بیت اللہ کا طواف ننگے ہو کر کیا کرتے تھے آپ ﷺ ان میں خلا ملا ہونا ناپسند فرما کر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما کو حج کا امام بنا کر اس سال مکہ مکرمہ روانہ فرمایا کہ ”مسلمانوں کو احکام حج سکھائیں اور مشرکوں میں اعلان کر دیں وہ آئندہ سال حج کو نہ آئیں اور سورۃ براءت کا بھی عام لوگوں میں اعلان کر دیں“ آپ کے پیچھے پھر حضرت علی رضی اللہ عنہما کو بھیجا کہ آپ کا پیغام بحیثیت آپ کی نزدیکی قرابت داری کے آپ بھی پہنچادیں جیسے کہ اس کا تفصیلی بیان آ رہا ہے ان شاء اللہ۔ پس فرمان ہے کہ یہ بے تعلقی ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے۔ بعض تو کہتے ہیں یہ اعلان اس عہد و پیمانہ کے متعلق ہے جن سے کوئی وقت معین نہ تھا یا جن سے عہد چار ماہ سے کم کا تھا لیکن جن کا بسا عہد تھا وہ بدستور باقی رہا۔ جیسے فرمان ہے کہ ﴿فَاتِمُّوا إِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ إِلَىٰ مَدِينِهِمْ﴾ ② ان کی پوری مدت ہونے تک تم ان سے ان کا عہد نبھاؤ۔ حدیث شریف میں بھی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہم سے جن کا عہد و پیمانہ ہے، ہم اس پر مقررہ وقت تک پابندی سے قائم ہیں۔“ گو اس بارے میں اور اقوال بھی ہیں لیکن سب سے اچھا اور سب سے قوی قول یہی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جن لوگوں سے عہد ہو چکا تھا ان کے لئے چار ماہ کی حد بندی اللہ تعالیٰ نے مقرر کی اور جن سے عہد نہ تھا ان کے لئے حرمت والے مہینوں کے گزر جانے کی حد بندی مقرر کر دی یعنی دس ذی الحجہ سے محرم ختم تک پچاس دن۔ اس مدت کے بعد حضور اکرم ﷺ کو ان سے جنگ کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے جب تک وہ اسلام قبول نہ کر لیں۔ اور جن سے عہد ہے وہ دس ذی الحجہ کے اعلان کے دن سے لے کر میں ربیع الاخر تک اپنی تیاری کر لیں پھر اگر چاہیں مقابلے پر آ جائیں۔ یہ واقعہ ۹ھ کا ہے آپ ﷺ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کو امیر حج مقرر کر کے بھیجا تھا اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو تیس یا چالیس آیتیں قرآن کی اس سورت کی دے کر بھیجا کہ آپ چار ماہ کی مدت کا اعلان کر دیں۔ آپ نے ان کے ڈیروں میں گھروں میں منزلوں میں جا جا کر یہ آیتیں انہیں سنا دیں اور ساتھ ہی سرکار نبوت ﷺ کا یہ حکم بھی سنا دیا کہ اس سال کے بعد حج کے لئے کوئی مشرک نہ آئے اور بیت اللہ کا طواف کوئی نہ کا شخص نہ کرے۔ ③ قبیلہ خزاعہ قبیلہ مدح اور دوسرے سب قبائل کے لئے بھی یہی اعلان تھا۔ تبوک سے آ کر آپ ﷺ نے حج کا ارادہ کیا تھا، لیکن مشرکوں کا وہاں آنا اور ان کا ننگے ہو کر وہاں کا طواف کرنا آپ ﷺ کو ناپسند تھا اس لئے حج نہ کیا اور اس سال حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہما کو اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کو بھیجا انہوں نے ذی الحجہ کے بازروں میں اور ہر گلی کوچے اور ہر پرٹاؤ اور میدان میں اعلان کیا کہ چار مہینے تک کی تو مشرک کو اور مشرک کو مہلت ہے ④ اس کے بعد ہماری اسلامی تلوار اپنا جوہر دکھائے گی بیس دن ذی الحجہ کے، محرم پورا، صفر پورا اور ربیع الاول پورا اور دس دن ربیع الاخر کے۔ زہری رضی اللہ عنہما کہتے ہیں شوال سے محرم تک کی ڈھیل تھی لیکن یہ قول غریب =

① أبو داود، کتاب الصلاة، باب من جهر بها ۷۸۶ وسنده حسن، حسن ترمذی ۳۰۸۶؛ السنن الكبرى للنسائی ۸۰۰۷؛ احمد،

۵۷/۱ ② ۹/ التوبة: ۴۔

③ الطبری ۴/ ۱۰۰ یہ روایت مرسل ہے۔ ④ ایضاً یہ روایت مرسل ہے۔

وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ أَنَّ اللَّهَ بَرِيءٌ مِّنَ
 الْمُشْرِكِينَ ۗ وَرَسُولُهُ ۗ فَإِن تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۖ وَإِن تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ
 غَيْرُ مُعْجِزِي اللَّهِ ۗ وَبَشِّرِ الَّذِينَ كَفَرُوا بِعَذَابِ آلِيمٍ ۗ

ترجمہ: اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے لوگوں کو بڑے حج کے دن صاف اطلاع ہے کہ اللہ تعالیٰ مشرکوں سے بیزار ہے اور
 اس کا رسول ﷺ بھی اگر اب بھی تم کو توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر تم روگردانی کرو تو جان لو کہ تم اللہ تعالیٰ کو برا نہیں سکتے
 کافروں کو دکھ کی ماد کی خبر پہنچا دے۔ [۳]

ہے اور سمجھ سے بھی بالاتر ہے کہ حکم پہنچنے سے پہلے ہی مدت شماری کیسے ہو سکتی ہے۔

حج اکبر سے کیا مراد ہے؟ [آیت: ۳] اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف سے عام اعلان ہے اور ہے بھی بڑے حج کے
 دن یعنی عید قربان کو جو حج کے تمام دنوں سے بڑا اور افضل دن ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول مشرکوں سے بری الذمہ ہیں اور الگ
 ہیں اگر اب بھی تم گمراہی اور شرک و برائی چھوڑ دو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے توبہ کر لو نیک بن جاؤ اسلام قبول کر لو شرک و کفر چھوڑ دو
 اور اگر تم نے نہ مانا اپنی ضلالت پر قائم رہے تو تم نہ اب اللہ تعالیٰ کے قبضے سے باہر ہو نہ آئینہ کسی وقت اللہ تعالیٰ کو دبا سکتے ہو وہ تم پر قادر
 ہے تمہاری چوٹیاں اس گھے ہاتھ میں ہیں وہ کافروں کو دنیا میں بھی سزا کرے گا اور آخرت میں بھی عذاب کرے گا۔ صحیح بخاری شریف
 میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے قربانی والے دن ان لوگوں میں جو اعلان کے لئے بھیجے گئے
 تھے بھیجا ہم نے منادی کر دی کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور بیت اللہ کا طواف کوئی شخص نہ گا ہو کہ نہ کرے۔ پھر حضور
 اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ سورہ براءۃ کا اعلان کر دیں پس آپ نے بھی منیٰ میں ہمارے ساتھ عید کے دن انہیں
 احکام کی منادی کی۔ ① حج اکبر کا دن بقر عید کا دن ہے کیونکہ لوگ حج اصغر بولا کرتے تھے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اس اعلان
 کے بعد حجۃ الوداع میں ایک بھی مشرک حج کو نہیں آیا تھا۔ ② حنین کے زمانے میں رسول اللہ ﷺ نے ہجرانہ سے عمرے کا احرام
 باندھا تھا پھر اس سال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کو امیر حج بنا کر بھیجا اور آپ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو منادی کے لئے روانہ
 فرمایا۔ پھر حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا کہ براءت کا اعلان کر دیں۔ امیر حج حضرت علی رضی اللہ عنہ کے آنے کے بعد بھی
 حضرت ابو بکر صدیق ہی رہے۔ لیکن اس روایت میں غربت ہے۔ عمرہ ہجرانہ والے سال امیر حج حضرت عتاب بن اسید رضی اللہ عنہ تھے
 حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ ۹ھ میں امیر حج تھے۔ مسند کی روایت میں ہے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس سال حضرت علی رضی اللہ عنہ کے
 ساتھ میں تھا۔ ہم نے پکار پکار کر منادی کر دی کہ جنت میں صرف ایماندار ہی جائیں گے بیت اللہ کا طواف آئینہ سے کوئی شخص عربیانی
 کی حالت میں نہیں کر سکے گا۔ جن کے ساتھ ہمارے عہد و پیمان ہیں ان کی مدت آج سے چار ماہ کی ہے اس مدت کے گزر جانے کے
 بعد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ مشرکوں سے بری الذمہ ہیں اس سال کے بعد کسی کافر کو بیت اللہ کے حج کی اجازت نہیں۔

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورہ براءۃ باب (وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ.....)؛ ۶۷۵۶؛ صحیح مسلم ۱۳۴۷ مختصراً؛
 ابوداؤد ۱۹۴۶؛ مسند ابی یعلیٰ ۷۶۔ ② صحیح بخاری، کتاب الجزیة، باب کیف یبذل إلى أهل العہد ۳۱۷۷۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ منادی کرتے کرتے میرا گلایہ بیٹھ گیا۔ ❶ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی آواز بیٹھ جانے کے بعد میں نے منادی شروع کر دی تھی۔ ایک روایت میں ہے جس سے عہد ہے اس کی مدت وہی ہے۔

امام ابن جریر رحمہ اللہ فرماتے ہیں مجھے تو ڈر ہے کہ یہ جملہ کسی راوی کے وہم کی وجہ سے نہ ہو۔ کیونکہ مدت کے بارے میں اس کے خلاف بہت سی روایتیں ہیں۔ مسند میں ہے کہ براءت کا اعلان کرنے کو آپ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بھیجا وہ ذوالحلیفہ پہنچے ہوں گے جو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”یہ اعلان تو یا میں خود کروں گا یا میرے اہل بیت میں سے کوئی شخص کرے گا۔“ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا۔ ❷ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورہ براءت کی دس آیتیں جب اتریں آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا انہیں لے جاؤ اہل مکہ کو سناؤ۔ پھر مجھے یاد فرمایا اور ارشاد ہوا کہ ”تم جاؤ ابو بکر سے ملو جہاں بھی وہ ملیں ان سے کتاب لے لینا اور مکہ والوں کے پاس جا کر انہیں پڑھ کر سنانا۔“ میں چلا جھ میں جا کر ملاقات ہوئی۔ میں نے ان سے کتاب لے لی۔ آپ واپس لوٹے اور حضور اکرم رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا میرے بارے میں کوئی آیتیں نازل ہوئی ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”نہیں جبریل میرے پاس آئے اور فرمایا کہ یا تو یہ پیغام خود آپ پہنچائیے یا اور کوئی شخص جو آپ میں سے ہو۔“ ❸ اس سند میں ضعف ہے اور اس سے یہ مراد بھی نہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اسی وقت لوٹ آئے نہیں بلکہ آپ نے اپنی سرداری میں وہ حج کرایا حج سے فارغ ہو کر پھر واپس آئے جیسے کہ اور روایتوں میں صراحتاً مروی ہے۔ اور حدیث میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جب حضور اکرم رضی اللہ عنہ نے اس پیغام رسائی کا ذکر کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عذر پیش کیا کہ میں عمر کے لحاظ سے اور تقریر کے لحاظ سے اپنے میں کمی پاتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”لیکن ضرورت اس کی ہے کہ اسے یا تو میں آپ پہنچاؤں یا تو پہنچائے۔“ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا اگر یہی ہے تو لیجئے میں جاتا ہوں۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”جاؤ اللہ تعالیٰ تیری زبان کو ثابت رکھے اور تیرے دل کو ہدایت دے۔“ پھر اپنا ہاتھ ان کے منہ پر رکھا۔ ❹ لوگوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حج کے موقع پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ آپ کو رسول اللہ رضی اللہ عنہ نے کیا بات پہنچانے بھیجا تھا؟ آپ نے اوپر والی چاروں باتیں بیان فرمائیں۔ ❺ مسند احمد وغیرہ میں یہ روایت کئی طریق سے آئی ہے اس میں لفظ یہ ہیں کہ جن سے معاہدہ ہے وہ جس مدت تک ہے اسی تک رہے گا۔ اور حدیث میں ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سے لوگوں نے کہا کہ آپ حج میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بھیج چکے ہیں کاش کہ یہ پیغام بھی انہیں پہنچا دیتے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”اسے تو کوئی میرے گھر والا ہی پہنچائے گا۔“ اس میں ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور اکرم رضی اللہ عنہ کی عضباء نامی اونٹنی پر سوار ہو کر تشریف لے گئے تھے انہیں راستے میں دیکھ کر حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ سردار ہو یا ماتحت؟ فرمایا انہیں میں تو ماتحت ہوں۔ وہاں جا کر آپ نے حج کا انتظام کیا اور عید والے دن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو رسول اللہ رضی اللہ عنہ کے یہ احکام پہنچائے۔ پھر یہ دونوں آپ رضی اللہ عنہ کے پاس آئے۔ پس مشرکین میں سے جن سے عام عہد تھا ان کے لئے تو چار ماہ کی مدت ہو

❶ احمد، ۲/۲۹۹؛ مسند ضعیف، دارمی، ۱/۳۳۲؛ ابن حبان، ۳۸۰۹؛ حاکم، ۲/۳۳۱۔

❷ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ، ۳۰۹۰؛ مسند حسن، احمد، ۳/۲۱۲۔

❸ احمد، ۱/۱۵۱؛ زوائد عبداللہ بن احمد حنبل و مسند ضعیف محمد بن جابر ضعیف مشہور، مجمع الزوائد، ۷/۳۲۔

❹ احمد، ۱/۱۵۰؛ مسند ضعیف۔ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ، ۳۰۹۲؛ وهو صحیح

احمد، ۱/۷۹؛ حاکم، ۳/۵۲؛ مسند ابی یعلیٰ، ۴۵۲۔

گئی باقی جس سے جتنا عہد تھا وہ بدستور رہا۔ ① اور روایت میں ہے کہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر حج بنا کر بھیجا تھا اور مجھے ان کے پاس چالیس آیتیں سورہ براءت کی دے کر بھیجا تھا۔ آپ نے عرفات کے میدان میں عرفہ کے دن لوگوں کو خطبہ دیا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا اٹھئے اور سرکار رسالتناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لوگوں کو سنا دیجئے۔ پس حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کھڑے ہو کر ان چالیس آیتوں کی تلاوت فرمائی۔ پھر لوٹ کر منیٰ میں آ کر جمرہ پر نکلتے پھینکیں اونٹ نحر کیا سر منڈوایا۔ پھر مجھے معلوم ہوا کہ سب حاجی اس خطبے کے وقت موجود نہ تھے۔ اس لئے میں نے ڈیروں میں اور خیموں میں اور پڑاؤں میں جا جا کر منادی شروع کر دی میرا خیال ہے شاید اس وجہ سے لوگوں کو یہ گمان ہو گیا یہ دسویں تاریخ کا ذکر ہے حالانکہ اصل پیغام نویں کو عرفہ کے دن پہنچا دیا گیا تھا۔

ابو اسحاق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ حج اکبر کا کونسا دن ہے؟ آپ نے فرمایا عرفہ کے دن۔ میں نے کہا یہ آپ اپنی طرف سے فرما رہے ہیں یا صحابہ رضی اللہ عنہم سے سنا ہوا۔ فرمایا سب کچھ یہی ہے۔ عطاء رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں پس اس دن کوئی روزہ نہ رکھے۔ راوی کہتا ہے میں نے اپنے باپ کے بعد حج کیا مدینے پہنچا اور پوچھا کہ یہاں آج کل سب سے افضل کون ہیں؟ لوگوں نے کہا حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ ہیں۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ میں نے مدینے والوں سے پوچھا کہ یہاں آج کل سب سے افضل کون ہیں؟ تو انہوں نے آپ کا نام لیا تو میں آپ کے پاس آیا ہوں۔ یہ فرمائیے کہ عرفہ کے دن کے روزے کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا لو میں تمہیں اپنے سے ایک سو درجے بہتر شخص کو بتاؤں وہ عمر رضی اللہ عنہ یا ابن عمر رضی اللہ عنہ ہیں وہ اس روزے سے منع فرماتے تھے اور اسی دن حج اکبر فرماتے تھے (ابن ابی حاتم وغیرہ) اور بھی بہت سے بزرگوں نے یہی فرمایا ہے کہ حج اکبر سے مراد عرفہ کے دن ہے۔ ایک مرسل حدیث میں بھی ہے کہ ”آپ نے اپنے عرفہ کے خطبے میں فرمایا یہی حج اکبر کا دن ہے۔“ ② دوسرا قول یہ ہے کہ اس سے مراد بقر عید کا دن ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ بقر عید والے دن اپنے سفید خچر پر سوار جا رہے تھے جو ایک شخص نے آ کر لگام تھام لی اور یہی پوچھا آپ نے فرمایا ”حج اکبر کا دن آج ہی کا دن ہے لگام چھوڑ دے۔“ عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کا قول بھی یہی ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے اپنے عید کے خطبے میں فرمایا آج ہی کا دن یوم الاضحیٰ ہے۔ آج ہی کا دن یوم النحر ہے آج ہی کا دن حج اکبر کا دن ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی یہی مروی ہے اور بھی بہت سے لوگ اسی طرف گئے ہیں کہ حج اکبر بقر عید کا دن ہے۔ امام ابن جریر رضی اللہ عنہ کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے۔ صحیح بخاری کے حوالے سے پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے منادی کرنے والوں کو منیٰ میں عید کے دن بھیجا تھا۔ ابن جریر میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حجۃ الوداع میں جردوں کے پاس دسویں تاریخ ذی الحجہ کو ٹھہرے اور فرمایا ”یہی دن حج اکبر کا دن ہے۔“ اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی سرخ رنگ کی تھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا کہ ”جانتے بھی ہو آج کیا دن ہے؟“ لوگوں نے کہا قربانی کا دن ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”سچ ہے یہی دن حج اکبر کا ہے۔“ ③ اور روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اونٹنی پر سوار تھے لوگ اس کی تکمیل تھا مے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ یہ ”کونسا دن ہے جانتے ہو؟“ ہم اس خیال سے خاموش ہو گئے کہ شاید آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کوئی اور ہی نام بتلائیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”کیا یہ حج اکبر کا دن نہیں؟“ اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

① الطبری، ۱۴/۱۰۷ - ② صحیح بخاری، کتاب الحج، باب الخطبة ایام منی تحت، رقم: ۱۷۴۲: ابوداؤد

③ ابن ماجہ ۳۰۵۸ - ⑤ الطبری، ۱۴/۱۲۵

إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوكُمْ شَيْئًا وَلَمْ يُظَاهِرُوا عَلَيْكُمْ
 أَحَدًا فَأَتَيْتُمُ الْيَهُودَ عَاهِدَهُمْ إِلَىٰ مَدَّتَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِينَ ۝ فَإِذَا انْسَلَخَ
 الْأَشْهُرُ الْحُرْمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ وَخُذُوهُمْ وَاحْصُرُوهُمْ
 وَاقْعُدُوا لَهُمْ كُلَّ مَرْصِدٍ إِنَّا تَابُوا وَآقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ
 إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

ترجمہ: بجز ان مشرکوں کے جن سے تمہارا معاہدہ ہو چکا ہے اور انہوں نے تمہیں ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچایا نہ کسی کی تمہارے خلاف مدد کی ہے تو تم بھی ان کے معاہدے کی مدت ان کے ساتھ پوری کرو اللہ تعالیٰ پر بیزار گاروں کو دوست رکھتا ہے۔ [۳۱] پس حرمت والے مہینوں کے گزرتے ہی مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو انہیں گرفتار کرو ان کا محاصرہ کر لو اور ان کی تاک میں ہر گھنٹی میں بیٹھو جہاں اگر وہ توجہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ ادا کرنے لگیں تو تم ان کی راہیں چھوڑ دو یقیناً اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ [۵۱]

۱۔ سوال پر جواب دیا کہ یہ حج اکبر کا دن ہے۔

سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عید کے بعد کا دن ہے۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حج کے سب دنوں کا یہی نام ہے۔ سفیان رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں کہ جیسے یوم جمل، یوم صفین ان لڑائیوں کے تمام دنوں کا نام ہے ایسے ہی یہ بھی ہے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ سے جب یہ سوال ہوا تو آپ نے فرمایا تمہیں اس سے کیا حاصل یہ تو اس سال تھا جس سال حج کے امیر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے۔ ابن سیرین رضی اللہ عنہ اسی سوال کے جواب میں فرماتے ہیں یہ وہ دن تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور عام لوگوں کا حج ہوا۔ [آیت ۴۰-۵۰] پہلے جو احادیث بیان ہو چکی ہیں ان کا اور اس آیت کا مضمون ایک ہی ہے۔ اس سے صاف ہو گیا کہ جن سے مطلقاً عہد و پیمانہ ہوئے تھے انہیں تو چار ماہ کی مہلت دی گئی کہ اس میں وہ اپنا جو چاہیں کر لیں اور جن سے کسی مدت تک عہد و پیمانہ ہو چکے ہیں وہ سب عہد ثابت ہیں بشرطیکہ وہ لوگ معاہدے کی شرائط پر قائم رہیں نہ مسلمانوں کو خود کوئی ایذا پہنچائیں نہ ان کے دشمنوں کی کمک اور امداد کریں۔ اللہ تعالیٰ وعدوں کے پورے لوگوں سے محبت رکھتا ہے۔

جہاد اور حرمت والے مہینے: حرمت والے مہینوں سے مراد یہاں وہ چار مہینے ہیں جن کا ذکر آیت ﴿مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرْمٌ﴾ ۲ میں ہے پس ان کے حق میں آخری حرمت والا مہینہ محرم الحرام کا ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما اور ضحاک رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے لیکن اس میں ذرا تاثر ہے بلکہ مراد اس سے یہاں وہ چار مہینے ہیں جن میں مشرکین کو پناہ ملی تھی کہ ان کے بعد تم سے لڑائی ہے۔ چنانچہ خود اسی سورت میں اس کا بیان اور آیت میں آ رہا ہے۔ فرماتا ہے ان چار ماہ کے بعد مشرکوں سے جنگ کرو انہیں قتل کرو انہیں گرفتار کرو جہاں بھی پالو۔ پس یہ عام ہے لیکن مشہور یہ ہے کہ یہ خاص ہے حرم میں لڑائی نہیں ہو سکتی جیسے فرمان ہے ﴿وَلَا تَقْتُلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ ۳ مسجد حرام کے پاس ان سے نہ لڑو جب تک کہ وہ اپنی طرف سے لڑائی کی ابتدا نہ کریں۔ اگر یہ وہاں تم سے لڑیں تو پھر تمہیں بھی ان سے

۱۔ ترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء في تحريم الدماء والاموال ۲۱۵۹ وسنده حسن، ابن ماجه ۳۰۵۵۔

۲۔ ۹ التوبة: ۳۶۔ ۳۔ ۲ البقرة: ۱۹۱۔

لڑائی کرنے کی اجازت ہے چاہے قتل کرو چاہے قید کر لو ان کے قلعوں کا محاصرہ کرو ان کے لئے ہر گھنٹی میں بیٹھ کر تاک لگاؤ انہیں زور پلا کر مارو۔ یعنی یہی نہیں کہل جائیں تو جھڑپ ہو جائے خود چڑھ کر جاؤ۔ ان کی راہیں بند کر دو اور انہیں مجبور کر دو کہ یا تو اسلام لائیں یا لڑیں۔ اسی لئے فرمایا کہ اگر وہ توبہ کر لیں پابند نماز ہو جائیں زکوٰۃ دینے لگیں تو بے شک ان کی راہیں کھول دو ان پر سے تنگیاں اٹھا لو۔ زکوٰۃ کے مانعین سے جہاد کرنے کی اسی جیسی آیتوں سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے دلیل لی تھی کہ لڑائی اس شرط پر حرام ہے کہ اسلام میں داخل ہو جائیں اور اسلام کے واجبات بجالائیں۔ اس آیت میں ارکان اسلام کو ترتیب وار بیان فرمایا ہے اعلیٰ پھر ادنیٰ پس شہادت کے بعد سب سے بڑا رکن اسلام نماز ہے جو اللہ عزوجل کا حق ہے۔ نماز کے بعد زکوٰۃ جس کا نفع فقیروں، مسکینوں، محتاجوں کو پہنچتا ہے اور حقوق کا زبردست حق جو انسان کے ذمے ہے ادا ہو جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے جو اکثر نماز کے ساتھ ہی زکوٰۃ کا ذکر اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”مجھے حکم کیا گیا ہے کہ لوگوں سے جہاد جاری رکھوں۔ جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ کوئی معبود بجز اللہ تعالیٰ کے نہیں ہے اور یہ کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور نمازوں کو قائم کریں اور زکوٰۃ دیں۔“ ①

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمہیں نمازوں کے قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم کیا گیا ہے جو زکوٰۃ نہ دے اس کی نماز بھی نہیں۔ حضرت عبدالرحمن بن زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ہرگز کسی کی نماز قبول نہیں فرماتا جب تک وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے۔ اللہ تعالیٰ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ پر رحم فرمائے آپ کی فقہ سب سے بڑھی ہوئی تھی جو آپ نے زکوٰۃ کے منکروں سے جہاد کیا۔ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”مجھے لوگوں سے جہاد کا حکم دیا گیا ہے جب تک کہ وہ یہ گواہی نہ دیں کہ بجز اللہ تعالیٰ برحق کے اور کوئی بھی لائق عبادت نہیں اور حضرت محمد اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ جب وہ ان دونوں باتوں کا اقرار کر لیں ہمارے قبیلے کی طرف منہ کر لیں ہمارا ذبیحہ کھانے لگیں ہم جیسی نمازیں پڑھنے لگیں تو ہم پر ان کے خون ان کے مال حرام ہیں مگر احکام اسلام حق کے ماتحت انہیں ہر وہ حق حاصل ہے جو اور مسلمانوں کا ہے اور ان کے ذمے ہر وہ چیز ہے جو اور مسلمانوں کے ذمے ہے“ ② یہ روایت صحیح بخاری میں اور سنن میں بھی ہے سوائے ابن ماجہ کے۔ ابن جریر میں ہے رسول مقبول ﷺ فرماتے ہیں ”جو دنیا سے اس حال میں جائے کہ اللہ تعالیٰ اکیلے کی خالص عبادت کرتا ہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو تو وہ اس حال میں جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہوگا۔“ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہی اللہ تعالیٰ کا دین ہے اسی کو تمام پیغمبر ﷺ لائے تھے اور اپنے رب کی طرف سے اپنی اپنی امتوں کو پہنچایا تھا اس سے پہلے کہ باتیں پھیل جائیں اور خواہش ادھر ادھر لگ جائیں۔ اس کی سچائی کی شہادت اللہ تعالیٰ کی آخری وحی میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ﴿فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾ بس تو یہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ واحد برحق کے سوا اوروں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں نمازوں اور زکوٰۃ کے پابند ہو جائیں۔ اور آیت میں ہے کہ ان تینوں کاموں کے بعد وہ تمہارے دینی برادر ہیں۔ ③، ④ ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ تلوار کی آیت ہے اس نے ان تمام عہد و پیمان کو چاک کر دیا جو مشرکوں سے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ براءت کے نازل ہونے پر چار مہینے گزر جانے کے بعد کوئی عہد و ذمہ باقی نہیں رہا ⑤ پہلی شرطیں برابری کے ساتھ توڑ دی گئیں اب اسلام اور جہاد باقی رہ گیا۔ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ

① صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ﴿فَإِن تَابُوا وَأَقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَخَلُّوا سَبِيلَهُمْ﴾ ۲۵؛ صحیح مسلم، ۲۲؛

ابن حبان ۱۷۵؛ بیہقی، ۳/۳۶۷۔ ② صحیح بخاری، کتاب الصلاة، باب فضل استقبال القبلة، ۳۹۲؛ ابوداؤد ۲۶۴۱؛

ترمذی ۲۶۰۸؛ احمد، ۳/۱۹۹؛ ابن حبان ۵۸۹۵۔ ③ ۹/التوبة: ۱۱۔

④ وسنده ضعيف۔ ⑤ الطبری، ۱۴/۱۳۳۔

وَأَنْ أَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ اسْتَجَارَكَ فَأَجِرْهُ حَتَّىٰ يَسْمَعَ كَلِمَ اللَّهِ ثُمَّ أَبْلِغْهُ مَأْمَنَهُ ۗ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٦﴾

ترجمہ: اگر مشرکوں میں سے کوئی تجھ سے پناہ طلب کرے تو تو اسے پناہ دے دیا کر یہاں تک کہ کلام اللہ سن لے پھر اسے اپنی جائے امن تک پہنچا دے۔ یہ اس لئے کہ یہ لوگ بے علم ہیں۔ [۶]

فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم ﷺ کو چار تلواروں کے ساتھ بھیجا ایک تو مشرکین عرب میں فرماتا ہے ﴿فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوهُمْ﴾ مشرکوں کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ یہ روایت اسی طرح مختصر ہے۔ میرا خیال ہے کہ دوسری تلوار اہل کتاب میں فرماتا ہے ﴿فَاقْتُلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ ① اللہ تبارک و تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہ لانے والوں اور اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ کے حرام کردہ کو حرام نہ ماننے والوں اور اللہ تعالیٰ کے سچے دین کو قبول نہ کرنے والوں سے جو اہل کتاب ہیں جہاد کرو تا وقتیکہ وہ ذلت کے ساتھ جزیہ دینا قبول نہ کر لیں۔ تیسری تلوار منافقوں میں فرمان ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾ ② اے نبی! کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ چوتھی تلوار باغیوں میں ارشاد ہے ﴿وَإِنْ طَلَفْتُمْ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَقْتُلُوا﴾ ③ اگر مسلمانوں کی دو جماعتوں میں لڑائی ہو جائے تو ان میں صلح کرو اور پھر بھی اگر کوئی جماعت دوسری کو دبا چلی جائے تو ان باغیوں سے تم لڑو جب تک کہ وہ پلٹ کر اللہ تعالیٰ کے حکم کی ماتحتی میں نہ آجائیں۔ ضحاک اور سدیی رحمہم اللہ کا قول ہے کہ یہ آیت تلواریں آیت ﴿فَمَا مَتَانًا بَعْدُ وَآمَنًا فِدَاءً﴾ ④ سے منسوخ ہے یعنی بطور احسان کے یا فدیہ لے کر کافر قیدیوں کو چھوڑ دو۔ قتادہ رحمہ اللہ اس کے برعکس کہتے ہیں کہ پچھلی آیت پہلی آیت سے منسوخ ہے۔

کفار کے سفیروں، قاصدوں، پناہ گزینوں کا احترام: [آیت: ۶] اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم فرماتا ہے کہ جن کافروں سے آپ کو جہاد کا حکم دیا گیا ہے ان میں سے اگر کوئی آپ سے امن طلب کرے تو آپ اس کی خواہش پوری کر دیں اسے امن دیں یہاں تک کہ وہ قرآن کریم سن لے، آپ ﷺ کی باتیں سن لے دین کی تعلیم معلوم کرے حجت الہی پوری ہو جائے پھر اپنی امن میں ہی اسے اس کے وطن پہنچا دو بے خون کے ساتھ یہ اپنے امن کی جگہ پہنچ جائے ممکن ہے کہ سوچ سمجھ کر حق کو قبول کر لے۔ یہ اس لئے کہ یہ بے علم لوگ ہیں انہیں دینی معلومات بہم پہنچاؤ اللہ تعالیٰ کی دعوت اس کے بندوں کے کانوں تک پہنچا دو۔ مجاہد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو تیرے پاس دینی باتیں سننے کے لئے آئے خواہ وہ کوئی ہی کیوں نہ ہو وہ امن میں ہے یہاں تک کہ کلام اللہ سننے پھر جہاں سے آیا ہے وہاں با امن پہنچ جائے۔ ⑤ اسی لئے حضور اکرم ﷺ سے جو دین سمجھنے کے لئے آئے اور اسے جو پیغام لے کر آئے امن دے دیا کرتے تھے حدیبیہ والے سال یہی ہوا قریش کے جتنے قاصد آئے یہاں انہیں کوئی خطرہ نہ تھا۔ عروہ بن مسعود مکرز بن حفص سہیل بن عمرو وغیرہ کے بعد دیگرے آتے رہے۔ یہاں آ کر انہیں وہ شان نظر آئی جو قیصر و کسریٰ کے دربار میں بھی نہ تھی یہی انہوں نے اپنی قوم سے کہا پس یہ چیز بھی بہت سے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ بن گئی۔ مسیلمہ کذاب مدعی نبوت کا قاصد جب حضور اکرم کی بارگاہ میں پہنچا آپ ﷺ نے اس سے پوچھا کہ ”کیا تم مسیلمہ کی رسالت کے قائل ہو؟“ اس نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے =

① ۹/التوبة: ۲۹۔ ② ۹/التوبة: ۷۳۔ ③ ۴۹/الحجرات: ۹۔

④ ۴۷/محمد: ۴۔ ⑤ الطبری، ۱۴/۱۳۹۔

كَيْفَ يَكُونُ لِلْمُشْرِكِينَ عَهْدٌ عِنْدَ اللَّهِ وَعِنْدَ رَسُولِهِ إِلَّا الَّذِينَ عَاهَدْتُمْ عِنْدَ

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ فَمَا اسْتَقَامُوا لَكُمْ فَاسْتَقِيمُوا لَهُمْ إِنَّ اللَّهَ يَحِبُّ الْمُتَّقِينَ ①

كَيْفَ وَإِنْ يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلَّا وَلَا ذِمَّةً يُرْضُونَكُمْ بِأَفْوَاهِهِمْ

وَتَأْتِي قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ②

ترجمہ: مشرکوں کا عہد اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک کیسے رہ سکتا ہے مگر جن سے تم نے عہد و پیمانہ مسجد حرام کے پاس کیا ہے جب تک وہ لوگ تم سے معاہدہ تمہاری تم بھی ان سے وفاداری کرو اللہ تعالیٰ احتیاط رکھنے والوں سے محبت رکھتا ہے۔ [۷۱] ان کے وعدوں کا کیا اعتبار ان کا اگر تم پر غلبہ ہو جائے تو تو تو یہ قرابتداری کا خیال کریں نہ عہد و پیمانہ کا اپنی زبانوں سے تو تمہیں پرچار ہے ہیں لیکن دل نہیں مانتے ان میں سے اکثر تو فاسق ہیں۔ [۸]

فرمایا: ”اگر قاصدوں کا قتل میرے نزدیک ناجائز نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا۔“ آخر یہ شخص حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی کوفہ میں امارت کے زمانے میں قتل کر دیا گیا۔ اسے ابن النواحة کہا جاتا تھا۔ جب آپ کو معلوم ہوا کہ یہ سیلہ کا ماننے والا ہے تو آپ رضی اللہ عنہ نے اسے بلوایا اور فرمایا اب تو قاصد نہیں ہے اب تیری گردن مارنے سے کوئی امر مانع نہیں اسے قتل کر دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کی لعنت اس پر ہو۔ ①

الغرض دار الحرب سے جو قاصد آئے یا تاجر آئے یا صلح کا طالب آئے یا آپس میں اصلاح کے ارادے سے آئے یا جزیہ لے کر حاضر ہوا امام یا نائب امام نے اسے امن و امان دے دیا ہو تو جب تک وہ دارالاسلام میں رہے جب تک اپنے وطن میں نہ پہنچ جائے اسے قتل کرنا حرام ہے۔ علما کہتے ہیں ایسے شخص کو دارالاسلام میں سال بھر تک نہ رہنے دیا جائے زیادہ سے زیادہ وہ چار ماہ تک یہاں ٹھہر سکتا ہے۔ پھر چار ماہ سے زیادہ اور سال بھر کے اندر کے دو قول امام شافعی وغیرہ علما کے ہیں۔

مسلمان مشروط طور پر عہد کی پابندی کریں: [آیت: ۷-۸] اوپر والے حکم کی حکمت بیان ہو رہی ہے کہ چار ماہ کی مہلت دینے پر لڑائی کی اجازت دینے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے شرک و کفر کو چھوڑنے والے اور اپنے عہد و پیمانہ پر قائم رہنے والے ہی نہیں ہاں صلح حدیبیہ جب تک ان کی طرف سے نہ ٹوٹے تم بھی نہ توڑنا۔ یہ صلح دس سال کے لئے ہوئی تھی ماہ ذی القعدہ ۶ھ سے حضور ﷺ نے اس معاہدے کو نبھایا یہاں تک کہ قریشیوں کی طرف سے معاہدہ توڑا گیا ان کے حلیف بنو بکر نے رسول اللہ ﷺ کے حلیف خزاعہ پر چڑھائی کی بلکہ حرم میں بھی انہیں قتل کیا اس بنا پر رمضان المبارک ۸ھ میں حضور ﷺ نے ان پر چڑھائی کی رب العالمین نے مکہ آپ ﷺ کے ہاتھوں فتح کرایا اور انہیں آپ ﷺ کے بس میں کر دیا (وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ) لیکن آپ ﷺ نے باوجود غلبہ اور قدرت کے ان میں سے جنہوں نے اسلام قبول نہ کیا سب کو آزاد کر دیا۔ انہی لوگوں کو طلاقا کہتے ہیں یہ تقریباً دو ہزار تھے جو کفر پر بھی باقی رہے اور اوہر اوہر ہو گئے۔ رحمۃ للعالمین نے سب کو عام پناہ دیدی اور انہیں مکہ شریف میں آنے اور یہاں اپنے =

① ابوداؤد، کتاب الجہاد، باب فی الرسل ۲۷۶۱ وسندہ حسن ۲۷۶۲ وسندہ ضعیف ابواسحاق مدلس راوی ہے اور ترمذی باسماع ثابت نہیں السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۸۶۷۵، احمد، ۱/۳۸۳، ابن حبان ۴۸۷۹، مشکل الآثار ۲۸۶۲۔

اِشْتَرَوْا بِآيَاتِ اللَّهِ ثَبَنًا قَلِيلًا فَصَدُّوا عَنْ سَبِيلِهِ ۖ إِنَّهُمْ سَاءَ مَا كَانُوا
يَعْمَلُونَ ۝ لَا يَرْقُبُونَ فِي مُؤْمِنٍ إِلَّا وَّلَا ذِمَّةً ۖ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُعْتَدُونَ ۝ فَإِنْ
تَابُوا وَآقَامُوا الصَّلَاةَ وَآتَوُا الزَّكَاةَ فَإِخْوَانُكُمْ فِي الدِّينِ ۖ وَتَفْصِيلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ
يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ: انہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو بہت کم قیمت پر بیچ دیا اور اس کی راہ سے انکے گئے بہت برا ہے جو یہ کر رہے ہیں [۹۱] یہ تو کسی مسلمان کے حق میں کسی رشتہ داری کا یا عہد کا مطلق لحاظ نہیں کرتے یہ ہیں ہی حد سے گزرنے والے [۱۰] اب بھی اگر یہ توبہ کر لیں اور نماز کے پابند ہو جائیں اور زکوٰۃ دیتے رہیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں ہم تو جاننے والوں کے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرما رہے ہیں۔ [۱۱]

= مکانوں میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی کہ چار ماہ تک وہ جہاں چاہیں جا سکتے ہیں۔ انہی میں صفوان بن امیہ اور مکرہ بن ابی جہل وغیرہ تھے پھر اللہ نے ان کی رہبری کی اور انہیں اسلام نصیب فرمایا۔ اللہ تعالیٰ اپنے ہر اندازے کے کرنے میں اور ہر کام کے کرنے میں تعریفوں والا ہی ہے۔

کافر وعدہ کے پابند نہیں بلکہ وسائل کے منتظر ہیں: اللہ تعالیٰ کافروں کے مکر و فریب اور ان کی دلی عداوت سے مسلمانوں کو آگاہ کرتا ہے تاکہ وہ ان کی دوستی اپنے دل میں نہ رکھیں نہ ان کے قول و قرار پر مطمئن رہیں ان کا کفر و شرک انہیں وعدوں کی پابندی پر رہنے نہیں دیتا۔ یہ تو وقت کے منتظر ہیں ان کا بس چلے تو یہ تو تمہیں کچے چبا ڈالیں نہ قربت داری کو دیکھیں نہ وعدوں کی پاس داری کریں ان سے جو ہو سکے وہ تکلیف تم پر توڑیں اور خوش ہوں۔ ﴿إِلَّا﴾ کے معنی قربت داری کے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی مروی ہیں۔ ① اور حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے شعر میں بھی ہیں۔ اور معنی کئے گئے ہیں کہ وہ اپنے غلبہ کے وقت اللہ تعالیٰ کا بھی لحاظ نہ کریں گے نہ کسی اور کا یہی لفظ ال ایل بن کر جبریل، میکائیل اور اسرافیل میں آیا یعنی اس کا معنی اللہ تعالیٰ ہے لیکن پہلا قول ہی ظاہر اور مشہور ہے اور اکثر مفسرین کا بھی یہی قول ہے۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مراد عہد ہے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ مراد قسم ہے۔

مشرک اگر توبہ کر کے سچے مسلمان بن جائیں تو تمہارے دینی بھائی ہیں: [آیت: ۹-۱۱] مشرکوں کی مذمت کے ساتھ ہی مسلمانوں کو ترغیب جہاد دی جا رہی ہے کہ ان کافروں نے دنیا کے خسیس کو آخرت نفیس کے بدلے پسند کر لیا ہے خود راہ الہی سے رک کر مومنوں کو بھی ایمان سے روک رہے ہیں ان کے اعمال بہت ہی بد ہیں یہ تو مومنوں کو نقصان پہنچانے کے ہی درپے ہیں نہ انہیں رشتے داری کا خیال نہ معاہدے کا پاس۔ یہ تو حد سے تجاوز کر گئے ہیں۔ ہاں اب بھی سچی توبہ اور نماز و زکوٰۃ کی پابندی انہیں تمہارا اپنا سکتی ہے۔ چنانچہ بزرگی حدیث میں ہے کہ ”جو دنیا کو اس حال میں چھوڑے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادتیں خلوص کے ساتھ کر رہا ہو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناتا ہو نماز و زکوٰۃ کا پابند ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے خوش ہو کر ملے گا۔“ یہی اللہ تعالیٰ کا وہ دین ہے جسے انبیاء علیہم السلام لاتے رہے اور اسی کی تبلیغ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ کرتے رہے اس سے پہلے کہ باتیں پھیل جائیں اور خواہشیں بڑھ جائیں اس کی تصدیق کتاب اللہ میں موجود ہے کہ اگر وہ توبہ کر لیں یعنی بتوں کو اور بت پرستی کو چھوڑ دیں اور نمازی اور زکوٰۃ دینے والے بن جائیں تو تم ان =

وَأَنْ تَكُونُوا آيَاتِهِمْ مِنْ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوا فِي دِينِكُمْ فَقَاتِلُوا أَهْلَ الْكُفْرِ لَا
 أَنَّهُمْ لَا آيَاتٍ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُونَ ① أَلَا تَقَاتِلُونَ قَوْمًا نَكَثُوا آيَاتِهِمْ وَهَتُّوْا
 بِأَخْرَاجِ الرَّسُولِ وَهُمْ بَدْعُكُمْ وَأَوَّلَ مَرَّةٍ أَتَخْشَوْنَهُمْ فَاللَّهُ أَحَقُّ أَنْ تَخْشَوْهُ
 إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ② قَاتِلُوهُمْ يُعَذِّبَهُمُ اللَّهُ بِأَيْدِيكُمْ وَيُخْزِيهِمْ وَيُنْصِرْكُمْ عَلَيْهِمْ
 وَيُصِيفُ صُدُورَ قَوْمٍ مُؤْمِنِينَ ③ وَيَذْهَبُ غِيظُ قُلُوبِهِمْ وَيَتُوبُ اللَّهُ عَلَى مَنْ يَشَاءُ
 وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ④

ترجمہ: اگر یہ لوگ عہد و پیمانہ کے بعد بھی اپنی قسموں کو توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنہ زنی کریں تو تم بھی ان سردارانِ کفر سے بھڑ جاؤ
 ان کی قسمیں کوئی چیز نہیں ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی باز آ جائیں۔ [۱۲] تم ان لوگوں کی سرکوبی کے لئے کیوں تیار نہیں ہوتے جو اپنی قسموں
 کو توڑ دیتے ہیں اور پیغمبر کو جلا وطن کرنے کی فکر میں رہیں اور خود ہی اول بار تم سے چھپر کریں کیا تم ان سے ڈرتے ہو اللہ تعالیٰ ہی زیادہ مستحق
 ہے کہ تم اس کا ڈر رکھو بشرطیکہ تم ایماندار ہو۔ [۱۳] ان سے تم جنگ کرو اللہ تعالیٰ انہیں تمہارے ہاتھوں عذاب کرے گا انہیں ذلیل و رسوا کرنے کا
 تمہیں ان پر مدد دے گا اور مسلمانوں کے کلیجے ٹھنڈے کرے گا اور ان کے دل کا غم و غصہ دور کرے گا [۱۴] اور جس کی طرف چاہے گا رحمت
 سے توجہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ جانتا بوجھتا حکمت والا ہے۔ [۱۵]

= کے راستے چھوڑ دو۔ ① اور آیت میں ہے کہ پھر یہ تو تمہارے دینی بھائی ہیں ② امام بزار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خیال
 سے تو مرفوع حدیث وہیں پر ختم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے رضامند ہو کر طے گا اس کے بعد کا کلام راوی حدیث ربیع بن انس رضی اللہ عنہ کا
 ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

بد عہدی اور طعنہ زنی کرنے والوں کو دندان شکن جواب دو: [آیت: ۱۲-۱۵] اگر یہ مشرک اپنی قسموں کو توڑ کر وعدہ خلافی اور
 عہد شکنی کریں اور تمہارے دین پر اعتراض کرنے لگیں تو تم ان کے کفر کے سروں کو توڑ مروڑ دو۔ اسی لئے علما نے کہا ہے کہ جو
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے دین میں عیب جوئی کرے اس کا ذکر اہانت کے ساتھ کرے اسے قتل کر دیا جائے۔ ان کی قسمیں محض بے
 اعتبار ہیں۔ یہی طریقہ ان کے کفر و عناد سے روکنے کا ہے۔ ابو جہل عقبہ شیبہ امیہ وغیرہ یہ سب سردارانِ کفر تھے۔ ایک خارجی نے حضرت
 سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کو کہا کہ یہ کفر کے پیشواؤں میں سے ایک ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تو جھوٹا ہے میں تو ان میں سے ہوں
 جنہوں نے کفر کے پیشواؤں کو قتل کیا تھا۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اس آیت والے اس کے بعد قتل نہیں کئے گئے۔ ③
 حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی اسی طرح مروی ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آیت عام ہے گو سب نزول کے اعتبار سے اس سے مراد مشرکین قریش ہیں
 لیکن حکمایہ انہیں اور سب کو شامل ہے۔ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے شام کی طرف لشکر بھیجا تو ان سے فرمایا کہ تمہیں ان میں کچھ لوگ ایسے ملیں گے جن کی چند ہیا منڈی
 ہوئی ہوگی تو تم اسی شیطانی بیٹھک پر تلوار مار کر انہیں پر لے پار کرنا۔ واللہ ان میں سے ہر ایک کا قتل اور ستر لوگوں کے قتل سے مجھے =

أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللَّهُ الَّذِينَ جَاهَدُوا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوا مِنْ
 دُونِ اللَّهِ وَلَا رَسُولِهِ وَلَا الْمُؤْمِنِينَ وَلِجَنَّةٍ وَاللَّهُ خَبِيرٌ بِمَا تَعْمَلُونَ ① مَا كَانَ
 لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوا مَسَاجِدَ اللَّهِ شَاهِدِينَ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ بِالْكَفْرِ أُولَٰئِكَ حَبِطَتْ
 أَعْمَالُهُمْ ۚ وَفِي النَّارِهِمْ خَالِدُونَ ② إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ
 الْآخِرِ وَأَقَامَ الصَّلَاةَ وَآتَى الزَّكَاةَ وَلَمْ يَجْشِ إِلَّا اللَّهَ فَعَسَىٰ أُولَٰئِكَ أَنْ يَكُونُوا
 مِنَ الْمُهْتَدِينَ ③

ترجمہ: کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ تم چھوڑ دیے جاؤ گے حالانکہ اب تک اللہ تعالیٰ نے تم میں سے انہیں ممتاز نہیں کیا جو مجاہد ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول ﷺ کے اور مومنوں کے سوا کسی کو دلی دوست نہیں بناتے اللہ تعالیٰ خوب خبردار ہے ہر اس کام سے جو تم کر رہے ہو۔ [۱۶] ناممکن ہے کہ مشرک اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی کر لیں وہ خود اپنے کفر کے آپ ہی گواہ ہیں ان کے اعمال غارت و اکارت ہیں اور وہ دائمی طور پر جہنمی ہیں [۱۷] اللہ کی مسجدوں کی رونق و آبادی تو ان کے حصے میں ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہوں نمازوں کے پابند ہوں زکوٰۃ دیتے ہوں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہ ڈرتے ہوں یہی لوگ یقیناً راہ یافتہ ہیں۔ [۱۸]

== زیادہ پسند ہے اس لئے کہ فرمان رب ہے کفر کے اماموں کو قتل کرو ① (ابن ابی حاتم)

عہد شکن کفار سے ڈرنے کی بجائے ان پر سختی کا حکم: مسلمانوں کو پوری طرح جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے فرما رہا ہے کہ یہ عہد شکن قسمیں توڑنے والے کفار وہی ہیں جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو جلا وطن کرنے کی پوری طرح شان لی تھی چاہتے تھے کہ قید کر لیں یا قتل کر ڈالیں یا دیس نکال دے دین ان کے مکر سے اللہ تعالیٰ کا مکر کہیں بہتر تھا۔ ② صرف ایمان کی بنا پر دشمنی کر کے پیغمبر ﷺ کو اور مومنوں کو وطن سے خارج کرتے تھے بھڑ بھڑا کر اٹھ کھڑے ہو جاتے تھے کہ تجھے مکہ مکرمہ سے نکال دیں۔ برائی کی ابتدا بھی انہی کی طرف سے ہے۔ بدر کے دن لشکر لے کر نکلے معلوم ہو چکا کہ قافلہ بچ کر چلا گیا ہے۔ لیکن تاہم غرور و فخر سے ربانی لشکر کو شکست دینے کے ارادے سے مسلمانوں سے بھڑ گئے۔ جیسے کہ پورا واقعہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ انہوں نے عہد شکنی کی اور اپنے حلیفوں کے ساتھ مل کر رسول اللہ ﷺ کے حلیفوں سے جنگ کی بنو بکر کی خزانہ کے خلاف مدد کی اس خلاف وعدہ کی وجہ سے حضور اکرم ﷺ نے ان پر لشکر کشی کی ان کی خوب سرکوبی کی اور مکہ فتح کر لیا قالَ حَمْدُ لِلَّهِ۔

فرماتا ہے کہ تم ان نجس لوگوں سے خوف کھاتے ہو۔ مگر تم مؤمن ہو تو تمہارے دل میں بجز اللہ تعالیٰ کے کسی کا خوف نہ ہونا چاہئے وہی اس کے لائق ہے کہ اس سے ایماندار ڈرتے رہیں۔ اور آیت میں ہے ان سے نہ ڈرو صرف مجھ سے ہی ڈرتے رہو میرا غلبہ میری سلطنت میری سزا میری قدرت میری ملکیت بے شک اس قابل ہے کہ ہر وقت ہر دل میری بیعت سے لرزتا رہے تمام کام میرے ہاتھ میں ہیں جو چاہوں کر سکتا ہوں اور کر گزرتا ہوں۔ میری منشا کے بغیر کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ مسلمانوں پر جہاد کی فرضیت کا راز

بیان ہو رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ قادر تھا جو عذاب چاہتا ان پر بھیج دیتا لیکن اس کی منشا یہ ہے کہ تمہارے ہاتھوں انہیں سزا دے ان کی بربادی تم آپ کو تمہارے دل کی خوب بجز اس نکل جائے اور تمہیں راحت و آرام شادمانی و کامرانی حاصل ہو یہ بات کچھ انہی کے ساتھ مخصوص نہ تھی بلکہ تمام مومنوں کے لئے بھی ہے۔ خصوصاً خزاعہ کا قبیلہ جن پر خلاف عہد قریش اپنے حلیفوں میں مل کر چڑھ دوڑے ان کے دل اسی وقت ٹھنڈے ہوں گے ان کے غبار اسی وقت دھلیں گے جب مسلمانوں کے ہاتھوں کافر نیچے ہوں۔ ابن عساکر میں ہے کہ جب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا غضب ناک ہو جائیں تو آپ ﷺ ان کی ناک پکڑ لیتے اور فرماتے اے عولیش! یہ دعا کرو ((اللَّهُمَّ رَبَّ النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ اغْفِرْ ذُنُوبِي وَأَذْهِبْ غَيْظَ قَلْبِي وَأَجِرْنِي مِنْ مُضَلَّاتِ الْفِتَنِ)) اے اللہ محمد ﷺ کے پروردگار میرے گناہ بخش اور میرے دل کا غصہ دور کر اور مجھے گمراہ کن فتنوں سے بچالے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہے تو بے قبول فرمالے وہ اپنے بندوں کی تمام تر مصلحتوں سے خوب آگاہ ہے اپنے تمام کاموں میں اپنے شرعی احکام میں اپنے تمام حکموں میں حکمت والا ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے جو ارادہ کرتا ہے حکم دیتا ہے وہ عادل و حاکم ہے ظلم سے پاک ہے ایک ذرے برابر بھلائی برائی ضائع نہیں کرتا بلکہ اس کا بدلہ دنیا اور آخرت میں دیتا ہے۔

جہاد اور مسلمانوں کا امتحان: [آیت: ۱۶-۱۸] یہ ناممکن ہے کہ امتحان بغیر مسلمان بھی چھوڑ دیئے جائیں سچے جھوٹے کو ظاہر کر دینا ضروری ہے۔ ولجہ کے معنی بھیدی اور دخل دینے والے کے ہیں۔ پس سچے وہ ہیں جو جہاد میں آگے بڑھ کر حصہ لیں اور ظاہر باطن میں اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کی خیر خواہی اور حمایت کریں۔ ایک قسم کا بیان دوسری قسم کو ظاہر کر دیتا تھا اس لئے دوسری قسم کے لوگوں کا بیان چھوڑ دیا ایسی عبارتیں شاعروں کے شعروں میں بھی ہیں۔ اور جگہ قرآن کریم میں ہے کہ کیا لوگوں نے یہ گمان کر رکھا ہے کہ وہ صرف اس کہنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کی آزمائش ہوگی ہی نہیں حالانکہ اگلے مومنوں کی بھی ہم نے آزمائش کی یاد رکھو اللہ تعالیٰ سچے اور جھوٹوں کو ضرور الگ الگ کر دے گا۔ ① اور آیت میں اسی مضمون کو ﴿أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ﴾ ② کے لفظوں سے بیان فرمایا ہے اور آیت میں ہے ﴿مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِينَ﴾ ③ اللہ تعالیٰ ایسا نہیں کہ تم مومنوں کو تمہاری حالت پر ہی چھوڑ دے اور امتحان کر کے یہ نہ معلوم کر لے کہ خبیث کون ہے اور طیب کون ہے؟ پس جہاد کے مشروع کرنے میں ایک حکمت یہ بھی ہے کہ کھرے کھوٹے کی تمیز ہو جاتی ہے۔ گو اللہ تعالیٰ ہر چیز سے واقف ہے جو ہو گا وہ بھی اسے معلوم ہے اور جو نہیں ہو گا وہ بھی ہو گا تب کس طرح ہو گا یہ بھی وہ جانتا ہے چیز کے ہونے سے پہلے ہی اسے اس کا علم حاصل ہے اور ہر چیز کی حالت سے وہ واقف ہے لیکن وہ چاہتا ہے کہ دنیا پر بھی کھرا کھوٹا سچا جھوٹا ظاہر کر دے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں نہ اس کے سوا کوئی پروردگار ہے نہ اس کی قضا و قدر و ارادے کو کوئی بدل سکتا ہے۔

مساجد اہل ایمان ہی آباد کرتے ہیں: یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی مسجدوں کی آبادی کرنے والے بنا لائق ہی نہیں یہ مشرک ہیں اللہ تعالیٰ کے گھر سے انہیں کیا تعلق؟ ﴿مَسَاجِدَ﴾ کو ﴿مَسْبَدَ﴾ بھی پڑھا ہے پس مراد مسجد حرام ہے جو روئے زمین کی مسجدوں سے اشرف ہے جو اول دن سے صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے بنائی گئی ہے جس کی بنیادیں خلیل اللہ نے رکھی تھیں۔ اور یہ لوگ مشرک ہیں حال و قال دونوں اعتبار سے۔ تم نصرانی سے پوچھو وہ صاف کہے گا میں نصرانی ہوں۔ یہود سے پوچھو وہ اپنی یہودیت کا اقرار کریں گے صابی سے پوچھو وہ بھی اپنا صابی ہونا اپنی زبان سے کہے گا مشرک بھی اپنے مشرک ہونے کے

اقراری ہیں ان کے اس شرک کی وجہ سے ان کے اعمال اکارت ہو چکے ہیں اور وہ ہمیشہ کے لئے ناری ہیں۔ یہ تو مسجد حرام سے اوروں کو روکتے ہی ہیں یہ گو کہیں لیکن دراصل اللہ تعالیٰ کے اولیاء نہیں اولیاء اللہ تو وہ ہیں جو متقی ہوں لیکن اکثر لوگ علم سے کورے اور خالی ہوتے ہیں۔ ①

ہاں مسجدوں کی آبادی مومنوں کے ہاتھوں ہوتی ہے۔ پس جس کے ہاتھ سے مسجدوں کی آبادی ہو اس کے ایمان کا قرآن گواہ ہے۔ مسند احمد میں ہے حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ”جب تم کسی کو مسجد میں آنے جانے کی عادت والا دیکھو تو اس کے ایمان کی شہادت دو“ پھر آپ ﷺ نے یہی آیت تلاوت فرمائی۔ ② اور حدیث میں ہے ”مسجدوں کے آباد کرنے والے اللہ والے ہیں“ ③ اور حدیث میں ہے کہ ”اللہ تعالیٰ ان مسجد والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب پوری قوم پر سے ہٹا لیتا ہے۔“ ④ اور حدیث میں ہے ”اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے مجھے اپنی عزت کی اپنے جلال کی قسم کہ میں زمین والوں کو عذاب کرنا چاہتا ہوں لیکن اپنے گھروں کے آباد کرنے والوں اور اپنی راہ میں آپس میں محبت رکھنے والوں اور صبح سحری کے وقت استغفار کرنے والوں پر نظریں ڈال کر اپنے عذاب ہٹا لیتا ہوں۔“ ⑤ ابن عساکر میں ہے کہ ”شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا ہوتا ہے کہ وہ الگ تھلگ پڑی ہوئی ادھر ادھر کی بکری کو پکڑ لے جاتا ہے پس تم پھوٹ اور اختلاف سے بچو جماعت کو اور امام کو اور مسجدوں کو لازم پکڑے رہو۔“ ⑥ اصحاب رسول اللہ کا بیان ہے کہ مسجدیں اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا گھر ہیں جو یہاں آئے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کی عزت کرے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جو نماز کی اذان سن کر پھر بھی مسجد میں آکر باجماعت نماز نہ پڑھے اس کی نماز نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کا نافرمان ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ مسجدوں کی آبادی کرنے والے اللہ تعالیٰ کے اور قیامت کے ماننے والے ہی ہوتے ہیں۔

پھر فرمایا یہ نمازی ہوتے ہیں بدنی عبادت نماز کے پابند ہوتے ہیں اور مالی عبادت زکوٰۃ کے بھی ادا کرنے والے ہوتے ہیں ان کی بھلائی اپنے لئے بھی ہوتی ہے اور پھر عام مخلوق کے لئے بھی ہوتی ہے ان کے دل اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے ڈرتے نہیں یہی راہ یافتہ لوگ ہیں۔ موحد ایمان دار قرآن و حدیث کے ماتحت پانچوں نمازوں کے پابند صرف اللہ تعالیٰ کا خوف کھانے والے اس کے سوا دوسرے کی بندگی نہ کرنے والے ہی راہ یافتہ اور کامیاب اور مقصدور ہیں۔ یہ یاد رہے کہ بقول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما قرآن کریم میں جہاں بھی لفظ ﴿عَسَى﴾ ہے وہاں یقین کے معنی میں ہے امید کے معنی میں نہیں مثلاً فرمان ہے ﴿عَسَىٰ اَنْ يَّتَّعَنَّكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا﴾ ⑦ تو مقام محمود میں پہنچنا یعنی حضور اکرم ﷺ کا شافع محشر بننا یعنی چیز ہے جس میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ﴿عَسَى﴾ کلام اللہ میں حق و یقین کے لئے آتا ہے۔

- ① ۸/ الانفال: ۳۴۔ ② ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی حرمة الصلاة ۲۶۱۷ وسندہ ضعیف دراج کی ابوابہم سے روایت ضعیف ہوتی ہے۔ ابن ماجہ ۸۰۲؛ احمد، ۶۸/۳؛ ابن حبان ۱۷۲۱؛ ابن خزیمہ، ۱۵۰۲؛ حاکم، ۱/۱۱۲۔
- ③ وسندہ ضعیف۔ ④ اس کی سند میں عثمان بن دینار ہے جسے امام ذہبی نے لاشئ والخیر کذب بین کہا ہے۔ (المیزان، ۳۳/۳، رقم: ۵۵۰۲) ⑤ شعب الایمان ۱۹۰۵۱ اس کی سند میں بھی صالح المری ضعیف راوی ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔
- ⑥ احمد، ۵/۲۳۲، ۲۳۳ وسندہ ضعیف، حلیۃ الاولیاء، ۲/۲۵۷۔ ⑦ ۱۷/ الاسراء: ۷۹۔

أَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ أَمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ
 وَجَاهَدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۗ لَا يَسْتَوِنَ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ①
 الَّذِينَ آمَنُوا وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ لِأَعْظَمِ
 دَرَجَةٍ عِنْدَ اللَّهِ ۗ وَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ ② بِيَشْرَهُمْ رَبَّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِنْهُ
 وَرِضْوَانٍ وَجَعَلْتُمْ لَهُمْ فِيهَا نَعِيمًا مُّقِيمًا ③ خَلِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ۗ إِنَّ اللَّهَ عِنْدَهُ
 أَجْرٌ عَظِيمٌ ④

ترجمہ: کیا تم نے حاجیوں کو پانی دینا اور مسجد حرام کی خدمت کرنا اس کے برابر کر دیا ہے جو اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرے یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برابری کے نہیں ہیں اللہ تعالیٰ بے انصافوں کو راہ نہیں دکھاتا ہے [۱۹] جو لوگ ایمان لائے ہجرت کی اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جان سے جہاد کیا وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت بڑے مرتبہ والے ہیں اور یہی لوگ مراد پانے والے ہیں [۲۰] انہیں ان کارب خوشخبری دیتا ہے اپنی رحمت کی اور رضامندی کی اور رضتوں کی ان کے لئے وہاں دوامی نعمت ہے [۲۱] وہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں اللہ تعالیٰ کے پاس یقیناً بہت بڑے ثواب ہیں۔ [۲۲]

ایمان کے بغیر نیک اعمال بے فائدہ ہیں: [آیت: ۱۹-۲۲] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ کافروں کا قول تھا کہ بیت اللہ شریف کی خدمت اور حاجیوں کے پانی پلانے کی سعادت بہتر ہے ایمان و جہاد سے۔ ہم چونکہ یہ دونوں خدمتیں انجام دے رہے ہیں اس لئے ہم سے بہتر کوئی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا فخر و غرور اور حق سے تکبر اور منہ پھیرنا بیان فرمایا کہ میری آیتوں کی تمہارے سامنے عطاوت ہوتے ہوئے تم اس سے بے پروا ہی سے منہ موڑ کر اپنی کتھا میں مشغول رہتے ہو۔ ① پس تمہارا گمان بے جا تمہارا غرور غلط تمہارا فخر نامناسب ہے۔ یوں بھی اللہ تعالیٰ کے ساتھ کا ایمان اور اس کی راہ کا جہاد بڑی چیز ہے لیکن تمہارے مقابلے میں تو وہ اور بھی بڑی چیز ہے کیونکہ تمہاری تو کوئی نیکی بھی ہو اسے شرک کا گھن کھا جاتا ہے۔ پس فرماتا ہے کہ یہ دونوں گروہ برابر کے بھی نہیں یہ تو اپنے تئیں آبادی کرنے والا کہتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کا نام ظالم رکھا اللہ تعالیٰ کے گھر کی ان کی خدمت بے کار کر دی۔ ② کہتے ہیں کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی قید کے زمانے میں کہا تھا کہ تم اگر اسلام و جہاد میں تھے تو ہم بھی اللہ تعالیٰ کے گھر کی خدمت اور حاجیوں کو آرام پہنچانے میں تھے۔ اس پر یہ آیت اتری کہ شرک کے وقت کی نیکی بے کار ہے۔ ③ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان پر جب لے دئے شروع کی تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ ہم مسجد حرام کے متولی تھے ہم غلاموں کو آزاد کرتے تھے ہم بیت اللہ شریف کو غلاف چڑھاتے تھے ہم حاجیوں کو پانی پلاتے تھے اس پر یہ آیت اتری۔ ④ مروی ہے کہ یہ گفتگو حضرت عباس اور حضرت علی رضی اللہ عنہما میں ہوئی تھی۔ مروی ہے کہ طلحہ بن شیبہ بن عبدالمطلب، علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہما بیٹھے بیٹھے اپنی بزرگیاں بیان کرنے لگے طلحہ نے کہا میں بیت اللہ کا کنجی بردار ہوں میں اگر چاہوں وہاں رات گزار سکتا ہوں۔ عباس رضی اللہ عنہ نے کہا میں زمزم کا پانی پلانے والا ہوں اور اس کا نگہبان ہوں اگر چاہوں مسجد میں ساری رات رہ سکتا ہوں۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا میں نہیں جانتا کہ تم دونوں صاحب کیا کہہ رہے ہو؟ میں نے لوگوں سے =

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا آبَاءَكُمْ وَأَخْوَانَكُمْ أَوْلِيَاءَ إِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ
عَلَى الْإِيمَانِ ۗ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِنْكُمْ فَأُولَئِكَ هُمُ الظَّالِمُونَ ۗ قُلْ إِن كَانَ
أَبَاؤُكُمْ وَأَبْنَاؤُكُمْ وَأَخْوَانُكُمْ وَأَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيرَتُكُمْ وَأَمْوَالٌ اقْتَرَفْتُمُوهَا
وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسَاكِينُ تَرْضَوْنَهَا أَحَبَّ إِلَيْكُمْ مِنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ
وَجِهَادٍ فِي سَبِيلِهِ فَتَرَبَّصُوا حَتَّى يَأْتِيَ اللَّهُ بِأَمْرٍ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ
الْفَاسِقِينَ ۗ

ترجمہ: اے مسلمانو دوست نہ بناؤ اپنے باپوں کو اور اپنے بھائیوں کو اگر وہ کفر کو اسلام سے زیادہ عزیز رکھیں تم میں سے جو بھی ان سے
محبت رکھے وہ پورا گنہگار ظالم ہے [۲۳۱] کہہ دے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے
کنبے قبیلے اور تمہارے کماے ہوئے مال اور وہ تجارت جس کی کمی سے تم ڈرتے ہو اور وہ حویلیاں جنہیں تم پسند کرتے ہو اگر یہ تمہیں اللہ
تعالیٰ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ کے جہاد سے بھی زیادہ عزیز ہیں تو تم اللہ تعالیٰ کے حکم سے عذاب کے آنے کا انتظار کرو اللہ
تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں کرتا۔ [۲۳۱]

= چھ ماہ پہلے قبلہ کی طرف نماز پڑھی ہے میں مجاہد ہوں اس پر یہ آیت اتری۔ عباس رضی اللہ عنہ نے اپنا ڈرٹھا ہر کیا کہ کہیں میں چاہ زمزم کے
پانی کے عہدے سے نہ ہٹا دیا جاؤں تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”نہیں تم اپنے اس منصب پر قائم رہو تمہارے لئے اس میں بھلائی
ہے۔“ ① اس آیت کی تفسیر میں ایک مرفوع حدیث وارد ہوئی ہے جس کا ذکر بھی یہاں ضروری ہے۔ حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ
کہتے ہیں کہ ایک شخص نے کہا اسلام کے بعد اگر میں کوئی عمل نہ کروں تو مجھے پرواہ نہیں بجز اس کے کہ میں حاجیوں کو پانی پلاؤں۔
دوسرے نے اسی طرح مسجد حرام کی آبادی کو کہا۔ تیسرے نے اسی طرح اللہ کی راہ کے جہاد کو کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے انہیں ڈانٹ دیا
اور فرمایا ممبر رسول اللہ ﷺ کے پاس آوازیں بلند نہ کرو۔ یہ واقعہ جمعہ کے دن کا ہے جمعہ کے بعد ہم سب آنحضرت ﷺ کے پاس
حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے پوچھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ② اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا
تھا کہ نماز جمعہ کے بعد میں آپ جا کر حضور اکرم ﷺ سے یہ بات دریافت کر لوں گا۔ ③

ترک موالات و مودت کا حکم: [آیت: ۲۳۰-۲۳۱] اللہ تعالیٰ کافروں سے ترک موالات کا حکم دیتا ہے ان کی دوستیوں سے روکتا
ہے گو وہ ماں باپ ہوں، بہن بھائی ہوں بشرطیکہ وہ کفر کو اسلام پر پسند کریں۔ اور آیت میں ہے ﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ ④
اللہ پر اور قیامت پر ایمان لانے والوں کو تو ہرگز اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں سے دوستیاں کرنے والا نہیں پائے گا گو
وہ ان کے باپ ہوں یا بیٹے ہوں یا بھائی ہوں یا رشتے دار ہوں یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں ایمان لکھ دیا ہے اور اپنی خاص روح
سے ان کی تائید فرمائی ہے انہیں نہروں والی جنت میں پہنچائے گا۔ بیہقی میں ہے حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے باپ نے بدر =

① تفسیر القرآن لعبدالرزاق، ۱/۲۴۳؛ الطبری، ۱۴/۱۷۱۔ ② الطبری، ۱۴/۱۶۹؛ احمد، ۴/۲۶۹۔

③ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب فضل الشہادۃ فی سبیل اللہ تعالیٰ، ۱۸۷۹؛ احمد، ۴/۲۶۹۔ ④ ۵۸/المجادلۃ: ۲۲۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ ۗ وَيَوْمَ حُنَيْنٍ ۖ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ

تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَصَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحَبَتْ ثُمَّ وَابَيْتُمْ مُدْبِرِينَ ۖ

ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْزَلَ جُنُودًا لَمْ تَرَوْهَا

وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا ۗ وَذَلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ ۖ ثُمَّ يَتُوبُ اللَّهُ مِنْ بَعْدِ

ذَلِكَ عَلَى مَنْ يَشَاءُ ۗ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۙ

ترجمہ: یقیناً اللہ تعالیٰ نے بہت سے میدانوں میں تمہیں فتح دی ہے اور حنین کی لڑائی والے دن بھی جبکہ تمہیں اپنی کثرت پر ناز ہونے لگا تھا لیکن اس نے تمہیں کوئی فائدہ نہ دیا بلکہ زمین باوجود اپنی کشادگی کے تم پر تنگ ہو گئی پھر تم پیٹھ پھیر کر مڑ گئے۔ [۲۵] پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کی تسکین اپنے نبی پر اور مومنوں پر اتار دی اور اپنے لشکر بھیجے جنہیں تم دیکھ نہیں رہے تھے اور کافروں کو پوری سزا دی ان کفار کا یہی بدلہ تھا۔ [۲۶] پھر اس کے بعد بھی جس پر چاہے اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کی توجہ فرمائے گا اللہ تعالیٰ ہے ہی بخشش و مہربانی کرنے والا۔ [۲۷]

= والے دن ان کے سامنے اپنے بتوں کی تعریفیں شروع کیں آپ نے اسے ہر چند روکنا چاہا لیکن وہ بڑھتا ہی چلا گیا باپ بیٹوں میں جنگ شروع ہو گئی آپ ﷺ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اس پر آیت ﴿لَا تَجِدُ أُمَّنًا﴾ نازل ہوئی۔ ① پھر ایسا کرنے والوں کو ڈراتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر بیدار رہتے اور اپنے حاصل کئے ہوئے مال اور مندرے ہو جانے کی دہشت کی تجارتیں اور پسندیدہ مکانات اگر تمہیں اللہ تعالیٰ و رسول ﷺ سے اور جہاد سے بھی زیادہ مرغوب ہیں تو تمہیں اللہ تعالیٰ کے عذابوں کے برداشت کے لئے تیار بنا جائے ایسے بدکاروں کو اللہ تعالیٰ بھی راستہ نہیں دکھاتا۔ رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ جا رہے تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے ہاتھ آپ ﷺ کے ہاتھ میں تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما کہنے لگے یا رسول اللہ! آپ ﷺ مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں بجز میری اپنی جان کے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میرا نفس ہے تم میں سے کوئی مومن نہ ہوگا جب تک کہ وہ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز نہ رکھے۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی قسم! اب آپ ﷺ کی محبت مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اب اے عمر! تو مومن ہو گیا“ ② صحیح بخاری۔ صحیح حدیث میں آپ ﷺ کا فرمان ثابت ہے کہ ”اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم میں سے کوئی ایمان دار نہ ہوگا جب تک میں اسے اس کے ماں باپ سے اولاد سے اور دنیا کے کل لوگوں سے زیادہ عزیز نہ ہو جاؤں۔“ ③ مسند امام احمد اور ابوداؤد میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں ”جب تم عین کی خرید و فروخت کرنے لگو گے اور گائے بیل کی دین تھام لو گے اور جہاد چھوڑ دو گے اللہ تعالیٰ تم پر ذلت ڈال دے گا وہ دور نہ ہوگی جب تک کہ تم اپنے دین کی طرف لوٹ نہ آؤ۔“ ④

① بیہقی، ۲۷/۹، وقال: ”هذا منقطع“ فالسند ضعيف۔

② صحيح بخاری، كتاب الايمان والنذور، باب كيف كانت يمين النبي ﷺ ۶۶۳۲؛ احمد، ۴/۲۳۳۔

③ صحيح بخاری، كتاب الايمان، باب حب الرسول ﷺ من الايمان، ۱۵؛ صحيح مسلم ۴۴؛ مسند ابی عوانہ، ۱/۴۱؛

احمد، ۳/۱۷۷؛ السنن الكبرى للنسائي، ۱۱۷۴۴؛ ابن ماجه ۶۷؛ دارمی، ۲/۳۹۷؛ ابن حبان، ۱۷۹۔

④ ابوداؤد، كتاب البيوع، باب في النهي عن العينة ۳۴۶۲ وسنده ضعيف اسحاق بن اسيد قول راجح في ضعيف راوي ہے۔

جنگ حنین کا تذکرہ اور نصرت الہی کا بیان: [آیت ۲۵-۲۷] مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں براءت کی یہ پہلی آیت ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنا بہت بڑا احسان مومنوں پر ذکر فرما رہا ہے کہ اس نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی آپ امداد فرمائی انہیں دشمنوں پر غالب کر دیا اور ایک جگہ نہیں ہر جگہ اس کی مدد شامل حال رہی اسی وجہ سے فتح و ظفر نے بھی ہم رکابی نہ چھوڑی۔ یہ صرف تائید الہی تھی نہ کہ مال اسباب اور ہتھیار کی فراوانی اور نہ تعداد کی زیادتی۔ یاد کرو حنین والے دن ذرا تمہیں اپنی تعداد کی کثرت پر ناز ہو گیا تھا تو کیا حال ہوا پٹھ دکھا کر بھاگ نکلے۔ معدودے چند ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ٹھہر گئے اسی وقت اللہ تعالیٰ کی مدد نازل ہوئی اس نے دلوں میں تسکین ڈال دی یہ اس لئے کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ مدد اسی رب کی طرف سے ہے اس کی مدد سے چھوٹی چھوٹی جماعتوں نے بڑے بڑے گروہ کے منہ پھیر دیئے ہیں اللہ تعالیٰ کی امداد صابروں کے ساتھ ہوتی ہے۔ یہ واقعہ ہم عنقریب تفصیل وار بیان کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

مسند کی حدیث میں ہے ”بہترین ساتھی چار ہیں اور بہترین چھوٹا لشکر چار سو کا ہے اور بہترین بڑا لشکر چار ہزار کا ہے اور بارہ ہزار کی تعداد تو اپنی کمی کے باعث کبھی مغلوب نہیں ہو سکتی۔“ ① یہ حدیث ابو داؤد اور ترمذی میں بھی ہے امام ترمذی رضی اللہ عنہ اسے حسن غریب بتلاتے ہیں۔ یہ روایت سوائے ایک راوی کے باقی سب راویوں نے مرسل بیان کی ہے ابن ماجہ اور بیہقی میں بھی یہ روایت اسی طرح مروی ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ ۸ ہجری میں فتح مکہ کے بعد ماہ شوال میں جنگ حنین ہوئی تھی۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے فارغ ہوئے اور ابتدائی امور سب انجام دے چکے اور عموماً مکی حضرات مسلمان ہو چکے اور انہیں آپ آزاد بھی کر چکے تو آپ کو خبر ملی کہ قبیلہ ہوازن جمع ہوا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جنگ کرنے پر آمادہ ہے ان کا سردار مالک بن عوف نصری ہے۔ ثقیف کا سارا قبیلہ ان کے ساتھ ہے اسی طرح بنو ششم بنو سعد بن بکر بھی ہیں اور بنو ہلال کے بھی کچھ لوگ ہیں اور کچھ لوگ بنو عمر و بن عامر کے اور عون بن عامر کے بھی ہیں یہ سب لوگ مع اپنی عورتوں اور بچوں اور گھریلو مال کے میدان میں نکل کھڑے ہوئے ہیں یہاں تک کہ اپنی بکریوں اور اونٹنوں کو بھی انہوں نے ساتھ رکھا ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اس لشکر کو لے کر جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مہاجرین اور انصار وغیرہ کا تھا ان کے مقابلہ کے لئے چلے۔ تقریباً دو ہزار نو مسلم مکی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوئے۔ مکہ اور طائف کے درمیان کی وادی میں دونوں لشکر مل گئے اس جگہ کا نام حنین تھا۔ صبح سویرے مناد ہیرے قبیلہ ہوازن جو کمین گاہ میں چھپے ہوئے تھے انہوں نے بے خبری میں مسلمانوں پر اچانک حملہ کر دیا بے پناہ تیر اندازی کرتے ہوئے آگے بڑھے اور تلواریں چلائی شروع کر دیں۔ یہاں تک مسلمانوں میں دفعتاً ہتری پھیل گئی اور یہ منہ پھیر کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی طرف بڑھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت سفید خچر پر سوار تھے حضرت عباس رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جانور کی دائیں جانب سے نکلیں تھامے ہوئے تھے اور حضرت ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ بائیں طرف سے نکلیں پکڑے ہوئے تھے جانور کی تیزی کو یہ لوگ روک رہے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم با آواز بلند اپنے تئیں پہنچوا رہے تھے مسلمانوں کو واپسی کا حکم فرما رہے تھے اور ندا کرتے جاتے تھے کہ ”اللہ تعالیٰ کے بندو! کہاں چلے میری طرف آؤ میں اللہ تعالیٰ کا سچا رسول ہوں میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں میں اولاد عبدالمطلب میں سے ہوں۔“ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس وقت صرف اسی یا سو کے قریب صحابہ رہ گئے تھے۔ حضرت ابوبکر حضرت عمر حضرت عباس حضرت علی حضرت فضل بن عباس حضرت ابوسفیان بن حارث حضرت امین بن ام ایمن حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہم وغیرہ آپ کے ساتھ ہی تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو جو بہت بلند آواز والے تھے حکم دیا کہ ”درخت کے نیچے بیعت کرنے والے میرے صحابیوں کو آواز دو کہ وہ نہ

① ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی ما يستحب من الجیوش والرفقاء والسرایا ۲۶۱۱؛ وسندہ ضعیف ابن شہاب زہری مدلس راوی ہیں اور سامع کی صراحت نہیں ترمذی ۱۵۵۵؛ احمد، ۱/۲۹۴؛ ابن خزیمہ ۲۵۳۸؛ ابن حبان ۱۶۶۳؛ حاکم، ۱/۴۴۳۔

بھاگیں۔“ پس آپ ﷺ نے یہ کہہ کر کہ اے بھول کے درخت تلے بیعت کرنے والو! اے سورہ بقرہ کے حاملو! پس یہ آواز ان کے کانوں میں پہنچی تھی کہ انہوں نے ہر طرف سے (لیک لیک) کہنا شروع کیا اور آواز کی جانب لپک پڑے اور اسی وقت لوٹ کر آپ ﷺ کے آس پاس آ کر کھڑے ہو گئے یہاں تک کہ اگر کسی کا اونٹ اڑ گیا تو اس نے اپنی زرہ پہن لی اونٹ پر سے کود گیا اور پیدل سرکار نبوت میں حاضر ہو گیا۔ جب کچھ جماعت آپ ﷺ کے ارد گرد جمع ہو گئی۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی شروع کی کہ ”باری تعالیٰ جو وعدہ تیرا میرے ساتھ ہے اسے پورا فرما۔“ پھر آپ ﷺ نے زمین سے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور اسے کافروں کی طرف پھینکا جس سے ان کی آنکھیں اور ان کا منہ بھر گیا وہ لڑائی کے قابل نہ رہے ادھر مسلمانوں نے ان پر دھاوا بول دیا ان کے قدم اکھڑ گئے بھاگ نکلے مسلمانوں نے ان کا پچھا کیا۔ اور مسلمانوں کی باقی فوج حضور اکرم ﷺ کے پاس پہنچی اتنی دیر میں تو انہوں نے ان کفار کو قید کر کے حضور اکرم ﷺ کے سامنے ڈھیر کر دیا۔

مسند احمد میں ہے حضرت ابو عبد الرحمن فہری رضی اللہ عنہ جن کا نام یزید بن اسید ہے یا یزید بن انیس ہے اور کر ز بھی کہا گیا ہے فرماتے ہیں کہ میں اس معرکے میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا دن سخت گرمی والا تھا دو پہر کو ہم درختوں کے سایے کے تلے ٹھہر گئے۔ سورج ڈھلنے کے بعد میں نے اپنے ہتھیار لگائے اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر رسول اللہ ﷺ کے خیمے میں پہنچا۔ سلام کے بعد میں نے کہا حضور اکرم! ہوائیں ٹھنڈی ہو گئی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں ٹھیک ہے بلال!“ اس وقت بلال رضی اللہ عنہ ایک درخت کے سایے میں تھے۔ حضور اکرم ﷺ کی آواز سننے ہی پر ندے کی طرح گویا اڑ کر (لَئِنَّكَ وَسَعْدَيْكَ وَآتَا فِدَاؤُكَ) کہتے ہوئے حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”میری سواری کسو“ اسی وقت انہوں نے زین نکالی جس کے دونوں پلے بھجور کی رسی کے تھے جس میں کوئی فخر و غرور کی چیز نہ تھی۔ جب کس پچکے تو حضور اکرم ﷺ سوار ہوئے ہم نے صف بندی کر لی شام اور رات اسی طرح گزری پھر دونوں لشکروں کی ٹڈ بھیر ہو گئی تو مسلمان بھاگ کھڑے ہوئے جیسے قرآن نے ذکر فرمایا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے آواز دی کہ اے اللہ کے بندو! میں اللہ تعالیٰ کا بندہ اور رسول ہوں اے مہاجرین! میں اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول ہوں“ پھر اپنے گھوڑے سے اتر پڑے مٹی کی ایک مٹھی بھر لی اور یہ فرما کر کہ ”ان کے چہرے بگڑ جائیں“ کافروں کی طرف پھینک دی۔ اسی سے اللہ تعالیٰ نے انہیں شکست دے دی۔ ان مشرکوں کا بیان ہے کہ ہم میں سے ایک بھی ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں اور منہ میں یہ مٹی نہ آئی ہو اس وقت ہمیں ایسا معلوم ہونے لگا کہ گویا زمین و آسمان کے درمیان لوہا کسی لوہے کی ٹشت پر بچ رہا ہے۔ ① ایک روایت میں ہے کہ بھاگے ہوئے مسلمان جب ایک سو آپ ﷺ کے پاس واپس پہنچ گئے آپ ﷺ نے اسی وقت حملے کا حکم دے دیا۔ اول تو منادی انصار کی تھی پھر خزرج ہی پر رہ گئی یہ قبیلہ لڑائی کے وقت بڑا ہی صابر تھا۔ آپ ﷺ نے اپنی سواری پر سے میدان جنگ کا نظارہ دیکھا اور فرمایا ”اب لڑائی گر ما گرمی سے ہو رہی ہے۔“ اس میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کافر کو چاہا قتل کر دیا جسے چاہا قید کر دیا اور ان کے مال اور اولاد میں اپنے نبی اکرم ﷺ کو فائدہ میں دلادیں۔ ② حضرت براہ بن عازب رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ اے ابوعمارہ! کیا تم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے حین والے دن بھاگ نکلے تھے؟ آپ نے فرمایا لیکن رسول اللہ ﷺ کا قدم پیچھے نہ ہٹا تھا بات یہ ہے کہ قبیلہ ہوازن کے لوگ تیر اندازی کے فن کے استاد تھے اللہ کے فضل سے ہم نے انہیں پہلے ہی حملے میں شکست دے دی لیکن جب لوگ مال غنیمت پر جھک پڑے انہوں نے موقعہ دیکھ کر پھر جو تاورا اندازی کے ساتھ تیروں کی بارش برسائی تو یہاں بھگدڑ مچ گئی سبحان اللہ! رسول اللہ ﷺ

① احمد، ۵/۲۸۶؛ مسند الطیالسی ۱۳۷۱؛ دارمی، ۲/۲۱۹؛ ابو داؤد، کتاب الادب، باب الرجل ینادی الرجل فیقول

لیک، ۵۲۳۳؛ مسندہ ضعیف۔ ② صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب غزوة حنین، ۱۱۷۷۵؛ احمد، ۱/۲۰۷؛

مصنف عبدالرزاق ۹۷۴۱؛ حاکم، ۳/۳۲۷۔

کی کامل شجاعت اور پوری بہادری کا یہ موقع تھا، لشکر بھاگ نکلا ہے اس وقت آپ ﷺ کسی تیز سواری پر نہیں جو بھاگنے دوڑنے میں کام آئے بلکہ فخر پر سواری ہیں اور مشرکوں کی طرف بڑھ رہے ہیں اور اپنے تئیں چھپاتے نہیں بلکہ اپنا نام اپنی زبان سے پکار پکار کر بتلا رہے ہیں کہ نہ پہنچانے والے بھی پہچان لیں۔ ① خیال فرمائیے کہ کس قدر ذات واحد پر آپ ﷺ کا توکل ہے اور کتنا کامل یقین آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی مدد پر ہے جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ امر رسالت کو پورا کر کے ہی رہے گا اور آپ ﷺ کے دین کو دنیا کے اور دینوں پر غالب کر کے ہی رہے گا۔ فصلوات اللہ و سلامہ، علیہ ابدًا ابدًا۔ اب اللہ تعالیٰ اپنے نبی اکرم ﷺ پر اور مسلمانوں کے اوپر سکینت نازل فرماتا ہے اور اپنے فرشتوں کا لشکر بھیجتا ہے جنہیں کوئی نہ دیکھتا تھا۔ ایک مشرک کا بیان ہے کہ حسین والے دن جب ہم مسلمانوں سے لڑنے لگے ایک بکری کا دودھ نکالا جائے اتنی دیر بھی ہم نے انہیں اپنے سامنے جسنے نہیں دیا فوراً بھاگ کھڑے ہوئے اور ہم نے ان کا تعاقب شروع کیا یہاں تک کہ ہمیں ایک صاحب سفید فخر پر سواری نظر پڑے ہم نے دیکھا کہ خوبصورت نورانی سفید چہرے والے کچھ لوگ ان کے ارد گرد ہیں ان کی زبان سے نکلا کہ تمہارے چہرے بگڑ جائیں واپس لوٹ جاؤ بس یہ کہنا تھا کہ ہمیں شکست ہوگئی یہاں تک کہ مسلمان ہمارے کندھوں پر سواری ہو گئے۔ ② حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں بھی اس لشکر میں تھا آپ ﷺ کے ساتھ صرف اسی (۸۰) مہاجر و انصار رہ گئے تھے ہم نے پیٹھ نہیں دکھائی تھی ہم پر اللہ تعالیٰ نے اطمینان و سکون نازل فرما دیا تھا۔ حضور اکرم ﷺ اپنے سفید فخر پر سواری دشمنوں کی طرف بڑھ رہے تھے جانور نے ٹھوکر کھائی آپ ﷺ زین پر سے نیچے کی طرف جھک گئے میں نے آواز دی کہ حضور اکرم ﷺ اونچے ہو جائیے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اونچا ہی رکھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”ایک مٹھی مٹی کی تو بھردو۔“ میں نے بھردی۔ آپ ﷺ نے کانفروں کی طرف پھینکی جس سے ان کی آنکھیں بھر گئیں پھر فرمایا ”مہاجر و انصار کہاں ہیں؟“ میں نے کہا نہیں ہیں۔ فرمایا ”انہیں آواز دو۔“ میرا آواز دینا تھا کہ وہ تلواریں تولے ہوئے لپک لپک کر آگئے۔ اب تو مشرکین کی کچھ نہ چلی اور وہ بھاگ کھڑے ہوئے۔ ③

یہی کہ ایک روایت میں ہے شیبہ بن عثمان کہتے ہیں کہ حنین کے دن جبکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اس حالت میں دیکھا کہ لشکر شکست کھا کر بھاگ کھڑا ہوا ہے اور آپ ﷺ تمہارہ گئے ہیں تو مجھے بدروالے دن اپنے باپ اور چچا کا مارا جانا یاد آ گیا کہ وہ علی اور حمزہ رضی اللہ عنہما کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ ان کے انتقام لینے کا اس سے اچھا موقعہ اور کونسا ملے گا؟ آؤ پیغمبر کو قتل کر دوں۔ اس ارادے سے میں آپ ﷺ کی دائیں جانب بڑھا لیکن وہاں میں نے عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کو پایا۔ سفید چاندی جیسی زرہ پہنے مستعد کھڑے ہیں۔ میں نے سوچا کہ چچا ہیں اپنے بھتیجے کی پوری حمایت کریں گے چلو جائیں جانب سے جا کر اپنا کام کروں، ادھر سے آیا تو دیکھا کہ ابوسفیان بن حارث بن عبدالمطلب کھڑے ہیں میں نے کہا ان کے بھی چچا کے لڑکے بھائی ہیں اپنے بھائی کی ضرورت حمایت کریں گے پھر میں کاوا کاٹ کر پیچھے کی طرف آیا آپ ﷺ کے قریب پہنچ گیا اب یہی باقی رہ گیا تھا کہ تلوار سونٹ کر وار کر دوں کہ میں نے دیکھا کہ ایک آگ کا کوڑا بجلی کی طرح چمک کر مجھ پر پڑنا چاہتا ہے میں نے آنکھیں بند کر لیں اور پچھلے پاؤں پیچھے کی طرف ہٹا۔ اسی وقت حضور اکرم ﷺ نے میری جانب التفات فرمایا اور فرمایا ”شیبہ

① صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب من قاد دابة غیرہ فی الحرب ۲۸۶۴؛ صحیح مسلم ۱۷۷۶؛ ترمذی ۱۶۸۸۔

② الطبری، ۱۷۶/۱۴۔ ③ احمد، ۴۵۴/۱، وسندہ حسن، کشف الاستار ۱۸۲۹؛ حاکم، ۱۱۷/۲؛ دلائل النبوة

للبيهقي، ۱۴۲/۵؛ مجمع الزوائد، ۱۸۰/۶۔

میرے پاس آ۔ اللہ اس کے شیطان کو دور کر دے، اب میں نے آنکھ کھول کر جو رسول اللہ ﷺ کی طرف دیکھا تو اللہ آپ ﷺ مجھے میرے کانوں اور آنکھوں سے بھی زیادہ محبوب تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”شبیہ جا کافروں سے لڑ۔“ ① شبیہ کا بیان ہے کہ اس جنگ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھیوں میں میں بھی تھا لیکن میں اسلام کی وجہ سے یا اسلام کی معرفت کی بنا پر نہیں نکلا تھا بلکہ میں نے کہا واہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ہوازن قریش پر غالب آ جائیں؟ میں آپ ﷺ کے پاس ہی کھڑا ہوا تھا جو میں نے اہل ربگ کے گھوڑے کو دیکھ کر کہا کہ یا رسول اللہ! میں تو اہل ربگ کے گھوڑے دیکھ رہا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”شبیہ وہ تو سوائے کافروں کے کسی کو نظر نہیں آتے۔“ پھر آپ ﷺ نے میرے سینے پر ہاتھ مار کر دعا کی اللہ شبیہ کو ہدایت کر، پھر دوبارہ سہ بارہ یہی کیا اور یہی کہا۔ واللہ! آپ کا ہاتھ بیٹنے سے پہلے ہی ساری دنیا سے زیادہ محبت آپ ﷺ کی میں اپنے دل میں پانے لگا۔ ②

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اس غزوے میں آپ ﷺ کے ہمراہ تھا میں نے دیکھا کہ کوئی چیز آسمان سے اتر رہی ہے چیونٹیوں کی طرح اس نے میدان گھیر لیا اور اسی وقت مشرکوں کے قدم اکھڑ گئے واللہ ہمیں کوئی شک نہیں کہ وہ آسمانی مدد تھی۔ ③ یزید بن عامر سوائی اپنے کفر کے زمانے میں جنگ حنین میں کافروں کے ساتھ تھے بعد میں یہ مسلمان ہو گئے تھے۔ ان سے جب دریافت کیا جاتا کہ اس موقع پر تمہارے دلوں کا رعب و خوف سے کیا حال تھا؟ تو وہ طشت میں کنکریاں رکھ کر بجا کر کہتے بس یہی آواز ہمیں ہمارے دل سے آ رہی تھی ④ بے طرح کلیجہ اچھل رہا تھا اور دل دہل رہا تھا۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”مجھے رعب سے مدد دی گئی ہے، مجھے جامع کلمات دیئے گئے ہیں۔“ ⑤ الغرض کفار کو اللہ تعالیٰ نے یہ سزا دی اور یہ ان کے کفر کا بدلہ تھا۔ باقی ہوازن پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی کی انہیں تو بے نصیب ہوئی مسلمان ہو کر خدمتِ مخدوم میں حاضر ہوئے اس وقت آپ ﷺ فتح مندی کے ساتھ لوٹتے ہوئے مکہ مکرمہ کے قریب جحرانہ کے پاس پہنچ چکے تھے۔ جنگ کو بیس دن کے قریب گزر چکے تھے اسی لئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اب تم دو چیزوں میں سے ایک پسند کر لو یا تو قیدی یا مال؟“ انہوں نے قیدیوں کا واپس لینا پسند کیا ان قیدیوں کی چھوٹیوں بڑوں کی مرد عورتوں کی بالغ نابالغ کی تعداد چھ ہزار کی تھی۔ آپ ﷺ نے یہ سب انہیں لوٹا دیئے ان کا مال بطور غنیمت کے مسلمانوں میں تقسیم ہوا اور نو مسلم جو مکہ کے آزاد کر دیئے تھے انہیں بھی آپ ﷺ نے اس مال میں سے دیا کہ ان کے دل اسلام کی طرف پورے مائل ہو جائیں ان میں سے ایک ایک کو سوسواونٹ عطا فرمائے۔ مالک بن عوف نصری کو بھی آپ ﷺ نے سو اونٹ دیئے اور اس کو اس کی قوم کا سردار بنا دیا جیسے کہ وہ تھا۔ اسی کی تعریف میں اس نے اپنے مشہور قصیدے میں کہا ہے کہ میں نے تو حضرت محمد ﷺ جیسا نہ کسی اور کو دیکھا نہ سنا، دینے میں اور بخشش و عطا کرنے میں اور قصوروں سے درگزر کرنے میں دنیا میں آپ ﷺ کا ثانی نہیں، آپ کل قیامت کے دن ہونے والے تمام امور سے مطلع فرماتے رہتے ہیں، یہی نہیں شجاعت اور بہادری میں بھی آپ بے مثل ہیں میدان جنگ میں گرتے ہوئے شہر کی طرح آپ ﷺ و شمنوں کی طرف بڑھتے ہیں۔

① دلائل النبوة للبيهقي، ۱۴۵/۵، وسندہ ضعيف جدا أس کی سند میں ابو بکر لہندی ہے جس پر امام احمد ابن معین، نسائی اور بخاری وغیرہ کی جرح ہے دیکھئے (المیزان، ۴۹۷/۴، رقم: ۱۰۰۰۵) ② دلائل النبوة، ۱۴۵/۵، ۱۶۶، وسندہ ضعيف اس کی سند میں ابوب بن جابر ضعيف (التقریب، ۱/۸۹، رقم: ۶۹۰) اور صدقہ بن سعید کزور راوی ہے۔ (المیزان، ۲/۳۱۰، رقم: ۳۸۷۰) ③ ایضاً، ۱۴۶/۵۔ ④ طبرانی فی الکبیر ۲۲/۲۲۷، ۲۳۸، وسندہ ضعيف السائب بن یسار مجہول الحال، مجمع الزوائد، ۱۸۳/۶۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب قول النبی ﷺ، (نصرت بالرعب مسيرة شهر) ۲۹۷۷؛ صحیح مسلم ۵۲۳؛ مصنف عبد الرزاق ۲۰۰۳۳۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْمُشْرِكُونَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ
 عَامِهِمْ هَذَا وَإِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيكُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ إِنْ شَاءَ إِنَّ
 اللَّهَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۱۰﴾ قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْآخِرِ وَلَا يُحَرِّمُونَ
 مَا حَرَّمَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ وَلَا يَدِينُونَ دِينَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ حَتَّى
 يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَدٍ وَهُمْ صَاغِرُونَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: اے ایمان والو! مشرک بالکل ہی ناپاک ہیں وہ اس سال کے بعد مسجد حرام کے پاس بھی نہ سھلنے پائیں اگر تمہیں مفلسی کا خوف ہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں دولت مند کر دے گا اپنے فضل سے اگر چاہے اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے ﴿۱۰﴾ اور ان لوگوں سے جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے جو حرام نہیں جانتے اسے جسے اللہ تعالیٰ نے اور اس کے رسول ﷺ نے حرام کیا ہے نہ دین حق کو قبول کرتے ہیں جنہیں کتاب دی گئی ہے یہاں تک کہ وہ ذلیل و خوار ہو کر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں۔ ﴿۱۱﴾

حرم کی حدود میں مشرکوں کا داخلہ منع ہے: [آیت: ۲۸-۲۹] اللہ تعالیٰ اہم الحاکمین اپنے پاک دین والے پاکیزگی اور طہارت والے مسلمان بندوں کو حکم فرماتا ہے کہ وہ دین کی رو سے مشرکوں کو بیت اللہ کے پاس نہ آنے دیں۔ یہ آیت سن ۹ ہجری میں نازل ہوئی اسی سال آنحضرت رسول مقبول ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھیجا اور حکم دیا کہ مجمع حج میں اعلان کر دو کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کو نہ آئے اور کوئی ننگ شخص بیت اللہ کا طواف نہ کرے۔ ① اس شرعی حکم کو اللہ تعالیٰ قادر و قیوم نے یوں ہی پورا کیا کہ نہ وہاں مشرکوں کو داخلہ نصیب ہوا نہ کسی نے اس کے بعد عربیائی کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے گھر کا طواف کیا۔ حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ غلام اور ذمی شخص کو مستثنیٰ بتاتے ہیں۔ ②

مسند کی حدیث میں فرمان رسول اکرم ﷺ ہے کہ ”ہماری اس مسجد میں اس سال کے بعد سوائے معاہدہ والے اور تمہارے غلاموں کے اور کوئی کافر نہ آئے۔“ ③ لیکن اس مرفوع سے زیادہ صحیح سند والی موقوف روایت ہے۔ خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ نے فرمان جاری کر دیا تھا کہ یہود و نصرانی کو مسلمانوں کی مسجدوں میں نہ آنے دو۔ اس منع کرنے میں آپ اس آیت کی تاحقی میں تھے۔ حضرت عطاء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حرم سارا اس حکم میں مثل مسجد حرام کے ہے۔ یہ آیت مشرکوں کی نجاست پر بھی دلیل ہے۔ صحیح حدیث میں ہے ”مؤمن نجس نہیں ہوتا۔“ ④ باقی رہی یہ بات کہ مشرکوں کا بدن اور ذات بھی نجس ہے یا نہیں پس جمہور کا قول تو یہ ہے کہ نجس نہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کا ذبیحہ حلال کیا ہے۔ بعض ظاہریہ کہتے ہیں کہ مشرکوں کے بدن بھی

① ترمذی، کتاب الحج، باب ماجاء فی کراہیۃ الطواف عربیانا ۸۷۱ وهو صحیح، ۳۰۹۲؛ دارمی، ۱۹۱۹؛ مسند ابی یعلیٰ ۴۵۲؛ بیہقی، ۲۰۷/۹؛ مسند حمیدی ۴۸۔ ② تفسیر القرآن لعبدالرزاق ۴۶/۲ وسندہ صحیح۔

③ احمد، ۳/۳۹۲ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۴/۱۰، اس کی سند میں ائمتہ بن سوار ضعیف راوی ہے (التقریب ۱/۷۹ رقم: ۶۰۰) اور حسن بصری کا حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں۔ ④ صحیح بخاری، کتاب الغسل، باب عرق الجنب وان المسلم

لا ینجس، ۲۸۳؛ صحیح مسلم، ۲۷۱، ابوداؤد، ۲۳۱؛ ترمذی، ۱۲۱؛ ابن ابی شیبہ، ۱/۱۷۳؛ احمد، ۲/۲۳۵؛ ابو عوانہ، ۱/۲۷۵؛

ناپاک ہیں۔ حسن رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو ان سے مصافحہ کرے وہ ہاتھ دھو ڈالے۔ اس حکم پر بعض لوگوں نے کہا کہ پھر تو ہماری تجارت کا مندا ہو جائے گا ہمارے بازار بے رونق ہو جائیں گے اور بہت سے فائدے جاتے رہیں گے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ غنی و جمید فرماتا ہے کہ تم اس بات سے نڈر اللہ تعالیٰ تمہیں اور بہت سی صورتوں سے ولادے گا تمہیں اہل کتاب سے جزیہ دلانے کا اور تمہیں غنی کر دے گا۔ تمہاری مصلحتوں کو تم سے زیادہ تمہارا رب جانتا ہے اس کا حکم اس کی ممانعت کسی نہ کسی حکمت سے ہی ہوتی ہے یہ تجارت اتنے فائدے کی نہیں جتنا فائدہ وہ تمہیں جزیے سے دے گا ان اہل کتاب سے جو اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اور قیامت کے منکر ہیں جو کسی نبی کے صحیح معنی میں پورے متبع نہیں بلکہ اپنی خواہشوں کے اور اپنے بڑوں کی تقلید کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں اگر انہیں اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی شریعت پر پورا ایمان ہوتا تو وہ ہمارے اس نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ضرور ایمان لاتے۔ ان کی بشارت تو ہر نبی دیتا رہا ان کی اتباع کا حکم ہر نبی نے دیا لیکن باوجود اس کے وہ اس اشرف الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کے انکاری ہیں پس اگلے نبیوں کی شرع سے بھی دراصل انہیں کوئی سروکار بھی نہیں اسی وجہ سے ان نبیوں کا زبانی اقرار ان کے لئے بے سود ہے کیونکہ یہ سید الانبیاء افضل الرسل خاتم النبیین اکمل المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم سے کفر کرتے ہیں اس لئے ان سے بھی جہاد کر دو۔ ان سے جہاد کے حکم کی یہ پہلی آیت ہے اس وقت تک آس پاس کے مشرکین سے جنگ ہو چکی تھی ان میں کے اکثر توحید کے جھنڈے کے تلے آچکے تھے جزیرہ العرب میں اسلام نے جگہ کر لی تھی اب یہود و نصاریٰ کی خبر لینے اور انہیں راہ حق دکھانے کا حکم ہوا سن ۹ ہجری میں یہ حکم اتر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رومیوں سے جہاد کی تیاری کی لوگوں کو اپنے ارادے سے مطلع کیا مدینہ کے ارد گرد کے عربوں کو آمادہ کیا اور تقریباً تیس ہزار کا لشکر لے کر روم کا رخ کیا۔ مجرمنافقین کے یہاں کوئی نہ کا سوائے بعض کے۔ موسم سخت گرم تھا پھلوں کا وقت تھا روم سے جہاد کے لئے شام کے ملک کا دور دراز کا کٹھن سفر تھا تو تک تشریف لے گئے وہاں تقریباً بیس (۲۰) روز قیام فرمایا پھر اللہ تعالیٰ سے استخارہ کر کے واپس لوٹے حالت کی تنگی اور لوگوں کی ضعیفی کی وجہ سے۔ جیسے کہ عنقریب اس کا واقعہ ان شاء اللہ تعالیٰ بیان ہوگا۔ اسی آیت سے استدلال کر کے بعض نے فرمایا ہے کہ جزیہ صرف اہل کتاب سے اور ان جیسوں سے ہی لیا جائے جیسے مجوس ہیں۔ چنانچہ ہجر کے مجوسیوں سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیہ لیا تھا۔ ① امام شافعی رضی اللہ عنہ کا یہی مذہب ہے اور مشہور مذہب امام احمد رضی اللہ عنہ کا بھی یہی ہے۔ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں سب مجوسیوں سے لیا جائے خواہ وہ اہل کتاب ہوں خواہ مشرک ہوں۔ ہاں عرب میں سے صرف اہل کتاب سے ہی لیا جائے۔ امام مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جزیہ کا لینا تمام کفار سے جائز ہے خواہ وہ کتابی ہوں یا مجوسی ہوں یا بت پرست وغیرہ ہوں۔ ان مذاہب کے دلائل وغیرہ کے بسط کی یہ جگہ نہیں وَاللَّهُ اعْلَمُ۔

پس فرماتا ہے کہ جب تک وہ ذلت و خواری کے ساتھ اپنے ہاتھوں جزیہ نہ دیں انہیں نہ چھوڑو۔ پس اہل ذمہ کو مسلمانوں پر عزت و توقیر دینی اور انہیں اوج و ترقی دینی جائز نہیں۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”یہود و نصاریٰ سے سلام کی ابتدا نہ کرو اور جب ان میں سے کوئی راستے میں مل جائے تو اسے تنگی کی طرف مجبور کرو۔“ ② یہی وجہ تھی جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے ایسی ہی شرطیں کی تھی۔ عبدالرحمن بن غنم اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اپنے ہاتھ سے عہد نامہ لکھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دیا تھا کہ اہل شام کے فلاں فلاں شہری لوگوں کی طرف سے یہ معاہدہ ہے امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہ جب آپ کے لشکر ہم پر آئے ہم نے آپ سے اپنی جان مال اور اہل و عیال کے لئے امن طلب کی ہم ان شرطوں پر وہ امن حاصل کرتے ہیں کہ ہم اپنے ان شہروں میں =

① صحیح بخاری، کتاب الجزیة، باب الجزیة والموادعة مع اهل الذمة والحرب ۳۱۵۷؛ ابوداؤد ۳۰۴۳؛ مسند ابی یعلیٰ ۸۶۱۔

② صحیح مسلم، کتاب السلام، باب النهی من ابتداء اهل الكتاب بالسلام وكيف یرد علیہم ۲۱۶۷؛ ابوداؤد ۵۲۰۵؛ ترمذی ۱۶۰۲۔

وَقَالَتِ الْيَهُودُ عِزِّيُّ بْنُ اللَّهِ وَقَالَتِ النَّصْرِيُّ السَّيِّحُ بْنُ اللَّهِ ذَلِكَ قَوْلُهُمْ

بِأَفْوَاهِهِمْ يَضَاهُونَ قَوْلَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَبْلُ قَتَلَهُمُ اللَّهُ إِنْ

يُؤْفَكُونَ ۝ اتَّخَذُوا أَحْبَارَهُمْ وَرُهَبَانَهُمْ أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ وَالسَّيِّحِ

ابْنِ مَرْيَمَ وَمَا أَمْرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا إِلَهًا وَاحِدًا لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ سُبْحَانَهُ عَمَّا

يُشْرِكُونَ ۝

ترجمہ: یہود کہتے ہیں عزیر اللہ کا بیٹا ہے نصرانی کہتے ہیں سیح اللہ تعالیٰ کا بیٹا ہے یہ قول صرف ان کے منہ کی بات ہے اگلے مکروں کی بات کی یہ بھی ریس کرنے لگے انہیں اللہ تعالیٰ عارت کرنے کیسے پلٹا جاتے ہیں [۳۰] ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر اپنے عالموں اور درویشوں کو رب بنایا ہے اور مریم کے بیٹے سیح کو حالانکہ انہیں صرف ایک اکیلے اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کا حکم کیا گیا تھا جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ پاک ہے ان کے شریک مقرر کرنے سے۔ [۳۱]

اور ان کے آس پاس کوئی دیر اور کوئی گرجا گھر اور کوئی خانقاہ بنا نہیں بنائیں گے۔ اور نہ ایسے کسی خرابی والے مکان کی اصلاح کریں گے اور جو مٹ چکے ہیں انہیں درست نہیں کریں گے ان میں اگر کوئی مسلمان مسافر اترنا چاہے تو روکیں گے نہیں خواہ وہ ہو خواہ رات ہو ہم ان کے دروازے راہ گزراور مسافروں کے لئے کشادہ رکھیں گے اور جو مسلمان آئے ہم اس کی تین دن تک مہمانداری کریں گے ہم اپنے ان مکانوں یا رہائشی مکانوں وغیرہ میں کہیں کسی جاسوس کو نہ چھپائیں گے مسلمانوں سے کوئی دھوکہ فریب نہیں کریں گے اپنی اولاد کو قرآن نہ سکھائیں گے شرک کا اظہار نہ کریں گے نہ کسی کو شرک کی طرف بلائیں گے ہم میں سے کوئی اگر اسلام قبول کرنا چاہے ہم اسے ہرگز نہ روکیں گے مسلمانوں کی توقیر و عزت کریں گے ہماری جگہ اگر وہ بیٹھنا چاہیں تو ہم اٹھ کر انہیں جگہ دے دیں گے ہم مسلمانوں سے کسی چیز میں برابری نہ کریں گے نہ لباس میں نہ جوتی میں نہ مانگ نکالنے میں ہم ان کی زبان نہیں بولیں گے ان کی کنجیوں نہیں رکھیں گے زین والے گھوڑے پر سواریاں نہ کریں گے تلواریں نہ لٹکائیں گے نہ اپنے ساتھ رکھیں گے اگلوٹھیوں پر عربی نقش نہیں کرائیں گے شراب فروشی نہیں کریں گے اپنے سروں کے اگلے بالوں کو ترشوادیں گے اور جہاں کہیں ہوں گے زفا ضرورتاً ڈالے رہیں گے صلیب کا نشان اپنے گرجوں پر ظاہر نہیں کریں گے اپنی مذہبی کتابیں مسلمانوں کی گزر رگا ہوں اور بازاروں میں ظاہر نہیں کریں گے گرجوں میں ناقوس بلند آواز سے نہیں بجائیں گے نہ مسلمانوں کی موجودگی میں با آواز بلند اپنی مذہبی کتابیں پڑھیں گے نہ اپنے مذہبی شعار کو راستوں پر کریں گے نہ اپنے مردوں پر اونچی آواز سے ہائے وائے کریں گے نہ ان کے ساتھ مسلمانوں کے راستوں پر آگ لے کر جائیں گے مسلمانوں کے حصے میں آئے ہوئے غلام ہم نہ لیں گے مسلمانوں کی خیر خواہی ضرور کرتے رہیں گے ان کے گھروں میں انہیں جھانکیں گے نہیں۔ جب یہ عہد نامہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے ایک شرط اور بھی اس میں بڑھوائی کہ ہم کسی مسلمان کو ہرگز ماریں گے نہیں یہ تمام شرطیں قبول و منظور ہیں اور ہمارے سب ہم مذہب لوگوں کو بھی انہیں شرائط پر ہمیں امان ملی ہے اگر ان میں سے کسی ایک شرط کی بھی ہم خلاف درزی کریں تو ہم سے آپ کا ذمہ لگ ہو جائے گا اور جو کچھ آپ اپنے دشمنوں اور مخالفوں سے کرتے ہیں ان تمام کے مستحق ہم بھی ہو جائیں گے۔

مشرکوں نے نبیوں اور نیک لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بنایا: [آیت: ۳۰-۳۱] ان آیتوں میں بھی جناب باری تعالیٰ مؤمنوں کو مشرکوں کا فروں، یہودیوں نصرانیوں سے جہاد کرنے کی رغبت دلاتا ہے۔ فرماتا ہے دیکھو وہ اللہ کی شان میں کسی گستاخیاں کرتے ہیں، یہود عزیر عَلَيْهِ السَّلَام کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا بتلاتے ہیں اللہ تعالیٰ اس سے پاک اور برتر و بلند ہے کہ اس کی اولاد ہو۔ ان لوگوں کو حضرت عزیر عَلَيْهِ السَّلَام کی نسبت جو یہ وہم ہوا اس کا قصہ یہ ہے کہ جب عمالقہ بنی اسرائیل پر غالب آ گئے ان کے علما کو قتل کر دیا ان کے رئیسوں کو قید کر لیا۔ عزیر عَلَيْهِ السَّلَام علم کے اٹھ جانے سے اور علما کے قتل ہو جانے سے اور بنی اسرائیل کی تباہی سے سخت رنجیدہ ہوئے اب جو رونا شروع کیا تو آنکھوں سے آنسو ہی نہ تھمتے تھے روتے روتے پلکیں بھی جھڑ گئیں۔ ایک دن اسی طرح روتے ہوئے ایک میدان سے گزر ہوا دیکھا کہ ایک عورت ایک قبر کے پاس بیٹھی رو رہی ہے اور کہہ رہی ہے ہائے اب میرے کھانے کا کیا ہو گا میرے کپڑوں کا کیا ہو گا؟ آپ عَلَيْهِ السَّلَام اس کے پاس ٹھہر گئے اور اس سے فرمایا اس شخص سے پہلے تجھے کون کھلاتا تھا اور کون پہناتا تھا۔ اس نے کہا اللہ تعالیٰ۔ آپ نے فرمایا پھر اللہ تعالیٰ تو اب بھی زندہ باقی ہے اس پر تو کبھی موت آئے گی ہی نہیں۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا اے عزیر! پھر تم یہ تو بتلاؤ کہ بنی اسرائیل سے پہلے علما کو کون علم سکھاتا تھا؟ آپ عَلَيْهِ السَّلَام نے فرمایا اللہ تعالیٰ۔ اس نے کہا آپ عَلَيْهِ السَّلَام یہ رونا دھونالے کر کیوں بیٹھے ہیں۔ آپ عَلَيْهِ السَّلَام کی سمجھ میں آ گیا کہ یہ جناب باری سبحانہ و تعالیٰ کی طرف سے آپ کو تنبیہ ہے پھر آپ عَلَيْهِ السَّلَام سے فرمایا گیا کہ فلاں نمبر پر جا کر غسل کرو وہیں دو رکعت نماز کرو اور وہاں تمہیں ایک شخص ملیں گے وہ جو کچھ کھلائیں وہ کھا لو۔ چنانچہ آپ عَلَيْهِ السَّلَام وہاں تشریف لے گئے نہا کر نماز ادا کی دیکھا کہ ایک شخص ہیں کہہ رہے ہیں منہ کھولو آپ عَلَيْهِ السَّلَام نے منہ کھول دیا تو انہوں نے تین مرتبہ کوئی چیز آپ عَلَيْهِ السَّلَام کے منہ میں بڑی ساری ڈالی اسی وقت اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ عَلَيْهِ السَّلَام کا سینہ کھول دیا آپ عَلَيْهِ السَّلَام توراہ کے سب سے بڑے عالم بن گئے بنی اسرائیل میں گئے ان سے فرمایا کہ میں تمہارے پاس توراہ لایا ہوں۔ انہوں نے کہا آپ عَلَيْهِ السَّلَام ہم سب کے نزدیک سچے ہیں۔

آپ عَلَيْهِ السَّلَام نے اپنی انگلی کے ساتھ قلم کو لپیٹ لیا اور اسی انگلی سے بہ یک وقت پوری توراہ لکھ ڈالی۔ ادھر لوگ لڑائی سے لوٹے ان میں ان کے علما بھی واپس آئے تو انہیں عزیر عَلَيْهِ السَّلَام کی اس بات کا علم ہوا یہ گئے اور پہاڑوں اور غاروں میں توراہ شریف کے جو نسخے چھپا آئے تھے وہ نکال لائے اور ان نسخوں سے حضرت عزیر عَلَيْهِ السَّلَام کے لکھے ہوئے نسخے کا مقابلہ کیا تو بالکل صحیح پایا۔ اس پر بعض جاہلوں کے دل میں شیطان نے یہ وسوسہ ڈال دیا کہ آپ عَلَيْهِ السَّلَام اللہ تعالیٰ کے بیٹے ہیں۔ حضرت مسیح عَلَيْهِ السَّلَام کو نصرانی اللہ کا بیٹا کہتے تھے ان کا واقعہ تو ظاہر ہے۔ پس ان دونوں گروہ کی غلط بیانی قرآن بیان فرما رہا ہے اور فرماتا ہے کہ یہ ان کی صرف زبانی باتیں ہیں جو محض بے دلیل ہیں جس طرح ان سے پہلے کے لوگ کفر و ضلالت میں تھے یہ بھی انہیں کے مرید و مقلد ہیں اللہ تعالیٰ انہیں لعنت کرے حق سے کیسے بھٹک گئے۔

مسند احمد ترمذی اور ابن جریر میں ہے کہ جب عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دین پہنچا تو شام کی طرف بھاگ نکلا جاہلیت میں ہی یہ نصرانی بن گیا تھا یہاں اس کی بہن اور اس کی جماعت قید ہو گئی پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور احسان اسکی بہن کو آزاد کر دیا اور تم بھی دی۔ یہ سیدھی اپنے بھائی کے پاس گئیں اور انہیں اسلام کی رغبت دلانی اور سمجھایا کہ تم رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم افضل الصلوٰۃ و التسلیم کے پاس چلے جاؤ۔ چنانچہ یہ مدینہ منورہ آ گئے تھے اپنی قوم طے کے سردار تھے ان کے باپ کی سخاوت دنیا بھر میں مشہور تھی۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر پہنچائی۔ آپ خود ان کے پاس آئے۔ اس وقت عدی رضی اللہ عنہ کی گردن میں چاندی کی صلیب =

يُرِيدُونَ أَنْ يُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَيَأْبَى اللَّهُ إِلَّا أَنْ يُتِمَّ نُورَهُ وَلَوْ كَرِهَ
الْكَافِرُونَ ① هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ
كُلِّهِ لَا لَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ ②

ترجمہ: ان کی چاہت ہے کہ اللہ کا نور اپنے منہ سے بجھادیں اور اللہ تعالیٰ انکاری ہے مگر اسی بات کا کہنا نور پورا کرے گا کہ فرنا خوش رہیں [۳۳]
اسی نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا ہے کہ اسے اور تمام مذہبوں پر غالب کر دے اگرچہ مشرک برائیاں۔ [۳۳]

== لک رہی تھی۔ حضور اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے اسی آیت ﴿اتَّخَذُوا﴾ کی تلاوت ہو رہی تھی تو انہوں نے کہا کہ یہود و نصاریٰ نے اپنے علماء اور روایتوں کی عبادت نہیں کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں سنو ان کے کئے ہوئے حرام کو حرام سمجھنے لگے اور جسے ان کے علماء اور روایتیں حلال بتلا دیں اسے حلال سمجھنے لگے یہی انکی عبادت تھی۔“ پھر آپ ﷺ نے فرمایا ”عدی! کیا تم اس سے منکر ہو کہ اللہ تعالیٰ سب سے بڑا ہے کیا تمہارے خیال میں اللہ تعالیٰ سے بڑا اور کوئی ہے کیا تم اس سے انکاری ہو کہ معبود برحق اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں؟ کیا تمہارے نزدیک اس کے سوا اور کوئی بھی عبادت کے لائق ہے؟“ پھر آپ ﷺ نے انہیں اسلام کی دعوت دی انہوں نے مان لی اور اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضور اکرم ﷺ کی رسالت کی گواہی ادا کی۔ آپ ﷺ کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا اور فرمایا ”یہود پر اللہ کا غضب اترا ہے اور نصرائی گمراہ ہو گئے ہیں۔“ ① حضرت حدیفہ بن یمان اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے بھی اس آیت کی تفسیر اسی طرح مروی ہے کہ اس سے مراد حلال و حرام کے مسائل میں علماء اور ائمہ کی محض باتوں کی تقلید ہے۔ ② سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں انہوں نے بزرگوں کی مانتی شروع کر دی اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ایک طرف ہٹا دی اسی لئے اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے کہ انہیں حکم تو صرف یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی عبادت نہ کریں وہی جسے حرام کر دے حرام ہے اور وہ جسے حلال فرمادے حلال ہے اسی کے فرمان شریعت ہیں اسی کے احکام بجالانے کے لائق ہیں اسی کی ذات عبادت کی مستحق ہے وہ شریک سے اور شرک سے پاک ہے اس جیسا اس کا شریک اس کا نظیر اس کا مددگار اس کی ضد کا کوئی نہیں وہ اولاد سے پاک ہے نہ اس کے سوا کوئی معبود نہ پروردگار۔

پھونکوں سے شمع حق نہیں بجھ سکتی: [آیت: ۳۲-۳۳] فرماتا ہے کہ ہر قسم کے کفار کا ارادہ اور چاہت یہی ہے کہ اللہ کا نور بجھادیں ہدایت ربانی اور دین حق کو مٹادیں تو خیال کر لو کہ اگر کوئی شخص اپنے منہ کی چھونک سے آفتاب یا مہتاب کی روشنی بجھانی چاہے تو کیا یہ ہو سکتا ہے؟ اسی طرح یہ لوگ بھی اللہ کے نور کے بجھانے کی چاہت میں اپنی امکانی کوشش کر لیں آخر عاجز ہو کر رہ جائیں گے۔ ضروری بات ہے اور اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے کہ دین حق تعلیم رسول اللہ ﷺ کا بول بالا ہوگا۔ تم مٹانا چاہتے ہو اللہ تعالیٰ بلند کرنا چاہتا ہے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی چاہت تمہاری چاہت پر غالب رہے گی تم گونا گونا خوش رہو لیکن آفتاب ہدایت بیخ آسمان میں پہنچ کر رہے گا۔

عربی لغت میں کافر کہتے ہیں کسی چیز کے چھپا لینے والے کو اسی اعتبار سے رات کو بھی کافر کہتے ہیں اس لئے کہ وہ بھی تمام چیزوں کو چھپا لیتی ہے کسان کو کافر کہتے ہیں کیونکہ وہ دانے زمین میں چھپا دیتا ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اعْجَبِ الْكُفَّارَ نَبَاتُهُ﴾ ③ اسی اللہ تعالیٰ

① بیروایت مختلف الفاظ کے ساتھ ان کتابوں میں موجود ہے۔ احمد، ۴/۳۷۸؛ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ، ۳۰۹۵، وسندہ ضعیف غطیف راوی ضعیف ہے۔ ۲۹۵۳، وسندہ حسن ۲۹۵۴ وسندہ حسن۔

② الطبری، ۱۴/۲۱۲۔ ③ ۵۷/الحدید: ۲۰۔

نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ اپنا پیغمبر بنا کر بھیجا ہے پس حضور اکرم ﷺ کی سچی خبریں اور صحیح ایمان اور نفع والا علم یہ ہدایت ہے اور عمدہ اعمال جو دنیا و آخرت میں نفع دیں یہ دین حق ہے۔ یہ تمام مذاہب عالم پر چھا کر رہے گا۔ رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں ”میرے لئے زمین کی مشرق و مغرب لپیٹ دی گئی میری امت کا ملک ان تمام جگہوں تک پہنچے گا۔“ ① فرماتے ہیں ”تمہارے ہاتھوں پر مشرق و مغرب فتح ہو گا۔ تمہارے سردار جنمیں ہیں؛ بجز ان کے جو تمہیں پر ہیروزگار اور امانت دار ہوں۔“ ② فرماتے ہیں ”یہ دین تمام اس جگہ پر پہنچے گا جہاں پر دن رات پہنچیں کوئی کچا کچا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جہاں اللہ عزوجل اسلام کو نہ پہنچائے۔ عزیزوں کو عزیز کرے گا اور ذیلیوں کو ذلیل کرے گا۔ اسلام کو عزت دینے والوں کو عزت ملے گی اور کفر کو ذلت نصیب ہوگی۔“ حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے تو یہ بات خود اپنے گھر میں بھی دیکھی لی جو مسلمان ہو اسے خیر و برکت عزت و شرافت ملی اور جو کافر رہا اسے ذلت و کینت نفرت و لعنت نصیب ہوئی؛ پستی اور حقارت دیکھی اور کمینہ پن کے ساتھ جزیدہ بنا پڑا۔ ③

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”روئے زمین پر کوئی کچا کچا گھر ایسا باقی نہ رہے گا جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ کلمہ اسلام کو داخل نہ کر دے وہ عزت والوں کو عزت دے گا اور ذیلیوں کو ذلیل کرے گا جنہیں عزت دینی چاہے گا انہیں اسلام نصیب کرے گا اور جنہیں ذلیل کرنا ہو گا وہ اسے مانیں گے نہیں لیکن اس کی ماتحتی میں انہیں آنا پڑے گا۔“ ④ حضرت عدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میرے پاس رسول کریم ﷺ تشریف لائے مجھ سے فرمایا ”اسلام قبول کرتا کہ سلامتی ملے۔“ میں نے کہا میں تو ایک دین کو مانتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”تیرے دین کا تجھ سے زیادہ مجھے علم ہے۔“ میں نے کہا سچ۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”بالکل سچ“ کیا تو رکوسید میں سے نہیں ہے؟ کیا تو اپنی قوم سے ٹیکس وصول نہیں کرتا؟“ میں نے کہا ہاں یہ تو سچ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”تیرے دین میں یہ تیرے لئے حلال نہیں۔“ پس یہ سنتے ہی میں توجھ گیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”میں خوب جانتا ہوں کہ تجھے اسلام سے کونسی چیز روکتی ہے۔ سن صرف اسی ایک بات کی تجھے روک ہے کہ مسلمان بالکل ضعیف اور کمزور اور ناتوان ہیں تمام عرب انہیں گھیرے ہوئے ہیں یہ ہنپ نہیں سکتے۔ لیکن سن حیرہ کا تجھے علم ہے؟“ میں نے کہا دیکھا تو نہیں لیکن سنا تو ضرور ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس امر دین کو پورا فرمائے گا یہاں تک کہ ایک سانڈنی سوار حیرہ سے چل کر بغیر کسی کی امان کے مکہ معظمہ پہنچے گا اور بیت اللہ کا طواف کرے گا۔“ واللہ تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔ میں نے کہا۔ کسریٰ بن ہرمز کے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں ہاں کسریٰ بن ہرمز کے، تم میں مال کی اس قدر کثرت ہو پڑے گی کہ کوئی لینے والا نہ ملے گا۔“ اس حدیث کو بیان کرتے وقت حضرت عدی رضی اللہ عنہ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا فرمان پورا ہوا یہ دیکھو آج حیرہ سے سواریاں چلتی ہیں بے خوف و خطر بغیر کسی کی پناہ کے بیت اللہ پہنچ کر طواف کرتی ہیں۔ صادق و مصدوق ﷺ کی دوسری پیشین گوئی بھی پوری ہوئی۔ کسریٰ کے خزانے فتح ہوئے ہیں خود اس فوج میں تھا جس نے ایران کی اینٹ سے اینٹ بجا دی اور کسریٰ کے تختی خزانے اپنے قبضے میں کئے۔ واللہ! مجھے یقین ہے کہ صادق و مصدوق ﷺ کی تیسری پیشین گوئی بھی قطعاً پوری ہو کر رہے گی۔ ⑤ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ”دن رات =

① صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب هلاك هذه الأمة بعضهم ببعض ٢٨٨٩؛ ابوداؤد ٤٢٥٢؛ احمد، ٥/٢٧٨؛ ابن حبان ٧٢٣٨۔

② احمد، ٥/٣٦٦، ٣٦٧، وسنده ضعيف، مجمع الزوائد، ٥/٢٣٣، اس کی سند میں شقیق بن حیان مجہول راوی ہے۔ (المیزان)،

٢/٢٧٩، رقم: ٣٧٣٦ ③ احمد، ٤/١٠٣، وسنده صحیح، مجمع الزوائد، ٦/١٤؛ ابن حبان ١٦٣١۔

④ احمد، ٤/٦، وسنده صحیح، مجمع الزوائد، ٦/١٤۔ ⑤ احمد، ٤/٢٥٧، وسنده ضعيف، و ٣٧٨؛ دلائل

النبوة، ٥/٣٤٢، اس کے بعض حصے صحیح بخاری ٣٥٩٥ میں موجود ہیں۔

يَأْتِيهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ الْأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاكُونُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ
بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ يَكْنِزُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا
يُنْفِقُونَهَا فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۗ يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِي نَارِ
جَهَنَّمَ فَتُلَوىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وظُهُورُهُمْ هَذَا مَا كَنْزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ
فَذُوقُوا مَا كَنْزْتُمْ تَكْنِزُونَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! اکثر علماء اور عابد لوگوں کا مال ناحق کھا جاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روک دیتے ہیں اور جو لوگ سونے چاندی کا خزانہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذابوں کی خبر پہنچا دے [۳۳] جس دن اس خزانے کو آتش دوزخ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور سرین داغ دی جائیں گی یہ ہے جسے تم اپنے لئے خزانہ بنا رہے تھے پس اپنے خزانوں کا مزہ چکھو۔ [۳۵]

= کا دور ختم نہ ہوگا۔ جب تک کہ پھر لات وعزلی کی عبادت نہ ہونے لگے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: یا رسول اللہ! آیت ﴿هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ﴾ کے نازل ہونے کے بعد سے میرا خیال تو آج تک یہی رہا کہ یہ پوری بات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ”ہاں پوری ہو گئی اور مکمل ہی رہے گی جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو پھر اللہ رب العالمین ایک پاک ہوا بھیجے گا جو ہر اس شخص کو بھی فوت کر لے گی جس کے دل میں رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان ہو۔ پھر وہی لوگ باقی رہ جائیں گے جن میں کوئی خیر دخیلی نہ ہوگی۔ پس وہ اپنے باپ دادوں کے دین کی طرف پھر سے لوٹ جائیں گے۔“ ①

یہودیوں کے احبار اور عیسائیوں کے رہبان اور ان کا کردار: [آیت: ۳۳-۳۵] یہودیوں کے علما کو احبار اور نصرانیوں کے عابدوں کو رہبان کہتے ہیں۔ آیت ﴿لَوْ لَا يَنْهَاهُمُ الرَّبَّانِيُّونَ وَالْأَحْبَارُ﴾ ② میں یہود کے علما کو احبار کہا گیا ہے۔ نصرانیوں کے عابدوں کو رہبان اور ان کے علما کو تیسس اس آیت میں کہا گیا ہے ﴿ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ قَسَّيْسِينَ وَرُهْبَانًا﴾ ③ مقصود آیت کا لوگوں کو برے علما گمراہ صوفیوں اور عابدوں سے ہوشیار کرنا اور ڈرانا ہے۔ حضرت سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہمارے علما میں سے وہی بگڑتے ہیں جن میں کچھ نہ کچھ شائبہ یہودیت کا ہوتا ہے اور صوفیوں اور عابدوں میں سے ہم مسلمانوں میں وہی بگڑتے ہیں جن میں نصرانیت کا شائبہ ہوتا ہے۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ”تم یقیناً اپنے سے پہلوں کی روش پر چل پڑو گے ایسی پوری مشابہت سے کہ ذرا بھی فرق نہ رہے۔“ لوگوں نے پوچھا کیا یہود و نصاریٰ کی روش پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں انہی کی۔“ ④ اور روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا کیا فارسیوں اور رومیوں کی روش پر؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”اور کون لوگ ہیں۔“ ⑤ پس ان کے اقوال افعال کی مشابہت سے بہت ہی چپتا چاہئے۔ یہ اس لئے کہ یہ منصب و ریاست حاصل کرنا اور اس وجاہت سے لوگوں کے مال مارنا چاہتے ہیں۔ احبار یہود کو زمانہ

① صحیح مسلم، کتاب الفتن، باب لا تقوم الساعة حتى تعبد دوس ذالخلصة ۲۹۰۷؛ مسند ابی یعلیٰ ۴۵۶۵۔

② ۵/ المائدة: ۶۳۔

③ ۵/ المائدة: ۸۲۔

④ صحیح بخاری، کتاب الاعتصام بالكتاب والسنة، باب قول النبی ﷺ لتبعن سنن من كان قبلکم، ۷۳۲۰؛ صحیح

مسلم ۲۶۶۹؛ احمد، ۳/ ۸۴؛ ابن حبان ۶۷۰۳۔ ⑤ صحیح بخاری حوالہ سابق ۷۳۱۹۔

جاہلیت میں بڑا ہی سوخ حاصل تھا ان کے تحفے ہدیے اخراج چراغی مقرر تھی جو بے مانگے انہیں پہنچ جاتی تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی نبوت کے بعد اسی طمع نے انہیں قبول اسلام سے روکا۔ لیکن حق کے مقابلے کی وجہ سے اس طرف سے بھی کورے رہے اور آخرت سے بھی گئے گزرنے، ذلت و حقارت ان پر برس پڑی اور غضب رب میں مبتلا ہو کر تباہ و برباد ہو گئے۔ یہ حرام کھانی جماعت خود حق سے رک کر اوروں کے بھی درپے رہتی تھی حق کو باطل سے خلط ملط کر کے لوگوں کو بھی راہ حق سے روک دیتے تھے۔ جاہلوں میں بیٹھ کر گپ ہانکتے کہ ہم لوگوں کو راہ حق کی طرف بلاتے ہیں حالانکہ یہ صریح دھوکہ ہے وہ تو جہنم کی طرف بلانے والے ہیں قیامت کے دن یہ بے یار و مددگار چھوڑ دیئے جائیں گے۔ عالموں کا صوفیوں کا یعنی واعظوں اور عابدوں کا ذکر کر کے اب امیروں و ولہتمندوں اور رئیسوں کا حال بیان ہو رہا ہے کہ جیسے یہ دونوں طبقے اپنے اندر بدترین لوگوں کو بھی رکھتے ہیں ایسے ہی اس تیسرے طبقے میں بھی شریر انفس لوگ ہوتے ہیں۔ عموماً انہیں تین طبقے کے لوگوں کا عوام پر اثر ہوتا ہے جھنڈے جھنڈے کامیوں کے ان کے ساتھ بلکہ انکے پیچھے ہوتے ہیں پس ان کا بگڑنا گویا مذہبی دنیا کا ستیاناس ہونا ہے جیسے کہ حضرت ابن المبارک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں (وَهَلْ أَفْسَدَ السَّيِّئِينَ إِلَّا الْمَلُوكُ وَأَجْبَارُ سُوءٍ وَرَهْبَانِيَّةٌ) یعنی ”دین و عظموں عالموں صوفیوں اور درویشوں کے پلید طبقے سے ہی بگڑتا ہے۔“

حرام مال و زراور جہنم کی آگ: کنز اصطلاح شرع میں اس مال کو کہتے ہیں جس کی زکوٰۃ ادا نہ کی جاتی ہو۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہی مروی ہے ① بلکہ آپ فرماتے ہیں جس مال کی زکوٰۃ دے دی جاتی ہو وہ اگر ساتویں زمین تلے بھی ہو تو وہ کنز نہیں اور جس کی زکوٰۃ نہ دی جاتی ہو وہ گوز زمین پر ظاہر پھیلنا پڑا ہو کنز ہے۔ حضرت ابن عباس، حضرت جابر، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم سے بھی موقوفہ اور مرفوعاً یہی مروی ہے۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بھی یہی فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں بے زکوٰۃ کے مال سے اس مالدار کو دانا جاناے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ یہ حکم زکوٰۃ کے اترنے سے پہلے تھا زکوٰۃ کا حکم نازل فرما کر اللہ نے اسے مال کی طہارت بنا دی۔ ② خلیفہ برحق حضرت عمر بن عبدالعزیز اور عراق بن مالک رضی اللہ عنہما نے بھی یہی فرمایا ہے کہ اسے قول الہی ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ﴾ نے منسوخ کر دیا ہے۔ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تلواروں کا زبور بھی کنز یعنی خزانہ ہے۔ یاد رکھو میں تمہیں وہی سنا تا ہوں جو میں نے جناب رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ چار ہزار اور اس سے کم تو نفقہ ہے اور اس سے زیادہ کنز ہے لیکن یہ قول غریب ہے۔ مال کی کثرت کی مذمت اور کمی کی مدحت میں بہت حدیثیں وارد ہوئی ہیں بطور نمونے کے ہم بھی یہاں ان میں سے چند نقل کرتے ہیں۔ مسند عبدالرزاق میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”سونے چاندی والوں کے لئے ہلاکت ہے“ تین مرتبہ آپ ﷺ کا یہی فرمان سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر شاق گزرا اور انہوں نے سوال کیا کہ پھر ہم کس قسم کا مال رکھیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ سے یہ حالت بیان کر کے یہی سوال کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”ذکر کرنے والی زبان شکر کرنے والا دل اور دین کے کاموں میں مدد دینے والی بیوی۔“ ③ مسند احمد میں ہے کہ سونے چاندی کی مذمت کی یہ آیت جب اتری اور صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپس میں چرچا کیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا لو میں حضور اکرم ﷺ سے دریافت کر آتا ہوں اپنی سواری تیز کر کے رسول اللہ ﷺ سے جا ملے۔ ④ اور روایات میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے کہا پھر ہم

① مؤطا امام مالک، کتاب الزکاۃ، باب ماجاء فی الكنز ۲۱ وسندہ صحیح۔

② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ باب (یوم یحیی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا.....) ۶۶۱۔

③ الطبری، ۱۴/ ۲۲۰ تفسیر القرآن لعبدالرزاق ۳/ ۵۳۔

④ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ التوبۃ، ۳۰۹۴؛ وهو حسن، احمد، ۵/ ۲۸۲؛ ابن ماجہ ۱۸۵۶۔

اپنی اولادوں کے لئے کیا چھوڑ جائیں۔ اس میں ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پیچھے ہی پیچھے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سوال پر فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ اسی لئے مقرر فرمائی ہے کہ بعد کا مال پاک ہو جائے۔“ میراث کا مقرر کرنا بتلا رہا ہے کہ جمع کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر مارے خوشی کے تکبیریں کہنے لگے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”لو اور سنو میں تمہیں بہترین خزانہ اور بتلاؤں نیک عورت کہ جب اس کا خاندان اس کی طرف نظر ڈالے تو وہ اسے خوش کر دے اور جب حکم دے فوراً بجا لائے اور جب موجود نہ ہو حفاظت کرے۔“ ① حسان بن عطیہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ ایک سفر میں تھے ایک منزل میں اترے اور اپنے غلام سے فرمایا کہ چھری لاؤ کھیلیں۔ مجھے برا معلوم ہوا آپ نے افسوس ظاہر کیا اور فرمایا میں نے تو اسلام کے بعد سے اب تک ایسی بے احتیاطی کی بات کبھی نہیں کہی تھی اب تم اسے بھول جاؤ اور ایک حدیث بیان کرتا ہوں اسے یاد رکھ لو رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جب لوگ سونا چاندی جمع کرنے لگیں تم ان کلمات کو کثرت کہا کرو: ((اللَّهُمَّ إِنِّي أَسْأَلُكَ الثَّابِتَ فِي الْأَمْرِ وَالْعَزِيمَةَ عَلَى الرَّشِيدِ وَأَسْأَلُكَ شُكْرًا نَعْمَتِكَ وَأَسْأَلُكَ حُسْنَ عِبَادَتِكَ وَأَسْأَلُكَ قَلْبًا سَلِيمًا وَأَسْأَلُكَ لِسَانًا صَادِقًا وَأَسْأَلُكَ مِنْ خَيْرِ مَا تَعَلَّمَ وَأَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ مَا تَعَلَّمَ وَأَسْتَغْفِرُكَ لِمَا تَعَلَّمَ إِنَّكَ أَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوبِ)) یعنی یا اللہ! میں تجھ سے کام کی ثابت قدمی اور بھلائیوں کی پختگی اور تیری نعمتوں کا شکر یہ اور تیری عبادتوں کی اچھائی اور سلامتی والادل اور سچی زبان اور تیرے علم میں جو بھلائی ہے وہ اور تیرے علم میں جو برائی ہے اس سے پناہ اور جن برائیوں کو تو جانتا ہے ان سے استغفار طلب کرتا ہوں میں مانتا ہوں کہ تو تمام غیب کا جاننے والا ہے۔“ ② آیت میں بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے مال کو نہ خرچ کرنے والے اور اسے چھپا چھپا کر رکھنے والے دردناک عذابوں سے مطلع ہو جائیں۔ قیامت کے دن انہی مال کو خوب تپا کر گرم آگ جیسا کر کے اس سے ان کی پیشانیاں اور پہلو اور کرداغی جائے گی اور بطور ڈانٹ ڈپٹ کے ان سے فرمایا جائے گا کہ لو اپنی جمع جتھا کا مزہ چکھو۔ جیسے اور آیت میں ہے کہ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ جہنمی گرم پانی کا تریزاں ان کے سروں پر بہاؤ اور ان سے کہو کہ عذاب کا لطف اٹھاؤ تم تو بڑے ذی عزت اور بزرگ سمجھے جاتے رہے ③ یہ ہے بدلہ اس کا۔ ثابت ہوا کہ جو شخص جس چیز کو محبوب بنا کر اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے اسے مقدم کرے گا اسی کے ساتھ اسے عذاب ہوگا۔ ان مالداروں نے مال کی محبت میں اللہ تعالیٰ کے فرمان کو بھلا دیا تھا آج اسی مال سے انہیں سزا دی جا رہی ہے۔ جیسے کہ ابولہب کھلم کھلا حضور اکرم ﷺ کی دشمنی کرتا تھا اور اس کی بیوی اس کی مدد کرتی تھی قیامت کے دن آگ کے اور بھڑکانے کے لئے وہ اپنے گلے میں رسی ڈال کر کٹریاں لالا کر اسے سلگائے گی اور اس میں وہ جلا رہے گا۔ یہ مال جو یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ ہیں یہی مال قیامت کے دن سب سے زیادہ مضر ثابت ہوں گے اسی کو گرم کر کے اس سے داغ دیئے جائیں گے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایسے مالداروں کے جسم اتنے لمبے چوڑے کر دیئے جائیں گے کہ ایک ایک دینار درہم اس پر آجائے پھر کل مال آگ جیسا بنا کر علیحدہ علیحدہ کر کے سارے جسم پر پھیلا دیا جائے گا یہ نہیں کہ ایک کے بعد ایک داغ لگے بلکہ ایک ساتھ سب کے سب۔ مرفوعاً بھی یہ روایت آئی تو ہے لیکن اس کی سند صحیح نہیں؛ وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ حضرت طاؤس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا مال ایک اڑدھان کر اس کے پیچھے لگے گا جو عضو سامنے آجائے گا اسی کو چبا جائے گا۔ رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”جو

① ابوداؤد، کتاب الزکاۃ، باب فی حقوق المال، ۱۶۶۴ و مسندہ ضعیف؛ حاکم، ۲/۲۳۳۳؛ ابویعلیٰ، ۲۴۹۹؛ بیہقی، ۴/۸۳، اس کی سند عثمان بن عمیر ضعیف (التقریب، ۲/۱۳، رقم: ۱۰۱) اور جعفر بن ایاس مجاہد سے روایت کرنے میں مطعون راوی ہے۔ (التقریب،

۱/۱۲۹، رقم: ۷۰) اور شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ (السلسلۃ الضعیفۃ ۱۳۱۹)

② احمد، ۴/۱۲۳ و مسندہ ضعیف۔ ③ الدخان: ۴۴۔

اپنے بعد خزانہ چھوڑ جائے اس کا وہ خزانہ قیامت کے دن زہریلا اثر دھامن کر جس کی آنکھوں پر نقطے ہوں گے اس کے پیچھے لگے گا یہ بھاگتا ہوا پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ کہے گا تیرا جمع کردہ اور مرنے کے بعد چھوڑا ہوا خزانہ آخر اسے پکڑ لے گا اور اس کا ہاتھ چبا جائے گا پھر باقی جسم بھی۔“ ① صحیح مسلم وغیرہ میں ہے کہ ”جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ نہ دے اس کا مال قیامت کے دن آگ کی تختیوں جیسا بنانا دیا جائے گا اور اس سے اس کی پیشانی پہلو اور کمر داغی جائے گی۔ پچاس ہزار سال تک لوگوں کے فیصلے ہو جانے تک تو اس کا یہی حال رہے گا پھر اسے اس کی منزل کی راہ دکھادی جائے گی جنت کی طرف یا جہنم کی طرف۔“ ② الخ

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ زید بن وہب رحمۃ اللہ علیہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے ربذہ میں ملے اور دریافت کیا کہ تم یہاں کیسے آگئے ہو؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہم شام میں تھے وہاں میں نے آیت ﴿وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ﴾ الخ کی تلاوت کی تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ آیت ہم مسلمانوں کے بارے میں نہیں یہ تو اہل کتاب کے باے میں ہے۔ میں نے کہا ہمارے اور ان کے سب کے حق میں ہے ③ اس میں میرا ان کا اختلاف ہو گیا انہوں نے میری شکایت کا خط دربار عثمانی میں لکھا، خلافت کا فرمان میرے نام آیا کہ تم یہاں چلے آؤ۔ میں جب مدینہ طیبہ پہنچا تو دیکھا کہ چاروں طرف سے مجھے لوگوں نے گھیر لیا اس طرح بھیڑ لگ گئی کہ گویا انہوں نے اس سے پہلے مجھے دیکھا ہی نہ تھا۔ غرض میں مدینہ منورہ میں ٹھہرا لیکن لوگوں کی آمد و رفت سے تنگ آ گیا۔ آخر میں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے شکایت کی تو آپ نے مجھے فرمایا کہ تم مدینہ منورہ کے قریب ہی کسی صحرا میں چلے جاؤ۔ میں نے اس حکم کی بھی تعمیل کی لیکن یہ کہہ دیا کہ واللہ جو میں کہتا تھا اسے ہرگز نہیں چھوڑ سکتا۔ ④ آپ کا یہ خیال تھا کہ بال بچوں کے کھلانے کے بعد جو بچے اسے جمع کر رکھنا مطلقاً حرام ہے۔ اسی کا آپ فتویٰ دیتے تھے اور اسی بات کو لوگوں میں پھیلاتے تھے اور لوگوں کو بھی اس پر آمادہ کرتے تھے اسی کا حکم دیتے تھے اور اس کے مخالف لوگوں پر بڑا ہی تشدد کرتے تھے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے آپ کو روکنا چاہا کہ کہیں لوگوں میں عام ضرر نہ پھیل جائے یہ نہ مانے تو آپ نے خلافت سے شکایت کی۔ امیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے انہیں بلا کر ربذہ میں تنہا رہنے کا حکم دیا۔ آپ وہیں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت میں ہی رحلت فرما گئے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے بطور امتحان ایک مرتبہ ان کے پاس ایک ہزار اشرفیاں بھیجا کیں آپ نے شام سے پہلے ہی پہلے سب ادھر ادھر راہ اللہ خرچ کر ڈالیں۔ شام کو وہی صاحب جو انہیں صبح کو ایک ہزار اشرفیاں دے گئے تھے وہ آئے کہا مجھ سے غلطی ہوگئی امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے وہ اشرفیاں اور صاحب کے لئے بھیجوائی تھیں۔ میں نے غلطی سے آپ کو دے دیں وہ واپس کیجئے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم پر افسوس ہے میرے پاس تو اب ان میں سے ایک پائی بھی نہیں اچھا جب میرا مال آجائے گا تو میں آپ کو آپ کی اشرفیاں واپس کر دوں گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما بھی اس آیت کے حکم کو عام بتلاتے ہیں۔ سدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں یہ آیت اہل قبلہ کے بارے میں ہے۔ احف بن قیس رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں میں مدینہ منورہ میں آیا دیکھا کہ ایک جماعت قریشیوں کی محفل لگائے بیٹھی ہے میں بھی اس مجلس میں بیٹھ گیا کہ ایک صاحب تشریف لائے میلے کپیلے موٹے جھوٹے کپڑے پہنے ہوئے بہت خستہ حالت میں اور آ کر کھڑے ہو کر فرمانے لگے رو پیہ پیہ جمع کرنے والے اس سے خبردار رہیں کہ قیامت کے دن جہنم کے انگارے ان کی چھاتی کی ٹہنی پر رکھے جائیں گے جو کھوے کی ہڈی کے پار ہو جائیں

① حاکم، ۱/۲۸۸، ۲۸۹؛ ابن حبان ۳۲۵۷ وسندہ ضعیف، قتادہ عنعن۔

② صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب اثم مانع الزکاة، ۹۸۷؛ ابوداؤد، ۱۶۵۸؛ احمد، ۲/۲۶۲؛ ابن حبان، ۳۲۵۳۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ باب قوله ﴿وَالَّذِينَ يَكْتُمُونَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يَنْفِقُونَهَا.....﴾ ۴۶۶۰۔

④ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب ما ادى زکاتہ فلیس بکفر ۱۴۰۶۔

گے پھر پیچھے کی طرف سے آگے کو سوراخ کرتے اور جلاتے ہوئے نکل جائیں گے۔ لوگ سب سر نیچا کے بیٹھے رہے کوئی بھی کچھ نہ بولا وہ بھی مڑ کر چل دیئے اور ایک ستون سے لگ کر بیٹھ گئے میں ان کے پاس پہنچا اور ان سے کہا کہ میرے خیال میں تو ان لوگوں کو آپ کی بات بری لگی۔ آپ نے فرمایا یہ کچھ نہیں جانتے۔ ① ایک صحیح حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ ”میرے پاس اگر احد پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو تو مجھے یہ بات اچھی نہیں معلوم ہوتی کہ تین دن گزرنے کے بعد میرے پاس اس میں سے کچھ بھی بچا ہوا رہے ہاں اگر قرض کی ادائیگی کے لئے میں کچھ رکھ لوں تو اور بات ہے۔“ ②

غالباً اس حدیث نے حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کا یہ مذہب کر دیا تھا جو آپ نے اوپر پڑھا ’واللہ اعلم۔ ایک مرتبہ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ کو ان کا حصہ ملا آپ کی لونڈی نے اسی وقت ضروریات کو فراہم کرنا شروع کیا۔ سامان کی خرید کے بعد سات بج رہے حکم دیا کہ اس کے فلوس لے لو تو حضرت عبداللہ بن صامت رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے آپ اپنے پاس رہنے دیجئے تاکہ بوقت ضرورت کام نکل جائے یا کوئی مہمان آجائے تو کوئی کام نہ اٹکے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں مجھ سے میرے غلیل رضی اللہ عنہ نے عہد لیا ہے کہ ”جو سونا چاندی سر بند کر کے رکھی جائے وہ رکھنے والے کے لئے آگ کا انگارہ ہے جب تک کہ اسے راہ اللہ نہ دے دے۔“ ③ ابن عساکر میں ہے حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ سے فقیر بن کر مل غنی بن کر نہ مل۔ انہوں نے پوچھا یہ کس طرح؟ فرمایا سائل کو رد نہ کر جو طے اسے چھپانہ رکھ۔“ انہوں نے کہا یہ کیسے ہو سکے گا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”یہی ہے ورنہ آگ ہے۔“ ④ اسکی سند ضعیف ہے۔ اہل صف میں سے ایک صاحب کا انتقال ہوا دو دینار یا دو درہم ان کے بچے ہوئے نکلے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”آگ کے دوداغ ہیں تم لوگ اپنے ساتھی کے جنازے کی نماز پڑھ لو۔“ ⑤ اور روایت میں ہے کہ ایک اہل صف کے انتقال کے بعد ان کے تہ کی آنتی میں سے ایک دینار نکلا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”ایک داغ آگ کا۔“ پھر دوسرے کا انتقال ہوا ان کے پاس سے دو دینار برآمد ہوئے آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ”دوداغ آگ کے۔“ ⑥ فرماتے ہیں ”جو لوگ سرخ و سفید یعنی سونا چاندی چھوڑ کر مرے ایک ایک قیراط کے بدلے ایک ایک تختی آگ کی بنائی جائے گی اور اس کے قدم سے لے کر ٹھوڑی تک اس کے جسم میں اس آگ سے داغ کئے جائیں گے۔“ ⑦ آپ رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ”جس نے دینار سے دینار اور درہم سے درہم ملا کر جمع کر کے رکھ چھوڑا اس کی کھال کشادہ کر کے پیشانی اور کروٹ اور کمر پر اس کے داغ کئے جائیں گے اور کہا جائے گا یہ ہے جسے تم اپنی جانوں کے لئے خزانہ بناتے رہے اب اس کا بدلہ چکھو۔“ ⑧ اس کا راوی سیف کذاب و متروک ہے۔

- ① صحیح بخاری، حوالہ سابق، ۱۴۰۷؛ صحیح مسلم، ۹۹۲۔ ② صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب قول النبی ﷺ (ما یسرنی ان عدلی مثل احد ہذا ذہبا)؛ ۶۴۴۴؛ صحیح مسلم، ۹۹۱؛ ترمذی، ۲۶۴۴؛ احمد، ۱۵۲/۵؛ ابن حبان، ۳۳۲۶۔
- ③ احمد، ۱۵۶/۵؛ سندہ ضعیف، قتادہ عنعن، مسند البزار، ۳۹۲۶؛ طبرانی، ۱۶۳۴؛ حلیۃ الأولیاء، ۱/۱۶۲۔
- ④ اس کی سند میں طلحہ بن زید متروک راوی ہے۔ (المیزان ۲/۳۳۸، رقم: ۴۰۰۰) حاکم ۴/۳۵۲ میں اس معنی کی روایت موجود ہے اور اس روایت کو تخریج اہل العلوم میں ضعیف کہا گیا ہے۔ دیکھئے رقم ۲۸۹۳۔ ⑤ احمد، ۱۰۱/۱؛ سندہ ضعیف، مسند البزار، ۳۶۵۱۔
- ⑥ احمد، ۲/۱۴۰۔ ⑦ احمد، ۵/۲۵۳؛ سندہ ضعیف قتادہ عنعن، طبرانی، ۷۵۷۳۔
- ⑧ اس کی سند میں اسحاق بن ابراہیم الفردوسی ہے جس کی ثوبان رضی اللہ عنہا سے کی ہوئی روایت غیر محفوظ ہوتی ہے۔ دیکھئے (المیزان، ۱/۱۷۹، رقم: ۷۲۳) اور معاویہ بن یحییٰ بن مسلم فیراوی ہے (المیزان، ۴/۱۳۹، رقم: ۸۶۳۶) ⑧ اس کی سند میں سیف بن محمد الثوری تمہم باللہ ہے جس طرح کہ حافظ ابن کثیر نے فرمایا: امام احمد اور ابن عساکر نے اسے کذاب کہا ہے۔ دیکھئے (المیزان، ۲/۶۵۶، رقم: ۳۶۳۶)

إِنَّ عِدَّةَ الشُّهُورِ عِنْدَ اللَّهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِي كِتَابِ اللَّهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضَ مِنْهَا أَرْبَعَةٌ حُرْمٌ ذَلِكَ الدِّينُ الْقَيِّمُ فَلَا تَظْلِمُوا فِيهِنَّ أَنْفُسَكُمْ
وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِينَ كَمَا يُقَاتِلُونَكُمْ كَمَا قَاتَلُوا أَنْ اللَّهَ مَعَ

الْمُتَّقِينَ ۝

ترجمہ: مہینوں کی گنتی اللہ تعالیٰ کے نزدیک کتاب اللہ میں بارہ کی ہے اسی دن سے کہ آسمان و زمین کو اس نے پیدا کیا ہے ان میں سے چار
حرمت وادب کے ہیں۔ یہی درست دین ہے، تم ان مہینوں میں اپنی جانوں پر ظلم نہ کرو اور تم تمام مشرکوں سے جہاد کرو جیسے کہ وہ تم سب
سے لڑتے ہیں جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقیوں کے ساتھ ہے۔ [۳۶]

چار مہینوں کی حرمت ابتدا سے ہے: [آیت: ۳۶] مسند احمد میں ہے رسول مقبول صادق و مصدوق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنے حج کے خطبے میں ارشاد فرمایا کہ ”زمانہ گھوم گھام کرا اپنی اصلیت پر آ گیا ہے سال کے بارہ مہینے ہوا کرتے ہیں جن میں سے چار حرمت وادب والے ہیں۔ تین تو بے درپے ذوالقعدہ، ذوالحجہ اور محرم اور چوتھا رجب جو مضر کے ہاں ہے جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں ہے۔“ پھر پوچھا ”یہ کونسا دن ہے؟“ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ کو اور اس کے رسول ﷺ کو ہی پورا علم ہے۔ آپ ﷺ نے سکوت فرمایا۔ ہم سمجھے کہ شاید آپ ﷺ اس دن کا کوئی اور ہی نام رکھیں گے پھر پوچھا ”کیا یہ یوم النحر یعنی قربانی کی عید کا دن نہیں؟“ ہم نے کہا ہاں۔ پھر پوچھا ”یہ کونسا مہینہ ہے؟“ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ جانے اور اس کا رسول ﷺ۔ آپ ﷺ نے پھر سکوت فرمایا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا کہ شاید آپ ﷺ اس مہینے کا نام اور ہی رکھیں گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”کیا یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟“ ہم نے کہا ہاں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا ”یہ کونسا شہر ہے؟“ ہم نے کہا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ خوب جاننے والے ہیں۔ آپ ﷺ پھر خاموش ہو رہے اور ہمیں پھر خیال آنے لگا کہ شاید آپ ﷺ اس کا کوئی اور ہی نام رکھیں گے۔ پھر فرمایا ”کیا یہ بلدہ (مکہ) نہیں ہے؟“ ہم نے کہا بے شک آپ ﷺ نے فرمایا: ”یاد رکھو تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں تم میں آپس میں ایسی ہی حرمت والی ہیں جیسی حرمت و عزت تمہارے اس دن کی تمہارے اس مہینے میں تمہارے اس شہر میں تم ابھی ابھی اپنے رب سے ملاقات کرو گے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کا حساب لے گا سنو میرے بعد گمراہ نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن زدنی کرنے لگو بتلاؤ کیا میں نے تبلیغ کر دی؟ سنو تم میں سے جو موجود ہیں انہیں چاہئے کہ جو موجود نہیں ان تک پہنچادیں۔ بہت ممکن ہے کہ جسے وہ پہنچائے وہ ان بعض سے بھی زیادہ نگہداشت رکھنے والا ہو۔“ ① اور روایت میں ہے کہ وسط ایام تشریق میں منیٰ میں حجۃ الوداع کے خطبے کے موقعہ کا یہ ذکر ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے چچا جو صحابی ہیں کہتے ہیں کہ اس خطبے کے وقت میں حضور ﷺ کی ناکہ کی تکمیل تھامے ہوئے تھا اور لوگوں کی بھیڑ کورو کہ ہوئے تھا۔ آپ ﷺ کے پہلے جملے کا یہ مطلب ہے کہ جو کسی بیشی تقدیم تاخیر مہینوں کی جاہلیت کے زمانے کے مشرک کیا کرتے تھے وہ الٹ پلٹ کر اس وقت ٹھیک ہو گئی ہے جو مہینہ آج ہے وہی درحقیقت بھی ہے۔ جیسے کہ فتح مکہ کے موقعہ پر آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”یہ شہر ابتدائے مخلوق سے باحرمت و باعزت ہے وہ آج بھی

① صحیح بخاری، کتاب الاضاحی، باب ومن قال الاضحیٰ یوم النحر ۱۵۵۰، صحیح مسلم ۱۶۷۹، ابوداؤد، ۱۹۴۸، ابن ماجہ، ۲۲۳، احمد، ۵/۳۷، ابن حبان ۳۸۴۸۔

حرمت والا ہے اور قیامت تک حرمت والا ہی رہے گا۔“ پس عربوں میں جو یہ رواج پڑ گیا تھا کہ ان کے اکثر حج ذی الحجہ کے مہینے میں نہیں ہوتے تھے اب کی مرتبہ رسول اللہ ﷺ کے حج کے موقع پر یہ بات نہ تھی بلکہ حج اپنے ٹھیک مہینے پر تھا۔ بعض لوگ اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حج ذوالقعدہ میں ہوا لیکن یہ غور طلب قول ہے۔ جیسے کہ ہم مع ثبوت بیان کریں گے۔ آیت (انَّمَا النَّسِيءُ) کی تفسیر میں۔ اس قول سے بھی زیادہ فراغت والا ایک قول بعض سلف کا یہ بھی ہے کہ اس سال یہود و نصاریٰ مسلمان سب کے حج کا دن اتفاق سے ایک ہی تھا یعنی عید الاضحیٰ کا دن۔

”فصل ف“ شیخ علم الدین سخاوی نے اپنی کتاب ”المشہور فی اسماء الايام والشہور“ میں لکھا ہے کہ محرم کے مہینے کو محرم اس کی تعظیم کی وجہ سے کہتے ہیں لیکن میرے نزدیک تو اس نام کی وجہ سے اس کی حرمت کی تاکید ہے اس لئے کہ عرب جاہلیت میں اسے بدل ڈالتے تھے کبھی حلال کر ڈالتے کبھی حرام کر ڈالتے اس کی جمع محرمات، محارم، محاریم ہے۔ صفر کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں عموماً ان کے گھر خالی رہتے تھے کیونکہ یہ لڑائی بھڑائی اور سفر میں چل دیتے تھے جب مکان خالی ہو جائے تو عرب کہتے ہیں (صَفَرَ الْمَكَانَ) اس کی جمع اصفار ہے جیسے جمل کی جمع اجمال ہے۔ ربیع الاول کے نام کا سبب یہ ہے کہ اس مہینے میں ان کی اقامت ہو جاتی ہے۔ ارجاع کہتے ہیں اقامت کو اس کی جمع ارجعاء ہے جیسے نصیب کی جمع انصباء۔ اور اس کی جمع اربعاء ہے جیسے مرغیف کی جمع ارغفاء ہے۔ ربیع الاخر کے مہینے کا نام رکھنا بھی اسی وجہ سے ہے۔ گویا یہ اقامت کا دوسرا مہینہ ہے۔ جمادی الاولیٰ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ اس مہینے میں پانی جم جاتا تھا ان کے حساب میں مہینے گردش نہیں کرتے تھے یعنی ٹھیک ہر موسم پر ہی ہر مہینہ آتا تھا لیکن یہ بات کچھ سختی نہیں اس لئے کہ جب ان مہینوں کا حساب چاند پر ہے تو ظاہر ہے کہ موسمی حالت ہر ماہ پر ہر سال یکساں نہیں رہے گی ہاں یہ ممکن ہے کہ اس مہینے کا نام جس سال رکھا گیا ہو اس سال یہ مہینہ کڑھاتے ہوئے جاڑے میں آیا ہو اور پانی میں جمود ہو گیا ہو۔ چنانچہ ایک شاعر نے یہی کہا ہے کہ جمادی کی سخت اندھیری راتیں جن میں کتا بھی بمشکل ایک آدھ مرتبہ ہی بھونک لیتا ہے۔ اس کی جمع جمادات جیسے جباری اور جباریات۔ یہ مذکورہ دونوں طرح مستعمل ہے جمادی الاولیٰ اور جمادی الاخریٰ کہا جاتا ہے۔ جمادی الاخریٰ کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے گویا یہ پانی کے جم جانے کا دوسرا مہینہ ہے۔ رجب یہ ماخوذ ہے رجب سے۔ رجب کہتے ہیں تعظیم کو چونکہ یہ مہینہ عظمت و عزت والا ہے اس لئے اسے رجب کہتے ہیں۔ اس کی جمع ارجاب ارجاب اور رجبات ہے۔ شعبان کا نام شعبان اس لئے ہے کہ اس میں عرب لوگ لوٹ مار کے لئے ادھر ادھر متفرق ہو جاتے تھے۔ شعب کے معنی ہیں جدا جدا ہونا پس اس مہینے کا بھی یہی نام رکھ دیا گیا۔ اس کی جمع شعبان شعبانات آتی ہے۔ رمضان کو رمضان اس لئے کہتے ہیں کہ اس میں اونٹنیوں کے پاؤں بوجہ شدت گرما کے جلنے لگتے ہیں۔ (مَقْصَدُ الْفُصَالِ) اس وقت کہتے ہیں جب اونٹنیوں کے بچے سخت پیاسے ہوں۔ اس کی جمع رمضانات اور رامین اور رامضہ آتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے ایک نام ہے یہ محض غلط اور ناقابل التفات قول ہے۔ میں کہتا ہوں اس بارے میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے۔ لیکن ہے وہ ضعیف میں نے کتاب الصیام کے شروع میں اس کا بیان کر دیا۔ سوال ماخوذ ہے (سَأَلْتُ الْإِبْرَاهِيمَ) سے یہ مہینہ اونٹنیوں کی مستیوں کا مہینہ تھا یہ دُئِیْلُ اُمِّ اِدْحَا دیا کرتے تھے اس لئے اس مہینہ کا یہی نام ہو گیا۔ اس کی جمع شواہل، شواول، شواولت آتی ہے۔ ذوالقعدہ یا ذوی القعدہ کا نام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس ماہ میں عرب لوگ بیٹھ جایا کرتے تھے لڑائی کے لئے نکلنے نہ اور سفر کے لئے اس کی جمع ذوات القعدہ ہے۔ ذوالحجہ کو ذوالحجہ بھی کہہ سکتے ہیں چونکہ اسی ماہ میں حج ہوتا تھا اس لئے اس کا یہ نام مقرر ہو گیا اس کی جمع ذوات الحجہ آتی ہے۔ یہ تو تھی وجان مہینوں کے ناموں کی۔

اب ہفتے کے سات دنوں کے نام اور ان ناموں کی جمع سنئے۔ اتوار کے دن کو یوم الاحد کہتے ہیں اس کی جمع احاد و حاد اور دوحود آتی ہے۔ پیر کے دن کو اشین کہتے ہیں اس کی جماع اثنا میں آتی ہے۔ منگل کو ثلاثا کہتے ہیں یہ مذکر بھی بولا جاتا ہے اور مونث بھی۔ اس کی جمع ثلاثا و ات اور ثالث آتی ہے۔ بدھ کے دن کو اربعاء کہتے ہیں جمع اربعاء ات اور اربع آتی ہے۔ جمعرات کو نہیں کہتے ہیں جمع اس کی اخصہ اخصم آتی ہے۔ جمع کو جمعہ اور جمعہ کہتے ہیں اس کی جمع شُخ اور جَمَاعَاتُ آتی ہے۔ سنہرے یعنی ہفتے کے دن کو سبت کہتے ہیں سبت کے معنی ہیں قطع کے چونکہ گنتی ہفتے کے دنوں کی یہیں پر ختم ہو جاتی ہے اس لئے اسے سبت کہتے ہیں۔ قدیم عربوں میں ہفتے کے دنوں کے نام یہ تھے۔ اول اھون؛ جبار؛ دبار؛ مونس؛ عربوہ؛ شیار۔ قدیم خالص عربوں کے اشعار میں بھی دنوں کے نام پائے جاتے ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ان بارہ ماہ میں چار حرمت والے ہیں۔ جاہلیت کے عرب بھی انہیں حرمت والے مانتے تھے لیکن لسبل نامی ایک گروہ اپنے تشدد کی بنا پر آٹھ مہینوں کو حرمت والا خیال کرتے تھے۔ حضور اکرم ﷺ کے فرمان میں رجب کو قبیلہ مضر کی طرف اضافت کرنے کی وجہ یہ ہے کہ جس مہینہ کو وہ رجب کا مہینہ شمار کرتے تھے دراصل وہی رجب کا مہینہ عند اللہ بھی تھا جو جمادی الاخریٰ اور شعبان کے درمیان میں ہے۔ قبیلہ ربیعہ کے نزدیک رجب، شعبان اور شوال کے درمیان کے مہینے کا یعنی رمضان کا نام تھا پس حضور اکرم ﷺ نے کھول دیا کہ حرمت والا رجب مضر کا ہے نہ کہ ربیعہ کا۔ ان چار ذی حرمت مہینوں میں سے تین پے در پے اس مصلحت سے ہیں کہ حاجی ذوالقعدہ کے مہینے میں نکلے تو اس وقت تک لڑائیاں مار پیٹ جنگ و جدال قتل و قبال بند ہو لوگ اپنے گھروں میں بیٹھے ہوئے ہوں پھر ذی الحجہ میں احکام حج کی ادائیگی امن و امان عسکری اور شان سے ہو جائے پھر ماہ محرم کی حرمت میں واپس گھر پہنچ جائے۔ درمیان سال میں رجب کو حرمت والا بنانے کی غرض یہ ہے کہ زائرین اپنے طواف بیت اللہ کے شوق کو عمرے کی صورت میں ادا کر لیں گو در دراز والے ہوں وہ بھی مہینہ بھر میں آمد و رفت کر لیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کا سیدھا اور سچا دین ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تم ان پاک مہینوں کی حرمت کرو ان میں خصوصیت کے ساتھ گناہوں سے بچو اس لئے کہ اس میں گناہوں کی برائی اور بڑھ جاتی ہے جیسے کہ حرم شریف کا گناہ اور جگہ کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ جو حرم میں الجاد کا ارادہ ظلم سے کرے ہم اسے دردناک عذاب کریں گے۔ ① اسی طرح ان محترم مہینوں کا گناہ اور دنوں کے گناہ سے بڑھ جاتا ہے اسی لئے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور علما کی ایک بڑی جماعت کے نزدیک ان مہینوں کے قتل کی ویت بھی سخت ہے۔ اسی طرح حرم کے اندر کے قتل کی اور ذی محرم رشتے دار کے قتل کی بھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ﴿فِيهِنَّ﴾ سے مراد سال بھر کے کل مہینے ہیں۔ پس ان کل مہینوں میں گناہوں سے بچو خصوصاً ان چار مہینوں میں کہ یہ حرمت والے ہیں۔ ان کی بڑی عزت ہے ان میں گناہ سزا کے اعتبار سے اور نیکیاں اجر و ثواب کے اعتبار سے بڑھ جاتی ہیں۔

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ان حرمت والے مہینوں میں گناہ کی سزا اور بوجھ بڑھ جاتا ہے گو ظلم ہر حال میں بری چیز ہے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جس امر کو چاہے بڑھا دے۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے بھی پسند فرمایا فرشتوں میں انسانوں میں اپنے رسول ﷺ جن لئے اسی طرح کلام میں سے اپنے ذکر کو پسند فرمایا اور زمین میں سے مسجدوں کو پسند فرمایا اور مہینوں میں سے رمضان المبارک کو اور ان چاروں مہینوں کو پسند فرمایا اور دنوں میں سے جمعہ کے دن کو اور راتوں میں سے لیلة القدر کو پس تمہیں ان چیزوں کی عظمت کا لحاظ رکھنا چاہئے جنہیں اللہ تعالیٰ نے عظمت دی ہے۔ امور کی تعظیم اتنی کرنی عقلمند اور نہیہم لوگوں کے نزدیک ضروری ہے جتنی تعظیم ان کی اللہ تعالیٰ سبحانہ نے بتلائی ہو۔ ان کی حرمت کا ادب نہ کرنا حرام ہے ان میں جو کام حرام ہیں انہیں حلال نہ کر لو جو

حلال ہیں انہیں حرام نہ بنا لو جیسے کہ اہل شرک کرتے تھے یہ ان کے کفر میں زیادتی کی بات تھی۔ پھر فرمایا کہ تم سب کے سب کافروں سے جہاد کرتے رہو جیسے کہ وہ سب کے سب تم سے برسرِ جنگ ہیں حرمت والے ان چار مہینوں میں جنگ کی ابتدا کرنی منسوخ یا محکم ہونے کے بارے میں علما کے دو قول ہیں پہلا تو یہ کہ یہ منسوخ ہے یہی قول زیادہ مشہور ہے۔ اس آیت کے الفاظ پر غور کیجئے کہ پہلے تو فرمان ہوا کہ ان مہینوں میں ظلم نہ کرو پھر مشرکوں سے جنگ کرنے کو فرمایا۔ ظاہری الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم عام ہے حرمت کے مہینے بھی اس میں آگئے اگر یہ مہینے اس سے الگ ہوتے تو ان سے گزر جانے کی قید ساتھ ہی بیان ہوتی۔ رسول اللہ ﷺ نے طائف کا محاصرہ ماہ ذوالقعدہ میں کیا تھا جو حرمت والے مہینوں میں سے ایک ہے جیسے کہ بخاری و مسلم میں ہے کہ آپ ﷺ ہوازن قبیلے کی طرف ماہ شوال میں چلے جب ان کو ہزیمت ہوئی اور ان میں کے بچے ہوئے بھاگ کر طائف میں پناہ گزین ہوئے تو آپ ﷺ وہاں آئے اور چالیس دن تک محاصرہ رکھا پھر بغیر فتح کئے ہوئے وہاں سے واپس لوٹ آئے۔ پس ثابت ہے کہ آپ ﷺ نے حرمت والے مہینے میں محاصرہ کیا۔ دوسرا قول یہ ہے کہ حرمت والے مہینوں میں جنگ کی ابتدا کرنی حرام ہے اور ان مہینوں کی حرمت کا حکم منسوخ نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ شعائر ربانی کو اور حرمت والے مہینوں کو حلال نہ کر لیا کرو۔ ① اور فرمان ہے حرمت والے مہینے حرمت والے مہینوں کے بدلے ہیں اور حرمتیں قصاص ہیں پس جو تم پر زیادتی کرے تو تم بھی ان سے ویسی ہی زیادتی کا بدلہ لے لو۔ ② اور فرمان ہے ﴿فَإِذَا نَسَلَخَ الْأَشْهُرَ الْحُرُمَ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ﴾ ③ حرمت والے مہینوں کے گزر جانے کے بعد مشرکوں سے جہاد کرو۔ یہ پہلے بیان گزر چکا ہے کہ یہ چار مہینے ہیں ہر سال میں نہ کہ تیسیر کے مہینے جو کہ دو قولوں میں سے ایک قول ہے۔

پھر فرمایا کہ تم سب مسلمان ان سے اسی طرح لڑو جیسے کہ وہ تم سے سب کے سب لڑتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہ اپنے پہلے سے جدا گانہ نہ ہوں اور ہو سکتا ہے کہ یہ حکم بالکل نیا اور الگ ہو مسلمانوں کو رغبت دلانے اور انہیں جہاد پر آمادہ کرنے کے لئے۔ تو فرماتا ہے کہ جیسے تم سے جنگ کرنے کے لئے وہ بھڑ بھڑا کر جمع ہو کر چاروں طرف سے اہل پڑتے ہیں تم بھی اپنے سب کلمہ گویوں کو لے کر ان سے مقابلہ کرو۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس حملے میں مسلمانوں کو حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنے کی رخصت دی ہو۔ جبکہ حملہ ان کی طرف سے ہو جیسے آیت ﴿الْأَشْهُرُ الْحُرُمَ﴾ میں ہے اور جیسے آیت ﴿وَلَا تَقْتُلُوهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتَّى يُفْتَلُوا فِيهِ﴾ میں بیان ہے کہ ان سے مسجد حرام کے پاس نہ لڑو جب تک کہ وہ وہاں لڑائی نہ کریں ہاں اگر وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو۔ یہی جواب حرمت والے مہینے میں حضور اکرم ﷺ کے طائف کے محاصرے کا ہے کہ دراصل یہ لڑائی تہمت تھی ہوازن کی اور ان کے ثقفی حلیفوں کی لڑائی کا۔ انہوں نے ہی لڑائی کی ابتدا کی تھی۔ ادھر ادھر سے آپ ﷺ کے مخالفین کو جمع کر کے لڑائی کی دعوت دی تھی پس حضور اکرم ﷺ ان کی طرف بڑھے یہ بڑھنا بھی حرمت والے مہینے میں نہ تھا۔ یہاں شکست اٹھا کر یہ لوگ طائف میں بھاگ چھے اور وہاں قلعہ بند ہو گئے۔ آپ اس مرکز کو خالی کرانے کے لئے اور آگے بڑھے انہوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچایا مسلمانوں کی ایک جماعت کو قتل کر ڈالا۔ ادھر محاصرہ جاری رہا متینق وغیرہ سے چالیس دن تک ان کو گھیرے رہے۔ الغرض اس جنگ کی ابتدا حرمت والے مہینے میں نہیں تھی لیکن جنگ نے طول کھینچا حرمت والا مہینہ بھی آ گیا۔ جب چند دن گزر گئے آپ نے محاصرہ ہٹا لیا۔ پس جنگ کا جاری رکھنا اور چیز ہے اور جنگ کی ابتدا اور چیز ہے اس کی بہت سی نظیریں ہیں وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ اب اس میں جو حدیثیں ہیں ہم انہیں سیرت میں بھی بیان کر چکے ہیں وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

إِنَّمَا النَّسِيءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِينَ كَفَرُوا يُحِلُّونَهُ عَامًا وَيُحَرِّمُونَهُ

عَامًا لِيُؤْطُوا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللَّهُ فَيَحِلُّوا مَا حَرَّمَ اللَّهُ زَيْنَ لَهُمْ سُوءَ

أَعْمَالِهِمْ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ ﴿۳۷﴾

ترجمہ: مہینوں کا آگے پیچھے کر دینا بھی کفر کی زیادتی ہے اس سے وہ لوگ گمراہی میں ڈالے جاتے ہیں جو کافر ہیں ایک سال تو اسے حلال کر لیتے ہیں اور ایک سال اسی کو حرمت والا کر لیتے ہیں کہ اللہ نے جو حرمت رکھی ہے اس کے شمار میں تو موافقت کر لیں پھر اسے حلال بنا لیں۔ جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہے۔ انہیں ان کے برے کام بھلے دکھادیے گئے ہیں تو م کفار کی اللہ رہنمائی نہیں فرماتا۔ [۳۷]

مشرکوں نے حرمت والے مہینوں میں بھی رد و بدل کر رکھا تھا: [آیت: ۳۷] مشرکوں کے کفر کی زیادتی بیان ہو رہی ہے کہ وہ کس طرح اپنی فاسد رائے کو اور اپنی ناپاک خواہش کو شریعت الہی میں داخل کر کے اللہ کے دین کے احکام الٹ پلٹ کر دیتے تھے۔ حرام کو حلال اور حلال کو حرام بنا لیتے تھے۔ تین مہینے کی حرمت کو تو ٹھیک رکھا پھر چوتھے مہینے کی حرمت کو اس طرح بدل دیا کہ محرم کو صفر کے مہینے میں کر دیا اور محرم کی حرمت نہ کی۔ تاکہ بظاہر سال کے چار مہینے کی حرمت بھی پوری ہو جائے اور اصلی حرمت کے محرم مہینے میں لوٹ مار قتل و غارت بھی ہو جائے اور اس پر اپنے قصیدوں میں دون کی لیتے تھے اور فریہ اپنا یہ فعل اچھالتے تھے۔ ان کا ایک سردار تھا جنادہ بن عوف بن امیہ کنانی یہ ہر سال حج کو آتا اس کی کنیت ابو ثمامہ تھی یہ منادی کر دیتا کہ نہ تو ابو ثمامہ کے مقابلے میں کوئی آواز اٹھا سکتا ہے نہ اس کی بات میں کوئی عیب جوئی کر سکتا ہے سنو پہلے سال کا صفر مہینہ حلال ہے اور دوسرے سال کا حرام۔ پس ایک سال کے محرم کی حرمت نہ رکھتے دوسرے سال کے محرم کی حرمت منا لیتے۔ ان کی اسی زیادتی کفر کا بیان اس آیت میں ہے۔ ① یہ شخص اپنے گدھے پر سوار آتا اور جس سال یہ محرم کو حرمت والا بنا دیتا لوگ اس کی حرمت کرتے اور جس سال وہ کہہ دیتا کہ محرم کو ہم نے ہٹا کر صفر میں اور صفر کو آگے بڑھا کر محرم میں کر دیا ہے اس سال عرب میں اس ماہ محرم کی حرمت کوئی نہ کرتا۔ ② ایک قول یہ بھی ہے کہ بنی کنانہ کے اس شخص کو قلمس کہا جاتا تھا یہ منادی کر دیتا کہ اس سال محرم کی حرمت نہ منائی جائے اگلے سال محرم اور صفر دونوں کی حرمت رہے گی، پس اس کے قول پر جاہلیت کے زمانے میں عمل کر لیا جاتا اور اب حرمت کے اصلی مہینے میں جس میں ایک انسان اپنے باپ کے قاتل کو پا کر بھی اس کی طرف نگاہ بھر کر نہیں دیکھتا تھا اب آزادی سے آپس میں خانہ جنگیاں لوٹ مار ہوتی۔ لیکن یہ قول کچھ ٹھیک نہیں معلوم ہوتا کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ گنتی میں وہ موافقت کرتے تھے اور اس میں گنتی کی موافقت بھی نہیں ہوتی بلکہ ایک سال میں تین مہینے رہ جاتے ہیں اور دوسرے سال میں پانچ ماہ ہو جاتے ہیں۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے توجہ فرض تھا ذی الحجہ کے مہینے میں لیکن مشرک ذی الحجہ کا نام محرم رکھ لیتے پھر برابر گنتی جاتے اور اس حساب سے جو ذی الحجہ آتا اس میں حج ادا کرتے پھر محرم کے نام سے خاموشی برت لیتے اس کا ذکر ہی نہ کرتے۔ پھر لوٹ کر صفر نام رکھ دیتے پھر رجب کو جمادی الاخریٰ پھر شعبان کو رمضان اور رمضان کو شوال پھر ذوالقعدہ کو شوال ذی الحجہ کو ذی القعدہ اور محرم کو ذی الحجہ کہتے اور اس میں حج کرتے پھر اس کا اعادہ کرتے اور دو سال تک ہر ایک مہینے میں برابر حج کرتے۔ جس سال حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حج کیا اس سال مشرکوں کی اس گنتی کے مطابق دوسرے =

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَا لَكُمْ إِذَا قِيلَ لَكُمْ انْفِرُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَتَقَلْتُمُ إِلَى
 الْأَرْضِ طَرَضْتُمْ بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا مِنَ الْآخِرَةِ فَمَا مَتَاعُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فِي
 الْآخِرَةِ إِلَّا قَلِيلٌ ۖ إِلَّا تَنْفِرُوا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۖ وَيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ
 وَلَا تَضُرُّوهُ شَيْئًا وَاللَّهُ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ چلو اللہ کی راہ میں کوچ کرو تو تم زمین پکڑ لیتے ہو کیا تم آخرت کے
 عوض دنیا کی زندگی پر ہی سمجھ گئے ہو سنو زندگی دنیا تو آخرت کے مقابلے میں کچھ یوں ہی ہے ۱۳۸ اگر تم نے کوچ نہ کیا تو تمہیں اللہ
 تعالیٰ دردناک سزا دے گا اور تمہارے سوا اور لوگوں کو بدل لائے گا تم اللہ تعالیٰ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ [۳۹]

برس کا ذوق القعدہ کا مہینہ تھا۔ آنحضرت ﷺ کے حج کے موقعہ پر ٹھیک ذی الحجہ کا مہینہ تھا اور اسی کی طرف آپ ﷺ نے اپنے خطبے
 میں اشارہ فرمایا اور ارشاد ہوا کہ زمانہ الٹ پلٹ کر اسی ہیئت پر آ گیا ہے جس ہیئت پر اس وقت تھا جب زمین و آسمان اللہ تعالیٰ نے
 رچائے۔ لیکن یہ قول بھی درست نہیں معلوم ہوتا۔ اس وجہ سے کہ اگر ذیقعدہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہما کا حج ہوا تو یہ حج کیسے صحیح ہو سکتا ہے۔
 حالانکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ﴿وَأَذَانٌ مِّنَ اللَّهِ وَرَسُولِهِ إِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ﴾ ۱ یعنی اللہ اور اس کے
 رسول ﷺ کی طرف سے آج کے حج اکبر کے دن مشرکوں سے علیحدگی اور بیزاری کا اعلان ہے۔ اسی کی منادی حضرت
 صدیق رضی اللہ عنہما کے حج میں ہی کی گئی پس اگر یہ حج ذی الحجہ کے مہینے میں نہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس دن کوچ کا دن نہ فرماتا۔ اور صرف مہینوں
 کی تقدیم تاخیر کو جس کا بیان اس آیت میں ہے ثابت کرنے کے اس تکلف کی ضرورت بھی نہیں کیونکہ وہ اس کے بغیر بھی ممکن ہے۔
 کیونکہ شریکین ایک سال تو محرم الحرام کے مہینے کو حلال کر لیتے اور اس کے عوض ماہ صفر کو حرمت والا کر لیتے سال کے باقی مہینے اپنی جگہ
 رہتے۔ پھر دوسرے سال محرم کو حرام سمجھتے اور اس کی حرمت و عزت باقی رکھتے تاکہ سال کے چار حرمت والے مہینے جو اللہ تعالیٰ کی طرف
 سے مقرر تھے ان کے گنتی میں موافقت کر لیں پس کبھی تو حرمت والے تینوں مہینے جو پے در پے ہیں ان میں سے آخری ماہ محرم کی حرمت
 رکھتے کبھی اسے صفر کی طرف موخر کر دیتے۔ رہا حضور اکرم ﷺ کا فرمان مبارک کہ ”زمانہ گھوم گھام کر اپنی اصلی حالت پر آ گیا ہے“ یعنی
 اس وقت جو مہینہ ان کے نزدیک ہے وہی مہینہ صحیح گنتی میں بھی ہے اس کا پورا بیان ہم اس سے پہلے کر چکے ہیں وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

ابن ابی حاتم میں ہے کہ عقبہ میں رسول اللہ ﷺ ٹھہرے مسلمان آپ کے پاس جمع ہو گئے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی پوری
 حمد و ثناء بیان فرما کر فرمایا کہ ”مہینوں کی تاخیر شیطان کی طرف سے کفر کی زیادتی تھی کہ کافر بیکسین وہ ایک سال محرم کو حرمت والا کرتے
 اور صفر کو حلت والا پھر محرم کو حلت والا کر لیتے۔“ ۲ یہی ان کی وہ تقدیم تاخیر ہے جو اس آیت میں بیان ہوئی ہے۔ امام محمد بن
 اسحاق بیہقی نے اپنی کتاب السیرۃ میں اس پر بہت اچھا کلام کیا ہے جو بے حد مفید اور عمدہ ہے۔

آپ تحریر فرماتے ہیں کہ اس کام کو سب سے پہلے کرنے والا قلمس تھا (حذیفہ بن عبد بن قنیم بن عدی بن عامر بن ثعلبہ بن
 حارث بن مالک بن کنانہ بن خدیجہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار بن معد بن عدنان) پھر اس کا بیٹا عباد پھر اس کا لڑکا قلع پھر

① ۹/ التوبة: ۳۔ ② اس کی سند میں موی بن عبیدہ الربذی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان: ۹/ ۲۱۳؛ رقم: ۸۸۹۵)

اس کا لڑکا امیہ پھر اس کا بیٹا عوف پھر اس کا لڑکا ابو ثمامہ جنادہ اسی کے زمانہ میں اشاعت اسلام ہوئی۔ عرب لوگ حج سے فارغ ہو کر اس کے پاس جمع ہوتے یہ کھڑا ہو کر انہیں لکچر دیتا اور رجب ذوالقعدہ اور ذوالحجہ کی حرمت بیان کرتا اور ایک سال تو محرم کو حلال کر دیتا اور محرم صفر کو بنا دیتا اور ایک سال محرم کو ہی حرمت والا کہہ دیتا کہ اللہ کی حرمت کے مہینوں کی گنتی کے موافق ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کا حرام حلال بھی ہو جائے۔

جہاد سے جی چرانے والوں کو تنبیہ: [آیت: ۳۸-۳۹] ایک طرف تو گرمی سخت پڑ رہی تھی دوسری طرف پھل پک گئے تھے اور درختوں کے سائے بڑھ گئے تھے ایسے وقت رسول اللہ ﷺ ایک دور دراز کے سفر کے لئے تیار ہو گئے غزوہ تبوک میں اپنے ساتھ چلنے کو سب سے فرمایا۔ کچھ لوگ جوڑہ گئے تھے انہیں جو تنبیہ کی گئی ان آیتوں کا شروع اس آیت سے ہے کہ جب تمہیں اللہ تعالیٰ کی راہ کے جہاد کی طرف بلایا جاتا ہے تو تم کیوں زمین میں دھنسنے لگتے ہو کیا دنیا کی ان فانی چیزوں پر سمجھ کر آخرت کی باقی نعمتوں کو بھلا بیٹھے ہو۔ سنو دنیا کی تو آخرت کے مقابلے میں کوئی ہستی ہی نہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے اپنی شہادت کی انگلی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا ”اس انگلی کو کوئی سمندر میں ڈبو کر نکالے اس پر جتنا پانی سمندر کے مقابلے میں ہے اتنا ہی مقابلہ دنیا کا آخرت سے ہے۔“ ①

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ میں نے سنا ہے آپ حدیث بیان فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ ایک نیکی کے بدلے ایک لاکھ کا ثواب دیتا ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا بلکہ میں نے دو لاکھ کا فرمان بھی رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے اسی جملے کی تلاوت کر کے فرمایا کہ دنیا جو زنگی اور جو باقی ہے وہ سب آخرت کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے۔ ② مروی ہے کہ عبدالعزیز بن مروان رضی اللہ عنہ نے اپنے انتقال کے وقت اپنا کفن منگوایا اسے دیکھ کر فرمایا پس میرا تو دنیا سے یہی حصہ تھا میں اتنی دنیا لے کر جا رہا ہوں پھر پیٹھ موڑ کر رو کر کہنے لگے ہائے دنیا تیرا بہت بھی کم ہے اور تیرا کم تو بہت ہی چھوٹا ہے افسوس ہم دھوکے میں ہی رہے۔ پھر ترک جہاد پر اللہ تعالیٰ ڈانٹتا ہے کہ سخت دردناک عذاب ہوں گے۔

ایک قبیلے کو حضور اکرم ﷺ نے جہاد کے لئے بلوایا وہ ناٹھے اللہ تعالیٰ نے ان سے بارش روک لی۔ پھر فرماتا ہے کہ اپنے دل میں پھولنا نہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے مددگار ہیں اگر تم درست نہ رہے تو اللہ تعالیٰ تمہیں برباد کر کے اپنے رسول کے ساتھی اوروں کو کر دے گا جو تم جیسے نہ ہوں گے تم اللہ تعالیٰ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ یہ نہیں کہ تم نہ جاؤ تو مجاہدین جہاد کریں نہ سکیں اللہ تعالیٰ میں سب قدر تیں ہیں وہ تمہارے بغیر بھی اپنے دشمنوں پر اپنے غلاموں کو غالب کر سکتا ہے۔ کہا گیا ہے کہ یہ آیت ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا﴾ ③ اور آیت ﴿وَمَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنِ رَسُولِ اللَّهِ﴾ ④ یہ سب آیتیں آیت ﴿وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنْفِرُوا كَافَّةً﴾ ⑤ سے منسوخ ہیں۔ لیکن امام ابن جریر رضی اللہ عنہ اس کی تردید کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ یہ منسوخ نہیں بلکہ ان آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جنہیں رسول اللہ ﷺ جہاد کے لئے نکلنے کو فرمائیں وہ فرمان سنتے ہی اٹھ کھڑے ہو جائیں۔ فی الواقع یہ توجیہ بہت عمدہ ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

① صحیح مسلم، کتاب الحجۃ، باب فناء الدنيا وبيان الحشر يوم القيامة ۲۸۵۸؛ ترمذی ۲۳۲۳؛ ابن ماجہ ۴۱۰۸؛ احمد ۲۲۸/۴۔

② اس کی سند میں زیاد بن ابی زیاد الجصاص ہے۔ جسے دارقطنی اور نسائی نے متروک کہا ہے۔ (المیزان، ۸۹/۲، رقم: ۲۹۳۸)۔

③ ۹/ التوبة: ۴۱۔ ④ ۹/ التوبة: ۱۲۰۔ ⑤ ۹/ التوبة: ۱۲۲۔

إِلَّا تَتَّصِرُوهُ فَقَدْ نَصَرَهُ اللَّهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ
إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ
بِجُنُودٍ لَّمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَى ۗ وَكَلِمَةُ اللَّهِ هِيَ الْعُلْيَا ۗ

وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٥٠﴾

ترجمہ: اگر تم اس کی مدد نہ کرو تو اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی مدد و اسوقت کی تھی جبکہ اسے کافروں نے دیس سے نکال دیا تھا دو میں سے دوسرا جبکہ وہ دونوں غار میں تھے جب یہ اپنے ساتھی سے کہہ رہا تھا کہ غم نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے پس جناب باری نے اپنی طرف کی تسکین اس پر نازل فرما کر ان لشکروں سے اس کی مدد کی جنہیں تم نے دیکھا بھی نہیں اس نے کافروں کی بات پست کر دی بلند و عزیز تو اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی ہے اللہ تعالیٰ غالب ہے حکمت والا ہے۔ [۴۰]

نبی صدیق اور قصہ غار: [آیت: ۴۰] تم اگر میرے رسول کی امداد و تائید چھوڑ دو تو میں کسی کا محتاج نہیں ہوں، میں آپ کا ناصر مؤید کافی اور حافظ ہوں۔ یاد کرو لو ہجرت والے سال جب کہ کافروں نے آپ ﷺ کے قتل یا قید یا دیس نکالنے کی سازش کی تھی اور آپ ﷺ اپنے سچے ساتھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ساتھ تنہا مکہ مکرمہ سے نکل بھاگے تھے کون اس کا مددگار تھا، تین دن مارے خوف کے اس ڈر سے غار میں گزارے کہ ڈھونڈنے والے مایوس ہو کر واپس چلے جائیں تو یہاں سے نکل کر مدینہ منورہ کا راستہ لیں۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ لہجہ لہجہ گھبرا رہے تھے کہ کسی کو پتہ نہ چل جائے ایسا نہ ہو کہ وہ رسول کریم (علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم) کو کوئی ایذا پہنچائے، حضور اکرم ﷺ ان کی تسکین فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ ابوبکر! ”ان دو کی نسبت تیرا کیا خیال ہے جن کا تیسرا خود اللہ تعالیٰ ہے۔“ ① مسند احمد میں ہے کہ حضرت ابوبکر بن ابوقافہ رضی اللہ عنہ نے آنحضرت ﷺ سے غار میں کہا کہ اگر ان کافروں میں سے کسی نے اپنے قدموں کو بھی دیکھا تو وہ ہمیں دیکھ لے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو ان دو کو کیا سمجھتا ہے جن کا تیسرا خود رب العلمین ہے۔ الفرض اس موقع پر بھی جناب باری تعالیٰ نے آپ ﷺ کی مدد فرمائی۔ بعض بزرگوں نے فرمایا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کی تفسیر یہی ہے اور ان کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ تو مطمئن اور سکون و تسکین والے تھے ہی۔ لیکن اس خاص حال میں تسکین کا از سر نو بھیجنا کچھ اس کے خلاف نہیں اسی لئے اسی کے ساتھ فرمایا کہ اپنے غائبانہ لشکر اتار کر اس کی مدد فرمائی یعنی بذریعہ فرشتوں کے۔ اللہ تعالیٰ نے کلمہ کفر و با دیا اور اپنے کلمے کا بول بالا کیا شرک کو پست کیا اور توحید کو اونچا کیا۔ حضور اکرم ﷺ سے سوال ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی بہادری کے لئے دوسرا حیت قوی کے لئے تیسرا لوگوں کو خوش کرنے کے لئے لڑ رہا ہے تو ان میں سے اللہ کی راہ کا مجاہد کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جو ”اللہ کے کلمہ کو بلند و بالا کرنے کی نیت سے لڑے وہ اللہ کی راہ کا مجاہد ہے۔“ ② اللہ تعالیٰ انتقام لینے پر غالب ہے۔ جس کی مدد کرنا چاہے کرتا ہے نہ اس کے سامنے کوئی پڑ سکے نہ اس کے ارادے کو کوئی بدل سکے کون ہے جو اس کے سامنے لب ہلا سکے یا آنکھ ملا سکے۔ =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ باب قولہ ﴿فَانِي اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ﴾ ٤٦٦٣؛ صحیح

مسلم ٢٣٨١؛ ترمذی ٣٠٩٦؛ احمد، ٤/١۔ ② صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب ومن قاتل لتكون كلمة الله هي العليا

٢٨١٠؛ صحیح مسلم ١٩٠٤؛ ابوداؤد ٢٥١٧؛ ترمذی ١٦٤٦؛ نسائی ٢٣١٦؛ ابن ماجہ ٢٧٨٣؛ احمد، ٤/٣٩٢۔

انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا وَجَاهِدُوا بِأَمْوَالِكُمْ وَأَنْفُسِكُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ذَلِكُمْ خَيْرٌ

لَكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: نکل کھڑے ہو جاؤ ہلکے پھلکے ہو تو بھی اور بھاری بھر کم ہو تو بھی راہ الہی میں اپنے مال و جان سے جہاد کرو یہی تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم میں علم ہو۔ (۱۰)

== اس کے سب اقوال و افعال حکمت و مصلحت بھلائی اور خوبی سے پر ہیں۔ تعالیٰ شانہ وجد مجدہ۔

ہلکے یا بھاری ہر حال میں اللہ کی راہ میں نکلو: [آیت: ۱۰] کہتے ہیں کہ سورہ براءۃ میں یہی آیت پہلے اتری ہے ① اس میں ہے کہ غزوہ تبوک کے لئے تمام مسلمانوں کو ہمراہ ہادی ام نکل کھڑے ہونا چاہئے اہل کتاب کے کافر رومیوں سے جہاد کے لئے تمام مومنوں کو چلنا چاہئے خواہ جی مانے یا نہ مانے خواہ آسانی نظر آئے یا بھاری پڑے ذکر ہو رہا تھا کوئی بڑھا پے کا کوئی بیماری کا عذر کر دے گا تو یہ آیت اتری۔ بوڑھے جوان سب کو پیغمبر ﷺ کا ساتھ دینے کا عام حکم ہوا کسی کا کوئی عذر نہ چلا۔ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی یہی تفسیر کی اور اس حکم کی تعمیل میں سرزمین شام میں چلے گئے۔ اور نصرا نیوں سے جہاد کرتے ہی رہے یہاں تک کہ جان بخش کو جان سوچی اور روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اس آیت پر آئے تو فرمانے لگے ہمارے رب نے تو میرے خیال سے بوڑھے جوان سب کو جہاد کے لئے چلنے کی دعوت دی ہے میرے پیارے بچو! میرا سامان تیار کرو۔ میں ملک شام کے جہاد میں شرکت کے لئے ضرور جاؤں گا۔ بچوں نے کہا اباجی حضور اکرم ﷺ کی حیات تک آپ نے حضور اکرم ﷺ کی ماتحتی میں جہاد کیا، خلافت صدیقی میں آپ مجاہدین کے ساتھ رہے، خلافت فاروقی کے آپ مجاہد مشہور ہیں اب آپ کی عمر جہاد کی نہیں رہی آپ گھر پر آرام کیجئے ہم لوگ آپ کی طرف سے میدان جہاد میں نکلتے ہیں اور اپنی تلواروں کے جوہر دکھاتے ہیں۔ لیکن آپ نہ مانے اور اسی وقت گھر سے روانہ ہو گئے سمندر پار جانے کے لئے کشتی لی اور چلے ہنوز منزل مقصود سے کئی دن کی راہ پر تھے جو بیچ سمندر میں روح پرور الہ کو روح سوچ دی، نو دن تک کشتی چلتی رہی لیکن کوئی جزیرہ یا نا پونظر نہ آیا کہ وہاں آپ کو دفنایا جاتا۔ نو دن کے بعد خشکی پر اترے اور آپ کو سپرد لہد کیا اب تک نعش مبارک جوں کی توں تھی۔ ② اور بھی بہت سے بزرگوں سے خفا و ثقالا کی تفسیر جو ان اور بوڑھے مروی ہے۔ الغرض جوان ہوں، بوڑھے ہوں، امیر ہوں، فارغ ہوں، مشغول ہوں، خوشحال ہوں یا تنگ دل ہوں بھاری ہوں یا ہلکے ہوں، حاجتمند ہوں، کاریگر ہوں، آسانی والے ہوں، سختی والے ہوں، پیشہ ور ہوں یا تجارتی ہوں، قوی ہوں یا کمزور، جس حالت میں بھی ہوں بلا عذر کھڑے ہو جائیں اور راہ الہی کے جہاد کے لئے چل پڑیں۔ اس مسئلے کی تفصیل کے طور پر امام ابو عمرو اوزاعی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ جب اندرون روم پر حملہ ہو تو مسلمان ہلکے پھلکے اور سوار چلیں، اور جب ان ہندوں کے کناروں پر حملہ ہو تو ہلکے جو جھل سوار پیدل ہر طرح نکل کھڑے ہو جائیں۔

بعض حضرات کا قول ہے کہ آیت: **فَلَوْلَا نَفَعْنَا** ③ سے یہ حکم منسوخ ہے۔ اس پر ہم پوری روشنی ڈالیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ مروی ہے کہ ایک بھاری بدن کے بڑے شخص نے آپ سے اپنا حال ظاہر کر کے اجازت چاہی لیکن آپ نے انکار کر دیا اور یہ آیت اتری، لیکن یہ حکم صحابہ رضی اللہ عنہم پر سخت گزرا۔ پھر جناب باری تعالیٰ نے اسے آیت: **كَيْسَ عَلَي الصُّعْفَاءِ** ④ سے منسوخ کر دیا۔

① الطبری، ۱۴، / ۲۷۰۔

② حاکم، ۳، / ۳۵۲۔

③ ۹ / التوبة: ۱۲۲۔

④ ۹ / التوبة: ۹۱۔

لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيبًا وَسَفَرًا قَاصِدًا لَاتَّبَعُوكَ وَلَكِنْ بَعَدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ
 وَسَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ يُهْلِكُونَ أَنفُسَهُمْ وَاللَّهُ يَعْلَمُ
 إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ عَفَا اللَّهُ عَنْكَ لِمَ أَذِنْتَ لَهُمْ حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِينَ صَدَقُوا
 وَتَعْلَمَ الْكٰذِبِينَ ۝ لَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ أَنْ يُجَاهِدُوا
 بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالْمُتَّقِينَ ۝ إِنَّمَا يَسْتَأْذِنُكَ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ
 بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَارْتَابَتْ قُلُوبُهُمْ فَهُمْ فِي رَيْبِهِمْ يَتَرَدَّدُونَ ۝

ترجمہ: اگرچہ جلد وصول ہونے والا مال و اسباب ہوتا اور ہلاک سافر ہوتا تو یہ ضرور تیرے پیچھے ہو لیتے لیکن ان پر تو دوری اور دراز کی مشکل پڑ
 گئی اب تو یہ اللہ تعالیٰ کی قسمیں کھانے لگے کہ اگر ہم میں قوت و طاقت ہوتی تو ہم یقیناً آپ کے ساتھ نکل کھڑے ہوتے یہ اپنی جانوں کو
 خود ہی ہلاکت میں ڈال رہے ہیں ان کے جھوٹا ہونے کا سچا علم اللہ تعالیٰ کو ہے۔ [۳۲] اللہ تعالیٰ تجھے معاف فرمائے تو نے انہیں کیوں
 اجازت دے دی؟ بغیر اس کے کہ تیرے سامنے سچے لوگ کھل جائیں اور تو جھوٹے لوگوں کو بھی جان لے [۳۳] اللہ تعالیٰ پر اور قیامت
 کے دن پر ایمان و یقین رکھنے والے تو مالی اور جانی جہاد سے رک رہنے کی کبھی بھی تجھ سے اجازت طلب نہیں کریں گے اللہ تعالیٰ پر ہمیز گاروں
 کو خوب جانتا ہے [۳۴] یہ اجازت تو تجھ سے وہی طلب کرتے ہیں جنہیں نہ اللہ تعالیٰ پر ایمان ہے نہ آخرت کے دن کا یقین ہے جن کے
 دل شک میں پڑے ہوئے ہیں اور وہ اپنے شک میں ہی سرگرداں ہیں۔ [۳۵]

= یعنی ضعیفوں، بیماروں، تنگ دست فقیروں پر جبکہ ان کے پاس خرچ تک نہ ہو اگر وہ دین ربانی اور شرع مصطفیٰ کے حامی اور طرف دار
 اور خیر خواہ ہوں تو میدان جنگ میں نہ جانے پر کوئی حرج نہیں۔ حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ اول غزوے سے لے کر پوری عمر تک سوائے
 ایک سال کے ہر غزوے میں موجود رہے اور فرماتے رہے کہ خفیف و ثقیل دونوں کو نکلنے کا حکم ہے اور انسان کی حالت ان دو حالتوں
 سے سوائے ہوتی۔ ① حضرت ابو راشد حرانی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت مقداد بن اسود رضی اللہ عنہ سوار سرکار رسالت مآب ﷺ
 کو حصص میں دیکھا کہ ہڈی اتر گئی ہے پھر بھی ہودج میں سوار ہو کر جہاد کو جا رہے ہیں تو میں نے کہا کہ اب تو شریعت آپ کو معذور سمجھتی
 ہے پھر آپ یہ تکلیف کیوں اٹھا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا سنو سورۃ البعوث یعنی سورۃ براءت ہمارے سامنے اتری ہے جس میں حکم
 ہے کہ ہلکے بھاری سب جہاد کو جاؤ۔ ② حضرت حیان بن زید شرعی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم صفوان بن عمرو والی حصص کے ساتھ جراحہ کی
 جانب جہاد کے لئے چلے میں نے دمشق کے ایک بزرگ عمر رسیدہ کو دیکھا کہ حملہ کرنے والوں کے ساتھ اپنے اونٹ پر سوار وہ بھی آ
 رہے ہیں ان کی بھویں ان کی آنکھوں پر پڑ رہی ہیں شیخ فانی ہو چکے ہیں۔ میں نے پاس جا کر کہا بیچا صاحب آپ تو اب اللہ تعالیٰ کے
 نزدیک بھی معذور ہیں۔ یہ سن کر آپ نے اپنی آنکھوں پر سے بھویں ہٹالیں اور فرمایا جتنے سنو! اللہ تعالیٰ نے ہلکے اور بھاری ہونے کی
 دونوں صورتوں میں ہم سے جہاد میں نکلنے کی طلب کی ہے سنو جس سے اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے اس کی آزمائش بھی ہوتی ہے پھر اس پر

① حاکم، ۴/۵۸، محمد بن سیرین کے سیدنا ابو ایوب الانصاری رضی اللہ عنہ سے سماع میں نظر ہے۔ ② ابن جریر و سندہ ضعیف۔

بعد از ثابت قدمی اللہ تعالیٰ کی رحمت برستی ہے، سنو اللہ کی آزمائش شکر و صبر و ذکر اللہ اور توحیدِ خالص سے ہوتی ہے۔ ① جہاد کے حکم کے بعد مالک زمین و زمان اپنی راہ میں اپنے رسول ﷺ کی مرضی میں مال و جان کے خرچ کا حکم دیتا ہے اور فرماتا ہے کہ دنیا و آخرت کی بھلائی اسی میں ہے۔ دنیوی نفع تو یہ ہے کہ یونہی سا خرچ ہوگا اور بہت سی غنیمت ملے گی آخرت کا نفع یہ ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی نیکی نہیں۔ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ کے ذمے دو باتوں میں سے ایک ضروری ہے وہ مجاہدہ کو یا توشہید کر کے جنت کا مالک بنا دیتا ہے یا اسے سلامتی اور غنیمت کے ساتھ واپس لوٹاتا ہے۔“ ② خود اللہ تعالیٰ کا فرمان عالی شان ہے کہ تم پر جہاد فرض کر دیا گیا ہے باوجودیکہ تم اس سے کئی کھارہے ہو، لیکن بہت ممکن ہے کہ تمہاری نہ چاہی ہوئی چیز ہی دراصل تمہارے لئے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تمہاری چاہت کی چیز ہی الواقع تمہارے حق میں بے حد مضربوستو تم تو بالکل نادان ہو اور اللہ تعالیٰ پورا پورا نادان بنا ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا ”مسلمان ہو جا۔“ اس نے کہا جی تو چاہتا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”گو نہ چاہے“ ③ (مسند احمد)۔

عیار لوگوں کے دھوکے میں نہ آؤ: [آیت ۴۳-۴۵] جو لوگ غزوہٴ تبوک میں جانے سے رہ گئے تھے اور اس کے بعد حضور اکرم ﷺ کے پاس آ کر اپنے جھوٹے جھوٹے بناوٹی عذر پیش کرنے لگے تھے انہیں اس آیت میں ڈانٹا جا رہا ہے کہ دراصل انہیں کوئی معذوری نہ تھی اگر کوئی آسان غنیمت اور قریب کا سفر ہوتا تو یہ لالچی ساتھ ہو لیتے لیکن شام تک کے لمبے سفر نے ان کے گھٹنے توڑ دیئے، اس مشقت کے خیال نے ان کے ایمان جھوجھرے کر دیئے اب یہ آ کر جھوٹی قسمیں کھا کھا کر اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ کو دھوکے دے رہے ہیں کہ اگر کوئی عذر نہ ہوتا تو بھلا ہم شرف ہم رکابی چھوڑنے والے تھے ہم تو جان و دل سے آپ ﷺ کے قدموں میں حاضر ہو جاتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کے جھوٹ کا مجھے علم ہے انہوں نے تو اپنے تئیں عارت کر دیا۔

سچے مسلمان حیلے بہانے نہیں بناتے: سبحان اللہ! اللہ تعالیٰ کی اپنے محبوب سے کیسی پیار بھری باتیں ہو رہی ہیں، سخت بات کے سنانے سے پہلے ہی معافی کا اعلان سنایا جا رہا ہے اس کے بعد رخصت دینے کا عہد بھی سورہٴ نور میں سوچ دیا جاتا ہے۔ اور ارشادِ عالی ہوتا ہے ﴿فَإِذَا اسْتَأْذَنُوكَ لِبَعْضِ شَأْنِهِمْ فَأَذِّنْ لَمَن شِئْتَ مِنْهُمْ﴾ ④ یعنی ان میں سے کوئی اگر آپ سے اپنے کسی کام اور شغل کی وجہ سے اجازت چاہے تو آپ جسے چاہیں اجازت دے سکتے ہیں۔ یہ آیت ان کے بارے میں اتری ہے جن لوگوں نے آپس میں طے کر لیا تھا کہ حضور اکرم ﷺ سے اجازت طلبی تو کریں اگر اجازت ہو جائے تو اور اچھا اور اگر اجازت نہ بھی دیں تاہم ہم اس غزوے میں جائیں گے تو نہیں۔ ⑤ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر انہیں اجازت نہ ملتی تو اتنا فائدہ ضرور ہوتا کہ سچے عذر والے اور جھوٹے بہانے والے کھل جاتے، نیک و بد میں ظاہری تمیز ہو جاتی، اطاعت گزار تو حاضر ہو جاتے نافرمان باوجود اجازت نہ ملنے کے بھی نہ نکلتے، کیونکہ انہوں نے تو طے کر لیا تھا کہ حضور اکرم ﷺ ہاں کہیں یا نا کہیں ہم تو جہاد میں جائیں گے ہی نہیں۔ اسی لئے جناب باری تعالیٰ نے اس کے بعد کی آیت میں فرمایا کہ یہ ممکن ہی نہیں کہ سچے ایماندار لوگ راہِ ربانی کے جہاد سے رکنے کی اجازت تجھ سے طلب کریں وہ تو جہاد کو موجب قربتِ الہی مان کر اپنی جان و مال کے فدا کرنے کے آرزو مند رہتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی اس قسمی جماعت سے بخوبی آگاہ ہے۔ یہ بلا عذر شرعی بہانے بنا کر جہاد سے رک جانے کی اجازت طلب کرنے والے تو بے ایمان =

① الطبری، ۱۴/۲۶۶۔ ② صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول النبی ﷺ ((أحلت لكم الغنائم))

③ صحیح مسلم ۱۸۷۶؛ مؤطا امام مالک ۴۴۴؛ احمد، ۲/۳۹۹۔

④ احمد، ۳/۱۰۹ و سندہ ضعیف، حمید الطویل مدلس و عنعن، مسند ابی یعلیٰ ۳۷۶۵؛ مجمع الزوائد، ۵/۳۰۵۔

⑤ ۲۴/النور: ۶۲۔ ⑥ الطبری، ۱۴/۲۷۳۔

وَكُوَارِدُوا الْخُرُوجَ لَاعْدُوِّ آلِهِ عُدَّةً وَلَكِنْ كَرِهَ اللَّهُ انْبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ وَقِيلَ
 اقْعُدُوا مَعَ الْقَاعِدِينَ ۝ لَوْ خَرَجُوا فِيكُمْ مَا زَادُوكُمْ إِلَّا خَبَالًا وَلَا أُوْضِعُوا
 خَلْقَكُمْ يَبْغُونَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيكُمْ سَمْعُونُ لَهُمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِالظَّالِمِينَ ۝

ترجمہ: اگر ان کا ارادہ جہاد کے لئے نکلنے کا ہوتا تو وہ اس سفر کے لئے سامان کی تیاری کر رکھتے لیکن اللہ کو ان کا اٹھنا پسند ہی نہ تھا پس انہیں
 حرکت سے ہی روک دیا اور کہہ دیا گیا کہ تم تو بیٹھے والوں کے ساتھ بیٹھے ہی رہو [۳۶] اگر یہ تم میں مل کر نکلتے بھی تو تمہارے لئے سوائے
 فساد کے اور کوئی چیز نہ بڑھاتا بلکہ تمہارے درمیان خوب گھوڑے دوڑا دیتے اور تم میں فتنے ڈالنے کی تلاش میں رہتے ان کے ماننے
 والے خود تم میں موجود ہیں اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو خوب جانتا ہے۔ [۳۷]

= لوگ ہیں جنہیں دار آخرت کی جزا کی کوئی امید ہی نہیں ان کے دل آج تک تیری شریعت سے شک و شبہ ہی میں ہیں یہ حیران و
 پریشان ہیں ایک قدم ان کا آگے بڑھتا ہے تو دوسرا پیچھے ہٹتا ہے انہیں ثابت قدمی اور استقلال نہیں یہ ہلاک ہونے والے ہیں یہ نہ
 ادھر ہیں نہ ادھر یہ اللہ کے گمراہ کئے ہوئے ہیں تو ان کے سنوارنے کا کوئی رستہ نہ پائے گا۔

منافقین کی ریشہ و دانیوں اور شرارتوں کا تذکرہ: [آیت: ۳۶-۳۷] یہ عذر کرتے ہیں۔ ان کے غلط ہونے کی ایک ظاہری
 دلیل یہ بھی ہے کہ اگر ان کا ارادہ ہوتا تو کم از کم سامان سفر تو تیار کر لیتے لیکن یہ تو اعلان اور حکم کے بعد بھی دن گزرنے پر بھی ہاتھ پر
 ہاتھ دھر لے بیٹھے رہے ایک تنکا بھی ادھر سے ادھر نہ کیا۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کا تمہارے ساتھ نکلنا پسند ہی نہ تھا اس لئے انہیں
 پیچھے ہٹا دیا اور قدرتی طور پر ان سے کہہ دیا گیا کہ تم تو بیٹھے والوں کا ہی ساتھ دو۔ سنوان کے ساتھ کو ناپسند رکھنے کی وجہ یہ تھی کہ یہ
 پورے نامرد اعلیٰ درجے کے بزدل بڑے ہی ڈرپوک ہیں۔ اگر یہ تمہارے ساتھ ہوتے تو ”پتہ کھر کا اور بندہ سر کا“ کی مثل کو اصل کر
 دکھاتے اور ان کے ساتھ ہی تم میں بھی فساد برپا ہو جاتا۔ یہ ادھر کی ادھر کی ادھر لگا بجا کر بات کا پتنگلو اپنا کر آپس میں پھوٹ اور
 عداوت ڈلوادیتے اور کوئی نیا فتنہ کھڑا کر کے تمہیں آپس میں ہی الجھا دیتے، ان کے ماننے والے ان کے ہم خیال ان کی پالیسی کو اچھی
 نظر سے دیکھنے والے خود تم میں بھی موجود ہیں وہ اپنے بھولے پن سے ان کے شرانگیزیوں سے بے خبر رہتے ہیں جس کا نتیجہ مؤمنوں
 کے حق میں نہایت برا نکلتا ہے آپس میں شر و فساد پھیل جاتا ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا قول ہے کہ مطلب یہ ہے کہ ان کے گویندے ان
 کی سی آئی ڈی اور جاسوس بھی تم میں لگے ہوئے ہیں جو تمہاری رتی رتی کی خبریں انہیں پہنچاتے ہیں۔ لیکن یہ معنی کرنے سے وہ لطافت
 باقی نہیں رہتی جو شروع آیت سے ہے یعنی ان لوگوں کا تمہارے ساتھ نہ نکلنا اللہ تعالیٰ کو اس لئے بھی ناپسند رہا کہ تم میں بعض وہ بھی
 ہیں جو ان کی مان لیا کرتے ہیں۔ یہ تو بہت درست ہے لیکن جاسوسی کی کوئی خصوصیت ان کے نہ نکلنے کی وجہ کے لئے نہیں ہو سکتی، اسی لئے
 قتادہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ مفسرین کا یہی قول ہے۔ امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اجازت طلب کرنے والوں میں عبداللہ بن ابی بن سلول
 اور جد بن قیس بھی تھا اور یہی بڑے بڑے رؤسا اور ذی اثر منافق تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں دور ڈال دیا اگر یہ ساتھ ہوتے تو ان کی منہ دیکھی
 ماننے والے وقت پر ان کے ساتھ ہو کر مسلمانوں کے نقصان کا باعث بن جاتے محمدی لشکر میں ابتری پھیل جاتی ① کیونکہ یہ لوگ دجاہت
 والے تھے اور کچھ مسلمان ان کے حال سے ناواقف ہونے کی وجہ سے ان کے ظاہری اسلام اور چرب کلامی پرمفتون تھے اور اب تک =

لَقَدْ ابْتِغَوْا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّى جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ
اللَّهِ وَهُمْ كَرِهُونَ ﴿۱۰﴾ وَمِنْهُمْ مَن يَقُولُ ائْذَنْ لِي وَلَا تَفْتِنِّي ۗ أَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوا

وَإِنَّ جَهَنَّمَ لَكَيْطَةٌ بِالْكَافِرِينَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: یہ تو اس سے پہلے بھی فتنے کی تلاش کرتے رہے ہیں اور تیرے لئے کاموں کو الٹ پلٹ کرتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ حق آپہنچا اور اللہ تعالیٰ کا حکم غالب آ گیا باوجودیکہ وہ ناخوشی میں ہی رہے۔ [۱۰] ان میں سے کوئی کہتا ہے کہ مجھے اجازت دیجئے مجھے فتنے میں نہ ڈالئے گا کہ وہ ہو تو فتنے میں پڑ چکے ہیں یقیناً دوزخ کافروں کو گھیر لینے والی ہے۔ [۱۱]

== ان کے دلوں میں ان کی محبت تھی یہ ان کی لاعلمی کی وجہ سے تھی۔ سچ ہے پورا علم اللہ ہی کو ہے غائب حاضر ہو چکا ہو اور ہونے والا سب اس پر روشن ہے اسی اپنے علم غیب کی بنا پر وہ فرماتا ہے کہ تم مسلمان ان کا نہ ٹکنا غنیمت سمجھو یہ ہوتے تو اور فساد اور فتنہ برپا کرتے نہ کرتے نہ کرنے دیتے۔ اسی باعث فرمان ہے کہ اگر کفار دوبارہ بھی دنیا میں لوٹائے جائیں تو نئے سرے سے پھر وہی کریں جس سے منع کئے جائیں اور یہ جھوٹے کہ جھوٹے ہی رہیں۔ ① اور آیت میں ہے کہ اگر اللہ کے علم میں ان کے دلوں میں کوئی بھی خیر ہوتی تو اللہ تعالیٰ عز و جل انہیں ضرور سنا دیتا لیکن اب تو یہ حال ہے کہ سین بھی تو منہ موڑ کر لوٹ جائیں۔ ② اور جگہ ہے کہ اگر ہم ان پر لکھ دیتے کہ تم آپس میں ہی موت کا کھیل کھیلو یا جلاوطن ہو جاؤ تو بجز بہت کم لوگوں کے یہ ہرگز اسے نہ کرتے حالانکہ ان کے حق میں بہتر اور اچھا یہی تھا کہ جو نصیحت انہیں کی جائے یہ اسے بجالائیں تاکہ اس صورت میں ہم انہیں اپنے پاس سے اجر عظیم دیں اور راہ مستقیم دکھائیں۔ ③ اور بھی ایسی آیتیں بہت ساری ہیں۔

منافق فتنہ برپا کرنے کے لئے ہر وقت موقعہ کی تلاش میں رہتے ہیں: [آیت: ۲۸-۳۹] اللہ تعالیٰ منافقین سے نفرت دلانے کے لئے فرما رہا ہے کہ کیا بھول گئے مدتوں یہ تو فتنہ و فساد کی آگ سلگاتے رہے ہیں اور تیرے کام کے الٹ دینے کی بیسیوں تدبیریں کر چکے ہیں مدینے میں آپ ﷺ کا قدم آتے ہی تمام عرب نے ایک ہو کر مصیبتوں کی بارش آپ ﷺ پر برساتی باہر سے وہ چڑھ دوڑے اندر سے یہود مدینہ اور منافق مدینہ نے بغاوت کر دی لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک ہی دن میں سب کی کمائیں اتار دیں ان کے جوڑ ڈھیلے کر دیئے ان کے جوش ٹھنڈے کر دیئے بدر کے معرکے نے ان کے ہوش حواس بھلا دیئے اور ان کے ارمان ذبح کر دیئے۔ رأس المنافقین عبداللہ بن ابی نے صاف کہہ دیا کہ بس اب یہ لوگ ہمارے بس کے نہیں رہے اب تو سوا اس کے کوئی چارہ نہیں کہ ظاہر میں اسلام کی موافقت کی جائے دل میں جو ہے سو ہے وقت آنے دو وقت پر دیکھی جائے گی اور دکھادی جائے گی۔ پھر جوں جوں حق کی بلندی اور توحید کی اونچائی ہوتی گئی یہ جلتے بھلتے گئے۔ آخر حق نے قدم جمائے اور کلہ ربانی غالب آ گیا اور یہ یونہی پیٹ پیٹے اور ڈنڈے بجاتے رہے۔

نفاق فتنہ ہی فتنہ ہے: جد بن قیس سے حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”اس سال نصرانیوں کے جلاوطن کرنے میں تو ہمارا ساتھ دے گا۔“ تو اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے تو معاف رکھیے میری ساری قوم جانتی ہے کہ میں عورتوں کا بے طرح شیدا ہوں عیسائی عورتوں کو دیکھ کر مجھ سے تو اپنا نفس روکا نہ جائے گا۔ آپ ﷺ نے اس سے منہ موڑ لیا۔ اسی کا بیان اس آیت میں ہے کہ اس منافق =

إِنَّ تُصِيبَكَ حَسَنَةٌ تَسُؤْهُمْ وَإِنْ تُصِيبَكَ مُصِيبَةٌ يَقُولُوا قَدْ أَخَذْنَا أَمْرَنَا مِنْ
 قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا وَهُمْ فَرِحُونَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَنْ يُصِيبَنَا إِلَّا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَنَا هُوَ مَوْلَانَا
 وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ﴿٥١﴾ قُلْ هَلْ تَرَبَّصُونَ بِنَا إِلَّا أَحَدِي الْحُسَيْنِ
 وَحَنُّنٌ تَرَبَّصُ بِكُمْ أَنْ يُصِيبَكُمْ اللَّهُ بِعَذَابٍ مِنْ عِنْدِهِ أَوْ بَأْيَدِنَا فَرَبَّصُوا
 إِنَّا مَعَكُمْ مُتَرَبِّصُونَ ﴿٥٢﴾ قُلْ أَنْفِقُوا طَوْعًا أَوْ كَرْهًا لَنْ يُتَقَبَلَ مِنْكُمْ إِلَّا الْكَمُّ كُنْتُمْ
 قَوْمًا فَاسِقِينَ ﴿٥٣﴾ وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ
 وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَرِهُونَ ﴿٥٤﴾

ترجمہ: تجھے اگر کوئی بھلائی مل جائے تو انہیں برا لگتا ہے اور تجھے کوئی برائی پہنچ جائے تو یہ کہتے ہیں ہم نے تو اپنا معاملہ پہلے ہی درست کر لیا
 تھا پھر تو بڑے ہی اچھوتے ہوئے لوٹتے ہیں (۵۰) تو کہہ دے کہ میں سوائے اللہ تعالیٰ کے ہمارے حق میں لکھے ہوئے کوئی چیز پہنچ ہی نہیں
 سکتی وہ ہمارا کارساز اور مولیٰ ہے مومنوں کو تو اللہ تعالیٰ کی ذات پاک پر ہی بھروسہ کرنا چاہیے۔ [۵۱] کہہ دے کہ تم ہمارے بارے میں جس
 چیز کا انتظار کر رہے ہو وہ دو بھلائیوں میں سے ہی ایک ہے اور ہم تمہارے حق میں اس کا انتظار کرتے ہیں کہ یا تو اللہ تعالیٰ اپنے پاس سے
 کوئی سزا تمہیں دے یا ہمارے ہاتھوں سے پس ایک طرف تم منتظر رہو دوسری جانب تمہارے ساتھ ہم بھی منتظر ہیں [۵۲] کہہ دے کہ تم
 خوشی یا ناخوشی کسی طرح بھی خرچ کر قبول تو ہرگز نہ کیا جائے گا یقیناً تم بے حکم لوگ ہو [۵۳] کوئی سبب ان کے خرچ کی قبولیت کے نہ ہونے
 کا اس کے سوا نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے منکر ہیں اور بڑی کابلی سے ہی نماز کو آتے ہیں اور برے دل سے ہی خرچ کرتے ہیں۔ [۵۴]

= نے یہ بہانہ بنایا حالانکہ وہ فتنے میں تو پڑا ہوا ہے رسول اللہ ﷺ کا ساتھ چھوڑنا جہاد سے منہ موڑنا یہ کیا کم فتنہ ہے۔ ① یہ منافی بنو مسلمہ
 قبیلے کا رئیس اعظم تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے جب اس قبیلے کے لوگوں سے دریافت فرمایا کہ ”تمہارا سردار کون ہے۔“ تو انہوں نے کہا: جد
 بن قیس جو بڑا ہی شوم اور بخیل ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”بخیل سے بڑھ کر اور کیا بری بیماری ہے سنو اب سے تمہارا سردار نوجوان سفید
 اور خوبصورت بشر بن براء بن معرور ہے۔“ ② جہنم کا فردوں کو گھیر لینے والی ہے نہ اس سے وہ بچ سکیں نہ بھاگ سکیں نہ نجات پا سکیں۔
 مسلمانوں کی ہر خوشی منافقین پر شاق گزرتی ہے: [آیت: ۵۰-۵۴] ان بد باطن لوگوں کی اندرونی خباثت کا بیان ہو رہا ہے کہ
 مسلمانوں کی فتح و نصرت سے ان کی بھلائی اور ترقی سے ان کے تن بدن میں آگ لگ جاتی ہے اور اگر اچانک یہاں اس کے خلاف
 ہوا تو الاپ الاپ کرا پئی چالاکی کے افسانے گائے جاتے ہیں کہ میاں اسی وجہ سے ہم تو ان سے بچتے رہے مارے خوشی کے بغلیں
 بجانے لگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان کو جواب دے کہ رنج و راحت اور ہم خود اللہ تعالیٰ کی تقدیر اور اس کی منشا کے ماتحت ہیں وہ
 ہمارا مولیٰ ہے وہ ہمارا آقا ہے وہ ہماری پناہ ہے ہم مومن ہیں اور مومنوں کا بھروسہ اسی پر ہوتا ہے وہ ہمیں کافی ہے بس ہے وہ ہمارا
 کارساز ہے اور بہترین کارساز ہے۔

فَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَلَا أَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيَاةِ
الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۵۵﴾ وَيَخْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْهُمْ لَيْسَ لَهُمْ
مِنْكُمْ وَلَكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَفْرُقُونَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُونَ مَلْجَأً أَوْ مَغْرَبًا أَوْ مَدَّ خَلًّا لَوَلَّوْا إِلَيْهِ
وَهُمْ يَكْهِنُونَ ﴿۵۷﴾

ترجمہ: تو ان کے مال و اولاد سے تعجب میں نہ پڑا اللہ تعالیٰ کی چاہت یہی ہے کہ اس سے انہیں دنیا کی زندگی میں ہی سزا دے اور ان کے کفر ہی کی حالت میں ان کی جانیں نکل جائیں۔ [۵۵] یہ اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ تمہاری جماعت کے لوگ ہیں حالانکہ وہ دراصل تمہارے نہیں بات صرف اتنی ہے کہ یہ ڈر پوک لوگ ہیں [۵۶] اگر یہ کوئی بچاؤ کی جگہ یا کوئی غار یا کوئی بھی سرگھسانے کی جگہ پالیں تو ابھی اس طرف لگام توڑ کر اٹے بھاگ چھوٹیں۔ [۵۷]

مسلمان ہر حال میں کامیاب اور منافق ناکام ہے: مسلمانوں کے جہاد میں دو ہی انجام ہوتے ہیں اور دونوں ہر طرح اچھے ہیں۔ اگر شہادت ملی تو جنت ملی ہے اور اگر فتح ملی تو غنیمت و اجر ہے۔ پس اے منافقو! تم جو ہماری بابت انتظار کر رہے ہو وہ انہی دو اچھائیوں میں سے ایک ہے اور ہم جس بات کا انتظار تمہارے بارے میں کر رہے ہیں وہ دو برائیوں میں سے ایک کا ہے یعنی یا تو یہ کہ عذاب الہی براہ راست تم پر آ جائے یا ہمارے ہاتھوں تم پر رب کی مار پڑے کہ قتل و قید ہو جاؤ۔ اچھا اب تم اپنی جگہ اور ہم اپنی جگہ منتظر رہیں دیکھیں پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے تمہارے خرچ کرنے کا اللہ بھوکا نہیں تم خوشی سے دو تو اور ناراضگی سے دو تو وہ تو قبول فرمانے کا نہیں اس لئے کہ تم فاسق لوگ ہو تمہارے خرچ کی عدم قبولیت کا باعث تمہارا کفر ہے اور اعمال کی قبولیت کی شرط کفر کا نہ ہونا بلکہ ایمان کا ہونا ہے ساتھ ہی کسی عمل میں تمہارا نیک قصد اور سچی ہمت نہیں نماز کو آتے ہو تو بھی ہارے دل سے گرتے پڑتے مرتے پھڑتے ست اور کاہل ہو کر۔ دیکھا دیکھی مجمع میں دو چار سجدے دے بھی دیتے ہو تو مرے جی سے دل کی تنگی سے۔ صادق و مصدوق حضرت محمد رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نہیں تھکتا جب تک تم تھک جاؤ۔“ ① ”اللہ پاک ہے وہ پاک چیز ہی قبول فرماتا ہے ② متقیوں کے اعمال قبول ہوتے ہیں تم فاسق ہو تمہارے اعمال قبولیت سے گرے ہوئے ہیں۔“

دنیا داروں کو حسرت بھری نظروں سے نہ دیکھو: [آیت: ۵۵-۵۷] ان کے مال و اولاد کو لپٹائی ہوئی نگاہوں سے نہ دیکھو ان کی دنیا کی اس ہیرا پھیری کی کوئی حقیقت نہ گن یہ ان کے حق میں کوئی بھلی چیز نہیں یہ تو ان کے لئے دنیوی سزا بھی ہے کہ نہ اس میں سے زکوٰۃ نکلے نہ اللہ کے نام خیرات ہو۔ قنادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہاں مطلب مقدم موخر ہے یعنی تجھے ان کے مال و اولاد اچھے نہ لگتے چاہئیں اللہ کا ارادہ اس سے انہیں اس حیات دنیا میں ہی سزا دینے کا ہے۔ پہلا قول حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ کا ہے وہی اچھا اور قوی ہے امام ابن جریر رضی اللہ عنہ بھی اسی کو پسند فرماتے ہیں۔ اس میں یہ ایسے پھنسے رہیں گے کہ مرتے دم تک راہ ہدایت نصیب نہیں ہوگی یوں ہی بدترتج پکڑ لئے جائیں گے اور انہیں پتہ بھی نہ چلے گا۔ یہی حشمت و وجاہت مال و دولت جہنم کی آگ بن جائے گا۔

① صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب احب الدین الی اللہ اذومہ ۴۳؛ صحیح مسلم ۷۸۲۔

② صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب الصدقة من الکسب الطیب، ۱۴۱۰؛ صحیح مسلم ۱۰۱۵۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَلْمُكَ فِي الصَّدَقَاتِ ۖ فَإِنْ أُعْطُوا مِنْهَا رَضُوا وَإِنْ لَمْ يُعْطُوا مِنْهَا

إِذَا هُمْ يَسْتَخْفُونَ ﴿٥٨﴾ وَكَوْنَتُمْ رَضْوَاهُمْ أَلَيْسَ اللَّهُ بِعَلِيمًا ۗ وَاللَّهُ حَسْبُنَا اللَّهُ

سَيُؤْتِينَا اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَرَسُولُهُ ۗ إِنَّا إِلَى اللَّهِ رَاغِبُونَ ﴿٥٩﴾

ترجمہ: ان میں وہ بھی ہیں جو خیراتی مال کی تقسیم کے بارے میں تجھ پر عیب رکھتے ہیں اگر انہیں اس میں سے ملے تو خوش ہیں اور اگر اس میں سے نہ ملتا تو فوراً ہی بگڑ کھڑے ہوئے [۵۸] اگر یہ لوگ اللہ اور رسول ﷺ کے دیئے ہوئے پر خوش رہتے اور کہہ دیتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے فضل سے دے گا اور اس کا رسول بھی ہم تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے ہی توقع رکھنے والے ہیں۔ [۵۹]

منافقین کی غیر مستقل مزاجی اور انکی جھوٹی قسمیں: ان کی تھڑکی ان کی غیر مستقل مزاجی ان کی سراسیمگی اور پریشانی گھبراہٹ اور بے اطمینانی کا یہ حال ہے کہ تمہارے پاس آ کر تمہارے دل میں گھر کرنے کے لئے اور تمہارے ہاتھوں سے بچنے کے لئے بڑی لمبی چوڑی زبردست قسمیں کھاتے ہیں کہ واللہ! ہم تمہارے ہیں ہم مسلمان ہیں حالانکہ حقیقت اس کے برخلاف ہے یہ صرف خوف و ڈر ہے جو ان کے پیٹ میں درد پیدا کر رہا ہے۔ اگر آج انہیں اپنے بچاؤ کے لئے کوئی قلعہ مل جائے اگر آج یہ کوئی محفوظ غار دیکھ لیں یا کسی اچھی سرنگ کا پتہ انہیں چل جائے تو یہ سارے کے سارے دم بھر میں اس طرف اڑن چھو ہو جائیں تیرے پاس ان میں سے ایک بھی نظر نہ آئے کیونکہ انہیں تجھ سے کوئی محبت یا انس تو نہیں ہے یہ تو ضرورت مجبوری اور خوف کی بنا پر تمہاری چال چلی کر لیتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ جوں جوں اسلام ترقی کر رہا ہے یہ بھجے چلے جا رہے ہیں مؤمنوں کی ہر خوشی سے یہ جلتے تڑپتے ہیں ان کی ترقی انہیں ایک آنکھ نہیں بھاتی، موقوف مل جائے تو آج بھاگ جائیں۔

منافق مطلب پرست اور مال و دولت کے حریص ہیں: [آیت ۵۸-۵۹] بعض منافق آنحضرت ﷺ پر تہمت لگاتے کہ آپ ﷺ مال زکوٰۃ صحیح تقسیم نہیں کرتے وغیرہ اور اس سے ان کا ارادہ سوائے اپنے نفع کے حصول کے اور کچھ نہ تھا۔ انہیں کچھ مل جائے تو راضی ہیں اور یہ رہ جائیں تو بس ان کے تنہے پھولے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ نے مال زکوٰۃ جب اوھر ادھر تقسیم کر دیا تو انصار میں سے کسی نے ہانک لگائی کہ یہ عدل نہیں اس پر یہ آیت اتری۔ ① اور روایت میں ہے کہ ایک نو مسلم صحرائی حضور اکرم ﷺ کو سونا چاندی بانٹتے ہوئے دیکھ کر کہنے لگا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تجھے عدل کا حکم دیا ہے تو تو عدل نہیں کرتا۔ آپ ﷺ نے فرمایا "تو بتا ہوا اگر میں بھی عادل نہیں تو زمین پر کون عادل ہوگا؟" پھر آپ ﷺ نے فرمایا "اس سے اور اس جیسوں سے بچ میری امت میں اس جیسے لوگ ہوں گے قرآن پڑھیں گے لیکن حلق سے نیچے نہیں اترے گا وہ جب نکلیں انہیں قتل کر ڈالو پھر نکلیں پھر مار ڈالو پھر جب ظاہر ہوں پھر گردنیں مارو۔" آپ ﷺ فرماتے ہیں "اللہ کی قسم! نہ میں تمہیں دوں نہ تم سے روکوں میں تو ایک خازن ہوں۔" ② جنگ حنین کے مال غنیمت کی تقسیم کے وقت ذوالخویرہ حرقوص نامی ایک شخص نے حضور اکرم ﷺ پر اعتراض کیا تھا اور کہا تھا تو عدل نہیں کرتا انصاف سے کام کر آپ ﷺ نے فرمایا "اگر میں بھی عدل نہ کروں تو پھر تیری بربادی کیسے نہیں جاسکتی۔" جب اس نے بیٹھ پھیری تو آپ ﷺ نے فرمایا "اس کی نسل سے ایک قوم نکلے گی جن کی نمازوں کے مقابلے میں تمہاری نمازیں تمہیں حقیر معلوم ہوں گی =

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسْكِينِ وَالْعَمِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبِهِمْ وَفِي
الرِّقَابِ وَالْغُرْمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ وَابْنِ السَّبِيلِ ط فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ ط وَاللَّهُ

عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٦٠﴾

ترجمہ: صدقے صرف فقیروں کے لئے ہیں اور مسکینوں کے لئے اور ان کے وصول کرنے والوں کے لئے اور ان کے لئے جن کے دل پر چائے جاتے ہوں اور گردن چھڑانے میں اور قرض داروں کیلئے اور اللہ کی راہ میں اور راہروں مسافروں کیلئے فرض ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اللہ تعالیٰ علم و حکمت والا ہے۔ [۶۰]

== اور ان کے روزوں کے مقابلے میں تم میں سے ایک کو اپنے روزے حقیر معلوم ہوں گے لیکن وہ دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر شکار سے۔ تمہیں جہاں بھی وہ مل جائیں ان کے قتل میں کمی نہ کرو آسمان تلے ان مقتولوں سے بدتر مقتول اور کوئی نہیں“ ① پھر ارشاد ہے کہ انہیں رسول کے ہاتھوں جو کچھ بھی اللہ تعالیٰ نے دلواد یا تھا اگر یہ اس پر قناعت کرتے صبر و شکر کرتے اور کہتے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں کافی ہے وہ اپنے فضل سے اپنے رسول کے ہاتھوں ہمیں اور بھی دلوائے گا ہماری امیدیں ذات الہی سے وابستہ ہیں تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا۔ پس اس میں اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہے کہ اللہ تعالیٰ جو دے اس پر انسان کو صبر و شکر چاہئے تو کل ذات واحد پر رکھے اسی کو کافی و دانی سمجھے رغبت اور توجہ اور لالچ اور امید اور توقع اس کی ذات پاک سے رکھے رسول کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم کی اطاعت میں سرمو فرق نہ کرے اور اللہ تعالیٰ سے توفیق طلب کرے کہ جو احکام ہوں انہیں بجالائے اور جو منع کام ہوں انہیں چھوڑ دینے اور جو خبریں ہوں انہیں مان لینے اور صحیح اطاعت کرنے کی وہ رہبری فرمائے۔

مصارف زکوٰۃ کی تفصیل: [آیت: ۶۰] اوپر کی آیت میں ان جاہل منافقوں کا ذکر تھا جو ذات رسول اللہ ﷺ پر تقسیم صدقات میں اعتراض کر بیٹھتے تھے۔ اب یہاں اس آیت میں بیان فرما دیا کہ تقسیم زکوٰۃ پیغمبر ﷺ کی مرضی پر موقوف نہیں بلکہ ہمارے بتلائے ہوئے مصارف میں ہی لگتی ہے ہم نے آپ اس کی تقسیم کر دی ہے کسی اور کے سپرد نہیں کی۔ ابوداؤد میں ہے زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے سرکار نبوت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی ایک شخص نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ مجھے صدقے میں سے کچھ دلوایئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نبی غیر نبی کسی کے حکم پر تقسیم زکوٰۃ کے بارے میں راضی نہیں ہوا یہاں تک کہ خود اس نے تقسیم کر دی ہے آٹھ مصرف مقرر کر دیئے ہیں اگر تو ان میں سے کسی میں ہے تو میں تجھے دے سکتا ہوں۔“ ② امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ تو فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ کے مال کی تقسیم ان آٹھوں قسم کے تمام لوگوں پر کرنی واجب ہے اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ کا قول ہے کہ واجب نہیں بلکہ ان میں سے کسی ایک کو ہی دے دینا کافی ہے گو اور قسم کے لوگ بھی ہوں۔ عام اہل علم کا قول بھی یہی ہے آیت میں بیان مصرف ہے نہ کہ ان سب کو دینے کے وجوب کا ذکر۔ ان اقوال کی دلیلوں اور مناظروں کی جگہ یہ کتاب نہیں وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

فقیروں کو سب سے پہلے اس لئے بیان فرمایا کہ ان کی حاجت بہت سخت ہے، گو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک مسکین فقیر سے

① صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الاسلام ۳۶۱۰؛ صحیح مسلم ۱۰۶۶؛ احمد، ۵۶/۳، مختصراً۔

② ابوداؤد، کتاب الزکاة، باب من يعطى من الصدقة وحد الغنى ۱۶۳۰، وسنده ضعيف اس کی سند میں عبدالرحمن بن زیاد بن انعم

الافرنجی ضعیف اخطا راوی ہے (التقریب، ۲/ ۴۸۰، رقم: ۹۳۸)

بھی برے حال والا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس کے ہاتھ تلے مال نہ ہو اسی کو فقیر نہیں کہتے بلکہ فقیر وہ بھی ہے جو سخاوت ہو گرا پڑا ہو گو کچھ کھاتا پیتا کما تا بھی ہو۔ ابن علیہ کہتے ہیں اس روایت میں اخلق کا لفظ ہے اخلق کہتے ہیں ہمارے نزدیک تجارت کو لیکن جمہور اس کے برخلاف ہیں۔ اور بہت سے حضرات فرماتے ہیں فقیر وہ ہے جو سوال سے بچنے والا ہو اور مسکین وہ ہے جو سائل ہو لوگوں کے پیچھے لگنے والا اور گروں اور گلیوں میں گھومنے والا۔ ① قادمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں فقیر وہ ہے جو بیماری والا ہو اور مسکین وہ ہے جو صحیح سالم جسم والا ہو۔ ② ابراہیم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مراد اس سے مہاجر فقرا ہیں۔ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یعنی دیہاتیوں کو اس میں سے کچھ بھی نہ ملے۔ عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مسلمان فقرا کو مسکین نہ کہو مسکین تو صرف اہل کتاب کے لوگ ہیں۔

اب وہ حدیثیں سنئے جو ان آٹھ قسموں کے متعلق ہیں۔ فقرا، حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ”صدقہ مال دار پر اور تندرست توانا پر حلال نہیں“ ③ دو شخصوں نے حضور اکرم ﷺ سے صدقہ کا مال مانگا آپ ﷺ نے بغور نیچے سے اوپر تک انہیں ہٹا کتا قوی تندرست دیکھ کر فرمایا ”اگر تم چاہو تو میں تمہیں دے دوں لیکن امیر شخص کا اور قوی طاقتور کمائی کی طاقت رکھنے والے شخص کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔“ ④ مسکین حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ”مسکین یہی گھوم گھوم کر ایک لقمہ دو لقمے ایک کھجور دو کھجور لے کر مل جانے والے ہی نہیں۔“ لوگوں نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! پھر مسکین کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”جو بے پرواہی کے برابر نہ پائے نہ اپنی ایسی حالت رکھے کہ کوئی دیکھ کر پہچان لے اور کچھ دے دے نہ کسی سے خود کو کوئی سوال کرے۔“ ⑤ صدقہ وصول کرنے والے یہ تحصیل دار ہیں انہیں اجرت اسی مال سے ملے گی۔ آنحضرت ﷺ کے قربت دار جن پر صدقہ حرام ہے اس عہدے پر نہیں آسکتے۔ عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث اور فضل بن عباس رضی اللہ عنہما رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ درخواست لے کر گئے کہ ہمیں صدقہ جمع کرنے کا عامل بنا دیجئے۔ آپ ﷺ نے جواب دیا کہ ”محمد اور آل محمد پر صدقہ حرام ہے یہ تو لوگوں کی میل کچیل ہے۔“ ⑥ جن کے دل پر چائے جاتے ہیں ان کی کئی قسمیں ہیں بعضوں کو تو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اسلام قبول کر لیں جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے صفوان بن امیہ رضی اللہ عنہ کو غنیمت حنین کا مال دیا تھا حالانکہ وہ اس وقت کفر کی حالت میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نکلا تھا۔ ⑦ اس کا اپنا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی اس داد و بخشش نے میرے دل میں آپ ﷺ کی سب سے زیادہ محبت پیدا کر دی حالانکہ پہلے سب سے بڑا دشمن آپ ﷺ کا میں ہی تھا۔ بعضوں کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ ان کا اسلام مضبوط ہو جائے اور ان کا دل اسلام پر لگ جائے جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے حنین والے دن مکہ کے آزاد کردہ لوگوں کے سرداروں کو سو (۱۰۰) اونٹ عطا فرمائے ⑧ اور ارشاد فرمایا کہ ”میں ایک کو دیتا ہوں اور دوسرے کو جو اس سے زیادہ میرا محبوب ہے نہیں دیتا اس لئے کہ ایسا نہ ہو کہ یہ اوندھے منہ جہنم میں گر پڑے۔“ ⑨ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یمن سے کچا سونا مٹی سمیت آپ ﷺ

① الطبری، ۳۰۵/۱۴۔ ② ایضاً، ۳۰۶/۱۴۔ ③ ابوداؤد، کتاب الزکاة، باب من يعطى من الصدقة و احد

الغنی ۱۶۳۴ و سنندہ حسن، ترمذی ۶۵۲؛ احمد، ۱۶۶۴/۲؛ دارمی، ۳۸۶/۱؛ حاکم، ۴۰۷/۱۔

④ ابوداؤد، حوالہ سابق ۱۶۳۳ و سنندہ صحیح، نسائی ۲۵۹۹۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب قول الله عزوجل ﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ الْحَافَا﴾ ۱۶۷۹، صحیح مسلم ۱۰۳۹۔

⑥ صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب ترك استعمال آل النبي على الصدقة ۱۰۷۲؛ ابوداؤد، ۲۹۸۵؛ بیہقی، ۳۱/۷؛ احمد، ۱۶۶/۴۔

⑦ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فی سخائه ﷺ ۲۳۱۳؛ ترمذی ۶۶۶؛ احمد، ۴۰۱/۳۔

⑧ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب ما كان النبي يعطى المولفة قلوبهم وغيرهم..... ۳۱۴۷؛ صحیح مسلم ۱۰۵۹۔

⑨ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب قول الله ﴿لَا يَسْأَلُونَ النَّاسَ الْحَافَا﴾ ۱۶۷۸؛ صحیح مسلم ۱۵۰؛ ابوداؤد، ۴۶۸۳۔

کی خدمت میں بھیجا تو آپ ﷺ نے صرف چار شخصوں میں ہی تقسیم فرمایا، اقرع بن حابس، عیینہ بن بدر، علقمہ بن علاشہ اور زید خیر اور فرمایا ”میں ان کی دلجوئی کے لئے انہیں دے رہا ہوں۔“ ① بعض کو اس لئے بھی دیا جاتا ہے کہ اس جیسے اور لوگ بھی اسلام قبول کر لیں۔ بعض کو اس لئے دیا جاتا ہے کہ وہ اپنے آس پاس والوں سے صدقہ پہنچائے یا آس پاس کے دشمنوں کی نگہداشت رکھے اور انہیں اسلامیوں پر حملہ کرنے کا موقع نہ دے۔ ان سب کی تفصیل کی جگہ احکام و فروع کی کتابیں ہیں نہ کہ یہ تفسیر وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور عامر شحسی رضی اللہ عنہ اور ایک جماعت کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے وصال کے بعد اب یہ مصرف باقی نہیں رہا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت دے دی ہے مسلمان ملکوں کے مالک بن گئے ہیں اور بہت سے بندگان رب ان کے ماتحت ہیں۔ لیکن اور بزرگوں کا قول ہے کہ اب بھی مؤلفہ قلوب کو زکوٰۃ دینی جائز ہے فتح مکہ اور فتح ہوازن کے بعد بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان لوگوں کو مال دیا۔ دوسرے یہ کہ اب بھی ایسی ضرورتیں پیش آجایا کرتی ہیں۔ آزادی گردن کے بارے میں بہت سے بزرگ فرماتے ہیں کہ مراد اس سے وہ غلام ہیں جنہوں نے رقم مقرر کر کے اپنے مالکوں سے اپنی آزادی کی شرط کر لی ہے انہیں مال زکوٰۃ سے رقم دی جائے کہ وہ ادا کر کے آزاد ہو جائیں۔ ② اور بزرگ فرماتے ہیں کہ وہ غلام جس نے یہ شرط نہ لکھوائی ہو اسے بھی مال زکوٰۃ سے خرید کر آزاد کرنے میں کوئی ڈر خوف نہیں۔ غرض مکاتب غلام اور محض غلام دونوں کی آزادی زکوٰۃ کا ایک مصرف ہے احادیث میں بھی اس کی بہت کچھ فضیلت وارد ہوئی ہے یہاں تک فرمایا ہے کہ آزاد کردہ غلام کے ہر عضو کے بدلے آزاد کرنے والے کا ہر عضو جنم سے آزاد ہو جاتا ہے یہاں تک کہ شرمگاہ کے بدلے شرمگاہ بھی اس لئے کہ ہر نیکی کی جزا اسی جیسی ہوتی ہے۔ قرآن فرماتا ہے تمہیں وہی جزا دی جائے گی جو تم نے کیا ہوگا۔ حدیث میں ہے تین قسم کے لوگوں کی مدد اللہ تعالیٰ کے ذمے حق ہے وہ غازی جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہو وہ مکاتب غلام اور قرضدار جو ادائیگی کی نیت رکھتا ہو وہ نکاح کرنے والا جس کا ارادہ بدکاری سے محفوظ رہنے کا ہو۔ ③ کسی نے حضور اکرم ﷺ سے کہا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتلائیے جو مجھے جنت سے قریب اور دوزخ سے دور کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”نسمہ آزاد کر اور گردن خلاصی کر۔“ اس نے کہا کیا یہ دونوں ایک ہی چیز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں نسمہ کی آزادی تو یہ ہے کہ تو اکیلا ہی کسی غلام کو آزاد کر دے اور گردن خلاصی یہ ہے کہ تو بھی اس میں جو تجھ سے ہو سکے مدد کرے“ ④ قرضدار ان کی بھی کئی قسمیں ہیں ایک شخص دوسرے کا بوجھ اپنے اوپر لے لے کسی کے قرض کا آپ ضامن بن جائے پھر اس کا مال اٹھ جائے یا وہ خود قرضدار بن جائے یا کسی نے برائی پر قرض اٹھایا ہو اور اب وہ توبہ کر لے پس انہیں مال زکوٰۃ دیا جائے گا کہ یہ قرض ادا کر دیں۔ اس مسئلے کی اصل فقہیہ بن مخرق ہلالی رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ میں نے دوسرے کا حوالہ اپنی طرف لیا تھا پھر میں حضور اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا ”تم ٹھہرو ہمارے پاس مال صدقہ آئے گا تو ہم اس میں سے تمہیں دیں گے۔“ پھر فرمایا ”فقہیہ سن تین قسم کے لوگوں کو ہی سوال حلال ہے ایک تو وہ جو ضامن پڑے پس اس رقم کے پورا ہونے تک اسے سوال جائز ہے پھر سوال نہ کرے۔ دوسرا وہ جس کا مال کسی آفت ناگہانی سے ضائع ہو جائے اسے بھی سوال کرنا

① صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب علامات النبوة فی الإسلام، ۳۶۱۰؛ صحیح مسلم، ۱۰۶۶؛ ابودود، ۴۷۶۶؛ مسند ابی یعلیٰ، ۱۱۶۳۔ ② الطبری، ۱۴/۳۱۷۔ ③ ترمذی، کتاب فضائل الجہاد، باب ماجاء فی المجاہد والناکح..... ۱۶۵۵ وسندہ حسن، نسائی، ۳۲۲۰؛ ابن ماجہ ۲۵۱۸/۲۵۱؛ ابن حبان ۴۰۳۰؛ حاکم، ۱۶۰/۲۔ ④ احمد، ۴/۲۹۹ وسندہ صحیح، مسند الطیالسی، ۷۳۹؛ بیہقی، ۱۰/۲۷۲؛ ابن حبان ۳۷۴؛ مجمع الزوائد، ۴/۲۶۰۔

درست ہے یہاں تک کہ پیٹ بھرائی ہو جائے، تیسرا وہ شخص جس پر فاقہ گزرنے لگے اور اس کی قوم کے تین ذی ہوش لوگ اس کی شہادت کے لئے کھڑے ہو جائیں کہ ہاں بے شک فلاں شخص پر فاقہ گزرنے لگے ہیں، اسے بھی مانگ لینا جائز ہے تا وقتیکہ اس کا سہارا ہو جائے اور سامان زندگی مہیا ہو جائے، ان کے سوا اوروں کو سوال کرنا حرام ہے اگر وہ مانگ کر کچھ لے کر کھائیں گے تو حرام کھائیں گے“ ① (مسلم شریف) ایک شخص نے زمانہ نبوی میں ایک باغ خرید اقدت رب سے آسمانی آفت سے باغ کا پھل مارا گیا اس سے وہ بہت قرض دار ہو گیا۔ حضور اکرم ﷺ نے اس کے قرض خواہوں سے فرمایا کہ ”تمہیں جو طے لے لو۔ اس کے سوا تمہارے لئے اور کچھ نہیں“ ② (مسلم)۔ آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”ایک قرض دار کو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن بلا کر اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا کہ تو نے قرض کیوں لیا اور کیوں رقم ضائع کر دی؟ جس سے لوگوں کے حقوق برباد ہوئے۔ وہ جواب دے گا کہ اے اللہ! تجھے خوب علم ہے میں نے یہ رقم کھائی نہ بی نہ اڑائی بلکہ میرے ہاں سے مثلاً چوری ہو گئی یا آگ لگ گئی یا کوئی اور آفت آگئی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرا بندہ سچا ہے آج تیرے قرض کے ادا کرنے کا سب سے زیادہ مستحق میں ہی ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ کوئی چیز منگوا کر اس کی نیکیوں کے پلڑے میں رکھ دے گا جس سے نیکیاں برائیوں سے بڑھ جائیں گی اور اللہ تبارک و تعالیٰ اسے اپنے فضل و رحمت سے جنت میں لے جائے گا“ ③ (مسند احمد)۔ اللہ کی راہ میں وہ مجاہدین غازی داخل ہیں جن کا دفتر میں کوئی حق نہیں ہوتا۔ حج بھی اللہ کی راہ میں داخل ہے۔ مسافر جو سفر میں بے سر و سامان رہ گیا ہو اسے بھی مال زکوٰۃ سے اتنی رقم دی جائے جس سے وہ اپنے شہر پہنچ سکے گو وہ اپنے ہاں مالدار ہی ہو۔ یہی حکم ان کا بھی ہے جو اپنے شہر سے سفر کو جانے کا قصد رکھتے ہوں لیکن مال نہ ہو تو اسے بھی سفر خرچ مال زکوٰۃ سے دینا جائز ہے جو اسے آمد و رفت کے لئے کافی ہو۔ آیت کے اس لفظ کی دلیل کے علاوہ ابوداؤد وغیرہ کی یہ حدیث بھی اس کی دلیل ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”المدار پر زکوٰۃ حرام ہے۔ بجز پانچ قسم کے مالداروں کے ایک تو وہ جو زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہو، دوسرا وہ جو مال زکوٰۃ کی کسی چیز کو اپنے مال سے خرید لے، تیسرا قرض دار جو تھا راہ الہی کا غازی مجاہد۔ پانچواں وہ جسے کوئی مسکین بطور تحفے کے اپنی کوئی چیز جو زکوٰۃ میں اسے ملی ہو دے۔“ ④ اور روایت میں ہے ”زکوٰۃ مالدار کے لئے حلال نہیں مگر فی سبیل اللہ جو ہو اور جو مسافرت میں ہو اور جسے اس کا کوئی مسکین پڑوسی بطور تحفے ہدیے کے دے یا اپنے ہاں بلا لے۔“ ⑤ زکوٰۃ کے ان آٹھوں مصارف کو بیان فرما کر پھر ارشاد ہوتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض ہے یعنی مقدر ہے اللہ تعالیٰ کی تقدیر اس کی تقسیم اور اس کے فرض کرنے سے۔ اللہ تعالیٰ ظاہر و باطن کا عالم ہے اپنے بندوں کی مصلحتوں سے واقف ہے، وہ اپنے قول فعل شریعت اور حکم میں حکمت والا ہے۔ بجز اس کے کوئی بھی لائق عبادت نہیں نہ اس کے سوا کوئی کسی کا پالنے والا ہے۔

- ① صحیح مسلم، کتاب الزکاة، باب ومن لا تحل له المسئلة، ۱۱۰۴۴؛ ابوداؤد، ۱۶۶۴۰؛ ابن ابی شیبہ، ۳/۲۱۰؛ دارمی، ۱/۳۹۶؛ مسند الطیالسی، ۱۳۲۷۔
- ② صحیح مسلم، کتاب المساقاة، باب استحباب الوضع من الدین، ۱۵۵۶؛ ابوداؤد، ۳۴۶۹؛ ترمذی، ۴۵۵؛ ابن ماجہ، ۲۳۵۶؛ احمد، ۳/۳۶۔
- ③ احمد، ۱/۱۹۷، ۱۹۸؛ وسندہ ضعیف، مسند البزار، ۱۳۳۳؛ اس کی سند میں صدقہ بن موسیٰ الدقیقی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۲/۳۱۳، رقم: ۳۸۷۹)
- ④ ابوداؤد، کتاب الزکاة، باب ومن یجوز له اخذ الصدقة وهو غنی، ۱۶۳۵؛ وهو صحیح، ابن ماجہ، ۱۸۴۱۔
- ⑤ ابوداؤد، حوالہ سابق، ۱۶۳۷؛ وسندہ ضعیف، ابن ابی شیبہ، ۳/۲۱۰؛ بیہقی، ۷/۲۳؛ احمد، ۳/۳۱، اس کی سند میں عطیہ العوفی مجروح راوی ہے (التقریب، ۲/۲۴، رقم: ۴۱۶)

وَمِنْهُمْ الَّذِينَ يُؤْذُونَ النَّبِيَّ وَيَقُولُونَ هُوَ أُذُنٌ ۗ قُلْ أُذُنٌ خَيْرٌ لَّكُمْ يُؤْمِنُ
 بِاللَّهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِينَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ ۗ وَالَّذِينَ يُؤْذُونَ رَسُولَ
 اللَّهِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٦١﴾ يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ لِيُرْضُوكُمْ ۗ وَاللَّهُ وَرَسُولُهُ أَحَقُّ أَنْ
 يُرْضَوْهُ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ ﴿٦٢﴾ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّهُ مَن يُجَادِدِ اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَأَنَّ لَهُ نَارَ
 جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيهَا ۗ ذَلِكَ الْخِزْيُ الْعَظِيمُ ﴿٦٣﴾

ترجمہ: ان میں سے وہ بھی ہیں جو پیغمبر کو ایذا دیتے ہیں اور کہتے ہیں بلکہ کان کا ہے تو کہہ دے کہ وہ کان تمہارے بھٹلے کے لئے ہے وہ اللہ
 تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اور مسلمانوں کی بات کا یقین کرتا ہے اور تم میں سے جو اہل ایمان ہیں یہ ان کے لئے رحمت ہے رسول
 اللہ ﷺ کو جو لوگ ایذا دیتے ہیں ان کے لئے دکھ کی مار ہے۔ [۶۱] محض تمہیں خوش کرنے کے لئے تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کی قسمیں
 کھا جاتے ہیں حالانکہ اگر یہ ایمان دار ہوتے تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول رضامند کرنے کے زیادہ مستحق تھے۔ [۶۲] کیا یہ نہیں جانتے کہ جو
 بھی اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مخالفت کرے اس کے لئے جہنم دوزخ کی آگ ہے جس میں وہ ہمیشہ رہنے والا ہے یہ ہے
 زبردست رسوائی۔ [۶۳]

نبی ﷺ اور منافقین کی ایذا رسوائی: [آیت: ۶۱] منافقوں کی ایک جماعت بڑی موذی ہے اپنی باتوں سے پیغمبر الہی ﷺ
 کو دکھ پہنچاتی ہے اور کہتی ہے کہ یہ نبی تو کانوں کا بڑا ہی کچا ہے جس سے جو سامان لیا۔ جب ہم اس کے پاس جائیں گے اور قسمیں
 کھائیں گے وہ ہماری بات بھی باور کر لے گا۔ اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ بہتر کانوں والا اچھی سننے والا ہے وہ صادق و کاذب کو
 خوب جانتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی باتیں مانتا ہے اور باایمان لوگوں کی سچائی بھی جانتا ہے وہ مؤمنوں کے لئے رحمت ہے اور بے
 ایمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کی حجت ہے رسول اللہ ﷺ کے ستانے والے کے لئے دکھ کی مار ہے۔

منافقین کی جھوٹی قسمیں: [آیت: ۶۲-۶۳] واقعہ یہ ہوا تھا کہ منافقوں میں سے ایک شخص کہہ رہا تھا کہ ہمارے سردار اور رئیس
 بڑے ہی عقلمند دانا اور تجربہ کار ہیں اگر محمد ﷺ کی باتیں حق ہوتیں تو یہ کیا ایسے بیوقوف تھے کہ انہیں نہ مانتے۔ یہ بات ایک سچے
 مسلمان صحابی رضی اللہ عنہ نے سن لی اور اس نے کہا واللہ! حضور اکرم ﷺ کی سب باتیں بالکل سچ ہیں اور ان نہ ماننے والوں کی بیوقوفی اور
 کودن پنے میں کوئی شک نہیں۔ جب یہ صحابی رضی اللہ عنہ دربار نبوت میں حاضر ہوئے تو یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے اس شخص کو بلوا
 بھیجا لیکن وہ سخت قسمیں کھا کھا کر کہنے لگا کہ میں نے تو یہ بات کہی ہی نہیں یہ تو مجھ پر تہمت باندھتا ہے۔ اس صحابی رضی اللہ عنہ نے دعا کی کہ
 پروردگار تو سچے کو سچا اور جھوٹے کو جھوٹا کر دکھا۔ اس پر یہ آیت شریف نازل ہوئی۔ ① کیا ان کو یہ بات معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور
 رسول اللہ ﷺ کے مخالف ابدی جہنمی ہیں ذلت و رسوائی عذاب دوزخ بھگتنے والے ہیں اس سے بڑھ کر شومئی طالع اس سے زیادہ

رسوائی اس سے بڑھ کر شقاوت اور کیا ہوگی۔

يَحْذَرُ الْمُنَافِقُونَ أَنْ تَنْزَلَ عَلَيْهِمْ سُورَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِي قُلُوبِهِمْ قُلْ
اسْتَهِزَّؤُوا إِنَّا لِلَّهِ مُخْرِجُونَ مَا تَحْذَرُونَ ۝ وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ لَيَقُولُنَّ إِنَّمَا كُنَّا
نَخَوِضُ وَنَلْعَبُ قُلْ يَا لِلَّهِ وَإِيَّاهِ وَرَسُولِهِ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُونَ ۝ لَا تَعْتَذِرُوا قَدْ
كَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ إِنَّ نَعْفَ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ يُعَذِّبُ طَآئِفَةً بِأَنَّهُمْ كَانُوا

مُجْرِمِينَ ۝

ترجمہ: منافقوں کو ہر وقت اس بات کا کھانگا رہتا ہے کہ کہیں مسلمانوں پر کوئی سورت نہ اترے جو ان کے دلوں کی باتیں انہیں بتلا دے کہہ دے کہ تم مذاق اڑاتے رہو یقیناً اللہ تعالیٰ اسے ظاہر کرنے والا ہے جس سے تم ڈر دیک رہے ہو۔ [۶۳] اگر تو ان سے پوچھے تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم تو یونہی آپس میں ہنس بول رہے تھے تو کہہ دے کہ اللہ اس کی آیتیں اور اس کا رسول ہی تمہارے ہنسی مذاق کے لئے رہ گئے ہیں [۶۵] تم بہانے نہ بناؤ یقیناً تم اپنے ایمان کے بعد بے ایمان ہو گئے اگر ہم تم میں سے کچھ لوگوں سے درگزر بھی کر لیں تو کچھ لوگوں کو ان کے جرم کی سنگین سزا بھی دیں گے۔ [۶۶]

منافقوں کو ہر وقت اپنے نفاق کے ظاہر ہونے کا ڈر رہتا ہے: [آیت: ۶۳-۶۶] آپس میں بیٹھ کر باتیں تو گانتھ لیتے لیکن پھر خوفزدہ رہتے کہ کہیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسلمانوں کو بذریعہ وحی الہی خبر نہ ہو جائے۔ اور آیت میں ہے تیرے سامنے آ کر وہ وہ دعائیں دیتے ہیں جو اللہ تعالیٰ نے نہیں دیں پھر اپنے جہی میں اکڑتے ہیں کہ ہمارے اس قول پر اللہ تعالیٰ ہمیں کوئی سزا کیوں نہیں کرتا ان کے لئے جہنم کی کافی سزا موجود ہے جو بدترین جگہ ہے۔ ① یہاں فرماتا ہے دینی باتوں، مسلمانوں کی حالتوں پر دل کھول کر مذاق اڑاؤ اللہ تعالیٰ بھی وہ کھول دے گا جو تمہارے دلوں میں ہے یاد رکھو ایک دن رسوا اور فضیلت ہو کر رہو گے۔ چنانچہ فرمان ہے کہ یہ بیمار دل لوگ یہ نہ سمجھیں کہ ان کے دلوں کی بدیاں ظاہر ہی نہ ہوں گی، ہم تو انہیں اس قدر نصیحت کریں گے اور ایسی نشانیاں تیرے سامنے رکھ دیں گے کہ تو ان کے لب و لہجے سے ہی انہیں پہچان لے۔ ② اس سورت کا نام ہی سورہ الفاضلہ ہے اس لئے کہ اس نے منافقوں کی قلبی کھول دی۔ ③

منافقین کا اللہ نبی اور قرآن سے استہزاء: ایک منافق کہہ رہا تھا کہ ہمارے یہ قرآن خواں لوگ بڑے پیڑ بڑے لباڑ اور بڑے بزدل ہیں۔ حضور اکرم ﷺ کے پاس جب اس کا ذکر ہوا تو یہ عذر پیش کرتا ہوا آیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! ہم تو یونہی وقت گزاری کے لئے ہنس بول رہے تھے آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں تمہاری ہنسی کے لئے اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ اور قرآن ہی رہ گیا ہے“ ④ یاد رکھو اگر کسی کو ہم معاف کر دیں گے تو کسی کو سخت سزا بھی کریں گے اس وقت حضور اکرم ﷺ اپنی اونٹنی پر سوار جا رہے تھے یہ منافق آپ ﷺ کی تلوار پر ہاتھ رکھے پتھروں سے ٹھوکریں کھاتا ہوا یہ کہتا ہوا ساتھ ساتھ جا رہا تھا آپ ﷺ اس کی طرف دیکھتے بھی نہ تھے جس مسلمان نے اس کا یہ قول سنا تھا اس نے اسی وقت اسے جواب بھی دیا تھا کہ تو بکتا ہے جھوٹا ہے تو منافق ہے۔ یہ واقعہ جنگ =

② ۴۷ / محمد: ۲۹۔

① ۵۸ / المجادلہ: ۸۔

④ الطبری، ۱۴ / ۳۳۳ یہ روایت مرسل ہے۔

③ الطبری، ۱۴ / ۳۳۲۔

الْمُنْفِقُونَ وَالْمُنْفِقَاتُ بَعْضُهُمْ مِّنْ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ
 الْمَعْرُوفِ وَيَقْبِضُونَ أَيْدِيَهُمْ نَسُوا اللَّهَ فَنَسِيَهُمْ إِنَّ الْمُنْفِقِينَ هُمُ
 الْفٰسِقُونَ ۝ وَعَدَّ اللَّهُ الْمُنْفِقِينَ وَالْمُنْفِقَاتِ وَالْكٰفِرَانَ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِينَ فِيهَا
 هِيَ حَسْبُهُمْ وَلَعْنَاهُمْ اللَّهُ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝ كَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوا أَشَدَّ
 مِنْكُمْ قُوَّةً وَأَكْثَرَ أَمْوَالًا وَأَوْلَادًا فَاسْتَمْتَعُوا بِخَلْقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلْقِكُمْ كَمَا
 اسْتَمْتَعَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ بِخَلْقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِي خَاصُوا وَلَيْكَ حَبِطَتْ
 أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَأُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُونَ ۝

ترجمہ: تمام منافق مرد و عورت آپس میں ایک ہی ہیں یہ بری باتوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلی باتوں سے روکتے ہیں اور اپنی ٹہنی بند رکھتے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کو بھول گئے اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں بھلا دیا ہے شک منافق ہی فاسق و بدکردار ہیں [۶۷] اللہ تعالیٰ ان منافق مردوں عورتوں اور کافروں سے جہنم کی آگ کا وعدہ کر چکا ہے جہاں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں وہی انہیں کافی ہے ان پر اللہ تعالیٰ کی پھینکا رہے اور ان ہی کے لئے دائمی عذاب ہے۔ [۶۸] مثل ان لوگوں کے جو تم سے پہلے تھے تم سے وہ زیادہ قوت والے تھے اور زیادہ مال و اولاد والے تھے پس وہ اپنا دینی حصہ برت گئے پھر تم نے بھی اپنا حصہ برت لیا جیسے تم سے پہلے کے لوگ اپنے حصے سے فائدہ مند ہوئے تھے اور تم نے بھی اسی طرح نذاقانہ بحث کی جیسے کہ انہوں نے کی تھی ان کے اعمال دنیا اور آخرت میں غارت ہوئے یہی لوگ نقصان پانے والے ہیں۔ [۶۹]

تبوک کے موقعہ کا ہے مسجد میں اس نے یہ ذکر کیا تھا۔ (ف) سیرت ابن اسحاق میں ہے کہ تبوک جاتے ہوئے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ منافقوں کا ایک گروہ بھی تھا جن میں ودیعہ بن ثابت اور خشعی بن حمیر وغیرہ تھے۔ یہ آپس میں کہہ رہے تھے کہ نصرانیوں کی لڑائی کو عربوں کی آپس کی لڑائی جیسی سمجھنا سخت خطرناک غلطی ہے اچھا ہے انہیں وہاں پٹے دو ہم بھی یہاں ان کی درگت بنائیں گے۔ اس پر ان کے دوسرے سردار خشعی نے کہا بھائی ان باتوں کو چھوڑ دو ورنہ یہ ذکر پھر قرآن میں آئے گا، کوڑے کھا لینا ہمارے نزدیک تو اس رسوائی سے بہتر ہے۔ آگے آگے یہ لوگ یہ تذکرے کرتے جا ہی رہے تھے کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے فرمایا ”جانا ذرا دیکھنا یہ لوگ جل گئے ہیں ان سے پوچھ تو کہہ یہ کیا ذکر کر رہے تھے اگر یہ انکار کریں تو کہنا کہ تم یہ یہ باتیں کر رہے تھے۔“ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے جا کر ان سے یہ کہا یہ حضور اکرم ﷺ کے پاس آئے اور عذر معذرت کرنے لگے کہ حضور! ہنسی ہنسی میں ہمارے منہ سے ایسی بات نکل گئی۔ ودیعہ نے تو یہ کہا لیکن خشعی بن حمیر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ میرا اور میرے باپ کا نام ملاحظہ فرمائیے پس اس وجہ سے یہ لغو حرکت اور حماقت مجھ سے سرزد ہوئی معاف فرمایا جاؤں۔ پس اس سے جناب باری تعالیٰ نے درگزر فرمایا اور اس آیت میں اسی سے درگزر فرمانے کا ذکر بھی ہوا ہے اس کے بعد اس نے اپنا نام بدل لیا عبدالرحمن نام رکھا سچا مسلمان بن گیا اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ اللہ مجھے اپنی راہ میں شہید کرے تاکہ یہ دھبہ وھل جائے۔ چنانچہ یمامہ والے دن یہ بزرگ شہید کر دیئے گئے اور ان کی نعش بھی نہ ملی ان منافقوں نے بطور طعنہ زنی کے کہا تھا کہ لیجئے کیا آنکھیں پھٹ گئی ہیں اب یہ چلے ہیں کہ رومیوں کے قلعے اور ان

کے محلات فتح کریں بھلا اس عقل مندی اور دور بینی کو تو دیکھئے۔ جب حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے ان کی ان باتوں پر مطلع کر دیا تو یہ صاف منکر ہو گئے اور قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم نے یہ بات نہیں کہی ہم تو آپس میں ہنسی کھیل رہے تھے۔ ہاں ان میں سے ایک شخص تھا جسے ان شاء اللہ تعالیٰ نے معاف فرما دیا ہو گا یہ کہا کرتا تھا کہ اللہ میں تیرے پاک کلام کی ایک آیت سنتا ہوں جس میں میرے گناہ کا ذکر ہے جب بھی سنتا ہوں میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں اور میرا دل کپکپانے لگتا ہے پروردگار تو میری تو یہ قبول فرما اور مجھے اپنی راہ میں شہید کر اور اس طرح کہ نہ کوئی مجھے غسل دے نہ کفن دے نہ دفن کرے۔ یہی ہوا جنگ یمامہ میں یہ شہدا کے ساتھ شہید ہوئے تمام شہدا کی لاشیں مل گئیں لیکن ان کی نعش کا پتہ ہی نہ چلا۔ ① جناب باری تعالیٰ کی طرف سے اور منافقوں کو جواب ملا کہ اب بہانے نہ بناؤ تم گوزبانی ایماندار بنے تھے لیکن اب اسی زبان سے تم کافر ہو گئے۔ یہ قول کفر کا کلمہ ہے کہ تم نے اللہ تعالیٰ و رسول اللہ ﷺ اور قرآن کی ہنسی اڑائی، ہم اگر کسی سے درگزر بھی کر جائیں لیکن تم سب سے یہ معاملہ نہیں ہو گا تمہارے اس جرم اور اس بدترین خطا اور اس مقولہ کفر کی سخت ترین سزا تمہیں بھگتنی پڑے گی۔

منافقوں کی مزید علامات کا تذکرہ: [آیت: ۶۷-۶۹] منافقوں کی خصالتیں مؤمنوں کے بالکل برخلاف ہوتی ہیں۔ مؤمن بھلائیوں کا حکم کرتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں منافق برائیوں کا حکم دیتے ہیں اور بھلائیوں سے منع کرتے ہیں، مؤمن سچی ہوتے ہیں منافق بخیل ہوتے ہیں، مؤمن ذکر اللہ میں مشغول رہتے ہیں منافق یاد الہی بھلائے رہتے ہیں۔ اسی کے بدلے اللہ تعالیٰ بھی ان کے ساتھ وہ معاملہ کرتا ہے جیسے کسی کو کوئی بھول گیا ہو۔ قیامت کے دن یہی ان سے کہا جائے گا کہ آج ہم تمہیں ٹھیک اسی طرح بھلا دیں گے جیسے تم اس دن کی ملاقات کو بھلائے ہوئے تھے۔ ② منافق راہ حق سے دور ہو گئے ہیں گمراہی کی چکر دار بھول بھلیوں میں پھنس گئے ہیں، ان منافقوں اور کافروں کی ان بد اعمالیوں کی سزا ان کے لئے اللہ تعالیٰ جہنم کو مقرر فرما چکا ہے جہاں وہ ابد آلا بات تک رہیں گے وہاں کا عذاب انہیں بس ہو گا انہیں رب رحیم اپنی رحمت سے دور کر چکا ہے اور ان کے لئے اس نے دائمی اور دیر پا عذاب رکھے ہیں۔

ظالموں کے انجام سے عبرت حاصل کرو: ان لوگوں کو بھی اگلے لوگوں کی طرح کے عذاب پہنچنے خلاق سے مراد یہاں دین ہے جیسے اگلے لوگ جھوٹ اور باطل میں کودتے پھاندتے رہے ایسے ہی ان لوگوں نے بھی کیا۔ ان کے یہ فاسد اعمال اکارت گئے نہ دنیا میں سود مند ہوئے نہ آخرت میں ثواب دلانے والے ہوئے یہی صریح نقصان ہے کہ عمل کیا اور ثواب نہ ملا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں جیسے آج کی رات کل کی رات سے مشابہ ہوتی ہے اسی طرح اس امت میں بھی یہودیوں کی مشابہت آگئی۔ میرا تو خیال ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ہے ”اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ تم ان کی پیروی کرو گے یہاں تک کہ اگر ان میں سے کوئی گواہ (جانور) کے سوراخ میں داخل ہوا ہے تو تم بھی اس میں گھسو گے۔“ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ”اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم اپنے سے پہلے کے لوگوں کے طریقوں کی تابعداری کرو گے بالکل بالشت بہ بالشت اور ذراع بہ ذراع اور ہاتھ بہ ہاتھ یہاں تک کہ وہ اگر کسی گواہ کے بل میں گھے ہیں تو یقیناً تم بھی گھسو گے۔“ لوگوں نے پوچھا اس سے مراد آپ ﷺ کی کون لوگ ہیں، کیا اہل کتاب۔ آپ ﷺ نے فرمایا اور کون۔ اس حدیث کو بیان فرما کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو قرآن کے ان لفظوں کو پڑھ لو ﴿تَمَّالِدِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ③ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں خلاق سے مراد دین ہے۔ اور تم نے بھی اسی طرح کا خوض کیا جس طرح کا انہوں نے۔ لوگوں نے پوچھا کیا فارسیوں اور رومیوں کی طرح؟ آپ ﷺ نے فرمایا =

الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمُ نُوحٍ وَعَادٌ وَكَمُودٌ وَقَوْمُ إِبْرَاهِيمَ
وَأَصْحَابِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكَةَ أَتَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانَ اللَّهُ لِيَظْلِمَهُمْ
وَلَكِنْ كَانُوا أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُونَ ۝ وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ
يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ
وَيُطِيعُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ ۝ أُولَئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللَّهُ ۝ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ۝

تسکین کیا انہیں اپنے پہلے کے لوگوں کی خبریں نہیں پہنچیں تو نوح اور عاد اور ثمود اور قوم ابراہیم اور اہل مدین اور اہل مؤتفکات ان کے پاس ان کے پیغمبر دلیلیں لے کر پہنچے اللہ تعالیٰ ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرے بلکہ انہوں نے خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا۔ [۷۰-۷۱] مومن مرد و عورت آپس میں ایک دوسرے کے مدد و معاون اور دوست ہیں بھلائیاں سکھاتے ہیں اور برائیوں سے روکتے ہیں نمازوں کو پابندی سے بجالاتے ہیں زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اللہ تعالیٰ کی اور اس کے رسول ﷺ کی مانتے رہتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ بہت جلد رحم فرمائے گا بے شک اللہ تعالیٰ عزت و غلبے والا حکمت و درست کاری والا ہے۔ [۷۱]

۱۔ ”اور لوگ ہیں ہی کون۔“ اس حدیث کے شواہد صحیح احادیث میں بھی ہیں۔ ①

دشمنان دین کے انجام سے عبرت پکڑو: [آیت: ۷۰-۷۱] ان بد کردار منافقوں کو وعظ سنایا جا رہا ہے کہ اپنے سے پہلے کے اپنے جیسوں کے حالات پر عبرت کی نظر ڈالو دیکھو کہ نبیوں کی تکذیب کیا پھل لائی؟ قوم نوح کا غرق ہونا سوائے مسلمانوں کے کسی کا نہ پہنچایا کرو عاد یوں کا ہود علیہ السلام کے نہ ماننے کی وجہ سے ہوا کے جھوکوں سے تباہ ہونا یاد کرو ثمود یوں کا حضرت صالح علیہ السلام کے جھٹلانے اور اللہ کی نشانی اونٹنی کے کاٹ ڈالنے سے ایک جگر دوز کڑا کی کے آواز سے تباہ و برباد ہونا یاد کرو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دشمنوں کے ہاتھوں سے بچ جانا اور ان کے دشمنوں کا عارت ہونا نمرود بن کنعان بن کوش جیسے بادشاہ کا مع اپنے لاؤ لشکر کے تباہ ہونا نہ بھولو وہ سب لعنت کے مارے بے نشان کر دیئے گئے قوم شعیب انہی بد کردار یوں اور کفر کے بدلے زلزلے سے اور سائبان والے دن کے عذاب سے تباہ و بالاکردی گئی جو مدین کی رہنے والی تھی قوم لوط جن کی بستیاں الٹی پڑی ہیں مدین اور سدوم وغیرہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی اپنے نبی لوط علیہ السلام کے نہ ماننے اور اپنی بد فعلی نہ چھوڑنے کے باعث ایک ایک کو پیوند زمین کر دیا ان کے پاس ہمارے رسول ہماری کتاب اور کھلے معجزے اور صاف دلیلیں لے کر پہنچے لیکن انہوں نے ایک مان کر نہ دی بالآخر اپنے ظلم سے آپ برباد ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے حق واضح کر دیا کتاب اتا ردی رسول بھیج دیئے حجت ختم کر دی لیکن یہ رسولوں کے مقابلے پر آمادہ ہوئے کتاب الہی کی تعمیل سے بھاگے حق کی مخالفت کی پس لعنت الہی اتری اور انہیں خاک سیاہ کر گئی۔

مسلمان ایک دوسرے کے دست و بازو ہیں: منافقوں کی بد خصلتیں بیان فرما کر مسلمانوں کی نیک صفیوں بیان فرما رہا ہے کہ یہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ایک دوسرے کا دست و بازو بنے رہتے ہیں۔ صحیح حدیث میں ہے کہ ”مؤمن مؤمن کے لئے مثل دیوار کے ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو تقویت پہنچاتا اور مضبوط کرتا ہے۔“ آپ ﷺ نے یہ فرماتے ہوئے اپنے ہاتھوں کی انگلیاں =

وَعَدَ اللَّهُ الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا
وَمَسْكَنٍ طَيِّبَةٍ فِي جَنَّاتٍ عَدْنٍ ط وَرِضْوَانٍ مِّنَ اللَّهِ أَكْبَرُ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ

الْعَظِيمُ ٤

ترجمہ: ان ایمان دار مردوں عورتوں سے اللہ تعالیٰ نے ان جنتوں کا وعدہ فرمایا ہے جن کے نیچے نہریں لہریں لے رہی ہیں جہاں وہ ہمیشہ
بمش رہنے والے ہیں اور ان صاف سحرے پاکیزہ محلات کا جو ان بیگنی والی جنتوں میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی سب سے بڑی
چیز ہے یہی زبردست کامیابی ہے۔ [۴۲]

= ایک دوسری میں ڈال کر دکھا بھی دیا۔ ① اور صحیح حدیث میں ہے کہ ”مؤمن اپنی دوستیوں اور سلوکوں میں مثل ایک جسم کے ہیں کہ
ایک حصے کو بھی اگر تکلیف ہو تو تمام جسم بیماری اور بے داری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ ② یہ پاک نفس لوگ اوروں کی تربیت سے بھی
غافل نہیں رہتے سب کو بھلایاں سکھاتے ہیں اچھی باتیں بتلاتے ہیں برے کاموں سے بڑی باتوں سے امکان بھر رکھتے ہیں۔“ حکم
الہی بھی یہی ہے فرماتا ہے تم میں ایک جماعت ضرور ایسی ہونی چاہئے جو بھلائیوں کا حکم کرے برائیوں سے منع کرے۔ ③ یہ نمازی
ہوتے ہیں ساتھ ہی زکوٰۃ بھی دیتے ہیں تاکہ ایک طرف اللہ تعالیٰ کی عبادت ہو دوسری جانب مخلوق کی دل جوئی ہو اللہ تعالیٰ ورسول
اللہ ﷺ کی اطاعت ہی ان کا دلچسپ مشغلہ ہے جو حکم ملا بجالائے جس سے روکار گئے یہی لوگ ہیں جو رحم ربانی کے مستحق ہیں
یہی صفیں ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی طرف لپکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیز ہے وہ اپنے فرمانبرداروں کی خود بھی عزت کرتا ہے اور
انہیں ذی عزت بنا دیتا ہے۔ دراصل عزت اللہ ہی کے لئے ہے اور اس نے اپنے رسولوں اور اپنے ایماندار غلاموں کو بھی عزت دے
رکھی ہے۔ اس کی حکمت ہے کہ ان میں یہ صفیں رکھیں اور منافقوں میں وہ خصلتیں رکھیں۔ اس کی حکمت کی تہہ کو کون پہنچ سکتا ہے جو
چاہے کرے۔ وہ برکتوں والا اور بلند یوں والا ہے۔

مؤمنین اور جنت کے حسین مناظر: [آیت: ۴۲] مؤمنوں کی ان نیکیوں پر جو اجر و ثواب انہیں ملے گا اس کا بیان ہو رہا ہے کہ
ابدی نعمتیں بیگنی کی راحتیں باقی رہنے والی جنتیں جہاں قدم قدم پر خوشگوار پانی کے چشمے ابل رہے ہیں جہاں بلند بالا خوبصورت حزیں
صاف سحرے آرائش وزینائش والے محلات اور مکانات ہیں۔ حضور ﷺ فرماتے ہیں ”دو جنتیں تو صرف سونے کی ہیں ان کے برتن
اور جو کچھ بھی وہاں ہے سب سونے ہی سونے کا ہے اور دو جنتیں چاندی کی ہیں برتن بھی اور کل چیزیں بھی ان میں اور دیدار الہی میں کوئی
حجاب بجز اس کبریائی کی چادر کے نہیں جو اللہ جل و علا کے چہرے پر ہے یہ جنت عدن میں ہوں گے۔“ ① اور حدیث میں ہے کہ
”مؤمن کے لئے جنت میں ایک خیمہ ہوگا ایک ہی موتی کا بنا ہوا اس کا طول ساٹھ میل کا ہوگا۔ مؤمن کی بیویاں وہیں ہوں گی جن کے
پاس یہ آتا جاتا رہے گا لیکن ایک دوسرے کو دکھائی نہ دیں گی۔“ ⑤ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ ”جو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ پر

① صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب نصر المظلوم ۲۴۴۶؛ صحیح مسلم ۲۵۸۵؛ ترمذی ۱۹۲۸؛ احمد، ۴/۴۰۴۔

② صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الناس والبهائم ۶۰۱۱؛ صحیح مسلم ۲۵۸۶؛ احمد، ۴/۲۷۰؛ مسند حمیدی

۹۱۹؛ مسند الطیالسی ۷۹۰۔ ③ ۳/ال عمران: ۱۰۴۔ ④ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ

﴿وجوه یومئذ ناضرة إلی ربہا ناظرة.....﴾ ۷۴۴۴؛ صحیح مسلم ۱۸۰؛ ترمذی ۵۸۲۸؛ ابن ماجہ ۱۸۶؛ احمد، ۴/۴۱۱۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الرحمن باب ﴿حور مقصورات فی النیام﴾ ۴۸۷۹؛ صحیح مسلم ۲۸۳۸۔

ایمان لائے نماز قائم رکھے رمضان کے روزے رکھے اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اسے جنت میں لے جائے اس نے ہجرت کی ہو یا اپنے وطن میں ہی رہا ہو۔“ لوگوں نے کہا پھر ہم اوروں سے بھی یہ حدیث بیان کر دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”جنت میں ایک سو درجے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی راہ کے مجاہدوں کے لئے بنایا ہے ہر درود درجوں میں اتنا ہی فاصلہ ہے جتنا زمین و آسمان میں پس جب بھی تم اللہ تعالیٰ سے جنت کا سوال کرو تو جنت الفردوس طلب کرو وہ سب سے اونچی اور سب سے بہتر جنت ہے جنتوں کی سب نہریں وہیں سے نکلتی ہیں اس کی چھت رحمان کا عرش ہے“ ① فرماتے ہیں ”اہل جنت جنتی بالا خانوں کو اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم آسمان کے چمکتے دکنے ستاروں کو دیکھتے ہو۔“ ②

یہ بھی معلوم رہے کہ تمام جنتوں میں خاص ایک اعلیٰ مقام ہے جس کا نام وسیلہ ہے کیونکہ وہ عرش سے بالکل ہی قریب ہے یہ جگہ ہے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ آپ ﷺ فرماتے ”جب تم مجھ پر درود پڑھو تو اللہ تعالیٰ سے میرے لئے وسیلہ طلب کیا کرو۔“ پوچھا گیا وسیلہ کیا ہے۔ فرمایا ”جنت کا وہ اعلیٰ درجہ جو ایک ہی شخص کو ملے گا اور مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے قوی امید ہے کہ وہ شخص میں ہی ہوں۔“ ③ آپ ﷺ فرماتے ہیں ”مؤذن کی اذان کا جواب دو جیسے کلمات وہ کہتا ہے تم بھی کہو پھر مجھ پر درود پڑھو جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں نازل فرماتا ہے پھر میرے لئے وسیلہ طلب کرو وہ جنت کی ایک منزل ہے جو تمام مخلوق اللہ میں سے ایک ہی شخص کو ملے گی مجھے امید ہے کہ وہ مجھے ہی عنایت ہوگی جو شخص میرے لئے اس وسیلے کی طلب کرے اس کے لئے میری شفاعت بروز قیامت حلال ہوگی۔“ ④ فرماتے ہیں ”میرے لئے اللہ تعالیٰ سے وسیلہ طلب کرو دنیا میں جو بھی میرے لئے وسیلے کی دعا کرے گا میں قیامت کے دن اس کا گواہ اور سفارشی بنوں گا۔“ ⑤ صحابہ رضی اللہ عنہم نے ایک دن آپ ﷺ سے پوچھا کہ یا رسول اللہ! ہمیں جنت کی باتیں سنائے اس کی بنا کس چیز کی ہے؟ فرمایا سونے چاندی کی اینٹوں کی اس کا گارہ خالص مشک ہے اس کے کنکر لولو اور یا قوت ہے اس کی مٹی زعفران ہے اس میں جو جائے گا وہ نعمتوں میں ہوگا جو کبھی خالی نہ ہوں وہ ہمیشہ کی زندگی پائے گا جس کے بعد موت کا کھٹکا بھی نہیں نہ اس کے کپڑے خراب ہوں نہ اس کی جوانی ڈھلے۔“ ⑥ فرماتے ہیں ”جنت میں ایسے بالا خانے ہیں جن کا اندر کا حصہ باہر سے نظر آتا ہے اور باہر کا اندر سے۔“ ایک اعرابی نے پوچھا حضور! یہ بالا خانے کن کے لئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”جو اچھا کلام کرے کھانا کھائے روزے رکھے اور راتوں کو لوگوں کے سونے کے وقت تہجد کی نماز ادا کرے۔“ ⑦ فرماتے ہیں ”کوئی ہے جو جنت کا شائق اور اس کے لئے محنت کرنے والا ہو تو اللہ جنت کی کوئی چار دیواری محدود کرنے والی نہیں وہ تو ایک چمکتا ہوا بقیع نور ہے اور مہکتا ہوا گلستان ہے اور بلند و بالا پاکیزہ محلات ہیں اور جاری و ساری لہریں مارنے والی نہریں ہیں اور گدرائے ہوئے اور پکے میوؤں کے گچھے ہیں اور خوش جمال خوبصورت پاک سیرت حوریں ہیں اور بیش قیمت رنگین ریشمی جوڑے ہیں مقام ہے پیشگی کا گھر ہے سلامتی کا میوے ہیں لدے پھدے سبز ہے پھیلا ہوا کشادگی اور راحت ہے امن و چین =

① صحیح بخاری، کتاب الجہاد، باب درجات المجاہدین فی سبیل اللہ، ۲۷۹۰؛ احمد، ۲/۳۳۵۔

② صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار ۶۵۵۵؛ صحیح مسلم، ۲۸۳۰؛ احمد، ۵/۳۴۰۔

③ ترمذی، کتاب المناقب، باب سلوا اللہ الی الوسيلة..... ۳۶۱۲ وهو صحیح، احمد، ۲/۲۶۵۔

④ صحیح مسلم، کتاب الصلاة، باب استحباب القول مثل قول المؤذن لمن سمعه..... ۳۸۴؛ ابوداؤد ۵۲۳؛ مسند ابی عوانہ،

۱/۳۳۶۔ ⑤ طبرانی فی الاوسط، ۶۳۷ وسندہ صحیح، مجمع الزوائد، ۱/۳۳۳۔

⑥ احمد، ۲/۳۰۴، ۳۰۵؛ ترمذی، ۲۵۲۶ وسندہ ضعیف زیاد الطالی کا سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔

⑦ ترمذی، کتاب صفة الجنة، باب ماجاء فی صفة غرف الجنة، ۲۵۲۷ وهو حسن، ابن ابی شیبہ، ۸/۶۲۵۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ
وَبِئْسَ الْمَصِيرُ ۝ يَخْلِفُونَ بِاللَّهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ
إِسْلَامِهِمْ وَهَتُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ
فَضْلِهِ ۚ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يَئِدْبِهِمْ اللَّهُ عَذَابًا أَلِيمًا ۚ فِي
الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَّالِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝

ترجمہ: اے نبی کافروں اور منافقوں سے جہاد جاری رکھ اور ان پر سختی کرتا رہ ان کی اصلی جگہ دوڑ ہے جو نہایت بدترین جگہ ہے۔ [۷۳]
یہ تمہیں کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے نہیں کہا حالانکہ یقیناً کفر کا کلمہ ان کی زبان سے نکل چکا ہے اور یہ اپنے اسلام کے بعد کافر ہو گئے ہیں
اور انہوں نے اس کام کا قصد بھی کیا جو پورا نہ کر سکے یہ صرف اسی بات کا انتقام لے رہے ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اور اس
کے رسول ﷺ نے دولت مند کر دیا اگر یہ اب بھی توبہ کر لیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر نہ توبہ کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں دنیا اور
آخرت میں دردناک عذاب کرے گا اور زمین بھر میں ان کا کوئی حمایتی اور مددگار نہ کھڑا ہوگا۔ [۷۴]

== ہے نعمت اور رحمت ہے عالیشان خوش منظر کو شک اور حویلیاں ہیں۔ "یہ سن کر لوگ بول اٹھے کہ حضور! ہم سب اس جنت کے مشتاق
اور اس کے حاصل کرنے کے کوشاں ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا "ان شاء اللہ کہو۔" پس لوگوں نے ان شاء اللہ کہا۔ ①
پھر فرماتا ہے ان تمام نعمتوں سے اعلیٰ اور بالاتر اللہ تعالیٰ کی رضامندی ہے۔ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ عزوجل جنتیوں کو پکارے
گا کہ اے اہل جنت! وہ کہیں گے لبیک ربنا وسعدیک والخییر فی یدیک پوچھے گا کہ تم خوش ہو گئے۔ وہ جواب دیں گے کہ
خوش کیوں نہ ہوتے تو نے اے پروردگار! ہمیں وہ دیا جو مخلوق میں سے کسی کو نہ ملا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا لو میں تمہیں اس سے بہت
ہی افضل و اعلیٰ چیز عطا فرماتا ہوں۔ وہ کہیں گے اے اللہ اس سے بہتر چیز اور کیا ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا سنو میں نے اپنی
رضامندی تمہیں عطا فرمائی آج کے بعد میں کبھی بھی تم سے ناخوش نہ ہوں گا۔ ② حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں "جب جنتی جنت
میں پہنچ جائیں گے اللہ عزوجل فرمائے گا کچھ اور چاہئے تو دو۔ وہ کہیں گے اے اللہ جو تو نے ہمیں عطا فرما رکھا ہے اس سے بہتر تو
کوئی اور چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا وہ میری رضامندی ہے جو سب سے بہتر ہے۔" ③ امام حافظ ضیاء مقدسی نے صفت
جنت میں ایک مستقل کتاب لکھی ہے اس میں اس حدیث کو شرط صحیح پر بتلایا ہے وَاللَّهِ اعْلَم۔

منافقین سے جہاد جاری رکھنے کا حکم: [آیت: ۷۳-۷۴] کافروں منافقوں سے جہاد کا اور ان پر سختی کا حکم ہوا، مومنوں سے
جھک کر ملنے کا حکم ہوا، کافروں کی اصلی جگہ جہنم مقرر فرمادی۔ پہلے حدیث گزر چکی ہے کہ حضور اکرم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے چار تلواروں
کے ساتھ مبعوث فرمایا ایک تلوار تو مشرکوں میں فرماتا ہے ﴿فَإِذَا انْسَلَخَ الْأَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِينَ﴾ ④ حرمت

① ابن ماجہ، کتاب الزہد، باب صفة الجنة ۴۳۲۲ و سندہ ضعیف صحاح المعافری راوی جمہول الحال ہے۔ ابن حبان ۷۳۸۱۔

② صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب مع اهل الجنة ۷۵۱۸؛ صحیح مسلم ۲۸۲۹؛ ترمذی ۲۵۵۵؛ احمد،
۸۸/۳۔ ③ ابن حبان: الاحسان، ۷۳۹۶؛ حاکم، ۸۲/۱، امام حاکم اور ذہبی نے اسے صحیح کہا ہے۔ (لیکن اس روایت کی سند سفیان

ثوری کی تدلیس کی وجہ سے ضعیف ہے۔ ④ ۹/ التوبة: ۵۔

والے مہینوں کے گزرتے ہی مشرکوں کی خوب خبر لو دوسری تلوار اہل کتاب کے کفار میں فرماتا ہے ﴿قَاتِلُوا الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ﴾ ① یعنی جو اللہ تعالیٰ پر قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے حرام کئے ہوئے کو حرام نہیں مانتے دین حق کو قبول نہیں کرتے ان اہل کتاب سے جہاد کرو جب تک کہ وہ ذلت کے ساتھ جھک کر اپنے ہاتھ سے جزیہ دینا منظور نہ کر لیں تیسری تلوار منافقین میں ارشاد ہوتا ہے ﴿جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ﴾ کافروں اور منافقوں سے جہاد کرو۔ چوتھی تلوار باغیوں میں فرمان ہے ﴿فَقَاتِلُوا آلَ ابْنِ مَرْثَدَةَ حَتَّىٰ تَبْغَىٰ حَتَّىٰ تَفْغَىٰ ۗ إِلَىٰ أَمْرِ اللَّهِ﴾ ② باغیوں سے لڑو جب تک کہ پلٹ کر وہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی حکم برداری کی طرف نہ آجائیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ منافق جب اپنا نفاق ظاہر کرنے لگیں تو ان سے تلوار سے جہاد کرنا چاہئے۔ امام ابن جریر رحمہ اللہ کا پسندیدہ قول بھی یہی ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ہاتھ سے نہ ہو سکے تو ان کے منہ پر ڈانٹ ڈپٹ سے۔ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کافروں سے تو تلوار کے ساتھ جہاد کرنے کا حکم دیا ہے اور منافقوں کے ساتھ زبانی جہاد کو فرمایا ہے اور یہ کہ ان پر نرمی نہ کی جائے۔ ④ مجاہد رحمہ اللہ کا بھی تقریباً یہی قول ہے۔ ان پر حد شرعی کا جاری کرنا بھی ان سے جہاد کرنا ہے۔ مقصود یہ ہے کہ کبھی تلوار بھی ان کے خلاف اٹھانی پڑے گی ورنہ جب تک کام چلے زبان بس ہے جیسا موقعہ ہو کر لے۔ قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ انہوں نے ایسی کوئی بات زبان سے نہیں نکالی حالانکہ درحقیقت کفر کا بول بول چکے ہیں اور اپنے ظاہری اسلام کے بعد کھلا کفر کر چکے ہیں۔ یہ آیت عبد اللہ بن ابی کے بارے میں اتری ہے۔ ایک جہنی اور ایک انصاری میں لڑائی ہو گئی جہنی شخص انصاری پر چھا گیا تو اس مناق نے انصار کو اس کی مدد پر ابھارا اور کہنے لگا واللہ ہماری اور اس محمد ﷺ کی تو وہی مثال ہے کہ ”اپنے کتے کو موٹا تازہ کر کہ وہ تجھے ہی کاٹے“ واللہ! اگر ہم اب کی مرتبہ مدینے واپس گئے تو ہم ذی عزت لوگ ان تمام کینے لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے۔ ایک مسلمان نے جا کر حضور اکرم ﷺ سے یہ گفتگو دہرا دی۔ آپ ﷺ نے اسے بلوا کر اس سے سوال کیا تو یہ قسم کھا کر انکار کر گیا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری قوم کے جو لوگ حرہ کی جنگ میں کام آئے ان پر مجھے بڑا ہی رنج و صدمہ ہو رہا تھا۔ اس کی خبر حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کو پہنچی تو آپ رضی اللہ عنہ نے مجھے خط میں لکھا کہ رسول اللہ ﷺ سے میں نے سنا ہے آپ ﷺ دعا کرتے تھے کہ ”اے اللہ انصار کو اور انصار کے لڑکوں کو بخش دے۔“ نیچے کے راوی ابن الفضل کو اس میں شک ہے کہ آپ ﷺ نے اپنی اس دعا میں ان کے پوتوں کا نام بھی لیا یا نہیں؟ پس حضرت انس رضی اللہ عنہ نے موجودہ لوگوں میں سے کسی سے حضرت زید رضی اللہ عنہ کی نسبت سوال کیا تو اس نے کہا یہی زید رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کے کانوں کی سنی ہوئی بات کی سچائی کی شہادت خود رب علیم نے دی۔ واقعہ یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ تو خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک منافق نے کہا اگر یہ سچا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی زیادہ احمق ہیں۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ نے کہا واللہ! آنحضرت ﷺ بالکل سچے اور بے شک تو اپنی حماقت میں گدھے سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ پھر آپ نے یہ بات حضور اکرم ﷺ کے گوش گزار کی، لیکن وہ منافق پلٹ گیا اور صاف انکار کر گیا اور کہا کہ زید نے جھوٹ بولا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری اور حضرت زید رضی اللہ عنہ کی سچائی بیان فرمائی۔ لیکن مشہور بات یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوہ بنی المصطلق کا ہے ممکن ہے راوی کو اس آیت کے ذکر میں وہم ہو گیا ہو اور دوسری آیت کے بدلے اسے بیان کر دیا ہو۔ یہی حدیث بخاری شریف میں ہے ⑤ لیکن اس جملے تک کہ زید رضی اللہ عنہ وہ ہیں جن کے کانوں کی سنی ہوئی بات کی سچائی کی شہادت خود رب علیم نے دی، ممکن ہے کہ بعد کا حصہ موسیٰ بن عقبہ راوی کا اپنا قول ہو اسی کی ایک روایت میں یہ پچھلا حصہ ابن شہاب کے قول سے

① ۹/التوبة: ۲۹۔ ② ۴۹/الحجرات: ۹۔ ③ الطبری، ۱۴/۳۵۸۔ ④ ایضاً، ۱۴/۲۵۹۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة المنافقون باب قوله ﴿وَلِلَّهِ خَزَائِنُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ.....﴾ ۶/۴۹۰۔

مروی ہے وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔

مغازی اموی میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے تبوک کے واقعہ کے بعد ہے کہ جو منافق موخر چھوڑ دیئے گئے تھے اور جن کے بارے میں قرآن نازل ہوا ان میں سے بعض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بھی تھے ان میں جلاس بن سوید بن صامت بھی تھا ان کے گھر میں عمیر بن سعد کی والدہ تھیں جو اپنے ساتھ حضرت عمیر رضی اللہ عنہ کو بھی لے گئی تھیں جب ان منافقوں کے بارے میں قرآنی آیتیں نازل ہوئیں تو جلاس کہنے لگا کہ واللہ! اگر یہ شخص اپنے قول میں سچا ہے تو ہم تو گدھوں سے بھی بدتر ہیں۔ حضرت عمیر بن سعد رضی اللہ عنہ یہ سن کر فرمانے لگے کہ یوں تو آپ مجھے سب سے زیادہ محبوب ہیں اور آپ کی تکلیف مجھ پر میری تکلیف سے بھی زیادہ شاق ہے لیکن آپ نے اس وقت تو ایسی بات منہ سے نکالی ہے کہ اگر میں اسے پہنچاؤں تو رسوائی ہے اور نہ پہنچاؤں تو ہلاکت ہے رسوائی یقیناً ہلاکت سے ہلکی چیز ہے۔ یہ کہہ کر یہ بزرگ حاضر خدمت ہوئے اور ساری بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہہ سنائی۔ جلاس کو جب یہ پتہ چلا تو اس نے سرکار نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر قسمیں کھا کھا کر کہا کہ عمیر جھوٹا ہے میں نے یہ بات ہرگز نہیں کہی اس پر یہ آیت اتری۔ مروی ہے کہ اس کے بعد جلاس نے توبہ کر لی اور درست ہو گئے۔ یہ توبہ کی بات بہت ممکن ہے کہ امام محمد بن اسحاق کی اپنی کہی ہوئی ہو حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی یہ بات نہیں وَاللّٰهُ أَعْلَمُ۔ اور روایت میں ہے کہ جلاس بن سوید بن صامت اپنے سوتیلے بیٹے حضرت مصعب رضی اللہ عنہ کے ساتھ قبا سے آرہے تھے دونوں گدھوں پر سوار تھے اس وقت جلاس نے یہ کہا تھا اس پر ان کے صاحبزادے نے فرمایا کہ اے دشمن اللہ! میں تیری اس بات کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کروں گا فرماتے ہیں کہ مجھے تو ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں میرے بارے میں قرآن کریم نہ نازل ہو یا مجھ پر کوئی عذاب الہی نہ آجائے یا اس گناہ میں میں بھی اپنے باپ کا شریک نہ کر دیا جاؤں چنانچہ میں سیدھا حاضر ہوا اور تمام بات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مع اپنے ڈر کے سنادی۔ ابن جریر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک سائے دار درخت تلے بیٹھے ہوئے فرمانے لگے کہ ”ابھی تمہارے پاس ایک شخص آئے گا اور تمہیں شیطان دیکھے گا خبردار تم اس سے کلام نہ کرنا۔“ اسی وقت ایک انسان کیری آنکھوں والا آیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا ”تو اور تیرے ساتھی مجھے گالیاں کیوں دیتے ہو؟“ وہ اسی وقت گیا اور اپنے ساتھیوں کو لے کر آیا سب نے قسمیں کھا کھا کر کہا کہ ہم نے کوئی ایسا لفظ نہیں کہا یہاں تک کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے درگزر فرمایا۔ پھر یہ آیت اتری۔

اس میں جو یہ فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے وہ قصد کیا جو پورا نہ ہوا مراد اس سے جلاس کا یہ ارادہ ہے کہ اپنے سوتیلے لڑکے کو جس نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بات کہہ دی تھی قتل کر دے۔ ایک قول ہے کہ عبد اللہ بن ابی نے خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ کیا تھا۔ ① یہ قول بھی ہے کہ بعض لوگوں نے ارادہ کر لیا تھا کہ اسے سردار بنادیں گو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہ ہوں یہ بھی مروی ہے کہ دس سے اوپر آدمیوں نے غزوہ تبوک میں راستے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دھوکہ دے کر قتل کرنا چاہا تھا چنانچہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں اور عمار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اونٹنی کے آگے پیچھے تھے ایک چلاتا تھا دوسرا کھیلتا تھا تھا۔ ہم عقبہ میں تھے کہ بارہ شخص منہ پر نقاب ڈالے آئے اور اونٹنی کو گھیر لیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں لکارا اور وہ دم دبا کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے فرمایا ”تم نے انہیں پہچانا؟“ ہم نے کہا نہیں لیکن ان کی سواریاں ہماری نگاہوں میں ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”یہ منافق تھے اور قیامت تک ان کے دل میں نفاق رہے گا جانتے ہو یہ کس ارادے سے آئے تھے؟“ ہم نے کہا نہیں۔ فرمایا ”اللہ تعالیٰ

کے رسول کو عقبہ میں پریشان کرنے اور تکلیف پہنچانے کے لئے۔“ ہم نے کہا حضور! ان کی قوم کے لوگوں سے کہلوادیتے کہ ہر قوم والے اپنی قوم کے جس آدمی کی شرکت اس میں پائیں اس کی گردن اڑادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں درنہ لوگوں میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں گی کہ محمد ﷺ پہلے تو انہی لوگوں کو لے کر اپنے دشمنوں سے لڑے ان پر فتح حاصل کر کے پھر اپنے ان ساتھیوں کو بھی قتل کر ڈالا۔“ آپ ﷺ نے ان کے لئے بددعا کی کہ اے اللہ ان کے دلوں پر آفتیں پھوڑے پیدا کر دے۔ ①

اور روایت میں ہے کہ غزوہ تبوک سے واپسی میں حضور اکرم ﷺ نے اعلان کر دیا کہ ”میں عقبہ کے راستے سے جاؤں گا اس راہ کوئی نہ آئے۔“ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ آپ ﷺ کی اونٹنی کی تکمیل تھا مے ہوئے تھے اور حضرت عمار رضی اللہ عنہ پیچھے سے چلا رہے تھے کہ ایک جماعت اپنی اونٹنیوں پر سوار آگئی۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کی سوار یوں کو مارنا شروع کیا اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے حضور اکرم ﷺ کے فرمان سے آپ کی سواری نیچے کی طرف چلانی شروع کر دی۔ جب نیچے کا میدان آ گیا آپ ﷺ سواری سے اتر آئے اتنے میں عمار رضی اللہ عنہ بھی واپس پہنچ گئے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ ”یہ لوگ کون تھے پہچانا بھی۔“ حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے کہا منہ تو چھپے ہوئے تھے لیکن سواریاں معلوم ہیں۔ پوچھا ان کا ارادہ کیا تھا جانتے ہو؟ جواب دیا کہ نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ چاہتا تھا کہ شور کر کے ہماری اونٹنی کو بھڑکا دیں اور ہمیں گرا دیں۔“ ایک سے حضرت عمار رضی اللہ عنہ نے ان کی تعداد دریافت کی تو اس نے کہا چودہ۔ آپ نے فرمایا ”اگر تو بھی ان میں تھا تو پندرہ۔“ حضور اکرم ﷺ نے ان میں سے تین شخصوں کے نام گنوائے۔ انہوں نے کہا واللہ ہم نے نہ تو منادی کی ندا سنی اور نہ ہمیں اپنے ساتھیوں کے کسی ہمدردی کا علم تھا۔ حضرت عمار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ باقی کے بارہ لوگ اللہ ورسول ﷺ سے لڑائی کرنے والے ہیں دنیا میں اور آخرت میں بھی۔ ② امام محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے ان میں سے بہت سے لوگوں کے نام بھی گنوائے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ صحیح مسلم میں ہے کہ اہل عقبہ میں سے ایک شخص کے ساتھ حضرت عمار رضی اللہ عنہ کا کچھ تعلق تھا تو اس سے آپ نے قسم دے کر اصحاب عقبہ کی کئی دریافت کی۔ لوگوں نے بھی اس سے کہا کہ ہاں بتلا دو۔ اس نے کہا کہ ہمیں معلوم ہوا ہے کہ وہ چودہ تھے اگر مجھے بھی شامل کیا جائے تو پندرہ ہوئے۔ ان میں سے بارہ تو دشمن الہی اور رسول ہی تھے اور تین شخصوں کی اس قسم پر کہ نہ ہم نے منادی کی ندا سنی نہ ہمیں جانے والوں کے ارادے کا علم اس لئے معذور رکھا گیا۔ گرمی کا موسم تھا پانی بہت کم تھا آپ نے فرمادیا تھا کہ ”مجھ سے پہلے وہاں کوئی نہ پہنچے“ لیکن اس پر بھی کچھ لوگ پہنچ گئے تھے۔ آپ نے ان پر لعنت کی۔ ③ آپ کا فرمان ہے کہ ”میرے ساتھیوں میں بارہ منافق ہیں جو نہ جنت میں جائیں گے نہ اس کی خوشبو پائیں گے آٹھ کے موٹھوں پر آفتی پھوڑا ہوگا جو سینے تک پہنچے گا اور انہیں ہلاک کر دے گا۔“ ④ اسی باعث حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ کا راز دار کہا جاتا تھا۔ آپ ﷺ نے صرف انہیں کو ان منافقوں کے نام بتلائے تھے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

طبرانی میں ان کے نام یہ ہیں۔ معتب بن قیس، ثیر، دلیہ بن ثابت، جد بن قیس، عبد اللہ بن جہل بن حارث، جو عمرو بن عوف کے قبیلے کا تھا اور حارث بن یزید طائی اور اوس بن قینبی اور حارث بن سوید اور سعد بن زرارہ اور قیس بن ہند اور سوید اور ذاعس قبیلہ بنو حلیہ کے اور قیس بن عمرو بن سہل اور زید بن صلیت اور سلسلہ بن برہام یہ دونوں قبیلہ قینقاع کے ہیں یہ سب بظاہر مسلمان بنے ہوئے تھے۔ =

① دلائل النبوة، ۵/۲۶۰، اس کی سندیں ابوالخیر سیعد بن فیروز ہے، جس کا حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے سماع ثابت نہیں ہے۔ لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

② احمد، ۵/۴۵۳، سندہ حسن بیہقی نے اس کی سند کے رجال کو ثقہ کہا ہے۔ دیکھئے (مجمع الزوائد، ۶/۱۹۵)

③ صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفات المنافقین وأحكامهم، ۲۷۷۹؛ احمد، ۵/۳۹۰۔

④ صحیح مسلم، حوالہ سابق، احمد، ۴/۲۶۲؛ ابوداؤد، ۴۶۶۶۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ لَئِنِ اتٰنَا مِنْ فَضْلِهِ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ فَلَمَّآ اتٰهُمْ مِّنْ فَضْلِهِ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ۝ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلَى يَوْمٍ يَلْقَوْنَهٗا بِهَا اَخْلَفُوْا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ۝ اَلَمْ يَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوَاهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلٰمٌ

الْغُيُوْبُ ۝

ترجمہ: ان میں وہ بھی ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ ہمیں اپنے فضل سے مال دے گا تو ہم صدقہ خیرات کریں گے اور نیکو کاروں میں ہو جائیں گے [۷۱] لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انہیں دیا تو یہ اس میں بخیلی کرنے لگے اور ان مال منول کر کے منہ موڑ لیا [۷۱] اس کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں نفاق ڈال دیا اللہ تعالیٰ سے ملنے کے دنوں تک کیونکہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے کئے ہوئے وعدے کا خلاف کیا اور جھوٹ بولتے رہے [۷۱] کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کا بھید اور ان کی سرگوشی سب معلوم ہے اور اللہ تعالیٰ غیب کی تمام خبروں سے خبردار ہے۔ [۷۱]

اس آیت میں اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے اسی بات کا بدلہ لیا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے رسول ﷺ کے ہاتھوں مالدار بنایا اگر ان پر اللہ تعالیٰ کا پورا فضل ہو جاتا تو انہیں ہدایت بھی نصیب ہو جاتی جیسے کہ حضور اکرم ﷺ نے انصار سے فرمایا کیا میں نے تمہیں گمراہی کی حالت میں نہیں پایا تھا کہ پھر اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تمہاری رہبری کی تم متفرق تھے اللہ تعالیٰ نے میری وجہ سے تم میں الفت ڈال دی تم فقیر بے نوا تھے اللہ تعالیٰ نے میرے سبب سے تمہیں غنی اور مالدار کر دیا۔ ہر ہر سوال کے جواب میں انصار فرماتے جاتے تھے کہ بے شک اللہ تعالیٰ کا اور اس کے رسول ﷺ کا اس سے زیادہ احسان ہے۔ ① الغرض بیان یہ ہے کہ بے وجہ بے تصور یہ لوگ دشمنی اور بے ایمانی پر اتر آئے جیسے سورہ بروج میں ہے کہ ان مسلمانوں سے ان کافروں کا انتقام صرف ان کے ایمان کے باعث تھا۔ ② حدیث میں ہے کہ ”ابن جمیل صرف اس بات کا انتقام لیتا ہے کہ وہ فقیر تھا اللہ تعالیٰ نے اسے غنی کر دیا۔“ ③ پھر فرماتا ہے کہ اگر یہ اب بھی توبہ کر لیں تو ان کے حق میں بہتر ہے اور اگر وہ اپنے اسی طریقہ پر کار بند رہے تو انہیں دنیا میں بھی سخت سزا ہوگی قتل سے بھی اور صدمہ و غم سے بھی اور دوزخ کے ذلیل و پست کرنے والے ناقابل برداشت عذابوں سے بھی دنیا میں کوئی نہ ہوگا جو ان کی طرفداری کرے ان کی مدد کرے انہیں کام آئے ان سے برائی ہٹائے یا نفع پہنچائے بے یار و مددگار رہ جائیں گے۔ منافقین اللہ کا فضل حاصل کرنے کے بعد اس سے کیا ہوا وعدہ بھول جاتا ہے: [آیت: ۷۵-۷۸] بیان ہو رہا ہے کہ ان منافقوں میں وہ بھی ہے جس نے عہد کیا کہ اگر مجھے اللہ تعالیٰ مالدار کر دے تو میں بڑی سخاوت کروں اور نیک بن جاؤں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ نے اسے امیر اور خوشحال بنا دیا اس نے وعدہ شکنی کی اور بنخیل بن بیٹھا جس کی سزا میں قدرت نے اس کے دل

① صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب غزوة الطائف فی شوال سنة ثمان ۴۳۳۰؛ صحیح مسلم ۱۰۶۱۔

② ۸۵/ البروج: ۸۔ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب قول اللہ ﴿وفی الرقاب والغارمین وفی سبیل اللہ﴾

میں ہمیشہ کے لئے نفاق ڈال دیا۔ یہ آیت ثعلبہ بن حاطب انصاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ اس نے حضور اکرم ﷺ سے درخواست کی کہ میرے لئے مالداری کی دعا کیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”تھوڑا جس کا شکر ادا ہو اس بہت سے اچھا ہے جو اپنی طاقت سے زیادہ ہو۔“ اس نے پھر دوبارہ بھی درخواست کی تو آپ ﷺ نے پھر سمجھایا کہ ”تو اپنا حال اللہ تعالیٰ کے نبی جیسا رکھنا پسند نہیں کرتا؟ واللہ اگر میں چاہتا تو یہ پہاڑ سونے چاندی کے بن کر میرے ساتھ چلتے۔“ اس نے کہا حضور! واللہ میرا ارادہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ مجھے مالدار کر دے تو میں خوب سخاوت کی داد دوں ہر ایک کو اس کا حق ادا کروں۔ آپ ﷺ نے اس کے لئے مال میں برکت کی دعا کی۔ اس کی بکریوں میں اس طرح زیادتی شروع ہوئی جیسے کیڑے بڑھ رہے ہوں۔ یہاں تک کہ مدینہ منورہ اس کے جانوروں کے لئے تنگ ہو گیا یہ ایک میدان میں نکل گیا ظہر و عصر تو جماعت کے ساتھ ادا کرتا تھا باقی نمازیں جماعت سے نہیں ملتی تھیں۔ جانوروں میں اور برکت ہوئی اسے اور دروڑ جانا پڑا۔ اب سوائے جمعہ کے اور سب جماعتیں اس سے چھوٹ گئیں مال اور بڑھتا گیا شدہ شدہ جمعہ کا آنا بھی اس نے چھوڑ دیا۔ آنے جانے والے قافلوں سے پوچھ لیا کرتا تھا کہ جمعہ کے دن کیا بیان ہوا۔ ایک مرتبہ حضور اکرم ﷺ نے اس کا حال دریافت کیا۔ لوگوں نے سب کچھ بیان کر دیا۔ آپ ﷺ نے اظہارِ افسوس کیا۔ اوھر آیت اتری کہ ان کے مال سے صدقہ لے اور صدقہ کے احکام بھی بیان ہوئے۔ آپ نے دو شخصوں کو جن میں سے ایک قبیلہ جبینہ کا تھا اور دوسرا قبیلہ سلیم کا انہیں تحصیلدار بنا کر صدقہ لینے کے احکام لکھ کر انہیں پروانہ دے کر بھیجا اور فرمایا کہ ”ثعلبہ سے اور فلانے بنی سلیم سے صدقہ لے آؤ۔“ یہ دونوں ثعلبہ کے پاس پہنچے فرمان پیغمبر ﷺ دکھایا صدقہ طلب کیا تو وہ کہنے لگا واہ واہ تو جزیے کی بہن ہے یہ تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے کافروں سے جزیہ لیا جاتا ہے یہ کیا بات ہے اچھا اب تو جاؤ لو مٹتے ہوئے آنا۔ دوسرا شخص سلمی جو تھا اسے جب معلوم ہوا تو اس نے اپنے بہترین جانور نکالے اور انہیں لے کر خود ہی آگے بڑھا۔ انہوں نے ان جانوروں کو دیکھ کر کہا نہ تو یہ ہمارے لینے کے لائق نہ تجھ پر ان کا دینا واجب۔ اس نے کہا میں تو اپنی خوشی سے ہی بہترین جانور دینا چاہتا ہوں آپ انہیں قبول فرمائیے۔ بالآخر انہوں نے لے لئے اوروں سے بھی وصول کیا اور لوٹتے ہوئے پھر ثعلبہ کے پاس آئے۔ اس نے کہا ذرا مجھے وہ پرچہ تو پڑھاؤ جو تمہیں دیا گیا ہے۔ پڑھ کر کہنے لگا بھی یہ تو صاف صاف جزیہ ہے کافروں پر جو نیکس مقرر کیا جاتا ہے یہ تو بالکل ویسا ہی ہے اچھا تم جاؤ میں سوچ سمجھ لوں۔ یہ واپس چلے گئے۔ انہیں دیکھتے ہی حضور اکرم ﷺ نے ثعلبہ پر اظہارِ افسوس کیا اور سلمی شخص کے لئے برکت کی دعا کی۔ اب انہوں نے بھی ثعلبہ کا اور سلمی کا دونوں کا واقعہ کہہ سنایا۔ پس اللہ تعالیٰ جل و علا نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ثعلبہ کے ایک قریبی رشتے دار نے جب یہ سب کچھ سنا تو ثعلبہ سے جا کر کہا آیت بھی پڑھ سنائی۔ یہ حضور ﷺ کے پاس آیا اور طلب کیا اس کا صدقہ قبول کیا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے مجھے تیرا صدقہ قبول کرنے سے منع فرمایا ہے۔“ یہ اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”یہ تو سب تیرا ہی کیا دھرا ہے۔ میں نے تو تجھے کہا تھا لیکن تو نہ مانا۔“ یہ واپس اپنی جگہ چلا آیا۔ حضور اکرم ﷺ نے انتقال تک اس کی کوئی چیز قبول نہ فرمائی۔ پھر یہ خلافت صدیقی میں آیا اور کہنے لگا میری جو عزت حضور اکرم ﷺ کے پاس تھی وہ اور میرا جو مرتبہ انصار میں ہے وہ آپ خوب جانتے ہیں آپ میرا صدقہ قبول فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبول نہیں فرمایا تو میں کون؟ غرض آپ نے بھی انکار کر دیا۔ جب آپ کا بھی انتقال ہو گیا اور امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمانوں کے والی ہوئے تو پھر یہ آیا اور کہا کہ امیر المؤمنین آپ میرا صدقہ قبول فرمائیے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب حضور اکرم ﷺ نے قبول نہیں فرمایا خلیفہ اول نے قبول نہیں فرمایا تو اب میں کیسے قبول کر سکتا ہوں۔ چنانچہ آپ نے بھی اپنی خلافت کے زمانے میں اس کا صدقہ قبول نہیں فرمایا۔ پھر خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے سپرد ہوئی تو =

الَّذِينَ يَلْمِزُونَ الْمُطَّوِّعِينَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ فِي الصَّدَقَاتِ وَالَّذِينَ لَا يَجِدُونَ

إِلَّا جَهْدَهُمْ فَيَسْخَرُونَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللَّهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٤٩﴾

ترجمہ: جو لوگ ان مسلمانوں پر طعن زنی کرتے ہیں جو دل کھول کر خیراتیں کرتے ہیں اور ان لوگوں پر جنہیں سوائے اپنی محنت مزدوری کے اور کچھ میسر ہی نہیں یہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں اللہ تعالیٰ بھی ان سے سخر کرتا ہے انہیں کے لئے دکھ کی مار ہے۔ [۴۹]

یہ ازلی منافق پھر آیا اور لگا منت سماجت کرنے لگے۔ آپ نے بھی یہی جواب دیا کہ خود حضور اکرم ﷺ اور آپ کے دونوں خلیفہ نے تیرا صدقہ مقبول نہیں فرمایا تو میں کیسے قبول کر لوں۔ چنانچہ قبول نہیں کیا اسی اثنا میں یہ شخص ہلاک ہو گیا۔ ① الغرض پہلے تو وعدے کئے تھے سخاوت کے اور وہ بھی قسمیں کھا کھا کر پھر پھر گیا اور سخاوت کے عوض بخلی کر گیا اور وعدہ شکنی کر لی۔ اس جھوٹ اور عہد شکنی کے بدلے اس کے دل میں نفاق پیوست ہو گیا جو اس وقت سے اس کی پوری زندگی تک اس کے ساتھ ہی رہا۔ حدیث میں بھی ہے کہ منافق کی تین علامتیں ہیں جب بات کرے جھوٹ بولے جب وعدہ کرے خلاف کرے امانت سونپی جائے خیانت کرے۔ ② کیا یہ نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ چھپے کھلے دل کے ارادوں اور سینے کے بھیدوں کا عالم ہے وہ پہلے سے ہی جانتا تھا یہ خالی زبانی بکواس ہے کہ مالدار ہو جائیں تو یوں خیراتیں کریں یوں شکر گزاری کریں یوں نیکیاں کریں، لیکن دلوں پر نظریں رکھنے والا رب خوب جانتا ہے کہ یہ مال میں مست ہو جائیں گے اور دولت پا کر فرمستیاں ناشکری اور بخل کرنے لگیں گے۔ وہ ہر حاضر غائب کا جاننے والا ہے وہ ہر چھپے کھلے کا عالم ہے ظاہر باطن سب اس پر روشن ہے۔

منافقین کی مسلمانوں پر طعن زنی اور اس کا انجام: [آیت ۴۹:] یہ بھی منافقوں کی ایک بدخلیت ہے کہ ان کی زبان سے کوئی بھی سچ نہیں سکتا نہ سخی نہ بخیل، یہ عیب جو بدگو لوگ برے ہیں۔ اگر کوئی شخص بڑی رقم لے دے تو یہ اسے ریا کار کہنے لگتے ہیں اور اگر کوئی مسکین اپنی مالی کمزوری کی بنا پر تھوڑا بہت دے تو یہ ناک بھوں چڑھا کر کہتے ہیں لو ان کی اس حقیر چیز کا بھی اللہ بھوکا تھا۔ چنانچہ جب صدقات دینے کی آیت اتری ہے تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنے اپنے صدقات لئے ہوئے حاضر ہوتے ہیں ایک صاحب نے دل کھول کر بہت بڑی رقم دی، اسے تو ان منافقوں نے ریا کار کا خطاب دیا اور ایک صاحب بے چارے مسکین آدی تھے صرف ایک صاع اناج لائے تھے انہیں کہا کہ اس کے اس صدقے کی اللہ کو کیا ضرورت پڑی تھی؟ اس کا بیان اس آیت میں ہے۔ ③ ایک مرتبہ آپ ﷺ نے بقیع میں فرمایا کہ ”جو صدقہ دے گا میں اس کی بابت قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے گواہی دوں گا“ اس وقت ایک صحابی رضی اللہ عنہ نے اپنے عمائے میں سے کچھ دینا چاہا لیکن پھر پلٹ لیا، اتنے میں ایک صاحب جو سیاہ رنگ اور چھوٹے قد کے تھے ایک اونٹنی لے کر آگے بڑھے جس سے زیادہ اچھی اونٹنی بقیع بھر میں نہ تھی۔ کہنے لگے یا رسول اللہ ﷺ! یہ اللہ تعالیٰ کے نام پر خیرات ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”بہت اچھا“ اس نے کہا لیجئے سنجال لیجئے۔ اس پر کسی نے کہا کہ اس سے تو اونٹنی ہی اچھی ہے۔ آپ ﷺ نے سن لیا اور فرمایا ”تو جھوٹا ہے یہ تجھ سے اور اس سے تین گنا اچھا ہے نفوس! سینکڑوں اونٹ رکھنے والے تجھ جیسوں پر نفوس تین نے سن لیا اور فرمایا =

① ابن جریر وابن ابی حاتم یہ روایت اپنی تمام سندوں کے ساتھ ضعیف و مردود ہے۔

② صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب علامات المنافق ۳۳؛ صحیح مسلم ۵۹؛ ترمذی ۲۶۳۳۔

③ صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب اتقوا النار ولو بشق تمرۃ و القلیل من الصدقة..... ۱۶۱۵؛ صحیح مسلم ۱۰۱۸۔

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللّٰهُ

لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝۷

فِرْحَ الْبٰخِلُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلْفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْا اَنْ يُجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ

وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ ط قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَّوْ كَانُوْا

يَفْقَهُوْنَ ۝۸ فليُضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا كَثِيْرًا ۝۹ جَزَاءً بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۱۰

توضیح: ان کے لئے تو استغفار کر یا نہ کر اگر تو ستر مرتبہ بھی ان کے لئے استغفار کرے تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز نہ بخشے گا یا اس لئے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اور اس کے رسول ﷺ سے کفر کیا ہے ایسے فاسق لوگوں کو اللہ کریم ہدایت نہیں دیتا۔ ۷۔ پیچھے رہ جانے والے لوگ رسول اللہ ﷺ کے خلاف اپنے بیٹھے رہنے پر خوش ہیں یہ اللہ کی راہ میں اپنے مال اور اپنی جانوں سے جہاد کرنا ناپسند رکھتے ہیں انہوں نے کہہ دیا کہ اس گرمی میں مت نکلو تو کہہ دے کہ دوزخ کی آگ بہت ہی سخت گرم ہے کاش کہ وہ سمجھتے ہوتے۔ [۸] پس انہیں بہت کم ہنسنا چاہئے اور بہت زیادہ روئیں بدلے میں اس کے جو یہ کیا کرتے تھے۔ [۱۰]

”تو جھوٹا ہے یہ تجھ سے اور اس سے تین گنا اچھا ہے افسوس! سینکڑوں اونٹ رکھنے والے تجھ جیسوں پر افسوس تین مرتبہ یہی فرمایا“ = مگر وہ جو اپنے مال کو اس طرح اس طرح کر کے اور لیں بھر بھر کر آپ ﷺ نے اپنے ہاتھوں سے دائیں بائیں اشارہ کیا، یعنی راہ اللہ ہر نیک کام میں خرچ کرے۔ پھر فرمایا ”انہوں نے فلاح پالی جو کم مال والے ہوں اور زیادہ عبادت والے ہوں۔“ ۱۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما چالیس اوقیہ چاندی لائے اور ایک غریب انصاری ایک صاع اناج لائے۔ منافقوں نے ایک کوریا کار بتلایا دوسرے کے صدقے کو حقیر بتلایا۔ ۲۔ ایک مرتبہ آپ ﷺ کے حکم سے لوگوں نے مال خیرات دینا اور جمع کرنا شروع کیا۔ ایک صاحب ایک صاع بھجوریں لے آئے اور کہنے لگے حضور ﷺ! میرے پاس بھجوروں کے دو صاع تھے ایک میں نے اپنے اور اپنے بال بچوں کے لئے روک لیا اور ایک لے آیا۔ آپ ﷺ نے اسے بھی جمع شدہ مال میں ڈال دینے کو فرمایا اس پر منافق بکواس کرنے لگے کہ اللہ اور رسول ﷺ اس سے بے نیاز ہے۔

حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما نے کہا میرے پاس ایک سوا اوقیہ سونا ہے سب کو صدقہ کرتا ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا ہوش میں بھی ہے؟ آپ نے جواب دیا ہاں ہوش میں ہوں۔ فرمایا پھر کیا کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا سنو میرے پاس آٹھ ہزار ہیں جن میں سے چار ہزار تو میں اللہ تعالیٰ کو قرض دے رہا ہوں اور چار ہزار اپنے لئے رکھ لیتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے جو تو نے رکھ لیا ہے اور جو تو نے خرچ کر دیا ہے۔“ منافق ان پر باتیں بنانے لگے کہ پھول گئے اپنی سخاوت دکھانے کے لئے لوگوں میں اتنی بڑی رقم دے دی۔ پس اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ آیت اتار کر بڑی رقم اور چھوٹی رقم والوں کی سچائی اور ان

① احمد، ۵/۳۴ و سندہ ضعیف صحیحی کہتے ہیں اس کی سند میں بھول راوی ہے؛ مجمع الزوائد، ۳/۱۲۴۔

② اس کی سند علی بن ابی طلحہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کے درمیان منقطع یعنی ضعیف ہے۔

منافقوں کا موذی پن ظاہر کر دیا۔ ①

بنو عجلان کے عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے بھی اس وقت بڑی رقم خیرات کی تھی ایک سو (۱۰۰) دست بھجوریں دی تھیں۔ منافقوں نے اسے ریا کاری پر محمول کیا تھا۔ اپنی محنت مزدوری کی تھوڑی سی خیرات دینے والے ابو عقیل رضی اللہ عنہ تھے یہ قبیلہ بنو انیف کے شخص تھے ان کے ایک صاع خیرات پر منافقوں نے ہنسی اور ہجو کی تھی۔ اور روایت میں ہے کہ یہ چندہ حضور اکرم ﷺ نے مجاہدین کی ایک جماعت کو جہاد پر روانہ کرنے کے لئے کیا تھا۔ اس میں ہے کہ عبدالرحمن رضی اللہ عنہ نے دو ہزار دیئے تھے اور دو ہزار رکھے تھے دوسرے بزرگ نے رات بھر کی محنت میں دو صاع بھجوریں حاصل کر کے ایک صاع رکھ لیں اور ایک صاع دے دیں یہ حضرت ابو عقیل رضی اللہ عنہ تھے رات بھر اپنی پیٹھ پر بوجھ ڈھوتے رہے تھے۔ ان کا نام حباب تھا اور قول ہے کہ عبدالرحمن بن ثعلبہ تھا۔ پس منافقوں کے اس تمسخر کی سزا میں اللہ تعالیٰ نے بھی ان سے یہی بدلہ لیا ان منافقوں کے لئے اخروی المناک عذاب ہیں اور ان کے اعمال کا ان عملوں جیسا ہی برابرہ ہے۔

منافقین کے لئے استغفار نہ کرنے کا حکم: [آیت: ۸۰-۸۲] فرماتا ہے کہ یہ منافق اس قابل نہیں کہ تو اے نبی! ان کے لئے اللہ سے بخشش طلب کرے۔ ایک بار نہیں اگر تو ستر مرتبہ بھی بخشش ان کے لئے چاہے تو اللہ تعالیٰ انہیں نہیں بخشے گا۔ جو ستر کا ذکر ہے اس سے مراد صرف زیادتی ہے وہ ستر سے کم ہو یا بہت زیادہ ہو۔ بعض نے کہا ہے کہ مراد اس سے ستر کا ہی عدد ہے چنانچہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”میں تو ان کے لئے ستر بار سے بھی زیادہ استغفار کروں گا کہ اللہ تعالیٰ انہیں بخش دے۔“ پس اللہ تعالیٰ نے اور آیت میں فرمادیا کہ ان کے لئے تیرا استغفار کرنا نہ کرنے کے برابر ہے۔ عبداللہ بن ابی منافق کا بیٹا حاضر خدمت ہو کر حضور اکرم ﷺ سے عرض کرتا ہے کہ میرا باپ نزع کی حالت میں ہے میری چاہت ہے کہ آپ ﷺ اس کے پاس تشریف لے چلیں اس کے جنازے کی نماز بھی پڑھائیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا تیرا نام کیا ہے۔ اس نے کہا حباب۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”تیرا نام عبداللہ ہے حباب تو شیطان کا نام ہے۔“ اب آپ ﷺ ان کے ساتھ ہوئے ان کے باپ کو اپنا کرتا اپنے سینے والا پہنایا اس کی جنازے کی نماز پڑھائی۔ آپ ﷺ سے کہا بھی گیا کہ آپ ﷺ اس کے جنازے پر نماز پڑھ رہے ہیں! آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے ستر مرتبہ کہ استغفار سے بھی نہ بخشے کو فرمایا ہے تو میں ستر بار پھر ستر بار استغفار کروں گا۔“ ②

سورج کی گرمی سے ڈر کر جہاد سے پیچھے رہنے والے جنہم کی آگ کو یاد کریں: جو لوگ غزوہ تبوک میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ نہیں گئے تھے اور گھروں میں ہی بیٹھنے پر اکتا رہے تھے جنہیں اللہ کی راہ میں مال و جان سے جہاد کرنا مشکل معلوم ہوتا تھا جنہوں نے ایک دوسرے کے کان بھرے تھے کہ اس گرمی میں کہاں نکلو گے؟ ایک طرف پھل کپے ہوئے ہیں سائے بڑھے ہوئے ہیں دوسری جانب لو کے لو کے چل رہے ہیں پس اللہ تعالیٰ ان سے فرماتا ہے کہ جنہم کی آگ جس کی طرف تم اپنی اس بد کرداری سے جا رہے ہو وہ اس گرمی سے زیادہ بڑھی ہوئی حرارت اپنے اندر رکھتی ہے یہ آگ تو اس آگ کا ستر واں حصہ ہے جیسے کہ بخاری مسلم کی حدیث میں ہے۔ ③ اور روایت میں ہے کہ ”تمہاری یہ آگ آتش دوزخ کے ستر اجزاء میں سے ایک جز ہے پھر بھی یہ سمندر کے پانی میں دو دفعہ بجھائی ہوئی ہے ورنہ تم اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکتے۔“ ④ حضور اکرم ﷺ فرماتے ہیں ”ایک ہزار سال تک

① الطبری، ۱۴/۳۸۳، اس کی سند میں عطیہ العونی مجروح راوی ہے۔ (التقریب، ۲/۲۴، رقم: ۲۱۶)

② الطبری، ۱۴/۳۹۶ و سندہ ضعیف منقطع۔ ③ صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب صفة النار وانها

مخلوقة ۳۲۶۵؛ صحیح مسلم ۲۸۴۳؛ مؤطا امام مالک، ۲/۹۹۴؛ ابن حبان ۷۴۶۲۔

④ احمد، ۲/۲۴۴؛ مسند حمیدی ۱۱۲۹ (۱۱۳۶) بتحقیقی و سندہ صحیح) ابن حبان ۷۴۶۳۔

آتش دوزخ دھونکی گئی تو سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک جلائی گئی تو سفید ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک دھونکی گئی تو سیاہ ہوگئی پس وہ اندھیری رات جیسی سخت سیاہ ہے۔“ ① ایک بار آپ ﷺ نے آیت ﴿وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ﴾ ② کی تلاوت کی اور فرمایا ”ایک ہزار سال تک جلائے جانے سے وہ سفید پڑگئی پھر ایک ہزار سال تک بھڑکانے سے سرخ ہوگئی پھر ایک ہزار سال تک دھونکے جانے سے سیاہ ہوگئی پس وہ سیاہ رات جیسی ہے اس کے شعلوں میں بھی چمک نہیں۔“ ایک حدیث میں ہے کہ ”اگر دوزخ کی آگ کی ایک چنگاری مشرق میں ہو تو اس کی حرارت مغرب تک پہنچ جائے۔“ ③ ابو یعلیٰ کی ایک غریب روایت میں ہے کہ ”اگر اس مسجد میں ایک لاکھ بلکہ اس سے بھی زیادہ آدمی ہوں اور کوئی جہنمی یہاں آ کر سانس لے تو اس کی گرمی سے مسجد اور مسجد والے سب جل جائیں۔“ ④ اور حدیث میں ہے کہ ”سب سے پہلے عذاب والا دوزخ میں وہ ہوگا جس کے دونوں پاؤں میں دو جوتیاں آگ کی تسمے سمیت ہوں گی جس سے اس کی کھوپڑی کھد بردارہی ہوگی اور وہ سمجھ رہا ہوگا کہ سب سے زیادہ سخت عذاب اسی کو ہوا رہا ہے حالانکہ دراصل سب سے ہلکا عذاب اسی کا ہے۔“ ⑤ قرآن فرماتا ہے کہ وہ آگ ایسی شعلہ زن ہے جو کھال اتار دیتی ہے ⑥ اور آیتوں میں ہے کہ ان کے سروں پر کھولتا ہوا گرم پانی بہایا جائے گا جس سے ان کے پیٹ کی تمام چیزیں اور ان کی کھالیں بھلس جائیں گی پھر لوہے کے ہتھوڑوں سے ان کے سر پکچلے جائیں گے وہ جب وہاں سے نکلنا چاہیں گے اسی میں لوٹا دیئے جائیں گے اور کہا جائے گا کہ جلنے کا عذاب چکھو۔ ⑦ اور آیت میں ہے کہ جن لوگوں نے ہماری آیتوں سے انکار کیا انہیں ہم بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈال دیں گے ان کی کھالیں جھلستی جائیں گی اور ہم اور اور بدلتے جائیں گے کہ وہ خوب عذاب چکھیں۔ ⑧ اس آیت میں بھی فرمایا ہے کہ اگر انہیں سمجھ ہوتی تو یہ جان لیتے کہ جہنم کی آگ کی گرمی اور تیزی بہت زیادہ ہے تو یقیناً یہ باوجود موسیٰ گرمی کے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جہاد میں خوشی خوشی نکلنے اور اپنے جان و مال کو اللہ کی راہ میں فدا کرنے پر تمل جاتے۔ عرب کا شاعر کہتا ہے کہ تو نے اپنی عمر سردی گرمی سے بچنے کی کوشش میں گزار دی حالانکہ تجھے لائق تھا کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتا کہ جہنم کی آگ سے بچ جائے۔

اب اللہ تبارک و تعالیٰ ان بد باطن منافقوں کو ڈرارہا ہے کہ تھوڑی سی زندگی میں یہاں تو جتنا چاہیں ہنس لیں، لیکن اس آنے والی بڑی زندگی میں ان کے لئے روتا ہی رونا ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ”لوگو روؤ اور رونا نہ آئے تو زبردستی روؤ جہنمی روئیں گے یہاں تک کہ ان کے رخساروں پر نہروں جیسے گڑھے پڑ جائیں گے آخر آنسو ختم ہو جائیں گے اب آنکھیں خون برسانے لگیں گی ان کی آنکھوں سے اس قدر آنسو اور خون بہا ہوگا کہ اگر کوئی اس میں کشتیاں چلائی چاہے تو چلا سکتا ہے۔“ ⑨ اور حدیث میں ہے کہ جہنمی جہنم میں روئیں گے اور خوب روتے رہیں گے آنسو ختم ہونے کے بعد پیپ نکلنا شروع ہوگی۔ اس وقت دوزخ کے داروغے ان سے کہیں گے کہ اے بد بخت! رحم =

① ترمذی، کتاب صفة جہنم، باب منه فی صفة النار وانہا سوداء مظلمة ۲۵۹۱ وسندہ ضعیف شریک قاضی مدلس راوی ہے اور تشریح السامع ثابت نہیں ابن ماجہ ۴۳۲۰۔ ② ۶۶/التحریم: ۶۔ ③ الطبرانی وسندہ ضعیف۔

④ مسند ابی یعلیٰ ۶۶۷ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۱۰/۳۹۱۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب صفة الجنة والنار ۶۵۶۲؛ صحیح مسلم ۲۱۳؛ احمد، ۴/۲۷۱۔ ⑥ ۷۰/المعارج: ۱۵۔ ⑦ ۲۲/الحج: ۱۹، ۲۲۔

⑧ ۴/النساء: ۵۶۔ ⑨ مسند ابی یعلیٰ ۷/۱۶۱؛ ابن ماجہ، کتاب الزهد، باب صفة النار ۴۳۲۴ وسندہ ضعیف مختصراً

اس کی سند میں محمد بن حمید الرازی اور یزید الرقاشی ضعیف ہیں (التقریب، ۲/۱۵۶، رقم: ۱۵۹، ۲/۳۶۱، رقم: ۲۲۰) اور عمران بن زید کزوز راوی ہے (التقریب، ۲/۸۳، رقم: ۷۲۷)۔

فَإِنْ رَجَعَكَ اللَّهُ إِلَى طَائِفَةٍ مِنْهُمْ فَاسْتَأْذِنُوكَ لِلْخُرُوجِ فَقُلْ لَنْ تَخْرُجُوا
 مَعِيَ أَبَدًا وَلَنْ تُقَاتِلُوا مَعِيَ عَدُوًّا إِنَّكُمْ رَضِيتُمْ بِالْقُعُودِ أَوَّلَ مَرَّةٍ فَاقْعُدُوا
 مَعَ الْخَالِفِينَ ۝ وَلَا تَصِلْ عَلَى أَحَدٍ مِنْهُمْ مَاتَ أَبَدًا وَلَا تَقِمُ عَلَى قَبْرِهِ ۝ إِنَّهُمْ
 كَفَرُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ وَمَاتُوا وَهُمْ فَاسِقُونَ ۝

ترجمہ: پس اگر اللہ تعالیٰ تجھے ان کی کسی جماعت کی طرف لوٹا کر واپس لے آئے پھر یہ تجھ سے میدان جنگ میں نکلنے کی اجازت طلب کریں
 تو کہہ دینا کہ تم میرے ساتھ ہرگز چل نہیں سکتے اور نہ میرے ساتھ تم دشمنوں سے لڑائی کر سکتے ہو تم نے پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہنے کو پسند کیا تھا
 پس تم پیچھے رہ جانے والوں میں ہی بیٹھے رہو۔ [۸۳۱] ان میں سے کوئی مر جائے تو تو اس کے جنازے کی ہرگز نماز نہ پڑھنا اور نہ اس کی قبر پر
 کھڑا ہونا یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے منکر ہو گئے اور مرتے دم تک بدکار بے اطاعت رہے۔ [۸۳۱]

= کی جگہ تو تم کبھی بھی نہ روئے اب یہاں کارونا دھونا لا حاصل ہے۔ اب یہ اونچی آوازوں سے چلا چلا کر جنتیوں سے فریاد کریں گے
 کہ تم لوگ ہمارے ہورشتے کنبے کے ہوسنو ہم قبروں سے پیاسے اٹھے تھے پھر میدان محشر میں بھی پیاسے ہی رہے اور آج تک یہاں
 بھی پیاسے ہی ہیں ہم پر رحم کر دکھ پانی ہمارے حلق میں چھو دو یا جو روزی اللہ تعالیٰ نے تمہیں دی ہے اس میں سے ہی تھوڑا بہت ہمیں
 دے دو۔ چالیس سال تک کتوں کی طرح چیختے رہیں گے چالیس سال کے بعد انہیں جو اب ملے گا کہ تم یوں ہی دھتکارے ہوئے
 بھوکے پیاسے ہی ان سڑیل اور اٹل سخت غذا یوں میں پڑے رہو۔ اب یہ تمام بھلائیوں سے مایوس ہو جائیں گے۔ ①
 لاپچی لوگوں کو جہاد میں نہ لے جائیے: [آیت: ۸۳-۸۴] فرمان ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تجھے سلامتی کے ساتھ اس غزوے سے
 واپس مدینہ پہنچا دے اور ان میں سے کوئی جماعت تجھ سے کسی اور غزوے میں تیرے ساتھ چلنے کی درخواست کرے تو بطور ان کو سزا
 دینے کے تو صاف کہہ دینا کہ نہ تو تم میرے ساتھ والوں میں میرے ساتھ چل سکتے ہو نہ تم میری ہمراہی میں دشمنوں سے جنگ کر سکتے
 ہو تم جب موقعہ پر دعادے گئے اور پہلی مرتبہ ہی بیٹھ رہے تو اب تیاری کے کیا معنی؟ پس یہ آیت مثل آیت ﴿وَنُقَلِّبُ أَفْسِدَتَهُمْ
 وَأَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوا بِهِ أَوَّلَ مَرَّةٍ﴾ ② کے ہے۔ بدی کا برابر بدی کے بعد ملتا ہے جیسے کہ نیکی کی جزا بھی نیکی کے بعد ملتی
 ہے۔ عمرہ حد پیہ کے بعد قرآن نے فرمایا تھا ﴿سَيَقُولُ الْمُخَلَّفُونَ إِذَا انطَلَقْتُمْ إِلَى مَغَائِمٍ﴾ ③ یعنی یہ پیچھے رہ جانے والے لوگ
 تم سے جب تم ٹھہرتے لینے چلو گے کہیں گے کہ ہمیں اجازت دو ہم بھی تمہارے ساتھ ہو لیں یہاں فرمایا کہ ان سے کہہ دینا کہ بیٹھ رہنے
 والوں میں ہی تم بھی رہو جو جو توتوں کی طرح گھروں میں گھسے رہتے ہیں۔

منافق کا جنازہ پڑھانے کی ممانعت: حکم ہوتا ہے کہ اے نبی! تم منافقوں سے بالکل بے تعلق ہو جاؤ ان میں سے کوئی مر جائے
 تو تم نہ اس کے جنازے کی نماز پڑھو نہ اس کی قبر پر جا کر اس کے لئے دعائے استغفار کرو اس لئے کہ یہ کفر و فسق پر زندہ رہے اور اسی پر
 مرے۔ یہ حکم تو عام ہے گو اس کا شان نزول خاص عبد اللہ بن ابی بن سلول کے بارے میں ہے۔ جو منافقوں کا رئیس اور امام تھا۔ صحیح

① ابن ابی الدنیا، وسندہ ضعیف جدا اس کا راوی حمزہ الجزری متروک ہے۔

② ۱۱۰/۶ الانعام۔ ③ ۴۸/۴ الفتنہ: ۱۵۔

بخاری شریف میں ہے کہ اس کے مرنے پر اس کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ میرے باپ کے کفن کے لئے آپ خاص اپنا پہنا ہو کر تاعینت فرمائیے۔ آپ ﷺ نے دے دیا۔ پھر کہا کہ آپ ﷺ خود اس کے جنازے کی نماز پڑھائیے، آپ ﷺ نے یہ درخواست بھی منظور فرمائی اور نماز پڑھانے کے ارادے سے اٹھے لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کا دامن تھام لیا اور عرض کی کہ حضور اکرم ﷺ! آپ اس کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے؟ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے منع فرمایا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”سنو اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے فرمایا ہے کہ تو ان کے لئے استغفار کر یا نہ کر اگر تو ان کے لئے ستر مرتبہ بھی استغفار کرے گا تو بھی اللہ تعالیٰ انہیں نہ بخشے گا“ تو میں ستر مرتبہ سے بھی زیادہ استغفار کروں گا۔“ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرمانے لگے یا رسول اللہ ﷺ! یہ منافق تھا۔ تاہم حضور اکرم ﷺ نے اس کے جنازے کی نماز پڑھائی، اس پر یہ آیت اتری۔ ❶ اور روایت میں ہے کہ اس نماز میں صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ﷺ کی اقتدا میں تھے۔ ❷

اور روایت میں ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب آپ ﷺ اس کی نماز کے لئے کھڑے ہو گئے تو میں صف میں سے نکل کر آپ ﷺ کے سامنے کھڑا ہو گیا اور کہا کہ کیا آپ ﷺ اس اللہ کے دشمن عبداللہ بن ابی کے جنازے کی نماز پڑھائیں گے حالانکہ فلاں دن اس نے یوں کہا اور فلاں دن یوں کہا۔ اس کی وہ تمام باتیں دہرائیں۔ حضور اکرم ﷺ مسکراتے ہوئے سب سنتے رہے آخر میں فرمایا ”عمر! مجھے چھوڑ دے اللہ تعالیٰ نے استغفار کا مجھے اختیار دیا ہے کہ اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار ان کے گناہ معاف کر سکتا ہے تو میں یقیناً ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کروں گا۔“ چنانچہ آپ ﷺ نے نماز بھی پڑھائی جنازے کے ساتھ بھی چلے دفن میں بھی موجود رہے اس کے بعد مجھے اپنی اس گستاخی پر بہت ہی انوس ہونے لگا کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ خوب علم والے ہیں میں نے ایسی اور اس قدر جرات کیوں کی کچھ ہی دیر ہوئی ہوگی جو یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں اس کے بعد آخر دم تک نہ تو حضور اکرم ﷺ نے کسی منافق کے جنازے کی نماز پڑھی نہ اس کی قبر پر آ کر دعا کی۔ ❸ اور روایت میں ہے کہ اس کے صاحبزادے رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے یہ بھی کہا تھا کہ اگر آپ ﷺ تشریف نہ لائے تو ہمیشہ کے لئے یہ بات ہم پر رہ جائے گی۔ جب آپ ﷺ تشریف لائے تو اسے قبر میں اتار دیا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”اس سے پہلے مجھے کیوں نہ لائے۔“ چنانچہ وہ قبر سے نکالا گیا آپ ﷺ نے اس کے سارے جسم پر تھکا کر دم کیا اور اسے اپنا کرتہ پہنایا۔ ❹ اور روایت میں ہے کہ وہ خود وصیت کر کے مرا تھا کہ اس کے جنازے کی نماز خود رسول اللہ ﷺ پڑھائیں۔ اس کے لڑکے نے آ کر حضور اکرم ﷺ کو اس کی آرزو اور اس آخری وصیت کی بھی خبر کی تھی اور یہ بھی کہا تھا کہ اس کی وصیت یہ بھی ہے کہ اسے آپ ﷺ کے پیراہن میں کفنا یا جائے۔

❶ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ باب ﴿استغفرلہم اولا تستغفرلہم.....﴾ ۶۷۰؛ صحیح مسلم ۲۷۷۴؛ طبرانی ۱۷۰۵۱؛ دلائل النبوة، ۵/۲۸۷۔
 ❷ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ باب قوله ﴿ولا تصل علی احد منہم مات اهدا ولا تقم علی قبرہ﴾ ۶۷۲؛ صحیح مسلم ۶۷۴۔
 ❸ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من الصلاة علی المنافقین والاستغفار للمشرکین ۱۳۶۶؛ دلائل النبوة ۵/۶۸۷۔
 ❹ احمد، ۳/۳۷۱؛ مسندہ ضعیف اس کی سند میں ابو الزبیر کے سامع کی صراحت نہیں لیکن اصل روایت صحیح سند کے ساتھ صحیح بخاری، ۱۲۷۰، مسلم، ۲۷۷۳ میں موجود ہے۔

آپ ﷺ اس کے جنازے کی نماز سے فارغ ہوئے ہی تھے جو حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیتیں لے کر اترے۔ ① اور روایت میں ہے کہ جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا دامن تان کر نماز کے ارادے کے وقت یہ آیت سنائی ② لیکن یہ روایت ضعیف ہے۔ اور روایت میں ہے اس نے اپنی بیماری کے زمانے میں حضور اکرم ﷺ کو بلایا آپ ﷺ تشریف لے گئے اور جا کر فرمایا کہ ”یہودیوں کی محبت نے تجھے تباہ کر دیا۔“ اس نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! یہ وقت ڈانٹ ڈپٹ کا نہیں بلکہ میری خواہش ہے کہ آپ میرے لئے دعائے استغفار کریں میں مر جاؤں تو مجھے اپنے پیراہن میں کفنائیں بعض سلف سے مروی ہے کہ کرتا دینے کہ وجہ یہ تھی کہ جب حضرت عباس رضی اللہ عنہ آئے تو ان کے جسم پر کسی کا کپڑا ٹھیک نہیں آیا آخر اس کا کرتا لیا وہ ٹھیک آ گیا یہ بھی لسا پورا چوڑی چنگلی ہڈی کا آدمی تھا پس اس کے بدلے میں آپ ﷺ نے اسے اس کے کفن کے لئے اپنا کرتا عطا فرمایا۔ ③ اس آیت کے اترنے کے بعد نہ تو کسی منافق کے جنازے کی نماز آپ ﷺ نے پڑھی نہ کسی کے لئے استغفار کیا۔ مسند احمد میں ہے کہ جب آپ ﷺ کو کسی جنازے کی طرف بلایا جاتا تو آپ ﷺ پوچھ لیتے اگر لوگوں سے اس کی بھلائیاں معلوم ہوتیں تو آپ ﷺ جا کر اس کے جنازے کی نماز پڑھتے اور اگر کوئی ایسی ویسی بات کان میں پڑتی تو صاف انکار کر دیتے۔ ④ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ آپ ﷺ کے بعد یہ رہا کہ جس کے جنازے کی نماز حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پڑھتے اس کے جنازے کی نماز آپ بھی پڑھتے جس کی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نہ پڑھتے آپ بھی نہ پڑھتے اس لئے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو حضور اکرم ﷺ نے منافقوں کے نام گنوا دیئے تھے اور صرف انہیں کو یہ نام معلوم تھے اسی بنا پر انہیں راز دار رسول اللہ ﷺ کہا جاتا تھا۔ بلکہ ایک مرتبہ ایسا بھی ہوا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک شخص کے جنازے کی نماز کے لئے کھڑے ہونے لگے تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے چنگلی لے کر انہیں روک دیا۔ جنازے کی نماز اور استغفار ان دونوں چیزوں سے منافقوں کے بارے میں مسلمانوں کو روک دینا یہ دلیل ہے اس امر کی کہ مسلمانوں کے بارے میں ان دونوں چیزوں کی پوری تاکید ہے ان میں مردوں کے لئے بھی پورا نفع ہے اور زندوں کے لئے بھی کامل اجر و ثواب ہے۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے کہ آپ ﷺ فرماتے ہیں جو جنازے میں جائے اور نماز پڑھی جانے تک ساتھ رہے اسے ایک قیرا ثواب ملتا ہے اور جو دفن تک ساتھ رہے اسے دو قیرا ملتے ہیں۔ پوچھا گیا کہ قیرا کیا ہے؟ فرمایا ”سب سے چھوٹا قیرا احد پہاڑ کے برابر ہوتا ہے۔“ ⑤ اسی طرح یہ بھی حضور اکرم ﷺ کی عادت مبارک تھی کہ میت کے دفن سے فارغ ہو کر وہیں اس کی قبر کے پاس ٹھہر کر حکم فرماتے کہ ”اپنے ساتھی کے لئے استغفار کر داس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو اس سے اس وقت سوال و جواب ہو رہا ہے۔“ ⑥

① ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب فی الصلاة علی اهل القبلة ۱۵۲۴ وسندہ ضعیف والحديث صحيح بالشواهد۔

② مسند ابن یعلیٰ ۴۱۱۲ ابن جریر، ۱۷۰۶۸ اس کی سند میں یزید بن ابان الرقاشی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان، ۴/۴۱۸، رقم: ۹۶۶۹)

③ صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب الصلاة لاساری ۳۰۸۔

④ احمد، ۲۹۹/۵، ۳۰۰، وسندہ صحیح، ابن حبان ۳۰۵۷؛ حاکم، ۱/۳۶۴؛ مجمع الزوائد، ۴/۳۔

⑤ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب من انتظر حتی تدفن ۱۳۲۵؛ صحیح مسلم ۹۴۵؛ ابوداؤد ۳۱۶۸؛ ترمذی ۱۰۴۰،

ابن ماجہ ۱۵۳۹؛ احمد، ۴۰۱/۲۔ ⑥ ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب الاستغفار عند القبر للمیت فی وقت الانصراف

۳۲۲۱ وسندہ حسن، حاکم، ۱/۳۷۰؛ بیہقی، ۴/۵۶۔

وَلَا تُعْجِبْكَ أَمْوَالُهُمْ وَأَوْلَادُهُمْ إِنَّمَا يُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا
وَتَزْهَقَ أَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كَافِرُونَ ﴿۸۵﴾ وَإِذَا أَنْزَلْتَ سُورَةَ أَنْ آمِنُوا بِاللَّهِ وَجَاهِدُوا
مَعَ رَسُولِهِ اسْتَأْذَنَكَ أُولُوا الظُّلُمِ مِنْهُمْ وَقَالُوا ذَرْنَا نَكُنْ مَعَ الْقُعْدِيِّينَ ﴿۸۶﴾ رَضُوا
بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ ﴿۸۷﴾

تفسیر: ان کے مال و اولاد سے کچھ بھی تعجب نہ کر اللہ تعالیٰ کی چاہت یہی ہے کہ انہیں ان چیزوں سے دنیوی سزا دے اور یہ اپنی جانیں
نکلنے تک کافر ہی رہیں۔ [۸۵] جب کوئی سورت اتاری جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاؤ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ لڑ کر جہاد کرو
تو ان میں سے دولت مندوں کا ایک طبقہ تیرے پاس آ کر یہ کہہ کر رخصت لے لیتا ہے کہ ہمیں تو بیٹھے رہنے والوں میں ہی چھوڑ دیجئے۔ [۸۶]
یہ تو خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر سمجھ گئے اور ان کے دلوں پر مہر لگا دی گئی اب وہ کچھ سمجھ عقل نہیں رکھتے۔ [۸۷]

[آیت: ۸۵-۸۷] اسی مضمون کی آیت کریمہ گزر چکی ہے اور وہیں اس کی پوری تفسیر بھی بحمد اللہ لکھ دی گئی ہے جس کے دوہرانے کی
ضرورت نہیں۔

بزدل منافقین جہاد نہیں کر سکتے: ان لوگوں کی برائی بیان ہو رہی ہے جو وسعت طاقت، قوت ہوتے ہوئے جہاد کے لئے نہیں
نکلے جی جرات جاتے ہیں اور حکم الہی سن کر پھر بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس آ کر اپنے رک رہنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ ان کی بے
حمیتی تو دیکھو کہ یہ عورتوں جیسے ہو گئے۔ لشکر چلے گئے یہ نامرد زنانہ عورتوں کی طرح پیچھے رہ گئے۔ بوقت جنگ بزدل ڈر پوک اور
گھروں میں گھسے رہنے والے اور بوقت امن بڑھ بڑھ کر باتیں بنانے والے یہ بھونکنے والے کتوں اور گر بننے والے بادلوں کی طرح
ڈھول کے پول ہیں۔ چنانچہ اور جگہ خود قرآن کریم نے بیان فرمایا ہے کہ خوف کے وقت ایسی آنکھیں پھیرنے لگتے ہیں جیسے کوئی مر رہا
ہو اور جہاں وہ موقع گزر گیا کہ اب لگے جرب زبانی کرنے اور لمبے چوڑے دعوے کرنے اور باتیں بنانے۔ ① امن کے وقت تو
مسلمانوں میں فساد پھیلانے لگتے ہیں اور وہ بلند بانگ بہادری کے ڈھول پیٹتے ہیں کہ کچھ ٹھیک نہیں لیکن لڑائی کے وقت عورتوں کی
طرح چوڑیاں پہن کر پردہ نشین بن جاتے ہیں بل اور سوراخ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اپنے آپ کو چھپاتے پھرتے ہیں۔ ایمان دار تو سورت
اترنے اور اللہ تعالیٰ کے حکم ہونے کا انتظار کرتے ہیں لیکن بیمار دلوں والے جہاں سورت اتری اور جہاد کا حکم سنا کہ آنکھیں بند کر
لیں دیدے پھیر لے۔ ان پر افسوس ہے اور ان کے لئے تباہی خیز مصیبت ہے۔ اگر یہ اطاعت گزار ہوتے اگر ان کی زبان سے اچھی
بات نکلتی ان کے ارادے اچھے ہوتے یہ اللہ تعالیٰ کی باتوں کی تصدیق کرتے تو یہی چیز ان کے حق میں بہتر تھی۔ ② لیکن ان کے دلوں
پر تو ان کی بد اعمالیوں سے مہر لگ چکی ہے اب تو ان میں اس بات کی صلاحیت بھی نہیں رہی کہ اپنے نفع نقصان کو ہی سمجھ لیں۔

لَكِنَّ الرَّسُولَ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ جَاهِدُوا بِأَمْوَالِهِمْ وَأَنْفُسِهِمْ وَأُولَئِكَ لَهُمُ
 الْخَيْرُ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ﴿۸۸﴾ أَعَدَّ اللَّهُ لَهُمْ جَنَّتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ
 خَالِدِينَ فِيهَا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿۸۹﴾ وَجَاءَ الْمَعَذِرُونَ مِنَ الْأَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ
 لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِينَ كَذَبُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْهُمْ عَذَابٌ
 أَلِيمٌ ﴿۹۰﴾ لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَاءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضَى وَلَا عَلَى الَّذِينَ لَا يَجِدُونَ مَا يَنْفِقُونَ
 حَرْجٌ إِذَا نَصَحُوا لِلَّهِ وَرَسُولِهِ مَا عَلَى الْمُحْسِنِينَ مِنْ سَبِيلٍ وَاللَّهُ غَفُورٌ
 رَحِيمٌ ﴿۹۱﴾ وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ
 عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَعَيْنُهُمْ تَقْنِصٌ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنْفِقُونَ ﴿۹۲﴾ إِنَّمَا
 السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَسْتَأْذِنُونَكَ وَهُمْ أَغْنِيَاءُ رَضُوا بِأَنْ يَكُونُوا مَعَ
 الْخَوَالِفِ وَطَبَعَ اللَّهُ عَلَى قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ﴿۹۳﴾

ترجمہ: لیکن خود رسول ﷺ اور اس کے ساتھ کے ایمان دار اپنے مالوں اور جانوں سے جہاد کرتے رہتے ہیں یہی لوگ خوبوں والے ہیں اور یہی لوگ کامیابی حاصل کرنے والے ہیں [۸۸] انہیں کے لئے اللہ تعالیٰ نے وہ جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں جن میں یہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ یہی بہت بڑی کامیابی ہے۔ [۸۹] یاد رہے نیشنوں میں سے عذر والے لوگ حاضر ہونے کہ انہیں رخصت دے دی جائے اور وہ بیٹھ رہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس کے رسول ﷺ سے جھوٹی باتیں بنائی تھیں اب تو ان میں جتنے کفار ہیں انہیں دکھ دینے والی مار پیچ کر رہے گی۔ [۹۰] ان تو اس ضعیفوں پر اور بیماروں پر اور ان پر جن کے پاس خرچ کرنے کو کچھ بھی نہیں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی خیر خواہی کرتے رہیں ایسے نیک کاروں پر الزام کی کوئی راہ نہیں اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت و رحمت والا ہے [۹۱] ہاں ان پر بھی کوئی حرج نہیں جو تیرے پاس آتے ہیں کہ تو انہیں سواری مہیا کر دے تو تو جواب دیتا ہے کہ میں تو تمہاری سواری کے لئے کچھ بھی نہیں پاتا تو وہ رخ و غم سے اپنی آنکھوں سے آنسو بہاتے ہوئے لوٹ جاتے ہیں کہ انہیں خرچ کرنے کے لئے کچھ بھی میسر نہیں [۹۲] بے شک ان لوگوں پر تو راہ الزام ہے اور انہیں پر ہے جو باوجود دوہمتند ہونے کے تجھ سے اجازت طلب کرتے ہیں جو خانہ نشین عورتوں کا ساتھ دینے پر خوش ہیں جن کے دلوں پر مہر الہی لگ چکی ہے جس سے وہ محض بے علم ہو گئے ہیں۔ [۹۳]

سچے مسلمان ہی اپنی جان و مال سے جہاد کرتے ہیں: [آیت: ۸۸-۹۳] منافقوں کی مذمت ان کی اخروی درگت بیان فرما کر اب مومنوں کی مدحت اور ان کی اخروی راحت بیان ہو رہی ہے۔ یہ جہاد کے لئے کمر باندھ رہتے ہیں یہ جان و مال اللہ کی راہ میں فدا کرتے رہتے ہیں انہی کے حصے میں بھلائیاں اور خوبیاں ہیں یہی فلاح پانے والے لوگ ہیں۔ انہی کے لئے جنت الفردوس ہے اور انہیں کے لئے بلند درجے ہیں یہی مقصد حاصل کرنے والے یہی کامیابی کو پہنچ جانے والے لوگ ہیں۔

جھوٹا عذر کرنے والوں کو تنبیہ: یہ بیان ان لوگوں کا ہے جو حقیقتاً کسی شرعی عذر کے باعث جہاد میں شامل نہ ہو سکتے تھے مدینہ کے اردگرد کے یہ لوگ آ آ کر اپنی کمزور معنی بے طاقتی بیان کر کے اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ سے اجازت لیتے ہیں کہ اگر حضور اکرم ﷺ انہیں واقعی معذور سمجھیں تو اجازت دے دیں۔ یہ بنو غفار کے قبیلے کے لوگ تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کی قرأت میں ﴿وَجَاءَ الْمُعَذِّرُونَ﴾ ہے یعنی اہل عذر لوگ۔ یہی معنی مطلب زیادہ ظاہر ہے کیونکہ اسی جملے کے بعد ان لوگوں کا بیان ہے جو جھوٹے تھے یہ نہ آئے نہ اپنا رک جانے کا سبب پیش کیا نہ حضور اکرم ﷺ سے رک رہنے کی اجازت چاہی۔ بعض بزرگ فرماتے ہیں کہ عذر پیش کرنے والے بھی دراصل عذر والے نہ تھے اسی لئے ان کے عذر مقبول نہ ہوئے۔ لیکن پہلا قول پہلا ہی ہے وہی زیادہ ظاہر ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس کی ایک وجہ تو وہی ہے جو ہم نے اوپر بیان کی ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ عذاب کا وعدہ بھی ان سے ہوا جو بیٹھے ہی رہے۔

سچے مجاہد اور اہل عذر: اس آیت میں ان شرعی عذروں کا بیان ہو رہا ہے جن کے ہوتے ہوئے اگر کوئی شخص جہاد میں نہ جائے تو اس پر شرعی حرج نہیں پس ان سبوں میں سے ایک قسم تو وہ ہے جو لازم ہوتی ہے کسی حالت میں انسان سے الگ نہیں ہوتی جیسے پیدائشی کمزوری یا اندھا پن یا لنگڑاپن، کوئی لولا لنگڑا پانچ یا بیار یا بالکل ہی ناطقت ہو دوسری قسم کے وہ عذر ہوتے ہیں جو کبھی ہیں اور کبھی نہیں اتفاقاً اسباب ہیں مثلاً کوئی بیمار ہو گیا ہے یا بالکل فقیر ہو گیا ہے سامان سفر سامان جہاد مہیا نہیں کر سکتا وغیرہ پس یہ لوگ شرکت جہاد نہ کر سکیں تو ان پر شرعاً کوئی مواخذہ گناہ یا عار نہیں، لیکن انہیں اپنے دل میں صلاحیت اور خلوص رکھنا چاہئے۔ مسلمانوں کے دین الہی کے خیر خواہ بنے رہیں اور ان کو جہاد پر آمادہ کریں بیٹھے بیٹھے جو خدمت مجاہدین کی انجام دے سکتے ہوں دیتے رہیں ایسے نیک کاروں پر کوئی وجہ الزام نہیں اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے۔ حواریوں نے عیسیٰ نبی اللہ علیہ السلام سے پوچھا کہ ہمیں بتلائیے اللہ کا خیر خواہ کون ہے؟ آپ علیہ السلام نے فرمایا ”جو اللہ تعالیٰ کے حق کو لوگوں کے حق پر مقدم کرے اور جب ایک کام دین کا اور ایک دنیا کا آجائے تو دینی کام کی اہمیت کا پورا لحاظ رکھے پھر فارغ ہو کر دنیوی کام کو انجام دے۔“ ایک مرتبہ قحط سالی کے موقع پر لوگ نماز استسقا کے لئے میدان میں نکلے ان میں حضرت بلال بن سعد رضی اللہ عنہ بھی تھے آپ نے کھڑے ہو کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی پھر فرمایا اے حاضرین! کیا تم یہ مانتے ہو کہ تم سب اللہ کے گنہگار بندے ہو۔ سب نے پورا اقرار کیا۔ اب آپ نے دعا شروع کی کہ پروردگار ہم نے تیرے کلام میں سنا ہے کہ نیک کاروں پر کوئی راہ نہیں، ہم اپنی برائیوں کے اقراری ہیں پس تو ہمیں معاف فرما ہم پر رحم فرما ہم پر اپنی رحمت سے بارشیں برسنا۔ اب آپ نے ہاتھ اٹھائے اور آپ ﷺ کے ساتھ ہی اور سب نے۔ رحمت ربانی جوش میں آئی اور اسی وقت جھوم جھوم کر رحمت کی بدلیاں برسنے لگیں۔ ① حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں حضور اکرم ﷺ کا کاتب تھا سورۃ براءت جب اتر رہی تھی میں اسے بھی لکھ رہا تھا میرے کان میں قلم اڑسا ہوا تھا جہاد کی آیتیں اتر رہی تھیں حضور اکرم ﷺ منتظر تھے کہ دیکھیں اب کیا حکم نازل ہوتا ہے جو ایک نابینا صحابی آئے اور کہنے لگے حضور ﷺ! میں جہاد کے احکام اس اندھا پے میں کیسے بجالاسکتا ہوں۔ اسی وقت یہ آیت اتری۔ پھر ان کا بیان ہوتا ہے جو جہاد کی شرکت کے لئے تڑپتے ہیں مگر قدرتی اسباب سے مجبور ہو کر بادل ناخواستہ رک جاتے ہیں۔ جہاد کا حکم ہوا رسول اللہ ﷺ کا اعلان ہوا مجاہدین کا لشکر جمع ہونا شروع ہوا تو ایک جماعت آئی جن میں حضرت عبد اللہ بن مغفل بن مقرن مزی رضی اللہ عنہ وغیرہ تھے۔ انہوں نے کہا کہ حضور اکرم ﷺ! ہمارے پاس سواریاں نہیں آپ ہماری سواریوں کا انتظام کر دیں تاکہ ہم بھی اللہ کی راہ میں جہاد کرنے کا اور آپ ﷺ کی ہم رکابی کا شرف حاصل کریں۔ آپ ﷺ نے جواب

دیا کہ ”واللہ میرے پاس تو ایک بھی سواری نہیں۔“ یہ ناامید ہو کر روتے پینتے، غمزہ اور درنجیدہ ہو کر لوٹے، ان پر اس سے زیادہ بھاری بوجھ کوئی نہ تھا کہ یہ اس وقت ہمرکابی کی اور جہاد کی سعادت سے محروم رہ گئے اور عورتوں کی طرح انہیں یہ مدت گھروں میں گزارنی پڑے گی نہ ان کے پاس خود ہی کچھ ہے نہ کہیں سے کچھ ملتا ہے۔ پس جناب باری تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما کر ان کی تسکین کر دی۔ ①

یہ آیت قبیلہ مزینہ کی شاخ بنی مقرن کے بارے میں اتری ہے۔ محمد بن کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ یہ سات آدمی تھے بنی عمرو کے سالم بن عوف، بنی واقف کے حرمی بنی عمرو، بنی مازن کے عبدالرحمن بن کعب، بنو معلیٰ کے فضل اللہ بنی سلمیٰ کے عمرو بن عتبہ اور عبداللہ بن عمرو مزنی اور بنو حارثہ کے علیہ بن زید۔ بعض روایتوں میں کچھ ناموں میں ہیر پھیر بھی ہے۔ انہیں نیک نیت بزرگوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے رسول رسولوں کے سر تاج (صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَعَلَىٰ آلِهِ وَأَصْحَابِهِ وَأَزْوَاجِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ وَسَلَّمَ) کا فرمان ہے کہ ”اے میرے مجاہد ساتھیو! تم نے مدینے میں جو لوگ اپنے پیچھے چھوڑے ہیں ان میں وہ بھی ہیں کہ تم جو خرچ کرتے ہو جس میدان میں چلتے ہو جو جہاد کرتے ہو سب میں وہ بھی ثواب کے شریک ہیں۔“ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ② اور روایت میں ہے کہ یہ سن کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ’وہ باوجود اپنے گھروں میں رہنے کے ثواب میں ہمارے شریک ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ’ہاں اس لئے کہ وہ معذور ہیں عذر کے باعث رکے ہیں۔“ ③ اور روایت میں ہے ”انہیں بیمار یوں نے روک لیا ہے۔“ ④ پھر ان لوگوں کا بیان فرمایا جنہیں فی الواقع کوئی عذر نہیں مال دار بنے کئے ہیں لیکن پھر بھی سرکار نبوت میں آ کر بہانے تراش تراش کر جہاد میں ساتھ نہیں دیتے، عورتوں کی طرزِ عمر میں بیٹھ جاتے ہیں زمین پکڑ لیتے ہیں۔ فرمایا ان کی بد اعمالیوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر مہر الہی لگ چکی ہے اب وہ اپنے بھلے برے کے علم سے بھی کورے ہو گئے ہیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ تَفْسِيرًا بِنِ كَثِيرٍ رَدُّوْكَ دَسْوَالٍ پَارَہ مَعْمَلِ ہوا۔



① الطبری، ۱۴/ ۴۲۰، اس کی سند میں عطیہ العونی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۲/ ۲۴، رقم: ۲۱۶)

② یہ روایت مرسل ہے اس کی اصل ذکر یہودی ہے۔ ③ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب ۸۲ حدیث ۴۴۲۳؛ ابوداؤد،

۲۵۰۸؛ ابن ماجہ ۲۷۲۴؛ احمد، ۳/ ۱۰۳؛ ابن ابی شیبہ ۱۸۸۵۶۔ ④ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب ثواب

من حسبہ عن الغزو مرض او عذر آخر ۱۹۱۱؛ ابن ماجہ ۲۷۶۵؛ احمد، ۳/ ۳۰۰؛ دلائل النبوة، ۵/ ۲۶۷۔

فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
641	قرہمی کفار سے جہاد شروع کرنا چاہیے	607	یہا نہ بنا کر جہاد سے پیچھے رہنے والوں کو تنبیہ
642	ایمان میں کمی اور زیادتی کا بیان	608	اعراب (گنوار) لوگوں کی صفات
643	منافقین دنیاوی آفات کے باوجود ایمان نہیں لاتے	609	آپ ﷺ کا بچوں سے پیار
644	رسول اللہ ﷺ کی صفات حسنہ کا ذکر جمیل	610	مہاجرین و انصار اور ان کے پیروکار
647	تفسیر سورہ یونس	611	منافقین کی نشاندہی
647	تمام انبیاء ﷺ بشر تھے	613	تساہل اور سستی سے بچنے کا حکم
648	عرش عظیم اور اللہ کا علم اور توحید الوہیت	614	صدقہ مال کی پائی کا باعث ہے
649	کفر کی سزا دردناک عذاب	616	سینوں کے راز اللہ عظیم و خیر جانتا ہے
649	اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا بیان	617	جنگ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کا معاملہ
650	آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے والوں کا انجام	618	منافقین کی مسجد ضرار کا بیان
651	جنت سلامتی کا گھر ہے	623	مسجد تقویٰ کی تحسین اور مسجد ضرار کا انجام
652	اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے بدو عائدہ کرنی چاہیے	624	مسلمان کی جان اور مال کے بدلے جنت کا سودا
653	اکثر لوگ احسان فراموش ہیں	625	مؤمنوں کے اوصاف حمیدہ
653	دنیا دار ظالم لوگ ہیں	625	سامحون سے مراد روزہ رکھنے والے ہیں
654	شریعت ساز اللہ تعالیٰ ہے۔ کسی نبی کو ترمیم کا اختیار نہیں	626	مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کی ممانعت
655	آقا کا نورانی چہرہ بھی صداقت کی ایک دلیل ہے	631	اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے بغیر لوگوں کو عذاب نہیں دیتا
658	مشرکین بتوں کو سفارشی سمجھتے تھے	632	جنگ تبوک ایک مشکل ترین سفر
658	کفار کے مطالبہ پر معجزہ نہ دکھانے میں بھی اللہ کی حکمت ہے	633	پیچھے رہنے والے تین مخلص مسلمانوں کی توبہ کا ذکر
660	مشرکین مکہ مصیبت کے وقت صرف اللہ کو پکارتے	637	جنگ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ دینے والوں کی مذمت
661	دنیاوی زندگی کی ایک مثال	638	جہاد فی سبیل اللہ کا بہترین بدلہ
		639	جہاد اور یوں کی تعلیم و تبلیغ

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
681	نوح علیہ السلام کے بعد سلسلہ رسالت جاری رہا	663	نیکوں کا بدلہ جنت ہے
682	موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی فرعون کو دعوت	663	برائیوں کا بدلہ جہنم ہے
683	موسیٰ علیہ السلام اور جادوگروں کا مقابلہ	664	روز قیامت مشرکوں اور ان کے شرک کی حالت
684	فرعون اور اس کی قوم کی سرکشی	665	مشرکین اللہ کو خالق، رازق اور مالک مانتے تھے
685	اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور اس کی عبادت		سب کچھ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے، لوگوں کے شرک
686	بنی اسرائیل کو نماز کا حکم	666	کچھ پیدائیں کر سکتے
687	موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی فرعون کے لیے بددعا	668	قرآن حکیم ایک لاجواب اور بے مثال کتاب ہے
688	بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون کی عبرت انگیز تباہی	669	روز قیامت ہر کوئی اپنے اعمال کا جواب دہ ہوگا
690	بنی اسرائیل پر انعامات اور ان کی سرکشی	670	قیامت کے دن نفسا نفسی کا عالم
691	دلائل کے باوجود اہل کتاب کی ہٹ دھرمی	671	قیامت کے دن پورا پورا انصاف ہوگا
	عذاب دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں ہوتا مگر قوم	672	قیامت، عذاب سب کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے
692	یونس علیہ السلام کو اللہ نے معاف کر دیا	673	مرنے کے بعد کیا ہوگا؟
693	ہدایت و ضلالت اللہ کے اختیار میں	674	روحانی بیماریوں کے لئے قرآن کتاب شفا ہے
694	آفاق میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں	674	خود ساختہ حلال و حرام کی مذمت
695	معبود حقیقی کا تعارف اور دین حنیف	676	اللہ تعالیٰ ہر چھوٹی بڑی چیز سے باخبر ہے
695	نافرمان اپنا ہی نقصان کرتا ہے	677	اولیاء اللہ کی فضیلت اور بعض علامات
696	تفسیر سورہ ہود	678	اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیوں کا بیان
696	توحید سے اعراض عذاب کا سبب ہے	679	اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں
697	اللہ تعالیٰ راز کی تمام باتوں کو جانتا ہے	680	قوم نوح کی تباہی ویربادی

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۗ قُلْ لَا تَعْتَذِرُونَ وَالنَّوْمِينَ لَكُمْ قَدْ نَبَأْنَا
 اللَّهُ مِنْ آخِبَارِكُمْ ۗ وَسِيرَى اللَّهِ عَمَلِكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عِلْمِ الْغَيْبِ
 وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ۝ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انْقَلَبْتُمْ
 إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا عَنْهُمْ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۗ إِنَّهُمْ رَجِسٌ ۖ وَمَا بِهِمْ جَهْمٌ
 جَزَاءٌ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ۝ يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۗ فَإِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ
 اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ الْفَاسِقِينَ ۝

ترجمہ: یہ لوگ تمہارے سامنے عذر پیش کریں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے۔ آپ کہہ دیجئے کہ یہ عذر پیش مت کرو، ہم کبھی تم کو سچا نہ سمجھیں گے اللہ تعالیٰ ہم کو تمہاری خبر دے چکے ہیں اور آئندہ بھی اللہ اور اس کا رسول تمہاری کارگزاری دیکھ لیں گے پھر ایسے کے پاس لوٹائے جاؤ گے جو پوشیدہ اور ظاہر سب کا جاننے والا ہے پھر وہ تم کو بتا دے گا جو کچھ تم کرتے تھے۔ [۹۳] ہاں وہ اب تمہارے سامنے اللہ کی قسمیں کھا جائیں گے جب تم ان کے پاس واپس جاؤ گے تاکہ تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو سو تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو۔ وہ لوگ بالکل گندے ہیں اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ ان کاموں کے بدلے جو کچھ وہ کیا کرتے تھے۔ [۹۵] یہ اس لئے قسمیں کھائیں گے کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔ [۹۶]

بہانہ بنا کر جہاد سے پیچھے رہنے والوں کو تنبیہ: [آیت: ۹۳-۹۶] اللہ تعالیٰ نے منافقین سے متعلق یہ معلوم کر دیا ہے کہ جب تم مدینہ واپس ہو گے تو تمہارے سامنے اپنے عذرات پیش کریں گے۔ لیکن تم ان سے کہہ دو کہ عذرات باطلہ پیش کرنے کی کوئی ضرورت نہیں، ہم تمہاری بات کو کبھی سچ نہ مانیں گے اللہ پاک نے ہمیں تمہارے احوال معلوم کر دیئے ہیں۔ عنقریب اللہ پاک تمہارے اعمال دنیا میں لوگوں کے سامنے ظاہر فرمادے گا اور تمہیں تمہارے اچھے برے سارے اعمال کی خبر دیدے گا اور پھر اپنے اعمال کا نتیجہ بھی دیکھنا پڑے گا۔ پھر ان سے متعلق مزید خبر دی گئی کہ وہ قسمیں کھا کھا کر بیان کریں گے تاکہ تم ان سے درگزر کر جاؤ اور چشم پوشی کر لو۔ یہ اس وقت ہو گا جب تم مدینہ واپس ہو جاؤ گے۔ لیکن تم ہرگز ان کی تصدیق نہ کرنا اور ان سے اظہار حقارت کے لئے اعراض کر جاؤ۔ ان میں نفس کی گندگی ہے ان کے باطن اور ان کے اعتقادات نجس ہیں۔ آخرت میں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے اور یہ ان کے اعمال کا یعنی خطا کاریوں کا صحیح بدلہ ہے۔ اور یہ بھی بتلا دیا کہ اگر تم ان سے ان کی قسمیں کھانے کے سبب راضی ہو بھی جاؤ تو اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں سے راضی نہ ہو گا جو اللہ کی اطاعت اور رسولوں کی فرماں برداری سے باہر ہو گئے ہیں۔ وہ لوگ فاسق ہیں اور فسق کے لغوی معنی باہر نکلنے کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ (الفارۃ فَوَيْسِقَةٌ) یعنی چوہا خرابیاں اور فساد پیدا کرنے کے لئے ہی اپنے بل سے نکلتا ہے۔ اور یہی بھی کہا جاتا ہے (فَسَقَتِ الرَّطْبَةُ) یعنی ڈالیوں سے کھجور کے خوشے نکل آئے۔

الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ ط

وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ مَغْرَمًا وَيَتَرَبَّصُ بِكُمْ ط

الذَّوَابِرَ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ط وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَنْ يُؤْمِنُ ط

بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَيَتَّخِذُ مَا يُنْفِقُ قُرْبًا عِنْدَ اللَّهِ وَصَلَواتِ الرَّسُولِ ط الْآيَاتِهَا ط

قُرْبَةً لَهُمْ ط سَيُدْخِلُهُمُ اللَّهُ فِي رَحْمَتِهِ ط إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

ترجمہ: دیہاتی لوگ کفر اور نفاق میں بہت ہی سخت ہیں اور ان کو ایسا ہونا ہی چاہئے کہ ان کو ان احکام کا علم نہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول پر نازل فرمائے ہیں اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے بڑی حکمت والے ہیں۔ [۹۷-۹۹] اور ان دیہاتیوں میں سے بعض بعض ایسا ہے کہ جو کچھ خرچ کرتا ہے اس کو جرمانہ سمجھتا ہے اور تم مسلمانوں کے واسطے گردش کا منظر رہتا ہے برا وقت ان ہی پر پڑنے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سنتے ہیں جانتے ہیں۔ [۹۸] اور بعض اہل دیہات میں ایسے بھی ہیں جو اللہ تعالیٰ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں اور جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس کو عند اللہ قرب حاصل ہونے کا ذریعہ اور رسول کی دعا کا ذریعہ بنا لیتے ہیں یا درگھو کہ ان کا یہ خرچ کرنا ہے شک ان کے لئے موجب قربت ہے ضرور ان کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت میں داخل کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت والے ہیں [۹۹]

اعراب (گنوار) لوگوں کی صفات: [آیت: ۹۷-۹۹] اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ اعراب میں کفار بھی ہوتے ہیں اور مؤمنین بھی۔ اور ان کا کفر اور ان کا نفاق دوسروں کی بہ نسبت بہت عظیم اور شدید ہوتا ہے اور وہ اسی بات کے سزاوار ہیں کہ اللہ پاک نے اپنے رسول پر جو حدود و احکام نازل فرمائے ہیں ان سے بے خبر رہیں جیسے کہ اعمش نے ابراہیم سے روایت کی ہے کہ ایک اعرابی بدوی زید بن صوحان کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور وہ اپنے ساتھیوں سے باتیں کر رہے تھے اور جنگ نہاوند میں ان کا ہاتھ کٹ گیا تھا۔ اعرابی ان سے کہنے لگا کہ تمہاری باتیں تو بڑی پیاری ہیں اور تم بڑے اچھے آدمی معلوم ہوتے ہو لیکن یہ تمہارا کٹا ہوا ہاتھ مجھے تمہارے بارے میں شک پیدا کرتا ہے تو زید نے کہا کہ میرے کٹے ہوئے ہاتھ سے تمہیں شک کیوں ہوتا ہے یہ تو بایاں ہاتھ ہے تو اعرابی نے کہا کہ اللہ کی قسم میں نہیں جانتا کہ چوری میں بایاں ہاتھ کاٹتے ہیں کہ داہنا ہاتھ۔ تو زید بن صوحان بول اٹھے کہ اللہ نے سچ فرمایا تھا کہ ﴿الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ عَلَى رَسُولِهِ﴾ یعنی یہ کفار اعراب اسی کے سزاوار ہیں کہ حدود اللہ سے ناواقف رہیں۔

امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے بالاسناد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو صحرا نشین ہو اوہ گویا جلاوطن ہے اور جو شکار کے پیچھے دوڑا دوڑا پھرتا ہے بڑا ہی بے سمجھ ہے اور جس نے کسی بادشاہ کی ہمنشین اختیار کی وہ فتنہ سے دوچار ہو گیا۔“ ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی میں ① بھی سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے یہ حدیث مروی ہے۔ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے حسن غریب بتایا ہے۔ ثوری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت کے سوا اور کسی سے روایت کا ہمیں علم نہیں۔ بدویوں میں چونکہ بد مزاجی اجڈ پن اور بد تمیزی ہوتی ہے اس لئے =

① ابو داؤد، کتاب الصيد، باب اتباع الصيد ۲۸۵۹ وسندہ حسن، ترمذی ۲۲۵۶؛ نسائی ۳۴۱۴؛ احمد، ۱/۳۵۷۔

وَالسَّيْقُونِ الْأَوْكُونِ مِنَ الْبُهَجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُمْ بِأَحْسَانٍ لَا
رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ
فِيهَا أَبَدًا ذَلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ﴿١٠٠﴾

ترجمہ: اور جو مہاجرین اور انصار سابق اور مقدم ہیں اور جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ ان کے پیرو ہیں اللہ ان سب سے راضی ہوا اور وہ سب اس سے راضی ہوئے اور اللہ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی۔ جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے ﴿۱۰۰﴾

اللہ نے ان میں سے اپنا رسول نہیں پیدا کیا۔ بعثت نبوت ہمیشہ شہری اور مہذب لوگوں میں ہوا کرتی ہے۔ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رَجُلًا نُوحِيَ إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى﴾ ﴿۱﴾ یعنی ہم نے تم سے پہلے بھی جتنے رسولوں کو انسانوں کی طرف بھیجا وہ سب شہری اور متمدن تھے۔

ایک مرتبہ ایک اعرابی نے اپنا ہدیہ رسول اللہ ﷺ کی طرف بھیجا تو اس وقت تک اس کا دل خوش نہ ہوا جب تک کہ اس سے کئی گنا زیادہ آپ ﷺ نے اس کے پاس نہ بھیج دیا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”اب میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ قریشی، ثقفی، انصاری اور دوسرے کے سوا اور کسی کا ہدیہ قبول نہ کروں گا۔“ ﴿۲﴾ کیونکہ یہ لوگ متمدن شہری ہیں مکہ طائف مدینہ اور یمن میں رہتے ہیں۔ اخلاق میں یہ بدویوں سے بہت اچھے ہوتے ہیں۔ کیونکہ اعرابی اجڑ بہت ہوتے ہیں۔“

آپ ﷺ کا بچوں سے پیار: حدیث مسلم بالا سناد حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ چند بدوی رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوئے اور کہنے لگے کیا تم اپنے بچوں کو چومتے ہو؟ تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا ہاں۔ تو انہوں نے کہا لیکن اللہ کی قسم ہم نہیں چومتے۔ تو رسول اللہ نے فرمایا کہ ”اگر اللہ نے تمہارے دلوں سے محبت اور رحمت کو نکال دیا ہے تو کیا میں اس کا ذمہ دار ہوں؟“ ﴿۳﴾ اور اللہ خوب واقف ہے ان لوگوں سے جو اس بات کے مستحق ہیں کہ انہیں علم اور ایمان کی توفیق دی جائے اور اپنے بندوں میں علم، جہل، ایمان، کفر اور نفاق کی تقسیم بڑی دانشوری سے کی ہے۔ وہ اپنی حکمت اور علم کی بنا پر جو کچھ کرتا ہے کون اس پر حرف گیری کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ انہیں میں ایسے تھوڑے لے بھی ہیں کہ اللہ کی راہ میں اگر وہ کچھ خرچ کرتے ہیں تو اس کو تاوان اور خسارہ سمجھ بیٹھتے ہیں اور تم پر حوادث و آفات کے منتظر رہتے ہیں۔

لیکن یہ حوادث انہیں پر منعکس ہوں گے اور گھوم پھر کر انہیں پر نازل ہوں گے۔ اللہ اپنے بندوں کی پکار کو سننے والا ہے اور اس بات کو جانتا ہے کہ خدا ان کو نامرادی کا کون مستحق ہے اور ضرر و کامیابی کا کون سزاوار ہے۔

اور اعراب کی ایک اور قسم مدوح ہے یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں اگر کچھ خرچ کرتے ہیں تو اس کو اللہ کے پاس قربت و پسندیدگی کا ایک ذریعہ سمجھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ اس کے سبب اپنے لئے رسول اللہ ﷺ کی دعائے خیر حاصل ہو۔ ہاں یقیناً یہ

① ۱۲/ یوسف: ۱۰۹۔ ② ترمذی، کتاب المناقب، باب فی تقیف وبنی حنیفہ ۳۹۴۵، وسندہ حسن، ۱۳۴۶؛ متفق

علیہ ابوداؤد ۳۵۳۷ وهو صحیح، نسائی، ۳۷۹۰ مختصر ابن حبان ۶۳۸۴؛ مجمع الزوائد، ۴/ ۱۴۸۔

③ صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبيله ومعانفته ۵۹۹۸؛ صحیح مسلم ۲۳۱۷؛ احمد، ۶/ ۵۶۔

انفاق ان کے لئے قربت الہی کا سبب ہوگا اور اللہ پاک ان کو اپنی رحمت میں داخل فرمائے گا۔ اللہ بڑا بخشنے والا ہے۔

مہاجرین و انصار اور ان کے پیروکار: [آیت: ۱۰۰] اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ میں ان مہاجرین اور انصار اور تابعین سے راضی ہوں جنہوں نے میری رضامندی اور خوشنودی حاصل کرنے میں سبقت کی ہے اور میری خوشنودی اس طرح ثابت ہے کہ میں نے ان کے لئے جنات نعیم تیار کر رکھے ہیں۔ شعی کہتے ہیں کہ مہاجرین و انصار میں سے سابقین و ادیبین وہ ہیں جنہوں نے جنگ حدیبیہ میں بیعت رضوان کا شرف حاصل کیا ہے اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور سعید بن المسیب اور محمد بن سیرین اور حسن اور قادمہ رضی اللہ عنہم نے کہا یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ قبلین کی طرف نماز پڑھی۔

محمد بن کعب القرظی کہتے ہیں کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ ایک آدمی کے پاس سے گزرے اور وہ یہ آیت پڑھ رہا تھا ﴿وَالسَّقُونُ الْأُولُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ﴾ تو عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا ہاتھ تقام لیا اور پوچھا کہ کس نے تمہیں یہ پڑھایا ہے؟ تو کہنے لگا کہ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے! تو کہنے لگے اچھا چلو میں تمہیں ابی کے پاس لے چلتا ہوں تاکہ پوچھ لوں۔ اور جب حضرت ابی رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے تو پوچھا کیا تم نے اس آیت کو اس طرح پڑھنا بتایا ہے؟ تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے کہا ہاں تو پوچھا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسی طرح سنا ہے؟ کہا ہاں! تو عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہم نے وہ اعلیٰ و ارفع درجہ پالیا ہے کہ ہمارے بعد کوئی دوسرا یہ منزلت حاصل نہیں کر سکتا۔ تو ابی کہنے لگے اس آیت کی تصدیق سورہ جمعہ کے اول میں بھی ہے یعنی ﴿وَأَخْرَيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ وَهُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ ① اور سورہ حشر میں بھی ہے ﴿وَالَّذِينَ جَاءُوا مِنْ بَعْدِهِمْ﴾ ② الی آخرہ اور سورہ انفال میں بھی ہے ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوا وَجَاهَدُوا مَعَكُمْ﴾ ③ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے اس کی روایت کی ہے اور کہا کہ حسن بصری رضی اللہ عنہ ﴿وَالْأَنْصَارِ﴾ کے لفظ کو پیش سے پڑھتے تھے اور ﴿وَالسَّقُونُ الْأُولُونَ﴾ پر عطف قرار دیتے تھے۔ گویا عبارت یوں ہوئی کہ مہاجرین میں سے سابقین و ادیبین اور انصار اور ان کے تابعین سے اللہ راضی ہے انہوں نے کیا کیا تمہیں ہے ان لوگوں کی جو ان صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھتے ہیں انہیں گالیاں دیتے ہیں یا بعض صحابہ کو سب و شتم کرتے ہیں، خصوصاً وہ صحابی جو تمام صحابہ کا سردار ہے پیغمبر کا جانشین ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسی کا درجہ ہے جس کو افضل صحابہ کا درجہ حاصل ہے یعنی حضرت صدیق اکبر اور خلیفہ اعظم ابو بکر بن ابی قادمہ رضی اللہ عنہ۔ یہ رافضیوں کا نامہ اذفر قہ افضل صحابہ سے دشمنی رکھتا ہے انہیں گالی گلوچ کرتا ہے۔ ایسی حرکت سے اللہ کی پناہ۔ یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ان کی عقلیں اوندھی ہو گئی ہیں ان کے قلوب الٹ گئے ہیں۔ اگر وہ کجخت ان لوگوں کو گالیاں دیں جن سے کہ اللہ راضی ہو چکا ہے اور قرآن میں اپنی رضامندی کی انہیں سند دے دی تو پھر کس منہ سے وہ قرآن پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں اب قرآن پر ایمان ہی کہاں رہا۔ اہل سنت ان لوگوں کی قدر کرتے ہیں اور ان سے راضی ہیں جن سے کہ اللہ راضی ہے اور یہ اہل سنت برا بھلا کہتے ہیں تو ان کو جنہیں خود اللہ نے اور رسول نے برا کہا ہے اور ان لوگوں کو دوست رکھتے ہیں جن کو اللہ دوست رکھتا ہے اور ان کے مخالف ہیں کہ اللہ خود جن کا مخالف ہے یہ اتباع ہدایت کرتے ہیں بدعتی نہیں ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا کرتے ہیں اور مذہب و اعتقادات میں نئے نئے شاخسائے نہیں نکالتے۔ فلاح پانے والے اور مومن بندوں کی جماعت یہی ہے۔

وَمِمَّنْ حَوْلَكُم مِّنَ الْأَعْرَابِ مُنَافِقُونَ ۗ وَمِنْ أَهْلِ الْمَدِينَةِ مَرَدُوا عَلَى
الْإِتِّفَاقِ لَا تَعْلَمُهُمْ ۗ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ۗ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَيْنِ ثُمَّ يُرَدُّونَ إِلَىٰ عَذَابِ

عَظِيمٍ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اور کچھ تمہارے گرد و پیش والوں میں اور کچھ مدینے والوں میں ایسے منافق ہیں کہ نفاق کی حد کمال کو پہنچے ہوئے ہیں آپ ان کو نہیں جانتے۔ ان کو ہم جانتے ہیں ہم ان کو دہری سزا دیں گے پھر وہ بڑے بھاری عذاب کی طرف بھیجے جائیں گے۔ [۱۰۱]

منافقین کی نشاندہی: [آیت: ۱۰۱] اللہ پاک اپنے رسول ﷺ کو خبر دے رہا ہے کہ عرب کے قبائل میں جو مدینہ کے اطراف میں رہتے ہیں بعض منافق ہیں اور خود مدینہ کے رہنے والے بعض مسلمان بھی درحقیقت منافق ہیں کہ اپنے نفاق کو لئے چل رہے ہیں اور منافقت سے باز نہیں آتے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے شیطان مرید و مارِد۔ اور تَمَرِدُ فُلَانٌ عَلٰی اللّٰهِ یعنی فلاں نے اللہ کی نافرمانی اور سرکشی کی۔ اللہ کا قول ﴿لَا تَعْلَمُهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ﴾ اللہ کے اس قول ﴿وَلَوْ نَشَاءُ لَأَرَيْنَاكُمْهُمْ فَلَعَرَفْتُمَهُمْ بِسِيمَاهُمْ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ فَمَا كَانَ لَهُمْ جُورًا﴾ کے منافی اور متضاد نہیں ہے یعنی تم انہیں نہیں پہچانتے، ہم انہیں خوب جانتے ہیں اور یہ قول کہ اگر ہم چاہیں تو ہم تمہیں بتلا دیں گے کہ وہ کیسے ہیں تو پھر تم انہیں جان جاؤ گے ان کی صورت دیکھتے ہی اور انہیں پہچان لو گے ان کی کج راج باتوں ہی سے۔ یہ دونوں آیتیں آپس میں ضد نہیں اس لئے کہ یہ اس قسم کی چیز ہے کہ اس کے ذریعہ ان کی صفات کی نشاندہی کی گئی ہے تاکہ وہ پہچان لئے جاسکیں یہ بات نہیں کہ تم تمام ہی منافقین کو علی السقیم جانتے ہو۔ آپ اہل مدینہ میں سے صرف ان بعض اہل نفاق کو جانتے تھے جو رات دن ملتے جلتے رہتے تھے اور جنہیں آپ صبح و شام دیکھتے تھے صحیح طور پر اس کی تصدیق اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے بالا سناد جبر بن مطعم رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ جبر فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ! وہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ مکہ میں ہمیں کوئی اجرنہیں ملا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ”اے جبر! تم لوگوں کا اجر تم کو خر دو دیا جائے گا خواہ تم لوگ مکے نہیں لومڑی کے بھٹ ہی میں کیوں نہ ہو۔“ پھر آپ نے میری طرف سر جھکا کر رازدارانہ طور پر فرمایا کہ ”میرے اصحاب میں بعض منافق بھی ہیں۔“ ② مطلب یہ ہے کہ بعض منافقین ایسی کج راج باتیں بولتے رہتے ہیں جن میں کوئی صداقت نہیں ہوتی چنانچہ یہ بھی ایک اسی قسم کا کلام تھا جس کو جبر بن مطعم رضی اللہ عنہما نے سنا تھا۔ ﴿وَهُمْ مُّوٰٓمِلُوۡا۟ بِمَا لَمْ يَنۡلُوۡا۟﴾ ③ کی تفسیر میں یہ بات بیان کی جا چکی ہے کہ نبی ﷺ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کو یہ بات معلوم کرادی تھی کہ چودہ یا پندرہ متشخص اصحاب ایسے ہیں جو درحقیقت منافق ہیں اور یہ شخصیں اس بات کی منقضي نہیں کہ آپ ان تمام کے نام جانتے تھے اور ان کے تشخص و عینیت سے واقف تھے، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حافظ ابن عساکر رحمہ اللہ نے ترجمہ ابو عمر البیرونی میں بالا سناد روایت کرتے ہوئے کہا کہ ایک آدمی جس کا نام حرمہ تھا نبی ﷺ کے پاس آیا اور کہا کہ ایمان تو یہاں ہے اور اشارہ کیا اپنی زبان کی طرف اور نفاق یہاں ہوتا ہے اور اشارہ اپنے ہاتھ سے کیا اپنے قلب کی طرف اور اللہ کا نام بھی لیا تو کچھ یونہی سا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”اے اللہ! تو اس کی زبان کو ڈا کر بنا دے اور قلب شاکر بنا دے اور اس کو میری محبت عطا فرما اور مجھ سے محبت کرنے والوں کی محبت عطا فرما اور اس کے سارے امور خیر کی طرف پھیر

① ۲۷/ محمد: ۳۰۔ ② احمد، ۴/ ۸۳ و سندہ ضعیف، مسند ابی یعلیٰ ۷۴۰۵؛ بشی کہتے ہیں اس میں ایک راوی ہے جس کا نام نہیں لیا گیا۔ (مجمع الزوائد، ۵/ ۲۵۵) ③ ۹/ التوبة: ۷۴۔

دے۔“ اب اس کی ساری منافقت دور ہوگئی اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہ! میرے اکثر ساتھی منافقین ہیں اور میں ان سب کا سردار تھا کیا ان سب کو میں آپ کے پاس پکڑ کر نہ لاؤں؟ تو آپ نے فرمایا کہ ”جو آپ ہی میرے پاس آجائے گا تو ہم اس کے لئے اللہ سے مغفرت چاہیں گے اور جو نفاق پر اصرار کرے رہے گا اللہ اس کو دکھ لے گا۔ تم کسی کار از فاش نہ کرو“ ① ایسی ہی روایت ابو احمد الحاکم نے بھی کی ہے۔ اس آیت کے بارے میں قتادہ رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ان لوگوں کو کیا ہو گیا جو بے تکلف لوگوں کے بارے میں اپنا یہ علم و یقین ظاہر کرتے رہتے ہیں کہ فلاں جنتی ہے فلاں دوزخی ہے اور اگر خود ان سے پوچھا جائے کہ تم بتاؤ کون ہو جنتی کہ دوزخی؟ تو کہتے ہیں میں نہیں جانتا۔ حالانکہ آدمی اپنی نسبت تو زیادہ بہتر طریقے سے جان سکتا ہے جو دوسروں کے بارے میں جانتا ہے کہ دوزخی ہیں یا جنتی وہ تو ایسی بات کا دعویٰ کر بیٹھے ہیں جس کا دعویٰ تو انبیاء نے بھی نہیں کیا۔

اللہ کے نبی نوح علیہ السلام نے کہا تھا کہ ﴿وَمَا عَلِمِيْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۲﴾ یعنی میں نہیں جانتا کہ وہ کیا کرتے ہیں۔ اور اللہ کے نبی شعیب علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۳ وَمَا اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ۝۴﴾ اللہ تعالیٰ کے پاس تمہارے لئے خیر ہے اگر تم مومنین ہو اور میں تم پر کوئی نگران کار و ذمہ دار تو نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے لئے فرمایا ﴿لَا تَعْلَمُوْهُمْ نَحْنُ نَعْلَمُوْهُمْ﴾ یعنی تم ان کو نہیں جانتے ہم جانتے ہیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک روز جمعہ کا خطبہ دینے کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ ”اے فلاں فلاں لوگو تم مسجد سے نکل جاؤ کہ تم منافق لوگ ہو۔“ چنانچہ بڑی رسوائی کے ساتھ وہ مسجد میں سے نکالے گئے۔ وہ مسجد سے نکل رہے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ مسجد کی طرف آرہے تھے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ یہ سمجھ کر کہ لوگ پلٹ رہے تو شاید نماز جمعہ ہو چکی ہے شرما گئے اور شرم کے مارے ان لوگوں سے اپنے کو چھپانے لگے اور یہ لوگ بھی اپنے کو عمر رضی اللہ عنہ سے چھپانے لگے یہ سمجھ کر کہ عمر رضی اللہ عنہ کو بھی ہمارے اس نفاق کا علم ہو گیا ہوگا غرض جب عمر رضی اللہ عنہ مسجد میں آئے تو معلوم ہوا کہ ابھی نماز نہیں ہوئی اور ایک مسلمان نے انہیں اطلاع دی اور کہا اے عمر! خوش ہو جاؤ کہ آج منافقین کو اللہ نے رسوا کر دیا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ یہ مسجد سے نکالا جانا عذاب اول ہے اور عذاب ثانی عذاب قبر ہوگا۔ ④

ثوری رضی اللہ عنہ نے بھی بالاسناد یہی کہا ہے مجاہد رضی اللہ عنہ نے قولہ تعالیٰ ﴿سَنُعَذِّبُوْهُمْ مَرَّتَيْنِ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ اس سے مراد قتل اور قید ہے اور ایک دوسری روایت میں بھوک اور عذاب قبر سے تعبیر کی گئی ہے۔ پھر وہ عذاب عظیم کی طرف روکے جائیں گے ابن جریج کا قول ہے کہ عذاب دنیا اور عذاب قبر مراد ہے پھر وہ عذاب عظیم یعنی عذاب دوزخ میں مبتلا کئے جائیں گے۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ نے کہا ہے دنیا کا اور قبر کا عذاب مراد ہے۔ عبدالرحمن بن زید کہتے ہیں کہ دنیا کا عذاب اموال اور اولاد کے فتنہ کا عذاب ہے پھر اللہ کا یہ قول پڑھ کر سنایا ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَا اَوْلَادُهُمْ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۝۵﴾ یعنی ان کافروں کے اموال اور اولاد تم کو حسد میں مبتلا نہ کر دیں اللہ کا نشانہ یہ ہے کہ ان چیزوں کے ذریعہ دنیا کی زندگی ہی میں اللہ انہیں عذاب میں مبتلا کر دے کیونکہ یہ مصائب ان کے لئے عذاب ہیں لیکن مومنین کے لئے باعث اجر ہیں اور آخرت کے عذاب سے مراد دوزخ کا عذاب ہے۔ محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ پہلے عذاب سے تو مراد وہ عذاب ہے جو اسلام کے پھیل جانے سے انہیں =

① اس کی سند میں ابو عمر مجہول راوی ہے۔ ② ۲۶ / الشعراء: ۱۱۲۔ ③ ۱۱ / ہود: ۸۶۔

④ المعجم الاوسط ۷۹۶ و سندہ ضعیف جداً اس کی سند میں حسین بن عمرو العنقری سخت مجروح راوی ہے دیکھئے (الجرح والتعديل،

وَآخِرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ خَلَطُوا عَمَلًا صَالِحًا وَآخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللَّهُ أَنْ

يَتُوبَ عَلَيْهِمْ إِنَّ اللَّهَ عَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿١٠﴾

ترجمہ: اور کچھ اور لوگ ہیں جو اپنی خطا کے مقرر ہو گئے جنہوں نے طے جلے عمل کے تھے کچھ اچھے اور کچھ برے اللہ سے امید ہے کہ ان پر توجہ فرمائیں بلاشبہ اللہ تعالیٰ بڑی مغفرت والے بڑی رحمت فرمانے والے ہیں۔ [۱۰۲]

== پوچھا ہے اور بے انتہارنج و افسوس جوان پر طاری ہوا ہے۔ دوسرا عذاب قبر کا عذاب ہے اور عذاب عظیم وہ ہے جو آخرت میں انہیں ملے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کا ملے گا۔

سعید نے قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ رضی اللہ عنہ کے کان میں کہا کہ ”بارہ منافقین ہیں ان میں سے چھ کو دبیلا کافی ہے یہ نارجنم کا ایک شعلہ ہے جو ان کے کانڈھے پر لگے گا تو سینے تک جا پہنچے گا یعنی پیٹ کے درد اندرونی بیماریوں اور دہلیوں سے مریں گے اور باقی چھ اپنی موت سے مر جائیں گے۔“ ①

سعید رضی اللہ عنہ نے ہم سے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ جب کوئی مرتا اور وہ ان کی نظر میں مشتبہ ہوتا ہے تو حذیفہ رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھتے۔ اگر وہ اس میت کی نماز جنازہ پڑھتے تو خود بھی پڑھتے یہ یقین کر کے کہ یہ میت ان بارہ منافقین میں سے نہیں ہے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ اگر نہ پڑھتے تو پھر خود بھی نہ پڑھتے۔ معلوم ہوا ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ بھی پوچھا تھا کہ اللہ کی قسم بتا دو کہ میں ان بارہ میں سے تو نہیں ہوں تو حذیفہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نہیں ہو، لیکن تمہارے سوا میں کسی اور کی ذمہ داری نہیں لیتا۔

تساہل اور سستی سے بچنا چاہئے: [آیت ۱۰۲] جب اللہ تعالیٰ ان منافقین کا حال بیان کر چکا جو مسلمانوں کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے سے رک گئے تھے۔ اور شرکت جنگ سے بے رغبتی، تکذیب اور شک کا مظاہرہ کرتے تھے تو پھر ان گنہگاروں کا ذکر شروع کرتا ہے جو جہاد میں شریک ہونے سے باز رہے تھے صرف سستی اور آرام طلبی کے سبب حالانکہ انہیں تصدیق حق اور ایمان حاصل تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان منافقین کے سوا اور دوسرے لوگ جو جہاد سے رک رہے انہوں نے اپنے قصور کا اعتراف و اقرار کر لیا۔ لیکن یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے دوسرے اعمال صالحہ بھی ہیں اور ان اعمال صالحہ کے ساتھ اپنی بعض تقصیرات جیسے جہاد سے باز رہنا بھی انہوں نے شامل کر دیا ہے لیکن ان کی اس تقصیر کو اللہ پاک نے معاف فرما دیا ہے۔ اور ان منافقین کی تقصیر کو وہ معاف نہیں کرے گا اور ان کے کوئی اعمال صالحہ ہیں بھی نہیں۔ یہ آیت اگرچہ چند معین اشخاص کے بارے میں نازل ہوئی ہے لیکن سارے مخلص خطا کاروں اور گنہگاروں پر بھی عام ہے۔ اور مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے جب کہ انہوں نے بنی قریظہ سے کہا تھا کہ یہ ذبح کی جگہ ہے اور ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کیا تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ ﴿اعْتَرُؤُنْ﴾ سے مراد ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے اصحاب کی جماعت ہے جو غزوہ تبوک میں شرکت جہاد سے پہلو تہی کئے ہوئے تھے۔ بعض نے کہا ہے کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے ساتھ پانچ آدمی اور تھے یا سات تھے یا نو تھے اور جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے تو ان لوگوں نے اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا اور قسم کھالی تھی کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود ہم کو نہ کھولیں ہم نہ =

① یہ روایت مرسل ہے لیکن یہی روایت متصلاً صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صفات المنافقین واحکامہم ۲۷۷۹ میں موجود ہے لہذا صحیح ہے۔

خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ
 صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ أَلَمْ يَعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ
 عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ وَأَنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝

ترجمہ: آپ ان کے مالوں میں سے صدقہ لے لیجئے جس کے ذریعہ سے آپ ان کو پاک صاف کر دیں گے اور ان کے لئے دعا کیجئے بلاشبہ
 آپ کی دعا ان کے لئے موجب اطمینان ہے۔ اور اللہ تعالیٰ خوب سنتے ہیں خوب جانتے ہیں۔ [۱۰۳-۱۰۴] کیا ان کو یہ خبر نہیں کہ اللہ ہی اپنے
 بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور وہی صدقات کو قبول فرماتا ہے اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے میں اور رحمت کرنے میں کامل ہیں۔ [۱۰۴-۱۰۵]

== کھولے جائیں۔ اور جب آیت ﴿وَآخِرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ﴾ نازل ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں کھول دیا اور ان کا
 جنگ سے کوتاہی کا قصور معاف کر دیا۔ بخاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”آج کی رات دو آدمی میرے پاس
 آئے اور مجھے ایک ایسے شہر تک لے آئے جو چاندی اور سونے کی اینٹوں سے بنا ہوا تھا وہاں ہمیں بعض ایسے آدمی دکھائی دیئے کہ ان کا
 آدھا حصہ جسم تو نہایت ہی خوش منظر تھا اور دوسرا آدھا حصہ جسم نہایت ہی بد صورت کہ دیکھنے کو جی نہ چاہے۔ میرے ان ساتھیوں نے
 ان سے کہا کہ تم اس نہر میں غوطہ لگاؤ وہ غوطہ لگا کر جب باہر نکلے تو ان کا یہ عیب جاتا رہا اور ان کے اجسام سب کے سب حسین دکھائی
 دیتے تھے۔ میرے ساتھیوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور یہی تمہاری منزل ہے اور کہا کہ وہ لوگ جن کا آدھا جسم
 خوب صورت سا تھا اور آدھا جسم نہایت بد صورت سا سواں کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے اعمال نیک کے ساتھ اعمال بد بھی مار کھے تھے اور
 اللہ کی حدود سے تجاوز کر گئے تھے۔“ ① اس آیت کی تفسیر میں بخاری رحمہ اللہ نے مختصر اسی طرح روایت کی ہے۔

صدقہ مال کی پاکی کا باعث ہے: [آیت: ۱۰۳-۱۰۴] اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ ان کے اموال سے زکوٰۃ
 وصول کر لیا کر دیہ مال زکوٰۃ ان کو پاک اور مہذب بنائے گا۔ اگرچہ بعض لوگوں نے ﴿أَمْوَالِهِمْ﴾ کی ضمیر ان لوگوں کی طرف پھیری ہے
 جنہوں نے اپنے گناہوں کا اعتراف کر لیا تھا اور اچھے اور برے دونوں قسم کے اعمال کئے تھے۔ لیکن درحقیقت یہ حکم خاص نہیں بلکہ عام
 ہے اسی لئے قبائل عرب میں سے بعض مانعین زکوٰۃ نے یہ اعتقاد کر لیا تھا کہ امام کو زکوٰۃ لینے کا حق نہیں اور یہ بات رسول
 اللہ ﷺ سے مخصوص تھی اور اسی لئے قولہ تعالیٰ ﴿خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً﴾ سے انہوں نے دلیل لی ہے۔ اور حضرت ابو بکر
 صدیق رضی اللہ عنہ اور تمام صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان کی تاویل اور فہم فاسد کی تردید کر دی اور ان سے جنگ کی تب کہیں انہوں نے خلیفہ وقت کو
 زکوٰۃ ادا کی جیسا کہ وہ نبی ﷺ کو ادا کیا کرتے تھے۔ حتیٰ کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا کہ ”اگر وہ اونٹنی کا ایک بچہ یاری کا ایک
 ٹکڑا بھی مال زکوٰۃ کا روک لیں گے جو نبی ﷺ کو ادا کرتے تھے تو منع زکوٰۃ پر میں ان سے قتال کروں گا۔“ ②

قولہ تعالیٰ ﴿وَصَلِّ عَلَيْهِمْ﴾ یعنی ان کے لئے دعا کرو اور طلب مغفرت کرو جیسا کہ صحیح مسلم میں عبد اللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے
 مروی ہے کہ جب کسی کے پاس سے زکوٰۃ کا مال آتا تھا تو نبی ﷺ حسب حکم الہی اس کے لئے دعا کرتے تھے چنانچہ جب میرے

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ باب قولہ ﴿وَآخِرُونَ اعْتَرَفُوا بِذُنُوبِهِمْ﴾ ۴۶۷۴۔

② صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ ۱۴۰۰؛ صحیح مسلم ۲۰۔

باپ نے مال زکوٰۃ پیش کیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”اے اللہ! آل ابی اوفیٰ پر رحم فرما“ ① ایک دوسری حدیث میں ہے کہ ایک عورت نے کہا کہ یا رسول اللہ! میرے اور میرے زوج کے لئے دعا فرمائیے تو کہا کہ ”اللہ تیرے اور تیرے زوج پر رحم و کرم فرمائے۔“ ②

تو اللہ تعالیٰ ﴿إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ﴾ تمہاری دعا ان کے لئے سکون قلب کا سبب ہے بعض نے صلوات کو جمع قرار دے کر صلوات پڑھا ہے اور دوسروں نے واحد قرار دے کر ﴿إِنَّ صَلَاتَكَ﴾ پڑھا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے کہا ہے کہ سکون کے معنی رحمت کے ہیں اور قنادہ نے کہا ہے اس کے معنی ہیں وقار ﴿وَاللَّهُ سَمِيعٌ﴾ یعنی اے نبی! اللہ تمہاری دعاؤں کو سننے والا ہے اور علیم ہے کہ کون تمہاری دعا کا مستحق ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کعب نے بالاسناد روایت کی ہے کہ نبی ﷺ جب کسی کے لئے دعا فرماتے تھے تو وہ اس کے اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں قبول ہو جاتی تھی۔ ③ پھر ابو نعیم سے بالاسناد مروی ہے کہ نبی ﷺ کی دعا کسی آدمی اور اس کے بیٹوں اور پوتوں کے حق میں ضرور قبول ہو جاتی تھی اور اللہ کا قول ﴿الَّذِينَ يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ﴾ یعنی کیا انہیں اس کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کی نیکیوں کو لیتا اور توبہ کو قبول فرماتا ہے۔ اس سے مقصد توبہ اور صدقہ پر لوگوں کو ابھارتا ہے کیونکہ یہی دونوں چیزیں گناہوں کو انسان سے چھڑا دیتی ہیں اور معاصی کو ملیا میٹ کر دیتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ جو اس کے پاس توبہ پیش کرے وہ بندے کی توبہ قبول کر لیتا ہے اور جو سب حلال کا ایک ٹکڑا بھی صدقہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سیدھے ہاتھ سے لے لیتا ہے پھر وہ صدقہ دینے والے کے لئے اس صدقہ کی پرورش کرتا جاتا ہے اور اس کو چھوٹے سے بڑا بناتا ہے حتیٰ کہ صدقہ کی وہ ایک کھجور کوہ احد کے مانند ہو جاتی ہے جیسا کہ اسی حدیث میں رسول اللہ ﷺ سے مروی ہے اور جیسا کہ کعب نے بھی بالاسناد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ صدقے کو قبول فرماتا ہے اور اس کو اپنے سیدھے ہاتھ میں لیتا ہے اور اس کی نشوونما کرتا ہے جیسا کہ تم اپنے گھوڑے کے بچے کو پال کر بڑا کرتے ہو یہاں تک کہ صدقہ کا ایک لقمہ بھی احد کا پہاڑ بن جاتا ہے اس کی تصدیق کتاب اللہ عزوجل سے بھی ہوتی ہے کہ ”کیا انہیں علم نہیں کہ اللہ اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور زکوٰۃ و صدقات کو لے لیتا ہے“ اور تو اللہ تعالیٰ ﴿يَمْحَقُ اللَّهُ الرِّبَا وَيُرْبِي الصَّدَقَاتِ﴾ ④، ⑤ یعنی اللہ تعالیٰ سود کے منافع کو بر باد کرتا ہے اور صدقات کو اضعافاً مضاعفاً بڑھاتا رہتا ہے۔

ثوری رحمہ اللہ نے بالاسناد ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ صدقہ کا مال سائل کے ہاتھ میں پڑنے سے پہلے اللہ کے ہاتھ میں پڑتا ہے۔ پھر عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے آیت پڑھی ﴿الَّذِينَ يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهِ وَيَأْخُذُ الصَّدَقَاتِ﴾ ابن عساکر رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں بہ ضمن تاریخ عبد اللہ بن الشاعر السکسی (جو دمشق تھے لیکن اصل وطن حمص تھا اور فقہا میں سے تھے) بیان کیا ہے کہ معاویہ رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں نے جہاد کیا جن کے سردار عبد الرحمن بن خالد بن ولید رضی اللہ عنہ تھے۔ =

① صحیح بخاری، کتاب الزکاة، باب صلاة الإمام ودعائه لصاحب الصدقة ۱۴۹۷؛ صحیح مسلم ۱۰۷۸؛ ابوداؤد ۱۵۹۰؛

احمد، ۳۵۳/۴؛ مسند الطیالسی ۸۱۹۔ ② ابوداؤد، کتاب الصلاة (الوتر)، باب الصلاة على غير النبي ﷺ ۱۵۳۳

وسندہ صحیح احمد، ۱۹۸/۳؛ دارمی، ۱/۳۴؛ ابن حبان ۹۱۶؛ بیہقی، ۱۵۳/۲۔

③ احمد، ۳۸۵/۵، ۳۸۶؛ سندہ ضعیف؛ مجمع الزوائد، ۸/۲۶۸۔

④ ترمذی، کتاب الزکاة، باب ماجاء في فضل الصدقة ۶۶۲؛ سندہ ضعیف، ابن ابی شیبہ، ۱۱۲/۳؛ احمد، ۴۰۱/۲۔

⑤ ۲/البقرة: ۲۷۶۔

وَقُلْ اَعْمَلُوا فِى سَبِيْرِ اللّٰهِ عَمَلَكُمْ وَرِسُوْلَهُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ط وَسْتَرْدُوْنَ اِلَى عَلِيْمٍ

الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ٥٦

ترجمہ: کہہ دے کہ تم عمل کئے جاؤ تمہارے عمل اللہ آپ دیکھ لے گا اور اس کا رسول اور ایماندار اور ضرورتاً کو ایسے کے پاس جانا ہے جو تمام چھپی اور کھلی چیزوں کا جاننے والا ہے سو وہ تم کو تمہارا سب کیا ہوا بتلا دے گا۔ [۱۰۵]

= تو ایک مسلمان نے مال غنیمت میں سے سو دینار رومی غنیمت کر لئے اور جب لشکر واپس ہو گیا اور لوگ گھروں کو چلے گئے تو اس کو ندامت نے آگیرا۔ اس نے یہ دینار اب امیر لشکر کے پاس پہنچائے اس نے ان کے لینے سے انکار کر دیا کہ وہ سب لوگ تو اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے جن میں یہ تقسیم کیا جا سکتا تھا۔ اب میں تو اس کو لئے نہیں سکتا اب تم قیامت کے روز اس کو اللہ کے سامنے پیش کر دینا۔ اب یہ آدی صحابہ میں سے ہر ایک سے پوچھتا رہا لیکن سب یہی کہتے رہے۔ پھر وہ دمشق آیا اور معاویہ رضی اللہ عنہ کو قبول کرنے کے لئے کہا لیکن وہ بھی انکار کر گئے۔ وہ وہاں سے اپنی حالت پر روتا ہوا نکلا اور عبداللہ بن الشاعر السکسی کے پاس سے گزرا۔ اس نے پوچھا، کیوں روتا ہے؟ اس نے سارا واقعہ کہہ سنایا کہ کوئی امیر بھی ان کو نہیں لیتا تو عبداللہ نے کہا کیا تم میری بات سنو گے اس نے کہا ضرور۔ تو کہا تم معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جاؤ اور کہو کہ پانچواں حصہ جو بیت المال کا حق ہے لے لو۔ چنانچہ بیس دینار ان کے حوالے کر دو اور باقی اسی دینار ان لشکریوں کی طرف سے خیرات کر دو جو ان کے حقدار ہو سکتے تھے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ ان کے ناموں اور مقامات وغیرہ سے بھی واقف ہے وہ انہیں اس کا ثواب پہنچا دے گا۔ تو اس آدی نے ایسا ہی کیا۔ تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر میں نے اس کو ایسا فتویٰ دیا ہوتا تو مجھے یہ بات اپنی تمام مملکت سے زیادہ محبوب تھی۔ اس نے بہت اچھی تدبیر بتائی ہے۔

سینوں کے راز اللہ عظیم و خیر جانتا ہے: [آیت: ۱۰۵] مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ یہ بیخافین امر اللہ کے لئے اللہ کی طرف سے وعید ہے کہ ان کے اعمال اللہ تبارک و تعالیٰ کے سامنے پیش کئے جائیں گے۔ اور رسول اللہ ﷺ اور مومنین میں بھی ان کے اعمال ظاہر کئے جائیں گے اور قیامت کے روز یہ ہونا ضرور ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿يَوْمَئِذٍ تُعْرَضُونَ لَا تَخْفَىٰ مِنْكُمْ خَافِيَةٌ ٥٦﴾ یعنی بروز قیامت تمہارے اعمال پیش ہوں گے اور کوئی ڈھکی چھپی بات بھی پوشیدہ نہ رہ سکے گی۔ اور فرمایا اللہ پاک نے ﴿يَوْمَ تَلَسَّىٰ السَّرَّاءُ ٥٧﴾ یعنی دلوں کے چھپے ہوئے بھید ظاہر ہو جائیں گے۔ اور فرمایا ﴿وَحُصِّلَ مَا فِي الصُّدُورِ ٥٨﴾ یعنی دلوں میں جو کچھ ہے وہ ظاہر ہو جائے گا اور دنیا کے لوگ اس سے واقف ہو جائیں گے جیسا کہ امام احمد رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ حسن بن موسیٰ نے بائنا مدفوعا رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اگر تم میں سے کوئی سخت پتھر کے اندر بھی سما جائے جس میں نہ کوئی سوراخ باقی رہے نہ دروازہ اور اس کے اندر بھی چھپ کر کوئی عمل کرے تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی لوگوں پر ایسا ظاہر کر دے گا گویا یہ ان کے سامنے ہوا ہے۔“ ① اور حدیث میں وارد ہے کہ ”زندوں کے اعمال ان اموات پر پیش کئے جاتے ہیں جو ان کے عزیز و اقارب ہیں یا ان کے قبائل ہیں اور جو اس وقت عالم برزخ میں ہیں۔“ جیسا کہ ابو داؤد الطیالسی نے کہا ہے۔

صلت بن دینار نے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”تمہارے اعمال تمہارے مردہ اقربا اور عشاہ پر ان کی

① ۶۹ / الحاقہ: ۱۸۔ ② ۸۶ / الطارق: ۹۔ ③ ۱۰۰ / العاديات: ۱۰۔

④ احمد، ۲۸ / ۳ / ۲۸ سندہ ضعیف، مسند ابی یعلیٰ ۱۳۷۸؛ ابن حبان ۵۶۷۸؛ حاکم، ۴ / ۳۱۴۔

وَآخِرُونَ مُرْجُونَ لِأَمْرِ اللَّهِ إِمَّا يُعَذِّبُهُمْ وَإِمَّا يَتُوبُ عَلَيْهِمْ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿٥﴾

ترجمہ: اور کچھ اور لوگ ہیں جن کا معاملہ اللہ کے حکم آنے تک ملتوی ہے کہ ان کو سزا دے گا یا ان کی توبہ قبول کرے گا اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا ہے بڑا حکمت والا ہے۔ [۱۰۶]

= قبروں میں پیش کئے جاتے ہیں اگر اعمال خیر ہوتے ہیں تو وہ خوش ہو جاتے ہیں اور اگر بد ہوں تو دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ تو اپنی طاعت کی انہیں توفیق عطا فرما۔ ① امام احمد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ عبدالرزاق نے ہمیں خبر دی کہ سفیان نے ایک شخص کو کہتے سنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ ”تمہارے اعمال تمہارے مردہ اقارب و عشائر پر پیش کئے جاتے ہیں اگر وہ اچھے عمل ہوں تو وہ مردے خوش ہو جاتے ہیں اور اچھے نہ ہوں تو کہتے ہیں کہ اے اللہ! تو انہیں موت نہ دے جب تک تو انہیں بھی ایسی ہدایت نہ دے جیسی تو نے ہمیں دی تھی۔“ ②

بخاری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ جب کسی مسلمان کا عمل نیک تمہیں پسند خاطر ہو تو کہو کہ اے اللہ تمہارے عمل کو دیکھ رہا ہے اور اس کا رسول اور مومنین بھی اس سے واقف ہو رہے ہیں ③ اسی قسم کی ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ امام احمد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ہاں اسناد اُس رضی اللہ عنہ مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”کسی کے اچھے عمل کو دیکھ کر خوش نہ ہو جاؤ انتظار کرو کہ اس کا خاتمہ بھی اس عمل نیک پر ہوتا ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ عامل ایک زمانہ طویل تک نیک عمل کرتا رہتا ہے اور وہ اس نیک عمل پر مر جائے تو جنت میں داخل ہو جائے لیکن ناگہاں اس کے حالات بدل جاتے ہیں اور وہ برے اعمال کرنے لگتا ہے۔ اور ایک بندہ ایسا ہوتا ہے کہ ایک زمانے تک برے اعمال کرتا رہتا ہے کہ اگر اسی پر مر جائے تو دوزخ میں چلا جائے لیکن یکا یک کا پلٹ ہو جاتی ہے اور وہ نیک عمل کرنے لگتا ہے۔ اللہ جب اپنے کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو موت سے پہلے اس کو نیکی کی توفیق دے دیتا ہے اور وہ نیکی پر مرتا ہے۔“ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیسے ہوتا ہے؟ تو فرمایا کہ ”قبض روح کے وقت وہ عمل صالح کے ساتھ ہوتا ہے۔“ ④

جنگ تبوک سے پیچھے رہنے والوں کا معاملہ: [آیت: ۱۰۶] ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مجاہد، عکرمہ و ضحاک رضی اللہ عنہما وغیرہ نے کہا کہ یہ تین شخص تھے کہ جن کی توبہ کی قبولیت پیچھے پڑ گئی تھی اور وہ مرارہ بن الربیع اور کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہم تھے اور غزوہ تبوک میں یہ بھی ان لوگوں کے ساتھ بیٹھ رہے تھے جنہوں نے جنگ میں شرکت نہیں کی تھی بہ سبب سستی اور آرام طلبی کے اور اس سبب سے کہ ان کے باغات میں پھل پکنے کا موسم تھا کاشت تیار کھڑی تھی۔ سایہ اور بہار کی لطف انگیزی کا زمانہ تھا۔ یہ کوتاہی از جنگ شک اور منافقت کی بنا پر نہیں تھی چنانچہ ان میں چند لوگ ایسے تھے جنہوں نے اپنے کستونوں سے باندھ رکھا تھا جیسے کہ ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی۔ دوسرے چند لوگوں نے ایسا نہ کیا اور یہ مذکورہ بالا تین اشخاص تھے۔ ابولبابہ رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھیوں کی توبہ تو ان لوگوں سے پہلے ہی قبول ہو چکی تھی۔ اور زیر ذکر لوگوں کی توبہ کی قبولیت تعویق میں پڑ گئی تھی حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی ⑤ =

- ① مسند الطیالسی، ۱۷۹۴، اس کی سند صلت بن دینار ہے جسے امام احمد نے متروک کہا ہے (المیزان، ۲/۳۱۸، رقم: ۳۹۰۶) لہذا یہ سند ضعیف ہے۔
- ② احمد، ۳/۱۶۵، یہ روایت منقطع یعنی ضعیف ہے۔ سفیان اور اُس رضی اللہ عنہ کے درمیان سند میں انقطاع ہے۔
- ③ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ بَلِّغُوا مَّا نَزَّلَ الْبَلْغُ...﴾ قبل حدیث ۷۵۳۰۔
- ④ احمد، ۳/۱۲۰، وسندہ ضعیف حمید الطویل مدلس و عنعن۔
- ⑤ الطبری، ۱۴/۴۶۵۔

وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا وَتَفْرِيقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِينَ وَإِرْصَادًا لِّمَنْ

حَارَبَ اللَّهُ وَرَسُولَهُ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلِيُخْلِقَنَّ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا الْحُسْنَىٰ ۗ وَاللَّهُ يَشْهَدُ

إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ ۝ لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا ۚ لَمَسْجِدٍ أُسِّسَ عَلَىٰ التَّقْوَىٰ مِنْ أَوَّلِ يَوْمٍ

أَحَقُّ أَنْ تَقُومَ فِيهِ ۗ فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَّطَهَّرُوا ۗ وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ ۝

ترجمہ: اور بعض ایسے ہیں جنہوں نے ان اغراض کے لئے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کی باتیں کریں اور ایمانداروں میں تفریق ڈالیں اور اس شخص کے قیام کا سامان کریں جو اس سے قبل ہی اللہ اور رسول کا مخالف ہے اور قسمیں کھا جائیں گے کہ بجز بھلائی کے اور ہماری کچھ نیت نہیں اور اللہ گواہ ہے کہ وہ بالکل جھوٹے ہیں۔ [۱۰۷] آپ اس میں کبھی کھڑے نہ ہوں البتہ جس مسجد کی بنیاد اول دن سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے وہ اس لائق ہے کہ آپ اس میں کھڑے ہوں۔ اس میں ایسے آدمی ہیں کہ وہ خوب پاک ہونے کو پسند کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ خوب پاک ہونے والوں کو پسند کرتا ہے۔ [۱۰۸]

اور وہ ہے ﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ﴾ ① اور ﴿وَعَلَى الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَافَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ﴾ ② یعنی اللہ نے نبی اور مہاجرین اور انصار کی توبہ قبول کر لی (آخر آیت تک) اور ان تینوں شخصوں کی توبہ بھی قبول کر لی جو جنگ سے پیچھے رہ گئے تھے حتیٰ کہ اتنی وسیع دنیا بھی ان پر ننگ تر ہو گئی تھی اور کہیں انہیں پناہ نہ مل سکتی تھی جیسا کہ حدیث کعب بن مالک میں اس کا بیان آنے والا ہے اور قولہ تعالیٰ ﴿إِنَّمَا يَعِدُّهُمْ وَوَاعَدْتُمُوهُمُ﴾ یعنی وہ تحت عفو بانی ہیں اگر وہ چاہے تو ان سے ایسا برتاؤ کرے اور اگر چاہے تو ویسا۔ لیکن اللہ کی رحمت تو اس کے غضب پر سبقت رکھتی ہے اور اللہ تو مستحق عقوبت کو جانتا ہے کہ کون عفو کا مستحق ہے اور وہ اپنے افعال و اقوال میں حکیم ہے اس کے سوا کوئی اللہ اور کوئی رب نہیں۔

منافقین کی مسجد ضرار کا بیان: [آیت: ۱۰۷-۱۰۸] ان آیات کریمہ کا سبب نزول یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے مدینہ میں قبیلہ خزرج کا ایک آدمی رہتا تھا جس کا نام تھا ابو عامر راہب۔ یہ ایام جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا اور اہل کتاب کا علم حاصل کر چکا تھا۔ یہ ایام جاہلیت میں ایک عبادت گزار شخص تھا اپنے قبیلہ میں اس کو بڑی بزرگی حاصل تھی۔ جب نبی ﷺ ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے اور مسلمانوں کا آپ کے پاس اجتماع ہونے لگا اور اسلام کا بول بالا ہو گیا اور بدر کی لڑائی میں بھی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو غالب رکھا تو ابو عامر پر یہ بات بہت شاق گزری اور کھلم کھلا عداوت ظاہر کرنے لگا اور مدینہ سے بھاگ کر کفار مکہ اور مشرکین قریش سے جا ملا اور انہیں رسول اللہ ﷺ سے جنگ کرنے پر مائل کرتا تھا اب عرب کے سارے قبیلے اکٹھے ہو گئے اور جنگ احد کے لئے پیش قدمی کی نتیجہ میں مسلمانوں کو جو ضرر پہنچا اللہ عزوجل نے اس جنگ میں مسلمانوں کا امتحان لیا دنیا نہ سہی لیکن عاقبت تو متیقن ہی کے لئے ہے۔ اس فاسق نے دونوں طرف کی صفوں کے درمیان کئی گڑھے کھود رکھے تھے ان میں سے ایک میں رسول اللہ ﷺ گر پڑے آپ کو مصرت پہنچی۔ آپ کا چہرہ زخمی ہو گیا نیچے کی طرف سے سامنے کے چار دانت آپ کے ٹوٹ گئے۔ سر بھی نبی ﷺ کا زخمی ہو گیا۔ ابو عامر نے شروع جنگ میں اپنی قوم انصار کی طرف بڑھ کر انہیں مخاطب کیا اور انہیں اپنی مدد اور اپنی موافقت کی دعوت دی۔ جب انصار نے ابو عامر کی یہ حرکت دیکھی تو کہنے لگے کہ اے فاسق اے عدو اللہ! اللہ تجھے برباد

کرے اور اس کو گالیاں دیں اس کی عزت ریزی کی۔ اب وہ یہ کہتا ہوا واپس ہو گیا کہ میرے بعد میری قوم تو اور بگڑ گئی۔

نبی ﷺ نے اس کے فرار ہونے سے پہلے اس کو دعوت اسلام دی تھی اور قرآن کی وحی اسے سنائی تھی، لیکن اسلام لانے سے اس نے انکار کیا اور سرکشی اختیار کی۔ تو رسول اللہ ﷺ نے اسے بد عادی کہ ”کم بخت جلا وطنی اور پردیس کی موت مرے۔“ چنانچہ یہ بد و عا اس پر کارگر ہوئی اور یہ بات اس طرح وقوع پذیر ہوئی کہ لوگ جب جنگ احد سے فارغ ہوئے اور اس نے دیکھا کہ نبی ﷺ کا تو اور بول بالا ہو رہا ہے۔ اسلام بڑھتا چلا جا رہا ہے تو وہ ملک روم ہرقل کے پاس گیا اس سے نبی ﷺ کے برخلاف مدد مانگی۔ اس نے وعدہ کیا اس نے اپنی امیدیں کامیاب ہوتی دیکھیں تو ہرقل کے پاس ٹھہر گیا اور اپنی قوم انصار میں سے ان لوگوں کو مکہ بھیجا جو اہل نفاق تھے کہ لشکر لے کر آ رہا ہوں رسول اللہ ﷺ سے خوب جنگ ہوگی ان پر غالب آ جاؤں گا اور انہیں اپنی اسلام سے پہلے کی سابقہ حالت پر آنا پڑے گا اور ان اہل نفاق کو حکم بھیجا کہ اس کے لئے پناہ کی جگہ بنائے رکھو اور میرے احکام اور مراسلے جو لے کر آیا کریں ان کے لئے قیامگاہ اور مامن بنائے رکھو تا کہ اس کے بعد جب وہ خود آئے تو اس کے لئے کمین گاہ کا کام دے۔ چنانچہ ان منافقین نے مسجد قبا کے قریب ہی ایک اور مسجد بنا ڈالی اس کی تیسرہ کردی اس کو پختہ کر دیا اور رسول اللہ ﷺ کے تبوک سے نکلنے سے پہلے اس کام سے فارغ بھی ہو گئے اور رسول اللہ ﷺ کے پاس یہ درخواست لے کر آئے کہ آپ ہمارے پاس آئیے ہماری مسجد میں نماز پڑھئے تاکہ اس بات کی سند ہو سکے کہ یہ مسجد اپنی جگہ قابل استقرار اور قابل اثبات ہے۔ اور آپ کے سامنے یہ بیان کیا کہ ضعیفوں اور کمزوروں کی خاطر یہ مسجد بنائی گئی ہے اور سردی کی راتوں میں جو بیزار لوگ دور کی مسجد میں نہیں جاسکتے ان کے لئے آسانی کی غرض ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو اپنے نبی ﷺ کو اس مسجد میں نماز پڑھنے سے بچانا چاہتا تھا۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ ”ہمیں تو اس وقت سفر درپیش ہے جب ہم واپس ہوں گے اور اللہ نے چاہا تو دیکھا جائے گا“ اور جب نبی ﷺ جنگ تبوک سے فارغ ہو کر مدینہ کی طرف واپس ہوئے اور مدینے تک مسافت جب ایک دن یا اس سے کچھ کم رہ گئی تو جبریل علیہ السلام مسجد ضرار کی خبر لے ہوئے آپ اپنے اور منافقین کے اس راز کو ظاہر کر دیا کہ مسجد قبا کے قریب ایک اور مسجد بنانے سے مسلمانوں کی جماعت میں تفریق پیدا کرنے کا مقصد ان کافروں اور منافقوں نے پیش نظر رکھا ہے۔ وہ مسجد قبا ہے جس کی بنیاد اول روز سے تقویٰ پر اٹھائی گئی ہے۔ اس علم کے بعد نبی ﷺ نے اپنے مدینے پہنچنے سے پہلے ہی چند لوگوں کو اس مسجد ضرار کی طرف بھیج دیا کہ اس کو منہدم کر دیا جائے۔

جیسا کہ علی بن ابی طلحہ نے اس آیت کی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کرتے ہوئے کہا ہے کہ وہ انصار کے لوگ تھے جنہوں نے ایک مسجد بنائی تھی اور ابو عامر نے ان سے کہا کہ تم ایک مسجد بناؤ اور جس قدر بھی تم سے ممکن ہو اس میں ہتھیار اور سامان جنگ چھپائے رکھو اور اس کو اپنی پناہ اور کمین گاہ بنائے رہو کیونکہ میں قیصر ملک روم کی طرف جا رہا ہوں روم سے لشکر لے کر آؤں گا اور محمد اور ان کے اصحاب کو مدینہ سے نکال دوں گا۔ چنانچہ یہ منافقین جب مسجد ضرار بنا کر فارغ ہو گئے تو نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ ہم یہ دلی خواہش رکھتے ہیں کہ ایک بار آپ اس مسجد میں آ کر نماز پڑھ لیں اور اس میں ہمارے لئے برکت کی دعا کریں تو اللہ عزوجل نے یہ وحی نازل فرمادی ﴿لَا تَقُمْ فِيهِ أَبَدًا﴾ ﴿إِلَىٰ قَوْلِهِ﴾ ﴿الظَّالِمِينَ﴾ ﴿١﴾ یعنی ہرگز اس میں نماز نہ پڑھنا۔ یقیناً وہ مسجد جس کی بنیاد اول یوم سے تقویٰ پر رکھی گئی ہے زیادہ حقدار ہے اس بات کی کہ تم اسی میں نماز پڑھو اس میں ایسے پاکیزہ لوگ ہیں جو یہ چاہتے ہیں کہ پاک دل رہیں اور اللہ تعالیٰ ایسے ہی پاکیزہ دلوں کو پسند کرتا ہے۔ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے بھی بالاسناد یہی

روایت کی ہے اور محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ نے بھی بالاسناد یہ روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور مقام ذی اوان میں فروکش ہوئے۔ مدینہ یہاں سے چند گھنٹوں کی مسافت پر ہے۔ اب مسجد ضرار والے آپ کے پاس آئے اور آپ تبوک کی طرف جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔ اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے بیماروں، حاجتمندوں اور بارش اور سردی کی راتوں میں آنے والی جماعت مسلمین کی خاطر ایک مسجد بنائی ہے ہم چاہتے ہیں کہ آپ اس میں تشریف لائیں اور ہمیں اس میں نماز پڑھائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ”اس وقت تو سفر و پریش ہے اور میں بہت مصروف ہوں“ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یوں فرمایا کہ ”اگر ہم واپس آئے تو ان شاء اللہ تعالیٰ ہم تمہارے پاس آئیں گے اور تمہیں نماز پڑھائیں گے“ چنانچہ جب آپ ذی اوان میں اترے تو اس مسجد ضرار کی خبر اللہ کی طرف سے آپ کو مل گئی۔ آپ نے بنی سالم کے بھائی مالک بن دشتم کو بلایا اور محسن بن عدی یا اس کے بھائی عامر بن عدی غرض ان دونوں کو بلایا اور فرمایا کہ تم دونوں ان ظالموں کی مسجد کی طرف جاؤ اور اسکو منہدم کر دو اور جلا ڈالو۔ یہ دونوں فوراً گئے اور بنی سالم بن عوف کے پاس آئے۔ یہ مالک بن الدشتم کے قبیلہ کے لوگ تھے۔ اب مالک نے معن سے کہا ظہر و میں اپنے لوگوں میں سے کسی کے پاس سے آگ لے آتا ہوں۔ اب مالک اپنے لوگوں میں آئے۔ درخت کی ایک بڑی سی لکڑی لی اس کو سلگایا اور فوراً نکل کھڑے ہوئے۔ یہ دونوں مسجد پہنچے۔ مسجد میں یہ کفار موجود تھے ان دونوں نے مسجد کو جلا دیا اور اس کو گرا دیا۔ لوگ دہان سے بھاگ کھڑے ہوئے اور قرآن کی یہ آیت ان منافقین کے بارے میں نازل ہوئی ﴿وَالَّذِينَ اتَّخَذُوا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَكُفْرًا﴾

یہ لوگ جنھوں نے یہ مسجد بنائی بارہ افراد تھے خدام ابن خالد اسی کے گھر سے مسجد شقاق کی راہ نکلتی ہے اور ثعلبہ بن حاطب بنی امیہ کے خادم اور معتب بن قشیر اور ابو حبیہ بن الازعر اور عماد بن حنیف اور حارثہ بن عامر اور اس کے دونوں بیٹے محج اور زید اور نعل الحارث اور مخرج اور بجاہ بن عمران اور دویعہ بن ثابت اور ابولبابہ کے قبیلہ کے خادم وہ لوگ جنھوں نے اسکو بنایا وہ قسمیں کھا کر کہہ رہے تھے کہ ہم نے تو نیک ارادے سے اسکی بنا ڈالی ہے۔ ہمارے پیش نظر تو صرف لوگوں کی خیر خواہی تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ﴿وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اَنَّهُمْ لَكَذِبُونَ﴾ اللہ شہادت دیتا ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بولتے ہیں یعنی جو انھوں نے قصد کیا اور نیت کر رکھی ہے اس میں جھوٹ ہے۔ محض اس مقصد سے مسجد بنائی ہے کہ مسجد قبا کو ضرر پہنچائیں اور کفر کی اشاعت کریں مسلمانوں میں تفریق ڈال دیں اللہ سے اور اللہ کے رسول سے لڑنے کی خاطر کیمین گاہ بنائے رکھیں جہاں انکے مشورے اور کونسل ہوا کرے وہ شخص ہے ابو عامر فاسق جسکو راہب سمجھا جاتا ہے اللہ اس پر لعنت کرے۔ و قوله ﴿لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا﴾ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس میں نماز پڑھنے سے ممانعت فرما دی۔ نماز نہ پڑھنے میں ان کی تابع ان کی امت بھی ہے چنانچہ مسلمانوں کو بھی تاکید ہے کہ کبھی اس میں نماز نہ پڑھیں۔ پھر مسجد قبا میں نماز پڑھنے پر ابھارا مسجد قبا کی بنیاد شروع ہی سے تقویٰ پر ڈالی گئی ہے۔ تقویٰ طاعت اللہ اور طاعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہیں یہاں مسلمان مل بیٹھتے ہیں دینی مشورے کرتے ہیں اور یہ اسلام اور اہل اسلام کی پناہ کی جگہ ہے اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿لَمَسْجِدًا اَسَّسَ عَلٰی التَّقْوٰی مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ﴾ اور سیاق عبارت مسجد قبا سے متعلق ہے۔ اسلئے حدیث صحیح میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مسجد قبا میں نماز پڑھنا ایک عمرہ کے ثواب کے برابر ہے۔“ ① صحیح حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا کی طرف سوار ہو کر بھی آتے تھے اور پیادہ بھی۔ ② رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اسے بنایا تو آپ کی سب سے پہلے تشریف آوری

① ترمذی، کتاب الصلاة، باب ماجاء فی الصلاة فی مسجد قباء ۳۲۴؛ وهو حسن، ابن ماجہ ۱۴۱۱؛ حاکم، ۴۸۷/۱؛ المعجم

الکبیر ۵۷۰۔

② صحیح بخاری، کتاب فضل الصلاة فی مسجد مکة والمدینة، باب مسجد قباء ۱۱۹۱؛ صحیح مسلم ۱۳۹۹۔

بنی عمرو بن عوف کے پاس تھی اور جہت قبلہ جبرائیل علیہ السلام نے معین کی تھی قَالَ اللَّهُ أَعْلَمُ۔

ابوداؤد رضی اللہ عنہ نے بالاسناد ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”یہ آیت اہل قبا کے بارے میں نازل ہوئی ہے“ ﴿فِيهِ رَجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَّطَهَّرُوا﴾ آپ نے فرمایا کہ ”وہ پانی سے طہارت کرتے تھے۔ چنانچہ ان کی تعریف میں یہ آیت اتری ہے۔“ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب متذکرہ بالا آیت اتری تو آپ عومیم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور پوچھا کہ ”تمہاری وہ کون سی طہارت ہے کہ اللہ نے تمہارے لئے جس کی تعریف کی ہے“ تو عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے جب کوئی مرد یا عورت حاجت سے فارغ ہوتے ہیں تو پانی سے اپنے اندام نہانی کو اچھی طرح دھو لیتے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہاں یہی بات ہے۔“ ② امام احمد رضی اللہ عنہ نے بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں تشریف لائے اور کہا کہ ”نماز کے لئے تمہاری طہارت کی اللہ پاک نے بڑے اچھے الفاظ میں تعریف کی ہے“ سو وہ تمہاری کونسی طہارت ہے“ تو کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم کو تو اس کے سوا کوئی علم نہیں کہ بیوہ ہمارے پڑوسی ہیں اور وہ حاجت سے فارغ ہونے کے بعد پانی سے دھوتے ہیں چنانچہ ہم نے بھی یہی طریقہ اختیار کر رکھا ہے۔ ③

ابن خزیمہ نے اپنی کتاب حدیث میں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عومیم بن ساعدہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ”تمہاری کس طہارت کی تعریف اللہ پاک نے کی ہے؟“ تو کہا کہ ہم طہارت کرنے میں پانی استعمال کرتے ہیں۔ ابن جریر نے کہا کہ آیت ﴿فِيهِ رَجَالٌ يُحِبُّونَ أَنْ يَتَّطَهَّرُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهِّرِينَ﴾ جو اتری ہے وہ حاجت کے بعد پانی سے دھونے والوں کی شان میں ہے۔ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ (بالاسناد) روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجد قبا میں آئے اور کہا کہ ”اللہ تعالیٰ نے تمہاری طہارت کی بہت اچھی تعریف کی ہے وہ کیا ہے؟“ تو کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے تو آیت میں پانی سے طہارت کے احکام پائے ہیں ④ (اس میں ایک راوی عبد اللہ بن سلام تھے جو اہل توریت تھے)۔ حدیث صحیح میں وارد ہے کہ ”مدینے کے اندر جو مسجد نبوی ہے یہی وہ مسجد ہے جس کے لئے کہا گیا کہ تقویٰ پر اس کی بنیاد اٹھی ہوئی ہے۔“ اور یہ صحیح بات ہے اس آیت اور اس آیت میں کوئی منافات نہیں کیونکہ جب قبا کی تائیس اول یوم سے بر بنائے تقویٰ ہے تو بدرجہ اولیٰ مسجد نبوی کو یہ خصوصیت حاصل ہونی چاہئے اسی لئے امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ نے اپنی مسند میں بیان کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”جو مسجد تقویٰ کا اساس رکھتی ہے وہ میری یہ مسجد ہے۔“ ⑤ امام احمد رضی اللہ عنہ نے پھر (بالاسناد) روایت کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں دو آدمیوں نے اس بارے میں اختلاف کیا کہ اس خصوصیت والی مسجد کونسی ہے؟ تو ایک نے کہا کہ وہ مسجد نبوی ہے اور دوسرے نے کہا کہ وہ مسجد قبا ہے یہ دونوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور آپ سے تحقیق کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اس سے یہی میری مسجد مراد ہے۔“ ⑥

① ابوداؤد، کتاب الطہارۃ، باب فی الاستنجاء بالماء ۴۴؛ وهو حسن، ترمذی ۳۱۰۰؛ ابن ماجہ ۳۵۷۔

② المعجم الكبير ۱۱۰۶۵ وسنده ضعيف؛ معجم الزوائد، ۱/۲۱۲۔

③ احمد، ۳/۴۲۲ وسنده ضعيف؛ المعجم الكبير ۳۴۸۔

④ احمد، ۶/۶ وسنده حسن شهر بن حوشب حسن الحديث۔

⑤ احمد، ۵/۱۱۶ وسنده ضعيف والحديث الآتي بغنى عنه وانظر سنن الترمذی، ۳۰۹۹، معجم الزوائد، ۴/۱۰۔

⑥ احمد، ۵/۳۳۱ وسنده حسن، بیہقی نے اس کے رجال کو ثقہ کہا ہے دیکھئے (معجم الزوائد، ۷/۷۳)۔

امام احمد رضي الله عنه نے پھر (بالاسناد) روایت کی کہ دو آدمی اس خصوصیت والی مسجد کے بارے میں مختلف الرائے تھے ایک مسجد قبا کو اور دوسرا مسجد نبوی کو بتا رہا تھا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”مسجد تقویٰ یہ میری مسجد ہے۔“ ①

پھر اس کے بعد کئی حدیثیں اسی مضمون کی وارد ہیں چنانچہ حمید الخراط المدنی نے ابوسلمہ سے پوچھا کہ تم نے اپنے باپ سے مسجد تقویٰ کے بارے میں کیا سنا؟ تو کہا کہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور پوچھا یا نبی اللہ! مسجد تقویٰ کونسی ہے۔ تو آپ نے سٹی بھر کنکریاں زمین سے اٹھائیں اور انھیں زمین پر مار کر کہا کہ ”وہ یہی مسجد ہے۔“ اس وقت آپ مسجد کے گھن میں اپنی بیوی کے ایک کمرے میں تشریف فرما تھے۔ ② پھر وہ کہتے ہیں کہ اس کو مسلم ③ نے بالاسناد حمید الخراط سے روایت کیا ہے کہ خلف اور سلف کی ایک جماعت اسی بات کی قائل ہے کہ وہ مسجد نبوی ہے اور عمر بن خطاب اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی یہی روایت ہے اور ﴿لَمَسْجِدُ أَيُّسُ﴾ والی آیت پاک اس بات کی دلیل ہے کہ مساجد قدیمہ میں جن کی اول بنیاد عبادت خداوندی پر اٹھائی گئی ہے نماز پڑھنا مستحب ہے۔ اور اس استحباب کی بھی دلیل ہے کہ جماعت صالحین اور عباد عالمین کے ساتھ نماز پڑھی جائے اور وضو باقاعدہ طور مکمل کیا جائے اور نماز میں میٹھے یا گندے کپڑوں سے بالکل پاک رہیں۔

امام احمد رضي الله عنه نے (بالاسناد) روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح کی نماز پڑھائی اور اس میں سورہ روم پڑھی پڑھنے میں آپ کو کچھ شک سا ہو گیا۔ آپ جب واپس ہوئے تو فرمایا ”قرآن پڑھنے میں کچھ گڑبڑ ہو جاتی ہے دیکھو تم میں بعض لوگ ایسے ہیں جو ہمارے ساتھ نماز پڑھتے ہیں لیکن وضو اچھی طرح نہیں کرتے پس جو ہمارے ساتھ نماز پڑھنا چاہے اس کو چاہیے کہ وضو مکمل کیا کرے وضو میں کوئی خرابی نہ کرنے پائے۔“ ④

ذوالکلاع سے مروی ہے کہ انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو آپ نے یہ ہدایت فرمائی تھی یہ چیز اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حسن طہارت قیام فی العبادت میں آسانی پیدا کرتا ہے اور عبادت کی تعمیم و تکمیل میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔ ابو العالیہ نے قول پاک ﴿وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُطَهَّرِينَ﴾ کے بارے میں کہا کہ پانی سے طہارت کرنا تو بیشک بہت اچھی بات ہے لیکن جن کی طہارت کی اللہ تعالیٰ تعریف فرما رہا ہے وہ گناہوں سے اپنے کو پاک رکھنے والے لوگ ہیں۔ اعمش کہتے ہیں کہ اس طہارت سے مراد گناہوں سے توبہ اور شرک سے پاکیزگی ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل قبا سے کہا کہ ”اللہ نے جو تمہاری طہارت کی تعریف کی ہے وہ کیسی طہارت ہے تو کہا کہ ہم پانی سے استنجا کرتے ہیں۔“ حافظ ابو بکر بزار نے بالاسناد ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ یہ آیت اہل قبا کے بارے میں اتری ہے۔ اور جب آپ نے ان سے سوال کیا تھا تو کہا تھا کہ ہم پہلے ڈھیلے لیتے ہیں پھر پانی سے دھوتے ہیں۔ اس کو بزار نے روایت کیا ہے۔ اس کو صرف محمد بن عبد العزیز نے اور ان سے ان کے بیٹے نے روایت کی ہے۔ میں نے یہاں یہ تصریح اس لئے کر دی کہ یہ چیز اگرچہ فقہاء میں مشہور ہے لیکن اکثر محدثین متاخرین اس کو معروف تسلیم نہیں کرتے، وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة، ۳۰۹۹ وسندہ صحیح؛ صحیح مسلم، ۱۳۹۸، احمد، ۸۹/۳۔

② احمد، ۲۴/۳، وسندہ صحیح۔

③ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب بیان المسجد الذی اُسس علی التقویٰ..... ۱۳۹۸۔

④ نسائی، کتاب الافتتاح، باب القراءة فی الصبح بالروم ۹۴۸ وهو صحیح، احمد، ۴۷۲/۳۔

أَقْنُ أَسَسَ بُنْيَانَهُ عَلَى تَقْوَىٰ مِنَ اللَّهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٍ أَمْ مَنْ أَسَسَ بُنْيَانَهُ
 عَلَىٰ شَفَا جُرْفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهِ فِي نَارِ جَهَنَّمَ ۗ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ ﴿١٠﴾
 لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ إِلَّا أَنْ تَقَطَّعَ قُلُوبُهُمْ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ
 حَكِيمٌ ﴿١١﴾ إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَىٰ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنفُسَهُمْ وَأَمْوَالَهُمْ بِأَنْ لَهُمُ الْجَنَّةُ ۗ
 يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ وَعَدًّا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ
 وَالْقُرْآنِ ۗ وَمَنْ أَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ فَاسْتَبْشِرُوا بِبَيْعِكُمُ الَّذِي بَايَعْتُمْ بِهِ ۗ
 وَذَلِكَ هُوَ الْقَوْلُ الْعَظِيمُ ﴿١٢﴾

ترجمہ: پھر آیا ایسا شخص بہتر ہے جس نے اپنی عمارت کی بنیاد اللہ سے ڈرنے پر اور اللہ کی خوشنودی پر رکھی ہو یا وہ شخص کہ جس نے اپنی عمارت کی بنیاد کسی گھائی کے کنارے پر جو کہ گرنے ہی کو ہو رکھی ہو پھر وہ اس کو لے کر آتش دوزخ میں گر پڑے اور اللہ تعالیٰ ایسے ظالموں کو سمجھ ہی نہیں دیتا۔ [۱۰۹] ان کی یہ عمارت جو انھوں نے بنائی ہے ہمیشہ ان کے دلوں میں ٹھکتی رہے گی ہاں مگر ان کے دل ہی اگر فنا ہو جائیں تو خیر اور اللہ تعالیٰ بڑے علم والے اور حکمت والے ہیں۔ [۱۱] بلاشبہ اللہ نے مسلمانوں سے ان کی جانوں کو اور ان کے مالوں کو اس بات کے عوض میں خرید لیا ہے کہ ان کو جنت ملے گی وہ لوگ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں جس میں قتل کرتے ہیں اور قتل کئے جاتے ہیں اس پر سچا وعدہ کیا گیا ہے تو ریت میں اور انجیل میں اور قرآن میں اور اللہ سے زیادہ اپنے عہد کو کون پورا کرنے والا ہے تو تم لوگ اپنی اس بیع پر جس کا تم نے معاملہ ٹھہرایا ہے خوشی مناؤ۔ اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ [۱۲]

مسجد تقویٰ کی تحسین اور مسجد ضرار کا انجام: [آیت: ۱۰۹-۱۱۱] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جنہوں نے مسجد کی بنیاد تقویٰ اور رضائے الہی پر رکھی ہے اور وہ لوگ جنہوں نے مسجد ضرار اور مسجد کفر بنائی اور مؤمنین میں تفریق ڈال دی اور اللہ سے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے لڑنے کے لئے اس کو جائے پناہ قرار دیا، کیا یہ دونوں برابر ہو سکتے ہیں۔ ان لوگوں نے تو اس مسجد ضرار کی بنیاد گویا ایک گڑھے کے ڈھلتے ہوئے کنارے پر رکھی جو اسے جہنم کی آگ میں لے گری اور حدود سے تجاوز کرنے والوں کو اللہ تعالیٰ ہدایت نہیں فرماتا ہے۔ یعنی مفسدین کے عمل کو اصلاح پر نہیں بناتا۔ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مسجد ضرار کو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حسب فرمان جب اس میں آگ لگا دی گئی تو اس میں دھواں نکل رہا تھا۔ ① ابن جریج کہتے ہیں کہ ہمیں معلوم ہوا کہ بعض لوگوں نے ایک جگہ گڑھا کھودا تو اس میں سے دھواں نکلتا ہوا پایا۔ تمادہ نے بھی اسی طرح کہا ہے۔

خلف بن یاسین کوئی کہتے ہیں کہ میں نے منافقین کی اس مسجد کو دیکھا کہ جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا ہے یہ دیکھا کہ اس میں ایک سوراخ ہے جس میں سے دھواں نکل رہا ہے اور آج کے روز وہ جگہ گندگی پھینکنے کی جگہ بنی ہوئی ہے۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے اس کو روایت کیا۔ اور تو لہ تعالیٰ ﴿لَا يَزَالُ بُنْيَانُهُمُ الَّذِي بَنَوْا رِيبَةً فِي قُلُوبِهِمْ﴾ یعنی ان کی بنائی یہ عمارت تو ہمیشہ ان کے

دلوں میں تو شک و شبہ کی باعث ہی رہے گی اور اس عمل شنیع کا اتمام کرنے کی وجہ سے ان کے دلوں میں نفاق کا بیج بونتی رہے گی جیسا کہ گوسالہ پرستوں کے دل میں گوسالہ کی محبت پڑی ہوئی تھی ﴿لَا أَنْ تَقْطَعَ قُلُوبَهُمْ﴾ البتہ اس صورت میں ان منافقین کی بیخ کنی ہو سکتی ہے جب کہ اس مسجد ہی کو ختم کر کے ان کے دلوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے جائیں۔ اللہ اپنے بندوں کے اعمال کو خوب جانتا ہے اور خیر و شر کا بدلہ دینے میں بڑا حکیم ہے۔

مسلمان کی جان اور مال کے بدلے جنت کا سودا: اس آیت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ خبر دے رہا ہے کہ اس نے اپنے مؤمن بندوں کی جانوں اور مالوں کے بدلے میں جن کو انھوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا ہے جنت کا معاوضہ دے رہا ہے اور یہ معاوضہ معاوضہ نہیں بلکہ اس کا فضل و اکرام ہے کیونکہ بندوں کی قدرت میں جو کچھ تھا وہ انھوں نے کیا اب اپنے مطیع بندوں کے لئے اللہ پاک بھی کوئی معاوضہ قرار دے تو جنت ہی کا قرار دے گا۔ اسی لئے حسن بصری اور قتادہ رحمہما اللہ نے کہا ہے کہ جب اللہ نے ان سے بیخ و شرعی کیا تو ان کی خدمت کی بڑی ہی زبردست قیمت دی ہے۔ اور شمر بن عطیہ نے کہا ہے کہ کوئی ایسا مسلمان نہیں جس کی گردن میں اللہ کا عہد و پیمانہ نہ ہو جس پر کہ اس کی موت آئی ہو اور اس کا پابند ہوتے ہوئے اس نے جان دی ہو پھر مذکور بالا آیت تلاوت کی۔ اور اسی لئے کہا جاتا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں جہاد کی خاطر نکل کھڑا ہو گیا اس نے اللہ سے سودا کر لیا اور اللہ نے اس کے ساتھ یہ عقد قبول کر لیا اور اس کو پورا کر دیا۔

محمد بن کعب القرظی وغیرہ کہتے ہیں کہ عبد اللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہما نے لیلۃ العقبہ میں بیعت کے وقت کہا کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپ اللہ کے لئے اور خود اپنے لئے بھی جو شرط چاہیں ہم سے منوا سکتے ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ سے متعلق تو میں تم پر یہ شرط قرار دیتا ہوں کہ اس کے سچے بندے بنے رہو اس کی عبادت کیا کرو اور کسی کو اس کا شریک نہ گردانو اور اپنے سے متعلق تم پر یہ شرط قرار دیتا ہوں کہ جن باتوں سے تم اپنی جانوں اور اپنے مالوں کو بچاتے ہو میرے بھی اسی طرح خیر خواہ بنے رہو۔“ تو پوچھا پھر ہمیں کیا ملے گا؟ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اس کا عوض ہے جنت“ تو پوچھنے والوں نے کہہ دیا یہ بڑے فائدے کا سودا ہے نہ ہم عہد شکنی کریں گے نہ ہم سے عہد شکنی ہوگی، ”تو یہ آیت اتری ﴿إِنَّ اللَّهَ اشْتَرَى مِنَ الْمُؤْمِنِينَ أَنْفُسَهُمْ﴾۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَيَقْتُلُونَ وَيُقْتَلُونَ﴾ ① یعنی وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں پس قتل بھی کرتے ہیں اور قتل بھی ہوتے ہیں۔ دونوں باتیں برابر کے ثواب والی ہیں چاہے وہ قتل کر کے غازی بنیں یا شہید ہوں ہر صورت میں جنت ان کے لئے واجب ہے۔ اسی لئے بخاری و مسلم میں آیا ہے کہ جو اللہ کی راہ میں نکلا اور اس نکلنے سے اس کی غرض سوائے اس کے اور کچھ نہ ہو کہ میری راہ میں جہاد کرے یا میرے رسولوں کی تصدیق کرے حتیٰ کہ اسے موت آ جائے تو اللہ اس بات کا ذمہ دار ہے کہ اس کو جنت میں داخل کرے اور اگر نہ مرے تو اللہ کے ذمہ ہے کہ جہاں سے چلا ہے اسے وہاں پہنچائے اور اجر مال غنیمت کے ساتھ بامراد پہنچائے۔ ② ﴿وَعَدَا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرَةِ وَالْإِنْجِيلِ وَالْقُرْآنِ﴾ اپنے وعدہ کی تاکید کے طور پر ہے اور یہ بتلایا جا رہا ہے کہ اس نے اپنی ذات پاک پر اس چیز کو فرض کر لیا ہے اور اپنے رسولوں پر اس وعدہ کی وحی بھی بھیج دی ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اتری ہوئی تو ریت میں درج ہے اور عیسیٰ علیہ السلام کی انجیل میں بھی ہے اور نبی ﷺ پر اترے ہوئے قرآن پاک میں بھی لکھا ہوا ہے صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین۔ ﴿وَمَنْ

① - الطبری، ۱۴ / ۴۹۹۔

② صحیح بخاری، کتاب فرض الخمس، باب قول النبی ﷺ ((احلت لكم الغنائم)) ۳۱۲۳؛ صحیح مسلم ۱۸۷۶۔

التَّائِبُونَ الْعِدُونَ الْحُدُونَ السَّاجِدُونَ الرَّاكِعُونَ السَّجِدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَفِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ ط وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۱۳﴾

ترجمہ: وہ ایسے ہیں جو توبہ کرنے والے ہیں عبادت کرنے والے اور حمد کرنے والے روزہ رکھنے والے رکوع اور سجدہ کرنے والے نیک باتوں کی تعلیم کرنے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ کی حدوں کا خیال رکھنے والے اور ایسے مؤمنین کو آپ خوشخبری سنا دیجئے۔ [۱۱۳]

= اَوْفَىٰ بِعَهْدِهِ مِنَ اللَّهِ اور اللہ سے زیادہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے والا اور کون ہو سکتا ہے کیونکہ وہ خلاف عہد کبھی نہیں کرتا۔ جیسا کہ ایک دوسری جگہ فرماتا ہے کہ ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ حَدِيثًا﴾ ① اور ﴿وَمَنْ أَصْدَقُ مِنَ اللَّهِ قِيلًا﴾ ② اور اسی لئے ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ سے تم نے جو سودا کیا ہے اس پر خوش ہو جاؤ اور یہ کامیابی بڑی زبردست کامیابی ہے۔ بشرطیکہ تم نے بھی اپنا عہد پورا کر لیا ہو۔
مؤمنوں کے اوصاف حمیدہ: [آیت ۱۱۳] یہ آیت پاک ان مؤمنین کی تعریف میں ہے کہ اللہ نے جن کی جائیں اور جن کے مال ان کے ان صفات جلیلہ کے بدلے میں خرید لئے ہیں۔ وہ تمام گناہوں اور سارے فواحش سے باز رہتے ہیں اور اپنے رب کی عبادت پر قائم ہیں۔ اپنے اقوال و افعال پر بڑی کڑی نظر رکھتے ہیں۔ اقوال میں خاص ترین چیز تو اللہ کی حمد ہے۔ اسی لئے فرمایا ﴿الْحَامِدُونَ﴾ اور افعال و اعمال کی رو سے افضل اعمال صیام ہیں۔ صیام کہتے ہیں کھانے پینے اور جماع سے باز رہنے کو اور سیاحت سے یہی روزہ مراد ہے۔ اسی لئے فرمایا ﴿السَّائِحُونَ﴾ جیسے کہ اللہ تعالیٰ کے قول ﴿سَائِحَاتٌ﴾ میں ازواج النبی کی تعریف فرمائی گئی۔ اور اس ”سائحات“ سے مراد ”صائمات“ ہے۔ اسی طرح رکوع و سجود سے نماز مراد ہے چنانچہ کہا گیا ﴿الرَّاكِعُونَ السَّاجِدُونَ﴾ وہ عبادتیں کر کے نہ اپنا ہی فائدہ دیکھتے ہیں بلکہ اللہ کے دوسرے بندوں کو بھی ان کو رشد و ہدایت کر کے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر عمل پیرا ہو کر فائدہ پہنچاتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ کونسا کام کرنا سزاوار ہے اور کون سے کاموں سے ترک واجب ہے۔ اور علما اور عملاً دونوں طرح حلال و حرام کے بارے میں اللہ کی حدود کی حفاظت پیش نظر رہتی ہے۔ چنانچہ وہ بذات خود عبادت حق اور خیر خواہی خلق دونوں طرح کی عبادت کے علم بردار ہوتے ہیں۔ اسی لئے فرمایا پروردگار نے کہ مؤمنین کو خوشخبری دے دو کیونکہ ایمان ان دونوں باتوں کے اجتماع کا نام ہے اور پوری طرح کی سعادت تو اسی کو حاصل ہے۔ جو ان دونوں باتوں سے متصف ہو۔

ساجدون سے مراد روزہ رکھنے والے ہیں: سفیان ثوری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ﴿سَائِحُونَ﴾ کے معنی ﴿صَائِمُونَ﴾ ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اللہ پاک نے قرآن میں جہاں کہیں سیاحت کا لفظ استعمال کیا ہے وہاں صیام ہی مراد ہے۔ ضحاک رضی اللہ عنہ بھی یہی کہتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اس امت کی سیاحت ہے رمضان کے روزے رکھنا۔ مجاہد سعید عطاء عبد الرحمن ضحاک اور سفیان بن عیینہ رضی اللہ عنہم سب یہی خیال رکھتے ہیں کہ ﴿سَائِحُونَ﴾ سے مراد روزہ دار ہیں۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ساجدون سے رمضان کے روزہ دار مراد ہیں۔ ابو عمرو والعبیدی بھی یہی کہتے ہیں کہ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی وارد ہے۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ﴿سَائِحُونَ﴾ ”روزہ دار لوگوں کو کہتے ہیں۔“ ③ یہ حدیث موقوف زیادہ صحیح ہے۔ عبید بن عیسر کہتے ہیں کہ سوال کرنے پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”صائمین“ کو کہتے ہیں یہ حدیث مرسل ہے اور جمید ہے =

① ۴ / النساء: ۸۷۔ ② ۴ / النساء: ۱۲۲۔ ③ اس کی سند میں حکیم بن خزام ابو بکر ہے ابو حاتم نے اسے متروک اور بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے۔ دیکھئے (المیزان، ۱ / ۵۸۵، رقم: ۲۲۱۸) لہذا یہ روایت مردود ہے۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِنْ
بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ۝ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ إِبْرَاهِيمَ لِأبيه إِلَّا
عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَعَدَاهَا آيَةً ۚ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ أَنَّهُ عَدُوٌّ لِلَّهِ تَبَرَّأَ مِنْهُ ۗ إِنَّ إِبْرَاهِيمَ
لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ ۝

ترجمہ: پیغمبر کو اور دوسرے مسلمانوں کو چائز نہیں کہ مشرکین کے لئے مغفرت کی دعا مانگیں اگر چہ وہ رشتہ دار ہی ہوں اس امر کے ظاہر ہو جانے کے بعد کہ یہ لوگ دوزخی ہیں [۱۱۳-۱۱۴] اور ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے دعائے مغفرت مانگنا وہ صرف وعدہ کے سبب سے تھا جو انہوں نے اس سے وعدہ کر لیا تھا۔ پھر جب ان پر یہ بات ظاہر ہو گئی کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو وہ اس سے محض بے تعلق ہو گئے واقعی ابراہیم علیہ السلام بڑے رحم المراج عظیم الطبع تھے۔ [۱۱۳]

اور اصح الاقوال ہے۔ اور یوں بھی کہا گیا ہے کہ سیاحت سے جہاد مراد ہے۔ ابو داؤد نے اپنی کتاب سنت میں ابو امامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث بیان کی کہ یا رسول اللہ! مجھے سیاحت کی اجازت دیجئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ ”میری امت کی سیاحت جہاد فی سبیل اللہ ہے۔“ عمارہ بن غزیہ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس سیاحت کا ذکر آیا تو آپ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے جہاد فی سبیل اللہ کو اور ① بلند یوں پر تکبیر بولتے ہوئے چلنے کو سیاحت بنایا ہے۔“ ② عکرمہ رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ اس سے علم کے طالبین مراد ہیں اور عبدالرحمن بن زید نے کہا ہے کہ مہاجرین مراد ہیں یہ دونوں باتیں ابن ابی حاتم سے مروی ہیں۔ یہ ذہن نشین رہے کہ یہاں سیاحت سے مراد وہ مفہوم نہیں ہے جو بعض عابد و راہب قسم کے لوگ سمجھتے ہوئے ہیں کہ اس سے مجرد سفر اطراف عالم میں مراد ہیں اور وہ لوگ مراد ہیں جو پہاڑوں اور غاروں اور جنگلوں میں پھرتے رہتے ہیں اور بستی سے بھاگتے رہتے ہیں اس لئے کہ ایسا کرنا مشروع نہیں ہے۔ ہاں جب فتنہ کا زمانہ ہو اور دین میں تزلزل واقع ہو جائے تو یہ حدیث صحیح بخاری میں ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”عقرب وہ زمانہ آنے والا ہے جب کہ کسی کا بہترین مال اس کی بکریاں ہوں گی، جن کو وہ پہاڑوں میں اور بارش گا ہوں میں ہانکے لئے پھرتا ہوگا اور فتنوں سے بچنے کے لئے اپنے دین کو لئے بھاگتا ہوگا“ ③ ﴿الْحَالِطُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ﴾ اللہ کی اطاعت پر قائم رہنے والے لوگ مراد ہیں۔ اور حسن بصری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرائض الہی کو انجام دینے والے اور احکام الہی پر قائم رہنے والے لوگ مراد ہیں۔

مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کی ممانعت: [آیت: ۱۱۳-۱۱۴] مسند امام احمد میں ابن المسیب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ابوطالب جب بستر مرگ پر تھے تو نبی ﷺ تشریف لائے ان کے پاس ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے ابوطالب سے فرمایا کہ ”اے چچا! آپ (لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ) کہہ دیجئے میں اسی ایک جملہ کی آڑ لے کر اللہ کے پاس آپ کی بخشش کے لئے حجت پیش کروں گا۔“ تو ابو جہل اور عبداللہ بن ابی امیہ نے کہا کہ اے ابوطالب! کیا تم ملت عبدالمطلب سے روگردانی کرو گے؟ تو ابوطالب نے کہا کہ میں واقعی ملت عبدالمطلب پر جان دوں گا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا کہ ”میں اس وقت تک آپ کی مغفرت کی دعا

① ابو داؤد، کتاب الجہاد، باب فی النهی عن السیاحة، ۲۴۸۶، وسندہ حسن۔

② یہ روایت معضل یعنی ضعیف ہے۔ ③ صحیح بخاری، کتاب الإیمان، باب من الدین الفرار من الفتن، ۱۹۔

کرتا رہوں گا جب تک کہ اللہ مجھے منح نہ کر دے۔“ چنانچہ یہ آیت نازل ہوئی ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ﴾ تا آخر یعنی نبی اور ایمان داروں کو یہ لائق ہی نہیں کہ مشرکوں کے لئے استغفار کریں تا آخر۔ اور یہ آیت بھی اسی سے متعلق نازل ہوئی ﴿أَنْتَ لَا تَهْدِي مَنْ أَحْبَبْتَ﴾ ① ② یعنی تم جس کو دوست رکھتے ہو اس کو ہدایت نہیں کر سکتے اللہ جس کو چاہے ہدایت کرے۔

علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنے مشرک والدین کے لئے مغفرت کی دعا کر رہا ہے تو میں نے اس سے کہا کہ مشرکوں کے لئے تم استغفار کر رہے ہو۔ تو اس نے کہا کہ کیا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے مشرک باپ کے لئے استغفار نہیں کیا تھا؟ میں نے یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ذکر کیا۔ چنانچہ مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔ ③

﴿لَا يَبْه﴾ کے بعد ﴿لَمَّامَاتٍ﴾ (یعنی جب ابراہیم علیہ السلام کے باپ مر گئے) کے الفاظ بھی کہے، لیکن میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ الفاظ سفیان نے خود کہے یا اسرائیل نے یا خود حدیث میں یہ الفاظ شامل تھے۔ میں کہتا ہوں کہ ثابت ہے کہ یہ الفاظ مجاہد نے کہے۔

مسند امام احمد میں ہے کہ بریدہ رضی اللہ عنہ نے روایت کی کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور سفر میں تھے کہ ایک جگہ اترے اور ہم تقریباً ایک ہزار سوار تھے۔ آپ نے یہاں دو رکعتیں پڑھیں پھر ہماری طرف متوجہ ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے ہیں۔ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کے پاس آئے اور کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان آپ کیوں رو رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ ”میں نے اللہ سے درخواست کی تھی کہ میری ماں کے لئے استغفار کی مجھے اجازت دے لیکن اللہ تعالیٰ نے اجازت نہیں دی تو آگ کے خوف سے ماں پر میرا دل بڑا دکھا اور میری آنکھیں اشک آلود ہو گئیں میں نے قبل ازیں تم کو تین باتوں سے منع کیا تھا زیارت قبور سے، لیکن اب قبور کی زیارت کر سکتے ہو صرف اس غرض سے کہ قبرستان جانے سے تم کو اپنی موت یاد آ جائے اور تم نیکیوں کی طرف مائل ہونے لگو، میں نے قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ اٹھا رکھنے پر منع کیا تھا اب چاہے جتنا کھاؤ اور جتنا ذخیرہ کر رکھو۔ اور بتوں سے پینے کے بارے میں میری ممانعت تھی اب چاہے جس برتن سے پیو لیکن کوئی نشو والی چیز نہ پینا۔“ ④

بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب مکے کی طرف آنے لگے تو راہ میں ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے اور قبر کو خطاب فرمانے لگے پھر روتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے تو ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے آپ کی مصروفیت دیکھی ہے تو آپ فرمانے لگے کہ ”میں نے اپنی ماں کی قبر کی زیارت کی اجازت اللہ سے طلب کی تھی تو مجھے اجازت مل گئی۔ پھر میں نے استغفار والدہ کی اجازت چاہی تو مجھے اجازت نہیں ملی۔ آپ اس روز اتاروئے کہ کبھی اتنا نہیں روئے تھے۔“ ⑤

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دن نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبرستان کی طرف نکل کھڑے ہوئے ہم بھی آپ کے پیچھے ہو لئے آپ ایک قبر کے پاس بیٹھ گئے۔ پھر بہت دیر تک مناجات میں رہے پھر آپ رونے لگے۔ آپ کو دیکھ کر ہم بھی رونے لگے۔ اب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ آپ کی طرف گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر رضی اللہ عنہ کو اور ہمیں بلایا اور پوچھا ”تم کیوں روئے؟“ ہم نے کہا کہ آپ کا رونادیکھ کر ہمیں بھی رونا آ گیا۔ کہنے لگے کہ ”قبر جہاں میں بیٹھا تھا یہ آمنہ کی قبر ہے۔ میں نے اس قبر کی زیارت کی اجازت اللہ

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ براءۃ باب قولہ ﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَنْ يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ.....﴾ ۴۶۷۵؛ صحیح مسلم ۲۴؛ احمد، ۵/۴۳۳؛ المعجم الكبير ۸۲؛ السنن الكبرى، ۲۱۶۲؛ دلائل النبوة، ۲/۳۴۲۔

② ۲۸/الفصص: ۵۶۔ ③ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة التوبة ۳۱۰۱ وسنده ضعيف بالإسحاق مدلس راوی ہے اور سماع کی صراحت نہیں ہے۔ نسائی، ۲۰۳۸؛ احمد، ۱/۹۹؛ حاکم، ۲/۳۳۵۔ ④ احمد، ۵/۳۵۵؛ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رہہ فی زیارة قبر امہ ۹۷۷؛ ابن حبان ۵۳۹۰۔ ⑤ الطبری، ۶/۴۷۹۔

سے چاہی تھی تو مجھے اجازت دے دی گئی۔“ ① اس حدیث کو ایک دوسری طرح بھی بیان کیا گیا ہے۔ پھر حدیث ابن مسعود رضی اللہ عنہ بھی تقریباً یونہی ہے لیکن اس میں اور یہ بھی ہے کہ میں نے آمنہ کے لئے دعا کی اجازت اللہ سے مانگی تھی لیکن اجازت نہیں ملی اور مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی یعنی ﴿مَا تَحْتَمِلُ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا﴾ چنانچہ اپنے باپ کے لئے ایک اولاد کا دل جیسے دکھ سکتا ہے میرا بھی دل دکھا۔ میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب زیارت کیا کرؤ یہ چیز آخرت کو یاد دلائے گی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب غزوة تبوک سے واپس ہوئے اور عمرہ کی نیت باندھی اور جب عسفان کی گھاٹی سے اترے تو اپنے اصحاب کو حکم دیا کہ ”تم لوگ عقبہ میں آرام سے بیٹھو میں ابھی واپس آتا ہوں۔“ آپ گئے اور اپنی ماں کی قبر کے پاس ٹھہرے اور رب سے بڑی دیر تک مناجات کی پھر آپ رونے لگے اور بہت روئے۔ آپ کو دیکھ کر اور لوگ بھی رونے لگے اور کہا یہاں رسول اللہ کو کسی چیز نے رلایا کیا ایسی کوئی نئی بات تو امت میں نہیں پیدا ہوگئی جس کو آپ سہارا نہیں سکتے تھے۔ آپ یہ دیکھ کر ان کی طرف آئے اور کہا ”تم کیوں روتے ہو؟“ کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کو روتا دیکھ کر ہم بھی رو پڑے ہیں۔ ہم نے خیال کیا کہ امت میں کوئی نیا حادثہ تو نہیں ہو گیا جس کو آپ برداشت نہیں کر سکے۔ فرمایا ”نہیں ایک معمولی سی بات تھی واقعہ یہ ہے کہ میں ماں کی قبر کے پاس ٹھہرا تھا اور قیامت کے روز اللہ تعالیٰ سے ان کی شفاعت کے لئے اجازت چاہی تھی۔ سو اللہ نے اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ مجھ پر بہت رقت طاری ہوئی کیونکہ وہ میری ماں تھیں پھر جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے اور کہا کہ ”ابراہیم علیہ السلام کا اپنے باپ کے لئے استغفار کرنا صرف اس بنا پر تھا کہ باپ سے انھوں نے وعدہ کر رکھا تھا کہ دعا کروں گا لیکن جب حکم الہی کے ذریعہ معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو پھر دست برداری اختیار کی۔ پس اے نبی! آپ بھی اپنی ماں سے ابراہیم علیہ السلام کی طرح دست بردار ہو جاؤ“ وہ میری ماں تھیں میرا دل کیسے نہ کڑھتا۔ میں نے اللہ سے دعا کی تھی کہ میری امت سے چار چیزوں کا بوجھ اٹھالے تو اللہ تعالیٰ نے دو عذاب اٹھائے اور دو عذاب باقی رکھے۔ میں نے دعا کی تھی کہ آسمان سے سنگ باری میری امت پر نہ ہو جیسے دوسری امتوں پر ہوئی ہے اور عذاب کے طور پر زمین میں وہ نہ دھنسا دیئے جائیں اور ان کا طبقہ الٹ نہ جائے اور یہ کہ ان میں پھوٹ اور گروہ بندی اور فرقہ واریت نہ ہو اور ان میں آپس میں جنگ نہ ہو۔ تو اللہ پاک نے آسمان سے سنگ باری اور غرق فی الارض سے متعلق دعا تو قبول فرمائی اور قتال اور پھوٹ سے متعلق دعا قبول نہیں کی۔“ آپ راستہ کاٹ کر اپنی ماں کی قبر کی طرف گئے تھے کیونکہ آمنہ ایک ٹیلے تلے مدفون تھیں۔ یہ حدیث غریب ہے اور اس کا ساق عجیب ہے۔

اور اس سے بھی زیادہ عجیب اور قابل انکار بات تو وہ روایت ہے کہ جو خطیب بغدادی نے کتاب السابق واللاحق میں بسند مجہول بیان کی ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اسناد جوڑی ہے یہ کہانی یوں بیان کی ہے کہ اللہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں آمنہ کو زندہ کیا تھا زندہ ہو کر وہ ایمان لے آئیں پھر مر گئیں۔ ② سبیلی نے بھی الروض میں مجہولین کی ایک جماعت سے سند لیتے ہوئے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ماں اور باپ کو زندہ کر دیا تھا اور وہ ایمان لے آئے تھے۔ حافظ ابن حجر کہتے ہیں کہ یہ حدیث جھوٹی ہے۔ قرآن اور اجماع دونوں اس کو رد کرتے ہیں اللہ تعالیٰ نے خود قرآن میں فرمایا ہے ﴿وَالَّذِينَ يَمُمُونُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ﴾ ③ نہ وہ لوگ بخشے جائیں گے جو کفر کی حالت میں مر گئے۔ ابو عبد اللہ قرطبی کہتے ہیں کہ اس حدیث کے متفقہ پر غور کرو اور ابو عبد اللہ نے بڑا تیر مار کر یہ استہدال پیش کیا ہے کہ یہ حیات جدید بالکل اس طرح ہو سکتی ہے جیسے عصر کا وقت گزر جانے پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزہ سے

① حاکم، ۲/۳۳۶، وسندہ ضعیف۔ ② الموضوعات، ۱/۲۸۳، امام ذہبی کہتے ہیں یہ روایت کذب (جھوٹ) ہے۔ (لسان

المیزان، ۴/۹۱) ③ النساء: ۱۸۔

سورج پھر ڈوبنے کے بعد نکل آیا اور آپ نے نماز عصر پڑھ لی تھی۔ اس استدلال کے ذریعہ ابن دحیہ کی تردید کی ہے۔ طحاوی کہتے ہیں کہ شمس والی حدیث ثابت ہے۔ قرطبی کہتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ کے والدین کا زندہ ہو جانا عقلاً متع ہے اور نہ شرعاً اور میں نے تو سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے چچا ابوطالب کو بھی زندہ کیا تھا اور وہ ایمان لے آئے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ سب صحت حدیث پر متوقف ہے اگر حدیث صحیح ہے تو کوئی مانع نہیں اور حدیث ہی صحیح نہ ہو تو کوئی جھگڑا ہی نہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

عوفی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی ﷺ نے اپنی ماں کے لئے استغفار کیا تھا تو ﴿وَمَا كَانَ اسْتَغْفَارًا﴾ والی آیت اتری۔ دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ابراہیم خلیل اللہ ﷺ نے اپنے باپ کے لئے استغفار کیا تھا تو ﴿وَمَا كَانَ اسْتَغْفَارًا﴾ والی آیت اتری۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں مروی ہے کہ لوگ اپنے اموات کے لئے استغفار کرتے تھے تو استغفار ابراہیم والی آیت نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ لوگ اس ناجائز استغفار سے باز آگئے لیکن مسلمان اپنے زندہ مشرکین کے لئے دعائے مغفرت کرنے سے نہیں روکے گئے ہیں۔

قنادہ رضی اللہ عنہ نے اس آیت کے بارے میں کہا ہے کہ نبی ﷺ کے بعض اصحاب نے کہا یا نبی اللہ ﷺ! ہمارے آباء و اجداد بڑے نیک لوگ تھے۔ پڑوس کے ساتھ بڑا اچھا برتاؤ کرتے تھے، صلہ رحمی کے عادی تھے، قیدیوں کو چھڑا دینے اور لوگوں کو تادان ادا کرنے کے لئے رقیں دیتے، کیا ہم ان مردوں کے لئے استغفار نہ کریں؟ تو آپ نے فرمایا ”کیوں نہیں اللہ کی قسم! میں بھی ابراہیم علیہ السلام کی طرح اپنے باپ کے لئے استغفار کروں گا۔“ چنانچہ فرمایا آیت اتری کہ نبی اور مسلمانوں کو اموات مشرکین کے لئے دعا کرنا جائز نہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ابراہیم علیہ السلام کی طرف سے صفائی پیش فرماتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کا استغفار تو محض وعدہ کی وجہ سے تھا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ نے چند کلمات مجھ پر القا فرمائے ہیں جو میرے کانوں میں گونج رہے ہیں اور میرے دل میں قرار پزیر ہیں۔ مجھے حکم ہوا ہے کہ بحالت شرک مرنے والے کے لئے مغفرت طلب نہ کروں اور جس نے اپنی ضرورت سے فالتو مال صدقہ کر دیا وہ اس کے لئے بڑی خیر کا سبب ہے اور جس نے روک رکھا وہ اس کے لئے شر کا سبب ہوگا اور حسب ضرورت کھانے اور خرچ کرنے پر اللہ کا کوئی اعتراض نہیں۔“ ①

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک یہودی مر گیا اس کا بیٹا مسلمان تھا وہ اس کے کفن و دفن کے لئے آیا تک نہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کو علم ہوا تو کہا کہ بیٹے کو سزاوار تھا کہ باپ کا جا کر کفن و دفن کرتا اور زندہ رہنے تک اس کی خیر و فلاح کے لئے دعا کرتا اور مر جانے پر اس کو اس کے حوالے کر دیتا اور اس کے لئے دعائے کرتا۔ اس کی صحت کی شہادت اس روایت سے ملتی ہے جو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب ابوطالب مر گئے تو میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کے گمراہ چچا مر گئے ہیں تو آپ نے فرمایا ”جاؤ انھیں دفن دو اور کچھ نہ کرنا میرے پاس آجانا۔“ ② پھر پوری حدیث بیان کی اور روایت کی نبی ﷺ کے سامنے سے جب ابوطالب کا جنازہ گزرا تو آپ نے فرمایا کہ ”چچا! میں نے تو صلہ رحمی کا حق ادا کر دیا۔“ ③ اور عطاء بن ابی رباح کہتے ہیں کہ میں کسی اہل قبلہ کی نماز جنازہ پڑھنے سے نہ روکوں گا۔ خواہ وہ ناجائز حمل والی کوئی جشن ہی کیوں نہ ہو۔ اس لئے کہ صلوٰۃ جنازہ دعا ہے اور مشرکین کے سوا کسی کے لئے دعا کرنے سے اللہ نے نہیں روکا ہے۔

① یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ② ابوداؤد، کتاب الجنائز، باب الرجل يموت له قرابة مشرك ۳۲۱۴؛ وهو حسن، نسائی

۲۰۰۸۔ ③ الطبقات، ۱/۹۹، وسندہ ضعیف جداً موضوع اس کی سند میں واقدی متروک راوی ہے۔ (التقریب، ۲/۱۹۴، رقم: ۵۷۶)

ابن جریر سے روایت ہے کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے تھے کہ اللہ اس آدمی پر رحم کرے جو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور اس کی ماں کے لئے دعائے مغفرت کرے۔ میں نے کہا اور باپ کے لئے تو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نہیں میرا باپ مشرک مر گیا تھا اور قولہ تعالیٰ ﴿فَلَمَّا تَبَيَّنَ﴾ کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام باپ کے مرنے تک استغفار کی دعا کرتے رہے اور مرجانے کے بعد جب معلوم ہوا کہ وہ عدو اللہ تھا تو دست برداری اختیار کر لی۔

سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ قیامت کے روز ابراہیم علیہ السلام جب باپ سے ملیں گے تو ان سے دست بردار رہیں گے۔ باپ بدحواس اور پریشان ہوگا اور کہے گا کہ اے ابراہیم! میں نے تیری نہیں سنی لیکن آج تیرا خلاف نہ کروں گا۔ تو ابراہیم علیہ السلام کہیں گے اے رب! کیا تو نے مجھے سے وعدہ نہیں کیا ہے کہ قیامت کے روز مجھے رسوا نہ کرے گا پس آج کے روز اس رسوائی سے بڑھ کر اور کونسی رسوائی ہو سکتی ہے۔ تو کہا جائے گا کہ تم پیچھے پلٹ کر تو دیکھو دیکھتے ہیں کہ وہ ایک نیم جان جانور تھڑا پڑا ہے اور ایک بچہ کی شکل میں مسخ شدہ ہے جس کی ٹانگیں کھینچ کر دو رخ کی طرف لے جایا جا رہے۔ ①

قولہ تعالیٰ ﴿إِنَّ إِبْرَاهِيمَ لَأَوَّاهٌ حَلِيمٌ﴾ ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ﴿أَوَّاهٌ﴾ کے معنی ہیں بہت دعا دوزاری کرنے والا۔ ابن الہباد سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اذواہ کے کیا معنی؟ فرمایا ”بہت تضرع کرنے والا۔“ ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس کے معنی رحیم بتائے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ نے رحیم بعد اللہ کہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما اس کے معنی مؤمن بتاتے ہیں۔ علی بن ابی طلحہ مؤمن تو اب کہتے ہیں۔

عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ذوالنجدین نامی ایک شخص کے بارے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”یہ اذواہ ہے۔“ جہاں کہیں قرآن میں اللہ کا نام آجاتا تو یہ شخص دعا کا ایک نعرہ بلند کرتا۔ ② ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صبح کے وقت تسبیح کی جو پابندی کرتا ہے اس کو اذواہ کہتے ہیں۔ ابویوب کہتے ہیں کہ اذواہ وہ ہے جو اپنے گناہوں کو یاد کر کے استغفار کرتا رہے۔ مسلم بن بیان کہتے ہیں کہ ایک آدمی کثرت سے ذکر تسبیح کرتا تھا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو ”اواہ“ کہا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو دفن کرنے کے بعد کہا ”اللہ تجھ پر رحم کرے تو ایک مرد اذواہ تھا۔“ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد قرآن کی بہت تلاوت کرنے والا تھا۔ ایک شخص کعبہ اللہ کا طواف کرتے ہوئے بوقت دعا آہ آہ کرتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا ”اواہ“ ہے۔

ابو ذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک رات میں باہر نکلا تو دیکھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسی شخص کو چراغ ساتھ لئے دفن کر رہے ہیں۔ یہ حدیث غریب ہے اس کو ابن جریر نے روایت کیا ہے۔ سب سے اچھا قول تو یہ ہے کہ اس کے معنی دعا کے ہیں اور یہ سیاق کے مناسب بھی ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے جب ذکر کیا کہ ابراہیم کا استغفار بر بنائے وعدہ تھا اور ابراہیم کثیر الدعا تھا ناروا بتاؤ کرنے والے کے ساتھ حلیم تھے اور اسی لئے تو باپ کی اذیت پہنچانے کے باوجود اس کے لئے استغفار کرتے تھے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے ﴿أَرَأَيْتَ أَنْتَ عَنْ الْهَيْسِ يَا إِبْرَاهِيمَ ۚ لَكِنَّ لَمْ تَنْتَهِ لَأَرْجَمَنَّكَ وَاهْجُرُنِي مَلِيًّا ۚ قَالَ سَلَامٌ عَلَيْكَ مَا سَتَغْفِرُ لَكَ رَبِّي ۗ إِنَّهُ كَانَ بِي حَفِيًّا ۝﴾ ③ یعنی اے ابراہیم کیا تو میرے خدا سے اعراض کرتا ہے۔ دیکھ اگر تو باز نہ آئے گا تو میں پتھر سے تجھے مار دوں گا مجھ سے باز رہ۔ تو ابراہیم علیہ السلام نے کہا سلام علیک جاتا ہوں لیکن آپ کے لئے اپنے اللہ سے ضرور دعا کرتا رہوں گا وہ مجھ پر بڑا مہربان ہے۔ غرض یہ کہ باپ کی ایذا رسانی پر بھی ابراہیم علیہ السلام نے حلم اختیار کیا باپ کے لئے دعا اور استغفار کی چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حلیم کا خطاب دیا۔

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَاتَّخَذَ اللَّهُ إِبْرَاهِيمَ خَلِيلًا﴾ ۳۳۵۰ مرفوعاً۔

② احمد، ۱۵۹/۴، وسندہ ضعیف۔ ③ ۱۹/مریم: ۴۶، ۴۷۔

وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ حَتَّىٰ يُبَيِّنَ لَهُم مَّا يَتَّقُونَ ۗ إِنَّ اللَّهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ ۝۱۱۱ إِنَّ اللَّهَ لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۗ يُخَيِّ وَيُيْتِ ۗ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِن وَّلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ ۝۱۱۲

ترجمہ: اور اللہ ایسا نہیں کرتا کہ کسی قوم کو ہدایت کے پیچھے گمراہ کر دے جب تک کہ ان چیزوں کو صاف صاف نہ بتلا دے جن سے وہ بچتے رہیں بیشک اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جانتے ہیں ۱۱۱ ﴿بلاشبہ اللہ ہی کی سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں وہی جلاتا اور مارتا ہے اور تمہارا اللہ کے سوا نہ کوئی یار ہے نہ مددگار ہے۔﴾ [۱۱۲]

اللہ تعالیٰ اتمام حجت کے بغیر لوگوں کو عذاب نہیں دیتا: [آیت: ۱۱۵-۱۱۶] اللہ تعالیٰ اپنے نفس کریمہ اور حکمت عادلہ سے متعلق ارشاد فرماتا ہے کہ جب تک اللہ کسی قوم کی طرف پیغمبر بھیج کر حجت ختم نہیں کر لیتا ہے اس کو گمراہی کے لئے چھوڑ نہیں دیتا جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے کہ اہل ثمود کو ہم نے ہدایت دی۔ مجاہد نے قولہ تعالیٰ ﴿وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِلَّ قَوْمًا بَعْدَ إِذْ هَدَاهُمْ﴾ کے بارے میں کہا کہ اللہ عزوجل کا بیان مؤمنین سے مشرکین کے لئے ترک استغفار کے بارے میں خاص ہے اور ویسے مؤمنین کے لئے اللہ کی اطاعت اور معصیت کا فعل عام ہے یعنی تم اپنی مرضی کے مختار ہو اپنی مرضی سے طاعت اختیار کرو یا معصیت اختیار کرو وچھوڑنا چاہتے ہو تو چھوڑ دو لیکن ترک استغفار کا بیان عمومی نہیں بلکہ خصوصی ہے۔ ابن جریر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر تم اپنے اموات مشرکین کے لئے استغفار کرو تو کیا ضرور ہے کہ اللہ تمہیں گمراہ قرار دے جب کہ اس نے تم کو ذاتی حد تک ہدایت کی توفیق دے دی اور اللہ اور رسول پر ایمان لانے کی عزت بخشی حتیٰ کہ تم کو منہیات سے روک دیا اور تم اس سے باز رہے لیکن قبل اس کے کہ وہ ان منہیات کی کراہت اور ممانعت بیان فرمائے اور ان منہیات کی طرف جھک پڑو وہ کیوں تم پر ضلال و گمراہی کا حکم لگائے اس لئے کہ طاعت و معصیت تو امر و نہی سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن جو ایمان ہی نہ لایا ہو اور نہ وہ باز رہا ہو تو اس کو حکم کی انجام دہی سے متعلق مطیع اور ممنوع کے ارتکاب سے عاصی کہہ ہی نہیں سکتے۔ اللہ کا یہ قول کہ وہ مالک الملک ہے زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے یہ اللہ کی طرف سے اپنے مؤمن بندوں کے لئے مشرکین اور کفار سے قتال کی تحریض ہے اور یہ کہ انھیں اللہ کی مدد کا بھروسہ رکھنا چاہئے اور اللہ کے دشمنوں سے ڈرنا نہیں چاہئے کیونکہ انھوں نے اللہ کو چھوڑ دیا تو پھر ان کا نہ کوئی ولی ہے نہ مددگار۔

حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ نے فرمایا ”کیا تم وہ سنتے ہو جو میں سنتا ہوں“ تو لوگوں نے کہا کہ ہم تو کچھ نہیں سن رہے ہیں تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میں آسمان کا چرچا سنا رہا ہوں اور وہ بوجھوں کیوں نہ دے اور کیوں نہ چرچا کرے آسمان میں بالشت بھر جگہ بھی تو ایسی نہیں جہاں کوئی نہ کوئی فرشتہ تجدہ یا قیام میں موجود نہ ہو“ ① کعب الاحبار رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سوئی کی نوک برابر بھی کوئی جگہ زمین میں ایسی نہیں جہاں کوئی فرشتہ اللہ کی تسبیح میں مصروف نہ ہو اور آسمان کے فرشتے ذرات زمین سے زیادہ تعداد میں ہیں اور عرش کے حامل فرشتوں کے ٹخنے سے ساق تک کی مسافت ایک سو برس کی مسافت ہے۔

① ابن ابی حاتم و سندہ ضعیف سعید و قتادہ عنہما۔

لَقَدْ تَابَ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنْصَارِ الَّذِينَ اتَّبَعُوهُ فِي سَاعَةِ
 الْعُسْرَةِ مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيغُ قُلُوبَ فَرِيقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ إِنَّهُ بِهِمْ
 رَعُوفٌ رَّحِيمٌ ۝ وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا حَتَّىٰ إِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا
 رَحَبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوا أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ اللَّهِ إِلَّا إِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ
 عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوا إِنَّ اللَّهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيمُ ۝ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا
 مَعَ الصَّادِقِينَ ۝

ترجمہ: اللہ تعالیٰ نے پیغمبر کے حال پر توجہ فرمائی اور مہاجرین اور انصار کے حال پر بھی جنہوں نے ایسی جنگی کے وقت پیغمبر ﷺ کا ساتھ دیا بعد اس کے کہ ان میں سے ایک گروہ کے دلوں میں کچھ تزلزل ہو چلا تھا پھر اللہ نے ان کے حال پر توجہ فرمائی بلاشبہ اللہ تعالیٰ ان سب پر بہت ہی شفیق مہربان ہے۔ [۱۱۷-۱۱۸] اور تین شخصوں کے حال پر بھی جن کا معاملہ ملتی چھوڑ دیا گیا تھا یہاں تک کہ جب زمین باوجود اپنی فراخی کے ان پر جنگی کرنے لگی اور وہ خود اپنی جان سے تنگ آ گئے اور انھوں نے سمجھ لیا کہ اللہ سے کہیں پناہ نہیں مل سکتی۔ بجز اس کے کہ اسی کی طرف رجوع کیا جائے پھر ان کے حال پر توجہ فرمائی تاکہ وہ آئندہ بھی رجوع کیا کریں بیشک اللہ تعالیٰ بہت توجہ فرمانے والے بڑے رحم والے ہیں۔ [۱۱۸] ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو! اور سچوں کے ساتھ رہو۔ [۱۱۹]

جنگ تبوک ایک مشکل ترین سفر: [آیت: ۱۱-۱۱۹] مجاہد وغیرہ نے بیان کیا ہے کہ یہ آیت غزوہ تبوک سے متعلق ہے۔ یعنی لوگ جب غزوہ تبوک کے لئے نکلے تو بڑی سخت گرمی تھی، سال قحط زدہ تھا پانی اور زاد راہ کی سخت تنگی تھی ① قتادہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جنگ تبوک کے لئے جب چل کھڑے ہوئے تو بڑی سخت گرمی تھی اللہ ہی جانتا ہے کہ کیسی سخت مصیبتیں مجاہدین کو پہنچیں حتیٰ کہ کہا جاتا ہے کہ ایک کھجور کے دو ٹکڑے کر کے دو آدمیوں میں بانٹ دیا جاتا تھا۔ کھجور دست بدست بڑھائی جاتی، ایک اس کو تھوڑا چوستا پھر پانی پی لیتا پھر دوسرا چوستا اور پانی پی کر تسلی حاصل کر لیتا۔ پھر اللہ نے ان کی سُن لی غزوہ سے وہ واپس ہوئے۔ عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما سے تنگدستی کی کیفیت پوچھی گئی تو کہا کہ ہم جنگ تبوک کے لئے نبی کریم ﷺ کے ساتھ نکلے۔ سخت موسم گرما تھا۔ ہم نے ایک جگہ قیام کیا وہاں ایسی زبردستی تھی سے ہمیں سابقہ پڑا کہ ہم نے گمان کر لیا کہ ہمارا دم ہی نکل جائے گا۔ اگر کوئی آدمی پانی کی تلاش میں جاتا تو وہ یقین کر لیتا کہ واپس ہونے سے پہلے اس کو موت آ جائے گی۔ لوگ اونٹوں کو ذبح کرتے ان کے معدوں میں ایک مقام پر پئے ہوئے پانی کا ذخیرہ جمع رہتا ہے اس کو نکال لیتے اور پی لیتے اور بچا ہوا کچھ حصہ اپنے جگر پر لگا لیتے۔ تو ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہما نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کو قبولیت کا شرف بخشا ہے ہمارے لئے دعا فرمائیے! حضور اکرم ﷺ نے فرمایا ”کیا تم ایسا چاہتے ہو؟“ صدیق رضی اللہ عنہما نے عرض کی۔ ہاں۔ تو آپ نے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے ابھی دعا ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ بادل چھا گئے اور موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ پھر تھوڑی دیر بعد پانی ختم گیا۔ لوگوں نے اپنے برتن بھر

لئے۔ اب ہم لشکر کے پڑاؤ سے باہر نکلے تو دیکھا کہ چھاؤنی سے آگے کہیں پانی نہیں برسا ہے۔

ابن جریر قولہ تعالیٰ ﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ﴾ کے بارے میں کہتے ہیں کہ اس آیت میں عسرة سے مراد نفقہ زاد راہ اور پانی کی تنگی مراد ہے۔ ﴿مِنْ بَعْدِ مَا كَادَ﴾ یعنی اس کے بعد کہ ان کے دل بدگمان اور شک سے ٹیزھے ہونے لگے تھے حق سے ہٹنے لگے تھے۔ جو مشقت اور شدت و مصیبت کہ اس سفر میں پڑی اس سے لوگوں کے دل دین رسول اللہ سے شک میں پڑ گئے تھے اب اللہ تعالیٰ نے ان

پر رحم کیا اور اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق بخشی اور اثبات علی الدین کی عزت عطا فرمائی۔ وہ تو بڑا مہربان اور رحیم ہے۔ ① پیچھے رہنے والے تین مخلص مسلمانوں کی توبہ کا ذکر: ابن کعب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ غزوہ تبوک میں اپنے شریک نہ ہونے کی داستان اور نبی اکرم ﷺ کا ساتھ نہ دینے کا واقعہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں غزوہ تبوک کے سو اور کسی جنگ میں نبی اکرم ﷺ کی معیت سے محروم نہیں رہا۔ البتہ جنگ بدر میں بھی میں شرکت سے عاری تھا۔ لیکن ان شرکت نہ کرنے والوں پر کوئی عتاب نہیں ہوا تھا۔ بات یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ اس وقت قریش کے ایک قافلہ کی خاطر مدینے سے باہر نکلے تھے۔ وہاں حسب منشاء الہی اللہ کے دشمنوں سے تصادم ہو گیا کوئی قرار داد بھی نہیں تھی۔ میں لیلۃ العقبہ میں نبی ﷺ کے ساتھ تھا جب کہ اسلام پر ہم نے عہد و پیمانہ باندھا تھا اور میرے لئے تولیۃ العقبہ میں حضوری غزوہ بدر کی حضوری سے بھی کہیں زیادہ پسند تھی اگرچہ بدر کی شہرت اور آوازہ لوگوں میں بہت زیادہ ہے۔ اب غزوہ تبوک میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ شرکت سے محروم رہنے کا میرا واقعہ یہ ہے کہ جس زمانہ میں میں شرکت تبوک سے پیچھے رہ گیا اس وقت میں انتہائی خوش حالی اور مالداری میں تھا۔

اس سے پہلے دو سواریاں میرے پاس کبھی نہیں ہوئی تھیں اور اس جنگ میں تو دو سواریاں بھی رکھ سکتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ جب کسی جنگ کا ارادہ فرماتے تو عام طور پر اس خبر کو پھیلنے نہ دیتے۔ جب یہ جنگ ہوئی ہے تو بڑی سخت گری کا زمانہ تھا دور دراز اور جنگوں کا سفر درپیش تھا اور کثیر التعداد دشمن سے سامنا تھا۔ نبی ﷺ نے اپنے امور میں مسلمانوں کو آزاد رکھا تھا کہ جس طرح چاہیں دشمن کے مقابلے کی تیاری کر لیں اور اپنا ارادہ مسلمانوں پر ظاہر فرما دیا تھا اور مسلمان نبی اکرم ﷺ کے ساتھ اس کثیر تعداد میں تھے کہ درجہ رجسٹرنہ ہو سکتے تھے۔ کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ بہت کم ایسے لوگ ہوں گے کہ جن کی غیر حاضری کا نبی اکرم ﷺ کو علم ہو سکے گا بلکہ گمان تھا کہ کثرت لشکر کی وجہ سے غائب رہنے والے کا نبی اکرم ﷺ کو علم بھی نہ ہو سکے گا جب تک کہ اللہ ہی کی طرف سے بذریعہ وحی علم نہ ہو جائے۔ یہ لڑائی جس وقت سرزد ہوئی تھی وہ زمانہ پھلوں کے پکنے کا تھا سایہ گستری بار آوری اور خشکی کا موسم تھا۔ ایسے زمانہ میں میری طبیعت آرام طلبی اور راحت گیری کی طرف بہت مائل ہو گئی۔ رسول اللہ ﷺ نے اور مسلمانوں نے تیاریاں شروع کر دیں۔ میں صبح اٹھ کر تیاری جہاد کے لئے باہر نکلتا لیکن خالی واپس ہوتا اور تیاری اور اسباب سفر کی خریداری وغیرہ کچھ نہ کرتا دل بہلا لیتا کہ جب میں چاہوں گا دم بھر میں تیاری کر لوں گا۔ دن گزرتے چلے گئے لوگوں نے تیاریاں مکمل کر لیں حتیٰ کہ نبی ﷺ اور ان کے ساتھ دیگر مسلمان چل کھڑے ہوئے جہاد کے لئے روانہ ہو گئے۔ میں نے دل میں کہا کہ ایک دو دن بعد تیاری کر کے میں بھی مل جاؤں گا اس عرصہ میں مسلمانوں کا لشکر بہت دور جا چکا۔ میں تیاری کے لئے باہر نکلا لیکن پھر بغیر تیاری کے واپس آ گیا حتیٰ کہ ہر روز یہی ہوتا رہا دن نکل گئے۔ لشکر جنگ کرنے لگا۔ اب میں نے کوچ کا ارادہ کر لیا کہ جلدی سے پہنچ کر شامل ہو جاؤں گا ش اب بھی کوچ کر جاتا لیکن آخر کار یہ بھی نہ ہو سکا۔ اب نبی اکرم ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب کبھی میں بازار میں نکلتا تو مجھے یہ دیکھ کر

بڑا دکھ ہوتا کہ جو مسلمان نظر آتا ہے اس پر یا تو نفاق کی پھٹکار نظر آتی ہے یا ایسے مسلمان دکھائی دیتے ہیں جو واقعی اللہ کی طرف سے معذور اور لنگڑے لو لے تھے۔ جب نبی اکرم ﷺ تبوک پہنچ چکے تو مجھے یاد فرمایا اور پوچھا کعب بن مالک کیا کر رہا ہے؟ تو نبی سلمہ کے ایک شخص نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! اس کو خوش عیشی اور آرام طلبی نے مدینے ہی میں روک لیا ہے۔ تو معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے غلط خیال قائم کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ! اسے تو بھلائی اور نیکی کے سوا کچھ نہیں آتا۔ رسول اللہ ﷺ یہ سن کر خاموش ہو رہے اور جب رسول اللہ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لانے لگے تو میں سخت پریشان تھا کہ اب کیا کروں۔ میں غلط حیلے سوچنے لگا تا کہ آپ کے عتاب سے محفوظ رہ سکوں۔ چنانچہ ہر ایک سے رائے لینے لگا اور جب معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لاکچھ ہیں تو اب غلط سوچ بچار سے میں دست بردار ہو گیا۔ اب میں نے اچھی طرح معلوم کر لیا کہ میں کسی حیلے سے بھی نہیں بچ سکتا۔ چنانچہ میں نے سچ سچ کہنے کا ارادہ کر لیا۔ نبی ﷺ جب سفر سے واپس آئے تو سب سے پہلے مسجد گئے۔ دو رکعت نماز پڑھی پھر لوگوں کے ساتھ مجلس کی۔ اب جنگ میں شریک نہ رہنے والے آ کر عذر و معذرت کرنے لگے اور قسمیں کھانے لگے ایسے لوگوں کی تعداد اسی (۸۰) سے کچھ اوپر تھی۔ نبی ﷺ بحکم ظاہران کی بات قبول کئے جا رہے تھے اور ان کی کوتاہیوں کے لئے طلب مغفرت کر رہے تھے لیکن ان کے دلوں کے بھیدوں کو اللہ کے حوالے کر رہے تھے۔ میری باری آئی میں نے آ کر سلام عرض کیا۔ آپ نے غضب آگین تبسم فرمایا پھر مجھ سے کہا ”یہاں آؤ!“ میں سامنے جا بیٹھا۔ مجھ سے فرمایا ”تم کیوں رک رہے کیا تم نے تیاری جہاد میں خریداری نہیں کر لی تھی۔“ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! اگر میں اس وقت آپ کے سوا کسی اور سے بولتا تو ایسے معقول عذرات پیش کر سکتا کہ ان کو قبول کرتے بنتی کیونکہ مجھے بحث و تکرار و معذرت کرنا خوب آتا ہے لیکن اللہ کی قسم! میں جانتا ہوں کہ اس وقت تو جھوٹی بات بنا کر میں آپ کو راضی بنا لوں گا۔ لیکن جلد تر ہی اللہ آپ کو مجھ سے ناراض بنا دے گا اور اگر میں نے سچ سچ کہہ دیا تو حسن عاقبت کی مجھے اللہ کی طرف سے امید ہو سکتی ہے۔

یا نبی اللہ ﷺ! اللہ کی قسم! میں کوئی معقول عذر نہیں رکھتا تھا میرے پاس عدم شرکت جنگ کا درحقیقت کوئی حیلہ نہیں۔ تو آپ نے فرمایا ہاں یہ تو سچ کہتا ہے۔ اچھا تو اب چلے جاؤ اور انتظار کرو کہ اللہ تمہارے بارے میں کیا حکم فرماتا ہے۔ چنانچہ میں چلا گیا۔ نبی سلمہ کے لوگ بھی میرے ساتھ اٹھے اور ساتھ ہو لئے اور کہنے لگے اللہ کی قسم! ہم نے تمہیں پہلے کبھی کوئی خطا کرتے نہیں دیکھا ہے۔ دوسرے لوگوں نے جیسے عذرات پیش کر دیئے تم نے حضور ﷺ کے سامنے کچھ بھی عذر نہیں کیا اور نہ نبی ﷺ نے دوسروں کے لئے جیسے استغفار کیا تھا تمہارے لئے بھی حضور ﷺ کا یہ استغفار کافی ہوتا۔ غرض یہ کہ لوگوں نے اس بات پر اس قدر زور دیا کہ میں نے ایک بار یہ ارادہ کر ہی لیا تھا کہ پھر واپس جاؤں اور کوئی عذر تراش دوں لیکن میں نے ان لوگوں سے دریافت کیا کہ میری طرح کیا کسی اور کی بھی صورت حال ہے؟ کہا ہاں تمہاری طرح اور دو آدمی ہیں کہ سچ کہہ دیا ہے۔ میں نے پوچھا وہ کون ہیں۔ کہا گیا مرارہ بن الربیع العامری اور ہلال بن امیہ الوافقی۔ کہا گیا کہ یہ دونوں مرد صالح ہیں بدر میں شریک تھے اب میرے سامنے ان کا نقش قدم تھا اس لئے میں دوبارہ نبی اکرم ﷺ کے پاس نہ گیا۔ اب معلوم ہوا کہ نبی اکرم ﷺ نے ہم تینوں سے سلام کلام کرنے سے لوگوں کو ممانعت کر دی ہے اور لوگوں نے ہمارا بایکٹ کر دیا ہے اور ہم سے ایسے بدل گئے ہیں کہ زمین پر رہنا مجھے بوجھ معلوم ہونے لگا۔ ہم پر اس ترک تعلقات کے پچاس دن گزر گئے۔ ان دونوں نے تو منہ چھپا کر خانہ نشینی ہی اختیار کر لی روتے بیٹھے رہے، میں ذرا سخت مزاج تھا قوت برداشت تھی۔ جا کر جماعت کے ساتھ برابر نماز پڑھتا تھا باز اردوں میں گھومتا تھا لیکن مجھ سے کوئی بولتا نہ تھا۔ نبی اکرم ﷺ کے پاس آتا، نبی اکرم ﷺ تشریف فرما رہتے میں سلام کرتا اور دیکھتا کہ جواب سلام کے لئے نبی اکرم ﷺ کے ہونٹ ہلتے ہیں

کہ نہیں۔ پھر آپ کے قریب ہی نماز پڑھ لیتا۔ نکلیوں سے آپ کو دیکھتا میں نماز پڑھنے لگتا تو آپ مجھے دیکھتے میں آپ کی طرف متوجہ ہو جاتا تو نظر پھیر لیتے۔ جب اس بائیکاٹ کی مدت لمبی ہی ہوتی گئی تو میں ابوقادہ کے گھر کی دیوار پھاند کر ان کے یہاں گیا وہ میرے چچا زاد بھائی تھے میں انھیں بہت چاہتا تھا۔ سلام کیا تو اللہ! انھوں نے جواب نہ دیا۔ میں نے کہا اے ابوقادہ! تمہیں اللہ کی قسم! کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ کو اور رسول اللہ کو دوست رکھتا ہوں۔ وہ سن کر خاموش ہو گئے۔ میں نے اللہ کی قسم دے کر بات کی پھر بھی کچھ نہ بولے۔ میں نے پھر قسم دی کچھ بھی نہ کہا لیکن انجان پن سے بولے اللہ کو اور رسول اللہ کو علم ہے۔ میں پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا پھر دیوار پھاند کر واپس ہو گیا۔

۱۰ ایک دن میں بازار مدینہ میں گھوم رہا تھا کہ شام کا ایک قطعی جو مدینہ کے بازار میں کھانے کی کچھ چیزیں بیچ رہا تھا لوگوں سے کہنے لگا کہ کعب بن مالک کا کوئی پتہ دے دو۔ لوگوں نے میری طرف اشارہ کر دیا وہ میرے پاس آیا اور شاہ غسان کا ایک مکتوب میرے حوالے کیا۔ میں چونکہ پڑھا لکھا تھا۔ پڑھا تو لکھا تھا کہ:

”ہمیں اطلاع ملی ہے کہ تمہارے آقا نے تم پر سختی کی ہے۔ اللہ نے تم کو کوئی معمولی آدمی تو نہیں بنایا ہے تم کوئی گرے پڑے نہیں ہو تم ہمارے پاس آ جاؤ ہم تم کو نوازیں گے۔“

میں نے یہ پڑھ کر کہا ’مصیبت پڑ گئی اور یہ کیسی مرے اللہ نبی۔ یہ تو نبی مصیبت آپڑی۔ میں نے اس منشور کو آگ میں جھونک دیا اور جب پچاس میں سے چالیس دن گزر گئے تو نبی اکرم ﷺ کا ایک قاصد میرے پاس آیا اور کہا نبی اکرم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ اپنی عورت سے بچھڑے رہو۔ میں نے پوچھا کیا حکم ہے کہ طلاق دے دو؟ کہا نہیں صرف الگ رہو قربت نہ کرنا اور کہا کہ دوسرے دونوں کے بارے میں بھی یہی حکم ہوا ہے۔ چنانچہ میں نے اپنی عورت سے کہہ دیا کہ میکے چلی جاؤ حتیٰ کہ اللہ کا کوئی اور حکم پہنچے۔ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی عورت نبی ﷺ کے پاس آئی اور عرض کرنے لگی یا رسول اللہ! ہلال ایک شیخ ضعیف ہے اس کی خدمت کے لئے کوئی آدمی نہیں اگر میں انکی خدمت میں لگی رہوں تو آپ نامنظور تو نہ کریں گے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اچھا لیکن وہ تم سے قربت نہ کرے۔ کہنے لگی اس غریب کو تو ہلنا جلنا مشکل ہو گیا ہے۔ آپ کی ناراضی کے دن سے آج تک لگا تار دتا رہتا ہے۔ میرے گھر والوں میں سے ایک نے کہا تم بھی رسول اللہ ﷺ سے اپنی عورت سے خدمت لینے کی اجازت حاصل کر لو جیسے کہ ہلال کو اجازت مل گئی۔ میں نے کہا اللہ کی قسم! میں اس بات کی نبی اکرم ﷺ سے درخواست نہ کروں گا نہ معلوم نبی اکرم ﷺ کیا فرمائیں میں تو جوان آدمی ہوں مجھے کسی سے خدمت لینے کی ضرورت نہیں اب ہم نے اور دن گزراے اور لوگوں کے اس قطع تعلق کو پچاس دن گزر گئے پچاسویں دن کی صبح اپنے گھر کی چھت پر صبح کی نماز پڑھ کر میں اس حال میں بیٹھا ہوا تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام مجید میں فرمایا ہے یعنی میری جان مجھ پر بھاری معلوم ہو رہی تھی یہ وسیع دنیا مجھے تنگ محسوس ہو رہی تھی کہ سلع پہاڑی پر سے ایک پکارنے والے کی آواز میرے کان میں پڑی کہ وہ بلند آواز میں چیخ رہا تھا کہ ”اے کعب بن مالک! خوش ہو جا۔“ میں یہ سنتے ہی جعدے میں گر پڑا اور سمجھ گیا کہ اللہ نے اب میری توبہ قبول کر لی، مصیبت کا زمانہ گزر گیا۔ صبح کی نماز پڑھنے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اطلاع سنا دی کہ اللہ نے ان تینوں کی توبہ قبول کر لی ہے۔ لوگ ہمیں خوشخبری دینے کے لئے دوڑے ان دونوں کے پاس بھی گئے اور میرے پاس بھی ایک سوار تیز گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا لیکن پہاڑی پر چڑھ کر آواز دینے والا زیادہ کامیاب رہا کہ جلد تر مجھے خبر مل گئی کیونکہ گھوڑے کی رفتار سے آواز کی رفتار تیز تر ہوتی ہے۔ چنانچہ جب وہ شخص مجھ سے ملا جس کی آواز میں نے سنی تھی تو اس خوشخبری دینے کے صلے میں

اپنے کپڑے اتار کر میں نے اسے پہنا دیئے۔ واللہ! میرے پاس اس وقت دوسرا جوز انہیں تھا۔ میں نے اپنے لئے مستعار کپڑے لے کر پہن لئے۔ میں حضور اکرم ﷺ کے پاس جانے کے ارادے سے نکلا۔ لوگ مجھ سے راہ میں جوق در جوق ملتے اور مجھے مبارک باد دیتے جاتے۔ میں مسجد میں داخل ہوا تو نبی ﷺ لوگوں کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی طلحہ بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ دوڑ پڑے مجھ سے مصافحہ کر کے مبارک باد دی۔ مہاجرین میں سے کسی نے ان کے سوا یہ اقدام نہیں کیا تھا۔ کعب رضی اللہ عنہ نے طلحہ رضی اللہ عنہ کے اس خلوص کو کبھی فراموش نہیں کیا۔ میں نے آ کر رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا۔ آپ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ کہنے لگے خوش ہو جاؤ جب سے تم پیدا ہوئے ایسی خوشی کا دن تم پر نہ آیا ہوگا۔ میں نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ فرمانے لگے اللہ کی طرف سے نبی ﷺ جب خوش ہو جاتے تو آپ کا چہرہ چمک اٹھتا تھا گویا چاند کا ٹکڑا ہے اور آپ کی خوشنودی آپ کے چہرہ ہی سے ظاہر ہو جاتی۔ میں نے نبی اکرم ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میری قبولیت توبہ کی یہ برکت ہونی چاہئے کہ میں اپنا سارا مال و متاع اللہ اور رسول اللہ کی راہ میں لٹا دوں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”ایسا نہیں کچھ رکھو اور کچھ صدقہ کر دو یہی بہتر صورت ہے۔“ میں نے کہا کہ خیبر سے جو حصہ مجھے ملا تھا وہ میں اپنے لئے رکھ لیتا ہوں یا رسول اللہ ﷺ! سچائی کی برکتوں کے سبب اللہ نے مجھے نجات بخشی اللہ کی قسم میں نے جب سے کہ نبی اکرم ﷺ سے راست گوئی کا ذکر کیا پھر کبھی جھوٹ نہیں بولا اللہ سے دعا ہے کہ وہ آئندہ بھی کبھی مجھ سے جھوٹ نہ بلوائے۔

تو رتعالیٰ ﴿لَقَدْ تَابَ اللَّهُ﴾ ① (الی آخرہ) کے بارے میں کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! جب سے میں نے اسلام قبول کیا ہے اللہ کی اس سے بڑی نعمت مجھ پر اور کیا ہو سکتی ہے کہ اس نے مجھے حضور ﷺ کے سامنے سچ سچ کہہ دینے کی توفیق بخشی ورنہ میں بھی ایسا ہی ہلاک ہو جاتا جیسا کہ حضور ﷺ کے سامنے دوسرے جھوٹ موٹ بولنے والے آخرت کی زندگی کے لحاظ سے تباہ ہو گئے۔ ایسے لوگوں کے بارے میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے ﴿سَبِّحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ﴾ ② یعنی جب تم ان کی طرف واپس ہوئے تو قسمیں کھا کھا کر یہ لوگ تم سے بولتے ہیں تاکہ تم ان سے اعراض کر جاؤ۔ ہاں اعراض کر جاؤ ان کے دل ناپاک ہیں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہے کیونکہ انھوں نے کیا ہی ایسا قسمیں کھاتے ہیں تاکہ تم کو راضی بنا لیں۔ اگر تم ان سے دھوکا کھا کر راضی بھی ہو گئے تو کیا ہو اللہ تو ان بدکاروں سے راضی نہ ہوگا۔

یہ آیت پڑھنے کے بعد کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم تین لوگوں کا فیصلہ ان لوگوں سے پیچھے ڈال دیا گیا تھا جن لوگوں نے کہ جھوٹی قسمیں کھالی تھیں اور نبی اکرم ﷺ کو بہ ظاہر مان کر ان کی بیعت قبول کر لینی بڑی تھی اور ان کے لئے استغفار بھی کیا تھا لیکن ہمارا فیصلہ حضرت ﷺ نے روک دیا تھا حتیٰ کہ اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی ﴿وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خَلَفُوا﴾۔ یہ ہمیں پیچھے ڈال دینا اس سے مراد ہمارا فیصلہ پیچھے ڈال دینا ہے نہ یہ کہ ہم شرکت جنگ سے پیچھے ڈال دیئے گئے تھے۔ ③ یہی حدیث صحیح اور ثابت ہے اور متفق علیہ ہے۔ بخاری اور مسلم نے بھی حدیث زہری سے اسی طرح روایت کی ہے۔ یہ حدیث باحسن وجوہ اس آیت کریمہ کی تفسیر کر رہی ہے۔ سلف میں سے تقریباً سب نے اسی طرح تفسیر کی ہے چنانچہ جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کا بھی اس آیت سے متعلق یہی قول ہے کہ یہ کعب بن مالک اور ہلال بن امیہ اور مرارہ بن ربیع رضی اللہ عنہم ہیں۔ یہ سب انصاری تھے۔ اور یہی کہا ہے مجاہد ضحاک اور قتادہ اور

① ۹/ التوبة: ۱۱۷۔ ② ۹/ التوبة: ۹۵۔ ③ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک ۴۴۱۸؛

صحیح مسلم ۲۷۶۹؛ ترمذی ۳۱۰۲؛ ابن حبان ۳۳۷۰۔

مَا كَانَ لِأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُمْ مِنَ الْأَعْرَابِ أَنْ يَتَخَلَّفُوا عَنْ رَسُولِ

اللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا بِأَنْفُسِهِمْ عَنْ نَفْسِهِ ۗ ذَلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ

وَلَا فَخْمَةٌ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلَا يَطَّوْنُ مَوْطِئًا يَغِيظُ الْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ

عَدُوِّ نِيْلًا إِلَّا كَتَبَ لَهُمْ بِهِ عَمَلٌ صَالِحٌ ۗ إِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْمُحْسِنِينَ ﴿۱۳۰﴾

ترجمہ: مدینہ کے رہنے والوں کو اور جو دیہاتی ان کے گرد و پیش میں ہیں ان کو یہ زیارت تھا کہ رسول اللہ کا ساتھ نہ دیں اور نہ یہ کہ اپنی جان کو ان کی جان سے عزیز سمجھیں یہ اس سبب سے ہے کہ ان کو اللہ کی راہ میں جو پیاس لگی اور جو ماندگی پہنچی اور جو چونا چلے جو کفار کے لئے موجب غیظ ہو اور دشمنوں کی جو خبر لی ان سب پر ان کے نام ایک ایک نیک کام لکھا گیا یقیناً اللہ تعالیٰ مخلصین کا اجر ضائع نہیں کرتے۔ [۱۳۰]

= سدی رسول اللہ ﷺ وغیرہ نے۔ سب نے مرارہ بن ربیع کہا ہے اور مسلم میں ابن ربیعہ لکھا ہے۔ لیکن بعض نسخوں میں مرارہ بن ربیع۔ بخاری و مسلم میں مرارہ بن ربیع لکھا ہے اور روایت بھی یہی ہے اور وہ جو کہا گیا ہے کہ دوسرے دونوں بدر میں شریک تھے یہ زہری کی غلطی سمجھی گئی ہے اس لئے کہ ان تینوں میں سے کوئی بھی شریک غزوہ بدر نہ تھا واللہ اعلم۔

جب اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کی کشائش کا ذکر فرمایا جس میں انھوں نے مسلمانوں کے بائیکاٹ کے پچاس دن گزارے تھے اور ان کی جانیں اور ان کی دنیا ان پر تک ہو گئی تھی باہر آنا جانا تک ان کا رک گیا تھا۔ ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا تھا کہ کیا کریں سو اس کے کہ صبر کریں اور اپنی ذلت و استکانت پر راضی رہیں۔ لیکن نبی اکرم ﷺ کے سامنے سچ بولنے کے سبب اور کوئی عذر پیش نہ کرنے کے سبب اللہ نے ان پر کشائش فرمائی اور کچھ عرصہ تک انھیں جلائے عذاب رکھنے کے بعد ان کی توبہ قبول فرمائی۔ اس لئے فرمایا ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ یعنی اے ایمان والو! سچ بولا کرو کیونکہ سچ نیکی ہے اور نیکی جنت تک پہنچاتی ہے۔ جو آدمی سچ بولتا رہتا ہے وہ اللہ کے دفتر میں سچا لکھ دیا جاتا ہے۔ جھوٹ سے بالکل دور رہو۔ جھوٹ فسق و فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور روزخ میں پہنچاتا ہے۔ آدمی جب جھوٹ ہی جھوٹ بولتا رہتا ہے تو اللہ کے دفتر میں جھوٹا لکھ دیا جاتا ہے۔ یہ حدیث بخاری و مسلم میں درج ہے۔ ① ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جھوٹ نہ سنجیدگی کے طور پر بول سکتے ہیں نہ دل لگی کے طور پر۔ چاہتے ہو تو پڑھو ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾۔ پھر کہا کیا تم سمجھ سکتے ہو کہ کوئی بھی اس حکم سے مستثنیٰ ہو سکتا ہے۔ عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ مع الصادقین سے مراد محمد ﷺ اور ان کے اصحاب ہیں۔ صحاک کہتے ہیں کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما مراد ہیں۔ حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم صادقین کے ساتھ ہونا چاہتے ہو تو دنیا سے زہد اختیار کرو اور لوگوں سے میل جول کم کرو۔

جنگ تبوک میں رسول اللہ ﷺ کا ساتھ نہ دینے والوں کی مذمت: [آیت: ۱۲۰] غزوہ تبوک میں اہل مدینہ کے جو عرب قبائل شرکت جہاد سے باز رہے تھے اور جو مشقت جنگ کہ نبی ﷺ کو پہنچی تھی اس میں ہمدردی اور اشتراک عمل کے بجائے آرام طلبی اختیار کی تھی ان پر اللہ پاک عتاب فرماتا ہے کہ انھوں نے اجر سے اپنے کو محروم کر دیا۔ انھوں نے نہ پیاس کی تکلیف اٹھائی نہ رنج و تعب =

① صحیح بخاری، کتاب الأدب، باب قول اللہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَكُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ﴾ ۶۰۹۴؛ صحیح مسلم ۲۶۰۷۔

وَلَا يَنْفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا يَقْطَعُونَ وَادِيًّا إِلَّا كَتَبَ لَهُمْ لَيْحُهُمْ

اللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور جو کچھ چھوٹا بڑا انھوں نے خرچ کیا اور جتنے میدان ان کو طے کرنے پڑے یہ سب بھی ان کے نام لکھا گیا تاکہ اللہ تعالیٰ ان کے کاموں کا اچھے سے اچھا بدلہ دے۔ [۳۰]

= پہنچانہ بھوک سے سابقہ پڑا اور نہ اس موقع میں آئے کہ کافروں کو خوف زدہ کر دیں اور نہ کافروں پر غلبہ اور ظفر کا شرف حاصل کیا۔ لیکن جنھوں نے یہ سختیاں جھیلیں وہ اپنے ارادے اور عمل ذاتی کی بنا پر تھیں فطری اور جبری نہیں تھیں اس لئے اللہ ایسے نیکو کاروں کے اجر کو کبھی ضائع نہ ہونے دے گا۔ جیسا کہ فرمایا ﴿إِنَّا لَا نُضِيعُ أَجْرَ مَنْ أَحْسَنَ عَمَلًا﴾ ①

جہاد فی سبیل اللہ کا بہترین بدلہ: [آیت: ۱۲۱] ارشاد ہوتا ہے کہ یہ غازی لوگ اللہ کی راہ میں چھوٹا بڑا خرچ بھی کرتے ہیں اور کفار سے جنگ کے لئے جنگل کا تھوڑا سا راستہ بھی طے کرتے ہیں تو اس کا اجر انھیں ضرور ملتا ہے۔ یہاں ﴿الْأَكْثَبَ لَهُمْ﴾ فرمایا گیا اور گزشتہ آیت میں ﴿كُتِبَ لَهُمْ بِهِ﴾ اس بہ کا مطلب یہ ہے کہ یہ نفعہ یا یہ منشی الی الاعداء ان کا اپنا ذاتی فعل ہے اسی لئے آیت شریفہ میں ﴿مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾ فرمایا گیا اور آیت سابقہ میں اللہ کی راہ کے اندر بھوک پیاس وغیرہ کی تکلیف یہ من جانب اللہ تھی۔ اس لئے نہ بلایا گیا نہ عمل کو ان کی طرف منسوب کیا گیا تھا۔ حضرت امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے اس آیت کریمہ سے حظ وافر اور نصیب عظیم حاصل کیا کیونکہ اس غزوہ تبوک میں انھوں نے لشکر کو اپنے نفقات جلیلہ اور اموال جزیلہ عنایت کئے ہیں۔ ابن خباب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ دیا اور اس جیشِ عسرت کی مدد کرنے کے لئے قوم کو ابھارا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میرے ذمہ سوانٹ مع پالان کجاوے اور پائے بندوں کے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوبارہ قوم سے چندہ مانگا تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اور سوانٹ مع پالان و کجاوے وغیرہ کے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر سے ایک بیڑھی اتر کر پھر فرمایا کہ ”اے لوگو! اور مدد کی ضرورت ہے“ تو عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا اور سوانٹ مع ساز و سامان کے۔ تو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ خوشی سے اپنے ہاتھ کو یوں ہلا رہے ہیں (عبدالصمد آخری راوی نے یہ کہتے ہوئے اپنے ہاتھ ہلائے) اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”اب عثمان پر کوئی آج نہیں چاہے جو عمل کرے۔“ ② پھر عثمان رضی اللہ عنہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک ہزار اشرفیوں کی تحبلی لے آئے کہ جیشِ عسرت کی اس سے تیاری فرمائیے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گود میں یہ رقم ڈال دی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان اشرفیوں کو حرکت دے رہے تھے اور فرما رہے تھے کہ ”آج سے عثمان کو اس کا کوئی عمل ضرور نہیں پہنچائے گا یہی ایک عمل اس کی نجات کے لئے کافی ہے“ اور آپ خوشی سے بار بار اس رقم کو ہلا رہے تھے۔ ③ قتادہ رضی اللہ عنہ نے قولہ تعالیٰ ﴿وَلَا يَقْطَعُونَ﴾ کے بارے میں کہا ہے کہ اللہ کی راہ میں سفر کرتے ہوئے لوگ جتنا دور ہوتے جاتے ہیں اتنے ہی اللہ کی قربت میں بڑھتے جاتے ہیں۔ ④

① ۱۸/ الکہف: ۳۰۔ ② ترمذی، کتاب المناقب، باب فی عد عثمان تسمیة شہیداً تہبیزہ جیش العسرة، ۳۷۰۰

وسندہ ضعیف فرد راوی مجهول ہے۔ احمد، ۷۵/ ۴؛ مسند الطیالسی، ۱۱۸۹؛ التاریخ الکبیر، ۲۴۶/ ۵؛ حلیۃ الاولیاء، ۱/ ۵۸؛

دلائل النبوة، ۵/ ۲۱۴۔ ③ ترمذی حوالہ سابق، ۳۷۰۱؛ سندہ حسن، احمد، ۶۳/ ۵؛ حاکم، ۱۰۲/ ۳۔

④ الطبری، ۱۴/ ۵۶۵۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا كَآفَّةً ۚ فَلَوْلَا نَفَرَ مِن كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ

لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ وَلِيُنذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ ۝

ترجمہ: اور مسلمانوں کو یہ نہ چاہئے کہ سب کے سب نکل کھڑے ہوں سو ایسا کیوں نہ کیا جائے کہ ان کی ہر ہر بڑی جماعت میں سے ایک چھوٹی جماعت جایا کرے تاکہ باقی ماندہ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرتے رہیں اور تاکہ یہ لوگ اپنی قوم کو جب کہ وہ ان کے پاس آئیں ڈرائیں تاکہ وہ احتیاط رکھیں۔ [۱۳۲]

جہاد اور دین کی تعلیم و تبلیغ: [آیت: ۱۲۲] اس آیت میں اس بات کا ذکر ہے کہ غزوہٴ تبوک میں نبی ﷺ کے ساتھ کوچ کرنے کا جب لوگوں نے ارادہ کیا تو سلف کی ایک جماعت کا یہ خیال ہوا کہ رسول ﷺ جب جنگ کے لئے نکلیں تو ہر مسلمان پر کوچ کرنا واجب ہے اور یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا ہے ﴿انْفِرُوا خِفَافًا وَثِقَالًا﴾ ① یعنی ہلکے اور لدے ہوئے نکل پڑو۔ اور یہ بھی اللہ نے فرمایا کہ اہل مدینہ کو کوئی حق نہیں کہ جہاد میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے رہ جائیں (آخر تک) ② اور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اس آیت کے ذریعہ اوپر والی آیت منسوخ ہو گئی ہے۔“ اور کہا جاتا ہے کہ تمام قبائل کے سفر کرنے یا کسی قبیلہ میں سے بعض کے سفر کرنے سے جب کہ سب نہ نکلیں مراد الہی یہ ہے کہ سفر پر نہ جا کر نبی ﷺ کے ساتھ رہنے والے ہر اتارنے والی وحی کو لکھ لیں اور یاد رکھ لیں اور جنگ کر کے واپس آگئے والے لوگوں کو احکام الہی بتائیں اور سفر سے واپس آنے والے یہ بتائیں کہ دشمن کے ساتھ کیسی گزری اور کفار کے کیا حالات ہیں۔ اب اس معینہ سفر میں دو باتیں جمع ہو گئیں۔ ایک سفر معینہ ان لوگوں کا جو جہاد پر جا رہے ہیں دوسرے ان لوگوں کا قیام جو تفتقہ کی غرض سے نبی اکرم ﷺ کے پاس ٹھہر گئے ہیں۔ اس لئے کہ یہ فرض کفایہ ہیں چند لوگ نہ کریں تو چند لوگوں کا ضروری اور فرض ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے بتایا ہے کہ ﴿مَا كَانَ الْمُؤْمِنُونَ لِيَنفِرُوا سَمًّا كَآفَّةً﴾ کی آیت میں اللہ پاک فرماتا ہے کہ مؤمنین کو نہیں چاہئے کہ سب کے سب نبی ﷺ کے پاس سے چلے جائیں اور نبی ﷺ کو تنہا چھوڑ دیں اور ایسا کیوں نہ ہو کہ ہر جماعت میں سے کچھ لوگ جائیں تاکہ باقی نبی اکرم ﷺ کے پاس دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں اور جب واپس لوٹیں تو اپنی قوم کے پاس جا کر انھیں آگاہ کریں اور اللہ سے ڈرائیں اور جب تک نبی اکرم ﷺ اجازت سفر نہ دیں نہ جائیں۔ اور ان جماعتوں کے غیاب کے زمانہ میں جو قرآن اترا ہے ان کو نبی اکرم ﷺ کے پاس رہ جانے والے لوگ واقف کرادیں اور کہیں کہ اللہ نے نبی پر یہ قرآن نازل کیا تھا۔ ہم نے سیکھ لیا اب تم سفر سے واپس آئے ہو تم بھی سیکھ لو اور پھر اب کے دوسری جماعتیں بھیجی جائیں ﴿لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُونَ﴾ ③ تاکہ وہ اپنا بچاؤ کر سکیں۔

مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اصحاب نبی میں سے ان لوگوں کے بارے میں اتری ہے جو سیکھ کر اپنے دیہات میں چلے گئے وہاں لوگوں سے مفادات حاصل ہوئے راحت و آرام ملا۔ مال بھی کمایا اور لوگوں میں تبلیغ دین بھی کی۔ لیکن لوگ ان سے کہنے لگے کہ تم نے نبی ﷺ اور اصحاب کا ساتھ چھوڑ دیا ہمارے پاس آگئے نبی ﷺ کی صحبت سے ہٹ گئے۔ تو وہ اپنے دلوں میں کوفت محسوس کرنے لگے وہ سب دیہات سے نبی ﷺ کے پاس آئے اسی چیز کی صفائی میں اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے کہ کیا حرج ہے اگر ایک جماعت چل کھڑی ہو تفتقہ بھی حاصل کرے نبی ﷺ کے ساتھ رہ کر استماع حدیث و وحی بھی کرے اور دیہات میں جا کر لوگوں کو اللہ

سے ڈرائے بھی، کیا عجب کہ ان کی ہدایت ہو جائے۔ قنادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت اس موقع پر اتری ہے جب کہ نبی اکرم ﷺ نے لشکر کشی کے لئے فوج بھیجی تھی اللہ نے انھیں اس بات کے لئے مامور رکھا کہ نبی ﷺ کے ساتھ لڑیں لیکن دوسری جماعت رسول ﷺ کے ساتھ رہے تاکہ دین میں تفرقہ حاصل کرے اور ایک دوسری جماعت اپنے قبیلہ خاندان میں دیہات کی طرف چلی جائے اور اللہ کے عذاب سے انھیں ڈرائے۔ جو عذاب کہ ان سے پہلے کی قوموں پر نازل ہوا تھا۔ ضحاک کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب بذات خود جنگ کے لئے نکلیں تو اہل عذر کے سوا کسی کو اجازت نہیں کہ پیچھے رہ جائے اور اگر آپ بذات خود نہ جائیں بلکہ لشکر بھیج دیں تو آپ کی اجازت کے بغیر کوئی لشکر میں شریک نہیں ہو سکتا۔ جب کوئی نبی اکرم ﷺ کے بھیجے ہوئے لشکر کے ساتھ چلا جائے اور اس کے غیاب میں جو دمئی اتری ہو اور نبی ﷺ نے اپنے پاس کے پس ماندہ لوگوں کو سنا دیا ہو تو جب یہ سر یہ سے لشکر واپس آ جائے تو یہ ٹھہرے ہوئے انھیں سنا دیں کہ تمہارے جانے کے بعد یہ دمئی اتری ہے اور انھیں بھی دین میں تفرقہ پیدا کرادیں۔ سب کے سب نہ چلے جانے کا حکم اس صورت میں ہے جب کہ رسول اللہ ﷺ نے لشکر بھیج دیا ہو اور خود قیام فرمائیں۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ﴿لَيْسَ فِرَاقٌ وَلَا تَكَا فَةٌ﴾ والی آیت جہاد کے بارے میں نہیں ہے بلکہ جب رسول اللہ ﷺ نے قبیلہ مضر پر قحط کی بددعا فرمائی اور سب قحط زدہ ہو گئے تو سب مدینے آ کر قیام کرنے لگے اور جھوٹ موٹ اپنے کو مسلمان بتانے لگے۔ اصحاب رسول اللہ پر ان کی مہمان داری بار ہونے لگی تو اللہ تعالیٰ نے ذریعہ دمئی رسول ﷺ کو آگاہ فرما دیا کہ یہ درحقیقت مسلمان نہیں ہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے انھیں اپنے اپنے قبائل میں واپس کر دیا اور دوبارہ ایسا کرنے کے بارے میں تہذیر فرمادی۔ چنانچہ فرمایا ﴿وَلْيَسْتَدِينُوا أَقْوَمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ﴾ اس آیت کے بارے میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ عرب کے ہر قبیلے سے لوگ جو دمئی اتری ہو اور نبی اکرم ﷺ کے پاس آنے لگے یہ لوگ آپ ﷺ سے امور دین پوچھتے تفرقہ حاصل کرنا چاہتے یہ اور حضور اکرم ﷺ سے پوچھتے کہ ہمیں کیا خدمت انجام دینے کا حکم ہوتا ہے اور کہتے کہ ہم اپنے قبائل میں جائیں تو کیا کریں تو آنحضرت ﷺ انھیں طاعت اللہ اور طاعت رسول اللہ ﷺ کی تلقین کرتے اور کہتے کہ اپنے لوگوں میں جا کر صلوة اور زکوٰۃ کو پھیلاؤ وہ اپنی قوم میں آ کر صاف کہہ دیتے کہ اگر اسلام لاتے ہو تو ہم تمہارے ساتھ ہیں ورنہ نہیں اور انھیں اللہ سے ڈراتے حتیٰ کہ ایسا ہدایت یافتہ شخص اپنے کافر ماں باپ سے بھی قطع تعلق کر لیتا۔ اور نبی ﷺ ان کو آگاہ کرتے اللہ سے ڈراتے اور وہ لوگ جب اپنے لوگوں میں واپس جاتے تو انھیں دین اسلام کی طرف بلا تے نار دوزخ سے ڈراتے اور جنت کی بشارتیں دیتے، عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب یہ آیت اتری تو منافقین کہنے لگے کہ اب تو وہ دیہاتی مسلمان ہلاک ہو گئے جو نبی اکرم ﷺ کے ساتھ جہاد کے لئے نہیں نکلے تھے اور پیچھے رہ گئے تھے حالانکہ وہ لوگ تو اصحاب نبی میں سے وہ لوگ تھے جو اپنی قوم کو دین سکھانے کیلئے گئے ہوئے تھے اور عدم شرکت جنگ کا سبب یہ مقصد بنا ہوا تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیا کہ یہی لوگ جنگ کے لئے کیوں جائیں۔ بعض لوگ دوسروں کو دین سکھانے کے لئے رہے کیوں نہ جائیں اور یہ آیت نازل ہوئی ﴿وَالَّذِينَ يُحَاجُّونَ فِي اللَّهِ﴾ ① حسن بصری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس آیت کا مقصد یہ تھا کہ وہ لوگ جو جنگ کے لئے گئے ہیں جب اپنے لوگوں میں واپس آئیں تو جنگ کے نتیجہ میں انھوں نے کفار پر جو پانچا غالب دیکھا اور اسلام کی شان دار فتح دیکھی ہے اس سے لوگوں کو آگاہ کریں۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلظَةً ۗ
وَاعْلَمُوا أَنَّ اللَّهَ مَعَ الْمُتَّقِينَ ۝

ترجمہ: اے ایمان والو! ان کفار سے لڑو جو تمہارے آس پاس ہیں اور ان کو تمہارے اندر سختی پانا چاہئے۔ اور یہ یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ متقی لوگوں کے ساتھ ہے۔ [۱۲۳]

قریبی کفار سے جہاد شروع کرنا چاہیے: [آیت: ۱۲۳] اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا ہے کہ کافروں سے لڑو تو پہلے ان لوگوں سے لڑو جو مرکز اسلام سے قریب تر ہیں۔ اسی لئے نبی اکرم ﷺ نے مشرکین سے جنگ شروع کی تو جزیرۃ العرب سے ابترا کی گئی مدینے طائف، یمن، یمامہ، حجر، خیبر، حضرموت، غرض یہ کہ جزیرۃ العرب کے اور دوسرے اقلیم کو پہلے فتح کر لیا اور مسلمان بنالیا اور عرب کے قبائل دین اسلام میں جوق در جوق شامل ہونے لگے تو اب اہل کتاب سے جنگیں شروع ہونے لگیں اور روم سے جنگ کا ارادہ ہو گیا۔ یہ لوگ جزیرۃ عرب سے قریب رہنے والے ہیں اور اس بات کی ضرورت ہے کہ دعوت اسلام کی سب سے پہلے انہی سے ابتدا ہو اور اس لئے بھی کہ وہ اہل کتاب ہیں۔ لیکن تبوک تک پہنچ کر آگے نہ بڑھے واپس ہو گئے، کیونکہ لوگوں میں تنگ حالی، قحط، ناسازگاری، حالات تھی۔ یہ ۹ھ کا واقعہ ہے۔ ۱۰ھ میں نبی ﷺ حجۃ الوداع کی مصروفیت رکھتے تھے اور حجۃ الوداع سے اکیاسی دن بعد نبی ﷺ کا وصال ہو گیا۔ آپ کے بعد آپ کے قائم بالا مرآپ کے وزیر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ ہوئے۔ اس انقلاب ناگزیر کے وقت دین میں ایک تزلزل سا آ گیا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صدیق رضی اللہ عنہ کے ذریعہ دین کو پھر استقامت عطا فرمائی۔ آپ رضی اللہ عنہ نے دین کو مضبوط کر دیا اس کے عادی ثابت ہو گئے اور مرتد لوگوں کو پھر دین کی طرف واپس لے آئے۔ جنھوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا ان کو زکوٰۃ ادا کرنا پڑا۔ جو مسائل دین سے ناواقف ہو گئے تھے ان کو واقف کر دیا گیا اور رسول ﷺ سے متعلق جو فرائض تھے ان کی تکمیل کی۔ پھر اسلامی لشکر کو روم کی طرف بھیجا جو صلیب پرست تھے اور اہل فارس کی طرف بھی جو آتش پرست تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ رضی اللہ عنہ کی برکت سے ان ممالک پر فتح بخشی اور کسریٰ، قیصر اور ان کے مذہبوں کو ذلت نصیب ہوئی۔ اور ان دونوں ملکوں نے جو خزانے جمع کر رکھے تھے ان کو اللہ کی راہ میں خرچ کیا جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پہلے خبر دے دی تھی۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کی تکمیل آپ رضی اللہ عنہ کے وصی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں ہوئی۔ پھر صدیق رضی اللہ عنہ کے جانشین عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے تکمیل کی۔ عمر رضی اللہ عنہ کے ذریعہ ان کفار ملحدین کو بڑی ذلت پہنچی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے منافقین اور سرکشوں کا قلع قمع کیا اور ان کی ساری سلطنتوں پر شرقاً وغرباً غالب آگے اور قریب و بعید تمام ملکوں کے خزانے و اموال مرکز اسلام میں کھنچ آئے اور یہ ساری دولت حسب احکام شرع مستحق لوگوں میں اور واجبی امور میں صرف کی گئی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ زندہ رہے تو نیک نام رہے اور مر گئے تو شہید مرے۔ اب مہاجرین و انصار نے بالاتفاق امیر المؤمنین عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بنایا۔ عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اسلام کو بڑی زینت و نیک نامی حاصل رہی اور تمام دنیا میں انسانوں پر رحمت اسلام غالب آ گئی۔ انھیں کے زمانہ میں مشرق و مغرب سب جگہ اسلام کا بول بالا ہو گیا۔ کلمۃ اللہ کا رعب ہر جگہ کے انسانوں پر چھا گیا اور ملت حنیفیہ نے اعداء اللہ پر غلبہ کامل حاصل کر لیا۔ کبھی کسی قوم پر مسلط ہوئے اور کبھی کسی اور پر یا ایسی قوم پر جو ان کافروں اور سرکشوں سے جوڑ توڑ کرتی ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے تحت تھا کہ ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُمْ مِنَ الْكُفَّارِ﴾ اور ﴿وَلْيَجِدُوا غِلظَةً﴾

وَإِذَا مَا أَنْزَلْتُ سُورَةً فَمِنْهُمْ مَنْ يَقُولُ أَيُّكُمْ زَادَتْهُ هَذِهِ إِيْمَانًا فَآمَّا الَّذِينَ

آمَنُوا فزَادَتْهُمْ إِيْمَانًا وَهُمْ يَسْتَبْشِرُونَ ① وَآمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ

فزَادَتْهُمْ رِجْسًا إِلَى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوا وَهُمْ كَافِرُونَ ②

ترجمہ: اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض منافقین کہتے ہیں کہ اس سورت نے تم میں سے کس کے ایمان میں ترقی دی۔ سو جو لوگ ایماندار ہیں اس سورت نے ان کے ایمان میں ترقی دی ہے اور وہ خوش ہو رہے ہیں۔ [۱۲۳] اور جن کے دلوں میں آزار ہے اس سورت نے ان میں ان کی گندگی کے ساتھ اور گندگی بڑھادی اور وہ حالت کفر ہی میں مر گئے۔ [۱۲۵]

① فَمِنْهُمْ غَلْطَةٌ یعنی کافروں سے قتال میں نہایت سختی کا برتاؤ کروا س لئے کہ مومن کامل وہ ہے جو اپنی پریشانی ہو اور کافروں پر سخت گیر ہو۔ جیسا کہ اللہ نے فرمایا ہے کہ ﴿فَسَوْفَ يَأْتِي اللَّهُ بِقَوْمٍ يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّونَهُ﴾ ① اور قول تعالیٰ ﴿مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ﴾ ② اور قول تعالیٰ ﴿يَأْتِيهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ ③ اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”میں خندہ جیوں بھی ہوں اور قتال کرنے والا بھی ہوں“ یعنی دوستوں کے لئے خوش مزاج اور دشمنوں کے ساتھ جنگجو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کافروں سے قتال کرو اور اللہ پر بھروسہ رکھو اور یقین رکھو کہ اگر تم اللہ سے ڈرے اور اس کی اطاعت کی تو اللہ ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ یہ چیز فزون مثلث میں جو اس امت کا بہترین زمانہ گزرا ہے غایت استقامت میں تھی اور یہ زمانہ قیام اطاعت الہی کا زمانہ تھا۔ مسلمان ہمیشہ کافروں پر غالب رہے ہمیشہ فتوحات ہوتی رہیں دشمن ہمیشہ خسارہ اور زلزلت میں رہے۔ اور جب بادشاہوں کے درمیان فتنے اور اختلافات بڑھ گئے تو دشمنوں نے اطراف و بلاد پر نظریں ڈالنا شروع کر دیں اسلامی ممالک کی طرف بڑھنے لگے اور ملک اندا ایک دوسرے کے ساتھ گٹھ جوڑ کرنے لگے۔ پھر ایک دوسرے کی مدد سے اسلامی ممالک کے حدود پر چڑھ دوڑے اور مسلمانوں کے بہت سے ملکوں پر قبضہ کر لیا۔ لیکن جس کسی اسلامی بادشاہ نے احکام الہی کی اطاعت کی خدا پر بھروسہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے اسے ضرور فتوحات عنایت فرمائیں اور کھوئے ہوئے ممالک دوبارہ حاصل کئے جاسکے۔ اللہ سے امید ہے کہ پھر وہ مسلمانوں کو غلبہ دے گا اور ساری دنیا میں توحید کا کلمہ بلند ہوگا۔ اللہ توفیاض اور کریم ہے۔

ایمان میں کمی اور زیادتی کا بیان: [آیت: ۱۲۳-۱۲۵] یہ آیتیں اتری تو منافقین چہ گیونیاں کرنے لگے کہ اس سورت نے بھلا ان مسلمانوں کے اندر کونسا مزید ایمان اور مزید خوبی پیدا کر دی۔ تو اللہ پاک فرماتا ہے کہ ہاں یہ مزید ایمان مسلمانوں کے اندر یقیناً پیدا ہوا ہے اور وہ اس سے خوش بھی ہیں۔ یہ آیت ان بزرگ ترین دلائل میں سے ہے کہ ایمان کم بھی ہوتا ہے اور زیادہ بھی ہوتا ہے جیسا کہ اکثر علمائے خلف و سلف کا مذہب ہے۔ بلکہ اکثر کا یہ قول ہے کہ اس اعتقاد پر اجماع امت ہے اور اول شرح بخاری میں اس مسئلہ پر مبسوط اور طویل بحث ہو چکی ہے۔ لیکن جن کے دلوں میں مرض ہے ان میں تو اس آیت سے اور شک ہی کے اندر اضافہ ہوتا جائے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَنَسَزَلْ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شَفَاءٌ﴾ ④ یعنی قرآن تو مومنوں کے دلوں کو شفا بخشتا

① ۵/ المائدة: ۵۴۔ ② ۴۸/ الفتح: ۲۹۔

③ ۹/ التوبة: ۷۳۔ ④ ۱۷/ الا سراء: ۸۲۔

أَوْ لَا يَرُونَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ
يَذَكَّرُونَ ﴿١٢٦﴾ وَإِذَا مَا أَنْزَلَتْ سُورَةٌ نَظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ ط هَلْ يَرَاكُمْ مِّنْ

أَحَدٍ ثُمَّ انْصَرَفُوا صَرَفَ اللَّهِ قُلُوبَهُمْ بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَا يَفْقَهُونَ ﴿١٢٧﴾

ترجمہ: اور کیا ان کو نہیں دکھائی دیتا کہ یہ لوگ ہر سال میں ایک بار دو بار کسی نہ کسی آفت میں پھنستے رہتے ہیں پھر بھی باز نہیں آتے اور نہ وہ
کچھ سمجھتے ہیں۔ [۱۲۶] اور جب کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو ایک دوسرے کو دیکھنے لگتے ہیں کہ تم کو کوئی دیکھتا تو نہیں پھر چل دیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان کا دل پھیر دیا ہے اس وجہ سے کہ وہ محض بے سمجھ لوگ ہیں۔ [۱۲۷]

ہے۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿قُلْ هُوَ لِلَّذِينَ آمَنُوا هُدًى وَشَفَاءً ط وَالَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ فِي آذَانِهِمْ وَقْرٌ وَهُوَ عَلَيْهِمْ عَمًى ط أُولَٰئِكَ
يُسَادُونَ مَنْ مَّكَانَ بَعِيدٍ﴾ ① یعنی ایمان داروں کے لئے قرآن ہدایت اور شفا ہے۔ کافروں کے کان تو قرآن کی طرف سے
بہرے ہیں ان کی آنکھیں اندھی ہیں گویا کہ وہ بہت ہی دور سے پکارے جا رہے ہیں کہ سن ہی نہیں سکتے۔ یہ کتنی بڑی بدبختی کی بات
ہے کہ جو چیز دلوں کی ہدایت کرنے کی صلاحیت رکھتی ہے وہ ان کی ضلالت و ہلاکت کا سبب بن جائے جیسے کہ بیمار کو اچھی غذا بھی
دی جائے تو نقصان ہی پہنچتا ہے۔

منافقین دنیاوی آفات کے باوجود ایمان نہیں لاتے: [آیت: ۱۲۶-۱۲۷] یہ منافقین کیا اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ وہ سال بھر میں
ایک بار یا دو بار فتنوں میں مبتلا کئے جا رہے ہیں پھر بھی اپنے سابقہ گناہوں سے باز نہیں آتے اور اس سلسلہ میں آئندہ جو ان پر گزرنے
والا ہے اس سے اندیشہ نہیں کرتے۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ منافقین بھوک اور قحط کے فتنوں میں مبتلا کئے جاتے تھے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ
کہتے ہیں کہ جنگ کی آفت ان کے سر پر پڑتی تھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے ہیں کہ ہم ہر سال کوئی نہ کوئی جھوٹی افواہیں سنتے ہی رہتے جس
سے اکثر لوگ بھگ جاتے تھے۔ انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سختی کا زمانہ بڑھتا جا رہا ہے تنگدلی اور کوتاہ حوصلگی زیادہ ہو رہی ہے ②
ہر سال گزشتہ سال سے بدتر آتا جا رہا ہے۔ ③ مندرجہ بالا آیت منافقین کے بارے میں ہے کہ جب کوئی سورت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل
کی جاتی ہے تو وہ ایک دوسرے کو دیکھ کر کہنے لگتے ہیں کہ کوئی تمہیں دیکھتا تو نہیں تھا۔ پھر وہ حق سے روگرداں ہو جاتے ہیں دنیا میں
ان منافقین کا یہ حال ہے کہ حق بات کے سامنے آتے ہیں نہ اس کو سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ فرمان الہی ہے ﴿فَمَا لَهُمْ عَنِ التَّذْكِرَةِ
مُعْرِضِينَ﴾ ④ وقولہ تعالیٰ ﴿فَمَا لِلَّذِينَ كَفَرُوا قِبَلَكَ مَهْطِعِينَ﴾ ⑤ یعنی ان لوگوں کو کیا ہوا کہ حق بات سے اعراض
کرتے ہیں گویا کہ وہ وحشی جانور ہیں کہ شیروں سے بھاگتے ہیں سیدھے اور بائیں کھسک جاتے ہیں حق سے باطل کی طرف جھک
جاتے ہیں۔ اللہ نے ان کے قلوب کو پھیر دیا ہے کہ نہ اللہ کے خطاب کو سمجھتے ہیں اور نہ سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

① ۴۱ / فصلت: ۴۴۔ ② ابن ماجہ، کتاب الفتن، باب شدۃ الزمان ۴۰۳۹، وسندہ ضعیف سند میں کئی علتیں ہیں مثلاً حسن
بصری مدلس کے سامنے کی صراحت نہیں ہے۔ ③ بخاری، ۷۰۶۸، ترمذی، کتاب الفتن، باب منہ لا یأتی زمان الا الذی بعدہ
شرمہ ۲۲۰۶؛ ابن ماجہ ۴۰۳۹؛ واللفظ لہ۔ ④ ۷۴ / المدثر: ۴۹۔ ⑤ ۷۰ / المعارج: ۳۶۔

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ
بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱﴾ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَعَلَّ اللَّهُ لَبِئْسَ مَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿۲﴾
تَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ الْعَظِيمِ ﴿۳﴾

ترجمہ: تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جو تمہاری جنس سے ہیں جن کو تمہاری معصرت کی بات نہایت گراں گزرتی ہے جو تمہاری منفعت کے بڑے خواہشمند رہتے ہیں ایمانداروں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ [۱۳۸] پھر اگر روگردانی کریں تو آپ کہہ دیجئے کہ میرے لئے اللہ تعالیٰ کافی ہے اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں میں نے اسی پر بھروسہ کر لیا اور وہ بڑے بھاری عرش کا مالک ہے۔ [۱۳۹]

رسول اللہ ﷺ کی صفات حسنہ کا ذکر جمیل: [آیت: ۱۲۸-۱۲۹] اس آیت میں اللہ تعالیٰ مؤمنین پر اپنا احسان ظاہر فرماتا ہے کہ ہم نے تمہارے لئے تمہارے ہی جنس سے ایک رسول بھیجا ہے۔ جیسا کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی تھی کہ ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ﴾ ① اور ﴿لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ﴾ ② اور ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ ③ حضرت بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی سے اور مغیرہ رضی اللہ عنہ نے سفیر کسریٰ سے کہا تھا کہ اللہ نے ہم میں ہماری ہی قوم کا ایک رسول بھیجا ہے جس کے نسب سے ہم واقف ہیں جس کی صفات جانتے ہیں جس کے اٹھنے بیٹھنے آنے جانے صدق و امانت سب ہی باتوں سے آشنا ہیں ④ زمانہ جاہلیت سے بھی جس کے خاندان پر کوئی دھبہ نہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”میرا سارا نسب بر بناء نکاح رہا کہیں کسی سفاح زمانہ جاہلیت کی برائی کا شائبہ نہیں۔ ④ آدم علیہ السلام کے زمانے سے اب تک میرے آباء و اجداد میں کوئی بغیر نکاح نہیں پیدا ہوا۔“ ⑤ قولہ تعالیٰ ﴿عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ یعنی امت پر کوئی تکلیف اس کے لئے بہت ہی شاق ہے۔ حدیث میں ہے ((بعثت بالحنيفية السمحة)) یعنی آسان دین لے کر آیا ہوا ہوں۔ ⑥ حدیث صحیح میں ہے کہ ”یہ شریعت نہایت آسان اور کھل ہے اللہ تعالیٰ نے بہت آسان کر کے بھیجا ہے۔“ ⑦ انھیں بڑی تمنا رہتی ہے کہ تم ہدایت پا جاؤ اور دنیوی اور اخروی نفع اندوزی کر سکو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ نبی اکرم ﷺ نے ہمیں اس قدر معلومات عامہ دی ہیں کہ فرض کر دو کوئی پرندہ بھی جو آسمان پر اڑتا ہے اس کے بارے میں بھی معلومات بخشیں۔ ⑧ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جنت سے قریب کرنے والی اور دوزخ سے دور کرنے والی کوئی ذرا سی بات بھی ایسی باقی نہ رہی جو میں نے تم کو نہ بتادی ہو۔“ نبی اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ ”اللہ پاک نے ہر حرام اور ناجائز چیز کے متعلق مکمل طور پر تمہیں سمجھا دیا ہے اگر تم اس کے بیان کردہ محرمات سے دور نہ رہو گے تو میں تم کو تلا دیتا ہوں کہ دوزخ کے شعلوں میں ایسے گرد گئے جیسے پروانہ شمع پر گرتا ہے۔“ ⑨

① ۲/ البقرة: ۱۲۹ - ② ۳/ آل عمران: ۱۶۴ - ③ احمد: ۱/ ۲۰۱، ۲۰۳، وسندہ ضعیف، الزہری مدلس

وعنعن۔ ④ یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔ ⑤ وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۸/ ۲۱۴: الدر المنثور، ۳/ ۵۲۵۔

⑥ احمد، ۱۱۶/ ۶، وسندہ حسن، مسند حمیدی ۲۵۴ مختصراً۔

⑦ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب الدین یسر ۳۹۔ ⑧ احمد، ۵/ ۱۵۳، وسندہ ضعیف، مسند الطیالسی

۴۷۹: ابن حبان، ۶۵، وسندہ ضعیف، ابن عیینة عنعن، طبرانی، ۱۶۴۷ والزیادة عنده۔

⑨ احمد، ۱/ ۳۹۰، وهو حسن، مسند ابی یعلیٰ ۵۲۸۸: مجمع الزوائد، ۷/ ۲۱۰، اس کی سند میں مسعودی مختلط راوی ہے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی ﷺ کے پاس دو فرشتے آئے جب کہ آپ ﷺ سو رہے تھے ایک پائنتی بیٹھ گیا اور ایک سرہانے۔ پائنتی والے فرشتے نے سرہانے والے سے کہا کہ ان کی اور ان کی امت کی کوئی مطابق حال مثال بیان کرو۔ تو وہ کہتا ہے کہ آپ ﷺ کی مثال امت کے ساتھ ایسی ہے جیسے لوگ سفر کرتے ہوئے ایک لقمہ و دو قہوہ جنگل میں پہنچ گئے ہوں، زادراہ تو شہ و غیرہ کچھ باقی نہ رہا ہوندا آگے سفر جاری رکھ سکتے ہیں نہ ہی واپس ہونے کی کوئی صورت ہے۔ ایسے میں ایک مرد خوش پوش ان کے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ کیا میں تمہیں یہاں سے نکال کر ایسے باغوں میں لے چلوں جو سرسبز و شاداب ہوں، نہریں اور حوض ہوں، کیا میرے ساتھ چلو گے؟ وہ بڑی خوشی سے راضی ہو جاتے ہیں۔ وہ انہیں لے چلتا ہے وہ انہیں سرسبز و شاداب باغ میں لے آتا ہے وہ خوب میوے کھاتے ہیں پانی سے سیراب ہوتے ہیں اور خوب جھلٹے پھولتے ہیں پھر ان سے کہتا ہے کہ کیا میں نے تمہارے ساتھ خیر خواہی کا حق ادا نہیں کیا اور کیا تمہیں ایسے سرسبز و شاداب جگہ پر نہیں پہنچایا؟ اب سنو آگے اور باغات ایسے ہیں جو اس سے بھی زیادہ پر بہار ہیں اس سے بھی کہیں زیادہ شاداب حوض ہیں۔ آؤ تمہیں اب وہاں لے چلوں۔ تو بعض نے کہا تم نے پہلے بھی سچ کہا تھا اور اب بھی سچ کہہ رہے ہو ہم ضرور تمہارے ساتھ ہیں اور بعض نے کہا ہم تو یہیں اچھے ہیں، ہمیں یہی بس ہے آگے کے تسوعات کی ضرورت نہیں۔ یعنی یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا کے پیچھے ہی دیوانے ہو گئے ہیں عاقبت کی خبر نہیں لیتے حالانکہ یہاں سے کہیں زیادہ وہاں خوش عیشیاں ہیں۔ ①

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک اعرابی نبی ﷺ کے پاس آیا اور آپ سے مالی مدد مانگی۔ عمر مہرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں سمجھتا ہوں کہ خون بہا ادا کرنے کے لئے مدد چاہی تھی، آپ ﷺ نے اس کو کچھ دیا اور فرمایا، ”تو میں نے تمہارا کام نکال دیا اور تمہارے ساتھ سلوک کیا۔“ اس نے کہا نہیں کوئی احسان نہیں کیا۔ یہ سن کر بعض صحابہ رضی اللہ عنہم غضبناک ہو گئے اور اس پر دست درازی کا ارادہ کیا۔ تو نبی اکرم ﷺ نے اشارہ سے انہیں منع کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ اٹھ کر اپنے ٹھکانے پر گئے اور اعرابی کو بلا بھیجا اور کہا ”تم نے مانگا اور میں نے دیا اور خیر تم نے جو کہا سو کہا۔ اچھا یہ اور بھی لو۔“ اور پھر پوچھا اب بھی میرا سلوک تمہارے ساتھ اچھا رہا یا نہیں۔ اعرابی نے کہا ہاں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو جزائے خیر دے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ”میرے اصحاب تمہاری طرف سے برگشتہ بنے ہوئے ہیں اب تم ان کے سامنے جاؤ تو اس وقت تم نے جو مجھ سے کہا تھا ان کے سامنے بھی تصدیق کرو تا کہ ان کے دل کی گرفت نکل جائے۔“ کہا اچھا۔ پس جب اعرابی آیا تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اس نے آ کر سوال کیا تھا میں نے دیا لیکن اس نے جو کہا تھا تم جانتے ہو میں نے اسے بلا کر اور دیا ہے اب وہ راضی ہے، کیوں اسے بدوی! یہ بات ٹھیک ہے۔“ بدوی نے کہا ہاں اللہ آپ ﷺ کو جزا دے۔ نبی اکرم ﷺ فرماتے ہیں کہ ”میری اور بدوی کی مثال ایسی ہے جیسے کسی کی اونٹنی ہو وہ بھڑک گئی، لوگ اس کے پیچھے دوڑے اونٹنی اور بھی متوحش ہو گئی۔ تو اونٹنی والے نے کہا تم اس کو مطیع کرنے کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دو، میں اس کے انداز سے خوب واقف ہوں میں اس کو نرم کر لوں گا۔ پھر اس نے گھاس لی اور اسے بلا یادہ آ گئی۔ اس کو گھاس کھلا کر پکڑ لیا اور اس پر پالان ڈال دیا۔ اگر اس کے بد تمیزی کی بات کرنے پر میں بھی تمہاری طرح ناراض ہو جاتا تو وہ دوزخی بن جاتا۔“ ② لیکن یہ حدیث ضعیف ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

تولہ تعالیٰ ﴿يَا لَمُؤْمِنِينَ رُدُّوْا رُءُوْسَكُمْ لِرَبِّكُمْ ۝﴾ چنانچہ اس آیت کریمہ میں بھی یہی حکم ہوتا ہے کہ جو شریعت عظیمہ کہ تم لائے ہو

① احمد، ۱/۲۶۷، وسندہ ضعیف اس کی سند میں علی بن زید بن جعدان ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۱/۳۰۶، رقم: ۲۶۴)

② البزار، ۲۴۷۶، وسندہ ضعیف جداً، مجمع الزوائد، ۹/۱۲، اس کی سند میں ابراہیم بن حکم بن ابان متروک راوی ہے۔ (المیزان،

اگر یہ لوگ اس سے پیٹھ پھیریں تو کہہ دو کہ مجھے اللہ کافی ہے میں تم پر نہیں اس پر بھروسہ رکھتا ہوں۔ اللہ ہر شے کا مالک اور خالق ہے وہ رب عرش عظیم ہے۔ اس کا عرش عظیم سقف مخلوقات ہے۔ زمین و آسمان کی ساری مخلوق اس کے عرش سے ہے ساری مخلوق اس کے قبضہ قدرت میں ہے اس کا علم ہر شے پر محیط ہے۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قرآن کی آخری آیت ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ﴾ والی آیت ہے ① اوسہ کہ قرآن کی تمام آیتیں اور سورتیں خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ میں قرآن مرتبہ کی صورت میں جمع کی گئیں۔ لوگ لکھنے جاتے تھے اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہ لکھواتے جاتے تھے۔ جب سورہ براءت کی اس آیت پر پہنچے ﴿ثُمَّ أَنْصَرُوا قُرَاطٍ صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ﴾ ② تو یہ یگانہ کیا گیا کہ یہ قرآن کی آخری آیت ہے تو ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد مجھے یہ دو آیتیں بھی سنائی تھیں ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ﴾ آخر سورت تک اور کہا کہ یہ قرآن کی آخری آیت ہے اور اسی پر ختم ہے جس سے ابتدا ہوئی تھی۔ یعنی اس اللہ کے نام پر جس کے سوا اور کوئی اللہ نہیں۔ اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ إِلَّا نُوحِي إِلَيْهِ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدُونِ﴾ ③ ④ عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس حارث بن خزیمہ رضی اللہ عنہ نے یہ دو آیتیں پیش کی تھیں جو آخر سورہ براءت کی ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس وحی کی شہادت اور کون دیں گے؟ حارث رضی اللہ عنہ نے کہا یہ تو مجھے علم نہیں کہ اور کون اس کو جانتا ہے لیکن اللہ کی قسم! میں نے خود اس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے اور اس کو خوب یاد رکھا ہے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے۔ پھر فرمایا کہ ”اگر یہ کم از کم تین آیتیں ہوتیں تو میں اس کو ایک علیحدہ سورت قرار دے دیتا۔ تم اسے قرآن میں کہیں رکھ دو۔“ چنانچہ اس کو سورہ براءت کے آخر میں رکھ دیا گیا۔ ⑤ یہ بات آگے گزر چکی ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہی نے حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کو مشورہ دیا تھا کہ قرآن کی ساری آیتوں کو تلاش کر کے ایک جگہ جمع کر لینا نہایت ہی قرین مصلحت ہے۔ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو جمع قرآن کا حکم دیا۔ وہ قرآن کو جمع اور ترتیب کرتے جاتے تھے اور عمر رضی اللہ عنہ بھی وہاں موجود ہوتے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا کہ سورہ براءت کا آخری حصہ میں نے خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ یا ابوخزیمہ رضی اللہ عنہ کے پاس دیکھا ⑥ اور یہ بھی ہم نے بیان کر دیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کیا جیسا کہ خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ نے کہا تھا وَاللَّهِ أَغْلَمُ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ صبح شام سات بار پڑھ لیا کرے (حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ) تو اللہ تعالیٰ اسکے سارے کام بنادے گا اور جو ارادہ کر رہا ہو اس کو پورا کرے گا۔ ⑦ ایک روایت میں ہے کہ صدق دل سے پڑھا ہو یا نہیں۔ لیکن اس جملہ کی زیادتی غریب ہے۔ ایک مرفوع روایت میں بھی اسی طرح مذکور ہے لیکن یہ بھی ناقابل تسلیم ہے وَاللَّهُ أَغْلَمُ۔

سورت براءت کی تفسیر ختم ہوئی۔ وَلِلَّهِ الْحَمْدُ وَالْمِنَّةُ۔

- ① احمد، ۱۱۷/۵، زوائد عبد اللہ وسندہ ضعیف مجمع الزوائد، ۲۷/۷، اس کی سند میں علی بن زید بن جعدان ضعیف راوی ہے۔
 (التقريب، ۱/۳۰۶، رقم: ۲۶۴) ② ۹/التوبة: ۱۲۷۔ ③ احمد، ۵/۱۳۴، زوائد عبد اللہ بن احمد بن حنبل وسندہ ضعیف۔ ④ ۲۱/الانبياء: ۲۵۔ ⑤ احمد، ۱/۱۹۹، وسندہ ضعیف اس کی سند میں محمد بن اسحاق مرس راوی ہے۔ (التقريب، ۲/۱۴۴) ⑥ صحيح بخارى، كتاب التفسير، سورة براءة باب قوله ﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ﴾ ۶۷۹۔ ⑦ ابو داود، كتاب الأدب، باب ما يقول اذا أصبح ۵۰۸۱، وسندہ حسن۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الرَّتْ تِلْكَ آيَةُ الْكِتَابِ الْحَكِيمِ ① أَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا أَنْ أَوْحَيْنَا إِلَى رَجُلٍ

مِّنْهُمْ أَنْ أَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِينَ آمَنُوا أَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ②

قَالَ الْكٰفِرُونَ إِنَّ هَذَا سَاحِرٌ مُّبِينٌ ③

ترجمہ: شروع کرتا ہوں میں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحم والے ہیں۔

الذیہ پر حکمت کتاب کی آیتیں ہیں۔ [۱] کیا ان لوگوں کو اس بات سے تعجب ہوا کہ ہم نے ان میں سے ایک شخص کے پاس وحی بھیج دی کہ سب آدمیوں کو ڈرائے اور جو ایمان لے آئے ان کو یہ خوشخبری سنائیے کہ ان کے رب کے پاس ان کو پورا مرتبہ ملے گا۔ کافر کہنے لگے کہ یہ شخص تو

بلاشبہ صریح جادوگر ہے۔ [۲]

تفسیر سورۃ یونس

تمام انبیاء علیہم السلام بشر تھے: [آیت ۲۰: ۲۱] حروف مقطعات جو سورتوں کے آغاز میں ہوا کرتے ہیں ان پر کلام پہلے گزر چکا ہے اور سورۃ بقرہ کے اوائل میں اس پر سیر حاصل تبصرہ ہو چکا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ (الرا) سے انا اللہ الای مراد ہے یعنی میں اللہ ہوں اور سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔ ضحاک رضی اللہ عنہ وغیرہ نے بھی ایسا ہی کہا ہے۔ یہ قرآن محکم و بین کی آیتیں ہیں۔ مجاہد کا بھی یہی قول ہے۔ حسن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ کتاب سے مراد توراہ و زبور ہیں۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کا خیال ہے کہ کتاب سے مراد وہ تمام الہامی کتابیں ہیں جو قرآن سے قبل تھیں۔ لیکن یہ خیال لایقنی سا ہے۔ قولہ تعالیٰ ﴿اٰتٰنَا لِّلنَّاسِ عَجَبًا﴾ کفار جو تعجب کرتے ہیں اس پر اللہ پاک فرماتے ہیں کہ اس میں تعجب کی کوئی بات ہے کہ پیغمبر جنس بشر سے ہوں جیسا کہ اللہ پاک نے قرون ماضیہ کے کفار کا نقل فرمایا ہے کہ ﴿اَبَشَرٌ يَّنْهَدُوْنَنا﴾ ① یعنی کیا کوئی بشر ہمیں ہدایت کرے گا؟ یہاں کافروں کی مراد ہود و صالح علیہما السلام سے تھی۔ ہود و صالح علیہما السلام کہتے ہیں اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ اگر تمہیں میں سے کسی پر وحی بھیجی گئی اور اسے پیغامبر بنایا گیا۔ چنانچہ کفار قریش سے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ محمد نے تو سارے خداؤں کا ایک اللہ بنا دیا۔ اور یہ بڑی ہی عجیب بات ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا تو عربوں نے انکار کر دیا اور کہنے لگے کہ اللہ کی شان تو اس سے بڑی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسے شخص کو رسول بنا کر بھیجے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں ﴿اِنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ﴾ کے بارے میں اختلاف ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ قدم صدق سے مراد یہ ہے کہ پہلے ہی بیان پر تصدیق کرنا اور سعادت حاصل کر لینا ہے اور اپنے اعمال کا اجر حسن پانا ہے یہ بالکل اللہ کے اس قول کے مشابہ ہے کہ ﴿لِيُنذِرَ بَاْسًا شَدِيْدًا﴾ ② یعنی تاکہ انہیں جنگ اور عذاب سخت سے ڈرائے ﴿قَدَمَ صِدْقٍ﴾ کے بارے میں مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اعمال صالحہ مراد ہیں۔ جیسے صلوة، صوم، صدق، تسبیح اور شفاعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم۔ قتادہ رضی اللہ عنہ سلف صدق مراد لیتے ہیں۔ ابن جریر رضی اللہ عنہ نے مجاہد رضی اللہ عنہ کی ہم خیالی کرتے ہوئے اعمال صالحہ مراد لی ہے۔ جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ ﴿لَا قَدَمَ صِدْقٍ فِي الْاِسْلَامِ﴾

إِنَّ رَبَّكُمْ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَىٰ عَلَى
 الْعَرْشِ يُدِيرُ الْأَمْرَ مَا مِنْ شَفِيعٍ إِلَّا مِنْ بَعْدِ إِذْنِهِ ۗ ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ
 فَاعْبُدُوهُ ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: بلاشبہ تمہارا اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کر دیا پھر عرش پر قائم ہوا وہ ہر کام کی تدبیر کرتا ہے۔ کوئی سفارش کرنے والا نہیں بدون اس کی اجازت کے ایسا اللہ تمہارا رب ہے سو تم اس کی عبادت کرو ذکیا تم پھر بھی سمجھتے۔ [۱۰]

حسان بن علیؓ کا شعر ہے۔

لنا القدم العليا اليك وخلفنا لا ولنا في طاعة الله تابع

”ہمارے اعمال اور ہمارے طور طریق تمہارے ساتھ سچے ہیں اور طاعتِ ربانی کے بارے میں ہمارے اخلاف اپنے اسلاف کے تابع ہیں۔“

اللہ فرماتا ہے کہ اس کے باوجود کہ ہم نے انہیں میں سے ایک شخص کو بشیر اور نذیر بنا کر بھیجا پھر بھی یہ کافر کہتے ہیں کہ تو کھلا جا دو گر ہے۔ یہ کافر بالکل جھوٹے ہیں۔

عرش عظیم اور اللہ کا علم اور توحید الوہیت: [آیت: ۳] ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمام عالم کا پروردگار ہے اس نے زمینوں اور آسمانوں کو چھ دن میں پیدا کیا۔ کہا گیا ہے کہ یہ دن ہمارے دنوں کے جیسے تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ ہزار سال کا ایک دن تھا جس کا بیان آگے آئے گا۔ پھر وہ عرش عظیم پر متمکن ہو گیا اور عرش سب مخلوقات میں سب سے بڑی مخلوق ہے۔ وہ سرخ یا قوت کا بنا ہوا ہے۔ یا یہ کہ وہ بھی اللہ کا ایک نور ہے۔ اللہ سارے خلایق کا مدبر سر پرست اور کفیل ہے۔ اس کی نگہداشت سے زمین یا آسمانوں کا ایک ذرہ بھی بچایا چھوٹا نہیں۔ ایک توجہ اس کو دوسری طرف کی توجہ سے نہیں روک سکتی اس کے لئے کوئی بات بھی غلط طور پر باقی نہیں رہ سکتی۔ پہاڑوں، سمندروں، آبادیوں اور جنگلوں کہیں بھی کوئی بڑی تدبیر چھوٹی طرف دھیان سے اس کو نہیں روک سکتی۔ کوئی جاندار بھی دنیا میں ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمہ نہ ہو۔ ایک چیز بھی حرکت کرتی ہے ایک پتہ بھی گرتا ہے تو وہ اس کا علم رکھتا ہے زمین کی تاریکیوں میں کوئی ذرہ ایسا نہیں اور نہ کوئی تر و خشک ایسا ہے جو اس کی لوح محفوظ یعنی کتاب علم میں نہ ہو۔ جس وقت یہ آیت اتری ﴿إِنَّ رَبَّكُمْ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ مسلمانوں کو ایک بڑا قافلہ آتا دکھائی دیا معلوم ہو رہا تھا کہ بدوی لوگ ہیں۔ لوگوں نے پوچھا تم کون لوگ ہو؟ تو کہا ہم جن ہیں اس آیت کے سبب ہم شہر سے نکل پڑے ہیں۔ اور قول تعالیٰ ﴿مَسَامِنُ شَفِيعِ الْأَمِنِ مَبْعُدُ إِذْنِهِ﴾ یعنی کوئی اس کی اجازت کے بغیر کسی کی شفاعت نہ کر سکے گا۔ یہ قول اللہ تعالیٰ کے اس قول کے مطابق ہے ﴿مَنْ ذَا الَّذِي يَشْفَعُ عِنْدَهُ إِلَّا بِإِذْنِهِ﴾ ① اور ﴿ذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ﴾ یعنی ان لوگوں نے عبادت کے لئے اللہ ہی کی ذات کو خاص کر لیا ہے۔ اور اے مشرک! تم عبادت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسرے خداؤں کو بھی شریک کر لیتے ہو حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ پیدا کرنے والا اللہ ایک ہی ہے اس کے سوا کسی کی عبادت نہیں ہو سکتی۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم ان سے پوچھو کہ تمہیں کس نے پیدا کیا! تو اعتراف کر لیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے۔ اور اگر پوچھو کہ یہ عرش عظیم اور ساتوں آسمانوں کا اللہ کون ہے؟ تو فوراً

إِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيعًا وَعَدَّ اللَّهُ حَقًّا أَنَّهُ يَبْدُوا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ لِيَجْزِيَ
 الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ وَالَّذِينَ كَفَرُوا لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ
 حَمِيمٍ وَعَذَابٌ أَلِيمٌ بِمَا كَانُوا يَكْفُرُونَ ﴿٥٠﴾ هُوَ الَّذِي جَعَلَ الشَّمْسُ ضِيَاءً وَالْقَمَرَ
 نُورًا وَقَدَّرَهُ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ وَالْحِسَابَ مَا خَلَقَ اللَّهُ ذَلِكَ إِلَّا
 بِالْحَقِّ يُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ ﴿٥١﴾ إِنَّ فِي اخْتِلَافِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللَّهُ
 فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ لَآيَاتٍ لِّقَوْمٍ يَتَّقُونَ ﴿٥٢﴾

ترجمہ: تم سب کو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس جانا ہے۔ اللہ نے سچا وعدہ کر رکھا ہے۔ بیشک وہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا تاکہ ایسے لوگوں کو جو کہ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے انصاف کے ساتھ جزا دے اور جن لوگوں نے کفر کیا ان کے واسطے کھولنا ہو پانی پینے کو لے گا اور دردناک عذاب ہو گا ان کے کفر کی وجہ سے۔ [۴] وہ اللہ تعالیٰ ایسا ہے جس نے آفتاب کو چمکتا ہوا بنایا اور چاند کو نورانی بنایا اور اس کے لئے منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور حساب معلوم کر لیا کرو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں بے فائدہ نہیں پیدا کیں۔ وہ یہ دلائل ان لوگوں کو صاف صاف بتا رہے ہیں جو دانش رکھتے ہیں۔ [۵] بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اور اللہ تعالیٰ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے دلائل ہیں جو (اللہ تعالیٰ) کا ڈر مانتے ہیں۔ [۶]

= بول انھیں گئے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ تو ان سے پوچھو کہ پھر اس اللہ سے ڈرتے کیوں نہیں ہو اور شرک کیوں کرتے ہو؟۔

کفر کی سزا اور دنیا کا عذاب: [آیت: ۳۰-۶] اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ قیامت کے روز مخلوق کا رجوع اسی کی طرف ہو گا ہر منفس جس کو اسی نے پیدا کیا ہے ضرور وہ پھر اس کی طرف لوٹا یا بھی جائے گا۔ کیونکہ جیسے پہلے پیدا کیا تھا دوبارہ بھی اسی کو پیدا کر سکتا ہے اور نیک اعمال کی جزا عدل کے ساتھ دے گا کم نہ کرے گا۔ اور کافروں کو ان کے کفر کے سبب قیامت میں مختلف عذاب دیئے جائیں گے جیسے بادِ سموم اور آبِ حمیم کے اور اسی نوعیت کے اور بھی۔ یہ جہنم جسے کافر جھٹلا رہے ہیں اسی میں رات دن ان کا بسیرا ہو گا اور گرم گھلے ہوئے تانبے کی طرح پانی پینے کو لے گا۔

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں کا بیان: اللہ پاک اس بات کی خبر دے رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت پر اور عظمت سلطنت پر دلالت کرنے والی کیسی کیسی نشانیاں پیدا کیں۔ جرمِ شمس سے نکلنے والی شعاعوں کو اس نے تمہارے لئے ضیا بنایا اور تھرکی روشنی کو تمہارے لئے نور بنایا۔ روشنی شمس الگ قسم کی ہے اور روشنی قمر الگ نوعیت کی ہے روشنی ایک ہی ہے پھر بھی دونوں میں بڑا فرق ہے ایک روشنی دوسری سے میل نہیں کھاتی۔ دن میں سورج کی بادشاہت ہے تو رات میں چاند کی۔ اجرامِ سماوی دونوں، لیکن سورج کے منازل نہیں مقرر کئے اور چاند کے منازل مقرر کئے۔ پہلی تاریخ چاند نکلتا ہے تو بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے پھر اس کی روشنی بھی بڑھتی جاتی اور جرم بھی بڑھتا ہے حتیٰ کہ کامل ہو جاتا ہے۔ گول دائرہ بن جاتا ہے اس کے بعد پھر گھٹنا شروع ہوتا ہے اور پورے ایک مہینے بعد پھر اپنی حالت اول پر آ جاتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا اللہ پاک نے ﴿وَالْقَمَرَ قَدَرْنَا مَنَازِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ =

إِنَّ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا وَرَضُوا بِالْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَاطْمَأَنَّنُوا بِهَا وَالَّذِينَ هُمْ عَنْ آيَاتِنَا غِفلُونَ ① أُولَئِكَ مَا لَهُمْ النَّارُ بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ②

ترجمہ: جن لوگوں کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے اور وہ دنیوی زندگی پر راضی ہو گئے ہیں اور اس میں جی لگا بیٹھے ہیں اور جو لوگ
ہماری آیتوں سے بالکل غافل ہیں [۱۷] ایسے لوگوں کا ٹھکانا ان کے اعمال کی وجہ سے دوزخ ہے۔ [۸]

① الْقَدِيمِ ② قمر کے لئے ہم نے گھٹاؤ اور بڑھاؤ کے منازل قرار دیے ہیں کہ وہ گھٹ گھٹ کر پرانی سوکھی ٹہنی کے مانند ہو جاتا ہے۔ نہ تو سورج چاند کو جا پکڑتا ہے اور نہ رات ہی دن سے آگے بڑھ جاتی ہے۔ ہر ایک اپنے اپنے ضابطہ اور قانون کی رو سے اپنے اپنے مدار پر گھوم رہے ہیں۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ حُسْبَانًا﴾ ② شمس اور قمر کا اپنا اپنا حساب ہے۔ اس آیت کریمہ میں بتایا گیا ہے کہ شمس کے ذریعہ دن بچپانے جاتے ہیں اور قمر کی گردش سے مہینوں اور سالوں کا حساب لگتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو عبث نہیں پیدا کیا ہے بلکہ خلق عالم میں ایک حکمت عظیمہ پنہاں ہے اور اس کی قدرت پر حجتہ بالغہ ہے جیسا کہ فرمایا ﴿وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْأَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا﴾ ③ یعنی ہم نے آسمان وزمین و مافیہا کو باطل طور پر نہیں پیدا کیا۔ یہ کافروں کا گمان ہے۔ کافروں پر دوزخ کی ہلاکت ہے۔ اور قولہ تعالیٰ ﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ ④﴾ ④ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کر دیا، عبث پیدا ہو کر تم عبث مر گئے اور پھر ہماری طرف لوٹائے نہیں جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات بلند و بالا ہے وہ اللہ واحد رب عرش کریم ہے۔

آیات کا مطلب ہے کہ ہم حجت و دلائل کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تاکہ سمجھنے والے سمجھ جائیں۔ اختلاف لیل ونہار کا مطلب یہ ہے کہ دن جاتا ہے تو رات آتی ہے اور رات جاتی ہے تو دن آتا ہے۔ ایک دوسرے پر غالب آ کر قرار پزیر نہیں ہو جاتا۔ جیسا کہ قول باری تعالیٰ ہے ﴿بِغَيْشِ اللَّيْلِ النَّهَارِ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا﴾ ⑤ رات دن پر چھا جاتی ہے اور دن رات پر چھا جاتا ہے مگر کیا مجال کہ سورج چاند سے جا لکھائے۔ قولہ تعالیٰ ﴿فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ سَكَنًا﴾ ⑥ صبح کو پو پھٹتی ہے اور رات سکون سے گزرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان وزمین میں جو کچھ پیدا کیا ہے وہ اس بات کی نشانیاں ہیں کہ اس کی قدرت کتنی عظیم ہے جیسا کہ قول الہی ہے ﴿وَكَايِنُ مِنْ آيَةِ فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ﴾ ⑦ زمین و آسمان میں اللہ تعالیٰ کی کتنی ہی نشانیاں بھری پڑی ہیں ﴿قُلِ انظُرُوا مَا ذَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْمًا تَعْنِي الْآيَاتِ وَالنُّذُرِ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ⑧﴾ ⑧ غور کرو کہ آسمان وزمین میں کیا کچھ نشانیاں نہیں ہیں اور کافروں کو متنبہ کرنے والے کیا کیا دلائل نہیں۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا کیا وہ آسمان وزمین میں ادھر ادھر اپنے آگے اور پیچھے نظر نہیں ڈالتے یہ نشانیاں عقل والوں کے لئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عقاب و عذاب سے بچنے والوں کے لئے ہیں۔

آخرت پر دنیا کو ترجیح دینے والوں کا انجام: [آیت: ۷-۸] جو ایشیا کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے ملنے کا انکار کرتے ہیں اور ملاقات الہی کا ذرا بھی یقین نہیں صرف حیات دنیاوی کے طالب ہیں اور اسی دنیا سے ان کے نفوس خوش ہیں اس آیت میں یہ انھیں سے متعلق خبر دی گئی ہے۔ حسن بوسلہ کہتے ہیں کہ اللہ کی قسم! ان کافروں نے حیات دنیوی کو نہ تو زینت دی نہ اس کو مرفع کیا اور =

- ① ۳۶/ینس: ۴۰۔ ② ۶/الانعام: ۹۶۔ ③ ۳۸/ص: ۲۷۔ ④ ۲۳/المؤمنون: ۱۱۵۔
⑤ ۷/الاعراف: ۵۴۔ ⑥ ۶/الانعام: ۹۶۔ ⑦ ۱۲/یوسف: ۱۰۵۔ ⑧ ۱۰/یونس: ۱۰۱۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ يَهْدِيهِمْ رَبُّهُم بِأَيْمَانِهِمْ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ

الْأَنْهَارُ فِي جَنَّتِ النَّعِيمِ ① دَعُوهُمْ فِيهَا سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ ۖ وَآخِرُ

دَعْوَاهُمْ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ②

ترجمہ: یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ان کا رب ان کو بوجان کے مومن ہونے کے ان کے مقصد تک پہنچا دے گا ان کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہن کے بانوں میں۔ [۹۱] ان کے منہ سے یہ بات نکلے گی کہ سبحان اللہ اور ان کا باہمی سلام یہ ہوگا 'السلام علیکم' اور ان کی اخیر بات یہ ہوگی الحمد للہ رب العالمین۔ [۱۰]

== پھر اس حیات سے راضی بھی ہو گئے وہ اللہ کی آیات کو نیہ سے بڑے ہی غافل ہیں۔ ذرا بھی اپنی زیست پر غور و تدبر نہیں کرتے قیامت کے روز ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور یہ ٹھیک بدلہ ہے ان کے اعمال دنیاوی کا کیونکہ اللہ اور رسول اللہ اور یوم آخرت سے انھوں نے جو انکار کیا اور جو معاصی اور جرائم کہ انہیں نے کئے ان کا اقتضا یہی تھا۔

جنت سلامتی کا گھر ہے: [آیت ۹۰: ۱۰] یہاں ان سعادت مندوں کی خبر دیجاری ہی ہے جو ایمان لائے اور پیغمبروں کی تصدیق کی فرماں بردار یاں کیں نیک عمل کئے اور یہ وعدہ کیا گیا کہ ان کے نیک اعمال کی بنا پر انھیں ہدایت بخشی جائے۔ یہاں ﴿بِأَيْمَانِهِمْ﴾ کا (ب) سیویہ ہو سکتا ہے یعنی دنیا میں ان کے ایمان لانے کے سبب قیامت کے روز صراط مستقیم پر اللہ تعالیٰ انھیں سیدھا قائم رکھے گا حتیٰ کہ وہ اس کو طے کر لیں گے اور جنت تک جا پہنچیں گے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ یہ (ب) استعانت کا ہو جیسے کہ مجاہد رضی اللہ عنہ نے کہا ہے کہ ان کے ساتھ ایک نور ہوگا جس کی مدد سے وہ راستہ چلیں گے۔ اور ابن جریر رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ان کے اعمال ایک اچھے محمد اور ہوائے خوشبودار کی شکل میں ہوں گے اور جب قبر سے اٹھیں گے تو یہ مجسمات حسنہ ان کے آگے آگے چلیں گے اور انھیں ہر طرح کے خیر کی خوش خبری دیتے رہیں گے اور جب وہ نیکو کار پوچھے گا کہ تم کون ہو؟ تو وہ کہیں گے کہ ہم تمہارے اعمال صالح ہیں اب وہ اس کے سامنے نور بن کر چلتے رہیں گے اور جنت تک اسے لا چھوڑیں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ ﴿يَهْدِيهِمْ رَبُّهُم بِأَيْمَانِهِمْ﴾ اور کافر کے اعمال نہایت بد صورت مورتی کی شکل میں ہوں گے اور نہایت بد بودار ہوا کا جسم اختیار کریں گے۔ وہ اپنے ساتھی کے ساتھ چمٹے رہیں گے اور دوزخ میں لا گرائیں گے۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کا بھی یہی قول ہے وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔

اہل جنت کا یہ حال ہوگا کہ ان کا خطاب ﴿سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ﴾ ہوگا۔ ابن جریج رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب ان کے پاس سے کوئی پرندہ اڑتا گزرے گا جس کی خواہش انہیں پیدا ہوگی تو مذکورہ بالا کلمہ زبان پر لائیں گے یہی ان کا بلاوا ہوگا تو ایک فرشتہ ان کے مرغوبات لے کر حاضر ہو جائے گا سلام کرے گا۔ وہ جواب سلام دیں گے۔ چنانچہ فرمایا ﴿تَحِيَّتُهُمْ فِيهَا سَلَامٌ﴾ وہ جب کھا چکیں گے تو اللہ کا شکر اور حمد کیا کریں گے۔ اسی لئے کہا کہ ﴿آخِرُ دَعْوَاهُمْ أَنْ الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ②﴾ مقالہ ابن حیان کہتے ہیں کہ جب اہل جنت کوئی کھانے کی چیز منگوانا چاہیں گے تو ﴿سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ﴾ کہیں گے تو اس کے پاس دس ہزار خادم سونے کے خوان لئے حاضر ہو جائیں گے کہ ہر خوان میں ایک تازہ تازہ کھانا ہوگا۔ ہر ایک میں سے کچھ نہ کچھ کھائے گا۔ سفیان ثوری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص کوئی چیز مانگے گا تو ﴿سُبْحَانَكَ﴾ کہے گا۔ اور یہ آیت ﴿تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهُ سَلَامٌ﴾ ① والی آیت کے مشابہ ہے۔ اور قولہ ﴿لَا =

وَلَوْ يَعْلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتَعْبَاهُمْ بِالْخَيْرِ لَقَضَى إِلَيْهِمْ أَجْلَهُمْ فَذَرُوا
 الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا فِي طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُونَ ۝ وَإِذَا مَسَّ الْإِنْسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا
 لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَابًا قَلْبًا أَكْشَفْنَا عَنْهُ غُصْرَهُ مَرَّكَانَ لَمْ يَدْعُنَا إِلَى ضُرِّ مَسَّهُ ۝
 كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ۝

ترجمہ: اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں پر جلدی سے نقصان واقع کر دیا کرتا جس طرح وہ فائدہ کے لئے جلدی چاتے ہیں تو ان کا وعدہ کبھی کا ہو چکا ہوتا۔ سو ہم ان لوگوں کو جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے ان کے حال پر چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بھٹکتے رہیں۔ [۱۱] اور جب انسان کو کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہم کو پکارنے لگتا ہے لیکن ہم بیٹھے بھی کھڑے بھی پھر جب ہم اس کی تکلیف اس سے ہٹا دیتے ہیں تو پھر اپنی پہلی حالت پر آ جاتا ہے کہ گویا جو تکلیف اس کو پہنچی اسکے ہٹانے کے لئے کبھی بھی ہم کو پکارا ہی نہ تھا ان حد سے نکلنے والوں کے اعمال ان کو اسی طرح مستحسن معلوم ہوتے ہیں۔ [۱۲]

يَسْمَعُونَ فِيهَا لَغْوًا وَلَا تَأْتِيهِمُ إِلَّا قِيلًا سَلَامًا سَلَامًا ۝ ① وغیرہ یہ سب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ رب پاک ہمیشہ ہمیشہ محمود ہے اور ہمیشہ کا معبود ہے اسی لئے ابتداء خلق میں بھی اس نے اپنی ذات کی حمد فرمائی اور اور استمرار حال میں بھی ابتداء قرآن میں بھی اور ابتداء تنزیل میں بھی جیسا کہ فرمایا ﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْنَا الْكِتَابَ﴾ ② جس کی شرح احوال بہت طویل و سبب ہے۔ وہ اول و آخر محمود ہے خواہ دنیا ہو کہ دین ہو اسی لئے حدیث میں ہے کہ اہل جنت کو تسبیح و تحمید سکھائی گئی ہے جیسا کہ نفس کی خواہشات بھی انھیں دی گئی ہیں۔ ③ اور جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کی نعمتیں ان پر برہتی جائیں گی یہ تحمید و تسبیح بھی مستزاد ہوتی جائے گی نہ اس کو اختتام ہوگا نہ انقضاء۔ اللہ کے سوا کوئی اور اللہ اور پالنہا نہیں ہے۔

اپنے اور اپنے اہل و عیال کے لئے بددعا نہ کرنی چاہئے: [آیت: ۱۱-۱۲] اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر اپنے لطف و حلم کی خبر دے رہا ہے کہ انسان اگر اپنی تنگدلی اور غصہ کے سبب اپنی جان اور مال اور اولاد کو کھو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی بددعا قبول نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ یہ بددعا کچھ دلی ارادے سے نہیں کی گئی ہے۔ یہ خدا کی عین رحمت و کرم کا اقتضا تھا۔ لیکن وہ دعا قبول کر لیتا ہے اگر وہ اپنے نفسوں اور مال و اولاد کے لئے کریں اور اسی لئے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ انھیں مصیبت پہنچانے میں بھی ایسی ہی جلدی کرے جیسے کہ انسان اپنی خیر کے لئے جلدی کرتا ہے تو اس کے لئے تو نہ آتی موت آ جائے۔ لیکن انسان کے لئے یہ ہرگز زیبا نہیں کہ بار بار ایسا کہنے لگے اور بددعائیں دینے کی عادت ہی ڈال لے۔ جیسے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اپنے کو کوس نہ لیا کرو اور نہ اپنی اولاد اور اموال کو بددعائیں دو۔ کیونکہ کوئی کوئی گھڑی قبولیت دعا کی ہوتی ہے اگر اس وقت بددعا زبان سے نکل گئی تو کارگر ہی ہو کر رہے گی۔ ④ مجاہد رضی اللہ عنہ نے اس آیت کی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ بددعا انسان کا قول ہے جو بوقت غضب اپنے یا اپنے اموال و اولاد کے لئے کرتا ہے ایسی صورت میں =

① ۵۶ / الواقعة: ۲۶، ۲۷۔ ② ۱۸ / الکہف: ۱۔

③ صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب فی صفات الجنة وأهلها..... ۲۸۳۵۔

④ ابو داؤد، کتاب الوتر، باب النهی ان يدعو الإنسان علی اہله وماله، ۱۵۳۲؛ صحیح مسلم، ۳۰۰۹ میں اس معنی کی روایت موجود ہے۔

وَلَقَدْ أَهَلَكْنَا الْقُرُونَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَمَا ظَلَمُوا ۗ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا

كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۗ كَذَلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٣١﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلِيفَ فِي

الْأَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٣٢﴾

ترجمہ: اور ہم نے تم سے پہلے بہت سے گروہوں کو ہلاک کر دیا ہے جب کہ انہوں نے ظلم کیا حالانکہ ان کے پاس ان کے پیغمبر بھی دلائل لے کر آئے اور وہ ایسے کب تھے کہ ایمان لے آتے، ہم مجرم لوگوں کو ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔ [۱۳۱] پھر ان کے بعد ہم نے دنیا میں بجائے ان کے تم کو آباد کیا تاکہ ہم دیکھ لیں کہ تم کس طرح کام کرتے ہو۔ [۱۳۲]

= چاہئے کہ آدمی فوراً یہ کہہ لے (اللھم لا تبارک فیہ یعنی اے اللہ! اس بات میں برکت نہ دے۔ ورنہ اس کی بات قبول ہو جائے گی تو اس کا تو ناس ہی ہو جائے گا۔

اکثر لوگ احسان فراموش ہیں: اس آیت کے ذریعہ اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ جب انسان کو کسی مصیبت کا سامنا ہوتا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَإِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَوَدُّكَ دُعَاءَ عَرَبِيٍّ﴾ ① یعنی مصیبت پڑتی ہے تو بڑی لمبی چوڑی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔ سابقہ آیت اور یہ آیت دونوں ہم معنی ہیں کیونکہ جب اس کو سختی پہنچتی ہے تو بے تاب اور بے صبر ہو جاتا ہے۔ اٹھتے بیٹھتے سوتے جاگتے مصیبتوں کے بادل ہٹ جانے کی دعائیں مانگنے لگتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ اس کو پریشانیوں اور مصیبتوں سے نجات دیتا ہے تو وہ اب اعراض کر جاتا ہے پہلو تہی کرتا ہے جیسے کبھی اس پر مصیبت آئی ہی نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ اس شیوہ کی مذمت فرماتے ہوئے کہتا ہے کہ یہ بات تو گنہگاروں اور بدکاروں ہی کو زیب دیتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے جنھیں ہدایت و توفیق عطا فرمائی ہے وہ اس سے مستثنیٰ ہیں۔ جیسا کہ حضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ مومن کا معاملہ بھی بڑا عجیب ہے جو کچھ منجانب اللہ اس پر سرزد ہوتا ہے اس کیلئے خیر ہی بن جاتا ہے۔ حضرت پینچی اور اس نے صبر کیا تو اجر ملاحت و مسرت پہنچی اور شکر کیا تو اجر ملاح۔ یہ نوازش تو صرف مومن ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ ②

دنیا دار ظالم لوگ ہیں: [آیت: ۱۳۰-۱۳۱] اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ سابقہ رسل جب ان کافروں کے پاس تین دلائل اور واضح براہین لے کر آئے تھے اور انہوں نے تکذیب کی تھی تو کیسے ہلاک کر دیئے گئے تھے پھر اللہ پاک نے ان کے بعد اس قوم کو پیدا کیا ہے اور ان کے پاس اپنا ایک رسول بھیجا ہے اور دیکھنا چاہتا ہے کہ یہ بھی اپنے رسول وقت کی بات سنتے ہیں یا نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”دنیا بڑی شیریں اور بڑی سبز ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں تم کو سابقہ قوم کا جانشین بنایا ہے تاکہ دیکھے کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔ چاہئے کہ دنیا کی ناجائز خواہشات سے الگ تھلگ ہی رہو اور بڑی بات یہ ہے کہ عورتوں سے بہت محتاط رہو۔ کیونکہ پہلا فتنہ جو نبی اسرائیل پر آیا وہ عورتوں کا فتنہ تھا۔“ ③

ایک دفعہ عوف بن مالک رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ سے اپنا خواب بیان کیا کہ گویا ایک رسی آسمان سے لٹکی ہوئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کو کھینچ لیا پھر وہ آسمان سے معلق ہو گئی تو اب ابو بکر رضی اللہ عنہ نے کھینچ لیا۔ پھر لوگ منبر کے اطراف اس کو ناپنے لگے اور عمر رضی اللہ عنہ کے ناپ میں وہ منبر سے تین ہاتھ لمبی نکل آئی۔ وہاں عمر رضی اللہ عنہ بھی تھے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے سن کر کہا ”ارے تمہارا خواب چھوڑ دھئی“

① ۴۱/ فصلت: ۵۱۔ ② صحیح مسلم، کتاب الزہد، باب المومن امرہ کلہ خیر، ۲۹۹۹۔

③ صحیح مسلم، کتاب الرقاق، باب اکثر اهل الجنة الفقراء..... ۲۷۴۲۔

وَإِذَا تَنَلَىٰ عَلَيْهِمُ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۖ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ لِقَاءَنَا إِنِّي بِمُؤْتِسٍ غَيْرِ

هَذَا أَوْ بَدَّلَهُ ۗ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِنْ تَلَقَّائِي نَفْسِي ۚ إِنَّ أَنِّي لَأَمَّا

يُؤْتِسِي إِلَىٰ آلِي ۚ إِنِّي أَخَافُ أَنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قُلْ لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا

تَكَلَّفْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرِكُمْ بِهِ ۗ فَقَدْ لَيْسْتُ فِيكُمْ عُمَرًا مِمَّنْ قَبْلِهِ ۗ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝

ترجمہ: اور جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں جو بالکل صاف صاف ہیں تو یہ لوگ جن کو ہمارے پاس آنے کا کھٹکا نہیں ہے یوں کہتے ہیں کہ اس کے سوا کوئی دوسرا قرآن لائے یا اس میں کچھ ترمیم کر دیجئے۔ آپ ﷺ یوں کہہ دیجئے کہ مجھ سے یہ نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی طرف سے اس میں ترمیم کر دوں بس میں تو اسی کا اتباع کروں گا جو میرے پاس وحی کے ذریعے پہنچا ہے اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو میں ایک بڑے بھاری دن کے عذاب کا اندیشہ رکھتا ہوں۔ [۱۵] آپ ﷺ یوں کہہ دیجئے کہ اگر اللہ کو منظور ہوتا تو نہ تو میں تم کو وہ پڑھ کر سنا تا اور نہ اللہ تعالیٰ تم کو اس کی اطلاع دیتا کیونکہ اس سے پہلے بھی تو ایک بڑے حصہ عمر تک تم میں رہ چکا ہوں پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے [۱۶]

== کہاں کا خواب اور ہمیں اس سے کیا واسطہ، لیکن جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو عوف رضی اللہ عنہ سے کہنے لگے، عوف! تم اپنا خواب تو سناؤ، عوف رضی اللہ عنہ نے کہا، اب خواب کی کیا پڑی ہے تم نے تو مجھے اس کے سنانے پر جھڑک دیا تھا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ تمہارا بھلا کرے میں ہرگز یہ نہیں چاہتا تھا کہ تم نفس صدیق رضی اللہ عنہ خلیفہ رسول کی خبر مرگ سناؤ۔ پھر عوف رضی اللہ عنہ نے خواب بیان کیا حتیٰ کہ جب یہاں تک پہنچے کہ لوگ منبر تک تین تین ہاتھ اسے تاپنے لگے۔ تو عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ایک تو ان تین میں سے خلیفہ تھا یعنی ابو بکر رضی اللہ عنہ اور دوسرا وہ جو اللہ کے معاملہ میں کسی کی ملامت و ناراضی کی پروا نہیں کرتا اور تیسرے ہاتھ پر اختتام کا مطلب یہ ہے کہ وہ شہید ہوگا۔ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا، قولہ تعالیٰ ہے ﴿ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِنْ مِّنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ﴾ اب ہم تم کو خلیفہ بناتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ تم کیسا عمل کرتے ہو۔ چنانچہ اے عمر! اب تو خلیفہ بنا ہے اور کرتے وقت سوچ کہ کیا کر رہا ہے لومۃ لانم سے سزورنے کا ذکر جو عمر رضی اللہ عنہ نے کیا وہ احکام الہی کے بارے میں تھا اور لفظ شہید سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی مراد یہ تھی کہ میرے لئے شہادت مقدر ہے اور اس وقت ہے کہ سارے لوگ میرے فرمانبردار ہوں گے۔ ①

شریعت ساز اللہ تعالیٰ ہے کسی نبی کو ترمیم کا اختیار نہیں: [آیت: ۱۵-۱۶] مشرکین قریش میں سے جو سرکش کافر تھے اور جو ہر بات سے انکار اور اعراض کرتے تھے ان کے بارے میں ارشاد ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اللہ کی کتاب انھیں سناتے ہیں اور دلائل واضح پیش کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس قرآن کے سوا کوئی دوسرا قرآن لاؤ جو دوسرے ڈھنگ سے لکھا ہوا ہو۔ اب اللہ پاک اپنے نبی ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ بھلا مجھے کیا حق ہے کہ میں اپنی طرف سے قرآن کو بدل دوں۔ میں تو صرف ایک بندہ ماسور ہوں اور اللہ کا پیغام پہنچانے والا ایک قاصد ہوں یہ جو کچھ میں نے تم کو پیش کیا ہے یہ اللہ ہی کی مشیت اور ارادہ سے ہوا ہے۔ میں تو وہی کہتا ہوں جو مجھ پر وحی اترتی ہے اگر میں اللہ کی نافرمانی کروں تو مجھے عذاب قیامت کا سخت خوف ہے۔ اور اس بات کی دلیل کہ یہ میری طرف سے بنائی ہوئی باتیں نہیں ہیں یہ ہے کہ اگر میں بنا سکتا تو تم بھی بنا سکتے حالانکہ تم بھی اس کے بنانے سے عاجز ہو۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِآيَاتِهِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْمَجْرُمُونَ ﴿۱۷﴾

ترجمہ: سوا شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے یا اس کی آیتوں کو جھوٹا بتادے یقیناً ایسے مجرموں کو اصلاً فلاح نہ ہوگی۔ [۱۷]

تو پھر میں کیسے عاجز نہ ہوتا۔ ظاہر ہے کہ اللہ کے سوا اور کسی کا کلام نہیں ہو سکتا اور پھر یہ کہ تم میری صداقت اور امانت کو اس وقت سے جانتے ہو جب سے کہ میں تمہاری قوم میں پیدا ہوا ہوں اور اب بھی میری صداقت کو جانتے ہو جبکہ میں تمہاری طرف مبعوث ہو کر آیا ہوں تم میری صداقت ایمان داری پر کوئی حرف گیری نہیں کر سکتے ہو۔ اس لئے اللہ پاک نے فرمایا کہ کہہ دو کہ میں نے تو ایک لمبی زندگی تمہارے ساتھ گزاری ہے ارے کیا تم کو اتنی بھی سمجھ نہیں کہ حق اور باطل کو الگ الگ کر سکو۔ اسی لئے جب ہرقل شاہ روم نے ابوسفیان اور ان کے ساتھیوں سے نئے نبی کے حالات دریافت کئے اور ابوسفیان سے پوچھا کہ کیا کبھی اس کا جھوٹ تم پر ثابت ہو چکا ہے؟ تو ابوسفیان نے کہا نہیں۔ ابوسفیان رضی اللہ عنہ تو اس زمانے میں کافروں کے سردار اور مشرکین کے قائد تھے لیکن باوجود اس کے حق بات کا انہیں اعتراف کرنا پڑا۔ جادوہ جو سر چڑھ کر بولے۔ تو ہرقل نے ان سے کہا کہ جس شخص نے کبھی انسانوں سے معاملہ میں جھوٹ نہ کہا ہو وہ اللہ کے معاملہ میں کیسے جھوٹ کہے گا؟ ① اور جعفر بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے نجاشی ملک روم سے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے پاس ایک رسول بھیجا ہے جس کی ذاتی سچائی اور نسب کی خوبی اور امانت سے ہم خوب واقف ہیں اور نبوت سے پہلے آپ کا قیام ہمارے ساتھ چالیس برس تک رہا ہے۔ سعید بن المسیب رضی اللہ عنہ ۴۳ برس تک کہتے ہیں اور صحیح ترقول اذل ہے۔

آقا کا نورانی چہرہ بھی صداقت کی ایک دلیل ہے: [آیت: ۱۷] اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس سے بڑھ کر ظالم اور سرکش کون ہو سکتا ہے کہ جو اللہ پر بہتان باندھتا ہے اللہ کے بارے میں جھوٹی باتیں بتاتا ہے اور جھوٹ موٹ یہ دعویٰ کر بیٹھتا ہے کہ وہ اللہ کا بھیجا ہوا ہے۔ اس سے بڑھ کر کوئی مجرم اور گنہگار نہیں ہو سکتا۔ یہ بات تو کسی غبی اور بدھو آدمی سے بھی چھپی ڈھکی نہیں تو دانشمندان اور انبیاء سے کیسے پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ جو نبوت کا دعویٰ کرے خواہ وہ جھوٹا ہو یا سچا ہو اللہ تعالیٰ اس کی نیکو کاری اور بدکاری پر دلائل قائم کر دیتا ہے جو اظہر من الشمس ہوتے ہیں۔

چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیلمہ کذاب دونوں کو جس نے دیکھا ہے وہ دونوں کا فرق بالکل اسی طرح پہچان سکتا ہے جیسے کوئی دن چڑھے کی روشنی اور آدھی رات کی تاریکی میں فرق کر لیتا ہے۔ اب دونوں کی خصلتوں، افعال اور کلام کا موازنہ کرو تو صاف طور پر بصیرت ہو جائے گی کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل میں کس قدر صداقت ہے۔ اور مسیلمہ کذاب اور سجاح اور اسود غسی میں کس قدر کذب و بے ایمانی ہے۔

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ تشریف لائے تو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے پر بڑے خوش تھے۔ خوش ہونے والوں میں، میں بھی تھا۔ میں نے پہلی بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تو دل نے گواہی دی کہ حاشا دکھلا یہ نورانی چہرہ تو کسی جھوٹے شخص کا ہو ہی نہیں سکتا۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے سب سے پہلے جو بات سنی وہ یہ کہ۔

”اے لوگو! آپس میں ایک دوسرے کو سلام کرو اس کی فلاح کی اللہ سے دعا مانگو غریبوں اور بھوکوں کا پیٹ بھرد۔ رشتہ داروں کے

① صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف كان بدء الوحی الی رسول اللہ، ۷، صحیح مسلم، ۱۷۷۳۔

ساتھ صلہ رحمی کر دو راتوں میں نماز پڑھو جب کہ سب لوگ سوئے ہوئے ہوں تم بلا کھٹکے جنت میں جاؤ، بچو گے۔“ ①

صنام بن ثعلبہ اپنی قوم بنی سعد بن بکر کی طرف سے جب نبی ﷺ کے پاس آیا تو آپ ﷺ سے کہا کہ اچھا بتائیے کہ یہ آسمان کس نے اس قدر بلند بنایا۔ آپ نے فرمایا: ”اللہ تعالیٰ نے“ پھر کہا یہ پہاڑ کس نے زمین کے اندر نصب کر دیئے؟ آپ نے فرمایا ”اللہ نے“ پھر پوچھا یہ زمین کس نے بچھادی ہے؟ آپ نے فرمایا ”اللہ تعالیٰ نے“۔ پھر کہا کہ تم ہے تمہیں اسی کی جس نے یہ اونچا آسمان بنایا یہ بڑے بڑے پہاڑ زمین میں گاڑے اور اتنی بڑی اور وسیع زمین کو پھیلا رکھا ہے کیا اس نے تم کو سب انسانوں کی طرف رسول قرار دے کے بھیجا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”ہاں اسی اللہ کی قسم کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے۔“ پھر آپ ﷺ سے صلوة، زکوٰۃ، حج اور صیام کے بارے میں ہر ایک سے متعلق قسمیں دے دے کر پوچھا اور آپ ﷺ اسی اللہ کی قسمیں کھا کھا کر جواب دے رہے تھے۔ تو اس نے کہا پھر تو تم سچے ہو اور جس ذات الہی نے تمہیں سچا نبی بنا کر بھیجا ہے کہ میں ان ارکان اربعہ پر نہ زیادہ کروں گا نہ کم“ ② صحیح طور پر عمل کروں گا۔ چنانچہ اس قدر تعظیم اس کے لئے کافی ہوگی اور وہ نبی ﷺ کی صداقت پر ایمان لے آیا۔ کیونکہ اس نے شواہد اور دلائل پالئے تھے۔ حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں۔

لو لم تكن فيه آيات مينة كانت بديهته تاتيك بالخير

”یعنی دلائل اگر آپ ﷺ کے پاس نہ بھی ہوتے تو آپ ﷺ کے چہرہ کی پاکیزگی، سادگی اور معصومیت خود آپ ﷺ کی صداقت و حقانیت کی دلیل تھی۔“

لیکن مسیلمہ کو صاحبان بصیرت میں سے جس کسی نے دیکھا وہ اس کے ریک ایک اقوال رذیلانہ گفتگو غیر فصیح کلام اور افعال قبیحہ اور اس کے جھوٹے ادعائی قرآن کو دیکھ کر جو اس کو دوزخ میں لے جا کر چھوڑے گا، یہ نتیجہ نکال لے گا کہ وہ کیسا جھوٹا مدعی نبوت تھا۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس قول ﴿اللَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّومُ لَا تَأْخُذُهُ سِنَّةٌ وَلَا نَوْمٌ﴾ ③ اور مسیلمہ کے قول (یا ضفدع بنت ضفدع عین۔ نقی کم تنقین۔ لا الماء تکدرین و لا الشارب تمنعین) اے مینڈکوں کی اولاد مینڈک۔ ٹراکتاڑاتی ہے تیرے ٹرانے سے نہ پانی گدلا ہو گا نہ پینے والے باز رہیں گے۔ اور ایک اس ظالم کی (خود ساختہ) دجی یہ ہے کہ

(لقد انعم الله على الحبلی، اذا خرج منها نسمة تسمی، من بین صفاق وحشی)

اللہ تعالیٰ نے بڑا ہی احسان کیا حاملہ عورت پر کہ ایک زندہ روح کو اس کی جھلی اور آنتوں کے اندر سے نکال باہر کیا اور (السفیل وما السفیل وما ادراك ما السفیل له ذنب قصیر وخرطوم طویل) ہاتھی ہاتھی یعنی کیا، کیا تم سمجھے کہ ہاتھی کیا ہوتا ہے اس کی دم چھوٹی ہوتی ہے اور سونڈ لمبی ہوتی ہے۔ اور (و العاجنات عجننا و الخبازات خبزنا و اللاقمات لقما اھالة و سمانان قریشا قوم یعدون)۔ قسم ہے آنگوندھنے والیوں کی روٹی پکانے والیوں کی سائیں اور گھی میں لقمے چور چور کر کھانے والیوں کی کہ قریش بڑی ہی ظالم قوم ہے۔ اب حضرت محمد ﷺ کی دجی پاک اور اس کا ذب کی خرافات و ہڈیاں ات دونوں پر غور کرو کہ بچے بھی اس کے کلام کا مذاق اڑائیں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اس کو ذلیل کر دیا اور یوم حدیقہ میں اس کو ہلاک کر دیا۔ اس کی جماعت پر آگندہ ہو گئی =

① ترمذی، کتاب صفة القيامة، باب حدیث افشوا السلام..... ۲۴۸۵ و سندہ صحیح، ابن ماجہ، ۳۲۵۱۔

② صحیح بخاری، کتاب العلم، باب القراءة والعرض علی المحدث، ۶۳؛ صحیح مسلم ۱۲؛ ابن حبان، ۱۵۴۔

③ ۲/ البقرة: ۲۵۵۔

وَيَعْبُدُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُولُونَ هَؤُلَاءِ

شُفَعَاؤُنَا عِنْدَ اللَّهِ ط قُلْ أَنْتَبِئُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي

الْأَرْضِ ط سُبْحٰنَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ﴿١٥﴾ وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً

فَاخْتَلَفُوا ط وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِي مَا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ﴿١٥﴾

ترجمہ: اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جو نہ ان کو ضرر پہنچا سکیں اور نہ ان کو نفع پہنچا سکیں۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس ہمارے سفارشی ہیں آپ کہہ دیجئے کہ کیا تم اللہ تعالیٰ کو ایسی چیز کی جردیتے ہو جو اللہ تعالیٰ کو معلوم نہیں نہ آسمانوں میں اور نہ زمین میں وہ پاک اور برتر ہے ان لوگوں کے شرک سے۔ [۱۸] اور تمام آدمی ایک ہی طریقہ کے تھے پھر انہوں نے اختلاف پیدا کر لیا۔ اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہری ہو توجس چیز میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں ان کا قطع فیصلہ ہو چکا ہوتا۔ [۱۹]

= اس کے ساتھیوں پر لعنت برسی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس اس کے لوگ توبہ کرتے ہوئے آئے اور دین اللہ میں داخل ہونے لگے تو ظلیفہ رسول صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ مسیلمہ کا کوئی قرآن تو سناؤ۔ انھوں نے معافی مانگی۔ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ نے اصرار کیا اور کہا ضرور سنانا ہوگا تاکہ اور لوگ بھی سنیں اور انھیں ہدایت و علم والی جو جو پہنچی ہے اس کی افضلیت و اہمیت کو بعد از موازنہ پہچان سکیں۔ چنانچہ ہم نے جو کچھ نقل کیا ہے وہ سنا یا۔ صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ بخون تمہاری عقلیں کدھر گئی تھیں اللہ کی قسم یہ تو کسی بیوقوف کی زبان سے بھی نہ نکلے گا۔

کہتے ہیں کہ عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ مسیلمہ کے پاس آئے زمانہ جاہلیت میں وہ اس کے دوست تھے۔ اب تک عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اسلام لائے ہوئے نہیں تھے۔ تو ان سے مسیلمہ نے کہا کہ اے عمرو! تمہارے آدمی پر (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) آجکل کیا وحی اتری ہے تو ابن العاص نے کہا کہ میں نے ان کے اصحاب کو ایک بڑی ہی زبردست سورت لیکن نہایت مختصر پڑھتے سنا ہے۔ پوچھا وہ کیا؟ عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا ﴿وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لِفِيْ خُسْرٍ ۝﴾ ① مسیلمہ نے تھوڑی دیر سوچا اور کہنے لگا مجھ پر بھی ایک ایسی ہی وحی اتری ہے۔ عمرو رضی اللہ عنہ نے پوچھا وہ کیا ہے تو کہا (یاوبر یاوبر انما انت اذنان و صدر و سائرک حقر و نقر) اے وبراے وبراے (جانور) تیرے تو کان اور ابھرا ہوا سینہ ہی نمایاں دکھائی دیتے ہیں باقی تمام جسم تو بچ پوچھ ہے۔ پھر کہنے لگا کیوں عمرو! وحی کیسی رہی؟ تو عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے کہا اللہ کی قسم تم آپ جانتے ہو کہ مجھے تمہاری وحی کے کذب کا یقین ہے۔ جب ایک مشرک کا یہ حال ہو کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور مسیلمہ کا کذب اس پر بھی مخفی نہیں تو صاحبان بصیرت پر یہ بات کب پوشیدہ رہ سکتی ہے۔ اسی لئے اللہ پاک فرماتا ہے ﴿وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلٰى اللّٰهِ كَذِبًا ۙ اَوْ قَالَ اُوْحٰى اِلٰىَّ وَلَمْ يُوْحَ اِلَيْهِ شَيْءًا﴾ ② اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھتا ہے اور کہتا ہے کہ مجھ پر وحی اترتی ہے حالانکہ اس پر وحی نہیں اترتی ہے یا یہ کہتا ہے کہ پیغمبر کی طرح میں بھی پیغمبر ہوں۔ اور ایسا ہی وہ شخص بھی بڑا جھوٹا ہے جو پیغمبروں کی پیش کی ہوئی وحی کو جھٹلا دے جس پر کہ اللہ کی دلیلین قائم ہو چکی =

وَيَقُولُونَ لَوْلَا أُنزِلَ عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ فَقُلْ إِنَّمَا الْغَيْبُ لِلَّهِ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ۝

ترجمہ: اور یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ ان پر کوئی معجزہ کیوں نہیں نازل ہوا سو آپ فرمادیجئے کہ غیب کی خبر صرف اللہ کو ہے سو تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ [۲۰]

ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے کہ وہ بڑا ہی کجخت اور ظالم ہے جس نے نبی کو قتل کیا یا کسی نبی نے اس کو قتل کر دیا ہو۔ ①
مشرکین بتوں کو سفارشی سمجھتے تھے: [آیت: ۱۸-۱۹] اللہ تعالیٰ سرزنش کرتا ہے ان شرکوں کو جو اللہ کو چھوڑ کر ان جھوٹے معبودوں کی پرستش کرتا ہے جو نہ اللہ کے پاس سفارش کر سکتے ہیں (جیسا کہ ان شرکین کا خیال ہے) نہ مضرت پہنچا سکتے ہیں نہ نفع پہنچا سکتے ہیں نہ کسی چیز کے مالک ہیں اور نہ وہ جو چاہتے ہیں کر سکتے ہیں اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ﴿قُلْ أَتَسْبِقُونَ اللَّهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمَوَاتِ وَلَا فِي الْأَرْضِ﴾ یعنی کیا تم اللہ کو ایسی چیز کی خبر دیتے ہو جو چیز نہ آسمانوں میں ہے نہ زمین میں ہے۔ پھر شرک اور کفر سے اپنی ذات کریمہ کو متزہ فرماتے ہوئے ارشاد ہوتا ہے ﴿سُبْحَانَهُ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ﴾ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ شرک لوگوں میں پیدا ہو گیا۔ اس کا وجود نہیں تھا پھر ہو گیا۔ سب لوگ دین واحد پر تھے اور وہ ابتدا ہی سے اسلام تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس قرن گزرے یہ سب لوگ آدم علیہ السلام کے سچے دین پر تھے۔ پھر لوگوں میں اختلاف ہو گیا ② اور اصنام اور اوثان کی لوگ عبادت کرنے لگے تو اللہ نے اپنے رسول دلائل و براہین کے ساتھ بھیجے۔ جس نے اللہ کی دلیل کو چھوڑ دیا وہ ہلاک ہو گیا اور جس نے دلیل کو لے لیا وہ سلامت رہ گیا تو لہذا ﴿وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَبِّكَ﴾ اللہ تعالیٰ کسی کو عذاب نہیں دیتا جب تک پیغمبروں کو بھیج کر اس پر دلیل و حجت نہ قائم کر دے۔ اللہ تعالیٰ تو مخلوق کو ایک وقت مقرر تک زندہ رکھتا پھر مار دیتا ہے اور جس بارے میں وہ آپس میں اختلافات رکھتے تھے قیامت کے روز اس کا فیصلہ کر دے گا۔ مؤمنین کا میاب رہیں گے اور کافر ذلیل رہیں گے۔

کفار کے مطالبہ پر معجزہ نہ دکھانے میں بھی اللہ کی حکمت ہے: [آیت: ۲۰] یہ جھوٹے کافر کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دلیل نبوت ایسی کیوں نہ ملی جیسے ثمود کو ناقہ ملی یا یہ کہ وہ صفا سونا کیوں نہیں بن گیا یا مکہ کے پہاڑ کے سے ہٹ کر اس کی جگہ باغ اور نہریں کیوں نہیں بن گئیں۔ جب اللہ قادر ہے تو ایسا ہونا چاہئے تھا۔ لیکن سچی بات تو یہ ہے کہ اللہ اپنے افعال میں بڑا ہی قادر اور حکیم ہے جیسا کہ فرمایا ﴿تَبَارَكَ الَّذِي أَنْشَاءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِنْ ذَلِكَ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ﴾ ③ باری تعالیٰ کی ذات مبارک اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بھی اچھے باغات پیدا کر دے جس کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں اور اس کے اندر محل ہوں۔ لیکن انھوں نے تو قیامت کا انکار کر دیا ہے اور قیامت کا انکار کرنے والے کے لئے تو ہم نے دوزخ کی آگ بھڑکا رکھی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مخلوق کے بارے میں میرا اصول یہ ہے کہ وہ جو معجزہ مانگتے ہیں میں دیتا ہوں اب وہ معجزہ دیکھ کر ایمان لے آئے تو بہتر ورنہ جلد تر ان پر عذاب نازل کر دیتا ہوں پھر قیامت تک کی مہلت نہیں دیتا۔ اسی لئے جب اللہ پاک نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم

① احمد، ۱/۴۰۷، وسندہ حسن، مجمع الزوائد، ۵/۲۳۶؛ المعجم الكبير ۱۰۴۹۷، اس میں (قیامت کے دن سب سے زیادہ عذاب والا ہوگا جس.....) کے الفاظ ہیں۔

② حاکم، ۲/۵۶۶، وسندہ ضعیف۔ ③ ۲۵/الفرقان: ۱۰۔

وَإِذَا آذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْ بَعْدِ ضَرِّآءَ مَسَّتْهُمُ إِذِ الْهَمُّ مَكْرٌ فِي آيَاتِنَا قُلِ اللَّهُ
 أَسْرَعُ مَكْرًا إِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُونَ مَا تَمْكُرُونَ ﴿٥٠﴾ هُوَ الَّذِي يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ط
 حَتَّىٰ إِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلِكِ وَجَرِينِ بِهِمُ بِرِيحٍ طَيِّبَةٍ وَفَرِحُوا بِهَا جَاءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ
 وَجَاءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَظَنُّوا أَنَّهُم أُحِيطَ بِهِمْ دَعَوُا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ
 الدِّينَ لَئِن أُنجَيْنَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشَّاكِرِينَ ﴿٥١﴾ فَلَمَّا أَتَاهُمْ إِذَا هُمُ بِبَعُوثٍ
 فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ط أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَغَيْتُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِكُمْ لَا تَمَتَّعُوا الْحَيَاةَ الدُّنْيَا
 ثُمَّ إِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿٥٢﴾

ترجمہ اور جب ہم لوگوں کو بعد اس کے کہ ان پر کوئی مصیبت پڑ چکی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیتے ہیں تو فوراً ہی ہماری آیتوں کے بارے
 میں شرارت کرنے لگتے ہیں آپ کہہ دیجئے کہ اللہ اس شرارت کی سزا بہت جلد دے گا۔ بالیقین ہمارے فرشتے تمہاری سب شرارتوں کو لکھ رہے
 ہیں۔ [۵۱] وہ ایسا ہے کہ تم کو خشکی اور دریا میں لئے لئے پھرتا ہے یہاں تک کہ جب تم کشتی میں ہوتے ہو اور وہ کشتیاں لوگوں کو موافق ہوا کے
 ذریعہ سے لے کر چلتی ہیں اور وہ لوگ ان سے خوش ہوتے ہیں ان پر ایک جھونکا ہوا کا آتا ہے اور ہر طرف سے ان پر موجیں اٹھتی چلی آتی ہیں
 اور وہ سمجھتے ہیں کہ (برے) آگھرے سب خالص اعتقاد کر کے اللہ ہی کو پکارنے لگتے ہیں اگر آپ ہم کو اس سے بچالیں تو ہم ضرور حق شناس
 بن جائیں۔ [۵۲] پھر جب اللہ تعالیٰ ان کو بچا لیتا ہے تو فوراً ہی وہ زمین میں ناحق کی سرکشی کرنے لگتے ہیں۔ اے لوگو! یہ تمہاری سرکشی تمہارے
 لئے وبال ہونے والی ہے دنیوی زندگی میں حظ اٹھا رہے ہو پھر ہمارے پاس تم کو آنا ہے پھر ہم سب تمہارا کیا ہوا تم کو جتلا دیں گے۔ [۵۳]

= کو اختیار دیا کہ ان دو باتوں میں سے ایک اختیار کر لو کہ میں ان کے حسب طلب معجزہ دوں وہ ایمان لائے نہیادرنہ عذاب فوری
 دیدیئے جائیں گے اور دوسری بات یہ کہ میں انہیں مرتے دم تک مہلت دوں کہ اصلاح پزیر ہو جائیں۔ تو حضرت محمد ﷺ نے
 امت کے بارے میں دوسری بات کو اختیار فرمایا جیسا کہ بیسیویں بار نبی ﷺ کا علم ان کافروں کے ساتھ ثابت ہو چکا ہے۔ اللہ
 پاک نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ کہہ دو کہ ہر چیز اللہ کے اختیار میں ہے امور کے عواقب اور نتائج کو وہی جانتا ہے۔ اگر تم اپنی آنکھوں
 سے دیکھے بغیر ایمان نہیں لانا چاہتے ہو تو میرے اور اپنے بارے میں اللہ تعالیٰ کے حکم کا انتظار کرو۔ حالانکہ انھوں نے نبی ﷺ کے
 بعض ایسے معجزات بھی دیکھے جو ان کے مطلوبہ معجزات سے کہیں بڑھے چڑھے تھے یعنی نبی اکرم ﷺ نے ان کی آنکھوں کے سامنے
 چودھویں کے چاند کو انگلی سے اشارہ کر دیا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے ایک پہاڑ کے اس طرف اور ایک اس طرف ہو گیا۔ یہ تو زمین پر
 سرزد ہونے والے معجزات سے بھی بڑا معجزہ تھا۔ اور مسئول اور غیر مسئول ہر نشانی سے افضل تھا۔ اب بھی اگر اللہ کے علم میں ہوتا کہ یہ کوئی
 بھی معجزہ طلب رشد و ہدایت کے جذبہ کے تحت طلب کر رہے ہیں تو اللہ ضرور قبول کر لیتا لیکن وہ عناد و تعنت کے طور پر طلب کر رہے تھے
 اس لئے ان کی درخواست رد کر دی گئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کو علم تھا کہ اب بھی وہ ایمان نہ لائیں گے جیسا کہ فرماتا ہے ﴿لَإِنَّ الَّذِينَ حَقَّقْتُ

عَلَيْهِمْ كَلِمَةً رَبِّكَ ﴿۱﴾ ان پر اللہ کی دلیل متحقق ہو چکی ہے خواہ کسی ہی نشانی کیوں نہ پیش کی جائے وہ ایمان نہ لائیں گے۔ قولہ تعالیٰ ﴿وَلَوْ أَنَّا زُلْنَا إِلَيْهِمُ الْمَلِئِكَةُ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَىٰ﴾ ﴿۲﴾ اگر ہم ان کے پاس فرشتے بھی لاکھڑے کر دیں اور مردے بھی ان سے بات کرنے لگیں اور ہر چیز ان کے پاس جمع کر دی جائے ہر معجزہ بتا دیا جائے تو بھی یہ کبھی ایمان نہ لائیں گے کیونکہ ان کا مقصد صرف مکابرہ کرنا اور ضد کرنا ہے جیسے کہ فرمایا ﴿وَلَوْ فَتَحْنَا عَلَيْهِمُ بَابَاتِ السَّمَاءِ﴾ ﴿۳﴾ اور ﴿وَأَن يَرَوْا كِسْفًا مِّنَ السَّمَاءِ﴾ ﴿۴﴾ اور ﴿وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ كِتَابًا بَآئِنًا فَرُّطًا﴾ ﴿۵﴾ اگر ہم ان پر آسمانوں کا دروازہ بھی کھول دیں اور وہ آسمان کا ایک ٹکڑا گرتا ہوا بھی دیکھ لیں اور ان پر کوئی ایسی کتاب آسانی بھی نازل کی جائے جو کاغذوں کا دفتر ہو جس کو وہ اپنے ہاتھوں سے بھی چھو سکتے ہوں پھر بھی یہ کافر ہی کہیں گے کہ ارے یہ تو کھلا جادو ہے۔ پھر ان کے مطالبات قبول کرنے سے حاصل ہی کیا۔ اس لئے کہ ان کے مطالبات تو بر بنائے عناد و تعنت ہیں۔ اسی لئے فرمایا کہ میں انتظار کرتا ہوں تم بھی انتظار کرو۔

مشرکین مکہ مصیبت کے وقت صرف اللہ کو پکارتے تھے: [آیت: ۲۱-۲۳] باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ مصیبتوں کا مزہ چکھنے کے بعد جب انسان کو ہماری رحمتوں سے سابقہ پڑتا ہے جیسے مفلسی کے بعد خوشحالی قحط کے بعد کاشت میں بہترین پیداوار اور بارش وغیرہ تو وہ تمسخر اور تکذیب کے درپے ہو جاتے ہیں اور جب انسان کو مصیبتیں آگھیرتی ہیں تو وہ اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے دعاؤں کی بھرمار شروع کر دیتا ہے۔

نبی اکرم ﷺ نے ایک دن صبح کی نماز پڑھائی وہ برسات کی رات تھی پھر آپ فرمانے لگے ”کیا تم جانتے ہو کہ آج کی رات اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے؟“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا ”اللہ اور اللہ کا رسول بہتر جانتے ہیں۔ تو فرمایا کہ ”اللہ ارشاد فرماتا ہے کہ آج میرے مومن بندے بھی صبح اٹھے اور کافر بندے بھی“ لیکن جس نے یہ کہا کہ یہ بارش اللہ کے فضل اور رحمت کے سبب ہے تو وہ مجھ پر ایمان لایا ہوا ہے اور ستاروں کے اثرات کا منکر ہے اور جو یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ یہ بارش نچھتروں کے سبب ہوتی ہے تو وہ مجھ سے کفر کر رہا ہے اور نچھتروں پر ایمان لا رہا ہے۔“ ﴿۶﴾ کہہ دو! اے پیغمبر! میری حکمت عملی بڑی کارگر ہوتی ہے ایسے مجرم گمان کرتے ہیں کہ ہم کو کوئی عذاب کفر کی بنا پر نہیں دیا گیا لیکن درحقیقت ان کے ساتھ ذلیل روارکھی گئی ہے۔ اور جب وہ اپنی انتہائی غفلت میں ہو جائیں گے تو ایک دم سے دھر لئے جائیں گے۔ ہمارے فرشتے ان کے اعمال لکھ رہے ہیں پھر وہ عالم الغیب کے پاس پیش کر دیئے جاتے ہیں پھر وہ ہر بڑے اور چھوٹے گناہ کی سزا پاتے ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ بری اور محرمی سفر کے لئے اس نے تمہارے لئے آسانیاں پیدا کر دیں اور پانی کے اندر بھی اس نے تم کو اپنی پناہ اور حفاظت میں لے لیا اور جب تم کشتیوں میں ہوتے ہو تو ان کشتیوں کو چلانے لگتی ہیں تو ان کی نرم رفتار یا سرعت میر پر خوش ہوتے ہو، یقین خوشی کے عالم میں ان کشتیوں کو تیز و تند آندھی آگھیرتی ہے اور ہر طرف سے موجیں لپٹ پڑتی ہیں تو تمہیں یقین ہو جاتا ہے کہ اب تو ہلاک ہو گئے اب زار زار اللہ سے دعائیں مانگنے لگتے ہو اس وقت تم کو نہ کوئی صنم یاد آتا ہے نہ کوئی اور بت لات و بہل بلکہ ہمیں کو مخاطب کرتے ہو۔ پس سمندر کے اندر جب اللہ تم کو صحیح سلامت کنارے پر پہنچا دیتا ہے تو پھر ہم سے روگرداں ہو جاتے ہو۔ انسان بڑا ہی ناشکر ہے۔ یہاں کہا گیا کہ ﴿دَعُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ لَئِنِ أَنْجَيْتَنَا﴾ یعنی بڑے مخلص ہو کر

① ۱۰/ یونس: ۹۶۔ ② ۶/ الانعام: ۱۱۱۔ ③ ۱۵/ الحجر: ۱۴۔ ④ ۵۲/ الطور: ۴۴۔

⑤ ۶/ الانعام: ۷۔ ⑥ صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب يستقبل الإمام الناس إذا سلم ۸۴۶؛ صحیح مسلم ۷۱۔

إِنَّمَا مَثَلُ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا كَمَاءٍ أَنْزَلْنَاهُ مِنَ السَّمَاءِ فَاخْتَلَطَ بِهِ نَبَاتُ الْأَرْضِ
مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْأَنْعَامُ حَتَّى إِذَا أَخَذَتِ الْأَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ
وَضَنَّ أَهْلُهَا أَنَّهُمْ قَادِرُونَ عَلَيْهَا ۖ أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا
كَانَ لَمْ تَعْنِ بِالْأَمْسِ ۖ كَذَلِكَ نَقُصِّلُ الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۳۵﴾ وَاللَّهُ يَدْعُوا
إِلَى دَارِ السَّلَامِ ۖ وَيَهْدِي مَنْ يَشَاءُ إِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۳۶﴾

ترجمہ: بس دنیوی زندگی کی حالت تو ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان سے پانی برسایا پھر اس سے زمین کی نباتات جن کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں خوب گنجان ہو کر نکلے۔ یہاں تک کہ جب وہ زمین اپنی رونق کا پورا حصہ لے چکی اور اس کی خوب زیبائش ہو گئی اور اس کے مالکوں نے سمجھ لیا کہ اب ہم اس پر بالکل قابض ہو چکے تو دن میں یارات میں اس پر ہماری طرف سے کوئی حادثہ آ پڑا سو ہم نے اس کو ایسا صاف کر دیا کہ گویا مکمل وہ موجود ہی نہ تھی۔ ہم اسی طرح آیات کو صاف بیان کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے جو سوچتے ہیں۔ [۳۳] اور اللہ تعالیٰ دار البقائے کی طرف تم کو بلاتا ہے اور جس کو چاہتا ہے راہ راست پر چلنے کی توفیق دیتا ہے۔ [۳۵]

پکارنے لگتے ہیں کہ اگر تو ہم کو اس مصیبت سے نجات دیدے تو ہم بڑے شکر گزار بن جائیں گے۔ اور جب وہ ان کو نجات دے دیتا ہے تو ملک میں وہ ناحق شرارت کرنے لگتے ہیں گویا کبھی ان پر مصیبت آئی ہی نہ تھی۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّمَا بَعِثْنَا عَلَىٰ نَفْسِكُمْ﴾ اے لوگو! تمہاری بغاوت کا وبال تمہیں پر پڑے گا خوب یاد رکھو کہ کسی اور کو اس کا ضرر نہیں۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ بغاوت از اللہ اور قطع صلہ رحمی یہ دو ایسے گناہ ہیں کہ آخرت میں تو عذاب ہو گا ہی، لیکن دنیا میں بھی جلد تر اس کی سزا مل جاتی ہے۔ ① اس دنیائے ناپائیدار کی زندگی میں تمہارے لئے چند روز متاع ہے پھر تمہاری بازگشت ہماری طرف ہے اور جب ہماری طرف لوٹ آؤ گے تو ہم تمہارے سب اعمال تم کو سمجھا دیں گے اور اس کی پوری پوری جزا دیں گے۔ جس کو اچھی جزا ملی ہو تو وہ تو اللہ کا شکر ادا کرے اور جس کو سزا ملی ہو وہ اپنے نفس پر ملامت کرے۔

دنیاوی زندگی کی ایک مثال: [آیت: ۲۳-۲۵] دنیا کی ظاہری زینت سرسبزی و شادابی پھر اس کے جلدی ہی زوال پزیر ہوجانے کی مثال اللہ پاک روئیدگیوں سے دے رہا ہے جن کو آسمان سے پانی برس کر اللہ نے زمین سے نکالا جن کو انسان کھاتے ہیں جیسے اناج غلہ مختلف انواع و اصناف کے پھل پھولاری جو نہ صرف انسان کی غذا بلکہ مویشی بھی ان کے ذمہ اور ٹھنڈ کھاتے ہیں اور جب زمین کی یہ زینت فانیہ بہار پر ہوتی ہے اور مختلف اشکال والوں کی سبزیاں کمال سرسبزی پر آتی ہیں تو زمیندار و کاشتکار گمان کرتے ہیں کہ اب کھیت کاٹ لیں گے میوہ اتار لیں گے کہ یکا یک بجلی یا آندھی ایسی آ پڑتی ہے کہ درختوں کے سارے پتے سوکھ جاتے ہیں جل جاتے ہیں پھل پھول تلف ہو جاتے ہیں اور اس سرسبزی و شادابی کے بعد وہ ایک سوکھا سا ڈھیر بن جاتے ہیں گویا کہ کبھی یہ سرسبز تھے ہی نہیں اور کبھی یہ نعت زمیندار کو دی ہی نہیں گئی تھی۔ اسی لئے حدیث میں ہے کہ "اہل دنیا کو نعمتیں دی جاتی ہیں پھر اس سے آگ میں

① ابو داؤد، کتاب الادب، باب فی النہی عن البغی ۴۹۰۲ وسندہ صحیح، ترمذی ۲۵۱۱، ابن ماجہ ۴۲۱۱، الأدب المفرد،

۶۷: حاکم، ۲ / ۳۵۶؛ احمد، ۵ / ۳۶؛ ابن حبان ۴۵۵۔

جھوٹا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ کبھی تم کو راحت ملی بھی تھی تو وہ کہتا ہے کہ ہرگز نہیں۔ ایک اور شخص ہوتا ہے جو دنیا میں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھایا ہوا ہوتا ہے پھر وہ جنت میں بھیجا جاتا ہے اور پوچھا جاتا ہے کہ کیا کبھی تمہیں کسی قسم کی تکلیف پہنچی تھی؟ تو کہتا ہے کہ کبھی نہیں۔ ① اللہ پاک ان ہلاک ہونے والوں کے بارے میں کہتا ہے کہ وہ اپنے گھروں میں ایسے ویران ہو گئے گویا کبھی بسے ہی نہیں تھے۔ پھر ارشاد ہوتا ہے ﴿كَذَلِكَ نُفَصِّلُ الْآيَاتِ لِمَنْ يَشَاءُ﴾ یعنی ہم اسی طرح بات کو کھول کھول کر دلائل و حجت کے ساتھ پیش کرتے ہیں تاکہ لوگ اس بات کی عبرت حاصل کریں کہ دنیا بڑی تیزی سے زوال پر ہے دنیا پر قادر ہونے کے باوجود وہ ان کے ساتھ دعا کرتی ہے جو اس کی طرف بڑھتا ہے اس سے بھاگتی ہے اور جو اس سے بھاگتا ہے اس کے پیروں پر آگرتی ہے۔ اللہ پاک نے دنیا کی مثال نباتات ارضی سے سورہ کہف کی دوسری آیتوں میں بھی کی ہے۔ ارشاد ہوتا ہے ﴿وَاصْبِرْ لَهُمْ مَقْلَ الْحَيَلَةِ الدُّنْيَا كَمَا آء ②﴾ حیات دنیوی کی مثال باران نازل شدہ کے مانند ہے جو نباتات سے پہلے تو آ ملا سرسبز ہو چکنے کے بعد پھر ایک وقت ایسا آیا کہ وہ نباتات سوکھا سا گھاس بن کر رہ گئے جس کو ہوائیں ادھر ادھر لے اڑتی ہیں۔ اللہ تو ہر شے پر قادر ہے۔ سورۃ زمر اور حدید میں ایسا ہی بیان کیا گیا ہے۔ خلیفہ مردان بن حکم منبر پر یہ پڑھتے ہوئے دیکھے گئے کہ زمین جب شاداب ہو گئی اور کاشت کار سمجھے کہ اب فصل کاٹ لیں گے، لیکن ساری کھیتی بر باد ہو جاتی ہے اور یہ ساری ہلاکت ان کے گناہوں اور بغاوت کے سبب ہوتی ہے۔

اور قولہ تعالیٰ ﴿وَاللَّهُ يَذْعُوْا اِلَىٰ ذِي السَّلَامِ﴾ جب اللہ پاک دنیا کی سرعت زوال اور جنت کی ترغیب کا ذکر کر چکا تو اب جنت کی طرف بلاتا ہے اور جنت کو دار السلام کہتا ہے یعنی وہ ہر آفت و نقصان و کبھت سے پناہ کی جگہ ہے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”مجھ سے کہا گیا کہ تمہاری آنکھیں تو بظاہر سوئی ہیں لیکن دل تمہارا جاگتا رہے اور کان تمہارے سنتے رہیں۔ چنانچہ میری آنکھیں تو سچ سو ہی گئی ہیں لیکن دل ہوشیار تھا۔ کان کھلے تھے۔ پھر مجھ سے کہا گیا کہ ایک دولت مند نے ایک گھر بنایا، لوگوں کی دعوت کی بلاوے بیچے تو جس نے دعوت قبول کی وہ تو آجی بھر کے کھایا بلانے والا بھی خوش ہوا۔ اور جس نے دعوت قبول نہ کی نہ وہ آیا نہ کچھ کھاسکا اور نہ دعوت دینے والا خوش ہوا۔ اللہ ہی وہ داعی ہے اور وہ گھر اسلام ہے اور دسترخوان جنت ہے اور پیغامبر محمد ﷺ ہیں۔“

جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ”میں نے سوتے میں دیکھا کہ جبریل علیہ السلام میرے سر کے پاس ہیں اور میکائیل علیہ السلام میرے پاؤں کے پاس اور ایک اپنے دوسرے ساتھی سے کہہ رہا ہے کہ اس سونے والے پر کوئی مثال منطبق کرو تو دوسرے نے کہا اے سونے والے تیرے کان سنتے ہیں تیرا دل جاگتا ہے۔ تیری اور تیری امت کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ نے کوئی گھر بنایا ہو اور اس میں بڑا سا کمرہ اور اس میں خوان چن دیا گیا پھر قاصد کو بھیج کر لوگوں کو کھانے کے لئے بلایا گیا۔ کوئی آیا اور کوئی نہیں آیا۔ چنانچہ وہ بادشاہ تو اللہ ہے اور گھر اسلام ہے اور کمرہ جنت ہے اور تم یا محمد وہ قاصد ہو جو آیا تھا وہ داخل اسلام ہوا اور جو داخل اسلام ہوا وہ داخل جنت ہوا اور داخل جنت شخص دعوت سے فیض یاب رہا۔“ ③ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا ہے کہ ”جب سورج نکلتا ہے تو اسکی دونوں طرف فرشتے ہوتے ہیں اور آواز دیتے ہیں جن وانس کے سوا سب اس کو سنتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اے لوگو! اللہ تعالیٰ کی طرف آؤ۔ کم طے اور کافی ہو جائے تو وہ اچھا ہے اس زیادہ سے جو اللہ سے غافل کر دے۔“ ④

① صحیح مسلم، کتاب صفات المنافقین، باب صبغ انعم اهل الدنيا في النار صبغ اشد هم يؤسافى الجنة، ۲۸۰۷۔

② ۱۸/ الکہف: ۴۵۔ ③ ترمذی، کتاب الادب، باب ما جاء في مثل الله وعز وجل لعباده، ۲۸۶۰ وهو صحیح اس

روایت میں سعید اور جابر رضی اللہ عنہما کے درمیان انقطاع ہے جب کہ حصلاً صحیح بخاری، کتاب الاعتصام، باب الإقتداء بسنن رسول الله ﷺ،

۷۲۸۱ میں موجود ہے۔ ④ احمد، ۱۹۷/۵ وسندہ ضعیف، قتاده عنن؛ مسند الطیالسی، ۹۷۹۔

لِلَّذِينَ أَحْسَنُوا الْحُسْنَىٰ وَزِيَادَةٌ ۖ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ وَلَا ذِلَّةٌ ۗ أُولَٰئِكَ
 أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٦﴾ وَالَّذِينَ كَسَبُوا السَّيِّئَاتِ جَزَاءُ سَيِّئَاتِهِمْ بِمَا
 كَانُوا يَعْمَلُونَ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٧﴾

ترجمہ: جن لوگوں نے نیکی کی ہے ان کے واسطے خوبی ہے اور مزید برآں بھی اور ان کے چہروں پر نہ کدورت چھائے گی اور نہ ذلت۔ یہ لوگ جنت میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ [۲۶] اور جن لوگوں نے بد کام کئے ان کی بدی کی سزا اس کے برابر ملے گی اور ان کو ذلت چھالے گی۔ ان کو اللہ تعالیٰ سے کوئی نہ بچا سکے گا۔ گویا ان کے چہروں پر اندھیری رات کے پرت کے پرت لپیٹ دیئے گئے ہیں۔ یہ لوگ دوزخ میں رہنے والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔ [۲۷]

نیکیوں کا بدلہ جنت ہے: [آیت: ۲۶-۲۷] اللہ پاک فرماتا ہے کہ جس نے نیک عمل کئے اس کو آخرت میں اچھی جزا ملے گی کیونکہ نیکی کا بدلہ نیکی ہی ہے بلکہ کچھ اور زیادہ بھی ہے یعنی کم سے کم دس گنا حتیٰ کہ سات سو گنا زیادہ بلکہ اس سے بھی کچھ اور بڑھ کر جو اللہ کے دیگر عطیات پر مشتمل ہے جیسے جنت میں حور و قصور اور اللہ کی خوشنودی اور ایسا ایسا سرور و قلب جو اس سے اب تک مخفی ہی ہے۔ لیکن ان سب سے بڑھ کر یہ اللہ تعالیٰ کے روئے پاک کا دیدار یہ سارے لطف و کرم سے بڑھ کر کرم ہوگا کہ وہ اپنے عمل کے سبب اس کے متحق نہیں ہونگے بلکہ محض اس کے فضل و رحمت کی بنا پر۔ صہیب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت زیادہ والی تلاوت فرمائی کہ ”جب جنتی اور دوزخی اپنے اپنے ٹھکانے میں چلے جائیں گے تو ایک منادی پکارے گا کہ اے اہل جنت تم سے اللہ کا وعدہ ہے وہ پورا کرنا چاہتا ہے تو وہ کہیں گے اب اور کونسا وعدہ؟ ترازو میں ہمارے وزن ثقیل بنے ہمارے چہرے روشن کر دیئے گئے ہمیں دوزخ سے نجات بخشی گئی تو کیا یک ان پر سے پروہ اٹھا دیا جائے گا اور ان کی نظر اللہ پر پڑ جائے گی۔ اللہ کی قسم! اس سے بڑی اور کوئی عطا جنتیوں کے لئے نہ ہوگی یہ آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کی تسکین کے لئے سب سے بڑی چیز ہوگی۔“ ① غرض مختلف احادیث میں ہے کہ ﴿زِيَادَةٌ﴾ سے مراد رویت باری تعالیٰ ہے۔

اللہ پاک فرماتا ہے کہ ﴿وَلَا يَرْهَقُ وُجُوهَهُمْ قَتَرٌ﴾ یعنی عرصہ حشر میں ان کے چہرے بے رونق نہ رہیں گے نہ پھنکار ہوگی نہ سیاہی جیسا کہ کافروں کے چہرے سیاہ عمار آلود ہوں گے پھنکار برستی ہوگی اور جنتیوں کو ظاہر اور باطن کسی قسم کی ذلت نصیب نہ ہوگی۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں فرمایا ہے ﴿فَوَجَّهْنَاهُمُ اللَّهُ شَرًّا ذَٰلِكَ الْيَوْمَ﴾ ② یعنی اللہ تعالیٰ ان کو اس دن کے شر سے بچا لے گا اور ان کے چہرے سرخ رداور ان کے دل سرور رہیں گے۔ اللہ پاک اپنے فضل و رحمت سے ہمیں ایسے ہی لوگوں سے اٹھائے آئیں۔

برائیوں کا بدلہ جہنم ہے: جب اللہ تعالیٰ نے ان نیک بختوں سے متعلق خبر دے دی کہ ان کی نیکیوں کی جزا دگی چوگنی ہوتی چلی جائیگی تو اب بد بخت گنہگاروں اور شرکوں کا حال بیان فرماتا ہے کہ ان کے ساتھ عدل کیا جائے گا کہ ان کے گناہوں کی سزا دگی چوگنی نہیں ہوگی بلکہ برابر ہوگی۔ ان پر ان کے گناہوں کی ذلت چھائی ہوئی رہے گی۔ فرماتا ہے کہ جب وہ پیش ہوں گے تو تم ان کو شرمندہ اور =

① صحیح مسلم، کتاب الإیمان، باب اثبات رؤية المؤمنين في الآخرة ربهم سبحانه وتعالى، ۱۸۱؛ احمد، ۴/۳۳۳؛ ترمذی

② ابن حبان ۷۴۴۱-۷۶/۷۶؛ الدر: ۱۱-

وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيعًا ثُمَّ نَقُولُ لِلَّذِينَ أَشْرَكُوا مَكَانَكُمْ أَنْتُمْ وَشُرَكَاءُكُمْ ۖ

فَزَيْلَنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَاءُهُمْ مَا كُنْتُمْ آيَاتِنَا تَعْبُدُونَ ﴿۲۸﴾ فَكُنِيَ بِاللَّهِ شَهِيدًا

بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ إِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغْفِيلِينَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوا كُلُّ نَفْسٍ مِمَّا

أَسْلَفَتْ وَرُدُّوْا إِلَى اللَّهِ مَوْلَاهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿۳۰﴾

ترجمہ: اور وہ دن بھی قابل ذکر ہے جس روز ہم ان سب کو جمع کریں گے پھر شرکین سے کہیں گے تم اور تمہارے شریک اپنی جگہ ٹھہرو پھر ہم ان کے آپس میں پھوٹ ڈالیں گے اور ان کے وہ شرکاء کہیں گے تم ہماری عبادت نہیں کرتے تھے۔ [۲۸] سو ہمارے تمہارے درمیان اللہ تعالیٰ کافی گواہ ہے کہ ہم کو تمہاری عبادت کی خبر بھی نہ تھی۔ [۲۹] اس مقام پر ہر شخص اپنے اگلے کیے ہوئے کاموں کا امتحان کر لے گا اور یہ لوگ اللہ کی طرف جو ان کا مالک حقیقی ہے لوٹائے جائیں گے اور جو کچھ معبود تراش رکھے تھے سب ان سے غائب ہو جائیں گے۔ [۳۰]

= ذلیل دیکھو گے اور یہ نہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کے اعمال سے عاقل ہے۔ قیامت کے دن تک کے لئے ان کے عذاب میں تاخیر کر دی گئی ہے۔ ان کو اللہ تعالیٰ سے بچانے اور سفارش کرنے والا کوئی نہیں۔ اس دن انسان کہے گا کہ بھاگ ہی کہاں سکتے ہیں۔ وہ ہرگز نہیں چھوڑے جائیں گے اللہ تعالیٰ کے سامنے انہیں آنا پڑے گا ان کے چہرے اس قدر کالے رہیں گے گویا تاریک رات کی چادر ان کے چہروں پر چڑھادی گئی ہے۔ اس دن بعض چہرے تو روشن ہوں گے اور بعض سیاہ اور جن کے چہرے سیاہ ہوں گے ان سے کہا جائے گا کہ کیا ایمان لا چکنے کے بعد بھی تم نے کفر کیا تھا۔ لو اب اپنے کفر کا مزہ چکھو۔ اور جن کے چہرے روشن رہیں گے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت میں رہیں گے اور ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔ بعض کے چہرے روشن اور ہنستے ہوئے خوش خوش ہوں گے اور بعض کے چہروں پر اداسی اور تاریکی رہے گی۔

روز قیامت مشرکوں اور انکے شرکاء کی حالت: [آیت: ۲۸-۳۰] قول باری تعالیٰ ہے کہ جن وانس نیک و بد سب ہی کو ہم قیامت کے روز لا حاضر کریں گے کوئی بھی نہیں چھوڑا جائے گا اور شرکین سے کہیں گے تم اور تمہارے شرکاء اپنی اپنی جگہ ٹھہرے رہو اور مؤمنین سے الگ تھک رہو جس روز قیامت کا دن ہوگا یہ دونوں قسم کے لوگ الگ الگ رہیں گے۔ یہ اس وقت ہوگا جب کہ اللہ تبارک و تعالیٰ فصل مقدمات کا ارادہ فرمائے گا اور اسی لئے کہا گیا کہ مؤمنین اللہ تعالیٰ سے درخواست کریں گے کہ جلد تر فصل مقدمات فرمائے اور ہمیں اس انتظار کی گھڑی سے نجات بخشے۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”قیامت کے روز ہم لوگ دوسرے سب لوگوں سے اونچی جگہ پر ہوں گے۔“ ① اللہ فرمائے گا کہ اے مشرک! تم اور تمہارے شرکاء جن کی تم عبادت کرتے تھے سب اپنی اپنی جگہ الگ رہو۔“ ان متقدمین شرکانے اس بات سے انکار کر دیا کہ وہ ان سے اپنی عبادت لیتے تھے۔ اللہ فرماتا ہے کہ جن بزرگوں کی یہ پیروی کرتے تھے اور اسی بنا پر انہیں شریک الہی سمجھ کر شرک بنا لیا تھا اب یہی شرکاء ان سے یزاری ظاہر کریں گے۔ قولہ تعالیٰ ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کون گمراہ ہوگا جو ایسے شرکاء کو پکارتا ہے جو قیامت تک اس کی پکار کا جواب نہیں دے سکتے اور اس کی دعا کون ہی نہیں سکتے۔ اور جب لوگ قیامت میں اٹھائے جائیں گے تو وہ خود اپنی پرستش کرنے والوں کے دشمن ہوں گے اور کہیں گے کہ ہمیں تو ان =

① صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ۛ کلم اللہ موسیٰ تکلیما ۛ ۷۵۱۶؛ صحیح مسلم ۱۹۳۔

قُلْ مَنْ يَرْزُقُكُمْ مِنَ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ أَمَّنْ يَبْلِكُ السَّمْعَ وَالْأَبْصَارَ وَمَنْ
يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُدِيرُ الْأَمْرَ فَسَيَقُولُونَ
اللَّهُ فَقُلْ أَفَلَا تَتَّقُونَ ﴿٣١﴾ فذَلِكُمْ اللَّهُ رَبُّكُمْ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الضَّلَالُ
فَأَلَىٰ تُصْرَفُونَ ﴿٣٢﴾ كَذَلِكَ حَقَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِينَ فَسَقُوا أَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٣٣﴾

ترجمہ: آپ کہنے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر پورا اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے سو ضرور وہ یہی کہیں گے کہ اللہ تو ان سے کہنے کہ پھر کیوں نہیں پرہیز کرتے۔ [۳۱] سو یہ ہے اللہ تعالیٰ جو تمہارا رب حقیقی ہے پھر حق کے بعد اور کیا رہ گیا بجز گمراہی کے پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔ [۳۲] اسی طرح آپ کے رب کی یہ بات کہ یہ ایمان نہ لائیں گے تمام متردلوں کے حق میں ثابت ہو چکی ہے۔ [۳۳]

کی پرستش کا کوئی علم نہیں، تم ہماری عبادت کرتے ہو گے لیکن ہم جانتے تک نہیں اور اس کا گواہ اللہ ہے، ہم نے تو تمہیں کبھی کہا ہی نہیں تھا کہ ہماری پرستش کرو۔ اس طرح مشرکین کا منہ بند کر دیا گیا ہے کہ جو نہ سنتے ہیں نہ دیکھتے ہیں نہ کسی کام آ سکتے ہیں۔ انہیں تم نے کیوں پوچھا تھا۔ ان کی نہ تو یہ مرضی تھی نہ ارادہ تھا۔ تم نے جی اور قیوم۔ بصیر اور سمیع کی عبادت چھوڑ دی اور جو ہر بات کا عالم اور قادر ہے جس نے اپنے رسول اور اپنی کتابیں صرف اس غرض سے بھیجی ہیں کہ محض اسی کی پرستش کی جائے۔ جیسے کہ فرمایا کہ ہر قوم کے اندر ہمارا رسول ہماری عبادت کی ترغیب دینے اور باطل کی پرستش چھڑانے آیا۔ اب جس نے ہدایت پالی سو پالی اور جو گمراہ ہو گیا سو گمراہ ہو گیا تم سے پہلے بھی ہم نے جتنے رسول بھیجے سب کی طرف یہی وحی تھی کہ اللہ صرف میں ہوں، صرف میری ہی عبادت کرائی جائے، چنانچہ ہم اپنے رسولوں سے پوچھیں گے کہ کیا تم نے ہمارے سوا کسی اور کی پرستش کرنے کا حکم دیا تھا۔ مشرکوں کی بہت سے قسمیں ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں ان کا ذکر کیا ہے اور ان کے اقوال و احوال بیان کر کے ان کی تردید کی ہے۔ حکم ہوتا ہے کہ قیامت کے روز موقف حساب میں ہر شخص کی آزمائش ہوگی اور اچھا برا جو بھی عمل کیا ہے سامنے لایا جائے گا، اس روز سارے بھید ظاہر ہو جائیں گے اور انسان کو اپنے اگلے پچھلے سارے گناہ ظاہر کر دینے پڑیں گے۔ قیامت کے روز ان کا اعمال نامہ سامنے لایا جائے گا اور کہا جائے گا کہ پڑھ لو اپنا اعمال نامہ اس وقت تم اپنا آپ احتساب کرنے کے لئے کافی ہو۔

”آزمائش ہوگی“ ترجمہ تھا ﴿هُنَالِكَ تَبْلُوْنَ كُلُّ نَفْسٍ مَّا أَسْلَفَتْ﴾ میں ﴿تَبْلُوْنَ﴾ کا۔ لیکن بعض لوگوں نے اس کو ﴿تَنْلُوْنَ﴾ پڑھا ہے جس کے معنی پڑھنا کے ہیں۔ پھر اس کا ترجمہ یہ ہوگا کہ ”اچھا برا جو کام وہ کریں گے اسی کا نتیجہ بھگتیں گے“۔ جیسے کہ حدیث میں ہے کہ ہر امت اپنے اپنے معبود کے پیچھے رہے گی۔ آفتاب پرست آفتاب کے پیچھے اور قر پرست قر کے پیچھے اور بت پرست بت کے پیچھے۔ ① قولہ تعالیٰ ﴿وَرُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰهُمُ الْحَقُّ﴾ وہ اپنے مولا اللہ کی طرف پھیر دیئے جائیں گے۔ وہ کیا سب ہی امور اللہ کی طرف پھیرے جائیں گے چنانچہ فیصلہ کر کے جنتوں کو جنت میں اور دوزخیوں کو دوزخ کی طرف بھیجے گا۔ اب ان گمراہوں نے اپنی طرف سے جو جھوٹ موٹ معبود بنا رکھے تھے سب ہوا کی طرح اڑ جائیں گے۔

مشرکین اللہ کو خالق رازق اور مالک مانتے تھے: [آیت: ۳۱-۳۳] مشرکین پر اللہ تعالیٰ جنت پیش کرتا ہے کہ اللہ کی وحدانیت =

① صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَجِوْهُ يَوْمَئِذٍ نَّاضِرَةٌ﴾ ۷۴۳۷؛ صحیح مسلم، ۱۸۲۔

قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَبْدُوُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ ۖ قُلِ اللَّهُ يَبْدُوُ الْخَلْقَ ثُمَّ
يُعِيدُهُ فَأَنَّى تُؤْفَكُونَ ۝ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَائِكُمْ مَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ ۖ قُلِ اللَّهُ
يَهْدِي لِلْحَقِّ ۖ أَفَمَنْ يَهْدِي إِلَى الْحَقِّ أَحَقُّ أَنْ يُتَّبَعَ أَمْ مَنْ لَا يَهْدِي إِلَّا أَنْ
يُهْدَىٰ ۚ فَمَا لَكُمْ كَيْفَ تَحْكُمُونَ ۝ وَمَا يَتَّبِعُ أَكْثَرُهُمْ إِلَّا ظَنًّا ۚ إِنَّ الظَّنَّ لَا
يُغْنِي مِنَ الْحَقِّ شَيْئًا ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ بِمَا يَفْعَلُونَ ۝

ترجمہ: آپ یوں کہتے کہ کیا تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے کہ جو پہلی بار بھی پیدا کرے پھر دوبارہ بھی پیدا کرے۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ
ہی پہلی بار بھی پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ بھی پیدا کرے گا سو پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو۔ [۳۳۶] آپ کہتے کہ تمہارے شرکاء میں کوئی ایسا ہے
کہ امر حق کا راستہ بتلاتا ہو۔ آپ کہہ دیجئے کہ اللہ ہی امر حق کا راستہ بتلاتا ہے۔ تو پھر آیا جو شخص امر حق کا راستہ بتلاتا ہو وہ زیادہ اطلاع کے لائق
ہے یا وہ شخص جس کو بے تپلائے خود ہی راستہ نہ سوجھے۔ تو تم کو کیا ہو گیا تم کیسی تجویزیں کرتے ہو۔ [۳۳۵] اور ان میں سے اکثر لوگ صرف
بے اصل خیالات پر چل رہے ہیں۔ یقیناً بے اصل خیالات امر حق میں ذرا بھی مفید نہیں۔ یہ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناً اللہ کو سب خبر ہے۔ [۳۳۶]

== اور ربوبیت کا اعتراف کرنا پڑے گا۔ یعنی اے نبی! پوچھو کہ وہ کون ہے جو آسمان سے بارش برساتا ہے اور اپنی قدرت سے زمین کو
شکاف دیتا ہے جس کے اندر سے دانے والے انگوڑ گنا زیتون خرما گھنے گھنے باغ اور خوشہ دار میوے پیدا کرتا ہے۔ کیا اس کے ساتھ کوئی
اور اللہ ہو سکتا ہے تو انہیں ماننا پڑے گا کہ یہ اللہ ہی کے کام ہیں۔ اگر وہ اپنا رزق روک لے تو کون ہے کہ کھول دے۔ اور جس نے کہ یہ قوت
سامعہ اور قوت باصرہ دی ہے کہ اگر چاہے تو سلب کر لے۔ تم خود کہہ دو کہ یہ سماعت و بصارت اور ساری انسانی قوتیں اللہ ہی نے پیدا
کی ہیں۔ کیا تم اس کو ناراض کر کے پسند کرو گے کہ وہ تمہاری بصارت و سماعت چھین لے۔ جو اپنی قدرت عظیمہ سے میت سے زندہ کو پیدا
کرتا ہے اور زندہ سے میت کو نکالتا ہے۔ اس آیت کے بارے میں اختلاف رائے پہلے گزر چکا ہے اور اس آیت کا مفہوم سب پر عام
اور حاوی ہے اور کون ساری کائنات کا انتظام اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے اس کی صوابدید اور مرضی سے۔ سب کو یہ
پناہ دیتا ہے اس کے برخلاف کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا۔ وہ سب پر متصرف اور حاکم ہے اس کے حکم کے بعد کسی کا حکم کوئی چیز نہیں۔ وہ جس
کو چاہے پوچھے لیکن اس کو کون پوچھ سکتا ہے۔ آسمان و زمین کی ساری مخلوقات اسی کی دست نگر ہیں۔ ہر وقت اس کی نرالی شان ہے۔
آسمان و زمین کی ساری بادشاہت اسی کی ہے۔ ملائکہ، انس و جان سب اس کے محتاج ہیں اس کے غلام ہیں۔ سب کا جواب ان کے
پاس یہی ہے کہ اللہ ہی میں یہ ساری قدرت ہے۔ کفار و مشرکین ان ساری باتوں کو جانتے ہیں اور معترف بھی ہیں۔ پھر تم ان سے پوچھو
کہ اچھا پھر اس سے ڈرتے کیوں نہیں ہو اپنی خود سری اور جہالت سے اس کو چھوڑ کر کسی اور کی پرستش کیوں کرتے ہو۔ سچا اللہ تو یہی اللہ
ہے جس کا تم کو آپ اعتراف ہے۔ پھر تو افراد بالعبادۃ کا مستحق وہی ہوا۔ حق بات کو سمجھ لینے کے بعد پھر یہ گمراہی کیسی۔ ہر معبود اس کے سوا
باطل ہے۔ تم عبادت حق چھوڑ کر عبادت ماسوا کی طرف کدھر بھٹکے جا رہے ہو۔ ان سارے دلائل کے بعد اللہ کی بات ثابت و متحقق ہو چکی۔
یعنی جس طرح ان مشرکین نے نکر کیا اور کفر پر قائم رہے۔ اسی طرح انہوں نے اس بات کا اعتراف بھی کر لیا ہے کہ وہی پاک پروردگار
خالق و رازق ہے ساری کائنات میں اکیلا متصرف ہے اسی نے اپنے پیغمبروں کو تو حیدر کر بھیجا۔ یہ مسلم ہے کہ یہ اشقیاء دوزخی ہیں۔
سب کچھ اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے لوگوں کے شرک کچھ پیدا نہیں کر سکتے: [آیت: ۳۳۶-۳۳۷] مشرکین نے اللہ کے ساتھ غیر اللہ =

وَمَا كَانَ هَذَا الْقُرْآنُ أَنْ يُفْتَرَى مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلَكِنْ تَصْدِيقَ الَّذِي بَيْنَ
يَدَيْهِ وَتَفْصِيلَ الْكِتَابِ لَا رَيْبَ فِيهِ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ ۝۲۷ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ
قُلْ فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِثْلِهِ وَادْعُوا مَنِ اسْتَعْظَمْتُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ
صَادِقِينَ ۝۲۸ بَلْ كَذَّبُوا بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعَلَمِهِ وَكَلَبَا بِأَنَّهُمْ تَأْوِيلُهُ كَذَلِكَ
كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ ۝۲۹ وَمِنْهُمْ مَنْ
يُؤْمِنُ بِهِ وَمِنْهُمْ مَنْ لَا يُؤْمِنُ بِهِ ۝۳۰ وَرَبُّكَ أَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِينَ ۝۳۱

ترجمہ: اور یہ قرآن افترا کیا ہوا نہیں ہے کہ غیر اللہ سے صادر ہوا ہو بلکہ یہ تو ان کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے جو اس کے قبل ہو چکی ہیں اور احکام ضروریہ کی تفصیل بیان کرنے والا ہے اس میں کوئی بات شک کی نہیں رب العالمین کی طرف سے ہے۔ [۳۷] کیا یہ لوگ یوں کہتے ہیں کہ آپ نے اس کو افترا کر لیا ہے۔ آپ کہہ دیجئے کہ تو پھر تم اس کے مثل ایک ہی سورت لاؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا لو گرام تم سچے ہو۔ [۳۸] بلکہ ایسی چیز کی تکذیب کرنے لگے جس کو اپنے احاطہ علمی میں نہیں لائے اور ہنوز ان کو اس کا اخیر نتیجہ نہیں ملا۔ جو لوگ ان سے پہلے ہوئے ہیں اس طرح انہوں نے بھی جھٹلایا تھا سو دکھ لیجئے ان ظالموں کا انجام کیا ہوا؟ [۳۹] اور ان میں سے بعض ایسے ہیں جو اس پر ایمان لے آئیں گے اور بعض ایسے ہیں کہ اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ اور آپ کا رب تعالیٰ مفسدوں کو خوب جانتا ہے۔ [۴۰]

= کو ملا دیا اور اضنام وادنان کو پوجنے لگے ان کے اس دعوے کا ابطال کیا جا رہا ہے کہ اے نبی! ان سے پوچھو کہ کیا تمہارے قرار دادہ شرکاء میں کوئی ہے جس نے ان آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہو پھر اس میں جو مخلوقات ہیں انہیں وجود میں لایا ہو یا اجرام سماوی کو اپنی جگہ سے ہٹائے یا انہیں بدل دے یا انہیں فنا کر کے پھر از سر نو دوسری مخلوق پیدا کر سکے کہہ دو کہ تم کسی کو نہیں پیش کر سکو گے یہ تو اللہ ہی کے کام ہیں پھر تم طریق راست کو چھوڑ کر باطل کی طرف کیوں جھکے پڑتے ہو۔ کیا کوئی ہے کہ حق کی طرف رہنمائی کر سکے ایسی رہنمائی تو اللہ ہی کر سکتا ہے اس بات کو تم خود جانتے ہو کہ تمہارے شرکاء ایک بھی گمراہ کو راستی پر نہیں لا سکتے۔ اللہ پاک ہی ایسے حیران و گمراہ کی ہدایت کرتا ہے اور گمراہی سے رشد کی طرف انسانوں کے دل پھیر سکتا ہے۔ کوئی بندہ جو حق کی طرف پھرنے والے کی اتباع کرے اور بصیرت تامہ رکھے۔ یہاں چھایا وہ جو کچھ بھی ہدایت نہیں کر سکتا بلکہ اپنے اندھے پن کے سبب اس بات کا محتاج ہے کہ اسی کا ہاتھ پکڑ کر کوئی لے چلے۔ ابراہیم علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے بابا! تم اندھے بہرے معبود کی پرستش کیوں کرتے ہو جو کچھ بھی تمہارے کام کا نہیں۔ اور اپنی قوم سے بھی فرمایا تھا کہ تم لوگ اپنی ہی بنائی ہوئی چیزوں کی آپ عبادت کرتے ہو حالانکہ تم کو اور تمہارے معبودوں کو سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے۔ تمہاری رائے کیسی غلط ہے تمہاری عقلیں جاتی رہیں تم نے اللہ کو اور اللہ کی مخلوق دونوں کو برابر برابر کیسے بنا دیا۔ اس کو بھی مانتے ہو اس کو بھی مانتے ہو۔ پھر اللہ سے ہٹ کر شرکاء کی طرف جھک پڑتے ہو۔ رب جلیل ہی کو عبادت کے لئے تم نے خاص کیوں نہ کر لیا کہ اس کی عبادت کر کے گمراہیوں سے نکل آتے۔ اور دعائیں خاص کر اللہ ہی سے کیوں نہیں مانگتے۔ یہ لوگ کسی دلیل کو کام میں نہیں لاتے بلکہ اس اصنام پرستی کی بنیاد کسی یقین کے بجائے گمان اور وہم پر اٹھی ہوئی ہے مگر اس سے کچھ بھی حاصل نہ ہوگا۔ اللہ پاک ان

کے ہر فعل کو خوب جانتا ہے۔ یہ ان کافروں کے لئے تہدید اور وعید شدید ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ خیر دیتا ہے کہ عنقریب ان کی ان حالتوں کی انہیں سزا مل جائے گی۔

قرآن حکیم ایک لاجواب اور بے مثال کتاب ہے: [آیت: ۳۷-۴۰] اس میں اعجاز قرآن پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ کوئی بشر بھی اس کی صلاحیت نہیں رکھتا کہ اس جیسا قرآن پیش کر سکے نہیں بلکہ اس پر بھی قادر نہیں کہ اس کی ایک سورت جیسی ہی کوئی سورت بنا لائے یہ اس کے دعویٰ فصاحت و بلاغت کی بنا پر ہے۔ قرآن کا اختصار اس کی شیرینی اور دنیا اور آخرت کے لئے نفع دینے والی معنی کثیرہ پر مشتمل ہونا ان چیزوں کو کوئی دوسری کتاب پیش نہیں کر سکتی کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی کتاب ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ جو اپنی ذات و صفات اور اپنے افعال و اقوال میں واحد و یکتا ہے مخلوق کا کلام اس کے کلام کے ساتھ مشابہت کیونکر پیدا کر سکتا ہے۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ اس جیسی تحریر اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کی ہو ہی نہیں سکتی۔ بشر کا کلام ذرا بھی اس سے میل نہیں کھا سکتا اور پھر یہ کہ قرآن وہی کہتا ہے جو سابقہ کتب سماوی کہتی ہیں۔ البتہ سابقہ الہامی کتابوں میں جو تحریف و تبدیلی ہوئی ہے اس کو اجاگر کر دیا گیا ہے اور احکام حلال و حرام کو کافی اور شافی طور پر بیان کیا گیا ہے۔ اللہ رب العالمین کی طرف سے اس کے ہونے میں ذرا شبہ نہیں کیا جاسکتا اس میں گزشتہ زمانہ کی خبریں بھی ہیں اور آئندہ زمانہ کی پیشین گوئیاں بھی ہیں۔

ماضی اور مستقبل سب باتوں پر روشنی ڈالی گئی ہے اور لوگوں کو اس راستہ پر چلایا گیا ہے جو بالکل صحیح اور پسندیدہ الہی ہو سکتا ہے اور اگر تم کو اس کے منجانب اللہ ہونے میں ذرا بھی شک ہو اور یہ غلط خیال تمہارے دلشین ہو کہ حضرت محمد ﷺ نے اسے آپ بنا لیا ہے تو حضرت محمد ﷺ بھی تو تمہارے ہی جیسے بشر ہیں اگر وہ ایسا قرآن بنا سکتے ہیں تو تم میں سے قابل ترین کوئی آدمی کیوں نہیں بنا سکتا؟ چنانچہ اپنے دعوے کو ثابت کرنے کے لئے اس جیسی بس ایک ہی سورت پیش کرو جو قرآن جیسی بلاغت اور اختصار و معنویت رکھتی ہو حضرت محمد ﷺ تو اکیلے تھے اب تم دنیا بھر کے انسان و جنات سبھی مل کر کوشش کر دیکھو۔ اس طرح اللہ تعالیٰ گویا انہیں چیلنج کرتا ہے اگر تم اپنے دعوے میں سچے ہو کہ یہ حضرت محمد ﷺ کا اپنا تصنیف کردہ ہے تو آؤ اس چیلنج کو قبول کرو۔ تمہا نہیں بلکہ سینکڑوں ہزاروں مل کر۔ اس کے بعد ایک دوسرا اس سے بھی زبردست دعویٰ ہے کہ یہ سن رکھو کہ تم کبھی اس پر قادر نہ ہو سکو گے۔ یہ بات بھی ہم ابھی سے کہہ دیتے ہیں کہ تمام جن و انس بھی اگر جمع ہو جائیں کہ ایسا ہی کوئی قرآن بنا سکیں تو ہرگز نہیں بنا سکتے خواہ اپنے لئے کتنے ہی مددگار کیوں نہ بنالیں۔ پھر اس دعویٰ کو دس سورتوں تک بھی محدود کر کے کہا گیا جس کا ذکر اول سورہ ہود میں ہے کہ کیا وہ کہتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ نے اس کو بنا لیا ہے۔ اچھا تو پھر اس جیسی دس ہی سورتیں تم بنا کر لے آؤ۔ پورا قرآن نہ سہی اتنا ہی سہی۔ اللہ تعالیٰ کو تم نے چھوڑ دیا تو دوسرے سب کی تم مدد لے سکتے ہو۔ سچے ہو تو سامنے کیوں نہیں آتے۔ پھر اس سے بھی نیچے اتر کر ارشاد ہوتا ہے کہ اگر اس کو حضرت محمد ﷺ نے بنا لیا ہے تو زیادہ نہیں ایک ہی سورت پیش کرو۔

سورہ بقرہ (جو مدینہ طیبہ میں نازل ہوئی تھی) اس میں بھی یہی ایک سورت ہی کا چیلنج ہے اور یہ بتلادیا گیا ہے کہ تم کو ایسا کرنے پر قدرت نہیں ہے تو سنو! اگر تم نے ایسی آیتیں پیش نہ کیں اور پیش کر بھی کہاں سکتے ہو تو پھر عذاب دوزخ سے بچو۔ حالانکہ فصاحت تو عرب کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھی اور ان کا خاص کمال سمجھا جاتا تھا۔ ان کے اشعار اور وہ قصائد جو کہنے کے دروازے پر آویزاں کر دیئے گئے تھے ان کے کمال بلاغت کا ثبوت ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے جو قرآن پیش کر دیا کوئی اس کی فصاحت و بلاغت کو چھو بھی نہ سکا۔ چنانچہ اس کی بلاغت اور حلاوت و اختصار اور افادہ و کمال کو دیکھ کر جو ایمان لے آیا وہ لے آیا۔ کیونکہ انہیں فصحا و بلغا میں ایسے نکتہ رس =

وَأَنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ لِي عَمَلِي وَلكُمْ عَمَلِكُمْ أَنْتُمْ بَرِيءُونَ مِمَّا أَعْمَلُ وَأَنَا بَرِيءٌ
مِمَّا تَعْمَلُونَ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ يَسْتَمِعُونَ إِلَيْكَ ۖ أَفَأَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوا لَا
يَعْقِلُونَ ۝ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُ إِلَيْكَ ۖ أَفَأَنْتَ تَهْدِي الْعُمْى وَلَوْ كَانُوا لَا
يُبْصِرُونَ ۝ إِنَّ اللَّهَ لَا يُظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَلَكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسُهُمْ يَظْلِمُونَ ۝

ترجمہ: اور اگر آپ کو جھٹلاتے رہیں تو یہ کہہ دیجئے کہ میرا کیا ہوا مجھ کو ملے گا اور تمہارا کیا ہوا تم کو ملے گا تم میرے کئے ہوئے کے جوابدہ نہیں ہو اور میں تمہارے کئے ہوئے کا جواب دہ نہیں ہوں۔ [۴۱] اور ان میں بعض ایسے ہیں جو آپ کی طرف کان لگا لگا بیٹھتے ہیں کیا آپ بہروں کو سناتے ہیں گوان کو سمجھ بھی نہ ہو۔ [۴۲] اور ان میں بعض ایسے ہیں کہ آپ کو دیکھ رہے ہیں پھر کیا آپ انہوں کو راستہ دکھانا چاہتے ہیں گوان کو بصیرت بھی نہ ہو۔ [۴۳] یہ یقینی بات ہے کہ اللہ لوگوں پر ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود ہی اپنے آپ کو تباہ کرتے ہیں۔ [۴۴]

= اور صاحب فہم بھی تھے جنہوں نے قرآن کی بلاغت کا لوہا مان لیا اور سر جھکا دیا۔ معترف ہو گئے کہ یہ ہو سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہی کا کلام ہو سکتا ہے۔ جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے کے جادوگر جو اپنی ساحری میں یکتائے زمانہ تھے بول اٹھے کہ موسیٰ کا یہ مظاہرہ عصا سحر سے کوئی تعلق نہیں رکھتا یہ تا سید ربانی ہی کے ذریعہ ممکن ہے۔ اس لئے یقیناً موسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں کیونکہ کوئی صاحب فن ہی کسی فن کے کمال کو سمجھ سکتا ہے۔ اور اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام جو ایسے زمانے میں پیدا ہوئے تھے جب کہ طب نے کمال درجہ کی ترقی حاصل کر لی تھی اور مریضوں کے علاج میں ماہرین طب اپنا کمال دکھا رہے تھے۔ ایسے وقت میں مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحت یاب کر دینا، بلکہ اللہ تعالیٰ کا نام لے کر مردوں کو بھی زندہ کر دینا ایسی چیزیں ہیں جن کے آگے کسی علاج و دوا کی کچھ نہیں چل سکتی۔ چنانچہ سمجھنے والے سمجھ گئے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے رسول ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہر نبی کو ایسے معجزے دیئے گئے ہیں جن کو دیکھ کر بشر ایمان لے آسکیں۔ اور مجھے بھی جو قرآن دیا گیا ہے اس کے تعلق میں بھی امید کرتا ہوں کہ اکثر و بیشتر اس کی صداقت کو مان لیں گے“ ۱ البتہ ان میں سے بعض نے جو قرآن کو سمجھ ہی نہیں سکتے تھے تکذیب کرنا شروع کر دی۔ لیکن اس کی کوئی دلیل نہ لاسکے اور یہ ان کی جہالت اور حماقت کی وجہ سے تھا۔ اسی قسم کی تکذیب اپنے پیغمبروں کی سابقہ قوموں نے بھی کی تھی تو اب ذرا تم نظر دوڑاؤ کہ ان جھٹلانے والوں کا کیسا برا حشر ہوا جو محض عناد اور ضد کی بنا پر تکذیب کر رہے تھے۔ تو اب اے قریش کے انکار کرنے والو! ان کا حشر دیکھ کر عبرت پکڑو۔ چنانچہ اس زمانہ میں بھی بعض لوگ تو ایمان لے آئے اور قرآن سے مستفیض ہوئے اور بعض جو ایمان نہیں لائے وہ کفر کی موت مر گئے۔ ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو مستحق ہدایت ہیں ان ہی کو ہدایت بھی کرتا ہے اور جو مستحق ضلالت ہیں ان کو بہکنے دیتا ہے۔ اس عمل میں وہ عادل ہے ظالم نہیں۔

روز قیامت ہر کوئی اپنے اعمال کا جواب دہ ہوگا: [آیت: ۴۱-۴۳] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہو رہا ہے کہ اگر یہ مشرک تمہاری تکذیب کرتے ہیں تو تم بھی ان سے اور ان کے اعمال سے اپنی بیزاری ظاہر کرو اور صاف کہہ دو کہ میرا عمل میرے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے۔ میں تو تمہارے معبودوں کو نہ مانوں گا۔ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے یہی کہا تھا کہ میں تم سے

۱ صحیح بخاری، کتاب فضائل القرآن، باب کیف نزل الوحي واول ما نزل ۴۹۸۱؛ صحیح مسلم ۱۵۲۔

وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَأَن لَّمْ يَلْبَثُوا إِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُونَ بَيْنَهُمْ قَدْ خَسِرَ

الَّذِينَ كَذَّبُوا بِلِقَاءِ اللَّهِ وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿۱۰﴾

ترجمہ: اور ان کو وہ دن یاد دلائے جس میں اللہ ان کو اس کیفیت سے جمع کرے گا کہ گویا وہ سارے دن کی ایک آدھ گھڑی رہے ہوں گے اور آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گے۔ واقعی خسارے میں پڑے وہ لوگ جنہوں نے اللہ کے پاس جانے کو جھٹلایا اور وہ ہدایت پانے والے نہ تھے۔ [۱۰]

اور تمہارے ان جھوٹے معبودوں سے بری ہوں۔ قریش ہی میں بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو تمہارے کلام حسن اور قرآن عظیم کو سنتے ہیں اور جو متاثر ہو سکتے ہیں اور یہی بہت کافی تھا لیکن پھر بھی وہ راہ راست پر نہ آئے۔ اس میں تمہارا کوئی قصور نہیں کیونکہ تم بہروں کو سنانے پر قادر نہیں ہو اور نہ تم کو آپ یہ قدرت ہے کہ تم ان کی ہدایت کر؛ جب تک کہ اللہ کی مرضی بھی شامل نہ ہو۔ اور ان ہی میں ایسے بھی ہیں کہ جو تمہاری طرف گہری نظر سے دیکھتے ہیں۔ تمہارے پاکیزہ اخلاق اور حسن صورت اور تمہارے دلائل نبوت (جس سے اہل بصیرت ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں) اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھتے ہیں لیکن پھر بھی قرآن کی ہدایت سے کچھ فیضیاب نہیں ہوتے۔ جیسے کہ اہل علم اور اہل بصیرت مستفید ہو جاتے ہیں اور ایسے مؤمن لوگ تم کو دیکھتے ہیں تو دیدہ وقار سے دیکھتے ہیں اور کفار نظر ڈالتے ہیں تو چشم احتکار سے ڈالتے ہیں۔ وہ تمہیں دیکھتے ہیں تو ہنسی اڑاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کسی پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا۔ ایک سنتا ہے اور ہدایت پاتا ہے اور دوسرا بھی سنتا ہے اور دیکھتا ہے لیکن اندھا اور بہرانا رہتا ہے آنکھیں کھلی ہیں پھر بھی اندھے ہیں۔ کان رکھتے ہوئے بہرے ہیں۔ دل ہے مگر مردہ۔ ایک نے فائدہ اٹھا یا دوسرے نے نقصان۔ باری تعالیٰ کی ذات پاک معنار و متصرف ہے وہ سب سے باز پرس کرے لیکن اس سے باز پرس کون کر سکتا ہے۔ وہ تو ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ خود اپنی جانوں پر ظلم کر لیتے ہیں۔ حدیث قدسی میں ہے کہ اے میرے بندو! میں نے ظلم کرنے کو اپنے پر حرام قرار دیا ہے تم پر بھی حرام قرار دیتا ہوں چنانچہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو تمہارے اعمال میری نظر میں ہیں۔ میں ہر قسم کے عمل کی پوری پوری جزا دیتا ہوں۔ جس کو اچھی جزا ملی وہ اللہ کا شکر کرے اور جس کو سزا ملی اس کو چاہئے

کہ اپنی ہی ذات کو ملامت کرے۔ ①

قیامت کے دن نفسا نفسی کا عالم: [آیت: ۳۵] یاد دلا یا جا رہا ہے کہ قیامت قائم ہوگی اور لوگ اپنی اپنی قبروں سے اٹھ کر عرصہ حشر میں جمع ہو جائیں گے اور جب وہ دن آئے گا تو وہ سمجھیں گے کہ دنیا میں دن کا بعض حصہ ہی گزار آئے ہیں یعنی شام نہیں تو صبح رہے تھے اور صبح نہیں تو شام گزاری تھی جس روز صور پھونکا جائے گا تو مجرمین جوق در جوق پریشان حال نکل آئیں گے چپکے چپکے باتیں کر رہے ہوں گے کہ بس دس روز ہمارا قیام رہا ہوگا۔ ان میں سے ممتاز اور تیز حافظہ لوگ کہیں گے ارے کہاں کے دس روز ایک ہی دن تو دنیا میں گزارا۔ گنہگار طبقہ تو قسمیں کھا کھا کر کہے گا کہ گھنٹے بھر سے زیادہ کب رہے۔ یہ سب دلیل ہے اس بات کی کہ دارالآخرت میں دنیا کی زندگی کیسی حقیر اور قصیر ہے۔ پوچھا جائے گا کہ بتاؤ دنیا میں کتنے سال گزارے؟ تو کہیں گے ایک دن یا اس سے بھی کم چنانچہ یادداشت رکھنے والوں سے پوچھا گیا جائے۔ کہا جائے گا کہ کاش تمہیں علم ہوتا کہ دنیا کی زندگی کتنی تھوڑی ہوتی ہے وہ آپس میں ایک دوسرے کو پہچان لیں گے۔ ماں باپ بچوں کو اور بچے ماں باپ کو اہل قربت اپنے رشتہ داروں کو لیکن ہر ایک اپنی اپنی مصیبت یا اپنی اپنی راحت میں مصروف و مشغول رہے گا جب صور پھونکا جائے گا تو پھر حسب نسب کچھ نہیں کوئی عزیز اپنے عزیز کو نہیں پوچھے گا۔ =

① صحیح مسلم، کتاب البر، باب تحریم الظلم ۲۵۷۷؛ ترمذی، ۲۴۹۵، ابن ماجہ ۴۲۵۷؛ احمد، ۱۶۰/۵؛ ابن حبان ۶۱۹۔

وَأَمَّا نُرِيكَ بَعْضَ الَّذِي نَعِدُهُمْ أَوْ تَتَوَقَّئِكَ فَاَلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ اللَّهُ شَهِيدٌ
 عَلَىٰ مَا يَفْعَلُونَ ۝ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ
 بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَيَقُولُونَ مَتَىٰ هَذَا الْوَعْدِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝
 قُلْ لَا أَمْلِكُ لِنَفْسِي ضَرًّا وَلَا نَفْعًا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۖ إِذَا جَاءَ
 أَجَلُهُمْ فَلَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ قُلْ أَرَأَيْتُمْ إِنْ أَنزَلْنَا
 بِيَاتًا أَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْجُرْمُونَ ۝ أَمْ إِذَا مَا وَقَعَ مِنْتُمْ بِهِ ۖ أَتُن
 وَقَد كُنْتُمْ بِهِ تَسْتَعْجِلُونَ ۝ ثُمَّ قِيلَ لِلَّذِينَ ظَلَمُوا ذُوقُوا عَذَابَ الْخُلْدِ ۖ هَلْ
 تُجْزَوْنَ إِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۝

ترجمہ: اور جس کا ان سے ہم وعدہ کر رہے ہیں اس میں سے کچھ تھوڑا سا اگر ہم آپ کو دکھا دیں یا ہم آپ کو وفات دے دیں سو ہمارے پاس تو ان کو آنا ہی ہے پھر اللہ تعالیٰ ان کے سب افعال کی اطلاع رکھتا ہے۔ [۴۶] اور ہر امت کے لئے ایک حکم پہنچانے والا ہے سو جب ان کا وہ رسول آچکنا ہے ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ کیا جاتا ہے اور ان پر ظلم نہیں کیا جاتا۔ [۴۷] اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ وعدہ کب ہوگا اگر تم سچے ہو۔ [۴۸] آپ فرمادیجئے کہ میں اپنی ذات خاص کے لئے تو کسی نفع کا اور کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہی نہیں مگر جتنا اللہ کو منظور ہو۔ ہر امت کے لئے ایک معین وقت ہے جب ان کا وہ معین وقت آچکنا ہے تو ایک ساعت نہ پیچھے ہٹ سکتے ہیں اور نہ آگے سرک سکتے ہیں۔ [۴۹] آپ فرمادیجئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اگر تم پر اللہ تعالیٰ کا عذاب رات کو آ پڑے یا دن کو تو عذاب میں کون سی چیز ایسی ہے کہ مجرم لوگ اس کو جلدی مانگ رہے ہیں۔ [۵۰] کیا پھر جب وہ آ ہی پڑے گا اس کی تصدیق کرو گے۔ ہاں اب مانا حالانکہ تم اس کی جلدی چاہا کرتے تھے۔ [۵۱] پھر ظالموں سے کہا جائے گا کہ ہمیشہ کا عذاب چکھو۔ تم کو تو تمہارے کئے کا بدلہ ملا ہے۔ [۵۲]

= جن لوگوں نے اللہ سے ملاقات کی تکذیب کی تھی وہ بڑے گھائے میں رہیں گے افسوس ہے ان جھٹلانے والوں پر کہ قیامت کے دن انہوں نے اپنی ذات اور اپنے متعلقین کو ہلاکت میں ڈال دیا اس سے بڑا خسارہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اپنے ساتھیوں کے سامنے حسرت و ندامت اٹھانی پڑے اور الگ رہنا پڑے۔

قیامت کے دن پورا پورا انصاف ہوگا: [آیت: ۴۶-۵۲] اپنے نبی ﷺ سے خطاب ہوتا ہے کہ اگر ہم تمہاری زندگی میں ان سے انتقام لیں تاکہ تمہارے دل کو تسکین ملے یا تمہاری ہی زندگی ختم ہو جائے بہر صورت ان کی بازگشت ہماری ہی طرف ہے اگر تم نہ بھی رہو تو تمہارے بعد ان کے افعال کا اللہ گواہ بن جائے گا۔

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”گزشتہ رات میری اگلی اور پچھلی ساری امت میرے سامنے پیش کی گئی تو ایک شخص نے کہا یا رسول اللہ! اگلی امت تو خیر لیکن پچھلی امت جو آنے والی ہے اور ابھی پیدا ہی نہیں ہوئی ہے وہ کیسے پیش کی گئی؟ تو فرمایا کہ ان کی ایک خاکی

صورت سامنے لائی گئی اور میں ان میں سے ہر ایک کو اس سے بھی بہتر طور پر پہچان رہا تھا جیسے کہ تم اپنے کسی ساتھی کو پہچان لیتے ہو۔“ ①

ہر امت کے لئے ایک ایک رسول ہوتا ہے جب ان کے پاس ان کا رسول آجاتا ہے تو ان کے درمیان ایک منصفانہ فیصلہ ہو جاتا ہے جیسے کہ اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ زمین اللہ کے نور سے چمک اٹھتی ہے چنانچہ ہر امت اپنے پیغمبر کی موجودگی میں اللہ کے سامنے پیش ہوتی ہے۔ ان کا اچھا یا برا نامہ اعمال ساتھ ہوتا ہے جو بحیثیت ان کے گواہ کے ہوتا ہے۔ نیز ملائکہ بھی گواہ ہوتے ہیں جنہیں ان پر نگران کار مقرر کر دیا تھا۔ یکے بعد دیگرے ہر امت پیش ہوتی رہے گی اور یہ امت اگرچہ آخری امت ہے لیکن قیامت کے روز یہ اولین امت بن جائے گی جس کا فیصلہ اللہ پاک سب سے پہلے فرمائے گا۔ بخاری اور مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”ہم اگرچہ سب کے بعد ہیں لیکن قیامت میں سب سے پہلے ہوں گے اور ساری مخلوق سے پہلے ہمارا حساب و کتاب ہو جائے گا۔“ ②

اس امت نے یہ شرف اپنے رسول ﷺ کی برکت سے حاصل کیا ہے آپ ﷺ پر قیامت تک درود و سلام ہو۔ آمین

قیامت عذاب سب کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے: ارشاد ہوتا ہے کہ یہ مشرکین عذاب میں جلدی کرتے ہیں اور وقت عذاب آنے سے پہلے عذاب مانگتے ہیں۔ اس میں ان کی کوئی بھلائی نہیں۔ کافر تو جلدی کرتے ہیں لیکن مومن اس سے ڈرتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ واقعتاً عذاب ضرور آئے گا اگرچہ اس کا وقت معین معلوم نہ ہو۔ اسی لئے اللہ پاک نبی اکرم ﷺ کو جواب سکھا رہا ہے کہ کہہ دو کہ میں اپنے نفس کے لئے نہ مضرت کا مالک ہوں نہ منفعت کا میں صرف اتنا کہتا ہوں جو مجھے بتا دیا گیا ہے اور اگر میں کچھ حاصل کرنا چاہتا ہوں تو اس پر قادر نہیں جب تک کہ اللہ پاک خود مجھے آگاہ نہ فرمادے۔ میں تو اس کا بندہ اور تمہارے لئے اس کا قاصد ہوں میں نے تمہیں خبر دیدی ہے کہ قیامت ضرور ہوگی، لیکن اس کا وقت مجھے نہیں بتلایا گیا۔ ہر قوم کے لئے ایک مقرر مدت ہوتی ہے اور جب وہ مدت ختم ہو جائے تو ایک ساعت کی بھی نہ اس میں تقدیم ہوگی نہ تاخیر۔ جیسا کہ فرمایا ﴿وَلَكِنْ يُؤَخِّرِ اللَّهُ نَفْسًا إِذَا جَاءَ أَجَلُهَا﴾ ③ جب کسی کا وقت آجاتا ہے تو ذرہ بھر کی بھی تاخیر نہیں ہو سکتی۔ کافروں پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ناگہاں آجائے گا۔ اگر دن اور رات میں کسی بھی وقت یکا یک آجائے تو بتاؤ کیا کرو گے؟ اس لئے جلدی کیوں کرتے ہو؟ جب کہ آ ہی جائے گا تو کیا اس وقت ایمان لاؤ گے وہ ایمان کا وقت کب رہے گا۔ اس وقت کہا جائے گا کہ لو جس عذاب کی جلدی کرتے تھے۔ اس وقت کہیں گے اے اللہ تعالیٰ ہم نے دیکھ لیا ہم نے سن لیا عذاب سے سابقہ پڑنے پر بول اٹھیں گے کہ ہم اب اکیلے اللہ تعالیٰ کو مانتے ہیں اور دیگر تمام معبودوں سے اعراض کرتے ہیں، لیکن اس وقت کا ایمان کوئی ایمان نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی عادت تو اپنے بندوں میں یونہی چلی ہوتی ہے۔ ان ظالموں سے کہا جائے گا کہ اب دائی عذاب چکھو۔ اس طرح انہیں خوب ڈانٹ بتائی جائے گی جس عذاب جہنم کا وہ انکار کرتے تھے اس عذاب میں انہیں دھکے دے دے کر جھونکا جائے گا۔ تم جا دو کہتے تھے تو کیا یہ جا دو ہے۔ نہیں بلکہ تم خود اندھے ہو۔ اب خواہ صبر کرو کہ نہ کرو اپنے اعمال بد کا بدلہ ضرور پاؤ گے۔

① طبرانی، ۳۰۵۴ وسندہ موضوع، زیاد بن المنذر کذاب۔

② صحیح بخاری کتاب الأذان باب فرض الجمعة ۸۷۶؛ صحیح مسلم ۸۵۵، ۸۵۶۔

③ ۶۳ / المنافقون: ۱۱۔

وَيَسْتَبْشِرُونَكَ أَحَقُّ هُوَ قُلْ إِي وَرَبِّي إِنَّهُ لَحَقٌّ ۖ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ۗ وَلَوْ أَنَّ
لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْأَرْضِ لَافْتَدَتْ بِهِ ۗ وَأَسْرُوا الْقَدَمَةَ لَبَا رَأُوا
الْعَذَابَ ۗ وَقَضَىٰ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۗ ۝ الْآ إِنَّ لِلَّهِ مَا فِي السَّمَوَاتِ
وَالْأَرْضِ ۗ الْآ إِنَّ وَعْدَ اللَّهِ حَقٌّ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۗ ۝ هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ
وَالِيَهُ تُرْجَعُونَ ۗ ۝ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ مَوْعِظَةٌ مِّن رَّبِّكُمْ وَشِفَاءٌ لِّمَا
فِي الصُّدُورِ ۗ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ ۗ ۝ قُلْ بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ فَبِذَلِكَ
فَلْيَفْرَحُوا ۗ هُوَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۗ ۝

ترجمہ: اور وہ آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا عذاب واقعی امر ہے۔ آپ فرمادیتے ہیں کہ ہاں تم ہے میرے رب کی کہ وہ واقعی امر ہے اور تم کسی طرح اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے۔ [۵۳] اور اگر ہر مشرک شخص کے پاس اتنا ہو کہ ساری زمین میں بھر جائے تب بھی اس کو دے کر اپنی جان بچانے لگے۔ اور جب عذاب کو دیکھیں گے تو پشیمانی کو پوشیدہ رکھیں گے۔ اور ان کا فیصلہ انصاف کے ساتھ ہوگا اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔ [۵۴] یاد رکھو کہ جتنی چیزیں آسمانوں میں اور زمین میں ہیں سب اللہ تعالیٰ ہی کی ملک ہیں۔ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ سچا ہے لیکن بہت سے آدمی یقین ہی نہیں رکھتے۔ [۵۵] وہی جان ڈالتا ہے وہی جان نکالتا ہے اور تم سب اسی کے پاس لائے جاؤ گے۔ [۵۶] اے لوگو! تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک ایسی چیز آئی ہے جو نصیحت ہے اور دلوں میں جو روگ ہیں ان کے لیے شفا ہے۔ اور رہنمائی کرنے والی ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔ [۵۷] آپ کہہ دیجئے کہ بس لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے اس انعام اور رحمت پر خوش ہونا چاہئے۔ وہ اس سے بدرجہا بہتر ہے جس کو وہ جمع کر رہے ہیں۔ [۵۸]

مرنے کے بعد کیا ہوگا: [آیت: ۵۳-۵۸] تم سے یہ لوگ پوچھ رہے ہیں کہ مٹی ہو جانے کے بعد یہ قبروں سے اٹھنا کیا سچ ہے۔ تو کہہ دو کہ ہاں اللہ تعالیٰ کی قسم سچ ہے تمہارا مٹی ہو جانا اور پھر ہمارا تم کو بحالت اول لے آنا ہمارے لئے آسان ہے ہم اس میں عاجز نہیں۔ اللہ تعالیٰ تو جب کسی چیز کو جو وجود میں لانا چاہتا ہے تو صرف یہ کہہ دیتا ہے کہ ”ہو جا“ پس وہ چیز وجود پذیر ہو جاتی ہے۔ ایسی قسمیہ آیت قرآن مجید میں صرف دو ہی جگہ اور بیان ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جو معاد کا انکار کرتے ہیں ان سے قسم کھا کر بیان کرو۔ سورہ سبائیں ہے کہ کافر کہتے ہیں کہ قیامت نہ ہوگی کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کی قسم ہوگی۔ اور سورہ تغابن میں ہے کہ کافر سمجھتے ہیں کہ پھر زندہ نہیں ہوں گے کہہ دو کہ اللہ کی قسم زندہ ہوں گے اور تمہارے اعمال تم کو بتائے جائیں گے اور یہ بات اللہ تعالیٰ پر کچھ دشوار تھوڑی ہے۔ جب قیامت قائم ہوگی تو یہ کافر چاہیں گے کہ زمین بھر سونا دے کر عذاب سے چھٹکارا پائیں لیکن نہ ہو سکے گا اور جب عذاب کو دیکھ پائیں گے تو ایک خاموش ندامت سے دوچار رہیں گے۔ لیکن جو کچھ بھی ان سے برتاؤ ہوگا انصاف کے ساتھ ہوگا۔ ذرہ بھی زیادتی نہ ہوگی۔

قُلْ أَرَأَيْتُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ لَكُمْ مِنْ رِزْقٍ فَجَعَلْتُمْ مِنْهُ حَرَامًا وَحَلَالًا قُلْ اللَّهُ

أَذِنَ لَكُمْ أَمْ عَلَى اللَّهِ تَفْتَرُونَ ۝ وَمَا ظُنُّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكُذِبَ

يَوْمَ الْقِيَامَةِ إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُونَ ۝

ترجمہ: آپ کہئے کہ یہ تو بتلاؤ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جو کچھ رزق بھیجا تھا پھر تم نے اس کا کچھ حرام اور کچھ حلال قرار دے لیا۔ آپ پوچھئے کہ کیا تم کو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ یا اللہ تعالیٰ پر افترا ہی کرتے ہو۔ [۵۹۶] اور جو لوگ اللہ تعالیٰ پر جھوٹا افترا باندھتے ہیں ان کا قیامت کی نسبت کیا گمان ہے؟ واقعی لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی فضل ہے لیکن اکثر آدمی بے قدر ہیں۔ [۶۰]

وہ آسمانوں اور زمینوں کا مالک ہے اس کا وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ وہ زندہ کرتا ہے وہ مارتا ہے بازگشت اسی کی طرف ہے۔ وہ اس بات پر قادر ہے کہ سمندروں، میدانوں، اطراف عالم سے ان کے ذرات خاک کو پھر جمع کرے اور پھر زندہ جسم بنا دے۔ روحانی بیماریوں کے لئے قرآن کتاب شفا ہے: قرآن عظیم جو دیا گیا ہے اس کا احسان جتایا جا رہا ہے کہ اے لوگو! یہ پند و نصیحت کا ایک دفتر ہے جو تمہارے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور تمہارے دلوں کے لئے شفا ہے یعنی شک و شبہ کو اور دلوں کی گندگی اور ناپاکی کو دور کرنے والا ہے اس سے اللہ تعالیٰ کی ہدایت و رحمت حاصل ہوگی مگر صرف انہیں کو جو اللہ تعالیٰ پر یقین اور ایمان رکھتے ہیں۔ قرآن کو ہم نے مؤمنین کے لئے شفا اور رحمت بنا کر اتارا ہے لیکن گنہگاروں کے لئے یہ نقصان اور خسارہ کے سوا اور کچھ نہیں۔ کہہ دو یہ قرآن اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے اس کو لے کر خوش ہو جاؤ۔ اور دنیائے فانی کے تمہات جوتم حاصل کرتے ہو ان سب میں بہترین چیز یہ قرآن ہے۔

جب عراق کا خراج حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے دیکھنے کے لئے نکل آئے ان کا خادم بھی ان کے ساتھ تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خراج میں آئے ہوئے اونٹوں کو گننے لگے لیکن کہاں تک گنتے گنتے تھک گئے تو کہنے لگے اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ ان کا خادم کہنے لگا کہ اللہ کی قسم یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل اور رحمت ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا ایسا نہیں اللہ تعالیٰ نے ﴿بِفَضْلِ اللَّهِ وَبِرَحْمَتِهِ﴾ کہہ کر قرآن اور اس سے استفادہ مراد لیا ہے اس لئے اس کو فضل و رحمت نہیں بلکہ ﴿مِمَّا يَجْمَعُونَ﴾ سمجھنا چاہئے کیونکہ یہ ہمارا جمع کردہ ہے۔ فضل و رحمت کی تو بہت بڑی شان ہے۔

خود ساختہ حلال و حرام کی مذمت: [آیت: ۵۹-۶۰] مشرکوں نے بعض جانوروں کو بھائے سوا سب وصال نام دے کر کسی کو اپنے اوپر حلال اور کسی کو حرام قرار دے لیا تھا اس کی تردید فرمائی جا رہی ہے۔ جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ کھیتوں میں سے جو نکلتا ہے اور مویشی جو پیدا ہوتے ہیں وہ اس میں سے اللہ تعالیٰ کے ایک خاص حصہ قرار دیتے ہیں۔ ① ابوالاحوص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور صورت اور لباس کی حیثیت سے میں بد حال سا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تمہارے پاس کچھ مال و دولت ہے کہ نہیں؟“ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا دیا سب کچھ موجود ہے۔ اونٹ، گھوڑوں، بکروں کے ریوڑ ہیں لوٹھی غلام ہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”پھر تم پر اللہ تعالیٰ کے آثار نعمت ظاہر کیوں نہیں ہیں۔“ پھر فرمایا ”تمہارے اونٹوں کے بچے ہوتے ہیں وہ ہر عضو سے تندرست ہوتے ہیں لیکن تم استرہ لے کر اٹھتے ہو ان کے کان کاٹ دیتے ہو کہتے ہو کہ یہ بھائے ہیں ان کی کھال چیر دیتے

ہو کہتے ہو کہ اب یہ صرم ہیں۔ اپنے پر بھی حرام کر لیتے ہو اور اپنے اہل پر بھی۔ کیا ایسا نہیں ہے؟“ میں نے کہا ہاں۔ اب آپ ﷺ نے فرمایا کہ ”سنو جو کچھ اللہ تعالیٰ نے تمہیں دیا ہے وہ ہمیشہ کے لئے حلال ہے حرام ہو نہیں سکتا اللہ تعالیٰ کا ہاتھ تمہارے ہاتھ سے قوی تر ہے اور اللہ تعالیٰ کا جاتو تمہارے جاتو سے زیادہ تیز ہے۔ ① اللہ پاک ان لوگوں سے اپنی سخت ناراضی کا اظہار فرماتا ہے جو اس کے حلال کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں یا حرام کو اپنے لئے حلال بنا لیتے ہیں اور یہ صرف اپنی ذاتی رائے اور خواہش کی بنا پر جس کی کوئی دلیل نہیں۔“ پھر ان کو یوم قیامت کے عذاب سے ڈراتا ہے۔ فرماتا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ پر افترا کرتے ہیں آخر وہ سمجھتے کیا ہیں کہ قیامت کے روز ہم ان سے کیا برتاؤ کریں گے۔

قولہ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ﴾ لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا بڑا فضل ہے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس سے کافروں کو دنیا میں جلد سزا نہ دینا مراد ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس بات کا بھی احتمال ہے کہ اس سے یہ مراد ہو کہ اللہ تعالیٰ بڑا صاحب فضل ہے لوگوں پر کہ دنیا میں بہت سی ایسی چیزیں انسانوں کے لئے پیدا کر دیں جن سے فائدہ اور ان کی منفعت ہے اور ایسی چیزیں انسان کے لئے حرام فرمادیں جن میں سراسر مضرت تھی یا تو بحیثیت دین یا بحیثیت دنیا۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے انعامات کو اپنے اوپر حرام کر لیتے ہیں اور اپنے نفسوں پر تنگی کر لیتے ہیں یعنی اپنی طرف سے کسی کو حلال اور کسی کو حرام قرار دے لیتے ہیں۔ مشرکین نے اس چیز کو اپنے اندر بہت شائع کر رکھا ہے اور اپنا مسلک ہی ایسا بنا لیا ہے۔ اہل کتاب میں اگرچہ یہ بات نہیں تھی لیکن انہوں نے بھی یہ بدعت پیدا کر لی ہے۔

موسیٰ بن صباح رحمۃ اللہ علیہ سے قولہ ﴿إِنَّ اللَّهَ لَذُو فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ﴾ کے بارے میں مروی ہے کہ قیامت کے دن تین قسم کے اللہ پرست پیش کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے ایک قسم سے دریافت فرمائے گا کہ تم نے کس خیال سے اعمال نیک اختیار کئے تھے؟ تو وہ کہیں گے کہ یارب تعالیٰ! تو نے جنت پیدا کی جنت میں باغ، پھل، اشجار، انہار حور و قصور اور اہل طاعت کے لئے ہر قسم کی نعمتیں مہیا کیں اسی کو حاصل کرنے کے لئے میں نے رات رات بھر جاگ کر عبادت کی دن دن بھر روزے رکھے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے جنت کی خاطر جب یہ عمل کئے تو جا جنت ہی تیرا ٹھکانا ہے۔ لیکن یہ تیرے عمل کا بدلہ نہیں۔ میں تجھے دوزخ سے نجات دیتا ہوں۔ یہ میرا فضل ہے اور میں تجھے جنت میں داخل کرتا ہوں اور یہ میرا فضل ہے۔ چنانچہ ایسے لوگ جنت میں جا داخل ہوں گے۔ پھر دوسری نوع کے لوگ بلائے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی یہی پوچھے گا تو وہ کہیں گے یا اللہ تعالیٰ تو نے دوزخ پیدا کی دوزخ میں طوق و زنجیر رکھے بادسوم اور آب محوم اس میں پیدا کئے۔ اہل معصیت کے لئے سارے ہی عذاب اس میں مہیا کئے۔ چنانچہ میں رات رات بھر جاگ کر عبادت کرتا رہا دوزخ کے خوف سے دن دن بھر بھوکا پیاسا رہ کر روزے رکھے۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے دوزخ سے ڈر کر نیک اعمال کئے ہیں تو لے میں نے تجھے دوزخ سے نجات بخشی اور پھر میرا یہ مزید فضل ہے کہ دوزخ سے نجات دینے کے بعد تجھے جنت بھی دے دیتا ہوں چنانچہ وہ جنت میں جا داخل ہوگا۔ اب تیسری نوع کے لوگ لا حاضر کئے جائیں گے اور جب اللہ تعالیٰ پوچھے گا تو وہ بتائیں گے کہ یارب! ہم نے تو تیرے شوق اور تیری محبت کے لئے تیری عبادت کی۔ رات بھر بھی عبادت کی اور دن بھر بھی روزے رکھے صرف تیرے اشتیاق ملاقات اور تیری رضامندی کے لئے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جب میرے شوق لقا میں تم نے ایسا کیا ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے سامنے جلوہ افروز ہو جائے گا اور فرمائے گا لو مجھے دیکھو مجھ پر نظر ڈالو کہ تم کو سب سے بڑی دولت ملی =

① ابو داؤد، کتاب اللباس، باب فی الخلقان وفی غسل الثوب ۴۰۶۳ وسندہ صحیح، نسائی ۵۲۲۶؛ احمد، ۴/۲۷۳

وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْمَلُونَ مِنْ عَمَلٍ إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ ۖ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَبِّكَ مِنْ مِثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاءِ وَلَا أَصْغَرَ مِنْ ذَلِكَ وَلَا أَكْبَرَ إِلَّا فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ۝ الْآلَاءِ لِلَّذِينَ آمَنُوا وَاللَّذِينَ آمَنُوا وَكَانُوا يَتَّقُونَ ۖ لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ لَا تَبْدِيلَ لِكَلِمَاتِ اللَّهِ ۚ ذَلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ ۝

ترجمہ: اور آپ کسی حال میں ہوں اور نچملہ ان احوال کے آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور تم جو کام بھی کرتے ہو ہم کو سب کی خبر دیتی ہے جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو۔ اور آپ کے رب تعالیٰ سے کوئی چیز ذرہ برابر بھی غائب نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی اور نہ کوئی چیز بڑی مگر یہ سب کتاب میں ہے۔ [۶۱-۶۲] یاد رکھو اللہ تعالیٰ کے دوستوں پر نہ کوئی اندیشہ ہے اور نہ وہ مغموم ہوتے ہیں۔ [۶۲] وہ وہیں جو ایمان لائے اور پرہیز رکھتے ہیں۔ [۶۳] ان کے لئے دنیاوی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوش خبری ہے۔ اللہ تعالیٰ کی باتوں میں کچھ فرق ہوا نہیں کرتا۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔ [۶۳]

== ہے۔ پھر فرمائے گا کہ میں اپنے فضل سے تم کو دوزخ سے بھی نجات دیتا ہوں اور جنت سے بھی تمہیں سرفراز کرتا ہوں۔ میرے ملائکہ تیرے پاس حاضر رہیں گے اور میں بذات خود تجھ پر اپنی سلامتی نازل فرماتا رہوں گا۔ چنانچہ ایسے لوگ جنت میں بھی جا داخل ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہر چھوٹی بڑی چیز سے باخبر ہے: [آیت: ۶۱-۶۲] نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر دی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری امت اور جمع خلائق کے سارے احوال سے ہر لحظہ اور ہر ساعت واقف ہے۔ ذرہ بھر چیز بھی زمین اور آسمانوں کے اندر خواہ کتنی ہی حقیر و صغیر کیوں نہ ہو کتاب میں یعنی علم الہی میں موجود ہے اس کی نگہداشت سے باہر نہیں ہو سکتی۔ غیب کی معلومات اسی کے پاس ہیں۔ برہو کہ بحر غیب کی بات اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ ایک پتہ بھی ٹوٹ کر گرتا ہے یا رات کی تاریکیوں میں کہیں کوئی ذرہ بھی پڑا رہتا ہے اور کوئی چیز تر ہو کہ خشک، اچھی ہو کہ بری سب کا اس کو علم ہے۔ اشجار و جمادات و حیوانات کی ہر حرکت کو جانتا ہے۔ زمین پر جتنے جاندار ہیں ہوا میں جتنے پرندے اڑتے ہیں یہ بھی سب تمہاری طرح گروہ گروہ ہیں۔ ہر جاندار کی غذا کا ضامن اللہ تعالیٰ ہے۔ جب ان اشیاء کی حرکات کا بھی اس کو علم ہے تو انسان مکلف اور مامور بالعبادۃ کے حرکات و اعمال کا علم اس کو کیسے نہ ہوگا۔ جیسا کہ فرماتا ہے کہ تم اس عزیز رحیم پر بھروسہ رکھو جو تم اگر نماز میں کھڑے بھی ہو تو دیکھ رہا ہے سجدہ بھی کر رہے ہو تو دیکھ رہا ہے اور اسی لئے فرمایا کہ خواہ تم کسی مشغلے میں ہو قرآن پڑھ رہے ہو یا اور کوئی عمل کر رہے ہو ہم دیکھ رہے ہیں اور سن رہے ہیں۔ چنانچہ جب جبرائیل علیہ السلام نے احسان کے معنی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے تو فرمایا کہ ”اس کا یہ مطلب ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اس طرح سے عبادت کرو گویا اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر عبادت کر رہے ہو اور اگر یہ نہیں تو کم از کم اس طرح کہ تم اس کے سامنے ہو اور وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔“ ①

① صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب سؤال جبریل النبی ﷺ عن الایمان والاسلام ۵۰؛ صحیح مسلم ۱۰۹۔

اولیاء اللہ کی فضیلت اور بعض علامات: ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ایمان لانے کے بعد پرہیزگاری بھی اختیار کرتے ہیں چنانچہ جو پرہیزگار ہے اللہ کا ولی ہے۔ احوال آخرت سے اگر انھیں سابقہ پڑے گا تو ان کو کوئی خوف دامن گیر نہ ہوگا اور نہ دنیا میں انہیں کوئی حزن و غم گھیرے گا۔ عبداللہ بن مسعود اور ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اولیاء اللہ وہ لوگ ہیں جو ہر وقت ذکر و فکر الہی میں دیکھے جاتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ! اولیاء اللہ کون ہیں؟ تو فرمایا کہ ”وہ لوگ کہ جب دیکھو یا دالہی میں مصروف۔“ ① ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ تعالیٰ کے بندوں میں ایسے بھی بندے ہیں کہ انبیاء و شہداء بھی ان پر رشک کرتے ہیں۔“ پوچھا گیا کہ یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں ہم بھی ان سے محبت رکھیں گے۔ فرمایا ”انبیاء کے لئے بھی قابل رشک لوگ وہ ہیں کہ نہ مال کا کوئی تعلق نہ نسب کا لگاؤ مگر صرف اللہ تعالیٰ کے لئے ایک دوسرے کو چاہتے ہیں ان کے چہرے نورانی ہیں وہ نور کے منبروں پر ہیں۔ لوگ جہاں خوف سے تھرا جائیں وہاں ان پر ذرا بھی آثار خوف نہیں۔ لوگوں پر رنج و غم طاری ہے اور ان کو رنج و غم سے کوئی واسطہ نہیں۔“ ② ابومالک اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”مختلف قبائل سے اور چاروں طرف سے جمع ہوں گے اور ان میں کوئی رشتہ داری نہ ہوگی لیکن وہ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر آپس میں ایک دوسرے کو دوست رکھتے ہوں گے اور خلوص و محبت ہوگی۔ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کے لئے نور کے منبر قائم کرے گا جس پر وہ بیٹھے ہوں گے۔ لوگ قیامت میں پریشان پھر رہے ہوں گے، لیکن وہ مطمئن۔ اللہ تعالیٰ کے اولیاء یہی لوگ ہیں۔“ ③ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ سے کسی نے آنحضرت ﷺ کی وضاحت ﴿لَهُمُ الْبُشْرَىٰ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ط﴾ کے بارے میں پوچھی تو کہا کہ بشارت سے روپائے صالحہ مراد ہیں جن کو کوئی مسلم دیکھتا ہے یا دوسروں کو اس سے متعلق خواب دکھایا جاتا ہے۔ ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے کہا کہ تم نے مجھ سے یہ سوال کیا اور اس سے پہلے صرف ایک وقت ایک شخص نے نبی ﷺ سے یہ سوال کیا تھا اور آپ نے فرمایا تھا کہ ”یہ سچے خواب جو کوئی دیکھے یا اس کے حق میں کوئی دوسرا دیکھے تو یہ دنیا کی زندگی میں بھی اس کے لئے خوشخبری ہے اور آخرت میں جنت کی بشارت ہے۔“ ④ عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے بھی حضرت ﷺ نے یہی فرمایا تھا کہ تم سے پہلے مجھ سے کسی نے یہ سوال نہیں کیا تھا۔ بشری سے روپائے صالحہ مراد ہیں۔ ”ابن صامت رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا تھا کہ اس آیت میں آخرت کی بشارت تو جنت ہے لیکن دنیا کی بشارت سے کیا مراد ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ ”سچے خواب جس کو کوئی دیکھے یا اس کے حق میں کسی کو دکھائے جائیں اور یہ سچے خواب بھی نبوت کے ستر یا چوڑائیں اجزاء میں سے ایک جزو ہیں۔“ ⑤ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ”کوئی انسان اچھے عمل کرتا ہے اور لوگ اس کی ستائش کرتے ہیں تو گویا یہ مومن کے لئے دنیا ہی میں جنت کی بشارت ہے۔“ ⑥ اور یہ انچاس اجزاء نبوت میں سے ایک جزو ہے پس جو اچھے خواب دیکھے تو وہ لوگوں کے سامنے بیان کر دیا کرے۔ اور جو برے خواب =

① طبرانی ۱۲۳۲۵، وسندہ ضعیف۔ ② ابن حبان ۵۷۳ وسندہ صحیح، ولہ شاهد صحیح عند ابی داؤد، ۳۵۲۷

عن عمر رضی اللہ عنہ، السنن الکبریٰ للنسائی، ۱۱۲۳۶؛ مسند ابی یعلیٰ ۶۱۱۰۔

③ احمد، ۳۴۳/۵ وسندہ حسن، شعب الایمان ۹۰۰۱؛ المعجم الکبیر ۳۴۳۳؛ شرح السنة ۳۴۶۴۔

④ ترمذی، کتاب الرؤیا، باب لهم بشری فی الحیوة الدنیا، ۲۲۷۳ وهو حسن۔

⑤ الطبری، ۱۲۲/۱۵ اس میں (سبعین) کی جگہ (ستین) کا لفظ ہے۔ اس کی سند میں موسیٰ بن عمیرہ الریدی ضعیف راوی ہے۔ (المیزان،

۲۱۳/۴، رقم: ۸۸۹۵) ⑥ صحیح مسلم، کتاب البر والصلۃ، باب اذا اتی علی الصالح فہی بشری ولا تضرہ

۲۶۴۲؛ ابن ماجہ، ۴۲۲۶؛ احمد، ۱۵۶/۵؛ ابن حبان، ۳۶۶۔

وَلَا يَحْزُنُكَ قَوْلُهُمْ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلَّهِ جَمِيعًا ۗ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝ الْآلِ إِنَّ لِلَّهِ مَنْ
 فِي السَّمَوَاتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِينَ يَدْعُونَ مِنْ دُونِ اللَّهِ
 شُرَكَاءَ ۗ إِنَّ يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ۝ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ
 اللَّيْلَ لِتَسْكُنُوا فِيهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۗ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يُسْمِعُونَ ۝

ترجمہ: اور آپ کو ان کی باتیں غم میں نہ ڈالیں تمام تر غلبہ اللہ ہی کے لئے ہے وہ سنتا جانتا ہے۔ [۶۶] یاد رکھو کہ جتنے کچھ آسمانوں میں ہیں اور جتنے زمین میں ہیں یہ سب اللہ ہی کے ہیں۔ اور جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسرے شرکاء کی عبادت کر رہے ہیں کس چیز کا اتباع کر رہے ہیں؟ محض بے سند خیال کا اتباع کر رہے ہیں اور محض قیاسی باتیں کر رہے ہیں [۶۶] وہ ایسا ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن بھی اس طور پر بنایا کہ دیکھنے بھالنے کا ذریعہ ہے اس میں دلائل ہیں ان لوگوں کے لئے جو سنتے ہیں۔ [۶۷]

= دیکھو تو یہ شیطان کی طرف سے ہوتے ہیں۔ وہ انہیں خوفزدہ کرنے کے لئے ایسا کرتا ہے تو چاہئے کہ تین دفعہ اپنی باتیں طرف تھوک دے اور اللہ تعالیٰ کی تکبیر پڑھ لے اور کسی سے بیان نہ کرے۔ ① ایک دوسری جگہ چھپالیس اجزائے نبوت میں سے ایک جزو قرار دیا ہے۔ ② ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ روایئے حسنہ اللہ کی بشارت ہیں۔ کہا گیا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ مؤمن کے مرنے کے وقت ملائکہ اس کو جنت اور مغفرت کی خوشخبری دیتے ہیں۔ قولہ تعالیٰ ﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا﴾ ③ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمارا رب ہے پھر مرتے دم تک اس پر قائم بھی رہے تو ان پر فرشتے نازل ہوں گے اور کہیں گے کہ نہ خوف کرو نہ غمگین ہو تم کو اس جنت کی خوشخبری ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے دنیا اور آخرت میں ہم تمہارے والی ہیں۔ تم جو چاہتے ہو تم کو مل گیا یہ اللہ رحیم کی طرف سے تمہیں تحفہ ہے۔ حدیث براہِ علی رضی اللہ عنہما میں ہے کہ ”جب مؤمن کی موت کا وقت ہوتا ہے تو روشن چہرے والے اور سفید لباس والے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اے پاک روح! راحت و ریحان کی طرف چل! اللہ تعالیٰ تجھ سے ناراض نہیں تو یہ روح اس کے منہ سے اس طرح نکل پڑے گی جیسے مشک کے منہ سے پانی نکل پڑتا ہے۔“ جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا کہ قیامت کی دہشت ان کو گھبرانہ دے گی فرشتے ان سے کہیں گے کہ یہ وہی دن ہے جس کا تم سے وعدہ تھا۔ ④ اس دن مؤمنین کے سامنے نور چل رہا ہوگا سامنے بھی اور سیدھی طرف بھی۔ آج تمہیں بشارت ہے جنت کی جس کے نیچے ہمیشہ بہنے والی نہریں چل رہی ہیں۔ یہ بڑی زبردست کامیابی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیوں کا بیان: [آیت: ۶۵-۶۷] اللہ پاک رسول اللہ ﷺ سے ارشاد فرماتا ہے کہ مشرکین کا یہ قول تم کو رنجیدہ نہ کرے تم ان پر غالب آنے کے لئے اللہ سے مدد مانگو اسی پر پھر وہ کہہ کر طرح کی عزت اور غلبہ اللہ اور اللہ کے رسول اور مؤمنین کے لئے ہے۔ وہ اپنے بندوں کی باتوں کو سنتا ہے ان کے احوال کو جانتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اسی کے لئے ہے۔ =

① احمد، ۲/۲۱۹، ۲۲۰؛ شعب الایمان ۴۷۲۶ و سندہ حسن۔ ② سندہ حسن، دیکھے حوالہ سابقہ۔

③ ۴۱/ فصلت: ۳۰۔ ④ اس معنی کی روایت احمد، ۴/۲۸۷؛ وهو حدیث صحیح مشہور، الاعمش صرح بالسماع عند ابی داود، حاکم، ۱/۳۷ میں موجود ہے۔

قَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهُ ۗ هُوَ الْغَنِيُّ ۗ لَهُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۗ
 اِنْ عِنْدَكُمْ مِنْ سُلْطٰنٍ بِهٰذَا اَتَقُوْلُوْنَ عَلٰى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۗ قُلْ اِنَّ
 الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلٰى اللّٰهِ الْكُذِبَ لَا يَفْلِحُوْنَ ۗ مَتَاعٌ فِى الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا
 مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُنزِلُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۗ

ترجمہ: وہ کہتے ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے سبحان اللہ! وہ تو کسی کا محتاج نہیں اسی کی ملک ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے تمہارے پاس اس پر کوئی دلیل نہیں۔ کیا اللہ کے ذمہ ایسی بات لگاتے ہو جس کا تم علم نہیں رکھتے۔ [۲۸: ۱۷۸] آپ کہہ دیجئے کہ جو لوگ اللہ پر جھوٹ افتراء کرتے ہیں وہ کامیاب نہ ہوں گے۔ [۲۹: ۱۶۹] یہ دنیا میں تمہارا ساعیش ہے پھر ہمارے پاس ان کو آتا ہے پھر ہم ان کو ان کے کفر کے بدلے سزائے سخت چکھادیں گے۔ [۴۰]

مشرکین جو اصنام کی عبادت کرتے ہیں وہ اصنام نہ ضرر پر قادر ہیں نہ نفع پر نہ ان مشرکین کے پاس کوئی معقول دلیل ہے۔ وہ تو جھوٹ اور انکل اور قیاس آرائیوں کی پیروی کر رہے ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے کہ اللہ نے اپنے بندوں کے لئے رات بنائی تاکہ دن بھر کی تنگن سے سکون و راحت حاصل کریں اور دن کو حصول معاش کی خاطر روشن بنایا۔ وہ دن میں سفر کرتے ہیں اور روشنی کے اندر ان کے دیگر مصالح ہیں ان دلائل کو سن کر عبرت حاصل کرنے والوں کے لئے ان آیتوں میں نشانیاں ہیں اور وہ عظمت خالق پر دلیل لاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی اولاد نہیں: [آیت: ۲۸: ۴۰] اس میں تردید ہے ان لوگوں کی جو اس کے قائل ہیں کہ نعوذ باللہ اللہ کے بھی کوئی لڑکا ہے۔ وہ تو پاک اللہ ہے وہ اولاد تو کیا ہر چیز سے بے نیاز ہے اور ہر موجود چیز اس کے کرم کی محتاج ہے۔ زمین اور آسمان اور مافیہا میں سب اسی کا ہے۔ پھر وہ اپنے مملوک اور اپنے عبد ہی کو اپنا بیٹا بھلا کیسے بنا لے گا۔ اے مومنو! تمہارے پاس تو یہ دلیل ہے لیکن ان کے پاس اپنے کذب و بہتان کی کوئی دلیل نہیں۔ ارے تم جانتے کچھ بھی نہیں اور دعوے کر بیٹھتے ہو۔ یہ مشرکین کو زبردست تشبیہ ہے۔ یہ کافر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا بھی ایک بیٹا پیدا ہوا ہے یہ ایسی زبردست گستاخی ہے کہ اس کو سن کر آسمان پھٹ پڑے زمین شق ہو جائے پہاڑ گر پڑیں تو کوئی تعجب کی بات نہیں۔ اللہ کو بھلا یہ کہاں سزاوار ہے کہ اس کے بھی کوئی بیٹا ہو۔ زمین و آسمان کی ہر چیز تو اللہ کی مومن اور اسی کے عبد ہے۔ سب اس کے شمار میں ہیں وہ ان کی گنتی جانتا ہے ہر ایک قیامت کے روز انفرادی طور پر اس کے پاس حاضر ہوگا۔ پھر ان بہتان لگانے والے کافروں کو اللہ پاک دھمکی دیتا ہے کہ یہ دین اور دنیا میں کہیں بھی فلاح نہ پائیں گے۔ لیکن دنیا میں انہیں جو کچھ مل رہا ہے وہ ان کے لئے عذاب کا پیش خیمہ ہے اور ان کے لئے ذلیل ہے تاکہ چندے اور وہ دنیا کی متاعِ قلیل سے مستفید ہو جائیں پھر تو انہیں زبردست عذاب سے متصادم ہونا ہی پڑے گا۔ یہ دنیا تو ان کے لئے چند روزہ زندگی کی راحت ہے۔ پھر ہماری طرف لوٹنا ہوگا ہی۔ وہاں ہم انہیں عذاب شدید کا مزہ چکھائیں گے۔ یہ ان کے کذب و افتراء اور کفر کے سبب سے ہوگا۔

وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَأَ نُوحٍ إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ يَتُومِرُونَ كَانِ كِبَرٍ عَلَيْكُمْ مَقَامِي
 وَتَذَكِيرِي بِآيَاتِ اللَّهِ فَعَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْتُ فَأَجْمِعُوا أَمْرَكُمْ وَشُرَكَاءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ
 أَمْرَكُمْ عَلَيْكُمْ غَمَةً ثُمَّ افْضُوا إِلَيَّ وَلَا تُنظِرُونِ ۝ فَإِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَأَلْتُمْ مِنْ
 أَجْرٍ إِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ ۝ وَأَمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝ فَكَذَّبُوهُ
 فَجَبَّيْنَاهُ وَمَنْ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنَاهُمْ خَلِيفَ وَأَعْرَفْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا
 فَأَنْظَرِكُمْ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنذَرِينَ ۝

ترجمہ: اور آپ ان کو نوح علیہ السلام کا قصہ پڑھ کر سنائیے جب کہ انہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ اے میری قوم اگر تم کو میرا رہنا اور احکام
 الہی کی نصیحت کرنا بھاری معلوم ہوتا ہے تو میرا تو اللہ ہی پر بھروسہ ہے تم اپنی تدبیریں اپنے شرکاء کے پیٹنے کر لو پھر تمہاری تدبیر تمہاری گھٹن کا
 باعث نہ ہونا چاہئے پھر میرے ساتھ کر گزرو اور مجھ کو مہلت نہ دو۔ [۷۱] پھر بھی اگر تم اعراض ہی کئے جاؤ تو میں نے تم سے کوئی معاوضہ تو
 نہیں مانگا میرا معاوضہ تو صرف اللہ ہی کے ذمہ ہے۔ اور مجھ کو حکم کیا گیا ہے کہ میں اطاعت کرنے والوں میں سے رہوں۔ [۷۲] سو وہ
 لوگ ان کو جھٹلاتے رہے پس ہم نے ان کو اور جو ان کے ساتھ کشتی میں تھے ان کو نجات دی اور ان کو آباد کیا اور جنہوں نے ہماری آیتوں کو
 جھٹلایا تھا ان کو فراق کر دیا۔ سو دیکھنا چاہئے کیسا انجام ہوا ان لوگوں کا جو ڈرائے جا چکے تھے۔ [۷۳]

قوم نوح کی تباہی و بربادی: [آیت: ۷۱-۷۳] اے نبی ﷺ کفار مکہ کو جنہوں نے تمہیں جھٹلایا ہے اور تمہاری مخالفت کی ہے
 نوح علیہ السلام کے اور نوح علیہ السلام کی قوم کے واقعات سنا دو۔ جس نے اپنے پیغمبر علیہ السلام کی تکذیب کی تو اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کو
 ہلاک کر دیا اور ان کو کس طرح غرق آب کر دیا۔ تاکہ متقدمین کے افسوسناک نتیجہ کو دیکھ کر یہ ہوشیار ہو جائیں کہ کہیں انہیں بھی ہلاکت کا
 سامنا نہ ہو۔ وہ واقعات یہ ہیں کہ نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم سے کہا کہ اگر ایسا ہی تم کو میرا تمہارے درمیان بھڑٹا اور تم کو راہ راست پر
 لانے کے لئے نصیحتیں کرنا گراں گزرتا ہے تو خیر مجھے بھی پرواہ نہیں میرا بھروسہ تو اللہ تعالیٰ پر ہے۔ تم کو گراں گزرتے یا نہ گزرتے میں تو
 تبلیغ سے باز نہیں آ سکتا اچھا تم اور تمہارے شرکاء یعنی اصنام و اوثان جن کی تم اللہ کی بجائے پرستش کرتے ہو سب ایک دل ہو جاؤ اور اپنی
 کوششوں میں کوئی کسر اٹھانہ رکھو اور ہر طرح سے اپنے کو مضبوط بنا لو۔ اگر تم کو یہی گمان ہے کہ تم حق پر ہو تو میرے بارے میں اپنا فیصلہ
 نافذ کرو اور مجھے ایک گھنٹے بھر کی مہلت نہ دو۔ جس قدر کر سکتے ہو کر گزرو۔ مجھے نہ تمہاری پرواہ ہے نہ تم سے خوف ہے کیونکہ جانتا ہوں
 کہ تمہارے قیاس کی بنیاد تو کچھ ہے ہی نہیں۔

ہود علیہ السلام نے بھی اپنی قوم سے ایسا ہی کہا تھا کہ میں بھی اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا تا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ تم اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر بتوں کو
 شریک الہی بنا لیتے ہو۔ میں اس ذہنیت سے بالکل بری ہوں اب چاہو تو تم سب میرے خلاف سازش کر لو اور مجھے دم بھر کی بھی مہلت
 نہ دو۔ میرا بھروسہ تو اللہ تعالیٰ پر ہے جو تمہارا بھی رب ہے اور میرا بھی۔ اب اگر تم نے تکذیب کی اور پیٹھ پھیر لی تو کیا مجھے تم سے کچھ ملنا
 تھا کہ جس کے ضائع ہونے کا افسوس ہو۔ میں جو تمہاری خیر خواہی کر رہا ہوں اس پر کچھ تم سے اجرت تو نہیں مانگ رہا۔ مجھے تو اجر دینے
 والا اللہ تعالیٰ ہے۔ مجھے تاکید ہے کہ سب سے پہلے میں ایمان لاؤں اور مجھ پر فرض ہے کہ اسلام کے احکام کی تعمیل کروں کیونکہ تمام =

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِ رَسُولًا إِلَىٰ قَوْمِهِمْ فَجَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ فَمَا كَانُوا بِالْيُؤْمِنُوا بِهَا
كَذَّبُوا بِهَا مِنْ قَبْلُ ۗ كَذٰلِكَ نَظْمُ عَلٰی قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ۝

ترجمہ: پھر نوح علیہ السلام کے بعد ہم نے اور رسولوں کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا سو وہ ان کے پاس بجزات لے کر آئے پس جس چیز کو انہوں نے اول میں جھوٹا کہہ دیا یہ نہ ہوا کہ پھر اس کو مان لیتے اللہ تعالیٰ اسی طرح کافروں کے دلوں پر بند لگا دیتے ہیں۔ [۷۴]

= انبیاء علیہم السلام کا دین اسلام ہی تھا چاہے وہ ابتدائی ہوں یا آخری طریقہ کار اور مشرب جدا ہو جائے تو ہو جائے کچھ مضائقہ نہیں تو حید کی تعلیم تو ایک ہی رہے گی۔ قول باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے ہر ایک کے لئے ایک ایک شریعت الگ الگ قانون اور جدا جدا راستہ بنایا ہے۔ یہ نوح علیہ السلام ہیں جو کہ رہے ہیں کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلے ایمان لاؤں۔

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب ان کے رب تعالیٰ نے ان سے کہا کہ ایمان لاؤ تو فوراً بول اٹھے کہ میں ایمان لایا۔ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹوں پوتوں اسمعیل اور یعقوب علیہم السلام کو بھی نصیحت کر رکھی تھی کہ اے میرے بیٹو! اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دین اسلام کو انتخاب کیا ہے اس لئے اسلام کو اختیار کر رکھو، قبل اس کے کہ تمہیں موت آجائے۔

یوسف علیہ السلام نے بھی کہا تھا کہ اے اللہ! تو نے مجھے بادشاہت عطا فرمائی اور بات کی توجیہ و تادیل کی تعلیم دی زمین و آسمان کو پیدا کرنے والا تو ہی ہے۔ دنیا اور آخرت میں میرا والی ہے۔ میں مروں تو اسلام پر قائم رہ کر مروں اور مجھے صالحین کے گروہ میں شامل رکھ۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تھا کہ اے لوگو! اگر تم مسلمان ہو تو اللہ ہی پر بھروسہ رکھو اور اسی پر ایمان لاؤ۔ موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ کے جادوگروں نے کہا تھا کہ یارب! ہم کو ثابت قدم رکھو اور اسلام کی موت دے۔ بلقیس نے کہا تھا کہ یا اللہ! میں حدود سے آگے بڑھ گئی تھی۔ میں اسلام لاتی ہوں اور اسلام کا دین اختیار کرتی ہوں۔

اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ ہم نے جو توراہ نازل کی ہے وہ سراسر ہدایت اور نور ہے۔ مسلمانوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ حکم قائم کرتے ہیں اور ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ حواریین عیسیٰ کی طرف ہم نے القا کیا تھا کہ مجھ پر اور میرے رسول پر ایمان لاؤ۔ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور اے اللہ تعالیٰ تو ہی گواہ رہ کہ ہم مسلمان ہیں۔

خاتم الرسل سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری نماز اور میری عبادت میری زندگی اور میری موت سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے، جس کا کوئی شریک نہیں۔ میں اسی کے حکم کا مامور ہوں اور پہلے میں ہی اسلام لاتا ہوں۔ ① چنانچہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہم انبیاء کے گروہ گویا علانی بھائی ہیں کہ باپ سب کا ایک ہے اور ماںیں جدا جدا۔ یعنی دین ہم سب کا ایک ہے اور وہ رب واحد کی عبادت ہے۔ چاہے سب کی شریعتیں الگ الگ ہوں۔“ ② پھر فرماتا ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کو اور ان کے دین پر چلنے والوں کو کشتی میں بٹھا کر نجات دے دی اور ان کو زمین پر بحیثیت خلیفہ قرار دیا۔ اور جنہوں نے ہماری باتوں کو جھٹلایا تھا ان کو غرق کر دیا۔ دیکھو ان بد نصیبوں کا کیسا برا حشر ہوا (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اے اللہ! دیکھو ہم نے مؤمنین کو کیسی نجات دی اور نہ ماننے والوں کو کیسا ہلاک کر دیا۔

نوح علیہ السلام کے بعد سلسلہ رسالت جاری رہا: [آیت ۷۴] ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ ہم نے نوح علیہ السلام کے بعد دوسرے رسولوں کو بھی ان کی اپنی قوموں کی طرف بیانات و دلائل اور معجزے دے کر بھیجا لیکن وہ جس طرح تکذیب کر چکے تھے اسی پر قائم رہے اور =

① صحیح مسلم، کتاب صلاة المسافرين، باب صلاة النبي ﷺ ودعائه بالليل ۷۷۱۔ ② صحیح بخاری، کتاب

احادیث الانبياء، باب قول الله تعالى ﴿واذکر فی الكتاب مریم اذا انتبذت من اهلها.....﴾ ۳۴۴۳؛ صحیح مسلم ۲۳۶۵۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ بَعْدِهِمْ مُوسَى وَهَارُونَ إِلَى فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِ بِآيَاتِنَا فَاسْتَكْبَرُوا
وَكَانُوا قَوْمًا مُّجْرِمِينَ ﴿٤٥﴾ فَلَمَّا جَاءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوا إِنَّ هَذَا لَسِحْرٌ
مُبِينٌ ﴿٤٦﴾ قَالَ مُوسَى اتَّقُوا اللَّهَ لِحَقِّ لَمَّا جَاءَكُمْ طَاسِحْرٌ هَذَا وَلَا يُفْلِحُ
السَّحِرُونَ ﴿٤٧﴾ قَالُوا أَجِئْتَنَا لِنَلْفِتَنَّا عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا وَنَكُونَ لَكُمْ
الْكِبْرِيَاءَ فِي الْأَرْضِ طَ وَمَا نَحْنُ لَكُمْ بِمُؤْمِنِينَ ﴿٤٨﴾

ترجمہ: پھر ان پیغمبروں کے بعد ہم نے موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنے معجزات دے کر بھیجا سو انہوں نے تکبر کیا اور وہ لوگ جہنم کے شوگر تھے۔ [۴۵] پھر جب ان کو ہمارے پاس سے صحیح دلیل پہنچی تو وہ لوگ کہنے لگے کہ یقیناً یہ صریح جادو ہے۔ [۴۶] موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ کیا تم اس صحیح دلیل کی نسبت جب کہ وہ تمہارے پاس پہنچی ایسی بات کہتے ہو کیا یہ جادو ہے حالانکہ جادو گر کامیاب نہیں ہوا کرتے۔ [۴۷] وہ لوگ کہنے لگے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آئے ہو کہ ہم کو اس طریقہ سے بھادو جس پر ہم نے اپنے بزرگوں کو دیکھا ہے اور تم دونوں کو دنیا میں ریاست مل جائے اور ہم تم دونوں کو کبھی نہ مانیں گے۔ [۴۸]

== سابقہ رسولوں کی تکذیب کے گنہگار تو تھے ہی اب ان رسولوں پر بھی ایمان نہ لائے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہے کہ ہم ان کے دلوں اور نگاہوں سے سمجھنے اور دیکھنے کی صلاحیت ہی نکال دیتے ہیں اور ان سرکشوں کے دلوں پر مہر لگا دیتے ہیں۔ یعنی جیسا کہ سابقہ امتوں نے پیغمبر کی تکذیب کی تھی تو ہم نے ان کے دلوں پر مہر کر دی تھی۔ اسی طرح ان گمراہوں کی پیروی کرنے والوں کے دلوں پر بھی مہر کر دی چنانچہ جب تک وہ دردناک عذاب سے دوچار نہ ہوں گے یقین نہ کریں گے۔ مطلب یہ کہ تکذیب رسل کرنے والی امتوں کو اللہ تعالیٰ نے ہلاک کر دیا اور جو رسولوں پر ایمان لائے انہیں نجات عطا فرمائی۔ یہ نوح علیہ السلام کے بعد کے لوگوں کا ذکر ہے ورنہ آدم علیہ السلام کے زمانے کے بعد کے لوگ تو اسلام پر قائم تھے لیکن بعد میں ان کے اندر عبادت اصنام کا چلن بڑھ چڑ گیا۔ اسی لئے تعالیٰ نے ان کی طرف نوح علیہ السلام کو بھیجا۔ اسی لئے تو قیامت کے روز مؤمنین نوح علیہ السلام کو کہیں گے کہ آپ پہلے پیغمبر ہیں جو دنیا میں بھیجے گئے ہیں۔ ① ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آدم اور نوح علیہما السلام کے درمیان دس صدیاں گزری تھیں یہ سب مذہب اسلام پر قائم تھے۔ ② چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نوح کے بعد کتنے ہی زمانے ہم نے ختم کر دیئے آیت متذکرہ بالا کے ذریعہ مشرکین عرب کو ڈرایا گیا ہے جو خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہے تھے۔ جب کہ سابقہ پیغمبروں کو جھٹلائے پر عذاب و نکال کا اللہ تعالیٰ نے اس قدر ذکر کیا ہے تو قریش کو تکذیب رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر غور کرنا چاہئے کہ وہ تو ان سے بھی بڑے گناہ کے مرتکب ہو رہے ہیں کہ یہ تو خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اب پھر نہ کوئی نبی آئے گا نہ انہیں ہدایت کا کوئی دوسرا موقع ملے گا۔

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی فرعون کو دعوت: [آیت: ۴۵-۴۸] پھر ان رسولوں کے بعد ہم نے فرعون اور اس کی جماعت کی طرف موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کو بھیجا اور اپنی نشانیاں اور دلائل و براہین بھی ساتھ دیئے لیکن اتباع حق اور انقیاد طاعت سے اس مجرم قوم =

① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قول اللہ عزوجل ﴿وَلَقَدْ ارسلنا نوحا الیٰ قومہ﴾ ۳۳۴۰؛ صحیح مسلم ۱۹۴۔

② الحاکم، ۲/۲۶۲، وسندہ ضعیف۔

وَقَالَ فِرْعَوْنُ اِنَّنِي بِيَدِي سِحْرٌ عَظِيمٌ ۝ فَلَمَّا جَاءَ السَّحَرَةُ قَال لَّهُمْ مُوسَى الْقُوَا

مَا اَنْتُمْ مُلْقُونَ ۝ فَلَمَّا اَلْقَوْا قَال مُوسَى مَا جِئْتُمْ بِهٖ لَلسَّحْرِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهُ ۝

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ۝ وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْغَاجِرُونَ ۝

ترجمہ: اور فرعون نے کہا کہ میرے پاس تمام ماہر جادو گروں کو حاضر کر کے [۷۹-۸۰] سوچا وہ آئے موسیٰ علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ ڈالو جو کچھ تم کو ڈالنا ہے [۸۰] سوچا انہوں نے ڈالا تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جو کچھ تم لائے ہو جادو ہے۔ یقینی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو ابھی اور ہم برہم کئے دیتا ہے اللہ تعالیٰ ایسے فساد یوں کا کام بننے نہیں دیتا [۸۱] اور اللہ تعالیٰ دلیل صحیح کو اپنے وعدوں کے موافق ثابت کر دیتا ہے جو کچھ لوگ کیسا ہی ناگوار سمجھیں۔ [۸۲]

= نے انکار کر دیا۔ اور جب ان کے پاس ہماری طرف سے امر حق آپہنچا تو بلا تامل کہنے لگے کہ یہ تو کھلا جادو ہے۔ گویا کہ انہوں نے اپنی سرکشی پر تم ہی کھا رکھی تھی۔ حالانکہ انہیں یقین تھا کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں فی الواقع جھوٹ اور بہتان ہے جیسا کہ خود اللہ پاک فرماتا ہے کہ وہ انکار تو کر رہے ہیں لیکن ان کے دل خود یقین رکھتے ہیں کہ یہ ہمارا ظلم اور سرکشی ہے۔ غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تردید کہا کہ حق بات تمہارے سامنے آتی ہے تو کہہ اٹھتے ہو کہ یہ جادو ہے حالانکہ جادو گر تو کبھی خیر و فلاح کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ وہ منکرین کہتے ہیں کہ اے موسیٰ! کیا تم اسی لئے ہمارے پاس آئے ہو کہ ہمارے باپ دادا کے دین سے ہمیں پھیر دو اور پھر ساری عظمت و ریاست غلبہ و سطوت سب تمہارے اور تمہارے بھائی ہارون کے لئے ہو جائے ہم تو کبھی تم کو ماننے والے نہیں۔

اللہ پاک نے اپنی کتاب عزیز میں موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کے قصہ کو متعدد بار ذکر فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ عجیب تر قصہ ہے فرعون پہلے ہی سے موسیٰ علیہ السلام سے پر حذر رہتا تھا۔ لیکن قدرت کے کھیل دیکھو کہ جس سے فرعون اتنا خوف زدہ تھا۔ اللہ پاک نے اسی کو فرعون کے پاس پالا پوسا اور شہزادوں کی طرح آپ علیہ السلام اس کے گھر پرورش پاتے رہے پھر ایک انقلاب آیا اور ایک ایسا سبب پیدا ہو گیا کہ آپ فرعون کے پاس سے نکل کھڑے ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے نبوت و رسالت اور کلام بالمشافہ سے آپ کو سرفراز فرمایا۔ پھر اسی فرعون کی طرف بھیجا کہ جاؤ اسے دعوت اسلام دو کہ وہ ہماری طرف رجوع کرے اور بے دینی کے بجائے ہمارے دین پر چلے حالانکہ جو عظمت و سطوت کہ فرعون کو حاصل تھی سوتھی۔ چنانچہ آپ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر آتے ہیں اور آپ کے بھائی ہارون علیہ السلام کے سوا اور کوئی آپ کا مددگار نہیں۔ لیکن فرعون نے سرکشی کی غرور کیا۔ اس میں حمیت بجا پیدا ہو گئی اس کا نفس خبیثہ جاگ اٹھا وہ موسیٰ علیہ السلام سے رو گرداں ہو گیا اور وہ دعویٰ کر بیٹھا جس کا اس کو کوئی حق نہ تھا۔ بغاوت و سرکشی کی بنی اسرائیل کے مؤمنین کی اہانت کی۔ ایسے نازک موقف پر بھی فرعون کی دست برد سے موسیٰ اور ہارون علیہ السلام محفوظ رہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنی حفاظت میں لے لیتا ہے اور یکے بعد دیگرے موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مجادلہ اور نوک جھونک ہوتی رہتی ہے اور موسیٰ علیہ السلام ایسی ایسی نشانیاں اور معجزات پیش کرتے ہیں کہ عقلیں حیران رہ جاتی ہیں اور ماننا پڑتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تائید یافتہ کے سوا اور کوئی ایسے دلائل نہیں پیش کر سکتا۔ ایک نشانی سے بڑھ کر دوسری نشانی پیش کی جاتی۔ لیکن فرعون اور اس کی جماعت بھی قسم کھا بیٹھی تھی کہ نہ مانیں گے حتیٰ کہ جب عذاب آیا تو ایسا آیا کہ کوئی اس کو رد ہی نہ کر سکتا تھا چنانچہ ایک دن وہ سب غرق کر دیئے گئے اور اس ظالم قوم کا استیصال ہو گیا۔

موسیٰ علیہ السلام اور جادو گروں کا مقابلہ: [آیت: ۷۹-۸۲] اللہ پاک نے جادو گروں اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے کا ذکر سورہ عرف میں فرمایا ہے اور وہاں اس قصہ پر روشنی ڈالی جا چکی ہے اور اس سورہ اور سورہ ط اور سورہ شعراء میں بھی ذکر ہے کہ فرعون نے ارادہ =

فَمَا أَمَّنَ لِمُوسَىٰ إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهِ عَلَىٰ خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَئِهِمُ أَنْ يَفْتِنَهُمْ ۗ وَإِنَّ فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْأَرْضِ وَإِنَّهُ لَمِنَ الْمُسْرِفِينَ ﴿٨٣﴾

ترجمہ: پس موسیٰ علیہ السلام پر ان کی قوم میں سے صرف قدرے قلیل آدمی ایمان لائے وہ بھی فرعون سے اور اپنے حکام سے ڈرتے ڈرتے کہیں ان کو تکلیف پہنچادے اور واقع میں فرعون اس ملک میں زور رکھتا تھا اور یہ بھی بات تھی کہ وہ حد سے باہر ہو جاتا تھا۔ [۸۳]

= کیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حق میں کا معارضہ اپنے جادو گروں کے خرافات اور شعبدوں سے کرے۔ لیکن اس کی آنتیں اسی کے گلے پڑیں۔ وہ مقصد میں ناکام رہ گیا اور محفل عام میں براہین الہیہ غالب آگئے اور سب جادوگر سجدے میں گر پڑے اور کہنے لگے ہم تو رب العالمین پر ایمان لے آئے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔ فرعون کا تو گمان تھا کہ وہ جادو گروں سے مدد لے کر اللہ تعالیٰ کے رسول پر غالب آئے گا۔ لیکن ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اور مستوجب دوزخ ہو گیا۔ فرعون نے حکم دیا تھا کہ ہر گوشہ ملک سے ساحر جمع کئے جائیں۔ ان ساحروں سے موسیٰ علیہ السلام نے کہا اپنا عمل کرو جو کرنا چاہتے ہو اور یہ اس لئے کہا کہ فرعون نے ان سے وعدہ کر رکھا تھا کہ غالب آ جاؤ گے تو تم لوگ میرے مقرب بنو گے اور تمہیں بڑا انعام و اکرام دیا جائے گا۔ ساحروں نے کہا کہ موسیٰ علیہ السلام تم پہلے اپنا کرتب دکھاؤ گے کہ ہم پہلے دکھائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا تم ہی پہل کر دو۔ اس غرض سے کہا تاکہ لوگ دیکھ سکیں کہ جادوگر کیا چیز پیش کرتے ہیں پھر اس کے بعد حق سامنے آئے اور باطل کی سرکوبی کرے۔ جب جادو گروں نے اپنی رسیاں ڈال دیں اور لوگوں کی آنکھوں پر جادو چلا دیا رسیاں سانپ بن گئیں لوگ خوفزدہ ہو گئے۔ بڑا زبردست جادو پیش کیا موسیٰ علیہ السلام بھی خوفزدہ ہو گئے ہم نے کہا موسیٰ ڈرو نہیں تم ہی غالب رہو گے اپنے ہاتھ کا عصا بھی میدان میں پھینک دو وہ بھی اڑ دھا بن کر ان کے سانپوں کو نگل جائے گا۔ ساحروں کا یہ کرتب جادو کا کھیل ہے اور جادوگر تو کسی صورت کامیاب نہیں ہو سکتا ایسے میں موسیٰ علیہ السلام نے ان سے کہا کہ یہ تمہارا کھیل تو جادو کا کھیل ہے اللہ تعالیٰ اسے باطل کر کے رہے گا۔ مفسدین کے عمل کامیاب نہیں ہو سکتے اللہ تعالیٰ حق کو ثابت کر کے رہے گا۔ خواہ گنہگاروں کو ناکام رہی کیوں نہ ہو۔ ابن ابی سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ آیتیں بحکم باری تعالیٰ سحر سے شفا کا کام دیں گی اس آیت کو پڑھ کر پانی پر پھونکو پھر سحر کے سر پر انڈیل دو۔ یہ سورہ یونس کی آیت ہے کہ یہ آیتیں بحکم باری تعالیٰ سحر سے شفا کا کام دیں گی اس آیت **﴿الْمُجْرِمُونَ﴾** دوسری آیت ہے **﴿فَوَقَعَ الْحَقُّ وَنَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ﴾** ① اور **﴿إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدًا سَاجِدًا وَلَا يَفْلِحُ السَّاجِدُ حَيْثُ أَتَى﴾** ②

فرعون اور اسکی قوم کی سرکشی: [آیت: ۸۳] اللہ پاک خبر دیتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے آیات بینات جو پیش کیں تو فرعون کی قوم اور اس کی ذریات میں سے بہت ہی تھوڑے لوگ ایمان لائے۔ ایمان لانے والے نوجوانوں اور اس کے افراد قوم کو یہ خوف تھا کہ جبراً وہ پھر حالت کفر پر لوٹا دیئے جائیں گے کیونکہ فرعون بڑا عیار (سرکش تھا) اس کی شوکت و دبدبہ بہت بڑھا ہوا تھا اس کی قوم اس سے بہت ڈرتی تھی غیر بنی اسرائیل میں سے صرف فرعون کی عورت اور آل فرعون سے ایک اور شخص پھر فرعون کا خازن اور اس کی بیوی بس یہی قلیل جماعت تھی جو ایمان لے آئی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ **﴿إِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهِ﴾** سے موسیٰ علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل مراد ہے مجاہد کہتے ہیں ذُرِّيَّةٌ سے ان لوگوں کی اولاد مراد ہے جن کی طرف موسیٰ علیہ السلام بھیجے گئے تھے اور جو بہت عرصہ پہلے اس

وَقَالَ مُوسَىٰ يُقَوْمَانِ كُنْتُمْ آمَنْتُمْ بِاللَّهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُّسْلِمِينَ ﴿٨٣﴾
فَقَالُوا عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٨٤﴾ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ

مِنَ الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ ﴿٨٥﴾

ترجمہ: اور موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ اے میری قوم! اگر تم اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو تو اسی پر توکل کرو اگر تم اطاعت کرنے والے ہو۔ [۸۳] انہوں نے عرض کیا کہ ہم نے اللہ تعالیٰ ہی پر توکل کیا اے ہمارے پروردگار ہم کو ان ظالموں کا تختہ مشق نہ بنا۔ [۸۴] اور ہم کو اپنی رحمت کا صدقہ ان کافروں کوں سے نجات دے۔ [۸۵]

اولاد کو چھوڑ کر مر گئے تھے ابن جریر رحمہ اللہ ﴿ذُرِّيَّةً﴾ کے بارے میں مجاہد رحمہ اللہ کا قول پسند کرتے ہیں کہ وہ قوم فرعون سے نہیں بلکہ بنی اسرائیل سے تھے کیونکہ ضمیر جب کبھی راجع ہوتی ہے تو قریب ترکی طرف راجع ہوتی ہے اور یہاں قریب تر موسیٰ علیہ السلام کا لفظ ہے نہ کہ فرعون کا۔ اور یہ غور طلب بات ہے اس لئے کہ ﴿ذُرِّيَّةً﴾ سے مراد نوجوان لوگ ہیں اور وہ بنی اسرائیل میں سے تھے اور مشہور ہے کہ بنی اسرائیل تو سب موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لائے تھے اور انہیں بشارت دی جا چکی تھی اور وہ موسیٰ علیہ السلام کے صفات سے خوب واقف ہو چکے تھے اور انہیں بشارت کتب مقدسہ سے مل چکی تھی کہ اللہ تعالیٰ انہیں فرعون کی قید سے نجات دے گا اور فرعون پر غالب بنائے گا۔ اور اسی لئے جب فرعون کو یہ بات معلوم ہوئی تو بہت محتاط رہنے لگا اور جب موسیٰ علیہ السلام مبلغ ہو کر فرعون کے پاس آئے تو فرعون بنی اسرائیل کو بہت تکلیفیں پہنچانے لگا۔ اب وہ کہنے لگے کہ موسیٰ علیہ السلام تمہارے آنے سے پہلے بھی ہم ستائے جا رہے تھے اور تمہارے آنے کے بعد بھی ستائے جا رہے ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا ذرا صبر کرو اللہ تعالیٰ قریب تر عرصے میں تمہارے دشمن کو ہلاک کر دے گا اور اس کا جانشین تمہیں بنا دے گا اور دیکھے گا کہ اب تم خود کیسا عمل کرتے ہو۔ اور جب یہ بات ہے تو ﴿ذُرِّيَّةً﴾ سے قوم موسیٰ یعنی بنی اسرائیل کے سوا اور کیا مراد ہو سکتی ہے بنی اسرائیل کو فرعون اور پھر اپنی جماعت سے خوف تھا کہ وہ پھر انہیں کافر بنا لیں گے اور بنی اسرائیل میں قارون کے سوا کوئی ایسا نہ تھا جس سے وہ ڈرتے کیونکہ قارون موسیٰ علیہ السلام کی قوم میں سے تھا لیکن باغی تھا فرعون سے ملا ہوا تھا۔ یہاں ﴿مَلَأْنَاهُمْ﴾ کی ضمیر بنی اسرائیل کی طرف گئی ہے۔ لیکن جو یہ کہتے ہیں کہ یہ ضمیر فرعون اور عمارت فرعون کی طرف جاتی ہے کیونکہ اس کے عمارت بھی اس کے تبعین میں سے تھے یا یہ کہ فرعون سے پہلے آل کا لفظ محذوف سمجھا جائے اس لئے کہ جمع کی ضمیر ہے اور مضاف کی جگہ مضاف الید رکھ دیا گیا ہے یعنی آل کی جگہ فرعون رکھ دیا گیا ہے سو یہ بعید از قیاس بات ہے۔ اگرچہ ابن جریر رحمہ اللہ نے یہ دونوں باتیں لکھی ہیں یہ سب بیان اس پر دلالت کرتا ہے کہ بنی اسرائیل میں سب مؤمن تھے۔

اللہ پر بھروسہ اور اس کی عبادت: [آیت: ۸۳-۸۶] اللہ پاک فرماتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ اگر تم اللہ تعالیٰ ہی ایمان رکھتے ہو تو اسی پر بھروسہ کر بیٹھو اللہ تعالیٰ بھروسہ کرنے والوں کا کفیل ہو جاتا ہے۔ اور اکثر دفعہ عبادت اور توکل کو ملا کر کہا گیا ہے ﴿فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ﴾ ① اور ﴿قُلْ هُوَ الرَّحْمَنُ اٰمَنًا بِهِ وَعَلَيْهِ تَوَكَّلْنَا﴾ ② وغیرہ

اور اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو حکم دیا ہے کہ ہر نماز میں متعدد بار کہو کہ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ ③ چنانچہ بنی اسرائیل حکم الایٰ آئے اور کہا کہ ﴿عَلَى اللَّهِ تَوَكَّلْنَا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظَّالِمِينَ﴾ ④ ہم تو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتے ہیں اے

وَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ وَأَخِيهِ أَنْ تَبَوَّأَ لِقَوْمِكَ بِمِصْرَ مِيقَاتًا وَاجْعَلُوا لِي يُؤْتِكُمْ قِيلَةً

وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَابْتَغُوا الْبُيُوتَ الْمُؤْمِنِينَ ۝ وَقَالَ مُوسَىٰ رَبَّنَا إِنَّكَ آتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَآئِكَ

زِينَةً وَأَمْوَالًا فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا رَبَّنَا لِيُضِلُّوهُنَّ عَنْ سَبِيلِكَ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَىٰ أَمْوَالِهِمْ وَاشْدُدْ

عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوا حَتَّىٰ يَرُوا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۝ قَالَ قَدْ أُجِيبْتُ دَعْوَتِكُمْ فَاسْتَقِيمَا

وَلَا تَتَّبِعَنَّ سَبِيلَ الَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے موسیٰ علیہ السلام اور ان کے بھائی کے پاس وحی بھیجی کہ تم دونوں اپنے ان لوگوں کے لئے مصر میں گھر برقرار رکھو اور تم سب اپنے انہی گھروں کو نماز پڑھنے کی جگہ قرار دے لو اور نماز کے پابند رہو۔ اور آپ مسلمانوں کو بشارت دے دیں۔ [۸۷-۸۸] اور موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا کہ اے ہمارے رب تعالیٰ! آپ نے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو سامانِ تجمل اور طرح طرح کے مال و دنیاوی زندگی میں دیئے اے ہمارے رب! اسی واسطے ویسے ہیں کہ وہ آپ کی راہ سے گمراہ کریں۔ اے ہمارے رب تعالیٰ! ان کے مالوں کو نیست و نابود کر دیجئے اور ان کے دلوں کو سخت کر دیجئے سو یہ ایمان نہ لانے پائیں یہاں تک کہ عذاب الیم کو دیکھ لیں [۸۸] جن تعالیٰ نے فرمایا کہ تم دونوں کی دعا قبول کر لی گئی سو تم مستقیم رہو اور ان لوگوں کی راہ نہ چلنا جن کو علم نہیں۔ [۸۹]

= پروردگار ہم کو ان ظالموں کا زیرِ مشق ستم نہ بنا۔ ہم پر انہیں کامیاب نہ کر۔ ورنہ وہ یہ گمان کریں گے کہ ہم ہی حق پر ہیں اور یہ بنی اسرائیل باطل پر ہیں چنانچہ اور زیادہ ہم پر ستم توڑیں گے آل فرعون کے ہاتھوں ہمیں عذاب بندے اور نہ اپنے عذاب میں مبتلا کر دے فرعون کی قوم کہے گی کہ اگر یہ لوگ حق پر ہوتے تو جتنائے عذاب نہ ہوتے اور ہم ان پر غالب نہ آتے اور ہمیں اپنی رحمت اور احسان سے اے اللہ اس کا فرعون سے نجات بخش۔ یہ کافر ہیں اور ہم مؤمن ہیں اور تجھی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

بنی اسرائیل کو نماز کا حکم: [آیت: ۸۷-۸۹] اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات دینے کے سبب کو بیان کرتا ہے کہ موسیٰ اور ہارون علیہ السلام کو ہم نے حکم دیا کہ تم اپنی قوم کو لے کر مصر میں جاؤ (وَاجْعَلُوا لِي يُؤْتِكُمْ قِيلَةً) میں مفسرین کا اختلاف ہے ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس سے مراد یہ ہے کہ تم اپنے گھروں ہی کو مسجد بنا لو۔ اور ابراہیم علیہ السلام کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل خوفزدہ تھے اس لئے حکم دیا گیا کہ گھروں ہی میں نماز پڑھا کرو اور اس حکم کی حیثیت بالکل ایسی ہے کہ جب فرعون اور قوم فرعون کی طرف سے گرفت بہت بڑھ گئی تو کثرتِ صلوة کا حکم دیا گیا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اسْتَعِينُوا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾ ① حدیث میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی جب کسی وقت بہت گھبراہٹتے تو نماز سے مدد حاصل کرتے ② اسی لئے اس آیت میں ہے کہ گھروں ہی کو مسجدیں سمجھ کر نمازیں پڑھنے لگو اور مؤمنین کو ثواب اور نصرت قریب کی بشارت دو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ بنو اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ ہم فرعونوں کے سامنے کھلے بندوں نماز نہیں پڑھ سکتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ اچھا گھروں ہی میں پڑھ لو۔ مجاہد رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کو فرعون سے خوف تھا کہ مسجد میں نماز پڑھیں گے تو قتل کر دیئے جائیں گے اس لئے کہا گیا =

① ۲/ البقرة: ۱۵۳۔

② ابو داؤد، کتاب التلوع، باب وقت قیام النبی ﷺ من اللیل، ۱۳۱۹ سنہ ضعیف محمد بن عبد اللہ

الردوی راوی مجہول الحال ہے۔

وَجُوزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَاتَّبَعَهُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُودُهُ بَغْيًا وَعَدُوًّا حَتَّى إِذَا
 أَدْرَكَهُ الْغَرَقُ قَالَ آمَنْتُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا الَّذِي آمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ وَأَنَا مِنَ
 الْمُسْلِمِينَ ۝ أَلَنْ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِينَ ۝ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ
 بِبَدَنِكَ لِيَتَكُونَ لِمَنْ خَلَقَكَ آيَةً ۖ وَإِنَّ كَثِيرًا مِنَ النَّاسِ عَنْ آيَاتِنَا الْغَافِلُونَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو دریا سے پار کر دیا پھر ان کے پیچھے پیچھے فرعون مع اپنے لشکر کے ظلم اور زیادتی کے ارادہ سے چلا۔ یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا تو کہنے لگا کہ میں ایمان لاتا ہوں کہ بجز اس کے کہ جس پر بخواسرائیل ایمان لائے ہیں کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں داخل ہوتا ہوں۔ [۹۰] جواب دیا گیا کہ اب ایمان لاتا ہے اور پہلے سے سرکشی کرتا رہا اور مفسدوں میں داخل رہا۔ [۹۱] سو آج ہم تیری لاش کو نجات دیں گے تاکہ تو ان کے لئے موجب عبرت ہو جو تیرے بعد ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ بہت سے آدمی ہماری عبرتوں سے غافل ہیں۔ [۹۲]

= کہ اچھا چھپ کر گھروں میں پڑھ لو اور گھروں کو آمنے سامنے بنائے رکھو۔

موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کی فرعون کے لیے بددعا: اللہ پاک خبر دے رہا ہے کہ جب فرعون اور اس کی جماعت نے قبول حق سے انکار کیا اور اپنی گمراہی و کفر پر قائم رہے ظلم و سرکشی اختیار کی تو موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے کہا کہ یارب! تو نے فرعون اور اس کے لوگوں کو زینت دنیا اور اموال کثیراں دنیا میں دے رکھا ہے اس سے تو وہ اور بھٹک جائیں گے یا دوسروں کو بھٹکانے لگیں گے ﴿لِيُضِلُّوْا﴾ فتح نیا کے ساتھ یہ معنی ہوئے کہ تو نے انہیں یہ نعمتیں دیں حالانکہ تو جانتا ہے کہ وہ ایمان نہ لائیں گے یہ تو ان پر سرفرازی ہوئی۔ دوسرا قول ہے ﴿لِيُضِلُّوْا﴾ انہم کے ساتھ یعنی تیرے عطیات کے سبب لوگ یہ خیال کریں گے کہ تیری ان پر جو سرفرازیوں ہیں وہ گویا اس کا ثبوت ہیں کہ تو نے انہیں درست رکھا ہے جب ہی تو انہیں خوشحال رکھا یہ گویا سبیل ہوئی اس بات کی کہ ان کی وجہ سے لوگ بھٹکے اس لئے اے اللہ تعالیٰ ان کے اموال کو ہلاک کر دے۔ ضحاک اور ابو العالیہ رحمہما اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اموال کو پتھر بنا دیا۔ وہ پتھر ویسے ہی منقوش بنے ہوئے قلب ماہیت پائے گئے جس کیفیت میں کہ وہ اموال اپنی اصلی حالت میں تھے۔ قادمہ ﷺ کہتے ہیں کہ ہمارے علم میں آیا ہے کہ ان کے اناج نے بھی پتھر کی شکل اختیار کر لی تھی اور شکر وغیرہ بھی پتھر کے ذرات کی شکل میں آگئی تھی۔ محمد بن کعب رحمہ اللہ نے عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے سورہ یونس پڑھی اور جب اس آیت پر پہنچے ﴿رَبَّنَا اطْمِسْ عَلَيَّ اَمْوَالِيهِمْ﴾ تو عمر نے کہا اے ابو حزمہ تمس کا کیا مطلب ہے تو ابو حزمہ نے کہا کہ ان کے مال و متاع پتھر بن گئے تھے۔ تو عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے غلام سے کہا کہ وہ تھیلی لے آ۔ جب وہ تھیلی لے آیا تو اس میں پنے اور انڈے رکھے ہوئے تھے جو پتھر بنے ہوئے تھے۔ ① قوله ﴿وَأَشَدُّ عَلَيَّ قُلُوْبِهِمْ﴾ یعنی اے اللہ تعالیٰ! ان کے دلوں پر مہر لگا دے کہ عذاب الیم دیکھنے تک ایمان ہی نہ لائیں۔ یہ دعا موسیٰ علیہ السلام نے غضب میں آ کر فرعون اور تو م فرعون کے حق میں کی تھی جن کے بارے میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو یقین ہو چکا تھا کہ اب ان میں اصلاح کی صلاحیت ہی نہیں ہے اور اب کسی خیر کی ان سے امید ہی باقی نہیں جیسا کہ حضرت نوح علیہ السلام نے کہا تھا کہ ﴿رَبِّ لَا تَذَرْنِي فَرْدًا ۙ عَلَيَّ اَرْضُ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ ۙ دِيَارًا ۙ﴾ ② اے اللہ! ان کافروں میں سے کسی باشندے کو نہ چھوڑ =

① اس کی سند میں محمد بن یحییٰ بن یحییٰ (المیزان، ۴/ ۱۶، رقم: ۸۰۹۰۰) اور ابو مشر ہے جسے بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے۔ (المیزان، ۴/ ۲۴۶، رقم: ۹۰۱۷) یعنی یہ سند ضعیف و مر دو ہے۔

② ۷۱/ نوح: ۲۶۔

وَلَقَدْ بَوَّأْنَا بَنِي إِسْرَائِيلَ مَبْوَأَ صِدْقٍ وَرَزَقْنَاهُمْ مِّنَ الطَّيِّبَاتِ فَمَا اخْتَلَفُوا حَتَّىٰ
جَاءَهُمُ الْعِلْمُ ۗ إِنَّ رَبَّكَ يَقْضِي بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فِيمَا كَانُوا فِيهِ يَخْتَلِفُونَ ۝

ترجمہ: اور ہم نے بنی اسرائیل کو بہت اچھا ٹھکانا رہنے کو دیا اور ہم نے ان کو نیک چیزیں کھانے کو دیں سو انہوں نے اختلاف نہیں کیا یہاں تک کہ ان کے پاس علم پہنچ گیا۔ یعنی بات ہے کہ آپ کا رب تعالیٰ ان کے درمیان قیامت کے دن ان امور میں فیصلہ کرے گا جن میں وہ اختلاف کیا کرتے تھے۔ [۹۳]

== اگر تو ان کو زندہ چھوڑے گا تو یہ تیرے دوسرے بندوں کو بھی گمراہ کریں گے اور ان کی جتنی بھی اولاد ہوگی سب کافر ہی کا فر پیدا ہوگی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا قبول کر لی اور ان کے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام نے اس پر آمین کہی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم دونوں کی دعا قبول کی جاتی ہے اور آل فرعون ہلاک کئے جاتے ہیں۔ اسی آیت سے اس بات پر دلیل لائی جاتی ہے کہ اگر مقتدی امام کی قرأت فاتحہ پر آمین کہے تو یہ مقتدی کے بھی خود قرآن پڑھنے کے بمنزلہ ہے اسی لئے موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی اور ہارون علیہ السلام نے آمین کہی تھی ﴿فَأَسْتَقِيمَا﴾ جیسے کہ تمہاری دعا قبول کر لی گئی ہے اب تم بھی اسی طرح میرے حکم پر مستقیم رہو اور میرے احکام نافذ کرو۔ استقامت اسی کو کہتے ہیں کہا جاتا ہے کہ اس دعا کے چالیس (۴۰) سال بعد فرعون ہلاک ہو گیا اور بعض کہتے ہیں کہ چالیس (۴۰) دن بعد۔

بنی اسرائیل کی نجات اور فرعون کی عبرت انگیز تباہی: [آیت: ۹۰-۹۲] اللہ پاک فرعون اور لشکر فرعون کے غرق ہونے کی کیفیت بیان فرماتا ہے کہ بنی اسرائیل جب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مصر سے نکلے اور وہ چھ لاکھ سپاہی تھے فرعون کی ایمان لائی ہوئی ذریت کو چھوڑ کر۔ بنی اسرائیل نے فرعون کی قوم والے قبطیوں سے کثیر تعداد میں زور قرض مانگ لئے تھے اور لے کر نکل گئے چنانچہ فرعون کا غصہ اور بھی تیز ہو گیا۔ چنانچہ اس نے اپنے کارندوں کو اپنے ہر ملک سے لشکر جمع کرنے کو بھیجا اور ایک لشکر عظیم لے کر بنی اسرائیل کے تعاقب میں چل پڑا اور اللہ تعالیٰ کا منشا ہی یہی تھا چنانچہ اس ملک کے جتنے بھی صاحبان ثروت و دولت تھے کوئی شرکت سے باز نہ رہا سب ہی فرعون کے ساتھ ہو گئے۔ صبح کے وقت ان لوگوں نے بنی اسرائیل کو پالیا فریقین نے جب ایک دوسرے کو دیکھ لیا تو اصحاب موسیٰ پکار اٹھے کہ اے موسیٰ! اب تو ہم دھر لئے گئے اور یہ اس وقت کی بات تھی جبکہ بنی اسرائیل دریا کے کنارے آپہنچے تھے اور فرعون بھی پیچھے تھے۔ صورت اس کے سوا کوئی باقی نہیں رہی تھی کہ فریقین میں تصادم ہو جائے۔ موسیٰ علیہ السلام سے لوگ بار بار پوچھنے لگے کہ اب کیا ہوگا فرعونیوں سے کیسے بچیں گے آگے دریا پیچھے دشمن۔ موسیٰ علیہ السلام کہتے تھے کہ مجھے تو یہی حکم ہے کہ دریا میں راستہ پیدا کروں ہم کبھی نہیں پکڑے جائیں گے میرا رب تعالیٰ میرا قاتل ہے۔ جب انتہائی مایوسی ہو گئی تو اللہ تعالیٰ نے یاس کو امید سے بدل دیا اور حکم فرمایا کہ دریا پار اپنا عصا مارو۔ موسیٰ علیہ السلام نے عصا مارا دریا پھٹ پڑا۔ پانی کا ہر ٹکڑا ایک بلند پہاڑ تھا۔ دریا میں بارہ راستے بن گئے اور ہر گروہ کے لئے ایک ایک راستہ بن گیا۔ دریا کے اندر کی گیلی زمین کو خشک ہواؤں نے فوراً سکھا دیا اور راستہ گزر گاہ کے قابل ہو گیا۔ دریائی راستے سوکھ گئے۔ اب نہ گرفتار ہونے کا خوف تھا اور نہ کسی بات کا ڈر کہ ڈب جائیں گے۔ پانی کی دیواروں کے اندر دریا سے بن گئے تھے تاکہ ہر راستے والے اپنے ساتھیوں کو ان دریاؤں کے ذریعہ دیکھ سکیں اور مطمئن ہو سکیں کہ دوسرے ہلاک نہیں ہو گئے ہیں۔ اب بنی اسرائیل نے دریا کو طے کر لیا جب آخری اسرائیلی بھی دریا پار ہو گیا تو فرعون کا لشکر دریا کے اس پار کنارے پہنچ چکا

تھا۔ اس لشکر میں ایک لاکھ سوار تو صرف سیاہ گھوڑوں والے تھے۔ دوسرے رنگ کے گھوڑے اس کے سوا تھے اس سے لشکر فرعون کی کثرت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ فرعون نے جب یہ ہیبت ناک منظر دیکھا تو ڈر گیا اور واپس ہونے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن افسوس کہ اب نجات کا موقع جا چکا تھا تقدیر نازد ہو چکی تھی موسیٰ علیہ السلام کی دعائے قبولیت حاصل کر لی تھی۔ جبرائیل علیہ السلام ایک گھوڑی پر سوار تھے۔ فرعون کے گھوڑے کے پاس سے گزرے۔ گھوڑی کو دیکھ کر گھوڑا ہنہنا اٹھا جبرائیل علیہ السلام نے اپنی گھوڑی دریا میں ڈال دی گھوڑا بھی دریا میں کود پڑا فرعون اس کو نہ تھا م سکا۔ مجبوراً دریا میں داخل ہو گیا لیکن اپنی بہادری ثابت کرنے کے لئے اپنے ساتھی امر کو پکارا کہ بنی اسرائیل ہم سے زیادہ دریا کے اندر داخل ہونے کے ہتھار نہیں۔ سب دریا میں کود پڑو راستہ بنا ہوا ہے۔ چنانچہ اس کا لشکر دریا کے اندر سما گیا۔ میکائیل علیہ السلام سب کے پیچھے تھے اور اس کے لشکر کو ہانک کر آگے بڑھا رہے تھے چنانچہ ایک بھی پیچھے نہ رہا۔ جب سب داخل دریا ہو گئے اور بنو اسرائیل سب دریا پار ہو گئے تو اللہ پاک نے دریا کو آپس میں جوڑ دیا۔ اب کوئی فرعون بھی نہ بچ سکا۔ موجیں بلند ہو رہی تھیں اور پست ہو رہی تھیں مدوجزر پیدا ہو گیا تھا۔ فرعون پر سکرات موت طاری تھی۔ اب وہ کہہ اٹھا کہ ہاں بنی اسرائیل کے اللہ کے سوا کوئی دوسرا اللہ نہیں میں ایمان لاتا ہوں۔ لیکن افسوس کہ وہ اس وقت ایمان لایا جب کہ ایمان لانا کچھ بھی مفید نہ تھا۔ قول باری تعالیٰ ہے کہ جب انہوں نے ہمارا عذاب دیکھ لیا تو بول اٹھے کہ ہم اللہ واحد پر ایمان لائے اور کفر و شرک سے باز آئے۔ لیکن ہمارا عذاب دیکھ چکنے کے بعد ایمان نفع بخش نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی یہی سنت ہے۔ کافر لوگ خسارے میں رہیں گے۔ اسی لئے اللہ پاک نے فرعون کے جواب میں کہا کہ اب ایمان لاتا ہے اور اب تک نافرمان اور کافر بنا ہوا تھا اور فتنے مچا رہا تھا اور لوگوں کو گمراہ کر رہا تھا۔ وہ لوگ دوزخ میں لے جانے کے لئے دوسروں کے امام بنے ہوئے تھے۔ اب ان کی ہرگز مدد نہیں کی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ نے فرعون کی یہ بات کہ ﴿اٰمَنْتُ اِنَّهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْ اٰمَنْتُ بِهٖ بَنُوْا۟ اِسْرٰٓئِيْلَ﴾ نبی اکرم ﷺ سے بیان فرمائی۔ یہ ان غیب کی باتوں میں سے تھی جس کی خبر صرف نبی اکرم ﷺ ہی کو ہو سکی۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”جب فرعون نے ایمان کا کلمہ زبان سے نکالا تو جبریل علیہ السلام مجھ سے بیان کرتے ہیں کہ اے اللہ کے نبی ﷺ! میں نے دریا کا کچھڑے کر فرعون کے منہ میں ٹھونس دیا اس بنا پر کہ دریا نے رحمت کو جوش نہ آجائے۔“ ①

قولہ تعالیٰ ﴿فَالْيَوْمَ نَنْسِفُكَ بِبَدْنِكَ لِتَكُوْنَ لِمَنْ خَلَقَكَ اٰيَةً ط﴾ اب ہم تیری روح کو نہیں تیرے جسم کو محفوظ کرتے ہیں تاکہ بعد والوں کے لئے وہ عبرت بن جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ بعض بنی اسرائیل نے فرعون کی موت کے بارے میں شک کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ فرعون کے جسد بے روح کو جس پر لباس بھی موجود ہے زمین کے ایک ٹیلے پر پھینک دے تاکہ لوگوں کو فرعون کی موت کا حقیقی ثبوت مل جائے۔ ② بدن یعنی جسم بلا روح ﴿اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنِ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ط﴾ یعنی اکثر لوگ ہماری نشانیوں سے عبرت و نصیحت حاصل نہیں کرتے ہیں۔

کہتے ہیں کہ یہ ہلاکت یوم عاشورہ میں ہوئی تھی نبی اکرم ﷺ جب مدینہ طیبہ آئے تو ان دنوں یہود عاشورہ کے دن کا روزہ رکھا کرتے تھے۔ پوچھا کہ ”اس دن کیوں روزہ رکھتے“ ہو تو یہود نے کہا اس دن موسیٰ علیہ السلام فرعون پر غالب آئے تھے۔ تو نبی اکرم ﷺ

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ یونس ۳۱۰۷، وهو حسن، احمد، ۱/۲۴۵۱، مسند الطیالسی ۲۶۹۳۔

② الطبری، ۱۵/۱۹۲۔

نے فرمایا کہ ”اے میرے لوگو! تم اس روز روزہ رکھنے کے یہود سے زیادہ مستحق ہو اس لئے عاشورہ کا روزہ رکھا کرو۔“ ①

بنی اسرائیل پر انعامات اور ان کی سرکشی: [آیت: ۹۳] بنی اسرائیل پر انعامات کا تذکرہ اللہ پاک بنی اسرائیل پر اپنی دینی اور دنیوی نعمتوں کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے کہ ہم نے ان کو رہنے کے لئے اچھی جگہ دی یعنی بلا دمصر و شام جو بیت المقدس کے قریب ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب فرعون کو ہلاک کر دیا تو حکومت موسیٰ بلا دمصر پر قابض و متصرف ہو گئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے اس قوم کو وارث بنا دیا جو مشرق و مغرب ہر جگہ کزد تھی ہم نے انہیں برکت دی اور بنی اسرائیل سے تمہارے رب تعالیٰ کا وعدہ پورا ہوا کیونکہ انہوں نے صبر کیا تھا اور فرعون کی قوم نے جو کچھ محلات و عمارات تیار کی تھیں سب تمہیں نہس کر دی گئیں۔ ہم نے انہیں باغوں اور چشموں سے نکال باہر کیا۔ خزائن ان سے چھین لئے اور ان سب کا وارث بنو اسرائیل کو بنا دیا۔ انہوں نے بے شمار باغات و چشمے چھوڑے تھے لیکن بنی اسرائیل موسیٰ علیہ السلام سے ہمیشہ ہی بلا بیت المقدس کا مطالبہ کرتے رہتے تھے جو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا وطن ہے۔ ان دنوں یروشلم پر قوم عمالقہ کا قبضہ تھا۔ بنو اسرائیل کو ان سے لڑنے کے لئے کہا گیا تو وہ انکار کر بیٹھے تو اللہ پاک نے انہیں دشت تیار میں گم کر دیا۔ چالیس برس وہاں گزرے اس عرصہ میں ہارون اور پھر موسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے۔ اب بنی اسرائیل تیار سے یوشع بن نون کی معیت میں باہر نکلے اور اللہ تعالیٰ نے بیت المقدس ان کے ہاتھوں فتح کر دیا۔ یہ عرصہ تک ان کے قبضہ میں رہا۔ پھر بخت نصر نے قبضہ کر لیا۔ پھر دوبارہ بنو اسرائیل کا قبضہ ہوا پھر ملوک یونان اس پر متصرف ہوئے ان کے احکام طویل مدت تک چلتے رہے۔ اس عرصہ میں اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو بھیجا۔ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دشمنی میں ملوک یونان سے ساز باز کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی چغلیاں کھائی اور کہا کہ عیسیٰ رعایا میں فساد و فتنہ پیدا کر رہا ہے۔ ملک یونان نے ان کو پکڑ کر سولی دینا چاہی لیکن مشیت باری تعالیٰ سے ایک حواری پر عیسیٰ علیہ السلام کا گمان ہو گیا اس کو پکڑ کر سولی دیدی گئی اور گمان کیا کہ عیسیٰ یہی تھے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو انہوں نے یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی طرف اٹھالیا ہے۔ اللہ تعالیٰ عزیز و حکیم ہے پھر مسیح علیہ السلام کے تقریباً تین سو برس بعد ایک یونانی بادشاہ قسطنطین نے دین نصرانی قبول کیا۔ لیکن یہ فیلسوف تھا۔ کہتے ہیں کہ دین نصرانی میں تفسیر اور حیلہ کے طور پر شامل ہو گیا تھا تا کہ دین عیسیٰ میں فتنہ پروازی کرے۔ نصرانی پادریوں نے اس کے حکم سے شریعت کے نئے نئے قانون وضع کئے۔ بدعتیں پھیلائیں چھوٹے بڑے کنیسے اور عبادت گاہیں بنائیں۔ ہیاکل و معابد قائم کئے۔ اس زمانہ میں دین نصرانیت بہت پھیل گیا اور تغیر و تحریف اس میں ہونے لگی۔ رہبانیت پیدا ہو گئی سچے دین مسیح کی مخالفت ہونے لگی۔ حقیقی دین صرف چند عبادت گزاروں کے اندر ہی باقی رہ گیا۔ اب یہ بھی راہبوں کی شکل میں جنگوں اور میدانوں میں صومعے بنا کر رہنے لگے۔ نصاریٰ کا قبضہ شام جزیرہ اور بلا دروم پر ہو گیا۔ اسی بادشاہ نے شہر قسطنطنیہ اور قمامہ بسایا۔ بیت المقدس میں بیت لحم اور کنائس بنائے۔ حوران کے شہر بسائے جیسے بصری وغیرہ۔ بڑی بڑی محکمہ عمارتیں بنائیں۔ یہیں سے صلیب پرستی کی ابتدا پڑی مشرق بعید تک جانچنے اور وہاں بھی کنیسے بنائے۔ خنزیر کا گوشت حلال کر لیا۔ دین کے فروغ اور اصول میں عجیب عجیب بدعتیں پیدا کیں۔ امانت حقیرہ کا اصول وضع کر کے امانت کبیرہ کا نام رکھ دیا بادشاہ کے حکم سے نئے نئے قوانین شریعت بنائے۔ اس کی شرح بہت طویل ہے۔ غرض یہ کہ ان بلاد پر ان کا قبضہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے زمانہ تک رہا۔ حتیٰ کہ بیت المقدس حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذٰلِکَ۔

ہم نے انہیں پاک پاک چیزیں دیں تھیں تاکہ طیب چیزیں کھائیں۔ لیکن معلومات مذہبی کے باوجود وہ اختلاف کرنے لگے حالانکہ =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ یونس ﴿وَجَاوَزْنَا بِبَنِي إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَيْنَهُمُ فِرْعَوْنَ...﴾ ۴۶۸۰؛ صحیح مسلم،

فَإِنْ كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا أَنْزَلْنَا إِلَيْكَ فَاسْأَلِ الَّذِينَ يُقْرَأُونَ الْكِتَابَ مِنْ قَبْلِكَ ۗ
لَقَدْ جَاءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ فَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۗ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الَّذِينَ
كَذَّبُوا بِآيَاتِ اللَّهِ فَتَكُونُوا مِنَ الْخَسِرِينَ ۗ إِنَّ الَّذِينَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَةُ رَبِّكَ
لَا يُؤْمِنُونَ ۗ وَلَوْ جَاءَتْهُمْ كُلُّ آيَةٍ حَتَّى يَرَوْا الْعَذَابَ الْأَلِيمَ ۗ

ترجمہ: پھر اگر آپ اس کی طرف سے شک میں ہوں جس کو ہم نے آپ کے پاس بھیجا ہے تو آپ ان لوگوں سے پوچھ دیکھئے جو آپ سے پہلی کتابوں کو پڑھتے ہیں۔ بے شک آپ کے پاس آپ کے رب تعالیٰ کی طرف سے سچی کتاب آئی ہے۔ آپ ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔ [۹۳] اور نہ ان لوگوں میں سے ہوں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی آیتوں کو جھٹلایا کہیں آپ جاہ نہ ہو جائیں۔ [۹۵] یقیناً جن لوگوں کے حق میں آپ کے رب تعالیٰ کی بات ثابت ہو چکی ہے وہ ایمان نہ لائیں گے [۹۶] ان کے پاس تمام دلائل پہنچ جائیں جب تک کہ عذاب دردناک کو نہ دیکھ لیں۔ [۹۷]

= اختلاف فی المذہب کی کوئی وجہ یہ نہیں تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تو سب باتیں بلا التباس صاف صاف بیان کر دی تھیں۔ حدیث میں ہے کہ ”یہود نے اکہتر (۷۱) فرتے بنائے تھے اور نصاریٰ نے بہتر (۷۲) بنائے اور میری امت بہتر (۷۳) فرتے بنائے گی جن میں سے صرف ایک ناجی ہوگا اور باقی سب ناری“ نبی اکرم ﷺ سے پوچھا گیا وہ ایک کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”جس پر میں اور میرے اصحاب چل رہے ہیں“ ① اسی لئے اللہ پاک نے فرمایا ہے کہ میں قیامت کے روز ان کے اختلافات کا فیصلہ کر دوں گا۔ دلائل کے باوجود اہل کتاب کی ہٹ دھرمی: [آیت: ۹۳-۹۷] قتادہ بن دعامة رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ”نہ میں شک کرتا ہوں نہ مجھے پوچھنے کی ضرورت ہے۔“ ② اس آیت میں امت کو ثابت قدم رہنے کی ترغیب دی گئی ہے اور بتایا گیا ہے کہ نبی کی صفت کتب متقدمہ توریت وانجیل میں موجود تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو لوگ نبی امی کی پیروی کرتے ہیں وہ اس بنا پر کہ آپ ﷺ کی صفات توریت وانجیل میں مکتوب پاتے ہیں لیکن اس کے باوجود کہ وہ نبی کی صداقت کو اس عمدگی کے ساتھ جانتے ہیں جس طرح اپنے بچوں کو پھر بھی اس صداقت کو چھپاتے ہیں تحریف و تبدیل انجیل میں کر دیتے ہیں۔ قیامت کے باوجود ایمان نہیں لاتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ان پر حق کی حجت قائم ہو چکی ہے لیکن کیسا ہی ثبوت ان کو کیوں نہ ملے یہ اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک کہ عذاب کو اپنی آنکھوں سے دیکھ نہ لیں گے۔ لیکن اس وقت ان کا ایمان لانا کچھ نفع بخش نہ ہوگا۔ قوم کے اسی درجہ پر پہنچ جانے کے بعد ہی موسیٰ علیہ السلام نے ان پر بددعا کی تھی کہ اے اللہ تعالیٰ! ان کے اموال فنا کر دے ان کے دلوں پر مہر لگا دے عذاب کے بغیر یہ نہ مانیں گے۔ اسی طرح فرمان باری تعالیٰ ہے کہ اگر ہم ان پر ملائکہ بھی نازل کر دیں اور مردے بھی ان سے بات کرنے لگیں اور ہر چیز ان کے لئے جمع کر دیں پھر بھی یہ ایمان لانے والے نہیں اور ان میں سے اکثر تو جانتے ہی نہیں ہیں۔

① ترمذی، کتاب الایمان، باب ماجاء فی افتراق هذه الأمة، ۲۶۴۱، وسنده ضعيف، حاکم، ۱/۱۲۸، اس کی سند میں عبدالرحمن بن زیاد فریقہ ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۱/۴۸۰، رقم: ۹۳۸)

② الطبری، ۱۵/۲۰۲، وسنده ضعيف لارساله، مصنف عبدالرزاق، ۱۰۲۱۲، والتفسیر له ۱/۲۶۱ عن قتاده مرسلًا۔

فَلَوْلَا كَانَتْ قَرِيَةً اٰمَنَتْ فَفَعَلَهَا اِيْمَانَهَا اَلَا قَوْمِ يٰوَسُّ ط لَبَا اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ

عَذَابَ الْخٰزِي فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنَ ۝

ترجمہ: چنانچہ کوئی ہستی ایمان نہ لائی کہ ایمان لانا اس کو نافع ہوتا ہاں مگر یونس علیہ السلام کی قوم۔ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے رسوائی کے عذاب کو دنیوی زندگی میں ان پر سے نال دیا اور ان کو ایک وقت خاص تک عیش دیا۔ [۹۸]

عذاب دیکھ کر ایمان لانا قبول نہیں ہوتا مگر قوم یونس کو اللہ نے معاف کر دیا: [آیت: ۹۸] ام سابقہ میں سے کوئی بھی امت ساری کی ساری ایمان نہیں لائی جس کی طرف کہ ہم نے اپنے پیغمبر بھیجے تھے بلکہ تم سے پہلے بھی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو رسول آیا ضرور اس کی تکذیب کی گئی۔ جیسا کہ قول باری تعالیٰ ہے کہ افسوس بندوں پر کہ رسول ان کے پاس آتا ہے تو اس کا مذاق اڑائے بغیر نہیں رہتے یا یہی کہتے ہیں کہ یہ تو جا دو گے یا یہ کہ مجنون ہے۔ ❶ جس قریہ میں بھی ہمارا کوئی نبی پہنچا تو وہاں کے خوشحالوں نے یہی کہا کہ ہم تو اپنے آباء و اجداد کے نقش قدم پر چلیں گے۔

حدیث صحیح میں ہے کہ انبیاء میرے سامنے پیش کئے گئے۔ کسی نبی کے ساتھ بڑی بڑی جماعتیں امتیوں کی تھیں اور کسی نبی کے ساتھ ایک ہی آدمی تھا اور کسی نبی کے ساتھ دو آدمی اور کسی کے ساتھ تو ایک بھی نہیں۔ پھر موسیٰ علیہ السلام کی امت کی کثرت کا ذکر فرمایا۔ پھر اپنی امت کی کثرت کا ذکر جس نے کہ مشرق و مغرب کو ڈھانپ لیا تھا۔ غرض یہ کہ قوم یونس علیہ السلام کے سوا کسی ملک کی قوم سب کی سب ایمان نہیں لائی یونس علیہ السلام کی قوم اہل نینوا تھے ان کا ایمان عذاب دکھائی دینے کے بعد ڈر کی بنا پر تھا۔ عذاب سے ڈرا کہ اللہ تعالیٰ کا نبی قوم کے اندر سے باہر نکل گیا تھا۔ اب ان لوگوں کو سخت افسوس ہوا اللہ تعالیٰ کی پناہ چاہی اللہ تعالیٰ سے فریاد و زاری کی اپنے بچوں اور مویشیوں سب کو لے کر اللہ تعالیٰ کے سامنے آکھڑے ہوئے کہ اللہ سے درخواست کی کہ جس عذاب کی نبی نے خبر دی ہے اور پھر ہم سے جدا ہو گیا ہے اس کو دو فرما دے اس وقت اللہ نے ان پر رحم کیا عذاب جو سامنے آچکا تھا ہٹ گیا۔ جیسا کہ اللہ پاک فرماتا ہے کہ قوم یونس جب ایمان لے آئی تو حیات دنیوی میں ان پر آیا ہوا عذاب ہم نے ہٹا لیا اور جیتے رہنے تک اس عذاب سے ہم نے انہیں بچا لیا۔ مفسرین کا اس میں اختلاف ہے کہ آیا صرف دنیوی عذاب ہٹا یا عذاب آخرت بھی ہٹ گیا۔ بعض کہتے ہیں کہ صرف دنیا کا عذاب۔ کیونکہ آیت سے صرف اسی پر روشنی پڑتی ہے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ ہم نے نبی کو ایک لاکھ سے زیادہ آدمیوں کی طرف بھیجا تھا وہ ایمان لائے چنانچہ میعاد معینہ تک ہم نے انہیں مستفید فرمایا۔ یہاں ایمان کا لفظ مطلق ہے بلا قید ہے اور مطلق ایمان تو عذاب آخری سے نجات دینے والا ہوتا ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

قائدہ رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں لکھا ہے کہ عذاب آچکنے کے بعد کوئی قوم ایمان لائے تو نہیں چھوڑا جاتا ہے لیکن جب یونس علیہ السلام نے اپنی قوم کو چھوڑ دیا اور لوگ سمجھ گئے کہ اب عذاب سے نجات نہیں تو ان کے دلوں میں توبہ کے جذبات پیدا ہوئے۔ انہوں نے خراب کپڑے پہن کر اپنے کو بد حال بنا لیا۔ مویشیوں کا گروہ اور ان کے بچوں کا گروہ الگ الگ کیا۔ اپنے ساتھ بچوں جانوروں تک کو لے گئے چالیس دن تک فریاد و زاری کی۔ اللہ نے ان کے خلوص نیت اور توبہ کی صداقت کو دیکھ کر آکھڑا ہوا عذاب ان

وَكُوشَاءَ رَبِّكَ لَأَمِّنَ مَنْ فِي الْأَرْضِ كُلَّهُمْ جَمِيعًا ۖ أَفَأَنْتَ تُكذِرُ النَّاسَ حَتَّىٰ
يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تُوْمِنَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ ۖ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ
عَلَى الَّذِينَ لَا يَعْقِلُونَ ۝ قُلْ أَنْظِرُوا مَاذَا فِي السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَمَا تُغْنِي الْآيَاتُ
وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ ۝ فَهَلْ يَنْتَظِرُونَ إِلَّا مِثْلَ أَيَّامِ الَّذِينَ خَلَوْا مِنْ
قَبْلِهِمْ ۖ قُلْ فَانْتَظِرُوا إِنِّي مَعَكُمْ مِنَ الْمُنْتَظِرِينَ ۝ ثُمَّ نُنزِجُ رُسُلَنَا وَالَّذِينَ
آمَنُوا كَذَلِكَ حَقًّا عَلَيْنَا نُنزِجُ الْمُؤْمِنِينَ ۙ

ترجمہ: اور اگر آپ کا رب چاہتا تو تمام روئے زمین کے لوگ سب کے سب ایمان لے آتے سو کیا آپ لوگوں پر زبردستی کر سکتے ہیں جس میں وہ ایمان ہی لے آئیں۔ [۹۹] حالانکہ کسی شخص کا ایمان لانا بدون اللہ کے حکم کے ممکن نہیں۔ اور اللہ تعالیٰ بے عقل لوگوں پر گندگی واقع کر دیتا ہے۔ [۱۰۰] آپ کہہ دیجئے کہ تم غور کرو کہ کیا کیا چیزیں ہیں آسمانوں میں اور زمین میں اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کو دلائل اور دھمکیاں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتیں۔ [۱۰۱] سو وہ لوگ صرف ان لوگوں کے سے واقعات کا انتظار کر رہے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔ آپ فرما دیجئے کہ اچھا تو تم انتظار میں رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں ہوں۔ [۱۰۲] پھر ہم اپنے پیغمبروں کو اور ایمان والوں کو پھیلانے تھے ہم اسی طرح سب ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں یہ ہمارے ذمہ ہے۔ [۱۰۳]

پر سے ہٹا دیا۔ قوم یونس ارض موصل میں نیوی کی رہنے والی تھی۔ ① ابن مسعود رضی اللہ عنہما ﴿لَوْلَا كِتَابَتُ﴾ کو ﴿هَلَا كِتَابَتُ﴾ پڑھتے ہیں۔ غرض یہ کہ یہ عذاب ان کے سروں پر اس طرح منڈلا رہا تھا جیسے تاریک رات میں بادل کے ٹکڑے یہ لوگ اپنے ایک عالم کے پاس گئے کہ ہمیں ایک دعا لکھ دیجئے کہ جس کی برکت سے عذاب ٹل جائے۔ اس نے یہ دعا لکھ دی تھی ﴿يَا حَسَىٰ يَا حَسَىٰ مُصْحِي الْمَوْتَىٰ يَا حَسَىٰ لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ﴾ چنانچہ عذاب ٹل گیا یہ تمام قصہ سورہ صافات میں ان شاء اللہ بیان ہوگا۔

ہدایت و ضلالت اللہ کے اختیار میں: [آیت: ۹۹-۱۰۳] اللہ پاک فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! اگر اللہ چاہتا تو سب کے سب ایمان لے آتے۔ لیکن اللہ جو کچھ کرتا ہے اس میں حکمت ہوتی ہے۔ اللہ کی مرضی ہوتی تو سب ایک ہی خیال کے ہوتے لیکن لوگ مختلف الرائے ہیں۔ صحیح رائے پر وہ ہیں جن پر اللہ کارجم ہے اور ان کی فطرت بھی ایسی ہی بنائی ہے۔ اللہ کی یہ بات پوری ہو کر رہے گی کہ میں جہنم کو جنات اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ اگر سب کے سب ہدایت یافتہ ہوتے تو ایمان کیا بے معنی سی بات ہو کر نہ رہ جاتا۔ اللہ فرماتا ہے کہ کیا تم مجبور کر کے انہیں مؤمن بنانا چاہتے ہو؟ نہ یہ تم پر واجب ہے تمہارے لئے سزاوار ہے اور اللہ جس کو چاہے گمراہ کرے اور جس کو چاہے ہدایت دے۔ تم ان پر افسوس کر کے اپنا دل نہ کڑھاؤ۔ اس خیال کے تحت کہ وہ ایمان نہیں لارہے ہیں کیا تم اپنی جان ہلاک کرو گے۔ تم اپنی طاقت سے کسی کو راستی پر نہیں لاسکتے تمہارا کام تو صرف تبلیغ کر دینا ہے پھر ان سے نمٹنا ہم کو ہے۔ تم فقط ناصح ہو نصیحت کر دو سمجھا دو۔ اس کے بعد تم ذمہ دار نہیں رہے آیتیں اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ اللہ اپنے ارادہ کا آپ قائل ہے کوئی ایمان =

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِن كُنْتُمْ فِي شَكٍّ مِّن دِينِي فَلَا أَعْبُدُ الَّذِينَ تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ وَلَكِن آعْبُدُ اللَّهَ الَّذِي يَتَوَقَّكُمْ ۗ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُونَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۗ وَأَنْ أَقِمَّ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا ۗ وَلَا تَكُونَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۝ وَلَا تَدْعُ مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا يَضُرُّكَ ۚ فَإِنْ فَعَلْتَ فَإِنَّكَ إِذَا مِن الظَّالِمِينَ ۝ وَإِنْ يَسْسَسْكَ اللَّهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ ۗ وَإِنْ يُرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَادَّ لِفَضْلِهِ ۗ يُصِيبُ بِهِ مَن يَشَاءُ ۗ مِنْ عِبَادِهِ ۗ وَهُوَ الْغَفُورُ الرَّحِيمُ ۝

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! اگر تم میرے دین کی طرف سے شک میں ہو تو میں ان معبودوں کی عبادت نہیں کرتا جن کی تم اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہو لیکن ہاں اس معبود کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری جان قبض کرتا ہے اور مجھ کو یہ حکم ہوا ہے کہ میں ایمان لانے والوں میں سے ہوں۔ [۱۰۴] اور یہ کہ اپنے آپ کو اس دین کی طرف اس طرح متوجہ رکھنا کہ اور سب طریقوں سے علیحدہ ہو جائے اور کبھی مشرک مت بننا [۱۰۵] اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی عبادت مت کرنا جو تجھ کو نہ کوئی نفع پہنچا سکے اور نہ کوئی ضرر پہنچا سکے۔ پھر اگر ایسا کیا تو تم اس حالت میں حق ضائع کرنے والوں میں سے ہو جاؤ گے [۱۰۶] اور اگر تم کو اللہ تعالیٰ کوئی تکلیف پہنچائے تو بجز اس کے اور کوئی اس کو دودھ کرنے والا نہیں ہے۔ اور اگر وہ تم کو کوئی راحت پہنچانا چاہے تو اس کے فضل کا کوئی ہٹانے والا نہیں وہ اپنا فضل اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے مہذول فرمادیں۔ اور وہ بڑی مغفرت بڑی رحمت والے ہیں۔ [۱۰۷]

== نہیں لاسکتا اللہ کی مرضی کے بغیر۔ عقل سے کام نہ لینے والے گمراہ کر دیئے جاتے ہیں۔ اللہ پاک ہدایت کرنے اور نہ کرنے کے بارے میں عدل پر ہے۔

آفاق میں اللہ کی قدرت کی نشانیاں: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی رہنمائی فرما رہا ہے کہ ساری کائنات میں ہماری جو نشانیاں جیسے آسمان ستارے سیارے شمس و قمر لیل و نہار پھیلی ہوئی ہیں ان پر نظر بصیرت ڈالو کہ رات میں دن اور دن میں رات کیسے داخل ہو جاتی ہے۔ کبھی دن بڑا اور کبھی رات بڑی۔ آسمان کی بلندی اور پھیلاؤ ستاروں سے اس کی زیب و زینت آسمان سے پانی برساتا زمین کا سوکھ جانے کے بعد پھر زندہ و سرسبز ہو جاتا۔ درختوں میں پھل پھول کلیاں پیدا ہونا مختلف نباتات کا اگنا۔ مختلف نوع کے جانور ان کی شکلیں الگ الگ ان کے رنگ ان کے افادات سب الگ الگ۔ پہاڑ چٹیل میدان۔ جنگل باغ آبادیاں اور دیرانے سمندر کی تہہ کے عجائبات مومچیں ان کے مد و جزر اس کے باوجود سفر کرنے والوں کے لئے سمندر کا مسخر ہو جانا جہازوں کا چلنا یہ سب اللہ قادر کی نشانیاں ہیں جس کے سوا کوئی دوسرا اللہ ہے ہی نہیں۔ لیکن افسوس کہ یہ ساری نشانیاں کافروں کے غور و فکر کا کچھ بھی سبب نہیں بنتیں۔ اللہ کی دلیل ثابت چکی ہے ایمان نہیں لاتے ہیں نہ لائیں یہ لوگ تو انہی عذاب کے دنوں کا انتظار کر رہے ہیں جس سے سابقہ پہلے کی قوموں کو پڑا تھا۔ اے نبی! کہہ دو کہ وقت کا انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں اور جب ختم انتظار پر عذاب آجائے گا تو پھر ہم اپنے رسولوں کو پہچالیں گے اور ان کی امت کو بھی اور پیغمبروں کا انکار کرنے والوں کو ہلاک کر دیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے

قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَاءَكُمْ الْحَقُّ مِنْ رَبِّكُمْ فَمَنِ اهْتَدَىٰ فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ ۖ وَمَنْ ضَلَّ فَإِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَا أَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيلٍ ۖ وَاتَّبِعْ مَا يُوحَىٰ إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَ اللَّهُ ۗ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ۝

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے کہ اے لوگو! تمہارے پاس حق تمہارے رب کی طرف سے پہنچ چکا ہے جو شخص راہ راست پر آجائے گا سو وہ اپنے واسطے راہ راست پر آئے گا اور جو شخص بے راہ رہے گا تو اس کا بے راہ ہونا ہی پر پڑے گا۔ اور میں تم پر مسلط نہیں کیا گیا۔ [۱۰۸-۱۰۹] اور آپ اس کا اتباع کرتے رہئے جو کچھ آپ کے پاس وحی بھیجی جاتی ہے اور صبر کیجئے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فیصلہ کر دیں گے۔ اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں میں اچھے ہیں۔ [۱۰۹]

ذمے لے لیا ہے کہ مؤمنین کو بچالے جیسے کہ نیکو کاروں پر رحمت اپنے ذمہ لے لی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ”اللہ کی کتاب لوح محفوظ جو عرش پر ہے اس میں مکتوب ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔“ ①

معبود حقیقی کا تعارف اور دین حنیف: [آیت: ۱۰۳-۱۰۷] اللہ پاک نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ اے نبی! اسنادو کہ میں دین حنیف جو لایا ہوں جس کی وحی مجھ پر اتری ہے اگر اس کی صحت میں بہر حال تمہیں شک ہو تو میں تو تمہارے معبودوں کی کبھی پرستش نہ کروں گا۔ میں اللہ واحد لا شریک کا بندہ ہوں جو تمہیں موت دیتا ہے اور جس نے زندگی دی تھی۔ یقیناً تم سب کو اسی کی طرف جانا ہے۔ فرض کرو کہ درحقیقت تمہارے معبود حق ہیں تو ان سے کہو کہ مجھے نقصان پہنچائیں۔ یاد رکھو کہ ان میں مضرت و نفع پہنچانے کی کوئی قدرت نہیں ہے نفع و ضرر تو اللہ لا شریک کے ہاتھ میں ہے۔ اے نبی! کفار سے اعراض کر کے باخلاص تمام اللہ کی عبادت میں لگ جاؤ، شرک کی طرف ذرا بھی نہ جھکتا۔ اگر مضرت و نقصان کے اندر اللہ تمہیں گھیر لے تو کون اس گھیرے سے تم کو باہر نکال سکتا ہے۔ نفع و ضرر خیر و شر تو اللہ کی طرف راجع ہے۔

انس بن مالک رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ”عمر بھر خیر کے طالب رہو اور اللہ کے نعمات کو دور پیش رکھو اللہ کی رحمتوں کی ہوائیں جس خوش نصیب کو پہنچ گئیں تو پہنچ گئیں۔ وہ جس کو چاہے رحمت سے سرفراز فرمائے اور اللہ پاک سے درخواست کرو کہ تمہاری عیب پوشی کرتا رہے ② اور تمہیں آفات زمانہ اور آفات نفس سے امن میں رکھے وہ غفور الرحیم ہے کیسا ہی گناہ کیوں نہ ہو تو بہ کر لو حتیٰ کہ شرک کر کے بھی تو بہ کر لو تو وہ قبول کر لے۔“

نافرمان اپنا ہی نقصان کرتا ہے: [آیت: ۱۰۸-۱۰۹] اللہ پاک نبی ﷺ سے فرماتا ہے کہ لوگوں سے کہہ دو کہ اللہ کے پاس سے جو کچھ وحی آئی ہے وہ حق ہے اس میں ذرہ بھر بھی شبہ نہیں جس نے ہدایت پائی اور اتباع کی اس کا فائدہ آپ اس کو پہنچے گا اور جو ہدایت حاصل نہ کرے اس کا وبال اس کی اپنی جان پر ہے۔ میں کوئی اللہ کا فوجدار نہیں کہ زبردستی تم کو مؤمن بناؤں۔ میں تو اللہ کے عذاب سے صرف ڈرانے والا ہوں ہدایت دینا اللہ کا کام ہے۔ اے نبی! تم آپ وحی کی پیروی کرو اللہ کی وحی کو مضبوطی سے پکڑے رہو جو تمہاری مخالفت کر رہے ہیں اس پر صبر کرو۔ حتیٰ کہ اللہ کا حکم فیصل آجائے۔ وہ خیر الحاکمین ہے۔

① صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَيَحْذَرُ كَمِ اللَّهُ نَفْسَهُ﴾ ۷۴۰۴؛ صحیح مسلم ۲۷۵۱۔

② شعب الايمان، ۱۱۲۱ وسندہ ضعیف، المعجم الکبیر، ۷۲۰، اس کی سند میں عیسیٰ بن موسیٰ بن ایاس ضعیف راوی ہے۔ (الجرح

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

الرَّاٰ كِتٰبَ اٰحْکِمٰتِ اٰیٰتِہٖ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَکِیْمٍ خَیْرِ ۙ اَلَّا تَعْبُدُوْا اِلَّا

اللّٰهَ ۗ اِنِّیْ لَکُمْ مِّنْہٗ نَذِیْرٌ وَّبِشِیْرِ ۙ وَاِنْ اَسْتَغْفِرُوْا رَبَّکُمْ ثُمَّ تُوبُوْا اِلَیْہٖ یَغْفِرْکُمْ

مَّتَّعًا حَسَنًا اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّیُوْتِیْ کُلَّ ذِیْ فَضْلِ فُضْلَہٗ ۗ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّیْ

اَخَافُ عَلَیْکُمْ عَذَابَ یَوْمٍ کَیْۤیْرٍ ۙ اِلٰی اللّٰهِ مَرْجِعُکُمْ ۗ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ

قَدِیْرٌ

ترجمہ: شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو نہایت مہربان بڑے رحمت والے ہیں

اگر یہ ایک ایسی کتاب ہے کہ اس کی آیتیں محکم کی گئی ہیں پھر صاف صاف بیان کی گئیں ہیں ایک حکیم باخبر کی طرف سے۔ [۱] یہ کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت مت کرو۔ میں تم کو اللہ کی طرف سے ڈرانے والا ہوں اور بشارت دینے والا ہوں [۲] اور یہ کہ تم لوگ اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم کو وقت مقرر تک خوش عیشی دے گا اور ہر زیادہ عمل کرنے والے کو زیادہ ثواب دے گا۔ اور اگر تم لوگ اعراض کرتے رہو تو مجھ کو تمہارے لئے ایک بڑے دن کے عذاب کا اندیشہ ہے۔ [۳] تم کو اللہ ہی کے پاس جانا ہے۔ اور وہ ہر شے پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ [۴]

تفسیر سورہ ہود یہ سورت کی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ کو کس چیز نے بوڑھا بنا دیا۔ آپ نے فرمایا کہ ”سورہ ہود“ واقعہ، مرسلات، عم یتساء لون، اور اذا الشمس کورت نے۔“ ① دوسری روایت میں ہے کہ ”ہود اور اس کی ساتھ والی سورتیں اور حادثہ نے۔“ ②

تفسیر سورہ ہود

توحید سے اعراض عذاب کا سبب: [آیت ۱-۳] سورہ بقرہ میں حروف ہجا پر بحث گزر چکی ہے۔ اس کے اعادہ کی یہاں ضرورت نہیں۔ اس لئے اگر پر روشنی نہیں ڈالی جاتی۔ اللہ کی آیتیں محکم ہیں ﴿فُصِّلَتْ﴾ کے معنی ہیں کہ سورہ و معنی یہ آیتیں کامل ہیں۔ یہ اللہ حکیم و خیر کی طرف سے نازل شدہ ہیں وہ اقوال میں حکیم ہے اور نتائج امور میں خیر ہے۔ حکم دیا جاتا ہے کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ اس سے پہلے بھی جس کسی رسول کی طرف ہم نے وحی بھیجی تو یہی کہ میں اکیلا اللہ ہوں پرستش میری ہی کرو۔ ہم نے ہر قوم میں پیغمبر بھیجا ہے کہ عبادت صرف اللہ کی کرو اور بتوں کی پرستش سے بچو۔ میں تمہیں دوزخ سے ڈراتا بھی ہوں اور جنت کی بشارت بھی دیتا ہوں۔

حدیث صحیح میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صفا پہاڑی پر چڑھ کر قریش کے قبیلوں کو آواز دی تھوڑی ہی دیر میں یکے بعد

① ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ الواقعة ۳۲۹۷ وهو صحیح، مسند البزار، ۱/ ۱۷۰، حاکم، ۲/ ۳۴۴،

② مجمع الزوائد، ۷/ ۳۷، طبرانی ۵۸۰۴ اس کی سند میں سعید بن سلام اللطاریت ضعیف راوی ہے (المیزان، ۲/ ۱۶۱، رقم: ۳۱۹۵)

أَلَا إِنَّهُمْ يَشْتُونَ صُدُورَهُمْ لَيَسْتَخْفُوا مِنْهُ ۗ أَلَا حِينَ يَسْتَغْشُونَ ثِيَابَهُمْ يَعْلَمُ
مَا يُسْرُونَ وَمَا يُعْلِنُونَ ۗ إِنَّهُ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۝

ترجمہ: یاد رکھو وہ لوگ دہراکے دیتے ہیں اپنے سینوں کو تاکہ اپنی باتیں اللہ سے چھپا سکیں یاد رکھو کہ وہ لوگ جس وقت اپنے کپڑے لپیٹتے ہیں وہ اس وقت بھی سب جانتا ہے جو کچھ چپکے چپکے باتیں کرتے ہیں اور جو کچھ وہ ظاہر باتیں کرتے ہیں۔ بالیقین وہ دلوں کے اندر کی باتیں جانتا ہے۔ [۱۵]

دیگرے سب جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ ”اے قبیلہ قریش! اگر میں تمہیں خبر دوں کہ صبح ہوتے ہوتے دشمن تم پر حملہ کرنے کے لئے آج پہنچنے والا ہے تو میری بات تم سچ مانو گے کہ نہیں؟“ سب نے یک زبان ہو کر کہا، ہمیں تو کبھی تجربہ نہیں ہوا کہ تم نے کوئی بات جھوٹ موٹ کہہ دی ہو۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا ”سنو! میں اللہ کے عذاب شدید سے تمہیں آگاہ کر دیتا ہوں۔ ① کہ وہ تمہیں آ لینے والا ہی ہے اب بھی اللہ سے معافی مانگ لو تو یہ کر لو وہ اللہ تمہارے ساتھ اچھا برتاؤ کرے گا اور ہر صاحب فضل کو اپنے فضل سے بہرہ ور فرمائے گا وہ دنیا میں تمہارے ساتھ اچھا سلوک کرے گا اور دار آخرت میں بھی جو بھی مرد و عورت بشرطیکہ ایمان لے آئے ہم اسے مرنے کے بعد حیات طیبہ کے ساتھ اٹھائیں گے۔“

رسول اللہ ﷺ نے سعد بن ابی وقاص سے کہا کہ ”اگر تم کسی پر کچھ خرچ کرو اور تمہاری نیت خالص لوجہ اللہ ہے تو یقیناً اس کا اجر پاؤ گے حتیٰ کہ جو اپنی عورت کو کھلاتے ہو اس کا بھی اجر تمہیں ملے گا۔ ② جس نے برا عمل کیا اس پر ایک گناہ لکھ دیا گیا اور جس نے ایک نیکی کی اس پر دس اجر لکھ دیئے گئے۔ اگر دنیا میں ایک عمل بد کی اس کو سزا دی گئی ہو تو اس کے دس حسنات اس کے حق میں باقی رہتے ہیں اور اگر دنیا میں اسے سزا دی گئی ہو تو اس کے دس حسنات میں سے ایک نیکی سوخت ہو جاتی ہے اور اسکے نو حسنات اسی کے حق میں باقی رہتے ہیں۔“ پھر فرمایا کہ وہ شخص بڑے خسارے میں رہا کہ اس کی اکائیاں اس کے ہر عشرہ پر غالب آ جاتی ہوں۔ اگر تم روگردانی کرو گے تو مجھ تم پر عذاب قیامت کا خوف ہے۔ یہ اس شخص کے لئے جو ادمی اللہ سے منہ پھیرتا ہے رسولوں کی تکذیب کرتا ہے۔ تو یقیناً قیامت کے روز عذاب سے دوچار ہوگا۔ تمہاری بازگشت اللہ کی طرف ہے وہ اپنے اولیا پر احسان کرنے اور اعدا کو سزا دینے پر قادر ہے اور عاادۃ خلق پر قادر ہے۔ یہ زبردست تشبیہ ہے جیسا کہ اس سے پہلے ترغیب دی گئی تھی۔

اللہ تعالیٰ راز کی تمام باتوں کو جانتا ہے: [آیت: ۵] ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ لوگ کھلے آسمان کے سامنے بول و براز کرنے اور صحبت کرنے سے بچتے تھے۔ تو اللہ نے یہ آیت اتاری۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿يَسْتُونَ﴾ کو ﴿تَشْتُونَ﴾ پڑھا ہے تو ابن جعفر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ﴿تَشْتُونَ﴾ کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے کہا کہ وہ آدمی جو کہ صحبت کرتے ہوئے شرم اختیار کرتا ہے یا غلط کرنے میں بھی اس کو شرم دامن گیر ہوتی ہے۔ چنانچہ یہ آیت اتری۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ لوگ کھلے آسمان کے نیچے خلوت کرنے اور صحبت کرنے سے شرم کرتے تھے ③ اور اپنے رنج پھیر لیتے تھے خصوصاً اس وقت جب کہ رات کو بستر اوڑھ کر لیٹ جاتے اور اپنے سر ڈھانک لیتے۔ ④ ان کا خیال یہ تھا کہ اگر ہم مکان میں رہ کر یا کپڑا اوڑھ کر کسی برے کام کا ارتکاب کریں تو اللہ سے اپنے گناہ کو

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة الشعراء باب ﴿وَأَنْذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ﴾ ۴۷۷۰؛ صحیح مسلم ۲۰۷۔

② صحیح بخاری، کتاب الوصایا، باب ان یترک ورنه اغنیاء خیر من ان ینکفوا الناس ۲۷۴۲؛ صحیح مسلم ۱۶۲۸۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة هود باب ﴿الَا انھم یشتون صدورھم لیستخفوا منھ﴾ ۴۶۸۱، ۴۶۸۲۔

④ ایضاً، ۴۶۸۳۔

چھپا سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ رات کی تاریکی میں سوتے وقت کپڑا اوڑھ لیتے ہیں۔ لیکن کوئی چھپائے کہ ظاہر کرے اللہ تعالیٰ واقف رہتا ہے۔ حتیٰ کہ انسان کے دل کی نیت اور ضمیر کے ارادوں اور بھیدوں کو بھی جانتا ہے۔ سب سے معلقات کا مشہور شاعر زہیر کہتا ہے:

فلا تكتمن الله ما فى قلوبكم ليخفى ومهما يكلم الله يعلم

يؤخر فيوضع فى كتاب فيدخر ليوم الحساب او يعجل فينقم

”تم اپنے دلوں کی مخفی بات کو اللہ سے چھپانے کی کوشش نہ کرو اللہ ضرور جان لیتا ہے۔ وہ عمل جمع رہے گا اور نامہ اعمال میں یوم قیامت کے لئے محفوظ رہے گا اور نہ جلدی سزا دی گئی تو دنیا ہی میں سزا دے دی جائے گی۔“

اس زمانہ جاہلیت کے شاعر نے بھی وجودِ صالح کا اعتراف کیا ہے اور یہ بھی کہ وہ جزئیات سے بھی واقف ہے، معاد ہے، جزا ہے، نامہ اعمال ہیں یوم قیامت ہے۔ کہتے ہیں کہ کسی مشرک نے نبی ﷺ کے سامنے سے جاتے وقت اپنا منہ موڑ لیا اور سر ڈھاٹک لیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری۔ لیکن اس بات کو اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب کرنا زیادہ اولیٰ ہے۔ یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے چھپنا چاہتے ہیں۔ کیونکہ اس کے بعد ہی آتا ہے ﴿الَّذِينَ يَسْتَفْسِحُونَ وَيَسَابِقُونَ إِلَىٰ السُّبُلِ أَن يَبْتِغُوا لَهَا أَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ﴾ اس کے معنی بھی قریب قریب وہی ہیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ اللَّهُ تَعَالَىٰ كَيْ فَضْلُ سَ عِيَارِ هَوَا سِ پارہ ختم ہوا۔



فہرست

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
724	قوم عاد کی سرکشی	701	اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا کفیل اور ذمہ دار ہے
725	حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت توحید	701	اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیوں اور عرش کا بیان
726	شمود یوں کی اندھی تقلید کا ذکر	702	انسان کی پیدائش کا مقصد خالق کی عبادت کرنا ہے
726	حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں کی مہمان داری کرنا	703	مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا
729	قوم لوط کا کردار	704	دکھ درد میں صبر کرنا مغفرت کا باعث ہے
730	قوم لوط کا خلاف فطرت عمل	705	کفار کی طعن و تشنیع اور ان کو اللہ تعالیٰ کا خلیفہ
731	قوم لوط پر اللہ تعالیٰ کا عذاب	705	اعمال کا دار و مدار نیوتوں پر ہے
732	حضرت شعیب علیہ السلام اور دعوت توحید	706	انسان کی پیدائش فطرت پر ہوئی ہے
733	حضرت شعیب علیہ السلام کو قوم کا جواب	707	قرآن کا انکار کرنے والے جہنمی ہیں
734	حضرت شعیب علیہ السلام کا جواب	708	اللہ پر بہتان باندھنے والوں کا انجام سوائی ہے
735	حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کی ہٹ دھرمی	710	اہل ایمان کا بدلہ جنت ہے
736	موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ	711	سب سے پہلے توحید کی دعوت نبی نوح علیہ السلام نے ہی دی
739	معبودان باطلہ کی حقیقت	712	قوم کو نوح علیہ السلام کا جواب
740	نماز قائم کرنا گناہوں کا کفارہ ہے	713	قوم نوح کی عجلت
744	کامیاب اور ناکام ہونے والے لوگ؟	714	نوح علیہ السلام کا کشتی تیار کرنا اور کافروں کا مذاق
746	تفسیر سورہ یوسف	715	کشتی میں ہر جانور کا جوڑا موجود تھا
746	قرآن مجید کا سب سے پیارا قصہ	717	طوفان نوح
748	حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب	718	طوفان نوح کا اختتام
750	یعقوب علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام کو اپنا خواب بیان نہ کرنے کی تاکید	720	نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے لئے دعا اور اللہ تعالیٰ کا جواب
751	حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت	721	نوح علیہ السلام کا کشتی سے اترنا
751	حضرت یوسف علیہ السلام سے بھائیوں کا حسد	722	حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کو دعوت
752	یوسف کو ساتھ لے جانے کے لیے بھائیوں کا باپ سے اصرار	723	حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت اور قوم کا جواب

صفحہ نمبر	مضمون	صفحہ نمبر	مضمون
761	یوسف علیہ السلام اور شہر کی عورتوں کا مکرو فریب	752	یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام کے متعلق خوف
764	یوسف علیہ السلام اور قید زنداں	753	یوسف علیہ السلام کا کنوئیں میں ڈالا جانا
764	دوقیدیوں کے خواب	754	بھائیوں کا باپ کے سامنے مکرو فریب
765	جیل میں یوسف علیہ السلام کی دعوت توحید	755	کنوئیں سے نکل کر بازار مصر کی طرف
766	حضرت یوسف علیہ السلام اور دعوت توحید	757	یوسف علیہ السلام کی مصر کے بازار میں نیلامی
767	قیدیوں کے خواب کی تعبیر	758	عزیز مصر کی بیوی کا کردار
768	قید کی مدت؟	758	یوسف علیہ السلام کا برائی سے انکار کرنا
769	بادشاہ کے خواب کی تعبیر	760	یوسف علیہ السلام کی پاکدامنی کی گواہی
770	یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کی تصدیق		

كُلٌّ فِي كِتَابٍ مُبِينٍ ① وَهُوَ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا وَلَئِنْ قُلْتُمْ إِنَّكُمْ مَبْعُوثُونَ مِنْ

بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُولَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَذَا إِلَّا سِحْرٌ مُبِينٌ ② وَلَئِنْ أَخَّرْنَا

عَنْهُمْ الْعَذَابَ إِلَىٰ أُمَّةٍ مَّعْدُودَةٍ لَيَقُولَنَّ مَا يَجِيسُهُ إِلَّا يَوْمَ يَأْتِيهِمْ لَيْسَ

مُصْرَفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِءُونَ ③

ترجمہ: زمین پر چلنے پھرنے والے جتنے جاندار ہیں سب کی روزیاں اللہ تعالیٰ پر ہیں وہی ان کے رہنے سہنے کی جگہ کو جانتا ہے اور اس کے سونے جانے کی جگہ کو بھی سب کچھ واضح کتاب میں موجود ہے۔ [۶۱] اللہ ہی وہ ہے جس نے چھ دن میں آسمان و زمین کو پیدا کیا اور اس کا عرش پانی پر تھا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے اچھے عمل والا کون ہے اگر تو ان سے کہے کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھا کھڑے کئے جاؤ گے تو کافر لوگ پلٹ کر جواب دیں گے کہ یہ تو نر صاف صاف جادو ہی ہے۔ [۶۲] اور اگر تم ان سے عذاب کو گئی جی مت تک کے لئے پیچھے ڈال دیں تو یہ ضرور پکارا نہیں گے کہ عذاب کو کوئی چیز روکے ہوئے ہے سو جس دن وہ ان کے پاس آئے گا پھر ان سے نلنے والا نہیں پھر تو جس کی ہنسی اڑا رہے تھے وہ انہیں پر الٹ پڑے گا۔ [۸]

اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کا کفیل اور ذمہ دار ہے: [آیت: ۶-۸] اللہ تعالیٰ ساری مخلوقات جو چھوٹی بڑی یا خشکی و تری میں ہیں ان سب کے رزق کا ذمہ دار ہے۔ وہی ان کے چلنے پھرنے آنے جانے اور ٹھہرنے رہنے سہنے اور جائے موت اور رحم میں رہنے کی جگہ کو جانتا ہے۔ ابن ابی حاتم رحمہ اللہ نے اس جگہ مفسرین کے اقوال ذکر کئے ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ یہ تمام ماجرا اس کتاب میں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہے لکھا ہوا ہے۔ اور وہی کتاب اس کی تفصیل بیان کرتی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا طَائِرٍ يَطِيرُ بِجَنَاحَيْهِ إِلَّا أُمَمٌ أَمْثَلُكُمْ مَا فَرَقْنَا فِي الْكِتَابِ مِنْ شَيْءٍ﴾ الخ ① یعنی روئے زمین پر چلنے والے جانور اور پرندے جو اپنے پردوں سے اڑتے ہیں سب کے سب تمہاری جیسی ہی اتمیں ہیں ہم نے کتاب میں کوئی چیز لکھنے سے نہیں چھوڑی یہ سب کے سب اپنے رب کی طرف اکٹھے ہوں گے۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ﴿وَعِنْدَهُ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ﴾ الخ ② یعنی غیب کی کنجیاں بھی اسی کے پاس ہیں اور انہیں اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ جو کچھ دریا اور جنگل میں ہے اسے بھی وہی جانتا ہے اور جو پتہ بھرتا ہے اس کے علم میں ہے زمین کی تاریکیوں میں کوئی دانہ اور تر و خشک میں کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو اس کے علم میں نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کی بعض نشانیوں اور عرش کا بیان: اللہ تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ اسے ہر چیز پر قدرت ہے آسمان و زمین کو اس نے صرف چھ دن میں پیدا کیا ہے اس سے پہلے اس کا عرش کریم پانی کے اوپر تھا۔ مندا احمد میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اے بنو تمیم! تم

خوش خبری قبول کرو، انہوں نے کہا خوش خبریاں تو آپ نے سنا دیں اب کچھ دلو ایسے۔ آپ نے فرمایا ”اے اہل یمن تم قبول کرو۔“ انہوں نے کہا ہاں ہمیں قبول ہے مخلوق کی ابتدا تو ہمیں سنائیے کہ کس طرح ہوئی؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”سب سے پہلے اللہ تعالیٰ تھا اس کا عرش پانی کے اوپر تھا۔ اس نے لوح محفوظ میں ہر چیز کا تذکرہ لکھا۔“ راوی حدیث حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں حضور ﷺ نے اتنا ہی فرمایا تھا جو کسی نے آ کر مجھے خبر دی کہ تیری اونٹنی زانو کھلوا کر بھاگ گئی۔ میں اسے ڈھونڈنے چلا گیا۔ پھر مجھے معلوم نہیں کیا بات ہوئی؟ یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ایک روایت میں ہے ”اللہ تھا اور اس سے پہلے کچھ نہ تھا۔“ ایک روایت میں ہے ”اس کے ساتھ کچھ نہ تھا اس کا عرش پانی پر تھا اس نے ہر چیز کا تذکرہ لکھا پھر آسمان وزمین کو پیدا کیا۔“ ① مسلم کی حدیث میں ہے ”زمین و آسمان کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیر لکھی اس کا عرش پانی پر تھا۔“ ② صحیح بخاری میں اس آیت کی تفسیر کے موقع پر ایک حدیث قدسی لائے ہیں کہ ”اے انسان تو میری راہ میں خرچ کر میں تجھے دوں گا اور فرمایا اللہ کا ہاتھ بڑ ہے۔ دن رات کا خرچ اس میں کوئی کمی نہیں لاتا خیال تو کرو کہ آسمان وزمین کی پیدائش سے اب تک کتنا خرچ کیا ہو گا لیکن تاہم اس کے داہنے ہاتھ میں جو تھا وہ کم نہیں ہوتا۔ اس کا عرش پانی پر تھا اس کے ہاتھ میں میزان ہے جھکا تا ہے اور اونچا کرتا ہے“ ③ مسند میں ہے ابو زین لقیط بن عامر بن مطلق عقیلی رضی اللہ عنہ نے حضور ﷺ سے سوال کیا کہ مخلوق کی پیدائش کرنے سے پہلے ہمارا پروردگار کہاں تھا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”سماء میں نیچے بھی ہوا اور پر بھی ہوا پھر عرش کو اس کے بعد پیدا کیا۔“ یہ روایت ترمذی کتاب التفسیر میں بھی ہے سنن ابن ماجہ میں بھی ہے۔ ④ امام ترمذی رضی اللہ عنہ اسے حسن کہتے ہیں۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ کسی چیز کو پیدا کرے اس سے پہلے عرش اللہ پانی پر تھا۔ وہب، ضمیر، قتادہ، ابن جریر رضی اللہ عنہم وغیرہ بھی یہی کہتے ہیں۔ قتادہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ہلاتا ہے کہ آسمان و زمین کی پیدائش سے پہلے ابتدائے مخلوق کس طرح ہوئی۔ ربیع بن انس کہتے ہیں اس کا عرش پانی پر تھا جب آسمان وزمین کو پیدا کیا تو اس پانی کے دو حصے کر دیئے نصف عرش کے نیچے یہی بحر سمور ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں بوجہ بلندی کے عرش کو عرش کہا جاتا ہے۔ سعد طائی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ عرش سرخ یا قوت کا ہے محمد بن اسحاق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ اسی طرح تھا جس طرح اس نے اپنے نفس کریم کا وصف کیا اس لئے کہ کچھ نہ تھا پانی تھا اس پر عرش تھا عرش پر ذوالجلال والاکرام (ذوالعزت والسلطان ذوالملك والقدرة ذوالعلم والرحمة والنعمۃ) تھا جو چاہے کر گزرنے والا ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اس آیت کے بارے میں سوال ہوا کہ پانی کس چیز پر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ہوا کی پیٹھ پر۔ ⑤

انسان کی پیدائش کا مقصد خالق کی عبادت کرنا ہے: پھر فرماتا ہے کہ آسمان وزمین کی پیدائش تمہارے نفع کے لئے ہے اور تم اس لئے ہو کہ اسی ایک خالق کی عبادت کرو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ یاد رکھو تم بیکار پیدا نہیں کئے گئے۔ آسمان وزمین اور ان کے درمیان کی چیزیں باطل پیدا نہیں کیں۔ یہ گمان تو کافروں کا ہے اور کافروں کے لئے آگ کی ویل ہے۔ ⑥ اور آیت میں ہے

① صحیح بخاری، کتاب بدء الخلق، باب ما جاء فی قول اللہ تعالیٰ ﴿وہو الذی یدئو الخلق ثم یعیده وهو اہون علیہ.....﴾

② صحیح مسلم، کتاب القدر، باب حجاج آدم وموسیٰ صلی اللہ علیہما ۲۶۵۳، احمد ۴/۴۳۱، ابن حبان ۶۱۴۲۔

③ صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ہود باب قولہ ﴿وکان عرشہ علی الماء﴾ ۴/۶۸۴، صحیح مسلم ۹۹۳، مسند حمیدی ۱۰۶۸۔

④ احمد، ۴/۱۲، ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ہود ۳۱۰۹، مسند حسن، ابن ماجہ ۱۸۲، ابن حبان ۶۱۴۱۔

⑤ حاکم، ۲/۳۴۱، مسند ضعیف۔ ⑥ ۳۸/ص ۲۷۔

﴿الْحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا﴾ ① کیا تم یہ سمجھ بیٹھے ہو کہ ہم نے تمہیں عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹائے نہ جاؤ گے؟ اللہ جو سچا مالک ہے وہی حق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ عرش کریم کا رب ہے۔ اور آیت میں ہے انسانوں اور جنوں کو میں نے صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے۔ ② وہ تمہیں آزار ہا ہے کہ تم میں سے اچھے عمل والے کون ہیں، یہ نہیں فرمایا کہ زیادہ عمل والے کون ہیں؟ اس لئے کہ عمل حسن وہ ہوتا ہے جس میں خلوص ہو اور شریعت محمدیہ کی تابعداری ہو۔ ان دونوں باتوں میں سے اگر ایک بھی نہ ہو تو وہ عمل بے کار اور غارت ہے۔

مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونا: پھر فرماتا ہے کہ اے نبی! اگر آپ انہیں کہیں کہ تم مرنے کے بعد بھی جینے والے ہو جس خالق نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا ہے وہ دوبارہ بھی پیدا کرے گا تو صاف کہہ دیں گے کہ ہم اسے نہیں مانتے۔ حالانکہ قائل بھی ہیں کہ زمین آسمان کا پیدا کرنے والا اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ ③ ظاہر ہے کہ شروع جس پر گراں نگر را اس پر دوبارہ کی پیدائش کیسے گراں گزرے گی؟ یہ تو بہ نسبت اول بار کے بہت ہی آسان ہے۔ اللہ کا فرمان ہے ﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدُؤُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ ④ اسی نے پہلی پیدائش شروع میں کی وہی دوبارہ پیدائش کرے گا اور یہ تو اس پر نہایت ہی آسان ہے اور آیت میں ہے کہ تم سب کا بنانا اور مار کر جلادینا مجھ پر ایسا ہی ہے جیسا ایک کا ⑤ لیکن یہ لوگ اسے نہیں مانتے تھے اور اسے کھلے جادو سے تعبیر کرتے تھے۔ کفر و عناد سے اس قول کو جادو کا اثر خیال کرنے لگ جاتے تھے۔

پھر فرماتا ہے کہ اگر ہم عذاب و پکڑ کو ان سے کچھ مقرر مدت تک کے لئے مؤخر کر دیں تو یہ اسے نہ آنے والا جان کر جلدی چمانے لگتے ہیں کہ عذاب ہم سے مؤخر کیوں ہو گئے؟ ان کے دل میں کفر و شرک اس طرح بیٹھ گیا ہے کہ اس سے چھٹکارا ہی نہیں ملتا۔ امت کا لفظ قرآن و حدیث میں کئی ایک معنی میں مستعمل ہے اس سے مراد مدت بھی ہے اس آیت میں اور آیت ﴿وَأَذَكَّرَ بَعْدَ أُمَّةٍ﴾ ⑥ جو سورہ یوسف میں ہے یہی معنی ہیں امام و مقتدا کے معنی میں بھی یہ لفظ آیا ہے جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ﴿أُمَّةً قَانِتًا﴾ ⑦ آیا ہے ملت اور دین کے بارے میں بھی یہ لفظ آتا ہے جیسے مشرکوں کا قول ﴿أَنَا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ﴾ ⑧ ہے اور جماعت کے معنی میں بھی آتا ہے ﴿وَجَدَ عَلَيْهَا أُمَّةً﴾ ⑨ والی آیت میں اور آیت ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ﴾ ⑩ میں اور آیت ﴿وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ﴾ ⑪ میں ان آیتوں میں امت سے مراد کافر مؤمن سب امتی ہیں جیسے مسلم کی حدیث میں ہے ”اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس امت کا جو یہودی و نصرانی میرا نام سے اور مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جہنمی ہے ⑫ ہاں تابعدار امت وہ ہے جو رسولوں کو مانے جیسے ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ﴾ ⑬ والی آیت میں۔“ صحیح حدیث میں ہے ”میں کہوں گا امتی امتی“ ⑭ اسی طرح امت کا لفظ فرقے اور گروہ کے لئے بھی مستعمل ہوتا ہے جیسے آیت ﴿وَمِنْ قَوْمٍ مُّؤَسَّىٰ أُمَّةٍ﴾ ⑮ میں اور جیسے آیت ﴿مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ أُمَّةٌ قَانِتَةٌ﴾ ⑯ میں۔

① ۲۳/ المؤمنون: ۱۱۵۔ ② ۵۲/ الذاریات: ۵۶۔ ③ ۳۱/ لقمان: ۲۵۔

④ ۳۰/ الروم: ۲۷۔ ⑤ ۳۱/ لقمان: ۲۸۔ ⑥ ۱۲/ یوسف: ۴۵۔ ⑦ ۱۶/ النحل: ۱۲۰۔

⑧ ۱۶/ النحل: ۱۲۔ ⑨ ۱۰/ یونس: ۴۷۔ ⑩ ۴۳/ الزخرف: ۲۲۔ ⑪ ۱۰/ یونس: ۴۷۔

⑫ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ إلى جمیع الناس، ۱۵۳۔

⑬ ۳/ آل عمران: ۱۱۰۔ ⑭ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب کلام الرب تعالیٰ یوم القیامة مع الانبیاء وغیرہم

⑮ ۷/ الاعراف: ۱۵۹۔ ⑯ ۳/ آل عمران: ۱۱۳۔

وَلَكِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنَاهَا مِنْهُ إِنَّهُ لَكَفُورٌ ۝۱ وَلَكِنْ

أَذَقْنَاهُ نِعْمَاءَ بَعْدَ ضِرَاءٍ مَسْتَهٍ لِيَقُولَنَّ ذَهَبَ السَّيِّئَاتُ عَنِّي ۝۲ إِنَّهُ لَفَرِحٌ

فَخُورٌ ۝۳ إِلَّا الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ۝۴ أُولَٰئِكَ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ كَبِيرٌ ۝۵

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌ بَعْضُ مَا يُوْحَىٰ إِلَيْكَ وَضَائِقٌ بِهِ صَدْرُكَ أَنْ يَقُولُوا لَوْلَا أُنزِلَ

عَلَيْهِ كِتَابٌ أَوْ جَاءَ مَعَهُ مَلَكٌ ۝۶ إِنَّمَا أَنْتَ نَذِيرٌ ۝۷ وَاللَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ وَكِيلٌ ۝۸

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۝۹ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوْرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرِيَاتٍ ۝۱۰ وَادْعُوا مَنِ اسْتَضَاعْتُمْ

مِّن دُونِ اللَّهِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝۱۱ فَإِنْ لَّمْ يَسْتَجِيبُوا لَكُمْ فَاعْلَمُوا أَنَّمَا أُنزِلَ

بِعِلْمِ اللَّهِ وَإِنْ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ ۝۱۲ فَهَلْ أَنْتُمْ مُّسْلِمُونَ ۝۱۳

ترجمہ: اگر ہم انسان کو اپنی کسی نعمت کا ذائقہ چکھا کر پھر اسے اس سے لے لیں تو وہ بہت ہی ناامید اور بڑا ہی ناشکر بن جاتا ہے۔ [۹] اور اگر تم سے اسے کوئی رحمت پہنچائیں اس سختی کے بعد جو اسے پہنچ چکی تھی تو وہ کہنے لگتا ہے کہ بس برائیاں مجھ سے جاتی رہیں یقیناً وہ بڑا ہی خوش ہو کر فخر کرنے لگا ہے۔ [۱۰] سوائے ان کے جو صبر کرتے ہیں اور نیک کاموں میں لگے رہتے ہیں انہی لوگوں کے لئے بخشش بھی ہے اور بہت بڑا نیک بدلہ بھی۔ [۱۱] پس شاید کہ تو اس وحی کے کسی حصے کو چھوڑ دینے والا ہے جو تیری طرف نازل کی جاتی ہے اور اس سے تیرا دل تنگ ہونے والا ہے صرف ان کی اس بات پر کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہی آتا؟ تو تو صرف ڈرانے والا ہی ہے۔ ہر چیز کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہی ہے [۱۲] کیا یہ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو اسی نے گھڑ لیا ہے تو جواب دے کہ پھر تم بھی اسی کے مثل دس سو تیس گھڑی ہوئی لے آؤ اور اللہ کے سوا جسے چاہا وہ اپنے ساتھ ملا بھی لیا اگر تم سچے ہو [۱۳] پھر اگر وہ تمہاری اس بات کو قبول نہ کریں تو تم یقین سے جان لو کہ یہ قرآن اللہ کے علم کے ساتھ اتارا گیا ہے اور دراصل اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، پس کیا تم مسلمان ہوتے ہو؟ [۱۴]

دکھ درد میں صبر کرنا مغفرت کا باعث ہے: [آیت: ۹-۱۳] سوائے کامل ایمان والوں کے عموماً لوگوں میں جو برائیاں ہیں ان کا بیان ہو رہا ہے کہ راحت کے بعد کی سختی پر مایوس اور محض ناامید ہو جاتے ہیں۔ اللہ سے بدگمانی کر کے آئندہ کے لئے بھلائی کو بھول بیٹھتے ہیں گویا کہ نہ کبھی اس سے پہلے کوئی آرام اٹھایا تھا نہ اس کے بعد کسی راحت کی توقع ہے۔ یہی حال اس کے برخلاف بھی ہے کہ اگر سختی کے بعد آسانی ہوگئی تو کہنے لگتے ہیں کہ بس اب برا وقت ٹل گیا اپنی حالت پر اور اپنے پاس کی چیزوں پر مست و بے فکر ہو جاتے ہیں دوسروں پر درنگی لینے لگتے ہیں اکڑنوں میں پڑ جاتے ہیں اور آگے کی سختی سے بالکل نچنت ہو جاتے ہیں ہاں ایمان دار اس بری خصلت سے محفوظ ہوتے ہیں وہ دکھ درد میں سہم صبر کرتے ہیں راحت و آرام میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کرتے ہیں یہ صبر پر مغفرت اور نیکی پر ثواب پاتے ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں ہے ”اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مومن کو کوئی سختی کوئی مصیبت کوئی دکھ کوئی غم ایسا نہیں پہنچتا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کی خطائیں معاف نہ فرماتا ہو یہاں تک =

مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا نُوَفِّ إِلَيْهِمْ أَعْمَالَهُمْ فِيهَا وَهُمْ فِيهَا لَا يُبْخَسُونَ ﴿۱۰﴾ أُولَئِكَ الَّذِينَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ إِلَّا النَّارُ وَحِطَّ مَا صَنَعُوا فِيهَا وَبِطَلِّ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿۱۱﴾

ترجمہ: جو شخص دنیا کی آرزو زندگی اور اسی کی زینت پر توجہ ہوا ہو، ہم بھی ایسوں کو ان کے کل اعمال میں بھرپور پینچا دیتے ہیں اور یہاں انہیں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ [۱۰] ہاں یہی وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں سوائے آگ کے اور کچھ نہیں اور جو کچھ انہوں نے کیا تھا وہاں سب باطل ہے اور جو کچھ ان کے اعمال تھے سب برباد ہوئے [۱۱]

= کہ کاشا لگنے پر بھی "۱ بخاری و مسلم کی اور حدیث میں ہے "مؤمن کے لئے اللہ تعالیٰ کا ہر فیصلہ سراسر بہتر ہی بہتر ہوتا ہے۔ یہ راحت پا کر شکر کرتا ہے اور بھلائی سمیٹتا ہے اور تکلیف اٹھا کر صبر کرتا ہے نیکی پاتا ہے۔ یہ حال مؤمن کے سوا اور کسی کا نہیں ہوتا۔" ۲ اسی کا بیان سورہ والہصر میں ہے یعنی عصر کے وقت کی قسم تمام انسان نقصان میں ہیں سوائے ان کے جو ایمان لائیں اور ساتھ ہی نیکیاں بھی کریں اور ایک دوسرے کو دین حق کی اور صبر کی ہدایت کرتے رہیں یہی بیان آیت ﴿إِنَّ الْإِنْسَانَ خُلِقَ هَلُوعًا﴾ ۳ الخ میں ہے۔

کفار کی طعن و تشنیع اور انکو اللہ تعالیٰ کا چیلنج: کافر لوگ جو ان کی زبان پر چڑھتے وہی طعن رسول اللہ ﷺ پر توڑتے تو اللہ تعالیٰ اپنے سچے پیغمبر ﷺ کو دلاسا اور تسلی دیتا ہے کہ آپ نہ اس کام میں سستی کریں نہ دل تنگ ہوں یہ تو ان کا شیوہ ہے کبھی وہ کہتے اگر یہ رسول ہے تو کھانے پینے کا محتاج کیوں ہے؟ بازاروں میں کیوں آتا جاتا ہے؟ اس کی ہم نوائی میں کوئی فرشتہ کیوں نہیں اترا؟ اسے کوئی خزانہ کیوں نہیں دیا گیا؟ اس کے کھانے کو کوئی خاص باغ کیوں نہیں بنایا گیا مسلمانوں کو طعن دیتے کہ تم تو اس کے پیچھے ہو لئے جس پر جادو کر دیا گیا ہے۔ ۴ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے پیغمبر! آپ طول خاطر نہ ہوں آزرہ دل نہ ہوں اپنے کام سے نہ رکے انہیں حق کی پیکار سنانے میں کوتاہی نہ کیجئے دن رات اللہ کی طرف بلا تے رہئے ہمیں معلوم ہے کہ ان کی دکھ دہ باتیں آپ کو بری لگتی ہیں آپ توجہ بھی نہ کیجئے ایسا نہ ہو آپ کوئی بات چھوڑ دیں یا تنگ دل ہو کر بیٹھ جائیں کہ یہ آوازیں کتے ہیں۔ پھبتیاں اڑاتے ہیں۔ اپنے سے پہلے کے رسولوں کو دیکھئے سب جھٹلائے گئے ستائے گئے اور صابر و ثابت قدم رہے۔ یہاں تک کہ اللہ کی مدد آجینگی۔

پھر قرآن کا معجزہ بیان فرمایا کہ اس جیسا قرآن لانا تو کہاں؟ اس جیسی دس سورتیں بلکہ ایک سورت بھی ساری دنیا ل کر بنا کر نہیں لاسکتی اس لئے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جیسی اس کی ذات مثال سے پاک ویسے ہی اس کی صفتیں بھی بے مثال ناممکن کہ اس کے کلام جیسا مخلوق کا کلام ہو جائے اللہ کی ذات اس سے بلند و بالا پاک اور منزہ ہے۔ معبود اور رب صرف وہی ہے۔ جب تم سے یہ نہیں ہو سکتا اور اب تک نہیں ہو سکا تو یقین کر لو کہ تم اس کے بنانے سے عاجز ہو۔ اور دراصل یہ اللہ کا کلام ہے اور اسی کی طرف سے نازل ہوا ہے۔ اس کا علم اسی کے حکم احکام اس کے روک ٹوک اس میں ہیں اور ساتھ ہی مان لو کہ معبود برحق صرف وہی ہے پس آؤ اسلام کے جھنڈے تلے کھڑے ہو جاؤ۔

اعمال کا دار و مدار نیوتوں پر ہے: [آیت: ۱۵-۱۶] ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ریاکاروں کی نیکیوں کا بدلہ سب کچھ اسی دنیا میں =

- ۱ صحیح بخاری، کتاب المرضى، باب ما جاء فى كفارة المرض ۵۶۴۱، ۵۶۴۲؛ صحیح مسلم، ۲۵۷۳؛ احمد، ۲/۳۳۵؛ ترمذی، ۹۶۶؛ ابن حبان، ۲۹۰۵؛ بیہقی، ۳/۳۷۳۔ ۲ صحیح مسلم، کتاب الزهد، باب المؤمن امره كله خير، ۲۹۹۹؛ احمد، ۴/۳۳۲؛ ابن حبان، ۲۸۹۶۔ ۳ ۷۰/المعارف: ۱۹۔ ۴ ۲۵/الفرقان: ۷۔

اَقْمِنُ كَانَ عَلَى بَيْتَةٍ مِّن رَّبِّهِ وَيَتْلُوهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهِ كَتَبَ مُوسَى اِمَامًا
وَرَحْمَةً اُولَئِكَ يُؤْمِنُونَ بِهِ وَمَنْ يَكْفُرْ بِهِ مِنَ الْاَحْزَابِ فَاَلْتَارُ مَوْعِدُهُ فَلَكَ

تَكَ فِي مَرِيَّةٍ مِّنْهُ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلَكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿٥٠﴾

ترجمہ: کیا وہ شخص جو اپنے رب کے پاس کی دلیل پر ہو اور اس کے متصل ہی اللہ کی طرف کا گواہ ہو اور اس سے پہلے کتاب ہو موسیٰ کی پیشوا اور رحمت یہی لوگ ہیں جو اس پر ایمان رکھتے ہیں تمام فرقوں میں سے جو بھی اس کا منکر ہو اس کے آخری وعدے کی جگہ جہنم ہے پس تو اس میں کسی قسم کے شبہ میں نہ رہے یقیناً یہ تیرے رب کی جانب سے سراسر برحق ہے یہ تو بات ہی اور ہے کہ اکثر لوگ ایمان والے نہیں ہوتے۔ [۱۷۰]

= مل جاتا ہے ذرا سی بھی کمی نہیں ہوتی۔ پس جو شخص دنیا کو دکھا دے کے لئے نماز پڑھے یا روزے رکھے یا تہجد گزاری کرے اس کا اجر سے دنیا میں ہی مل جاتا ہے۔ آخرت میں وہ خالی ہاتھ اور محض بے عمل اٹھتا ہے۔ ① حضرت انس رضی اللہ عنہ وغیرہ کا بیان ہے کہ یہ آیت یہود و نصاریٰ کے حق میں اتری ہے ② اور مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں ریاکاروں کے بارے میں اتری ہے ③ الغرض جس کا جو مقصد ہو اسی کے مطابق اس سے معاملہ ہوتا ہے دنیا طلبی کے لئے جو اعمال ہوں وہ آخرت میں کارآمد نہیں ہو سکتے مومن کی نیت اور مقصد چونکہ آخرت طلبی ہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اسے آخرت میں اس کے اعمال کا بہترین بدلہ عطا فرماتا ہے اور دنیا میں بھی اسے اس کی نیکیاں کام آتی ہیں۔ ایک مرفوع حدیث میں بھی یہی مضمون آیا ہے۔ قرآن کریم کی آیت ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْعَاجِلَةَ﴾ الخ ④ میں بھی اسی کا تفصیلی بیان ہے کہ دنیا طلب لوگوں میں سے جسے ہم جس قدر چاہیں دے دیتے ہیں پھر اس کا ٹھکانا جہنم ہوتا ہے جہاں وہ ذلیل و خوار ہو کر داخل ہوتا ہے ہاں جس کی چاہت آخرت کی ہو اور بالکل اسی کے مطابق اس کا عمل بھی ہو اور ہو بھی وہ ایمان دار تو ایسے لوگوں کی کوشش کی قدر دانی کی جاتی ہے۔ انہیں اور انہیں ہر ایک کو ہم تیرے رب کی عطا سے بڑھاتے رہتے ہیں تیرے پروردگار کا انعام کسی سے رکا ہوا نہیں۔ تو آپ دیکھ لیں کہ کس طرح ہم نے ایک کو ایک پر فضیلت بخش رکھی ہے آخرت کیا باعتبار درجوں کے اور کیا باعتبار فضیلت کے بہت ہی بڑی اور زبردست چیز ہے اور آیت میں ارشاد ہے ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهُ فِيْ حَرْثِهِ﴾ الخ ⑤ جس کا ارادہ آخرت کی کھیتی کا ہو ہم آپ اس میں اس کے لئے برکت عطا فرماتے ہیں۔ اور جس کا ارادہ دنیا کی کھیتی کا ہو ہم گو اسے اس میں سے کچھ دے دیں لیکن آخرت میں وہ بے نصیب رہ جاتا ہے۔

انسان کی پیدائش فطرت پر ہوئی ہے: [آیت: ۱۷۰] ان مومنوں کا وصف بیان ہو رہا ہے جو فطرت پر قائم ہیں جو اللہ کی وحدانیت کو بدول مانتے ہیں۔ جیسے حکم الہی ہے کہ ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّينِ حَنِيفًا﴾ ⑥ اپنا منہ دین حنیف پر قائم کروے اللہ کی فطرت جس پر اس نے انسانی فطرت رچائی ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں 'ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے ماں باپ اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ جیسے کہ جانوروں کے بچے صحیح سالم پیدا ہوتے ہیں پھر لوگ ان کے کان کاٹ

① الطبری، ۱۵/۲۶۳۔ ② ایضاً، ۱۵/۲۶۵۔ ③ ایضاً، ۱۵/۲۶۶۔

④ ۱۷/الاسراء: ۱۸۔ ⑤ ۴۲/الشوری: ۲۰۔ ⑥ ۳۰/الروم: ۳۰۔

ڈالتے ہیں۔“ ① مسلم شریف کی حدیث قدسی میں ہے ”میں نے اپنے تمام بندوں کو موحد پیدا کیا ہے۔ لیکن پھر شیطان آ کر انہیں ان کے دین سے بہکا دیتا ہے اور میری حلال کردہ چیزیں ان پر حرام کر دیتا ہے اور انہیں کہتا ہے کہ میرے ساتھ انہیں شریک کریں جن کی کوئی دلیل میں نے نہیں اتاری۔“ ② مسند اور سنن میں ہے کہ ”ہر بچہ اس طاعت پر پیدا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کی زبان کھلے“ ③ الخ۔ پس مؤمن فطرت اللہ پر ہی باقی رہتا ہے پس ایک تو فطرت اس کی صحیح سالم ہوتی ہے پھر اس کی پاس ربانی شاہد آتا ہے یعنی اللہ کی معرفت پیغمبر ﷺ کو پہنچتی ہے۔ جو شریعت حضرت محمد ﷺ کی شریعت کے ساتھ ختم ہوئی۔ پس شاہد سے مراد حضرت جبریل علیہ السلام ہیں حضرت محمد ﷺ ہیں۔ اللہ کی رسالت اولاً حضرت جبریل علیہ السلام لائے اور آپ کے واسطے سے حضرت محمد ﷺ۔ ایک قول کہا گیا ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ ہیں لیکن وہ قول ضعیف ہے اس کا کوئی قائل ثابت نہیں۔ حق بات پہلی ہی ہے۔ پس مؤمن کی فطرت اللہ کی وحی سے مل جاتی ہے۔ اجمالی طور پر اسے پہلے سے ہی یقین ہوتا ہے پھر شریعت کی تفصیلات کو مان لیتا ہے۔ اس کی فطرت ایک ایک مسئلے کی تصدیق کرتی جاتی ہے پس فطرت سلیم اس کے ساتھ قرآن کی تعلیم جسے حضرت جبریل علیہ السلام نے اللہ کے نبی کو پہنچایا اور آپ ﷺ نے اپنی امت کو پھر اس سے پہلے کی ایک اور تائید بھی موجود کتاب موسیٰ یعنی تورات جسے اللہ نے اس زمانے کی امت کے لئے پیشوائی کے قابل بنا کر بھیجا تھا اور جو اللہ کی طرف سے رحمت تھی اس پر جن کا پورا ایمان ہے وہ لامحالہ اس نبی ﷺ اور اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں کیونکہ اس کتاب نے اس کتاب پر بھی ایمان لانے کی رہنمائی کی ہے۔ پس یہ لوگ اس کتاب پر بھی ایمان لاتے ہیں۔

قرآن کا انکار کرنے والے جنہی ہیں: پھر پورے قرآن کو یا اس کے کسی حصے کو نہ ماننے والوں کی سزا کا بیان فرمایا کہ دنیا والوں میں سے جو گروہ جو فرقہ اسے نہ مانے خواہ یہودی ہو، خواہ نصرانی، کہیں کا ہو، کوئی ہو، کسی رنگت اور شکل و صورت کا ہو، قرآن پہنچا اور نہ مانا وہ جنہی ہے جیسے رب العالمین نے اپنے نبی کی زبانی اسی قرآن کریم میں فرمایا ہے ﴿لَا نُنزِلُكُمْ بِهِ وَمَنْ بَلَغَ﴾ ④ کہ میں اس سے تمہیں بھی آگاہ کر رہا ہوں اور انہیں بھی جنہیں یہ پہنچ جائے اور آیت میں ہے ﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ ⑤ ”لوگوں میں اعلان کر دو کہ اے انسانو! میں تم سب کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں۔ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس امت میں سے جو بھی مجھے سن لے اور پھر مجھ پر ایمان نہ لائے وہ جنہی ہے۔“ ⑥ حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں جو صحیح حدیث سنتا ہوں اس کی تصدیق کتاب اللہ میں ضرور پاتا ہوں مندرجہ بالا حدیث سن کر میں اس تلاش میں لگا کہ اس کی تصدیق قرآن کی کس آیت سے ہوتی ہے تو مجھے یہ آیت ملی پس تمام دین والے اس سے مراد ہیں۔ پھر جناب باری ارشاد فرماتا ہے کہ اس قرآن کے اللہ کی طرف سے سراسر حق ہونے میں تجھے کوئی شک و شبہ نہ کرنا چاہئے۔ جیسے ارشاد ہے کہ اس کتاب کے رب العالمین کی طرف سے نازل شدہ ہونے میں کوئی شک و شبہ نہیں۔ ⑦ اور جگہ ہے ﴿ذَلِكَ الْكِتَابُ لَا رَيْبَ فِيهِ﴾ ⑧ اس کتاب میں کوئی شک =

- ① صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب ما قبل فی اولاد المشرکین، ۱۳۸۵؛ صحیح مسلم، ۲۶۵۸؛ ابوداؤد، ۴۷۱۴؛ ترمذی، ۲۱۳۸؛ احمد، ۳۷۵/۲؛ مؤطا امام مالک، ۱/۲۴؛ مسند الطیالسی، ۲۳۵۹؛ ابن حبان، ۱۲۹۔
- ② صحیح مسلم، کتاب الجنة، باب الصفات التي يعرف بها فی الدنيا أهل الجنة وأهل النار ۲۸۶۵؛ احمد، ۱۶۲/۴۔
- ③ احمد، ۴۳۵/۳؛ مسند ضعیف، دارمی، ۲/۲۲۳؛ بیہقی، ۷۷۱۹؛ المعجم الکبیر ۸۲۶؛ ابن حبان، ۱۳۲؛ حاکم، ۱۲۳/۲۔
- ④ ۱۹۔ الانعام: ۱۹۔ ⑤ ۷/ الاعراف: ۱۵۸۔
- ⑥ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب وجوب الایمان برسالة نبینا محمد ﷺ إلى جميع الناس، ۱۵۳۔
- ⑦ ۲۲/ السجدة: ۱، ۲۔ ⑧ ۲/ البقرة: ۲۔

وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا ۖ أُولَٰئِكَ يُعْرَضُونَ عَلَىٰ رَبِّهِمْ وَيَقُولُ
 الْأَشْهَادُ هَٰؤُلَاءِ الَّذِينَ كَذَبُوا عَلَىٰ رَبِّهِمْ ۗ أَلَا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۙ
 الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنِ سَبِيلِ اللَّهِ وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا ۖ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ
 كَافِرُونَ ۝ أُولَٰئِكَ لَمْ يَكُونُوا مُعْجِزِينَ فِي الْأَرْضِ وَمَا كَانَ لَهُمْ مِنْ دُونِ اللَّهِ
 مِنْ أَوْلِيَاءَ ۖ يُضَعِفُ لَهُمْ الْعَذَابُ ۖ مَا كَانُوا يَسْتَطِيعُونَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوا
 يُبْصِرُونَ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ لَا
 جَرَمَ لَهُمْ فِي الْآخِرَةِ هُمْ الْآخِسُونَ ۝

ترجمہ: اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ باندھ لے یہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور سارے گواہ کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار پر جھوٹ باندھا، خبردار ہو کہ اللہ کی لعنت ہے ظالموں پر۔ [۱۸] جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اور اس میں کئی تلاش کر لیتے ہیں یہی ہیں آخرت کے منکر۔ [۱۹] نہ یہ لوگ دنیا میں اللہ کو برا کہتے نہ ان کا کوئی حمایتی اللہ کے سوا ہو ان کے لئے عذاب دگنا کیا جائے گا نہ یہ سننے کی طاقت رکھتے تھے اور نہ یہ دیکھتے ہی تھے [۲۰] یہی ہیں جنہوں نے اپنا نقصان آپ کر لیا اور جن سے اپنا باندھا ہوا افتراء گم ہو گیا [۲۱] بیشک یہی لوگ آخرت میں زیاں کار ہوں گے [۲۲]

= نہیں۔ پھر ارشاد ہے کہ اکثر لوگ ایمان سے کورے ہوتے ہیں جیسے فرمان ہے ﴿وَمَا أَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِينَ ۝﴾ ① یعنی گو تیری چاہت ہو لیکن یقین کر لے کہ اکثر لوگ مؤمن نہیں ہوں گے اور آیت میں ہے ﴿وَإِنْ تَطِعْ أَكْثَرُ مَنْ فِي الْأَرْضِ يَكْفُرُكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ﴾ ② اگر تو دنیا والوں کی اکثریت کی پیروی کرے گا تو وہ تو تجھے اللہ کی راہ سے بھٹکادیں گے۔ اور آیت میں ہے ﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ إِبْلِيسُ ظَنَّهُ فَاتَّبَعُوهُ إِلَّا قَلِيًّا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ ۝﴾ ③ یعنی ان پر ابلیس نے اپنا گمان بچ کر دکھایا اور سوائے مؤمنوں کی ایک مختصری جماعت کے باقی کے سب اسی کے پیچھے لگ گئے۔

اللہ پر بہتان باندھنے والوں کا انجام رسوائی ہے: [آیت: ۱۸-۲۲] جو لوگ اللہ کے ذمے بہتان باندھ لیں ان کا انجام اور قیامت کے دن کی ساری مخلوق کے سامنے ان کی رسوائی کا بیان ہو رہا ہے۔ مسند احمد میں ہے صفوان بن محرز کہتے ہیں کہ میں حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا ہاتھ تھامے ہوئے تھا کہ ایک شخص آپ کے پاس آیا اور پوچھنے لگا کہ آپ نے رسول اللہ ﷺ سے قیامت کے دن کی سرگوشی کے بارے میں کیا سنا ہے؟ آپ نے فرمایا میں نے حضور ﷺ سے سنا ہے کہ ”اللہ عزوجل مؤمن کو اپنے قریب کرے گا یہاں تک کہ اپنا بازو اس پر رکھ دے گا اور اسے لوگوں کی نگاہوں سے چھپالے گا اور اس سے اس کے گناہوں کا اقرار کرانے لگا کہ کیا تجھے اپنا فلاں گناہ یاد ہے؟ اور فلاں بھی؟ اور فلاں بھی؟ یہ اقرار کرتا جائے گا یہاں تک کہ سمجھ لے گا کہ بس اب ہلاک ہوا۔ اس وقت رحم الراحمین فرمائے گا کہ میرے بندے! میں دنیا میں ان پر پردہ ڈالتا رہاں آج بھی میں انہیں بخشا ہوں، پھر اس کی نیکیوں کا عمل نامہ

اسے دے دیا جائے گا اور کفار اور منافقین پر تو گواہ پیش ہوں گے جو کہیں گے کہ یہی وہ ہیں جو اللہ پر جھوٹ بولتے تھے یاد رہے کہ ان ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے، یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی ہے ① یہ لوگ اتباع حق سے اور ہدایت کے راستے سے جنت سے اوروں کو روکتے رہے اور اپنا طریقہ میڑھا تر چھا ہی تلاش کرتے رہے ساتھ ہی قیامت کے اور آخرت کے دن کے بھی منکر ہی رہے اسے مان کر ہی نہ دیا۔ یاد رہے کہ یہ اللہ کے ماتحت ہیں وہ ان سے ہر وقت انتقام لینے پر قادر ہے اگر چاہے تو آخرت سے پہلے دنیا میں ہی پکڑ لے لیکن اس کی طرف سے تھوڑی سی ڈھیل انہیں مل گئی ہے۔

بخاری و مسلم میں ہے "اللہ تعالیٰ ظالموں کو مہلت دیتا ہے بلا خر جب پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا ہی نہیں۔" ② ان کی سزائیں بڑھتی ہی چلی جائیں گی اس لئے کہ اللہ کی دی ہوئی قوتوں سے انہوں نے کام نہ لیا حق کے سننے سے کانوں کو بہرہ رکھنا حق کی تابعداری سے آنکھوں کو اندھا رکھا۔ جہنم میں جاتے وقت خود ہی کہیں گے کہ ﴿لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ السَّعِيرِ﴾ ③ یعنی اگر سننے ہوتے عقل رکھتے ہوتے تو آج دوڑتی نہ بنتے یہی فرمان آیت ﴿الَّذِينَ كَفَرُوا وَصَلُّوا عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ زِنَاهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ﴾ ④ میں ہے کہ کافروں کو اور اللہ کی راہ سے روکنے والوں کو عذاب پر عذاب بڑھتے چلے جائیں گے۔ ہر حکم عدولی پر ہر ہر برائی کے کام پر سزا بھگتیں گے پس صحیح قول یہی ہے کہ آخرت کی نسبت کے اعتبار سے کفار بھی فروع شرع کے مکلف ہیں۔ یہی ہیں وہ جنہوں نے اپنے آپ کو نقصان پہنچایا اور خود اپنے تئیں جہنمی بنایا۔ جہاں کا عذاب ذرا سی دریغ بھی ہلکا نہیں ہوگا آگ کے شعلے کم ہونے تو کہاں اور تیز تیز ہوتے جائیں گے جنہیں انہوں نے گھڑ لیا تھا یعنی بت اور شریک رب وغیرہ وہ آج انہیں کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ نظر بھی نہ پڑیں گے بلکہ اور نقصان پہنچائیں گے۔ وہ تو ان کے دشمن ہو جائیں گے اور ان کے شرک سے صاف مکر جائیں گے۔ گویہ انہیں باعث عزت سمجھتے ہیں لیکن درحقیقت وہ ان کے لئے باعث ذلت ہیں۔ کھلے طور پر اس بات کا قیامت کے دن انکار کریں گے کہ ان مشرکوں نے انہیں پوجا ہو۔ ⑤ یہی ارشاد ظلیل اللہ علیہ السلام کا اپنی قوم سے تھا کہ ان بتوں سے تمہارے دنیوی تعلقات کو تم وابستہ رکھو لیکن قیامت کے دن ایک دوسرے کا انکار کر جائے گا اور ایک دوسرے پر لعنت کرنے لگے گا اور تم سب کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور کوئی کسی کو کوئی مدد نہ پہنچائے گا۔" ⑥ یہی مضمون آیت ﴿اذْهَبْ إِلَى الَّذِينَ آتَبَعُوا﴾ ⑦ میں ہے یعنی اس وقت پیشوا لوگ اپنے مریدوں سے دست بردار ہو جائیں گے عذاب الہی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور باہمی تعلقات سب منقطع ہو جائیں گے۔

اسی قسم کی اور بھی بہت سی آیتیں ہیں وہ بھی ان کی ہلاکی اور نقصان کی خبر دیتی ہیں۔ یقیناً یہی لوگ قیامت کے دن سب سے زیادہ نقصان اٹھائیں گے جہنم کے گڑھے جنت کے درجوں کے بدلے انہوں نے لئے۔ اللہ کی نعمتوں کے بدلے آگ جہنم قبول کی۔ بیٹھے ٹھنڈے خوش گوار جنتی پانی کے بدلے جہنم کا کھولتا ہوا گرم آگ جیسا پانی انہیں ملا۔ حور عین کے بدلے لہو پیپ اور بلند وبالامحلات کے بدلے دوزخ کے تنگ مقامات انہوں نے لئے۔ اللہ الرحمن کی نزدیکی اور دیدار کے بدلے اس کا غضب اور سزا انہیں ملی۔ بیشک یہاں یہ سخت نقصان میں رہے۔

① صحیح بخاری، کتاب المظالم، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿الَّا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظَّالِمِیْنَ﴾ ۲۴۴۱؛ صحیح مسلم ۲۸۶۸؛ احمد، ۷۴/۲؛ ابن ماجہ، ۱۸۳؛ ابن حبان ۷۳۵۵۔ ② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ہود باب قوله ﴿وَكُنَّا لَكُمْ آخِذًا رِّبًا إِذَا أَخَذَ الْقُرَىٰ وَهِيَ ظَالِمَةٌ﴾ ۴۶۸۶؛ صحیح مسلم ۲۵۸۳؛ ترمذی ۳۱۱۰؛ ابن ماجہ ۴۰۱۸؛ بیہقی ۹۴/۶؛ ابن حبان ۵۱۷۵؛ شرح السنۃ ۴۱۶۲۔ ③ ۶۷/الملک: ۱۰۔ ④ ۱۶/النحل: ۸۸۔ ⑤ ۴۶/الاحقاف: ۶۔ ⑥ ۲۹/العنکبوت: ۲۵۔ ⑦ ۲/البقرۃ: ۶۶۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآخَبْتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ ۗ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۗ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣٣﴾ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصْمَىٰ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۗ هَلْ يَسْتَوِينَ مِثْلًا ۗ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٣٤﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ ۖ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُّبِينٌ ﴿٢٣٥﴾ أَنْ لَا تَعْبُدُوا إِلَّا اللَّهَ ۗ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمِ الْيَوْمِ ﴿٢٣٦﴾ فَقَالَ الْمَلَائِكَةُ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ قَوْمِهِ مَا نَزَّلَكَ إِلَّا بَشَرًا مِثْلَنَا وَمَا نَزَّلَكَ إِلَّا نَذِيرًا ۗ إِنَّا نَحْنُ الْمُغْتَابُونَ ﴿٢٣٧﴾ وَمَا نَزَّلْنَا بِآيَاتِنَا إِلَّا لِقَوْمٍ كَافِرِينَ ﴿٢٣٨﴾

نَظَّمُكُمْ كَذِبِينَ ﴿٢٣٨﴾

ترجمہ: یقیناً جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے کام بھی نیک کے اور اپنے پالنے والے کی طرف جھکتے رہے وہی جنت میں جانے والے ہیں جہاں وہ ہمیشہ ہی رہنے والے ہیں [۲۳۳] ان دونوں فرقوں کی مثال اندھے بہرے اور دیکھتے سنتے جیسی ہے کیا یہ دونوں مثال برابر ہیں؟ کیا پھر بھی تم نصیحت حاصل نہیں کرتے [۲۳۴] یقیناً ہم نے نوح علیہ السلام کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا کہ میں تمہیں صاف صاف ہوشیار کر دینے والا ہوں [۲۳۵] کہ تم صرف اللہ ہی کی عبادت کرو مجھے تو تم پر دردناک دن کے عذاب کا خوف ہے۔ [۲۳۶] اس کی قوم کے کافروں کے سرداروں نے جواب دیا کہ ہم تو تجھے اپنے جیسا انسان ہی دیکھتے ہیں اور تیرے تابعداروں کو بھی ہم دیکھتے ہیں کہ سوائے کین مولیٰ سمجھ والوں کے اور کوئی نہیں ہم تو تیری کسی قسم کی برتری اپنے اوپر نہیں دیکھ رہے بلکہ ہم تو تمہیں جھوٹا سمجھ رہے ہیں۔ [۲۳۸]

اہل ایمان کا بدلہ جنت ہے: [آیت: ۲۳۳-۲۳۷] بروں کے ذکر کے بعد اب بھلوں کا بیان ہو رہا ہے۔ جن کے دل ایمان والے جن کے اعضاء فرماں برداری کرنے والے تھے قول و فعل سے فرمان الہی بجالانے والے اور نافرمانی رحمان سے بچنے والے تھے یہ لوگ جنت کے وارث ہوں گے۔ بلند بالا خانے بچھے بچھائے سجے سجائے تخت جھکے ہوئے خوشوں اور میوؤں کے درخت ابھرے ابھرے فرش خوبصورت بیویاں قسم قسم کے خوش ذائقہ پھل چاہت کے کھانے لذیذ پینے اور سب سے بڑھ کر اللہ کا دیدار یہ نعمتیں ہوں گی جو ان کے لئے ہیجلی لئے ہوئے ہوں گی۔ نہ انہیں موت آئے نہ بڑھا پانہ بیماری نہ غفلت نہ پاخانہ نہ پیشاب نہ تھوک نہ ناک مشک بو پسینہ آیا اور غذا ہضم۔ پہلے بیان کردہ کافر شقی لوگ اور یہ مومن متقی لوگ بالکل وہی نسبت رکھتے ہیں جو اندھے بہرے اور بیانا اور سنتے میں ہے۔ کافر دنیا میں حق کو دیکھنے سے اندھے تھے اور آخرت کے دن بھی خیر کی طرف راہ نہیں پائیں گے نہ اسے دیکھیں گے وہ حقانیت کی دلیلوں کے سننے سے بہرے تھے نفع دینے والی بات سنتے ہی نہ تھے اگر ان میں کوئی بھلائی ہوتی تو اللہ تعالیٰ انہیں ضرور سنانا۔ ① ان کے برخلاف مومن سمجھدار کی عاقل عالم دیکھتا بھالتا سوچتا سمجھتا حق و باطل میں تمیز کرتا بھلائی لے لیتا برائی چھوڑ دیتا دلیل اور شہد میں فرق کر لیتا پس باطل سے بچتا حق کو ماننا۔ بتلائی یہ دونوں کیسے برابر ہو سکتے ہیں؟ تعجب ہے کہ پھر بھی تم ایسے دو مختلف شخصوں میں فرق نہیں جانتے! ارشاد ہے ﴿لَا يَسْتَوِي أَصْحَابُ النَّارِ وَأَصْحَابُ الْجَنَّةِ﴾ ② دوزخی اور جنتی برابر نہیں ہوتے جنتی تو بالکل

کامیاب ہیں۔ اور آیت میں ہے اندھا اور دیکھتا برابر نہیں، اندھیریاں اور اجالا برابر نہیں۔ سایہ اور سوپ برابر نہیں۔ زندے اور مردے برابر نہیں۔ اللہ تو جسے چاہے سنا سکتا ہے تو قبر والوں کو سنا نہیں سکتا تو صرف آگاہ کرنے والا ہے۔ ہم نے تجھے حق کے ساتھ خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ ہر امرات میں ڈرانے والا ہو چکا ہے۔ ①

سب سے پہلے توحید کی دعوت نبی نوح علیہ السلام نے ہی دی: سب سے پہلے کافروں کی طرف رسول بنا کر بت پرستی سے روکنے کے لئے زمین پر حضرت نوح علیہ السلام ہی بھیجے گئے تھے۔ آپ نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں تمہیں عذاب الہی سے ڈرانے آیا ہوں اگر تم غیر اللہ کی عبادت نہ چھوڑو گے تو عذابوں میں پھنسو گے دیکھو تم صرف ایک اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرتے رہو۔ اگر تم نے خلاف درزی کی تو قیامت کے دن دردناک سخت عذابوں کا مجھے تم پر خوف ہے۔ اس پر قومی کافروں کے رؤسا اور امرا بول اٹھے کہ آپ کوئی فرشتہ تو نہیں ہم جیسے ہی انسان ہیں پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم سب کو چھوڑ کر ایک ہی کے پاس وحی آئے۔ اور ہم اپنی آنکھوں دیکھ رہے ہیں کہ ایسے رذیل لوگ آپ کے حلقے میں شامل ہو گئے ہیں، کوئی شریف اور رئیس آپ کا فرماں بردار نہیں ہو اور یہ لوگ بے سوچے سمجھے بغیر غور و فکر کے آپ کی مجلس میں آن بیٹھے ہیں اور ہاں ہمیں ہاں ملائے جاتے ہیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس نئے دین نے تمہیں کوئی فائدہ بھی نہیں پہنچایا کہ تم خوش حال ہو گئے ہو تمہاری رذایاں بڑھ گئی ہوں یا خلسق و خلسق میں تمہیں کوئی برتری، ہم پر حاصل ہو گئی ہو۔ بلکہ ہمارے خیال سے تو تم سب جھوٹے ہو، نیکی اور صلاحیت اور عبادت پر جو وعدے تم ہمیں دار آخرت کے دے رہے ہو ہمارے نزدیک تو یہ سب بھی جھوٹی باتیں ہیں۔ ان کفار کی بے ڈھنگی کو دیکھئے اگر حق کے قبول کرنے والے نیچے درجے کے لوگ ہوتے تو کیا اس سے شان حق گھٹ گئی حق ہی ہے خواہ اس کے ماننے والے بڑے لوگ ہوں خواہ چھوٹے لوگ ہوں بلکہ حق بات یہ ہے کہ حق کی پیروی کرنے والے ہی شریف لوگ ہیں، گو وہ مسکین مفلس ہوں اور حق سے روگردانی کرنے والے ہی ذلیل اور رذیل ہیں گو وہ غنی مالدار اور امیر امرا ہوں۔ ہاں یہ واقعہ ہے کہ سچائی کی آواز کو پہلے پہل غریب مسکین لوگ ہی قبول کرتے ہیں اور امیر کبیر لوگ ناک بھوں چڑھانے لگتے ہیں۔

فرمان قرآن ہے کہ تجھ سے پہلے جس جس بستی میں ہمارے انبیاء آئے وہاں کے بڑے لوگوں نے یہی کہا کہ ہم نے اپنے باپ دادوں کو جس دین پر پایا ہے ہم تو انہی کی خوش چینی کرتے رہیں گے۔ ② شاہ روم ہرقل نے جب ابوسفیان رضی اللہ عنہ سے پوچھا تھا کہ شریف لوگوں نے اس کی تابعداری کی ہے یا ضعیف لوگوں نے؟ تو اس نے یہی جواب دیا تھا کہ ضعیفوں نے۔ جس پر ہرقل نے کہا تھا کہ رسولوں کے تابعدار یہی لوگ ہوتے ہیں۔ ③ حق کی فوری قبولیت بھی کوئی عیب کی بات نہیں۔ حق کی وضاحت کے بعد رائے فکر کی ضرورت ہی کیا؟ بلکہ ہر عقلمند کا کام یہی ہے کہ حق کے ماننے میں سبقت اور جلدی کرے۔ اس میں تاہل کرنا جہالت اور غباوت ہے اللہ کے تمام پیغمبر بہت واضح اور صاف اور کھلی ہوئی دلیلیں لے کر آتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ ”میں نے جسے بھی اسلام کی طرف بلا یا اس میں کچھ نہ کچھ جھجک ضرور پائی سوائے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے کہ انہوں نے کوئی تردد و تاہل نہ کیا واضح چیز کو دیکھتے ہی فوراً بے جھجک قبول کر لیا۔“ ان کا تیسرا اعتراض کہ ہم کوئی برتری تم میں نہیں دیکھتے یہ بھی ان کے اندھا پن کی وجہ سے ہے ان کی اگر آنکھیں اور کان نہ ہوں اور موجود چیز کا انکار کریں تو فی الواقع اس کا نہ ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ یہ تو نہ حق کو دیکھیں نہ حق کو سنیں بلکہ اپنے شک میں غوطے لگاتے رہتے ہیں۔ اپنی جہالت میں ٹامک ٹویاں مارتے رہتے ہیں۔ جھوٹے مفسرین خالی ہاتھ رذیل اور نقصانوں والے ہیں۔

① ۳۵ / فاطر: ۱۹، ۳۴۔ ② ۴۳ / الزخرف: ۲۳۔

③ صحیح بخاری، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی إلی رسول اللہ ۷؛ صحیح مسلم ۱۷۷۳۔

قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيْتِهِ مِّنْ رَبِّي وَآتَيْنِي رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهِ
 فَعُوبِتْ عَلَيْكُمْ أَنْزِلْ مَكُوبًا وَأَنْتُمْ لَهَا كِرِهُونَ ﴿٢٨﴾ وَيَقَوْمِ لَا تَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ مَا لَاطَ
 إِنْ أَجْرِي إِلَّا عَلَى اللَّهِ وَمَا أَنَا بِطَارِدِ الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّهُمْ مُّقْتَدِرُ بِاللَّهِ وَلَكِنِّي
 أَرَاكُمْ قَوْمًا تَجْهَلُونَ ﴿٢٩﴾ وَيَقَوْمِ مَنْ يَنْصُرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ طَرَدْتُهُمْ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٣٠﴾
 وَلَا أَقُولُ لَكُمْ عِنْدِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ إِنِّي مَلَكٌ وَلَا
 أَقُولُ لِلَّذِينَ تَزْدَرِي أَعْيُنُكُمْ لَنْ يُؤْتِيَهُمُ اللَّهُ خَيْرًا اللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا فِي
 أَنْفُسِهِمْ ﴿٣١﴾ إِنِّي إِذًا لِّلنَّاطِلِينَ ﴿٣٢﴾

ترجمہ: نوح علیہ السلام نے کہا میری قوم والو مجھے بتلاؤ تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل پر ہوا اور مجھے اس نے اپنے پاس کی کوئی نعمت عطا کی ہو پھر وہ تمہاری نگاہوں میں نہ آئی تو کیا زبردستی میں اسے تمہارے گلے سے منڈھ دوں حالانکہ تم اس سے بیزار ہو۔ [۲۸] میری قوم والو میں تم سے اس پر کوئی مال نہیں مانگتا میرا ثواب تو صرف اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے نہ میں ایمان داروں کو اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں، انہیں اپنے رب سے ملنا ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ جہالت کر رہے ہو [۲۹] میری قوم کے لوگو اگر میں ان مؤمنوں کو اپنے پاس سے نکال دوں تو اللہ کے مقابلہ میں میری مدد کون کر سکتا ہے؟ کیا تم کچھ بھی غور و فکر نہیں کرتے۔ [۳۰] میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں سنو میں غیب کا علم بھی نہیں رکھتا نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں کوئی فرشتہ ہوں نہ میرا یہ قول ہے کہ جن پر تمہاری نگاہیں ڈلت سے پڑ رہی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دے گا ہی نہیں ان کے دل میں جو ہے اسے اللہ ہی خوب جانتا ہے اگر میں ایسی بات کہوں تو یقیناً میرا شمار ظالموں میں ہو جائے۔ [۳۱]

قوم کو نوح علیہ السلام کا جواب: [آیت: ۲۸-۳۱] حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو جواب دیا کہ کجی نبوت یقین اور واضح چیز میرے پاس تو میرے رب کی طرف سے آچکی بہت بڑی رحمت و نعمت اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمائی اور وہ تم سے پوشیدہ رہی تم اسے نہ دیکھ سکتے۔ نہ تم نے اس کی قدر دانی کی نہ اسے پہچانا بلکہ بے سوچے سمجھے تم نے اسے دھکے دیدیے اور اسے جھٹلانے لگ گئے۔ اب بتلاؤ کہ تمہاری اس ناپسندیدگی کی حالت میں میں کیسے یہ کر سکتا ہوں کہ تمہیں اس کا ماتحت بنا دوں۔

آپ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ میں جو کچھ نصیحت تمہیں کر رہا ہوں جتنی خیر خواہی تمہاری کرتا ہوں اس کی کوئی اجرت تو تم سے نہیں مانگتا؟ میری اجرت تو اللہ تعالیٰ کے ذمے ہے تم جو مجھ سے کہتے ہو کہ ان غریب مسکین ایمان والوں کو میں دھکے دے دوں مجھ سے تو یہ کبھی نہیں ہوگا یہی طلب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کی گئی تھی۔ جس کے جواب میں یہ آیت اتری ﴿وَلَا تَطْرُدِ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهُمْ بِالْغَدَاةِ وَالْعَشِيِّ﴾ ① یعنی صبح شام اپنے رب کے پکارنے والوں کو اپنی مجلس سے نہ نکال۔ اور آیت میں ہے ﴿وَكَذَلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُم بِبَعْضٍ﴾ ② اسی طرح ہم نے ایک کو دوسرے سے آزمایا اور وہ کہنے لگے کہ کیا یہی وہ لوگ ہیں جن پر ہم سب کو چھوڑ =

قَالُوا يَنْوُحُ قَدْ جَدَلْنَا فَاكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَأْتِنَا بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ
 الصّٰدِقِيْنَ ۝ قَالَ إِنَّمَا يَأْتِيكُمْ بِهِ اللهُ إِنْ شَاءَ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝ وَلَا
 يَنْفَعُكُمْ نُصْحِي إِنْ أَرَدْتُ أَنْ أَنْصَحَ لَكُمْ إِنْ كَانَ اللهُ يُرِيدُ أَنْ يُغْوِيَكُمْ هُوَ
 رَبُّكُمْ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ ۝ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ إِنْ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَىٰ إِجْرَامِي
 وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرَمُونَ ۝

ترجمہ: کہنے لگے کہ اے نوح! تو ہم سے جھگڑا اور خوب ہی جھگڑا کر چکا اب تو جو چیز سے ہمیں دھمکا رہا ہے وہی ہمارے پاس لے آ
 اگر تو بچوں میں سے ہے۔ [۳۳] جواب دیا کہ اسے بھی اللہ تعالیٰ ہی لائے گا اگر وہ چاہے ہاں تم اسے ہرانے والے نہیں ہو [۳۳] تمہیں
 میری خیر خواہی کچھ بھی نفع نہیں دے سکتی گو میں کتنی ہی تمہاری خیر خواہی کیوں نہ چاہوں بشرطیکہ اللہ کا ارادہ تمہیں گمراہ کرنے کا ہو وہی تم
 سب کا پروردگار ہے اور اسی کی طرف لوٹنا ہے جاؤ گے [۳۴] کیا یہ کہتے ہیں کہ اسے خود اسی نے گھڑ لیا ہے؟ تو جواب دے کہ اگر میں نے اسے
 گھڑ لیا ہوتا تو میرا گناہ مجھ پر ہے اور میں ان گناہوں سے تو بری ہوں جو تم کر رہے ہو۔ [۳۵]

= کر اللہ کا فضل نازل ہوا کیا اللہ تعالیٰ شکر گزاروں کو نہیں جانتا؟

آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ میں صرف رسول اللہ ہوں۔ اللہ وحدہ لا شریک لہٰذا کی عبادت اور توحید کی طرف اس کے فرمان کے
 مطابق تم سب کو بلاتا ہوں۔ اس سے میری مراد تم سے مال سمیٹنا نہیں۔ ہر بڑے چھوٹے کے لئے میری دعوت عام ہے جو قبول کرے گا
 نجات پائے گا۔ اللہ کے خزانوں کے ہیر پھیر کی مجھ میں قدرت نہیں۔ میں غیب نہیں جانتا ہاں جو بات اللہ تعالیٰ مجھے معلوم کرادے
 معلوم ہو جاتی ہے۔ میں فرشتہ ہونے کا دعویٰ دار نہیں ہوں۔ بلکہ ایک انسان ہوں جس کی تائید اللہ کی طرف سے معجزوں سے ہو رہی
 ہے۔ جنہیں تم رذیل اور ذلیل سمجھ رہے ہو میں تو اس کا قائل نہیں کہ انہیں اللہ کے ہاں ان کی نیکیوں کا بدلہ نہیں ملے گا۔ ان کے باطن کا
 حال بھی مجھے معلوم نہیں اللہ ہی کو اس کا علم ہے۔ اگر ظاہر کی طرح باطن میں بھی ایمان دار ہیں تو انہیں اللہ کے ہاں ضرور نیکیاں ملیں گی جو
 ان کے انجام کی برائی کو کہے اس نے ظلم کیا اور جہالت کی بات کہی۔

قوم نوح کی عجلت: [آیت: ۳۲-۳۵] قوم نوح کی عجلت بیان ہو رہی ہے کہ عذاب مانگ بیٹھے کہنے لگے بس جیتیں تو ہم نے بہت سی
 سن لیں! آخری فیصلہ ہمارا یہ ہے کہ ہم تو تیری تابعداری نہیں کرنے کے اب اگر تو سچا ہے تو دعا کر کے ہم پر عذاب لا دے۔ آپ نے
 جواب دیا کہ یہ بھی میرے بس کی بات نہیں اللہ کے ہاتھ ہے اسے کوئی عاجز کرنے والا نہیں اگر اللہ کا ارادہ ہی تمہاری گمراہی اور بربادی کا
 ہے تو پھر واقعی میری نصیحت بے سود ہے سب کا مالک اللہ ہی ہے تمام کاموں کی تکمیل اسی کے ہاتھ ہے۔ متصرف حاکم عادل غیر ظالم حکم کا
 امر کا مالک ابتداء پیدا کرنے والا پھر لوٹانے والا دنیا و آخرت کا تہما مالک وہی ہے ساری مخلوق کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

یہ درمیانی کلام اس قصے کے بیچ میں اس کی تائید اور تقریر کے لئے ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے آخری رسول ﷺ سے فرماتا ہے کہ یہ
 کفار تجھ پر اس قرآن کے از خود گھڑ لینے کا الزام لگا رہے ہیں تو جواب دے کہ اگر ایسا ہے تو میرا گناہ مجھ پر ہے میں جانتا ہوں کہ اللہ
 کے عذاب کیسے کچھ ہیں؟ پھر کیسے ممکن ہے کہ میں اللہ پر جھوٹ افزا گھڑ لوں ہاں تم اپنے گناہوں کے ذمے دار تم آپ ہو۔

وَأُوحِيَ إِلَى نُوحٍ أَنَّهُ لَنْ يُؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ إِلَّا مَنْ قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا
 كَانُوا يَفْعَلُونَ ۗ وَأَصْنَعِ الْفُلَكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحِّينَا وَلَا تَخَاطِبُنِي فِي الَّذِينَ
 ظَلَمُوا ۗ إِنَّهُمْ مُغْرَقُونَ ۚ وَيَصْنَعِ الْفُلَكَ ۖ وَكَلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ
 سَخِرُوا مِنْهُ ۗ قَالَ إِنْ تَسْخَرُوا مِنِّي مَآ قَاتَا تَسْخَرُ مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ۗ فَسَوْفَ
 تَعْلَمُونَ لَأَمِّنُ يَا تَبِيبُ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيمٌ ۝

ترجمہ: نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی گئی کہ تیری قوم میں سے جو ایمان لا چکے ان کے سوا اور کوئی اب ایمان لائے گا ہی نہیں پس تو ان کے
 کاموں پر غمگین نہ رہ (۳۶) اور ایک کشتی ہماری آنکھوں کے سامنے اور ہماری وحی سے تیار کر اور ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات
 چیت نہ کر وہ پانی میں ڈبو دیے جانے والے ہیں (۳۷) (نوح علیہ السلام کی) کشتی کی تیاری کی حالت میں اسکی قوم کی جو جماعت اسکے پاس
 سے گزرتی وہ اس کا مذاق اڑاتی اس نے کہا کہ اگر تم ہمارا مذاق اڑاتے ہو تو ہم بھی تم پر ایک دن نہیں گے جیسے تم سخر اپن کر رہے ہو (۳۸)
 تمہیں بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ کس پر عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے اور اس پر بھیجی گئی کہ سخر آئے۔ (۳۹)

نوح علیہ السلام کا کشتی تیار کرنا اور کافروں کا مذاق: [آیت: ۳۶-۳۹] قوم نوح نے جب عذابوں کی جلدی بچائی تو آپ نے اللہ
 سے دعا کی کہ اے اللہ زمین پر کسی کافر کو رہتا بستانہ چھوڑ۔ ① پروردگار میں عاجز آ گیا ہوں تو میری مدد کر۔ ② اسی وقت وحی آئی کہ
 جو ایمان لا چکے ہیں ان کے سوا اور کوئی اب ایمان نہ لائے گا تو ان پر افسوس نہ کر نہ ان کا کوئی ایسا خاص خیال کر۔ ہمارے دیکھتے ہماری
 تعلیم کے مطابق ایک کشتی تیار کر اور اب ظالموں کے بارے میں ہم سے کوئی بات چیت نہ کر ہم ان کا ڈبو دینا مقرر کر چکے۔ بعض سلف
 کہتے ہیں حکم ہوا کہ لکڑیاں کاٹ کر کسکا کر تختے بنا لو اس میں ایک سو سال گزر گئے پھر مکمل تیاری میں سو سال اور نکل گئے ایک قول ہے
 چالیس سال لگے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ امام محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ تو رات سے نفل کرتے ہیں کہ ساگ کی لکڑی کی یہ کشتی تیار ہوئی۔ اس کا
 طول ۸۰ ہاتھ تھا اور عرض ۵۰ ہاتھ کا تھا۔ اندر باہر سے روغن کیا گیا تھا۔ پانی کاٹنے کے پر پڑے بھی تھے۔ قنادہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ
 لمبائی تین ۳۰۰ ہاتھ کی تھی۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان ہے کہ طول ۱۲۰۰ ہاتھ کا تھا اور چوڑائی ۶۰۰ ہاتھ کی تھی۔ کہا گیا ہے کہ طول ۲۰۰۰
 ہاتھ اور چوڑائی ایک ۱۰۰ ہاتھ کی تھی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ اس کی اندرونی اونچائی ۳۰ ہاتھ کی تھی اس میں تین درجے تھے ہر درجہ ۱۰ ہاتھ اونچا
 تھا۔ سب سے نیچے کے حصے میں چوپائے اور جنگلی جانور تھے۔ درمیان کے حصے میں انسان تھے۔ اوپر کے حصے میں پرندے تھے۔
 دروازہ چوڑان میں تھا اوپر سے بالکل بند تھی۔

ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ایک غریب اثر عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ذکر کیا ہے کہ حواریوں نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے
 درخواست کی کہ اگر آپ حکم اللہ کسی ایسے مردے کو جلاتے جس نے کشتی نوح دیکھی ہو تو ہمیں اس سے معلومات حاصل ہوتیں۔ آپ
 انہیں لے کر چلے ایک نیلے پر پہنچ کر وہاں کی مٹی اٹھائی اور فرمایا جانتے ہو یہ کون ہے؟ انہوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو ہی علم =

حَتَّىٰ اِذَا جَاءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُوْرُ عَلَيْنَا اٰحْمِلُ فِيهَا مِنْ كُلِّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ وَاَهْلَكَ الْاٰمَنَ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ط وَمَا اٰمَنَ مَعَهُ اِلَّا قَلِيْلٌ ﴿٣٠﴾

ترجمہ: یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آپہنچا اور تنور اٹھنے لگا، ہم نے فرمادیا کہ اس کشتی میں ہر قسم کے جوڑے دوہرے سوار کرالے اور اپنے گھر کے لوگوں کو بھی سوائے ان کے جن پر پہلے سے بات پڑ چکی ہے اور سب ایمان والوں کو بھی اس کے ساتھ ایمان لانے والے بہت ہی کم تھے۔ ﴿٣٠﴾

= ہے۔ آپ نے فرمایا یہ پنڈلی ہے حام بن نوح کی۔ پھر آپ نے اپنی لکڑی اس ٹیلے پر مار کر فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکم سے اٹھ کھڑا ہو۔ اسی وقت ایک بوڑھا سا آدمی اپنے سر سے مٹی جھاڑتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا آپ نے اس سے پوچھا کیا تو بڑھاپے میں مرا تھا؟ اس نے کہا نہیں مرا تو تھا جوانی میں لیکن اب دل پر یہ دہشت بیٹھی کہ قیامت قائم ہوگئی اس دہشت نے بوڑھا کر دیا۔ آپ نے فرمایا کہ اچھا حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کی بابت اپنی معلومات بیان کرو۔ اس نے کہا وہ ۱۲۰۰ ہاتھ لمبی اور ۶۰۰ ہاتھ چوڑی تھی۔ تین درجوں کی تھی ایک میں جانور اور چوپائے تھے۔ دوسرے میں انسان تیسرے میں پرند جب جانوروں کا گو بر پھیل گیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ ہاتھی کی دم ہلاؤ۔ آپ کے ہلاتے ہی اس سے خنزیر زادہ نکل آئے اور میلا کھانے لگے۔ چوہوں نے جب اس کے تختے کترنے شروع کئے تو حکم ہوا کہ شیر کی پیشانی پر انگلی لگا۔ اس سے بلی کا جوڑا نکلا اور چوہوں کی طرف لپکا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے سوال کیا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو شہروں کے غرق آب ہونے کا علم کیسے ہو گیا؟ آپ نے فرمایا کہ انہوں نے کوئے کو خبر لینے کے لئے بھیجا لیکن وہ ایک لاش پر بیٹھ گیا دیر تک نہ آیا۔ آپ نے اس کے لئے ہمیشہ ڈرتے رہنے کی بددعا کی۔ اسی لئے وہ گھروں سے مانوس نہیں ہوتا۔ پھر آپ نے کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ لے کر آیا اور اپنے پنجوں میں خشک مٹی لایا اس سے معلوم ہو گیا کہ شہر ڈوب چکے ہیں۔ آپ نے اس کی گردن میں خصرہ کا طوق ڈال دیا اور اس کے لئے امن و انس کی دعا کی پس وہ گھروں میں رہتا سہتا ہے۔

حواریوں نے کہا کہ اے رسول اللہ! آپ انہیں ہمارے ہاں لے چلے کہ ہم میں بیٹھ کر اور بھی باتیں ہمیں سنائیں۔ آپ نے فرمایا یہ تمہارے ساتھ کیسے آسکتا ہے جب کہ اس کی روزی نہیں۔ پھر فرمایا اللہ کے حکم سے جیسا تھا ویسا ہی ہو جا۔ وہ اسی وقت مٹی ہو گیا۔ نوح علیہ السلام تو کشتی بنانے میں لگے اور کافروں کو ایک مذاق ہاتھ لگ گیا۔ وہ چلتے پھرتے انہیں چھیڑتے اور باتیں بناتے اور طعن کرتے کیونکہ انہیں جھوٹا جانتے تھے اور عذاب کے وعدے پر انہیں یقین نہ تھا۔ اس کے جواب میں حضرت نوح علیہ السلام فرماتے اچھا دل خوش کر لو وقت آ رہا ہے کہ اس کا پورا بدلہ لے لیا جائے گا۔ ابھی جان لو گے کہ کون عذاب اللہ سے دنیا میں رسوا ہوتا ہے اور کس پر اخروی عذاب آچھتا ہے جو کبھی نالے نہ ملے۔

کشتی میں ہر جانور کا جوڑا موجود تھا: [آیت: ۴۰] حسب فرمان الہی آسمان سے موسلا دھار لگا تا بارش برسنے لگی اور زمین سے بھی پانی اٹھنے لگا اور ساری زمین پانی سے پر ہوگئی۔ اور جہاں تک اللہ کو منظور تھا پانی پھر گیا اور حضرت نوح علیہ السلام کو رب العالمین نے اپنی نگاہوں کے سامنے چلنے والی کشتی پر سوار کر دیا۔ اور کافروں کو ان کے کیفر کردار تک پہنچا دیا۔ ① تنور کے اٹھنے سے بقول ابن عباس رضی اللہ عنہما یہ مطلب ہے کہ روئے زمین سے چشمے پھوٹ پڑے ② یہاں تک کہ آگ کی جگہ تنور میں سے بھی پانی اٹل پڑا یہی قول جمہور سلف و خلف کا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ تنور صبح کا لکھنا اور فجر کا روشن ہونا ہے یعنی صبح کی روشنی اور فجر کی چمک لیکن =

وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَهَا وَمُرْسَاهَا اِنَّ رَبِّي لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ وَهِيَ

تَجْرِيْ بِهَمٍّ فِىْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۝ وَنَادٰى نُوْحٌ اِبْنَهٗ وَكَانَ فِىْ مَعْرِلٍ لِيُبَيِّنَ اَرْكَبَ

مَعْنًا ۝ وَلَا تَكُنْ مَعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ قَالَ سَاوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعَصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ۝ قَالَ

لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۝ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ

الْمُغْرَقِيْنَ ۝

ترجمہ: نوح علیہ السلام نے کہا اس کشتی میں بیٹھ جاؤ اللہ ہی کے نام سے اس کا چلنا اور ٹھہرنا ہے یقیناً میرا پالنے والا بڑی بخشش اور بڑے رحم والا ہے [۶۱] وہ کشتی انہیں لے کر موجوں میں پہاڑ کی طرح جا رہی تھی نوح علیہ السلام نے اپنے لڑکے کو جو ایک کنارے تھا پا کر کہا کہ بیارے بچے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور کافروں میں شامل نہ رہو [۶۲] اس نے جواب دیا کہ میں تو کسی بڑے پہاڑ کی طرف پناہ میں آ جاؤں گا جو مجھے پانی سے بچالے گا نوح علیہ السلام نے کہا آج اللہ کے امر سے بچانے والا کوئی نہیں صرف وہی بچیں گے جن پر اللہ کا رحم ہو اس وقت ان دونوں کے درمیان موج حائل ہو گئی اور وہ ڈوبنے والوں میں سے ہو گیا۔ [۶۳]

زیادہ ظاہر پہلا قول ہے۔ مجاہد اور شعبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں یہ تور کو نے میں تھا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے ہند میں ایک نہر ہے۔ قنادہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں جزیرہ میں ایک نہر ہے جسے عین الوردہ کہتے ہیں۔ لیکن یہ سب اقوال غریب ہیں۔ الغرض ان علامتوں کے ظاہر ہوتے ہی نوح علیہ السلام کو اللہ کا حکم ہوا کہ اپنے ساتھ کشتی میں جاندار مخلوق کی ہر قسم کا ایک ایک جوڑا زادہ سوار کرالو۔ کہا گیا ہے کہ غیر جاندار کے لئے بھی یہی حکم تھا جیسے نباتات۔ کہا گیا ہے کہ پرندوں میں سب سے پہلے درہ یعنی طوطا کشتی میں آیا اور سب سے آخر گدھا سوار ہونے لگا۔ ابلیس اس کی دم میں لٹک گیا۔ جب اس کے دو اگلے پاؤں کشتی میں آ گئے اور اس نے اپنا پچھلا دھڑاٹھانا چاہا تو ناٹھ سکا کیونکہ دم پر اس ملعون کا بوجھ تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام جلدی کر رہے تھے یہ بہتیرا چاہتا تھا مگر پچھلے پاؤں چڑھ نہیں سکتے تھے۔ آخر آپ نے فرمایا آ جاگو تیرے ساتھ ابلیس بھی ہو تب وہ چڑھ گیا اور ابلیس بھی اس کے ساتھ ہی آیا۔

بعض سلف کہتے ہیں کہ شیر کو اپنے ساتھ لیجانا مشکل ہو پڑا آخر اسے بخار چڑھ آیا تب اسے سوار کر لیا۔ ابن ابی حاتم کی حدیث میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ حضرت نوح علیہ السلام نے جب تمام مویشی اپنی کشتی میں سوار کر لئے تو لوگوں نے کہا کہ شیری موجودگی میں یہ مویشی کیسے آرام سے رہ سکیں گے۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس پر بخار ڈال دیا۔ اس سے پہلے زمین پر یہ بیماری نہ تھی۔ پھر لوگوں نے چوہے کی شکایت کی کہ یہ ہمارا کھانا اور دیگر سب چیزیں خراب کر رہے ہیں تو اللہ کے حکم سے شیری چھینک میں سے ایک بلی نکلی جس سے چوہے دب کر کونے کھدرے میں بیٹھ رہے۔" ① حضرت نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اپنے گھر والوں کو بھی اپنے ساتھ کشتی میں بٹھا لو مگر ان میں سے جو ایمان نہیں لائے انہیں ساتھ نہ لینا۔ آپ کا لڑکا یام بھی انہی کافروں میں تھا وہ الگ ہو گیا یا آپ کی بیوی کہ وہ بھی اللہ کے رسول کی منکر تھی۔ اور اپنی قوم کے تمام مسلمانوں کو بھی اپنے ساتھ بٹھالے۔ لیکن ان مسلمانوں کی تعداد بہت ہی کم تھی۔ ②

① یہ روایت مرسل یعنی ضعیف ہے۔

② الطبری، ۱۵، ۳۲۶۔

ساڑھے نو سو سال کے قیام کی طویل مدت میں آپ پر بہت ہی کم لوگ ایمان لائے تھے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کل ۸۰ آدمی تھے جن میں عورتیں بھی تھیں۔ کعب بن عوفؓ فرماتے ہیں ۲۱ شخص تھے۔ ایک قول ہے صرف ۱۰ شخص تھے۔ ایک قول ہے حضرت نوح علیہ السلام تھے اور ان کے تین لڑکے تھے سام، حام اور یافث اور چار عورتیں تھیں تین تو ان بیٹیوں کی بیویاں اور چوتھی یام کی بیوی۔ اور کہا گیا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی۔ لیکن اس میں نظر ہے ظاہر یہ ہے کہ خود حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی ہلاک ہونے والوں میں ہلاک ہوئی۔ اس لئے کہ وہ اپنی قوم کے دین پر ہی تھی تو جس طرح لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کے ساتھ ہلاک ہو گئی اسی طرح یہ بھی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

طوفان نوح: [آیت: ۴۱-۴۳] حضرت نوح علیہ السلام جنہیں اپنے ساتھ لے جانا چاہتے تھے ان سے فرمایا کہ آؤ اس میں سوار ہو جاؤ اس کا پانی پر چلنا اللہ کے نام کی برکت سے ہے اور اسی طرح اس کا آخری ٹھیراؤ بھی اسی پاک نام سے ہے۔ ایک قرأت میں (مَجْرَاهَا وَ مَرْسِيْهَا) بھی ہے۔ یہی اللہ کا آپ کو حکم تھا کہ جب تم اور تمہارے ساتھی ٹھیک طرح بیٹھ جاؤ تو کہنا ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ نَجَّانَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ﴾ ① اور یہی دعا کرنا کہ ﴿رَبِّ اَنْزِلْنِيْ مُنْزَلًا مُّبَارَكًا وَاَنْتَ خَيْرُ الْمُنْزِلِيْنَ﴾ ② اسی لئے مستحب ہے کہ تمام کاموں کے شروع میں بسم اللہ کر لی جائے خواہ کشتی پر سوار ہونا ہو خواہ جانور پر سوار ہونا ہو جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے کہ اسی اللہ نے تمہارے لئے تمام جوڑے پیدا کئے ہیں اور کشتیاں اور چوپائے تمہاری سواری کیلئے پیدا کئے ہیں کہ تم ان کی پیٹھ پر سواری لے کر ③ الخ۔ حدیث میں بھی اس کی تاکید اور رغبت آتی ہے۔ سورہ زخرف میں اس کا پورا بیان ہوگا ان شاء اللہ تعالیٰ۔ طبرانی میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”میری امت کے لئے ڈوبنے سے بچاؤ ان کے اس قول میں ہے کہ سوار ہوتے ہوئے کہہ لیں ((بِسْمِ اللّٰهِ الْمَلِكِ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ)) اور ((بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرَهَا وَمَرْسِيَهَا اِنْ رَّبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ))“ ④ اس دعا کے آخر میں اللہ کا وصف غفور رحیم اس لئے لائے کہ کافروں کی سزا کے مقابلہ میں مومنوں پر رحمت و شفقت کا اظہار ہو۔ جیسے فرمان ہے تیرا رب جلد سزا کرنے والا اور ساتھ ہی غفور رحیم بھی ہے۔ ⑤ اور آیت میں ہے ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰی ظُلْمِهِمْ وَاَنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ﴾ ⑥ یعنی تیرا پروردگار لوگوں کے گناہوں کو بخشنے والا بھی ہے اور وہ سخت سزا دینے والا بھی ہے۔ اور بھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں رحمت و انتقام کا بیان ملا جلا ہے۔

پانی روئے زمین پر پھر گیا ہے کسی اونچے سے اونچے پہاڑ کی بلند سے بلند چوٹی بھی دکھائی نہیں دیتی کہ پہاڑوں سے بھی پندرہ ہاتھ اور بقولے اسی میل اوپر کو ہو گیا ہے۔ باوجود اس کے کشتی نوح بحکم اللہ برابر صحیح طور پر جا رہی ہے۔ خود اللہ اس کا محافظ ہے اور وہ خاص اس کی عنایت و مہربانی ہے۔ جیسے فرمان ہے ﴿اَنَا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ حَمَلْتُكُمْ فِی الْجَارِیَةِ﴾ ⑦ یعنی پانی کی طغیانی کے وقت ہم نے آپ تمہیں کشتی میں چڑھالیا کہ ہم اسے تمہارے لئے نصیحت بنائیں اور یاد رکھنے والے کان اسے یاد رکھ لیں۔ اور آیت میں ہے کہ ہم نے تمہیں اس تختوں والی کشتی پر سوار کرا کر اپنی حفاظت سے پارا تارا اور کافروں کو ان کے کفر کا انجام دکھا دیا اور اسے ایک نشان بنا دیا۔ کیا اب بھی کوئی ہے جو ہجرت حاصل کرے؟ ⑧ اس وقت حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے کو بلا یا یہ آپ کے چوتھے لڑکے تھے اس کا نام یام تھا یہ کافر تھا اسے آپ نے کشتی میں سوار ہونے کے وقت ایمان کی اور اپنے ساتھ بیٹھ جانے کی ہدایت کی تاکہ ڈوبنے سے

① ۲۳/ المؤمنون: ۲۸۔ ② ۲۳/ المؤمنون: ۲۹۔ ③ ۴۳/ الزخرف: ۱۲۔ ④ المعجم الكبير ۱۲۶۶۱

وسندہ ضعیف جداً موضوع اس کی سندیں نسل بن سعید اہمیری متروک راوی ہے۔ (المیزان، ۴/ ۲۷۵، رقم: ۹۱۲۷) نیز ابن اسحاق کا ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سماع ثابت نہیں اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے۔ دیکھئے۔ (السلسلة الضعیفہ، ۲۹۳۲)

⑤ ۷/ الاعراف: ۱۶۷۔ ⑥ ۱۳/ الرعد: ۶۔ ⑦ ۶۹/ الحاقفة: ۱۱۔ ⑧ ۵۴/ القصر: ۱۳، ۱۵۔

وَقِيلَ يَا اَرْضُ ابْلَعِي مَاءَكَ وَيسْمَاءُ اَقْلِعِي وَغِيضَ الْمَاءِ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاَسْتَوَتْ

عَلَى الْجُودِيِّ وَقِيلَ بَعْدَ الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿۳۳﴾

ترجمہ: فرما دیا گیا کہ اے زمین اپنے پانی کو نگل جا اور اے آسمان بس کر تھم جا اس وقت پانی سکھا دیا گیا اور کام پورا کر دیا گیا اور کشتی جو دی نامی پہاڑ پر جاگی اور فرما دیا گیا کہ نا انصافی کرنے والے لوگوں پر لعنت نازل ہو۔ [۳۳]

اور کارفروں کے عذاب سے بچ جائے۔ مگر اس بد نصیب نے جواب دیا کہ نہیں مجھے اس کی ضرورت نہیں پہاڑ پر چڑھ کر طوفان باران سے بچ جاؤں گا۔ ایک اسرائیلی روایت ہے کہ اس نے شمشے کی کشتی بنائی تھی وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ قرآن میں تو یہ ہے کہ اس نے یہ سمجھا کہ یہ طوفان پہاڑوں کی چوٹیوں تک نہیں پہنچے گا میں جب وہاں جا پہنچوں گا تو یہ پانی میرا کیا گاڑے گا؟ اس پر حضرت نوح علیہ السلام نے جواب دیا کہ آج عذاب الہی سے کہیں پناہ نہیں وہی بچے گا جس پر اللہ کا رحم ہو۔ یہاں عاصم یعنی معصوم ہے جیسے طاعم مطعوم کے معنی میں اور کا سی کسو کے معنی میں آیا ہے۔ یہ باتیں ہو ہی رہی ہیں جو ایک موج آئی اور پھر نوح کو لے ڈوبی۔

طوفان نوح کا اختتام: [آیت: ۴۳] روئے زمین کے سب لوگ اس طوفان میں جو درحقیقت غضب الہی اور مظلوم پیغمبر کی بددعا کا عذاب تھا غرق ہو گئے اس وقت اللہ تعالیٰ عزوجل نے زمین کو اس پانی کے نگل لینے کا حکم دیا جو اس کا اگلا ہوا اور آسمان کا برسایا ہوا تھا ساتھ ہی آسمان کو بھی پانی برسانے سے رک جانے کا حکم ہو گیا پانی گھٹنے لگا اور کام پورا ہو گیا یعنی تمام کافر نابود ہو گئے صرف کشتی والے مؤمن ہی بچے۔ کشتی بحکم اللہ جو دی پر رکی۔ مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں یہ جزیرہ میں ایک پہاڑ ہے۔ سب پہاڑ ڈوب دیئے گئے تھے اور یہ پہاڑ بچہ اپنی عاجزی اور تواضع کے غرق ہونے سے بچ رہا تھا یہیں کشتی نوح ٹنگرا انداز ہوئی۔ ① حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے بھر تک یہیں لگی رہی اور سب اتر گئے۔ اور کشتی لوگوں کی عبرت کے لئے یہیں ثابت و سالم رکھی رہی یہاں تک کہ اس امت کے اول لوگوں نے بھی اسے دیکھ لیا۔ ② حالانکہ اس کے بعد کی بہترین اور مضبوط سینکڑوں کشتیاں بنیں بجز اس بلکہ راہ اور خاک ہو گئیں۔ ضحاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جو دی نام کا پہاڑ موصل میں ہے۔ بعض کہتے ہیں طور پہاڑ کو ہی جو دی بھی کہتے ہیں۔ زہر بن حبیش کو ابواب کندہ سے داخل ہو کر دائیں طرف کے زاویہ میں نماز بکثرت پڑھتے ہوئے دیکھ کر نو بہ بن سالم نے پوچھا کہ آپ جو جمعہ کے دن برابر یہاں اکثر نماز پڑھا کرتے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ تو آپ نے جواب دیا کہ کشتی نوح یہیں لگی تھی۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے ساتھ کشتی میں بال بچوں سمیت کل (۸۰) اسی آدی تھے۔ ۵۰ اون تک وہ سب کشتی میں ہی رہے۔ اللہ تعالیٰ نے کشتی کا منہ شریف کی طرف کر دیا۔ یہاں وہ چالیس دن تک بیت اللہ شریف کا طواف کرتی رہی۔ پھر اسے اللہ تعالیٰ نے جو دی کی طرف روانہ کر دیا وہاں وہ ٹھہری۔ حضرت نوح علیہ السلام نے کوئے کو بھیجا کہ وہ کشتی کی خبر لائے وہ ایک مردار کے کھانے میں لگ گیا اور دیر لگا دی۔ آپ نے ایک کبوتر کو بھیجا وہ اپنی چونچ میں زیتون کے درخت کا پتہ اور پنچوں میں مٹی لے کر واپس آیا اس سے حضرت نوح علیہ السلام نے سمجھ لیا کہ پانی سوکھ گیا ہے اور زمین ظاہر ہو گئی ہے۔ پس آپ جو دی سے نیچے اترے اور وہیں ایک بستی کی بنا ڈال دی جسے ثامین کہتے ہیں۔ ایک دن صبح کو جب لوگ جاگے تو ہر ایک کی زبان بدلی ہوئی تھی۔ اسی (۸۰) زبانیں بولنے لگے جن میں سب سے اعلیٰ اور بہتر عربی زبان تھی۔ ایک کو دوسرے کا کلام سمجھنا محال ہو پڑا۔ نوح علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے

وَتَادَى نُوحٌ رَبَّهُ فَقَالَ رَبِّ إِنَّ ابْنِي مِنْ أَهْلِي وَإِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَأَنْتَ أَحْكَمُ

الْحَكِيمِينَ ۝ قَالَ يُنوحُ إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ ۚ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْتَلِنَ

مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ ۗ إِنَّي أَخَافُ أَنْ تَكُونَ مِنَ الْجَاهِلِينَ ۝ قَالَ رَبِّ إِنِّي آعُوذُ

بِكَ أَنْ أَسْأَلَكَ مَا لَيْسَ لِي بِهِ عِلْمٌ ۗ وَاللَّاتُغْفِرُ لِي وَتَزَحَمَنِي أَكُنْ مِنَ الْخَاسِرِينَ ۝

نوح علیہ السلام نے اپنے پروردگار کو پکارا اور کہنے لگا کہ میرے رب میرا بیٹا تو میرے گھر والوں میں ہے ہے یقیناً تیرا وعدہ بالکل سچا ہے اور تو تمام حاکموں سے بہتر حاکم ہے۔^[۳۶] اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے نوح یقیناً وہ تیرے گھرانے کے لوگوں میں نہیں ہے اس کے کام بالکل ہی ناشائستہ ہیں تجھے ہرگز اس چیز کو نہ مانگنا چاہئے جس کا تجھے مطلقاً علم نہ ہو، میں تجھے نصیحت کرتا ہوں کہ تو جاہلوں میں سے اپنا شمار کرانے سے باز رہے۔^[۳۷] کہنے لگا میرے پالنہار میں تیری ہی پناہ چاہتا ہوں کہ تجھ سے وہ مانگوں جس کا مجھے علم ہی نہ ہو، اگر تو مجھے نہ بخشے گا اور تو مجھ پر رحم نہ فرمائے گا تو میں خرابی والوں میں ہو جاؤں گا۔^[۳۸]

= سب زبانیں معلوم کرادیں۔ آپ ان سب کے درمیان مترجم تھے ایک کا مطلب دوسرے کو سمجھا دیتے تھے۔

حضرت کعب احبار رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کشتی نوح مشرق و مغرب کے درمیان چل پھر رہی تھی۔ پھر جودی پر ٹھہر گئی۔ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ وغیرہ فرماتے ہیں رجب کی دسویں تاریخ مسلمان اس میں سوار ہوئے تھے پانچ ماہ تک اسی میں رہے۔ انہیں لے کر کشتی جودی پر پہنچے بھر تک ٹھہری رہی۔ آخر محرم کے عاشورے کے دن وہ سب اس میں سے اترے۔ اسی قسم کی ایک مرفوع حدیث بھی ابن جریر میں ہے انہوں نے اس دن روزہ بھی رکھا ① وَاللَّهُ أَعْلَمُ۔ مسند احمد میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے چند یہودیوں کو عاشورے کے دن روزہ رکھے ہوئے دیکھ کر ان سے اس کا سبب دریافت فرمایا تو انہوں نے کہا کہ اسی دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو دریا سے پار اتارا تھا اور فرعون اور اس کی قوم کو ڈبو دیا تھا۔ اور اسی دن کشتی نوح جودی پر لگی تھی۔ پس ان دونوں پیغمبروں نے شکر الہی کا روزہ اس دن رکھا تھا۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا ”پھر موسیٰ علیہ السلام کا سب سے زیادہ حق دار میں ہوں اور اس دن کے روزے کا میں زیادہ مستحق ہوں“ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کا روزہ رکھا اور اپنے اصحاب رضی اللہ عنہم سے فرمایا کہ ”تم میں سے جو آج روزے سے ہو وہ تو اپنا روزہ پورا کرے اور جو ناشتہ کر چکا ہو وہ بھی باقی دن کچھ نہ کھائے۔“ ② یہ روایت اس سند سے تو غریب ہے لیکن اس کے بعض حصے کے شاہد صحیح حدیث میں بھی موجود ہیں۔

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ ظالموں کو خسارہ اور ہلاکی اللہ کی رحمت سے دوری ہوئی۔ وہ سب ہلاک ہوئے۔ ان میں سے ایک بھی باقی نہ بچا۔ تفسیر ابن جریر اور تفسیر ابن ابی حاتم میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”اگر اللہ تعالیٰ قوم نوح میں سے کسی پر بھی رحم کرنے والا ہوتا تو اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔ حضرت نوح علیہ السلام اپنی قوم میں ساڑھے نو سو سال تک ٹھہرے۔ آپ نے ایک درخت بویا تھا جو سو سال

① اس کی سند میں عثمان بن مظعون الحدیث ہے۔ (المیزان، ۳/۵۳۔ رقم ۵۵۶۳) لہذا یہ روایت مردود ہے۔

② احمد، ۲/۳۵۹، ۳۶۰ و سندہ ضعیف اس کی سند میں عبدالصمد بن حبیب الحدیث ہے (المیزان، ۲/۶۱۹، رقم: ۵۰۶۹) اور اس کا باپ مجهول ہے (المیزان، ۱/۴۵۵، رقم: ۱۷۰۸) شیخ البانی رضی اللہ عنہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (السلسلة الضعیفہ، تحت رقم: ۱۴۹۹) جب کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور اس کی قوم کی نجات کے دن کا روزہ رکھنے کی روایت بخاری ۳۳۹۷ میں موجود ہے۔

تک بڑھتا اور بڑا ہوتا رہا پھر اسے کاٹ کر تختے بنا کر کشتی بنانی شروع کی۔ کافر لوگ مذاق اڑاتے کہ یہ اس خشکی میں کشتی کیسے چلائیں گے۔ آپ جواب دیتے تھے کہ عن قریب اپنی آنکھوں سے دیکھ لو گے۔ جب آپ بنا چکے اور پانی زمین سے اٹنے اور آسمان سے برسنے لگا اور گھیاں اور راستے پانی سے ڈوبنے لگے تو اس بچے کی ماں جسے اپنے اس بچے سے غایت درجے کی محبت تھی وہ اسے لے کر پہاڑ کی طرف چلی گئی اور جلدی جلدی اس پر چڑھنا شروع کیا تہائی حصے پر چڑھ گئی لیکن جب اس نے دیکھا کہ پانی وہاں بھی پہنچا تو اور اوپر کو چڑھی دو تہائی تک پہنچی جب وہاں بھی پانی پہنچا تو اس نے چوٹی پر جا کر دم لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچ گیا جب گردن گردن پانی چڑھ گیا تو اس نے اپنے بچے کو اپنے دونوں ہاتھوں میں لے کر اونچا اٹھا لیا لیکن پانی وہاں بھی پہنچا اور ماں بچہ دونوں غرق ہو گئے۔ پس اگر اس دن کوئی کافر بھی بچنے والا ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس بچے کی ماں پر رحم کرتا۔^① یہ حدیث اس سند سے غریب ہے۔ کعب احبار اور مجاہد بن جبر سے بھی اس بچے اور اس کی ماں کا یہی قصہ مروی ہے۔

نوح علیہ السلام کی اپنے بیٹے کے لیے دعا اور اللہ تعالیٰ کا جواب: [آیت: ۳۵-۳۷] یاد رہے کہ یہ دعا حضرت نوح علیہ السلام کی محض اس غرض سے تھی کہ آپ کو صحیح طور پر اپنے ڈوبے ہوئے لڑکے کا حال معلوم ہو جائے کہتے ہیں کہ پروردگار یہ بھی ظاہر ہے کہ میرا لڑکا میرے اہل میں سے تھا اور میرے اہل کو بچانے کا تیرا وعدہ تھا اور یہ بھی ناممکن کہ تیرا وعدہ غلط ہو۔ پھر یہ میرا بچہ کفار کے ساتھ کیسے غرق کر دیا گیا؟ جواب ملا کہ تیری جس اہل کو نجات دینے کا میرا وعدہ تھا ان میں تیرا یہ بچہ داخل نہ تھا میرا یہ وعدہ ایمانداروں کی نجات کا تھا میں کہہ چکا تھا کہ ﴿وَأَهْلَكَ إِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ﴾^② یعنی اپنے اہل کو بھی تو کشتی میں چڑھالے مگر جس پر میری بات بڑھ چکی ہے۔ یہ بوجہ اپنے کفر کے انہی میں تھا جو میرے سابق علم میں کفر والے اور ڈوبنے والے مقرر ہو چکے تھے۔

فائدہ: یہ بھی یاد رہے کہ جن لوگوں نے کہا ہے کہ یہ دراصل حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا تھا ہی نہیں کیونکہ آپ کے نطفہ سے نہ تھا بلکہ بدکاری سے تھا۔ اور بعضوں نے کہا ہے کہ یہ آپ کی بیوی کا اگلے گھر کا لڑکا تھا یہ دونوں قول غلط ہیں۔ بہت سے بزرگوں نے صاف لفظوں میں اسے غلط کہا ہے بلکہ ابن عباس رضی اللہ عنہما اور بہت سے سلف سے منقول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا کاری نہیں کی۔ پس یہاں اس فرمان سے کہ وہ تیرے اہل میں سے نہیں یہی مطلب ہے کہ تیرے جس اہل کی نجات کا میرا وعدہ ہے یہ ان میں سے نہیں یہی بات سچ ہے اور یہی قول اصلی ہے اس کے سوا اور طرف جانا محض غلطی ہے اور ظاہر خطا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی غیرت اس بات کو قبول ہی نہیں کر سکتی کہ اپنے نبی کے گھر میں زانیہ عورت دے۔ خیال فرمائیے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی نسبت جنہوں نے بہتان بازی کی تھی ان پر اللہ تعالیٰ کس قدر غضبناک ہوا؟ اس لڑکے کے اہل میں سے نکل جانے کی وجہ خود قرآن نے بیان فرمادی ہے کہ اس کے عمل نیک نہ تھے۔

عمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک قرأت (أَنْتَ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ) ہے۔^③ سند کی حدیث میں حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو (أَنْتَ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ) پڑھتے سنا ہے اور (يَا عِبَادِيَ الَّذِينَ أَسْرَفُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ) الخ^④ پڑھتے سنا ہے۔^⑤ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال ہوا کہ ﴿فَخَاتَمَتَاهُمَا﴾^⑥ کا مطلب کیا ہے؟

① حاکم، ۲/۳۴۲، وسندہ حسن۔

② ۱۱/ہود: ۴۰۔ ③ الطبری، ۱۵/۳۴۳۔ ④ ۳۹/الزمر: ۵۳۔

⑤ احمد، ۶/۴۵۴، ابو داؤد، کتاب الحروف والقراءات، رقم ۳۹۸۳؛ وهو حسن، ترمذی ۲۹۳۲ بدون (یا عبادی.....)

⑥ ۶۶/التحریم: ۱۰۔

قِيلَ يٰ نُوحُ اهْبِطْ بِسَلَامٍ مِّنَّا وَبَرَكَاتٍ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ اٰمِرٍ مِّنْ مَّعَكَ ۗ وَاٰمِرٌ

سَمِعْتَهُمْ لَمَّا رَمَوْهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيمٌ ﴿۳۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَا اِلَيْكَ ۗ

مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَا اَنْتَ وَلَا قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۗ فَاَصْبِرْ ۗ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۹﴾

ترجمہ: فرمایا گیا کہ اے نوح ہماری طرف کی سلامتی اور برکتوں کے ساتھ اتر جو تجھ پر ہیں اور تیرے ساتھ بہت سی جماعتوں پر اور بہت سی وہ امتیں ہوں گی جنہیں ہم فائدہ تو ضرور پہنچائیں گے لیکن پھر انہیں ہماری طرف سے دردناک عذاب پہنچے گا۔ [۳۸] یہ خبریں غیب کی خبروں میں سے ہیں جن کی وحی ہم تیری طرف کرتے ہیں انہیں اس سے پہلے نہ تو جانتا تھا نہ تیری قوم بس تو صبر کرتا رہے یقین مان کہ انجام کار پر بیزاروں کے لئے ہی ہے۔ [۳۹]

= آپ نے فرمایا اس سے مراد زانا نہیں بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کی خیانت تو یہ تھی کہ لوگوں سے کہتی تھی یہ مجھ سے ہے۔ اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی خیانت یہ تھی کہ جو مہمان آپ کے ہاں آتے اپنی قوم کو خبر کر دیتی پھر آپ نے آیت ﴿اِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ﴾ پڑھی۔ ① حضرت سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ سے جب حضرت نوح علیہ السلام کے لڑکے کے بارے میں سوال ہوا تو آپ نے فرمایا کہ اللہ سچا ہے اس نے اسے حضرت نوح علیہ السلام کا لڑکا فرمادیا ہے۔ پس وہ یقیناً حضرت نوح علیہ السلام کا ثابت النسب لڑکا ہی تھا دیکھو اللہ فرماتا ہے ﴿وَنَادٰى نُوْحٌ نِّبْنٰهُ﴾ ② اور یہ بھی یاد رہے کہ بعض علما کا قول ہے کہ کسی نبی کی بیوی نے کبھی زنا کاری نہیں کی۔ ایسا ہی حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ اور جب ابن جریر رضی اللہ عنہ کا پسندیدہ ہے اور فی الواقع ٹھیک اور صحیح بات بھی یہی ہے۔ نوح علیہ السلام کا سستی سے اترنا: [آیت: ۳۸-۳۹] کشتی ٹھہری اور اللہ کا سلام آپ پر اور آپ کے تمام مؤمن ساتھیوں پر اور ان کی اولادوں میں سے قیامت تک جو ایمان دار آنے والے ہیں سب پر نازل ہوا۔ ساتھ ہی کافروں کے دنیوی فائدے سے مستفید ہونے اور پھر عذابوں میں گرفتار ہونے کا بھی اعلان ہوا۔ پس یہ آیت قیامت تک کے مؤمنوں کی سلامتی اور برکت پر اور کافروں کی سزا پر ہے۔ امام ابن اسحاق رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ جب جناب باری جل شانہ نے طوفان بند کرنے کا ارادہ فرمایا تو روئے زمین پر ایک ہوا بھیج دی جس نے پانی کو ساکن کر دیا اور اس کا ابلنا بند ہو گیا ساتھ ہی آسمان کے دروازے بھی جو اب تک پانی برسا رہے تھے بند کر دیئے گئے۔

زمین کو پانی کے جذب کر لینے کا حکم ہو گیا اسی وقت پانی کم ہونا شروع ہو گیا اور بقول اہل تورات کے ساتویں مہینے کی ستر ہوئیں تاریخ کشتی نوح جودی پر لگی۔ دسویں مہینے کی پہلی تاریخ کو پہاڑوں کی چوٹیاں کھل گئیں۔ اس کے چالیس دن کے بعد کشتی کے روزن پانی کے اوپر دکھائی دینے لگے پھر آپ نے کوئے کو پانی کی تحقیق کے لئے بھیجا لیکن وہ پلٹ کر نہ آیا۔ آپ نے کبوتر کو بھیجا جو اچس آیا اپنے پاؤں رکھنے کو اسے جگہ نہ ملی آپ نے اپنے ہاتھ پر لے کر اسے اندر لے لیا پھر سات دن کے بعد اسے دوبارہ بھیجا شام کو وہ واپس آیا اپنی چونچ میں زیتون کا پتہ لئے ہوئے تھا اس سے اللہ کے نبی نے معلوم کر لیا کہ پانی زمین سے کچھ ہی اونچا رہ گیا ہے۔ پھر سات دن کے بعد بھیجا اب کی مرتبہ وہ نہ لوٹا تو آپ نے سمجھ لیا کہ زمین بالکل خشک ہو چکی۔ الغرض پورے ایک سال کے بعد حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی کا سرپوش اٹھایا اور آواز آئی کہ اے نوح! ہماری نازل کردہ سلامتی کے ساتھ اب اتر آؤ۔

وَالِي عَادٍ آخَاهُمْ هُودًا ۖ قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۖ إِن أَنْتُمْ إِلَّا مُفْتَرُونَ ۗ يَقَوْمِ لَا أَسْأَلُكُمْ عَلَيْهِ أَجْرًا ۖ إِنَّ أَجْرِي إِلَّا عَلَى الَّذِي فَطَرَنِي ۖ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۗ وَيَقَوْمِ اسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَارًا وَيَزِدْكُمْ قُوَّةً إِلَى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِينَ ۗ

ترجمہ: عادیوں کی طرف ان کے بھائی ہود علیہ السلام کو ہم نے بھیجا اس نے کہا میری قوم والو اللہ ہی کی عبادت کیا کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم تو صرف بہتان بازی کر رہے ہو۔ [۵۰:۱] میرے قومی بھائیوں میں تم سے اس کی کوئی اجرت نہیں چاہتا میرا اجرا اس کے ذمے ہے جس نے مجھے پیدا کیا ہے تو کیا پھر بھی تم عقل سے کام نہیں لینے کے۔ [۵۱:۱] میری قوم کے لوگو تم اپنے پالنے والے سے اپنی تصویروں کی معافی طلب کرو اور اس کی جناب میں توبہ کرنا کہ وہ برسنے والے بادل تم پر بھیج دے اور تمہاری طاقت پر اور طاقت قوت بڑھادے تم باوجود گنہگار ہونے کے روگردانی نہ کرو۔ [۵۲:۱]

قصہ نوح اور اسی قسم کے گزشتہ واقعات وہ ہیں جو تیرے سامنے نہیں ہوئے لیکن بذریعہ وحی کے ہم تجھے ان کی خبر کر رہے ہیں اور تو لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت اس طرح کھول رہا ہے کہ گویا ان کے ہونے کے وقت تو وہیں موجود تھا۔ اس سے پہلے نہ تو تجھے ہی ان کی کوئی خبر تھی نہ تیری قوم میں سے کوئی اور ان کا علم رکھتا تھا کہ کسی کو بھی گمان ہو کہ شاید تو نے اس سے سیکھ لئے ہوں۔ پس صاف بات ہے کہ یہ وحی الہی سے تجھے معلوم ہوئے اور ٹھیک اسی طرح جس طرح اگلی کتابوں میں موجود ہیں۔ پس اب تجھے ان کے ستانے جھٹلانے پر صبر و سہار کرنی چاہئے ہم تیری مدد پر ہیں تجھے اور تیرے تابعداروں کو ان پر غلبہ دین گے انجام کے لحاظ سے تم ہی غالب رہو گے۔ یہی طریقہ اور پیغمبروں کا بھی رہا۔

حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کو دعوت: [آیت: ۵۰-۵۲] اللہ تعالیٰ نے حضرت ہود علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف اپنا رسول بنا کر بھیجا انہوں نے قوم کو اللہ کی توحید کی دعوت دی اور اس کے سوا اوروں کی پوجا پاٹ سے روکا اور بتلایا کہ جن کو تم پوجتے ہو ان کی پوجا خود تم نے گھڑ لی ہے۔ بلکہ ان کے نام اور وجود تمہارے خیالی ڈھکوسلے ہیں۔

ان سے کہا کہ میں اپنی اس نصیحت کا کوئی بدلہ اور معاوضہ تم سے نہیں چاہتا۔ میرا ثواب میرا رب مجھے دے گا جس نے مجھے پیدا کیا ہے۔ کیا تم یہ موٹی سی بات بھی عقل میں نہیں لاتے کہ دنیا آخرت کی بھلائی کی تمہیں راہ دکھانے والا تم سے کوئی اجرت طلب کرنے والا نہیں۔ تم استغفار میں لگ جاؤ گزشتہ گناہوں کی معافی اللہ تعالیٰ سے طلب کرو اور توبہ کرو آئندہ کے لئے گناہوں سے رک جاؤ۔ یہ دونوں باتیں جس میں ہوں اللہ تعالیٰ اس کی روزی اس پر آسان کرتا ہے۔ اس کا کام اس پر سہل کرتا ہے۔ اس کی شان کی حفاظت کرتا ہے۔ سنو ایسا کرنے سے تم پر بارشیں برابر عمدہ اور زیادہ برسیں گی اور تمہاری قوت طاقت میں دن دوگنی رات چوگنی برکتیں ہوں گی۔ حدیث شریف میں ہے ”جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل سے نجات دیتا ہے ہر تنگی سے کشادگی عطا فرماتا ہے اور

روزی تو ایسی جگہ سے پہنچاتا ہے جو خود اس کے بھی خواب و خیال میں بھی نہ ہو۔“ ①

① ابوداؤد، کتاب الوتر، باب فی الاستغفار ۱۵۱۸ وسندہ ضعیف، ابن ماجہ، ۳۸۱۹؛ عمل الیوم واللیلۃ، ۴۵۶؛ المعجم الکبیر، ۱۰۶۶۵؛ حاکم، ۷/۲۲۲۷ اس کی سند میں حکم بن مصعب مجہول راوی ہے (التقریب، ۱/۱۹۰، رقم: ۵۰۲)

قَالُوا يَهُودُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَمَا نَحْنُ بِتَارِكِي آلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ

بِمُؤْمِنِينَ ﴿۵۳﴾ إِنَّ نَقُولُ إِلَّا اعْتَرَاكَ بَعْضُ آلِهَتِنَا بِسُوءٍ ۗ قَالَ إِنِّي أُشْهِدُ اللَّهَ

وَأَشْهَدُوا أَنِّي بَرِيءٌ مِمَّا تُشْرِكُونَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُونِهِ فَلْيَدُونِي جَمِيعًا ثُمَّ لَا

تَنْظُرُونَ ﴿۵۵﴾ إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَرَبِّكُمْ ۗ مَا مِنْ دَابَّةٍ إِلَّا هُوَ آخِذٌ

بِنَاصِيَتِهَا ۗ إِنَّ رَبِّي عَلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ﴿۵۶﴾

ترجمہ: وہ کہنے لگے اے ہود! تو ہمارے پاس کوئی دلیل تو لایا نہیں اور ہم صرف تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور نہ ہم تجھ پر ایمان لانے والے ہیں۔ [۵۳] بلکہ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تو ہمارے کسی معبود کے برے چھپنے میں آ گیا ہے اس نے جواب دیا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں تو اللہ کے سوا ان سب سے بیزار ہوں جنہیں تم اللہ کا شریک بنا رہے ہو۔ [۵۴] اچھا تم سب مل کر میرے حق میں بدی کرو اور مجھے بالکل ہی مہلت بھی نہ دو۔ [۵۵] میرا بھروسہ صرف اللہ تعالیٰ پر ہی ہے جو میرا اور تم سب کا پروردگار ہے جتنے بھی پاؤں دھرنے والے ہیں سب کی چوٹیاں وہی تھامے ہوئے ہے یقیناً میرا رب بالکل صحیح راہ پر ہے [۵۶]

حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت اور قوم کا جواب: [آیت: ۵۳-۵۶] قوم ہود نے اپنے نبی کی نصیحت سن کر جواب دیا کہ آپ جس چیز کی طرف ہمیں بلا رہے ہیں اس کی کوئی دلیل و حجت تو ہمارے پاس آپ لائے نہیں۔ اور یہ ہم کرنے سے مبرا ہیں کہ آپ کہیں اپنے معبودوں کو چھوڑ دو اور ہم چھوڑ ہی دیں۔ نہ ہم آپ کو سچا ماننے والے ہیں نہ آپ پر ایمان لانے والے۔ بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ چونکہ تو ہمیں ہمارے ان معبودوں کی عبادت سے روک رہا ہے اور انہیں عیب لگاتا ہے اس لئے جھنجھلا کر ان میں سے کسی کی مارتھ پر پڑی ہے۔ تیری عقل ہٹ گئی ہے یہ سن کر اللہ کے نبی نے فرمایا اگر یہی ہے تو سنو میں نہ صرف تمہیں ہی بلکہ اللہ کو بھی گواہ کر کے اعلان کرتا ہوں کہ اللہ کے سوا جس جس کی عبادت ہو رہی ہے سب سے بری اور بیزار ہوں۔ اب تم ہی نہیں بلکہ اپنے ساتھ اوروں کو بھی بلا لو اور اپنے ان سب جھوٹے معبودوں کو بھی ملا لو۔ اور تم سے جو ہو سکے مجھے نقصان پہنچا دو۔ مجھے کوئی مہلت نہ لینے دو نہ مجھ پر کوئی ترس کھاؤ۔ جو نقصان تمہارے بس میں ہو مجھے پہنچانے میں کمی نہ کرو۔ میرا توکل ذات اللہ پر ہے وہ میرا اور تمہارا سب کا مالک ہے ناممکن کہ اس کی منشا بغیر میرا لگاؤ کوئی بھی کر سکے۔

دنیا بھر کے جاندار اس کے قبضے میں اور اس کی ملکیت میں ہیں۔ کوئی نہیں جو اس کے حکم سے باہر اس کی بادشاہی سے الگ ہو۔ وہ ظالم نہیں جو تمہارے منصوبے پورے ہونے دے وہ صحیح راستے پر ہے۔ بندوں کی چوٹیاں اس کے ہاتھ میں ہیں۔ مؤمن پر وہ اس سے بھی زیادہ مہربان ہے جو مہربانی ماں باپ کی اولاد پر ہوتی ہے۔ وہ کریم ہے اس کے کرم کی کوئی حد نہیں اسی وجہ سے بعض لوگ بہک جاتے ہیں اور غافل ہو جاتے ہیں۔

حضرت ہود علیہ السلام کے اس فرمان پر وہ بارہ غور کیجئے کہ آپ نے عادیوں کے لئے اپنے اس قول میں اللہ کی توحید کی بہت سی دلیلیں بیان کر دیں۔ بتلادیا کہ جب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نفع نقصان نہیں پہنچا سکتا، جب اس کے سوا کسی چیز پر کسی کا قبضہ نہیں تو پھر وہی ایک مستحق عبادت ٹھہرا اور جن کی عبادت تم اس کے سوا کر رہے ہو وہ سب باطل ٹھہرے۔ اللہ تعالیٰ ان سے پاک ہے۔ ملک تصرف =

فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ مَا أُرْسِلْتُ بِهِ إِلَيْكُمْ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّي قَوْمًا غَيْرَكُمْ وَلَا
تَضُرُّونَهُ شَيْئًا إِنَّ رَبِّي عَلَى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيظٌ ۝ وَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُودًا
وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَنَجَّيْنَاهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيظٍ ۝ وَبَلَّغْنَا عَادًا
حَدَّهُمْ وَإِبْرَاهِيمَ وَعِصْوَارَ سُلَّةً وَابْتَعُوا أَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيدٍ ۝ وَأَتَّبَعُوا فِي هَذِهِ
الدُّنْيَا لَعْنَةً وَيَوْمَ الْقِيَامَةِ ۝ الْآلِ إِنَّ عَادًا كَفَرُوا رَبَّهُمْ ۝ الْآبَعْدَ الْعَادِ قَوْمٌ هُودٌ ۝
وَالِى كَمُودٌ أَخَاهُمْ صَالِحًا ۝ قَالَ يَقَوْمِ أَعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنِّ إِلَهٍ غَيْرُهُ ۝ هُوَ أَنشَأَكُمْ
مِّنَ الْأَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيهَا فَاسْتَغْفِرُوا لَهُمْ تَتَوَبَّوْا إِلَيْهِ ۝ إِنَّ رَبِّي قَرِيبٌ مُّجِيبٌ ۝

ترجمہ: پس اگر تم روگردانی کر لو تو کرویس تو تمہیں وہ پیغام پہنچا چکا جو دے کر مجھے تمہاری طرف بھیجا گیا تھا میرا رب تمہارے قائم مقام اور لوگوں کو کر دے گا اور تم اس کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکو گے یقیناً میرا پروردگار ہر چیز پر نگہبان ہے۔ [۵۷-۵۸] جب ہمارا حکم آ پہنچا ہم نے ہود علیہ السلام کو اور اس کے مسلمان ساتھیوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات عطا فرمائی اور ہم نے ان سب کو سخت عذاب سے بال بال بچا لیا [۵۸] یہ تھے عادی جنہوں نے اپنے رب کی آیتوں کا انکار کر دیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی اور ہر ایک سرکش مخالف کے حکم کی تابعداری کی۔ [۵۹] دنیا میں بھی ان کے پیچھے لعنت لگا دی گئی اور قیامت کے دن بھی دیکھو تو تم عادی نے اپنے رب سے کفر کیا ہود علیہ السلام کی قوم کے عادیوں پر لعنت ہو۔ [۶۰] ثمود یوں کی طرف ان کے بھائی صالح علیہ السلام کو بھیجا اس نے کہا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں اسی نے تمہیں زمین سے پیدا کیا ہے اور اسی نے اس زمین میں تمہیں بسایا ہے پس تم اس سے معافی طلب کرو اور اس کی طرف رجوع کرو جنگ میرا رب سب کے پاس ہی ہے اور ہے بھی دعاؤں کا قبول کرنے والا۔ [۶۱]

= قبضہ اختیار اسی کا ہے۔ سب اسی کی ماتحتی میں ہیں۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

قوم عاد کی سرکشی: [آیت ۵۷-۶۱] حضرت ہود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اپنا کام تو میں پورا کر چکا اللہ کی رسالت تمہیں پہنچا چکا۔ اب اگر تم منہ موڑ لو اور نہ مانو تو تمہارا وبال تم پر ہی ہے نہ کہ مجھ پر اللہ میں قدرت ہے کہ وہ تمہاری جگہ انہیں دے جو اس کی توحید کو مانتے اور صرف اسی کی عبادت کریں۔ اسے تمہاری کوئی پرواہ نہیں تمہارا کفر اسے کوئی نقصان نہیں دے گا۔ بلکہ اس کا وبال تم پر ہی ہے میرا رب بندوں پر شاہد ہے ان کے اقوال و افعال اس کی نگاہ میں ہیں۔ آخر ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب آ گیا۔ خیر و برکت سے خالی عذاب و سزا بھری ہوئی آندھیاں ان پر چلنے لگیں۔ اس وقت حضرت ہود علیہ السلام اور آپ کی جماعت مسلمین اللہ کے فضل و کرم اور اس کے لطف و رحم سے نجات پا گئے سزاؤں سے بچ گئے۔ سخت عذاب ان پر سے ہٹا لئے گئے۔ یہ تھے عادی جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اللہ کے پیغمبروں کی مان کر نہ دی۔

یہ یاد رہے کہ ایک نبی کا نافرمان کل نبیوں کا نافرمان ہے۔ یہ انہی کی مانتے رہے جو ان میں ضدی اور سرکش تھے اللہ کی اور اس کے مومن بندوں کی لعنت ان پر برس پڑی اس دنیا میں بھی ان کا ذکر لعنت سے ہونے لگا اور قیامت کے دن بھی میدان محشر میں سب =

قَالُوا يَصْلِحْ قَدْ كُنْتَ فِينَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هَذَا أَتَنْهِنَا أَنْ نَعْبُدَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا
 وَإِنَّا لَفِي شَكِّ مِمَّا تَدْعُونَا إِلَيْهِ مُرِيبٌ ۝ قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَىٰ بَيِّنَةٍ
 مِّن رَّبِّي وَآتَيْتَنِي مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَتَّصِرُنِي مِنَ اللَّهِ إِنْ عَصَيْتُهُ فَمَا
 تَزِيدُونَنِي غَيْرَ تَخْسِيرٍ ۝ وَيَقَوْمِ هَذِهِ نَاقَةُ اللَّهِ لَكُمْ آيَةٌ فَذَرُوهَا تَأْكُلْ فِي أَرْضِ
 اللَّهِ وَلَا تَمْسُوهَا سَوْءَ فِعْلٍ أَخْذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيبٌ ۝ فَعَقَرُوهَا فَقَالَ تَشْعَوْنَ فِي دَارِكُمْ
 ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ ذَلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوبٍ ۝ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا نَجَّيْنَا صَالِحًا وَالَّذِينَ آمَنُوا
 مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِنَّا وَمِن خِزْيِ يَوْمِئِذٍ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيزُ ۝ وَأَخَذَ الَّذِينَ
 ظَلَمُوا الصَّيْحَةَ فَأَصْبَحُوا فِي دِيَارِهِمْ جُثِيمِينَ ۝ كَانَ لَمْ يَغْنَوْا فِيهَا ط الْآلِ إِنَّ ثَمُودَ
 كَفَرُوا رَبَّهُمْ ط الْآبَعْدَ الْهُودِ ۝

ترجمہ: وہ کہنے لگے اے صالح! اس سے پہلے تو ہم تجھ سے بہت کچھ امیدیں لگائے ہوئے تھے کیا تو ہمیں ان کی عبادتوں سے روک رہا ہے
 جن کی عبادت ہمارے باپ دادا کرتے چلے آئے ہمیں تو اس دین میں شک ہے جس کی طرف تو ہمیں بلاتا رہا ہے ہم تمہیں ہیں۔ [۶۳] اس نے
 جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو! راہِ تلواریں تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے کسی مضبوط دلیل پر ہوا اور اس نے مجھے اپنے پاس کی رحمت
 عطا کی ہو پھر اگر میں نے اس کی نافرمانی کر لی تو کون ہے جو اس کے مقابلے میں میری مدد کرے تم تو میرا نقصان ہی بڑھا رہے ہو۔ [۶۴]
 میری قوم والویہ ہے اللہ کی بھیجی ہوئی اونٹنی جو تمہارے لئے ایک معجزہ ہے اب تم اسے اللہ کی زمین میں کھاتی ہوئی چھوڑ دو اور اسے کسی طرح کی
 ایذا نہ پہنچاؤ ورنہ نوری عذاب تمہیں پکڑ لے گا۔ [۶۵] پھر بھی ان لوگوں نے اس اونٹنی کے پاؤں کاٹ کر اسے مار ڈالا اس پر صالح علیہ السلام نے
 کہا کہ اچھا اب تم اپنے گھروں میں تین دن تک تو رہ سلاویہ وعدہ چھوٹا نہیں ہے۔ [۶۶] پھر جب ہمارا فرمان آپہنچا ہم نے صالح علیہ السلام کو
 اور ان پر ایمان لانے والوں کو اپنے فضل سے اس سے بھی بچا لیا اور ان کی رسوائی سے بھی یقیناً تیرا پروردگار ہی نہایت توانا اور
 غالب ہے۔ [۶۷] ظالموں کو بڑے زور کی کڑک نے آدبوچا پھر تو وہ اپنے گھروں میں زانو کے بل مردہ پڑے ہوئے رہ گئے۔ [۶۸]
 ایسے کہ گویا وہاں کبھی آباد ہی نہ تھے آگاہ رہو کہ ثمودیوں نے اپنے رب سے کفر کیا، ان لوگوں ثمودیوں پر پھینکا رہے۔ [۶۸]

= کے سامنے ان پر اللہ کی لعنت ہوگی اور پکارا دیا جائے گا کہ عادی اللہ کے منکر ہیں۔ حضرت سدی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ان کے بعد
 جتنے نبی آئے سب ان پر لعنت ہی کرتے آئے۔ ان کی زبانی اللہ کی لعنتیں بھی ان پر ہوتی رہیں۔

حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت توحید: حضرت صالح علیہ السلام ثمودیوں کی طرف اللہ کے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ قوم کو آپ
 نے اللہ کی عبادت کرنے کی اور اس کے سوا دوسروں کی عبادت سے رکنے کی نصیحت کی۔ بتلایا کہ انسان کی ابتدائی پیدائش اللہ تعالیٰ نے
 مٹی سے شروع کی ہے تم سب کے باپ باو آدم علیہ السلام اسی مٹی سے پیدا ہوئے تھے۔ اسی نے اپنے فضل سے تمہیں زمین پر بسایا ہے =

وَلَقَدْ جَاءَتْ رُسُلَنَا إِبْرَاهِيمَ بِالْبُشْرَى قَالُوا سَلَامًا قَالَ سَلَّمَ فَمَا لَبِثَ أَنْ جَاءَ

بِعِجْلِ حَنِيذٍ ۝ فَلَمَّارًا أَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ إِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَأَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيفَةً ۝

قَالُوا لَا تَخَفْ إِنَّا أُرْسِلْنَا إِلَى قَوْمِ لُوطٍ ۝ وَامْرَأَتُهُ قَابِئَةُ فَضَحَتْ فَبَشَّرْنَاهَا

بِإِسْحَاقَ ۝ وَمِنْ وَّرَاءِ إِسْحَاقَ يَعْقُوبَ ۝ قَالَتْ يَوَيْلَ لِيَ آئِدُ وَأَنَا عَجُوزٌ وَهَذَا

بَعْلِي شَيْخًا ۝ إِنَّ هَذَا لَشَيْءٌ عَجِيبٌ ۝ قَالُوا أَتَعْجَبِينَ مِنْ أَمْرِ اللَّهِ رَحْمَةُ اللَّهِ

وَبَرَكَاتُهُ عَلَيْكُمْ أَهْلَ الْبَيْتِ ۝ إِنَّهُ حَمِيدٌ مَجِيدٌ ۝

ترجمہ: ہمارے بھیجے ہوئے ابراہیم علیہ السلام کے پاس خوشخبری لے کر پہنچے اور سلام کہا اس نے بھی جواب سلام دیا اور بغیر کسی دیر کے گائے کے بچے کا بھنا ہوا گوشت لے آیا۔ [۶۹] اب جو دیکھا کہ ان کے تو ہاتھ بھی اسے نہیں لگ رہے تو انہیں انجان پاکر دل ہی دل میں ان سے خوف کرنے لگا انہوں نے کہا ذرا نہیں ہم تو قوم لوط کی طرف بھیجے ہوئے آئے ہیں۔ [۷۰] اس کی بیوی جو کھڑی ہوئی تھی وہ ہنس دی تو ہم نے اسے اسحاق کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی خوش خبری دی۔ [۷۱] وہ کہنے لگی آہ میرے ہاں کیسے اولاد ہو سکتی ہے میں آپ پوری بڑھیا اور یہ ہیں میرے خاندان بھی بہت بڑی عمر کے یہ تو یقیناً بہت بڑے تعجب کی چیز ہے۔ [۷۲] فرشتوں نے کہا کیا تو اللہ کی قدرت سے تعجب کر رہی ہے تم پر اس گھر کے لوگوں اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں نازل ہوں بیشک اللہ سزاوار حمد و ثنا اور بڑی بزرگیوں والا ہے۔ [۷۳]

= کہ اس میں گزران کر رہے ہو۔ تمہیں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرنا چاہئے۔ اس کی طرف جھکے رہنا چاہئے۔ وہ بہت ہی قریب ہے اور قبول فرمانے والا ہے۔

شمودیوں کی اندھی تقلید کا ذکر: [آیت: ۶۲-۶۸] حضرت صالح علیہ السلام اور آپ کی قوم کے درمیان جو بات چیت ہوئی اس کا بیان ہو رہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ تو یہ بات زبان سے نہ نکال اس سے پہلے تو ہماری بہت کچھ امیدیں تجھ سے وابستہ تھیں لیکن تو نے ان سب پر پانی پھیر دیا اور لگا ہمیں پرانی روش اور باپ دادوں کی چال سے اور پوچھا پاٹ سے ہٹانے۔ ہمیں تو تیری اس نئی رہبری میں بڑا بھاری شک و شبہ ہے۔ آپ نے فرمایا سنو میں اعلیٰ دلیل پر ہوں میرے پاس رب کی نشانی ہے۔ مجھے اپنی سچائی پر دلی اطمینان ہے۔ میرے پاس اللہ کی رسالت کی رحمت ہے۔ اب اگر میں تمہیں اس کی دعوت نہ دوں اور اللہ کی نافرمانی کروں اور اس کی عبادت کی طرف تمہیں نہ بلاؤں تو کون ہے جو میری مدد کر سکے اور اللہ کے عذابوں سے مجھے بچا سکے؟ میرا ایمان ہے کہ مخلوق مجھے کام نہیں آسکتی۔ تم میرے لئے محض بے سود ہو۔ سوائے میرے نقصان کے تم میرا اور کچھ بڑھا نہیں سکتے۔

ان تمام آیتوں کی پوری تفسیر اور شمودیوں کی ہلاکت کے اور اونٹنی کے مفصل واقعات سورہ اعراف میں بیان ہو چکے ہیں یہاں و ہرانے کی ضرورت نہیں۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کا فرشتوں کی مہمانداری کرنا: [آیت: ۶۹-۷۳] حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس وہ فرشتے بطور مہمان بشکل انسان آتے ہیں جو قوم لوط کی ہلاکت کی خوشخبری اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں فرزند ہونے کی بشارت لے کر اللہ کی طرف =

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرَاهِيمَ الرَّوْعُ وَجَاءَتْهُ الْبُشْرَىٰ يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ۗ إِنَّ
إِبْرَاهِيمَ لَكَلِيمٌ ۝ أَوَآهٌ مُّْنِيبٌ ۝ يَا إِبْرَاهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هَذَا ۖ إِنَّكَ قَدْ جَاءَ أَمْرُ

رَبِّكَ ۗ وَاللَّهُمَّ اتِّبِعْهُم عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ۝

ترجمہ: جب ابراہیم علیہ السلام کا ڈر خوف جاتا رہا اور اسے بشارت بھی پہنچ چکی تو ہم سے قوم لوط کے بارے میں کہنے سننے لگے۔ [۷۳] یقیناً ابراہیم بہت تحمل والا نرم دل اور اللہ کی جانب جھکنے والا تھا۔ [۷۴] ابراہیم اس خیال کو چھوڑ دے تیرے رب کا حکم اپنچا ہے۔ ان پر نہ لوٹا جانا ہے والا عذاب ضرور آنے والا ہے۔ [۷۶]

== سے آئے ہیں وہ آ کر سلام کرتے ہیں آپ ان کے جواب میں سلام کہتے ہیں۔ اس لفظ کو پیش سے کہنے میں علم بیان کے مطابق ثبوت و دوام پایا جاتا ہے سلام کے بعد ہی حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے سامنے مہمان داری پیش کرتے ہیں۔ گھنجرے کا گوشت جسے گرم پتھروں پر سینک لیا گیا تھا لاتے ہیں۔ جب دیکھا کہ نووارد مہمانوں کے ہاتھ تو بڑھتے ہی نہیں اس وقت ان سے کچھ بدگمان سے ہو گئے اور کچھ دل میں خوف کھانے لگے۔ حضرت سدی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہلاکت قوم لوط کے لئے جو فرشتے بھیجے گئے وہ بصورت نوجوان انسان زمین پر آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھر پر اترے آپ نے انہیں دیکھ کر بڑی تکریم کی جلدی جلدی اپنا گھنجرالے کر اسے گرم پتھروں پر سینک کر لاکھا اور خود بھی ان کے ساتھ دسترخوان پر بیٹھ گئے۔ آپ کی بیوی صاحبہ حضرت سارہ کھلانے پلانے کے کام کاج میں لگ گئیں۔ ظاہر ہے کہ فرشتے کھانا نہیں کھاتے۔ وہ کھانے سے رکے اور کہنے لگے ابراہیم! ہم جب تک کسی کھانے کی قیمت نہ دے دیں کھایا نہیں کرتے۔ آپ نے فرمایا ہاں قیمت دے دیجئے انہوں نے پوچھا کیا قیمت ہے؟ آپ نے فرمایا بسم اللہ پڑھ کر کھانا شروع کرنا اور کھانا کھا کر الحمد للہ کہنا یہی اس کی قیمت ہے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضرت میکائیل علیہ السلام کی طرف دیکھا اور آپس میں کہا کہ فی الواقع یہ اس قابل ہیں کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنا غلیل بنائے۔

اب بھی جو انہوں نے کھانا شروع نہ کیا تو آپ کے دل میں طرح طرح کے خیالات گزرنے لگے۔ حضرت سارہ نے دیکھا کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام ان کے اکرام میں یعنی ان کے کھلانے کی خدمت میں ہیں تاہم وہ کھانا نہیں کھاتے تو ان مہمانوں کی اس عجیب حالت پر انہیں بے ساختہ ہنسی آ گئی۔ ① حضرت ابراہیم علیہ السلام کو خوف زدہ دیکھ کر فرشتوں نے کہا آپ خوف نہ کیجئے۔ اب وہشت دور کرنے کے لئے اصلی واقعہ کھول دیا کہ ہم کوئی انسان نہیں فرشتے ہیں قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں کہ انہیں ہلاک کریں۔ حضرت سارہ کو قوم لوط کی ہلاکت کی خبر نے خوش کر دیا۔ اسی وقت انہیں ایک دوسری خوش خبری بھی ملی کہ اس ناامیدی کی عمر میں تمہارے ہاں بچہ ہوگا۔ انہیں یہ بھی تعجب تھا کہ جس قوم پر اللہ کا عذاب اتر رہا ہے وہ پوری غفلت میں ہے۔ الغرض فرشتوں نے آپ کو اسحاق نامی بچہ ہونے کی بشارت دی۔ اور پھر اسحاق علیہ السلام کے یہاں یعقوب علیہ السلام کے ہونے کی بھی ساتھ ہی خوش خبری سنائی۔

اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا گیا ہے کہ ذبح اللہ حضرت اسمعیل علیہ السلام تھے کیونکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی تو بشارت دی گئی تھی اور ساتھ ہی ان کے ہاں بھی اولاد ہونے کی بشارت دی گئی تھی۔ یہ سن کر حضرت سارہ نے عورتوں کی عام عادت کے مطابق اس پر تعجب ظاہر کیا کہ میاں بیوی دونوں کے اس بڑھے ہوئے بڑھاپے میں اولاد کیسی؟ یہ تو سخت حیرت کی بات ہے۔ فرشتوں =

وَلَمَّا جَاءَتْ رُسُلَنَا لُوطًا سَيِّئًا بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذُرْعًا وَقَالَ هَذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ۝

وَجَاءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ۖ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ ۖ قَالَ يَقَوْمِ

هَؤُلَاءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَلَا تُخْزُونِ فِي ضَيْفِي ۖ أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ

رَشِيدٌ ۝ قَالَوَالْقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنَاتِكَ مِنْ حَقٍّ ۖ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ۝

ترجمہ: جب ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے لوط علیہ السلام کے پاس پہنچے تو وہ ان کی وجہ سے بہت غمگین ہو گیا اور دل ہی دل میں کڑھنے لگا اور کہنے لگا کہ آج کا دن بڑی مصیبت کا دن ہے۔ [۷۷] اس کی قوم دوڑتی ہوئی اس کے پاس آ پہنچی وہ تو پہلے ہی سے بدکاریوں میں مبتلا تھی لوط علیہ السلام نے کہا ہے قوم کے لوگو یہ ہیں میری بیٹیاں جو تمہارے لئے بہت ہی پاکیزہ ہیں اللہ سے ڈرو اور مجھے میرے مہمانوں میں رسوا نہ کرو کیا تم میں ایک بھی بھلا آدمی نہیں۔ [۷۸] انہوں نے جواب دیا کہ تو بخوبی جانتا ہے کہ ہمیں تو تیری لڑکیوں کی کوئی حاجت ہی نہیں تو ہماری اصلی حاجت سے بخوبی واقف ہے۔ [۷۹]

== نے کہا کہ امر اللہ میں کیا حیرت؟ تم دونوں کو اس عمر میں ہی اللہ بیٹا دے گا، گو تم سے آج تک کوئی اولاد نہیں ہوئی، اور تمہارے میاں کی عمر بھی ڈھل چکی ہے لیکن اللہ کی قدرت میں کمی نہیں۔ وہ جو چاہے ہو کر رہتا ہے۔ اے نبی کے گھر والو! تم پر اللہ کی رحمتیں اور اس کی برکتیں ہیں تمہیں اس کی قدرت میں تعجب نہ کرنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ تعریفوں والا اور بزرگ ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے کہ صحابہ کرامؓ نے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! ہم نے آپ پر سلام بھیجا تو سیکھ لیا جبکہ آپ پر درد کیسے بھیجا جائے تو آپ نے فرمایا: کہو "اللہم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراہیم و آل ابراہیم وبارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی آل ابراہیم انک حمید مجید" ①

[آیت: ۷۳-۷۶] [۷۶-۷۷] مہمانوں کے کھانا نہ کھانے کی وجہ سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں جو دہشت سائی تھی ان کا حال کھل جانے پر وہ دور ہو گئی پھر آپ نے اپنے ہاں لڑکا ہونے کی خوش خبری بھی سن لی۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ فرشتے قوم لوط کی ہلاکت کے لئے بھیجے گئے ہیں تو آپ فرمانے لگے کہ اگر کسی بستی میں تین سو مؤمن ہوں کیا پھر بھی وہ بستی ہلاک کی جائے گی؟ حضرت جبرائیل علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ نہیں۔ پھر پوچھا کہ اگر چالیس ہوں؟ جواب ملا پھر بھی نہیں۔ دریافت کیا اگر تیس ہوں؟ کہا گیا پھر بھی نہیں۔ یہاں تک کہ تعداد گھٹاتے گھٹاتے پانچ کی بابت پوچھا۔ فرشتوں نے یہی جواب دیا پھر ایک ہی کی نسبت سوال کیا اور یہی جواب ملا تو آپ نے فرمایا پھر اس بستی کو حضرت لوط علیہ السلام کی موجودگی میں تم کیسے ہلاک کرو گے؟ فرشتوں نے کہا ہمیں وہاں حضرت لوط علیہ السلام کی موجودگی کا علم ہے اسے اور اس کی اہل کو سوائے اس کی بیوی کے ہم بچالیں گے۔ ② اب آپ کو اطمینان ہوا اور خاموش ہو گئے۔ ③ حضرت ابراہیم علیہ السلام بردبار، نرم دل اور رجوع رہنے والے تھے۔ اس آیت کی تفسیر پہلے گزر چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کی بہترین صفیں بیان فرمائی ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اس گفتگو اور سفارش کے جواب میں فرمان باری تعالیٰ ہوا کہ اب آپ اس سے چشم پوشی کیجئے اللہ کی قضا نافذ و جاری ہوگی اب عذاب آئے گا اور وہ لوٹا یا نہ جائے گا۔

① صحیح بخاری، کتاب الدعوات، باب الصلاة علی النبی ﷺ، ۶۳۵۷؛ صحیح مسلم ۴۰۶؛ ابوداؤد، ۹۷۶؛ ترمذی، ۴۸۳؛ ابن ماجہ ۹۰۴؛ دارمی، ۱۳۱۶؛ احمد، ۲۴۱/۴؛ مسند الطیالسی، ۱۰۶۱۔ ② العنکبوت: ۳۲۔ ③ الطبری، ۱۵/۴۰۳۔

قوم لوط کا کردار: [آیت: ۷۷-۷۹] حضرت ابراہیم علیہ السلام کو یہ فرشتے اپنا بھید بنا کر وہاں سے چل دیئے اور حضرت لوط علیہ السلام کے پاس ان کی زمین میں یا ان کے مکان میں پہنچے۔ امر خوب صورت لڑکوں کی شکل میں تھے تاکہ قوم لوط کی پوری آزمائش ہو جائے۔ حضرت لوط علیہ السلام ان مہمانوں کو دیکھ کر قوم کی حالت سامنے رکھ کر سٹ بنا گئے دل ہی دل میں بیچ تاب کھانے لگے کہ اگر انہیں مہمان بنانا ہوں تو ممکن ہے خبر پا کر لوگ چڑھ دوڑیں اور اگر مہمان نہیں رکھتا تو یہ انہی کے ہاتھ پڑ جائیں گے۔ زبان سے بھی نکل گیا کہ آج کا دن بڑا ہیبت ناک دن ہے۔ قوم والے اپنی شرارت سے باز نہیں آئیں گے۔ مجھ میں ان کے مقابلہ کی طاقت نہیں، کیا ہوگا؟

قائدہ ﷺ فرماتے ہیں حضرت لوط علیہ السلام اپنی زمین میں تھے کہ یہ فرشتے بصورت انسان آئے اور ان کے مہمان بنے۔ شر مٹا دیا انکار تو نہ کر سکے اور انہیں لے کر گھر چلے۔ راستہ میں صرف اس نیت سے کہ یہ اب بھی وہاں چلے جائیں ان سے کہا کہ واللہ یہاں کے لوگوں سے زیادہ برے اور خبیث لوگ اور کہیں کے نہیں ہیں، کچھ دور جا کر پھر یہاں کی غرض گھر پہنچنے تک چار بار یہی کہا۔

فرشتوں کو اللہ کا حکم بھی یہی تھا کہ جب تک ان کا نبی ان کی برائی نہ بیان کرے انہیں ہلاک نہ کرنا۔ ① سدی ﷺ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے چل کر دو پہر کو یہ فرشتے نہر سدوم پہنچے وہاں حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی جو پانی لینے گئی تھیں مل گئیں۔ ان سے انہوں نے پوچھا کہ یہاں ہم کہیں ٹھہر سکتے ہیں۔ اس نے کہا کہ آپ ہمیں رکھنے میں واہس آ کر جواب دوں گی۔ انہیں ڈر لگا کہ اگر قوم والوں کے ہاتھ یہ لگ گئے تو ان کی بڑی بے عزتی ہوگی۔ یہاں آ کر والد صاحب سے ذکر کیا کہ شہر کے دروازے پر چند پردہ کی نوعمر لوگ ہیں جن جیسے میں نے تو آج تک نہیں دیکھے۔ جاؤ اور انہیں ٹھہراؤ ورنہ قوم والے انہیں ستائیں گے۔ اس ہستی کے لوگوں نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہہ رکھا تھا کہ دیکھو کسی باہر والے کو تم اپنے ہاں ٹھہرایا نہ کرو ہم آپ سب کچھ کر لیا کریں گے۔ آپ نے جب یہ حالت سنی تو جا کر چپکے سے انہیں اپنے گھر لے آئے۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے دی۔ مگر آپ کی بیوی جو قوم سے ملی ہوئی تھی اسی کے ذریعہ بات پھوٹ نکلی۔ اب کیا تھا دوڑے بھاگے آ گئے جسے دیکھو خوشیاں مناتا جلدی جلدی لپکتا چلا آتا ہے ان کی تو یہ خوبصورت ہو گئی تھی اس سیاہ کاری کی تو گویا انہوں نے عادت بنالی تھی۔ اس وقت اللہ کے نبی انہیں نصیحت کرنے لگے کہ تم اس بدخصلت کو چھوڑو۔ اپنی خواہشیں عورتوں سے پوری کرو ﴿بِنَاتِنِي﴾ یعنی میری لڑکیاں اس لئے فرمایا کہ ہر نبی اپنی امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ ② قرآن کریم کی اور آیت میں ہے کہ اس وقت انہوں نے کہا تھا کہ ہم تو پہلے ہی آپ کو منح کر چکے تھے ③ کہ کسی کو اپنے ہاں نہ ٹھہرایا کرو۔

حضرت لوط علیہ السلام نے انہیں سمجھایا اور دنیا و آخرت کی بھلائی انہیں سمجھائی اور کہا کہ عورتیں ہی اس بات کے لئے موزوں ہیں ان سے نکاح کر کے اپنی خواہش پوری کرنا ہی پاک کام ہے۔ حضرت مجاہد ﷺ فرماتے ہیں یہ نہ سمجھا جائے کہ آپ نے اپنی لڑکیوں کی نسبت یہ فرمایا تھا نہیں بلکہ نبی اپنی پوری امت کا گویا باپ ہوتا ہے۔ قائدہ ﷺ وغیرہ سے بھی یہی مروی ہے۔ امام ابن جریر ﷺ فرماتے ہیں یہ بھی نہ سمجھنا چاہئے کہ حضرت لوط علیہ السلام نے عورتوں سے بے نکاح ملاپ کرنے کو فرمایا ہو۔ نہیں مطلب آپ کا ان سے نکاح کر لینے کے حکم کا تھا۔ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرو میرا کہا مانو عورتوں کی طرف رغبت کرو۔ ان سے نکاح کر کے حاجت روائی کرو۔ مردوں کی طرف اس رغبت سے نہ آؤ۔ اور خصوصاً یہ تو میرے مہمان ہیں۔ میری عزت کا خیال کرو کیا تم میں ایک بھی سمجھدار نیک راہ یافتہ بھلا آدمی نہیں؟ اس کے جواب میں ان سرکشوں نے کہا کہ ہمیں عورتوں سے کوئی سروکار ہی نہیں۔ یہاں بھی ﴿بِنَاتِنِي﴾ یعنی تیری لڑکیاں کے لفظ سے مراد قوم کی عورتیں ہیں۔ اور تجھے معلوم ہے کہ ہمارا ارادہ کیا ہے؟ یعنی ہمارا ارادہ ان لڑکوں سے ملنے کا۔

قَالَ لَوْ أَنَّ لِي بِكُمْ قُوَّةً أَوْ آوِيًّا إِلَىٰ رُكْنٍ شَدِيدٍ ﴿٨٠﴾ قَالُوا يَا لَيْلُوطُ إِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ

يَصْلُوا إِلَيْكَ فَأَسْرِ بِأَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ اللَّيْلِ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنكُمْ أَحَدٌ إِلَّا أَمْرًا تَكْ

إِنَّهُ مُصِيبُهَا مَا أَصَابَهُمْ ﴿٨١﴾ إِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ط أَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ﴿٨٢﴾

ترجمہ: لوط علیہ السلام نے کہا کاش کہ مجھ میں تم سے مقابلہ کرنے کی قوت ہوتی یا میں کسی مضبوط آسرے کی پناہ میں ہوتا۔ [۸۰] اب فرشتوں نے کہا لوط! ہم تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں ناممکن کہ یہ تجھ تک پہنچ جائیں پس تو اپنے گھروالوں کو لے کے کچھ رات رہے نکل کھڑا ہو تم میں سے کسی کو مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہیے بجز تیری بیوی کے کہ اسے بھی وہی پہنچنے والا ہے جو ان سب کو پہنچے گا یقیناً ان کے وعدے کا وقت صبح کا ہے کیا صبح بالکل نزدیک ہی نہیں۔ [۸۱]

= ہے۔ پھر جھگڑا اور نصیحت بے سود ہے۔

قوم لوط کا خلاف فطرت عمل: [آیت: ۸۰-۸۱] حضرت لوط علیہ السلام نے جب دیکھا کہ میری نصیحت ان پر اثر نہیں کرتی تو انہیں دھکے مارا کہ اگر مجھ میں قوت طاقت ہوتی یا میرا کنبہ قبیلہ زور دار ہوتا تو میں تمہیں تمہاری اس شرارت کا مزہ چکھا دیتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حدیث میں فرمایا ہے ’اللہ کی رحمت ہو حضرت لوط علیہ السلام پر کہ وہ زور آور قوم کی پناہ لینا چاہتے تھے۔ مراد اس سے ذات باری تعالیٰ عزوجل ہے۔ آپ کے بعد پھر جو پیغمبر بھیجا گیا وہ اپنی قوم کی ثروت میں ہی بھیجا گیا۔‘ ① ان کی افسردگی اور کامل ملال اور تنگ دلی کے وقت فرشتوں نے اپنے تئیں ظاہر کر دیا کہ ہم اللہ کے بھیجے ہوئے ہیں۔ یہ لوگ ہم تک یا آپ تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔ آپ رات کے آخری حصہ میں اپنے اہل و عیال کو لے کر یہاں سے نکل جائیے۔ خود ان سب کے پیچھے رہیے۔ اور سیدھے اپنی راہ چلے جائیے۔ قوم والوں کی آہ و بکا پر ان کے چیخنے چلانے پر تمہیں مڑ کر بھی نہ دیکھنا چاہئے پھر اس اثبات سے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کا استثنا کر لیا کہ وہ اس حکم کی پابندی نہ کر سکے گی۔ وہ عذاب کے وقت کی قوم کی ہائے وائے سن کر مڑ کر دیکھے گی اس لئے کہ اللہ قضا میں اس کا بھی ان کے ساتھ ہلاک ہونا طے ہو چکا ہے۔

ایک قرأت میں (إِلَّا أَمْرًا تَكْ) کی پیش سے بھی ہے جن لوگوں کے نزدیک پیش اور زبرد دونوں جائز ہیں ان کا بیان ہے کہ آپ کی بیوی بھی یہاں سے نکلنے میں آپ کے ساتھ تھی لیکن عذاب کے نازل ہونے پر قوم کا شور سن کر صبر نہ کر سکی۔ مڑ کر ان کی طرف دیکھا اور زبان سے نکل گیا کہ ہائے میری قوم۔ اسی وقت آسمان سے ایک پتھر اس پر بھی آیا اور اس کا بھی ڈھیر ہو گیا۔

حضرت لوط علیہ السلام کی مزید تشفی کے لئے فرشتوں نے اس خبیث قوم کی ہلاکت کے وقت کی نزدیکی بھی بیان کر دی کہ صبح ہوتے ہی یہ تباہ ہو جائے گی اور صبح اب بالکل قریب ہے یہ کور باطن آپ کا گھر گہرے ہوئے تھے اور ہر طرف سے لپکتے ہوئے آہنچے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اور وازے پر کھڑے ہوئے ان لوہیوں کو روک رہے تھے جب کسی طرح وہ نہ مانے اور حضرت لوط علیہ السلام آزر وہ خاطر سے ہو کر تنگ آگئے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام گھر میں سے نکلے اور ان کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے ان کی آنکھیں اندھی ہو گئیں۔ ② حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ خود حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی ان لوگوں کے پاس آتے انہیں =

① صحیح بخاری کتاب احادیث الانبیاء باب ﴿وَلَوْ طَا إِذْ قَالَ لَقَوْمُهُ أَتَانُونَ الْفَاحِشَةَ﴾ ۳۳۷۵؛ صحیح مسلم ۱۵۱؛ مختصراً

ترمذی ۳۱۱۶؛ احمد، ۲/۳۲۲؛ مشکل الآثار ۳۳۰؛ ابن حبان ۲۶۰۶۔ ② ۵۴/ القمر: ۳۷۔

فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَلَىٰهَا سَافِلَهَا وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَابًا مِّن سِجِّيلٍ ۝۸۲

مَنْصُودٌ ۝۸۳ مَسُومَةٌ عِنْدَ رَبِّكَ ۝ وَمَا هِيَ مِنَ الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ ۝۸۴

ترجمہ: پھر جب ہمارا حکم آپہنچا ہم نے اس بستی کو زیر و زبر کر دیا اور پر کا حصہ نیچے کر دیا اور اس پر نکلنے والے پتھر برسائے جو تہہ بہ تہہ تھے۔ [۸۲]
نشان دار تھے تیرے رب کی طرف سے اور وہ ان ظالموں سے کچھ بھی دور نہ تھے۔ [۸۳]

= سمجھاتے کہ دیکھو اللہ کا عذاب نہ خریدو مگر انہوں نے ظلیل اللہ کی بھی نہ مان کر دی۔ یہاں تک کہ عذابوں کے آنے کا قدرتی وقت آپہنچا۔ فرشتے حضرت لوط علیہ السلام کے پاس آئے آپ اس وقت اپنے کھیت میں کام کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ آج کی رات ہم آپ کے مہمان ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام کو فرمان الہی ہو چکا تھا کہ جب تک حضرت لوط علیہ السلام تین مرتبہ ان کی بدچلنی کی شہادت نہ دے لیں ان پر عذاب نہ کیا جائے۔ آپ جب انہیں لے کر چلے تو چلتے ہی خبر دی کہ یہاں کہ لوگ بڑے بد ہیں۔ یہ یہ برائی ان میں گھسی ہوئی ہے۔ کچھ دور اور جانے کے بعد دوبارہ کہا کہ کیا تمہیں اس بستی کے لوگوں کی برائی کی خبر نہیں؟ میرے علم میں تو اس روئے زمین پر ان سے زیادہ برے لوگ نہیں آہ میں تمہیں کہاں لے جاؤں؟ میری قوم تو تمام مخلوق سے بدتر ہے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرشتوں سے کہا دیکھو دو مرتبہ یہ کہہ چکے۔ جب انہیں لے کر آپ اپنے گھر کے دروازے پر پہنچے تو رنج و افسوس سے رو دیئے اور کہنے لگے میری قوم تمام مخلوق سے بدتر ہے۔ تمہیں کیا معلوم نہیں کہ یہ کیسے بدی میں مبتلا ہیں روئے زمین پر کوئی بستی اس بستی سے بری نہیں۔ اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے پھر فرشتوں سے فرمایا دیکھو تین مرتبہ یہ اپنی قوم کی بدچلنی کی شہادت دے چکے یا در کھنا اب عذاب ثابت ہو چکا۔

گھر میں گئے اور یہاں سے آپ کی بڑھیا بیوی اونچی جگہ پر چڑھ کر کپڑا ہلانے لگی جسے دیکھتے ہی بستی کے بدکار دوڑ پڑے۔ پوچھا کیا بات ہے اس نے کہا لوط کے ہاں مہمان آئے ہیں میں نے تو ان سے زیادہ خوب صورت اور ان سے زیادہ خوشبودار لوگ گھسی دیکھے ہی نہیں۔

اب کیا تھا یہ خوشی خوشی مٹھیاں بند کئے دوڑتے بھاگتے حضرت لوط علیہ السلام کے گھر گئے۔ چو طرف سے آپ کے گھر کو گھیر لیا۔ آپ نے انہیں قسمیں دیں نصیحتیں کیں فرمایا کہ عورتیں بہت ہیں لیکن وہ اپنی شرارت اور اپنے بد ارادے سے باز نہ آئے اس وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے ان کے عذاب کی اجازت چاہی اللہ کی جانب سے اجازت مل گئی۔ آپ نے اصلی صورت کا پر کھول دیا۔ آپ کے دو پر ہیں جن پر موتیوں کا جڑاؤ ہے۔ آپ کے دانت صاف چمکتے ہوئے ہیں آپ کی پیشانی اونچی اور بڑی ہے۔ مرجان کی طرح دانے ہیں جو لولہ ہیں اور آپ کے پاؤں بزی کی طرف ہیں۔

حضرت لوط علیہ السلام سے آپ نے فرمایا کہ ہم تو تیرے پروردگار کے بھیجے ہوئے ہیں یہ لوگ تجھ تک پہنچ نہیں سکتے آپ اس دروازے سے نکل جائیں یہ کہہ کر ان کے منہ پر اپنا پر مارا جس سے وہ اندھے ہو گئے راستوں تک کو نہیں پہچان سکتے تھے۔ حضرت لوط علیہ السلام اپنے اہل کو لے کر راتوں رات چل دیئے یہی اللہ کا حکم بھی تھا محمد بن کعب قتادہ صدیق رضی اللہ عنہم وغیرہ کا یہی بیان ہے۔
قوم لوط پر اللہ تعالیٰ کا عذاب: [آیت ۸۲-۸۳] سورج کے نکلنے کے وقت اللہ کا عذاب ان پر آ گیا۔ ان کی بستی سدوم نامی تہہ و بالا ہو گئی۔ عذاب نے اوپر تلے سے ڈھا تک لیا۔ آسمان سے پتھر کی مٹی کے ان پر برسے لگے جو سخت اور زنی اور بہت بڑے بڑے =

وَالِي مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا قَالَ يَقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ وَلَا

تَنْقُصُوا الْبَيْكِيَالَ وَالْيَزَانَ إِنِّي أَرَاكُمْ بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ۝

وَيَقَوْمِ أَوْفُوا بِالْبَيْكِيَالَ وَالْيَزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْيَاءَهُمْ وَلَا

تَعْتَوْا فِي الْأَرْضِ مُّفْسِدِينَ ۝ بَقِيَّتُ اللَّهُ خَيْرٌ لَّكُمْ إِن كُنْتُمْ مُّؤْمِنِينَ ۝ وَمَا أَنَا

عَلَيْكُمْ بِمُحِيطٍ ۝

ترجمہ: ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب علیہ السلام کو بھیجا اس نے کہا اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم ناپ تول میں بھی کمی نہ کرو میں تو تمہیں آسودہ حال دیکھ رہا ہوں اور مجھے تم پر گھبر لانے والے دن کے عذاب کا خوف بھی ہے۔ [۸۳]

اے میری قوم والو ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کرو لوگوں کو ان کی چیزیں کم نہ دو اور زمین میں فساد اور خرابی نہ بچاؤ۔ [۸۵]
اللہ تعالیٰ کا حلال کیا ہوا نفع تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہے اگر تم ایماندار ہو میں تم پر کچھ نگہبان دار و نہ نہیں ہوں۔ [۸۶]

تھے۔ صحیح بخاری شریف میں تحمین بحلیل دونوں ایک ہی ہیں۔ ① مفسود سے مراد پے بہ پے تہہ بہ تہہ ایک کے بعد ایک کے ہیں۔ ان پتھروں پر قدرتی طور پر ان لوگوں کے نام لکھے ہوئے تھے جس کے نام کا پتھر تھا اسی پر گرتا تھا وہ مثل طوق کے تھے جو سرخی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ یہ ان شہریوں پر بھی برسے اور یہاں کے جو لوگ اور گاؤں گوٹھ میں تھے ان پر بھی وہیں گرے۔ ان میں سے جو جہاں تھا وہیں پتھر سے ہلاک کیا گیا۔ کوئی کھڑا ہوا کسی جگہ کسی سے باتیں کر رہا ہے وہیں پتھر آسمان سے آیا اور اسے ہلاک کر گیا۔ غرض ان میں سے ایک بھی نہ بچا۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں حضرت جبرائیل علیہ السلام نے ان سب کو جمع کر کے ان کے مکانات اور موشیوں سمیت اونچا اٹھایا یہاں تک کہ ان کے کتوں کے بھونکنے کی آوازیں آسمان کے فرشتوں نے سن لیں آپ اپنے داہنے پر کے کنارے پر ان کی ہستی کو اٹھائے ہوئے تھے۔ پھر انہیں زمین پر الٹ دیا ایک کو دوسرے سے ٹکرا دیا اور سب ایک ساتھ عارت ہو گئے۔ اکے د کے جوہر گئے تھے ان کے بھیجے آسانی پتھروں نے پھوڑ دیئے اور محض بے نام و نشان کر دیئے گئے۔ مذکور ہے کہ ان کی چار بستیاں تھیں ہر ہستی میں ایک لاکھ آدمیوں کی آبادی تھی۔ ایک روایت میں ہے تین بستیاں تھیں۔ بڑی ہستی کا نام سدوم تھا۔ یہاں کبھی کبھی خلیل اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی آ کر وعظ نصیحت فرمایا کرتے تھے پھر فرماتا ہے یہ چیزیں کچھ ان سے دور نہ تھیں۔ سنن کی حدیث میں ہے ”کسی کو اگر تم لواطت کرتا ہو پاؤ تو اوپر والے نیچے والے دونوں کو قتل کر دو۔“ ②

حضرت شعیب علیہ السلام اور دعوت تو حید: [آیت: ۸۳-۸۶] عرب کا ایک قبیلہ جو حجاز و شام کے درمیان معان کے قریب رہتا تھا ان کے شہروں کا نام اور ان کا نام مدین تھا۔ ان کی جانب اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام بھیجے گئے۔ آپ ان میں شریف النسب اور اعلیٰ خاندان کے تھے اور انہی میں سے تھے اسی لئے ﴿اَخَاهُمْ﴾ کے لفظ سے بیان کیا یعنی ان کے بھائی۔ آپ نے بھی انبیاء کی

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة هود باب قوله ﴿وكان عرشه على الماء﴾ ۶۸۴۔

② ابوداؤد کتاب الحدود باب فيمن عمل عمل قوم لوط ۴۴۶۲؛ ترمذی ۱۴۵۶؛ مسند حسن، ابن ماجہ ۲۵۶۱؛ حاکم، ۴/۲۵۵؛

احمد، ۱/۳۰۰؛ حلیۃ الاولیاء، ۳/۳۴۳۔

قَالُوا يَشْعِبُ أَسْلُوتِكَ تَأْمُرُكَ أَنْ تَتْرَكَ مَا يَعْبُدُ آبَاؤُنَا أَوْ أَنْ تَفْعَلَ فِي
 أَمْوَالِنَا مَا نَشَاءُ إِنَّكَ لَأَنْتَ الْحَكِيمُ الرَّشِيدُ ۝ قَالَ يَقَوْمِ أَرَأَيْتُمْ إِنْ كُنْتُ عَلَى
 بَيِّنَةٍ مِّنْ رَبِّي وَرَزَقْنِي مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا وَمَا أُرِيدُ أَنْ أُخَالِفَكُمْ إِلَىٰ مَا أَنهَكُم
 عَنْهُ إِنْ أُرِيدُ إِلَّا الْإِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِيقِي إِلَّا بِاللَّهِ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ
 وَإِلَيْهِ أُنِيبُ ۝

ترجمہ: انہوں نے جواب دیا کہ اے شعیب کیا تیری تلاوت تجھے یہی حکم دیتی ہے کہ ہم اپنے باپ دادوں کے معبودوں کو چھوڑ دیں اور ہم اپنے مالوں میں جو کچھ چاہیں اس کا کرنا بھی چھوڑ دیں تو تو بڑا ہی باوقار اور نیک چلن آدمی ہے۔ [۸۷] کہا اے میری قوم دیکھو تو اگر میں اپنے رب کی طرف سے ظاہر دلیل لئے ہوئے ہوں اور اس نے مجھے اپنے پاس سے بہترین روزی دے رکھی ہو میرا یہ ارادہ بالکل نہیں کہ تمہارا خلاف کر کے خود اس چیز کی طرف جھک جاؤں جس سے تمہیں روک رہا ہوں۔ میرا ارادہ تو اپنی طاقت بھر اصلاح کرنے کا ہی ہے میری توفیق اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف رجوع ہوں۔ [۸۸]

عادت اور سنت اور اللہ کے پہلے اور تاکیدی حکم کے مطابق اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ کی عبادت کرنے کا حکم دیا۔ ساتھ ہی ناپ تول کی کمی سے روکا کہ کسی کا حق نہ مارو اور اللہ کا یہ احسان یاد دلایا کہ اس نے تمہیں فارغ البال اور آسودہ حال کر رکھا ہے۔ اور اپنا ڈر ظاہر کیا کہ اپنی مشرکانہ روش اور ظالمانہ حرکت سے اگر باز نہ آؤ گے تو تمہاری یہ اچھی حالت بد حالی سے بدل جائے گی۔ پہلے تو اپنی قوم کو ناپ تول کی کمی سے روکا۔ اب لین دین کے دونوں وقت عدل و انصاف کے ساتھ پورے پورے ناپ تول کا حکم دیتے ہیں اور زمین میں فساد اور تباہ کاری کرنے کو منع کرتے ہیں ان میں رہ زنی اور ڈاکے مارنے کی بدخصلت بھی تھی۔ لوگوں کے حق مار کر آپ نفع اٹھانے سے اللہ کا دیا ہوا نفع بہت بہتر ہے۔ اللہ کی یہ وصیت تمہارے لئے خیریت لئے ہوئے ہے۔ عذاب سے جیسے ہلاکت ہوتی ہے اس کے مقابلے میں رحمت سے بقیث ہوتی ہے۔ ٹھیک تول کر پورا ناپ کر حلال سے جو نفع ملے اسی میں برکت ہوتی ہے۔ خمیٹ و طیب میں کیا مساوات؟ ① دیکھو میں تمہیں ہر وقت دیکھ نہیں رہا۔ تمہیں برائیوں کا ترک اور نیکیوں کا فعل اللہ ہی کے لئے کرنا چاہئے نہ کہ دنیاوی دکھاوے کے لئے۔

حضرت شعیب عليه السلام کو قوم کا جواب: [آیت ۸۷-۸۸] حضرت اعمش رضي الله عنه فرماتے ہیں (صلوة) سے مراد یہاں قرأت ہے وہ لوگ ازراہ بخول کہتے ہیں کہ واہ آپ اتھہ رہے کہ آپ کو آپ کی قرأت نے حکم دیا کہ ہم باپ دادوں کی روش کو چھوڑ کر اپنے پرانے معبودوں کی عبادت سے دست بردار ہو جائیں۔ یہ اور بھی لطف ہے کہ ہم اپنے مال کے بھی مالک نہ رہیں کہ جس طرح جو چاہیں اس میں کریں دھریں کسی کو ناپ تول میں کمی نہ دیں۔ حضرت حسن رضي الله عنه فرماتے ہیں واللہ واقعہ یہی ہے کہ حضرت شعیب عليه السلام کی نماز کا حکم یہی تھا کہ آپ انہیں غیر اللہ کی عبادت اور مخلوق کے حقوق کے غصب سے روکیں۔ ② ثوری رضي الله عنه فرماتے ہیں ان کے اس قول کا مطلب کہ جو ہم چاہیں اپنے مالوں میں کریں یہ ہے کہ زکوٰۃ کیوں دیں؟ اللہ کے نبی کو ان کا حکم

۱) ورشید کہنا ازراہ مذاق و حقارت تھا۔

حضرت شعیب علیہ السلام کا جواب: آپ اپنی قوم سے فرماتے ہیں کہ دیکھو میں اپنے رب کی طرف سے کسی دلیل و حجت اور بصیرت پر قائم ہوں اور اسی کی طرف تمہیں بلا رہا ہوں۔ اس نے اپنی مہربانی سے مجھے بہترین روزی دے رکھی ہے یعنی نبوت یا رزق حلال یا دونوں میری روش تم یہ نہ پاؤ گے کہ تمہیں تو بھلی بات کا حکم کروں اور خود تم سے چھپ کر اس کے برعکس کروں۔ میری مراد تو اپنی طاقت کے مطابق اصلاح کرنی ہے۔ ہاں میرے ارادے کی کامیابی اللہ کے ہاتھ ہے۔ اسی پر میرا بھروسہ اور توکل ہے اور اسی کی جانب رجوع توجہ اور جھکتا ہے۔ مسند امام احمد میں ہے حکیم بن معاویہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ اس کے بھائی مالک نے کہا کہ اے معاویہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے پڑوسیوں کو گرفتار کر رکھا ہے تم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جاؤ۔ آپ سے تمہاری بات چیت بھی ہو چکی ہے اور تمہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہنچانے بھی ہیں۔ پس میں اس کے ساتھ چلا اس نے کہا کہ میرے پڑوسیوں کو آپ رہا کر دیجئے وہ مسلمان ہو چکے تھے آپ نے اس سے منہ پھیر لیا۔ وہ غضبناک ہو کر اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا واللہ! اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا تو لوگ تو کہتے ہیں کہ تو ہمیں کسی امر کا حکم دیتا ہے اور تو آپ اس کا خلاف کرتا ہے۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ”کیا لوگوں نے ایسی بات زبان سے نکالی ہے؟ اگر میں ایسا کروں تو اس کا وبال مجھ پر ہی ہے۔ ان پر تو کوئی چیز نہیں جاؤ اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو۔“ ۲) اور روایت میں کہ اس کی قوم کے چند لوگ کسی شبہ میں گرفتار تھے۔ اس پر قوم کا ایک آدمی حاضر ہوا اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ فرما رہے تھے۔ اس نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز سے روکتے ہیں اور خود اسے کرتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا نہیں اس لئے پوچھا کہ ”لوگ کیا کہتے ہیں۔“ حضرت بنزہ بن حکیم کے دادا کہتے ہیں میں نے بیچ میں بولنا شروع کر دیا کہ اچھا ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے کان میں یہ المفاظ نہ پڑیں کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے میری قوم کے لئے کوئی بد دعا نکل جائے کہ پھر انہیں فلاح نہ ملے لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برابر اسی کوشش میں رہے یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سمجھ لی اور فرمانے لگے ”کیا انہوں نے ایسی بات زبان سے نکال دی یا ان میں سے کوئی اس کا قائل ہے؟ واللہ اگر میں ایسا کروں تو اس کا بوجھ بار میرے ذمے ہے ان پر کچھ نہیں اس کے پڑوسیوں کو چھوڑ دو“ ۳) اسی قبیل سے وہ حدیث بھی ہے جسے مسند احمد میں لائے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جب تم میری جانب سے کوئی ایسی حدیث سنو کہ تمہارے دل اس کا انکار کریں اور تمہارے بدن اور بال اس سے علیحدگی کریں اور تم سمجھ لو کہ وہ تم سے بہت دور ہے تو میں اس سے اس سے بھی زیادہ دور ہوں۔“ ۴) اس کی اسناد صحیح ہے۔

حضرت مسروق رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک عورت حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے پاس آئی اور کہنے لگی کیا آپ بالوں میں بال ملانے کو منع کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا ہاں۔ اس نے کہا آپ کے گھر کی بعض عورتیں تو ایسا کرتی ہیں۔ آپ نے فرمایا اگر ایسا ہو تو میں نے اللہ کے نیک بندے کی وصیت کی حفاظت نہیں کی۔ میرا ارادہ وہ نہیں کہ جس چیز سے تمہیں روکوں اس کے برعکس خود آپ کروں۔ ۵) حضرت ابوسلمان جسی کہتے ہیں کہ ہمارے پاس امیر المؤمنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کے رسالے آتے تھے جن =

- ۱) الطبری، ۱۵/۴۵۳۔ ۲) احمد، ۴/۴۷۷؛ ابوداؤد، کتاب القضاء، باب فی اللدین هل یحبس بہ ۳۶۳۱ و سندہ حسن، حاکم، ۳/۶۴۲، اس کی سند حکیم بن معاویہ کی وجہ سے حسن درج کی ہے۔ دیکھئے (الموسوعة الحدیثیة، ۳۳/۲۱۸)
- ۳) احمد، ۲/۵، ابوداؤد، کتاب القضاء، باب فی اللدین هل یحبس ۳۶۳۰ و سندہ حسن، ترمذی ۱۴۱۷۔
- ۴) احمد، ۵/۴۲۵ و سندہ صحیح، مسند البزار ۱۸۷؛ ابن حبان ۶۳۔
- ۵) احمد، ۱/۴۱۵، و سندہ ضعیف و حدیث البخاری و مسلم یعنی عنہ۔

وَيَقَوْمٌ لَا يَعْرِمَتَكُمْ شِقَاقِي أَنْ يُصِيبَكُمْ مِثْلُ مَا أَصَابَ قَوْمَ نُوحٍ أَوْ قَوْمَ هُودٍ

أَوْ قَوْمِ صَالِحٍ وَمَا قَوْمٌ لَوْ طُغِيَ مِنْكُمْ بَعِيدٌ ۝۱۰۰ وَاسْتَغْفِرُوا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوبُوا إِلَيْهِ إِنَّ رَبِّي

رَحِيمٌ وَدُودٌ ۝۱۰۱ قَالُوا لَشُعَيْبٌ مَا نَفَقَهُ كَثِيرًا مِمَّا تَقُولُ وَإِنَّا لَنَرِيكَ فِينَا ضَعِيفًا

وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنَاكَ وَمَا أَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيزٍ ۝۱۰۲ قَالَ يَقَوْمِ أَرَهْطِي أَعَزُّ عَلَيْكُمْ

مِنَ اللَّهِ ط وَأَتَّخِذُ لَكُمْ دُونَهُ وَإِنِّي لَأَمْرٌ مُبِينٌ ۝۱۰۳

ترجمہ: میری قوم کے لوگو! کیا تم میری مخالفت میں آ کر ان عذابوں کے لئے آمادہ ہو جاؤ جو قوم نوح اور قوم ہود اور قوم صالح کو پہنچے ہیں اور قوم لوط تو تم سے کچھ دور نہیں۔ [۸۹] تم اپنے رب سے استغفار کرو اور اس کی طرف جھک جاؤ یقیناً مانو کہ میرا رب بڑی مہربانی والا اور بہت رحمت کرنے والا ہے۔ [۹۰] انہوں نے کہا شعیب! تیری اکثر باتیں تو ہماری سمجھ میں ہی نہیں آتی اور ہم تو تجھے اپنے اندر بہت کمزوری کی حالت میں پاتے ہیں اگر تیرے قبیلے کا خیال نہ ہوتا تو ہم تو تجھے سنگسار کر دیتے ہم تو تجھے کوئی حیثیت والی ہستی نہیں گنتے۔ [۹۱] اس نے جواب دیا کہ اے میری قوم کے لوگو! کیا تمہارے نزدیک میرے قبیلے کے لوگ اللہ سے بھی زیادہ ذی عزت ہیں کہ تم نے اسے پس پشت ڈال رکھا ہے یقیناً میرا پروردگار جو کچھ تم کر رہے ہو سب کو گھیرے ہوئے ہے۔ [۹۲]

= میں حکم احکام اور ممانعت لکھے ہوتے تھے اور آخر میں یہ ہوا کرتا تھا کہ میں بھی اس میں وہی ہوں جو اللہ کے نیک بندے نے فرمایا کہ میری توفیق اللہ ہی کے فضل سے ہے اسی پر میرا توکل ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

[آیت: ۸۹-۹۲] فرماتے ہیں کہ میری عداوت اور بغض میں آ کر تم اپنے کفر پر اور اپنی گنہگاروں پر جم نہ جاؤ ورنہ تمہیں وہ عذاب پہنچے گا جو تم سے پہلے سے ایسے کاموں کے کرنے والوں کو پہنچا ہے خصوصاً قوم لوط جو تم سے قریب زمانے میں ہی گزری ہے اور قریب جگہ میں ہے۔ تم اپنے گزشتہ گناہوں کی معافی مانگو۔ آگے کے لئے گناہوں سے توبہ کر لو۔ ایسا کرنے والوں پر میرا رب بہت ہی مہربان ہو جاتا ہے اور ان کو اپنا پیارا بنا لیتا ہے۔ ابولیلیٰ کنڈی کہتے ہیں کہ میں اپنے مالک کا جانور تھا مے کھڑا تھا لوگ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو گھیرے ہوئے تھے۔ آپ نے اوپر سے سر بلند کیا اور یہی آیت تلاوت فرمائی اور فرمایا میری قوم کے لوگو مجھے قتل نہ کرو تم اس طرح تھے پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیاں ایک دوسری میں ڈال کر دکھائیں۔

شعیب رضی اللہ عنہ کی قوم کی ہٹ دھرمی: قوم مدین نے کہا کہ اے شعیب آپ کی اکثر باتیں ہماری سمجھ میں تو آتی نہیں۔ اور خود آپ بھی ہم میں بے انتہا کمزور ہیں۔ سعید رضی اللہ عنہ وغیرہ کا قول ہے کہ آپ کی نگاہ کم تھی تھی آپ بہت ہی صاف گو یہاں تک کہ آپ کو خطیب الانبیا کا لقب حاصل تھا۔ ① سدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اس وجہ سے کمزور کہا گیا ہے کہ آپ اکیلے ہی تھے۔ مراد اس سے آپ کی حقارت تھی۔ اس لئے کہ آپ کے کنبے والے بھی آپ کے دین پر نہ تھے کہتے ہیں کہ اگر تیری برادری کا لحاظ نہ ہوتا تو ہم تو پتھر مار مار کر تیرا قصہ ہی ختم کر دیتے یا یہ کہ تجھے دل کھول کر برا کہتے۔ ہم میں تیری کوئی قدر و منزلت رنعت و عزت نہیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا بھائیو! تم مجھے میری قرابت داری کی وجہ سے چھوڑتے ہو اللہ کی وجہ سے نہیں چھوڑتے تو گویا تمہارے نزدیک قبیلے والے اللہ سے بھی =

وَيَقَوْمٍ اَعْمَاؤُا عَلَى مَكَانَتِكُمْ اِنِّي عَامِلٌ ۭ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۭ لَا مَنْ يَّاتِيهِ عَذَابٌ

يُخْزِيهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَاذْ تَقْبُوْا اِنِّي مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ۭ وَاَلْبَا جَاءَ اَمْرُنَا نَجِيْبًا شُعَيْبًا

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا الصَّيْحَةَ فَاصْبِرُوْا فِيْ

دِيَارِهِمْ جٰثِيْمِيْنَ ۭ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بَعْدَ الْمَدِيْنَ كَمَا بَعَدَتْ ثَمُوْدٌ ۭ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۭ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلٰٓئِيْهِ فَاتَّبَعُوْا اَمْرًا

فِرْعَوْنَ ۭ وَمَا اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ۭ يَّقْدُمُ قَوْمَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاُوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ

وَبِئْسَ الْاُوْرْدُ الْمُوْرُوْدُ ۭ وَاَتَّبَعُوْا فِيْ هٰذِهِ لَعْنَةً ۭ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ۭ

ترجمہ: اے قومی بھائیو! اب تم اپنی جگہ عمل کے جاؤ میں بھی عمل کر رہا ہوں تمہیں عقرب معلوم ہو جائے گا کہ کس کے پاس وہ عذاب آتا ہے جو اسے رسوا کرے اور کون ہے جو جھوٹا ہے تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔ [۹۳] جب ہمارا عذاب آپہنچا ہم نے شعیب علیہ السلام کو اور ان کے ساتھ تمام مسلمانوں کو اپنی خاص رحمت سے نجات بخشی اور ظالموں کو آواز سخت کے عذاب نے دھردیو چا جس سے وہ اپنے گھروں میں ہی اوندھے پڑے ہوئے مردے ہو گئے۔ [۹۴] گویا کہ وہ ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے آگاہ رہو مدین کے لئے بھی ویسی ہی دوری ہو جیسے دوری ثمود کو ہوئی۔ [۹۵] اور یقیناً ہم نے ہی موسیٰ علیہ السلام کو اپنے نشانوں اور روشن دلیلوں کے ساتھ بھیجا تھا۔ [۹۶] فرعون اور اس کی جماعت کی طرف پھر بھی ان لوگوں نے فرعون کے احکام کی پیروی کی اور فرعون کو کوئی حکم ٹھیک اور درست تھا ہی نہیں۔ [۹۷] وہ تو قیامت کے دن اپنی قوم کا پیش رو ہو کر ان سب کو دوزخ میں جا کھڑا کرے گا وہ بہت ہی برا گھٹا ہے جس پر لا کھڑے کئے گئے۔ [۹۸] ان پر تو اس دنیا میں بھی لعنت چکا دی گئی اور قیامت کے دن بھی بُرا انعام ہے جو دیا گیا۔ [۹۹]

== بڑھ کر ہیں۔ اللہ کے نبی کو برائی پہنچاتے ہوئے اللہ کا خوف نہیں کرتے؟ افسوس تم نے کتاب اللہ پیڑھ پیچھے ڈال دی اس کی کوئی عظمت و اطاعت تم میں نہ رہی۔ خیر اللہ تعالیٰ تمہارے حال احوال جانتا ہے وہ تمہیں پورا بدلہ دے گا۔

[آیت: ۹۳-۹۹] جب اللہ تعالیٰ کے نبی علیہ السلام اپنی قوم کے ایمان لانے سے مایوس ہو گئے تو تھک کر فرمایا کہ اچھا تم اپنے طریقے پر چلے جاؤ میں اپنے طریقے پر قائم ہوں۔ تمہیں عقرب معلوم ہو جائے گا کہ رسوا کرنے والے عذاب کن پر نازل ہوتے ہیں؟ اور اللہ کے نزدیک جھوٹا کون ہے؟ تم منتظر رہو میں بھی انتظار میں ہوں آخراً ان پر بھی عذاب الہی اترے۔ اس وقت اللہ کے نبی اور مؤمن بچا دیئے گئے ان پر اللہ کی رحمت ہوئی اور ظالموں کو تہس نہس کر دیا گیا۔ وہ جمل بچھے بے حس و حرکت رہ گئے۔ ایسے کہ گویا کبھی اپنے گھروں میں آباد ہی نہ تھے اور جیسے کہ ان سے پہلے کے ثمودی اللہ کی لعنت کے محل بنے تھے ویسے ہی یہ بھی ہو گئے۔ ثمودی ان کے پڑوسی تھے اور کفر میں اور بد امنی میں انہی جیسے تھے۔ اور تھیں بھی یہ دونوں تو میں عرب کی۔

موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا قصہ: فرعون سردار قوم قبط اور اس کی جماعت کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنی آیتوں اور ظاہر باہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا لیکن انہوں نے فرعون کی اطاعت نہ چھوڑی اسی کی گمراہ روش پر اس کے پیچھے لگے رہے۔ =

ذٰلِكَ مِنْ اَنْبَاءِ الْقُرٰى نَقَّصْنٰهُ عَلَيْكَ مِنْهَا قَابِلٌ مَّا وَحَصِيْدٌ ۝ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ

وَلٰكِنْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ فَمَا اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاءَ اَمْرٌ رَّبِّكَ ۝ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتٰبِيْبٍ ۝ وَكَذٰلِكَ اَخَذْرَبِّكَ

اِذَا اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظٰلِمَةٌ ۝ اِنَّ اَخْذَهَا اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۝ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ لِّاِنَّ النَّاسَ وَاذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝

وَمَا نُوَخِّرُوْهُ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ۝ يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلُمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهَا ۝ فَمِنْهُمْ شَقِيْقٌ

وَسَعِيْدٌ ۝

ترجمہ: بستیوں کی یہ بعض خبریں جنہیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں ان میں سے بعض تو موجود ہیں اور بعض بالکل نابود ہو گئیں۔ [۱۰۰] ہم نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے اوپر ظلم کیا انہیں ان کے معبودوں نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا جنہیں وہ اللہ کے سوا پکارا کرتے تھے جب کہ تیرے پروردگار کا حکم آ پہنچا بلکہ اور ان کا نقصان ہی انہوں نے بڑھا دیا۔ [۱۰۱] تیرے پروردگار کی پکڑ کا یہی طریقہ ہے جبکہ وہ بستیوں کے رہنے والے ظالموں کو پکڑتا ہے بیٹک اس کی پکڑ دکھ دینے والی اور نہایت سخت ہے۔ [۱۰۲] یقیناً اس میں ان لوگوں کے لئے نشانِ عبرت ہے جو قیامت کے عذاب سے ڈرتے ہیں وہ دن جس میں سب لوگ جمع کئے جائیں گے اور وہ دن ہے جس میں سب حاضر کئے جائیں گے۔ [۱۰۳] اسے ہم جو دیر کرتے ہیں وہ صرف ایک معین مدت تک ہے۔ [۱۰۴] جس دن وہ آجائے گا مجال نہ ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر کوئی بات بھی کر لے سوان میں کوئی تو بد بخت ہوگا اور کوئی نیک بخت۔ [۱۰۵]

= جس طرح یہاں انہوں نے اس کی فرماں برداری ترک نہ کی اور اسے اپنا سردار مانتے رہے اسی طرح قیامت کے دن اسی کے پیچھے یہ ہوں گے اور وہ اپنی پیشوائی میں انہیں سب کو اپنے ساتھ ہی جہنم میں لے جائے گا اور خود گنا عذاب برداشت کرے گا۔ یہی حال بروں کی تابعداری کرنے والوں کا ہوتا ہے۔ وہ کہیں گے بھی کہ اے اللہ انہی لوگوں نے ہمیں بہکایا تو انہیں دو ناعذاب کراخ مسند میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”قیامت کے دن جاہلیت کے شاعروں کا جھنڈا امر و النقیس کے ہاتھ میں ہوگا اور وہ انہیں لے کر جہنم کی طرف جائے گا۔“ ① اس عذاب آگ پر یہ اور زیادتی ہے کہ یہاں اور وہاں دونوں جگہ یہ لوگ ابدی لعنت میں پڑے۔ قیامت کے دن کی لعنت مل کر ان پر دو لعنتیں پڑ گئیں یہ اور لوگوں کو جہنم کی دعوت دینے والے امام تھے اس لئے ان پر دو ہری لعنت پڑی۔ [آیت: ۱۰۰-۱۰۵] نبیوں اور ان کی امتوں کے واقعات بیان فرما کر ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ یہ ان بستیوں والوں کے واقعات ہیں جنہیں ہم تیرے سامنے بیان فرما رہے ہیں۔ ان میں کی بعض بستیاں تو اب تک آباد ہیں اور بعض مٹ چکی ہیں۔ ہم نے انہیں ظلم سے ہلاک نہیں کیا بلکہ خود انہوں نے ہی اپنے کفر و تکذیب کی وجہ سے اپنے اوپر اپنے ہاتھوں ہلاکت لے لی اور جن معبودان باطل کے سہارے انہیں تھے وہ بروقت انہیں کچھ کام نہ آسکے۔ بلکہ ان کی پوجا پاٹ نے انہیں اور عارت کر دیا۔ دونوں جہان کا وبال ان پر آ پڑا۔

فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُّوا فِي النَّارِ لَهْمٌ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ۝ خَلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ

السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۝ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيدُ ۝

ترجمہ: لیکن جو بد بخت ہوئے وہ دوزخ میں ہوں گے وہاں ان کی ہار یک اور سوئی گدھے جیسی آواز ہوگی۔ ۱۰۶ اوہ وہیں ہمیشہ رہنے والے ہیں بقدر مدت بقائے آسمان و زمین کے سوائے اس وقت کے جو اللہ کا چاہا ہوا ہے یقیناً تیرا رب کرگزار ہے جو کچھ چاہے۔ [۱۰۶]

جس طرح ان ظالموں کی ہلاکت ہوئی ان جیسا جو بھی ہوگا اسی نتیجے کو وہ بھی دیکھے گا۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ الٹا اور بہت سختی والی ہوتی ہے۔ بخاری و مسلم کی حدیث میں ہے ”اللہ تعالیٰ ظالموں کو ذلیل دے کر پھر پکڑنے کے وقت ناگہاں دبا لیتا ہے پھر مہلت نہیں ملتی پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت کی۔“ ①

کافروں کی ان ہلاکتوں اور مومنوں کی ان نجاتوں میں صاف دلیل ہے ہمارے ان وعدوں کی سچائی پر جو ہم نے قیامت کے بارے میں کئے ہیں جس دن تمام اول و آخر کے لوگ جمع کئے جائیں گے۔ ایک بھی باقی نہ چھوٹے گا ② وہ بڑا بھاری دن ہے تمام فرشتے تمام رسول تمام مخلوق حاضر ہوگی حاکم حقیقی عادل کافی انصاف کرے گا۔ قیامت کے قائم ہونے کی دیر کی وجہ یہ ہے کہ رب یہ بات پہلے ہی مقرر کر چکا ہے کہ اتنی مدت تک دنیا بنی آدم سے آباد رہے گی اتنی مدت خاموشی پر گزرے گی پھر فلاں وقت قیامت قائم ہوگی جس دن قیامت آجائے گی کوئی نہ ہوگا جو بلا اجازت الہی لب بھی کھول سکے مگر رحمن جسے اجازت دے اور وہ بات بھی ٹھیک بولے۔ ③ تمام آوازیں اللہ رحمن کے سامنے پست ہوں بخاری و مسلم کی حدیث شفاعت میں ہے ”اس دن صرف رسول ہی بولیں گے اور ان کا کلام بھی صرف یہی ہوگا کہ اے اللہ سلامت رکھ“ ④ اے اللہ سلامتی دے“ ⑤ جمع محشر میں بہت سے توبہ ہوں گے اور بہت سے نیک۔ اس آیت کے اترنے پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پوچھتے ہیں کہ پھر یا رسول اللہ! ہمارے اعمال اس بنا پر ہیں جس سے پہلے ہی فراغت کر لی گئی ہے یا کسی نئی بنا پر؟ آپ نے فرمایا ”نہیں بلکہ اس حساب پر جو پہلے سے ختم ہو چکا ہے جو قلم چل چکا ہے۔ لیکن ہر ایک کے لئے وہی آسان ہوگا جس کے لئے اس کی پیدائش کی گئی ہے“ ⑥ (مسند ابی یعلیٰ)

[آیت ۱۰۶-۱۰۷] گدھے کے چیخنے میں جیسے زبردوم ہوتا ہے ایسی ہی ان کی چیخیں ہوں گی۔ یہ یاد رہے کہ عرب کے محاوروں کے مطابق قرآن کریم نازل ہوا ہے وہ بیٹنگی کے محاورے کو اسی طرح بولا کرتے ہیں کہ یہ بیٹنگی والا ہے جب تک آسمان و زمین کو قیام ہے یہ بھی ان کے محاورے میں ہے کہ یہ باقی رہے گا جب تک دن رات کا چکر بندھا ہوا ہے۔ پس ان الفاظ سے بیٹنگی مراد ہے نہ کہ قید۔ اس کے علاوہ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس زمین و آسمان کے بعد دار آخرت میں ان کے سوا اور آسمان و زمین ہوگا پس یہاں مراد رحمن ہے۔ چنانچہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ ہر جنت کا آسمان زمین ہے۔ اس کے بعد اللہ کی منشا کا ذکر ہے۔ جیسے آیت ﴿الْأَنْبَارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ﴾ ⑦ میں ہے اس استثناء کے بارے میں بہت سے قول ہیں جنہیں زاد المسیر میں نقل کیا ہے۔ ابن جریر رحمہ اللہ نے =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة هود باب قوله ﴿وَكَذَلِكَ أَخْذُ رَبِّكَ إِذَا أَخَذَ الْقُرْآنَ وَهُوَ ظَالِمٌ﴾ ۴: ۶۸۶؛ صحیح

مسلم ۲۵۸۳؛ ترمذی ۳۱۰۹؛ ابن ماجہ ۴۰۱۸؛ ابن حبان ۵۱۷۵؛ بیہقی ۹۴/۶۔ ② ۱۸/ الکہف: ۴۷۔

③ ۷۹/ النبا: ۳۸۔ ④ ۲۰/ طہ: ۱۰۸۔ ⑤ صحیح بخاری، کتاب الاذان، باب فضل السجود ۸۰۶؛ صحیح مسلم

۱۸۲؛ ابن ماجہ ۴۳۱۲؛ احمد، ۱۱۶/۳۔ ⑥ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورة هود ۳۱۱۱، وهو حسن۔

⑦ ۶/ الانعام: ۲۸۔

وَأَمَّا الَّذِينَ سَعِدُوا فِي الْجَنَّةِ خُلِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَوَاتُ وَالْأَرْضُ

إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۗ عَطَاءٌ غَيْرٌ مَجْدُوذٍ ۗ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ مِمَّا يَعْبُدُ هَؤُلَاءِ ۗ

مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُمْ مِنْ قَبْلُ ۗ وَإِنَّا لَمُوفُونَ ۗ نَصِيبُهُمْ غَيْرُ

مَنْقُوصٍ ۗ وَلَقَدْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ فَاخْتَلَفَ فِيهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ

رَبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ وَإِنَّهُمْ لَفِي شَكٍّ مِنْهُ مُرِيبٍ ۗ وَإِنَّ كُلَّ لَأَلٍ لَوْ قُيِّنَا لَهُمْ رَبُّكَ

أَعْمَالَهُمْ ۗ إِنَّهُ بِمَا يَعْمَلُونَ خَبِيرٌ ۗ

ترجمہ: لیکن جو نیک بخت کئے گئے وہ جنت میں ہوں گے جہاں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان و زمین باقی رہے مگر جو چاہے تیرا پروردگار بخشش ہے بے انتہا۔ [۱۰۸] سو تو ان چیزوں سے شک شبہ میں نہ رہ جنہیں یہ لوگ پوج رہے ہیں ان کی پوجا تو اسی طرح ہے جس طرح ان کے باپ دادوں کی اس سے پہلے تھی ہم ان سب کو ان کا پورا پورا حصہ بغیر کمی کے دینے والے ہی ہیں۔ [۱۰۹] یقیناً ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی پھر اس میں اختلاف ڈال دیا گیا اگر پہلے ہی تیرے رب کی بات صادر نہ ہوگئی ہوتی تو یقیناً ان میں فیصلہ کر دیا جاتا انہیں تو اس میں شبہ ساسی ہے یہ تو تعلق میں ہیں۔ [۱۱۰] یقیناً ان میں سے ہر ایک جب اس کے دروہ و جالے گا تیرا رب اسے اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دے گا جو جو وہ کر رہے ہیں اسے سب خیر ہے۔ [۱۱۱]

== خالد بن معدان، ضحاک، قتادہ اور ابن سنان کے اس قول کو پسند فرمایا ہے کہ استثنا عامہ ہے موجد گنہگاروں کی طرف۔ بعض سلف سے اس کی تفسیر میں بڑے ہی غریب اقوال وارد ہوئے ہیں قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ ہی کو اس کا پورا علم ہے۔

[آیت: ۱۰۸-۱۱۱] رسولوں کے تابعدار جنتوں میں رہیں گے جہاں سے کبھی نکلنا نہ ہوگا۔ زمین و آسمان کی بقا تک ان کی بھی جنت میں بقا ہے گی مگر جو اللہ چاہے یعنی یہ بات بذاتہ واجب نہیں بلکہ اللہ کی مشیت اور اس کے ارادے پر ہے۔ بقول ضحاک و حسن یہ بھی موجد گنہگاروں کے حق میں ہے وہ کچھ مدت جہنم میں گزار کر اس کے بعد وہاں سے نکالے جائیں گے۔ یہ ہے عطیہ ربانی جو ختم نہ ہوگا نہ گھٹے گا۔ یہ اس لئے فرمایا کہ کہیں ذکر مشیت سے یہ کھٹکانہ گزرے کہ بیٹھتی نہیں جیسے کہ دوزخیوں کے دوام کے بعد بھی اپنی مشیت اور ارادے کی طرف رجوع کیا۔ سب اس کی حکمت و عدل ہے ”موت کو چت کبرے بھڑے کی صورت میں لایا جائے گا اور اسے ذبح کر دیا جائے گا فرما دیا جائے گا کہ جنتیو! بیٹھتی ہے اور موت نہیں اور ارادے جہنم والو! بیٹھتی ہے موت نہیں۔“ (صحیح بخاری و مسلم)۔

معبودان باطلہ کی حقیقت: مشرکوں کے شرک کے باطل ہونے میں ہرگز شبہ تک نہ کرنا ان کے پاس بجز باپ دادوں کی بھونڈی تقلید کے اور دلیل ہی کیا ہے؟ ان کی نیکیاں انہیں دنیا ہی میں مل جائیں گی آخرت میں سخت عذاب ہی عذاب ہوں گے جو خیر و شر کے وعدے ہیں سب پورے ہونے والے ہیں۔ ان کا عذاب کا مقررہ حصہ انہیں ضرور پہنچے گا۔ موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے کتاب دی لیکن پھر لوگوں نے پھوٹ ڈالی کسی نے اقرار کیا تو کسی نے انکار کر دیا۔ پس انہی نبیوں جیسا حال آپ کا بھی ہے کوئی مانے گا کوئی نالے گا۔ چونکہ ہم وقت مقرر =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ کعبص باب قول اللہ عزوجل ﴿وانذرهم يوم الحسرة﴾ ۴۷۳۰؛ صحیح مسلم

فَاسْتَقِمْ كَمَا أُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا إِنَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَلَا تَرْكَبُوا

إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۖ وَمَا لَكُم مِّن دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ ۝

وَأَقِمِ الصَّلَاةَ طَرَفِي النَّهَارِ وَزُلْفًا مِّنَ اللَّيْلِ ۖ إِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبِنَ السَّيِّئَاتِ ط

ذَلِكَ ذِكْرِي لِلذَّكِرِينَ ۝ وَأَصْبِرْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ الْحَسِينِ ۝

ترجمہ: پس تو ہمارے جیسا کہ تجھے حکم دیا گیا ہے اور وہ لوگ بھی جو تیرے ساتھ تو پر کر چکے ہیں خبردار تم حد سے نہ بڑھنا اللہ تمہارے تمام اعمال کا دیکھنے والا ہے۔ [۱۱۳] دیکھو ظالموں کی طرف ہرگز نہ جھکنا اور نہ تمہیں بھی آگ کا لو کا لگ جائے گا اور اللہ کے سوا اور تمہارا مددگار نہ کھڑا ہو سکے گا اور تم مدد دینے جاؤ گے۔ [۱۱۳] دن کے دونوں سروں میں نماز برپا رکھو اور رات کی کئی ساعتوں میں بھی یقیناً نیکیاں برائیوں کو دور کر دیا کرتی ہیں یہ ہے نصیحت نصیحت پکڑنے والوں کے لئے۔ [۱۱۳] تو صبر کرتا رہے یقیناً اللہ تعالیٰ نیکی والوں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔ [۱۱۵]

== کر چکے ہیں چونکہ ہم بغیر حجت پوری کئے عذاب نہیں کیا کرتے اس لئے یہ تاخیر ہے ورنہ ابھی ہی انہیں ان کے گناہوں کا مزہ یاد آجاتا۔ کافروں کو اللہ کی اس کے رسول کی باتیں غلط ہی معلوم ہوتی ہیں ان کا شک شبہ زائل نہیں ہوتا۔ سب کو اللہ جمع کرے گا اور ان کے کئے ہوئے اعمال کا بدلہ دے گا اس آیت کی کئی قرأت ہیں۔ ان قرأت کا بھی معنی اسی ہمارے ذکر کردہ معنی کی طرف ہی لوٹتا ہے۔

[آیت: ۱۱۲-۱۱۵] استقامت اور سیدھی راہ پر دوام پیشگی اور ثابت قدمی کی ہدایت اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ اور تمام مسلمانوں کو کر رہا ہے۔ یہی سب سے بڑی چیز ہے۔ ساتھ ہی سرکشی سے روکتا ہے کیونکہ یہی تباہ کرنے والی چیز ہے گو کسی مشرک ہی پر کی گئی ہو پروردگار بندوں کے عمل سے آگاہ ہے۔ مہانت اور دین کے کاموں میں سستی نہ کرو۔ شرک کی طرف نہ جھکو مشرکین کے اعمال پر رضامندی کا اظہار نہ کرو۔ ظالموں کی طرف نہ جھکو ورنہ آگ تمہیں چھوئے گی۔

ظالموں کی طرف داری ان کے ظلم پر مدد ہے یہ ہرگز نہ کرو۔ اگر ایسا کیا تو کون ہے جو تم سے اللہ کا عذاب بٹائے اور کون ہے جو اس سے تمہیں بچائے۔

نماز قائم کرنا گناہوں کا کفارہ ہے: ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ کہتے ہیں دن کے دونوں سرے سے مراد صبح کی اور مغرب کی نماز ہے۔ ① قنادر و ضحاک وغیرہ کا قول ہے کہ پہلے سرے سے مراد صبح کی نماز اور دوسرے سرے سے مراد ظہر و عصر کی نماز۔ رات کی گھڑیوں سے مراد عشاء کی نماز اور بقول مجاہد رضی اللہ عنہ وغیرہ مغرب و عشاء کی نیکیوں کا کرنا گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے۔ سنن میں ہے آ حضرت ﷺ فرماتے ہیں ”جس مسلمان سے کوئی گناہ ہو جائے پھر وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرمادیتا ہے۔“ ② ایک مرتبہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے وضو کیا پھر فرمایا اسی طرح میں نے رسول اللہ ﷺ کو وضو کرتے دیکھا ہے اور آپ ﷺ نے فرمایا ہے ”جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے پھر دو رکعت نماز ادا کرے جس میں اپنے دل سے باتیں نہ کرے

① الطبری، ۱۵/۵۰۳۔

② ابوداؤد، کتاب الوتر، باب فی الإستغفار ۱۵۲۱ وسندہ حسن، ترمذی ۴۰۶؛ ابن ماجہ ۱۳۹۵۔

تو اس کے تمام اگلے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔“ ① مسند میں ہے کہ آپ ﷺ نے پانی منگوایا وضو کیا پھر فرمایا میرے اسی وضو کی طرح رسول اللہ ﷺ وضو کیا کرتے تھے پھر حضور ﷺ نے فرمایا ”جو میرے اس وضو جیسا وضو کرے اور کھڑا ہو کر ظہر کی نماز ادا کرے اس کے صبح سے لے کر اب تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں پھر عصر کی نماز پڑھے تو ظہر سے عصر تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں پھر مغرب کی نماز ادا کرے تو عصر سے لے کر مغرب تک کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ پھر عشاء کی نماز سے مغرب سے عشاء تک کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔“ ② پھر یہ سوتا ہے لوٹ پوٹ ہوتا ہے پھر صبح اٹھ کر نماز فجر پڑھ لینے سے عشاء سے لے کر صبح کی نماز تک کے سب گناہ بخش دیئے جاتے ہیں۔ یہی ہیں وہ بھلائیاں جو برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔“ صحیح حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”بتلاؤ تو اگر تم میں سے کسی کے مکان کے دروازے پر یہی نہر جاری ہو اور وہ اس میں ہر دن پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے جسم پر ذرا سا بھی میل باقی رہ جائے گا؟“ لوگوں نے کہا ہرگز نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”بس یہی مثال ہے پانچ نمازوں کی کہ ان کی وجہ سے اللہ تعالیٰ خطائیں اور گناہ معاف فرمادیتا ہے۔“ ③ صحیح مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”پانچ نمازیں اور جمعہ اور رمضان رمضان تک کا کفارہ ہے جب تک کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔“ ④ مسند احمد میں ہے ”ہر نماز اپنے سے پہلے کی خطاؤں کو مٹا دیتی ہے۔“ ⑤

بخاری میں ہے کہ کسی شخص نے ایک عورت کا بوسہ لے لیا پھر حضور ﷺ سے اپنے اس گناہ کی ندامت ظاہر کی اس پر یہ آیت اتری۔ اس نے کہا کیا میرے لئے ہی یہ مخصوص ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا ”نہیں بلکہ میری ساری امت کے لئے یہی حکم ہے۔“ ⑥ ایک اور روایت میں ہے کہ ”اس نے کہا میں نے باغ میں اس عورت سے سب کچھ کیا ہاں جماع نہیں کیا اب میں حاضر ہوں جو سزا میرے لئے آپ تجویز فرمائیں میں برداشت کر لوں گا۔ حضور ﷺ نے اسے کوئی جواب نہ دیا وہ چلا گیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی اگر یہ بھی اپنے نفس کی پردہ پوشی کرتا۔ آنحضرت ﷺ برابر اسی شخص کی طرف دیکھتے رہے پھر فرمایا ”اسے واپس بلا لاؤ۔“ جب وہ آ گیا تو آپ ﷺ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا کہ کیا یہ اسی کے لئے ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”نہیں بلکہ سب لوگوں کے لئے ہے۔“ ⑦ مسند احمد میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”اللہ تعالیٰ نے جس طرح تم میں روزیاں تقسیم فرمائی ہیں اخلاق بھی تقسیم فرمائے ہیں اللہ تعالیٰ دنیا تو اسے بھی

① صحیح بخاری، کتاب الوضوء ثلاثا ۱۵۹؛ صحیح مسلم ۲۲۶؛ ابوداؤد ۱۰۶۶؛ ابن ماجہ، ۲۸۵؛ دارقطنی، ۸۳/۱۔

② احمد، ۷۱/۱ و سندہ حسن، مسند البزار ۴۰۵؛ مجمع الزوائد، ۲۹۷/۱۔

③ صحیح بخاری، کتاب مواقیب الصلاة، باب الصلوات الخمس كفارة ۵۲۸؛ صحیح مسلم ۶۶۷؛ ترمذی ۲۸۶۸؛ دارمی، ۱/۶۶۸؛ احمد، ۲/۳۷۹؛ ابو عوانة، ۲/۲۰؛ ابن حبان ۱۷۲۶۔

④ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب الصلوات الخمس والجمعة إلى الجمعة..... ۲۳۳؛ ترمذی ۲۱۴؛ ابن ماجہ ۱۰۸۶؛ احمد، ۲/۲۲۹؛ مسند ابی عوانہ، ۲/۲۰؛ مسند الطیبالی ۲۴۷۰؛ ابن حبان ۱۷۳۳۔

⑤ احمد، ۵/۴۱۳؛ المعجم الكبير ۳۸۷۹؛ مسند الشاميين ۱۶۳۸؛ مجمع الزوائد، ۱/۲۹۸، و سندہ حسن۔

⑥ صحیح بخاری، کتاب مواقیب الصلاة، باب الصلوات الخمس كفارة ۵۲۶؛ صحیح مسلم ۲۷۶۳؛ ترمذی ۳۱۱۴؛ ابن ماجہ ۴۲۵۴۔

⑦ صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب قوله تعالى ﴿ان الحسنات يذهبن السيئات﴾ ۲۷۶۳؛ ابوداؤد ۴۴۶۸؛ ترمذی ۳۱۱۲؛ مسند الطیبالی ۲۸۵؛ ابن حبان ۱۷۲۸۔

دیتا ہے جس سے خوش ہو اور اسے بھی جس سے غضبناک ہو لیکن دین صرف انہی کو دیتا ہے جن سے اسے محبت ہو پس جسے دین مل جائے یقیناً اللہ تعالیٰ اس سے محبت رکھتا ہے اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے بندہ مسلمان نہیں ہوتا جب تک کہ اس کا دل اور اس کی زبان مسلمان نہ ہو جائے۔ اور بندہ ایمان دار نہیں ہوتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کی ایذاؤں سے بے فکر نہ ہو جائیں۔“ لوگوں نے پوچھا ایذا میں کیا کیا ہیں؟ فرمایا ”دھوکہ اور ظلم۔ سنو جو شخص مال حرام کمائے پھر اس میں سے خرچ کرے اللہ اسے برکت سے محروم رکھتا ہے۔ اگر وہ اس میں سے صدقہ کرے تو قبول نہیں ہوتا اور جتنا کچھ اپنے بعد باقی چھوڑے وہ سب اس کے لئے آگ و دوزخ کا توشہ بنتا ہے۔ یاد رکھو اللہ تعالیٰ برائی کو برائی سے نہیں مٹاتا بلکہ برائی کو بھلائی سے مٹاتا ہے۔“ ①

مسند احمد میں ہے کہ ایک شخص حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا کہ ایک عورت سووا لینے کے لئے آئی تھی افسوس کہ میں اسے کوٹھڑی میں لے جا کر اس سے بجز جماع کے اور ہر طرح لطف اندوز ہوا۔ اب جو اللہ کا حکم ہو وہ مجھ پر جاری کیا جائے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا شاید اس کا خاوند غیر حاضر ہوگا؟ اس نے کہا جی ہاں یہی بات تھی۔ آپ نے فرمایا تم جاؤ (حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھو۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی سوال کیا۔ پس آپ نے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرح فرمایا پھر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی حالت بیان کی آپ نے فرمایا ”شاید اس کا خاوند اللہ کی راہ میں گیا ہو ہوگا؟“ پس قرآن کریم کی یہ آیت اتری تو وہ کہنے لگا کیا یہ خاص میرے لئے ہی ہے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا نہیں اس طرح تیری ہی آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہو سکتیں بلکہ یہ سب لوگوں کے لئے عام ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”عمر رضی اللہ عنہ سچے ہیں۔“ ② ابن جریر میں ہے کہ وہ عورت مجھ سے ایک درہم کی کھجوریں خریدنے آئی تھی تو میں نے اسے کہا کہ اندر کوٹھڑی میں اس سے بہت اچھی کھجوریں ہیں وہ اندر گئی میں نے بھی اندر جا کر اسے چوم لیا۔ پھر وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس گیا تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اپنے نفس پر پردہ ڈالے رہ۔ پھر میں حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا انہوں نے بھی ایسا ہی کہا لیکن ابو بکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں مجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ میں نے جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”افسوس تو نے ایک غازی مرد کی غیر حاضری میں ایسی خیانت کی۔“ میں نے تو یہ سن کر اپنے تئیں جہنمی سمجھ لیا اور میرے دل میں خیال آنے لگا کہ کاش کہ میرا اسلام اس کے بعد کا ہوتا؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ذرا سی دیر اپنی گردن جھکا لی اسی وقت حضرت جبرائیل علیہ السلام یہ آیت لے کر اترے۔ ③

ابن جریر میں ہے کہ ایک شخص نے آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اللہ کی مقرر کردہ حد مجھ پر جاری کیجئے۔ ایک دو دفعہ اس نے یہ کہا لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا۔ جب نماز کھڑی ہوئی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز سے فارغ ہوئے تو دریافت فرمایا کہ وہ ”شخص کہاں ہے؟“ اس نے کہا حضور! میں حاضر ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”تو نے اچھی طرح وضو کیا؟“ اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی؟ اس نے کہا جی ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بس تو تو ایسا ہی ہے جیسے اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا۔ خبردار اب =

① احمد، ۱/ ۳۸۷، وسندہ ضعیف، مجمع الزوائد، ۱/ ۵۳ اس کی سند میں صباح بن محمد الجلی ضعیف راوی ہے (المیزان، ۲/ ۳۰۶، رقم: ۳۸۴۸)

② احمد، ۱/ ۲۴۵، وسندہ ضعیف، طبرانی ۲۹۳۱؛ مجمع الزوائد، ۷/ ۴۱ اس کی سند میں علی بن زید سی الحفظ راوی ہے (المیزان، ۳/ ۱۲۷، رقم: ۵۸۴۴)

③ ترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ہود ۳۱۱۵ وهو حسن، نسائی ۲۶۸۔

فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُونِ مِنْ قَبْلِكُمْ أُولُوا بَقِيَّةٍ يَنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْأَرْضِ

إِلَّا قَلِيلًا مِمَّنْ أَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۗ وَاتَّبَعَ الَّذِينَ ظَلَمُوا مَا أُتْرِفُوا فِيهِ وَكَانُوا

مُجْرِمِينَ ﴿۱۱﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرَىٰ بِظُلْمٍ وَأَهْلُهَا مُصِاحِقُونَ ﴿۱۲﴾

ترجمہ: پس کیوں نہ ہوئے تم سے اگلے زمانے کے لوگوں میں سے ایسے باہوش ذی اثر لوگ جو زمین میں فساد پھیلانے سے روکتے۔ بجز ان چند کے جنہیں ہم نے ان میں نجات دی تھی، ظالم لوگ تو اس چیز کے پیچھے پڑ گئے جس میں انہیں آسودگی دی گئی تھی وہ تھے ہی گنہگار۔ ﴿۱۱﴾
تیسرا ب ایسا نہیں کہ کسی بستی کو ظلم سے ہلاک کرے اور ہوں وہاں کے لوگ نیک کار۔ ﴿۱۲﴾

= کوئی ایسی حرکت نہ کرنا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری ① حضرت ابو عثمان نہدی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا۔ انہوں نے ایک درخت کی خشک شاخ پکڑ کر اسے چھوڑا تو تمام خشک پتے جھڑ گئے۔ پھر فرمایا ابو عثمان تم پوچھتے نہیں ہو کہ میں نے یہ کیوں کیا؟ میں نے کہا ہاں جناب ارشاد ہو، فرمایا اسی طرح میرے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا پھر فرمایا ”جب بندہ مسلمان اچھی طرح وضو کر کے پانچوں نمازیں ادا کرتا ہے تو اس کے گناہ ایسے ہی جھڑ جاتے ہیں جیسے اس خشک شاخ کے پتے جھڑ گئے“ پھر آپ نے اسی آیت کی تلاوت فرمائی۔ ② مسند میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ”برائی اگر کوئی ہو جائے تو اس کے پیچھے ہی نیکی کر لو کہ اسے مٹا دے۔ اور لوگوں سے خوش اخلاقی سے ملا کرو۔“ ③ اور حدیث میں ہے ”جب تجھ سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے پیچھے ہی نیکی کر لیا کر کہ اسے مٹا دے“ میں نے کہا یا رسول اللہ! کیا لا الہ الا اللہ پڑھنا بھی نیکی ہے۔ آپ نے فرمایا ”وہ تو بہترین اور افضل نیکی ہے۔“ ④ ابو یعلیٰ میں ہے ”دن رات کے جس وقت میں کوئی لا الہ الا اللہ پڑھے اس کے نامہ اعمال میں سے برائیاں مٹ جاتی ہیں یہاں تک کہ ان کی جگہ ویسی ہی نیکیاں ہو جاتی ہیں۔“ ⑤ اس کے راوی ابو عثمان میں ضعف ہے، بزار میں ہے ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ حضور! میں نے کوئی خواہش ایسی نہیں چھوڑی جو پوری نہ کی ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا ”تو اللہ کے ایک ہونے کی اور میری رسالت کی گواہی دیتا ہے؟“ اس نے کہا ہاں تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”بس یہ ان سب پر اور غالب رہے گی۔“ ⑥

[آیت: ۱۱۶-۱۱۷] یعنی بجز چند کے ہم گزشتہ زمانہ کے لوگوں میں سے ایسے کیوں نہیں پاتے جو شریروں اور منکروں کو برائیوں سے روکتے رہیں یہی وہ ہیں جنہیں ہم اپنے عذابوں سے بچالیا کرتے ہیں۔ اسی لئے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس امت میں ایسی جماعت کی موجودگی کا تقاضا اور فرضی حکم دیا فرمایا ﴿وَلَتَكُنَّ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ﴾ ⑦ بھلائی اور نیکی دعوت دینے والی ایک جماعت تم میں ہر وقت موجود رہنی چاہئے ظالموں کا شیوہ یہی ہے کہ وہ اپنی بد عادتوں سے باز نہیں آتے وہ نیک علما کے فرمان =

① وسندہ حسن۔ ② احمد، ۵/۴۳۷۔

③ احمد، ۵/۲۲۸ ترمذی، کتاب البر والصلة، باب ما جاء في معاشرۃ الناس ۱۹۸۷، وهو حسن۔

④ احمد، ۵/۱۶۹ وسندہ ضعیف۔

⑤ ابو یعلیٰ ۳۶۱۱ وسندہ ضعیف جداً اس کی سند میں عثمان بن عبدالرحمان سخت ضعیف راوی ہے (المیزان، ۳/۴۳، رقم: ۵۵۳۱) بیہما کہ حافظ ابن کثیر نے فرمایا ہے اور شیخ ابان رضی اللہ عنہ نے اس روایت کو موضوع قرار دیا ہے رکھئے۔ (ضعیف الترغیب ۹۲۷)

⑥ مسند البزار، ۳۰۶۷ وسندہ صحیح، مجمع الزوائد، ۱۰/۸۳۔ ⑦ ۳/ آل عمران: ۱۰۴۔

وَلَوْ شَاءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ أُمَّةً وَاحِدَةً وَلَا يَزَالُونَ مُخْتَلِفِينَ ۗ إِلَّا مَنْ

رَّحِمَ رَبُّكَ ۗ وَلِذَلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ وَوَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَأَمْلَأَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ

وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ ۝

ترجمہ: اگر تیرا رب چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی راہ پر ایک گروہ کر دیتا وہ تو برابر اختلاف کرنے والے ہی رہیں گے۔ [۱۱۸] بجز ان کے جن پر تیرا رب رحم فرمائے انہیں تو اسی لئے پیدا کیا ہے تیرے رب کی یہ بات پوری ہے کہ میں جہنم کو جنوں اور انسانوں سے پر کر دوں گا۔ [۱۱۹]

= کی طرف توجہ بھی نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ اللہ کا عذاب ان کی بے خبری میں ان پر آپڑتے ہیں بھلی بستیوں پر اللہ کی طرف سے ازراہ ظلم عذاب کبھی آتے ہی نہیں۔ ہم ظلم سے پاک ہیں۔ لیکن خود ہی وہ اپنی جانوں پر مظالم کرنے لگتے ہیں

کامیاب اور ناکام ہونے والے لوگ؟ [آیت: ۱۱۸-۱۱۹] اللہ کی قدرت کسی کام سے عاجز نہیں۔ وہ چاہے تو سب کو ہی اسلام یا کفر پر جمع کر دے لیکن اس کی حکمت ہے جو انسانی رائے ان کے دین و مذہب جداگانہ برابر جاری و ساری ہیں۔ طریقے مختلف مالی حالات جداگانہ ایک ایک کے ماتحت۔ یہاں مراد دین و مذہب کا اختلاف ہے۔ ہاں جن پر اللہ کا رحم ہو جائے وہ رسولوں کی تابعداری اللہ تعالیٰ کی حکم برداری میں برابر لگے رہتے ہیں۔ اب وہ نبی آخر الزماں ﷺ کے مطیع ہیں اور یہی نجات پانے والے ہیں چنانچہ مسند سنن میں حدیث ہے جس کی ہر سند دوسری سند کو تقویت پہنچا رہی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ”یہودیوں کے اکہتر گروہ ہوئے نصاریٰ بہتر فرقوں میں تقسیم ہو گئے اس امت کے بہتر فرقے ہو جائیں گے سب جہنمی ہیں سوائے ایک جماعت کے“ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے جواب دیا ”جو اس پر ہوں جس پر میں ہوں اور میرے اصحاب“ ① (مستدرک

حاکم) بقول عطاء ﴿مُخْتَلِفِينَ﴾ سے مراد یہودی نصرانی، مجوسی ہیں اور اللہ کے رحم والی جماعت سے مراد ایک طرف دین اسلام کے مطیع لوگ ہیں۔ قنادہ جوادیؒ کہتے ہیں کہ یہی جماعت ہے گوان کے وطن اور بدن جدا ہوں۔ اور اہل معصیت فرقت و اختلاف والے ہیں گو ان کے وطن اور بدن ایک ہی جامع ہوں۔ قدرتی طور پر ان کی پیدائش ہی اسی لئے ہے۔ شتی و سعید کی ازلی تقسیم ہے۔ ② یہ بھی مطلب ہے کہ رحمت حاصل کرنے والی یہ جماعت ہے ہی اسی لئے۔ حضرت طاؤس جوادیؒ کے پاس دو شخص اپنا جھگڑالے کر آئے اور آپس کے اختلاف میں بہت بڑھ گئے تو آپ نے فرمایا کہ تم نے جھگڑے اور خوب ہی اختلاف کیا۔ اس پر ایک نے کہا اسی کے لئے ہم پیدا کئے گئے ہیں آپ نے فرمایا غلط ہے اس نے اپنے ثبوت میں اسی آیت کی تلاوت کی تو آپ نے فرمایا اس لئے نہیں پیدا کیا کہ آپس میں اختلاف کریں بلکہ پیدائش تو جمع کے لئے اور رحمت حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہے۔ جیسے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ رحمت کے لئے پیدا کیا ہے نہ کہ عذاب کے لئے اور آیت میں ہے ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ ③ میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لئے ہی پیدا کیا ہے تیسرا قول یہ بھی ہے کہ رحمت اور اختلاف کے لئے پیدا کیا ہے چنانچہ مالک جوادیؒ اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ایک فرقہ جنتی اور ایک جہنمی۔ انہیں رحمت حاصل کرنے اور انہیں اختلاف میں لگے رہنے کے لئے پیدا کیا =

① احمد، ۲/۳۳۲؛ ترمذی، کتاب العلم، باب ماجاء فی افتراق هذه الأمة ۲۶۶۱ وسندہ ضعیف عبدالرحمن بن زیاد بن اہم الافرقی راوی ضعیف ہے۔ ابو داؤد، ۴۵۹۶ وسندہ حسن، ابن ماجہ، ۳۹۹۱، بمعناہ وسندہ حسن، مسند ابی یعلیٰ ۵۹۱۰، ابن حبان ۶۲۴۷، حاکم، ۱/۱۲۸۔ ② ۱۱/۱۰۵۔ ③ ۵۱/الذاریات: ۵۶۔

وَكُلًّا نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ أَنْبَاءِ الرُّسُلِ مَا نَشِئْتُ بِهِ فُؤَادَكَ ۚ وَجَاءَكَ فِي هَذِهِ

الْحَقُّ وَمَوْعِظَةٌ وَذِكْرَى لِلْمُؤْمِنِينَ ﴿۱۳۰﴾ وَقُلْ لِلَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ أَعْمَلُوا عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ ۚ

إِنَّا عَمِلُونَ ۗ وَانظُرُوا ۗ إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِلَّهِ غَيْبُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ وَإِلَيْهِ يُرْجَعُ

الْأَمْرُ كُلُّهُ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۗ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿۱۳۲﴾

ترجمہ: رسولوں کے سب احوال ہم تیرے سامنے تیرے دل کی تسکین کے لئے بیان فرما رہے ہیں تیرے پاس اس سورت میں بھی حق پہنچ چکا جو نصیحت و وعظ ہے مؤمنوں کے لئے۔ [۱۳۰] ایمان نہ لانے والوں سے کہہ دے کہ تم اپنے طور پر عمل کئے جاؤ ہم بھی عمل میں مشغول ہیں [۱۳۱] اور تم بھی انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں۔ [۱۳۲] زمینوں اور آسمانوں کا علم غیب اللہ تعالیٰ ہی کو ہے تمام کاموں کا رجوع بھی اسی کی جانب ہے پس تجھے اسی کی عبادت کرنی چاہئے اور اسی پر بھروسہ رکھنا چاہئے تم جو کچھ کرتے ہو اس سے اللہ تعالیٰ بے خبر نہیں۔ [۱۳۳]

== ہے۔ تیرے رب کا یہ فیصلہ ناطق ہے کہ اس کی مخلوق میں ان دونوں اقسام کے لوگ ہوں گے اور ان دونوں سے جنت و دوزخ پر کئے جائیں گے اس کی کامل حکمتوں کو وہی جانتا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”جنت و دوزخ میں گفتگو ہوئی۔ جنت نے کہا مجھ میں تو صرف ضعیف اور کمزور لوگ ہی داخل ہوتے ہیں۔ اور جہنم نے کہا میں تکبر اور تجبر کرنے والوں کے ساتھ مخصوص کی گئی ہوں۔ اس پر اللہ تعالیٰ عزوجل نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے جسے میں چاہوں تجھ سے نواز دوں گا اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے جس سے میں چاہوں تیرے عذابوں سے انتقام لوں گا۔ تم دونوں پر ہو جاؤ گی جنت میں تو برابر زیادتی رہے گی یہاں تک کہ اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک نئی مخلوق پیدا کرے گا اور اسے اس میں بسائے گا اور جہنم بھی برابر زیادتی طلب کرتی رہے گی یہاں تک کہ اس پر اللہ رب العزت اپنا قدم رکھ دے گا تب وہ کہنے لگے گی تیری عزت کی قسم اب بس ہے بس ہے۔“ ①

[آیت: ۱۳۰-۱۳۳] اگلی امتوں کا اپنے نبیوں کو جھٹلانا نبیوں کا ان کی ایذاؤں پر صبر کرنا آخر اللہ کے عذابوں کا آنا کافروں کا برباد ہونا نبیوں رسولوں اور مؤمنوں کا نجات پانا یہ سب واقعات ہم تجھے سنا رہے ہیں تاکہ تیرے دل کو ہم اور مضبوط کر دیں اور تجھے کامل سکون حاصل ہو جائے۔ اس سورت میں بھی حق تجھ پر واضح ہو چکا یا یہ کہ اس دنیا میں بھی تیرے سامنے سچے واقعات بیان ہو چکے یہ عبرت ہے کفار کے لئے اور نصیحت ہے مؤمنوں کے لئے کہ وہ اس سے نفع حاصل کریں۔

بطور دھمکانے ڈرانے اور ہوشیار کرنے کے ان کافروں سے کہہ دو کہ اچھا تم اپنے طریقے سے نہیں بڑھتے تو نہ ہو ہم بھی اپنے طریقے پر عامل ہیں تم منتظر ہو کہ آخر انجام کیا ہوتا ہے ہم بھی اسی انجام کی راہ دیکھتے ہیں۔ قَالَ حَمْدٌ لِلَّهِ دنیائے ان کافروں کا انجام دیکھ لیا اور ان مسلمانوں کا بھی جو اللہ کے فضل و کرم سے دنیا پر چھائے، مخالفین پر کامیابی کے ساتھ غلبہ حاصل کر لیا دنیا کو مٹھی میں لے لیا۔

قَلِيلٌ الْحَمْدُ۔

آسمان وزمین کے سب غیب پر اطلاع رکھنے والا صرف اللہ تعالیٰ عزوجل ہی ہے اسی کی سب کو عبادت کرنی چاہئے اور اسی پر

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ ق باب قولہ ﴿وَتَقُولُ هَلْ مِنْ مَزِيدٍ﴾ ۴۸۵۰؛ صحیح مسلم ۲۸۴۶؛ ترمذی

۲۵۶۱؛ مصنف عبد الرزاق ۲۰۸۹۳؛ احمد، ۲/۳۱۴۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الرَّاهِ تِلْكَ آيَاتِ الْكِتَابِ الْمُبِينِ ۝ إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ قُرْآنًا عَرَبِيًّا لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ ۝

مَنْ نَقَّضَ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِهَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَذَا الْقُرْآنَ ۚ وَإِنْ

كُنْتَ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الْغَافِلِينَ ۝

ترجمہ: معبود مہربان رحم کرنے والے کے نام سے شروع

یہ ہیں روشن کتاب کی آیتیں [۱] یقیناً ہم نے آپ اس عربی قرآن کو نازل فرمایا ہے کہ تم سمجھ سکو [۲] ہم آپ تیرے سامنے بہترین بیان پیش کرتے ہیں تیری جانب اس قرآن کو اپنی وحی کے ساتھ نازل فرمانے سے یقیناً تو اس سے پہلے بے خبروں میں سے تھا۔ [۳]

== بھروسہ کرنا چاہئے، جو بھی اس پر بھروسہ رکھے وہ اس کے لئے کافی ہے۔ حضرت کعب بن عوفؓ فرماتے ہیں کہ تورات کا خاتمہ بھی انہیں آیتوں پر ہے۔ اللہ تعالیٰ مخلوق میں سے کسی کے کسی عمل سے بے خبر نہیں۔

الْحَمْدُ لِلَّهِ سُوْرَةُ هُوْدِ كِي تَفْسِيْر خْتَمِ هُوِيْ-

تفسیر سورۃ یوسف

اس سورت کی فضیلت میں ایک حدیث وارد ہوئی ہے کہ ”اپنے ماتحتوں کو سورۃ یوسف سکھاؤ جو مسلمان اسے پڑھے یا اسے اپنے گھر والوں کو سکھائے یا اپنے ماتحت لوگوں کو سکھائے اس پر اللہ تعالیٰ سمرات موت آسان کرتا ہے اور اسے اتنی قوت بخشتا ہے کہ وہ کسی مسلمان سے حسد نہ کرے“ ① لیکن اس کی سند بہت ہی ضعیف ہے۔ اس کا ایک متابع ابن عساکر میں ہے لیکن اس کی بھی تمام سندیں منکر ہیں امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب دلائل النبوة میں ہے کہ ”جب یہود کے ایک گروہ نے یہ سورت سنی تو وہ مسلمان ہو گئے کیوں کہ ان کے ہاں بھی یہ واقعہ اسی طرح بیان تھا“ ② یہ روایت کلیبی کی البصالح سے اور ان کی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے ہے۔ قرآن مجید کا سب سے پیارا قصہ: [آیت: ۱-۳] سورۃ بقرہ کی تفسیر کے شروع میں حروف مقطوعہ کی بحث گزر چکی ہے۔ اس کتاب یعنی قرآن شریف کی یہ آیتیں بہت واضح کھلی ہوئی اور خوب صاف ہیں، مبہم چیزوں کی حقیقت کھول دیتی ہیں۔ یہاں پر ﴿تَسْلُكُ﴾ معنی میں ہے ﴿ہلذہ﴾ کے۔ چونکہ عربی زبان نہایت کامل اور مقصد کو پوری طرح واضح کر دینے والی اور وسعت و کثرت والی ہے اس لئے یہ پاکیزہ تر کتاب اس بہترین زبان میں افضل تر رسول پر فرشتوں کے سردار فرشتے کی سفارت میں تمام روئے زمین کے بہتر مقام میں وقتوں میں بہترین وقت میں نازل ہو کر ہر طرح کمال کو پہنچی تاکہ تم ہر طرح سوج سمجھ سکو اور اسے جان لو، ہم بہترین قصہ بیان فرماتے ہیں۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ حضور! اگر کوئی واقعہ بیان فرماتے۔ اس پر یہ آیت اتری ③ اور روایت میں ہے کہ ایک زمانے تک قرآن کریم نازل ہوتا گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے تلاوت فرماتے رہے پھر انہوں نے کہا حضور!

① الشعلبی فی سیرہ و سندہ منکر مردود اس کی سند میں سلام بن سلیم متروک (المیزان، ۱۷۵/۲، رقم: ۳۳۴۳) اور ہارون بن کثیر مجہول راوی ہے (المیزان، ۲۸۶/۴، رقم: ۹۱۶۹) ② دلائل النبوة، ۶/۲۷۶ اس کی سند میں محمد بن مروان (المیزان، ۳۲/۴، رقم: ۸۱۵۴) منہم بالکذب (اور محمد بن السائب الکلبی متروک راوی ہے) (التقریب، ۱۶۳/۲، رقم: ۲۴۰) فالسند موضوع۔ ③ الطبری، ۱۵/۵۵۲۔

اگر کوئی واقعہ بھی بیان ہو جاتا تو اس پر یہ آیتیں اتریں۔ پھر کچھ وقت کے بعد کہا کاش کہ آپ کوئی بات بیان فرماتے، اس پر آیت ﴿الَّذِي نَزَّلَ أَحْسَنَ الْحَدِيثِ﴾ ① اتری اور بات بیان ہوئی۔ ② روش کلام کی ایک ہی ڈھب دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا یا رسول اللہ! بات سے اوپر کی اور قرآن سے نیچے کی کوئی چیز ہوتی یعنی واقعہ۔ اس پر یہ آیات اتریں۔ پھر انہوں نے حدیث کی خواہش کی، اس پر آیت ﴿الَّذِي نَزَّلَ﴾ اتری۔ پس قصے کے ارادے پر بہترین قصہ اور بات کے ارادے پر بہترین بات نازل ہوئی، اس جگہ جہاں کہ قرآن کریم کی تعریف ہو رہی ہے اور یہ بیان ہے کہ یہ قرآن اور سب کتابوں سے بے نیاز کر دینے والا ہے، مناسب ہے کہ ہم مسند احمد کی اس حدیث کو بھی بیان کر دیں جس میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما کو کسی اہل کتاب سے ایک کتاب ہاتھ لگ گئی تھی اسے لے کر آپ حاضر حضور ہوئے اور آپ کے سامنے اسے سنانے لگے۔ آپ رضی اللہ عنہما سخت غضب ناک ہو گئے اور فرمانے لگے ”اے خطاب کے لڑکے کیا تم اس میں مشغول ہو کر بہک جانا چاہتے ہو؟ اس کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ میں اس کو نہایت روشن چٹھیلی لے کر آیا ہوں، تم اہل کتاب سے کوئی بات نہ پوچھو ممکن ہے کہ وہ صحیح جواب دیں اور تم اسے جھٹلا دو اور ہو سکتا ہے کہ وہ غلط جواب دیں اور تم اسے سچا سمجھ لو سنو اس اللہ کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر آج خود حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی زندہ ہوتے تو انہیں بھی بجز میری تابعداری کے کوئی چارہ نہ تھا۔“ ③ اور روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما نے آپ رضی اللہ عنہما سے کہا کہ بنو قریظ قبیلہ کے میرے ایک دوست نے تورات میں سے چند جامع باتیں مجھے لکھ دی ہیں تو کیا میں انہیں آپ رضی اللہ عنہما کو سناؤں؟ آپ رضی اللہ عنہما کا چہرہ متغیر ہو گیا۔ حضرت عبد اللہ بن ثابت رضی اللہ عنہما نے کہا کہ اے عمر! کیا تم حضور رضی اللہ عنہما کے چہرے کو نہیں دیکھ رہے؟ اب حضرت عمر رضی اللہ عنہما کی نگاہ پڑی تو آپ کہنے لگے ہم اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر اور محمد رضی اللہ عنہما کے رسول ہونے پر دل سے رضامند ہیں۔ تب آپ رضی اللہ عنہما کے چہرہ سے غصہ دور ہوا اور فرمایا ”اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے کہ اگر تم میں خود (حضرت) موسیٰ ہوتے پھر تم مجھے چھوڑ کر ان کی اتباع میں لگ جاتے تو تم سب گمراہ ہو جاتے۔ امتوں میں سے میرا حصہ تم ہو اور نبیوں میں سے تمہارا حصہ میں ہوں۔“ ④ ابو یعلیٰ میں ہے کہ سوس کار بنے والا قبیلہ عبد القیس کا ایک شخص جناب فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کے پاس آیا۔ آپ نے اس سے پوچھا کہ تیرا نام فلاں فلاں ہے؟ اس نے کہا ہاں پوچھا تو سوس میں مقیم ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ تو آپ کے ہاتھ میں جو خوشہ تھا اسے مارا۔ اس نے کہا امیر المؤمنین میرا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا بیٹھ جائیں بتاتا ہوں۔ پھر بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر اسی سورت کی آیتیں ﴿الَّذِينَ الْعَاقِلِينَ﴾ تک پڑھیں۔ تین مرتبہ ان آیتوں کی تلاوت کی اور تین مرتبہ اسے مارا۔ اس نے پوچھا کہ امیر المؤمنین! میرا کیا قصور ہے؟ آپ نے فرمایا تو نے دنیا ال کی کتاب لکھی ہے۔ اس نے کہا پھر جو آپ فرمائیں میں کرنے کو تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا جا اور گرم پانی اور سفید روئی سے اسے بالکل مٹا دے، خبردار آج کے بعد سے نہ اسے خود پڑھنا نہ کسی اور کو پڑھانا، اب اگر میں نے اس کے خلاف سنا کہ تو نے آپ سے پڑھایا کسی کو پڑھایا تو ایسی سخت سزا کروں گا کہ عبرت بنے۔

پھر فرمایا بیٹھ جا ایک بات سنتا جا، میں نے جا کر اہل کتاب کی ایک کتاب لکھی پھر اسے چمڑے میں لئے ہوئے حضور رضی اللہ عنہما کے پاس آیا۔ آپ رضی اللہ عنہما نے مجھ سے پوچھا ”تیرے ہاتھ میں یہ کیا ہے؟“ میں نے کہا ایک کتاب ہے کہ ہم علم میں بڑھ جائیں۔ اس پر آپ اس قدر ناراض ہوئے کہ غصے کی وجہ سے آپ کے رخسار پر سرخی نمودار ہو گئی پھر منادی کی گئی کہ نماز جمع کرنے والی ہے۔ اسی =

① ۳۹/ الزمر: ۲۳۔ ② حاکم، ۲/ ۳۴۵، وسندہ حسن۔ ③ احمد، ۳/ ۳۸۷، وسندہ ضعیف۔

④ احمد، ۴/ ۲۶۵، ۲۶۶ اس کی سند میں جابر بن یزید بھی ضعیف راوی ہے۔ (التقریب، ۱/ ۱۲۳) لہذا یہ روایت ضعیف ہے۔

إِذْ قَالَ يُوسُفُ لِأَبِيهِ يَا أَبَتِ إِنِّي رَأَيْتُ أَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ رَأَيْتَهُمَا لِي سَبْعِينَ ۝

ترجمہ: جب کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے باپ سے ذکر کیا کہ اباجی میں نے گیارہ ستاروں کو اور سورج چاند کو دیکھا اور دیکھا کہ وہ سب مجھے جحدہ کر رہے ہیں۔ [۱۳]

== وقت انصاری نے ہتھیار سنبھال لئے کہ کسی نے حضور ﷺ کو ناراض کر دیا ہے اور منبر نبوی کے چاروں طرف وہ لوگ ہتھیار بند بیٹھ گئے۔ اب آپ ﷺ نے فرمایا ”لوگو! میں جامع کلمات دیا گیا ہوں اور کلمات کے خاتم دیا گیا ہوں اور پھر میرے لئے بہت ہی اختصار کیا گیا ہے۔ میں دین اللہ کی باتیں بہت سفید چمکیلی لایا ہوں، خبردار تم بہک نہ جانا گھرے اترنے والے کہیں تمہیں بہکا نہ دیں۔“ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہما کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے اللہ کے رب ہونے پر اسلام کے دین ہونے پر آپ ﷺ کے رسول ہونے پر میں تو یا رسول اللہ دل سے راضی ہوں۔ اب حضور ﷺ منبر سے اترے۔ ① اس کے ایک راوی عبد الرحمن بن اسحاق کو محمد ثین ضعیف کہتے ہیں۔ امام بخاری رحمہ اللہ ان کی حدیث کو صحیح نہیں لکھتے۔ میں کہتا ہوں اس کا ایک شاہد اور سند سے حافظ ابو بکر احمد بن ابراہیم اسماعیلی لائے ہیں کہ خلافت فاروقی کے زمانے میں آپ نے حمص کے چند آدمی بلائے ان میں دو شخص وہ تھے جنہوں نے یہودیوں سے چند باتیں منتخب کر کے لکھ لیں تھیں وہ اس مجموعے کو بھی اپنے ساتھ لائے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے دریافت کر لیں گے اگر آپ نے اجازت دی تو ہم اس میں اسی جیسی اور باتیں بھی بڑھا لیں گے ورنہ اسے بھی پھینک دیں گے۔ یہاں آ کر انہوں نے کہا کہ امیر المؤمنین! یہودیوں سے ہم بعض ایسی باتیں سنتے ہیں کہ جن سے ہمارے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں تو کیا وہ باتیں ان سے لے لیں یا بالکل ہی نہ لیں؟ آپ رضی اللہ عنہما نے فرمایا شاید تم نے ان کی کچھ باتیں لکھ رکھی ہیں؟ سنو میں اس میں فیصلہ کن واقعہ سناؤں میں حضور ﷺ کے زمانے میں خیبر گیا وہاں کے ایک یہودی کی باتیں مجھے بہت پسند آئیں۔ میں نے اس سے درخواست کی اور اس نے وہ باتیں مجھے لکھ دیں۔ میں نے واپس آ کر حضور ﷺ سے ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”جاؤ وہ لے کر آؤ۔“ میں خوشی خوشی چلا کہ شاید حضور ﷺ کو میرا یہ کام پسند آ گیا۔ لا کر میں نے اس کا پڑھنا شروع کیا اب ذرا سی دیر کے بعد میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ حضور ﷺ تو سخت ناراض ہیں۔ میری زبان سے ایک حرف بھی نہ نکلا اور مارے خوف کے میرا دواں کھڑا ہو گیا میری یہ حالت دیکھ کر اب آپ ﷺ نے ان تحریروں کو اٹھایا اور ان کا ایک ایک حرف منانا شروع کیا اور زبان مبارک سے ارشاد فرماتے جاتے تھے کہ ”دیکھو خبردار ان کی نہ ماننا یہ تو گمراہی کے گڑھے میں جا پڑے ہیں اور یہ تو دوسروں کو بھی بہکا رہے ہیں۔“ چنانچہ آپ ﷺ نے اس ساری تحریر کا ایک حرف بھی باقی نہ رکھا یہ سنا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر تم نے بھی ان کی باتیں لکھی ہوئی ہوتیں تو میں تمہیں ایسی سزا کرتا کہ اوروں کے لئے عبرت ہو جائے۔ انہوں نے کہا واللہ ہم ہرگز ایک حرف بھی نہ لکھیں گے۔ باہر آتے ہی جنگل میں جا کر انہوں نے اپنی وہ تختیاں گڑھا کھود کر دفن کر دیں۔ ② مراسیل ابی داؤد میں بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے ایسی ہی روایت ہے وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا خواب: [آیت: ۴۰] حضرت یوسف علیہ السلام کے والد حضرت یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں۔ =

① مجمع الزوائد، ۱/ ۱۷۳ الاحادیث المختارة، ۱/ ۲۴/ ۱ مسندہ ضعیف اس کی سند میں عبد الرحمن بن اسحاق سخت ضعیف راوی ہے (المیزان، ۲/ ۵۴۸، رقم: ۴۸۱۲) اور شیخ البانی رحمہ اللہ نے بھی اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے (الإرواء تحت، رقم: ۱۵۸۹)

② مسندہ حسن غریب۔

قَالَ يَبْنَئِي لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلَىٰ إِخْوَتِكَ فَيَكِيدُوا لَكَ كَيْدًا إِنَّ الشَّيْطَانَ
لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُبِينٌ ۝ وَكَذَلِكَ يَجْتَبِيكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيلِ الْأَحَادِيثِ
وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ كَمَا أَتَمَّهَا عَلَىٰ أَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ إِبْرَاهِيمَ
وَإِسْحَاقَ إِنَّ رَبَّكَ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ۝

ترجمہ: یعقوب علیہ السلام نے کہا پیارے بچے اپنے اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا ایسا نہ ہو کہ وہ تیرے ساتھ کوئی فریب کاری کریں شیطان تو انسان کا صریح دشمن ہے [۵] اور اسی طرح برگزیدہ کرے گا تجھے تیرا پروردگار اور تجھے باتوں کی کل بٹھانی بھی سکھائے گا اور اپنی نعمت تجھے بھرپور عطا فرمائے گا اور یعقوب کے گھر والوں کو بھی جیسے کہ اس نے اس سے پہلے تیرے دو دادوں یعنی ابراہیم و اسحاق کو بھی بھرپور اپنی نعمت دی یقیناً تیرا رب بہت بڑے علم والا اور زبردست حکمتوں والا ہے [۶]

چنانچہ حدیث میں ہے کہ ”کریم بن کریم بن کریم بن کریم۔ یوسف بن یعقوب بن اسحاق بن ابراہیم علیہم السلام ہیں“ (بخاری) ① آنحضرت ﷺ سے سوال ہوا کہ سب لوگوں سے زیادہ بزرگ کون ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ”جس کے دل میں اللہ کا ڈر سب سے زیادہ ہو۔“ انہوں نے کہا ہمارا مقصود ایسا عام جواب نہیں ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”پھر سب لوگوں میں زیادہ بزرگ حضرت یوسف علیہ السلام ہیں جو خود نبی تھے جن کے والد نبی تھے جن کے دادا نبی تھے جن کے پردادا نبی اللہ اور خلیل اللہ تھے۔“ انہوں نے کہا ہم یہ بھی نہیں پوچھتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ”پھر کیا تم عرب کے قبیلوں کی نسبت یہ سوال کرتے ہو؟“ انہوں نے کہا جی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا ”سنو جاہلیت کے زمانے میں جو ممتاز اور شریف تھے وہ اسلام لانے کے بعد بھی ویسے ہی شریف ہیں جب کہ انہوں نے دینی سمجھ حاصل کر لی ہو“ ② (بخاری) حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں نبیوں کے خواب اللہ کی وحی ہوتے ہیں۔ ③ مفسرین نے کہا ہے کہ یہاں گیارہ ستاروں سے مراد حضرت یوسف علیہ السلام کے گیارہ بھائی ہیں اور سورج چاند سے مراد آپ کے والد اور والدہ ہیں۔ اس خواب کی تعبیر خواب دیکھنے کے چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ اسی (۸۰) برس کے بعد ظاہر ہوئی جب کہ آپ نے اپنے ماں باپ کو تخت شاہی پر بٹھایا اور گیارہ بھائی آپ کے سامنے سجدے میں گر پڑے اس وقت آپ نے فرمایا کہ میرے مہربان باپ یہ دیکھئے آج اللہ تعالیٰ نے میرے خواب کو سچا کر دکھایا۔ ④ ، ⑤ ایک روایت میں ہے کہ بستان نامی یہودیوں کا ایک زبردست عالم تھا۔ اس نے آنحضرت ﷺ سے ان گیارہ ستاروں کے نام دریافت کئے۔ آپ ﷺ خاموش رہے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے آسمان سے نازل ہو کر آپ ﷺ کو نام بتلائے۔ آپ ﷺ نے اسے بلوایا اور فرمایا اگر میں تجھے ان کے نام بتلا دوں تو تو مسلمان ہو جائے گا؟“ اس نے اقرار کیا تو آپ نے فرمایا ”سنو ان کے نام یہ ہیں جبریاں طارق ذوالکففات قابس وثاب عمودان فلیق، صرّوح، ذوالفروع۔“ یہودی نے کہا ہاں ہاں اللہ کی قسم ان ستاروں کے یہی نام ہیں ⑥

- ① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ یوسف باب قولہ ﴿وَيُتِمُّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكَ وَعَلَىٰ آلِ يَعْقُوبَ﴾ ۶۲۸۸؛ احمد، ۹۶/۲؛ شرح السنۃ ۳۵۴۷۔
② صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ یوسف باب قولہ ﴿لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٍ لِلْمُتَذَكِّرِينَ﴾ ۶۲۸۹؛ صحیح مسلم ۲۲۷۸؛ احمد، ۲۵۷/۲؛ مسند الطیالسی ۷۱؛ مسند الحمیدی ۱۰۴۵؛ ابن حبان ۶۳۶۔
③ الطبری، ۵۵۴/۱۵۔ ④ ایضاً، ۵۵۷/۱۵۔ ⑤ ۱۲/یوسف: ۱۰۰۔ ⑥ مسند البزار ۲۲۲۰؛ دلائل النبوة، ۶/۲۲۷۷ کی سند میں حکم بن ظہیر ہے جسے بخاری نے منکر الحدیث کہا ہے۔ دیکھئے (المیزان، ۵۷۱/۱، رقم: ۲۱۷۸) لہذا یہ روایت سخت ضعیف ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِي يُوسُفَ وَإِخْوَتِهِ آيَاتٍ لِّلسَّالِفِينَ ۝ إِذْ قَالَ الْيُوسُفُ لِأَخُوهُ أَحَبُّ
إِلَىٰ آبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ آبَانَا لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوْ
اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهَ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِن بَعْدِهِ قَوْمًا صَالِحِينَ ۝ قَالَ
قَائِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوا يُوسُفَ وَالْقَوْهَ فِي غَيْبَةِ الْجُبِّ يَلْتَقِطُهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ
إِنْ كُنْتُمْ فَاعِلِينَ ۝

ترجمہ: یقیناً یوسف علیہ السلام اور اس کے بھائیوں میں دریافت کرنے والوں کے لئے بڑے بڑے نشان ہیں۔ [۷] جب کہ انہوں نے کہا کہ یوسف اور اس کا بھائی یہ نسبت ہمارے باپ کو بہت زیادہ پیارا ہے حالانکہ ہم طاقتور جماعت ہیں کوئی شک نہیں کہ ہمارے ابا صرح غلطی میں ہیں۔ [۸] یوسف کو تو ماری ڈالو یا اسے کسی نامعلوم جگہ پہنچا دو کہ تمہارے والد کا رخ صرف تمہاری طرف ہی ہو جائے اس کے بعد تم صلاحیت والے ہو جانا۔ [۹] ان میں سے ایک نے کہا یوسف کو قتل تو نہ کرو بلکہ اسے کسی گنہگار کنوئیں کی تہہ میں ڈال دو کہ اسے کوئی راہ رو قائل اٹھالے جائے اگر تمہیں کرنا ہی ہے تو یوں کرو۔ [۱۰]

=(ابن جریر) یہ روایت دلائل بیہقی میں اور ابو یعلیٰ میں اور بزار میں اور ابن ابی حاتم میں بھی ہے۔ ابو یعلیٰ میں یہ بھی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے جب یہ خواب اپنے والد صاحب سے بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ سچا خواب ہے یہ پورا ہو کر رہے گا۔ آپ فرماتے ہیں سورج سے مراد باپ ہیں اور چاند سے مراد ماں ہیں۔ لیکن اس روایت کی سند میں حکم بن ظہیر فزاری منفرد ہیں۔ جنہیں بعض اماموں نے ضعیف کہا ہے اور اکثر نے انہیں متردک کر رکھا ہے یہی حسن یوسف کی روایت کے راوی ہیں انہیں چاروں ہی ضعیف کہتے ہیں۔ یعقوب علیہ السلام کی یوسف علیہ السلام کو اپنا خواب بیان نہ کرنے کی تاکید: [آیت: ۵-۶] حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ خواب سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر حضرت یعقوب علیہ السلام نے تاکید کر دی کہ اسے بھائیوں کے سامنے نہ دو ہرانا کیونکہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ اور بھائی آپ کے سامنے پست ہوں گے یہاں تک کہ وہ آپ کی عزت و تعظیم کیلئے آپ کے سامنے اپنی بہت ہی لاچاری اور عاجزی ظاہر کریں تو بہت ممکن ہے کہ اس خواب کو سن کر اس کی تعبیر کو سامنے رکھ کر شیطان کے بہکادے میں آکر ابھی سے تمہاری دشمنی میں لگ جائیں اور حسد کی وجہ سے کوئی نامعقول فریب کاری کرنے لگیں اور کسی حیلے سے تجھے پست کرنے کی فکر میں لگ جائیں چنانچہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم بھی یہی ہے فرماتے ہیں ”تم لوگ کوئی اچھا خواب دیکھو تو خیر اسے بیان کرو اور جو شخص کوئی ایسا برا خواب دیکھے تو جس کروٹ پر ہو وہ کروٹ بدل دے اور بائیں طرف تین مرتبہ تھکا کر دے اور اس کی برائی سے اللہ کی پناہ طلب کرے اور کسی سے اس کا ذکر نہ کرے تو وہ خواب اسے کوئی نقصان نہ دے گا۔“ ① مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں

”خواب کی تعبیر جب تک نہ لی جائے وہ گویا پرند کے پاؤں پر ہے ہاں جب اس کی تعبیر بیان ہوگئی پھر وہ ہو جاتا ہے۔“ ②

فائدہ: اسی سے یہ حکم بھی لیا جاسکتا ہے کہ نعمت کو چھپانا چاہئے جب تک کہ وہ از خود اچھی طرح حاصل نہ ہو جائے اور ظاہر نہ ہو جائے

① صحیح بخاری، کتاب التعبیر، باب إذا رای مایکره فلا یخبر بها ولا یذکرها ۷۰۴۴؛ صحیح مسلم ۲۲۶۱۔

② ابوداؤد، کتاب الأدب باب فی الرؤیا ۵۰۲۰؛ مسند حسن، ترمذی ۲۲۷۹؛ ابن ماجہ ۳۹۱۴؛ احمد، ۱۰/۴؛ مسند الطیالسی،

جیسے کہ ایک حدیث میں ہے ”ضرورتوں کے پورا کرنے پر ان کے چھپانے سے بھی مدد لیا کرو کیونکہ ہر وہ شخص جسے کوئی نعمت ملے لوگ اس کے حسد کے درپے ہو جاتے ہیں۔“ ①

حضرت یوسف علیہ السلام کی فضیلت: حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے نخت جگر حضرت یوسف علیہ السلام کو انہیں ملنے والے مرتبوں کی خبر دیتے ہیں کہ جس طرح خواب میں اس نے تمہیں یہ فضیلت دکھائی اسی طرح وہ تمہیں بلند مرتبہ نبوت کا بھی عطا فرمائے گا اور تمہیں خواب کی تعبیر سکھادے گا اور تمہیں اپنی بھرپور نعمت دے گا یعنی نبوت جیسے کہ اس سے پہلے وہ ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کو اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو بھی عطا فرما چکا ہے جو تمہارے دادا اور پردادا تھے۔ اللہ تعالیٰ اس سے خوب واقف ہے کہ نبوت کے لائق کون ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام سے بھائیوں کا حسد: [آیت: ۷-۱۰] فی الواقع حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کے واقعات اس قابل ہیں کہ ان کا دریافت کرنے والا ان سے بہت سی عبرتیں حاصل کر سکے اور نصیحتیں لے سکے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے ایک ہی ماں سے دوسرے بھائی بنیامین تھے اور یہ سب بھائی اور ماں سے تھے۔ یہ سب آپس میں کہتے ہیں اللہ کی قسم ابا جان ہم سے زیادہ ان دونوں کو چاہتے ہیں تعجب ہے کہ ہم پر جو جماعت ہیں ان کو ترجیح دیتے ہیں جو صرف دو ہیں یقیناً یہ تو والد صاحب کی صریح غلطی ہے۔ یہ یاد رہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کی نبوت پر دراصل کوئی دلیل نہیں اور اس آیت کا طرز بیان تو بالکل اس کے خلاف پر ہے بعض لوگوں کا بیان ہے کہ اس واقعہ کے بعد انہیں نبوت ملی لیکن یہ چیز بھی محتاج دلیل ہے اور دلیل میں آیت قرآنی ﴿قُولُوا آمَنَّا﴾ ② میں لفظ اسباط پیش کرنا بھی احتمال سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا اس لئے کہ بطون بنی اسرائیل کو اسباط کہا جاتا ہے جیسے کہ عرب کو قبائل کہا جاتا ہے اور عم کو شعوب کہا جاتا ہے پس آیت میں صرف اتنا ہی ہے کہ بنی اسرائیل کے اسباط پر وحی الہی نازل ہوئی انہیں اس لئے اجمالاً ذکر کیا گیا کہ یہ بہت تھے لیکن ہر سبط برادران یوسف میں سے ایک کی نسل تھی پس اس کی کوئی دلیل نہیں کہ خاص ان بھائیوں کو اللہ تعالیٰ نے خلعت نبوت سے نوازا تھا واللہ اعلم۔

پھر آپس میں کہتے ہیں ایک کام کرو نہ بانس ہونہ بانسری باجے یوسف کا پاپ ہی کا ٹونہ یہ ہونہ ہماری راہ کا کاٹنا بنے ہم ہی ہم نظر آئیں اور ابا کی محبت صرف ہمارے ہی ساتھ رہے۔ اب اسے باپ سے ہٹانے کی دوسو مرتبیں ہیں یا تو اسے ماری ڈالو یا کہیں ایسی دور دراز جگہ پھینک آؤ کہ ایک کی دوسرے کو خبر ہی نہ ہو اور اسے کر کے پھر نیک بن جانا تو یہ کر لینا اللہ معاف کرنے والا ہے۔ یہ سن کر ایک نے مشورہ دیا یہی سب سے بڑا تھا اور اس کا نام روئیل تھا ③ کوئی کہتا ہے یہود تھا کوئی کہتا ہے شمعون تھا اس نے کہا بھئی یہ تو نا انصافی ہے بلا وجہ بلا قصور صرف عداوت میں آ کر خون ناحق گردن پر لینا تو ٹھیک نہیں۔ یہ بھی کچھ اللہ کی حکمت تھی رب کو منظور ہی نہ تھا ان میں قتل یوسف کی قوت ہی نہ تھی اللہ کو منظور تو یہ تھا کہ یوسف کو نبی بنائے بادشاہ بنائے اور انہیں عاجزی کے ساتھ اس کے سامنے کھڑا کرے پس ان کے دل روئیل کے رائے سے نرم گئے اور طے ہوا کہ اسے کسی غیر آباد کنوئیں کی تہ میں پھینک دیں۔ قنادہ برصیبتہ کہتے ہیں یہ بیت المقدس کا کنواں تھا انہیں یہ خیال ہوا کہ ممکن ہے مسافر وہاں سے گزریں اور وہ اسے اپنے قافلے میں لے جائیں پھر کہاں یہ اور کہاں ہم؟ جب گڑ دیئے کام نکلتا ہو تو زہر کیوں دو بغیر قتل کے مقصود حاصل ہوتا ہے تو کیوں خون آلود ہاتھ کرو۔ ان کے گناہ کا تصور تو کرو یہ رشتے داری کے توڑنے باپ کی نافرمانی کرنے چھوٹے پر ظلم کرنے بے گناہ کو نقصان پہنچانے بڑے بوڑھے کو ستانے =

① طبرانی، ۱: ۱۶۶۰۹؛ مسند الشامیین ۴۰۸؛ شعب الایمان ۶۳۷۹، مسند الرویانی، ۱: ۱۴۳۸، مسند الشہاب، ۱: ۶۶۰ اس کی سند میں سعید بن سلام ہے جس پر حدیثیں گھڑنے کا الزام ہے۔ (الضعفاء والمتروکین لابن الجوزی، ۱: ۱۳۹۹) لہذا یہ روایت موضوع ہے۔

② ۲/ البقرہ: ۱۳۶۔ ③ الطبری، ۱۵/ ۵۶۴۔

قَالُوا يَا أَبَانَا مَا لَكَ لَا تَأْمَنَّا عَلَى يُوسُفَ وَإِنَّا لَهُ لَنَصِحُونَ ﴿١١﴾ أَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا
يَرْتَعِ وَيَلْعَبْ وَإِنَّا لَهُ لَحَفِظُونَ ﴿١٢﴾ قَالَ إِنِّي لَيَحْزُنُنِي أَنْ تَذْهَبُوا بِهِ وَأَخَافُ أَنْ يَأْكُلَهُ
الدَّبَابُ وَانْتُمُ عَنْهُ غَافِلُونَ ﴿١٣﴾ قَالُوا لَئِنِ أَكَلَهُ الدَّبَابُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّآ إِذْ الْخَاسِرُونَ ﴿١٤﴾

ترجمہ: کہنے لگے ابا خرا آپ یوسف کے بارے میں ہم پر اعتبار کیوں نہیں کرتے ہم تو اس کے خیر خواہ ہیں۔ [۱۱] کل آپ سے ضرور
ہمارے ساتھ بھیج دیجئے کہ خوب کھائے پئے اور کھیلے کودے اس کی حفاظت کے ہم ذمہ دار ہیں۔ [۱۲] کہا اسے تمہارا لے جانا مجھے تو سخت
صدمہ دے گا اور مجھے یہ بھی کھانکا لگا رہے گا کہ تمہاری غفلت میں اسے بھیڑیا کھا جائے۔ [۱۳] انہوں نے جواب دیا کہ ہم جیسی زور آور
جماعت کی موجودگی میں بھی اگر اسے بھیڑیا کھا جائے تو ہم بالکل عاجز ہی ہوئے۔ [۱۴]

= اور حق دار کا حق کاٹنے حرمت و فضیلت کا خلاف کرنے بزرگی کو نالہ اور اپنے باپ کو دکھ پہنچانے اور اسے اس کے کلیجے کی ٹھنڈک
اور آنکھوں کے سکھ سے ہمیشہ کے لئے دور کرنے اور بوڑھے باپ اللہ کے لاڈلے پیغمبر کو اس بڑھاپے میں ناقابل برداشت صدمہ
پہنچانے اور اس بے سچے بچے کو اپنے مہربان باپ کی پیار بھری نگاہوں سے ہمیشہ اوجھل کرنے کے درپے ہیں اللہ کے دونوں کو دکھ دینا
چاہتے ہیں محبوب و محبت میں تفرقہ ڈالنا چاہتے ہیں سکھ کی جانوں کو دکھ میں ڈالنا چاہتے ہیں پھول سے نازک بے زبان بچے کو اس کے
مشفق مہربان بوڑھے باپ کی نرم و گرم گودی سے الگ کرتے ہیں۔ اللہ انہیں بخشے آہ شیطان نے کیسی الٹی پڑھائی ہے اور انہوں نے
بھی کیسی بدی پر کمر باندھی ہے۔

یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کیلئے بھائیوں کا باپ سے اصرار: [آیت: ۱۱-۱۳] بڑے بھائی روتیل کے سمجھانے پر سب
بھائیوں نے اس رائے پر اتفاق کر لیا کہ یوسف کو لے جائیں اور کسی غیر آباد کنوئیں میں ڈال آئیں۔ اس کے طے کرنے کے بعد
باپ کو دھوکہ دینے اور بھائی کو پھسلا کر لے جانے اور اس پر آفت ڈھانے کے لئے سب مل کر باپ کے پاس آئے باوجودیکہ تھے بد
اندیش بدخواہ برا چاہنے والے لیکن باپ کو اپنی باتوں میں پھنسانے کے لئے اور اپنے گھر سے مکر میں انہیں الجھانے کے لئے پہلے ہی
جال بچھاتے ہیں کہ اباجی آخر کیا بات ہے جو آپ ہمیں یوسف کے بارے میں امین نہیں جانتے؟ ہم تو اس کے بھائی ہیں اس کی خیر
خواہی ہم سے زیادہ کون کر سکتا ہے؟ ﴿نَرْتَعِ وَيَلْعَبُ﴾ کی دوسری قرأت (نَرْتَعِ وَيَلْعَبُ) بھی ہے باپ سے کہتے ہیں کہ بھائی
یوسف کو کل ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے ان کا جی خوش ہوگا وہ گھڑی کھیل کود لیں گے ہنس بول لیں گے آزادی سے چل پھریں گے
آپ بے فکر رہئے ہم اس کی پوری حفاظت کریں گے ہر وقت دیکھ بھال رکھیں گے آپ ہم پر اعتماد کیجئے ہم اس کے نگہبان ہیں۔

یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام کے متعلق خوف: اللہ کے نبی حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹوں کی اس طلب کا کہ بھائی یوسف علیہ السلام
کو ہمارے ساتھ سیر کے لئے بھیجئے جواب دیتے ہیں کہ تمہیں معلوم ہے مجھے اس سے بہت محبت ہے تم اسے لے جاؤ گے مجھ پر اس کی
اتنی دیر کی جدائی بھی شاق گزرے گی حضرت یعقوب علیہ السلام کی اس بڑھی ہوئی محبت کی وجہ یہ تھی کہ آپ حضرت یوسف علیہ السلام کے
چہرے پر خیر کے نشان دیکھ رہے تھے نبوت کا نور پیشانی سے ظاہر تھا اخلاق کی پاکیزگی ایک ایک بات سے عیاں تھی صورت کی خوبی
سیرت کی اچھائی کا بیان تھی۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دونوں باپ بیٹوں پر صلوة و سلام ہو۔ دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ممکن ہے تم اپنی
بکریوں کے چرانے چگانے اور دوسرے کاموں میں مشغول رہو اور اللہ نے کوئی بھیڑیا یا کراس کا کام تمام کر جائے اور تمہیں پتہ =

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَاجْتَمَعُوا أَن يُجْعَلُوهُ فِي غَيْبِ الْجُبِّ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ

بِأَمْرِهِمْ هَذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٥﴾

ترجمہ: پھر جب اسے لے چلے اور سب نے مل کر ٹھان لیا کہ اسے غیر آباد گہرے کنوئیں کی تہ میں پھینک دیں ہم نے یوسف علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ یقیناً وقت آ رہا ہے تو انہیں اس ماجرا کی خبر اس حال میں دے کہ وہ جانتے ہی نہ ہوں۔ [۱۵]

= بھی نہ چلے۔ آہ حضرت یعقوب علیہ السلام کی اسی بات کو انہوں نے لے لیا اور دماغ میں بسا لیا کہ یہی ٹھیک عذر ہے یوسف علیہ السلام کو الگ کر کے ابا کے سامنے بھی گھڑت گھڑ دیں گے اسی وقت بات بنائی اور جواب دیا کہ ابا آپ نے بھلا فکر کیا ہماری جماعت کی جماعت قوی اور طاقتور موجود اور ہمارے بھائی کو بھیڑ یا کھا جائے؟ بالکل ناممکن۔ اگر ایسا ہو جائے تو پھر تو گویا ہم سب بے کار نکلے عاجز اور نقصان والے ہی ہوتے۔

یوسف علیہ السلام کا کنوئیں میں ڈالا جانا: [آیت: ۱۵] سمجھا بھلا کر بھائیوں نے باپ کو راضی کر ہی لیا۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کو لے کر چلے۔ جنگل میں جا کر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یوسف علیہ السلام کو کسی غیر آباد کنوئیں کی تہ میں ڈال دیں حالانکہ باپ سے یہ کہہ کر لے گئے تھے کہ اس کا جی پہلے گا ہم اسے عزت کے ساتھ لے جائیں گے۔ ہر طرح خوش رکھیں گے اس کا جی بہل جائے گا اور یہ راضی خوشی رہے گا۔ یہاں آتے ہی غداروں شروع کر دی اور لطف یہ ہے کہ سب نے ایک ساتھ دل سخت کر لیا۔ ان کی باتوں میں آ کر اپنے لخت جگر کو ان کے سپرد کر دیا جاتے ہوئے سینے سے لگا کر چکار چکار کر دے کر رخصت کیا۔ باپ کی آنکھوں سے ہٹتے ہی ان سب نے بھائی کو ایذا میں دینی شروع کر دیں برا بھلا کہنے لگے اور چنانچہ چنول سے بھی باز نہ رہے مارتے پیٹتے برا بھلا کہتے اس کنوئیں کے پاس پہنچے اور ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر کنوئیں میں گرانا چاہا۔ آپ ایک ایک کے دامن سے چمکتے ہیں اور ایک ایک سے رحم کی درخواست کرتے ہیں لیکن ہر ایک جھڑک دیتا ہے اور دھکا دے کر مار پیٹ کر ہٹا دیتا ہے۔ مایوس ہو گئے۔ سب نے مل کر مضبوط باندھا اور کنوئیں میں لٹکا دیا آپ نے کنوئیں کا کنارہ ہاتھ سے تھام لیا۔ لیکن بھائیوں نے انگلیوں پر مار مار کر اسے بھی ہاتھ سے چھڑا لیا۔ آدمی دور آپ علیہ السلام پہنچے ہوں گے کہ انہوں نے رسی کاٹ دی آپ تہ میں جا کر گئے کنوئیں کے درمیان میں ایک پتھر تھا جس پر کھڑے ہو گئے۔ ① عین اس مصیبت کے وقت عین اس سختی اور تنگی کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کی جانب وحی کی کہ آپ کا دل مطمئن ہو جائے آپ صبر و سہار سے کام لیں اور انجام کا آپ کو علم ہو جائے۔ وحی میں فرمایا گیا کہ تمکین نہ ہو یہ نہ سمجھ کہ یہ مصیبت زائل نہ ہوگی سن اللہ تعالیٰ تجھے اس سختی کے بعد آسانی دے گا اس تکلیف کے بعد راحت ملے گی ان بھائیوں پر اللہ تجھے غلبہ دے گا یہ گو تجھے پست کرنا چاہتے ہیں لیکن اللہ کی چاہت ہے کہ وہ تجھے بلند کرے یہ جو کچھ آج تیرے ساتھ کر رہے ہیں وقت آئے گا کہ تو انہیں ان کے اس کروت کو یاد دلائے گا اور یہ ندامت سے سر جھکائے ہوئے ہوں گے اپنا قصور سن رہے ہوں گے اور انہیں یہ بھی نہ معلوم ہوگا کہ تو تو ہے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ جب برادران یوسف حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچے تو آپ علیہ السلام نے تو انہیں پہچان لیا لیکن یہ نہ پہچان سکے۔ اس وقت آپ علیہ السلام نے ایک پیالہ منگوا لیا اپنے ہاتھ پر رکھ کر اسے انگلی سے ٹھونکا آواز نکلتی ہی =

وَجَاءُوا آبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ۖ قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوسُفَ
عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّبَابُ ۚ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ۝ وَجَاءُوا
عَلَى قَيْصِيهِ يَدْعُوهُ كَذِبٌ ۖ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْراً ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ
وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَى مَا تَصِفُونَ ۝

ترجمہ: رات کے اندھیرے میں اپنے باپ کے پاس روتے ہوئے پہنچے [۱۶] اور کہنے لگے اباجی ہم تو آپس میں شرطیہ دوڑ میں لگ گئے یوسف کو ہم نے اپنے اسباب کے پاس چھوڑا تھا جو اسے بھیڑ یا کھا گیا، آپ تو ہماری بات باور کرنے کے نہیں گوہم بالکل سچے ہی ہوں [۱۷] یوسف کے کرتے کو جھوٹ موٹ کے خون سے خون آلود بھی کر لائے تھے باپ نے کہا یوں نہیں بلکہ تم نے اپنے دل ہی سے ایک بات بنائی ہے، پس مبرہی بہتر ہے تمہاری بنائی ہوئی باتوں پر اللہ ہی سے مدد کی طلب ہے۔ [۱۸]

یعنی اسی وقت آپ ﷺ نے فرمایا لو یہ جام تو کچھ کہہ رہا ہے اور تمہارے متعلق ہی کچھ خبر دے رہا ہے یہ کہہ رہا ہے کہ تمہارا ایک سوتیلا بھائی تھا یوسف نامی تم اسے باپ کے پاس سے لے گئے اور اسے کنوئیں میں پھینک دیا۔ پھر اسے انگلی ماری اور ذرا سی دیر کاں لگا کر فرمایا لو یہ کہہ رہا ہے کہ پھر تم اس کے کرتے پر جھوٹا خون لگا کر باپ کے پاس گئے اور وہاں جا کر ان سے کہہ دیا کہ تیرے لڑکے کو بھیڑیے نے کھا لیا۔ اب تو یہ حیران ہو گئے اور آپس میں کہنے لگے ہائے برا ہوا، بھانڈا اچھوٹ گیا اس جام نے تو تمام سچی سچی باتیں بادشاہ سے کہہ دیں۔ بس یہی ہے جو آپ کو کنوئیں میں وحی ہوئی کہ ان کے اس کرتوت کو تو انہیں ان کی بے شعوری میں جتائے گا۔

بھائیوں کا باپ کے سامنے مکر و فریب: [آیت: ۱۶-۱۸] چپ چاپ ننھے بھیا پر اللہ کے معصوم نبی پر باپ کا آنکھ کے تارے پر ظلم دستم کے پہاڑ توڑ کر رات ہوئے باپ کے پاس سرخرو بننے اور اپنی ہمدردی ظاہر کرنے کے لئے غم زدہ ہو کر روتے ہوئے پہنچے اور اپنے ملال کا یوسف ﷺ کے نہ ہونے کا سبب یہ بیان کیا کہ ہم نے تیرا اندازی اور دوڑ شروع کی، جھوٹے بھائی کو اسباب کے پاس چھوڑا اتفاق کی بات ہے اسی وقت بھیڑیا آ گیا اور بھائی کو لقمہ بنا لیا، چیر پھاڑ کر کھا گیا۔ پھر باپ کو اپنی بات صحیح طور پر جانے اور ٹھیک باور کرانے کے لئے پانی سے پہلے پاڑ باندھتے ہیں کہ ہم اگر آپ کے نزدیک سچے ہی ہوتے تب بھی یہ واقعہ ایسا ہے کہ آپ ہمیں سچا ماننے میں تامل کرتے پھر جب کہ پہلے ہی سے آپ نے اپنا ایک کٹکا ظاہر کیا ہو اور خلاف ظاہر واقعہ میں اتفاقاً ایسا ہی ہو بھی جائے تو ظاہر ہے کہ آپ اس وقت تو ہمیں سچا مان ہی نہیں سکتے ہیں تو ہم سچے ہی۔ لیکن آپ بھی ہم پر اعتبار نہ کرنے میں ایک حد تک حق ہیں، کیونکہ یہ واقعہ ہی ایسا انوکھا ہے ہم خود حیران ہیں کہ یہ ہو کیا گیا؟ یہ تو تھا زبانی کھیل، ایک کام بھی اسی کے ساتھ کر لائے تھے یعنی بکری کے ایک بچے کو ذبح کر کے اس کے خون سے حضرت یوسف ﷺ کا پیرا، سن داغ دار کر دیا کہ بطور شہادت کے ابا کے سامنے پیش کریں گے کہ یہ دیکھو یہ ہیں یوسف بھائی کے خون کے دھبے ان کے کرتے پر، لیکن اللہ کی شان چور کے پاؤں کہاں؟ سب کچھ تو کیا لیکن کرتا پھاڑنا بھول گئے اس لئے باپ پر سب مکر کھل گیا، لیکن اللہ کے نبی ﷺ نے ضبط کیا اور صاف لفظوں میں گونہ کہا تاہم بیٹوں کو بھی پتہ چل گیا کہ اباجی کو ہماری بات سچی نہیں۔ فرمایا کہ تمہارے دل نے تو ایک بات بنا دی ہے، خیر میں تو تمہاری اس مذہبوحی حرکت پر مبرہی کروں گا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنے مہر و کرم سے اس دکھ کو ٹال دے، تم جو ایک جھوٹی بات مجھ سے بیان کر رہے ہو اور ایک

وَجَاءَتْ سَيَّارَةٌ فَأَرْسَلُوا وَارِدَهُمْ فَأَدْلَى دَلْوَةً ۖ قَالَ يَبُشْرَىٰ هَذَا غُلْمٌ
وَأَسْرُوءٌ بِضَاعَةٌ ۖ وَاللَّهُ عَلِيمٌ بِمَا يَعْمَلُونَ ۝ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ

مَعْدُودَةً ۖ وَكَانُوا فِيهِ مِنَ الزَّاهِدِينَ ۝

ترجمہ: ایک قافلہ آیا انہوں نے اپنے پانی لانے والے کو بھیجا اس نے اپنا ڈول لٹکا دیا۔ کہنے لگا واہ واہ خوشی کی بات ہے یہ تو نوجوان بچہ ہے انہوں نے اسے مال تجارت قرار دے کر چھپا دیا اللہ تعالیٰ باخبر تھا اس سے جو وہ کر رہے تھے [۱۹] بھائیوں نے اسے بہت ہی ہلکی قیمت پر کتنی کے چند درہموں پر ہی بیچ ڈالا وہ تو یوسف علیہ السلام کے بارے میں بہت ہی بے رغبت تھے۔ [۲۰]

= محال چیز پر مجھے یقین دلارہے ہو اس پر میں اللہ سے مدد طلب کرتا ہوں اس کی مدد شامل حال رہی تو دودھ کا دودھ پانی کا پانی الگ ہو جائے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ کرتا دیکھ کر آپ علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ تعجب ہے بیٹھریا یوسف کو کھا گیا اس کا پیرا بہن خون آلود ہوا مگر کہیں سے ذرا بھی نہ پھٹا۔ خیر میں صبر کروں گا جس میں کوئی شکایت نہ ہونے کوئی گھبراہٹ ہو۔ کہتے ہیں کہ تین چیزوں کا نام صبر ہے اپنی مصیبت کسی سے ذکر نہ کرنا اپنے دل کا دکھڑا کسی کے سامنے نہ رونا اور ساتھ ہی اپنے نفس کو پاک نہ سمجھنا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے اس موقع پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس واقعہ کی پوری حدیث کو بیان کیا ہے جس میں آپ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائے جانے کا ذکر ہے۔ اس میں آپ نے فرمایا ہے واللہ میری اور تمہاری مثال حضرت یوسف علیہ السلام کے باپ کی سی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا اب صبر ہی بہتر ہے اور تمہاری ان باتوں پر اللہ ہی سے مدد چاہی گئی ہے۔ ①

کنوئیس سے نکل کر بازار مصر کی طرف: [آیت: ۱۹-۲۰] بھائی تو حضرت یوسف علیہ السلام کو کنوئیس میں ڈال کر چل دیئے یہاں تین دن آپ علیہ السلام کو اسی اندھیرے کنوئیس میں اکیلے گزر گئے۔ محمد بن اسحاق رحمہ اللہ کا بیان کہ اس کنوئیس میں گرا کر بھائی تماشا دیکھنے کے لئے اس کے آس پاس ہی دن بھر پھرتے رہے کہ دیکھیں کہ وہ کیا کرتا ہے اور اس کے ساتھ کیا کیا جاتا ہے۔ اللہ کی قدرت سے ایک قافلہ وہیں سے گزرا انہوں نے اپنے ستمی کو پانی کے لئے بھیجا اس نے اسی کنوئیس میں ڈول ڈالا حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کی رسی مضبوط تھام لی اور بجائے پانی کے آپ علیہ السلام باہر نکلے وہ آپ علیہ السلام کو دیکھ کر باغ باغ ہو گیا رہ نہ سکا با آواز بلند کہہ اٹھا کہ لو سبیلن اللہ یہ تو نوجوان بچہ آ گیا۔ دوسری قرأت اس کی (بَابُ شُرَايِ) بھی ہے۔ سدی رحمہ اللہ کہتے ہیں بشری ستمی کے بھیجنے والے کا نام بھی تھا اس نے اس کا نام لے پکار کر خبر کی کہ میرے ڈول میں تو ایک بچہ آیا ہے۔ لیکن سدی رحمہ اللہ کا یہ قول غریب ہے۔ اس طرح کی قرأت پر بھی وہی معنی ہو سکتے ہیں اس کی اضافت اپنے نفس کی طرف ہے اور یائے اضافت ساقط ہے اسی کی تائید قرأت ﴿يَا بُشْرَىٰ﴾ سے ہوتی ہے جیسے عرب کہتے ہیں ﴿يَا نَفْسُ اِصْبِرِي﴾ اور ﴿يَا غُلَامُ اَقْبِلْ﴾ اضافت کے حرف کو ساقط کر کے اس وقت کسرہ دینا بھی جائز ہے اور رفع دینا بھی پس یہ اسی قبیل سے ہے اور دوسری قرأت اس کی تفسیر ہے وَاللَّهُ اَعْلَمُ۔ ان لوگوں نے آپ علیہ السلام کو بحیثیت پونجی کے چھپا لیا۔ قافلے کے اور لوگوں پر اس راز کو ظاہر نہ کیا بلکہ کہہ دیا کہ ہم نے کنوئیس کے پاس کے لوگوں سے اسے خریدا ہے انہوں نے ہمیں اسے دے دیا ہے تاکہ وہ بھی سا جھانہ ملائیں۔

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورۃ یوسف باب قولہ ﴿قَالَ بَل سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا لِّصَبْرِ حَمِيلٍ﴾ ۶۶۹۰؛

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِي هُوَ فِي بَيْتِهَا عَنْ نَفْسِهِ وَغَلَّقَتِ الْأَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ط

قَالَ مَعَاذَ اللَّهِ إِنَّهُ رَبِّي أَحْسَنَ مَثْوَايَ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٢٣﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهِ ء

وَهَمَّ بِهَا لَوْلَا أَنْ رَأَى بُرْهَانَ رَبِّهِ ط كَذَلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوءَ وَالْفَحْشَاءَ إِنَّهُ

مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِينَ ﴿٢٤﴾

ترجمہ: اس عورت نے جس کے گھر میں یوسف تھا یوسف کو بھلانا پھیلانا شروع کیا کہ وہ اپنے نفس کی نگرانی چھوڑ دے دروازے بند کر کے کہنے لگی لو آ جاؤ یوسف علیہ السلام نے کہا اللہ کی پناہ! عزیز مصر میرا سردار ہے مجھے اس نے بہت ہی اچھی طرح رکھا ہے بے انصافی کرنے والوں کا بھلا نہیں ہوتا۔ [۲۳] اس عورت نے یوسف علیہ السلام کی طرف کا قصد کیا اور یوسف علیہ السلام نے اس کا اگر نہ ہوتی یہ بات کہ دیکھ لے وہ اپنے پروردگار کی دلیل یونہی ہوا اس واسطے کہ ہم اس سے برائی اور بے حیائی دور کر دیں، بیشک وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔ [۲۴]

== کہ یہ اللہ کے نبی بننے والے ہیں۔ حضرت مجاہد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اتنا سب کچھ کرنے پر بھی صبر نہ ہوا، قافلے کے پیچھے ہولے اور ان سے کہنے لگے دیکھو اس غلام میں بھاگ نکلنے کی عادت ہے اسے مضبوط باندھ دو کہیں تمہارے ہاتھوں سے بھی بھاگ نہ جائے۔ اسی طرح باندھے باندھے مصر تک پہنچے اور وہاں آپ علیہ السلام کو بازار میں لے جا کر بیچنے لگے۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا ہے مجھے جو لے گا وہ خوش ہو جائے۔ پس عزیز مصر نے آپ کو خرید لیا وہ تھا بھی مسلمان۔

یوسف علیہ السلام کی مصر کے بازار میں نیلامی: [آیت: ۲۱-۲۲] اللہ کا لطف بیان ہو رہا ہے کہ جس نے آپ علیہ السلام کو مصر میں خریدا اللہ نے اس کے دل میں آپ علیہ السلام کی عزت و وقعت ڈال دی اس نے آپ علیہ السلام کے نورانی چہرے کو دیکھتے ہی سمجھ لیا کہ اس میں خیر و صلاح ہے۔ یہ مصر کا وزیر تھا اس کا نام تظفیر تھا، کوئی کہتا ہے اطفیر تھا۔ اس کے باپ کا نام روجیب تھا یہ مصر کے خزانوں کا داروغہ تھا۔ مصر کی سلطنت اس وقت ریان بن ولید کے ہاتھ میں تھی یہ عمالیت میں سے ایک شخص تھا۔ عزیز مصر کی بیوی صاحبہ کا نام راعیل تھا، کوئی کہتا ہے زلیخا تھا۔ یہ راعیل کی بیٹی تھیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ مصر میں جس نے آپ کو خریدا اس کا نام مالک بن ذعر بن قریب بن عقیق بن مدیان بن ابراہیم تھا، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں سب سے زیادہ دور میں دور رس اور انجام پر نظر رکھنے والے اور عقلمندی سے تاڑنے والے تین شخص گزرے ہیں ایک تو یہی عزیز مصر کہ بہ یک نگاہ حضرت یوسف علیہ السلام کو تاڑ گیا اور جاتے ہی بیوی سے کہا کہ اگر آپ کو آدمی کی ضرورت ہے تو ان سے معاملہ کر لیجئے یہ تو یقینی اور بالائنت شخص ہے تیسرے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کہ آپ نے دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے خلافت حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسے شخص کو سونپی۔ ① یہاں اللہ تعالیٰ اپنا ایک اور احسان بیان فرما رہا ہے کہ بھائیوں کے پھندے سے ہم نے چھڑ لیا، پھر ہم نے مصر میں لا کر یہاں کی سرزمین پر ان کا قدم جما دیا، کیونکہ اب ہمارا یہ ارادہ پورا ہونا تھا کہ ہم اسے تعبیر خواب کا کچھ علم عطا فرمائیں، اللہ کے ارادہ کو کون ٹال سکتا ہے؟ کون روک سکتا ہے؟ کون خلاف کر سکتا ہے؟ وہ سب پر غالب ہے سب اس کے سامنے عاجز ہیں جو وہ چاہتا ہے وہ ہو کر ہی رہتا ہے، جو ارادہ کرتا ہے کر چکتا ہے لیکن اکثر لوگ علم سے خالی ہوتے ہیں نہ اس کی حکمت کو مانتے ہیں نہ اس کی باریکیوں پر ان کی نگاہ ہوتی ہے نہ وہ

اس کی حکمتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ جب آپ کی عقل کامل ہوئی، جب جسم اپنی نشوونما تمام کر چکا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبوت عطا فرمائی اور اس سے آپ کو مخصوص کیا، یہ کوئی نئی بات نہیں، ہم نیک کاروں کو اسی طرح بھلا بدلہ دیتے ہیں کہتے ہیں اس سے مراد تینتیس برس کی عمر ہے یا تیس سے کچھ اور پر کی یا بیس کی یا چالیس کی یا پچیس کی یا بائیس کی یا اٹھارہ کی یا مراد جوانی کو پہنچتا ہے اور اسکے سوا اور اقوال بھی ہیں وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔

عزیز مصر کی بیوی کا کردار: [آیت: ۲۳۰-۲۳۱] عزیز مصر جس نے آپ کو خریدتا اور بہت اچھی طرح مثل اولاد کے رکھا تھا اپنی گھر والی سے بھی تاکیدا کہہ دیا تھا کہ انہیں کسی طرح کی تکلیف نہ ہو عزت و اکرام سے انہیں رکھو۔ اس عورت کی نیت میں کھوٹ آ جاتی ہے۔ جمال یوسف پر فریفتہ ہو جاتی ہے دروازے بند کر کے بن سنور کر برے کام کی طرف یوسف علیہ السلام کو بلاتی ہے لیکن حضرت یوسف بڑی سختی سے انکار کر کے اسے مایوس کر دیتے ہیں۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ تیرا خاوند میرا سردار ہے۔ اس وقت اہل مصر کے محاورے میں بڑوں کیلئے یہی لفظ بولا جاتا تھا۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں تمہارے خاوند کی مجھ پر مہربانی ہے وہ میرے ساتھ سلوک و احسان سے پیش آتے ہیں پھر کیسے ممکن ہے کہ میں ان کی خیانت کروں یا در کھو چیز کو غیر جگہ رکھنے والے بھلائی سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ﴿هَيْتَ لَكَ﴾ کو بعض لوگ سریانی زبان کا لفظ کہتے ہیں بعض قبطی زبان کا بعض اسے غریب لفظ بتلاتے ہیں بعض حورمیت کا لغت بتلاتے ہیں۔ ① کسائی اسی قرأت کو پسند کرتے تھے اور کہتے تھے اہل حوران کا یہ لغت ہے حجاز میں آ گیا ہے اہل حوران کے ایک عالم نے کہا ہے کہ یہ ہمارا لغت ہے امام ابن جریر رحمہ اللہ نے اس کی شہادت میں شعر بھی پیش کیا ہے۔ اس کی دوسری قرأت ﴿هَيْتَ﴾ بھی ہے۔ پہلی قرأت کے معنی تو آؤ کے تھے اسکے معنی ہیں میں تیرے لئے تیار ہوں۔ بعض لوگ اس قرأت کا انکار ہی کرتے ہیں۔ ایک قرأت ﴿هَيْتَ﴾ بھی ہے یہ قرأت غریب ہے ایک قرأت ہیت بھی ہے۔ عام مدنی لوگوں کی یہی قرأت ہے۔ اس پر بھی شہادت میں شعر پیش کیا جاتا ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں قاریوں کی قرأتیں قریب قریب ہیں جس طرح تم سکھائے گئے ہو پڑھتے رہو گہرائی سے اور اختلاف سے اور لعن طعن سے اور اعتراض سے بچو۔ اس لفظ کے یہی معنی ہیں کہ آؤ سامنے ہو وغیرہ پھر آپ نے اس لفظ کو پڑھا کسی نے کہا اسے دوسری طرح بھی پڑھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا درست ہے مگر میں نے تو جس طرح سیکھا ہے اسی طرح پڑھوں گا ② یعنی ہیت نہ کہ ﴿هَيْتَ﴾ یہ لفظ تذکیر تائید واحد شہینہ جمع سب کے لئے یکساں ہوتا ہے۔ جیسے ﴿هَيْتَ لَكَ هَيْتَ لَكُمْ هَيْتَ لَكُمْمَا هَيْتَ لَكُنَّ هَيْتَ لُهُنَّ﴾

یوسف علیہ السلام کا برائی سے انکار کرنا: سلف کی ایک جماعت سے تو اس آیت کے بارے میں وہ مردی ہے جو ابن جریر وغیرہ لائے ہیں۔ اور کہا گیا ہے کہ یوسف علیہ السلام کا قصد اس عورت کے ساتھ صرف نفس کا کھٹکا تھا۔ بغوی کی حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ ”اللہ تعالیٰ فرشتوں کو فرماتے ہے کہ جب میرا کوئی بندہ نیکی کا ارادہ کرے تو تم اس کی نیکی لکھ لو اور جب اس نیکی کو گزرے تو اس جیسی دس گنی نیکی لکھ لو اور اگر کسی برائی کا ارادہ کرے اور پھر اسے نہ کرے تو اس کے لئے نیکی لکھ لو کیونکہ اس نے میری وجہ سے اس برائی کو چھوڑا ہے اور اگر اس برائی کو کر ہی گزرے تو اس کے برابر اسے لکھ لو۔“ اس حدیث کے الفاظ اور بھی کئی ایک ہیں اصل بخاری و مسلم میں بھی ہے۔ ③ ایک قول ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اسے مارنے کا قصد کیا تھا۔ ایک قول ہے کہ اسے بیوی =

① صحیح بخاری، کتاب التفسیر، سورة یوسف باب قوله ﴿وَرَادَتْهُ الَّتِي هُوَ لِي بِتِهَا عَن نَّفْسِهِ.....﴾ قبل حدیث ۴۶۹۲۔

② صحیح بخاری حوالہ سابق ۴۶۹۲؛ حاکم، ۲/۳۶۶۔ ③ صحیح بخاری، کتاب التوحید، باب قول اللہ تعالیٰ ﴿وَرَادَتْهُ الَّتِي هُوَ لِي بِتِهَا عَن نَّفْسِهِ.....﴾ قبل حدیث ۴۶۹۲۔

④ (یوریلون ان ہیلولا کلام اللہ) ۱۷۵۰۱، صحیح مسلم ۱۲۸، ۱۲۹، الایمان لابن مندہ ۳۷۶؛ ابن حبان ۳۷۹؛ احمد، ۲/۳۱۵۔

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَيْصَةَ مِنْ دُبُرٍ وَأَلْفِيَا سَيْدَهَا لَدَا الْبَابِ ۗ قَالَتْ مَا
 جَزَاءُ مَنْ أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوءًا إِلَّا أَنْ يُسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۗ قَالَ هِيَ رَأودُ ثُنْيٍ
 عَنْ نَفْسِي وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ۗ إِنْ كَانَ قَيْصُةُ قَدْ مِّنْ قَبْلِ فَصَدَقَتْ
 وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِينَ ۗ وَإِنْ كَانَ قَيْصُةُ قَدْ مِّنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِينَ ۗ
 فَلَمَّا رَأٰ قَيْصَةَ قَدْ مِّنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِّنْ كٰذِبٍ ۗ إِنْ كٰذِبٌ كُنَّ عَظِيمَةٌ ۗ يُوسُفُ
 أَعْرَضَ عَنْ هٰذَا ۗ وَاسْتَغْفِرُ لِذَنْبِكُمْ ۗ إِنَّكَ كُنْتَ مِنَ الْخٰطِئِينَ ۗ

ترجمہ: دونوں دروازے کی طرف دوڑے اور اس عورت نے یوسف کا کرتا پیچھے کی طرف سے کھینچ کر پھاڑ ڈالا دروازے کے پاس ہی عورت کا شوہر دونوں کو مل گیا تو کہنے لگی جو شخص تیری بیوی کے ساتھ برارادہ کرے بس اس کی سزا یہی ہے کہ اسے قید کر دیا جائے یا اور کوئی درد ناک سزا دی جائے [۱۲۵] یوسف نے کہا یہ عورت ہی مجھے پہلا پہلا کر میرے نفس کی حفاظت سے مجھے غافل کرنا چاہتی تھی عورت کے قبیلے ہی کے ایک شخص نے گواہی دی کہ اگر اس کا کرتا آگے سے پھٹا ہوا ہو تو عورت سچی ہے اور یوسف جھوٹ بولنے والوں میں ہے [۱۲۶] اور اگر اس کا پیرا ہن پیچھے کی جانب سے پھاڑا گیا ہے تو عورت جھوٹی ہے اور یوسف سچوں میں سے ہے [۱۲۷] خاندان نے جو دیکھا کہ پیرا ہن یوسف پیچھے کی جانب سے چاک کیا گیا ہے تو صاف کہہ دیا کہ یہ تو تم عورتوں کے چمند ہیں، چنگ تمہارے، جھکنڈے بھاری ہیں [۱۲۸] یوسف اب اس بات کو آتی جاتی کر د اور اے عورت تو اپنے گناہ سے توبہ کر، چنگ تو گنہگاروں میں ہے۔ [۱۲۹]

= بنانے کی تمنا کی تھی۔ ایک قول ہے کہ آپ قصد کرتے اگر دلیل نہ دیکھتے، لیکن چونکہ دلیل دیکھ لی قصد نہیں فرمایا۔ لیکن اس قول میں عربی زبان کی حیثیت سے کلام ہے جیسے امام ابن جریر رحمہ اللہ وغیرہ نے بیان فرمادیا ہے۔ یہ تو تھے اقوال قصد یوسف علیہ السلام کے متعلق۔ وہ دلیل جو آپ نے دیکھی اس کے متعلق بھی اقوال ملاحظہ فرمائیے۔ کہتے ہیں اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کو دیکھا کہ گویا وہ اپنی انگلی منہ میں ڈالے کھڑے ہیں اور حضرت یوسف علیہ السلام کے سینے پر آپ نے ہاتھ مارا، کہتے ہیں اپنے سردار کی خیالی تصویر سامنے آ گئی۔ کہتے ہیں آپ علیہ السلام کی نظر چمکتی طرف اٹھ گئی دیکھتے ہیں کہ اس پر یہ آیت لکھی ہوئی ہے ﴿لَا تَقْرُبُوا الزَّوٰجِيَ اِنَّهُ سَكٰنٌ فٰحِشَةٌ وَّمَقْتٰنٌ وَّمَسَآءٌ سَبِيْلًا﴾ ① خبر درازنا کے قریب بھی نہ پھلکانا وہ بڑی بے حیائی کا اور اللہ کے غضب کا کام ہے اور وہ بڑا ہی برا راستہ ہے۔ کہتے ہیں تین آیتیں لکھی ہوئی تھیں ایک تو ﴿اِنَّ عَلٰیكُمْ لَلْحٰفِظِيْنَ﴾ ② تم پر نگہبان مقرر ہیں دوسری ﴿وَمَا تَكُوْنُوْنَ فِیْ شٰنٍ﴾ ③ تم جس حال میں ہو اللہ تمہارے ساتھ ہے تیسری آیت ﴿اَلْمَنْ هُوَ قٰنِمٌ﴾ ④ اللہ ہر شخص کے ہر عمل پر حاضر ناظر ہے۔ کہتے ہیں کہ چار آیتیں لکھی پائیں تین وہی جو اوپر ہیں اور ایک حرمت زنا کی جو اس سے پہلے ہے کہتے ہیں کہ کوئی آیت دیوار پر ممانعت زنا کے بارے میں لکھی ہوئی پائی، کہتے ہیں کہ ایک نشان تھا جو آپ کے ارادے سے آپ کو روک رہا تھا۔ ممکن ہے وہ صورت یعقوب علیہ السلام ہو اور ممکن ہے اپنے خریدنے والے کی صورت ہو اور ممکن ہے آیت تمبیہ ہو۔ کوئی ایسی صاف دلیل نہیں کہ کسی

خاص ایک چیز کے فیصلے پر ہم پہنچ سکیں۔ پس بہت ٹھیک راہ ہمارے لئے یہی ہے کہ اسے یونہی مطلق چھوڑ دیا جائے جیسے فرمان اللہ میں بھی اطلاق ہے (اسی طرح قصہ کو بھی)۔

پھر فرماتا ہے ہم نے جس طرح اس وقت اسے ایک دلیل دکھا کر برائی سے بچالیا اسی طرح اس کے اور کاموں میں بھی ہم اس کی مدد کرتے رہے اور اسے برائیوں اور بے حیائیوں سے محفوظ رکھتے رہے وہ تھا بھی ہمارا برگزیدہ پسندیدہ بہترین اور مخلص بندہ۔ اللہ کی طرف سے آپ ﷺ پر درود و سلام نازل ہو۔

یوسف ﷺ کی پاک دامنی کی گواہی: [آیت: ۲۵-۲۹] حضرت یوسف ﷺ اپنے تئیں بچانے کے لئے وہاں سے دروازے کی طرف دوڑے اور یہ عورت آپ ﷺ کو پکڑنے کے ارادے سے آپ ﷺ کے پیچھے بھاگی پیچھے سے کرتا اس کے ہاتھ میں آگیا زور سے اپنی طرف کھینچا جس سے حضرت یوسف ﷺ پیچھے کی طرف گر جانے کے قریب ہو گئے، لیکن آپ ﷺ نے بھی آگے کو زور لگا کر دوڑ جاری رکھی اس میں کرتا پیچھے سے بالکل بے طرح پھٹ گیا اور دونوں دروازے پر پہنچ گئے دیکھتے ہیں کہ عورت کا خاوند موجود ہے۔ اسے دیکھتے ہی اس نے چال چلی اور فوراً ہی سارا الزام حضرت یوسف ﷺ کے سر چپک دیا اور آپ اپنی پاک دامنی بلکہ عصمت اور مظلومیت جتانے لگی۔ سوکھا سامنہ بنا کر اپنے خاوند سے اپنی پٹا اور پھر پاکیزگی بیان کرتے ہوئے کہتی ہے فرمائیے حضور آپ کی بیوی سے جو بدکاری کا ارادہ رکھے اس کی کیا سزا ہونی چاہئے؟ قید سخت یا بری مارے کم تو ہرگز کوئی سزا اس جرم کی نہیں ہو سکتی۔ اب جب کہ حضرت یوسف ﷺ نے اپنی آبرو کو خطرے میں دیکھا اور خیانت کی بدترین تہمت چڑھتی دیکھی تو اپنے اوپر سے الزام ہٹانے اور صاف اور سچی حقیقت کے ظاہر کر دینے کے لئے فرمایا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہی میرے پیچھے پڑی تھیں، میرے بھاگنے پر مجھے پکڑ رہی تھیں یہاں تک کہ میرا کرتا بھی پھاڑ دیا۔ اسی عورت کے قبیلے سے ایک گواہ نے گواہی دی اور مع ثبوت و دلیل ان سے کہا کہ پٹھے ہوئے پیرا ہن کو دیکھ لو اگر وہ سامنے کے رخ سے پھٹا ہوا ہے تو ظاہر ہے کہ عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا ہے اس نے اسے اپنی طرف لانا چاہا اس نے اسے دھکے دینے روکا منع کیا ہٹایا اس میں سامنے سے کرتا پھٹ گیا تو واقعی قصور وار مرد ہے عورت جو اپنی بے گناہی بیان کرتی ہے وہ سچی ہے فی الواقع اس صورت میں وہ سچی ہے اور اگر اس کا کرتا پیچھے سے پھٹا ہوا پادا تو عورت کے جھوٹ اور مرد کے سچ ہونے میں کلام نہیں۔ ظاہر ہے کہ عورت اس پر نائل تھی یہ اس سے بھاگادہ دوڑی پکڑا کرتا ہاتھ میں آگیا اس نے اپنی طرف کھینچا اس نے اپنی جانب کھینچا وہ پیچھے کی طرف سے پھٹ گیا۔ کہتے ہیں یہ گواہ بڑا آدمی تھا جس کے منہ پر ڈاڑھی تھی یہ عزیز مصر کا خاص آدمی تھا اور پوری عمر کا مرد تھا۔ اور زلیخا کے بچے کا لڑکا تھا زلیخا بادشاہ وقت ریان بن ولید کی بھانجی تھی، پس ایک قول تو اس گواہ کے متعلق یہ ہے دوسرا قول یہ ہے کہ یہ ایک چھوٹا سا دودھ پیتا گھوڑا ہے میں جھوٹا بچہ تھا۔ ①

ابن جریر میں ہے کہ چار چھوٹے بچوں نے بچپن میں ہی کلام کیا ہے۔ اس پوری حدیث میں اس بچے کا بھی ذکر ہے جس نے حضرت یوسف صدیق ﷺ کی پاک دامنی کی شہادت دی تھی۔ ② ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں چار بچوں نے کلام کیا ہے، فرعون کی لڑکی مشاطہ کے لڑکے نے حضرت یوسف ﷺ کے گواہ نے جرجن کے صاحب نے اور حضرت عیسیٰ بن مریم ﷺ نے۔ مجاہد رضی اللہ عنہ نے تو ایک بالکل ہی غریب بات کہی وہ کہتے ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کا حکم تھا کوئی انسان تھا ہی نہیں۔ اسی تجویز کے مطابق جب زلیخا =

① الطبری، ۱۶/۵۶۔

② ایضاً، ۱۶/۵۶ و سندہ حسن۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَأَةٌ الْعَزِيزُ تُرَاوِدُ فَتَاهَا عَنْ نَفْسِهِ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا إِنَّا لَنَرِيهَا فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ أَرْسَلَتْ إِلَيْهِنَّ وَأَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكًا وَأَتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سَيِّئًا وَقَالَتْ خِرْبُ عَلَيْهِنَّ فَلَمَّا رَأَيْنَهُ أَكْبَرْنَهُ وَقَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا هَذَا بَشَرًا إِنْ هَذَا إِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ۝ قَالَتْ فَذَلِكُنَّ الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ط وَقَدَّرَا وُدَّهُ عَن نَّفْسِهِ فَاسْتَعْصَمَ ط وَكُنَّ لَمْ يَفْعَلْ مَا أُمِرُوهُ لِيُسْجَنَنَّ وَلِيَكُونَ مِنَ الصَّاغِرِينَ ۝ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ ۚ وَإِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ أَصْبُ إِلَيْهِنَّ وَأَكُن مِّنَ الْجَاهِلِينَ ۝ فَاسْتَجَابَ لَهُ رَبُّهُ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۖ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

ترجمہ: شہری عورتوں میں چرچا ہونے لگا کہ عزیز کی بیوی اپنے جوان غلام کو اپنا مطلب نکالنے کے لئے بہلانے پھسلانے میں لگی رہتی ہے اس کے تو دل میں یوسف کی محبت بیٹھ گئی ہے ہمارے خیال میں تو وہ صریح غلطی میں پڑ رہی ہے [۳۰] اس نے جب ان کی اس بے فریب نسبت کا حال سنا تو انھیں بنوا بھیجا اور ان کے لئے ایک مجلس مرتب کی اور ان میں سے ہر ایک کو تھمڑی دی اور کہا اے یوسف ان کے سامنے چلے آؤ ان عورتوں نے جب اسے دیکھا تو بہت بڑا جانا اور اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور زبان سے نکل گیا کہ ﴿حَاشَا لِلَّهِ﴾ یہ انسان تو ہرگز نہیں یہ تو یقیناً کوئی بہت ہی بزرگ فرشتہ ہے [۳۱] اس وقت عزیز مصر کی بیوی نے کہا یہی ہیں جن کے بارے میں تم مجھے طعنے دے رہی تھیں میں نے ہر چند اس سے اپنا مطلب حاصل کرنا چاہا لیکن یہ بال بال بچار ہا اللہ کی قسم جو کچھ میں اس سے کہہ رہی ہوں اگر یہ نہ کرے گا تو یقیناً یہ قید کر دیا جائے گا اور پینک یہ بہت ہی بے عزت ہوگا [۳۲] یوسف نے دعا کی کہ اے میرے پروردگار جس بات کی طرف یہ عورتیں مجھے بلا رہی ہیں اس سے تو مجھے جیل خانہ بہت پسند ہے اگر تو نے ان کا فریب مجھ سے دور نہ کیا تو میں تو ان کی طرف مائل ہو جاؤں گا۔ اور بالکل نادانوں میں جا لوں گا [۳۳] اس کے رب نے اس کی دعا قبول کر لی اور ان عورتوں کے داؤ بیچ اس سے پھیر دیئے یقیناً وہ سننے والے ہے۔ [۳۳]

= کے شوہر نے دیکھا تو حضرت یوسف علیہ السلام کے پیرا ہن کو پیچھے کی جانب سے پھٹا ہوا دیکھا۔ اس کے نزدیک ثابت ہو گیا کہ یوسف علیہ السلام سچا ہے اور اس کی بیوی جھوٹی ہے وہ یوسف صدیق علیہ السلام پر تہمت لگا رہی ہے تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا کہ یہ تو تم عورتوں کا فریب ہے اس نو جوان پر تم تہمت باندھ رہی ہو اور جھوٹا الزام رکھ رہی ہو تمہارے تریاچر تڑ تو ہیں ہی چکر میں ڈال دیئے والے۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام سے کہتا ہے کہ آپ اس واقعہ کو بھول جائیے جانے دیجئے اس نامراد واقعہ کا پھر سے ذکر ہی نہ کیجئے۔ پھر اپنی بیوی سے کہتا ہے کہ تم اپنے گناہ سے استغفار کرو۔ نرم آدمی تھا نرم اخلاق تھے یا یوں سمجھو کہ وہ جان رہا تھا کہ عورت معذور سمجھے جانے کے لائق ہے اس نے وہ دیکھا ہے جس پر صبر کرنا بہت مشکل ہے اس لئے اسے ہدایت کر دی کہ اپنے برے ارادے سے توبہ کر سراسر توبی خطا دار ہے کیا خود پھر الزام دوسروں کے سر رکھا۔

یوسف علیہ السلام اور شہری عورتوں کا مکرو فریب: [آیت: ۳۰-۳۳] اس داستانِ محبت کی خبر شہر میں ہو گئی چرچے ہونے لگے۔ چند

شریف زاد یوں نے نہایت تعجب و حقاقت سے اس قصے کو دہرایا کہ دیکھو وزیر کی بیوی ہے اور ایک غلام پر جان دے رہی ہے اس کی محبت کو اپنے دل میں جمائے ہوئے ہے۔ شغف کہتے ہیں حد سے گزری ہوئی قاتل محبت کو اور شغف اس سے کم رہے کی ہوتی ہے شغاف کہتے ہیں کہ دل کے پردوں کو کہتی ہیں کہ عزیز کی بیوی صریح غلطی میں پڑی ہوئی ہے۔ کہیں ان غیبیوں کا پتہ عزیز کی بیوی کو چل گیا۔ یہاں لفظ مکر اس لئے بولا گیا ہے کہ بقول بعض خود ان عورتوں کا یہ فی الواقع ایک کھلا مکر تھا، انھیں تو دراصل حسن یوسف علیہ السلام کے دیدار کی تمنائی تھی یہ تو صرف ایک حیلہ بنایا تھا۔ عزیز کی بیوی بھی ان کی چال سمجھ گئی اور پھر اس میں اس نے اپنی معزوری کی مصلحت بھی دیکھی تو ان کے پاس اسی وقت بلاوا بھیج دیا کہ فلاں وقت آپ کی میرے ہاں دعوت ہے اور ایک مجلس اور محفل اور بیشک درست کرنی جہاں پھل اور میوہ بہت تھا اس نے تراش تراش کر چھیل چھیل کر کھانے کے لئے ایک ایک تیز چاقو سب کے ہاتھ میں دیدیا۔ یہ تھا ان عورتوں کے دھوکے کا جواب انہوں نے اعتراض جز کر جمال یوسف علیہ السلام دیکھنا چاہا۔ اس نے اپنے تئیں معزز ظاہر کرنے اور ان کے مکر کو ظاہر کرنے کے لئے انہیں خود زخمی کر دیا۔ اور خود ان ہی کے ہاتھ سے۔ حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ آپ آئیے۔ انہیں اپنی مالکہ کا حکم ماننے سے کیسے انکار ہو سکتا تھا؟ اسی وقت جس کمرے میں تھے وہاں سے آگئے عورتوں کی نگاہ جو آپ علیہ السلام کے چہرے پر پڑی تو سب کی سب دہشت زدہ رہ گئیں، ہیبت و جلال اور رعب حسن سے بے خود ہو گئیں اور بجائے اس کے کہ ان تیز چلنے والی چھریوں سے پھل کٹنے ان کے ہاتھ اور انگلیاں کٹنے لگیں؟ حضرت زید بن اسلم رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ ضیافت باقاعدہ پہلے ہو چکی تھی اب تو صرف میوے سے تواضع ہو رہی تھی، میٹھے ہاتھوں میں تھے چاقو چل رہے تھے جو اس نے کہا یوسف کو دیکھنا چاہتی ہو؟ سب ایک زباں ہو کر بول اٹھیں ہاں ہاں ضرور اسی وقت حضرت یوسف علیہ السلام سے کہلو، بھیجا کہ تشریف لائیے، آپ علیہ السلام آئے پھر اس نے کہا جائیے، آپ چلے گئے، آتے جاتے سامنے سے پیچھے سے ان سب عورتوں نے پوری طرح آپ کو دیکھا، دیکھتے ہی سب سکتے میں آ گئیں، ہوش دھواں آتے رہے بجائے نیبو کاٹنے کے اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کوئی احساس تک نہ ہوا۔ ہاں جب حضرت یوسف علیہ السلام چلے گئے تب ہوش آیا اور تکلیف محسوس ہوئی تب پتہ چلا کہ بجائے پھل کے ہاتھ کاٹ لیا ہے۔ اس پر عزیز کی بیوی نے کہا دیکھا ایک ہی مرتبہ کے جمال نے تمہیں ایسا از خود رفتہ کر دیا پھر بلاؤ میرا کیا حال ہوگا؟ عورتوں نے کہا واللہ! یہ انسان نہیں یہ تو فرشتہ ہے، اور فرشتہ بھی بڑے مرتبہ والا۔ آج کے بعد ہم کبھی تمہیں ملامت نہ کریں گی۔ ان عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام جیسا تو کہاں ان کے قریب ان کے مشابہ بھی کوئی شخص نہیں دیکھا تھا۔

آپ علیہ السلام کو آدھا حسن قدرت نے عطا فرما رکھا تھا۔ چنانچہ معراج کی حدیث میں ہے کہ تیسرے آسمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ملاقات حضرت یوسف علیہ السلام سے ہوئی جنہیں آدھا حسن دیا گیا تھا۔ ① اور روایت میں ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کی والدہ صاحبہ کو آدھا حسن قدرت کی فیاضوں نے عنایت فرمایا تھا۔ اور روایت میں ہے تہائی حسن حضرت یوسف علیہ السلام کو اور آپ کی والدہ کو دیا گیا تھا۔ آپ علیہ السلام کا چہرہ بجلی کی طرح روشن تھا۔ جب کبھی کوئی عورت آپ علیہ السلام کے پاس کسی کام کے لئے آتی تو آپ اپنا منڈھک کر اس سے بات کرتے کہ کہیں وہ فتنہ میں نہ پڑ جائے۔ اور روایت میں ہے کہ حسن کے تین حصے کئے گئے تمام لوگوں میں دو حصے تقسیم کئے گئے اور ایک حصہ صرف آپ علیہ السلام کو اور آپ کی ماں کو دیا گیا، دو تہائیاں حسن کی ان ماں بیٹے کو ملیں اور ایک تہائی میں دنیا کے تمام لوگ۔ اور روایت میں ہے کہ حسن کے دو حصے کئے گئے ایک حصے میں حضرت یوسف علیہ السلام اور آپ کی والدہ حضرت سارہ

① صحیح مسلم، کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ الی السموات وفرض الصلوات ۱۶۲۔

اور ایک حصے میں دنیا کے اور سب لوگ۔ ① سبکی میں ہے کہ آپ کو حضرت آدم علیہ السلام کا آدھا حسن دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنے ہاتھ سے کمال صورت کا نمونہ بنایا تھا اور بہت ہی حسین پیدا کیا تھا۔ آپ کی اولاد میں آپ علیہ السلام کا ہم وزن کوئی نہ تھا اور حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کا آدھا حسن دیا گیا تھا۔ پس ان عورتوں نے آپ علیہ السلام کو دیکھ کر ہی کہا کہ معاذ اللہ یہ انسان نہیں۔ بَشَرًا کی دوسری قرأت ﴿بَشَرِي﴾ ہے یعنی یہ تو خرید کیا ہوا ہو ہی نہیں سکتا، تو کوئی ذی عزت فرشتہ ہے۔ اب عزیز کی بیوی نے کہا تلاء اب تو تم مجھے عذر والی سمجھو گی؟ اس کا جمال و کمال کیا ایسا نہیں کہ صبر و سہار چھین لے۔ میں نے اسے ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ میرے قبضے میں نہیں آیا اب سمجھ لو کہ جہاں اس میں یہ بہترین ظاہری خوبی ہے وہاں عصمت و عفت کی باطنی خوبی بھی بے نظیر ہے پھر دم کا نہ لگی کہ اگر میری بات یہ نہ مانے گا تو اسے قید خانہ جھگڑنا پڑے گا اور میں اس کی بڑی ذلت کروں گی۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے ان کے اس ڈھونگ سے اللہ کی پناہ طلب کی اور دعا کی کہ یا اللہ مجھے جیل خانے جانا پسند ہے مگر تو مجھے ان کے بد ارادوں سے محفوظ رکھ ایسا نہ ہو کہ میں کسی برائی میں پھنس جاؤں یا اللہ! تو اگر مجھے بچالے تو میں بچ سکتا ہوں ورنہ مجھ میں اتنی قوت نہیں مجھے اپنے کسی نفع نقصان کا کوئی اختیار نہیں تیری مدد اور تیرے رحم و کرم کے بغیر نہ میں کسی گناہ سے رک سکوں نہ کسی نیکی کو رک سکوں میں اے باری تعالیٰ تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں تو مجھے میرے نفس کے حوالے نہ کر دے کہ میں ان عورتوں کی طرف جھک جاؤں اور جاہلوں میں سے ہو جاؤں۔ پس اللہ تعالیٰ کریم و قادر نے آپ علیہ السلام کی دعا قبول فرمائی اور آپ علیہ السلام کو بال بال بچالیا، عصمت و عفت عطا فرمائی اپنی حفاظت میں رکھا اور برائی سے آپ علیہ السلام بچے ہی رہے باوجود بھرپور جوانی کے باوجود بے انداز حسن و خوبی کے باوجود ہر طرح کے کمال کے جو آپ علیہ السلام میں تھا آپ علیہ السلام اپنی خواہش نفس کی بے جا تکمیل سے رکتے رہے اور اس عورت کی طرف رخ بھی نہ کیا جو رئیس زادی ہے یہ رئیس کی بیوی ہے ان کی مالک ہے پھر بہت ہی خوب صورت ہے جمال کے ساتھ ہی مال بھی ہے ریاست بھی ہے وہ اپنی بات کے ماننے پر انعام و اکرام کا اور نہ ماننے پر جیل کا اور سخت سزا کا حکم سن رہی ہے لیکن آپ علیہ السلام کے دل میں اللہ کے خوف کا سمندر موج زن ہے آپ علیہ السلام اپنے اس دنیوی آرام کو اور اس عیش اور لذت کو اللہ کے نام پر قربان کرتے ہیں اور قید و بند کو اس پر ترجیح دیتے ہیں کہ اللہ کے عذابوں سے بچ جائیں اور آخرت میں ثواب کے مستحق بن جائیں۔

بخاری و مسلم میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”سات قسم کے لوگ ہیں جنہیں اللہ عز و جل اپنے سائے تلے سایہ دے گا جس دن کوئی سایہ سوا اس کے سائے کے نہ ہوگا۔ مسلمان عادل بادشاہ وہ جو ان مرد و عورت جس نے اپنی جوانی اللہ کی عبادت میں گزاری وہ دو شخص جس کا دل مسجد میں لٹکا ہوا ہو جب مسجد سے نکلا مسجد کی دھن میں رہے یہاں تک کہ پھر وہاں جائے۔ وہ دو شخص جو آپس میں محض اللہ کے لئے محبت رکھتے ہیں اسی پر جمع ہوتے ہیں اور اسی پر جدا ہوتے ہیں وہ شخص جو صدقہ دیتا ہے لیکن اس پوشیدگی سے کہ دائیں ہاتھ کی خرچ کی خبر بائیں ہاتھ کو نہیں ہوتی وہ شخص جسے کوئی جاہ و منصب والی جمال و صورت والی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ کہہ دے کہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہوں وہ شخص جس نے تنہائی میں اللہ تعالیٰ کو یاد کیا پھر اس کی دونوں آنکھیں بہہ نکلیں۔“ ②

① حاکم، ۲/ ۵۷۱، وسندہ ضعیف جداً باطل۔

② صحیح بخاری، کتاب الأذان، باب ومن جلس فی المسجد یتنظر الصلوۃ وفضل المساجد ۶۶۰؛ صحیح مسلم ۱۰۳۱؛

احمد، ۲/ ۴۳۹؛ ابن خزیمہ ۳۵۸؛ ابن حبان ۴۸۶۔

ثُمَّ بَدَأَ لَهُمْ مِنْ بَعْدِ مَا رَأَوُا الْآيَاتِ لَيْسَ جُنْدًا حَتَّىٰ حِينٍ ۖ وَدَخَلَ مَعَهُ
السِّجْنَ فَتَيْنِ طَقَالَ أَحَدُهُمَا لِيَّ أَرَبِيَّ أَعَصِرُ خَمْراً وَقَالَ الْآخَرُ لِيَّ أَرَبِيَّ
أَحْمِلُ فَوْقَ رَأْسِي خُبْزًا تَأْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۖ نَبِّئْنَا بِتَأْوِيلِهِ ۗ إِنَّا نَرَاكَ مِنَ

الْحُسَيْنِ ۝

ترجمہ: ان تمام نشانوں کے دیکھ لینے کے بعد بھی انہیں یہی مصلحت معلوم ہوئی کہ یوسف کو کچھ مدت کے لئے قید خانہ میں رکھیں۔ [۳۵] اس کے ساتھ ہی دو اور جوان بھی جیل خانے میں داخل ہوئے ان میں سے ایک نے تو کہا کہ میں نے خواب میں اپنے تئیں شراب پھرتے دیکھا ہے اور دوسرے نے کہا میں نے اپنے تئیں دیکھا ہے کہ میں اپنے سر پر روٹی اٹھائے ہوئے ہوں جسے پرندے کھا رہے ہیں، ہمیں آپ خواب اور اس کی تعبیر بتائیے، ہمیں تو آپ خوابوں والے شخص دکھائی دیتے ہیں۔ [۳۶]

یوسف علیہ السلام اور قید زنداں: [آیت: ۳۵-۳۶] حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا راز سب پر کھل گیا، لیکن تاہم ان لوگوں نے مصلحت اسی میں دیکھی کہ کچھ مدت تک حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانہ میں ہی رکھیں، بہت ممکن ہے کہ اس میں ان سب نے یہ مصلحت سوچی ہو کہ لوگوں میں بات پھیل گئی ہے کہ عزیز کی بیوی اس کی چاہت میں مبتلا ہے، جب ہم یوسف علیہ السلام کو قید کر دیں گے تو لوگ سمجھ لیں گے کہ قصور اسی کا تھا، اس نے کوئی ایسی نگاہ کی ہوگی۔ یہی وجہ تھی کہ جب شاہ مصر نے آپ علیہ السلام کو قید خانے سے آزاد کرنے کے لئے اپنے پاس بلوایا تو آپ علیہ السلام نے وہیں سے فرمایا کہ میں نہ نکلوں گا جب تک میری برأت اور میری پاک دامنی صاف طور ظاہر نہ ہو جائے اور آپ حضرات اس کی پوری تحقیق نہ کر لیں۔ جب تک بادشاہ نے ہر طرح گواہ شاہدوں سے بلکہ خود عزیز کی بیوی سے پوری تحقیق نہ کر لی اور آپ علیہ السلام کا بے قصور ہونا ساری دنیا پر نہ کھل گیا آپ علیہ السلام جیل خانے سے باہر نہ نکلے۔ پھر آپ علیہ السلام آئے جب کہ ایک دل بھی ایسا نہ تھا جس میں صدیق اکبر اللہ کے نبی پاک دامن اور معصوم رسول اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی طرف سے ذرا بھی بدگمانی ہو۔ قید کرنے کی بڑی وجہ یہی تھی کہ عزیز کی بیوی کی رسوائی نہ ہو۔

دوقیدیوں کے خواب: اتفاق سے جس روز حضرت یوسف علیہ السلام کو جیل خانے جانا پڑا اسی دن بادشاہ کا ساتی اور نان بانی بھی کسی جرم میں جیل خانے بھیجا گیا۔ ساتی کا نام بندارتھا اور باورچی کا نام مجلس تھا ان پر الزام یہ تھا کہ انھوں نے کھانے پینے میں بادشاہ کو زہر دینے کی سازش کی تھی قید خانے میں بھی نبی اللہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نیکیوں کی کافی شہرت تھی، سچائی امانت داری سخاوت خوش خلقی کثرت عبادت خدا ترسی علم و عمل تعبیر خواب احسان و سلوک وغیرہ میں آپ علیہ السلام مشہور ہو گئے تھے۔ جیل خانے کے قیدیوں کی بھلائی ان کی خیر خواہی ان سے مراد و سلوک ان کے ساتھ بھلائی اور احسان ان کی دلجوئی اور دل داری ان کے بیماروں کی تیمارداری خدمت اور دوا دارو بھی آپ علیہ السلام کا شغل تھا۔ یہ دونوں شاہی ملازم حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت ہی محبت کرنے لگے۔ ایک دن کہنے لگے کہ حضرت! ہمیں آپ سے بہت ہی محبت ہو گئی ہے۔ آپ علیہ السلام نے فرمایا اللہ تمہیں برکت دے، بات یہ ہے کہ مجھے تو جس نے چاہا کوئی نہ کوئی آفت ہی مجھ پر لایا، پھوپھی کی محبت باپ کا پیار عزیز کی بیوی کی چاہت سب مجھے یاد ہے اور اس کا نتیجہ میری ہی نہیں بلکہ تمہاری بھی آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب دونوں نے ایک مرتبہ خواب دیکھا۔ ساتی نے دیکھا کہ وہ انگور کا شیرہ نچوڑ رہا ہے۔ =

قَالَ لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقِينَ إِلَّا نَبَأْتُكُمَا بِتَأْوِيلِهِ قَبْلَ أَنْ يَأْتِيَكُمَا ۚ ذَلِكُمَا مِمَّا
 عَلَّمَنِي رَبِّي ۗ إِنِّي تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَهُمْ بِالْآخِرَةِ هُمْ كَافِرُونَ ﴿٢٠﴾
 وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ آبَائِي ۖ اِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ ۗ مَا كَانَ لَنَا أَنْ نُشْرِكَ بِاللَّهِ
 مِنْ شَيْءٍ ۗ ذَلِكُمْ مِنْ فَضْلِ اللَّهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا
 يَشْكُرُونَ ﴿٢١﴾

ترجمہ: یوسف نے کہا تمہیں جو کھانا دیا جاتا ہے اس کے تمہارے پاس پہنچنے سے پہلے ہی میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا یہ سب اس علم کی بدولت ہے جو میرے رب نے سکھایا ہے میں نے ان لوگوں کا مذہب چھوڑ دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں رکھتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں [۲۰] میں اپنے باپ دادوں کے دین کا پابند ہوں یعنی ابراہیم و اسحاق اور یعقوب کے دین کا ہمیں ہرگز یہ سزاوار نہیں کہ ہم اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو بھی شریک کریں ہم پر اور تمام اور لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ خاص فضل ہے لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں۔ [۲۱]

== ابن مسعود رضی اللہ عنہما کی قرأت میں خمرآ کے بدلے لفظ عنباً ہے۔ اہل عمان انگور کو خمر کہتے ہی ہیں۔ اس نے دیکھا تھا کہ گویا اس نے انگور کی تیل بوئی ہے اس میں خوشے لگے ہیں اس نے توڑے ہیں پھر ان کا شیرہ نچوڑ رہا ہے کہ بادشاہ کو پلائے۔ یہ خواب بیان کر کے آرزو کی کہ آپ ہمیں اس کی تعبیر بتلائیے اللہ کے پیغمبر ﷺ نے فرمایا اس کی تعبیر یہ ہے کہ تمہیں تین دن کے بعد جیل خانہ سے آزاد کر دیا جائے گا اور تم اپنے کام پر یعنی بادشاہ کی ساتی گری پر لگ جاؤ گے۔ دوسرے نے کہا جناب میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ اپنے سر پر میں روٹی اٹھائے ہوئے ہوں اور پرند آ کر اس میں سے کھا رہے ہیں۔ اکثر مفسرین کے نزدیک مشہور بات تو یہی ہے کہ واقعی ان دونوں نے یہی خواب دیکھے تھے اور ان کی صحیح تعبیر حضرت یوسف علیہ السلام سے دریافت کی تھی لیکن حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ درحقیقت انہوں نے کوئی خواب تو نہیں دیکھا تھا لیکن حضرت یوسف علیہ السلام کی آزمائش کے لئے جھوٹے خواب بیان کر کے تعبیر طلب کی تھی۔ ①

جیل میں یوسف علیہ السلام کی دعوت توحید: [آیت: ۲۷-۲۸] حضرت یوسف علیہ السلام اپنے دونوں قیدی ساتھیوں کو تسکین دیتے ہیں کہ میں تمہارے خواب کی صحیح تعبیر جانتا ہوں اور اس کے بتلانے میں مجھے کوئی نجل نہیں اس کی تعبیر کے واقع ہونے سے پہلے ہی میں تمہیں وہ بتلا دوں گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے اس فرمان اور اس وعدے سے تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تنہائی کی قید میں تھے کھانے کے وقت کھول دیا جاتا تھا اور ایک دوسرے سے مل سکتے تھے اس لئے آپ علیہ السلام نے ان سے یہ وعدہ کیا۔ اور ممکن ہے کہ اللہ کی طرف سے تھوڑی تھوڑی کر کے دونوں خواب کی پوری تعبیر بتلائی گئی ہو۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ اثر مروی ہے کہ گو بہت غریب ہے پھر فرماتے ہیں مجھے یہ علم اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا فرمایا گیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ میں نے ان کا فردن کا مذہب چھوڑ رکھا ہے جو نہ اللہ کو مانیں نہ آخرت کو برحق جانیں میں نے اللہ کے پیغمبروں کے سچے دین کو مان رکھا ہے اور اسی کی تابعداری کرتا ہوں خود میرے باپ دادا اللہ کے رسول تھے۔ ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام۔ فی الواقع جو بھی راہ راست پر استقامت سے چلے ہدایت کا =

يُصَاحِبِي السَّجْنَ عَارِبًا مُتَفَرِّقُونَ خَيْرٌ أَمِ اللَّهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ مَا
تَعْبُدُونَ مِنْ دُونِهِ إِلَّا أَسْمَاءٌ سَمَّيْتُمُوهَا أَنْتُمْ وَآبَاؤُكُمْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ بِهَا مِنْ
سُلْطَانٍ إِنْ الْحُكْمُ إِلَّا لِلَّهِ أَمَرَ أَلَّا تَعْبُدُوا إِلَّا إِيَّاهُ ذَلِكَ الدِّينُ الْقِيمُ
وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُونَ ﴿٣٩﴾

ترجمہ: اے میرے قید خانے کے ساتھیو! کیا متفرق کی ایک پروردگار بہتر ہیں؟ یا ایک اللہ زبردست طاقتور ۳۹ اس کے سوا تم جن کی پوجا پات کر رہے ہو وہ سب نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے خود ہی گھڑ لئے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی کوئی دلیل نازل نہیں فرمائی کفرانروائی صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اس کفران ہے کہ تم سب سوائے اسکے کسی اور کی عبادت نہ کرو مگر یہی دین درست ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ ۳۹

== پیرو رہے اللہ کے رسولوں کی اتباع کو لازم پکڑ لے مگر اہوں کی راہ سے منہ پھیر لے اللہ تبارک و تعالیٰ اس کے دل کو پر نور اور اس کے سینے کو معمور کر دیتا ہے اسے علم و عرفان کی دولت سے مالا مال کر دیتا ہے اسے بھلائی میں لوگوں کا پیشوا کر دیتا ہے اور دنیا کو وہ نیکی کی طرف بلاتا رہتا ہے ہم جب کہ راہ راست دکھا دیے گئے تو حید کی سمجھ دیدیے گئے شرک کی برائی بتا دیئے گئے پھر ہمیں کیسے یہ بات زیب دیتی ہے کہ ہم اللہ کے ساتھ اور کسی کو بھی شریک کر لیں یہ توحید اور سچا دین اور یہ اللہ کی وحدانیت کی گواہی یہ خاص اللہ کا فضل ہے جس میں ہم توہم نہیں بلکہ اللہ کی اور مخلوق بھی شامل ہے ہاں ہمیں یہ برتری ہے کہ ہماری جانب براہ راست اللہ کی وحی آئی اور لوگوں کو ہم نے یہ وحی پہنچائی، لیکن اکثر لوگ ناشکری کرتے ہیں اللہ کی اس زبردست نعمت کی جو اللہ نے ان پر رسول بھیج کر انعام فرمائی ہے ناقدری کرتے ہیں اور مان کر نہیں دیتے بلکہ رب کی نعمت کے بدلے کفر کرتے ہیں اور خود مع اپنے ساتھیوں کے ہلاکت کے گھر میں اپنی جگہ بنا لیتے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما دادا کو بھی باپ کے حکم میں رکھتے ہیں اور فرماتے جو چاہے میں حکیم میں اس سے مبالغہ کرنے کو تیار ہوں اللہ تعالیٰ نے دادا کا ذکر نہیں کیا دیکھو حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا میں نے اپنے باپ ابراہیم اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے دین کی پیروی کی۔

حضرت یوسف علیہ السلام اور دعوت توحید: [آیت: ۳۹-۴۰] یوسف علیہ السلام سے وہ اپنے خواب کی تعبیر پوچھنے آئے ہیں آپ علیہ السلام نے انھیں تعبیر خواب بتا دیئے کا اقرار کر لیا، لیکن اس سے پہلے انھیں توحید کا وعظ سنا رہے ہیں اور شرک سے اور مخلوق پرستی سے نفرت دلارہے ہیں۔ فرما رہے ہیں کہ وہ اللہ واحد جس نے ہر چیز پر قبضہ کر رکھا ہے جس کے سامنے تمام مخلوق پست و عاجز لاچارو بے بس ہے جس کا ثانی شریک اور سا جھی کوئی نہیں جس کی عظمت و سلطنت چہچہ اور ذرے ذرے پر ہے وہی ایک بہتر یا تمہارے یہ خیالی کمزور اور ناتا کار ہے بہت سے معبود بہتر؟ پھر فرمایا کہ تم جن جن کی پوجا پات کر رہے ہو بے سود ہیں یہ نام اور ان کے لئے عبادت یہ تمہاری اپنی اختراع ہے۔ زیادہ سے زیادہ تم یہ کہہ سکتے ہو کہ تمہارے باپ دادا بھی اس مرض کے مریض تھے، لیکن کوئی دلیل اس کی تم لا نہیں سکتے اس کی کوئی دلیل عقلی نقلی دنیا میں اللہ نے بنائی ہی نہیں۔ حکم تصرف قبضہ قدرت کل کی کل اللہ تعالیٰ کی ہی ہے اس نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کا اور اپنے سوا کسی اور کی عبادت کرنے سے رک جانے کا قطعی اور حتمی حکم دے رکھا ہے دین مستقیم یہی ہے کہ اللہ کی توحید ہو اس کے لئے ہی عمل و عبادت ہو اسی اللہ کا حکم۔ اس پر بے شمار دلیلیں موجود لیکن اکثر لوگ ان باتوں سے جاہل ہیں نادان ہیں =

يُصَاحِبِي السِّجْنِ أَمَّا أَحَدُكُمْ فَيَسْقِي رَبَّهُ خَمْرًا ۖ وَأَمَّا الْآخَرُ فَيُصَلِّبُ فَتَأْكُلُ

الطَّيْرُ مِنْ رَأْسِهِ ۗ قُضِيَ الْأَمْرُ الَّذِي فِيهِ تَسْتَفْتِينَ ۗ وَقَالَ لِلَّذِي ظَنَّ أَنَّهُ

نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِي عِنْدَ رَبِّكَ ۚ فَأَنسَاهُ الشَّيْطَانُ ذِكْرَ رَبِّهِ فَلَبِثَ فِي السِّجْنِ

بِضْعَ سِنِينَ ۗ

ترجمہ: اے میرے قید خانے کے رفیقو تم دونوں میں سے ایک تو اپنے بادشاہ کو شراب پلانے پر مقرر ہو جائے گا، لیکن دوسرا سولی دیا جائے گا اور پرندے اس کا سر نوج نوج کھائیں گے، تم دونوں جس کے بارے میں تحقیق کر رہے تھے وہ کام نفل کر دیا گیا۔ [۳۱] جس کی نسبت یوسف کا گمان تھا کہ ان دونوں میں سے یہ چھوٹ جاوے گا اسے کہا کہ اپنے بادشاہ سے میرا ذکر بھی کر دینا پھر اسے شیطان نے اپنے بادشاہ سے ذکر کرنا بھلا دیا اور یوسف نے کئی سال قید خانے میں ہی کاٹے۔ [۳۲]

= توحید و شرک کا فرق نہیں جاننے اسی لئے اکثر شرک کی دلدل میں دھنس رہتے ہیں۔ باوجود نبیوں کی جاہت کے انھیں ایمان نصیب نہیں ہوتا۔

خواب کی تعبیر سے پہلے اس بحث کے چھیڑنے کی ایک خاص مصلحت یہ بھی تھی کہ ان میں سے ایک کے لیے تعبیر نہایت بری تھی تو آپ ﷺ نے جاہا کہ یہ اسے نہ پوچھیں تو بہتر ہے۔ لیکن اس تکلف کی کیا ضرورت ہے، خصوصاً ایسے موقع پر جب کہ اللہ کے پیغمبر ﷺ ان سے تعبیر دینے کا وعدہ کر چکے ہیں۔ یہاں تو صرف یہ بات ہے کہ انہوں نے آپ ﷺ کی بزرگی اور عزت دیکھ کر آپ سے ایک بات پوچھی، آپ ﷺ نے اس کے جواب سے پہلے انہیں اس سے زیادہ بہتر کی طرف توجہ دلائی، اور دین اسلام ان کے سامنے مع دلائل پیش فرمایا، کیونکہ آپ ﷺ نے دیکھا تھا کہ ان میں بھلائی کے قبول کرنے کا مادہ ہے، بات کو سوچیں گے دلیل پر غور کریں گے، حق کو قبولیت کے کانوں سے سنیں گے۔ جب آپ ﷺ اپنا فرض ادا کر چکے، اللہ کے احکام کی تبلیغ کر چکے تو اب بغیر اس کے کہ وہ دوبارہ پوچھیں آپ ﷺ نے ان کا جواب شروع کیا۔

قیدیوں کے خواب کی تعبیر: [آیت: ۳۱-۳۲] اب اللہ کے برگزیدہ پیغمبر ابن پیغمبر ﷺ ان کے خواب کی تعبیر بتلا رہے ہیں، لیکن یہ نہیں فرماتے کہ تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے اور تیرے خواب کی یہ تعبیر ہے تاکہ ایک رنجیدہ نہ ہو جائے اور موت سے پہلے اس پر موت کا بوجھ نہ پڑ جائے، بلکہ، ہم کہے فرماتے ہیں تم دو میں سے ایک اپنے بادشاہ کا ساتھی بن جائے گا۔ دراصل یہ اس کے خواب کے تعبیر ہے جس نے شیرے انگو تیار کرتے اپنے تئیں دیکھا تھا۔ اور دوسرا جس نے اپنے سر پر روٹیاں دیکھی تھیں اس کے خواب کی تعبیر یہ دی کہ اسے سولی دی جائے گی اور پرندے اس کا بھیجا کھائیں گے پھر ساتھ ہی فرمایا کہ یہ اب ہو کر ہی رہے گا۔ اس لئے کہ جب تک خواب کی تعبیر بیان نہ کی جائے یہ وہ معلق رہتا ہے اور جب تعبیر ہو چکی وہ ظاہر ہو جاتا ہے، کہتے ہیں کہ تعبیر سننے کے بعد ان دونوں نے کہا کہ ہم نے تو دراصل کوئی خواب دیکھا ہی نہیں، آپ نے فرمایا اب تو تمہارے سوال کے مطابق ظاہر ہو کر ہی رہے گا۔ ① اس سے ظاہر ہے کہ جو شخص خواہ مخواہ کا خواب گھڑے اور پھر اس کی تعبیر بھی دے دی جائے تو وہ لازم ہو جاتی ہے، وَاللّٰهُ اَعْلَمُ۔ مسند احمد میں =

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّي أَرَى سَبْعَ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلْنَ سَبْعَ عِجَافٍ وَسَبْعَ سُنْبُلَاتٍ

خُضْرٍ وَأُخَرَ يَبِيسٍ ۚ يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُءْيَايَ إِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا

تَعْبُرُونَ ۖ قَالُوا أَضْغَاثُ أَحْلَامٍ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَامِ بِعَالِمِينَ ۝

وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا أُنَبِّئُكُمْ بِتَأْوِيلِهِ فَأَرْسِلُونِ ۝

يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي سَبْعِ بَقَرَاتٍ سِمَانٍ يَأْكُلْنَ سَبْعَ عِجَافٍ وَسَبْعِ

سُنْبُلَاتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَبِيسٍ ۗ لَعَلِّي أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ۝ قَالَ

تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَابًّا فَمَا حَصَدْتُمْ فَذَرُّوهُ فِي سُنْبُلِهِ إِلَّا قَلِيلًا مِمَّا

تَأْكُلُونَ ۝ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ سَبْعٌ شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا

قَلِيلًا مِمَّا تَحْصِنُونَ ۝ ثُمَّ يَأْتِي مِنْ بَعْدِ ذَلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ

يُعَصْرُونَ ۝

ترجمہ: بادشاہ نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ سات سوئی تازی فریبا گائیں ہیں جن کو سات لاغر دہلی چلی گائیں کھارہی ہیں اور سات بالیں ہیں ہری ہری اور سات اور ہیں بالکل خشک اُسے درباریو! میرے اس خواب کی تعبیر بتلاؤ اگر تم خواب کی تعبیر دے سکتے ہو! انہوں نے جواب دیا کہ یہ تو اڑتے اڑتے پریشان خواب ہیں اور ایسے شوریدہ پریشان خوابوں کی تعبیر جاننے والے ہم نہیں! ان دو قیدیوں میں سے جو چھوٹا تھا اسے مدت کے بعد یاد آ گیا اور کہنے لگا میں تمہیں اس کی تعبیر بتلا دوں گا مجھے جاننے کی اجازت دیجئے! [۳۵] اے یوسف! بہت بڑے سچے یوسف آپ ہمیں اس خواب کی تعبیر بتلائیے کہ سات سوئی تازی گائیں ہیں جنہیں سات دہلی چلی چلی گائیں کھا رہی ہیں اور سات بالکل سبز خوشے ہیں اور سات ہی اور بھی ہیں بالکل خشک تاکہ میں واپس جا کر ان لوگوں سے کہوں کہ وہ سب جان لیں! [۳۶] یوسف علیہ السلام نے جواب دیا کہ تم سات سال تک پے درپے لگا تار حسب عادت برابر غلہ بویا کرنا اور فصل کاٹ کر اسے بالوں سمیت ہی رہنے دینا بجز اپنے کھانے کے تھوڑی سی مقدار کے! [۳۷] اس کے بعد سات سال نہایت سخت قحط کے آئیں گے وہ اس غلے کو کھا جائیں گے جو تم نے ان کے لئے ذخیرہ رکھ چھوڑا تھا بجز اس تھوڑے سے کہ جو تم روک رکھو! [۳۸] اس کے بعد جو سال آئے گا اس میں لوگوں پر خوب بارش برساتی جائے گی اور اس میں شیرہ انگور بھی خوب نچوڑیں گے۔ [۳۹]

ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں ”خواب گویا پرندے کے پاؤں پر ہے جب تک اسکی تعبیر نہ دیدی جائے جب تعبیر دیدی گئی پھر

وہ واقع ہو جاتا ہے۔“ ① مسند ابی یعلیٰ میں مرفوعاً مروی ہے کہ ”خواب کی تعبیر سب سے پہلے جس نے دی اسی کے لئے ہے۔“

قیدی کی مدت؟ جسے حضرت یوسف علیہ السلام نے اس کے خواب کی تعبیر کے مطابق اپنے خیال میں جیل خانے سے آزاد ہونے والا سمجھا

① اس کی تخریج سورہ یوسف آیت ۵ کے تحت گزر چکی ہے۔

تھا اس سے پوشیدگی میں کہ دوسرا یعنی باورچی نہ سنے فرمایا کہ بادشاہ کے سامنے ذرا میرا ذکر بھی کر دینا لیکن یہ اس بات کو بالکل ہی بھول گیا۔ یہ بھی ایک شیطانی چال تھی کہ جس سے نبی اللہ ﷺ کئی سال تک قید خانے میں ہی رہے۔ پس ٹھیک قول یہی ہے کہ ﴿فَانْسَاہُ﴾ میں یہ کی ضمیر کا مرجع نجات پانے والا شخص ہی ہے ① گویہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ ضمیر حضرت یوسف ﷺ کی طرف پھرتی ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروفا مروی ہے کہ اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا ”اگر یوسف ﷺ یہ کلمہ نہ کہتے تو جیل خانے میں اتنی لمبی مدت نہ گزارتے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا اور سے کشادگی چاہی۔“ ② یہ روایت بہت ہی ضعیف ہے اس لئے کہ سفیان بن وکیع اور ابراہیم بن یزید دونوں راوی ضعیف ہیں۔ حسن اور قتادہ رحمہما اللہ سے مرسل مروی ہے۔ گو مرسل حدیثیں کسی موقع پر قابل قبول بھی ہوں لیکن ایسے اہم مقامات پر ایسی مرسل روایتیں ہرگز احتجاج کے قابل نہیں ہو سکتیں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ (بضع) کا لفظ تین سے نو تک کیلئے آتا ہے۔ حضرت وہب بن منبہ کا بیان ہے کہ حضرت ایوب ﷺ بیماری میں سات سال تک مبتلا رہے اور حضرت یوسف ﷺ قید خانے میں سات سال تک رہے اور بخت نصر کا عذاب بھی سات سال تک رہا۔ ③ ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں مدت قید بارہ سال تھی، ضحاک کہتے ہیں چودہ برس آپ ﷺ نے قید خانے میں گزارے۔

بادشاہ کے خواب کی تعبیر: [آیت ۲۳۰-۲۳۹] قدرت الہی نے یہ مقرر کر رکھا تھا کہ حضرت یوسف ﷺ قید خانے سے ہجرت و اکرام پاکیزگی براءت اور عصمت کے ساتھ نکلیں۔ اس کے لئے قدرت نے یہ سب بنایا کہ شاہ مصر نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ بھونچکا سا ہو گیا، دربار منعقد کیا اور تمام امراء و سوا کا ہن منجم علماء اور خواب کی تعبیر بیان کرنے والوں کو جمع کیا اور اپنا خواب بیان کر کے ان سب سے تعبیر دریافت کی، لیکن کسی کی سمجھ میں کچھ نہ آیا اور سب نے لاچار ہو کر یہ کہہ کر ٹال دیا کہ یہ کوئی باقاعدہ لائق تعبیر سچا خواب نہیں جس کی تعبیر ہو سکے یہ تو یوں ہی پریشان خواب مخلوط خیالات اور فضول توہمات کا خاکہ ہے اس کی تعبیر ہم نہیں جانتے، اس وقت شاہی ساتی کو حضرت یوسف ﷺ یاد آگئے کہ وہ تعبیر خواب کے پورے ماہر ہیں، اس علم میں ان کو کافی مہارت تھی یہ وہی شخص ہے جو حضرت یوسف ﷺ کے ساتھ جیل خانہ بھگت رہا تھا یہ بھی اور اس کا ایک اور ساتھی بھی، اسی سے حضرت یوسف ﷺ نے کہا تھا کہ بادشاہ کے پاس میرا ذکر بھی کرنا لیکن اسے شیطان نے بھلا دیا تھا۔ آج مدت مدید کے بعد یاد آ گیا اور اس نے سب کے سامنے کہا کہ اگر آپ کو اس کی تعبیر سننے کا شوق ہے اور وہ بھی صحیح تعبیر تو مجھے اجازت دو یوسف (صدیق ﷺ) جو قید خانے میں ہیں ان کے پاس جاؤں اور ان سے دریافت کر آؤں۔ سب نے اسے منظور کیا اور اسے اللہ کے محترم نبی یوسف ﷺ کے پاس بھیجا۔ ﴿اُمّیۃ﴾ کی دوسری قراءت اُمّیۃ بھی ہے اس کے معنی بھول کے ہیں، یعنی بھول جانے کے بعد اسے حضرت یوسف ﷺ کا فرمان یاد آیا۔ دربار سے اجازت لے کر یہ چلا قید خانے پہنچ کر اللہ کے نبی ابن نبی ابن نبی ﷺ سے کہا کہ اے نرے سچے یوسف! بادشاہ نے اس طرح کا ایک خواب دیکھا ہے اسے تعبیر کا اشتیاق ہے تمام دربار بھر ہوا ہے۔ سب کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں، آپ ﷺ مجھے تعبیر بتلا دیں تو میں جا کر انہیں سنا دوں اور سب معلوم کر لیں، آپ ﷺ نے نہ تو اسے کوئی ملامت کی کہ تو اب تک مجھے بھولے رہا، جو دیر سے کہنے کے تو نے آج تک بادشاہ سے میرا ذکر بھی نہ کیا، نہ اس امر کی درخواست کی کہ مجھے جیل خانے سے آزاد کیا جائے، بلکہ بغیر کسی تمنا کے اٹھارہ کے بغیر کسی الزام کے دینے کے خواب کی پوری تعبیر سنا دی اور ساتھ ہی تدبیر بھی بتا دی۔ فرمایا کہ سات فرہہ گایوں سے مراد یہ ہے کہ سات سال تک برابر حاجت کے مطابق بارش برستی رہے گی، خوب ترسالی ہوگی، غلے، کھیت، باغات خوب پھلیں =

① الطبری، ۱۶۰/۱۱۵۔ ② طبرانی، ۱۱۶۴۰ و سندہ ضعیف جداً مردود، قسماً کہتے ہیں اس کی سند میں ابراہیم بن یزید القرظی ③ الطبری، ۱۶۰/۱۱۴۔ (مجمع الزوائد، ۷/۴۰)

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُونِي بِهِ ۖ فَلَمَّا جَاءَهُ الرَّسُولُ قَالَ ارْجِعْ إِلَىٰ رَبِّكَ فَسْأَلْهُ مَا
 بَأْسَ النِّسْوَةِ الَّتِي قَطَّعْنَ أَيْدِيَهُنَّ ۖ إِنَّ رَبِّي بِكَيْدِهِنَّ عَلِيمٌ ۝ قَالَ مَا
 خَطَبُكُنَّ إِذْ رَاوَدْتُنَّ يُوسُفَ عَنِ نَفْسِهِ ۖ قُلْنَ حَاشَ لِلَّهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ
 سُوْءٍ ۖ قَالَتِ امْرَأَةُ الْعَزِيزِ النَّ حَصْحَصَ الْحَقُّ أَنَا رَاوَدْتُهُ عَنْ نَفْسِهِ وَإِنَّهُ
 لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ ذَلِكَ لِيَعْلَمَ أَنِّي لَمْ أَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَأَنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي كَيْدَ

الْحَاكِمِينَ ۝

تَرْجَمَهُ: بادشاہ کہنے لگا یوسف کو میرے پاس لاؤ جب قاصد یوسف کے پاس پہنچا تو اس نے کہا اپنے بادشاہ کے پاس واپس جاؤ اور اس سے پوچھ کہ ان عورتوں کا حقیقی واقعہ کیا ہے جنہوں نے اپنے ہاتھ آپ کاٹ لئے تھے ان کے حیلے کو صحیح طور پر جاننے والا میرا پروردگار ہی ہے۔ [۵۰۶] بادشاہ نے پوچھا کہ عورتوں اس وقت کا صحیح واقعہ کیا ہے جب تم داؤ گھات کر کے یوسف کو اس کی دلی منشا سے بہکانا چاہتی تھیں انہوں نے صاف جواب دیا کہ معاذ اللہ ہم نے تو یوسف میں کوئی برائی نہیں پائی پھر تو عزیز کی بیوی بھی بول اٹھی کہ اب تو جی بات تمہاری فی الواقع میں آپ ہی اسے اس کے نفس کی حفاظت کی جانب سے درغلا رہی تھی اور کوئی شک نہیں واقعی یوسف سچے لوگوں میں ہے [۵۱۶] اس تمام بات سے غرض یہ تھی کہ عزیز کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اسکی پیڑھے پیچھے اس کی کوئی خیانت نہیں کی تھی اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ دعا بازاں کے ہتھکنڈے چلنے نہیں دیتا۔ [۵۱۶]

= گئے یہی مراد سات ہری بالوں سے ہے۔ گائیں تیل ہی ہلوں میں چھتے ہیں۔ ان سے زمین پر کھیتی کی جاتی ہے۔ اب ترکیب بھی بتا دی کہ ان سات برسوں میں جو اناج غلہ نکلے اسے بطور ذخیرے کے جمع کر لینا اور رکھنا بھی بالوں اور خوشوں سمیت تاکہ مڑے گلے نہیں خراب نہ ہو ہاں اپنی کھانے کی ضرورت کے مطابق اس میں سے لے لینا لیکن خیال رہے کہ ذرا سا بھی زیادہ نہ لیا جائے صرف حاجت کے مطابق ہی نکالا جائے ان سات برسوں کے گزرتے ہی اب جو قحط سالیاں شروع ہوں گی وہ برابر سات سال تک متواتر رہیں گی نہ بارش برسے گی نہ پیداوار ہوگی۔ یہی مراد ہے سات واپلی گایوں سے اور سات خشک خوشوں سے کہ ان سات برسوں میں وہ جمع شدہ ذخیرہ تم کھاتے پیتے رہو گے۔ یاد رکھنا ان میں کوئی غلہ کھیتی نہ ہوگی وہ جمع کردہ ذخیرہ ہی کام آئے گا۔ تم دانے بوؤ گے لیکن پیداوار کچھ بھی نہ ہوگی۔ آپ ﷺ نے خواب کی پوری تعبیر دے کر ساتھ ہی یہ خوشخبری بھی سنا دی کہ ان سات خشک سالوں کے بعد جو سال آئے گا وہ بڑی برکتوں والا ہوگا خوب بارشیں برسیں گی خوب غلہ اور کھیتیاں ہوں گی ریل چل ہو جائیگی اور تنگی دور ہو جائے گی اور لوگ حسب عادت زیتون وغیرہ کا تیل نکالیں گے اور حسب عادت انگور کا شیرہ نجوزیں گے جانوروں کے تھن دودھ سے لبریز ہو جائیں گے کہ خوب دودھ نکالیں اور چھیں۔

یوسف ﷺ کی پاک دامنی کی تصدیق: [آیت: ۵۰-۵۲] خواب کی تعبیر معلوم کر کے جب قاصد پلٹا اور اس نے بادشاہ کو تمام حقیقت سے مطلع کیا تو بادشاہ کو اپنے خواب کی تعبیر پر یقین آ گیا ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ حضرت یوسف ﷺ بڑے ہی

عالم فاضل شخص ہیں خواب کی تعبیر میں تو آپ ﷺ کو کمال حاصل ہے ساتھ ہی اس کے اخلاق والے حسن تدبیر والے اور خلق اللہ کا نفع چاہنے والے اور محض بے طمع شخص ہیں۔ اب شوق ہوا کہ خود آپ ﷺ سے ملاقات کرے۔ اسی وقت حکم دیا کہ جاؤ حضرت یوسف ﷺ کو جیل خانے سے آزاد کر کے میرے پاس لے آؤ۔ دوبارہ قاصد آپ ﷺ کے پاس آیا اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا تو آپ ﷺ نے فرمایا میں یہاں سے نہ نکلوں گا جب تک کہ شاہ مصر اور اس کے درباری اور اہل مصر یہ معلوم نہ کر لیں کہ میرا قصور کیا تھا؟ عزیز کی بیوی کی نسبت جو بات میری طرف لگائی گئی ہے اس میں سچ کہاں تک ہے؟ اب تک میرا قید خانہ بھگلتا واقعی کسی حقیقت کی بنا پر تھا یا صرف ظلم و زیادتی کی بنا پر؟ تم اپنے بادشاہ کے پاس واپس جا کر میرا یہ پیغام پہنچاؤ کہ وہ اس واقعہ کی پوری تحقیق کریں۔ حدیث شریف میں بھی حضرت یوسف ﷺ کے اس صبر کی اور آپ ﷺ کی اس شرافت و فضیلت کی تعریف آئی ہے۔ بخاری و مسلم وغیرہ میں ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ ”شک کے حقدار ہم بہ نسبت حضرت ابراہیم ﷺ کے بہت زیادہ ہیں جبکہ انہوں نے فرمایا تھا میرے رب! مجھے اپنا مردوں کا جلا نامع کیفیت دکھلا (یعنی جب ہم اللہ کی اس قدرت میں شک نہیں کرتے تو حضرت ابراہیم ﷺ جیسے جلیل القدر پیغمبر کیسے شک کر سکتے تھے؟ پس آپ ﷺ کی یہ طلب از روئے مزید اطمینان کے تھی نہ کہ از روئے شک چنانچہ خود قرآن میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا یہ میرے اطمینان دل کے لئے ہے) اللہ حضرت لوط ﷺ پر رحم کرے وہ کسی زور آور جماعت یا مضبوط قلعہ کی پناہ میں آنا چاہنے لگے اور سنوا اگر میں یوسف ﷺ کے برابر جیل خانہ بھگتے ہوئے ہوتا اور پھر قاصد میری آزادی کا پیغام لاتا تو میں اسی وقت جیل خانے سے آزادی منظور کر لیتا۔“ ① مسند احمد میں اسی آیت ﴿قَسْفَلْنَا﴾ کی تفسیر میں منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”اگر میں ہوتا تو اسی وقت قاصد کی بات مان لیتا اور کوئی عذر تلاش نہ کرتا۔“ ② مسند عبد الرزاق میں ہے آپ فرماتے ہیں ”واللہ مجھے حضرت یوسف ﷺ کے صبر و کرم پر رہ کر تعجب آتا ہے اللہ اسے بخشے دیکھو تو سہی بادشاہ نے خواب دیکھا ہے وہ تعبیر کے لئے مضطرب ہے قاصد آ کر آپ ﷺ سے تعبیر پوچھتا ہے آپ ﷺ فوراً بغیر کسی شرط کے بتا دیتے ہیں اگر میں ہوتا تو جب تک جیل خانے سے اپنی آزادی نہ کر لیتا ہرگز نہ بتلاتا۔ مجھے حضرت یوسف ﷺ کے صبر و کرم پر تعجب معلوم ہو رہا ہے اللہ انہیں بخشے کہ جب ان کے پاس قاصد ان کی رہائی کا پیغام لے کر پہنچتا ہے تو آپ ﷺ فرماتے ہیں ابھی نہیں جب تک کہ میری پاکیزگی پاک و امی اور بے قصوری سب پر تحقیق سے کھل نہ جائے۔ اگر میں ان کی جگہ ہوتا تو میں تو دوڑ کر دروازے پر پہنچتا۔“ ③ یہ روایت مرسل ہے۔ اب بادشاہ نے تحقیق کرنی شروع کی ان عورتوں کو جنہیں عزیز کی بیوی نے اپنے ہاں دعوت پر جمع کیا تھا اور خود اسے بھی دربار میں بلوایا۔ پھر ان تمام عورتوں سے پوچھا کہ ضیافت والے دن کیا گزری تھی سب بیان کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ حاشا للہ یوسف ﷺ پر کوئی الزام نہیں اس پر بے سرو پا تہمت ہے واللہ! ہم خوب جانتی ہیں کہ یوسف ﷺ میں کوئی بدی نہیں۔ اس وقت عزیز کی بیوی خود بھی بول اٹھی کہ اب حق ظاہر ہو گیا واقعہ کھل گیا حقیقت تھرا آئی مجھے خود اس امر کا اقرار ہے کہ واقعی میں نے ہی اسے پھسانا چاہا تھا اس نے جو بروقت کہا تھا کہ یہ عورت مجھے پھلسا رہی تھی اس میں وہ بالکل سچا ہے میں اس کا اقرار کرتی ہوں اور اپنا قصور آپ بیان کرتی ہوں تاکہ میرے خاندان پر یہ بات بھی جان لیں کہ میں نے اس کی کوئی خیانت دراصل نہیں کی یوسف ﷺ کی

- ① صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب قوله (وَنبِئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرَاهِيمَ) ۳۳۷۲، صحیح مسلم ۱۵۱: ابن ماجہ ۴۰۲۶؛ ابن حبان ۲۶۰۸؛ مشکل الآثار ۳۲۶؛ احمد، ۲/۳۲۶۔
- ② مجمع الزوائد ۷/۴۰؛ احمد، ۲/۳۴۶؛ سندہ حسن۔
- ③ تفسیر عبد الرزاق، (۱/۲۸۱، ۲۸۲) سندہ ضعیف مرسل۔

پاکدامنی کی وجہ سے کوئی شر اور برائی مجھ سے ظہور میں نہیں آئی بدکاری سے اللہ تعالیٰ نے مجھے بچائے رکھا ہے۔ میرے اس اقرار سے اور واقعہ کے کھل جانے سے صاف ظاہر ہے اور میرے خاوند جان سکتے ہیں کہ میں برائی میں مبتلا نہیں ہوئی یہ بالکل سچ ہے کہ خیانت کرنے والوں کی مکاریوں کو اللہ تعالیٰ فروغ نہیں دیتا ان کی دعا بازی کوئی پھل نہیں لاتی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بَارَہِوَاں پَارَہِ خَتْمِ ہِوَا۔





تفسير ابن كثير

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
أَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ حَبِيبٍ
مَالِكِيُّ بَغْدَادِيٍّ
تَشْتَعِبُ
صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
الْعَصُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ